فوزیہ یاسمین

سالگرہ نمبر

دستِ کوزہ گر

فوزیہ یاسمین

کمرے میں مکمل اندھیرا پھیلا ہوا تھا کھڑکی پر پڑے دبیز پردے اگر کھول بھی دیے جاتے تب بھی کمرے میں پھیلی تاریکی میں کوئی کمی نہ آتی کیونکہ چاند کی آخری تاریخیں تھیں آدھی رات گزر جانے کے باعث باہر سڑک بھی سناٹے میں ڈوبی تھی اور پھر یہ کوٹھی شہر کے جس پوش ایریا میں واقع تھی وہاں آس پاس بنے گھر بڑے بڑے لان کی وجہ سے ایک دوسرے سے بہت دور محسوس ہوتے تھے۔ چنانچہ کسی قسم کی آواز یا آہٹ سنائی دینے یا مہمانوں کی آمد و رفت سے واقفیت حاصل کرنے کا نہ کوئی طریقہ تھا نہ امکان اور محلہ تو پھر محلہ تھا اکثر گھروں میں کوٹھیوں کے طول و عرض کے باعث گھر کے افراد گھر میں ایک دوسرے کی موجودگی اور غیر موجودگی سے ہی بے خبر

ہوتے تھے۔

آخر گھڑی نے جب رات دو بجنے کا عندیہ دیا' تب رخسار کو اپنے کندھے پر زوبیہ کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔ وہ گردن گھما کر اندھیرے میں اسے دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"رخسار سو گئیں کیا۔" تاریکی میں اسے زوبیہ کا چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا' وہ صرف اس کی آواز سن سکتی تھی۔

"نہیں۔" رخسار بستر پر اٹھ بیٹھی۔

"کیا دو بج گئے۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم اٹھ رہی ہو نا۔" زوبیہ کی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔

"ہوں۔ لیکن زوبیہ کہیں تمہارے پیرنٹس کو پتا نہ چل جائے۔" رخسار نے مدھم لہجے میں کہا۔

"وہ دونوں تو سو چکے ہوں گے اور پھر ہم تو چھت پر جا رہے ہیں' وہاں اگر کوئی آواز ہوئی بھی تو انہیں کیا پتا چلے گا۔" زوبیہ نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"مگر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" رخسار کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا۔ اتنی مشکل سے تمہارے امی' ابو نے تمہیں ایک رات میرے گھر رہنے کی اجازت دی ہے اگر آج یہ کام نہیں ہوا تو کبھی نہیں ہو سکے گا چلو اٹھو۔" زوبیہ نے ناراضی سے کہا۔

"مگر زوبیہ..."

"مگر مگر کیا۔ تم یہ سب پہلی بار تو نہیں کر رہیں تم تو بہت ماہر ہو' تم نے ہی کہا تھا تمہارے سارے کزنز تمہاری مہارت کے قائل ہیں' اتنا خطرناک عمل وہ سب صرف تمہاری وجہ سے کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔" زوبیہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"وہی تو۔ میں ہمیشہ یہ سب اپنے کزنز کے ساتھ مل کر کیا کرتی تھی' جبکہ اس وقت ہم دونوں اکیلے آدھی رات کو گھر کی چھت پر تمہارے ماں' باپ سے چھپ کر... میرا مطلب ہے کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔"

"کیسی گڑبڑ۔ تم تو کہہ رہی تھیں تمہارے ہاتھ میں جادو ہے' تمہارے کزنز تمہارے آگے پیچھے پھرتے ہیں کہ تمہیں روح بلانا ہی نہیں' بلکہ اسے واپس بھیجنا بھی آتا ہے' ورنہ باقی سب تو ڈر جاتے ہیں' روح کو واپس بھیجنے کا کام ہمیشہ تم ہی کرتی ہو' پھر اب کیا ہو گیا' چلو اٹھو فوراً۔" زوبیہ نے حتمی انداز میں کہا تو اسے اٹھتے ہی بنی۔

"اچھا کمرے کی لائٹ تو آن کر دو۔" رخسار نے قدرے منمنا کر کہا۔

"مما دس دفعہ سوتے میں سے اٹھ کر مجھے چیک کرتی ہیں کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر وہ اٹھ کر ہمارے پیچھے آ سکتی ہیں۔ اب چلو بھی۔ تم نے ہی کہا تھا آدھی رات کے بعد کھلے آسمان کے نیچے ہی یہ عمل ہو سکتا ہے۔" زوبیہ کی بات پر رخسار گہرا سانس کھینچ کر رہ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں چھت پر کھلے آسمان کے نیچے کھڑی تھیں' چھت پر بھی زوبیہ نے رخسار کے بے حد اصرار کے بعد صرف چھت کے دروازے کے اوپر ہی ایک ٹیوب لائٹ آن کی تھی اور خود وہ دونوں وسیع و عریض چھت کے بین وسط میں آ کھڑی ہوئیں' گویا روشنی کے حصار سے نکل کر نیم تاریکی میں چلی آئیں۔

سردیوں کی مخصوص سوگوار رات تھی پچھلے کچھ دنوں سے سردی میں بھی اچانک اضافہ ہو گیا تھا ——— ٹھنڈی ہوا کے پے در پے جھونکوں نے رخسار کے وجود پر کپکپی سی طاری کر دی تھی مگر زوبیہ اس احساس سے بے نیاز ٹھنڈے یخ بستہ فرش پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

قرآن شریف کی آیات کا احترام کیجیے

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

"کیا ہوا کھڑی کیوں ہو ارے جلدی کرو کہیں مما' پاپا نہ آ جائیں۔" زوبیہ اس کے چہرے پر شش و پنج کے آثار دیکھ کر رہ ہی سے بولی۔

"زوبیہ کیا تمہیں یقین ہے کہ میرے عمل پڑھنے سے وہ روح یہاں آ جائے گی۔" رخسار نے تامل سے پوچھا۔

"ہاں۔ تم نے ہی تو کہا تھا کہ تم نے بہت بار..."

"ہاں میں نے کہا تھا' لیکن... چلو چھوڑو' یہ بتاؤ تم اپنی خالہ کی روح سے مل کر کیا کرو گی۔" رخسار نے اپنی جھنجلاہٹ پر بند باندھتے ہوئے اس کے سامنے فرش پر بیٹھ کر رسانیت سے پوچھا۔

"مجھے کچھ پوچھنا ہے ان سے۔" زوبیہ بولی۔

"کیا؟"

"یہی کہ انہیں کس نے مارا تھا۔" زوبیہ آہستہ سے بولی۔

"لیکن تم تو کہہ رہی تھیں انہوں نے خودکشی کی تھی۔" رخسار الجھ کر بولی۔

"پتا نہیں خودکشی کی تھی یا ان کا قتل ہوا تھا' لیکن کسی کو خودکشی پر مجبور کر دینا بھی تو قتل ہی ہے۔" زوبیہ کا لہجہ افسردہ ہو گیا۔

"ہاں وہ تو ہے۔ مگر میرے پوچھنے کا مطلب ہے تمہیں ان سے کیا پوچھنا ہے' تم تو سب جانتی ہو' تم نے ہی کہا تھا انہیں کچھ لوگوں نے اغوا کر لیا تھا اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری خالہ کی ڈیتھ ہوئی۔" رخسار کے چڑ کر کہنے پر زوبیہ خاموشی سے اس کی شکل دیکھتی رہی' کچھ دیر رخسار اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی' پھر اس کی طرف سے مایوس ہو کر کہنے لگی۔

"جب تم سب جانتی ہو تو ان سے پوچھ کر انہیں اذیت میں کیوں ڈالنا چاہتی ہو' تمہیں نہیں معلوم جب ہم اس طرح روحوں کو بلاتے ہیں تو انہیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔"

"کیا تم روح بلانا نہیں جانتیں۔ تم نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا وہ سب جھوٹ تھا۔" زوبیہ بغور اسے دیکھتے ہوئے بولی تو ایک لمحے کے لیے رخسار سٹپٹا گئی' پھر سنبھل کر کہنے لگی۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو اس روح کے بھلے کے لیے کہہ رہی تھی' خیر چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ کیا نام ہے ان کا اور ان کی ماں کا۔ دنیا میں بھلے ہی تمہیں باپ کے نام کی ضرورت پڑتی ہو مگر روحانی کاموں میں ہر جگہ ماں کا نام چاہیے ہوتا ہے۔" رخسار نے آلتی پالتی مارتے ہوئے خالص درویشانہ انداز اپنا لیا' زوبیہ نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑا کاغذ کا بڑا سا رول کھول کر اپنے اور رخسار کے درمیان بچھا لیا' اس پر انگریزی کے کئی حروف لکھے ہونے کے ساتھ مختلف خانے بنے ہوئے تھے یہ رول رخسار اپنے گھر سے لے کر آئی تھی۔

"ممی کا نام زبیدہ جہاں زیب ہے اور میری خالہ کا نام شائستہ ہے۔" زوبیہ جلدی جلدی بولی۔

"ہوں۔ ذرا ایک گلاس دینا کانچ کا۔" رخسار نے دونوں ہتھیلیوں کی پشت گھٹنوں پر رکھ لیں اور آنکھیں بند کر کے کہنے لگی۔

"کیوں؟" زوبیہ کے منہ سے بے اختیار نکلا' وہ یہاں سے اٹھ کر کچن تک جانے کے خیال سے الجھ گئی تھی'

کہیں آہٹ پر ممانہ اٹھ جائیں۔

"اس گلاس میں ہم روح کو بلائیں گے' بلکہ ہم نہیں' میں بلاؤں گی' پھر وہ میرے سوالوں کا جواب دے گی۔"

رخسار نے آنکھیں موندے موندے شاہانہ انداز میں کہا' وہ اب اپنی اسی جون میں آگئی تھی' جس میں وہ کالج میں نظر آتی تھی اور اس کی ان ہی درویشانہ باتوں کو سن کر زوبیہ نے اس سے دوستی بڑھائی تھی' بلکہ دوستی سے زیادہ ان کے بیچ ایک خوشامدانہ رشتہ تھا' رخسار اپنے روحانی عملیات کے قصے سنائے جاتی اور زوبیہ کلاس کی وہ واحد لڑکی تھی جو نا صرف ان قصوں کو بڑی دلچسپی سے سنتی اور کبھی مذاق نہ اڑاتی' بلکہ اس کی حیرت میں چھپی ستائش پر رخسار کی گردن اکڑے اکڑے تختہ بن جاتی۔

"لیکن روح بلانے کی ضرورت کیا ہے۔" زوبیہ کے سوال پر رخسار آنکھیں کھول کر اسے گھورنے لگی۔

"اگر روح بلانے کی ضرورت نہیں ہے تو ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔"

"اس سے سوال کر کے اسے واپس بھیجنے کے لیے۔" زوبیہ کے سادگی سے کہنے پر رخسار زچ ہو گئی۔

"ان سے سوال کر کے ہم انہیں تب ہی بھیجیں گے جب وہ یہاں آئیں گی۔"

"مگر وہ تو خود ہی آچکی ہیں۔" زوبیہ نے اتنی دھیمی آواز میں کہا کہ رخسار کو لگا اس سے سننے میں غلطی ہو گئی ہے' وہ تیوری پر بل ڈالتے ہوئے بولی۔

"کیا کہا تم نے؟"

"ان کی روح ہر وقت اس گھر میں پھرتی رہتی ہے۔ مگر وہ مجھ سے بات نہیں کرتیں۔ صرف تم ہی میری ان سے بات کرا سکتی ہو۔ یاد ہے نا میں نے تم سے دوستی کرتے وقت کہا تھا کہ میری کوئی دوست نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کبھی کسی سے دوستی کی۔ مگر تمہاری بات الگ ہے' تم دوسروں کی طرح مجھ پر ہنسنے کی بجائے میری بات سمجھ سکتی ہو' بلکہ میری مدد بھی کر سکتی ہو۔" زوبیہ کی باتوں پر رخسار آنکھیں پھاڑے اسے ایسے دیکھنے لگی جیسے اس کی دماغی حالت پر شک ہو رہا ہو۔

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے یہ گھر آسیب زدہ ہے' کیونکہ وہ روح ہر وقت اس گھر میں منڈلاتی رہتی ہے۔"

رخسار کے حیرت سے کیے گئے سوال پر زوبیہ نے خاموشی سے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"تو کیا وہ اس وقت بھی ہم دونوں کے بیچ موجود ہیں۔" رخسار نے ٹھہر ٹھہر کر پوچھا' زوبیہ نے ایک بار پھر خاموشی سے سر اثبات میں ہلا دیا' رخسار کو لگا اس کے پورے جسم پر چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں رینگنے لگی ہوں۔

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے خوفزدہ نہ ہوتی' مگر اس وقت آدھی رات کو اس سناٹے میں وہ ایک ایسی لڑکی کے ساتھ بیٹھی تھی جس کے ساتھ اس کی دوستی کو جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے تھے' وہ اسے زیادہ تو کیا بالکل بھی نہیں جانتی تھی' کلاس میں زوبیہ کا تاثر ایک نارمل لڑکی کا نہیں تھا' حالانکہ زوبیہ کا تعلق شہر کے بہت امیر کبیر خاندان سے تھا' شکل صورت کے لحاظ سے بھی وہ بہت حسین تھی' مگر وہ لوگوں میں گھلتی ملتی نہیں تھی۔ اس کا کترایا ہوا انداز دیکھ کر لڑکیوں نے بھی اسے لفٹ کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی' خود رخسار کا بھی ایسی کم سم اداس غزل نظر آنے والی لڑکی سے دوستی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ مگر ایک دن وہ اپنی عادت کے مطابق کلاس میں بیٹھی اپنے فرضی قصے سنا کر اپنی شیخیاں جتا رہی تھی' پہلے تو لڑکیاں ان سنسنی خیز قصوں کو دلچسپی سے سنتی رہیں جب اس نے مبالغہ آرائی کی حد کر دی تو سب بور ہو کر اور کچھ اس کا مذاق اڑاتی اٹھ گئیں' مگر زوبیہ جو ضرورت کے تحت بھی کسی سے مخاطب نہیں ہوتی تھی اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

"کیا واقعی تمہارے اندر روحانی صلاحیتیں ہیں۔" اس کے چہرے پر اتنا شوق اور تجسس تھا کہ رخسار کا چیونگم ببل پورا پھولنے سے پہلے ہی پھٹ کر اس کے منہ پر چپک گیا' جسے جلدی جلدی صاف کر کے وہ دوبارہ اپنے

کارنامے سنانے لگی اور زوبیہ اتنی مگن ہوئی کہ زندگی میں پہلی بار وہ کلاس بنک کر کے اس کے ساتھ کینٹین میں بیٹھنے لگی' اسے اتنا متجسس دیکھ کر رخسار کو بڑا مزا آیا' وہ اتنی اچھی سامع کو بالکل بھی کھونا نہیں چاہتی تھی' اس لیے جب اس نے کہا کہ اسے ایک روح کو بلا کر اس سے کچھ پوچھنا ہے تو رخسار فوراً رضامند ہو گئی' بلکہ جوش میں اس نے اس عمل کو اتنا پراسرار اور بھیانک بنا دیا کہ زوبیہ اس کی بہادری اور ہمت کی داد دیے بغیر نہ رہ سکی' مگر اسے نہیں پتا تھا کہ انگلش فلموں میں دیکھے روح بلانے اور سوال کرنے کے گھسے پٹے طریقے کو آدھی رات کو ایسے پراسرار ماحول میں کرنا اتنا دشوار ہو گا۔

اس کے محاورتاً "نہیں حقیقتاً" رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"کیا تم اسے دیکھ سکتی ہو۔" رخسار نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں وہ دیکھو وہ تمہارے پیچھے ہی کھڑی ہیں۔" زوبیہ' رخسار پر سے نظریں ہٹا کر اس کے کندھے کے اوپر دیکھنے لگی' رخسار کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا' اسے اپنا دل پسلیوں سے باہر آتا محسوس ہوا' اپنے اندر کی ساری ہمتیں مجتمع کر کے اس نے بمشکل گردن گھما کر اپنے پیچھے دیکھا' اس کے سامنے دور تک تاریکی کا راج تھا' کسی کی موجودگی کا کوئی احساس دور دور تک نہیں تھا۔

رخسار گہرا سانس کھینچتی زوبیہ کی طرف متوجہ ہوئی' جو ابھی بھی اس کے اوپر کسی غیر مرئی نقطہ کو دیکھ رہی تھی۔ رخسار تھوڑی دیر پہلے جس خوف کے پیش نظر ہراساں ہو گئی تھی وہ جیسے ایک گہرے سانس کو باہر خارج کرتے ہوئے ہوا میں تحلیل ہو گیا' اپنی حماقت پر ابھرتی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے اس نے دوبارہ آنکھیں موند لیں۔

"ٹھیک ہے جب وہ پہلے ہی یہاں موجود ہیں تو انہیں بلانے کی کوئی ضرورت نہیں' تم بتاؤ کیا پوچھنا چاہتی ہو تم ان سے' وہ میرے ہر سوال کا جواب دیں گی۔ شائستہ یہاں میرے پاس آجاؤ میں تمہیں زیادہ پریشان نہیں کروں گی' مجھے کچھ سوالوں کا جواب دے دو تاکہ زوبیہ اس اذیت سے نجات پا لے' جو تمہیں اس گھر میں بے چین بھٹکتا دیکھ کر اسے ہوتی ہے۔" رخسار آنکھیں بند کیے بانگ لگانے کے سے انداز میں بولی' آنکھیں بند ہونے کے باوجود اسے احساس ہو گیا تھا کہ زوبیہ کی نظریں اس کے چہرے پر ٹک گئی ہیں' تبھی اپنے چہرے پر کرب کے آثار لاتے ہوئے اس نے اپنی آنکھوں کو تھوڑا سا بھینچ لیا۔

"بولو شائستہ کیا بات ہے۔ کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ' کیا بات ہے جو تمہیں پریشان کرتی ہے اور تم مر کر بھی زندہ لوگوں کی طرح دنیا میں رہنے پر مجبور ہو' بولو' جواب دو۔" رخسار کا تنفس بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے پوری طرح احساس تھا کہ اس کے سامنے بیٹھی زوبیہ بے چینی سے پہلو بدل رہی ہے' کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے گویا زوبیہ کی بے چینی کو ہوا دینی چاہی' پھر وہ ایک دم چونک اٹھی۔

☆ ☆ ☆

"الیان بھائی سو گئے کیا۔" الیان بستر پر سونے لیٹ ہی رہا تھا جب اس کے کمرے کا دروازہ ہلکے سے ناک کر کے بریرہ اندر چلی آئی' الیان نے حیرانی سے پہلے اسے اور پھر گھڑی کی طرف دیکھا' بارہ بجنے میں پانچ منٹ تھے۔

"کیا ہوا ڈر لگ رہا ہے کیا۔" الیان نے حیرت سے پوچھا' کسی زمانے میں وہ واقعی اتنا ڈرتی تھی کہ ممی کے پاس ہی سوتی تھی' مگر اب اس بات کو گزرے عرصہ ہو گیا تھا' اسی لیے الیان کے پوچھنے پر وہ قدرے خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"آپ بھول گئے میں نے کہا تھا آپ سے رات کے بارہ بجے تیار رہیے گا۔" الیان کو جیسے اچانک کچھ یاد آیا اور اس نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

"بریرہ اللہ کے لیے اب بڑی ہو جاؤ۔"

"کیا الیان بھائی آپ بہت ہی بورنگ انسان ہیں' ساری تیاری میں نے کرلی ہے' آپ کو صرف میرے ساتھ چل کر ممی' ڈیڈی کو وش کرنا ہے اور آپ اس کے لیے بھی تیار نہیں۔" بریرہ اپنی عادت کے مطابق باقاعدہ ناراض ہو گئی تھی۔

"اچھا۔ میں بورنگ ہوں۔ اگر مجھے بھی تمہاری طرح دن چڑھے تک سونے کا موقع ملے تو میں بھی رات گئے تک سارے کام کر سکتا ہوں' کبھی صبح سات بجے اٹھ کر آٹھ بجے آفس کے لیے نکلو تب پتا چلے گا۔" الیان بستر سے اٹھتے ہوئے بھی اسے چھیڑنے سے باز نہ آیا' جبکہ بریرہ اسے شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر انگلیوں سے بال سنوارتا دیکھ کر اپنی ساری ناراضی بھول گئی' ویسے بھی وہ جانتی تھی اس کا کہا کبھی اس گھر میں ٹالا نہیں جاتا تھا' الیان چاہے کتنے بھی نخرے دکھالیتا' لیکن اپنی بہن کی خواہش کبھی رد نہیں کرتا تھا' اسی لیے بڑے فخریہ انداز میں بولی۔

"تو میں نے کب کہا ہے کہ صبح صبح آفس جائیں' آپ کوئی ملازم نہیں ہیں' بلکہ خود مالک ہیں' اتنے بڑے بزنس کے' آپ دوپہر کے ایک بجے بھی چلے جائیں گے تو کون پوچھے گا۔"

"ہاں پھر واقعی کوئی بھی نہیں پوچھے گا۔" الیان نے اس کے الفاظ کو دوسرا مطلب پہناتے ہوئے کہا۔

"اپنے آفس میں اگر میں خود دو بجے جاؤں گا تو پھر تو ہو گیا بزنس۔"

"اگر ٹائم کی اتنی شارٹ ایج نہ ہوتی تو میں ایک طویل بحث کرتی' مگر بارہ بجنے میں صرف ایک منٹ رہ گیا ہے اور ہمیں سب سے پہلے ممی' ڈیڈی کو اینی ورسری وش کرنی ہے' چلیں فورا"۔" وہ بڑے جوش سے کہتی اس کے کمرے سے باہر نکل گئی' اس کی بے تابی دیکھ کر الیان بھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے ہی کمرے سے نکل آیا' اس کے بیڈ روم کے برابر میں ہی ممی' ڈیڈی کا کمرہ تھا۔ جس کے دروازے پر بڑے سے کیک اور کارڈ کے ساتھ خوبصورت سے ریپر میں پیک ہوا تحفہ بریرہ پہلے سے ہی بڑی خوبصورتی سے سجا کر رکھ چکی تھی۔

"یار اتنی رات گئے ممی' ڈیڈی کی نیند خراب کرنا اچھا نہیں لگتا۔" الیان نے اسے دستک دینے کے لیے ہاتھ اٹھاتا دیکھ کر وہی جملہ کہا جو وہ تقریبا" ہر سال ہی کہتا تھا' کیونکہ پچھلے کئی سالوں سے بریرہ کا یہی معمول تھا۔

ممی' ڈیڈی کی اینی ورسری پر وہ الیان سے پیسے لے کر خوبصورت سا تحفہ' کیک اور کارڈ دروازے پر رکھ کر رات کو بارہ بجتے ہی ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتی اور خود ایک طرف ہو جاتی ہر سال اس طریقے پر پابندی سے کاربند ہونے کے باوجود اس کے والدین دروازہ کھولتے ہی ایک نئی حیرت سے دوچار ہوتے' اپنی بے تحاشا سوشل لائف میں وہ دونوں دن یاد رکھتے تھے نہ تاریخیں' اسی لیے اپنی شادی کی سالگرہ اپنے بچوں کے اتنے دھیان سے یاد رکھنے پر انہیں بے پایاں خوشی ہوتی' یہی وجہ تھی کہ گہری نیند سے اٹھ کر بھی جب وہ دروازہ کھول کر اس سرپرائز کو دیکھتے تو ایک پل کے لیے بھی ان کے ماتھے پر شکن نہیں پڑتی تھی' بلکہ وہ بڑی گرم جوشی سے ان کا تحفہ قبول کرتے ہوئے انہیں گلے لگا لیتے۔

حالانکہ اس کے والدین ریاض غفار اور شگفتہ غفار جس سوسائٹی سے تعلق رکھتے تھے' وہاں بچوں سے ایسی والہانہ محبت کا مظاہرہ بہت کم دیکھنے کو ملتا تھا' مگر ان کے گھر میں روایت اور اقدار کی ان رسموں کی ابھی بھی پاسداری کی جاتی تھی' جن کا تصور تک لوگوں کو محال لگتا تھا' یہی وجہ تھی کہ الیان اور بریرہ کی تربیت ایسے خطوط پر ہوئی تھی' کہ ان کے پورے سرکل میں تمام والدین اپنے بچوں کو ان کی مثالیں دیتے نظر آتے تھے' خاص طور پر الیان کو اپنی ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے بچپن سے ہی بھرپور پذیرائی حاصل رہی تھی۔

جس ماحول میں لڑکوں کے لیے کتابیں کھولنا پہاڑ چڑھنے کے برابر تھا' اس ماحول میں الیان نے ہمیشہ زمانہ تعلیم

میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی تھیں اور اب پڑھائی ختم کرنے کے بعد وہ بزنس میں بھی شہرت اور کامیابی کے افق پر تھا۔

دستک کے جواب میں ریاض غفار نے مندی مندی آنکھوں سے دروازہ کھولا اور جیسے ان کی نیند ایک پل میں غائب ہو گئی' بڑی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ انہوں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا جہاں حسب معمول دیوار سے ٹیک لگائے' الیان اور بریرہ موجود تھے' بلکہ بریرہ نے باقاعدہ ترنم کے ساتھ ہیپی اینی ورسری کا مخصوص گانا بھی گانا شروع کر دیا تھا جس کی آواز پر شگفتہ غفار بھی بستر سے اٹھ آئیں۔

"شادی کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔" الیان نے زمین پر سے کیک اٹھا کر شگفتہ غفار کی جانب بڑھایا تو انہوں نے کیک لینے کی بجائے بے اختیار اسے گلے لگا لیا۔

☆ ☆ ☆

پتا نہیں رات کا کون سا پہر تھا جب اس کا موبائل بجنا شروع ہو گیا' رومیلہ کا دل چاہا موبائل سائلنٹ پر کر دے' لیکن موبائل بستر کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا جسے اٹھانے کے لیے رومیلہ کو کروٹ لے کر باقاعدہ کھسکنا پڑتا تھا جس کے بعد ہمیشہ کی طرح اس کی نیند بھاگ گئی تھی۔ اسے پتا تھا اب اگر اس نے موبائل بند بھی کر دیا تو بھی جاگتی رہے گی' کیونکہ نیند کے معاملے میں وہ بہت حساس تھی۔ ایک بار آنکھ کھل جاتی تو گھنٹوں کے لیے نیند غائب ہو جاتی۔ لہذا اب موبائل آف کرنے یا سائلنٹ پر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا' اس سے تو بہتر تھا کال اٹینڈ کر کے وہ فون کرنے والے کو دو چار باتیں ہی سنا دے' تھوڑی بھڑاس ہی نکل جائے گی۔

مگر اسکرین پر نمل کا نام دیکھ کر اس کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے' وہ سدا کی ڈھیٹ' کبھی اپنی غلطی مانتی تھی نہ کبھی شرمندہ ہوتی۔ یہ فون بھی اس نے یقینا" کسی بے کار سی بات کے لیے کیا ہو گا' لیکن رومیلہ سے شکایت کرنے پر ایسے بلبلانے لگے جیسے دنیا میں اس سے زیادہ اہم بات کوئی نہ ہو۔ چنانچہ صبح تک انتظار کرنا ممکن نہیں تھا' ویسے بھی اس کی صبح دوپہر میں ہوتی تھی۔ اسے رات کو دیر تک جاگنے کی عادت ہی نہیں' شوق بلکہ جنون تھا' وہ اگر صبح جلدی بھی اٹھتی تھی تو بھی رات دیر تک آنکھیں پھاڑے بیٹھی رہتی' بقول اس کے۔

"اتنی جلدی کون سوئے' ابھی تو سونے کا دل نہیں چاہ رہا۔" نمل کی ایسی کئی عادتیں تھیں' جو رومیلہ کے بالکل برعکس تھیں۔ پھر بھی وہ دونوں گہری سہیلیاں تھیں' کزنز ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بچپن سے ہی کلاس فیلو رہی تھیں۔ ہم عمر اور ہم جماعت ہونے کا اتنا اثر تھا کہ ہم خیال اور ہم مزاج نہ ہونا کوئی اہمیت حاصل نہیں کر سکا تھا۔

"ہیلو۔" رومیلہ نے بغیر [آنکھیں کھولے?] لیٹے لیٹے فون اٹھاتے ہی نہایت بےزاری سے کہا۔

"ہیلو رومیلہ؟ کیا ہوا؟ سو رہی تھیں کیا؟" نمل کا زندگی سے بھرپور لہجہ اسے اندر تک سلگا گیا تھا' وہ خون کے گھونٹ پیتے ہوئے دانت پر دانت جماتے ہوئے بولی۔

"نہیں یار! پراٹھے بنا رہی تھی' موبائل کی بیپ سے میرا ہاتھ جل گیا۔"

"یار پراٹھے بنا رہی تھیں تو مجھے بھی بلا لیتیں' چھوٹے دل کے ساتھ پکا رہی تھیں نا' اسی لیے ہاتھ جلا ہے۔" اسے شرمندہ کرنے والا خود شرمندہ ہو سکتا تھا' مگر اس سے ایسی توقع بےکار تھی۔

"اوہ آئی ایم سو سوری۔ دراصل مجھے امید نہیں تھی کہ ماموں' [ممانی?] رات کے ڈیڑھ بجے' اتنی دور تمہیں میرے ہاتھ کے پراٹھے کھانے بھیج دیں گے۔" رومیلہ کے طنزیہ انداز پر وہ جس طرح ٹھٹکی تھی' اس پر رومیلہ کو نمل کے کمرے میں موجود ہوئے بغیر یہ یقین تھا کہ اس نے اپنی دیوار پر ٹنگی [وال کلاک?] کو دیکھا ہو گا اور اس کے غصے کی وجہ سمجھ کر تھوڑی سی کھسیانی ہوئی ہو گی' مگر فورا" ہی اپنی جون میں واپس آتے ہوئے بےنیازی سے بولی

تھی۔

"کیا ہوا جو رات کو فون کرلیا، تمہیں کون سا صبح اٹھ کر کالج یا آفس جانا ہے۔" رومیلہ کے سوچتے ہی ایئرپیس سے اس کی آواز میں لفظ بہ لفظ یہی جملہ ادا ہوا۔

"تمہاری نظر میں صبح صرف ان ہی لوگوں کو اٹھنا چاہیے جنہیں صبح آفس یا کالج جانا ہو ورنہ دوسری صورت میں انسان کی صبح ہی نہ ہو۔"

"بھئی صبح تو ہوگی لیکن وہ تو کبھی بھی ہوسکتی ہے اس کے لیے ضروری تو نہیں کہ گھڑی دیکھ کر اٹھا جائے بھئی جب جاگو تب سویرا۔" نمل کی باتیں اس کی برداشت سے باہر ہونے لگی تھیں وہ اکتاتے ہوئے بولی۔

"اچھا اچھا فلاسفر صاحب یہ بتایئے فون کیوں کیا ہے؟"

"بوجھو تو جانیں۔" نمل شوخی سے بولی۔

"نہیں نہیں ہماری کیا مجال کہ فلاسفر صاحب کی ناقابل برداشت خوشی کو بوجھ سکیں اس معمولی سے ذہن کی اتنی رسائی کہاں۔" رومیلہ جل کر بولی تو نمل کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تمہیں یاد ہے ہم نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے کے لیے اپلائی کیا تھا۔"

"ہاں تو۔" رومیلہ چونکتے ہوئے بستر پر اٹھ بیٹھی۔

"ابھی تک تمہیں کچھ پتا نہیں چلا ہوگا کہ تمہارا، میرا اور سنبل کا ایڈمیشن ہوا یا نہیں۔" نمل نے اٹھلا کر کہا۔

"تم کہیں یہ تو نہیں کہنا چاہ رہیں کہ تمہیں آدھی رات کو ہی پتا چل گیا ہے۔" رومیلہ اچنبھے سے بولی تو نمل ایک بار پھر دل کھول کر ہنس دی۔

"آدھی رات تمہارے لیے ہوگی، میرے لیے تو دن نکلا ہوا ہے۔"

"تو کیا اخبار بھی آگیا۔" اس کا اتنا تجسس پھیلا کہ رومیلہ کو پوچھنا پڑ گیا تھا۔

"اخبار کا انتظار تمہارے جیسے محدود وسائل کے لوگ کرتے ہیں، ہم تو وہ ہیں جو خبر کو پاتال سے نکال کر لاتے ہیں، تمہارے جیسے ہاتھ پر ہاتھ رکھے لوگوں کے لیے۔" نمل شاہانہ انداز میں بولی وہ واقعی غلط نہیں کہہ رہی تھی جو وہ چاہتی تھی عموماً" دوسرے لوگوں کے جاننے سے پہلے ہی جان جایا کرتی تھی۔ مگر اس میں کمال اس کا نہیں اس کے والد محترم کا تھا جو ایک ایسی سیٹ پر موجود تھے کہ جس ادارے سے جو خبر چاہتے نکلوا لیتے اسی لیے رومیلہ کو یہ یقین بھی تھا کہ نمل کو تو ایڈمیشن مل ہی جائے گا۔ البتہ اس کے اور سنبل کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کیونکہ ان دونوں کی معاشی پوزیشن بھی بہت اچھی تھی مگر ان کے والدین کے پاس اتنی "پاور" نہیں تھی اور رومیلہ کے بابا تو اگر کسی سیاسی عہدے پر ہوتے بھی تب بھی رومیلہ کے لیے کسی قسم کی بھاگ دوڑ کرنے کی کوشش نہ کرتے، انہیں تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ رومیلہ نے ایڈمیشن ملنے کے لیے کتنے نوافل کی منت مانگ رکھی ہے۔ انہوں نے تو اسے فارغ دیکھ کر اپلائی کرنے کی اجازت دے دی تھی آگے داخلہ ملتا ہے یا نہیں اس سے انہیں کوئی غرض نہیں تھی۔

"اللہ کے لیے نمل یہ بے سروپا باتیں بند کرو اور یہ بتاؤ کہ میرا اور سنبل کا ایڈمیشن ہوا یا نہیں۔" رومیلہ فوراً التجائیہ انداز میں بولی۔

"کیا مطلب؟ میرے بارے میں جاننے کی فکر نہیں ہے تمہیں۔" نمل ایسے آنکھیں نکالنے لگی جیسے اسے دیکھ رہی ہو۔

"ارے کس مائی کے لعل میں اتنی ہمت ہے کہ تمہیں داخلہ دینے سے منع کرے اور اس پر تمہارا کھلکھلاتا لہجہ، صاف ظاہر ہے تم سلیکٹ ہوگئی ہو۔" رومیلہ نے بڑی مشکل سے اپنے غصے کو قابو کر رکھا تھا

نمل سے مطلوبہ خبر حاصل کیے بغیر وہ اسے ناراض نہیں کر سکتی تھی کہ اگر اسے غصہ آجاتا تو پھر وہ کچھ نہ دیکھتی مگر شاید روانی میں وہ کچھ غلط کہہ گئی تھی' تبھی نمل پہلی بار سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

"کیا میں صرف اپنے سلیکٹ ہونے پر اتنا خوش ہو سکتی ہوں؟" اس کے استفہامیہ انداز میں چھپے شکوے پر رومیلہ خجل ہو گئی۔

"نہیں نہیں' ہم لوگوں کے بغیر بھلا تمہاری خوشی مکمل ہو سکتی ہے' میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی ــــ ویسے ــــ اس کا مطلب ہے میں اور سنبل ـ" رومیلہ اسے منانے کے لیے تیز تیز بولتے بولتے ایک دم ٹھٹک گئی' نمل کی بات سے جو انکشاف ہوا تھا اس پر خوشی کے مارے اس پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

"جی ہاں تمہارا اور سنبل کا تکا بھی لگ گیا ہے۔" نمل اکھڑے اکھڑے لہجے میں بولی مگر رومیلہ نے دھیان ہی نہیں دیا وہ تو چیخ مارتے ہوئے بستر سے اتر آئی۔

"اتنی بڑی خوشخبری اور تم ہو کہ بتانے کی بجائے بکواس کیے جا رہی ہو۔"

"سب سے پہلے تمہیں بتایا ہے اسی کے بعد۔" نمل نے احسان جتاتے جتاتے بھی وضاحت ضروری سمجھی کہ کہیں جھوٹ بولنے کا الزام سر نہ آجائے مگر رومیلہ نے جیسے سنا ہی نہیں۔

"کہیں تم جھوٹ تو نہیں بول رہیں۔"

"اے ڈیئر کزن' زمین پر آجاؤ' میں نے تمہیں ایڈمیشن ملنے کی خبر دی ہے' کوئی شادی کی خبر نہیں سنا دی۔"

"جبھی تو میں خوش ہوں کہ تم نے شادی کی نہیں ایڈمیشن کی خبر سنائی ہے۔" رومیلہ ڈھٹائی سے بولی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے ابھی بابا جانی اور بھیا کو جگا کر یہ خبر سنا دوں۔" رومیلہ پرجوش لہجے میں بولی۔

"یہ غضب مت کر دینا' ورنہ وہی حالت ہو گی شہر بسا نہیں اور لٹیرے آگئے' ابھی ہم نے خوشی سیلیبریٹ بھی نہیں کی اور وہاں تمہاری اس حرکت پر وہ حکم صادر کر دیں گے۔"

"اتنی دیوانی ہونے سے بہتر ہے آپ گھر میں بیٹھ جائیں۔" نمل نے بابا جانی کی نقل اتارتے ہوئے کہا' جو رومیلہ کو آپ ہی کہہ کر مخاطب کرتے تھے' رومیلہ بچپن سے ہی ماں جیسی نعمت سے محروم رہی تھی' جس کے باعث وہ اپنے بابا جانی سے بھی غیر ارادی طور پر دور ہو گئی تھی' اسے یہی لگتا تھا کہ اگر اس کی ماں زندہ ہوتی تو وہ اس کے اور بابا جانی کے بیچ تعلق کی ایک کڑی بن جاتیں مگر ان کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ بابا جانی کو تو کیا اپنے بڑے بھائی ابرار کو بھی خود سے فاصلے پر محسوس کرتی تھی' جبکہ نمل اس معاملے میں اس سے قطعی متفق نہیں تھی کیونکہ اس کی ماں کے حیات ہونے کے باوجود نمل کے والد اس سے کوسوں میل کے فاصلے پر تھے۔

رومیلہ اور اس کے بابا جانی کے بیچ تو صرف ایک تکلف کی دیوار تھی' جبکہ نمل اور اس کے پاپا کے درمیان تو ایک واضح کھنچاؤ تھا۔ جس کا سبب صرف اور صرف اس کے پاپا کا مزاج تھا۔ اسی لیے وہ رومیلہ کے مسئلے کو بھی ماں کی محرومی کی بجائے بابا جانی کی لاتعلقی گردانتی تھی' جس کا منہ بولتا ثبوت ان کا طرز تخاطب تھا جو کہ نمل کی نظر میں صرف ایک لفظ نہیں تھا' بلکہ ایک تنبیہہ تھی کہ کبھی تکلف کی دیوار کو پاٹنے کی کوشش مت کرنا اور رومیلہ خود بھی اس ماحول کی عادی ہو گئی تھی گو کہ اس کے اندر کہیں یہ خواہش تھی مگر گھر کا سرد سا ماحول اسے تکلیف نہیں دیتا تھا' تبھی نمل کی بات کو خاطر میں لائے بغیر چونکتے ہوئے بولی۔

"ارے ہاں۔ اس خوشی کو تو واقعی سیلیبریٹ کرنا چاہیے۔ ایسا کرو سنبل کو یہ خوشخبری سنانے کے بعد اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا پروگرام بنانا چاہیے۔"

"چھوڑو یار۔ وہ سدا کی بھوکی کہیں کھانا کھانے کے لیے ہی کہے گی۔ ایسا کرتے ہیں' کل پیلس چلتے ہیں لنچ کرنے۔" نمل نے فوراً ہی پروگرام ترتیب دے دیا۔

"پیلس!" رومیلہ نے حیرت سے دہرایا' پھر طنزیہ انداز میں بولی۔

"میں اتنا خرچہ کرنے کے بالکل موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو تم سے کون پیسے مانگ رہا ہے' سنبل کو بھی کنٹری بیوٹ کرنے کی ضرورت نہیں' بل میں پے کروں گی۔" نمل نے اطمینان سے کہا۔

"تم؟" رومیلہ دنگ رہ گئی۔

"ہاں میں۔ یہ جو تم اور سنبل ہر وقت مجھے کنجوس اور مکھی چوس کہتی رہتی ہو ـــــ ہو تا تو اپنی ڈکشنری میں سے یہ لفظ نکال دو' کل تم دونوں کا میری طرف سے پیلس میں لنچ ہے۔" نمل نے شاہی انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا تو رومیلہ کان پر سے موبائل ہٹا کر حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"جانے کل سورج کہاں سے نکلے گا۔" رومیلہ نے چھت کو ایسے دیکھا جیسے آسمان کو دیکھ رہی ہو۔

☼ ☼ ☼
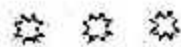
آدھی رات کا وقت ہونے کے باوجود سڑک اتنی بھی سنسان نہیں تھی جتنی خرم نے سمجھ لی تھی۔ ہائی وے پر ابھی بھی ٹریفک رواں دواں تھا جس میں زیادہ تعداد بڑے بڑے ٹرک اور بسوں کی تھی۔

گنجائش سے زیادہ سامان لوڈ کیے ان ٹرکوں کے درمیان سے ایک سو اسی کی رفتار سے گاڑی دوڑانا بلاشبہ ایک نہایت مشکل اور خطرناک عمل تھا' جبکہ سڑک پر لائٹس کا انتظام بھی بہت عمدہ نہیں تھا۔

خرم اگر خود ڈرائیونگ سیٹ پر ہوتا تو اسے ہرگز فکر نہ ہوتی مگر مسئلہ یہ تھا کہ ڈرائیونگ سیٹ اس کے دوست واجد نے سنبھال رکھی تھی' جسے اپنے نام کی مشرقیت ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی' اس لیے وہ خود کو وکی کہلواتا تھا۔

"وکی سنبھل کر۔" اتنی رفتار ہونے کے ساتھ ساتھ وہ راستے میں آئے ٹرک اور ہیوی ویل کو کٹ مارتا اوور ٹیک کر رہا تھا۔ ابھی بھی اس نے ایک بہت خطرناک کٹ مارا تھا۔ جس پر ٹرک ڈرائیور نے زوردار ہارن بجانے کے ساتھ ساتھ کئی غلیظ گالیوں سے بھی ان دونوں کو نوازا تھا' جو انہیں سنائی ہی نہیں دی تھیں' کیونکہ پلک جھپکتے میں ہی وہ اس سے میلوں کے فاصلے پر پہنچ گئے تھے' اس پر اس شدید سردی میں انہوں نے گاڑی کے شیشے بھی کھول رکھے تھے' سرد ہوا کے تھپیڑے کھا کھا کر ان کے کان اور چہرے سن ہو گئے تھے اور اس پر گاڑی کی اتنی تیز رفتار۔ خرم کو تو واقعی سردی لگ رہی تھی۔ مگر یہ بات کہہ کر وہ وکی کو خود پر ہنسنے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اس کے مزاج کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ خرم کو نازک مزاج کہہ کر فوراً اس کی بے عزتی کر دیتا۔

"ڈر لگ رہا ہے کیا؟" خرم کے ٹوکنے پر وہ خباثت سے ہنسا' خرم کو اس سے یہی توقع تھی بجائے سنبھلنے کے وہ گاڑی کی رفتار بڑھانے لگا تھا۔

"وکی ناٹ اسٹاپ اٹ میری نئی گاڑی ہے یار۔" خرم کو واقعی غصہ آگیا تھا۔ زندگی اور موت کے ایسے کھیل وہ اکثر کھیلا کرتا تھا۔ مگر اس نے کبھی کسی دوسرے کی گاڑی پر کرتب نہیں دکھائے تھے' جبکہ وکی نے سوائے ایک اپنی گاڑی کے باقی سارے دوستوں کی گاڑیوں اور بائیکس کو تختہ مشق بنا ڈالا تھا' یہاں تک کہ خرم کی گاڑی بھی اس نے کئی بار استعمال کی تھی۔ مگر یہ گاڑی تو ایک ہفتے پہلے ہی ڈیڈ نے دی تھی' اپنی اتنی نئی گاڑی کو وہ کسی دوسرے کے شوق کی نذر ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حالانکہ اسے پتا تھا گاڑی اگر کہیں ذرا سی بھی ٹچ ہوئی تو گاڑی تو کیا وہ دونوں بھی نہیں بچیں گے' لیکن جان کو خطرے میں ڈالنے میں تو خود اسے بھی مزا آتا تھا۔ مگر وکی کے جنون کی تسکین کے لیے اسے اپنی نئی گاڑی کی مرمت کے خیال سے ہی غصہ آرہا تھا' وہ اس وقت کو کوس رہا تھا جب اس نے چابی وکی کے حوالے کی تھی۔

وکی پہلی بار اس کی اس نئی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ اسٹیرنگ کو گرفت میں لیتے ہوئے اس نے خوشی و جوش کے ملے جلے تاثر کے ساتھ کہا تھا۔

"تم نے تو خود ہی اپنے آپ کو ہرانے کا سامان تیار کردیا ہے۔"

"واٹ ڈو یو مین۔" خرم نے اس کے برابر والی سیٹ سنبھالتے ہوئے اطمینان سے پوچھا۔

"ارے اتنی اچھی گاڑی ہو تو فورٹی منٹس تو کیا میں تھرٹی منٹس میں حیدر آباد پہنچ سکتا ہوں۔" اس نے بیک ویو مرر میں خود کو تاڑتے ہوئے یقین سے کہا تو خرم واقعی ٹھٹک گیا۔ وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ تیز رفتار ڈرائیونگ کرنے کے لیے اچھے ڈرائیور کے ساتھ ساتھ اچھی گاڑی کا ہونا بھی اشد ضروری تھا۔ اچھی گاڑی اس کی دسترس میں آگئی تھی۔ لہٰذا طے شدہ وقت پر اپنی منزل پر پہنچ جانا اس کے لیے قطعی مشکل کام نہیں تھا، جہاں اس کے دوستوں کا سارا گروپ موجود تھا۔

ان سب کے بیچ کسی نہ کسی بات کو لے کر شرطیں لگتی ہی رہتی تھیں، کبھی ارادتاً تو کبھی بلا ارادہ، وہ ایک دوسرے کو چیلنج کرتے رہتے تھے۔

اس وقت بھی وہ دونوں محض فون پر بات کر رہے تھے، جب وکی نے کہا کہ ان کے دوستوں کا سارا گروپ حیدر آباد کی مشہور ربڑی کھانے کے لیے نکل چکا ہے اور ان سے ذکر تک نہیں کیا۔

تب خرم نے مذاق میں کہا تھا۔

"گھر میں اس وقت اتنا تھک نہ رہا ہوتا تو ابھی ان کے پیچھے نکل کھڑا ہوتا اور ان سے پہلے ربڑی کے ہوٹل پر پہنچ کر ان کا انتظار کر رہا ہوتا۔" خرم کو ربڑی کا ایسا شوق نہیں تھا۔ محض انہیں ستانے کے لیے اس کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا جسے سن کر وکی ایک دم بے قابو ہوگیا۔

"ارے ہاں یار، واقعی چلتے ہیں اور ان سے پہلے وہاں پہنچ جاتے ہیں، وہ تو راستے میں ڈھابے پر رک کر کشمیری چائے بھی پئیں گے ہم ان سے پہلے پہنچ جائیں گے۔"

"وہ تو ہے یار۔ لیکن ابھی ڈرائیونگ کا موڈ نہیں ہے۔" خرم نے ٹی وی کے چینل تبدیل کرتے ہوئے کسلمندی سے کہا۔

"ارے تو میں ڈرائیو کرلوں گا۔"

"تم۔" خرم کی بے ساختہ ہنسی نکل گئی۔

"ہاں۔ کیوں کیا مجھے ڈرائیونگ نہیں آتی۔" وکی برا مان گیا مگر خرم نے پروا نہیں کی۔

"ہمیں کم از کم فورٹی فائیو منٹس میں حیدر آباد پہنچ جانا چاہیے۔" خرم نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"تم فورٹی فائیو منٹس کی بات کر رہے ہو میں فورٹی منٹس میں پہنچ کر دکھا سکتا ہوں۔" وکی دو ٹوک لہجے میں بولا تو خرم کی بھی ساری سستی دور ہوگئی۔

"اگر تم ایسا کرسکتے ہو تو میں پانچ منٹ میں تمہارے گھر پہنچ رہا ہوں ساتھ نکلتے ہیں۔"

"میں تو ایسا کرسکتا ہوں، لیکن اگر تم ہارے تو تمہیں وہ کرنا ہوگا جو میں کہوں گا۔"

"اوکے ڈن۔" خرم نے ایک ترنگ کے ساتھ کہا اور فوراً کھڑا ہوگیا اور پھر واقعی وہ کچھ ہی دیر میں وکی کے گھر پہنچ گیا۔

وہ پہلے سے ہی اس کے انتظار میں گیٹ پر آ کھڑا ہوا تھا، اسے دیکھتے ہی خرم گاڑی سے اتر آیا اور اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، اپنے دوستوں کو اچانک پہنچ کر سرپرائز دینے کے چکر میں وہ اتنا جوشیلا ہوگیا تھا کہ اسے

اپنی نئی گاڑی کا خیال آیا نہ ہی وکی کی شرط یاد رہی، تو وکی کے کہنے پر اسے خیال آیا کہ خود ہی شرط لگا کر اس نے اپنی اتنی قیمتی گاڑی وکی کو تھما دی کہ اسے چلاؤ اور مجھے ہراؤ۔

اپنی غلطی کا احساس ہونے پر اسے پچھتاوا تو بہت ہوا تھا، مگر وہ کچھ کہہ کر وکی کو اپنا مذاق بنانے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ گاڑی کو سروس کی ضرورت تو اب یقینی طور پر پڑنے والی تھی بس اب وہ یہ چاہ رہا تھا کہ کسی طرح وکی شرط نہ جیت پائے، ورنہ وہ اور بھی مغرور ہو جائے گا۔ اس کی عادت تھی جب خوش ہوتا تو چھچھورا ہو جاتا اور خرم نے انجانے میں شرط بھی ایسی مان لی تھی کہ جو وکی کہے گا کر گزرے گا۔ مگر گھڑی کی سوئی گاڑی کی رفتار کے کانٹے کا مقابلہ نہیں کرپا رہی تھی، انہیں نکلے ہوئے پچیس منٹ ہوئے تھے، جبکہ گاڑی کی رفتار کو ظاہر کرتی سوئی ایک سو نوے کے چھو رہی تھی۔

حیدر آباد میں داخل ہونے کے بعد گو کہ وکی اپنی مطلوبہ خواہش کے مطابق گاڑی نہیں بھگا سکا، مگر اپنے مخصوص ہوٹل کے سامنے اس نے ٹھیک چالیس منٹ پر گاڑی روک دی اور فاتحانہ انداز میں خرم کو دیکھا جو دل ہی دل میں تلملا گیا تھا، مگر اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا فوراً اپنی طرف کا دروازہ کھول کر گاڑی سے اتر گیا اور سرسری انداز میں بولا۔

"یہ نادر وغیرہ ابھی رہے ہیں یا تمہیں کوئی غلط اطلاع مل گئی تھی۔" خرم کو اس کا اتراتا ہوا مغرور سا انداز دیکھنا بالکل گوارا نہیں تھا، وہ ایسے ظاہر کرنے لگا جیسے اسے شرط ہارنے یا جیتنے سے مطلب نہیں ہو، کے تو دوستوں کو اچانک پہنچ کر چونکانے کا شوق ہو رہا ہو اور واقعی اس سے پہلے کہ وکی کچھ کہتا، ایک گاڑی عین ان کی گاڑی کے برابر آرکی، ہارون، حمید اور نادر دور سے ہی اترتے ہوئے حیرت سے بولے۔

"Hay guys what are you doing here" (تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟)

"وہی جو تم لوگ کر رہے ہو۔" خرم برجستہ بولا۔

"ہم تو ربڑی کھانے آئے تھے اور ہوٹل فون بھی کردیا تھا کہ کہیں وہ بند نہ کردیں۔" ہارون اطمینان سے بولا۔

"اور ہم سے ذکر تک نہیں کیا، ربڑی کھانے کا۔" وکی نے شکایت کی۔

"خرم کو شوق جو نہیں ہے ربڑی کھانے کا۔" حمید نے فوراً کہا۔

"اور پھر یہ شام میں یونیورسٹی میں ہی اتنا تھک گیا تھا مجھے تو لگا یہ اب تک سو بھی چکا ہوگا۔" خرم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، انہیں وکی کو لے جانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ البتہ خرم کو نہ پوچھنے پر صفائیاں دینے لگے جو کہ ایسی غلط بھی نہیں تھی وہ کوئی پروگرام بھی خرم کے بغیر نہیں بناتے تھے۔ ان کے گروپ میں اسے لیڈر کی سی حیثیت حاصل تھی کیونکہ ان کے گروپ میں سب سے زیادہ دولت اور وجاہت بھی اسی کے پاس تھی، جو کہ عموماً ان ہی کے فائدے کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ چنانچہ سب سے زیادہ خوشامد بھی اسی کی کرنی پڑتی تھی۔

خرم کو ان سب باتوں کا احساس تھا، مگر اسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ کون اس سے کس غرض سے مل رہا ہے، ان کی خوشامد سے اس کی انا کو تسکین ملتی رہتی تھی اور اس کے لیے اتنا کافی تھا۔

ابھی بھی ان کی باتوں نے اس کا موڈ ایک دم خوشگوار کردیا تھا۔ تبھی سفید جھوٹ بھی اپنے مخصوص ٹھوس لہجے میں بولا۔

"ہاں ایسی بے کار چیزیں میں تو کھاتا نہیں اور ڈرائیونگ کا تو بالکل بھی موڈ نہیں تھا۔ لیکن اگر اس وکی کے بچے سے کہتا کہ انہیں اچانک پہنچ کر سرپرائز دیتے ہیں تو یہ نکلنے میں اتنا ٹائم لگاتا کہ تم لوگ جاچکے ہوتے اور خود ہمیں ہوٹل بند دیکھ کر سرپرائز مل جاتا۔ اسی لیے میں نے اسے اپنی گاڑی بھی دے دی اور چیلنج بھی کردیا کہ یہ شاید جوش میں آکر وقت پر پہنچا دے۔" وکی شکل سے بور لگنے لگا تھا۔ ہارون وغیرہ نے اسے نظر انداز کر کے اس کی دلیو ایک

دم ہی ڈاؤن کردی تھی اور واقعی خرم کی مہنگی سی شاندار گاڑی دیکھ کر اس تیز رفتاری کا سارا کریڈٹ کوئی بھی ڈرائیور کی بجائے گاڑی کو دے دیتا۔

"پھر بھی شرط کے مطابق تمہیں میری بات تو ماننی پڑے گی۔" وکی نے بے نیازی دکھانے کی کوشش کی۔

"ٹھیک ہے بولو کیا کرنا ہوگا مجھے۔" خرم نے جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اعتماد سے پوچھا تو وہ سب وکی کی شکل دیکھنے لگے۔

"تمہیں ہم سب کو شہر کے سب سے مہنگے ہوٹل میں کھانا کھلانا ہوگا۔" وکی نے بہت سوچتے ہوئے کہا تو خرم واقعی حیران رہ گیا' اتنی بے کار شرط' اس وقت تو وہ کچھ بھی کہہ سکتا تھا۔ مگر فوراً ہی اس بور سے مطالبے کی وجہ بھی سامنے آگئی۔

"لیکن۔۔۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر ان سب کو باری باری دیکھا' پھر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"لیکن اپنے پیسوں سے نہیں' بلکہ ہوٹل میں آئے کسی شخص کے پیسے چرا کر۔" وکی کے جملہ پورا کرتے ہی ہارون وغیرہ نے خوشی کے اظہار کے طور پر فوراً" تالیاں بجا کر حمایت کردی۔

اپنے طور پر وکی نے حساب برابر کرلیا تھا۔ ابھی جو اس کی عزت کا فالودہ ہوا تھا تو اس نے ایسے حالات پیدا کردیے تھے کہ کل کو خرم کی عزت کا بھی جنازہ نکل جائے' مگر وہ واقعی اس شرط پر ذرا بھی پریشان نہ ہوا' بلکہ بڑے اطمینان سے کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے۔ as you wish ۔ کل ہی چلتے ہیں۔" اس کے مانتے ہی ہارون اور سب دوستوں نے پہلے سے بھی زیادہ خوشی کا مظاہرہ کیا اور خرم نے ان سب سے پہلے قدم ہوٹل کی طرف بڑھا دیے۔

کسی مہنگے ترین ہوٹل میں آئے شخص کے پیسے چرانا اتنا آسان کام نہیں تھا۔ لیکن اسے خود بھی زندگی میں تھرل اور چیلنجز پسند تھے۔ اسی لیے ایسے کام کرکے اسے مزا بھی آتا تھا۔ کیونکہ اسے انجام کے طور پر کبھی کچھ بھگتنا بھی نہیں پڑا تھا' وہ اپنے والدین کا بہت لاڈلا تھا۔ اگر اس کی کوئی غلطی ان تک پہنچتی بھی تھی تو بھی وہ اسے کبھی سختی سے سرزنش نہیں کرتے تھے' بلکہ بعض اوقات اس کی حرکتوں پر انہیں بھی ہنسی آجاتی' بچپن سے ان کا یہ رویہ دیکھ کر ظاہر ہے اس کے حوصلے بڑھنے ہی تھے' ابھی بھی چوری جیسی معیوب حرکت کرنے پر اسے کوئی شرمندگی یا گھبراہٹ نہیں تھی۔

اس کے پاس اتنا پیسہ تھا کہ اگر وہ پکڑا بھی جاتا تب بھی اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوسکتی تھی' مگر کیونکہ اسے دوستوں کے سامنے للکارا گیا تھا۔ لہٰذا اس امتحان میں سرخرو ہونا اشد ضروری تھا اور پھر اسے یقین تھا شہر کے مہنگے ترین ہوٹل میں اسے کوئی نہ کوئی بے وقوف ایسا مل ہی جاتا جس کی جیب کاٹنا اس کے لیے کوئی مشکل امر نہ ہوتا۔

اس لیے جب وہ سب گھر کے لیے واپس جانے لگے تو خرم یاد دہانی کراتے ہوئے بولا۔

"کل یونیورسٹی ذرا اچھے طریقے سے تیار ہو کر آنا' ہم وہیں سے ہوٹل چلیں گے لنچ کرنے۔"

☼ ☼ ☼

زوسیہ کی نظریں یک ٹک رخسار پر ٹکی ہوئی تھیں۔ جس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر کسی کرب سے گزر رہی ہے' زوسیہ بے صبری سے اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔ مگر رخسار کی خاموشی طویل ہوتی جارہی تھی کہ اچانک اس کے جسم کو ایک جھٹکا لگا۔

زوسیہ اتنے مگن انداز میں اسے دیکھ رہی تھی کہ وہ خود بھی اپنی جگہ اچھل پڑی' جبکہ رخسار ایک جھٹکے سے

آنکھیں کھول کر زوبیہ کو گھورنے لگی، پتا نہیں اس کے چہرے پر ایسا کیا تھا کہ زوبیہ کچھ سہم سی گئی۔

"کیا بات ہے زوبی! کیا پوچھنا چاہتی ہو۔" رخسار کی آواز تھوڑی موٹی اور بھاری ہو گئی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا رخسار کی بجائے کوئی اور بول رہا ہو۔

"ک۔۔۔ کون ہو تم۔" زوبیہ نے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

"میں تمہاری خالہ ہوں زوبی۔" رخسار کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ جیسے کوئی روبوٹ بول رہا ہو' زوبیہ حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھے گئی۔

"جلدی پوچھو جو پوچھنا ہے مجھے گھٹن ہو رہی ہے۔" رخسار کے نہایت سخت لہجے پر زوبیہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر جلدی جلدی کہنے لگی۔

"آپ۔۔۔ آپ کیسی ہیں۔۔۔ آپ کے ساتھ۔۔۔ ساتھ کیا۔۔۔ کیا ہوا تھا۔"

"تم سب کچھ جانتی ہو' پھر کیوں پوچھ رہی ہو' تم خود بتاؤ' ایک اغوا شدہ لڑکی کا معاشرے میں کیا مقام ہوتا ہے' میری وجہ سے سارے گھر والے بدنامی کا عذاب جھیلتے رہتے' اسی لیے میں نے خود کو ختم کر کے سارے مسائل حل کر دیے' مگر میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ تمہیں چھوڑ کر جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی' اسی لیے میں ہر وقت اس گھر میں تمہارے پاس رہتی ہوں' تم سب کے قریب۔

مگر زوبی مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے کہ تم میری جیسی مری ہوئی لڑکی کے لیے تو اتنا پریشان رہتی ہو' مگر تمہارے آس پاس اتنے زندہ پریشان حال لوگ موجود ہیں اور تمہیں ان کی کوئی فکر نہیں۔"

"یہ۔۔۔ یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں کون لوگ؟" زوبیہ کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا بننے لگا۔

"بہت لوگ ہیں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں' ایک تو تمہاری یہ دوست ہی ہے' جو تمہارے سامنے بیٹھی ہے' رخسار ایک بہت اچھی لڑکی ہے' جو محض تمہارے کہنے پر اپنے پیرنٹس سے جھوٹ بول کر تمہارے گھر رہنے چلی آئی اور آدھی رات کو تمہاری خاطر اتنا خطرناک عمل پڑھنے بیٹھ گئی' یہ واقعی تمہاری مخلص دوست ہے' اس دوست کی قدر کرو۔ اسے اکثر پیسوں کی ضرورت رہتی ہے' اس کی ظاہری حیثیت پر مت جاؤ' وہ خوددار لڑکی ہے' تمہارے آگے ہاتھ نہیں پھیلائے گی' تم آرام سے اس کی معاشی مدد کر سکتی ہو' بلکہ تم کلاس میں ہمیشہ اچھے نمبروں سے پاس ہوتی ہو' تم اگر اسے نوٹس وغیرہ اسے دے دو تو بھی اس کی بہت ہیلپ ہو جائے گی' تمہیں نہیں معلوم وہ گھر میں چھوٹے موٹے کام کر کے پیسے کمانے میں لگی رہتی ہے اس کے پاس پڑھنے کا وقت بھی نہیں ہوتا' بلکہ تم اسے سمجھنے کی کوشش کرو تو تمہیں اندازہ ہو گا اللہ نے اس کے روپ میں تم پر کتنا کرم کیا ہے' اس کی مدد کر کے تم اس پر احسان کرنے کی بجائے اپنے لیے راحت کا سامان کرو اور جب بھی مجھ سے بات کرنی ہو رخسار کے ذریعے کر سکتی ہو' مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر وقت اس بے چاری کو پریشان کرتی رہو' مہینے میں ایک ملاقات کافی ہے وہ بھی اگر رخسار رضامند ہو تو۔ اب مجھے جانا ہے' میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتی' اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔"

رخسار کہتی چلی گئی اور اپنی بات مکمل کر کے ایک طرف ڈھے گئی۔

زوبیہ حیران پریشان سی اس کی باتیں سن رہی تھی' اس کے گرتے ہی بری طرح گھبرا گئی' جلدی سے رخسار کے پاس آ کر اسے دیکھا اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر اس کا گال تھپتھپانے لگی۔

"رخسار۔۔۔ رخسار آنکھیں کھولو۔" رخسار نے مندی مندی آنکھوں سے زوبیہ کو دیکھا جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو۔

"تم ٹھیک تو ہو نا رخسار۔"

"مجھے کیا ہوا؟" رخسار نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں نہیں یاد تم نے ابھی کیا کہا۔" زوبیہ ابھی تک پریشان تھی۔

"نہیں تو' میں کیا کہا تھا میں نے۔۔۔ اف۔" رخسار نے اپنی کنپٹی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ایسے دبایا جیسے بڑی زور کی ٹیس اٹھی ہو۔

"کچھ بھی نہیں۔ تم اپنے ذہن پر زور مت دو' چلو کمرے میں چل کر آرام کرو' تھک گئی ہو گی میں تمہارے لیے دودھ گرم کر کے لاتی ہوں۔" زوبیہ کے لہجے میں اس کے لیے فکر ہی فکر تھی اور اس کے چہرے پر اپنائیت کا ایک جہان آباد تھا۔

رخسار نے کمال مہارت سے اپنی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے نہایت معصومیت سے کہا۔

"میرا سر بھی ٹل رہا ہے' دودھ میں اوولٹین بھی ڈال دینا۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں' چلو کمرے میں چلتے ہیں۔"

زوبیہ فوراً بولی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانے لگی کہ عین اسی لمحے دروازے کے اوپر نصب ٹیوب لائٹ آف ہو گئی اور چاروں طرف گہری تاریکی پھیل گئی۔

"اوہ گاڈ لائٹ چلی گئی' تمہارا تو جنریٹر بھی آج کل خراب ہے نا۔" رخسار نے کہا تو زوبیہ ایسے بہلانے والے انداز میں بولی جیسے رخسار کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"کہیں مما اٹھ نہ جائیں' اگر انہوں نے ہمیں دیکھ لیا تو۔۔۔ چلو جلدی سے نیچے چلتے ہیں۔" زوبیہ جلدی میں اس کا ہاتھ چھوڑ کر اکیلے ہی آگے بڑھ گئی' مما کا خیال آتے ہی وہ حواس باختہ سی ہو گئی تھی۔

"ارے رکو تو سہی مجھے تو اندھیرے میں زینہ نظر بھی نہیں آئے گا۔" اس کے ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھ جانے پر رخسار پریشانی سے بولی' مگر زوبیہ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ رخسار کو اندازہ بھی نہیں ہو رہا تھا کہ آیا زوبیہ چھت پر موجود ہے یا اسے چھوڑ کر نیچے اتر گئی۔

"زوبیہ کہاں ہو تم' ابھی تمہاری خالہ نے تم سے کہا تھا کہ میرا خیال رکھنا اور تم ہو کہ مجھے یہاں اندھیرے میں چھوڑ کر بھاگ رہی ہو۔" رخسار غصے سے چلا کر بولی کہ عین اسی وقت چھت پر موجود دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔

رخسار سناٹا پھیلی اندھیری چھت پر اکیلے رہ جانے کے خیال سے ہراساں ہو گئی' اس نے تیزی سے دروازہ کے قریب جا کر ٹٹولتے ہوئے اس کے ہینڈل کو گھمایا' مگر دروازہ لاک ہو چکا تھا۔ رخسار نے زور زور سے دروازہ پیٹتے ہوئے کسی کو دروازہ کھولنے کے لیے پکارا' مگر اس سے پہلے کہ باہر سے کوئی جواب آتا' دروازہ پیٹتے اس کے ہاتھ تھم گئے' اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کے احساس نے اسے رک کر پلٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"زوبیہ اگر تم یہاں ہو تو یہ دروازہ کس نے بند کر دیا۔" رخسار نے گھپ اندھیرے میں اسے دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا' مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

"کون ہے یہاں بول کیوں نہیں رہے۔" رخسار کی آواز میں خوف کی لرزش نمایاں تھی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼

دوسری قسط ۲

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ــــ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔
رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔
زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔! دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟! اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

رخسار کچھ پریشان سی ہو کر اندھیرے میں دو چار قدم آگے بڑھی اور ہاتھ بڑھا کر اسے چھونے کی کوشش کرنے لگی مگر کچھ اندھیرے اور کچھ گھبراہٹ کے باعث وہ بہت جلد جھنجلاہٹ کا شکار ہو گئی۔ خوف ' غصے کی صورت اختیار کرنے لگا تو وہ جھنجلا کر چلائی۔

"نوریہ! اسٹاپ دس نان سینس۔ تمہاری خالہ نے تمہیں سمجھایا بھی تھا کہ میرے روپ میں اللہ نے تم پر کتنا بڑا کرم کیا ہے مگر تم بجائے میری قدر کرنے کے مجھے ڈرا رہی ہو۔"

"تمہیں کیسے پتا کہ اس روح نے کیا کہا تھا' تمہیں تو کچھ یاد نہیں رہا تھا۔" سوال سے زیادہ رخسار آواز پر چونکی تھی۔ عجیب بھاری سی آواز تھی جو اس کے عین پیچھے سے ابھری تھی۔ یعنی دروازے کی جانب سے۔

رخسار بے اختیار دو چار قدم آگے بڑھ کر دروازے کی جانب پلٹی مگر شدید تاریکی میں کچھ بھی نہ دیکھ سکی۔

"ک۔۔۔ کون۔۔۔؟" رخسار کے لہجے میں واضح کپکپی تھی۔

"شائستہ۔۔۔" کوئی عین اس کے کان کے پاس بولا' اس کی سانس کے زیروبم سے رخسار نے اپنے بال تھرتھراتے محسوس کیے تھے' وہ دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر بری طرح چیختی ہوئی اندھا دھند دوڑ پڑی کہ تب ہی اس کے پاؤں کے نیچے زمین پر بچھا وہ کاغذ آگیا جو وہ شائستہ کی روح سے سوال جواب کرنے کی غرض سے گھر سے لائی تھی۔

کاغذ پر پاؤں پڑتے ہی اس کا پاؤں پھسلا اور وہ منہ کے بل پکے فرش پر گر پڑی۔ ناک اور ٹھوڑی پر اتنی شدید چوٹ لگی تھی کہ اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ ابھی وہ سنبھل بھی نہیں سکی تھی کہ کوئی اس کے گرے ہوئے وجود پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے وزن سے رخسار کی اٹھنے کی تمام کوششیں ناکارہ ہو گئیں اور پھر اس نے رخسار کی پیٹھ پر بیٹھتے ہی اس کے بال دونوں مٹھیوں میں جکڑ لیے۔

رخسار خوف اور تکلیف سے بری طرح چلانے لگی مگر اگلے ہی پل اس کی چیخ حلق میں ہی دم توڑ گئی کیونکہ جس نے اس کا سر پکڑ رکھا تھا' اس نے ایک جھٹکے سے اس کا ماتھا زمین پر دے مارا۔ رخسار تکلیف کی شدت سے چیخ بھی نہ سکی۔ اس کا پورا سر جھنجھنا اٹھا تھا۔ پیشانی کی باریک رگیں اس وحشیانہ حملے پر پھٹ گئی تھیں ہم اس کے ماتھے سے خون کی تیز دھار بہہ کر اس کی ناک تک چھٹنے لگی مگر اس کی پیٹھ پر بیٹھے وجود نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ جس طرح اس نے بالوں کو کھینچ کر بے دردی سے اس کا سر پیچھے کیا' اس سے ظاہر تھا وہ اپنا عمل دوبارہ دہرانے والا ہے۔ رخسار میں مزاحمت کی بالکل طاقت نہیں تھی' وہ غش کھا کر بے ہوش ہونے کو تھی کہ عین اسی وقت اس کی آنکھوں پر تیز روشنی پڑی۔ شاید کسی نے چھت کے دروازے پر لگی ٹیوب لائٹ آن کر دی تھی۔

رخسار نے روشنی کی تاب نہ لاتے ہوئے آنکھیں سختی سے میچ لیں۔ اس پر سوار وجود ایک سیکنڈ میں اس کے بالوں کو چھوڑتا اس پر سے اٹھ گیا۔

رخسار کا سر کسی کٹی شاخ کی طرح زمین پر آگرا۔ بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تھی۔ مندی ہوئی آنکھوں سے جو آخری منظر اس نے دیکھا' اس میں نوریہ کے والد بلال اختر چھت کا دروازہ کھول کر اندر آتے دکھائی دیے' ان کے پیچھے نوریہ کی والدہ تھیں جو رخسار پر نظر پڑتے ہی دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر چیخ پڑیں اور ان کے پیچھے گھر کے دو چار ملازم بھی اندر داخل ہوئے' وہ بھی اس کے خون میں بھرے چہرے کو دیکھ کر ہراساں ہو گئے تھے۔

رخسار کا ذہن اس کا ساتھ چھوڑتا جا رہا تھا' بالآخر وہ مکمل طور پر تاریکی میں ڈوب گیا۔

☼ ☼ ☼

"جب رومیلہ نے فون پر مجھے بتایا کہ نمل ہمیں پیلس میں لنچ کے لیے لے جا رہی ہے تو میں نے یہی کہا کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہو گا۔" بڑے سے شاندار ہوٹل کے فل ایئر کنڈیشنڈ ہال میں بچھی ٹیبل کے قریب آتے ہی سنبل نے چاروں طرف ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو اب بھی یہی لگ رہا ہے کہ ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں ورنہ نمل سے اتنی دریادلی کی امید کرنا ذرا مشکل ہی ہے۔" رومیلہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر نمل کو دیکھا۔

"آج میرا خرچا کرنے کا دل چاہ رہا ہے' ابھی یہاں سے شاپنگ پر بھی جائیں گے۔" نمل نے بھی کرسی پر براجمان ہوتے ہوئے خوشی خوشی بتایا۔

"اللہ کے لیے یہ غضب مت کرنا' پہلے ہی اتنے بڑے ہوٹل میں لنچ دے کر تم نے حاتم طائی کی قبر پر لات ماردی ہے۔ اب مزید خرچا کرنے کی ضرورت نہیں۔" رومیلہ فوراً بولی۔

"ضرورت کیوں نہیں' بالکل ضرورت ہے۔ یونیورسٹی میں پہلے دن ہم تینوں ایک سا سوٹ پہن کر جائیں گے اور وہ ہم آج ہی خریدیں گے۔ وہ بھی میرے پیسوں سے۔" نمل فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"ہم بچوں کی طرح یونیفارم پہن کر جائیں گے۔" رومیلہ نے اعتراض کرنے والے انداز میں کہا جبکہ سنبل دزدیدہ نظروں سے نمل کو دیکھتے ہوئے مشکوک انداز میں بولی۔

"مجھے دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔"

"تمہیں فائیو اسٹار ہوٹل میں بھی کالی دال نظر آ رہی ہے۔" نمل نے کہا تو سنبل ان سنی کرتے ہوئے رومیلہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

"کہیں اتنی مہربانی کے پیچھے کوئی چال تو نہیں ہے۔"

"میں خود کل رات سے یہی سوچ رہی ہوں۔" رومیلہ نے بظاہر بڑے پریشان کن لہجے میں کہا تو ان کا مذاق سمجھتے ہوئے نمل ان دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"کیا پتا کوئی چال ہو بھی سکتی ہے۔" نمل کے غیر سنجیدہ انداز پر بھی وہ دونوں اچھل پڑیں۔

"کیا۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ یہ ٹریٹ نہیں بلکہ ہمیں بے وقوف بنانے کا کوئی طریقہ ہے۔ دیکھو نمل! ایسی مذاق دوسروں کے ساتھ تو ٹھیک ہے مگر دوستوں کے ساتھ وہ بھی پبلک پلیس میں بالکل بھی مناسب نہیں۔" سنبل نے گھبرا کر اردگرد نظر ڈالی' ان کے چاروں اطراف میں لگی ٹیبلز بھری ہوئی تھیں۔

"او کم آن یار! میں تو مذاق کر رہی تھی۔ بھلا میں پبلک پلیس میں تم لوگوں کو بے وقوف کیوں بناؤں گی۔ آرام سے آرڈر دو اور ہاں آئندہ کوئی مجھے کنجوس مکھی چوس نہیں کہے گا۔" نمل نے ویٹر کا لایا مینو کارڈ ان دونوں کی طرف بڑھاتے ہوئے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

"اتنے بڑے بڑے وعدے نہیں کرتے ہم لوگ پھر زبان کا کیا بھروسہ' کل کو پھسل گئی تو۔" سنبل نے بڑے اطمینان سے مینو کارڈ دیکھتے ہوئے لاپروائی سے کہا تو نمل صرف اسے گھور کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

شہر کے اس شاندار ہوٹل میں آنے کے لیے خرم نے اپنی وارڈروب کے سب سے شاندار کپڑے نکال کر پہنے تھے حالانکہ اسے اپنے پکڑے جانے کی اتنی فکر نہیں تھی جتنی پروا دوستوں کے سامنے ناکام ہو جانے کی تھی۔ وہ سب تو لمبا چوڑا آرڈر دے کر کھانے میں مصروف ہو گئے تھے جبکہ خرم بظاہر بے نیاز اور مطمئن نظر آنے کے باوجود اندر سے کافی پریشان تھا۔

ان کے اردگرد لگی میزوں پر سب خوش باش لوگ براجمان تھے مگر ان میں سے کتنے لوگوں کی جیبوں میں نقد

روپے ہوں گے' یہ اندازہ لگانا آسان نہیں تھا۔ آج کل کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگ کریڈٹ کارڈ رکھنے کو ترجیح دیتے تھے' کسی کی جیب میں سے والٹ نکالنا پہلے ہی مشکل کام تھا' اوپر سے اتنی مشقت اٹھانے کے بعد اگر والٹ میں سے مطلوبہ رقم نہ نکلی تو وکی وغیرہ ایک پل میں اسے ناکام قرار دے دیں گے اور اسے بار کسی طور منظور نہیں تھی' اسی لیے وہ کسی ایسی جیب کا متلاشی تھا جہاں سے ایک بھاری رقم برآمد ہونے کا یقین ہو اور جسے پے کرتے ہی وہ سب فوراً" ہوٹل سے باہر نکل جائیں۔ کریڈٹ کارڈ کے ذریعے تفصیل سے بل ادا کرنے اور بعد میں پولیس کیس بننے کے خطرے کو وہ ہرگز مول نہیں لے سکتا تھا۔

"بھئی لگتا ہے خرم کی بھوک اڑی ہوئی ہے۔" ہارون نے اپنی پلیٹ میں تیسری بار چکن نکالتے ہوئے شوخ نظروں سے خرم کو دیکھا جو صرف کولڈ ڈرنک کے گلاس کو خالی کرنے میں مصروف تھا۔

"ہاں مجھے بھی افسوس ہو رہا ہے کچھ زیادہ ہی کڑی شرط رکھ دی ہے میں نے۔ بے چارہ اتنے اچھے کپڑے پہن کر ہمیں کھانا کھلانے آیا ہے' کہیں اسی حالت میں اسے کسی کے جوتے کھانے کی نوبت نہ آجائے۔" وکی نے تاسف بھرے انداز میں کہنے کی کوشش کی۔

"اگر اتنی ہمدردی ہو رہی ہے تو تم اپنی شرط واپس لے لو۔" ہارون نے جتاتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں' اگر خرم ریکویسٹ کرے تو میں ابھی شرط واپس لے لیتا ہوں۔" وکی نے فوراً" راضی ہوتے ہوئے کہا تو خرم اس کی بات کے پس منظر کو نظرانداز کرتے ہوئے بظاہر خوش دلی سے بولا۔

"تم اپنی شرط واپس لینا چاہتے ہو تو لے لو لیکن میں تو وہ ضرور کروں گا جو میں سوچ چکا ہوں۔"

"کیا؟" ان سب نے یک زبان ہو کر پوچھا تو فوری طور پر خرم کچھ کہہ نہیں سکا۔ اس نے ابھی تک کچھ سوچا ہی نہیں تھا تو بتاتا کیا جبکہ اس کی خاموشی میں انہیں کوئی پراسراریت محسوس ہوئی تھی' تب ہی وہ کچھ زیادہ ہی متجسس ہو گئے۔

"بتاؤ نا' تمہارا ارادہ کیا ہے۔ کیا تم نے اپنا ٹارگٹ ڈھونڈ لیا ہے۔" نادر نے بے تابی سے پوچھا۔

"ظاہری بات ہے۔" خرم نے بے پر کی اڑائی اور جس مقصد کے تحت اڑائی تھی' وہ بھی فوراً" ہی حاصل ہو گیا۔ یعنی وکی چونک کر اسے دیکھتے ہوئے کچھ پریشان سا لگنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے جو خوشی اور بے نیازی اس کے چہرے پر پھیلی تھی' وہ پل بھر میں اڑن چھو ہو گئی تھی۔ اس کے ردعمل نے خرم کو سکون تو پہنچایا تھا مگر زیادہ تسکین کا سبب نہیں بن سکا کیونکہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اسے کرنا کیا ہے۔

"کہاں ہے؟ کون ہے؟" ہارون نے ہونقوں کی طرح پوچھا۔

"بھئی اگر تمہیں سامنے کی چیز بھی نظر نہ آئے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ دس از ٹوٹل ٹائم ویسٹ۔" خرم نے ایک طرح سے محض اسے چپ کرانے کے لیے لاپروائی سے کہا مگر وہ خاموش ہونے کی بجائے عین اپنے سامنے دیکھتے ہوئے حیرانی سے بولا۔

"تو کیا تم ان لڑکیوں کا پرس چراؤ گے۔" خرم کا کولڈ ڈرنک کا گلاس لبوں تک جانے سے پہلے ہی راستے میں رک گیا' اس نے ہارون کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنا چاہا تو اسے گردن گھما کر اپنے کندھے کے پیچھے دیکھنا پڑا تھا کیونکہ ہارون عین اس کے سامنے بیٹھا تھا اور اس کے سامنے کی میز پر تین لڑکیاں موجود تھیں اور مینو کارڈ دیکھتے ہوئے ویٹر کو آرڈر دے رہی تھیں۔ سنجیدہ عمر کے سوٹ بوٹ والے مردوں کے مقابلے میں ان لڑکیوں کی طرف سے زیادہ امید کی جاسکتی تھی کہ وہ کریڈٹ کارڈ کی بجائے نقد روپے لے کر آئی ہوں گی۔

خرم کے ہونٹوں پر بے ساختہ ایک دلفریب مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے نہایت اعتماد سے ان چاروں کی طرف پلٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"کتنی مشکل سے کتنی آسان سی بات تمہاری سمجھ میں آئی ہے۔ حالانکہ میں نے آتے ہی سوچ لیا تھا۔"

"لیکن وہ تو ہمارے بعد آئی ہیں۔" وکی نے فوراً" کہا۔ لڑکیوں کے مقابلے میں اس کی معلومات ہمیشہ بہت بہترین ہوتی تھیں۔ خرم ایک پل کے لیے چونکا' پر اگلے ہی لمحے اسی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"ہاں تو میں نے اپنے آنے کی نہیں ان کے آنے کی بات کی ہے۔"

"لیکن وہ تمہارے پیچھے سے آکر تمہارے پیچھے ہی بیٹھ گئی تھیں۔" اس کی جرح اس کے چڑ جانے کی عکاسی کر رہی تھی' تب ہی خرم ہنس دیا۔

"میں اپنے پیچھے بھی نظر رکھتا ہوں۔"

"قارئین اٹ وکی! تم یہ بتاؤ' اب کیا کرنے والے ہو۔" ہارون نے وکی کو جھڑکتے ہوئے خرم سے پوچھا۔

"ویٹ اینڈ سی۔" خرم نے اطمینان سے کہا اور پلٹ کر دوبارہ ویٹر کو دیکھنے لگا جو آرڈر لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔ خرم بھی کرسی کھسکتا فوراً" کھڑا ہو گیا اور اس ویٹر کے پیچھے چل پڑا جیسے ہی وہ ٹیبلز کی حدود سے آگے نکلا۔ خرم نے اسے آواز دے کر روک لیا۔

"یس سر۔" وہ مودب انداز میں خرم کو دیکھنے لگا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو جس ٹیبل پر سے تم آرڈر لے کر آرہے ہو' وہاں بل کون سی لڑکی پے کرنے والی ہے؟" خرم کے سوال پر اس نے پہلے تو حیرانی سے خرم کو دیکھا پھر یہ سوچ کر فوراً" بول پڑا کہ "وہ دیکھنے میں کوئی رئیس زادہ لگ رہا ہے' اسے بحث کر کے اپنی جاب خطرے میں نہیں ڈالنی چاہیے۔ ویسے بھی صرف بل کے متعلق پوچھ رہا ہوں' کوئی پتا تو نہیں مانگ رہا۔"

"مجھے پتا تو نہیں لیکن ان کی باتوں سے لگ رہا ہے کہ وہ جو بلو ڈریس میں لڑکی ہے' وہ بل دینے والی ہے۔ باقی کی دو لڑکیوں نے اتنا لمبا آرڈر دینے سے روکا بھی تھا۔"

"اوکے' تھینک یو سو مچ۔" خرم نے کہا تو وہ فوراً" ہال سے نکل گیا۔ کچھ دیر بعد خرم نے مینو کارڈ سے اسی ہوٹل کے ریسپشن کا نمبر حاصل کر کے ریسپشن پر فون کیا کہ ہال میں فلاں ٹیبل پر جو بلو ڈریس میں لڑکی ہے' اسے بلالیں۔

ریسپشن پر موجود شخص اس مطالبہ پر تھوڑا الجھا تو ضرور مگر خرم کے یہ کہنے پر کہ میں ان کا والد ہوں' وہ الجھنے کے باوجود اسے بلانے پر مجبور ہو گیا۔

"میرے لیے فون ہے۔" نمل نے حیرت سے پہلے ویٹر کو اور پھر میز پر رکھے اپنے پرس کو دیکھا جس میں اس کا موبائل پڑا تھا تو ویٹر نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ نمل نے سوالیہ انداز میں ان دونوں کو دیکھا۔

"اتنی پریشانی کی کیا بات ہے' جا کر سن لو۔" سنبل نے بے دھڑک کہا تو وہ اپنا پرس اٹھاتی ریسپشن کی طرف بڑھ گئی اور ہولڈر پر رکھے ریسیور کو اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف نہ جانے کون تھا' نمل نے تو اس کی آواز کبھی نہیں سنی تھی۔ اسے دوسری جانب کی آواز کلیئر سنائی دے رہی تھی مگر اسے نمل کی آواز بالکل نہیں آرہی تھی' تب ہی وہ بس ہیلو ہیلو کیے جا رہا تھا۔ کچھ دیر تو نمل نے اسے اپنی آواز سنانے کی کوشش کی مگر تھوڑی دیر بعد اس نے تلملا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور ریسپشن پر کھڑے شخص کو تاکید کر دی کہ اب اسے نہ بلایا جائے۔

"انہوں نے کہا تھا کہ وہ آپ کے والد ہیں۔"

"کیا...؟" نمل اچنبھے سے بولی۔ پتا نہیں دوسری طرف موجود شخص نے کسے فون کیا تھا۔ ویٹر نے یقیناً" غلطی سے اسے بلا لیا ہو گا مگر نمل نے مزید کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ ریسپشن پر موجود شخص اپنے رجسٹر میں اتنا غرق تھا کہ نمل کو اسے بار بار مخاطب کرنا اچھا نہیں لگا۔ وہ چپ چاپ واپس لوٹ آئی۔ ان دونوں کے

پوچھنے پر اس نے بتا دیا کہ شاید کوئی رانگ نمبر تھا اور ویٹر کے لائے کھانے میں مصروف ہو گئی لیکن کچھ دیر بعد جب نمل نے بل پے کرنے کے لیے اپنا پرس کھولا تو دھک سے رہ گئی۔

"میرے پیسے کہاں گئے۔" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا... ؟ پیسے نہیں ہیں تمہارے پاس۔" سنبل نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں پتا نہیں، میرے پیسے کہاں گئے۔" نمل نے اپنی کرسی کے دائیں بائیں زمین پر دیکھتے ہوئے ایسے کہا جیسے نوٹ وہیں پڑے ہوں گے۔

"یار! پلیز مذاق مت کرو بل پے کرو اور چلو فورا۔" رومیلہ نے نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا۔

"میں مذاق نہیں کر رہی تم میرا پرس دیکھ لو۔" نمل غصے سے بولی۔

"دیکھا میں نے پہلے ہی کہا تھا اس ٹریٹ کے پیچھے ضرور کوئی چال ہے۔ اب تم کہو گی کہ شاید کسی نے تمہارے پیسے چوری کر لیے۔" سنبل نے رومیلہ کو دیکھتے ہوئے آنکھیں گھمائیں۔

"ہاں واقعی سنبل! کسی نے میرے پیسے چوری کر لیے ہیں ورنہ مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے گھر سے نکلتے وقت اچھی خاصی رقم پرس میں رکھی تھی۔ آفٹر آل ابھی میرا شاپنگ پر جانے کا ارادہ بھی تو تھا۔" نمل نے ایک بار پھر پرس کھنگالتے ہوئے کہا۔

"موبائل ہے پرس میں۔" رومیلہ نے اطمینان سے پوچھا۔

"ہاں، ہے۔" نمل نے بدستور پرس میں جھانکتے ہوئے کہا تو رومیلہ سنبل کو دیکھتے ہوئے مسکرائی۔

"کتنا ایماندار چور تھا، صرف پرس سے پیسے نکالے اور اتنا قیمتی موبائل چھوڑ دیا۔" نمل اس کے انداز پر ٹھٹک گئی۔

"تم دونوں سمجھ رہی ہو میں مذاق کر رہی ہوں۔ ارے تم دونوں کو اندازہ نہیں ہے ہم کتنی بڑی مشکل میں پھنس گئے ہیں۔ ہمیں گھر فون کر کے پیسے منگوانے پڑیں گے اور گھر والوں سے جھاڑ الگ کھانی پڑے گی۔" نمل متفکر انداز میں بولی۔

"چلو اپنے اپنے پرس دیکھو، میں تو اس ارادے سے نہیں نکلی تھی کہ اتنے مہنگے ہوٹل میں کھانا کھاؤں گی۔" سنبل نے اپنا پرس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس تو زیادہ پیسے ہوتے ہی نہیں۔ بابا مجھے کبھی کبھی چند سو روپے دے دیتے ہیں جو فورا" ہی خرچ ہو جاتے ہیں۔" رومیلہ اب بھی مطمئن انداز میں بیٹھی تھی اس کا سکون دیکھ کر نمل کا خون ابلنے لگا۔

"میرے پاس صرف دو ہزار ہیں جبکہ بل ساڑھے تین ہزار روپے کا ہے۔" سنبل نے پرس ٹیبل پر واپس پٹختے ہوئے کہا۔

"چلو اب بل پے کرو ہم بہت پریشان ہو گئے ہیں۔" رومیلہ نے پچکارنے والے انداز میں کہا۔

"ہم کون سی زبان سمجھتی ہو۔" نمل بس پھٹنے والی تھی پھر بھی خود پر ضبط کرتے ہوئے سنبل سے کہنے لگی۔

"ہم اپنے گھر فون کرو اور کہو 'فورا" پیسے لے کر کوئی آئے۔ رومیلہ اور میرے گھر والے موقع کی نزاکت کو دھیان میں رکھے بغیر فون پر ہی برسنا شروع ہو جائیں گے۔" رومیلہ پہلی بار سیدھی ہوتے ہوئے نمل کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"نمل! ہم لوگوں کے گھر یہاں سے کتنی دور ہیں، گھر والوں کو آنے میں ایک گھنٹہ لگے گا۔ ویٹر کو بل دیے ہوئے پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے، ہم اتنی دیر تک کیسے بیٹھے رہیں گے۔" سنبل نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔ نمل واقعی روہانسی ہونے لگی تھی۔ رومیلہ کا دل حلق میں دھڑکنے لگا۔ وہ تو اب تک اسے نمل کا مذاق سمجھ کر مطمئن بیٹھی

تھی جبکہ سنبل ابھی بھی اسے نمل کی شرارت سمجھتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

"اگر میں نے گھر فون کر کے اس صورت حال کے بارے میں بتایا تو امی آئندہ میرا گھر سے نکلنا بند کر دیں گی، تمہیں ہمیں بے وقوف بنانا تھا تب بھی احتیاطا" پیسے تو ساتھ لانے چاہیے تھے، اب ہمارے پاس تو ہیں نہیں۔ بتاؤ کیا کریں۔"

"میں تم لوگوں کو بے وقوف نہیں بنا رہی۔ میں گھر سے پیسے لے کر نکلی تھی، کسی نے واقعی میرے پیسے چرا لیے ہیں اور میری خود سمجھ میں نہیں آرہا پیسوں کے ساتھ اس نے موبائل کیوں نہیں نکالا۔" نمل بالکل رو دینے والی تھی۔

"ایکسکیوزمی، مے آئی ہیلپ یو؟" کسی نے بڑی شائستگی سے کہا تو ان تینوں نے چونک کر ایک ساتھ آواز کی جانب پلٹ کر دیکھا۔

ان کی ٹیبل سے ذرا فاصلے پر ڈارک براؤن پینٹ پر وائٹ ہائی نیک پہنے ایک بے حد اسمارٹ سا شخص کھڑا ان ہی سے مخاطب تھا۔

اس پر ایک نظر ڈال کر وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں، انہیں تذبذب کا شکار دیکھ کر وہ ایک دو قدم آگے بڑھ آیا اور کہنے لگا۔

"میں آپ کی نزدیکی ٹیبل پر ہی بیٹھا تھا، اتفاق سے میں نے آپ کی چند باتیں سن لیں۔ اگر آپ کے پیسے کم پڑ گئے ہیں تو میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ اف یو ڈونٹ مائنڈ۔" وہ اپنی بات کہہ کر منتظر نظروں سے انہیں دیکھنے لگا جبکہ نمل پہلے تو الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی پھر ایک دم چونکتے ہوئے کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جب میں ریسپشن پر فون سننے گئی تھی تب بھی آپ وہیں نزدیک ہی کھڑے تھے۔"

"جی۔" اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے گویا اس کے جملے کی وضاحت چاہی تھی جو ایک دم "آپ" چھوڑ کر "تم" کے مخاطب پر اتر آئی۔

"تم نے ہی میرے پرس میں سے پیسے چوری کیے ہیں نا۔" اس کے یقین سے کہنے پر وہ دونوں اچھل پڑیں جبکہ نووارد کے چہرے پر سخت حیرت کے آثار نمایاں ہو گئے، وہ منہ کھولے نمل کی شکل دیکھے گیا جو قیاس کے گھوڑے چلاتی سیدھی یقین کی منزلوں پر پہنچ گئی تھی۔

"وہ جو مجھے رانگ کال کر کے ریسپشن پر بلاوجہ بلایا گیا تھا، وہ بھی تم نے ہی کیا ہو گا اور جب میں اپنا پرس کاؤنٹر پر رکھ کر دوسری طرف کی بات سننے میں مصروف تھی تو تم نے ہی میرے پرس سے پیسے..."

"نمل... نمل پلیز کنٹرول یور سیلف۔" سنبل اس کی الزام تراشی پر گھبرا کر بولی۔ نمل نے سنبل کو کچھ کہنا چاہا ہی تھا کہ وہ بول پڑا۔

"کیا میں آپ کو شکل سے چور لگتا ہوں۔" اس نے کہنے کے ساتھ ہی نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا تو کم از کم نمل کو تو ایسا ہی لگا جیسے اس نے چہرے پر زبردستی کی معصومیت طاری کرنے کی کوشش کی ہو۔ نمل کے تلوؤں میں لگی اور سر پر بجھی۔

"نہیں، بالکل نہیں۔ شکل سے تو تم بالکل چور نہیں لگ رہے بلکہ اپنے حلیے اور کپڑوں سے تو کسی امیر کبیر گھرانے کے چشم و چراغ معلوم ہوتے ہو لیکن چوری صرف غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر نہیں کی جاتی بلکہ بعض دفعہ فلمی سچویشن کری ایٹ کرنے کے لیے بھی کرنی پڑتی ہے۔ اگر تم میرے پیسے چوری نہ کرتے تو ہم آرام سے بل پے کر کے چلے جاتے پھر بھلا تم عین موقع پر فلمی ہیرو کی طرح انٹری مار کر ہماری مدد کرنے کیسے آتے۔" نمل چبا چبا کر کہتی چلی گئی۔ سنبل اور رومیلہ گھبرا کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں۔ وہ اس لڑکے کی طرف سے کسی شدید

ردعمل کے خیال سے پریشان ہوگئی تھیں جبکہ وہ نہایت سکون سے نمل کو دیکھتے ہوئے اس کا تبصرہ سنتا رہا اور اس کی بات پوری ہونے پر کندھے اچکا کر کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں ہیرو بننے کے لیے عین موقع پر پہنچ گیا ہوں تو میں ولن کا کردار ادا کرتے ہوئے چلا جاتا ہوں۔" وہ پلٹنے ہی لگا تھا کہ نمل بول پڑی۔

"ارے ارے میرے اٹھارہ ہزار روپے دیے بغیر تم یہاں سے کیسے جاسکتے ہو۔" نمل کے کہنے پر وہ ٹھٹک گیا۔ سنبل اور رومیلہ نے ہراساں سے انداز میں پہلے ایک دوسرے کو پھر اس لڑکے کو اور آخر میں نمل کو دیکھتے ہوئے یک زبان ہو کر کہا۔

"نمل فار گاڈ سیک۔ کیوں سین کری ایٹ کر رہی ہو۔"

"میں سین کری ایٹ کر رہی ہوں؟ سین تو تب بنے گا جب ویٹر دوبارہ بل لینے آئے گا۔" نمل کے لہجے سے غصے کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی ظاہر ہو رہی تھی تب ہی وہ درسانیت سے بولا۔

"بل پے کرنے کے لیے میں تیار ہوں لیکن اٹھارہ ہزار کس بات کے دے دوں' آپ یہ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں کہ پیسے میں نے ہی چرائے ہیں۔"

"کیونکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے پیسے پرس میں رکھے تھے اور اب اگر وہ پرس میں نہیں ہیں تو ظاہری بات ہے وہ چوری ہوگئے ہیں مگر یہ چوری پیسوں کے لیے نہیں کی گئی۔ اگر ایسا ہوتا تو میرا موبائل بھی غائب ہوتا۔" نمل کہتی چلی گئی اس کے ہر جملے کے ساتھ سنبل اور رومیلہ کی وحشت سوا ہو رہی تھی جبکہ خرم بظاہر سکون سے کھڑے ہونے کے باوجود دل ہی دل میں اسے داد دیے بغیر نہ رہ سکا پھر بھی اپنے لہجے میں زبردستی کا کھردرا پن پیدا کرتے ہوئے بولا۔

"دیکھیں مس' میں چاہوں تو اٹھارہ ہزار کیا اٹھارہ لاکھ بھی بھرے آرام سے دے سکتا ہوں مگر یہ تو میرا یہ اعتراف جرم کرنے والی بات ہے۔ میں تو اکیلی لڑکیوں کو مشکل میں دیکھ کر ازراہ ہمدردی چلا آیا تھا' مجھے کیا پتا تھا کہ نیکی کا خیال لے کر جاؤں گا اور چوری کا الزام گلے میں پڑ جائے گا۔" خرم کا انداز صاف صاف جان چھڑانے والا تھا کیونکہ آس پاس کی چند ٹیبلز کے لوگ بھی متوجہ ہوگئے تھے۔

انہیں بل ملے ہوئے بھی بہت ٹائم ہو گیا تھا' اگر ہوٹل کے عملے کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ ان کے پاس پیسے نہیں ہیں تو اچھی خاصی بے عزتی ہو جاتی۔ سنبل اور رومیلہ اس معاملے کو جلد از جلد نبٹانا چاہتی تھیں' انہیں اس سے کوئی مطلب نہیں تھا کہ اس نے پیسے چرائے ہیں یا نہیں' البتہ قابل اطمینان بات یہ تھی کہ وہ پیسے دینے کے لیے راضی تھا اور کبھی کبھی موقع پرست بن جانے کو وہ برا نہیں سمجھتی تھیں' اسے پلٹتا دیکھ کر سنبل بے ساختہ بولی۔

"دیکھیں آپ پلیز ہمیں غلط مت سمجھیں ہم بہت پریشان ہیں بل دیے ہوئے اتنی دیر ہوگئی ہے کہیں کوئی ویٹر وغیرہ آگیا تو۔" سنبل کو ہچکچاتا دیکھ کر رومیلہ متانت سے بولی۔

"ہمارے پاس صرف پندرہ سو روپے کم پڑ رہے ہیں' آپ اپنا ایڈریس یا کوئی کانٹیکٹ نمبر دے دیں ہم آج شام ہی آپ کے پیسے آپ کو واپس لوٹا دیں گے۔" رومیلہ کی بات پر نمل کا خون کھول اٹھا' وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ خرم بول پڑا۔

"اپنے سارے پیسے خرچ کر کے گھر روانہ ہونا کچھ مناسب نہیں' راستے میں بھی کوئی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ میں پورا بل دے دیتا ہوں۔" اس نے جیب سے والٹ نکالتے ہوئے کہا۔ سنبل اور رومیلہ نے جان بوجھ کر نمل کی طرف دیکھنے سے گریز کیا کیونکہ بغیر دیکھے ہی وہ جانتی تھیں کہ وہ خون آشام نظروں سے انہیں گھور رہی ہے۔

خرم کے پیسے ان کی طرف بڑھانے پر سنبل نے بل کی رقم لیتے ہوئے بقیہ پیسے اسے لوٹا دیے۔ رومیلہ بھی پوری طرح سنبل کی حمایتی نظر آرہی تھی اب کچھ کہنا نمل کے نزدیک اس لڑکے کے سامنے خود اپنی بے عزتی کرانے کے مترادف تھا۔ وہ خون کے گھونٹ پیتی انہیں قہر برساتی نظروں سے دیکھتی رہی جو نہایت مشکور انداز میں اس کا شکریہ ادا کر رہی تھیں اور اس کا غصہ مزید بڑھانے کا موجب بن رہی تھیں اور جب رومیلہ نے پیسے لوٹانے کے لیے اس سے ایڈریس مانگا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔

"نہیں نہیں اس طرح تو ہم پیسے ہرگز نہیں لیں گے۔" رومیلہ ایک دم بدک گئی۔

"پلیز ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ۔ اتنے سے پیسوں کی وجہ سے آپ کو زحمت بھی ہوگی اور مجھے بھی خطرہ رہے گا کہ کہیں آپ کی دوست میرے گھر پولیس لے کر نہ آجائیں۔" اپنی بات کے اختتام پر خرم نے مسکراتے ہوئے نمل کو دیکھا تو اس کی بات اور مسکراہٹ سے زیادہ نمل کو سنبل اور رومیلہ کو مسکراہٹ روکنے کی کوشش کرتا دیکھ کر غصہ آیا تھا وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوٹل سے باہر نکل گئی۔

سنبل اور رومیلہ نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ دونوں نمل کی فطرت سے بخوبی واقف تھیں وہ اگر ایک بار چڑ جاتی تو بگڑی ہی رہتی۔ لہٰذا ان دونوں نے چہرے پر زبردستی کی شرمندگی طاری کرتے ہوئے خرم سے اس کی طرف سے معذرت کر لی۔

"اٹس او کے کوئی بات نہیں۔" خرم لاپروائی سے کہتا پلٹنے لگا تو رومیلہ نے ایک بار پھر اس کا ایڈریس مانگ لیا اسے کسی کا بھی احسان لینا پسند نہیں تھا۔ بجا کہ ایک بالکل اجنبی شخص مگر اس کی نظر میں شاید اتنے سے پیسوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی یا واقعی اسے انہیں پریشان کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ بہرحال جو بھی وجہ تھی وہ ایک خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ بڑی آسانی سے انہیں ٹال گیا اس کے جانے کے بعد رومیلہ اور سنبل ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"کبھی کبھی نمل حد کر دیتی ہے۔" رومیلہ بڑبڑائی۔

"کبھی کبھی کی کیا بات ہے وہ تو ہر وقت ہی حد سے باہر رہتی ہے۔" سنبل پیسے بل کے ساتھ رکھتے ہوئے فوراً بولی۔

"ویسے یقین سے الزام تراشی کرتی ہے جیسے مقابل نے اقبال جرم کر لیا ہو۔ اگر اس نے ہیرو بننے کے لیے یہ سب کیا ہوتا تو کیا اتنی آسانی سے پیسے دے کر چلا جاتا۔ ہمارا نمبر مانگنا تو دور کی بات ہے اس نے تو اپنا نمبر بھی نہیں دیا۔" سنبل نے باہر کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے چبا کر کہا۔

"حالانکہ اگر اس وقت وہ نہیں آتا تو ہمیں کتنی مشکل ہوتی میں تو آئندہ کبھی ایسے کسی پروگرام میں شامل ہی نہیں ہوں گی۔" رومیلہ نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"خیر اب اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" سنبل نے ٹوکا۔

"جذباتی تو میں پہلے ہوگئی تھی ایڈمیشن ملنے کی خوشی میں میں نے سوچا ابھی تو ہم تینوں ساتھ ہیں اس خوشی کو اچھی طرح سیلیبریٹ کر لیتے ہیں۔ کیا پتا فائنل کلیئر کرنے کے وقت کون کون درمیان سے ساتھ چھوڑ چکا ہو۔"

رومیلہ کی بات پر سنبل بے ساختہ ہنس دی۔

"اتنے دور کی کوڑی۔"

"تو اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے کیا پتا کل کیا ہوگا۔ بابا جانی نے تو اجازت دیتے وقت ہی کہہ دیا تھا۔ ٹھیک ہے جب تک کوئی اور مصروفیت نہیں ہے پڑھ لو۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جیسے ہی انہیں میرے لیے کوئی "مصروفیت" ملے گی وہ میری پڑھائی کا سلسلہ منقطع کرا دیں گے۔" رومیلہ بے زاری سے کہتی ہوٹل کے باہر

پارکنگ ایریا میں آگئی جہاں اسے دور سے ہی نمل اپنی گاڑی کے پاس کھڑی دکھائی دے گئی۔

"یہ نمل کے ارد گرد اتنے لڑکے کیوں کھڑے ہیں۔" سنبل نے رومیلہ کے منہ کی بات چھین لی جو خود بھی نمل کے پاس چار لڑکوں کو کھڑا دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔

✡ ✡ ✡

ریاض غفار نے ڈیزائنز کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے گلاس ٹیبل کے دوسری جانب کھڑے منیجر صاحب سے پوچھا۔

"سیمپلز تو واقعی بہت اچھے ہیں میری طرف سے تو آپ اسے approved ہی سمجھیں البتہ ایک بار الیان کو ضرور دکھا دیں۔"

"سر! وہ تو پہلے ہی او کے کر چکے ہیں۔" منیجر صاحب بولے۔

"بس پھر آپ نیکسٹ ویک سے اس پر کام شروع کر دیں۔" ریاض غفار بے دھڑک بولے۔

"لیکن سر! ڈیزائنر کا کہنا ہے کہ ان پرنٹس پر کام کرنے کے لیے خواجہ فیبرکس سے میٹریل منگایا جائے اور جب یہ بات میں نے الیان سر سے کہی تو۔" منیجر صاحب کچھ کہتے کہتے جھجک گئے۔

"تو؟" ریاض سوالیہ انداز میں انہیں دیکھنے لگے۔

"تو سر انہوں نے منع کر دیا۔" وہ جس طرح بولے تھے اس سے صاف ظاہر تھا وہ ریاض غفار کو پوری بات نہیں بتا رہے۔ یقیناً الیان نے صرف منع نہیں کیا ہوگا بلکہ کچھ اور بھی کہا ہوگا۔

"منع کرنے کی وجہ نہیں بتائی اس نے۔" ریاض غفار نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں سر! ان کا ایک دم ہی موڈ آف ہوگیا تھا اس لیے میں نے کچھ پوچھا ہی نہیں۔" منیجر صاحب کا جواب ریاض غفار کو حیران کر گیا تھا جو منیجر صاحب نے کہا تھا وہ بھی اور جو ان کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا وہ بھی۔ جیسے صرف انکار ہی نہیں انہیں الیان کی طرف سے اور بھی کچھ جھیلنا پڑا ہو۔

"اچھا آپ الیان کو میرے پاس بھیج دیں۔"

وہ کچھ الجھ گئے تھے اور ان کی اس الجھن کو الیان ہی دور کر سکتا تھا ان کے بلوانے پر وہ پانچ منٹ میں ہی ان کے سامنے حاضر ہو گیا۔

"آپ نے بلایا ڈیڈی!"

"الیان! اتنے اچھے ڈیزائنز کے لیے تم نے ڈیزائنر کو منع کیوں کر دیا۔"

"میں نے کب منع کیا؟" الیان نے حیرانی سے کہا۔

"تم نے خواجہ فیبرکس کے لیے۔"

"شہر میں صرف ایک خواجہ فیبرکس ہی نہیں ڈیڈی! آخر اتنے سالوں سے ہماری گارمنٹس فیکٹری کپڑے تیار کر رہی ہے کتنے ریگولر ڈیلر ہیں ہمارے لیے خواجہ فیبرکس سے ڈیل کرنا کوئی ضروری تو نہیں۔" الیان دوٹوک لہجے میں بولا تو وہ بھی اسی کے لہجے میں بولے۔

"اتنے سالوں سے ہماری فیکٹری کپڑے تیار کر رہی ہے اور ہم نے ہمیشہ ڈیزائنرز کو ان کی مرضی کا میٹریل سپلائی کیا ہے پھر آج تم نے بغیر کسی وجہ کے ان کی ڈیمانڈ کو ریجیکٹ کیوں کر دیا جبکہ خواجہ فیبرکس کا امپریشن بھی مارکیٹ میں اچھا ہے۔"

"صرف مارکیٹ میں میری نظر میں نہیں۔" الیان نے سرد مہری سے کہا۔

"کیوں؟" ریاض غفار اچنبھے سے بولے۔

"آپ کو شاید معلوم نہیں۔ خواجہ فیبو کس کے مالک کا بیٹا ان کے بزنس میں آگیا ہے اور اب ساری ڈیلز وہی سنبھالتا ہے۔"

"ہاں میں نے بھی سنا تھا مگر تمہیں ان کے بیٹے سے کیا پرابلم ہے۔" ریاض غفار کی حیرانی ہر لمحے کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔

"ان کے بیٹے سے ہی تو پرابلم ہے مجھے۔ میں ان کے ساتھ کوئی ڈیل نہیں کر سکتا۔" الیان حتمی انداز میں بولا۔

"چاہے ڈیل ہاتھ سے نکل جائے۔" ریاض غفار دبے دبے غصے کے ساتھ بولے۔

"اس میں ڈیل نکلنے والی کون سی بات ہے' آخر آج تک ہماری فیکٹری میٹیریل خرید رہی تھی' خواجہ فیبو کس کے بغیر بھی۔" الیان بے نیازی سے بولا۔

"جس ڈیزائنر کو تم نے ہائر کیا ہے' وہ کوئی معمولی عورت نہیں ہے۔ اگر تم نے اس کی مرضی کے مطابق میٹیریل پرووائڈ نہیں کیا تو وہ کانٹریکٹ چھوڑ دے گی۔" ریاض غفار ضبط کرتے ہوئے بولے۔

"تو چھوڑ دے' اگر وہ کوئی معمولی عورت نہیں ہے تو ہم بھی کوئی اس کے ساتھ کام کرنے کے لیے مر نہیں رہے ہیں' ہم کسی اور سے ڈیزائنز تیار کرالیں گے۔ ہمارے ساتھ کوئی بھی ڈیزائنر کام کرنا اپنے لیے فخر سمجھتا ہے۔" الیان کے بے لچک لہجے پر ریاض غفار زچ ہوگئے۔

"تو دا ہوا نٹ بات کروالیان! تمہیں خواجہ کے بیٹے میں ایسی کیا برائی نظر آگئی ہے جو تم اتنی بڑی ڈیل سے دست بردار ہونے کے لیے تیار ہو' جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں خواجہ کے بیٹے سے ملا ہوں۔ کیا نام ہے اس کا...." ریاض غفار ذہن پر زور دیتے ہوئے میز پر رکھے پین کو اٹھا کر انگلیوں میں گھمانے لگے۔

"جی آپ اس سے مل چکے ہیں' ہمارے گھر بھی کئی بار آیا ہے' وجاہت نام ہے اس کا۔ کسی زمانے میں وہ میرا بہت اچھا دوست تھا۔" الیان نے انہیں الجھتا دیکھ کر اطمینان سے کہا تو وہ چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگے۔

"تو کیا اس لیے تم اس کے ساتھ ڈیل نہیں کر رہے۔" ایک پل میں سارا ماجرا ان کی سمجھ میں آگیا۔ الیان نے خاموشی سے سر اثبات میں ہلا دیا۔ ریاض غفار جی بھر کر بور ہوئے۔

"دیکھو الیان! یہ بات بہت پرانی ہو چکی ہے اور پھر وہ ایک پرسنل میٹر تھا' تم بزنس کو ذاتی زندگی میں مت الجھاؤ۔ بھول جاؤ ان سب باتوں کو۔" ریاض غفار نے رسانیت سے کہا۔ الیان چپ چاپ ان کی شکل دیکھتا رہا پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"ڈیڈی! آپ جانتے ہیں' میں نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی لیکن آپ یہ بھی جانتے ہیں میں اپنی ضد کا کتنا پکا ہوں۔ کوئی بھی بات چاہے کتنی ہی پرانی کیوں نہ ہو میں کبھی نہیں بھولتا۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو خواجہ فیبو کس کو آرڈر بک کرلوں لیکن آپ کے اس اقدام سے میں ساری زندگی بے چین رہوں گا۔" ریاض غفار کچھ غصے اور کچھ بے بسی سے اسے دیکھتے رہے۔ وہ واقعی ایک ایسا بیٹا تھا جس پر فخر کیا جاسکے مگر اس کی اس عادت سے وہ سخت خائف تھے کہ جب وہ کسی بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتا تو پھر آگے کچھ بھی سننے' دیکھنے اور سوچنے کے لیے تیار نہ ہوتا پھر بھی وہ آخری سی کوشش کرتے ہوئے بولے۔

"الیان! اس ڈیل میں وجاہت سے زیادہ تمہیں فائدہ ہوگا۔ غصے میں اپنا نقصان کرلینا کہاں کی عقلمندی ہے۔" ان کا لہجہ شکست خوردہ تھا جیسے اپنی بات کے ضائع جانے کا انہیں خود بھی یقین ہو۔

"دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز سکون ہے۔ جس کام کو کرنے سے بینک بیلنس بڑھ جائے بزنس کی دنیا میں ایک تہلکہ مچ جائے مگر ذہنی و قلبی سکون غارت ہوجائے' وہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ خواجہ فیبو کس کے ساتھ ڈیل

کر کے میں زندگی بھر بے اطمینان رہوں گا۔" الیان کے لہجے میں بے چینی در آئی تھی۔ ریاض غفار جانتے تھے وہ اسے سمجھا نہیں سکتے تب ہی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔

"کوئی بات نہیں الیان! اگر تم یہی چاہتے ہو تو یہی سہی۔" ان کے بے دلی سے رضامندی دینے پر الیان بے ساختہ مسکرا دیا۔

"مجھے پتا تھا ڈیڈی! آپ میری بات ضرور مانیں گے۔ تھینکس ڈیڈی۔" وہ مشکور لہجے میں بولا' اس کی آنکھوں میں اترتی چمک دیکھ کر انہیں بھی بھرپور انداز میں مسکرانا پڑا۔

"تمہاری خوشی سے زیادہ اہم کوئی بھی ڈیل نہیں ہے۔" ان کے پوری سچائی سے کہنے پر الیان سرشار سا آفس سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

خرم نے جیسے ہی ریسپشن پر فون ملا کر بلو ڈریس میں بیٹھی لڑکی کو بلانے کے لیے کہا' وکی وغیرہ حیرانی سے اسے تکنے لگے مگر خرم نے بالکل دھیان نہیں دیا۔ البتہ فون ہولڈ پر ہوتے ہی اپنا موبائل ہارون کی طرف بڑھا دیا۔

"جب وہ لڑکی فون پر آئے تو تمہیں اس سے کوئی بات نہیں کرنی' بس ایسے ہیلو ہیلو کرتے رہنا ہے۔ جیسے تمہیں کوئی آواز نہ آرہی ہو۔" خرم موبائل اسے دے کر اپنی جگہ سے اٹھا تیزی سے ریسپشن کی جانب بڑھ گیا۔ خرم کا ارادہ تھا جب وہ لڑکی فون سن کر واپس جانے لگے گی تب وہ اس سے جان بوجھ کر ٹکرا جائے گا اور اس کا پرس غائب کردے گا مگر اس وقت خرم کو شدید حیرانی ہوئی جب اس لڑکی نے ریسپشن پر آکر اپنا پرس بڑی لاپروائی سے کاؤنٹر پر رکھ دیا اور پرس کی جانب پیٹھ کر کے ایسے کھڑی ہوگئی جیسے کوئی فکر ہی نہ ہو۔

اسے پوری طرح بے خبر دیکھ کر خرم نے اپنے پچھلے پلان پر عمل کرنے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے نہایت چالاکی سے اس کا پرس اٹھایا' سامنے ہی اچھی خاصی رقم پڑی تھی جسے خرم نے تیزی سے نکال کر اپنی جیب میں ٹھونس لی اور پرس کو واپس کاؤنٹر پر رکھ کر بڑے اطمینان سے عین اس لڑکی کے سامنے سے گزرتا ان چاروں کے قریب چلا آیا جو دور سے بیٹھے یہ سارا منظر بڑی بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔

"کچھ ملا اس کے پرس سے یا خالی اٹھا لائے ہو؟" ہارون نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"میرے خیال سے تو کچھ زیادہ ہی بھر لائی تھی' جلدی سے بل پے کرتے ہیں اور چلتے ہیں' پیسے گننے کا ابھی ٹائم نہیں ہے۔" خرم جلدی جلدی بولا تو ہارون' حمید اور نادر سب وکی کو دیکھنے لگے جس کے چہرے پر اب ناگواری کے آثار پھیلے تھے۔

"اتنی آسانی سے تم نے اس کے پرس سے پیسے نکال لیے اور وہ بے وقوفوں کی طرح فون ہی سنتی رہی۔ ریسپشنسٹ نے بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔" وکی چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب؟" خرم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مطلب صاف ہے' یہ لڑکی تمہارے ساتھ ملی ہوئی تھی۔" وکی برہمی سے بولا تو وہ تینوں بھی ٹھٹک کر خرم کو دیکھنے لگے جیسے خود انہیں بھی وکی کی بات سے اتفاق ہو۔

"پاگل ہوگئے ہو کیا' میں تو اسے جانتا تک نہیں۔" خرم چڑ گیا' وہ جلد از جلد پیسے دے کر یہاں سے جانا چاہتا تھا مگر وکی گردن ہلکے ہلکے نفی میں ہلاتے ہوئے بولا۔

"تم اسے جانتے ہو اور بہت اچھی طرح جانتے ہو اور یہ سب کچھ عین پلان کے مطابق ہوا ہے۔"

"یار! اگر ہار برداشت نہیں ہوتی تو شرط بھی مت لگایا کرو۔" خرم نے دانت پیسے۔

"میرے خیال سے خرم ٹھیک کہہ رہا ہے' اتنے عرصے سے ہم خرم کو جانتے ہیں اس کے سرکل میں ایسی کوئی لڑکیاں نہیں ہیں۔" حمید نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"نہیں اگر اسے یقین نہیں آرہا تو یہ جاکر پوچھ لے ان لڑکیوں سے۔" نادر نے اپنی طرف سے بڑا نادر مشورہ دیا جس پر سب ہی مسکرادیے۔ ایک سوائے وکی کے جو تنک کر بولا۔

"میرا کیا دماغ خراب ہے میں جاکر پوچھوں تاکہ چوری کا الزام مجھ پر آجائے۔"

"تو مت پوچھو اور یقین بھی مت کرو۔ مجھے تمہیں یقین دلانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں بل پے کر رہا ہوں اور جارہا ہوں۔" خرم نے جیب میں سے پیسے نکال کر جیسے ہی نوٹوں کو دیکھا ٹھٹک رہ گیا۔

"یار! یہ تو۔ اٹھارہ ہزار ہیں۔" خرم نے نوٹ گننے کے بعد ان سب کو دیکھا۔

"لگتا ہے کئی مہینوں کی پاکٹ منی چرالی ہے تم نے۔" نادر نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

"یا تو پھر ساری لڑکیاں ایک ہی پرس میں پیسے رکھ کر لائی ہیں اور اب ان کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہوگی۔" ہارون نے سنجیدگی سے کہا تو ان سب کی نظر ایک ساتھ ان لڑکیوں کی طرف اٹھ گئی جو بڑے اطمینان سے کھانے میں مصروف تھیں۔

"میرے خیال سے فوراً" چلتے ہیں۔" نادر نے مسکراتے ہوئے آنکھ ماری تو خرم' ہارون کی شکل دیکھنے لگا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا' وہ جانتا تھا اس کے تمام دوستوں میں صرف ایک ہارون تھا جو اس کے انداز میں سوچ رہا ہوگا مگر ان سب کے بیچ وہ ایسی کوئی بات کہہ کر ان سب کو خود پر ہنسنے کا موقع نہیں دے سکتے تھے۔ دوستوں میں ساکھ خراب ہونے کا ڈر ان سے اکثر وہ سب بھی کرادیتا تھا جو انہیں مناسب نہیں لگتا تھا۔

"میرے خیال سے تو رک کر تماشا دیکھ کر جانا چاہیے کیونکہ مجھے یقین ہے ان کے پاس پیسے ہوں گے' وہ شکل سے اتنی بے وقوف نہیں لگ رہیں کہ خرم کی خاطر اپنا آج تماشا بنالیں۔" وکی نے چبا کر کہا۔

"تمہیں جو سوچنا ہے' سوچ لو۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے صفائی دینے کی۔" خرم بے نیازی سے بولا۔

"اور مجھے بھی کوئی ضرورت نہیں ہے تمہاری صفائی کی۔ دیکھ لینا ان کے پاس اور بھی پیسے ہوں گے۔ آخر پوری تیاری کے ساتھ ہی آئی ہوں گی۔" وکی ابھی بھی جلا بھنا ہوا تھا لیکن کچھ دیر بعد جب ویٹر ان لڑکیوں کے پاس بل لے کر گیا تو ان کے ردعمل سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ان میں سے کسی کے بھی پاس پیسے نہیں ہیں۔ اس یلو ڈریس والی لڑکی کی حالت تو سب سے خراب تھی' ایسا لگ رہا تھا وہ اب رو دے گی۔

"چچ۔ چچ۔ بے چاری۔" نادر نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تو ہارون کوفت بھرے انداز میں بولا۔

"اتنا پریشان ہونے کی بجائے گھر سے پیسے منگوالیں۔"

"کیا پتا گھر والے اتنے پیسے چوری ہونے پر ہنگامہ کھڑا کردیں' اس لیے بتانا نہیں چاہ رہی ہوں گی۔" نادر نے کہنے کے ساتھ ہی وکی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ اور دیکھنا ہے یا گھر چلیں۔" وکی نے کوئی جواب نہیں دیا' وہ اچھا خاصا بے زار لگ رہا تھا جو کہ اس کے قائل ہوجانے کو ظاہر کر رہا تھا پھر بھی خرم کہنے سے باز نہیں آیا۔

"ایسا کرو وکی! تم یہاں بیٹھ کر انتظار کرو' جب ان کے گھر سے کوئی پیسے لے کر آجائے اور تمہارا شک دور ہوجائے تو گھر آجانا ہم چلتے ہیں۔" خرم کھڑا ہونے ہی لگا تھا کہ ہارون بھی مشورہ دینے والے انداز میں بولا۔

"بلکہ ایسا کرو ان کی مدد کرنے کے بہانے چلے جاؤ اور ان ہی سے کنفرم کرلو۔" خرم چونک کر ہارون کو دیکھنے لگا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہوا تھا کہ وہ ان لڑکیوں کی مدد کرنا چاہ رہا ہے مگر کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ خود خرم کو

بھی انہیں اس طرح پریشان چھوڑ کر جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر خود پر بے نیازی کا جو خول اس نے چڑھا رکھا تھا' وہ اس بات کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ جاکر ان لڑکیوں کو مدد کی آفر کرتا اور ہمیشہ کے لیے ان سب کے مذاق کا نشانہ بن جاتا' اسی لیے اس نے بات کو ایسے گھمایا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

"ارے کیوں غلط سلط مشورے دے رہے ہو' اس وقت اگر یہ ان کی مدد کرنے چلا گیا تو وہ ہوٹل کے عملے کے سامنے اسی کو چور بنادیں گی' یہ کوئی آسان کام تھوڑی ہے۔"

خرم نے صاف صاف اسے اکسایا تھا اور وہ واقعی بھڑک اٹھا تھا مگر غصے میں ان کی مدد کرنے پر کمربستہ ہونے کی بجائے اس نے نیا ہی شوشا چھوڑ دیا۔

"ایسے کیسے چور بنادیں گی' نوٹوں کے نمبر لکھ رکھے ہیں کیا ان لوگوں نے اپنے پاس اور ویسے بھی چوری میں نے نہیں' تم نے کی ہے۔ تمہیں جانا چاہیے ان کی مدد کرنے اگر تم میں ہمت ہے تو۔" خرم نے بڑی بے یقینی سے اسے دیکھا' وہ تو خود یہی چاہ رہا تھا گویا بہترین موقع فراہم کیا تھا وکی نے انجانے میں۔ خرم فوراً" کرسی گھسیٹ کر کھڑا ہوگیا۔

"اگر بات ہمت کی بات ہے تو یہ لو۔" خرم شان بے نیازی سے بولتا ان کی ٹیبل کی طرف بڑھ گیا' وہ سب ایک بار پھر بڑی حیرت اور تجسس سے خرم اور ان لڑکیوں کو دیکھنے لگے جن کے درمیان ہونے والی کچھ گفتگو انہیں سمجھ آرہی تھی اور کچھ نہیں۔ تھوڑی دیر میں وہ پیلے کپڑوں والی لڑکی تو پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئی جبکہ باقی کی دو لڑکیاں نہایت ممنون نظر آنے لگیں۔

"خرم تو ہیرو بن گیا' خوامخواہ ہی۔" وکی کے تلوؤں میں لگی اور سر پر بجھی۔

"ہاں تو تم نے کام ہی ایسا کیا ہے' وہ اگر مدد کرنے جائے گا تو وہ لڑکیاں احسان مند ہوں گی ہی۔" نادر تنخ کر بولا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" وکی ایک عزم کے ساتھ بولا تو نادر تو فوراً" کھڑا ہوگیا' حمید اور ہارون بھی کچھ جھجکتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑے جو باہر نکل کر چاروں طرف اس لڑکی کو ڈھونڈتا ہوا پارکنگ تک آگیا' جہاں وہ ایک گاڑی کا دروازہ کھولتی بالآخر نظر آہی گئی۔

"کچھ بتاؤ تو سہی تمہارا ارادہ کیا ہے۔" ہارون نے کوئی تیسری بار پوچھا مگر وکی ہر بار کی طرح اس بار بھی ان سنی کر گیا' بلکہ اس لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے پکار کر بولا۔

"ایکسکیوزمی مس۔" نمل چونک کر پلٹی تو اپنے سامنے چار انجان لڑکوں کو کھڑا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"آپ اتنی خاموشی سے جارہی ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ کی مدد کرنے کے بہانے آپ سے فری ہونے کی

کوشش کرنے والے لڑکے نے ہی آپ کے پرس سے اٹھارہ ہزار روپے چوری کر لیے ہیں۔ آپ اس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیں گی۔" ذکی کی بات پر شمل چپ چاپ اسے دیکھتی رہی، وہ لڑکے کے ہمراہ چلتے سے اس ہوٹل والے لڑکے سے ہی مل رہے تھے اور ذرا سا غور کرنے پر شمل کو یاد آیا کہ وہ اس لڑکے کے ساتھ ہی ان کی نزدیک والی ٹیبل پر ہی بیٹھے تھے۔ پھر وہ اسے اس لڑکے کے خلاف کوئی ایکشن لینے پر کیوں اکسا رہے تھے۔

"آپ اگر پولیس کو فون کرنا چاہیں تو شوق سے کر سکتی ہیں ہم گواہی دینے کے لیے تیار ہیں۔" شمل کو خاموش دیکھ کر ذکی نے دوبارہ کہا جبکہ حمید، بابون اور ظہور ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں۔" شمل نے بات ختم کرنے والے انداز میں کہا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ گاڑی کی طرف بڑھتی، ذکی اعتراض کرتے ہوئے بولا۔

"ضرورت کیوں نہیں۔ اس نے یہ چوری کسی مجبوری کے تحت نہیں کی۔ وہ ہمارا دوست ہے۔ اس کا نام خرم ہے۔ اس نے میرے ساتھ شرط لگائی تھی کہ وہ ہمیں کسی مہنگے ہوٹل میں کھانا کھلائے گا۔ مگر اپنے پیسوں سے نہیں بلکہ کسی اور کے پیسے چرا کر۔ لہٰذا اس نے اتنے سارے لوگوں میں آپ کا انتخاب کیا۔ ہم نے منع کیا تو خرم کہنے لگا 'اسی لیے ان کے پیسے چوری کر رہا ہوں کہ یہ لڑکیاں ہیں' اگر پکڑے بھی گئے تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔" ذکی نے بہت مسکرا مسکرا کر چٹخارے لیتے ہوئے کہا۔ تو شمل نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ دل تو چاہا اس خرم نامی لڑکے کو ایسا سبق سکھائے کہ پھر کبھی کسی لڑکی کے لیے ایسی بات نہ کہہ سکے۔ مگر وہ کوئی نادان اور ناسمجھ نہیں تھی، خوامخواہ بات کو طول نہیں دینا چاہتی تھی۔ پھر اس کے پاس خرم کے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں تھا اور یہ لڑکے اسی کے دوست تھے، ان پر بھروسہ نہیں کر سکتی تھی کہ عین وقت پر اگر گواہی بدل دیتے تو۔

"مشورے کا بہت شکریہ، ہمارے ملک کی پولیس کوئی زیادہ فعال نہیں ہے۔ اپنا بدلہ میں خود لے لوں گی۔"

"You don t need to worry" شمل [illegible] کے بارے میں [illegible] سے کیا بدلہ لیتی۔ مگر محض اپنی پوزیشن مضبوط رکھنے کے لیے [illegible] گاڑی میں بیٹھ گئی [illegible] جان بوجھ کر ان لڑکوں کی طرف دیکھنے سے گریز کیا کہ اب کہیں وہ مزید کچھ نہ کہہ دیں۔ اپنا اس طرح خاموشی سے میدان چھوڑ کر بھاگنا اسے خود بھی زہر لگ رہا تھا۔ رہ رہ کر اسے خرم کی مسکراہٹ یاد آئے جا رہی تھی اور پیسے جانے کا دکھ الگ۔ مگر فوراً ہی اسے اپنی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا۔ سنبل اور رومیلہ اس کے گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے ہی دروازہ کھول کر گاڑی میں آ بیٹھیں ان کے چہرے پر پھیلی خجالت صاف ظاہر کر رہی تھی کہ وہ شمل اور ان لڑکوں کے بیچ ہوئی گفتگو سن چکی ہیں۔

شمل نے ایک جھٹکے سے گاڑی اسٹارٹ کی اور ان کی شرمندگی محسوس کر لینے کے بعد جب اس کا موڈ کچھ ٹھیک ہو گیا تو گھر پر اترتے اترتے رومیلہ کی کہی بات نے پھر اس کا میٹر گھما دیا۔

"بھلے ہی اس لڑکے نے تمہارے پیسے چرائے تھے مگر اس کی بدولت کر ہم نے ایسی کوئی حماقت بھی نہیں کی۔ ہمارا بل ادا ہو گیا، جو بہت ضروری تھا، تمہاری رقم بھی تھوڑی بہت وصول ہو گئی، وہ جو کہتے ہیں نا بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔" رومیلہ تو جلدی جلدی کہتی اندر چلی گئی مگر سنبل کی جان مشکل میں آ گئی۔ آخر گھر پر اترتے ہوئے وہ عاجز آ کر بولی۔

"اب چھوڑو بھی کیوں دل جلا رہی ہو۔ وہ لڑکا لڑکیوں کے بارے میں کچھ بھی سوچتا رہے کیا فرق پڑتا ہے ہمیں کون سا اسے دوبارہ ملیں کرنا ہے۔"

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زدسیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ زدسیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ـــ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زدسیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے... وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ہوکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زدسیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے...

(اب آگے پڑھیے)

زوبیہ کو اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے کافی دیر گزر گئی تھی پھر بھی گھر میں مچی افراتفری کا اندازہ وہ بخوبی لگا سکتی تھی۔

رات سے صبح اور صبح سے دوپہر ہو چکی تھی مگر گھر میں ابھی بھی محسوس کی جانے والی بے چینی پھیلی تھی۔

رخسار کو اسی وقت ہاسپٹل لے جایا گیا تھا' اس کے والد بلال اختر نے اپنے ڈی ایس پی دوست کو فون کر دیا تھا' وہ ان سے بھی پہلے ہاسپٹل پہنچ گئے تاکہ رخسار کو فوری طور پر طبی امداد دی جا سکے' اس کی مما عائشہ اختر اس کے پاس گھر پر ہی رک گئی تھیں۔

زوبیہ پر اس وقت خوف سوار تھا' جب وہ سب چھت پر پہنچے تو زوبیہ کی اپنی حالت غیر ہو رہی تھی۔ مما نے فوری طور پر سکون آور دوائیں دے کر اسے سلا دیا تھا پھر بھی وہ محض تین گھنٹے سو سکی تھی مگر جب وہ جاگی تو پاپا نے مما کو بھی فون کر کے رخسار کے پاس ہسپتال بلا لیا۔

وہ رخسار کے گھر جا رہے تھے اور ان کا خیال تھا' مما کی موجودگی میں رخسار کے والدین کا ردعمل نسبتاً" بہتر ہوگا پاپا اور ڈی ایس پی صاحب کو دیکھ کر وہ اپنے آپے میں نہیں رہیں گے۔

بلال اختر اور عائشہ اختر کی رخسار کے والدین سے کیا بات ہوئی' اس کے والدین کو بلال اختر نے پولیس میں جانے سے کیسے روکا اور انہیں ہرجانے کے طور پر کتنی رقم دی' زوبیہ کو کچھ خبر نہیں تھی۔ پتا تھا تو صرف اتنا کہ رخسار اب خطرے سے باہر تھی اور وہ کچھ دنوں میں ہاسپٹل سے گھر جا سکتی تھی۔

پتا نہیں رخسار نے بلال اختر اور عائشہ اختر سے کوئی بات کی یا نہیں۔ زوبیہ میں ان سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی لیکن اس طرح کمرے میں اکیلے پڑے پڑے وہ گھبرا گئی تھی۔ چنانچہ دل کڑا کرتی اٹھ کر مما پاپا کے کمرے تک آ گئی۔

وہ دونوں آہستہ آواز میں کچھ باتیں کر رہے تھے' اسے دیکھتے ہی وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

"رخسار کے پیرنٹس نے آپ دونوں پر بہت غصہ کیا ہو گا نا۔" زوبیہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

زوبیہ نے دیکھا پاپا نے مما کو کوئی اشارہ کیا تھا' وہ گہرا سانس کھینچ کر اس کے قریب آ گئیں۔

"غصہ تو کافی کیا تھا لیکن جب ہم نے بتایا کہ ان کی بیٹی روح بلانے کے لیے ہمارے گھر آئی تھی۔ تب وہ خود شرمندہ ہو گئے۔

بیٹا یہ روح بلانا' جنوں سے باتیں کرنا یا ان کو اپنے بس میں کر لینا یہ سب بے کار باتیں ہیں' ان میں کوئی سچائی نہیں۔ مرنے کے بعد روحیں بھٹکتی نہیں ہیں کیونکہ مرنے کے بعد اعمالوں کا حساب شروع ہو جاتا ہے' اگر روحیں بھٹکا کرتیں تو سزا اور جزا کا عمل کیسے شروع ہوتا۔" مما دھیمے لہجے میں رسانیت سے کہتی چلی گئیں۔ زوبیہ خاموشی سے سر جھکائے اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی۔

"رخسار جیسی لڑکیاں دوستی کے قابل نہیں ہیں' اس کے سامنے اپنی پرابلم بتا کر تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ دیکھنا وہ کالج میں کیسے تمہارے مسئلے کو مرچ مسالا لگا کر پیش کرے گی' تم سے کوئی روح ووح بلانی نہیں آتی' اس نے صرف بکواس کی تھی تمہیں بے وقوف بنا کر وہ خود کو کوئی پہنچی ہوئی چیز ثابت کرنا چاہتی تھی۔" مما اس کے بے ترتیب بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت سے کہتی رہیں۔

"میں جانتی ہوں۔" زوبیہ خود کلامی کے انداز میں بولی تو مما چونک اٹھیں۔

"تم جانتی ہو؟"

"جی' تب ہی تو خالہ کو اس پر غصہ آ گیا تھا اور انہوں نے اس کی یہ حالت بنا دی۔" زوبیہ خود کلامی کے انداز میں

بولی تو عائشہ اختر پلٹ کر بلال اختر کو دیکھنے لگیں جن کے چہرے پر تناؤ پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

یہ کوئی آج کی بات نہیں تھی' بچپن سے وہ جب بھی اس قسم کی گفتگو کرتی' اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بلال اختر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا' اس سے پہلے کہ وہ اس پر چیخ پڑتے' عائشہ اختر سبھاؤ سے کہنے لگیں۔

"اچھا ٹھیک ہے' اس بات کا ذکر تم کسی سے نہیں کرو گی بلکہ آئندہ کسی کو یہ بھی مت بتانا کہ تمہیں کوئی روح وغیرہ نظر آتی ہے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے لوگ تمہارے پیچھے تمہارے بارے میں کس طرح کی باتیں بنائیں گے۔" مما کے کہنے پر زوبیہ صرف انہیں دیکھتی رہ گئی پھر سر اثبات میں ہلاتی جیسے ہی وہ اپنے کمرے میں جانے کے لیے پلٹی بلال اختر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اسے پکار لیا۔

"زوبیہ تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری خالہ نے رخسار کی یہ حالت اس لیے بنا دی کہ اس نے تمہیں بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی۔" زوبیہ رک کر پریشان نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ بچپن سے ہی اسے بلال اختر کے سامنے بولنا مشکل لگتا تھا' وہ انہیں اپنی بات سمجھا نہیں پاتی تھی اور وہ ضبط کا دامن فوراً" ہی چھوڑ کر اس پر گرجنے برسنے لگتے۔

اس وقت بھی ان کے سوال پر وہ صرف سر ہلا کر رہ گئی۔

"کیا کہا تھا رخسار نے تم سے' جو تمہاری خالہ کو اتنا برا لگا کہ انہوں نے رخسار کا سر پھاڑ دیا۔" بلال اختر دانت پیس کر بولے۔ عائشہ اختر مسلسل انہیں تنبیہی نظروں سے دیکھ رہی تھیں مگر وہ پوری طرح زوبیہ کی طرف متوجہ تھے۔

"رخسار نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا بہت خیال رکھوں' اسے پیسے دے دیا کروں' اس کی ہر طرح سے مدد کیا کروں مگر جب شائستہ خالہ کی روح اس کے جسم سے نکل گئی تو اسے یاد ہی نہیں رہا کہ شائستہ خالہ کے ذریعے اس نے مجھ سے کیا کہا تھا مگر جب شائستہ خالہ کی روح نے چھت کا دروازہ اور لائٹ بند کر دیں تو اس نے ایک دم قبول کر لیا کہ اسے سب پتا ہے کہ شائستہ خالہ نے مجھ سے اس کا کتنا خیال رکھنے کے لیے کہا تھا۔" زوبیہ جلدی جلدی بولی۔

بلال اختر جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے رہے پھر بہت ٹھہر کر بولے۔

"تم تو کہتی ہو تمہاری خالہ کی روح تم سے بات نہیں کرتی جبکہ رخسار کا کہنا ہے کہ اس روح نے اس کے کان میں کہا تھا۔

تمہیں کیسے پتا اس روح نے کیا کہا تھا' تمہیں تو کچھ یاد نہیں رہا تھا۔

جب وہ تم سے بات نہیں کرتیں تو رخسار نے ان کی آواز کیسے سن لی۔" بلال اختر کے سوال پر زوبیہ مما کو دیکھنے لگی۔

"مجھے نہیں معلوم میں نے تو کبھی شائستہ خالہ کی آواز نہیں سنی۔" زوبیہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"جانے بھی دیں نا' زوبیہ تم اپنے کمرے میں آرام کرو۔" عائشہ اختر نے زوبیہ کو پریشان دیکھ کر معاملہ رفع دفع کرنا چاہا۔

زوبیہ ان کے کہنے پر فوراً" ہی پلٹنے لگی کہ بلال اختر نے ایک بار پھر روک دیا۔

"آئندہ کسی لڑکی سے دوستی کرنے یا اسے گھر بلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ' اس نے آج تک کب کسی سے دوستی کی ہے اور کسی کو گھر بلایا ہے۔" عائشہ اختر نے فوراً" اس کی سائیڈ لی تو بلال اختر بڑبڑانے والے انداز میں بولے۔

"ہاں پہلی بار اس کی کوئی دوست دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ شاید ہماری بیٹی بھی کچھ نارمل ہو گئی ہے۔"

ان کے تلخ لہجے پر زوبیہ کی آنکھیں بھر آئیں۔
بچپن سے آج تک اس کے ماں باپ نے اس کی بات پر یقین نہیں کیا تھا' وہ اچھی طرح جانتی تھی وہ اسے ذہنی طور پر بیمار اور ایب نارمل سمجھتے تھے۔ مما اس کے سامنے پھر بھی ہمدردی سے بات کرلیا کرتی تھیں جبکہ پاپا تو اس کی بات سنتے ہی آپے سے باہر ہونے لگتے۔ اس وقت بھی اس کی آنکھ میں نمی اترتی دیکھ کر مما نے اس کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔
"میری بیٹی کو ایسی دوستوں کی ضرورت بھی نہیں ہے جو اس کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں' اسے اپنے مطلب کے لیے استعمال کرکے بے وقوف بنائیں۔ میں تو یہی کہوں گی رخسار کو اپنے کیے کی سزا ملی ہے۔"
مما کے کہنے پر زوبیہ بے اختیار بولی۔
"نہیں مما! ایسا مت کہیں۔ شائستہ خالہ تو رخسار کا سر دوبارہ زمین پر مارنے والی تھیں' وہ تو آپ لوگ آگئے ورنہ شاید وہ مر ہی جاتی۔"
"رخسار نے اپنے بیان میں کہا تھا' وہاں اتنا اندھیرا تھا کہ وہ خود پر حملہ کرنے والے کو دیکھ نہیں سکی لیکن تمہیں شاید اندھیرے میں بھی بڑا کلیئر نظر آتا ہے۔" بلال اختر کیا کہنا چاہتے تھے' وہ بخوبی سمجھ گئی تھی بلکہ اسے تو یہ بھی معلوم تھا کہ رخسار نے اپنے بیان میں کیا کہا ہوگا۔
اس نے یہی بتایا ہوگا کہ اس پر زوبیہ نے حملہ کیا تھا اور اسے جان سے مارنے کی کوشش کی تھی جس پر اس کے والدین نے فوراً یقین کرلیا ہوگا۔
اس وقت بھی ان کی آنکھوں میں تیرتے شک و شبہات کو دیکھ کر اس کی آواز بھرا گئی۔
"میں جانتی ہوں آپ سب سمجھتے ہیں کہ رخسار کو مارنے کی کوشش میں نے کی ہے' میں مانتی ہوں وہاں بہت اندھیرا تھا' وہاں اندھیرے میں کیا ہوا تھا' وہ مجھے بھی کچھ دکھائی اور سجھائی نہیں دے رہا تھا' مگر چھت پر آنے کے بعد دروازہ کھولنے سے پہلے آپ نے چھت کی لائٹ آن کی تھی' اس لائٹ کے آن ہونے پر شائستہ خالہ کی روح رخسار کو چھوڑ کر کھڑی ہوگئی تھی اور فوراً غائب ہوگئی۔ حالانکہ وہ غائب نہ بھی ہوتیں تو بھی کون سا آپ کو نظر آجاتیں' اتنے سالوں سے وہ اس گھر میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں مگر وہ صرف مجھے دکھائی دیتی ہیں۔" زوبیہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔
بلال اختر اور عائشہ اختر خاموشی سے اسے سنتے رہے' ان کی نظروں میں اب بھی اس کے لیے یقین نہیں تھا' البتہ تاسف ضرور ابھر آیا تھا۔
"سر! آپ سے ڈی آئی جی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔" اسی وقت ملازم کارڈلیس لیے دروازے میں آن کھڑا ہوا۔
بلال اختر کچھ دیر زوبیہ کو دیکھتے رہے پھر ملازم کے ہاتھ سے کارڈلیس لیتے کمرے سے باہر نکل گئے۔
"کیا رخسار کے پیرنٹس نے کیس کردیا ہے۔" زوبیہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
"اگر انہوں نے پولیس کیس کردیا ہوتا تو تم اس وقت جیل میں ہوتیں۔" عائشہ اختر سپاٹ لہجے میں بولیں۔
زوبیہ کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی' وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوکر ہاتھ میں لوشن نکالنے لگیں۔ آج صبح سے وہ جس پریشانی سے گزری تھیں' اس کی وجہ سے وہ اپنا معمول کا فیشل مساج وغیرہ نہیں کرسکیں۔ لیکن اب کسی حد تک مطمئن ہوجانے کے باعث اپنی جلد کو نرم و ملائم اور جواں عمر بنانے کی طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔
"مما! کیا آپ بھی یہی سمجھتی ہیں کہ..... کہ میں نے رخسار پر حملہ کردیا تھا۔" زوبیہ نے جھجکتے ہوئے

پوچھا۔
گردن پر نہایت مہارت اور نزاکت سے مساج کرتیں ان کی انگلیاں لمحہ بھر کے لیے ساکت ہوئیں پھر دوبارہ حرکت میں آگئیں۔
"اگر دوبارہ ایسا ہوا تو میں بھی یہی سمجھوں گی۔" انہوں نے آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے سرسری انداز میں کہا۔
کم و بیش انہوں نے وہی کہا تھا جو زوبیہ سننا چاہتی تھی یعنی ابھی انہیں یقین تھا کہ یہ زوبیہ کی حرکت نہیں ہے اور اسے آئندہ ایسے کسی اقدام سے باز رکھنے کے لیے انہوں نے تنبیہہ بھی کردی تھی مگر زوبیہ کی تسلی نہیں ہوئی۔
وہ چہرے پڑھنے میں بہت ماہر نہیں تھی' وہ اتنی سمجھ دار بھی نہیں تھی کہ لوگوں کے دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور دیکھ یا پرکھ سکتی مگر اپنی ماں کی کہی اس بات میں اسے صرف اور صرف بناوٹ نظر آرہی تھی۔
اسے بخوبی اندازہ تھا' انہوں نے یہ صرف اس کا دل رکھنے کے لیے کہا ہے ورنہ وہ بھی بلال اختر کی طرح اس کی جانب سے پوری طرح بدگمان تھیں۔
زوبیہ کو بدستور خاموش اور یک ٹک خود کو دیکھتا پا کر وہ اپنا مساج چھوڑ کر ایک بار پھر اس کی جانب متوجہ ہو گئیں۔
"تمہارے پاپا نے اس کیس کو دبانے کے لیے کتنی سورس لگائی ہے تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں۔ رخسار کے پیرنٹس اگر پیسے لینے پر رضامند نہ ہوجاتے تو آج ہم شہر میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے۔ تم خود سوچو کیا ملتا ہے تمہیں یہ سب کرکے۔" زوبیہ کی نظریں ڈبڈبا گئیں تو عائشہ اختر ایک دم سنبھلتے ہوئے بولیں۔
"میرا مطلب ہے' یہ سب چلو اس روح نے ہی کیا تھا مگر تمہیں اس روح سے بات کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ ہم مان لیتے ہیں کہ اس گھر میں ایک سایہ ہے جو صرف تمہیں نظر آتا ہے لیکن کیا آج تک اس سائے نے تمہیں کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی؟
کبھی تمہیں کوئی ایذا پہنچائی؟
کبھی تم سے کوئی بات تک نہیں کی۔
پھر آخر کیا وجہ ہے کہ تم ہر وقت اس سائے کے بارے میں سوچتی رہتی ہو۔ تم اسے اپنی زندگی کا حصہ سمجھ کر نظرانداز کیوں نہیں کردیتیں۔" زوبیہ لب بھینچے انہیں دیکھتی رہی۔ وہ یہ سب آج پہلی بار نہیں کہہ رہی تھیں' ایسی تقریر وہ اس کے سامنے کئی بار کرچکی تھیں۔ اسے تو یہ بھی پتا تھا کہ وہ آگے کیا کہنے والی ہیں اور واقعی اس کے احساسات سے بے خبر انہوں نے لفظ بہ لفظ وہی سب کچھ کہا جو زوبیہ توقع کررہی تھی۔
"آخر اس گھر میں کتنا سارا سامان رکھا ہے۔ یہ بیڈ' یہ ڈریسنگ ٹیبل' یہ الماری' پردے' قالین' فانوس' دنیا جہاں کا سامان موجود ہے۔ اس روح کو بھی تم کمرے میں موجود ایک فرنیچر سمجھ کر ایکسیپٹ کیوں نہیں کرلیتیں۔" وہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگیں۔
زوبیہ کے پاس ان کے ہر سوال کا جواب موجود تھا مگر شاید اس میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ اپنا نقطہ نظر انہیں سمجھا سکتی پھر بھی ایک کوشش کے طور پر وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔
"ایک ایسا چہرہ جو بہت بھیانک ہو اور صرف آپ کو نظر آتا ہو' آپ کے علاوہ اسے کوئی نہ دیکھ سکتا ہو تو آپ کو کیسا لگے گا۔
جو چہرہ مجھے نظر آتا ہے' وہ واضح تو نہیں ہوتا مگر اتنا میں نے ضرور دیکھا ہے کہ اس لڑکی کے چہرے پر زخم ہی زخم

ہیں۔" زوبیہ بولتے بولتے کسی ٹرانس میں جانے لگی تھی۔ اس کی آواز دھیمی ہوتی جا رہی تھی۔ عائشہ اختر پوری توجہ سے اسے سن رہی تھیں مگر اس کی باتوں میں کوئی بھی نئی بات نہیں تھی' وہی سب کچھ تھا جو وہ بچپن سے سن رہی تھیں۔

"اس لڑکی کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے دونوں ہاتھوں کے ناخنوں سے اس کا چہرہ نوچ لیا ہو۔ بس خون کے سوا اس کے چہرے پر کچھ نظر نہیں آتا۔

ہاں میں بچپن سے اس چہرے کو دیکھ رہی ہوں مگر پھر بھی میں اسے دیکھنے کی عادی نہیں ہوتی۔ ہر بار اسے دیکھ کر مجھے ایسی وحشت سوار ہوتی ہے جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

آپ خود سوچیں' آدھی رات کو سوتے میں سے آپ کی آنکھ کھلے اور آپ کے بستر کے سرہانے پانی پر لہراتا عکس جیسا کوئی وجود کھڑا ہو تو کیا آپ خوفزدہ نہیں ہوں گی؟

میں نے اپنے ڈر پر قابو پانے کی بہت کوشش کی ہے اور یہ اس کوشش کا ہی نتیجہ ہے کہ اب اس سائے کو دیکھ کر میں چیختی نہیں ہوں لیکن میں اسے کمرے میں پڑے کسی فرنیچر کی طرح ٹریٹ نہیں کر سکتی۔

پہلے تو وہ مجھے کبھی کبھی نظر آتی تھیں لیکن اب وہ مجھے اکثر نظر آنے لگی ہیں۔" عائشہ اختر بری طرح چونک اٹھیں مگر بولیں کچھ نہیں۔ وہ زوبیہ کی پوری بات سننا چاہتی تھیں جو مزید کہہ رہی تھی۔

"اگر کسی وقت نظر نہیں آتیں تو بھی ان کی موجودگی کا احساس ضرور رہتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ مجھے کچھ سمجھانا چاہ رہی ہیں جیسے کچھ ہونے والا ہے۔"

زوبیہ بولتے بولتے ایک دم خاموش ہو گئی کیونکہ جو وہ محسوس کرتی تھی' وہ بیان نہیں کر سکتی تھی۔ یہ شاید اس کے لاشعور میں یہ خیال جڑ پکڑ چکا تھا کہ وہ کچھ بھی کہہ لے' سننے والے سمجھ سکتے ہیں نہ یقین کر سکتے ہیں۔ اس وقت بھی مما کے چہرے پر بے چینی کے آثار دوڑ گئے تھے۔ انہوں نے اسے شانوں سے تھام لیا۔

"زوبی.... تم.... تم اپنی دوائیں تو پابندی سے لے رہی ہو نا۔" غنودگی کی سی کیفیت میں بولتی زوبیہ ایک دم چونک اٹھی۔ عائشہ اختر کے سوال پر اسے ایک دم غصہ آ گیا۔ اپنے شانوں پر موجود ان کے ہاتھ اس نے ایک دم جھٹک دیے۔

"مجھے ان دواؤں کی کوئی ضرورت نہیں ہے' میں کوئی بیمار نہیں ہوں۔ ویسے بھی وہ دوائیں نہیں' صرف نیند کی گولیاں ہیں' انہیں کھا کر میرا سر بھاری ہو جاتا ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو جاتی ہے۔ آپ اگر میرے مسئلے کو حل نہیں کر سکتیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے نشے کا عادی بنا دیں۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو زوبیہ! ہم تمہیں نشے کا عادی بنا رہے ہیں' تم ہماری سگی اولاد ہو اور ہم۔"

"اور نہیں تو کیا' وہ دوائیں نہیں' ڈرگس ہیں۔ ایک جیتے جاگتے انسان کو ہوش و حواس سے بیگانہ کر دینے والی نشہ آور اشیاء۔" زوبیہ تنخی سے بولی۔

اس نے کبھی ان سے اس لب و لہجے میں بات نہیں کی تھی' اس کی ایسی گفتگو سن کر عائشہ اختر بھی طیش میں آ گئیں۔

"اب میری سمجھ میں آیا' یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ شہر کے سب سے بڑے سائیکاٹرسٹ نے تمہارے لیے وہ میڈیسن سجیسٹ کی تھیں اور تم نے بغیر کسی مشورے کے انہیں چھوڑ دیا ہے' اسی لیے تو تمہارا پاگل پن بڑھ رہا ہے۔ میں اتنی حیران تھی کہ میری بیٹی کسی پر ایسا وحشیانہ حملہ کیسے کر سکتی ہے۔ ناؤ آئی انڈر اسٹینڈ۔"

عائشہ اختر تو روانی میں بول گئیں مگر زوبیہ سنانے میں رہ گئی۔

اس قسم کے جملے اس نے پاپا کے منہ سے اپنے لیے بہت بار سنے تھے مگر مما کو ایسا کہتے ہوئے وہ پہلی بار سن رہی

تھی۔

"اسی لیے تو تمہارا پاگل پن بڑھ رہا ہے۔" عائشہ اختر کا جملہ پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اس کے کانوں میں اترا تھا اور ایسے اترا تھا کہ اب اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

عائشہ اختر اب بھی کچھ بول رہی تھیں بلکہ کمرے میں بے چینی سے ادھر سے ادھر ٹہلنے بھی لگی تھیں۔ کبھی بولتے بولتے ان کے چہرے پر تناؤ پھیل جاتا تو کبھی وہ روہانسی ہونے لگتیں۔

زوبیہ کے لیے وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا تو وہ اپنے کمرے کی جانب پلٹ گئی۔

اسے اپنے آپ پر افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے کیوں مما کو بتا دیا کہ اس نے دوائیں لینی چھوڑ دی ہیں۔ اس کی مما بھی نہیں سمجھ سکتی تھیں کہ ان دواؤں کو کھا کھا کر وہ اتنی ڈھیٹ ہو گئی تھی کہ انہیں کھا کر بھی اسے نیند نہیں آتی تھی بلکہ الٹا اس کا سر بھاری ہو جاتا تھا۔

مگر وہ تو اسے پاگل سمجھتی تھیں' وہ اس کی بات کیسے سمجھ سکتی تھیں۔ اس کی ماں کی نظر میں اس کی ساری گفتگو ایک بکواس تھی۔

☆ ☆ ☆

"امی آپ کی نظر میں بھلے ہی میری ساری گفتگو ایک بکواس ہو لیکن مجبوری ہے جب تک میں آپ کو ایک ایک بات بتا نہیں دیتی' میرے پیٹ میں درد ہوتا رہتا ہے۔" عمل نے ڈھٹائی سے کندھے اچکائے۔

"میں کب کہہ رہی ہوں کہ تم بکواس کر رہی ہو۔ میں تو یہ کہہ رہی ہوں' اتنی بکواس وہاں اس لڑکے کے سامنے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر تمہیں یہ یقین بھی تھا کہ پیسے اس نے چرائے ہیں تب بھی تمہیں خاموش رہنا چاہیے تھا۔ بس بل پے کرتیں اور باہر آ جاتیں۔ رومیلہ اور سنبل نے بالکل ٹھیک کیا۔" عمل کی امی نے عمل کی ساری بات سن کر ناصحانہ انداز میں کہا۔

عمل کے چہرے کا زاویہ تیزی سے بدل گیا۔

"میں نے اپنی شاپنگ کے لیے پیسے رکھے تھے امی اور اس خبیث نے...."

"اوہو.... بری بات۔ یہ تم نے ایسی لینگویج میں بات کرنی کب سے شروع کر دی۔" امی کے ٹوکنے پر عمل دانت پیستے ہوئے بولی۔

"میرا تو دل چاہ رہا تھا' اس کے منہ پر اسے ایسی ایسی گالیاں دوں کہ...."

"اچھا بس' انسان کو اتنا انتہا پسند کبھی نہیں ہونا چاہیے۔ کچھ تو موقع محل کا لحاظ کرنا چاہیے۔ آج کل کے لڑکوں سے کچھ بعید نہیں کب کیا کر جائیں۔" انہوں نے آگے جھک کر خالی پیالی میز پر رکھنی چاہی تو عمل نے تیزی سے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے پیالی لے کر میز پر رکھ دی۔

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں' اسی لیے اس کے دوستوں کے اکسانے کے باوجود میں نے کوئی ایکشن نہیں لیا بلکہ زبان ر کی تک نہیں۔ پھر بھی مجھے ابھی تک غصہ آ رہا ہے۔ کل ہمارا یونیورسٹی میں پہلا دن ہے اور میں نے سوچا تھا' ہم تینوں ایک سے کپڑے پہن کر جائیں گے مگر اس لڑکے نے میری ساری پلاننگ چوپٹ کر دی' ہونہہ.... چور کہیں کا۔ اگر وہ مجھے کہیں مل جائے تو...."

"تو تم کچھ نہیں کرو گی بلکہ ایسی بن جانا جیسے اسے پہچانا ہی نہیں۔" امی نے اس کا جملہ اچک لیا تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"کتنا ڈرتی ہیں آپ' حالانکہ ڈرنا اس لڑکے کو چاہیے اگر اسے معلوم ہو تا میرے فادر کون ہیں تو کبھی میرے

پرس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کرتا۔" نمل کا لہجہ طنزیہ سا ہو گیا۔
"اب چھوڑو بھی کتنی دیر تک دل جلاؤ گی۔" انہوں نے اس کا موڈ بدلتا دیکھ کر موضوع بدلتے ہوئے کہا۔
"کیا رومیلہ اور سنبل تمہاری طرح ایک سے کپڑے پہننے پر رضامند ہو گئیں۔" ان کا حربہ کامیاب ثابت ہوا۔ نمل دوبارہ اسی موڈ میں لوٹ آئی اور شوخی سے بولی۔
"ان کے رضامند ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہوتا تو وہی جو میں چاہتی لیکن اب تو میرے پاس پیسے ہی نہیں ہیں۔" وہ آخری جملے پر منہ بسور کر رہ گئی۔
"پیسے تو کوئی مسئلہ نہیں ہیں میں اور دے دوں گی لیکن جب وہ ایک سے کپڑے پہننے کے حق میں نہیں ہیں تو کیا ضرورت ہے انہیں مجبور کرنے کی۔" امی کے کہنے پر نمل ان کی کرسی کے پاس زمین پر بیٹھ گئی اور ان کے گھٹنوں پر سر رکھتے ہوئے رازداری سے بولی۔
"یہ ٹاپ سیکریٹ ہے۔ یونیورسٹی میں پہلے دن اسٹوڈنٹس کو بے وقوف بنایا جاتا ہے اور میں نے سنا ہے اکیلی لڑکیوں کو تو ضرور ہی تنگ کیا جاتا ہے۔ اگر ہم تینوں ایک جیسے کپڑوں میں ہوں گی تو لوگ دور سے ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ تینوں ساتھ ہیں پھر کوئی ہمیں "فرسٹ ڈے فول" بنانے کا سوچے گا بھی نہیں۔
لیکن یہ بات میں نے ان دونوں کو نہیں بتائی۔ سنبل صدا کی نروس اگر یہ سن لیتی تو پہلے دن ہی چھٹی کر لیتی اور رومیلہ صدا کی اصولی۔ میرے ساتھ چلنے پر کبھی بھی راضی نہ ہوتی' وہ سنتے ہی کہتی۔
"تمہیں کوئی بے وقوف بنانے کی کوشش کرے گا تو تم تو فوراً "بدلہ لینے پر اتر آؤ گی نہ بھئی۔ میں تمہارے ساتھ نہیں جا رہی۔" نمل نے ان کے گھٹنے پر سے سر اٹھا کر بالکل رومیلہ کے لہجے میں دوٹوک انداز میں کہا اور خود ہی ہنس دی۔
"رومیلہ ٹھیک کہتی ہے' کل اگر کوئی تمہارے ساتھ مذاق کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ تم فوراً "انتقام لینے بیٹھ جاؤ' اس طرح تو تم اپنے لیے دشمن بنا لو گی۔" نمل کی والدہ اپنے مخصوص محبت بھرے انداز میں سمجھانے لگیں۔ "ہر معاملے میں بولنے کی بجائے کچھ معاملوں میں خاموش رہنے میں ہی بہتری ہے۔" اپنی بیٹی کی فطرت سے وہ بخوبی واقف تھیں۔ اس کے اندر برداشت کا مادہ بہت کم اور غصے کا عنصر بہت زیادہ تھا جو کہ ان کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی خامیوں میں شمار ہوتا تھا۔ ان کے خیال میں یہ دو خصلتیں جس میں ہوں' اسے دشمن کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ خود ہی خود کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ یہ بات وہ اکثر نمل کو سمجھاتی رہتی تھیں مگر فطرت کو بدلنا اتنا آسان نہیں تھا۔ نمل کو اپنی ماں سے بہت محبت تھی' ان کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔ محض ان کی خوشی کے لیے وہ کئی ناخوشگوار باتوں اور لوگوں کو برداشت کر لیا کرتی تھی۔
اس وقت بھی ان کی بات سے اختلاف ہونے کے باوجود اس نے بحث سمیٹتے ہوئے کہا۔
"آج تک آپ کی وجہ سے خاموش رہ کر اس ایک شخص کو دوست تو بنا نہیں سکی' کیا ہوا جو کچھ دشمن ہی بنا لوں۔ ویسے کہنے کو تو آپ رومیلہ کی ممانی ہیں لیکن آپ دونوں کی گفتگو میں اتنی مماثلت ہے جیسے میری بجائے وہی آپ کی بیٹی ہو۔" نمل نے بات تو کچھ اور کہنی شروع کی تھی مگر امی کے چہرے پر سایہ سا لہراتا دیکھ کر تیزی سے موضوع بدل دیا۔
"سارے سمجھ دار لوگ ایک ہی طرح بات کرتے ہیں۔ اب تمہیں اچھا لگے یا برا مگر سچ یہی ہے کہ رومیلہ عمر میں تمہارے برابر ہے مگر اس میں میچورٹی تم سے زیادہ ہے۔" نمل کی والدہ رشیدہ نے صاف گوئی سے کہا تو نمل مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔
"آپ کی کوئی بات مجھے بری لگ سکتی ہے بھلا اور جہاں تک سوال میچورٹی کا ہے تو وہ رومیلہ پر ہی سوٹ کرتی ہے۔ اگر میں بھی اس جتنی سوبر ہو گئی تو آپ کی زندگی میں سے شوخی بالکل ختم ہو جائے گی۔"
"گویا یہ احسان بھی میرے سر ہے۔" رشیدہ نے مصنوعی خفگی سے کہا تو بے اختیار نمل کے منہ سے نکل گیا۔
"کیا کروں' احسان کر کے جتانے کی عادت مجھے ورثہ میں ملی ہے۔"
"نمل۔۔۔" رشیدہ نے بڑی سنجیدگی سے اسے ٹوکا تو نمل ایک دم کھڑی ہو گئی۔
"سوری' کبھی کبھی زبان پھسل جاتی ہے۔ آئیں اندر چلتے ہیں۔ مچھروں کے نکلنے کا ٹائم ہو رہا ہے۔ مالی بابا چاہے کتنا ہی اسپرے کر لیں' لان میں بیٹھتے ہی مچھروں کا روزہ افطار بن جاتے ہیں اور ایسے بھوکے مچھر ہوتے ہیں جیسے روزہ بھی سو سال بعد کھولا ہو۔" نمل تیز تیز بولتی ان کی کرسی کی پشت پر آ کھڑی ہوئی۔
"یہ اخبار تو اٹھا لو' تمہارے ابو نے دیکھ لیا تو غصہ ہوں گے کہ ان کی تصویر چھپی ہے اخبار میں اور ہم نے ناقدروں کی طرح لان میں ٹیبل پر چھوڑ دیا۔" رشیدہ کے کہنے پر نمل نے محض ان کی دل آزاری کے خیال سے خود کو کوئی سخت بات کہنے سے روکا تھا۔
وہ گھوم کر واپس میز کی طرف آئی اور اخبار اٹھا کر جیسے ہی پلٹی' امی کو ناراضی سے دیکھنے لگی۔
نمل کے ہٹتے ہی انہوں نے اپنی وہیل چیئر کے پہیے گھمانے شروع کر دیے تھے مگر لان میں گھاس پر پہیے آسانی سے گھومتے نہیں تھے۔
نمل ہزار بار انہیں ٹوک چکی تھی' جب وہ موجود ہے تو کیا ضرورت ہے انہیں اتنی جان لگا کر اپنے بازو شل کرنے کی۔ وہ کبھی تو مان جاتیں اور کبھی سنجیدہ ہو جاتیں جیسے اس وقت بھی اس کے گھورنے پر آہستگی سے بولیں۔
"اتنے سال ہو گئے مجھے معذور ہوئے لیکن آج بھی کسی سہارے کے انتظار میں رہنے کی عادت نہیں پڑی۔"
کتنا سچ کہا تھا انہوں نے خود نمل کے احساسات بھی ایسے ہی تھے۔
کتنے سال ہو گئے تھے ان کی معذوری کو بلکہ اس نے تو جب سے ہوش سنبھالا تھا' انہیں اس وہیل چیئر پر ہی دیکھا تھا مگر وہ آج تک عادت نہیں پڑی تھی انہیں اس طرح دیکھنے کی۔
نمل نے نظر چراتے ہوئے اخبار ان کی طرف بڑھا دیا اور ان کی کرسی کی پشت پر آ کر اسے دھکیلتے ہوئے اسے کچھ نہ کچھ آخر سوجھ ہی گیا اور وہ ٹی وی کے ایک پروگرام پر تبصرہ کرتے ہوئے ماحول کے بوجھل پن کو کم کرنے میں کامیاب ہو ہی گئی۔

☼ ☼ ☼

"کیا ٹی وی کے ہر پروگرام پر ایک سے ڈیڑھ گھنٹے تبصرہ کرنا صحت کے لیے بہت مفید ہے۔" الیان نے ہاتھ میں پکڑا بریف کیس سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔ دوسرے ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔ وہ بریرہ کے برابر ہی صوفے پر بیٹھ گیا جو بیک وقت ریموٹ اور موبائل میں الجھی ہوئی تھی۔
موبائل کان سے لگائے وہ کسی کھانے کی ترکیب کو ڈسکس کر رہی تھی جبکہ ریموٹ کا سیل کچھ کمزور ہو گیا تھا۔ آواز بڑھانے کے لیے وہ ریموٹ کو صوفے کے ہتھے پر مار رہی تھی۔
"آواز بڑھا کر کیا کرنا ہے' کان پر سے موبائل ہٹاؤ گی تو کچھ سنائی دے گا نا۔ چھوڑو کیا ضرورت ہے اتنا دماغ کھپانے کی' لاؤ مجھے دو ریموٹ۔ ایسا چینل لگانا چاہیے کہ دماغ کی ضرورت ہی نہ رہے۔" الیان نے کہنے کے ساتھ ہی ریموٹ اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔
دو چار تھپکیوں کے بعد ریموٹ حرکت میں آ گیا اور اگلے ہی پل ٹی وی پر ریسلنگ چلنے لگی۔
"بھائی خدا کے لیے یہ چینل مت لگائیں۔" بریرہ بات کرتے کرتے بیچ میں سے چلائی۔

"تو پھر کیا لگاؤں' کھانے کی ریسپی؟ کیوں دیکھتی ہو یہ چینلز' جب کچھ پکاتی نہیں ہو۔" الیان نے چینل تو کیا چینج کرنا تھا' الٹا والیم بڑھا دیا۔

"آج بنایا ہے نا' وہی تو دیکھ رہی ہوں۔" بریرہ ایک ہاتھ میں موبائل تھامے ایک ہاتھ سے ریموٹ چھیننے کی کوشش کرتی رہی۔

"ترکیب اس وقت آن ایئر ہے اور تم نے پہلے سے ہی بنا بھی لیا۔" الیان نے ریموٹ ہاتھ اوپر اٹھا کر اس کی دسترس سے دور کر دیا۔

"بھائی۔۔۔ ترکیب ری پیٹ ہو رہی ہے۔ مجھے دیکھنے دیں نا' انگریڈینس نکل جائیں گے۔" بریرہ زچ ہو کر بولی مگر الیان پر رتی برابر اثر نہیں ہوا۔ الٹا جرح کرتے ہوئے بولا۔

"پکانے کے بعد تم انگریڈینس دیکھ رہی ہو۔"

"ہاں' وہ ایک ساتھ دو کھانے کی ترکیبیں دیکھ رہی تھی تو۔۔۔" کہتے کہتے بریرہ کو کچھ احساس ہوا تو ایک دم چپ ہو گئی جبکہ الیان ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

"تو؟"

"تو یہ کہ۔۔۔ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں' آپ اپنے کمرے میں جا کر ٹی وی کیوں نہیں دیکھتے۔" بریرہ جھنجلا کر بولی۔

اس سے پہلے کہ الیان کوئی جواب دیتا' ان کی ممی شگفتہ غفار کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"الیان! تم یہاں آ کر بیٹھ گئے' ہاتھ منہ دھو لو' کھانا لگ گیا ہے۔" ممی کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بریرہ ایک چیخ مار کر صوفے سے اٹھ گئی۔

"کھانا لگ گیا۔۔۔ اتنی جلدی۔۔۔ کیوں' کس لیے۔"

"اس میں اتنی حیرانی کی کیا بات ہے' تمہارے ڈیڈی کو بھوک لگ رہی تھی' وہ تو کھانے کی میز پر پہنچ بھی گئے ہیں۔" شگفتہ غفار اس کی بدحواسی پر حیران ہوتے ہوئے بولیں۔

"او مائی گاڈ۔" بریرہ ایسے ہل جیسے اسے چکر آ گئے ہوں پھر موبائل پر اپنی دوست سے مخاطب ہوتے ہوئے کہنے لگی۔

"تابیہ۔۔۔ میں۔۔۔ میں تمہیں بعد میں فون کرتی ہوں۔۔۔ نہیں نہیں' اب کوئی فائدہ نہیں' تیر کمان سے نکل چکا ہے۔۔۔ ہاں بس میرے لیے دعا کرنا۔" وہ تیز تیز بولتی کچن کی طرف بھاگ گئی۔

شگفتہ غفار کچھ بھی تو نہیں' بس سر ہلا کر رہ گئیں اور الیان سے مخاطب ہوتے ہوئے بولیں۔

"الیان! تمہارے ڈیڈی کھانے کی ٹیبل پر ویٹ کر رہے ہیں۔"

"او سوری ممی!" وہ ٹی وی آف کرتا فوراً اٹھ گیا اور محض دس منٹ میں فریش ہو کر کھانے کی میز پر پہنچ گیا۔

کرسی پر بیٹھتے ہی اسے ماحول میں پھیلی کشیدگی کا اندازہ ہو گیا۔ صرف ڈیڈی اطمینان سے چاول کھا رہے تھے جبکہ ممی کے چہرے پر تناؤ پھیلا تھا اور بریرہ منہ لٹکائے بیٹھی تھی۔ اس کے پلیٹ میں چمچہ چلانے کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مارے باندھے کھانا حلق سے اتار رہی ہے۔

الیان نے ان سب پر غور کرتے ہوئے جیسے ہی سبزی کے ڈونگے کی طرف ہاتھ بڑھایا' شگفتہ غفار بول پڑیں۔

"الیان! وہ چھوڑ دو' یہ چاول لے لو۔" شگفتہ غفار نے چاول کی قاب اس کی طرف بڑھا دی تو الیان رک کر بریرہ کی شکل دیکھنے لگا جو ممی کی بات پر خائف ہو کر انہیں دیکھنے لگی تھی مگر شگفتہ غفار نے دھیان ہی نہیں دیا۔

"یہ کیا ہے۔" الیان نے قاب لے کر ایک طرف رکھ دی اور ہاتھ میں پکڑے سبزی کے ڈونگے کو دیکھنے لگا تو

شگفتہ غفار بھنا گئیں۔

"میں کہہ رہی ہوں نا' اسے چھوڑ دو اور۔۔۔"

"لیکن آخر پتا تو چلے بریرہ نے کیا بنانے کی کوشش کی تھی۔" الیان ڈونگے کا چمچہ ہلا کر سبزی کا معائنہ کرنے لگا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے پتا کرنے کی' چھوڑ دیں اسے۔" بریرہ شاید پہلے ہی کافی کچھ سن چکی تھی' اب مزید سننے کا یارا نہیں تھا' تب ہی تنک کر بولی۔

"تمیز سے بات کرو بریرہ! ایک تو بغیر دھیان دیے کام کرتی ہو' اوپر سے کام بگڑ جائے تو خود ہی بگڑ بھی جاتی ہو۔ بجائے اس کے کہ انسان شرمندہ ہو' کسی کے سمجھانے پر بات سمجھے' الٹا خود ہی خفا ہو جاتی ہو۔" شگفتہ غفار کو اس کا لب و لہجہ ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ البتہ ریاض غفار اس کی حمایت کرتے ہوئے بولے۔

"کوئی بات نہیں' ایک کوشش تو کی تھی نا۔"

"ہاں' بڑی اچھی کوشش کی تھی۔ انسان ایک کام کرے لیکن ڈھنگ سے کرے۔ ایک ساتھ دو دو ترکیبیں کیوں دیکھی اور لکھی جا رہی تھیں۔ وہ تو شکر ہے خانساماں نے چاول بنائے تھے ورنہ اس وقت کیا کھایا جاتا۔" شگفتہ غفار کا غصہ اس درجہ غیر ذمہ داری پر کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

"کون سی دو ڈشز ملا دیں تم نے۔" الیان نے مسکراتے ہوئے پوچھا مگر وہ بھلا کیا جواب دیتی' وہ تو منہ سجا بیٹھی تھی' البتہ شگفتہ غفار جل کر بولیں۔

"کسٹرڈ میں کریلے پڑے ہوئے ہیں۔"

الیان بے ساختہ ہنسا اور ہنستا چلا گیا۔ بریرہ قہر برساتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی جبکہ شگفتہ غفار کا بڑبڑانا بدستور جاری تھا۔

"چلو یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ترکیب لکھنے میں غلطی ہو گئی لیکن انسان پکاتے وقت کچھ تو کامن سینس یوز کرے۔ بھلا اتنے کڑوے کریلے کی بھی کوئی سویٹ ڈش بنتی ہے۔"

"اچھا چھوڑ بھی بے چاری نے سارا دن محنت کی ہے۔"

ریاض غفار سے بریرہ کی اتری ہوئی شکل دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ حالانکہ پہلا لقمہ حلق سے اتارتے ہی انہوں نے بھی اسے فوراً جھڑک دیا تھا مگر شگفتہ غفار تو تب سے بگڑے ہی جا رہی تھیں۔ صرف ایک نوالے میں ہی انہوں نے پوری ریسپی کا پوسٹ مارٹم کر لیا تھا۔

تب سے بریرہ ان کا بگڑنا سن کر جل رہی تھی اور اب الیان کو تان اسٹاپ ہنستا دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئی۔

"اور کیا کسی کو احساس ہی نہیں ہے کہ میں نے سارا دن محنت کی ہے۔ یہ تو میری سچائی ہے جو میں نے ایمانداری سے بتا دیا کہ مجھ سے دو ریسپی مکس ہو گئیں ورنہ اگر میں اسے کوئی اسٹائلش سا نام دے کر نئی ڈش کہہ کر یا اٹالین ڈش کہہ کر آپ کے سامنے پیش کر دیتی تو آپ سب انگلیاں چاٹتے رہ جاتے۔" غصے سے بولتے بولتے وہ آخر میں روہانسی ہو گئی۔

الیان کی ہنسی تو تھم گئی تھی مگر مسکراہٹ کسی طور نہیں رک رہی تھی۔ وہ جب ہاتھ میں پکڑے ڈونگے کی طرف دیکھتا' اس کا دل قہقہہ لگانے کے لیے مچل اٹھتا۔

کسٹرڈ پک پک کر خشک ہو چکا تھا جبکہ کریلے اتنے باریک کاٹے گئے تھے کہ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہ کریلے ہیں' بھنڈی ہے' مٹر ہیں یا پھر کوئی اور سبزی۔ مجموعی طور پر کھانا دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کیا ہے۔

الیان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر بریرہ پر ایک نظر ڈال کر اس نے ڈونگے میں سے سبزی پلیٹ میں نکال لی۔ بریرہ الجھ کر اسے دیکھنے لگی اور وہی کیا' غفار ریاض اور شگفتہ ریاض بھی ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگے۔

روٹی نکال کر نوالہ بناتے ہوئے اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی مہم پر جا رہا ہو۔ بسم اللہ پڑھ کر جیسے ہی اس نے پہلا لقمہ لیا‘ سب کی نظریں کچھ اور بھی اس کے چہرے پر گڑ گئیں۔ سب اس کے تاثرات پڑھنا چاہتے تھے جنہیں چھپانا اس پل اسے زندگی کا سب سے کٹھن کام لگا تھا۔

بیک وقت کڑواہٹ اور میٹھاس کا بدترین امتزاج اس کے حلق تک کو بدمزا کر گیا۔ فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اسے نگل لے یا اُگل دے۔ بڑی مشکل سے اس نے لقمہ کو دوبار چبایا اور حلق سے زبردستی اتار لیا مگر وہ بدمزا ذائقہ ایسے اس کے حلق میں گھل گیا تھا جیسے وہ نوالہ اب بھی اس کے منہ میں موجود ہو۔

الیان نے نظر اٹھا کر ان تینوں کی جانب دیکھا جو ہکا بکا رہ گئے تھے۔ وہ تینوں اپنے اپنے نوالے کو باری باری تھوک کر آئے تھے‘ ان کے نزدیک الیان کا اس ”چیز“ کو نگل لینا کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔

”اتنا بدمزا تو نہیں ہے ممی! آپ خوامخواہ بگڑے جا رہی ہیں۔“ شگفتہ غفار اور ریاض غفار کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔ حالت تو بریرہ کی بھی کچھ ایسی ہی تھی مگر خود پر جبر کر کے جس دل گردے کے ساتھ الیان نے جس کی خاطر یہ مشکل ترین بات کہی تھی‘ وہ حیرانی کے باوجود مسکرانے لگی تھی۔

”آپ کو اچھا لگا ہے نا۔“ بریرہ کی باچھیں کھل گئیں مگر الیان سے اتنا بڑا جھوٹ برداشت نہ ہوا۔

”نہیں۔“ الیان بے ساختہ بولا مگر بریرہ کی مسکراہٹ غائب ہوتی دیکھ کر فوراً بولا۔

”اچھا نہیں ہے لیکن اتنا برا بھی نہیں ہے۔“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ ایسا کرو تم سارا ختم کر لو‘ رزق پھینکنا مجھے بالکل گوارا نہیں۔“ شگفتہ غفار نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا جبکہ الیان کا سکون ہوا ہو گیا۔

اس بدمزا ذائقہ کو دوبارہ چکھنے کے خیال سے ہی اسے متلی ہونے لگی۔ البتہ منہ لٹکائے بیٹھی بریرہ اب خوشی خوشی چاولوں میں رائتہ ڈال کر کھانے لگی۔ بریانی کی خوشبو اس سے پہلے اتنی اشتہا انگیز الیان کو کبھی نہیں لگی۔

پراٹھوں کی اشتہا انگیز خوشبو رومیلہ کو آج سے پہلے اتنی بری کبھی نہیں لگی۔

ڈائننگ ٹیبل کے قریب آنے پر اسے لگا جیسے الٹی ہو جائے گی‘ وہ الٹے قدموں واپس لوٹنا چاہتی تھی کہ ابرار بھائی کی آواز نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا۔

”تم کہیں جا رہی ہو کیا؟“ ابرار بھائی ناشتے کی میز پر ہی موجود تھے۔ بھابھی نے ان کی فرمائش پر ہی یہ پراٹھے تیار کیے تھے۔ وہ آفس سے دیر تک آتے تھے‘ اس لیے عموماً ناشتا اچھا سا کرتے تھے جبکہ ان کے برعکس رومیلہ کو صبح اتنا بھاری ناشتا کرنا پسند نہیں تھا۔ وہ ایک کپ چائے کے ساتھ توسٹ لے لیا کرتی تھی۔

لیکن آج کیونکہ یونیورسٹی کا پہلا دن تھا تو قدرتی طور پر وہ تھوڑی گھبرائی ہوئی بھی تھی اور جلدی میں بھی تھی۔ نمل اسے لینے آ رہی تھی‘ اسے نمل کے ساتھ ہی جانا تھا۔ اپنی عادت کے مطابق وہ وقت سے پہلے تیار ہو گئی تھی۔ ویسے بھی اسے کوئی خاص تیاری کرنی بھی نہیں ہوتی تھی پھر بھی وہ ایسے الرٹ تھی جیسے یونیورسٹی نہیں جنگ پر جا رہی ہو۔

اس کے کپڑوں کے علاوہ اس کے ہوائیاں اڑتے چہرے کو دیکھ کر بھی ابرار بھائی چونک گئے تھے۔

”جی۔۔۔ میں یونیورسٹی جا رہی ہوں‘ میں نے بتایا تو تھا میرا ایڈمیشن ہو گیا ہے۔“ رومیلہ ان کے سوال پر خود بھی چونک گئی تھی۔

”اچھا۔۔۔ ہاں۔۔۔“ ابرار بھائی کو اچانک یاد آیا۔

انہیں دوبارہ ناشتے کی طرف متوجہ ہوتا دیکھ کر رومیلہ بھی دوبارہ پلٹنے لگی تو اب کی بار بابا جانی اسے پکار بیٹھے۔

”آئیں بیٹھ جائیں بیٹا‘ فوراً ناشتا کر لیں‘ نمل آپ کو لینے آتی ہی ہو گی۔“

”بابا جانی! مجھے بھوک نہیں ہے۔“ رومیلہ منمنائی۔

”بھوک نہیں ہے یا گھبراہٹ سوار ہے۔“ بھابھی نے اچانک نمودار ہوتے ہوئے اس کا جملہ اچک لیا۔

رومیلہ فوری طور پر کچھ نہیں بولی‘ بس ایک جھینپی ہوئی مسکراہٹ اس کے چہرے پر ابھر کر غائب ہو گئی۔

ان سب کے سمجھنے کے لیے اتنا ہی اشارہ کافی تھا‘ تب ہی ابرار بھائی چائے کا سپ لے کر لاپروائی سے بولے۔

”اتنا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر اتنی ہی گھبراہٹ ہے تو جانے کی کیا ضرورت ہے‘ جہاں تک میرا خیال ہے تمہیں تو پڑھنے کا ایسا کوئی خاص شوق بھی نہیں۔“

رومیلہ ان کے خیال سے قطعی متفق نہ تھی‘ تب ہی نہ چاہتے ہوئے بھی میز کے قریب چلی آئی اور کرسی گھسیٹتے ہوئے کہنے لگی۔

”پڑھنے کا شوق تو مجھے بہت ہے‘ ہاں یہ اور بات ہے کہ میری کبھی کوئی نمایاں پوزیشن نہیں آئی لیکن میں پڑھائی میں کبھی بھی بری نہیں رہی۔“

”خیر اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہماری بیٹی بہت ذہین ہے۔“ بابا جانی کے کھلے دل سے کہنے پر رومیلہ کو اپنے اندر ایک نئی قوت سرائیت ہوتی محسوس ہوئی۔

اس نے بے اختیار تھرماس اٹھا کر کپ میں چائے انڈیلنی شروع کر دی۔

”آج کے دور میں صرف ذہین ہونا کافی نہیں ہوتا‘ تھوڑی تیزی بھی ہونی چاہیے۔ تم اب یونیورسٹی پڑھنے جا رہی ہو‘ وہاں جا کر تمہیں پتا چلے گا دنیا میں رہنے کے لیے چالاک ہونا کتنا ضروری ہے۔“ ابرار بھائی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”وہ تو مجھے یونیورسٹی جا کر ہی پتا چلے گا لیکن چالاک ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ میں خود کو ویسا ہی بنا لوں گی۔“ رومیلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں یہ سب کوئی اپنے اختیار کی باتیں تھوڑی ہیں۔“ بھابھی نے فوراً اس کی حمایت کی تو کچھ دیر کے لیے ان سب کے درمیان خاموشی چھا گئی جسے بالآخر بابا جانی نے ہی توڑا۔

”میرے نزدیک تو عورت کو زیادہ تیز ہونا ہی نہیں چاہیے کیونکہ جتنا اس کا ذہن چلے گا‘ اتنے وہ مسائل کھڑے کرے گی۔“

چائے کا گھونٹ رومیلہ کے حلق میں اٹک گیا۔ اس نے کن انکھیوں سے بھابھی کی جانب دیکھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھیں‘ ان کے تاثرات سے یہ اخذ کرنا مشکل تھا کہ انہیں بابا جانی کی بات سے اتفاق ہے یا اختلاف۔

خود اس نے تو خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھتے ہوئے دھیان دوبارہ چائے کی جانب مبذول کر لیا مگر بابا جانی انہیں خاموش دیکھ کر مزید گویا ہوئے۔

”جو عورت کچی مٹی کی طرح ہو‘ اسے کسی بھی سانچے میں ڈھالنا آسان ہوتا ہے۔“ وہ شاید یہ سمجھے تھے کہ کسی کی سمجھ میں ان کی بات نہیں آئی جبکہ بابا جانی کی یہ بات سن کر بھابھی بھی بولے بنا نہ رہ سکیں۔

”لیکن اگر۔۔۔ مٹی غلط ہاتھوں میں چلی جائے تو۔۔۔؟ اتنی سمجھ بہرحال عورت میں ہونی چاہیے کہ وہ کسی سانچے میں ڈھلنے سے پہلے اس کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کی پرکھ کر سکے ورنہ دست کوزہ گر کے رحم و کرم پر خود کو چھوڑ دینا تو کوئی عقل مندی نہیں۔“ بھابھی کے دوٹوک لہجے میں رومیلہ تو خاموش ہی رہی۔ خلاف توقع بابا جانی اور ابرار

بھائی بھی کچھ نہیں بولے۔

ابرار بھائی تو غالباً" آفس جانے کی جلدی میں کھڑے ہو گئے' اس لیے کچھ نہ کہہ سکے۔ انہیں اٹھتا دیکھ کر بھابھی بھی ان کا بیگ دینے کے لیے کھڑی ہو گئیں۔

البتہ رومیلہ جوں کی توں بیٹھی سبے دلی سے ناشتا کرتی رہی۔ بابا جانی بھی اس کے بعد کچھ نہیں بولے۔

ویسے بھی ان کے درمیان بات چیت بہت کم ہی ہوتی تھی۔ بابا جانی فطرتاً" کم گو تھے اور ابرار بھائی کا مزاج کسی حد تک حاکمانہ تھے۔ جو انسان فیصلہ کن انداز میں بات کرے' اس کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے بہت سوچ کر موضوع کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ جو کہ کم از کم رومیلہ کے بس کی بات نہیں تھی۔

اس کی تو کوشش ہوتی ابرار بھائی کے سامنے زیادہ بولنا نہ پڑے' لہٰذا ان کی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے' وہ ان سے متفق ہو یا نہ ہو' وہ جرح بہت کم ہی کرتی تھی اور زیادہ تر خاموش ہی رہتی۔

ہاں دو سال سے اس گھر کی خاموشیوں میں قدرے کمی آگئی تھی کیونکہ دو سال پہلے بھابھی گھر آگئی تھیں۔

وہ خالصتاً" ابرار بھائی کی پسند تھیں' اس لیے وہ سب کی موجودگی میں ابرار بھائی تو کیا بابا جانی تک سے بحث کر لیا کرتی تھیں۔

گو کہ مزاج کی وہ بہت اچھی تھیں' کم از کم رومیلہ کے کسی معاملے میں وہ بالکل دخل نہیں دیتی تھیں' حالانکہ ان کا یہ رویہ ان دونوں کے مابین تکلف اور اجنبیت کا سبب بن گیا تھا' مگر ان کی اپنے کام سے کام رکھنے کی عادت رومیلہ کو کبھی گراں نہیں گزری تھی۔

مگر ابرار بھائی کی طرح انہیں بھی اپنی بات میں لچک پیدا کرنے کی عادت نہیں تھی' ان کا دو ٹوک فیصلہ کن لہجہ رومیلہ کو کبھی کبھی عجیب ضرور لگتا' مگر وہ کبھی تبصرہ نہیں کرتی' جب بھابھی اس کے معاملے میں نہیں بولتی تھیں تو بھلا وہ کیوں بلاوجہ کا بیر رکھتی جبکہ اس کا مزاج بھی ایسا نہیں تھا۔

وہ چپ چاپ ناشتے کے ساتھ انصاف کرتی رہی' نمل کے آجانے پر کتابیں اٹھائیں' بابا جانی کو اللہ حافظ کہتی باہر نکل گئی۔

نمل کے ساتھ گاڑی میں سنبل بھی موجود تھی' رومیلہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"اندر آکر بابا جانی کو سلام ہی کر لیتیں۔" رومیلہ نے بیٹھتے ہی کہا۔

"تمہارے بابا جانی کون سا ایسی فارمل باتوں کو خاطر میں لاتے ہیں اور پھر گھڑی دیکھی ہے' ٹائم کہاں ہے۔" نمل نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ تم لوگوں کو اتنی دیر کیوں ہو گئی۔ میرا تو ناشتا کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا کہ تم دونوں آنے والی ہو گی۔" رومیلہ نے بے ساختہ پوچھا۔

"یہ ان محترمہ سے پوچھو' دیکھ نہیں رہیں ان کی تیاریاں۔" نمل نے طنزیہ انداز میں سنبل کی طرف اشارہ کیا تو رومیلہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے تو اس کی تیاری میں کوئی خاص بات نظر نہیں آرہی۔" رومیلہ نے سنبل کے میک اپ اور جیولری سے عاری سادہ سے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ خود سنبل بھی نمل کی بات پر حیران نظر آنے لگی تھی۔ اس نے ایسی کون سی تیاری کی تھی جس میں دیر ہو جاتی بلکہ انہیں زیادہ تاخیر ہوئی ہی نہیں تھی جو معمولی سی دیر ہوئی تھی' وہ بھی صرف ٹریفک کی وجہ سے۔

"تم نے اسے کھڑے ہوئے نہیں دیکھا نا' اس لیے ایسے کہہ رہی ہو' کم از کم پورا ایک گھنٹہ تو ضرور لگا ہو گا اس تھان کو استری کرنے میں۔" نمل نے بظاہر پوری سنجیدگی سے کہا تو سنبل بے ساختہ مسکرا دی۔

رومیلہ اب بھی نہیں سمجھی تھی' تب ہی جھانک کر اس کے کپڑوں کی طرف دیکھنے لگی۔

چوڑی دار کے ساتھ بے تحاشا گھیر والی فراک کو دیکھ کر رومیلہ نے پہلے تو ستائشی انداز میں آنکھیں پھیلائیں پھر ایک دم چونکتے ہوئے بولی۔

"یہ کپڑے یونیورسٹی میں پہن کر جانے کے لیے کچھ عجیب نہیں ہیں' وہ بھی پہلے ہی دن۔"

"نہیں نہیں' کچھ عجیب نہیں بلکہ یہ مکمل طور پر عجیب و غریب ہیں۔" نمل نے پورے انہماک سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے طنز بھری سنجیدگی سے کہا تو سنبل شاکی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"پورے وارڈ روب میں سے سب سے بہترین سوٹ نکال کر پہنا ہے۔"

"ہاں تو یہی تو ہم کہہ رہے ہیں' کیا ضرورت تھی اتنا بہترین سوٹ نکال کر پہننے کی۔ کوئی عام سا جوڑا پہن لیتیں' پہلے ہی دن سب کی غیر ضروری توجہ کا مرکز بن جاؤ گی۔" رومیلہ نے اس کی ناسمجھی پر ماتم کرتے ہوئے کہا تو وہ کچھ پریشان نظروں سے ان دونوں کو دیکھنے لگی۔

یہ خیال تو اسے واقعی نہیں آیا تھا' حالانکہ نمل کی گاڑی میں بیٹھتے وقت نمل نے چھوٹتے ہی کہا تھا۔

"یار کوئی اور کپڑے نہیں تھے تمہارے پاس۔" مگر سنبل نے پروا نہیں کی جبکہ اب رومیلہ کے کہنے پر اسے بھی احساس ہوا تھا' اس غیر معمولی لباس میں وہ سب سے نمایاں ہو جائے گی۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں کپڑے چینج کر لیتی ہوں۔ نمل! گاڑی واپس گھما لو۔" سنبل نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں' اب کوئی ٹائم نہیں ہے واپس جا کر چینج کرنے کا' اسی لیے میں نے کہا تھا ہم تینوں ایک سے کپڑے پہن کر جائیں گے۔ اب تمہاری وجہ سے دور سے ہی لوگوں کو اندازہ ہو جائے گا کہ تین نیو ایڈمیشن چلی آرہی ہیں۔" نمل نے صاف انکار کر دیا۔

"ہاں اور وہ تین ایک سے کپڑوں میں تو ہم بالکل ماحول کا حصہ لگتیں نا۔" رومیلہ نے طنزیہ انداز میں سراہتے ہوئے کہا۔

"ماحول کا حصہ نہ سہی' لیکن ایک گروپ میں ضرور نظر آتیں' لوگ ہمیں بے وقوف بنانے سے پہلے دو' تین بار تو سوچتے۔" روانی سے کہتے ہوئے نمل کے منہ سے وہ بات نکل ہی گئی جو اس نے کب سے اپنے اندر دبا رکھی تھی۔

"کوئی بھلا ہمیں بے وقوف کیوں بنائے گا۔" سنبل نے چونکتے ہوئے پوچھا تو نمل بغیر جھجکے اپنے اندازے کے متعلق بتانے لگی۔

"کیونکہ آج ہمارا پہلا دن ہے اور پہلے دن نیو ایڈمیشن کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔"

اس کی بات سن کر سنبل تو کافی پریشان لگنے لگی' جبکہ رومیلہ تسلی دینے والے انداز میں بولی۔

"ہاں اس رواج کا علم تو مجھے بھی تھا' مگر میں نے تم لوگوں سے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ کہیں تم لوگ پریشان نہ ہو جاؤ۔ لیکن فکر کی کوئی بات نہیں ہے' میں نے پہلے سے احتیاطی تدابیر اختیار کر لی ہیں۔"

"وہ کیا؟" نمل نے اچنبھے سے پوچھا' اسے تو لگ رہا تھا اس کے علاوہ کسی نے اس بارے میں سوچا بھی نہیں ہو گا' جبکہ اس کی توقع کے برعکس رومیلہ تو باقاعدہ تیاری کے ساتھ آئی تھی۔

"عموماً" سینئر اسٹوڈنٹس سے کلاس کا پتا پوچھو تو وہ غلط سلط پتا بتا کر کہیں کا کہیں بھیج دیتے ہیں۔ اس حملے سے بچنے کے لیے میں نے بھابھی کے کزنز سے پہلے ہی ہماری کلاس کا پتا کروا لیا۔

دوسرا گھسا پٹا طریقہ یہ ہے کہ کوئی سینئر اسٹوڈنٹ خود پروفیسر بن کر ہماری کلاس میں آئے گا اور ہمیں غلط سلط

پڑھانے کی کوشش کرے گا۔

"اس کے تدارک کے لیے ہم پہلا پیریڈ ہی چھوڑ دیں گے' جو کچھ ہونا ہو گا پہلے پیریڈ میں ہو کر ختم ہو جائے گا۔" رومیلہ کہتی چلی گئی۔

نمل اور سنبل حیرانی سے اسے دیکھنے لگیں' سنبل تو کچھ پریشان بھی نظر آنے لگی تھی' اس کا ذہن تو ان باتوں کی طرف گیا ہی نہیں تھا' رومیلہ نے بھی جان بوجھ کر پہلے سے کوئی ذکر نہیں کیا کہ کہیں وہ دونوں گھبرا نہ جائیں۔

پھر تھوڑی ہی دیر میں رومیلہ کے بتائے ڈیپارٹمنٹ کے نزدیک اپنی گاڑی کھڑی کر کے جیسے ہی وہ گاڑی سے اتریں ایک گاڑی نے ان کے قریب آکر زوردار ہارن بجایا۔

ان تینوں نے چونک کر پلٹ کر دیکھا' وہ اس گاڑی کے راستے میں تو حائل نہیں تھے' بلکہ ایک طرح سے وہ گاڑی خود ہی ان پر چڑھی آ رہی تھی۔

وہ تینوں سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں کہ تبھی مسلسل ہارن بجاتا وہ شخص ایک دم دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر آ گیا۔

"مس اپنی گاڑی یہاں سے ہٹا لیجیے۔ یہ میری پارکنگ ہے۔" کہنے والے نے بڑے جارحانہ انداز میں کہا تھا' اسے برا لگ رہا تھا کہ اس کی جگہ پر کسی اور نے گاڑی کیسے کھڑی کر دی' ابھی وہ اس عجیب و غریب مطالبہ پر حیران بھی نہیں ہوئی تھیں کہ اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ دنگ رہ گئیں۔

دوسری طرف مقابل کے تاثرات بھی کچھ ایسے ہی تھے' اسے اپنی پارکنگ پر کسی اور کی گاڑی اس قدر ناگوار گزری تھی کہ اس نے ان لڑکیوں کے چہروں پر دھیان ہی نہیں دیا' مگر انہیں چونکتا دیکھ کر خرم بھی کچھ لمحوں کے لیے اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

نمل کا حسب توقع اسے سامنے دیکھتے ہی خون کھول اٹھا تھا۔ اس کے پرس سے اٹھارہ ہزار روپے چرانے کے باوجود وہ کس قدر ڈھٹائی سے ان کی مدد کرنے کا ڈرامہ کر کے چلا گیا تھا۔

ایک پل کے لیے اسے دیکھ کر سنبل اور رومیلہ کی بھی ایسی حالت ہوئی تھی۔ مگر صرف ایک پل کے لیے وہ دونوں نمل کی فطرت سے بخوبی واقف تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنا ٹمپر لوز کرتی' رومیلہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے آگے بڑھنے لگی' مگر وہ دونوں ابھی نمل کو دو قدم بھی نہیں گھسیٹ سکی تھیں کہ خرم بول پڑا۔

"آپ تینوں یقیناً یہاں نئی آئی ہیں' اسی لیے غلطی سے آپ نے گاڑی یہاں کھڑی کر دی ہے' ورنہ اس جگہ پر کوئی اپنی کار پارک نہیں کرتا۔" بڑے آرام سے کہا۔

نمل جو بے دھیانی میں رومیلہ کے ساتھ آگے بڑھنے لگی تھی' اپنا ہاتھ چھڑاتی تیزی سے بولی۔

"گراتنی ہی پہنچی ہوئی چیز ہو تو ریزروڈ پارکنگ کا بورڈ بھی لگا دیا ہوتا۔" نمل کے چہرے پر برہمی کے تاثرات دیکھ کر خرم کو بڑا مزا آیا تھا۔

ہارون نے اسے بتا دیا تھا کہ وکی نے اس یلو ڈریس والی لڑکی کے پیچھے جا کر اسے بتا دیا تھا کہ خرم نے اس کے پیسے چرائے تھے۔ خرم کو یہ سن کر ایسا کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا' خود اسے دوسروں کے پول کھولنے میں بڑا مزا آتا تھا' اگر وکی نے بھی ایسا کر دیا تو کیا حرج تھا۔

وہ لڑکی وکی کے بتانے سے پہلے ہی اتنے یقین سے اس پر الزام تراشی کر چکی تھی کہ اگر اس کا یقین تھوڑا سا اور مستحکم بھی ہو گیا تو خرم کو کیا فرق پڑتا تھا۔

اب بھی اس کا تپا ہوا چہرہ دیکھ کر خرم کی حس شرارت مزید پھڑک اٹھی تھی۔

"ریزروڈ پارکنگ کا بورڈ لگا ہوا تھا' مگر یونیورسٹی میں۔ آئے دن جھگڑے ہوتے ہیں' کسی اسٹوڈنٹ نے وہ بورڈ اکھاڑ کر توڑ دیا' ورنہ تو یہ تمام پروفیسرز کی ریزروڈ پارکنگ ہے۔" خرم کی بات پر سنبل تو اچھی خاصی چونک گئی تھی' جبکہ رومیلہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی' البتہ نمل بری طرح چڑ گئی تھی۔

"اب یہ مت کہہ دینا کہ تمہارے جیسا جاہل انسان اس یونیورسٹی میں پروفیسر یا لیکچرار ہے۔" نمل کے طنزیہ انداز پر سنبل نے اس کا ہاتھ دبا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

رومیلہ کو بھی نمل کے انداز گفتگو سے اختلاف تھا' وہ شکل اور حرکتوں سے کوئی پروفیسر یا لیکچرار تو نہیں لگ رہا تھا' لیکن اگر وہ تدریسی شعبے سے منسلک نہیں بھی تھا' تب بھی تھا تو اسی یونیورسٹی کا حصہ۔ اگر انہیں یہاں پڑھنا تھا تو یہاں کے کسی بھی شخص سے الجھنا ان کے حق میں نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ مگر ساتھ ہی اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ نمل کو کچھ بھی سمجھانا بھینس کے آگے بین بجانے کے برابر تھا۔

دوسری طرف خرم کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا' بلکہ بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"میں نے آپ کے سامنے کون سی جہالت کا ثبوت دیا ہے' جو آپ۔۔۔ اچھا ہاں میرے کچھ اسٹوڈنٹس میرے ساتھ پیلس ہوٹل میں تھے اور انہوں نے بعد میں جا کر آپ کو میرے خلاف کچھ ورغلایا بھی تھا۔ لیکن لڑکوں کی تو عادت ہوتی ہے بے پر کی اڑانے کی' آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں اور اپنی گاڑی یہاں سے ہٹا لیں' یہ اسٹاف کی ریزروڈ پارکنگ ہے' یہاں گاڑی کھڑی کرنے پر جرمانہ لگ جائے گا۔"

خرم اتنی بردباری سے بول رہا تھا کہ سنبل الجھ گئی تھی۔

رومیلہ جو خود راستے میں کہہ رہی تھی کہ پہلے دن اسٹوڈنٹس خود پروفیسر بن کر بے وقوف بنانے آ جاتے ہیں۔ اب خود ہی شش و پنج کا شکار ہو گئی تھی۔

ایک بس نمل تھی جو جوں کی توں کھڑی تھی کیونکہ خرم کے ۔۔۔ات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا' وہ اس شخص کا یقین کسی طور نہیں کر سکتی تھی۔

"آپ گاڑی ہٹا رہی ہیں یا میں آفس میں جا کر انفارم کروں' بھلے ہی یہاں بورڈ نہیں لگا' لیکن میرے جانے کے بعد آپ کی گاڑی کے یہاں کھڑے رہنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔" خرم نے انہیں خاموش دیکھ کر کہا۔

"نمل مان جاؤ نا' کیا ضرورت ہے بات بڑھانے کی۔" سنبل دبی دبی آواز میں بولی۔

"یہ ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے۔" نمل نے دانت پیستے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے اگر بے وقوف بھی بنا رہا ہے' یہاں کون دیکھ رہا ہے' جس سے شرمندگی ہو۔" رومیلہ نے بات ختم کرنے والے انداز میں قدرے زچ ہو کر کہا۔

"یہ تو دیکھ رہا ہے نا جو پہلے بھی ہمیں لڑکیاں ہونے کی وجہ سے بے وقوف بنا چکا ہے۔" نمل کے لیے جھکنا کسی طور ممکن نہیں تھا۔

"آپ یہ فیصلہ بعد میں کر لیجیے گا' میرے پاس یہاں کھڑے رہنے کا ٹائم نہیں ہے' مجھے کلاس اٹینڈ کرنی ہے۔" خرم نے گھڑی دیکھتے ہوئے نہایت نپے تلے انداز میں کہا' مگر نمل دھیان دیے بغیر آگے بڑھ گئی۔

رومیلہ اور سنبل نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا' آخر سنبل بولی۔

"نمل ذرا گاڑی کی چابی دینا' میرا پین اندر گر گیا ہے۔" نمل نے پلٹ کر تیز نظروں سے سنبل کو دیکھا' وہ اس کا ارادہ بھانپ چکی تھی۔

ان کی یہ بزدلی اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی' ابھی اس نے انہیں لتاڑنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اپنی ماں کی بات اچانک اس کی سماعتوں میں ایسے گونج اٹھی جیسے وہ یہیں کہیں کھڑی کہہ رہی ہوں۔

"ہر معاملے میں بولنے کی بجائے کچھ معاملوں میں خاموش رہنے میں ہی بہتری ہے۔"

انہوں نے اسے کتنا سمجھا بجھا کر بھیجا تھا کہ باہر ایک سے ذرا ذرا سی بات پر لڑ کر وہ اپنے لیے دشمن بنا لے گی اور یہ کہ اس کے پیسے چوری کرنے والا اگر کہیں مل جائے تو ایسی بن جائے جیسے اسے پہچانا ہی نہ ہو۔

امی کی بات یاد آنے پر وہ دل ہی دل میں تلملا کر رہ گئی اور پاؤں پٹختی آگے بڑھ گئی۔ بڑے غصے سے اس نے گاڑی میں چابی لگا کر لاک کھولا تھا۔ گاڑی ریورس کر کے برابر والی جگہ پر کھڑی کرتے سمے اسے خرم سے زیادہ سنبل اور رومیلہ پر غصہ آرہا تھا' جنہوں نے بحث میں اتنا وقت برباد کر دیا اور اب بھی اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار نہیں تھیں' اگر وہ اسی وقت نمل کے ساتھ چل پڑی ہوتیں تو اسے امی کی کہی بات اس وقت یاد نہ آتی' جبکہ ایک بار ان کی بات یاد آجانے کے بعد اس کا اپنی ضد پر اڑے رہنا ممکن نہیں تھا۔

گاڑی سے اتر کر اس نے دانستہ خرم کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا' کیونکہ اس کی جانب دیکھے بغیر بھی اسے علم تھا کہ وہ اس وقت کتنی خوشی محسوس کر رہا ہوگا۔

مگر اس کے نہ دیکھنے سے کیا فرق پڑنے والا تھا' اس کے پاس سے گزر جانے پر خرم خود ہی اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"تھینکس نمل۔ بائی داوے کلاس میں مجھے اسٹوڈنٹس کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر بے ہوش مت ہو جانا۔" اس کا اس قدر بے تکلفی سے نمل کو مخاطب کرنا ہی نمل کو سلگا گیا تھا' اس پر اس کا ڈھٹائی سے اپنے پروفیسر نہ ہونے کا انکشاف کرنا (جس کا اسے پہلے ہی اندازہ تھا) سر سے پیر تک بھسم کر گیا تھا۔ تبھی وہ پلٹ کر تڑخ کر بولی۔

"مجھے پتا ہے تمہاری جیسی شکل کے لوگ پروفیسر ہو بھی نہیں سکتے' جنہیں۔۔۔" اس کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ خرم نے شانِ بے نیازی سے گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔

نمل بری طرح پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ وہ اپنی گاڑی پارک کرنے لگا' جبکہ وہ وہیں کھڑی اس کے اترنے کا انتظار

کرتی رہی۔

سنبل اور رومیلہ اس انکشاف کو سننے کے بعد اپنی متوقع درگت کے بارے میں سوچ کر چپ چاپ وہاں سے کھسکنے کی کوشش کرنے لگیں' لیکن نمل کو بدستور وہیں جما دیکھ کر وہ اسے اکیلا چھوڑ کر بھی نہیں جانا چاہ رہی تھیں' اسی کشمکش میں وہ گاڑی سے اتر کر ان دونوں کے نزدیک چلا آیا۔

"آپ کی دوست تو ہر وقت غصے میں رہتی ہیں' جبکہ آپ دونوں اچھے بچوں کی طرح ہمیشہ میری بات مان لیتی ہیں' اس لیے آپ کے لیے ایک بہت بڑا سیکرٹ اوپن کر رہا ہوں۔

آپ تینوں نیو ایڈمیشن ہیں' آپ کو اپنی کلاس تو پتا نہیں ہوگی' جہاں آپ کو پڑھنا ہے۔۔۔"

"ہمیں ہماری کلاس پتا ہے۔" رومیلہ تیزی سے بولی' کیونکہ نمل ابھی بھی غصے سے ان دونوں کو گھور رہی تھی۔

"وہی تو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اس کلاس میں مت جایئے گا' وہاں نئے آنے والے اسٹوڈنٹس کو ڈرانے کے لیے کچھ لڑکوں نے پنکھے کے ساتھ ایک بالٹی باندھ دی ہے' جو وہ کلاس میں کسی بھی اسٹوڈنٹس پر الٹ دیں گے' جہاں تک میری انفارمیشن ہے اس بالٹی میں چھپکلیاں بھری ہوئی ہیں۔" سنبل کا چہرہ فق ہو گیا' خود رومیلہ کو کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والی حالت تھی' ایک بس نمل تھی جو ہاتھ سینے پر باندھے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

خرم اپنی بات کہہ کر گاڑی کی چابی انگلی میں گھماتا آگے بڑھ گیا' جبکہ سنبل اور رومیلہ پریشان نظروں سے ایک دوسروں کو دیکھنے لگیں۔

"اب بھی اس کی بات پر یقین ہے تمہیں۔" نمل نے قریب آکر ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

"نمل وہ۔۔۔" رومیلہ نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ نمل چیخ کر بولی۔

"تم تو بڑی تیاری سے یونیورسٹی آئی تھیں کہ تمہیں کوئی بے وقوف نہ بنا سکے' حالانکہ سینئر اسٹوڈنٹ کا پروفیسر بن جانا سب سے گھسا پٹا جوک ہے' پھر بھی تم اس کے ہاتھوں بے وقوف بن گئیں اور اب بھی کچھ سبق سیکھنے کی بجائے تم ساری کی ساری کلاسز چھوڑ دینے کے متعلق سوچ رہی ہو۔"

"لیکن نمل اگر اس کی بات سچ ہوئی تو؟" رومیلہ منمنا کر بولی۔

"میرے خیال سے گھر چلتے ہیں۔" سنبل نے فوراً کہا' وہ رومیلہ کے کہے "تو" سے آگے کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا' چل کر کلاس میں دیکھتے ہیں' پنکھے کے ساتھ اگر کوئی بالٹی لٹکی ہوگی تو نہیں جائیں گے کلاس میں۔" نمل نے بات تو بڑے غصے سے شروع کی' مگر سنبل کے ہوائیاں اڑتے چہرے کو دیکھ کر اسے اپنی تجویز میں ترمیم کرنی پڑی۔

واقعی اس کی کہی بات میں وزن تھا' سنبل اور رومیلہ اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئیں۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼

۴

چوتھی قسط

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

ندبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ ندبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ـــــ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ ندبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

ندبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کرتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

رومیلہ کے بتائے راستے پر چلتے ہوئے سنبل ‘نمل جس کلاس کے دروازے پر پہنچیں وہاں اسٹوڈنٹس کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ کمرہ کافی بڑا تھا مگر اتنے بڑے کمرے کی طوالت کا لحاظ کیے بغیر صرف دو پنکھے لگے ہوئے تھے اور ان پنکھوں سے کوئی بالٹی نہیں لٹک رہی تھی۔

ان تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور دیکھتی چلی گئیں۔ آخر نمل ہی بولی۔

"اب سوچ کیا رہی ہو‘ چلو اندر۔"

اس نے صرف کہا ہی نہیں بلکہ اندر کی جانب قدم بھی بڑھائے جبکہ وہ دونوں ایسے ہی دروازے کے پاس کھڑی رہیں جیسے کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی ہوں۔

نمل نے بیٹھنے کے لیے ڈیسک کا جائزہ لیتے ہوئے دو تین بار مڑ کر انہیں دیکھا۔ آخر رومیلہ نے ہی پہلے ہمت کی اور دروازے سے اندر داخل ہو گئی تب چار و ناچار سنبل کو بھی آنا پڑا۔

مگر جس طرح وہ چاروں طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے سمٹ سمٹ کر آگے بڑھ رہی تھیں‘ اس پر نمل خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

لیکن جب وہ نمل کی منتخب کردہ ڈیسک پر اس کے برابر میں آکر بیٹھی تب ڈیسک کے نیچے حفظ ماتقدم کے طور پر اسے جھانکتا دیکھ کر نمل سے ضبط نہ ہوا۔ وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"اس نے ڈیسک کے نیچے کسی چھپکلی کی موجودگی کی اطلاع نہیں دی ہے۔"

"نہیں... میں تو دیکھ رہی تھی فرش کیسا ہے۔" سنبل نے منمنا کر کہا۔

"صاف بات ہے مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔" رومیلہ نے چاروں اور دیکھتے ہوئے صاف گوئی سے کہا۔

وہ تینوں ایک ہی ڈیسک پر بیٹھی تھیں‘ نمل کے ایک جانب سنبل تھی اور دوسری جانب رومیلہ۔

نمل رومیلہ کی بات پر گردن گھما کر اسے دیکھنے لگی بلکہ گھورنے لگی جس کی رومیلہ نے بالکل پروا نہیں کی اور بدستور کلاس کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

"مجھے تو چاروں طرف چھپکلیاں ہی چھپکلیاں نظر آرہی ہیں۔"

انہیں گھور گھور کر نمل کی آنکھیں دکھ گئی تھیں‘ چنانچہ اس نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے اپنی نظریں سامنے دیوار پر مرکوز کر دیں‘ جہاں بلیک بورڈ لگا ہوا تھا۔

کچھ ہی دیر میں کلاس معمول کے مطابق شروع ہو گئی۔ پروفیسر کلاس میں آئے‘ اپنا تعارف کرایا‘ اسٹوڈنٹس کا تعارف حاصل کیا‘ تھوڑی بہت سبجیکٹ کے متعلق بات کی اور پیریڈ اوور ہو گیا تو چلے گئے۔

ان کی گفتگو کے دوران نمل کا دھیان اچھا خاصا بٹ گیا تھا مگر رومیلہ اور سنبل ایسے ہی الرٹ بیٹھی رہیں۔ ایک مکھی سنبل کے ہاتھ پر آکر بیٹھی تو سنبل بری طرح اچھل گئی۔ اس کے اچھلنے پر رومیلہ چونک اٹھی۔

نمل کو پہلے تو اس کا چونکنا دیکھ کر غصہ آیا مگر اسے خجل ہوتا دیکھ کر وہ مسکرانے پر مجبور ہو گئی‘ خود رومیلہ بھی اپنے ہڑبڑانے پر شرمندہ ہو گئی تھی۔

دوسرے پیریڈ میں جا کر وہ دونوں بھی قدرے پرسکون ہو گئیں بلکہ پیریڈ کے دوران ہی انہوں نے آہستہ آواز میں طے کر لیا کہ اس پیریڈ کے ختم ہونے پر کینٹین میں جا کر کچھ کھائیں گی‘ انہیں امید تھی اگلا پیریڈ ضرور فری ہو گا مگر بیل ہوتے ہی ایک نئے لیکچرار کو کلاس میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ تینوں ہی بدمزا ہو گئیں۔

بلکہ وہی کیا دوسرے طلبہ و طالبات بھی کلاس ختم ہونے پر ایسے اٹھنے لگے تھے جیسے اب مزید پڑھائی کا کسی کا موڈ نہ ہو۔ نئے لیکچرار کلاس میں داخل ہوتے ہی سب کو کھڑا دیکھ کر اپنی جگہ ٹھٹک گئے۔

"لگتا ہے میں غلط وقت پر آگیا ہوں‘ آپ سب شاید اب مزید کوئی لیکچر سننے کے موڈ میں نہیں ہیں۔" نووارد نے دوستانہ انداز میں سب پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"سر! ہم سمجھے شاید اب فری پیریڈ ہو گا۔" ایک لڑکے نے وضاحت دیتے ہوئے کہا۔

"اس پیریڈ کے بعد آپ کے دو لگاتار فری پیریڈ ہیں‘ چنانچہ کچھ دیر مجھے برداشت کر لیں۔" ان کے مسکراتے ہوئے کہنے پر تمام طالب علم اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔

"مجھے معلوم ہے اس وقت آپ سب دل ہی دل میں مجھے گالیاں دے رہے ہوں گے کیونکہ ایک بار جب کینٹین جانے کا موڈ بن جائے تو ہر پروفیسر اور ہر لیکچرار برداشت سے باہر ہو جاتا ہے‘ کانوں میں لیکچر کی جگہ آنتوں کے قل پڑھنے کی آوازیں گونج رہی ہوتی ہیں۔" ان کی بات پر تقریباً سب ہی طالب علموں کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

سارے اسٹوڈنٹس جو اتنی دیر سے فارمل انداز میں لیے دیے بیٹھے تھے‘ قدرے مطمئن ہو کر باقاعدہ ان کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئے۔

ان لیکچرار کے پڑھانے کا انداز گزشتہ دونوں پروفیسرز سے بہت مختلف تھا۔ پڑھایا ان دونوں نے بھی کچھ خاص نہیں تھا مگر انہوں نے صرف کتاب کا تعارف ہی اتنے دلچسپ انداز میں دیا تھا کہ کچھ موقعوں پر تو کلاس محفل زعفران بن گئی۔

وہ تینوں بھی سب کچھ بھول بھال کر بڑے انہماک سے ان کی مثالیں اور فارمولے سن رہی تھیں‘ جب اچانک انہوں نے ایک بڑا سا ڈبا کلاس میں منگوا لیا۔

ایک لڑکا ان کے فون کرنے پر دروازے سے ہی ایک ڈبا انہیں تھما گیا۔

"سر! اس میں کیا ہے؟" ایک لڑکے نے بڑے تجسس سے سب کے دلوں میں موجود سوال کو زبان دی تو وہ بڑے پراسرار سے انداز میں مسکرا دیے۔

"یہ ایک سرپرائز ہے لیکن یہ میں ابھی نہیں کھولوں گا بلکہ پیریڈ اوور ہونے پر آپ لوگوں کو دوں گا۔"

"سر! اتنا انتظار۔" کسی نے پیچھے سے بڑے بے تابانہ انداز میں کہا تو دوسرے طالب علم بھی شور مچانے لگے مگر انہوں نے دھیان دیے بغیر اپنا لیکچر جاری رکھا تو اسٹوڈنٹس کو بھی خاموش ہونا پڑا مگر تب ہی سر کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ انہوں نے موبائل جیب سے نکالا‘ اسکرین پر جانے کس کا نمبر تھا کہ جسے دیکھتے ہی ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ بےزاری سے کہتے کلاس سے باہر نکل گئے اور کلاس کا دروازہ بھی بند کر دیا۔

"لگتا ہے سر کی بیوی کی کال ہے۔" کسی نے ہانک لگائی تو سب ہی ہنس دیے۔

"حالانکہ ڈیورنگ دا لیکچر موبائل الاؤ نہیں ہوتا۔" کوئی اور بھی بولا۔

"چلو اچھا ہی ہے کم از کم ان سر کی موجودگی میں ہم بھی اپنے موبائل آن رکھ سکتے ہیں۔" کسی نے خوشی خوشی کہا۔

ان سر کا لیکچر اور انداز ایسا تھا کہ کلاس میں پہلے ہی دن بڑا بے تکلفانہ ماحول بن گیا تھا۔ سب ایسے دوستانہ انداز میں بات کر رہے تھے جیسے ایک دوسرے کو برسوں سے جانتے ہوں۔

تب ہی اس ساری گفتگو کے بیچ میں کوئی چونکتے ہوئے بولا۔

"ارے کیوں نہ سر کے آنے سے پہلے اس باکس کو کھول کر دیکھیں۔" اس آواز کے ابھرتے ہی سب ہی اس شخص کی حمایت کرنے لگے۔

وہ تینوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں' انہیں یہ حرکت کچھ مناسب نہیں لگ رہی تھی مگر انہیں یہ بھی علم تھا کہ ان کے کہنے کا ان لڑکوں پر کچھ خاص اثر نہیں ہو گا' تب ہی خاموش ہی بیٹھی رہیں۔ البتہ ان کی نظریں اس بڑے سے ڈبے پر جم گئیں جو اسٹیل کا تھا اور بڑی سختی سے بند کیا گیا تھا۔

تب ہی اسے کھولنے کے لیے دو لڑکوں کو مل کر جان لگانی پڑی تھی تب ڈھکنا کھلا اور کھلتے ہی کوئی چیز اچھل کر باہر آئی تھی کہ دونوں لڑکے بدک کر پیچھے ہٹ گئے تھے' ڈھکنا ان کے ہاتھ سے چھٹ کر زمین پر جا گرا تھا اور کلاس میں بیک وقت تمام لڑکیوں (اور کچھ لڑکوں) کی بھی چیخیں نکل گئیں۔

اس ڈبے سے برآمد ہونے والی چیز کوئی چیز نہیں بلکہ چوہے تھے۔ تین چار چوہے اچھل کر باہر آئے تھے جبکہ پورا ڈبا چوہوں سے اتنی بری طرح بھرا ہوا تھا کہ وہ اندر ہی اندر ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے۔ ڈبا بھی جانے کب سے بند تھا' لہٰذا جیسے ہی ڈھکنا کھلا' ڈبے میں اتنی کھلبلی مچی کہ ڈبا ہلتے ہوئے میز پر لڑھک گیا۔

پھر تو پوری کلاس میں چوہوں کی ایک پوری فوج دوڑنے لگی۔

ایک عجیب سا سماں پیدا ہو گیا تھا۔ دو چار لوگوں نے کلاس کا دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش کی تو پتا چلا کلاس باہر سے بند کر دی گئی ہے' پھر کیا تھا کوئی ٹیبل پر چڑھ گیا تھا تو کوئی ڈیسک پر' مگر جس طرح لوگ اتنے چوہوں کو دیکھ کر گھبرا گئے تھے' اسی طرح چوہے بھی اتنے لوگوں کو دیکھ کر ادھر سے ادھر بولائے بولائے پھر رہے تھے اور جتنا وہ پھر رہے تھے' اتنا ہی لوگ بولا رہے تھے۔

سنبل' نمل سے لپٹی اتنی بری طرح چیخ رہی تھی کہ نمل کو لگ رہا تھا اس کے کان کے پردے پھٹ جائیں گے' اس نے صرف پاؤں ڈیسک کے اوپر کر لیے تھے' پھر بھی اسے لگ رہا تھا سارے چوہے اسی پر چڑھ گئے ہوں۔

رومیلہ تو باقاعدہ ڈیسک کے اوپر چڑھ گئی تھی اور ادھر سے ادھر دوڑتے لوگوں اور چوہوں کو ہراساں انداز میں دیکھ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا وہ ابھی بے ہوش ہو کر گر جائے گی مگر ایسی نوبت آنے سے پہلے ہی کلاس کا دروازہ کھل گیا۔

اتنی چیخوں کی آواز پر سب ہی لوگ دوڑے چلے آئے تھے۔

دروازہ کھلنے پر چیخوں کی آواز میں مزید اضافہ ہو گیا۔ انسانوں کے ساتھ ساتھ چوہوں کو بھی راہ فرار مل گئی تھی۔ باہر کھڑے ہجوم کے پاس اور پاؤں کے اوپر چڑھتے وہ سرپٹ دوڑے تھے۔

کوئی پندرہ منٹ بعد میدان صاف ہوا تھا اور اس ہنگامے کا زور ٹوٹا تھا۔

لڑکیاں باقاعدہ بیٹھی رو رہی تھیں تو لڑکے اس بے ہودہ مذاق پر پروفیسرز کے سامنے بری طرح بگڑ رہے تھے۔

ایسی طوفان بدتمیزی پر پروفیسرز کا اپنا جلال نکتہ عروج پر پہنچا ہوا تھا۔

"سینیئرز ہمیشہ نیو ایڈمیشن کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ خود ہمارے زمانے میں بھی یہ ہوا کرتا تھا مگر تب سب کچھ تمیز کے دائرے میں رہ کر ہوتا تھا مگر آج کل تمیز نامی چڑیا کو تو کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔" میڈم زاہدہ کا خون کھول رہا تھا۔

لڑکوں نے تو جوتے پہن رکھے تھے' اس لیے ان کے پاؤں بچ گئے تھے جبکہ لڑکیوں کے سینڈلز اور چپل کی وجہ سے چوہوں کے پنجوں کا نشان واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔

"میڈم! کوئی سینیئر اسٹوڈنٹ لیکچرار بن کر آیا تھا اور وہی یہ ڈبا کلاس میں رکھ کر گیا تھا اور کلاس باہر سے لاک کر دی تھی۔"

"ساری یونیورسٹی کو لائن سے کھڑا کر دیں تاکہ یہ شناخت کر کے بتا سکیں۔" میڈم زاہدہ واقعی اتنے غصے میں تھیں کہ ان کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا۔

"مخبر تو ممکن نہیں اور اس کا فائدہ بھی نہیں۔" ایک دوسرے پروفیسر نے رسانیت سے کہا۔

"یہ بالکل' وہ اپنا حلیہ اتنا بدل کر آیا ہو گا کہ یہ اسے پہچان بھی نہیں سکتے بلکہ وہ اس ڈپارٹمنٹ کا ہو گا ہی نہیں۔ ساری پلاننگ چاہے اس ڈپارٹمنٹ کے اسٹوڈنٹس کی ہو لیکن آگے انہوں نے کسی دوسرے ڈپارٹمنٹ کے لڑکے کو ہی کھڑا کیا ہو گا۔"

"اس موضوع پر بحث صرف وقت کا زیاں ہے' میرے خیال سے سب اپنی اپنی کلاسز میں واپس جائیں۔ میں نے ماسیوں سے اچھی طرح صفائی کرا دی ہے۔" ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ نے بات ختم کرتے ہوئے کہا تو لڑکا بری طرح تلملا گیا۔

"تو سر اس کا مطلب ہے آپ ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیں گے۔"

"تو پتا بھی تو چلے یہ سب کیا کس نے ہے۔ میں کیا ہوا میں ایکشن لوں۔" ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ بھی اس لڑکے کے انداز پر تپ گئے تھے۔

"لیکن سر آپ کچھ پتا کرنے کی کوشش تو کریں۔" ایک اور اسٹوڈنٹ نے بھی زبان کھولی۔

"ہم اپنے طور پر پتا کریں گے' ہاں اگر آپ کو کوئی ہنٹ ملتا ہے تو آپ بتا دیجیے گا مگر فی الحال سب اپنی اپنی کلاسز میں جائیں۔" انہوں نے دوٹوک حتمی انداز میں کہا۔

"سر اس سب کے پیچھے خرم نامی اسٹوڈنٹ کا ہاتھ ہے۔" نمل نے اچانک بول کر وہاں موجود حاضرین کو کیا' سنبل اور رومیلہ تک کو چونکا دیا۔ وہ منہ کھولے اسے دیکھے گئیں' جو اتنی نظروں کی زد میں ہو کر بھی مطمئن کھڑی تھی۔

☆ ☆ ☆

"مطمئن تو اب میں کبھی نہیں ہو سکتی میرا چین تو اسی دن ختم ہو گیا تھا جب پہلی بار ندیہ نے مجھے گھر میں نظر آنے والے کسی سائے کا ذکر کیا تھا۔

تب سے آج تک کتنے علاج کر چکی ہوں مگر میں جن چیزوں اور باتوں پر بھی یقین نہیں کرتی تھی' ندیہ کی بہتری کے لیے وہ بھی کروا لیں۔

اس کی دادی نے ایسے ایسے پیر فقیر کو گھر بلا کر اس کا علاج کرایا ہے کہ جن کی شکل تک میں دیکھنے کی روادار نہیں تھی۔

مگر ندیہ کے لیے میں نے چپ چاپ سب کچھ برداشت کر لیا مگر کیا فائدہ ہوا' وہ ٹھیک ہونے کی بجائے دن بہ دن اور۔۔۔"

"مسز بلال اختر! اگر آپ اس طرح ہمت ہار جائیں گی تو ندیہ کو کون سنبھالے گا۔ میں آپ سے کہہ رہی ہوں نا آپ ریلیکس ہو جائیں' بالکل ریلیکس۔

ندیہ کو کچھ نہیں ہوا ہے' وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ اگر اس نے دوائیں بند کر دی ہیں تو اسے فورس فلی دوائیں مت کھلائیں۔" شہر کی سب سے بڑی سائیکاٹرسٹ ڈاکٹر شکیلہ نے اپنے مخصوص نرم اور ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

عائشہ اختر جب سے ان کے پاس آئی تھیں' روہانسے لہجے میں اسی طرح مایوسی بھری باتیں کر رہی تھیں۔

"تو کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی رہوں اور دیکھوں کہ اس کا پاگل پن کس اسٹیج پر پہنچ کر رکتا ہے۔" عائشہ اختر اتنی حساس ہو رہی تھیں کہ ڈاکٹر شکیلہ کے مشورے پر حیرت اور غصے سے گویا ہوئیں تو ڈاکٹر شکیلہ ہلکے سے ہنس دیں۔

ایک طویل عرصے سے وہ ندیہ کا علاج کر رہی تھیں۔ وہ ندیہ تو کیا عائشہ اختر کی نفسیات کو بھی بہت اچھی طرح

سمجھتی تھیں 'تب ہی پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولیں۔

"اللہ نہ کرے جو ندسیہ کی حالت ایسی ہو' وہ پاگل نہیں ہے۔ پہلے تو آپ اپنے دل سے یہ بات نکالیں 'جس ذہنی طور پر بیمار ہے۔"

"ذہنی طور پر بیمار لوگ کیا دوسروں پر حملہ کر دیتے ہیں۔" عائشہ اختر نے گلاس ایک طرف رکھ دیا۔

ڈاکٹر شکیلہ بھی کچھ خاموش سی ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ کچھ سوچتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"یہ واقعی تشویش کی بات ہے' آج اگر اس نے اپنی دوست پر حملہ کیا ہے تو کل کو وہ گھر والوں کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے اور ہو سکتا ہے خود کو بھی۔" ڈاکٹر شکیلہ خود کلامی کے انداز میں بولیں تو عائشہ اختر پریشانی سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"ڈاکٹر پلیز کچھ کریں' میں اسے آپ کے پاس لانا چاہتی تھی مگر وہ میری سنتی ہی نہیں۔ آپ۔۔۔ آپ میرے ساتھ چلیں اور اسے سمجھائیں دوائیں اس کے لیے کتنی ضروری ہیں۔"

"دوائیں اس کے لیے ضروری ہیں مگر اسے سمجھا کر کھلانے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کو اس طرح کی دوا دوں گی کہ آپ آرام سے اسے کھانے یا چائے میں ملا کر اسے دے سکیں گی۔ اسے بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ ہم اسے دوا دے رہے ہیں۔" ڈاکٹر شکیلہ اب بھی کسی سوچ میں غرق تھیں۔

"میں اس لڑکی سے ملنا چاہوں گی جس پر ندسیہ نے حملہ کیا ہے۔" وہ تھوڑی دیر بعد بولیں تو عائشہ اختر چونک اٹھیں۔

"وہ لڑکی تو اتنی خوفزدہ ہو گئی ہے کہ میرے خیال سے اس سے ملنا ٹھیک نہیں۔ پتا نہیں وہ کالج بھی آئے گی یا نہیں۔" عائشہ اختر کے کہنے پر ڈاکٹر شکیلہ صرف انہیں دیکھ کر رہ گئیں' خود انہیں بھی اس لڑکی سے ملنا مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

"میں تو دونوں طرف سے پھنسی ہوئی ہوں۔ ندسیہ کی حالت دیکھی نہیں جاتی' اوپر سے بلال بھی ندسیہ کے سامنے ہی اسے ایسی ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جانے کیا گزرتی ہو گی اس کے دل پر۔"

"اللہ نے ایک ہی اولاد دی اور وہ بھی۔۔۔" عائشہ اختر نے سرد آہ کھینچتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مسز عائشہ اس طرح کی باتیں کرنے کا بھلا کیا فائدہ ہے اور اپنے ہزبنڈ کو کسی دن میرے پاس لے کر آئیے گا' میں انہیں سمجھاؤں گی۔

ندسیہ کے سامنے انہیں بہت سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے' وہ بچپن سے شعور و لاشعور کے بیچ میں جی رہی ہے۔ وہ وہی دیکھتی ہے جو وہ دیکھنا چاہتی ہے۔

ایک عام انسان خواب میں یا فلم میں کوئی منظر دیکھتا ہے تو جاگنے یا فلم ختم ہونے کے بعد اس منظر سے باہر آ جاتا ہے لیکن ندسیہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔

وہ خواب میں بھی کوئی منظر دیکھتی ہے تو جاگنے کے بعد بھی وہ منظر' وہ سین اس کی آنکھوں کے سامنے ایسے موجود رہتا ہے جیسے وہ اب بھی اس کے سامنے ہو۔

اور جس سایہ کا وہ ذکر کرتی ہے' وہ تو اب اس کے اعصاب پر اتنا سوار ہو گیا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اسے وہی وہ نظر آتا ہے۔

لیکن اب اس کی بیماری تبدیل ہو کر Disassociative identity disorder کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے۔

اب وہ صرف اس سائے کو دیکھتی نہیں ہے بلکہ وہ خود اس سائے میں تبدیل ہو رہی ہے۔ اس کی ذات' اس کی

شخصیت کہیں لاشعور میں چھپ جاتی ہے اور وہ خود شائستہ بن جاتی ہے۔

انسان کے دماغ کے تین حصے ہوتے ہیں۔

(1) Conscious

(2) Subconscious

(3) Unconscious

ایک نارمل انسان تصور میں اور حقیقت میں فرق کر سکتا ہے مگر ندسیہ کی یہ حس بہت کمزور ہے۔ جس سائے کی وہ بات کرتی ہے جانے وہ سایہ اس نے کہاں دیکھا تھا کہ اس کے ذہن میں وہ تصویر فکس ہو گئی۔ اب وہ تصویر بھلے ہی اس کے سامنے نہ ہو مگر وہ عکس اس کے Sub Conscious میں موجود ہے۔ اگر وہ سامنے کھڑکی کی طرف دیکھے گی تو اس کھڑکی کے ساتھ ساتھ تحت الشعور میں چھپا وہ عکس بھی اسے اس کھڑکی کے ساتھ کھڑا نظر آئے گا۔

لیکن اب وہ illusion اس کی ذات پر حاوی ہو رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے شائستہ کی روح کو رخسار کی بات اچھی نہیں لگی' اس لیے اس روح نے رخسار کو زخمی کر دیا۔

جبکہ سچ یہ ہے کہ ندسیہ کو اس کی بات ناگوار گزری اور وہ خود رخسار پر حملہ آور ہو گئی۔" ڈاکٹر شکیلہ کہتی چلی گئیں۔ عائشہ اختر دم بخود انہیں سنتی رہیں۔ وہ جب پہلی بار ڈاکٹر شکیلہ سے ملی تھیں' انہوں نے ندسیہ کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ وہ شائستہ نامی ایک illusion کے ساتھ رہتی ہے۔

مگر اب جس طرح وہ ندسیہ کی حالت کا ذکر کر رہی تھیں' اسے سن کر ان کی تشویش سوا ہو گئی تھی۔ اگر ندسیہ رخسار کی بات پر برا مان کر اس پر حملہ آور ہو سکتی ہے تو کل کو ان سے خائف ہو کر انہیں یا بلال اختر کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے۔

"پھر آپ ہی بتائیں' میں کیا کروں۔" انہوں نے عاجزی سے پوچھا۔ "آپ اس کا ماحول چینج کرنے کی کوشش کریں' اسے کہیں گھمانے پھرانے لے جائیں۔"

"کیسے لے جاؤں' اس کے فادر کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا اور وہ اسے میرے ساتھ اکیلے جانے نہیں دیتے اور اب جو اس نے رخسار کے ساتھ کیا ہے' اسے دیکھنے کے بعد تو وہ کبھی بھی مجھے اس کے ساتھ اکیلے جانے نہیں دیں گے۔" عائشہ اختر بے چارگی سے بولیں تو ڈاکٹر شکیلہ بھی خاموش ہو گئیں۔

"حالانکہ دیکھنے میں کتنی نارمل لگتی ہے وہ' پڑھائی وغیرہ میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اگر بہت اچھا نہیں پڑھتی تو پڑھائی میں بری بھی نہیں ہے۔ اسکول سے کبھی شکایت نہیں آئی' سوائے اس کے کہ بہت شائے (شرمیلی) ہے۔ ٹیچر کے سوال کا جواب نہیں دیتی لیکن کبھی ٹیچرز نے یہ نہیں کہا کہ اسے جواب نہیں آتا یا یہ کہ کبھی اس نے کوئی مس بی ہیو کیا۔

اور خوبصورت اتنی ہے کہ کلاس نائن میں آئی تھی تب سے اس کے رشتے آنے شروع ہو گئے تھے۔"

"تو آپ اس کی شادی کیوں نہیں کر دیتیں؟" خاموشی سے ان کی بات سنتی ڈاکٹر شکیلہ بے ساختہ بولیں۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں ڈاکٹر! وہ گھر کی ذمہ داریاں کیسے اٹھائے گی اور کون سا مرد ہو گا جو اس کی یہ بے سروپا باتیں برداشت کرے گا۔ اس کا دل تو اتنا چھوٹا ہے کہ اس کے والد بھی اگر اسے کچھ کہہ دیتے ہیں تو اس کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں۔ اس کا شوہر اسے' اور وہ شوہر کو کیسے برداشت کرے گی۔" عائشہ اختر کے ہاتھ پاؤں ایسے پھول گئے تھے جیسے بارات ان کے دروازے پر کھڑی ہو۔

"بات تو آپ کی بجا ہے مگر میں آپ کو یہی مشورہ دوں گی' اگر اب اس کے لیے کوئی مناسب رشتہ آتا ہے تو آپ

انکار مت کیجیے گا۔ اس کا ماحول بدل جائے گا' گھر بدل جائے گا' زندگی بدل جائے گی۔ میرے خیال سے یہ تبدیلی اس کے حق میں بہتر ثابت ہوگی۔"

"میں کیا انکار کروں گی' بلال ہی تیار نہیں ہوتے۔ ان کا کہنا ہے وہ دو دن میں واپس گھر آبیٹھے گی۔ شوہر نکال باہر کرے گا اسے اور اب تو اور بھی مشکل ہوتا جارہا ہے۔ وہ ٹھیک ہونے کی بجائے اور زیادہ پیچیدگیوں کا شکار ہورہی ہے۔" عائشہ اختر بے چینی سے انگلیاں موڑتے ہوئے بولیں۔

"آپ پھر بھی ایک بار ان سے بات ضرور کیجیے گا۔"

ڈاکٹر شکیلہ نے کہا تو عائشہ اختر خالی الذہنی کے عالم میں سرہلا کر رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

نوریہ خالی الذہنی کے عالم میں چلتی اپنی کلاس میں آبیٹھی۔ اس نے غور ہی نہیں کیا کہ اسے دیکھتے ہی ساری لڑکیاں چوکنی ہوگئی تھیں اور آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے کرنے لگی تھیں۔

لیکن آخر کب تک' کچھ دیر گزرنے کے بعد اسے احساس ہوہی گیا کہ لڑکیاں ـــــ اسے ہی دیکھ رہی ہیں۔

اسے عجیب تو لگا مگر وہ چپ چاپ کتاب نکال کر اس کے مطالعے میں غرق نظر آنے کا مظاہرہ کرنے لگی لیکن پانچ منٹ بعد کلاس کی سب سے مغرور اور تنک مزاج نتاشا اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"تمہیں معلوم ہے رخسار نے کالج چھوڑدیا ہے۔"

نوریہ کتاب پر سے سر اٹھا کر حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا تمہیں نہیں پتا' حالانکہ اس نے تمہاری وجہ سے ہی تو چھوڑا ہے۔" نتاشا نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

نوریہ کے ماتھے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمکنے لگے' گویا انہیں سب پتا چل گیا تھا' یقیناً وہ سب بھی اس کے ماں باپ کی طرح اسے ہی رخسار کی اس حالت کا ذمہ دار سمجھ رہے ہوں گے۔

"اس کے اتنی چھٹیاں کرنے پر میں نے اسے بہت ساری کالز کی تھیں مگر اس کی والدہ ہر بار اس سے بات کرانے کی بجائے کہہ دیتیں کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں۔

فائنلی کل اس نے میری کال اپنے موبائل پر اٹینڈ کرلی اور اس نے جو بتایا' مجھے تو سن کر یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

تم تو اتنی سیدھی سادی بلکہ اتنی ڈرپوک اور بے وقوف سی ہو' تم بھلا کسی کو کیسے مار سکتی ہو۔" نتاشا کی بات نوریہ کو کسی تیر کی طرح چبھی تھی۔

وہ دوپٹے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کن انکھیوں سے اردگرد جمع ہوتی لڑکیوں کو دیکھنے لگی۔ وہ سب ایک دائرے کی صورت میں اس کے پاس کھڑی تھیں اور نتاشا کے ہر جملے کی ادائیگی کے ساتھ یہ دائرہ تنگ ہورہا تھا۔

"اگر رخسار جھوٹ بول رہی ہے تو اسے اس جھوٹ کی ضرورت کیا ہے' کیوں کررہی ہے وہ ایسا۔ اور اگر وہ سچ کہہ رہی ہے تو اس کا مطلب ہے تمہیں کوئی روح نظر آتی ہے جو جب چاہتی ہے کسی پر بھی وحشیانہ حملہ بھی کردیتی ہے۔" نتاشا جتنے عجیب و غریب انداز میں بول رہی تھی' اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

نوریہ کا سر جھکتے جھکتے ٹھوڑی سینے سے جالگی تھی۔ رخسار نے سب کچھ نتاشا کو بتادیا تھا بلکہ اپنی مرضی سے بھی

جانے کیا کچھ کہہ دیا ہوگا۔

وہ نوریہ کے خلاف پہلے ہی بھری ہوئی تھی۔ نتاشا کے فون نے تو گویا اندر پکتے لاوے کو باہر آنے کا موقع دے دیا ہوگا۔

نوریہ کا دل چاہ رہا تھا' وہ یہاں سے اتنی دور بھاگ جائے جہاں یہ تمام لڑکیاں اور جسم کے آرپار ہوتی یہ نظریں موجود نہ ہوں۔

اس کے کانوں میں عائشہ اختر کی کہی باتیں گونجنے لگیں' واقعی انہوں نے ٹھیک کہا تھا' کسی کو بھی اگر اس نے اپنے راز میں شامل کیا تو وہ اسے پاگل ہی سمجھے گا۔ اس وقت بھی وہ لڑکیاں اسے خاموش دیکھ کر آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگی تھیں۔

"نوریہ کے فادر نے رخسار کے گھر والوں کو بہت بڑی رقم دی ہے تاکہ وہ پولیس میں نہ جائیں۔"

"کیا کہہ رہی ہو نتاشا۔"

"ارے واقعی رخسار نے خود مجھے بتایا ہے کہ نوریہ کی مدر اتنا رو رہی تھیں۔ اس کے والد بھی کہہ رہے تھے کہ نوریہ پیدائشی ایب نارمل ہے' اس کا ذہن صحیح کام نہیں کرتا۔ اگر اس کے خلاف کیس بن گیا تو پولیس اسے پاگل خانے میں بھرتی کرادے گی۔"

"کیا واقعی۔" حالانکہ جس طرح وہ نوریہ کے کلاس میں آنے پر اسے دیکھ رہے تھے' اس سے صاف ظاہر تھا نتاشا انہیں پہلے ہی یہ سب کچھ بتاچکی ہے پھر بھی نتاشا ایسے پراسرار انداز میں انہیں سنارہی تھی اور وہ بھی ایسے تجسس سے سن رہے تھے جیسے یہ انکشاف ابھی ابھی ہوا ہو۔

نوریہ کو یقین تھا نتاشا کی بات میں کوئی جھوٹ نہیں ہے' اس کے والدین نے رخسار کے گھر پر یہی سب کہا اور کیا ہوگا۔

وہ کاف... رخسار کے پیرنٹس کو اس پر کیس کرنا چاہیے' ایسے پاگل بھی بھلا کوئی ہمدردی کے قابل ہوتے ہیں۔"

"اور کیا اس کے ساتھ تو کلاس میں پڑھنے میں بھی خطرہ ہے۔ یہ تو کسی کی بھی جان لے سکتی ہے۔ اسے تو مینٹل ہسپتال میں ہی ہونا چاہیے۔"

ان سب کے جارحانہ تبصروں پر نوریہ کا وجود ہولے ہولے کانپنے لگا' اس نے اپنے دونوں ہاتھ آپس میں جکڑ لیے تاکہ اس کی انگلیوں کی لرزش کسی پر ظاہر نہ ہو' اس کا دل چاہ رہا تھا وہ ابھی اور اسی وقت یہاں سے اٹھ کر چلی جائے۔

مگر وہ بچپن سے جس اعتماد کی کمی کا شکار تھی' اس کے باعث اس کے مزاج میں اتنی بزدلی اور بوکھلاہٹ پیدا ہوگئی تھی کہ وہ کوشش اور خواہش کے باوجود اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔

"ارے رخسار کے والدین کو بیٹھے بٹھائے اتنی بڑی رقم مل گئی' وہ بھلا کیس کیوں کریں گے۔ رخسار کی چوٹیں تو ٹھیک بھی ہوگئی ہیں' اس کا کالج بھی انہوں نے چینج کرادیا ہے' وہ اس کے خلاف کیس کرکے اتنی بڑی رقم پر لات کیوں ماریں گے۔"

نوریہ کو لگ رہا تھا جیسے کمرے میں آکسیجن کی سخت کمی ہوگئی ہو' اس کی آنکھوں کے سامنے عجیب عجیب دھبے ناچنے لگے۔

اس نے میز کو مضبوطی سے تھام لیا مگر بہت جلد اس کی گرفت کمزور پڑ گئی اور وہ بے ہوش ہوکر نیبل پر جھکتی چلی گئی۔

الیان نے چونک کر ٹیبل پر جھکا سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑی عورت کو دیکھا اور پھر میز پر پھینکی گئی اس فائل کو دیکھنے لگا جو اس نے الیان کے آفس میں بغیر اجازت داخل ہوتے ہی الیان کی جانب اچھال دی تھی اور جس سے میز پر سجا سامان بکھر گیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" الیان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"یہ وہ کانٹریکٹ ہے جو میں نے تمہاری کمپنی کے ساتھ سائن کیا تھا اور جس میں صاف صاف لکھا تھا کہ میرے ڈیزائن کیے کپڑوں کو میرے تجویز کردہ کپڑوں پر اپلائی کیا جائے گا۔" سارا ماجرا پل بھر میں ہی الیان کی سمجھ میں آگیا۔

اس نے سنا تو تھا کہ جس عورت کو انہوں نے کپڑوں کی ڈیزائننگ کے لیے ہائر کیا تھا' وہ جتنی مشہور تھی' اتنی ہی مغرور اور بددماغ تھی۔

مگر اسے یہ امید نہیں تھی کہ اسے خواجہ فیبرکس سپلائی نہ کرنے پر وہ اس کے آفس میں آکر اتنی بدتمیزی کا مظاہرہ کرے گی۔

الیان کا دل چاہا وہ یہ فائل اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارے مگر اس کی تربیت ایسے خطوط پر نہیں ہوئی تھی کہ وہ کسی کے ساتھ اس طرح پیش آتا اور سامنے کھڑی یہ عورت تو اس کی ماں کی عمر کی تھی۔

الیان کی عمر سے زیادہ اس کا تجربہ تھا' ان کے ردعمل کو کسی حد تک ان کا مزاج سمجھتے ہوئے الیان نے خون کی گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ ہم وعدے کے مطابق آپ کی مرضی کا میٹریل نہیں دے سکتے لیکن شہر میں خواجہ فیبرکس کے علاوہ بھی بہت بہترین میٹریل ہیں۔ آپ کسی بھی فیبرک کا نام لے دیں ہم آپ کے سامنے پیش کر دیں گے۔"

"لیکن وہ کیوں نہیں جس کا میں نے انتخاب کیا ہے' میں کسی میٹریل کا نام ایسے ہی نہیں لے دیتی اور جب ایک بار لے لیتی ہوں تو سوائے اس کے اور کسی کپڑے پر کام نہیں کرتی۔" وہ دوٹوک لہجے میں بولیں۔

الیان نے میز پر سے فائل اٹھاتے ہوئے پین ہولڈر میں سے گرے پینز کو ٹھیک کرتے ہوئے ان سے زیادہ بے لچک لہجے میں لاپروائی سے بولا۔

"اگر ایسی بات ہے تو آپ ڈیل کینسل کر دیں لیکن خواجہ فیبرکس کے ساتھ ہماری فیکٹری ہرگز کام نہیں کرے گی۔"

"برخوردار اب ڈیل کینسل ہوئی تو میں ایڈوانس واپس نہیں کروں گی۔" انہوں نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا۔

"میں ایڈوانس واپس مانگ بھی نہیں رہا' وہ آپ اپنے پاس رکھیں اور جو ڈیزائن تیار کیے ہیں' وہ بھی لے جائیں۔" الیان کے اطمینان میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا مگر ان کا غصہ حیرت میں تبدیل ہو گیا تھا۔

"تم جانتے ہو اس طرح تمہیں کتنا لاس ہو گا؟"

"آپ میرے لاس کی فکر مت کریں' آپ کا لاس نہیں ہو گا۔ آپ کے لیے اتنا کافی ہے۔" الیان اپنی میز کو واپس ترتیب دے چکا تھا' چنانچہ دوبارہ اس فائل پر جھک گیا جس پر وہ کام کر رہا تھا۔

سر جھکا ہونے کے باوجود اسے احساس تھا' وہ خاتون اسے ہی دیکھ رہی ہیں' ان کی نظروں میں اتنی بے یقینی تھی کہ الیان سر اٹھا کر وضاحت دینے پر مجبور ہو گیا۔

"آپ پلیز یہ مت پوچھیے گا کہ میں خواجہ فیبرکس کے ساتھ کام کرنے سے کیوں انکاری ہوں' یہ میرا پرسنل معاملہ ہے' ان کے میٹریل یا کوالٹی سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔" الیان کے کہنے پر وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں

پھر کندھے اچکاتے ہوئے بولیں۔

"مجھے پوچھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے' تم آج کل کے نوجوانوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں' ذرا سی کوئی بات تم لوگوں کے مزاج کے خلاف ہو جائے اور تم اسے انا کا مسئلہ بنا لیتے ہو۔" ان کے طنز کرنے پر الیان بے ساختہ مسکرا دیا۔

"یہ آپ نوجوانوں کی بات کر رہی ہیں یا اپنی' میرے خیال سے تو آپ خود بھی کچھ ایسی ہی ہیں۔" الیان کی صاف گوئی انہیں خاصی گراں گزری تھی' ان کی تیوری پر ان گنت بل پڑ گئے۔

انہوں نے میز پر پھیلی فائل اٹھائی اور تیزی سے کمرے سے نکل گئیں۔

"مجھے تمہارے ساتھ کام کرنے میں کوئی فائدہ نہیں' اس لیے میرا اس ڈیل کو چھوڑ دینا کوئی گھاٹے کا سودا نہیں لیکن تمہارا خواجہ فیبر کس کو منع کرنا سراسر حماقت پر مبنی فعل ہے' جس میں نقصان بھی دونوں طرف سے تمہارا ہی ہے۔"

وہ تو کہہ کر چلی گئیں' البتہ الیان کتنی ہی دیر خالی الذہنی کے عالم میں فائل کو دیکھتا رہا۔

اسے ان کی بات سے اختلاف نہیں تھا بلکہ وہ پوری طرح آگاہ تھا کہ ان کی بات سو فیصد درست ہے۔

اس کے باوجود وہ خواجہ فیبر کس کے ساتھ کام نہیں کر سکتا تھا' جب وجاہت یہاں موجود نہیں تھا' تب بھی اس کی کوشش تھی کہ اس کی فیکٹری ان کے ساتھ کام نہ کرے۔ شاید یہ اتفاق ہی تھا کہ ایسی بھی نوبت ہی نہیں آئی۔

اور اب موقع آیا بھی تھا تو کب جب وجاہت خود بھی بزنس کی دنیا میں قدم رکھ چکا تھا۔

ہو سکتا تھا وجاہت کو اس بات کا خیال بھی نہ آتا کہ الیان کی فیکٹری ان کا میٹریل استعمال کر رہی ہے۔ کیا پتا وہ سب کچھ بھول ہی چکا ہو۔ ویسے بھی ایسی کون سی بڑی بات تھی جو یاد رکھی جاتی۔

مگر الیان کے لیے چھوٹی باتوں کو نظر انداز کرنا بھی آسان نہیں تھا' جب کوئی بات اس کی ضد بن جاتی تو پھر وہ کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتا تھا۔

یہ تو پھر ایک ڈیل تھی۔ بزنس کی دنیا کا ایک عام سا سودا۔

☼ ☼ ☼

"وہ یونیورسٹی کا کوئی عام سا بندہ نہیں ہے' جس کا نام تم نے اتنی آسانی سے لے لیا۔" نمل' رومیلہ اور سنبل کے ساتھ جیسے ہی پرنسپل کے آفس سے باہر نکلی' ایک لڑکی کے پیچھے سے کہے جملے نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

نمل پلٹ کر اسے دیکھنے لگی جو دوسرے طلبہ و طالبات کی طرح آفس میں موجود تھی۔

نمل نے جب خرم کا نام لیا تو تمام عملہ چونک اٹھا۔

"کیا تم خرم حسن کی بات کر رہی ہو؟" میڈم زاہدہ نے تصدیق کرتے ہوئے پوچھا۔

"میڈم پورا نام تو مجھے معلوم نہیں لیکن آج صبح جب میں یونیورسٹی آئی تھی تو۔"

یہ کہہ کر نمل نے تمام بات مختصراً" ان کے گوش گزار کر دی' البتہ اس نے پورا واقعہ ایسے سنایا تھا جس سے یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ وہ خرم سے پہلے بھی کبھی مل چکی ہیں۔ اس نے بس اتنا کہا تھا کہ ان کے گاڑی ہٹانے پر اس نے انہیں کلاس نہ اٹینڈ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

"یہ ضرور خرم حسن کی ہی بات کر رہی ہیں۔" میڈم زاہدہ ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"مگر اس نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ڈبے میں چوہے نکل آئیں گے۔" انہوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا پھر فوراً ہی کہنے لگے۔

"خیر جو بھی ہو' میں خرم حسن سے بات کر لوں گا' آپ سب اب جائیں۔" ان کے حاکمانہ انداز پر سب ہی سر

جھکا کر باہر آ گئے تب ہی کلاس کی طرف جاتی نمل کو وہ دو لڑکیاں مخاطب کر بیٹھیں۔

"خرم نے یہ سب کیا ہے یا نہیں' یونیورسٹی والے تو اس کا کچھ خاص نہیں بگاڑ سکیں گے مگر وہ تمہارا جینا ضرور دوبھر کر دے گا۔" اس لڑکی کے کہنے پر نمل اور رومیلہ ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھنے لگیں۔

وہ تو پہلے ہی اس طرح نمل کے بول پڑنے پر تپی ہوئی تھیں' ان لڑکیوں کی بات سن کر تو انہیں اچھی خاصی فکر ہو گئی تھی۔

ایک پل کے لیے تو نمل بھی ٹھٹک گئی پھر اپنے انداز میں لاپروائی بھرتے ہوئے بولی۔

"میں نے جو صحیح سمجھا وہ کیا' کل کیا ہو گا' وہ کل ہی پتا چلے گا۔" نمل کہہ کر آگے بڑھنے لگی' وہ ان لڑکیوں کی بات زیادہ سننا نہیں چاہ رہی تھی' جانے کیوں اسے ایسا لگ رہا تھا وہ محض اسے ہراساں کرنے کے لیے یہ سب کہنے آئی ہیں۔

کیا پتا یہ بھی خرم کی دوستیں ہوں اور زبردستی خرم کی دھاک بٹھانے کے لیے اس طرح بول رہی ہوں پھر بھلا وہ کیوں ان کے سامنے اپنی کوئی کمزوری ظاہر کرے۔ ویسے بھی جو ہو چکا تھا' وہ اب اسے بدل تو نہیں سکتی تھی۔

مگر وہ لڑکیاں بھی آسانی سے جان چھوڑنے والی نہیں تھیں' تب ہی اس کے پلٹنے کے باوجود پھر بول اٹھیں۔

"تم نے جو صحیح سمجھا' وہ بالکل غلط تھا۔ یہ خرم اور اس کے دوست یونیورسٹی میں کچھ زیادہ اچھی شہرت نہیں رکھتے' بڑے خطرناک قسم کے لڑکے ہیں۔ اگر سر خرم کی پہچان کرنے کے لیے بلوائیں تو دیکھ کر مکر جانا کہ یہ تو وہ لڑکا ہے ہی نہیں۔" اس کے کہنے پر نمل محض بات ختم کرنے کے لیے سر ہلا گئی۔

مگر رومیلہ اور سنبل کو پتا تھا' نمل کو اگر شناخت کے لیے بلایا گیا تو ایسا جھوٹ بولنا اس کے لیے یقیناً ناگوار ہو گا جو صرف اس سے ڈر کر بولا جائے۔

حالانکہ وہ دونوں تو نمل کے پرائی آگ میں کودنے پر ہی معترض تھیں۔ اب خرم اور اس کے دوستوں کی شہرت کا سن کر تو مضطرب بھی ہو گئی تھیں' اسی لیے رومیلہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"ہو سکتا ہے واقعی وہ کوئی اور ہی لڑکا ہو۔" ایک طرح سے اگر اس نے خود کو تسلی دی تھی تو دوسری طرف نمل کے لیے ایک راستہ بھی کھلا رکھا تھا کہ اگر نمل بعد میں بیان بدلنا چاہے تو اس کی ضدی فطرت اسے ایسا کرنے ہرگز نہیں دے گی' اسے فوراً" اپنی شکست کا احساس ستانے لگے گا۔ تب وہ اسے یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیں گی کہ "تم خرم پر بھی یہی ظاہر کرو کہ تم نے اسے پہچانا ہی نہیں۔"

رومیلہ کے پرسوچ انداز میں وہ لڑکی نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"اس نے جس پارکنگ کا ذکر کیا ہے' وہ خرم حسن کی ہی پارکنگ ہے اور ایسی حرکتیں وہی کرتا ہے' تب ہی تو میڈم زاہدہ سنتے ہی سمجھ گئیں۔ خیر تم نے اس کا نام لے کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر تمہیں یقین ہی تھا یہ سب اس نے کیا ہے تب بھی خاموش رہنا چاہیے تھا اور جبکہ تمہیں تو یقین بھی نہیں ہے۔

ہو سکتا ہے اسے اس پورے پلان کا علم ہو' یہ بھی پتا ہو کہ یہ سب کون کر رہا ہے' ایسے لوگ یونیورسٹی کی تمام خبریں رکھتے ہیں۔

لیکن یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان سب کے پیچھے خود اس کا ہاتھ بھی ہو۔" وہ لڑکی کہتی چلی گئی' اس بار ان تینوں میں سے کوئی بھی نہیں بولا۔ ان کے خاموش رہنے پر وہ دونوں بھی آگے بڑھ گئیں۔ البتہ رومیلہ اور سنبل نے فوراً" لن ترانیاں شروع کر دیں۔ نمل خود بھی کچھ پریشان ہو گئی تھی' اس لیے کچھ نہیں بولی اور چپ چاپ ان کی باتیں سنتی رہی۔ وہاں آفس میں بھی وہ بے ساختہ بول اٹھی تھی کیونکہ پوری کلاس وہاں موجود تھی اور سب ہی غصے میں بھرے ہوئے تھے۔ ان کا غصہ دیکھ کر اور خود اپنی درگت بننے پر وہ بے اختیار ہی بول پڑی تھی' اس لیے خاموشی سے ان دونوں کا بگڑنا سنتی رہی۔

وہ خاموشی سے ان کا بگڑنا سن لیتا' ایسا بھلا کہاں ممکن تھا۔

آفس میں جب اسے بلا کر اس سے بازپرس کی گئی تو پہلے تو خرم کو یقین ہی نہیں آیا کہ کسی نے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ اور پرنسپل کے سامنے اس کا نام لینے کی جسارت پلس حماقت کیسے کرلی۔

وہ صرف شکایت کرنے والے کا نام اگلوانے کے لیے گول مول انداز میں بات کرتا رہا مگر جب اسے اندازہ ہوا کہ وہ نام بتانے کے لیے تو تیار نہیں ہیں مگر ان کی باتوں سے لگ رہا ہے' یہ حرکت اس کے حریفوں نے نہیں بلکہ کسی نیو ایڈمیشن نے کی ہے تب فوری طور پر اس کا دھیان نمل کی طرف ہی گیا تھا۔ اس کے سوا کوئی نیو ایڈمیشن اسے جانتا ہی نہیں تھا تو اتنا بڑا الزام کیا لگاتا۔

یہ مذاق واقعی اس نے یا اس کے دوستوں نے نہیں کیا تھا مگر اس کے باوجود اسے پتا تھا کہ یونیورسٹی کے دوسرے اسٹوڈنٹس اس طرح کا مذاق کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

یونیورسٹی میں اس کی بے شمار لڑائیاں ہوئی تھیں' زیادہ تر لڑکے اس سے ہارنے کے بعد چپ ہو کر بیٹھ جاتے تھے' ماسوائے سمیر اور اس کے دوستوں کے۔

ان کی لڑائیاں بڑی معمولی باتوں پر ہوتی تھیں مگر ایک دوسرے سے بدلہ لینے کی خواہش اور عادت نے انہیں ایک دوسرے کا اچھا خاصا دشمن بنا دیا تھا۔

خرم کو پتا چلا تھا' سمیر کے دوست آج کل مختلف ہاسٹلز سے گندے گندے کیڑے پکڑ کر ہاسٹل میں رہنے والوں کی ڈھیروں دعائیں کما رہے ہیں۔ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ہاسٹل صاف کرنے کی مہم پر لگے ہیں مگر خرم تبھی ہی سمجھ گیا تھا کہ ضرور اس کے پیچھے ان کی کوئی چال ہے۔

تھوڑی سی کوشش سے وہ جلدی اس راز کو پا گیا کہ یہ سب وہ نئے آنے والے طلبہ و طالبات کے استقبال کے لیے کر رہے ہیں۔

خرم کو بھلا یہ سب جان کر کیا فرق پڑتا تھا' سمیر وغیرہ جو بھی کھیل کھیلتے مگر یہیں خرم کی ملاقات اتفاقاً نمل کو دیکھ کر اس نے بالکل غیر ارادی طور پر اسے ان کے پلان کے متعلق بتا دیا اور یہ تو اسے اب پتا چلا تھا کہ اسے ملنے والی معلومات میں تھوڑا سا ردوبدل ہو گیا ہے کہ چھپکلیوں بھری بالٹی کو پیچھے سے لٹکانا ایک مشکل امر تھا' بالٹی الٹنے سے پہلے ہی چھپکلیاں اس میں سے ٹپ ٹپ گرنی شروع ہو جاتیں۔

اور سب سے بڑھ کر اتنی بڑی بالٹی کو پیچھے سے لٹکا دیکھ کر تمام اسٹوڈنٹس اور پروفیسرز چوکنے ہو جاتے۔

سمیر واقعی اپنی کارستانی خاموشی سے کر کے نکل گیا اور الزام اس پر آ گیا۔ حالانکہ اس نے فوراً سمیر اور اس کے دوستوں کا نام لے دیا مگر بھلا اس کی بات پر کون یقین کرتا۔

ایک تو اس کا پرانا تاثر کچھ خاص اچھا نہیں تھا۔ دوسرے جس کا وہ نام لے رہا تھا' اس لڑکے اور اس کے دوستوں سے خرم اور اس کے دوستوں کی دشمنی کے متعلق سبھی جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خرم کی ایکسکیوز کو بری طرح نظر انداز کر دیا۔

ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ اور پرنسپل صاحب نے اس لڑکی کو بلا کر خرم کی شناخت کرانا ضروری نہیں سمجھا' انہیں خرم کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لینا تھا بس اسے ڈانٹ کر وارن کرنا تھا۔ اگر اس نے یہ سب نہیں بھی کیا تھا' تب بھی اس کی گزشتہ حرکتوں کو دیکھتے ہوئے اسے ایک ناحق ڈانٹ پڑ بھی جاتی۔ تب بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ جبکہ اس لڑکی کو بلا کر پوچھنے میں خرم اس لڑکی کے لیے مسائل ضرور کھڑے کر سکتا تھا۔

اور واقعی خرم آفس سے بڑے غصے سے نکلا تھا اور بڑے جارحانہ انداز میں نمل کو پورے ڈیپارٹمنٹ میں ڈھونڈنے لگا۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

ندیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ ندیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ـــــ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ ندیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

ندیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

پانچویں قسط

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

مسز بلال اختر نہایت فکر مندی سے زوبیہ کے پژمردہ چہرے کو دیکھ رہی تھیں گو کہ وہ اس وقت انجکشن کے زیر اثر گہری نیند میں تھی مگر اس کے چہرے پر کسی کرب یا ذہنی انتشار کے آثار نمایاں تھے۔

جب عائشہ اختر کو زوبیہ کے کالج سے فون آیا کہ زوبیہ بے ہوش ہو گئی ہے تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے انہوں نے فوراً" بلال اختر کو فون کر دیا جو تھوڑی دیر پہلے ہی آفس کے لیے نکلے تھے اور ابھی راستے میں ہی تھے چنانچہ انہوں نے فوراً" گاڑی زوبیہ کے کالج کی جانب موڑلی۔

جب وہ زوبیہ کے کالج پہنچے تب تک اسے ہوش تو آگیا تھا مگر اس کا دماغ بالکل ماؤف لگ رہا تھا۔

وہ پرنسپل کے آفس میں صوفے پر بالکل نڈھال انداز میں بیٹھی تھی۔

پرنسپل صاحبہ کا کہنا تھا وہ کلاس میں اچانک بے ہوش ہو گئی تھی پرنسپل صاحبہ اور ٹیچرز کے جمع ہونے پر جب انہوں نے پانی کے چھینٹے وغیرہ مارے تو زوبیہ کو ہوش تو آگیا مگر اس کی طبیعت نہیں سنبھلی۔

وہ کسی کی بھی بات کا جواب نہیں دے رہی پرنسپل صاحبہ کے بے حد اصرار پر بھی اس نے جوس تک نہیں لیا ان کے خیال میں بلال اختر کو اسے اپنے ساتھ گھر لے جانا چاہیے تھا۔

بلال اختر یہ ساری تفصیل سن کر کسی حد تک پر سکون ہو گئے عائشہ اختر کا فون آنے سے لے کر یہاں پہنچنے تک جتنا بھی وقت لگا تھا اس میں وہ جانے کیا کچھ سوچ چکے تھے۔

وہ تو اس ڈر کے ساتھ آئے تھے کہ پرنسپل صاحبہ زوبیہ کی شکایت کریں گی کہ اس نے کسی پر حملہ کر دیا یا کسی کو زخمی کر دیا۔

اس لیے وہ زوبیہ کے بے ہوش ہونے کے پیچھے موجود عوامل جاننے کی کوشش کیے بغیر فوراً" ہی اسے لے کر کالج سے نکل گئے۔

راستے میں ہی انہوں نے عائشہ اختر کو زوبیہ کے خیریت سے ہونے کی اطلاع بھی دے دی۔

"چلیں اللہ کا شکر ہے میں نے ڈاکٹر شکیلہ کو بھی فون کر دیا ہے جب تک آپ زوبیہ کو لے کر آئیں گے [illegible] تک وہ بھی آجائیں گی۔" عائشہ اختر نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

اور واقعی زوبیہ اور ڈاکٹر شکیلہ دونوں آگے پیچھے گھر پہنچی تھیں زوبیہ کی حالت دیکھتے ہوئے ڈاکٹر شکیلہ نے اسے فوراً" اس کے کمرے میں پہنچا دینے کی ہدایت جاری کر دی اور اسے ایک انجکشن لگا کر زبردستی سلا دیا کہ اس وقت اس کے اعصاب کو پر سکون کرنے کے لیے ایک گہری نیند سخت ضروری تھی۔

انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ زوبیہ بے ہوش کیوں ہوئی نہ ہی وہ یہ سوال اس وقت اٹھا کر زوبیہ کو کوئی اسٹریس دینا چاہتی تھیں مگر ڈرائنگ روم میں بلال اختر کے پاس سوالات کی ایک فہرست لیے چلی آئیں۔

"مسز بلال آپ زوبیہ کے پاس اس کے کمرے میں ہی رہیں۔" ڈاکٹر شکیلہ کا عائشہ اختر کو منظر سے ہٹانا بلال اختر اور عائشہ اختر دونوں نے ہی محسوس کر لیا تھا پھر عائشہ اختر خاموشی سے اٹھ گئیں۔

"مسٹر بلال میں ہمیشہ آپ کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آئی ہوں لیکن اب مجھے لگ رہا ہے آپ اتنی نرمی ڈیزرو نہیں کرتے۔" بلال اختر قدرے ناگواری سے انہیں دیکھنے لگے وہ ڈاکٹر شکیلہ کی بات شروع ہونے سے پہلے ہی ان کی گفتگو کا پس منظر سمجھ گئے تھے تبھی برہمی سے بولے۔

"آپ میرے ساتھ چاہے جس رویے سے بھی پیش آئیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے صرف اتنا پتا ہے کہ زوبیہ کی دماغی حالت دن بہ دن بگڑ رہی ہے اور میں اس سے زیادہ ضبط کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔"

"آپ نے پہلے کون سے ضبط کا مظاہرہ کیا ہے مسز بلال کا کہنا ہے آپ زوبیہ کے سامنے اسے ڈی گریڈ کرتے ہیں اس کے منہ پر آپ اسے پاگل کہتے ہیں۔

[illegible] کہ پاگل ہوں اس کے ساتھ محبت سے پیش آئیں آپ کا یہ رویہ اسے احساس کمتری میں [illegible]" ڈاکٹر شکیلہ [illegible] سے بولیں۔

"[illegible] نے بھی اسے احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش نہیں کی لیکن وہ اب بچی نہیں ہے بڑی ہو گئی ہے [illegible] اس میں اور اس کے ارد گرد موجود اس کی ہم عمر لڑکیوں میں کتنا فرق ہے۔

[illegible] کا [illegible] احساس کمتری میں مبتلا کر رہا ہے۔" بلال اختر بری طرح چڑ گئے۔

"[illegible] اردگرد وہ کیا دیکھ رہی ہے اور اس سے کیا نتائج اخذ کر رہی ہے اسے روکنا ہمارے بس میں نہیں [illegible] آپ تو اپنی زبان پر قابو رکھ سکتے ہیں آپ کو اس کی بات پر یقین نہیں ہوتا تب بھی اس کی بات ایسے سنا [illegible] آپ کو یقین ہو کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہی۔

[illegible] کے سامنے ایسے ظاہر کیا کریں جیسے [illegible]"

"[illegible] کے ساتھ ساتھ میں بھی پاگل ہو گیا ہوں۔" بلال اختر نے بھنا کر ڈاکٹر شکیلہ کا جملہ کاٹ دیا۔

[illegible] کو ان کے انداز پر غصہ تو بہت آیا مگر وہ بھی ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں تھیں۔

"اگر آپ کو اپنی بیٹی سے محبت ہے اور آپ اسے ٹھیک دیکھنا چاہتے ہیں تو ایسا ظاہر کرنے میں بھی کوئی حرج [illegible]

[illegible] مسز بلال بھی تو اس کا پاگل پن جھیل رہی ہیں اس کی بات کو سنجیدگی سے سنتی ہیں اسے سمجھنے کی کوشش [illegible]

[illegible] عائشہ [illegible] بھی کہ وہ زوبیہ کی بات کو سنجیدگی سے سنتی ہے۔

[illegible] بھی اتنی ہی اور [illegible] عائشہ اپنے طور پر پوری کوشش کرتی ہے زوبیہ [illegible] سمجھتی یا یہ کہ زوبیہ جو کہہ رہی ہے سچ کہہ رہی ہے۔

[illegible] کرتی ہے مگر اکثر وہ ایکٹنگ اوور ایکٹنگ کا شکار ہو [illegible]" بلال اختر [illegible] چلے گئے۔

"[illegible] ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایسی کوشش تو کرتی ہیں آپ تو وہ بھی نہیں کرتے حالانکہ اسے جتنی آپ [illegible] کی ضرورت ہے اتنی مسز بلال کی بھی نہیں ہے۔" ڈاکٹر شکیلہ نے ایک بار پھر انہیں سمجھانے کے [illegible] کہا۔

بلال اختر ان کی بات پر کچھ دیر تو انہیں دیکھتے رہے پھر صوفے کی بیک پر سر ٹکاتے ہوئے عجیب تھکے ہوئے [illegible] بولے۔

"[illegible] کہنا بہت آسان ہے کہ ایسے ذہنی مریضوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہیے ان کے سامنے کوئی [illegible] استعمال نہیں کرنے چاہیں۔

ان کی بات اور مسائل کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مگر حقیقت میں یہ سب کرنا بہت مشکل ہے۔

کسی کا پاگل پن جھیلنا چاہے وہ اولاد ہی کیوں نہ ہو کتنا ضبط طلب اور اذیت ناک ہوتا ہے یہ صرف وہی سمجھ سکتے ہیں جن کے گھر میں ایسے لوگ موجود ہوں۔

یہ بات نہیں ہے کہ میں نے کبھی اپنے غصے کو پینے کی کوشش نہیں کی یا پھر اس کے ساتھ کبھی محبت سے پیش نہیں آیا۔ شروع میں میں نے اس کی ہر بات بڑے دھیان سے سنی ہے۔ بچپن میں میں نے اسے سمجھانے کی

بھی بہت کوشش کی۔
لیکن آخر کب تک؟
اس کا پاگل پن کم ہونے کی بجائے بڑھتا جا رہا ہے اب تو باہر کے لوگوں کو بھی پتا چلنے لگا ہے۔
کتنی شرمندگی ہوئی تھی مجھے اپنے ڈی ایس پی اور ڈی آئی جی دوستوں کے سامنے زوبیہ کی ذہنی حالت کا ذکر کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ اس نے اپنی ہی دوست کا اپنے ہی گھر بلا کر یہ حشر کیا کہ اس کا سر پھاڑ دیا۔" بلال اختر کا شکست خوردہ لہجہ ڈاکٹر شکیلہ کے لہجے کی تیزی کو قدرے کم کر گیا تبھی وہ رسانیت سے کہنے لگیں۔
"اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے آخر لوگوں کو جسمانی بیماریاں بھی تو ہوتی ہیں اسی طرح ذہنی بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔
نفسیاتی بیماریوں اور دماغی مریضوں کو ہم معاشرے کے لیے ایک عیب اور اپنے لیے باعث شرمندگی کیوں سمجھتے ہیں؟
میں مانتی ہوں زوبیہ کی ایسی غیر حقیقی باتوں کو برداشت کرنا بہت مشکل ہے جن کا کوئی سر ہو نہ پیر مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ضبط کا دامن بالکل ہی چھوڑ دیں اور اس کے ساتھ جس طرح بھی پیش آئیں اسے اپنے لیے جائز قرار دے دیں۔
آپ کو اپنے رویے میں تبدیلی بہرحال لانی ہوگی بلکہ یہی نہیں آپ کو زوبیہ کا ماحول بھی بدلنا ہے اسے چینج کی ضرورت ہے۔
مسز بلال نے کہا تھا آپ بہت بزی رہتے ہیں لیکن آپ کو اپنے بزی شیڈول میں سے وقت نکال کر کچھ دن کے لیے زوبیہ کو کہیں لے جانا چاہیے۔" ڈاکٹر شکیلہ کی بات پر بلال اختر صرف انہیں دیکھ کر رہ گئے۔
ان کے لیے فی الحال ٹائم نکال کر زوبیہ کو کہیں لے جانا ممکن نہیں تھا مگر یہ بات ڈاکٹر شکیلہ سے کہہ کر وہ ٹھنڈی پڑتی بحث اور نصیحت کے انبار کو ہوا نہیں دینا چاہتے تھے چنانچہ صرف سر ہلا کر رہ گئے۔
لیکن ڈاکٹر شکیلہ بھی بہت تجربہ کار اور منجھی [illegible] سر ہلا دینا انہیں باور کرا گیا تھا کہ اتنی دیر سے انہوں نے جو کچھ بھی کہا وہ سب بے کار گیا ہے مگر وہ اب مزید کچھ نہیں کہنا چاہتی تھیں۔
ان کے پروفیشنل کیریئر میں یہ سب کچھ نیا نہیں تھا مریض کا علاج کرتے ہوئے انہیں اکثر مریض کے گھر والوں کو بھی غیر محسوس طور پر [illegible] دینی پڑتی تھیں مریض کی بیماری سے زیادہ انہیں گھر والوں کی بے حسی اور اکتاہٹ علاج کے غیر موثر ہونے کی بنیاد نظر آتی تھی بعض اوقات انہیں لگتا کہ اگر مریض کے گھر والے محض اپنا رویہ مریض کے ساتھ بدل لیں تو مریض کی حالت میں خاطر خواہ تبدیلی آسکتی ہے۔ لیکن یہ بات اکثریت کی سمجھ میں نہیں آتی تھی عموماً "لوگ بلال اختر کی طرح مریض پر ترس کھانے کی بجائے خود ترسی کا شکار ہونے لگتے اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑتے ہوئے اپنے غصے اور بے زاری کو ایک فطری عمل ظاہر کرنے پر تلے رہتے۔
حالانکہ اگر تھوڑی دیر کے لیے وہ خود کو اس مریض کی جگہ رکھ کر صرف اتنا سوچ لیں کہ جو وہ مریض محسوس کر رہا ہے یا دیکھ رہا ہے اگر وہ انہیں نظر آنے لگے تو ان کی کیا حالت ہوگی تو ان کا رویہ اس مریض کے ساتھ یکسر بدل جائے۔
مگر اس طرح شاذ و نادر ہی کوئی سوچتا ہوگا ڈاکٹر شکیلہ تاسف بھرے انداز میں سر جھٹک کر وہاں سے اٹھ گئیں۔

☼ ☼ ☼

"چچ چچ چچ چچ۔" سمیر کے تاسف بھرے لہجے پر خرم کے تیزی سے آگے بڑھتے قدم اپنی جگہ جم گئے۔

[illegible] جانب سپاٹ نظروں سے دیکھنے لگا جہاں سمیر اپنے پورے گروپ کے درمیان راجہ [illegible] سے خرم کو ہی دیکھ رہا تھا۔
"[illegible] کی طبیعت ناساز ہے۔" سمیر نے بدستور خرم کو دیکھتے ہوئے بظاہر اپنے دوستوں سے پوچھا۔
"[illegible] ناروا ڈانٹ کھا کر نکلے ہیں وہ بھی کسی اور کے حصے کی۔" سمیر کے برابر میں بیٹھے اس کے خوشامدی [illegible] انداز میں کہا کہ خرم کا پہلے سے کھولتا خون کچھ اور جوش میں آگیا۔
[illegible] اچھی طرح علم تھا نئے آنے والے اسٹوڈنٹس کے ساتھ یہ مذاق سمیر اور اس کے دوستوں نے کیا ہے [illegible] نام بھی ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کے سامنے لے دیا تھا مگر آفس میں کسی نے اس کی بات پر دھیان ہی [illegible] اور شرافت پر ایک لیکچر دے کر اسے آفس سے چلے جانے کے لیے کہہ دیا۔
[illegible] سخت غصے میں اس لڑکی کو مزا چکھا دینے کے ارادے سے ہی نکلا تھا مگر پتا نہیں یہ ان لڑکوں کی [illegible] اس لڑکی کی خوش قسمتی کہ انہوں نے سامنے سے گزرتے طوفان کو سیدھا نکل جانے کی بجائے اپنی [illegible]۔
ان کا انداز گفتگو صاف ظاہر کر رہا تھا کہ انہیں سب پتا چل گیا ہے اور کیسے نہ پتا چلتا جس بات کا علم ساری [illegible] کو ہو وہ بات بھلا چند لوگوں سے کیسے ڈھکی چھپی رہتی۔
[illegible] نے اتنے سارے اسٹوڈنٹس کے سامنے خرم کا نام لیا تھا ڈھنڈورا تو پٹنا ہی تھا اور سمیر وغیرہ کا تو یونیورسٹی [illegible] مقصد ہی ہوتا تھا کہ ہر چیز پر نظر رکھ سکیں اور ہر کام میں ٹانگ اڑا سکیں۔
اس وقت بھی اپنی شرارت پر وہ دل کھول کر محظوظ ہو رہے تھے فرسٹ ایئر کے ساتھ جو مذاق کیا تھا وہ نا صرف [illegible] کامیاب ہوا تھا بلکہ اس کے طفیل میں ان کے سب سے بڑے حریف کو دھر لیا گیا تھا۔
[illegible] کی تلملائی ہوئی شکلیں اور لڑکیوں کو روتے بلکتے چہرے دیکھ دیکھ کر ابھی ان کے دانت اندر بھی نہیں گئے [illegible] ایک لڑکی کا خرم کا نام لے دینا ان کی روح تک کو سرشار کر گیا تھا۔
[illegible] باہر کان لگا کر اسے پڑنے والی ڈانٹ کا مزا لینے [illegible] کی پرنسپل وغیرہ کی کچھ باتیں اگر انہیں صاف سنائی نہیں دے سکیں تب بھی خرم کا چلانا ان کی [illegible] تک نہایت آسانی سے پہنچ گیا تھا۔
اس وقت تو انہیں بہت ہی کمینی خوشی ہوئی جب خرم نے پرنسپل کے سامنے سمیر اور اس کے دوستوں کا نام [illegible] ڈیپارٹمنٹ نے اسے سختی سے جھڑک دیا۔
[illegible] کی آواز آفس میں چلے جانے کا ڈر نہ ہوتا تو وہ وہیں قہقہے مار کر ہنستے۔
[illegible] اب وہ اپنی خواہش پر عمل کر سکتے تھے اسی لیے اس خوشامدی دوست کے کہتے ہی سب کا مشترکہ [illegible] گیا تھا۔
خرم کا دل چاہا آگے بڑھ کر سمیر کے ہنستے چہرے پر ایک مکا جڑ دے مگر وہ اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ سمیر کے سارے دوستوں کی موجودگی میں تن تنہا اس پر حملہ آور ہو جاتا۔
[illegible] سارے لڑکوں سے وہ اکیلے نہیں نبٹ سکتا تھا دوسرے اسے یہ بھی علم تھا کہ سمیر اور اس کے کچھ دوست [illegible] ساتھ رکھتے ہیں۔
اسے اپنے جسمانی طور پر زخمی ہونے کا کوئی ڈر نہیں تھا مگر یونیورسٹی میں ساکھ خراب ہو جانے کی فکر ضرور تھی۔
ایک بار اگر سمیر اور اس کے دوست خرم کو زیر کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ وہ اکیلا تھا

جبکہ سمیر کے آٹھ دوست اس کے ساتھ تھے اور وہ بھی ہتھیاروں سے لیس۔

خرم نے ہاتھ اٹھانے کی شدید خواہش کو تو روک لیا مگر جواب دینے سے باز نہ آیا۔

"پرنسپل صاحب کی ڈانٹ کی پروا کسے ہے وہ تو ہر ایک کو ڈانٹتے رہتے ہیں۔ اور جہاں اتنے کارنامے میرے سر پر ہیں وہاں اگر ایک بے ہودہ سے مذاق کا الزام بھی میرے اوپر آگیا تو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

فرق پڑتا ہے تو صرف اس بات سے کہ وہ کون ہے جس نے میرا نام ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے سامنے لے دیا۔"

اچانک خرم کو خیال آیا تھا کہیں یہ سب سمیر کی ہی کوئی سازش تو نہیں۔ اسی کے کہنے یا بھڑکانے پر کسی طالب علم نے خرم کا نام لے لیا ہو یعنی اگر سمیر نے یہ سب کیا ہوتا تو وہ بڑی ڈھٹائی سے اپنا کیا قبول کر لیتا مگر اس نے خود بڑی دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ حیرانی سے کہا۔

"ہاں تعجب کی بات ہے کہ ایک لڑکی نے تمہاری کمپلین کی ہے وہ بھی یہاں اپنے پہلے ہی دن میں۔ پتا نہیں وہ تمہیں کیسے جانتی ہے اور اگر جانتی ہے تو کیا تم اسے سمجھا بجھا کر لائے تھے تاکہ پہلے ہی دن سارے جونیئرز اسٹوڈنٹس پر تمہاری دھاک بیٹھ جائے۔" جس جملے کو سمیر نے بڑے طنز سے شروع کیا تھا وہ کب تلخی میں بدل گیا سمیر کو خود بھی اندازہ نہیں ہوا تھا۔

خرم جو بڑی مشکل سے ضبط کیے اس کا جملہ سن رہا تھا آخری لفظ ادا ہونے تک خرم کا سارا غصہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

کسی الزام کا اس کے سر آجانا یا پرنسپل صاحب کا بلا کر ڈانٹ دینا اس کے لیے کوئی ایسی بات نہیں تھی جس پر اسے صدمہ پہنچ جاتا ہاں البتہ یہ بات اسے سلگا گئی تھی کہ کسی نے اس کی شکایت کی تھی اور وہ بھی ایک ایسے کام پر جو اس نے نہیں بلکہ سمیر نے کیا تھا مگر اب اچانک سارے عوامل اسے اپنے حق میں جاتے لگ رہے تھے۔

حالانکہ اس کے نزدیک یہ کوئی خوشی کی بات نہیں تھی کہ جونیئر اسٹوڈنٹس پر پہلے ہی دن اس نے کوئی رعب جھاڑ لیا تھا اسے کسی دوسرے کے کارنامے [illegible]

لیکن سمیر نے غیرارادی طور پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ اسے اگر خرم کو جھاڑ پڑنے پر خوشی ہوئی ہے تو اس بات کی تکلیف بھی ہے کہ تمام یونیورسٹی یہ حقیقت جاننے سے قاصر رہ گئی کہ نئے آنے والے طالب علموں کا یہ واہیات استقبال اس نے کیا تھا خرم نے نہیں۔

سمیر کی کیفیت کا اندازہ ہوتے ہی خرم کا سارا غصہ گوناگوں اطمینان میں تبدیل ہو گیا اس نے بڑے سکون سے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

"ہاں حیرت تو مجھے بھی ہے کیا میں اتنا مشہور ہوں کہ یونیورسٹی میں آنے والے پہلے ہی دن میرے نام اور میرے کارناموں سے واقف ہوتے ہیں۔" حسبِ توقع اور حسبِ خواہش اس کی بات پر سمیر بھڑک اٹھا تھا تبھی دوستوں کے جھرمٹ کو دھکیلتا ہوا اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"تم تو ایسے بول رہے ہو جیسے یہ سب واقعی تم نے کیا ہو۔"

"who cares یار۔" خرم نے لاپروائی سے کہا سمیر کی حالت دیکھ کر اسے بڑا مزا آ رہا تھا سمیر نے واقعی یہ نہیں چاہا تھا کہ سمیر یا اس کے دوستوں کا نام منظرِ عام پر آئے مگر سب کچھ خرم کے کھاتے میں جاتا دیکھنا بھی اسے منظور نہیں تھا وہ تو یہ چاہتا تھا کہ لوگ ہفتوں یہ سوچ کر حیران ہوتے رہیں کہ یہ سب کس نے کیا تھا جبکہ خرم کے بیچ میں آجانے سے اسے لگ رہا تھا خرم کا نام خوامخواہ نئے آنے والے اسٹوڈنٹس کے سامنے ہائی لائیٹ ہو گیا۔

تھوڑی دیر پہلے خرم کو پرنسپل صاحب سے جو ڈانٹ پڑی تھی جسے سن کر وہ سب جی بھر کر لطف اندوز ہوئے تھے

اس وقت وہ ایک پل میں اڑ گیا اچانک ہی وہ ڈانٹ وہ بے عزتی سب ثانوی حیثیت اختیار کر گئی اہمیت رہ گئی تو صرف خرم کے مطمئن اور سرشار سے انداز کی جو سمیر کی ہر کیفیت کو بخوبی سمجھتے ہوئے تاک تاک کر کہہ رہا تھا۔

"مجھے کیا فرق پڑتا ہے یہ سب کس نے کیا ہے مجھے تو صرف اس لڑکی سے ملنا ہے جس نے میرا نام لیا تھا۔ I can't wait to see you guys" خرم ہاتھ ہلاتا تیزی سے پلٹ گیا مبادا سمیر اس کی خوشی غارت کرنے کے لیے کچھ اور نہ کہہ دے۔

اور واقعی اس کے مڑ جانے کے باوجود سمیر نے کچھ کہا بھی تھا مگر اس کے تیزی سے آگے بڑھ جانے کے باعث وہ سن نہ سکا اور کینٹین کی طرف بڑھ گیا۔

اسے یقین تھا اس سانحہ کے بعد Previous کے تمام طالب علم کینٹین میں بیٹھے اپنے اپنے اوسان بحال کر رہے ہوں گے وہ لڑکی اور اس کی دوستیں بھی یقیناً وہیں ہوں گی اور نہ بھی ہوں تب بھی اپنے دوستوں کے وہاں ہونے کا اسے علم تھا چنانچہ وہ علی، ہارون، حمید اور نادر کو تازہ ترین سے آگاہ کرنے کینٹین کی جانب بڑھ گیا۔

۞ ۞ ۞

"الیان تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔" شگفتہ غفار کی حیرت بھری آواز پر الیان اچھا خاصا چونک گیا بے اختیار اس نے گھڑی کی جانب دیکھا جو رات کے پونے دو بجا رہی تھی۔

الیان کمپیوٹر پر کام کرتے ہوئے اتنا مگن ہو گیا تھا کہ اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا اور اب شگفتہ غفار کے چونکانے پر اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ کتنا تھک رہا ہے آنکھوں کے پپوٹے ایک دم بھاری اور بوجھل لگنے لگے۔

اس نے کی بورڈ سے ہاتھ ہٹا کر انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔

"اس کی یہ کام کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا ہے۔"

[illegible] آپ میرا اتنے گھنٹے [illegible] بعد بھی کام گھر لا کر کیوں کرنا پڑتا ہے؟" الیان [illegible] ایک دم تھی [illegible] آگئیں۔

الیان ان کے احساسات سمجھتے ہوئے بے ساختہ مسکرا دیا۔

"کام میری اپنی بے جا ضد کی وجہ سے طول پکڑ رہا ہے اب مجھے ہی اسے جلد از جلد ختم کرنا ہے تاکہ ڈیڈی کو مطمئن ہو۔" الیان نے واپس نظریں کمپیوٹر اسکرین پر مرکوز کر دیں۔

شگفتہ غفار اس کی پشت کی جانب آکھڑی ہوئیں اور محبت سے اس کا سر سہلانے لگیں۔

"تمہارے ڈیڈی کو بھی تم سے شکایت ہو سکتی ہے کیا۔"

"نہیں انہیں واقعی مجھ سے کبھی شکایت نہیں ہو سکتی لیکن مجھے تو پتا ہے نا کہ میں نے غلط کیا ہے۔" الیان ایک دم رک گیا اور ریوالونگ چیئر کو ان کی جانب گھماتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"میری وجہ سے ان کی کمپنی سے ایک بہت اچھا کانٹریکٹ چھن گیا۔ اب میں نے ایک نیا ڈیزائن تو تیار کر لیا ہے لیکن اب سارے کام شروع سے از سرِ نو کرنے پڑیں گے۔ ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں میں مزید تاخیر نہیں کرنا چاہتا۔ اسی لیے یہ پوری فائل میں آج ہی تیار کروں گا۔"

شگفتہ غفار غیرارادی طور پر اسے دیکھے گئیں۔

اس کی بے تحاشا چمکتی گہری آنکھیں نیند سے بھاری ہو کر خمار آلود ہو گئی تھیں تھکن نے اس کے چہرے کو اور نڈھال بنا دیا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟" الیان نے شرارت سے پوچھا تو وہ اسی طرح گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"کبھی کبھی یقین نہیں آتا کہ تم اتنے ضدی ہو تمہاری ڈیڈی نے جب مجھے بتایا کہ تم اپنے اس دوست وجاہت کی وجہ سے ڈیل کینسل کر رہے ہو تو مجھے تو یاد ہی نہیں آیا کون وجاہت۔ بیٹا کتنی پرانی بات ہے وہ۔ میرے خیال سے کالج میں ہوا کرتے تھے تم دونوں۔ اور پھر ایسی کون سی بڑی بات تھی جسے اب تک یاد رکھا جائے میرے خیال سے وجاہت تو بھول بھال بھی گیا ہوگا۔" شگفتہ غفار کا انداز ناصحانہ نہیں تھا بلکہ ان کے لہجے میں ایک حیرت تھی۔

الیان نے ان کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا بلکہ اب اچانک اسے یاد آیا تھا کہ اس نے ان سے اتنی رات تک جاگنے کی وجہ نہیں پوچھی تبھی واپس کمپیوٹر کی طرف مڑتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ پانی پینے اٹھی تھیں یا ابھی تک سوئی ہی نہیں۔"

"دونوں باتیں ہیں۔ نیند نہیں آرہی تھی تو سوچا چائے بنا کر پیوں۔ مگر تمہارے کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر یہاں چلی آئی۔" وہ ایک بار پھر اس کے بال سہلانے لگیں۔

"نیند نہیں آرہی اور آپ چائے پینے جارہی ہیں تاکہ اور دو گھنٹے جاگنا پڑے۔" الیان فوراً ہی بولا۔

"تمہیں پتا ہے میں چائے پی کر فریش ہو جاتی ہوں تم کہو تو تمہاری بھی بنا دوں۔"

"میرے لیے چائے بنائیں گی تو میں تو بہت خوشی خوشی پی لوں گا کہ مجھے ابھی اور دو گھنٹے جاگنا ہے مگر آپ کو تو ہی رات کو فریش ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" الیان ان کی عجیب و غریب منطق پر مسکرا دیا۔

شگفتہ غفار نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ کسی سوچ میں پڑ گئی تھیں کہ اچانک الیان نے ان کے ہاتھ پکڑ لیے۔

"آپ اس طرح سر سہلائیں گی تو میں تو سو جاؤں گا۔" الیان نے مسکراتے ہوئے مصنوعی بے چارگی سے کہا

نگران کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ایک بار پھر

"کیا بات ہے آپ کچھ پریشان ہیں کیا؟"

"نہیں تو پریشانی کیسی۔ تمہو میں چائے لے کر آتی ہوں مگر دو گھنٹے تک جاگنے کی ضرورت نہیں ایک گھنٹے میں سو جاؤ۔" وہ پلٹنے لگیں تو الیان نے روک دیا۔

"کوئی بات تو ضرور ہے اگر آپ پریشان نہیں ہیں تب بھی کچھ سوچ تو رہی ہیں یہ تو ہی رات کو چہل قدمی یلا وجہ نہیں ہو رہی۔" الیان پورے وثوق سے بولا تو وہ بھی پھیکے سے انداز میں مسکرا دیں۔

"آج تمہاری نانی کا فون آیا تھا وہ کہہ رہی تھیں آج کل وہاں گھر میں بریرہ کا رشتہ دینے کی باتیں ہو رہی ہیں تمہارے ماموں کی تو یہی خواہش ہے کہ بریرہ ان کے گھر کی بہو بنے مگر۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔

"مگر کیا؟" الیان جو پوری توجہ سے ان کی بات سن رہا تھا ان کے اس طرح رکنے پر بے اختیار بولا۔

"مگر ابھی کچھ ڈیسائیڈ نہیں ہو سکا۔"

"کیا مطلب؟" الیان الجھ کر بولا۔

"مطلب تو میری سمجھ میں بھی نہیں آیا پتا نہیں تمہاری نانی کیا سمجھانا چاہ رہی تھیں۔" وہ کچھ افسردگی سے بولیں۔

"تو آپ نانی سے صاف لفظوں میں پوچھ لیتیں۔" الیان کو ان کی پریشانی بالکل بے جا لگ رہی تھی۔

"میرے خیال سے تمہاری ممانی نہیں چاہتیں کہ بریرہ ان کے گھر کی بہو بنے۔" شگفتہ غفار نے پُرسوچ انداز

میں کہا۔

"تو اس میں اتنی پریشانی کی کیا بات ہے کیا آپ یہ چاہتی ہیں کہ بریرہ کی شادی ماموں کے گھر ہو۔" الیان نے وہ سوال پوچھا تو ان کے چہرے پر ایسی چمک پھیل گئی جیسے کسی بچے کے سامنے اس کے پسندیدہ کھلونے کا نام لے لیا ہو۔

"مجھے تو حامد بچپن سے بہت پسند ہے جب وہ چھوٹا سا تھا اور بریرہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھی تب سے میری خواہش تھی اسے اپنا داماد بنانے کی۔" وہ خوشی خوشی بولیں۔

الیان ان کے انداز پر لحہ بھر کو مسکرا دیا پھر فوراً ہی کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"حامد ہے تو بہت اچھا۔ لیکن آپ کو نہیں لگتا ماموں کا گھرانہ بہت بورژوا ہے۔"

"نہیں تو ایسی تو کوئی بات نہیں۔ ہاں وہ لوگ گاؤں میں رہتے ہیں جاگیردارانہ انداز ہے ان کا۔ مگر سب پڑھے لکھے ہیں۔" شگفتہ غفار تیزی سے بولیں۔

"وہ تو ہے لیکن ان کا رہن سہن ہم سے بہت الگ ہے اور پھر بریرہ میں اتنی سنجیدگی بھی نہیں ہے اسے وہاں ایڈجسٹ ہونے میں مشکل ہوگی۔" الیان کی نظروں کے سامنے نانی کی بڑی سی حویلی گھومنے لگی۔ جہاں تمام ممانیاں اور ان کی بیٹیاں ہر وقت چادریں اوڑھیں عموماً پردے میں رہا کرتی تھیں حالانکہ ممانیاں سب پڑھی لکھی تھیں اور ان کی بیٹیاں بھی تعلیم حاصل کر رہی تھیں مگر ان کا گھر میں کوئی عمل دخل نہیں تھا سارے معاملات گھر کے مردوں کے ہاتھ میں تھے نانی کی حیثیت بھی ثانوی سی تھی۔

"سسرال میں ایڈجسٹ ہونے میں تھوڑی بہت مشکل تو ہوتی ہی ہے اب بریرہ اتنی ناسمجھ بھی نہیں کہ ذرا سی کمپرومائز نہ کر سکے۔" شگفتہ غفار نے سر ہلکے ہلکے نفی میں ہلاتے ہوئے الیان کی رائے کو قطعی رد کر دیا۔

"ذرا سا کمپرومائز نہیں کرنا ہے اسے۔ بہت زیادہ کرنے کی ضرورت ہے ان کے گھر میں شہر والی زندگی کی تمام سہولیات موجود ہوں گی مگر ان کے گھر کا ماحول وہی مخصوص گاؤں والا ہے۔" الیان کے کہنے پر شگفتہ غفار کچھ ... ہوئے بولیں۔

"میں بھی اسی گھر سے آئی ہوں میں بھی تو شہر کی زندگی میں ایڈجسٹ ہو گئی نا۔" اپنے طور پر انہوں نے بڑی مضبوط دلیل دی تھی مگر الیان قائل نہ ہوا۔

"فرق ہے ممی۔ آپ کی شادی ڈیڈی سے ہوئی تھی وہ بہت لبرل تھے آپ کی کوئی لمبی چوڑی سسرال نہیں تھی صرف دادی تھیں ان کا بھی بہت جلدی انتقال ہو گیا جبکہ وہاں ایک بھرا پُرا کنبہ ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ حامد کی سوچ بھی ٹھیک ٹھاک جاگیردارانہ ہو سکتی ہے میں یقین سے اس لیے نہیں کہہ رہا کہ وہ بہت ایجوکیٹڈ ہے اور اسٹیٹ میں بہت اچھا ہے مگر ان کے ماحول میں بظاہر وہ چاہے جتنے بھی ماڈرن اور براڈ مائنڈڈ ہو جائیں گھر کی عورتوں کے لیے ان کی سوچ وہی ہوتی ہے۔ دقیانوسی اور گھسی پٹی۔" الیان کی صاف گوئی پر شگفتہ غفار خفگی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"تم میرے باپ دادا اور بھائیوں کو ایسا سمجھتے ہو۔"

"میں تو سرے سے سمجھنا ہی نہیں چاہتا۔" الیان برجستہ بولا بلکہ مزید وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں بریرہ ابھی بہت چھوٹی ہے اس کے لیے اور رشتے آجائیں اور یہیں شہر کے مل جائیں گے کوئی ضرورت نہیں ہے اسے شادی کر کے دور گاؤں بھیجا جائے جہاں ایک ڈھنگ کا شاپنگ سینٹر بھی نہیں ہے جبکہ بریرہ شاپنگ کی کتنی شوقین ہے اسے تو کچھ نہیں بھی خریدنا ہو تب بھی بازار چلی جاتی ہے۔" الیان کے کہنے پر وہ باقاعدہ ناراض ہو گئیں۔

کچھ لمحوں کے لیے تو خرم بھی گنگ رہ گیا نمل سے جتنی بار بھی سامنا ہوا تھا وہ اسے ہر بار بہت ضدی اور صاف گو لگی تھی۔ مگر وہ یونیورسٹی میں اپنے سینئرز کے سامنے اتنی صاف گوئی کا مظاہرہ کردے گی یہ امید خرم کو بالکل نہیں تھی وہ بھی اپنے پہلے ہی دن میں۔

"ریلیکس یار تم تو آپے سے ہی باہر ہوگئیں۔" خرم نے ہلکے پھلکے انداز میں ایسے کہا جیسے برسوں کی شناسائی ہو پھر پلٹ کر سب سے نزدیکی میز پر موجود ایک لڑکے سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

"ذرا اپنی کرسی تو دینا۔" وہ ایسے اچھل کر کھڑا ہوا جیسے حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو سر قلم ہو جائے گا۔

اس کے اٹھتے ہی حمید نے وہ کرسی اٹھا کر نمل وغیرہ کی میز کے ساتھ رکھ دی۔ جس پر خرم بڑی شان سے براجمان ہونے کے ساتھ پلیٹ میں سے سموسہ اٹھا کر اسے بڑی بے تکلفی سے کھانے لگا۔

"تم میرے سر پر ایک کیا دس الزام لگا دو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا پرنسپل یا ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اب تو انہوں نے مجھے بلا کر وارن کرنا بھی چھوڑ دیا ہے ان سے میری شکایت کرکے تم نے مجھے نہیں انہیں مشکل میں ڈال دیا تھا۔" اس کا ایکدم رویہ بدل لینا نمل سمیت ان دونوں کو بھی حیران کر گیا تھا وہ جتنی سنجیدگی اور سرد مہری سے بات کر رہا تھا اب اس کے لہجے میں اتنی ہی لاپروائی اور بے تکلفی در آئی تھی۔

سنبل حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی روبیلہ کا دل چاہ رہا تھا وہ فوراً یہاں سے اٹھ کر چلی جائے مگر نمل اور سنبل کو اپنی جگہ جماد دیکھ کر اس نے ایسی کوئی کوشش ہی نہیں کی۔ جانتی تھی اس وقت ان دونوں سے کچھ بھی کہنا بے کار ہے خود نمل کا بھی یہی دل چاہ رہا تھا اس کی بکواس سننے کی بجائے سیدھا اپنے گھر چلی جائے مگر جو کچھ بھی اس نے ابھی کہا تھا اس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ اس سارے تماشے کے پیچھے واقعی اس کا ہاتھ ہے۔

وہ جو یہ سوچ کر تھوڑی بہت شرمندہ تھی (بھلے ہی ظاہر نہیں کر رہی تھی) کہ اس کی وجہ سے خوامخواہ کسی کی شکایت ہوگئی اب اس شرمندگی کی جگہ غصے نے لے لیا [illegible]
گیا نمل نے یہ سوچا ہی نہیں کہ اگر اسے ڈانٹ ہی پڑتی [illegible]

اصل میں نمل کو خود بھی اندازہ تھا ایسے لوگوں سے کالج اور یونیورسٹی کا عملہ بھی زیادہ الجھتا نہیں ہے اور پھر ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ تو پہلے ہی اس موضوع پر بات کرنے کو وقت کا زیاں قرار دے رہے تھے اسی لیے وہ سرخ چہرے کے ساتھ چپ چاپ اسے سنتی رہی جو مزید کہہ رہا تھا۔

"سچ پوچھو تو مجھے تمہارا شکایت کرنا بالکل برا لگا ہی نہیں بلکہ بڑا مزا آیا ایک عرصے کے بعد کسی نے اتنی ہمت کی ہے کہ میری کمپلین کرسکے۔" وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بڑے اطمینان سے بول رہا تھا۔

پرنسپل کے آفس سے وہ واقعی وہ کسی اور ارادے سے نکلا تھا مگر راستے میں سمیر کی مداخلت نے اس کا غصہ ایک دم ٹھنڈا کر دیا اور اب نمل سے مل کر اس کا تپا ہوا انداز دیکھ کر اسے حقیقتاً سکون سا مل رہا تھا۔

اس کی دوستوں کی گھبرائی ہوئی شکلیں اور تنبیہہ کرتی نظریں کچھ بھی اس لڑکی کو بھڑکنے سے روک نہیں سکی تھیں ایسے خود سر لوگوں کو غصہ دلانے میں اور جلا جلا کر خاک کردینے میں اسے بڑا لطف آتا۔

بچپن سے ہی وہ سب سے زیادہ ڈانٹنے والی اور غصہ کرنے والی ٹیچر کو سب سے زیادہ تنگ کرتا اور سارا سارا دن پنشمنٹ میں کھڑے رہنے کے باوجود تنگ کرنے سے باز نہ آتا۔

اسی لیے اس کے چہرے پر پھیلی برہمی کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے خرم نے بڑے احسان جتانے والے انداز میں کہا۔

"میں نے آج تک کبھی کسی کو دوستی کی آفر نہیں کی لیکن صرف تمہاری جرأت کو دیکھتے ہوئے تمہیں یہ اعزاز

[illegible] سنبل اور روبیلہ سب کچھ بھول بھال کر آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھیں جس نے سموسہ ختم [illegible] کے بعد ہاتھ جھاڑا اور مصافحہ کے لیے نمل کی جانب بڑھا دیا۔

"[illegible]"

نمل لب بھینچے اور مٹھیاں بھینچے یک ٹک اسے دیکھے گئی جس کے صرف لب ہی نہیں آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔

"ارے کیا سوچ رہی ہو نمل۔ میں نے صرف ہاتھ ملانے کے لیے کہا ہے کوئی ہاتھ مانگ تو نہیں لیا۔" نمل کا دل چاہا سموسے کی پلیٹ اٹھا کر اس کے منہ پر مار دے۔

روبیلہ اور سنبل ایک ساتھ کرسی گھسیٹ کر کھڑی ہوگئیں سنبل نے اپنے ساتھ ساتھ نمل کی بھی کتابیں میز سے اٹھالیں روبیلہ اس کے پہلو میں آکھڑی ہوئی اور اس کا بازو پکڑ کے اسے آگے بڑھنے کے لیے ٹہوکا دیا مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئی۔

"کیا ہوا آپ دونوں ناراض ہوگئیں آپ تو ہمیشہ میری سائیڈ پر ہوتی ہیں۔" خرم نے حیرانی سے باری باری ان دونوں کو دیکھا اس کا ہاتھ ابھی تک ہوا میں اٹھا ہوا تھا۔

"آپ ہمیں کیوں پریشان کر رہے ہیں۔" سنبل عاجزی سے بولی تو حمید' ہارون' نادر اور وکی سب ایکدم خرم کے قریب چلے آئے۔

"ابھی ہم نے آپ کو پریشان کیا ہی کہاں ہے۔" حمید نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"ہاں پریشانی تو تب شروع ہوگی جب آپ ہم سے دوستی نہیں کریں گی۔" وکی کے لہجے کا عامیانہ پن ان تینوں کو [illegible] گیا۔

"اور ایک بار ہم سے دوستی کرلی تو کوئی دوسرا بھی آپ کو پریشان کرنے کی جرأت نہیں کرسکے گا in the other words بڑے فائدے میں رہیں گی۔" حمید پھر بولا تو خرم نے ہاتھ اٹھا کر انہیں چپ کرا دیا۔

[illegible] کا کوئی ذکر نہیں ہو رہا ہاں تو پھر کیا سوچا تم نے۔" [illegible] ایک بار پھر نمل کو دیکھنے لگا۔

"میں فضول باتیں نہیں سوچتی۔" نمل دو ٹوک لہجہ میں کہتی جانے کے لیے مڑ گئی۔

خرم کو اس سے اس جواب کی توقع تھی اسے معلوم تھا وہ دوستی کے لیے کبھی آمادہ نہیں ہوگی خرم کو خود بھی اس سے فرینڈشپ کرنے کی کوئی آرزو نہیں تھی وہ تو صرف اسے تپانا چاہتا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہوگیا تھا مگر اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی تبھی وہ تیزی سے اٹھ کر اس کے راستے میں حائل ہوگیا۔

وہ تینوں ہی رکتے ہوئے پیچھے ہو گئی تھیں۔ سنبل کی تو ہلکی سی چیخ بھی نکل گئی تھی روبیلہ کے چہرے سے بھی پریشانی صاف جھلک رہی تھی بس ایک وہ تھی جو ابھی تک اعتماد سے کھڑی تھی اور جس کے چہرے پر پھیلے برہمی کے تاثرات ایک بار بھی خوف یا گھبراہٹ میں تبدیل نہیں ہوئے تھے اور یہی بات اب خرم کو چبھنے لگی تھی تبھی وہ اپنے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی اور برف جیسی ٹھنڈک سموتے ہوئے بولا۔

"خرم حسن سے آج تک کسی نے ایسے لہجے میں بات نہیں کی۔" اس کے لب و لہجہ پر روبیلہ کا رنگ فق ہوگیا تھا سنبل کی تو پہلے ہی بہت بری حالت تھی اب تو وہ باقاعدہ روہانسی ہوگئی تھی لیکن اب بھی نمل کے چہرے کے تاثرات جوں کے توں تھے ایک پل کے لیے وہ بھی ہراساں نہیں ہوئی تھی بلکہ ٹھیک اسی کی طرح وہ بھی اپنے لہجے کو ہموار اور پتھریلا بناتے ہوئے بولی۔

"کیونکہ آج تک خرم حسن کا سامنا نمل خلیل سے نہیں ہوا تھا۔" اپنی بات کہہ کر نمل رکی نہیں اور خرم

کے برابر میں سے ترچھی ہو کر آگے نکل گئی۔

آگے بڑھنے سے پہلے اس نے سنبل کی کلائی پکڑلی تھی کہ اسے باخوبی اندازہ تھا اس وقت سنبل کی کیا حالت ہو رہی ہوگی روبیلہ کی طرف سے اتنا اطمینان بہرحال تھا کہ وہ سنبل کی طرح ہاتھ پاؤں نہیں چھوڑ دے گی اور واقعی وہ ان دونوں کے پیچھے تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

کینٹین میں پھیلا جمود ایک دم ٹوٹ گیا تھا نہیں لوگ دھیرے دھیرے کیا باتیں کر رہے تھے خرم کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سب اس پر ہنس رہے ہوں اور اس کے دوست تو واقعی اس کے قریب چلے آئے تھے۔

"آج تو مزا ہی آگیا۔" یہ لے سموسے کھا۔" حمید نے ان تینوں کے آرڈر کی پلیٹ آگے کر دی۔ جس میں سموسے تھے جو انہوں نے شدید بھوک کے باعث زیادہ منگوا لیے تھے۔

"ایک طرف وہ سمیر تپا ہوا ہے تو ایک طرف یہ بے چاریاں حواس باختہ ہو رہی ہیں۔" وکی نے ان کی آدھی پی ہوئی کولڈ ڈرنک کا بڑا سپ لیتے ہوئے خرم کے کندھے پر ہاتھ رکھا جسے خرم نے ایک جھٹکے سے ہٹا دیا۔

وہ ان سب کے سامنے کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا جب انہوں نے محسوس ہی نہیں کیا تھا تو وہ کیوں انہیں احساس دلاتا کہ وہ ایک لڑکی کا نڈر انداز' ان دونوں لڑکیوں کی بوکھلاہٹ اور سمیر اور اس کے دوستوں کے تلملانے پر ملنے والی ساری خوشی کو غارت کر گیا ہے۔

بظاہر وہ ان سب کے ساتھ بیٹھ کر اپنا آرڈر بتانے لگا مگر اس کا ذہن وہاں موجود ہوتے ہوئے بھی حاضر نہیں تھا بار بار اس کے کانوں میں نمل کا جملہ گونج رہا تھا۔

"کیونکہ آج تک خرم حسن کا سامنا نمل خلیل سے نہیں ہوا تھا۔"

ہر بار یہ جملہ اس کے اندر ایک آگ بھڑکا دیتا اس کا دل چاہ رہا تھا جس طرح وہ اسے سلگانے میں کامیاب ہو گیا تھا ویسے ہی اسے ہراساں کرنے میں بھی کامیاب ہو جائے۔

آخر کب تک وہ اس کی باتوں کا دوبدو جواب دے سکتی تھی کبھی تو کہیں تو جا کر اسے جھکنا ہی تھا اور خرم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دن کل ہی آجائے۔

زوبیہ کا پورا دن دواؤں کے زیر اثر سوتے ہوئے گزر ا تھا اسی لیے رات کے دس بجے جب نیند کا زور ٹوٹا تو سر میں درد شروع ہو گیا اتنی بوجھل طبیعت اور بھاری ہوتے سر کے ساتھ عائشہ اختر بھی اس کے پیچھے لگ گئیں۔

"دوپہر سے تم نے کچھ نہیں کھایا یہ جتنے چاول میں نے تمہاری پلیٹ میں نکالے ہیں تمہیں سب ختم کرنے ہیں۔" عائشہ اختر کے حکمیہ اصرار پر اس نے زہر مار کر کے چاول تو حلق سے اتار لیے مگر تب سے اس کی طبیعت اور عجیب ہو گئی۔

کچھ دیر تو وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی بے دلی سے ٹی وی دیکھتی رہی پھر آخر ٹی وی آف کرتی اپنے کمرے میں جانے کے لیے اٹھ گئی۔

مما پاپا اپنے کمرے میں سونے جا چکے تھے اس وقت بڑے سے گھر میں صرف خاموشی کا راج تھا۔

بلال اختر اور عائشہ اختر کا کمرہ نیچے تھا جبکہ زوبیہ کا کمرہ اوپر بنا ہوا تھا جہاں دو کمرے اور موجود تھے مگر بلال اختر کو ہر وقت کا سیڑھیاں چڑھنا اترنا پسند نہیں تھا اس لیے وہ نیچے رہنے کو ہی ترجیح دیتے تھے گھر میں مکینوں سے زیادہ تعداد میں کمرے تھے چنانچہ وہ جس طرح چاہتے رہ سکتے تھے۔

البتہ زوبیہ کا کمرہ شروع سے اوپر ہی تھا وہ اوپر والے فلور پر بالکل تن تنہا رہتی تھی اس وقت بھی گھر کی تمام مین لائٹس آف تھیں صرف ہلکی پاور کے راہداری اور زینہ کے بلب جل رہے تھے۔

اور پھر وہ انداز کے بنے بڑے سے زینہ پرست روی سے چلتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ ہی رہی تھی کہ تبھی اس کی نظر زینے کی آخری سیڑھی پر سب سے اوپر کی جانب اٹھ گئیں اور وہ سہم کر رک گئی۔

اس سے اگلی قدم چوڑی پر ایک سفید رنگ کا سایہ سا لہرا رہا تھا جیسے پانی میں کوئی عکس پڑ رہا ہو۔

زوبیہ کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی ہزار بار کے دیکھے اس عکس کو ایک بار پھر دیکھ کر وہ آج بھی ایسے ہی خوفزدہ ہوئی تھی جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو اس نے ریلنگ کو مضبوطی سے تھام لیا اور نیم تاریکی میں لہراتے اس سائے کو دیکھتے ہوئے وہ ڈاکٹر شکیلہ کے کہے وہ جملے دہرانے لگی جو وقتاً فوقتاً انہوں نے مختلف سیشنگز میں کہے بلکہ اسے رٹائے تھے۔

"یہ صرف میرا وہم ہے۔"

"سامنے کوئی روح کوئی سایہ نہیں ہے۔"

"یہ صرف میری نظر کا دھوکا ہے۔"

"اگر میں خود کو یہ یقین دلا دوں گی کہ یہ یہاں نہیں ہے تو یہ مجھے نظر نہیں آئے گا۔"

وہ تیز تیز یہ تمام جملے دوہرا رہی تھی مگر کسی بھی جملے سے سامنے لہراتا سایہ غائب نہیں ہوا بلکہ اسی لہراتے انداز میں وہ آگے بڑھتا اس کے نزدیک آنے لگا تو زوبیہ ایک دم پلٹ کر دوڑتی ہوئی عائشہ اختر کے کمرے کے دروازے پر جا پہنچی۔

اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا مگر اتنی خوفزدہ کیفیت میں بھی دروازے پر دستک دینے سے پہلے ہی اس کا ہاتھ ہوا میں رک گیا۔

وہ جانتی تھی بلال اختر اس طرح آدھی رات کو گہری نیند سے جاگنے پر بہت بگڑیں گے ان کے غصے کا سوچ کر وہ بمشکل پلٹ کر زینے کی جانب دیکھنے لگی جہاں اب کوئی بھی نہیں تھا۔

اس نے دو چار گہری گہری سانس لے کر حواس بحال کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ڈر میں خاطر خواہ کمی آگئی [illegible] نہیں تھی کہ [illegible] اپنے کمرے میں جا سکے وہ کچھ دیر دروازے کے [illegible] آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ٹی وی لاؤنج میں واپس آگئی جہاں وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے بیٹھی ہوئی تھی یہاں سے بھی بڑا سا زینہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

وہ ایک صوفے کے کنارے پر ٹک کر زینے کو ایسے دیکھتی رہی جیسے ابھی کوئی اچانک وہاں سے اترتا ہوا چلا آئے گا۔

مگر دس منٹ گزر گئے اس کی آنکھیں ایک ہی زاویے پر دیکھتے دیکھتے دکھنے لگیں تو اس نے ایک بار پھر اٹھ کر اوپر جانے کا فیصلہ کر لیا۔

دراصل وہ یہاں نہیں سو سکتی تھی بلال اختر اگر اس کے اٹھنے سے پہلے اٹھ جاتے تو اسے یہاں سوتا دیکھ کر بہت بگڑتے وہ ان معاملوں میں بہت بااصول تھے ایسی بدنظمی ان سے بالکل برداشت نہیں ہوتی تھی اور اگر وہ یہ بتاتی کہ وہ ڈر رہی تھی اس لیے یہاں لیٹ گئی تب تو وہ بالکل ہی آپے سے باہر ہو جاتے۔

زوبیہ دل کڑا کر کے جیسے ہی جانے کے لیے اٹھی دھک سے رہ گئی شائستہ خالہ کا سایہ جواب تک محض پانی پر لہراتے عکس کی طرح نظر آ رہا تھا صوفے پر عین اس کے برابر میں آبیٹھا۔

ان کی جانب پشت ہونے کے باوجود زوبیہ کو بخوبی اندازہ تھا کہ وہ اس سے ایک قدم سے بھی کم کے فاصلے پر موجود ہیں اور اس بار ان کا وجود کسی پانی پر لہراتے سائے کی طرح نہیں تھا بلکہ مادی شکل میں تھا۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ـــــ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔۔۔

(اب آگے پڑھیے)

چھٹی قسط

زوبیہ کو اپنا خون خشک ہوتا محسوس ہوا اسے لگ رہا تھا شائستہ خالہ کی روح اس پر بھی ایسے حملہ آور ہو جائے گی جیسے رخسار پر ہو گئی تھیں۔

مگر انہوں نے کبھی اسے ایک انگلی تک نہیں لگائی تھی بلکہ اسے ہی کیا رخسار سے پہلے انہوں نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی تھی پھر بھلا اس کے ساتھ ایسا کیوں کرتیں۔

زوبیہ میں پلٹ کر انہیں دیکھنے کی ہمت نہیں تھی اس کا تنفس بڑھتا جا رہا تھا اس نے بڑی مشکل سے اپنی ساری ہمتیں مجتمع کیں اور دوڑتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بھاگ گئی۔

تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے اسے لگ رہا تھا وہ ابھی منہ کے بل گر پڑے گی مگر کانپتی ٹانگوں سے دوڑتے ہوئے جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو کمرے کا دروازہ تیزی سے بند کرتے اور لائٹ آن کر کے وہ کنگ سائز بیڈ پر قاعدے سے بچھے خوب صورت بیش قیمت کمفرٹر میں ایسے دبک گئی جیسے وہی اس کی واحد پناہ گاہ ہو۔

اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اس کے ہر مسام سے پسینہ پھوٹ رہا تھا بھیگے وجود پر ایسا رعشہ طاری تھا کہ کمفرٹر ______ میں گٹھڑی کی صورت میں چھپے ہونے کے باوجود ہاتھ پاؤں کی لرزش قابو میں نہیں آ رہی تھی۔

شائستہ خالہ کی روح اسے ہر وقت نظر نہیں آتی تھی مگر جب آتی تھی تب بھلے ہی وہ ایک جھلک دکھا کر غائب ہو جائیں مگر ان کا خوف اس پر گھنٹوں سوار رہتا تھا اب بھی اس کی حالت سنبھلنے میں نہیں آ رہی تھی۔

اس نے قرآنی آیتوں کا ورد شروع کر دیا تھا پھر بھی اسے محسوس ہو رہا تھا کہ شائستہ خالہ کی روح اسی کمرے میں اس کے ارد گرد کہیں موجود ہے۔

اس نے سختی سے آنکھیں میچ لی تھیں مبادا وہ کمرے میں کھڑی نظر نہ آ جائیں حالانکہ آیت الکرسی پڑھتے وقت اسے لگا وہ اس کے پاؤں کے پاس ہی آ بیٹھی ہوں وہ روانی سے پڑھتی سورۃ بھولنے لگی ساتھ ہی اس کی سختی سے بند کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا زور زور سے چیخ کر ممی پاپا کو بلا لے مگر بلال اختر اور عائشہ اختر اس کی آواز پر اس وقت تو دوڑے چلے آتے مگر کمرے میں آنے کے بعد جب انہیں کچھ نظر نہ آتا تو اس کی حرکتوں کو اس کا جنون اور پاگل پن کہنے لگتے۔

بلال اختر کا کوفت بھرا انداز اور چڑھتی تیوریاں اگر اسے شرمندہ کر دیتیں تو عائشہ اختر کا فکر مندی سے اسے دیکھنا اور اس کی باتوں پر اس سے خوف کھانا اسے اندر تک چیر دینے کے ساتھ ساتھ ساکت کر کے رکھ دیتا۔

اسی لیے انہیں پکارنے کی بجائے اس نے اپنی چیخوں کا اندر ہی اندر گلا گھونٹ دیا تھا مگر تنہائی اور خوف سے کانپتا دل اپنی بے بسی پر آنسو کو بہنے سے نہ روک سکا۔

جانے کب تک وہ ایسے ہی بے آواز روتی رہی کہ آخر نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی اور وہ عارضی طور پر اس دنیا سے ناتا توڑ کر کچھ دیر کے لیے اس کے مسائل اور الجھنوں سے دور چلی گئی۔

مگر پرسکون نیند بھی پرسکون زندگی جینے والوں کے حصے میں آتی ہے تبھی اکثر وہ نیند میں بھی بہت بے آرام رہتی تھی۔

جیسے اس وقت بھی اس کے چہرے پر پھیلا کرب اور بند آنکھوں کے ہلتے پپوٹے سوتے میں بھی اس کی بے چینی کو بھرپور طریقے سے ظاہر کر رہے تھے۔

جس شخص کو جاگتے میں اچھے منظر نظر نہ آتے ہوں اسے سوتے میں کوئی دلکش نظارہ کیسے نصیب ہوتا خواب میں بھی وہ عجیب عجیب جگہیں، عجیب عجیب لوگ اور عجیب عجیب حالات دیکھتی رہی۔

✡ ✡ ✡

الیان آفس سے گھر آیا تو اسے گھر میں معمول سے ہٹ کر چھائی خاموشی ایک پل میں محسوس ہو گئی۔

"کوئی گھر پر نہیں ہے کیا؟" الیان نے پانی کا گلاس لائی ملازمہ سے پوچھا۔

"بریرہ بی بی گھر پر ہیں صاحب اور صاحبہ کسی شادی میں گئے ہیں۔" ملازمہ نے گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بریرہ کیوں نہیں گئی؟" الیان نے قدرے حیرت سے کہا۔

"معلوم نہیں جی۔" اس کے لاعلمی سے کندھے اچکانے پر الیان تیزی سے پانی چڑھا کر بریرہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ تیز آواز میں میوزک سن رہی تھی جو اس کے کمرے کے باہر تک سنائی دے رہا تھا اتنے شور میں الیان کے ناک کر کے اندر آنے کا اسے علم ہی نہیں ہوا وہ فلور کشن پر میوزک سسٹم کے قریب بیٹھی C.D الٹ پلٹ رہی تھی اس پر نظر پڑتے ہی چونک گئی۔

"ارے بھائی آپ؟ آج آپ کو بہت دیر ہو گئی۔" اس نے ریموٹ اٹھا کر آواز کم کرتے ہوئے خوش دلی سے کہا تو الیان اس کے قریب ہی دوسرے فلور کشن پر بیٹھ گیا۔

"ہاں ڈیڈی تو شام میں ہی گھر آ گئے تھے گھر میں نے سوچا آج سارا کام آفس میں بیٹھ کر ہی کروں گا کیونکہ کام گھر لے کر آتا ہوں تو یا تو گھر پر کوئی دوسری مصروفیت نکل آتی ہے یا کوئی اور ایسی بات ہو جاتی ہے کہ کام ہو ہی نہیں پاتا۔" الیان نے بڑی تفصیل سے جواب دیا پھر زمین پر پڑی سی ڈیز کا ڈھیر چیک کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم شادی میں نہیں گئیں ممی ڈیڈی کے ساتھ۔"

"مجھے ممی نے اتنی دیر سے بتایا۔ شام سے میری دوست آئی ہوئی تھی اس کے جانے کے بعد میں سو گئی ممی نے تیار ہونے کے بعد مجھے اطلاع دی کہ ہم جا رہے ہیں۔ میں نے کہا اگر مجھے بتا دیا ہوتا تو میں بھی چلتی اب تو تیار ہونے کا ٹائم بھی نہیں۔ تو ممی کہنے لگیں ایک دن میں ان کے دو جگہ انویٹیشن ہیں بیٹھنے کا وقت بھی نہیں ملے گا سارا ٹائم آنے جانے میں گزر جائے گا۔ وہ صرف حاضری لگانے جا رہے ہیں۔" بریرہ نے منہ بسورتے ہوئے ساری تفصیل بتائی تو الیان بھی کچھ یاد آتے ہوئے بولا۔

"اچھا میں سمجھ گیا وہ کن شادیوں میں گئے ہیں۔ ارے اچھا ہوا تم نہیں گئیں دونوں انویٹیشن ڈیڈی کے کاروباری دوستوں کے ہیں کسی کو بھی نہیں جانتی ہو گی تم وہاں۔ بہت بور ہوتیں۔" الیان نے تسلی دینے والے انداز میں کہا مگر بریرہ بدستور خفگی سے بولی۔

"نہیں بھی جانتی تو بھی کیا ہوا میرا الیشس فیشن کا۔ بڑے دن سے سلا رکھا ہے ابھی تک پہننے کا موقع نہیں ملا کم از کم وہ سوٹ تو پہننے میں آ جاتا۔" الیان کی سچ مچ ہنسی نکل گئی بریرہ کے چہرے پر واقعی سوٹ نہ پہننے کا ملال پھیلا تھا۔

"تم کب بڑی ہو گی۔" الیان نے بظاہر اپنے لہجے میں تاسف بھرتے ہوئے کہا جبکہ اس کا انداز سراسر غیر سنجیدہ تھا۔

"بڑی تو ہو چکی ہوں گریجویشن کر لیا ہے اور کتنا بڑا ہونا ہے۔" وہ اترا کر بولی تو الیان پل میں تولہ اور پل میں ماشہ ہوتی اپنی بہن کو دیکھ کر رہ گیا۔

اس کی کہی بات سے اچانک ہی الیان کے ذہن میں شگفتہ غفار کی کل رات کی کہی بات تازہ ہو گئی۔
آفس کی بے تحاشا مصروفیت میں بھی دو تین بار اسے ان کی کہی بات کا خیال آیا تھا اور ہر بار دو تین منٹ کے لیے اس کا دھیان کام کی طرف سے ہٹ گیا۔
اس وقت بھی کچھ لمحوں کے لیے وہ غائب دماغی سے بریرہ کو دیکھتا رہا تو بریرہ نے باقاعدہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔
"کیا ہوا بھائی کہاں کھو گئے؟"
الیان نے چونک کر حال میں آتے ہوئے بریرہ کو دیکھا اور پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔
"ہاں۔۔۔ بریرہ تم سے ایک بات پوچھوں تم بالکل بے جھجک اس کا جواب دینا۔ یوں سمجھ لو کہ میں تمہارا بھائی نہیں بلکہ تمہارا دوست ہوں۔"
الیان نے اس سے براہ راست بات کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے تمہید باندھنے والے انداز میں کہا۔
بریرہ کچھ چونک کر الیان کو دیکھنے لگی بلکہ اپنے گزشتہ غیر سنجیدہ انداز میں نظریں ترچھی کر کے ڈرامائی انداز میں بولی۔
"ایسی کیا بات ہے کہ میں یہی بھول جاؤں کہ آپ میرے بھائی نہیں ہیں کیا جائیداد میں میرا حصہ بٹورنا چاہتے ہیں۔" اپنی بات کہہ کر وہ خود ہی ہنسنے لگی۔
جبکہ الیان کا ارادہ ایک بار پھر ڈانوا ڈول ہو گیا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اسے ابھی سے بریرہ سے یہ ذکر کرنا چاہیے یا نہیں۔
حالانکہ اسے یقین تھا کہ کچھ ہی دنوں میں ماموں، ممی کی خواہش کے عین مطابق بریرہ کا رشتہ حامد کے لیے، لے چلے آئیں گے اور اسے یقین تھا ایک بار اگر انہوں نے رشتہ دے دیا تو ڈیڈی انکار نہیں کر سکیں گے۔
ویسے تو اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ڈیڈی کی کیا رائے ہو گی اس رشتے کے متعلق لیکن جس بات پر ممی دل و جان سے راضی ہوں اس پر ڈیڈی کا انکار زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکتا اور یہاں تو ممی کا رجحان اس درجہ تھا کہ محض نانی کے اندازہ ظاہر کرنے پر ممی کی نیند اڑ گئی۔
وہ تو جیسے رشتہ آنے سے پہلے ہی ہاں کیے بیٹھی تھیں وہ بھی گھر میں کسی سے بھی مشورہ اور رائے لیے بغیر، کیونکہ گھر کے ہر معاملے میں ان ہی کا فیصلہ چلتا تھا۔
ریاض غفار مصروف اس قدر رہتے تھے کہ گھر کے تمام چھوٹے بڑے کام شگفتہ غفار کے ذمہ آگئے اور ان کاموں کو انہوں نے اس قدر خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ ریاض غفار مطمئن ہو کر اور بھی لاتعلق ہو گئے اور شگفتہ غفار بھی خود اعتماد ہوتی چلی گئیں کہ انہیں ہر کام میں اپنا ہی فیصلہ ٹھیک لگنے لگا گھر میں کیا پکے گا یا کون سے ملازم کام کریں گے۔ یہ تو عام بات تھی جبکہ گھر کی سجاوٹ سے لے کر بچوں کی تعلیم ان کے اسکولز کا انتخاب، سبجیکٹس کا انتخاب ان کے کالجز کا انتخاب یہاں تک کہ ریاض غفار کو بچوں کے اسکولز کے کس فنکشن میں جانا چاہیے اور کس میں نہیں۔ یہ فیصلے پر مبنی حتمی رائے بھی شگفتہ غفار کی ہوتی تھی اور کیونکہ ان فیصلوں کے نتائج ہمیشہ بہترین رہے اور ان کا اپنا بھی ذمہ داریوں کا بوجھ کم ہو گیا تو وہ کچھ زیادہ ہی شگفتہ غفار پر انحصار کرنے لگے۔

مگر آج سے پہلے الیان کو کبھی اس بات سے پریشانی نہیں ہوئی تھی کہ شگفتہ غفار اپنی چلانے کی کس قدر عادی ہو گئی ہیں آج پہلی بار اسے لگ رہا تھا اگر ڈیڈی کو بھی یہ رشتہ کچھ زیادہ مناسب نہ لگا تب بھی وہ ممی کی خواہش کے سامنے اسے منظور کرنے پر مجبور ضرور ہو جائیں گے۔

"کیا ہوا بھائی۔ کیا کوئی عشق وغیرہ ہو گیا ہے جو ہر منٹ پر خیالوں میں کھو جاتے ہیں۔" بریرہ شرارت سے آنکھیں گھماتے ہوئے بولی۔
الیان چونک کر گہرا سانس کھینچتے ہوئے بولا۔
"ایک بہت اہم مسئلے پر تمہاری رائے لینی تھی مگر شاید تم ابھی قابل نہیں ہو۔" الیان اس سے کچھ بھی کہنے کا ارادہ ملتوی کرتا جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔
"وہ تو آپ کو رائے لینے کے بعد پتا چلے گا کہ میں کس قابل ہوں۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اگر آپ نے میری بھابھی ڈھونڈ لی ہے یا ڈھونڈ لینے کے بعد کشمکش کا شکار ہیں تو پوری دنیا میں آپ کو سب سے بہترین مشورہ میں ہی دے سکتی ہوں۔" بریرہ فرضی کالر جھاڑتے ہوئے بولی اس نے بس مان لیا تھا کہ جو اس نے سمجھا ہے وہی بات ہے۔
الیان اس کے انداز پر رکے بغیر بولا۔
"اپنے بچکانہ اندازے لگا کر تم نے اپنی محدود ذہنیت پر مہر لگا دی ہے۔" الیان کہتے ہی اس کے کمرے سے نکل گیا بریرہ نے پیچھے سے آواز بھی دی مگر الیان رکے بغیر بولا۔
"میں شاور لینے جا رہا ہوں آفس سے آکر ابھی تک میں نے چینج بھی نہیں کیا اور سیدھا تمہارے پاس آگیا یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ تم شادی میں کیسے نہیں گئیں۔ اب مجھے بھوک لگ رہی ہے بوا سے کہہ کر کھانا گرم کروا دو۔"
الیان تیز تیز ہدایت دیتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
بریرہ سے اس رشتے کے بارے میں پوچھنا یا اس کی پسند معلوم کرنا ایک بے معنی سی بات تھی وہ اگر اپنی رائے دیتی تو صرف ظاہری چیزوں کو دیکھ کر دیتی جو کہ تمام کی تمام حامد کے حق میں تھیں جبکہ الیان جن باریکیوں پر غور کر رہا تھا بریرہ کے لیے ان کی گہرائی سمجھنا ممکن نہیں تھا پھر بھلا اس مسئلے پر اس سے بات کرنے کا فائدہ ہی کیا تھا پہلے سے ہی اس کے دل میں ایسا کوئی خیال ڈالنا الیان کو کچھ مناسب نہ لگا۔
فریش ہو کر ڈائننگ ٹیبل پر پہنچنے تک الیان اس نکتے پر سوچتا رہا اور بالآخر ایک فیصلے پر پہنچ ہی گیا تبھی وہاں پہلے سے موجود اپنا انتظار کرتی بریرہ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔
"ہم لوگ کتنے عرصے سے نانی کے گھر رہنے نہیں گئے، جاتے ہیں بس مہمانوں کی طرح دو گھنٹے بیٹھ کر آجاتے ہیں میں سوچ رہا ہوں اس ویک اینڈ پر ان کے گھر رہنے چلا جاؤں۔" الیان جھوٹ نہیں کہہ رہا تھا واقعی ان کے گھر مہمانوں کی طرح جاتے تھے پانچ چھ سالوں سے ان کا یہی معمول رہا تھا جبکہ الیان کو لگ رہا تھا کہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ایک بار ان کے گھر جا کر ان کا ماحول قریب سے دیکھنا چاہیے۔
ابھی ماموں نے رشتے کی بات بھی نہیں چھیڑی تھی ابھی فورا" چلے جانا آسان تھا جبکہ ایک بار ان کے رشتہ دے دینے کے بعد اچانک الیان کا وہاں جا کر رہنا کچھ ٹھیک نہیں تھا۔
"دیکھ لیں ممی اجازت دیں گی یا نہیں۔ مجھے تو انہوں نے منع کر دیا۔" بریرہ پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے سرسری انداز میں بولی تو الیان چونک اٹھا۔
"تم جانا چاہ رہی تھیں ماموں کے گھر۔"
"ہاں اتنی بور ہو رہی تھی میں گھر میں پڑے پڑے۔ سوچا نانی کے گھر چلی جاؤں۔ مگر ممی نے سنتے ہی منع کر دیا۔"
بریرہ کا انداز اب بھی سرسری تھا بلکہ نوالہ بناتے ہوئے وہ ممی کے ہی لہجے میں بولی۔
"انہوں نے کہا کوئی ضرورت نہیں ہے وہاں جا کر اپنی یہ اوٹ پٹانگ حرکتیں دکھانے کی۔
میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اب حرکتیں تو ٹھیک ہو نہیں سکتیں لہذا جانے کا پروگرام ہی کینسل کر دیا ویسے آپ

کہیں تو میں ممی سے ایک بار پھر پوچھوں دونوں چلیں گے تو بڑا مزا آئے گا۔" بریرہ کو اچانک نئی سوجھی۔
الیان اسے اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہ رہا تھا مگر اسے انکار کرنے کی ضرورت نہیں تھی ممی خود ہی منع کر دیتیں اس لیے وہ اس بارے میں بات کرنے کی بجائے اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔
"بہت مزا آتا ہے تمہیں نانی کے گھر میں؟"
"ظاہری بات ہے وہاں اتنی ساری کزنز جو ہیں۔" بریرہ ایسے خوش ہو گئی جیسے الیان نے اسے ساتھ لے جانے کی رضامندی دے دی ہو۔
"کون سا کزن سب سے زیادہ پسند ہے۔" الیان کے سوال پر غور کیے بغیر وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے نام گنوانے لگی تو الیان کو براہ راست پوچھنا پڑا۔
"ان سب کو تو میں اتنا جانتا ہی نہیں مجھے تو وہاں سب سے اچھا حامد لگتا ہے۔" الیان کی بات پر بریرہ کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں ابھرا بلکہ وہ اپنے سابقہ انداز میں بولی۔
"آپ صرف لڑکوں سے ہی ملے ہیں نا اس لیے ایسا کہہ رہے ہیں ماہ نور اور گل بانو وغیرہ سے تو بس آپ کی رسمی سی سلام دعا ہے۔" یہ کہہ کر بریرہ ساری کزنز کے ساتھ کسی شادی میں جانے کا کوئی پرانا سا قصہ سنانے لگی الیان کو دلچسپی تو نہیں تھی مگر بڑے غور سے اس کی بات سنتا رہا بڑی مشکل سے اس کا قصہ ختم ہوا تو ایسے بولا جیسے مذاق میں کہہ رہا ہو۔
"لگتا ہے تمہیں وہاں بہت مزا آتا ہے تمہیں مستقل طور پر وہیں بھیج دینا چاہیے۔"
"نہیں! اتنا لمبا رہ کر تو میں بور ہو جاؤں گی مستقل طور پر رہنے کے لیے تو بس اپنا ہی گھر صحیح ہوتا ہے۔" بریرہ فوراً بولی۔
"اگر وہی گھر تمہارا مستقل طور پر گھر ہو جائے تو۔۔۔" الیان نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔
"وہ گھر ہمارا کیسے ہو سکتا ہے کیا ڈیڈی نانی کا گھر خرید رہے ہیں۔" بریرہ کے حیرانی سے آنکھیں پٹپٹانے پر الیان کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔
"اس سے رائے لینا تو بالکل بے کار ہے میں خود ہی جا کر فیصلہ کروں گا۔" الیان نے مستحکم انداز میں سوچا اور نان اسٹاپ بولتی بریرہ کی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکالتا رہا۔

☼ ☼ ☼
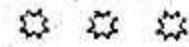
وہ تینوں اسی وقت یونیورسٹی سے نکل گئیں زہرہ کو انہیں خرم اور اس کے دوستوں پر غصہ آ رہا تھا۔
سنبل تو گاڑی میں بیٹھتے ہی باقاعدہ رونے لگی تھی رومیلہ ایک طرف اگر غصہ کر رہی تھی تو دوسری طرف نمل کو بھی ڈانٹے جا رہی تھی۔
نمل خلافِ عادت اس کا غصہ چپ چاپ سن رہی تھی اسے خود بھی احساس تھا رومیلہ جو بھی کہہ رہی ہے صحیح کہہ رہی ہے مگر ساتھ ہی اسے یہ بھی اطمینان تھا کہ جو اس نے کیا تھا وہ بھی غلط نہیں تھا جس کا اعتراف رومیلہ بھی کر رہی تھی مگر پھر بھی اس پر بگڑے جا رہی تھی۔
"مجھے تو رہ رہ کر اس وقت پر افسوس ہو رہا ہے جب میں تمہارے کہنے پر اس کلاس میں جا کر بیٹھ گئی۔ نہ ہم کلاس میں جاتے نہ ہمارے ساتھ وہ سب ہوتا اور نہ تم اس کی شکایت کرتیں۔
یونیورسٹی میں پہلا دن اور وہ بھی اتنا بڑا چلو میں مانتی ہوں جو کچھ اس نے کینٹین میں کہا وہ برداشت کرنا ممکن

نہیں تھا اس وقت تم نے جس طرح بھی بات کی اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔
مگر تمہیں اس کی شکایت کرنے کی کیا ضرورت تھی اب دیکھ لینا وہ روز ہمیں ایسے ہی تنگ کرے گا جہاں تمہیں
دیکھے گا ہاتھ بڑھاتا ہوا چلا آئے گا۔
فرینڈز"
رومیلہ ٹھیک خرم کے ہی لہجے میں بولی تو سنبل کے رونے میں ایک بار پھر شدت آگئی۔
جب سے وہ گاڑی میں بیٹھی تھیں رومیلہ نان اسٹاپ بول رہی تھی اور سنبل نان اسٹاپ رو رہی تھی اور نمل
نان اسٹاپ سوچ رہی تھی۔
"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے میں کل سے یونیورسٹی نہیں جاؤں گی۔" سنبل سدا کی ڈرپوک فوراً رندھی ہوئی
آواز میں بولی تو رومیلہ چڑ کر کہنے لگی۔
"ہاں مت جاؤ نمل کو اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا یہ صاحبہ تو تب بھی جائیں گی اور جتنی بار وہ خرم
انہیں پریشان کرے گا یہ بھی اس سے اتنی ہی بار لڑیں گی کبھی جو اس کی سمجھ میں کسی کی بات آجائے اور یہ خاموش
رہ جائیں۔ مجھے تو لگ رہا ہے میں بھینس کے آگے بین بجا رہی ہوں۔" رومیلہ تپ گئی تھی نمل کی خاموشی دیکھ کر۔
جبکہ اس کی "تنبیہہ" پر نمل کے پرسوچ چہرے پر ایک دم مسکراہٹ دوڑ گئی۔
"ہاں ہنسو اور ہنسو۔ بڑا مزا آ رہا ہے تمہیں ہمیں پریشان دیکھ کر۔" رومیلہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔
"تم بھی یونیورسٹی چھوڑ دو۔ ہم کہیں اور ایڈمیشن لے لیں گے اس سال نہیں ملا تو اگلے سال لے لیں گے۔"
سنبل نے روٹھے انداز میں کہا۔
"یہی تو مسئلہ ہے کہ اسے پتا ہے میں ایسا نہیں کروں گی ورنہ دل تو واقعی یہی چاہ رہا ہے کہ آج کے بعد وہاں کبھی
قدم نہ رکھوں۔" رومیلہ پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولی تو آخر نمل کی خاموشی ٹوٹ گئی۔
"تم دونوں بلاوجہ ڈر رہی ہو۔ کچھ نہیں ہوگا۔"
"کیسے نہیں ہوگا اور تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ کچھ نہیں ہوگا۔
مجھے تو ایک ہی دن میں اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ اور اس کے دوست کس قسم کے ہیں دیکھ لینا وہ ایسے ہی فرینڈ شپ
کی آفر لیے پیچھے پیچھے پھرتے رہیں گے۔" رومیلہ دانت پیس کر بولی تو سنبل بھی پریشانی سے کہنے لگی۔
"اور اس خرم کے دوستوں کی نظریں دیکھی تھیں ان میں سے دو لڑکے تو ایسے گھور رہے تھے جیسے آنکھوں سے
ہی ایکس رے نکال رہے ہوں۔" سنبل نے کہہ کر جھرجھری لی جبکہ نمل نے لب بھینچتے ہوئے گاڑی کی اسپیڈ
ایک دم بڑھا دی۔
رومیلہ نمل کو طیش میں آتا دیکھ کر سنبل کی بات سے اتفاق کرنے کے باوجود اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے
رسانیت سے بولی۔
"خیر وہ تو میں نے غور نہیں کیا البتہ اس خرم کی نظروں میں کوئی خباثت نہیں تھی اتنا تو میں یقین سے کہہ سکتی
ہوں۔" اس کی بات پر نمل ایک دم تنک کر بولی۔
"اور جو اس نے کہا تھا وہ کیا تھا کیا وہ خباثت نہیں تھی۔
میں نے صرف ہاتھ ملانے کے لیے کہا ہے کوئی ہاتھ مانگ تو نہیں لیا۔" نمل کی بات غلط نہیں تھی۔ رومیلہ
اسے جھٹلا نہ سکی انداز تو اس کا بھی کوئی شریفوں والا نہیں تھا تبھی تو اس کی بات سنتے ہی رومیلہ اور سنبل دونوں
ہی اپنی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھیں۔
اور پھر سارا راستہ ایسی ہی گفتگو کے دوران کٹا گھر پر اترتے وقت بھی سنبل یہی کہہ رہی تھی میں تو کل نہیں

آؤں گی۔
نمل نے صرف مسکرا کر سر ہلا دیا وہ جانتی تھی سنبل ایسے ہی کہہ رہی ہے جب وہ دونوں یونیورسٹی جا رہی ہوں
گی تو سنبل کو چاہے ڈر لگے چاہے جان جائے وہ بھی جائے گی ضرور۔
مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ خود یونیورسٹی نہیں جا سکے گی حالانکہ وہ معمول کی طرح اٹھ کر تیار بھی ہوئی اور
جانے کے لیے گھر سے نکل ہی رہی تھی کہ گیٹ کے باہر چوکی دار کو کسی سے الجھتا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔
اپنی گاڑی پورچ سے نکال کر وہ گیٹ تک لے آئی تھی چوکی دار نے اس کے لیے دروازہ بھی کھول دیا تھا مگر گیٹ
کے باہر دو عورتوں کو کھڑا دیکھ کر پہلے تو وہ یہی سمجھی کہ کوئی مانگنے والی ہوں گی۔
مگر جب اس نے چوکی دار کو یہ کہتے سنا۔
"بولا نا صاحب نہیں ہیں کل آنا۔" تو نمل نے گاڑی آدھی گیٹ کے باہر —— ہی روک لی اور گاڑی کا
شیشہ نیچے کرنے کے لیے بٹن پریس کرتے ہوئے بولی۔ "کیا بات ہے۔" نمل نے ان دونوں عورتوں کو دیکھتے
ہوئے پوچھا۔
وہ دونوں عورتیں عبایا پہنی ہوئی تھیں مگر چہرے دونوں کے کھلے ہوئے تھے۔
ایک عورت کافی عمر رسیدہ تھی جبکہ دوسری انیس بیس سال سے زیادہ کی نہیں لگ رہی تھی مگر دونوں کے چہروں
میں اتنی مماثلت تھی کہ بغیر بتائے ہی باخوبی پتا چل رہا تھا کہ وہ دونوں ماں بیٹی ہیں۔
نمل کے پوچھنے پر لڑکی تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے قریب چلی آئی۔
"ہمیں عظمت خلیل صاحب سے ملنا ہے ہم دو دن سے آ رہے ہیں مگر ملاقات نہیں ہو پاتی۔" اس لڑکی کے
چہرے اور آواز سے پریشانی صاف عیاں تھی شکل اور حلیے سے وہ بالکل متوسط گھرانے کی لگ رہی تھی مگر اس کا
لب و لہجہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ کوئی ان پڑھ جاہل نہیں ہے۔
"وہ تو گھر آتے ہی نہیں تو ملیں گے کیسے؟" نمل روانی میں بول تو گئی مگر کہنے کے ساتھ ہی اسے احساس ہو گیا کہ
اپنے گھر کی بات اس طرح کرنا کچھ مناسب نہیں۔ وہ بھی انجان لوگوں سے تبھی اپنی بات کا اثر زائل کرنے کے
لیے سنبھلتے ہوئے بولی۔
"آ۔ آپ کو کیا کام ہے آپ ان کے آفس چلی جائیں وہاں ملاقات ہو جائے گی۔"
"اتنے دنوں سے آفس ہی تو جا رہے ہیں وہاں بھی ایک ہی جواب سننے کو ملتا ہے۔ اس وقت موجود نہیں ہیں۔
ہمیں ان سے بہت ضروری کام ہے آپ پلیز ہماری ان سے ملاقات کرا دیں۔" وہ لجاجت سے بولی۔
"آپ کو ان سے کیا کام ہے؟" نمل نے اس کی التجا کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ اگر انہیں کچھ پیسے وغیرہ
چاہیے تھے تو اس کا انتظام شاید وہ بھی کر دیتی کم از کم کوشش تو کر سکتی تھی۔
اس کے والد عظمت خلیل خاندانی رئیس تھے بڑے سے عہدے پر ہونے کے باعث اور خاندانی مال و
دولت کے انبار کے سبب ان کے وہی شوق تھے جو امیروں کے ہوتے ہیں۔
خدمت خلق، ملکی فلاح و بہبود، معاشرے سے غربت کا خاتمہ اور تعلیم عام جیسے نعروں سے مزین وہ کئی ٹرسٹ
چلا رہے تھے جس کے نتیجہ میں ہزاروں لوگوں کی مدد بھی ہو رہی تھی مگر ان تمام کاموں کے پیچھے ان کا مقصد ملک کی
ترقی تھا نہ انسانیت کی خدمت۔
وہ بھی دوسری این جی اوز کی طرح یہ تمام نیکیاں صرف خبروں میں رہنے اور اخباروں میں تصویریں چھپوانے کے
لیے کرتے تھے۔
عظمت خلیل کی زندگی کا بیشتر وقت بڑے بڑے ہوٹلز میں غربت کے خلاف کانفرنس کرنے اور انسانیت سوز

مظالم کے خلاف تقریریں کرنے میں گزرتا تھا۔

عملی طور پر ان کے ٹرسٹ گو کہ بہت سارے کام کر رہے تھے اخبار کے صفحے ان کی تعریفوں سے سیاہ رہتے تھے مگر جتنے کیسز پر انہوں نے کام کیا تھا اس سے دس گنا زیادہ کیسز صرف فائلوں کی صورت میں ان کے دفتر کی الماریوں میں پڑے تھے۔

وقت کی دھول اور لاپرواہیوں کی دیمک نے ان فائلز کو عوام اور اخبار کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا تھا عظمت خلیل کی واہ واہ کا شور اتنا زیادہ تھا کہ سسکیوں اور آہوں کی آوازیں کہیں دب کر رہ گئی تھیں۔

اگر کبھی کوئی ایسی بات منظر عام پر آ بھی جاتی کہ عظمت خلیل نے محض فلاں سیاسی لیڈر کو خوش کرنے کے لیے خیراتی اسپتال کی تعمیر کے کام کو غیر ضروری طول دے کر ہزاروں لوگوں کے علاج کو ان کے لیے ناممکن بنا دیا کچھ مریض تو اس التوا کا شکار ہو کر اس دار فانی سے ہی کوچ کر گئے۔

مگر ان کے خلاف ایسی شکایتوں کو "دشمنوں کا پروپیگنڈا" کہہ کر دبا دیا جاتا جہاں اتنی شہرت اور نام ہو وہاں تھوڑی بہت بدنامی کوئی تعجب کی بات نہیں ہوتی اور پھر جس شخص کے کریڈٹ پر بڑے بڑے اسپتالوں کی تعمیر اسکولز اور یتیم خانوں کا انعقاد اور غریب لڑکیوں کی شادیوں سے لے کر بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنے کے لاتعداد کارنامے ہوں وہاں اگر کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدمت خلق کے ہزاروں کام نہیں کیے تو یہ شکایت بالکل بے جا ہی تھی۔

ایک انسان اتنا کچھ اکیلے نہیں دیکھ سکتا اسے ادارے کے دوسرے لوگوں پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے اور کئی کام ان کے ذمہ لگانے پڑتے ہیں ایسے میں کسی کام کے نہ ہونے پر وہ آسانی سے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑا لیتے کہ دوسرے لوگوں نے ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا وہ بھی بہرحال ایک انسان ہیں ان کی محنت اور جدوجہد کی بھی ایک حد ہے وہ اکیلے پورا ملک نہیں سنوار سکتے۔

ان کی یہ بات بالکل ٹھیک خود نمل اور اس کی ماں رشیدہ کو بھی اس سچ سے انحراف نہیں تھا مگر کسی شخص کو اس کے بیوی بچوں سے بہتر اور کون جان سکتا ہے۔

نمل کے سامنے عظمت خلیل کا جو امیج تھا وہ ایک خود غرض اور دوغلے شخص کا تھا جو بہت بڑی بڑی باتیں کر کے لوگوں کو حیران اور مرعوب کرنا جانتا تھا اپنی بات میں صداقت دکھانے کے لیے انہوں نے کچھ بڑے بڑے کام بھی کیے بلکہ بہت بڑے بڑے کام کیے۔

مگر وہ صرف اسی کام پر ہاتھ رکھتے تھے جسے کر کے ان کی شہرت میں اضافہ ہو وہ کبھی کسی کی مدد کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھے بلکہ ہر شخص کی مدد کرنے سے پہلے انہوں نے اس کے مسائل کو اور بھی بڑھا دیا اور جب اس شخص کا نام اخبار اور خبروں کی زینت اچھی طرح بن گیا تب اس کے مسئلے کو سلجھا کر انہوں نے پوری دنیا سے داد و تحسین وصول کر لی اور کبھی ایک پل کے لیے بھی یہ نہیں سوچا کہ اس شخص کے مسائل کو اجاگر کرنے کی کوشش میں انہوں نے اس کی عزت نفس کو کس قدر مجروح کیا ہے بلکہ بعض اوقات ان کے درمیان میں آجانے سے اس مظلوم کو کسی چھوٹے سے ظلم سے تو نجات مل جاتی مگر پھر اسے معاشرہ اور سماج کبھی قبول نہ کرتا۔

اخبار اور پریس اس شخص کے ساتھ ہوئے ظلم کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بتاتے کہ اس شخص کا وہ مسئلہ تو حل ہو جاتا مگر اس کی پوری زندگی اس ساری بدنامی کی صفائی دینے میں گزر جاتی۔

یہی وجہ تھی کہ نمل نے بھی خدمت خلق کے نام پر کیے جانے والے کسی کام میں ان کا کوئی ساتھ دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

کبھی کبھی انجانے میں اگر وہ کسی مسئلے میں الجھ بھی جاتی تب بھی عظمت خلیل خود ہی اسے ان باتوں سے دور

رہنے کی ہدایت دے دیتے۔

اس کی ماں رشیدہ کبھی ان کے سامنے زبان نہیں کھول سکی تھیں ان کی صرف تنبیہی انداز میں اٹھی انگلی نمل کو اپنی جگہ جوں کا توں رک جانے پر مجبور کر دیتی۔ پھر اسے خود بھی کوئی شوق نہیں تھا منافق لوگوں کے ساتھ مل کر خدمت کے نام پر تماشے کرنے کا۔ ایک دوبار کوشش کرنے پر اس نے ایسے منہ کی کھائی تھی کہ اب وہ عظمت خلیل کے ایسے اداروں اور ٹرسٹ کے قریب بھی نہیں بھٹکتی تھی۔ وہاں اتنی بے ایمانی اور اتنا دھوکا تھا کہ اس کی تنہا ذات اوپر سے لے کر نیچے تک تمام لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔

اپنی بے بسی کا اسے احساس تھا اور سب سے بڑھ کر رشیدہ اسے ان سارے معاملوں سے دور رہنے کی تاکید اور التجا کرتی رہتی تھیں اور وہ اپنی ماں کے خلاف کبھی نہیں جا سکتی تھی۔

رشیدہ کی زندگی میں سوائے اس کے اور کوئی خوشی نہیں تھی پچھلے اٹھارہ انیس سال سے ان کا وجود وہیل چیئر کے سہارے چلتے چلتے اتنا کمزور اور ناتواں ہو چکا تھا کہ وہ کسی نئی مصیبت کو برداشت کرنے کے امکان دیکھ کر ہی دہلنے لگتیں جبکہ نمل کی ضدی فطرت کو دیکھتے ہوئے ان کے ہولنے میں دن بہ دن اضافہ ہوتا رہتا تھا حالانکہ نمل بہت فرماں بردار تھی مگر پھر بھی اس کے اندر موجود غصہ دیکھ کر انہیں ڈر لگتا تھا کہ کہیں کسی دن وہ اپنے باپ کے روبرو نہ آ کھڑی ہو۔

اگر کبھی ایسا ہو گیا تو وہ دن ان کا اور نمل کا اس گھر میں آخری دن ہو گا۔

عظمت خلیل سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اتنی سالہ ازدواجی زندگی کا لحاظ کر لیں گے یا رشیدہ کی خاموشی اور صبر کا پاس رکھ لیں گے' بے کار تھا۔

وہ ان دونوں کو گھر سے نکالنے میں ایک لمحہ نہیں لگائیں گے تب ان کا اور ان کی بیٹی کا اتنی بڑی دنیا میں کہاں ٹھکانہ ہو گا؟

عظمت خلیل جیسی شخصیت کی نجی زندگی تو فوراً "خبروں" کی زد میں آجائے گی لوگوں کی ہمدردیاں عظمت خلیل کے ہی حصے میں ہوں گی تب ان کی ماں بیٹی کا کیا مقام رہ جائے گا۔

نمل کو خود بھی ان باتوں کا احساس تھا وہ اپنی ماں کو ہر ٹینشن اور پریشانی سے آزاد رکھنے کے لیے اپنی باغیانہ سوچوں کو قابو میں رکھتے ہوئے عظمت خلیل کے ہر معاملے سے دور ہی رہتی تھی مگر اس وقت گھر کی چوکھٹ پر کسی سوالی کو دیکھ کر وہ اس کا مسئلہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

اسے امید تھی وہ دونوں عورتیں غربت کی ماری فنڈ میں سے کچھ رقم وغیرہ لینا چاہ رہی ہوں گی اور عظمت خلیل کے کھولے جا بجا ٹرسٹ آج نہیں کل' کل نہیں پرسوں کا کہہ کر انہیں ادھر ادھر گھما دیتے ہوں گے۔

اگر ایسی بات تھی تو بہت بڑی رقم نہ سہی تھوڑے بہت پیسے تو وہ بھی انہیں دے سکتی تھی۔

عظمت خلیل کو بھلے ہی بیوی اور بیٹی سے محبت نہیں تھی مگر انہوں نے دنیا کے سامنے اپنی جو دھاک بٹھا رکھی تھی اسے برقرار رکھنے کے لیے انہوں نے بیوی اور بیٹی کو بے تحاشا آسائشات دے رکھی تھیں۔ پیسے کی اتنی فراوانی تھی کہ رشیدہ اپنی سادہ فطرت کے باعث اس قدر اسراف اور فضول خرچی پر الجھن کا شکار ہونے لگتیں

ان کی اسی عادت مزاج کی وجہ سے عظمت خلیل گھر کی طرف سے بالکل ہی لاپروا ہو گئے تھے۔ وہ ہر ماہ بہت سارا پیسہ رشیدہ کو دے دیتے اور اس کے بعد پلٹ کر نہیں پوچھتے کہ رشیدہ کو کسی معاملے میں ان کی ضرورت ہے یا نہیں۔

انہیں اطمینان تھا کہ رشیدہ پیسے کا غلط استعمال نہیں کریں گی اور نہ ہی بیٹی کو بے تحاشا پیسہ دے کر اسے اڑانے کی عادت ڈالیں گی اور واقعی رشیدہ نے معذور ہونے کے باوجود گھر کی تمام ذمہ داریوں کو بڑی خوش اسلوبی

سے نبھایا گھر میں ملازم وغیرہ انہوں نے ہمیشہ بہت دیکھ بھال کر رکھے نمل کو ہمیشہ بڑے حساب سے جیب خرچ دیا
اور اس پر نظر رکھی کہ وہ پیسے کہاں خرچ کر رہی ہے وہ اس پر خوامخواہ سختی نہیں کرتی تھیں بلکہ جو بات بھی ہوتی
اسے بڑی محبت سے سمجھاتیں وہ اس کی ماں ہی نہیں تھیں اس کی دوست بھی تھیں اسی لیے ان کے لاڈ پیار نے
اسے بگاڑا نہیں تھا بلکہ پیسے خرچ کرنے کے معاملے میں تو وہ اتنی محتاط تھی کہ اس کی دوستیں رومیلہ اور تنسیل تو
اسے کنجوس اور مکھی چوس تک کہنے لگی تھیں یہ اور بات تھی کہ وہ بھی یہ سب محض مذاق میں کہتی تھیں ورنہ
انہیں بھی باخوبی علم تھا کہ نمل نے جہاں ضرورت ہو وہاں پیسہ خرچ کرنے میں کبھی کنجوسی نہیں کی۔

اور یہی وجہ تھی کہ نمل نے اتنے اعتماد سے اس لڑکی کا مسئلہ پوچھ لیا مگر وہ لڑکی جواب دینے کی بجائے الجھن
بھری نظروں سے اپنی ماں کو دیکھنے لگی۔

"میں عظمت خلیل کی بیٹی ہوں مجھے بتادو شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔" نمل نے رسانیت سے کہا یہ
کہتے وقت اس نے عظمت خلیل کی اس نصیحت کو یکسر فراموش کر دیا تھا۔

"گھر پر آئے کسی شخص کی مدد کرنا تو در کنار مسئلہ سننے کے بھی ضرورت نہیں ہے ورنہ گھر کی چوکھٹ پر خلیل
ٹرسٹ کے دفتر سے بھی زیادہ بھیڑ اکٹھی ہو جائے گی۔"

اصل میں وہ دونوں عورتیں شکل سے بہت پریشان لگ رہی تھیں تبھی نمل انہیں نظر انداز کر کے آگے نہ
بڑھ سکی بلکہ ان کے چہروں پر پھیلی بے چینی دیکھ کر وہ یہ بھی بھول گئی کہ تنسیل بھی ایسی ہی بے چینی سے اس کا
انتظار کر رہی ہوگی (حالانکہ کل اس نے یونیورسٹی جانے سے ہی انکار کر دیا تھا)

"دراصل میرے بھائی کو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔" اس کی ماں نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا تو وہ ہونٹوں پر
زبان پھیرتے ہوئے عجیب شرمندہ سے لہجے میں بولی۔ اسے جھجکتا دیکھ کر اس کی ماں تیزی سے آگے بڑھ آئی۔

"میرے بیٹے کا کوئی قصور نہیں ہے اس نے کچھ نہیں کیا وہ تو ابھی فرسٹ ایئر میں پڑھتا ہے مگر پولیس نے ایسے
ہی اسے بلاوجہ پکڑ لیا ہے کوئی ہنگامے وغیرہ ہوئے تھے دو کانوں کی توڑ پھوڑ ہوئی تھی تو پولیس خود کو فعال ثابت
کرنے کے لیے جگہ جگہ چھاپے مارنے لگی۔

ایسے ہی ایک دن ہمارے گھر بھی گھس آئی میرا بیٹا تو نماز پڑھنے جا رہا تھا پولیس اسے زبردستی کھینچ کھانچ کر اپنے
ساتھ لے گئی۔" وہ عورت بولتے بولتے رونے لگی نمل گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔

"دیکھیں ہمت سے کام لیں اس طرح رونے سے کیا ہوگا آپ کا بیٹا بے گناہ ہے تو پولیس کو اسے چھوڑنا ہی
پڑے گا کیا آپ کی اس سے ملاقات ہوئی اس سے پوچھیں اس کا نام بیچ میں کیسے آگیا۔" نمل تسلی دینے والے
انداز میں بولتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اس لڑکی کو دیکھنے لگی جو ماں کو روتا دیکھ کر خود بھی روہانسی ہو گئی تھی۔

"یہی تو پریشانی کی بات ہے کہ اس سے ملاقات ہی نہیں ہو پا رہی پولیس جب اسے لے کر گئی تھی تب میں
ٹیوشن پڑھانے گئی ہوئی تھی میرے آنے پر جب اماں نے سب بتایا تو ہم اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن چلے گئے۔

یہاں پولیس والوں نے کہا آپ کا گھر تو ہمارے علاقے میں نہیں آتا آپ دوسرے پولیس اسٹیشن جائیں آپ
کا گھر ان کے رینج میں ہے وہاں کی پولیس نے ہی آپ کے بیٹے کو گرفتار کیا ہوگا لیکن جب ہم وہاں گئے تو انہوں نے
بھی یہی کہا کہ ہم نے تو ایسا کوئی چھاپہ نہیں مارا آپ واپس وہیں جا کر پوچھیں۔" وہ لڑکی رندھی ہوئی آواز میں بولی
خود نمل یہ سب سن کر سن ہو گئی تھی۔

"کتنے دن ہو گئے ہیں اسے اریسٹ ہوئے۔" نمل نے پوچھا۔

"آج پورا ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔" اس لڑکی کے کہنے پر نمل کا منہ کھلتا چلا گیا۔

ایک ہفتے سے پولیس ان دونوں ماں بیٹی کو ایسے ہی دوڑائے جا رہی تھی ان کی حالت کا سوچ کر خود نمل کا دل
بیٹھنے لگا۔

"آپ نے کسی وکیل سے بات کی۔"

"ہم تو کسی کو نہیں جانتے آج کل تو وکیلوں کی فیسیں آسمانوں سے باتیں کر رہی ہیں اور ہمارے گھر میں تو کوئی
کمانے والا بھی نہیں میں سلائی کرتی ہوں اور دونوں بچے ٹیوشن پڑھاتے ہیں تو گزارا ہوتا ہے ان بچوں کے والد کو
مرے ہوئے عرصہ بیت گیا ہے میں نے کن مشکلوں سے ان بچوں کو پروان چڑھایا ہے وہ میں ہی جانتی ہوں۔" وہ
عورت بلک بلک کر رونے لگی نمل کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا انہیں کن الفاظ میں تسلی دے ان کے بیٹے نے کچھ
کیا تھا یا نہیں وہ تو ایک الگ مسئلہ تھا اصل پریشانی تو یہ تھی کہ پولیس ایک ہفتہ پہلے اسے گرفتار کر کے لے گئی تھی
اور ابھی تک یہی نہیں پتا چل رہا تھا کہ وہ کون سی جیل میں ہے۔

"ہمیں محلے والوں نے آپ کے والد کے متعلق بتایا وہ ہمارے جیسے دکھی لوگوں کی بہت مدد کرتے ہیں ہم ان
کے ٹرسٹ میں گئے وہاں ایک صاحب سے بات ہوئی انہوں نے کہا کہ ایپلیکشن ———— لکھ کر باکس
میں ڈال دیں۔

اسے لکھے ہوئے بھی چار دن ہو گئے ہیں مگر ابھی تک وہاں سے بھی کوئی جواب نہیں آیا ہے روز جا کر پوچھتے ہیں
وہ کہتے ہیں نمبر آنے پر خود بلالیں گے آخر یہ نمبر کب آئے گا ہماری تو جان سولی پر اٹکی ہوئی ہے۔" وہ لڑکی جلدی
جلدی بولی۔

"وہاں تو روز ہزاروں کی تعداد میں ایپلیکیشنز آتی ہیں اسے پڑھنے کا نمبر تو جانے کب آئے گا آپ نے وہاں
آفس میں کسی سے براہ راست بات کیوں نہیں کی۔" نمل نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"جی بات تو دو تین لوگوں سے کی بھی تھی مگر انہوں نے کوئی رسپانس ہی نہیں دیا لوگوں کا کہنا ہے کہ آفس جانے کی
بجائے آپ کے والد سے ملیں وہ ضرور فوراً کچھ کریں گے۔" وہ لڑکی آس و نراش میں گھری کیفیت میں بولی تو نمل

نے سرہلاتے ہوئے فوراً" تائید کی۔

"آپ نے ٹھیک سنا ہے ابو ضرور کچھ کریں گے اور فوراً" کریں گے۔" نمل کو اچھی طرح اندازہ تھا پولیس والوں کے ڈھائے مظالم اور نوجوانوں کو غیر قانونی طور پر حراست میں لیے جانے اور پھر ان پر تشدد کرنے کے واقعات کو اخبار اور ٹی وی کس زور و شور سے نشر کرتے ہیں چنانچہ ایسے شخص کی مدد کرنے کے لیے عظمت خلیل فوراً" تیار ہو جائیں گے۔

ان کی نیت چاہے جو بھی ہو کم از کم ان ماں بیٹی کی تکلیف تو کم ہو جائے گی۔

اگر ان کا بیٹا گناہ گار تھا۔ تب بھی پولیس کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ اسے پکڑ کر حبس بے جا میں رکھ لیں۔ مجرم کو بھی اپنا وکیل کرکے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا حق حاصل ہے پولیس عدالت کے فیصلے دیے بغیر ہی محض اپنی مرضی سے اسے اس طرح قید نہیں رکھ سکتی کہ اس کے گھر والوں کو بھی پتا نہ ہو کہ وہ کس جیل میں ہے وہ اس کی ضمانت کرا سکیں اور نہ ہی اسے چھڑانے کی کوئی کوشش کر سکیں مجرم ثابت ہونے سے پہلے صفائی دینے کا حق ہر شخص کے پاس محفوظ ہے اور ایسی حق تلفی پر آواز اٹھانے کے لیے عظمت خلیل فوراً" کھڑے ہو جائیں گے۔

"آپ دونوں میری گاڑی میں بیٹھ جائیں میں ابھی آپ کو ابو کے پاس لے چلتی ہوں۔" نمل نے ایک دم فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کے پژمردہ چہرے ایک دم کھل اٹھے جو ظاہر کر رہے تھے کہ انہوں نے عظمت خلیل سے کتنی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں کہ صرف ان تک جانے کا سن کر ہی انہیں منزل پر پہنچنے کا یقین ہو گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

خرم کو صبح صبح سیٹی پر اتنی شوخ سی دھن گنگناتا دیکھ کر فرقان حسن نے بڑی حیرت سے اخبار سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا تھا اور دیکھتے چلے گئے تھے کہ ٹوسٹ پر بڑے مگن انداز میں مکھن لگاتا خرم رک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے ڈیڈ۔ ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟"

"بہت خوش لگ رہے ہو تم کوئی خاص بات ہے کیا۔" انہوں نے بدستور اسے اسی انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اچھا۔" خرم حیران ہوتے ہوئے ہنسا۔

"میں تو ہر وقت ہی خوش رہتا ہوں بات تو کچھ بھی نہیں ہے۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے ایسے کہا جیسے واقعی اسے اپنے خوش ہونے کی وجہ پتا نہ ہو۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ ہی خوش رکھے۔ کبھی ماشاءاللہ بھی بول لیا کرو۔" مسز فرقان حسن نے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی ماشاءاللہ نہ کہنے سے نظر لگ جاتی ہے۔" خرم نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل لگ جاتی ہے۔ تبھی تو منع کرتی ہوں ایسے منہ بھر کر مت بولا کرو۔" مسز فرقان نے چائے تھرماس سے نکالتے ہوئے ناصحانہ انداز میں کہا۔

"یعنی اگر کسی شخص کی کوئی عادت مجھے بری لگ رہی ہے تو میں منہ بھر بھر کر اس کی عادت کے متعلق بولتا رہوں بلا آخر اسے نظر لگ ہی جائے گی اور وہ عادت اس کی ختم ہو جائے گی۔" خرم نے ایک بار پھر مکھن لگاتے ہوئے بڑے گہرے لہجے میں کہا۔

"تمہیں کیا ضرورت ہے کسی کو نظر لگانے کی ایسی کون سی عادت ہے جسے تم نظر لگانا چاہتے ہو کون وہ بے چارہ ہے۔" مسز فرقان حسن تو باقاعدہ بحث پر اتر آئیں خرم نے بمشکل بروقت خود کو بے چارہ نہیں "بے چاری" کہنے سے روکا۔

"ماما، نظر نہیں لگا رہا بس ہے کچھ ایسا جو مجھے کھٹک رہا ہے۔" خرم نے سرسری انداز میں کہنے کی کوشش کی تو فرقان حسن ایک بار پھر اخبار پر سے نظریں ہٹا کر خرم کو دیکھنے لگے۔

ان کی جانچتی نظروں کو خود پر مرکوز دیکھ کر خرم شکایتی انداز میں بولا۔

"لگتا ہے آج اخبار میں کوئی اچھی خبر نہیں ہے ڈیڈ کا دل نہیں لگ رہا اخبار پڑھنے میں۔"

"اخبار میں خبریں اچھی نہیں، سنسنی خیز ہوتی ہیں اور میں تو ویسے بھی اس وقت خبریں نہیں اشتہار پڑھ رہا ہوں۔" فرقان حسن نے اخبار کھول کر اس کا صفحہ پلٹا تو مسز فرقان ایک دم چہکتے ہوئے بولیں۔

"گھر کا اشتہار دیکھ رہے ہیں نا۔"

"جی ہاں your wish is my command" فرقان حسن نے شرارتی انداز میں سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔

"تو ڈیڈ کیا واقعی ہم یہاں سے شفٹ ہو جائیں گے۔" خرم نے انہیں سنجیدگی سے اشتہاروں کا مطالعہ کرتے دیکھ کر پوچھا۔

"کیوں تم شفٹ نہیں ہونا چاہتے۔" فرقان حسن نے الٹا اسی سے پوچھا۔

"کوئی حرج تو نہیں ہے گھر تبدیل کرنے میں۔ لیکن گھر اس سے بڑا اور اس سے خوب صورت ہونا چاہیے۔" خرم نے فوراً" کہا تو مسز فرقان بھی کہنے لگیں۔

"ظاہری بات ہے یہ گھر ہم چھوڑ ہی اس لیے رہے ہیں کہ اتنا شاندار علاقہ اور اتنا اچھا گھر ہونے کے باوجود پانی کی لائنیں اور گیس کی لائنیں مسلسل بند رہتی ہیں اگر یہ دونوں پرابلمز نہ ہوں تو ہم اتنا اچھا گھر کبھی نہ چھوڑتے آخر اتنے عرصے سے یہاں رہ رہے ہیں۔"

"لیکن ابھی بھی ہم پسند پر کوئی کمپرومائز نہیں کریں گے جب تک کہ گھر ہر لحاظ سے اچھا نہ ہو ہم یہاں سے موو نہیں کریں گے۔" فرقان حسن نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے چائے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"اور ڈیڈ گھر جب تک میں خود دیکھ کر پاس نہیں کروں گا آپ اسے فائنل نہیں کریں گے۔" خرم نے حتمی انداز میں کہا۔

"جی ہاں نیا گھر خریدنے سے پہلے ہم دونوں بھی آپ کے ساتھ جائیں گے تب آپ ڈیل پکی کریں گے۔" مسز فرقان حسن نے تاکید کرنا ضروری سمجھا۔

"بھئی میں آپ دونوں کی مرضی معلوم کیے بغیر فائنل ڈیسیشن لے سکتا ہوں کیا؟" ان دونوں کے فرداً" فرداً" کہنے پر فرقان حسن خفگی سے بولے تو وہ تینوں کچھ دیر تو ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر ایک ساتھ مسکرا دیے۔

"لگتا ہے آج تمہارا یونیورسٹی جانے کا موڈ نہیں ہے۔" فرقان حسن نے غیر ارادی طور پر نظر ڈالی تو بے اختیار کہہ گئے۔

خرم نے چونک کر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی اور کرسی گھسیٹتا فوراً" کھڑا ہو گیا۔

"او گاڈ! باتوں میں دیر ہو گئی ورنہ میں تو کل سے یونیورسٹی جانے کا انتظار کر رہا ہوں۔" خرم بے ساختہ بولا تو مسز فرقان اچنبھے سے بولیں۔

"خیریت؟" ان کے لہجے سے چھلکتی بے تحاشا حیرت نے خرم کو احساس دلایا کہ وہ کچھ غلط کہہ گیا ہے۔

"جی جی خیریت ہی ہے۔" آگے کوئی بہانہ سمجھ میں نہیں آیا تو وہ تیزی سے ڈائننگ روم سے نکل گیا۔

یونیورسٹی پہنچتے ہی جب ہارون نے یاد دلایا کہ آج تو پہلے ہی دو پیریڈ بہت اہم ہیں تو دل ہی دل میں بہت بور ہوا مگر اپنی بے چینی وہ ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ چپ چاپ اس کے ساتھ کلاس کی طرف بڑھ گیا۔

یہ اور بات تھی کہ لیکچر کے دوران بھی اسے بار بار نمل کی کہی بات سنائی دیتی رہی ایسے جیسے پروفیسر صاحب لیکچر نہ دے رہے ہوں بلکہ نمل سامنے کھڑی بول رہی ہو۔

بڑی مشکل سے کہیں جا کر دو پیریڈ ختم ہوئے تو شکر کا کلمہ پڑھتا کلاس سے باہر آگیا۔

"بڑی جلدی میں ہو کیا بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

اس کی تیز رفتاری کا ساتھ دینے کے لیے ہارون کو اس کے پیچھے بھاگ کر آنا پڑا۔

"پریویس والوں کا یہ پیریڈ فری ہو گا نا۔" خرم نے پوچھا۔

"پتا نہیں، کیوں؟" ہارون نے حیرانی سے پوچھا اس سے پہلے کہ خرم کچھ کہتا وکی جو اسی وقت پاس آیا تھا بول اٹھا۔

"اگر ان کا پیریڈ فری ہے تو وہ لڑکی بھی کینٹین میں ہوگی۔ وہ کیا نام تھا اس کا۔۔۔"

"کون سی لڑکی؟" خرم باخوبی سمجھ جانے کے باوجود انجان بنتے ہوئے بولا۔

"تم کہیں ان تین لڑکیوں کی بات تو نہیں کر رہے جو کل اپنے سموسے اور کولڈ ڈرنکس چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔" ہارون نے برہمی سے پوچھا۔

"ہاں وہی تو۔۔۔"

"بس!" اس سے پہلے کہ حمید کچھ کہتا ہارون نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کرا دیا۔

"خرم نے کل جو کچھ کہا تھا It was already too much اب انہیں مزید پریشان کرنے کی ضرورت نہیں۔" ہارون تپے ہوئے انداز میں بولا۔

خرم کو اندازہ تھا ہارون کو ایسی حرکتیں بالکل پسند نہیں تھیں وہ کل بھی ان سب کے درمیان خاموش ہی رہا تھا لیکن اس نے اعتراض اس لیے نہیں کیا کہ نمل نے خرم کی شکایت کی تھی وہ بھی ایک جھوٹے الزام کے ساتھ۔ مگر اب جبکہ خرم کل ہی اسے بہت کچھ سنا چکا تھا تو اب اسے ڈھونڈنا اور نئے سرے سے پریشان کرنا ہارون کو ہرگز گوارا نہیں ہوگا۔

خود خرم بھی اس طرح لڑکیوں کو تنگ کرنے کا عادی نہیں تھا مگر نمل کو وہ آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

جو کچھ نمل نے کہا تھا خرم پورے دن اس کی بازگشت سنتا رہا تھا پھر وہ اتنی آسانی سے اس کی جان کیسے چھوڑ دیتا اس نے تو سوچ لیا تھا وہ نمل کو اس قدر زچ کر دے گا کہ وہ گھبرا کر یونیورسٹی چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لے۔ مگر اپنے ارادے وہ ان سب پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا تبھی سرسری انداز میں بولا۔

"ہارون ٹھیک کہہ رہا ہے یار۔ کل ہی میں نے اسے اتنا بتا دیا تھا کہ آج اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے کی ضرورت نہیں اب میں اتنا بھی فالتو نہیں کہ ہر وقت اس کی کھوج میں رہوں اور جہاں نظر آئے وہیں اپنے سارے کام چھوڑ کر اسے کمپنی دینے بیٹھ جاؤں۔" خرم بے نیازی سے کہتا آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ کوریڈور میں اسے سامنے سے نمل کی دونوں دوستیں آتی دکھائی دیں۔

خرم غیر ارادی طور پر اپنی جگہ رک گیا ان دونوں کے ساتھ نمل نہیں تھی خرم کو حیرانی سی ہوئی حالانکہ یہ کوئی ضروری نہیں تھا کہ وہ تینوں ہر وقت ہی ساتھ ہوں مگر خرم کو یقین تھا وہ آج آئی ہی نہیں، تبھی وہ دونوں اکیلی نظر آ رہی تھیں۔

خرم کے رکنے پر ہارون اور حمید بھی ان کی طرف متوجہ ہوگئے مگر وہ دونوں تب چونکیں جب عین ان کے سامنے پہنچ گئیں۔

سنبل تو ان تینوں کو اپنی جانب دیکھتا پا کر پریشان نظروں سے رومیلہ کو دیکھنے لگی جبکہ رومیلہ ان پر ایک نظر ڈال کر آگے بڑھنا ہی چاہتی تھی کہ خرم بول پڑا۔

"السلام علیکم مس۔ کل آپ کے سموسے اور کولڈ ڈرنکس میرے دوستوں کو ختم کرنے پڑے رزق کو ضائع کرنا ہمیں بالکل پسند نہیں۔

آپ کو اتنا ہی آرڈر دینا چاہیے تھا جتنا کھانا ہو۔" خرم کے کہنے پر ان دونوں نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا اور رومیلہ نے آگے بڑھتے ہوئے آہستہ آواز میں "جی بہتر" کہہ کر گویا بحث چھڑنے سے پہلے ہی سمیٹ دی مگر خرم وہ سوال پوچھے بغیر ان کی جان کیسے چھوڑ دیتا جس کے لیے اس نے ان دونوں کو مخاطب کیا تھا۔

"کیا بات ہے آج آپ دونوں کے ساتھ آپ کی وہ دوست نظر نہیں آ رہیں۔" خرم نے اتنے مہذب انداز میں پوچھا تھا کہ رومیلہ کو بھی رسانیت سے جواب دینا پڑا۔

"جی وہ آج آئی نہیں۔" رومیلہ کو علم تھا وہ ایک بات کا جواب دے گی تو وہ دس سوال اور پوچھے گا مگر اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے سوال کا جواب دیے بغیر اگر وہ آگے بڑھ گئی تب بھی وہ تب تک پیچھے آتا رہے گا جب تک وہ جواب نہ دے دے۔

"اوہ۔" حمید نے بڑی معنی خیز انداز میں لفظ "اوہ" کو کھینچا۔

"کیوں کیا بیمار ہو گئیں۔ میرا مطلب ہے کہیں بخار وخار تو نہیں چڑھ گیا۔" حمید نے بظاہر بڑی ہمدردی سے پوچھا مگر اس کی ہمدردی میں چھپا طنز رومیلہ اور سنبل بخوبی سمجھ گئی تھیں۔

وہ یہی کہنا چاہ رہا تھا کہ کل ان سے بحث کر کے نمل کو بخار چڑھ گیا۔

"جی پتا نہیں۔" رومیلہ سنجیدگی سے کہتی آگے بڑھنے لگی کہ ایک بار پھر خرم نے اسے روک لیا۔

"وہ کل تو آئیں گی نا۔" اچانک پوچھے گئے اس جملے کو کہتے ہوئے خرم کا لہجہ کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ سنبل اور رومیلہ تو کیا ہارون اور حمید بھی اس کی شکل دیکھنے لگے۔

"جی پتا نہیں۔" رومیلہ نے کہا اور ایک بار پھر تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کر ڈالی اور اس بار وہ اس کوشش میں محض اس لیے کامیاب ہو گئی کہ حمید کا دھیان اب خرم کی طرف منتقل ہو گیا تھا جو ان دونوں کی خود پر جمی نظروں کو دیکھ کر چڑ گیا۔

"کیا ہو گیا۔ کیا پہلی بار دیکھ رہے ہو۔"

"شکل تو نہیں لیکن تمہارا یہ انداز واقعی پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔" ہارون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" خرم جو پہلے ہی نمل کے نہ آنے کا سن کر بور ہو چکا تھا ان کی یہ ناقابل فہم گفتگو سن کر بے زاری سے بولا۔

"مطلب یہ کہ مجنوں کیا مر گیا ہے جنگل اداس ہے۔"

"کیا؟" خرم کے سر پر سے گزر گیا تھا۔

"بھئی تمہاری کیفیت بتا رہا ہوں تم ایسے ہی پوچھ رہے تھے جیسے آج وہ نہیں آئی تو پوری یونیورسٹی ویران ہو گئی نا" ہارون نے شرارت سے کہا تو خرم سچ مچ تلملا گیا۔

"بکواس بند کرو لگتا ہے تمہیں کچھ زیادہ ہی بھوک لگ رہی ہے چل کر کچھ کھالو ورنہ میرا بھیجا کھا جاؤ گے۔"

خرم کو ہارون کا مذاق بالکل پسند نہیں آیا تھا کیونکہ اس کی بات سو فیصد سچ تھی اور بھلا سچ کا کیا مذاق۔
یہ جان کر کہ نمل نہیں آئی تھی اسے حقیقتاً یونیورسٹی ویران لگ رہی تھی مگر اس کے پیچھے وجہ وہ نہیں تھی جو ہارون سمجھ رہا تھا۔

"کم آن یار دوستوں سے کیا پردہ۔ بتاؤ وہ 'دل' اپنی جگہ پر ہے یا غائب ہو گیا ہے۔" خرم کو غصے میں آتا دیکھ کر بھی ہارون باز نہیں آیا اس کے شریر لہجے پر خرم ایک ایک لفظ چباتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"خرم حسن کے دل کو اپنی جگہ سے غائب کرنے کی جرات آج تک کوئی نہیں کر سکا۔"

"اب یہاں تو اسی لڑکی کا کمال والا جملہ فٹ ہو رہا ہے۔" حمید نے بھی ہارون کے ہاتھ پر تالی مارتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا۔

"کیونکہ آج تک خرم حسن کا سامنا نمل خلیل سے نہیں ہوا۔" جس جملے کو سننے کے بعد سے وہ ایک ان دیکھی آگ میں جل رہا تھا اس جملے کو حمید کے منہ سے طنزیہ انداز میں سن کر اس آگ کی تپش کئی گنا بڑھ گئی۔ اس کا دل چاہا تھا حمید کا منہ توڑ دے مگر حمید کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا جانتا تھا کہ اگر حمید اسے چڑائے گا تو بھی اپنے غصے کو بمشکل پیتے ہوئے اسے بولا [illegible]

"ارے وہ تو پتا نہیں کس زعم میں یہ کہہ گئی تھی [illegible] ورنہ یونیورسٹی اسٹارٹ ہوئے آج دوسرا دن ہے اور وہ میرے سامنے ہی جھکی۔

مجھے تو ترس آ رہا ہے اس بے چاری پر، نہیں مجھ سے کچھ زیادہ ہی خوفزدہ ہو گئی ہو اور اپنی پڑھائی ہی چھوڑ بیٹھے ایسا کرتے ہیں چل کر اس کی دوستوں کو بتا دیتے ہیں کہ وہ آرام سے یہاں آ سکتی ہے اب ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے۔" خرم کہتا چلا گیا۔

"کیا بے کار کی باتیں کر رہے ہو ان تینوں میں ایک وہی تھی جس کے چہرے پر ڈر کی ایک پرچھائیں تک نہیں تھی کوئی اور وجہ ہو گی اس کے چھٹی کرنے کی۔" ہارون نے اس کی بات سے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔
اس کی بات خرم کو تیر کی طرح لگی تھی مگر حسب عادت اپنی کیفیت کو چھپاتے ہوئے خرم نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ہو سکتا ہے تمہاری بات صحیح ہو لیکن مجھے نہیں لگتا وہ کل بھی یونیورسٹی آئے گی۔" خرم نے کہہ تو دیا تھا مگر خود بھی نہیں چاہ رہا تھا کہ اس کا کہا سچ نکلے۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ملاحظہ فرمائیں)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوسیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ زوسیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے — اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوسیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوسیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔۔۔

(اب آگے پڑھیے)

ساتویں قسط

نیند میں بھی ساری رات زوبیہ کو ایسا لگتا رہا جیسے شائستہ کی روح اس کے بستر کے آس پاس ہی منڈلا رہی ہو اسی لیے کچی نیند میں جب اسے اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔
قریب تھا کہ اس کے منہ سے چیخ بھی نکل جاتی مگر عائشہ اختر کو سامنے دیکھ کر اس کے اعصاب ایک دم ڈھیلے پڑ گئے۔

"کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو۔" زوبیہ کے اس طرح اٹھ بیٹھنے پر عائشہ اختر حیرانی سے بولیں۔
"ج۔۔۔ جی میں ٹھیک ہوں۔" زوبیہ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ایک گہرا سانس خارج کر کے خود کو اطمینان دلایا کہ وہ ڈراؤنی رات گزر گئی ہے۔
"بہت گہری نیند میں تھیں تم۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تمہیں آوازیں دیں۔ آخر تمہیں آکر ہلانا پڑا تب تم اٹھی ہو۔ رات میں کب سوئی تھیں۔" ان کے کہنے پر زوبیہ کو بڑی حیرانی ہوئی۔
اس کا جسم اور ذہن تو ایسے تھک رہے تھے جیسے وہ ساری رات سوتی جاگتی رہی ہو ذہن کی وہ کیفیت ہی نہیں تھی جو گہری اور طویل نیند لے کر ہوتی ہے۔
"پتا نہیں رات کو تو نیند ہی نہیں آرہی تھی کل کا سارا دن سو کے گزارا تھا رات کو تو بستر پر لیٹنے کا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا مگر اکیلی کب تک جاگتی اس لیے سونا پڑا۔" زوبیہ نے بستر سے اترتے ہوئے کسلمندی سے کہا۔
"ہاں جب میں کمرے میں آئی ہوں تو تمہارے بیڈ روم کی لائیٹ آن تھی۔" عائشہ اختر نے comforter طے کرتے ہوئے کہا۔
زوبیہ ایک بار پھر کل کی رات یاد کر کے اپنی جگہ ٹھٹک گئی پھر سر جھٹکتے ہوئے باتھ روم کی طرف بڑھ رہی تھی کہ عائشہ اختر کی بات نے ایک بار پھر اسے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا۔
"جلدی سے تیار ہو کر نیچے آجاؤ تمہارے کالج کی وین آتی ہی ہوگی۔" عائشہ اختر اپنی بات کہہ کر کمرے سے چلی گئیں جبکہ زوبیہ وہیں باتھ روم کے دروازے پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔
ایک امتحان ختم ہوا تھا تو دوسرا شروع ہو گیا تھا کتنی مشکل سے اس نے رات کاٹ کر صبح کی تھی اور اب صبح ہوئی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ یہ وقت کیسے گزرے گا۔
وہ پھر سے اسی کلاس میں ان ہی لڑکیوں کے بیچ جا کر کیسے بیٹھے گی نطاشہ کی زہر اگلتی زبان اور دوسری لڑکیوں کی حیرت اور استفہام سے بھری نظریں وہ کیسے برداشت کرے گی۔
اس کے بے ہوش ہو جانے کے بعد جانے ان سب نے اس کے متعلق کیا کیا باتیں کی ہوں گی جو اسے آج دیکھنے کے بعد پھر شروع ہو جائیں گی۔
یہ طنز و اعتراض کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا وہ اس کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑنے والی تھیں بلکہ ہو سکتا ہے کل اس کے بے ہوش ہونے کے بعد انہوں نے کسی ٹیچر کو بھی اس کی ذہنی حالت کے متعلق بتا دیا ہو اگر ایسا ہوا تو وہ ٹیچر بھی اس سے وہی سوال کریں گی جو نطاشہ وغیرہ نے کیے تھے بے شک ان کا انداز نطاشہ اور دوسری لڑکیوں جیسا نہ ہو مگر اس سے کیا فرق پڑتا تھا ان کی سوچ تو ان لڑکیوں سے مختلف نہیں ہوگی۔
بھلے ہی وہ اپنی سوچ کو زبان نہ دیں مگر وہ بھی اسے دوسری لڑکیوں کی طرح مینٹلی سک اور ایب نارمل ہی سمجھیں گی۔
اگر انہوں نے اس سے کچھ پوچھا تو وہ انہیں کیا جواب دے گی اور اگر انہوں نے بھری کلاس میں سب کے سامنے استفسار کیا تو وہ کیا کہے گی۔
ایک بار پھر اسے اپنے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑتے محسوس ہونے لگے اسے لگا اس میں بالکل سکت نہیں ہے کالج

جانے کی یا ان سب کا سامنا کرنے کی وہ باتھ روم جا کر منہ وغیرہ دھونے کی بجائے وہیں بیڈ پر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گئی۔
اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کالج نہ جانے کا کیا بہانہ کرے عائشہ اختر کے سامنے اگر وہ طبیعت کی خرابی کا بہانہ بناتی تو وہ فوراً "ڈاکٹر" کے پاس چلنے پر بضد ہو جاتیں کیا عجب کہ وہ ڈاکٹر شکیلہ کو ہی بلا لیتیں جبکہ وہ ڈاکٹر' دواؤں اور علاج وغیرہ سے تنگ آگئی تھی۔
وہ انہیں سچ بھی نہیں بتا سکتی تھی کیونکہ سچ سن کر وہ اس کا مسئلہ حل نہیں کر سکتی تھیں الٹا بے جا نصیحتیں شروع کر دیتیں۔
"ان لڑکیوں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔"
"تم صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دو اور کسی کی باتوں پر دھیان مت دو۔"
"کتنے دن باتیں بنائیں گی وہ' آخر خود ہی چپ ہو جائیں گی۔"
"بلکہ تم ان کی باتوں کا جواب دو تم ہر ایک کی بکواس چپ چاپ سن کر کیوں آجاتی ہو۔"
"جھٹلا دو رخسار کی کہی ساری تفصیل کو۔"
"انکار کر دو تم نے رخسار پر کوئی حملہ نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہہ دو کہ وہ تو تمہارے گھر سرے سے رہنے ہی نہیں آئی وغیرہ۔"
عائشہ اختر کا پڑھایا پاٹ رٹنا اس کے بس سے باہر تھا کجا کہ اسے ان لڑکیوں کے سامنے دہرانا جن کی توجہ کا مرکز بننے کے خیال سے ہی اس کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ پڑا تھا۔
"زوبیہ بیٹا جلدی آؤ ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" عائشہ اختر کی آواز پر وہ اپنا دل کڑا کرتی کھڑی ہو گئی۔
پندرہ منٹ میں وہ تیار ہو کر ایسے ہی اتری تھی جیسے روز کالج جانے کے لیے نیچے آتی تھی بلال اختر اور عائشہ اختر کو سلام کر کے وہ بظاہر ان کے ساتھ ناشتے میں شامل ہو گئی جبکہ اس کا ذہن مسلسل اپنے اگلے اقدام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔
اس کی وین بلال اختر کے گھر سے نکلنے سے پہلے آیا کرتی تھی اور اسے گیٹ سے ہی پک کیا کرتی تھی وہ ہاتھ پر بندھی گھڑی دیکھنے لگی اس کی وین بس آنے ہی والی تھی۔
وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اسے وین کا ہارن سنائی دیا وہ بلال اختر اور عائشہ اختر کو اللہ حافظ کہتی بیگ اٹھائے گھر سے نکل گئی۔
بچپن میں عائشہ اختر اسے گیٹ تک چھوڑنے آیا کرتی تھیں مگر پچھلے کئی سالوں سے یہ معمول ختم ہو گیا تھا بلال اختر اس کے نکلنے کے تھوڑی دیر بعد ہی جایا کرتے تھے چنانچہ اب گیٹ بند کرنے کوئی نہیں آتا تھا پانچ منٹ بعد بلال اختر کو اپنی گاڑی نکالنی ہوتی تھی گیٹ بند کرنے اور کھولنے کی یہ زحمت بار بار کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی چنانچہ زوبیہ نے آرام سے گردن گھما کر بڑے سے گھر کے بند دروازے پر ایک نظر ڈالی اور گیٹ کھول کر باہر آگئی۔
سامنے ہی سڑک پر اس کی وین کھڑی تھی زوبیہ نے بیگ کی زپ کھول کر ایک کاغذ نکالا اور وین کے پچھلے حصے کی طرف بڑھنے کی بجائے ڈرائیور کے قریب چلی آئی اور کھڑکی میں سے جھانکتے ہوئے بولی۔
"آج کل میں کچھ دن کالج نہیں جاؤں گی۔ میں شہر سے باہر جا رہی ہوں آپ میری یہ ایپلیکیشن میڈم کو دے دیجیے گا۔" اس نے کاغذ ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا جسے اس نے "جی اچھا" کہہ کر تھام لیا۔
"میں جب واپس آؤں گی تو آپ کے موبائل پر فون کروں گی کل سے آپ مت آئیے گا۔" زوبیہ کے کہنے پر اس نے سر ہلا کر وین آگے بڑھائی زوبیہ نے کچھ دیر تو نظروں سے دور ہوتی وین کو رک کر دیکھا پھر تیزی سے پلٹ کر

گیٹ سے اندر آئی گیٹ کو لاک کیے بغیر بند کر کے وہ دبے قدموں سے چلتی لان کے پچھلے حصے کی طرف آگئی۔
یہاں ملازموں کے لیے کوارٹر بنے ہوئے تھے وسیع و عریض رقبے پر بنی ان کی بڑی سی شاندار کوٹھی میں کوارٹرز کی تعداد بھی بہت تھی اتنے ملازم بھی نہیں تھے جتنے کوارٹرز بنے ہوئے تھے۔
پانچ میں سے تین میں تو ان کے ملازم رہائش پذیر تھے جبکہ باقی کے دو خالی پڑے تھے البتہ عائشہ اختر نے انہیں لاک کر کے ان کی چابیاں اپنے پاس رکھی ہوئی تھیں لیکن ہر کمرے کے برابر میں چھوٹا سا گول زینہ بنا ہوا تھا جو اس کمرے کے اوپر کی منزل پر جاتا تھا جہاں پانی کی ٹنکی وغیرہ نصب تھی ہر کوارٹر کی اپنی الگ ٹنکی تھی۔
زوبیہ خاموشی سے زینہ چڑھتی چھت پر آگئی وہاں ایک ٹنکی لگی ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ کاٹھ کباڑ بھی پڑا تھا کسی زمانے میں شاید ان کوارٹرز میں بھی ملازم وغیرہ رہے ہوں گے مگر پھر ضرورت نہ رہنے کے باعث انہیں نکال دیا ہوگا۔

زوبیہ نے چھوٹی سی چھت پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور کندھے پر لٹکا بیگ ایک اوندھے پڑے موڑھے پر رکھا اور اسے سیدھا کر کے اس موڑھے کو اپنے دوپٹے سے جھاڑ کر اس پر ٹک گئی وہ ٹنکی کی اوٹ میں تھی اسے دوسرے کوارٹرز میں رہنے والے ملازم دیکھ سکتے تھے نہ ہی کوٹھی کی دوسری منزل پر بنی کھڑکیوں سے وہ نظر آسکتی تھی۔
بڑے سکون سے اس نے ٹنکی کی دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ اسے بہت سکون محسوس ہو رہا تھا حالانکہ اس کے لاشعور میں کہیں یہ سوال ہلکولے لے رہا تھا کہ آخر یہ سب کب تک چلے گا ایک نہ ایک دن تو اسے کالج جا کر ان سب کا سامنا کرنا ہی ہوگا مگر وہ فی الحال اس ایک دن کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی اسے تو اتنا معلوم تھا کہ آج وہ اس ساری اذیت سے بچ گئی تھی جو ان سب سے مل کر اسے سہنی پڑتی۔
اس نے زندگی کا بیشتر وقت پریشانی اور خوف کے زیر سایہ گزارا تھا اس کی زندگی میں سکون کے یہ قیمتی لمحات بہت کم تھے اور وہ اتنے کم لمحات کو بھی آئندہ کے متعلق سوچ کر ضائع نہیں کر سکتی تھی۔

☆ ☆ ☆

نمل گاڑی کو تیزی سے عظمت خلیل کے آفس کی طرف دوڑا رہی تھی اس نے راستے سے ہی سنبل اور رومیلہ کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ اس کے انتظار میں نہ بیٹھیں وہ آج انہیں پک نہیں کر سکے گی بلکہ ہو سکتا ہے وہ آج جا ہی نہ سکے۔
اپنے نہ جانے کی تفصیل تو اس نے نہیں بتائی بس اتنا کہہ دیا کہ ابو سے کچھ ضروری کام ہے۔
سنبل تو اس کا فون سن کر مطمئن ہو گئی کہ اب جانا نہیں پڑے گا البتہ رومیلہ نے کہہ دیا کہ اسے ابرار بھائی چھوڑ دیں گے۔
"چاہو تو تم بھی چھٹی کر لو کیونکہ سنبل بھی نہیں جا رہی۔" نمل نے ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ گھماتے ہوئے مختصراً کہا۔
"نہیں بلاوجہ چھٹی کرنے کی کیا ضرورت ہے اور سنبل کو بھی فون کر دوں گی کہ میں اسے لینے آ رہی ہوں تو اسے بھی چلنا ہی پڑے گا۔" رومیلہ نے اطمینان سے کہا اور الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔
"آپ کو ہماری وجہ سے خوامخواہ تکلیف ہو رہی ہے۔" وہ لڑکی نمل کو دیکھتے ہوئے قدرے شرمندگی سے بولی۔
"ایسی کوئی بات نہیں۔ یونیورسٹی ہی جانا تھا تو وہاں میں آپ کو ابو سے ملوا کر چلی جاؤں گی۔" نمل نے مسکراتے ہوئے کہا وہ نمل کی برابر والی سیٹ پر ہی بیٹھی تھی جبکہ اس کی والدہ پچھلی سیٹ پر تھیں۔
"آپ کے بھائی کا نام کیا ہے۔" نمل نے پوچھا۔

"اس کا نام حسام ہے اور میرا شائلہ۔" اس نے تعارف کرانے کے انداز میں کہا۔
"آپ مجھے اپنے بھائی کی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیل سے بتائیں اور یہ مت سوچیں کہ یہ سب پوچھنے کے پیچھے میرا مطلب یہ ہے کہ میں اس پر شک کر رہی ہوں۔ میں اسے جانتی ہی نہیں لہٰذا میں اس کے بارے میں کوئی رائے بھی قائم نہیں کر سکتی۔
لیکن ایک بات میں ضرور کہوں گی آپ پلیز مائنڈ مت کیجیے گا۔
پولیس نے اگر آپ کے بھائی کو اریسٹ کیا ہے تو ہو سکتا ہے انہیں اس کے خلاف کچھ شواہد وغیرہ ملے ہوں۔
ہم آپ کے بھائی کا پتا لگانے کی پوری کوشش کریں گے پولیس کو اسے اس طرح غائب کر دینے کا کوئی حق نہیں ہے مگر میرے کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے آپ کا بھائی اگر مجرم نکلا یا پولیس کے پاس اس کے خلاف ثبوت وغیرہ ہوئے تو ہو سکتا ہے ابو اس کی کوئی مدد نہ کر سکیں کیونکہ ابو جو بھی کرتے ہیں قانون کے دائرے میں رہ کر کرتے ہیں۔
پھر ظاہری بات ہے وہ ایک مجرم کی مدد کیسے کر سکتے ہیں اور نہ ہی کریں گے۔" نمل نے بہت ہی ٹھنڈے لہجے اور دھیمی آواز میں بڑی لمبی تفصیل بتائی۔
دراصل جب اس نے انہیں عظمت خلیل سے ملوانے کی بات کی تو ان کے چہروں پر پھیلتی روشنی اس بات کا چیخ چیخ کر اعلان کر رہی تھی کہ انہوں نے عظمت خلیل کے نام سے بہت امیدیں باندھ لی ہیں۔
جبکہ خود نمل انسانوں سے امیدیں لگانے کی قائل نہیں تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ پہلے ہی بہت کچھ سوچ لیں اور پھر نتیجہ ان کی توقع کے مطابق نہ نکل سکے تو انہیں صدمہ ہو۔
اس سے بہتر تھا وہ پہلے ہی ذہنی طور پر تھوڑا تیار رہیں کہ حالات کا ان کے موافق ہونا اتنا آسان بھی نہیں ہے۔
"آپ بالکل صحیح کہہ رہی ہیں عظمت خلیل صاحب کے بارے میں میں نے جو کچھ سنا ہے اس کی روشنی میں میں اتنا تو ضرور کہہ سکتی ہوں کہ وہ کبھی بھی کسی مجرم کے ساتھ نہیں دیں گے۔
آپ اطمینان رکھیں میرا بھائی مجرم نہیں ہے اور یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہی کہ میں اس کی بہن ہوں بلکہ یہ میں اس لیے کہہ رہی ہوں کہ میں اسے بہت قریب سے جانتی ہوں۔
وہ بہت اچھا ہے آج کل کے لڑکوں والی کوئی بھی معیوب عادت نہیں ہے بہت نمازی اور پرہیزگار ہے اسے بچپن سے ہی احساس ہے کہ ہماری اماں نے ہم دونوں کو کتنی مشکلوں اور پریشانیوں سے پالا ہے اس کا زیادہ وقت صرف پڑھنے میں گزرتا ہے بچپن سے فرسٹ آتا ہے۔
پچھلے سال میٹرک میں اس نے پورے بورڈ میں چوتھی پوزیشن لی تھی۔
وہ اس لیے جیل میں نہیں ہے کہ اس نے کچھ کیا ہے بلکہ وہ اس لیے قید میں ہے کہ وہ ایک غریب علاقے کے کچے پکے گھر میں رہتا ہے جس کی بیک پر بہت بڑی پاور تو کیا سر پر باپ کا سایہ بھی نہیں ہے۔" شائلہ کی آواز رندھنے لگی تھی اپنے بھائی کا ذکر کرتے ہوئے۔
نمل کو شرمندگی ہوئی اس نے اس طرح کیوں کہہ دیا۔
پچھلے ایک ہفتے سے وہ جس ذہنی اذیت اور اب کیا ہوگا جیسے خدشات میں گھرے تھے اس کا احساس کرتے ہوئے تو نمل کو انہیں تسلی دینی چاہیے تھی نا کہ انہیں امید باندھنے سے ہی روک دیا۔
"اگر ایسی بات ہے آپ کا بھائی اتنا اچھا ہے تو یقین رکھیں اس کے ساتھ کچھ برا نہیں ہوگا۔" نمل نے دلاسا دیتے ہوئے کہا اور واقعی وہ بھیگی پلکوں کے ساتھ مسکرا دی۔
کچھ دیر بعد وہ ان دونوں کے ساتھ عظمت خلیل کے شاندار آفس میں موجود تھی ریسپشن پر جب اس نے عظمت خلیل کا نام لیا تو وہ کمپیوٹر پر Appointments چیک کرنے لگی۔

"میری Appointment نہیں ہے میں ان کی بیٹی ہوں نمل خلیل آپ انہیں انفارم کردیں Urgent It is۔"

نمل کے کہنے پر اس نے پاس رکھا ریسیور اٹھا کر اندر اطلاع کی اور اسے مخاطب کرتے ہوئے بولی۔

"آپ اندر جاسکتی ہیں۔" نمل نے پلٹ کر ان دونوں کو اشارہ کیا اور انہیں لے کر عظمت خلیل کے کیبن میں داخل ہوگئی۔

ان کا کیبن ان کے سرکاری عہدے کو دھیان میں رکھ کر ترتیب دیا گیا تھا چنانچہ وہ بھی ان کے آفس کی طرف آنکھوں کو خیرہ کردینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

وہ تینوں ایئرکنڈیشن کار سے اتر کر یہاں آئی تھیں پھر بھی ان کے کیبن میں اے سی کی کولنگ میں قدم رکھ کر انہیں ایسا لگا جیسے وہ کسی کمرے کی بجائے کسی فریزر میں چلے آئے ہوں۔

"نمل خیریت تو ہے کیا ہوا۔ تم یہاں اس طرح۔" عظمت خلیل اسے دیکھتے ہی بولے۔

"ہمارے گھر میں سب خیریت ہے دراصل یہ دونوں آپ سے ملنا چاہ رہی تھیں۔" نمل نے انہیں دیوار سے لگے ایک بیش قیمت صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ان کی ٹیبل کے نزدیک چلی آئی۔

عظمت خلیل جو بڑے غور سے اسے دیکھ رہے تھے ان دونوں عورتوں پر ایک نظر ڈال کر حیرانی سے بولے۔

"کون ہیں یہ؟"

نمل نے ان کے پوچھنے پر مختصر الفاظ میں انہیں ان دونوں کی پریشانی کے متعلق بتادیا۔

عظمت خلیل کی حیرانی واضح طور پر ناگواری میں تبدیل ہوگئی ان کی پیشانی پر ان گنت شکنیں پڑگئی تھیں۔

"یہ وہ بات تھی جس کے لیے تم نے ریسپشنسٹ سے کہا کہ بہت ارجنٹ ہے۔" انہوں نے دانت پر دانت جماتے ہوئے کہا۔

نمل صرف انہیں دیکھ کر رہ گئی وہ کبھی اس طرح ان کے آفس نہیں گئی تھی اس کے اچانک آنے اور ایسا پیغام دینے پر انہوں نے فوراً" اسے طلب کرلیا جبکہ اب ان کی شکل سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ یہ سب یہاں آفس میں ڈسکس کرنا نہیں چاہ رہے آخر انہوں نے اتنا بڑا ٹرسٹ کھول رکھا تھا تاکہ لوگ اپنی تکلیفیں لے کر وہاں جائیں اپنے آفس میں انہیں رش لگانے کا کوئی شوق نہیں تھا۔

نمل ان کے موڈ کو سمجھتے ہوئے دھیمی آواز میں بولی۔

"ابو ان کا بھائی ایک ہفتے سے پولیس کی حراست میں ہے۔ ایک ہفتے سے۔ انہوں نے آپ کے ٹرسٹ میں بھی ایپلیکشن دی مگر وہاں سے بھی کوئی رسپانس نہیں ملا۔

آپ پلیز اتنا تو پتا کردیں کہ وہ کون سے جیل میں ہے ان ماں بیٹی کی بے چینی میں کچھ تو کمی آجائے گی۔" نمل نے التجائیہ انداز میں کہا۔

عظمت خلیل نے جس طرح لب بھینچے تھے اس سے صاف ظاہر تھا انہوں نے بمشکل خود کو کوئی سخت بات کہنے سے روکا ہے۔

نمل اچھی طرح جانتی تھی انہوں نے خود پر اتنا ضبط کیوں کیا ہے اگر یہ ان کا گھر ہوتا تو وہ اب تک نمل کو کتنی ہی صلواتیں سنا چکے ہوتے۔ اس وقت تو انہوں نے آفس میں ہونے کا لحاظ کرلیا تھا جو محض قہر بھری نظروں سے نمل کو دیکھ کر رہ گئے۔

پھر ان خاتون کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے حتی الامکان اپنے لہجے کو قابو میں رکھتے ہوئے بولے۔

"بہن جی آپ بالکل بے فکر رہیں آپ کے مسئلے کا میں آج ہی نوٹس لوں گا۔ آپ اپنے بیٹے کی تصویر کے ساتھ اس کے سارے کوائف لکھ کر میرے ٹرسٹ میں جمع کرادیں۔" عظمت خلیل کے کہنے پر اماں اٹھ کر ان کی شیشے کی شاندار میز کے قریب چلی آئیں۔

"آپ کے ٹرسٹ کے آفس میں ہم حشام کی تصویر تام عرصہ دے چکے ہیں مگر وہاں پریشان حال لوگوں کی اتنی لمبی فہرست ہے کہ ہمارا نمبر آنے تک تو میرا حشام بوڑھا ہوجائے گا۔"

"تو اماں ہم بھی کیا کرسکتے ہیں ہم بھی تو انسان ہیں ہمارے وسائل اور اختیار کی ایک حد ہے لامحدود اختیارات تو صرف اس کے پاس ہیں جو پوری دنیا کے مسائل ایک ساتھ سنتا اور حل کرتا ہے۔" عظمت خلیل واپس اپنے اس چولے میں چلے گئے جو وہ صرف باہر کی دنیا کے سامنے زیب تن کرتے تھے ان کے لہجے کی انکساری اور آواز کا درد سن کر کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ اپنی بیٹی کو خون آشام نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

اماں کے اٹھ کر قریب چلے آنے پر ان کی آواز کی تیزی ایسے نرمی میں تبدیل ہوگئی تھی جیسے زندگی میں کبھی انہوں نے کسی سے سختی سے بات نہ کی ہو ان کی بات سن کر اماں آبدیدہ ہوگئیں۔

"ہاں وہ تو ہے آپ لوگ بھی انسان ہیں ہر ایک کی شکایت سن کر اسے فوراً" دور کرنا واقعی ناممکن ہے آپ کا ادارہ تو بہت محنت کر رہا ہے دکھی انسانیت کی جو خدمت آپ کر رہے ہیں وہ واقعی قابل تعریف ہے۔

اسی لیے میں آپ کے پاس آئی ہوں میرے بچے کو پولیس سے چھڑادیں۔ دل میں ایسے ایسے وہم اٹھتے ہیں کہ ساری ساری رات نیند نہیں آتی۔

پولیس کے متعلق جانے کیا کچھ سن رکھا ہے انہیں تو اگر جانور بھی مل جائے تو وہ اس سے بھی اقبال جرم کرائے بغیر نہیں چھوڑتے۔

میرا بچہ تو ابھی بہت کم عمر ہے وہ پولیس کی وحشیانہ مار کیسے برداشت کرے گا پولیس تو ایسا انسانیت سوز تشدد کرتی ہے کہ بعض اوقات بندہ مر ہی جاتا ہے۔" بولتے بولتے اماں ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

عظمت خلیل نے اٹھ کر ایک طرف رکھے واٹر ڈسپنسر سے ایک گلاس پانی نکالا اور اماں کی طرف بڑھاتے ہوئے انہیں ڈھیروں تسلیاں دے ڈالیں اماں کے رونے کی شدت میں کچھ کمی آئی تو شمائلہ نے جانے کی اجازت مانگ لی۔

"بالکل آپ گھر جائیں اور بے فکر ہوجائیں لیکن حشام کی تصویر کے ساتھ اس کا بایوڈیٹا ایک صفحے پر لکھ کر کل ہی میرے ٹرسٹ میں جمع کرادیں۔" عظمت خلیل کے میٹھے پرسکون لہجے پر اماں انہیں ڈھیروں دعائیں دیتیں آفس سے نکل گئیں۔

راستے بھر اماں اور شمائلہ عظمت خلیل کے رویے اور جذبہ ہمدردی کو سراہتے رہے۔

"جتنا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا۔" اماں نے کوئی تیسری بار یہ بات کہی تھی نمل خاموشی سے ان کی باتیں سنتی رہی یہاں تک کہ جب گاڑی سے اترتے وقت شمائلہ نے اس کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ کہا۔

"آپ بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ کو عظمت خلیل صاحب جیسے والد ملے ہیں۔" تب بھی نمل چپ چاپ اس کا چہرہ تکتی رہی اور منہ سے کچھ نہ بولی۔

☼ ☼ ☼

"تم نے اتنا سارا کام اتنی جلدی کیسے نبٹالیا۔" ریاض غفار نے تعجب سے الیان کو دیکھا تو الیان صرف مسکرا کر رہ گیا البتہ شگفتہ غفار فوراً" بولیں۔

"دن' رات ایک اسی کام پر تو جتا رہتا تھا شکل نہیں دیکھ رہے آپ اس کی کتنا کمزور ہوگیا۔" شگفتہ غفار خالص

ممتا بھرے لہجے میں بولیں تو بریرہ قہقہہ لگا کر ہنس دی ریاض غفار اور الیان بھی بے ساختہ مسکرا دیے۔

"میرے خیال سے بیگم آپ کو آئی سائیٹ چیک کرانے کی ضرورت ہے۔" ریاض غفار نے شرارتی انداز میں کہا مگر شگفتہ غفار برا مان گئیں۔

"آئی سائیٹ چیک کرانے کی ضرورت مجھے نہیں آپ لوگوں کو ہے۔ آپ کو تو میرے بیٹے کی گرتی ہوئی صحت نظر ہی نہیں آتی ایک بس مجھے ہی فکر رہتی ہے اس کی۔ آپ کا کیا ہے آپ تو خوش ہو گئے ہیں کہ کام وقت پر ختم ہو گیا۔" شگفتہ غفار نے روٹھے لہجے میں کہا۔

وہ سب لوگ رات کے کھانے کے بعد ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے گرم گرم کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب الیان نے انہیں پروجیکٹ مکمل ہو جانے کی اطلاع دی اور یہ بتایا کہ پیپر ورک ختم ہو گیا ہے اور اب فیکٹری میں عملی کام شروع ہو جائے گا۔

ریاض غفار یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اسے سراہے بغیر نہ رہ سکے ان کی یہ تعریف توصیف بالکل بجا تھی الیان کے پیچھے مقصد صرف وہ نہیں رہا تھا جس کے پیش نظر الیان نے کام شروع کیا تھا۔

اس کی وجہ سے ریاض غفار کو ڈیزائنر تبدیل کرنا پڑا تھا چنانچہ الیان چاہتا تھا سارا کام اتنی تیزی سے ختم کرے کہ ریاض غفار کو یہ افسوس نہ ہو کہ الیان کی بے جا ضد کی وجہ سے ان کی کمپنی کا نقصان ہو گیا۔

لیکن پروجیکٹ کے دوران شگفتہ غفار نے بریرہ کے رشتے کا ذکر چھیڑ کر اسے اور بھی اپنے کام میں متحرک بنا دیا۔ الیان نے دن رات ایک کر کے اس کام کو اس لیے بھی جلدی ختم کیا تھا کہ وہ نانی کے گھر جا کر کچھ دن وہاں رہنا چاہتا تھا حامد اور اس کے ماحول کو پرکھنے کے لیے دو چار دن کم تھے یا زیادہ اس کا علم تو الیان کو نہیں تھا مگر اس سے زیادہ طویل قیام وہ کر نہیں سکتا تھا۔

وہ پہلے کبھی اس طرح نانی کے گھر جا کر نہیں رہا تھا بچپن میں وہ چھٹیاں گزارنے وہاں جاتے تھے مگر بڑے ہونے کے بعد ایسا اتفاق کافی عرصے سے نہیں ہوا تھا۔

اسے اندازہ تھا وہاں اب اس کا اچانک جانا سب کو مشکوک کر دے گا اسی لیے وہ صرف چند دنوں کے لیے جانا چاہتا تھا۔

وہاں جا کر وہ یہی ظاہر کرنے والا تھا کہ بہت دنوں سے ایک پروجیکٹ پر بزی تھا اب کچھ دن آرام کرنے یا چھٹیاں منانے کی نیت سے گھر سے دور آ گیا ہوں۔

یہ بہانہ ابھی تو شاید وہاں سب لوگ ہضم کر لیتے مگر ایک بار اگر ماموں نے بریرہ کا رشتہ دے دیا تو پھر یہ جھوٹ قابل قبول نہیں رہے گا باقی سب تو سمجھ ہی جاتے خود حامد کو بھی عجیب لگتا کہ انہوں نے رشتہ دیا تو الیان اس کے پاس رہنے چلا آیا اسے قریب سے دیکھنے کے لیے۔

جبکہ ابھی اس کے ذہن میں یہ خیال نہیں آ سکتا تھا کیونکہ ابھی تو نانی جان نے اپنے طور پر شگفتہ غفار کو گھر میں چھڑی بحث کے متعلق بتایا تھا کوئی باقاعدہ بات تو نہیں ہوئی تھی۔

اور بحث بھی ایسی جو ابھی صرف ماموں ممانی کے بیچ تھی اور گھر کے بیشتر افراد جس سے لاعلم تھے اور الیان اس لاعلمی میں ہی اپنے عمل کو عملی جامہ پہنانا چاہتا تھا۔

"ڈیڈی کام تو واقعی وقت پر ختم ہو گیا ہے میں سوچ رہا ہوں کچھ دن کے لیے کہیں چلا جاؤں۔" الیان نے کافی کا سپ لیتے ہوئے پرسوچ انداز میں کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں اچھا ہی ہے تھوڑا چینج ہو جائے گا مگر تمہارا پاسپورٹ تو رینیول کے لیے گیا ہوا ہے۔" ریاض غفار کے فوراً "مان جانے پر الیان مطمئن سے انداز میں ہنس دیا۔

"میرا ملک سے باہر جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ بس دو تین دن کے لیے ہی تو جانا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں نانی کے گھر چلا جاؤں اور کل صبح ہی نکل جاؤں۔"

"ارے ہاں ممی میں بھی بھائی کے ساتھ نانی کے گھر جاؤں گی میں آپ کو بتانا ہی بھول گئی الیان بھائی نے تو مجھ سے پہلے ہی ذکر کر دیا تھا۔" بریرہ ایک دم یاد آنے پر جوش میں آتے ہوئے بولی۔

شگفتہ غفار نے گھور کر بریرہ کو دیکھا پھر اسی برہمی بھرے تاثرات کے ساتھ الیان کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"تم اسے بھی اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتے ہو۔"

"ہاں۔۔۔ جی۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ" الیان کی سمجھ میں نہ آیا کیا کہے تو بریرہ کہنے لگی۔

"جی ممی بھائی مجھے بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہ رہے ہیں۔" بریرہ کا اعتماد دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔

"پہلے کچھ سلیقہ تو سیکھ لو پھر وہاں جانے کی بات کرنا۔" شگفتہ غفار ڈپٹ کر بولیں۔

"ممی میں اپنی نانی کے گھر جانے کی بات کر رہی ہوں کسی کوکنگ کامپٹیشن میں تھوڑی' جو آپ سلیقہ سیکھنے کی بات کر رہی ہیں۔" بریرہ اس صاف انکار پر منمنا کر بولی تو ریاض غفار بھی اس کی حمایت کرتے ہوئے بولے۔

"ہاں بھئی وہ کوئی کریلوں کا کنسرٹ تھوڑی بنانے جا رہی ہے اپنی نانی کے گھر جا رہی ہے۔" ریاض غفار نے اس کی طرف داری بھی اس طرح کی کہ وہ موڈ آف کر کے انہیں دیکھنے لگی۔

"میں اس وقت کسی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" شگفتہ غفار سنجیدگی سے بولیں تو "بظاہر" ریاض غفار نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"اگر مذاق کے موڈ میں نہیں ہو تو کیوں اتنا بڑا مذاق کیا۔"

"کیسا مذاق!" شگفتہ غفار چونکیں۔

"یہی کہ پہلے کچھ سلیقہ سیکھ لو پھر وہاں جانے کی بات کرنا ایسی شرط رکھنا جو زندگی بھر پوری نہ ہو سکے مذاق ہی تو ہے۔"

"ڈیڈی۔" بریرہ خفگی سے چلائی جبکہ الیان اور ریاض غفار ایک ساتھ قہقہہ مار کر ہنس دیے۔

"جائیں میں نہیں بولتی۔" بریرہ نے ہاتھ میں پکڑا مگ میز پر رکھ کر باقاعدہ ان کی جانب سے رخ موڑ لیا۔

"بھئی یہ کیا بات ہوئی اتنا خراب سینس آف ہیومر۔" ریاض غفار نے اسے منانے کے لیے اس کا رخ اپنی جانب موڑنا چاہا مگر وہ بدستور خفا خفا بیٹھی رہی تو ریاض غفار سوالیہ انداز میں بیوی اور بیٹے کو دیکھنے لگے۔ شگفتہ غفار نے فوراً "سر نفی میں ہلا دیا خود الیان بھی اس وقت اسے اپنے ساتھ لے کر جانا نہیں چاہتا تھا چنانچہ اس نے بھی کندھے اچکا کر گویا شگفتہ غفار کے فیصلے کو منظور کر لینے پر بے بسی ظاہر کر دی۔

"بھئی ہم تو اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ دبئی لے جانے کا سوچ رہے تھے مگر یہ تو۔۔۔"

"ہیں، آپ کا دبئی جانے کا پروگرام بن رہا ہے۔" بریرہ سے اتنا بھی برداشت نہ ہوا کہ ان کا جملہ ہی پورا ہونے دیتی اور فوراً "چہک کر بولی۔

"ابھی تو بن رہا ہے دیکھو کب عمل میں آتا ہے مگر آپ تو وہاں جانے کی بجائے۔۔۔"

"نہیں نہیں میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔ نانی کے گھر تو پھر کبھی بھی جا سکتی ہوں۔ لیکن پروگرام فائنل ہو جائے تو مجھے پہلے سے بتا دیجیے گا میں نے اپنی جتنی بھی دوستوں کو ادھار دے رکھے ہیں ان سب سے واپسی کا مطالبہ کر دوں آخر دبئی جا کر شاپنگ بھی تو کرنی ہو گی۔" بریرہ کا آف موڈ ایک دم خوشگوار ہو گیا تھا اور کیوں نہ ہوتا اس گھر کا کوئی بھی فرد زیادہ دیر اس کے چہرے پر اداسی دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔

الیان بریرہ کی طرف سے مطمئن ہو کر فوراً "وہاں سے اٹھ گیا۔ ابھی کوئی لمبی چوڑی تیاری تو اسے کرنی نہیں تھی

بس دو چار کپڑے، بیگ میں رکھنے تھے۔

عموماً" اس کا بیگ بھی تیار ہی رہتا تھا اس میں ایک دو چیزوں کی کمی بیشی ہی کرنی تھی اس لیے اپنے کمرے میں آ کر وہ بیس منٹ میں ہی پیکنگ سے فارغ ہو کر سونے بھی لیٹ گیا۔

کل علی الصبح اس کا گھر سے نکلنے کا ارادہ تھا اس نے اپنی فور ویل کا پانی اور پیٹرول سب چیک کر لیا تھا وہ کل ایسی ہی سواری میں وہاں جانے والا تھا۔

☼ ☼ ☼

گھر آ کر نمل نے حسب عادت امی کو تمام بات تفصیل سے بتائی تو وہ حسب توقع پریشانی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"تمہیں اپنے ابو کا مزاج پتا تو ہے پھر کیا ضرورت تھی ان کے آفس پہنچنے کی؟"

"امی وہ ماں بیٹی اتنی پریشان تھیں کہ مجھ سے رہا نہیں گیا ذرا سوچیں گھر کا کوئی شخص اس طرح غائب ہو جائے تو گھر والوں کی کیا کیفیت ہوگی۔

کیسے کیسے وہم پیدا ہو رہے ہوں گے دل میں اتنے دنوں سے وہ لڑکا غائب ہے۔ اس کی کوئی خیر خبر نہیں' یہ سن کر میری اپنی حالت غیر ہونے لگی میں چاہتی تو انہیں گھر ڈراپ کر کے یونیورسٹی جا سکتی تھی مگر میرا ذہن منتشر ہو گیا تھا۔" نمل کی آنکھوں کے سامنے ان دونوں ماں بیٹی کے پریشان چہرے گھوم گئے تو وہ کہتی ہی چلی گئی۔

"وہ تو ہے لیکن تمہارے ابو..... چلو خیر اللہ بہتر کرے گا۔" رشیدہ نے محض بات ختم کرتے ہوئے کہا ورنہ ان کے چہرے پر تفکرات ابھی بھی نمایاں تھے۔

نمل نے انہیں زیادہ سمجھانے کی کوشش نہیں کی جانتی تھی اس کی ماں عظمت خلیل سے کتنا ڈرتی تھیں ان کے غصے کا سوچ کر ہی انہیں ہول اٹھنے شروع ہو گئے ہوں گے ایسے میں نمل کی دی کوئی بھی تسلی ان کی فکر مندی میں کوئی کمی نہیں لا سکتی تھی چنانچہ نمل نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے ان کا دھیان بٹانا شروع کر دیا اور جس میں کسی حد تک کامیاب ہونے کے بعد وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

صبح ڈرائیونگ کے دوران وہ سنبل اور رومیلہ کو کوئی بھی بات تفصیل سے نہ بتا سکی تھی چنانچہ شام ہونے پر رومیلہ کا خود ہی فون آ گیا۔

نمل اس وقت مغرب کی نماز پڑھ کر اٹھ ہی رہی تھی جب رومیلہ کا نام اپنے موبائل کی اسکرین پر دیکھ کر وہ قریب پڑے فلور کشن پر ٹک گئی اور موبائل آن کر کے کان سے لگا لیا۔

"ماموں کا ایسا کیا کام تھا جو تمہیں چھٹی کرنی پڑی۔" رومیلہ نے خیر خیریت پوچھنے کے بعد پوچھا۔

رومیلہ کی ماں کے حیات نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں گھرانوں میں روایتی سا ملنا جلنا نہیں رہا تھا اگر ایک طرف عظمت خلیل بہت مصروف تھے اور مری ہوئی بہن کے شوہر اور بچوں کو فراموش کر چکے تھے تو دوسری طرف رومیلہ کے والد اور ابرار بھائی کو بھی ایسی کوئی والہانہ محبت مری ہوئی ماں کے بھائی کے لیے محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بس خاص تہواروں پر رسمی سی ملاقات ہو جاتی تھی اور ان کے نزدیک اتنا ہی کافی تھا۔

مگر رومیلہ اور نمل کے بیچ بچپن سے ایک ہی اسکول اور بڑے ہونے پر ایک ہی کالج میں پڑھنے کی وجہ سے اتنی دوستی رہی تھی کہ دونوں ایک دوسرے کے گھر کے حالات سے باخوبی واقف تھیں۔

اسی لیے رومیلہ کو نمل کے بطور خاص عظمت خلیل کے کسی کام سے چھٹی کرنے پر حیرانی ہو رہی تھی جس کا اس نے فوراً" برملا اظہار بھی کر دیا تو نمل نے بڑی تفصیل سے اسے ان دونوں ماں بیٹی کے متعلق بتا دیا۔

کچھ دیر تو رومیلہ بھی ان کی حالت زار پر افسوس کا اظہار کرتی رہی پھر کچھ یاد آنے پر چونکتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"تم کل تو آؤ گی نا۔"

"ہاں بھئی اب روز روز تھوڑی چھٹی کروں گی اور تم بتاؤ سنبل چلنے کے لیے تیار ہوئی یا نہیں۔" نمل بولی۔

"ہاں بڑی مشکل سے مانی تھی بلکہ یوں سمجھو میں ابرار بھائی کے ساتھ اس کے گھر پہنچ گئی تو اسے مجبوراً" چلنا پڑا اب ابرار بھائی کے سامنے بھلا کیا بہانہ بناتی۔

ویسے اچھا ہی ہوا چلی گئی خوامخواہ ہی ڈر رہی تھی آج تو وہ لڑکے بڑی تمیز سے ملے تھے۔ اس خرم نے تو دیکھتے ہی پہلے سلام کیا اور پھر رزق کے احترام پر نصیحت بھی کی۔" یہ کہہ کر جب رومیلہ نے خرم کی کہی بات دہرائی تو نمل صرف گردن ہلا کر رہ گئی۔

"تم نے اسے بتایا نہیں صرف رزق کو ضائع کرنا ہی گناہ نہیں ہے چوری بھی بہت بڑا گناہ ہے اسلامی سزا میں تو چور کے ہاتھ کاٹ دیے جاتے ہیں۔" نمل کے طنزیہ کہنے پر رومیلہ اعتراض کرنے والے انداز میں بولی۔

"ہاں میں یہ کہتی تاکہ اسے آگے سے اور دس باتیں کہنے کا موقع مل جاتا ویسے بھی اس نے مجھے مخاطب صرف تمہارے متعلق پوچھنے کے لیے کیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس نے تمہارے بارے میں جس طرح پوچھا تھا اسے دیکھ کر مجھے تو پریشانی ہونے لگی۔"

رومیلہ کے کہنے پر نمل چڑ کر بولی۔

"کیا تجسس پھیلا رہی ہو سیدھی طرح بتاؤ نا کیا کہہ دیا اس نے۔"

"ایسا کچھ نہیں کہا ہے۔ جس پر تم کل جا کر اس سے لڑ سکو۔" رومیلہ نے اطمینان دلانے والے انداز میں کہا۔

"صرف اتنا پوچھا تھا کہ تم کل آؤ گی یا نہیں؟"

"تو اس میں ایسی کون سی بات ہے جو تمہیں پریشانی ہونے لگی۔" نمل نے بے یقینی سے پوچھا۔

"اب تم غصہ نہ کرنے کا وعدہ کرو تو میں بتاؤں۔" رومیلہ نے شرط رکھتے ہوئے کہا۔

"میں تم پر کیوں غصہ کروں گی۔" نمل کو اس کا اتنا احتیاط برتنا مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"کیونکہ اس پر تو ابھی نہیں کر سکتیں نا وہ تو جب کل ملے گا اور کچھ کہے گا تب ہی غصہ کر سکو گی۔"

"اچھا اچھا کچھ نہیں کہوں گی سسپنس پھیلانا بند کرو اور جلدی بکو۔"

"جب اس نے یہ پوچھا کہ تم کل تو آؤ گی تب اس کے لہجے میں اتنی بے قراری تھی جیسے اس نے کل کا پورا دن اور پوری رات صرف تمہارے آنے کا انتظار کیا ہو۔"

"What nonsense۔" نمل ایک دم جلال میں آتے ہوئے بولی۔

"دیکھو تم نے کہا تھا تم غصہ نہیں کرو گی۔" رومیلہ بڑبڑ کر بولی۔

"وہ تو میں نے یہ سوچ کر کہا تھا کہ شاید اس نے ایسا کچھ کہا ہو گا جسے سن کر مجھے غصہ آ جائے۔ مگر یہاں تو تم اپنا اندازہ بتا رہی ہو وہ بھی اتنا واہیات۔" نمل نے دانت پیسے۔

"میرے اندازے واہیات نہیں' سو فیصد درست ہوتے ہیں۔" رومیلہ نے کہا اور نمل کو بولنے کا موقع دیے بغیر مزید کہنے لگی۔

"اور یہ تو وہ اندازہ ہے جس کے درست ہونے پر خود مجھے پریشانی ہو رہی ہے یہ خرم جس ٹائپ کا بندہ ہے اسے تو بس دور سے سلام کر دینا ہی ٹھیک ہے یہ اگر زیادہ پیچھے لگ گیا تو کیا ہو گا۔" رومیلہ بہت زیادہ پریشان تو نہیں تھی مگر تب سے اس نکتہ پر سوچ ضرور رہی تھی۔

"اول تو ایسا کچھ ہے نہیں' اس لیے اتنا سوچنے کی ضرورت ہی نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر ایسا کچھ ہوتا بھی ہے تو

ایسے لوگوں کا دماغ ٹھیک کرنا مجھے اچھی طرح آتا ہے۔" نمل تپے ہوئے انداز میں بولی رومیلہ ابھی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دروازے پر دستک کی آواز سن کر نمل نے اس سے ایکسکیوز کرتے ہوئے اندر آنے کی اجازت دی تو ملازمہ دروازہ کھول کر اندر آگئی۔

"آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔"

"مجھ سے۔" نمل نے حیرت سے کہا پھر رومیلہ کو بتا کر فون بند کرتی اٹھ گئی۔

وہ جب گیٹ پر پہنچی تو شمائلہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی آج صبح ہی تو وہ ملی تھی پھر اب دوبارہ وہ یہاں کیوں آئی تھی۔ نمل کے قریب جانے پر اس نے سلام کرتے ہوئے ایک لفافہ اس کی جانب بڑھا دیا۔

"معاف کیجیے گا آپ کو اس وقت پریشان کیا۔ وہ آپ کے والد نے کہا تھا حسام کی تصویر اور تفصیلات لکھ کر دے دوں۔

میں نے سوچا آفس میں جمع کرانے کی بجائے آپ کو ہی دے دوں۔" نمل حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

اس کا گھر یہاں سے بہت دور تھا اسے اس وقت یہاں نہیں آنا چاہیے تھا گھر پہنچنے تک تو رات اور گہری ہو جانی تھی پھر وہ اکیلی بھی تھی اس کی اماں بھی ساتھ نہیں تھیں۔

"آپ اتنے دور سے یہ لفافہ دینے آئی ہیں وہ بھی اکیلے۔" نمل نے دبی زبان سے کہا۔

"جی' دراصل اماں بہت تھک جاتی ہیں ان کی صحت اس قابل نہیں کہ انہیں سارا دن لیے لیے پھرا جا سکے اور میں نے سوچا آپ کو آج ہی ساری انفارمیشن دے دوں گی تو عظمت صاحب کل ہی پتا لگانا شروع کر دیں گے۔ آپ جب صبح ہمیں گھر چھوڑنے آئی تھیں تبھی میں نے چاہا آپ کو ساری تفصیل لکھ کر دے دوں مگر میرے پاس حسام کی کوئی تصویر نہیں تھی۔

آپ کے والد کے ٹرسٹ میں کئی بار تصویر دی تھی تو گھر میں کوئی بچی ہی نہیں۔ میں نے اسٹوڈیو سے ارجنٹ نیگیٹو سے تصویر بنوائی پھر بھی آتے آتے رات ہو گئی۔" نمل خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

کس قدر پریشان تھے وہ لوگ' ایک پل ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے اسٹوڈیو میں ارجنٹ تصویر بنوانے کے پیسے بھی زیادہ دینے پڑے ہوں گے اور یہاں تک آنے جانے کے لیے بھی انہیں دو دو تین تین بسیں بدلنی پڑتی ہوں گی۔ اور عظمت خلیل کے ٹرسٹ کے بھی جانے کتنے چکر لگے ہوں گے وہاں انہوں نے اتنی تصویریں دے دیں کہ ان کے پاس عظمت خلیل کو دینے کے لیے کوئی تصویر ہی نہیں بچی ظاہری بات ہے ان کی جو مالی حالت تھی وہ انہیں سینکڑوں تصویریں کھنچوانے کی اجازت تھوڑی دیتی ہو گی۔

یہ چند تصویریں اور نیگیٹو ان کے پاس تھے یہی بہت بڑی بات تھی۔

نمل نے لفافہ میں ہاتھ ڈالا تو ایک کاغذ میں لپٹی تصویر اس کے ہاتھ میں آگئی۔

"اس کاغذ میں ساری تفصیل درج ہیں ہمارا محلہ' گلی اور مکان کا نمبر عظمت صاحب پڑھیں گے تو ان کے خود سمجھ میں آجائے گا انہیں کون سے پولیس اسٹیشن جانا چاہیے۔" شمائلہ جلدی جلدی بتا رہی تھی شاید اسے واپس گھر پہنچنے کی جلدی تھی۔

نمل کاغذ ہٹا کر تصویر کو دیکھنے لگی۔

اس کے گھر کے شاندار سے گیٹ پر نصب سو سو پاور کے بلب کی روشنی میں تصویر اس کے سامنے بالکل واضح تھی۔

جیسا کہ ان ماں بیٹی نے بتایا تھا کہ وہ فرسٹ ایئر میں پڑھتا ہے تو وہ واقعی میں دیکھنے میں سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ کا نہیں لگ رہا تھا۔

دبلا پتلا سانولا سا وہ لڑکا اگر ایک طرف اپنی معاشی حیثیت کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا تو دوسری طرف اس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے پر پھیلی سادہ سی مسکراہٹ اسے اس کی عمر کے لڑکوں سے منفرد ظاہر کر رہی تھی۔

کم از کم اس تصویر کو دیکھ کر نمل کو اس کی ماں کی کہی بات سچ لگ رہی تھی جنہوں نے کہا تھا کہ اس کی میٹرک میں پوزیشن آئی تھی وہ شکل سے ذہین لگ رہا تھا اور اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ اس کے مستقبل سے پرامید ہونے کی نشاندہی کر رہی تھی۔

پتا نہیں اس وقت وہ کہاں اور کس حال میں ہو گا۔ ایک پل کو اس خیال نے نمل کا دل مٹھی میں لے لیا وہ بے اختیار تصویر پر سے نظریں ہٹا کر شمائلہ کو دیکھنے لگی۔

"سوری میں آپ کو اندر بلانا تو بھول ہی گئی۔" نمل کو ایک دم خیال آیا تو وہ چونکتے ہوئے بولی۔

"ارے نہیں' مجھے گھر جانا ہے رات گہری ہو جائے گی اماں بھی پریشان ہو رہی ہوں گی۔" وہ فوراً بولی۔

"ہوں رات تو واقعی گہری ہو رہی ہے ٹھہریں میں امی سے پوچھ کر آتی ہوں اگر وہ اجازت دیں تو میں آپ کو گھر چھوڑ آؤں۔" نمل نے سوچتے ہوئے کہا امی سے اجازت ملنا ذرا مشکل ہی تھا مغرب کے بعد وہ کبھی اس طرح گاڑی لے کر نہیں نکلی تھی۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ اندر جانے کے لیے پلٹتی شمائلہ نے منع کر دیا۔

"نہیں رہنے دیں اتنی رات گئے آپ مجھے اتنی دور چھوڑنے جائیں پھر اکیلی واپس آئیں میں خود ہی چلی جاؤں گی۔" اس نے کہا تو نمل نے زیادہ اصرار نہیں کیا پھر بھی وہ اس کی طرف سے پریشان ضرور تھی۔

نمل کا گھر جس پوش علاقے میں واقع تھا وہاں رات کے وقت اتنا سناٹا ہو جاتا تھا جیسے وہ کوئی انسانوں کی آبادی نہ ہو بلکہ جنگل بیابان ہو ایسے میں شمائلہ کا اکیلے پیدل چلتے ہوئے مین روڈ تک جانا اور پھر وہاں کھڑے ہو کر کسی بس کا انتظار کرنا کسی طور مناسب نہیں تھا مگر وہ کر ہی کیا سکتی تھی۔

نمل تب تک اسے دیکھتی رہی جب تک وہ اسٹریٹ لائٹ میں اسے نظر آتی رہی مگر گلی ختم ہونے پر اس کا وجود بھی تاریکی کا حصہ بن گیا۔

نمل اپنے ہی دھیان میں وہیں کھڑی کی کھڑی رہی وہ تو جب عظمت خلیل کی گاڑی اس کے پاس گھر کے گیٹ پر آکر رکی تو اسے ہوش آیا۔ تب تک عظمت خلیل گاڑی سے اتر کر کبھی اسے اور کبھی اس لفافے کو غصے سے دیکھتے رہے۔

ان کا آف موڈ نمل کے لیے کوئی نئی چیز نہیں تھا لہٰذا وہ انہیں سلام کر کے اندر جانے کے لیے مڑنے لگی کہ انہوں نے اسے آواز دے کر روک دیا۔

"اتنی رات گئے اس لڑکی نے آکر تمہیں یہ لفافہ دیا ہے کیا صبح یہ کام نہیں ہو سکتا تھا اور جب میں نے کہا تھا کہ ساری تفصیل بمع تصویر کے ساتھ میرے ٹرسٹ میں جمع کر دیں تو اسے گھر آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ابو وہ بہت پریشان۔۔۔"

"یہ میرا گھر ہے کسی مزار کی چوکھٹ نہیں جہاں صبح شام مانگنے والوں کا تانتا بندھا رہے۔ آخر میں نے ٹرسٹ کے آفس کس لیے کھول رکھے ہیں۔" عظمت خلیل نے سختی سے اس کی بات کاٹ دی اور چوکیدار کو دیکھنے لگے۔

"صاحب میں نے تو صبح ہی انہیں جانے کے لیے کہہ دیا تھا مگر بی بی جی۔۔۔"

"جی میں نے خود اس لڑکی سے بات کی تھی بابا کا کوئی قصور نہیں ہے۔" نمل نے چوکیدار کا بوکھلایا ہوا انداز دیکھ کر خود اس کی بات مکمل کی۔

"کیوں کی تم نے اس سے بات اور پھر اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر میرے آفس لے آئیں۔ کیا تمہیں پتا نہیں آج کل حالات کتنے خراب ہیں کسی پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا نہ جان نہ پہچان "بس فورا" اپنی گاڑی میں بٹھالیا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے کسی کے لیے اتنی ہمدردی دکھانے کی۔ کیا پتا اس کے بھائی نے کیا کیا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ واقعی دہشت گردی میں ملوث ہو اور اس کی یہ ماں بہن بھی ایسے ہی کام کرتی ہوں۔

اسے اپنی گلی سے نکلتا دیکھ کر میں فورا" سمجھ گیا کہ یہ تمہارے ہی پاس آئی ہوگی اپنے بھائی کی تفصیلات دینے۔

ایک اکیلی لڑکی رات کے وقت اتنے آرام سے پھر رہی ہے اس کی حرکتوں سے ہی ظاہر ہو رہا ہے وہ کس قماش اور کس کردار کی ہے۔" عظمت خلیل درشتگی سے کہتے چلے گئے۔

نمل چپ چاپ سر جھکائے ہونٹ کاٹتی رہی بھلا بولتی بھی تو کیا۔ ان کی کچھ باتیں واقعی صحیح تھیں۔

ان ماں بیٹی کو وہ جانتی ہی کتنا تھی جو اس طرح اس نے انہیں اپنی گاڑی میں بٹھالیا۔

مگر اب جو کچھ وہ اس لڑکی کے کردار کے متعلق کہہ رہے تھے وہ اسے واقعی ناگوار گزر رہا تھا۔

عظمت خلیل کو کسی بھی رشتے میں کسی بھی شخص سے محبت نہیں تھی اس لیے وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ جب اپنا کوئی تکلیف میں ہو تو انسان ساری احتیاط اور ساری تدبیریں بھول جاتا ہے۔

جب کسی اپنے کو بچانے کی دھن سوار ہو تو اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی خواہش کہیں دور جا چھپتی ہے۔ مگر نمل اس لڑکی کی وکالت کر کے ان سے الجھنا نہیں چاہتی تھی وہ اس لیے خاموشی سے کھڑی انہیں سن رہی تھی کہ ان کا غصہ کچھ کم ہو تو وہ یہ لفافہ انہیں دے سکے۔

مگر ابھی ان کا پارہ نیچے آیا بھی نہیں تھا کہ گھر کا دروازہ کھول کر رشیدہ اپنی وہیل چیئر چلاتیں باہر آگئیں۔

انہیں پتا تھا نمل سے کوئی ملنے آیا ہے وہ اب تک واپس اندر نہیں آئی جبکہ عظمت خلیل بھی آگئے تھے ان کی گاڑی کی آواز انہوں نے خود سنی تھی پھر کیا وجہ تھی کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی اندر نہیں آیا یہی دیکھنے وہ خود باہر آگئیں۔

ان پر نظر پڑتے ہی عظمت خلیل کی تیوری پر پڑے بلوں میں کچھ اور اضافہ ہوگیا دروازے کے آگے سیڑھیاں بنی تھیں اس لیے رشیدہ نے اپنی وہیل چیئر کو وہیں دروازے کے پاس روک لیا تھا اور پورچ میں نہیں آئیں تو عظمت خلیل خود ہی تیز تیز چلتے سیڑھیوں کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

"تم سارا دن گھر میں کرتی کیا ہو؟ کچھ پتا بھی ہے بیٹی کیا کرتی پھر رہی ہے۔ جو شخص بھی آ کر دروازے پر بیل بجائے گا یہ اس کی مدد کرنے کے لیے کھڑی ہو جائے گی۔

یہ میرا گھر ہے یہاں مجھے لوگوں کا ہجوم نہیں چاہیے اگر یہ اس طرح لوگوں کو یہیں اٹینڈ کرنے لگی تو لوگ آفس جانے کی بجائے یہیں آنا شروع کردیں گے اور جو اگر کسی کو یہ بھی پتا چل گیا کہ عظمت خلیل کی بیٹی کا اوپر کا اسکرو بھی لوز ہے تو پھر تو ایسے ایسے لوگ آجائیں گے کہ اللہ کی پناہ۔" عظمت خلیل تو ویسے ہی بیوی اور بیٹی پر بگڑنے کے بہانے ڈھونڈتے تھے پھر اب تو انہیں بہت جاندار نکتہ اعتراض مل گیا تھا وہ بھلا اسے کیسے جانے دیتے۔

"آئندہ ایسا نہیں کرے گی وہ۔ پہلے بھی کیا اس نے آپ کے کام میں دخل دیا ہے جو آئندہ کرے گی۔ وہ تو بس اس ماں بیٹی کی بات سن کر اس کا دل پسیج گیا تھا۔" رشیدہ نے حتی الامکان ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

"تو ان کی بات سننے کی ضرورت ہی کیا تھی جو دل پسیج گیا اور انہیں گاڑی میں بٹھا کر میرے آفس لے آئی سیدھا سامنے لا کر کھڑا کر دیا کہ بندہ کچھ بول ہی نہ سکے۔

اور اب میں کیس ہاتھ میں لینے سے پہلے دیکھتا ہوں کہ اس میں کامیابی کے کتنے امکان ہیں اور یہاں یہ ان ماں بیٹی کو سیدھا میرے پاس لے آئیں اب اگر میں ان کی مدد نہیں کرسکا تو میرے نام پر کتنا برا اثر پڑے گا کیا پتا اس لڑکے کے پیچھے کوئی سیاسی پارٹی انوالو ہو وہ سچ مچ کوئی ٹیررسٹ ہو میں اتنی مشکل سے یہ پتا لگاؤں کہ وہ کون سے جیل میں ہے۔

اپنے سارے وسائل بروئے کار لا کر اس تک پہنچوں اور پتا چلے کہ وہ تو مجرم ہے تو اخبار میں کیا خبر آئے گی۔ عظمت خلیل نے دکھی ماں کی فریاد پر سرکار سے ٹکر لے کر پولیس سے الجھ کر کھوج لگائی تو کیا نکلا ایک مجرم اور دہشت گرد کا سراغ۔" عظمت خلیل کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا اور کیوں ہوتا۔

نمل کی وجہ سے وہ اس ماں کے بالکل روبرو ہو گئے اب اگر کل کو پولیس اس کے بیٹے کو کچھ کر دیتی ہے تو وہ تو کسی بھی صحافی کے سامنے یہ بھی کہہ سکتی تھی کہ عظمت خلیل جیسے عظیم انسان سے وہ باقاعدہ ملیں اور تب بھی ان کے ساتھ کوئی انصاف نہ ہوسکا۔

اس کے برعکس اگر وہ ان کی مدد کرتے ہیں تو پتا نہیں یہ کیس کتنا الجھا ہوا تھا وہ تو آسان سے کیسز میں ہاتھ ڈالتے تھے جو فورا" سلجھ جائے اور وہ خبروں کی زینت بن جائیں اور چاروں طرف سے داد و تحسین وصول کرسکیں۔

عظمت خلیل وہیں گیٹ کے پاس ہی کھڑے گرج برس رہے تھے انہیں اس بات کی بھی پروا نہیں تھی کہ چوکیدار بھی سن رہا ہے۔ اصل موضوع سے ہٹ کر وہ اب عادت کے مطابق رشیدہ کی نااہلی اور عاقبت نااندیشی کو زیر بحث لے آئے تھے۔

"جیسی تم خود بے وقوف اور جاہل تھیں ویسی ہی تربیت تم نے بیٹی کی کی ہے۔ جب خود میں ہی عقل نہیں تھی تو بھلا بیٹی کو عقل کہاں سے سکھاتیں۔" نمل اب تک تو بڑے سکون سے کھڑی عظمت خلیل کی ڈانٹ پھٹکار سن رہی تھی مگر اب اسے اپنی رگوں میں خون کی گردش تیز ہوتی محسوس ہونے لگی بالکل غیر ارادی طور پر اس کی نظر رشیدہ کی طرف اٹھی تو وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں ان کی آنکھوں میں تیرتی پریشانی کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھ سکتی

تھی نمل کے مزاج سے وہ اچھی طرح واقف تھیں انہیں یہ بھی پتا تھا کہ اپنی ماں سے وہ کتنی محبت کرتی ہے غلط بات تو وہ کسی کے بھی خلاف نہیں سن سکتی پھر اپنی ماں کے خلاف وہ اتنے بڑے الزام بھلا کیسے برداشت کر جاتی۔

وہ اس خوف میں گھری اسے دیکھ رہی تھیں کہ کہیں وہ کچھ کہہ نہ دے۔

اتنے سالوں سے عظمت خلیل اکیلے بولتے آرہے تھے غصہ 'شکایت 'اعتراض 'نکتہ چینی سب کچھ یک طرفہ رہا تھا مگر اب کچھ سالوں سے رشیدہ کو نمل کی آنکھوں میں غصے اور نفرت کا ایک دبا دبا ہیجان نظر آنے لگا تھا۔

جیسے شوریدہ لہریں ساحل سے ٹکرا کر لوٹ جاتی ہیں ویسے ہی نمل کے اندر عظمت خلیل کو جواب دینے کی شدید خواہش سر پٹخ کر رہ جاتی ہے۔

ان کی محبت اور نرمی نے نمل کو ایسے ہر اقدام سے روک رکھا تھا وہ صرف اور صرف اپنی ماں کی وجہ سے کبھی عظمت خلیل کے مقابل نہیں آئی تھی۔

مگر جب بھی عظمت خلیل کا غصہ آپے سے باہر ہونے لگتا اور ان کی زبان سے اگلتا زہر حد سے سوا ہونے لگتا۔ تو رشیدہ کا دل بھی سوکھے پتے کی طرح کانپنے لگتا انہیں لگتا نمل کا ضبط جواب دینے والا ہے۔

اور وہ اس دن سے بہت خوفزدہ تھیں جب نمل کی برداشت جواب دے جائے گی۔ عظمت خلیل کو تو عادت ہی نہیں تھی اپنے آگے کسی کی سننے کی وہ تو بس ایک ساتھ ان دونوں ماں بیٹی کو دربدری کی سزا سنا دیں گے۔

نہ رشیدہ کی معذوری ان کے پاؤں کی زنجیر بنے گی نہ ان کے اتنے سالوں کی خاموشی سے کی گئی خدمت ان کے دل کو ایسے کسی فیصلے سے باز رکھ سکے گی۔

نمل خود بھی ان معاملوں میں رشیدہ سے سو فیصد متفق تھی اپنی ماں کے چہرے پر پھیلی بے بسی اور خاموش رہنے کا عندیہ دیتی التجائیہ آنکھیں 'اس کے غصے کے ساتھ ساتھ اس کے وجود کو بھی ٹھنڈا کر گئیں وہ سپاٹ تاثرات کے ساتھ چیختے چلاتے عظمت خلیل کو دیکھتی رہی جو اکیلے بولتے بولتے تھک گئے تھے یا شاید اپنی بھڑاس نکال چکے تھے تبھی پاؤں پٹختے گھر کے اندر چلے گئے۔

نمل ست روی سے چلتی رشیدہ کے پاس آئی اور بغیر کچھ کہے ان کی وہیل چیئر کو گھما کر اندر لے آئی۔

"امی یہ اس لڑکی کی تصویر اور تفصیلات ہیں آپ صبح ابو کو دے دیجیے گا۔ میں کچن میں جا رہی ہوں کھانا لگنے میں دیر ہو گئی تو وہ پھر ایک طوفان کھڑا کر دیں گے۔" نمل لفافہ انہیں دے کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ آنکھیں بند کیے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی جب ایک سایہ سرکتا ہوا اس کے قریب آنے لگا مگر اسے وہاں اپنے علاوہ کسی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہوا اور وہ ایسے ہی آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی۔

آخر وہ سایہ اس کے بالکل سر پر پہنچ گیا اور اس پر حملہ آور ہونے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی نے اچانک بج کر نا صرف فلم کا سارا تسلسل توڑ دیا بلکہ بڑے انہماک سے فلم دیکھتے خرم کو اچھلنے پر مجبور کر دیا۔

رات کے کھانے سے فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں بیٹھا انگلش ہارر مووی دیکھ رہا تھا ایک سایہ ہر ایک کو قتل کرتا پھر رہا تھا اور اب اس لڑکی کو مارنے آیا تھا تنہائی اور رات کے سناٹے میں ایسا دہشت ناک سین دیکھ کر خرم اتنا انوالو ہو گیا تھا کہ فون کی گھنٹی نے اسے اچھا خاصا چونکا دیا اس کے موبائل کی رنگ ٹون بھی بہت فاسٹ انگلش گانے کی تھی چنانچہ خرم نے فوراً ہی اپنے چیختے موبائل کو خاموش کرانے کے لیے اٹھا کر کان سے لگا لیا دوسری طرف وکی کی آواز سن کر اسے بہت سخت بوریت ہوئی۔

"دنیا پھر ہارون وغیرہ تمہیں چھوڑ کر بڑی کھانے چلے گئے جو تمہیں آدھی رات کو فون کرنے کی بے چینی ہو گئی۔" اس سائے نے اب لڑکی کا بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا اتنا سنسنی خیز سین وکی کا فون ریسیو کرنے کی نذر ہو گیا تو خرم نے چھوٹتے ہی چڑ کر کہا۔

"یار تم نے یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کی کامن فیس بک وزٹ کی ہے۔" وکی نے بھی اس کی طرح چھوٹتے ہی پوچھا۔

"بہت بار کی ہے بکواس سی ہوتی ہے جس کا دل چاہتا ہے اپنی بے کار 'بے کار تصویریں ڈال دیتا ہے خود کو بلاوجہ مشہور کرنے کے لیے حالانکہ پتا نہیں کون کون سی شکلیں ہوتی ہیں کوئی جانتا بھی نہیں ہے کم از کم میں تو نہیں جانتا۔" خرم نے بے زاری سے کہا۔

اسٹوڈنٹس کی ایک کامن فیس بک تھی جس کی ابتدا تو جانے کن لوگوں نے کی تھی لیکن جس کا پاس ورڈ اب بے تحاشا اسٹوڈنٹس کے پاس تھا اسی لیے اسے وزٹ کرنے والوں کی تعداد بھی سینکڑوں پر مبنی تھی اکثر یونیورسٹی میں ہونے والے ایونٹس اور کبھی ٹیچرز کی تفصیلات اور تصاویر فیس بک میں ڈال دی جاتیں تو تمام لوگوں کو جانکاری حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوتی۔

خرم کو تو یہ فیس بک بالکل پسند نہیں تھی اپنی ذاتی تصاویر کو عوامی ملکیت بنا دینا کہ ایک بٹن دبا کر جو چاہے انہیں دیکھ لے خرم کو تو کچھ مناسب نہیں لگتا تھا اسی لیے اتنی دلچسپ فلم کے بیچ میں وکی کا فون کر کے اس فیس بک کے متعلق پوچھنا اسے سخت زہر لگا تھا۔

"لیکن اس بار جو مووی کسی انجان شخص نے ڈالی ہے اس میں ساری جانی پہچانی شکلیں ہیں کمپیوٹر آن کر کے دیکھو لو۔" وکی نے تجسس پھیلاتے ہوئے کہا مگر خرم کو ذرا بھی دلچسپی نہیں ہوئی۔

"ٹھیک ہے بعد میں دیکھ لوں گا ابھی تو نہیں دیکھ سکتا۔ میں نے ایک ہارر مووی ڈاؤن لوڈ کی ہے ابھی تو وہ دیکھ رہا ہوں۔"

"ایک supernatural Power چھ قتل کر چکی ہے اور اور ابھی ساتواں کرنے والی تھی کہ تمہارا فون آ گیا۔" خرم نے کہا تو وکی بھی فوراً بول اٹھا۔

"supernatural Power یعنی ایسی قوت جو فطرتی قوتوں سے بالاتر ہو۔ ارے فیس بک آن کر کے ویڈیو دیکھو اس مووی کے نیچے لکھے کمنٹس میں بھی تمہاری اس "موسٹ فیورٹ نمل" کو بھی ایسے ہی القابات دیے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" نمل کا ذکر آنے پر خرم ایک دم ٹھٹک گیا۔

"ارے تم فیس بک میں جاؤ تو سہی۔ مطلب خود بہ خود سمجھ میں آجائے گا۔" وکی تو مسکراتے لہجے میں بولا جبکہ خرم کی آنکھوں میں الجھن تیرنے لگی۔

☆ ☆

(باقی ان شاءاللہ آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

ندیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ ندیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ۔۔۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ ندیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، منتل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے پیسے کہہ دیتا ہے۔

ندیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

آٹھویں قسط

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے فیس بک میں نمل کی مووی موجود ہو۔" خرم کا دل مووی سے ایکدم اچاٹ ہو گیا تھا اسی لیے اسے فوراً "بند کرتے ہوئے قدرے چڑے ہوئے انداز میں بولا۔

اتنے سوال کرنے کی بجائے تم خود چیک کیوں نہیں کرلیتے۔" وکی حسب عادت تجسس پھیلا کر محظوظ ہو رہا تھا۔

اس کا اس طرح نخرے دکھانا خرم کو سخت گراں گزرا تھا تبھی اپنے لہجے میں لاپروائی بھرتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے دیکھ لوں گا پہلے فلم تو ختم ہو جائے۔" اس کی انگلیاں یونیورسٹی کی فیس بک کھولنے میں تیزی سے مصروف تھیں مگر اس کا لہجہ اس کے جھوٹ کا پوری طرح ساتھ دے رہا تھا تبھی دوسری طرف وکی کو شک تک نہیں گزرا کہ خرم اس کے سنسنی پھیلانے پر دل ہی دل میں تلملا جانے کے باوجود مووی بند کرکے اس کی ناقابل فہم بات کو کھوجنا شروع کر چکا تھا۔

"یار تمہیں فلم کی پڑی ہوئی ہے یعنی میری بات پر کوئی بھروسہ ہی نہیں، اگر میں نے اتنی رات کو فون کیا ہے تو ضرور کوئی دھانسو خیز خبر ہی ہوگی۔"

وکی اب بھی اپنے لہجے کو پراسرار بناتے ہوئے بولا۔

تو خرم محض خود کو مطمئن ظاہر کرنے کے لیے بالکل اس کی طرح پراسرار انداز میں اس مووی کی اسٹوری بتانے لگا جیسے اسے وکی کی سنائی ادھوری خبر میں رتی برابر دلچسپی نہ ہو۔

مگر ایسا صرف تب تک تھا جب تک ویب سائٹ اوپن نہیں ہوئی تھی جیسے ہی خرم نے سب سے آخر میں ڈالی گئی نئی مووی چلے کی اس کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

مووی ایسی کوئی چونکا دینے والی نہیں تھی کسی نے موبائل سے بنائی تھی مگر جن لوگوں کی بنائی تھی وہ ان کی بے خبری میں بنائی گئی تھی۔

نمل وغیرہ کی کلاس میں پہلے [illegible] ڈالی بنائی تھی۔

دوڑتے بھاگتے طالب علم کوئی دروازہ پیٹ رہا ہے تو کوئی چیخنے چلانے میں مصروف ہے، روتی ہوئی لڑکیوں کے باقاعدہ کلوزاپ تک لینے کی کوشش کی گئی تھی۔

مجموعی طور پر مووی ایسی تھی کہ دیکھنے والا ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جائے فرسٹ ایئر کو بے وقوف بنا کر تو ویسے ہی پوری یونیورسٹی کو مزا آتا ہے ایسے میں اس مووی میں چوہوں سے خوفزدہ ہوتی لڑکیوں اور خاص طور پر لڑکوں کو دیکھ کر لوگ جتنا محظوظ ہوئے ہوں گے وہ کم ہے۔

مگر خرم کے چہرے پر مسکراہٹ تک نہیں ابھری تھی بلکہ اس کے برعکس اس کے چہرے پر تناؤ پھیل گیا تھا۔

مووی زیادہ لمبی نہیں تھی تین منٹ میں ختم بھی ہو گئی۔ مگر نیچے لوگوں کے لکھے کمنٹس پڑھ کر خرم کے چہرے کا تناؤ بڑھتا چلا گیا۔

مختلف لوگوں نے "مختلف لوگوں پر تبصرے کیے تھے زیادہ تر لڑکوں کے حواس باختہ ہونے کو مذاق اور تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

مگر دو تین لوگوں نے کچھ لوگوں کی تعریف بھی کی تھی جن میں سرفہرست نمل تھی۔

ایسے موقع پر جہاں لڑکے تک خوفزدہ ہو کر اپنی بے ساختہ چیخیں نہیں روک پا رہے تھے وہاں ایک لڑکی کا بے تاثر چہرہ واقعی قابل ستائش تھا۔

اصل میں نمل کے برابر میں سنبل تھی جو اس سے لپٹ کر بری طرح چلا رہی تھی اور مووی میں سب کی توجہ کا مرکز بن رہی تھی۔

اس کی وجہ سے نمل بھی نمایاں ہو گئی تھی اور پھر پاس ہی ریومیلہ بھی ٹیبل پر دونوں پاؤں رکھے سمٹی بیٹھی تھی ایسے میں نمل کی بہادری ہائی لائیٹ ہونا کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔

اور پھر جو تبصرے لکھے تھے وہ بھی ایسے کوئی بے ہودہ نہیں تھے ایک نے لکھا تھا۔

"اس لڑکی کی بہادری کو دیکھ کر چیختے ہوئے لڑکوں کو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔"

ایک اور نے لکھا تھا۔

"چوہے انسانوں سے خوفزدہ تھے اور انسان چوہوں سے خوفزدہ تھے ایسے میں یہ نیلے کپڑوں میں کون سی supernatural power ہے جس کے چہرے پر ڈر کا شائبہ تک نہیں۔"

اور ایک آخری تبصرہ جو نمل پر ہوا تھا اس میں جو لکھا تھا اسے پڑھ کر خرم کا خون ابلنے لگا تھا۔

"اس نیلے کپڑے والی لڑکی کا اطمینان دیکھ کر تو لگتا ہے جیسے اسے پتا تھا کہ ڈبے میں سے کیا نکلنے والا ہے۔ کہیں یہ بھی اس سازش میں شریک تو نہیں، خرم کے ساتھ؟"

خرم کا بس نہیں چل رہا تھا یہ بات لکھنے والے کا حشر بگاڑ دے۔

وکی کا فون تو اس نے کب کا کاٹ دیا تھا یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ وکی اس کے اچانک فون بند کر دینے پر کیا سوچے گا (حالانکہ اسے اس بات کی بہت فکر رہتی تھی کہ اس کے دوست اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں)

خرم نے تبصرہ لکھنے والے کا نام پڑھا مگر حسب توقع وہاں ایک فرضی نام موجود تھا چنانچہ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور پھر ایک خیال اس کے دل میں یہ بھی آرہا تھا جو کوئی بھی یہ مووی دیکھے گا وہ کچھ نہ کچھ تو لکھے گا یونیورسٹی میں تو یہی سمجھا جا رہا تھا کہ یہ حرکت خرم نے کی ہے ایسے میں کسی کا یہ اندازہ لگانا ایسا کچھ غلط بھی نہیں تھا اور پھر [illegible] ہو گا ... نے تو واقعی میں ہی لکھا ہو گا اور پڑھنے والوں نے بھی مذاق بھی کر ہی پڑھا ہو گا۔

اصل غصہ تو خرم کو اس شخص پر آرہا تھا جس نے یہ مووی بنائی تھی وہ تو لوگوں کی خود کی مووی اور تصویریں ڈالنے کے خلاف تھا کجا کہ یہ دوسروں کی چھپکے سے مووی بنا کر ڈال دی جائے۔

جانے کتنوں نے دیکھی ہوگی ہنسی مذاق ایک طرف مگر جانے کتنوں نے یہ دیکھنے کے لیے لگائی ہوگی کہ یونیورسٹی میں کون کون سی نئی لڑکیاں آئی ہیں۔

خرم کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا ایک پل کے لیے اس کا دھیان سمیر کی طرف ہی گیا تھا۔

مگر اول تو سمیر کلاس میں موجود نہیں تھا دوم یہ کوئی ایسا سازشی کام نہیں تھا جو سمیر کے علاوہ کوئی کر ہی نہ سکے آج کل ہر موبائل میں کیمرہ ہوتا ہے کوئی نیو ایڈمیشن بھی یہ حرکت کر سکتا ہے۔

یونیورسٹی کی یہ ویب سائٹ اتنی مشہور تھی کہ جو لوگ جہاں نہیں بھی پڑھتے تھے وہ بھی اس کے متعلق جانتے تھے اپنے کزنز اور دوستوں کی وجہ سے۔

چنانچہ یہ پتا لگانا بہت مشکل تھا کہ یہ کس کی کارستانی ہے مگر کمپیوٹر کے ماؤس پر سختی سے گرفت کیے خرم نے یہ مشکل کام جلد سے جلد کرنے کی ٹھان لی تھی۔

اب جب تک وہ اس شخص کا پتا نہیں لگا لیتا چین سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆

الیان نے گاڑی حویلی کے گیٹ کے سامنے روکی اور اسٹیئرنگ پر سے ہاتھ ہٹا کر انگلیاں چٹخاتے ہوئے حویلی کا

جائزہ لینے لگا۔

حالانکہ نانا کی اس حویلی کو وہ بچپن سے دیکھتا آرہا تھا یہ تب سے لے کر آج تک ویسی کی ویسی ہی تھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

لیکن الیان کے دیکھنے کے انداز میں ضرور فرق آگیا تھا جبھی وہ گھر کے طول و عرض کو ناپنے کی بجائے حویلی میں پھیلے سناٹے پر غور کرنے لگا۔

اس کا اپنا گھر شہر کے مہنگے ترین علاقے میں واقع تھا گھر سے باہر کھڑے ہونے والے شخص کو اندازہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ بڑی سی کوٹھی کے اندر موجود بے شمار کمروں میں کتنے مکین موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کے گھر کے اندر پھیلی خاموشی اتنی پراسرار نہیں ہوتی تھی۔ جتنی تنہا اور ویران سی یہ حویلی لگ رہی تھی۔

شاید یہ فرق اس لیے تھا کہ وہ کوٹھی اس کی اپنی تھی اور یہ حویلی اس کے لیے ایک دوسری جگہ۔ تم کوئی بھی جگہ اور مکان کو اگر اپنے گھر کے مقابلے میں کھڑا کیا جائے تو اس سے محسوس ہونے والی اجنبیت اور اپنے گھر کے لیے موجود ایک فطری انسیت ایسے موازنے کو کبھی بھی غیر جانبدار نہیں رہنے دیتے۔

اسی لیے الیان اپنے دل میں آئی پہلی رائے کو جھٹکتا دروازہ کھول کر فور وہیل سے اتر آیا اور خود ہی اپنے خیال کی تردید کرتے ہوئے خود کو سمجھانے لگا۔

"اتنی بڑی حویلی میں کوئی ڈھول باجے تو بج نہیں رہے ہوں گے جو گیٹ پر پہنچتے ہی حویلی میں پھیلی رونق کا پتا دے دیں نہ ہی اتنی رونق ہر وقت اچھی لگتی ہے گھر میں تو سکون کا ہی احساس ہونا چاہیے بس وہ سکون ویرانیوں پر مشتمل نہ ہو۔"

خود کو مطمئن کرکے الیان گیٹ پر موجود ملازم کے نزدیک چلا آیا۔

وہ کوئی نیا لڑکا تھا الیان اسے جانتا نہیں تھا مگر اتنا یقین ضرور تھا کہ حویلی میں ملازمین جدی پشتی رکھے جاتے ہیں لٰہذا ان کے کسی پرانے نوکر کا [illegible] ہو [illegible] دروازہ کھولنے کو کہا۔

ملازم نے پہلے انٹرکام کرکے اندر تصدیق کی پھر اس کے لیے بڑا سا گیٹ وا کر دیا۔

الیان بہت عرصے بعد آیا تھا اس لیے فور وہیل سے اترتے وقت یہ بھول گیا تھا کہ اندر اگر وہ پیدل چل کر گیا تو نانی اماں کے ورانڈے یا ماموں جان کے مہمان خانے میں پہنچنے میں اسے آدھا گھنٹہ یا بیس منٹ تو لگ ہی جائیں گے۔

الیان گہرا سانس کھینچتا دوبارہ فور وہیل کی طرف بڑھ گیا۔

دس منٹ بعد وہ نانی اماں کے سامنے تھا حویلی کا یہ بڑا سا ہال جس میں نانی اماں کا شاندار تخت کسی بادشاہ کے تخت جیسا ہی تھا۔

نانی اماں کا دن کا بیشتر وقت اس تخت پر ہی گزرتا تھا قرآن پاک کی تلاوت سے لے کر سروتے سے چھالیہ کترنے کے تمام کام، نانی اماں اپنے کمرے کی بجائے یہیں انجام دیتی تھیں اس وقت بھی وہ کسی ملازمہ سے بالوں میں تیل لگوا رہی تھیں جب الیان کے سلام کرنے پر آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگیں۔

"الیان یہ تم ہی ہو نا۔" ملازمہ کو ہاتھ اٹھا کر روکتے ہوئے انہوں نے پاس رکھا چشمہ آنکھوں پر چڑھا لیا اور حیرت و خوشی کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھنے لگیں۔

"جی بالکل یہ میں ہی ہوں، میرے علاوہ آپ کو نانی اماں کوئی کہہ سکتا ہے بھلا۔" الیان مسکراتا ہوا ان کے برابر تخت پر بیٹھ گیا تو نانی اماں بے اختیار اس کا سر سہلانے لگیں۔

"ہاں، ہاں اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ بڑی لمبی عمر دے اور چاند سی دلہن دے۔" نانی اماں کے محبت بھرے انداز پر الیان کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔

"یہ کیسی دعا ہے نانی اماں بزنس میں کامیابی نہ صحت و تندرستی، نہ بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ بس لمبی عمر اور چاند سی دلہن جیسے بس دنیا و آخرت میں یہی دو چیز اہم ہیں۔" الیان واقعی محظوظ ہوا تھا۔

"بھئی وہ سب بھی ملے بلکہ ہر چیز ملے صرف اس دنیا میں ہی نہیں، آخرت میں بھی میں تو ہر وقت تم سب کے لیے دعا گو رہتی ہوں بس اچانک تمہیں سامنے دیکھ کر ساری دعائیں بھول گئی۔

یہ آج تم کیسے راستہ بھول گئے اور آہی رہے تھے تو بریرہ کو بھی ساتھ لے آتے کتنے دنوں سے دل چاہ رہا تھا اسے دیکھنے کا۔" نانی اماں واقعی اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھیں جبھی جلدی جلدی بول رہی تھیں۔

"نانی اماں میں تو بس تھوڑے ہی دن کے لیے آیا ہوں بریرہ کو ساتھ لاتا تو وہ تو جانے کا نام ہی نہیں لیتی۔"

"تو جانے کی ضرورت کیا ہے ہم اسے یہیں رکھ لیتے۔" ماموں جان کی آواز پر الیان بے اختیار کھڑا ہو گیا وہ ابھی ابھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تھے۔

الیان نے ان کے جملے کو دانستہ سرسری انداز میں لیا اور نظر انداز کرتا ان کے قریب چلا آیا کچھ دیر وہ اسے گلے لگائے اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے رہے پھر اسے لیے اماں کے تخت کے قریب چلے آئے۔

"تمہیں پتا تھا اس کی آمد کا۔" نانی اماں نے ماموں جان سے پوچھا۔

"ابھی ابھی چوکیدار نے انٹرکام پر اطلاع دی تھی۔" ماموں جان نے نانی اماں سے کہا پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

"کچھ اندازہ ہے تمہیں کتنے عرصے بعد آئے ہو۔"

[illegible] نے صفائی دینے والے انداز میں کہا۔

"صرف خاص خاص تہواروں پر ملنے آتے ہو اور اس وقت گھر میں اتنے مہمان ہوتے ہیں کہ ٹھیک سے ملاقات ہوتی ہے نہ ڈھنگ سے بات ہوتی ہے۔" ماموں جان شکایت نہیں کر رہے تھے بلکہ ان کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی الیان صرف مسکرا کر رہ گیا۔

پھر الیان تو زیادہ تر خاموش ہی رہا البتہ ماموں جان اور نانی اماں بولتے رہے۔

خاندان کی باتیں اور تذکرے سننے میں وہ اتنا محو ہو گیا تھا کہ ممانی کے ٹوکنے پر چونک گیا۔

"بچہ اتنی دور سے سفر کرکے تھکا ہوا آیا ہے بجائے اسے فریش ہو کر تروتازہ ہونے کا موقع دینے کے آپ خاندان کی باتیں لے کر اس کا سر کھانے بیٹھ گئے۔"

"ارے ہاں الیان نے تو منہ تک نہیں دھویا اور ہم نے اپنے پاس بٹھا لیا۔ چلو تم فوراً" تازہ دم ہو کر آجاؤ کھانے کا بھی وقت ہو رہا ہے۔" نانی اماں نے ایسے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا جیسے اپنی نادانی پر سخت تاؤ آرہا ہو۔

"کھانا تو میں نہیں کھاؤں گا راستے میں کھا لیا تھا بالکل بھوک نہیں ہے ویسے باقی سب لوگ کہاں ہیں۔ شاہ جہاں ماموں چھوٹی ممانی، حامد وغیرہ کوئی نظر نہیں آرہا۔" الیان نے ممانی جان کے پیچھے قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"وہ سب الگ الگ کاموں میں مصروف ہیں تمہارے شاہ جہاں ماموں تو کھیتوں کے دورے پر گئے ہیں چھوٹی ممانی اپنے کمرے میں ہیں۔ بچے زیادہ تر ابھی اسکول کالج سے واپس نہیں آئے ہیں ہاں البتہ حامد آج کل گھر پر نہیں ہے کسی کام کے سلسلے میں اسلام آباد گیا ہوا ہے۔" الیان کے قدم ایکدم سست پڑ گئے۔ اسے ٹھٹکتا دیکھ کر ممانی جان بھی رک گئیں۔

"کیا ہوا؟"

"نن۔۔۔ کچھ نہیں۔" الیان نے فوراً" ہی خود کو سنبھال لیا اور سرسری انداز میں بولا۔
"تو کب تک واپسی ہوگی حامد کی۔"
"پتا نہیں ایک ڈیڑھ ہفتہ تو شاید لگ ہی جائے۔" ممانی جان کے آرام سے کہنے پر الیان جی بھر کر بے مزا ہوا تو وہ مزید گویا ہوئیں۔
"اصل میں سکینہ کے ایڈمیشن کے سلسلے میں گیا تھا تو دو چار کام اور نکل آئے۔"
"سکینہ کا ایڈمیشن۔" الیان نے الجھتے ہوئے پوچھا سکینہ حامد کی چھوٹی بہن تھی۔
"ہاں اس کا میڈیکل کالج میں ایڈمیشن ہو گیا ہے نا۔" الیان حیرانی سے ممانی جان کو دیکھنے لگا۔
وہ دونوں ایک بند دروازے کے سامنے آکر رک گئے تھے ممانی جان ہاتھ میں پکڑے چابیوں کے گچھے میں سے ایک ایک چابی لگا کر دروازے کا قفل کھولنے لگیں تو الیان کو خود ہی کہنا پڑا۔
"سکینہ ڈاکٹر بن رہی ہے۔"
"ہاں بہت شوق تھا اسے ڈاکٹر بننے کا۔ امتحانوں کے زمانے میں بالکل باؤلی بنی پھرتی تھی کہ اگر نمبر کم آگئے تو کیا ہوگا۔
اصل میں ہمارے گاؤں میں تو کوئی میڈیکل کالج ہے نہیں۔ اسے کہیں دور ہی بھیجنا پڑتا یہ کالج تو پھر بھی ہمارے گاؤں سے قریب تھا وہ گاڑی سے آرام سے آتی اور چلی جاتی تھی۔
مگر میڈیکل کالج میں پڑھنے کے لیے تو اسے شہر میں ہی رہائش اختیار کرنی پڑتی۔
اسلام آباد کے جس کالج میں حامد نے اس کا ایڈمیشن کرایا ہے اس کے ہاسٹل کے متعلق سنا ہے بہت اچھا ہے حامد کے دوستوں کی بہنیں بھی وہاں پڑھتی ہیں سکینہ کی اپنی ایک سہیلی بھی وہیں داخلہ لے رہی ہے ہر طرف سے اطمینان کرنے کے بعد حامد نے اس شرط پر ڈاکٹری پڑھنے کی اجازت دی تھی کہ تمہارے نمبرز اتنے اچھے ہونے چاہئیں کہ تمہارا ایڈمیشن [illegible] جاتا ہے۔" ممانی جان بغیر رکے اپنی ہی دھن میں تفصیل بتاتی گئیں۔

الیان ایک انجانی سی خوشی میں گھرا ان کی بات سنتا رہا بلکہ ان کی بات ختم ہونے پر الیان نے برملا کہہ بھی دیا۔
"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ محض سکینہ کے شوق کی خاطر اسے اتنی دور پڑھنے بھیجا جا رہا ہے ورنہ پہلے تو یہاں میٹرک کرتے ہی لڑکیوں کی شادی کردی جاتی تھی۔"
"ارے وہ تو بہت پہلے کی بات ہے اس زمانے میں تو پڑھائی کا زیادہ رواج بھی نہیں تھا۔ لیکن اب تو ایسا نہیں ہے۔
پھر لڑکیوں کو خود بھی پڑھائی کا بہت شوق ہے تمہارے ماموں جان اگر زیادہ دور بھیجنے پر کبھی اعتراض کرتے بھی ہیں تو بھی ساری لڑکیوں کو حامد کا سپورٹ بہت حاصل ہے وہ انہیں کسی نا کسی طرح قائل کر ہی لیتا ہے۔"
ممانی جان کے لہجے میں بیٹے کے لیے فخر ہی فخر تھا الیان ان کی بات پر خوشگوار انداز میں مسکرا دیا۔
اسے اپنا آپ قدرے ہلکا پھلکا ہوتا محسوس ہو رہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی بوجھ اس کے اوپر دھرا ہو جو پوری طرح سرکا تو نہیں گیا تھا البتہ قدرے کم ضرور ہو گیا تھا۔
"تم نہا دھو کر فارغ ہو جاؤ تب تک میں اس کمرے کی تھوڑی صفائی کرا دوں۔" انہوں نے اچھے خاصے صاف ستھرے کمرے کو طائرانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور باہر نکل گئیں۔
یقیناً" وہ کمرہ روز کھلوا کر صاف کرایا جاتا ہوگا مگر ممانی جان کی فطرت بھی شاید اس کی ماں شگفتہ غفار جیسی تھی کہ اچھے خاصے صاف کمرے کو بھی وہ مہمان کی آمد پر پھر صاف کرانا چاہ رہی تھیں۔

الیان سب کچھ دیکھ کر مسکرا دیا پھر ممانی جان کمرے سے نکل گئیں جبکہ وہ ملازم کا انتظار کرنے لگا جو اس کی حویلی سے اس کا سامان نکال کر لا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

عائشہ اختر جیسے ہی گاڑی کا دروازہ کھول کر بلال اختر کے برابر والی سیٹ پر بیٹھیں بلال اختر نے ٹوک دیا۔
"ابھی اور کتنا ٹائم لگے گا ایک تو تم لوگوں کا انتظار کرنا کسی عذاب سے کم نہیں ہوتا۔"
"کیا ہو گیا آپ کو۔ میں آتو گئی ہوں۔" عائشہ اختر حیرانی سے بولیں۔
"ٹائم دیکھا ہے اب کوئی رات کے دو دو بجے تک شادیاں نہیں ہوتیں بارہ بجے لائٹس آف ہو جائیں گی۔"
بلال اختر نے گھڑی ایسے ان کے آگے کی جیسے وہ وقت دیکھ کر اچھل پڑیں گی۔
جبکہ عائشہ اختر ان کے انداز پر ہنس دیں۔
"خود دیر کر رہے ہیں اور گھڑی مجھے دکھا رہے ہیں مجھے معلوم ہے اب رات کے دو بجے تک شادیاں نہیں ہوتیں اور میں اس قانون سے بہت خوش ہوں انسان وقت پر گھر آجائے اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی۔
چلیں گاڑی اسٹارٹ کریں نا کیوں ٹائم ویسٹ کر رہے ہیں۔" عائشہ اختر نے بیک ویو مرر میں اپنے سجے سنورے روپ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔
"کیا مطلب 'ندسیہ' نہیں آرہی کیا۔" بلال اختر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
عائشہ اختر ان کے بگڑنے کی وجہ فوراً" سمجھ گئیں وہ یہ سوچ کر دیر ہونے کی شکایت کر رہے تھے کہ ندسیہ ابھی تک تیار ہو کر باہر نہیں نکلی تھی پتا نہیں اس کے انتظار میں اور کتنا وقت ضائع ہوگا۔
"آپ جانتے تو ہیں اسے 'وہ' کب جاتی ہے کسی شادی وغیرہ میں۔ میں نے تو اب اس سے پوچھنا بھی چھوڑ دیا [illegible]
بلال اختر کے چہرے پر [illegible] وقت کے تاثرات تھے۔
عائشہ اختر گہرا سانس کھینچ کر رہ گئیں۔ اپنا پرس کھول کر چیک کرنے لگیں تو بلال اختر نے سر جھٹکتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کردی اور بڑبڑانے والے انداز میں بولے۔
"تمہیں ایک بار اس سے پوچھ ضرور لینا چاہیے تھا آج کل اس کی طبیعت کافی بہتر لگ رہی ہے۔
چہرے پر پھیلے خوف کے سائے کچھ کم لگنے لگے ہیں۔" بلال اختر کے خود کلامی کے انداز پر عائشہ اختر مسرت بھرے انداز میں سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگیں۔
"آپ نے بھی نوٹ کی یہ بات میں تو سوچ رہی تھی مجھے وہم ہو رہا ہے مگر وہ واقعی پہلے سے قدرے نارمل لگنے لگی ہے۔
یہ ضرور ڈاکٹر شکیلہ کا کمال ہے انہوں نے اس کی دوائیں چینج کی تھیں تب ہی اس کی حالت میں سدھار نظر آرہا ہے۔" عائشہ اختر کو تو جیسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی تھی۔
"اتنا کوئی خاص سدھار تو نہیں آیا ہے ہاں ذرا انیس بیس کا فرق پڑا ہے۔" بلال اختر نے ان کی خوش گمانی پر بند باندھتے ہوئے حقیقت فوراً" ہی بے پردہ کردی۔
مگر عائشہ اختر کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہیں آئی وہ سابقہ لہجے میں ہی بولیں۔
"پلیز میری خوشی غارت مت کریں مجھے رہنے دیں اس خوش فہمی میں کہ اس کی حالت میں سدھار آرہا ہے۔
میں کل ہی فون کر کے ڈاکٹر شکیلہ کو بتاؤں گی کہ آپ کو بھی اس کی کنڈیشن میں فرق لگا ہے ورنہ آپ تو ہر وقت

اس کی برائی کرتے نظر آتے ہیں۔" عائشہ اختر خوشی خوشی بولیں۔
بلال اختر ان کے انداز پر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے۔
"بیگم وہ میری بھی بیٹی ہے۔ ایک ہی تو اولاد ہے ہماری۔
مجھے کوئی اس سے نفرت تھوڑی ہے ہاں لیکن میں آپ کی طرح خود کو بے وقوف نہیں بنا سکتا۔
ندوبیہ کی جو بیماری ہے وہ کبھی مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہو سکتی بہت سے بہت یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے وہم اور توہمات کا تذکرہ آپ سے اور مجھ سے کرنا چھوڑ دے۔
لیکن یہ سوچنا کہ اس کی ذہنی حالت کبھی سدھر جائے گی یا اسے وہ بھوت یا illusion نظر آنا بند ہو جائے گا۔
یہ ایک بے کار سی بات ہے۔
"میں نے کہا نا ایسی باتیں مت کریں مجھے تھوڑی دیر تو خوش رہنے دیں۔" عائشہ اختر نے انہیں مزید اس موضوع پر کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔
بلال اختر نے بھی خاموش ہو جانے میں ہی بہتری سمجھی۔
کیا حرج تھا اگر عائشہ اختر تھوڑی بہت جھوٹی خوشی منا لیں وہ خود بھی یہی چاہتے تھے کہ ان کے چہرے پر پھیلی سرشاری ایسے ہی قائم رہے۔
مگر ان کی خوشی کا دورانیہ مختصر ہی ثابت ہوا وہ اپنے ایک دوست کی بیٹی کی شادی میں شرکت کرنے پہنچے تھے جہاں ندوبیہ کے کالج کی پرنسپل بھی آئی ہوئی تھیں۔
سامنا ہونے پر وہ دونوں نزدیک چلی آئیں اور ایک دوسرے کی خیر خیریت پوچھنے لگیں۔
"آپ لوگوں کی واپسی کب ہوئی؟" پرنسپل صاحبہ کے پوچھنے پر عائشہ اختر کچھ نا سمجھ میں آنے والے انداز میں انہیں دیکھنے لگیں۔

"آپ شہر سے باہر گئے ہوئے تھے نا۔" پرنسپل صاحبہ نے ان کے تاثرات دیکھ کر وضاحت کی۔
اس سے پہلے کہ عائشہ اختر کچھ کہتیں پرنسپل صاحبہ خود ہی کہنے لگیں۔
"اچھا ہوا جو آپ ندوبیہ کو شہر سے باہر لے گئیں اس کی طبیعت پر اچھا اثر پڑے گا۔
لیکن اب اسے مزید کوئی چھٹی نہیں کرائیے گا شہر کے حالات کا ویسے بھی کوئی بھروسہ نہیں' آئے دن اسکول اور کالجز بند رہتے ہیں ایسے میں ندوبیہ کا اتنی چھٹیاں کرنا مناسب نہیں۔" پرنسپل صاحبہ اپنے مخصوص بردبار لہجے میں بول رہی تھیں۔
عائشہ اختر کسی سناٹے میں گھری انہیں دیکھ رہی تھیں اسی لیے جب وہ بولیں تو انہیں اپنی آواز کسی کنویں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔
"کتنی چھٹیاں ہوئی ہیں اب تک ندوبیہ کی؟"
"جب سے اس نے اپلیکیشن بھجوائی ہے تب میرے خیال سے چار دن تو ہو گئے ہیں۔ اور سیٹر ڈے سنڈے ملا کر تو پورا ہفتہ ہی شمار کر لیں۔" پرنسپل صاحبہ سوچتے ہوئے بولیں۔
عائشہ اختر کو اپنی ٹانگیں کانپتی محسوس ہو رہی تھیں انہیں لگ رہا تھا وہ گرنے والی ہیں۔
ندوبیہ تو روز تیار ہو کر اپنے مقررہ وقت پر کالج جا رہی تھی اور اپنے مخصوص وقت پر ہی کالج سے واپس آ رہی تھی۔
لیکن اگر وہ پرنسپل صاحبہ کے بیان کے مطابق پچھلے چار پانچ دنوں سے کالج جا ہی نہیں رہی تھی تو وہ روزانہ آٹھ گھنٹے کہاں گزار کر آ رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ عائشہ اختر چکرا کر گر جاتیں انہوں نے پاس رکھی کرسی تھام لی۔
"کیا ہوا مسز بلال؟ Are you ok؟" پرنسپل صاحبہ نے گھبرا کر انہیں تھام لیا۔
"آئیں آپ ۔۔۔ آپ یہاں بیٹھ جائیں۔ یہ لیں پانی پیجیے۔" پرنسپل صاحبہ نے انہیں بٹھانے کے ساتھ ہی میز پر رکھا پانی سے بھرا گلاس ان کی طرف بڑھا دیا۔ جسے عائشہ اختر ایک گھونٹ میں پی گئیں۔
"آپ ذرا بلال کو بلا دیں گی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں گھر جانا چاہ رہی ہوں۔"
"ہاں ضرور آپ کو فوراً گھر چلے جانا چاہیے۔" پرنسپل صاحبہ نے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔
"میرے موبائل میں بلال کا نمبر موجود ہے۔" عائشہ اختر نے نڈھال سے انداز میں اپنا پرس انہیں پکڑا دیا تو وہ موبائل نکال کر بلال اختر کا نمبر تلاش کرنے لگیں۔
عائشہ اختر نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بند کر رکھی تھیں اور پیشانی ان مٹھیوں پر ٹکالی تھی پھر بھی انہیں لگ رہا تھا ان کا وجود جھٹکے کھا رہا ہے۔
آنکھیں بند کر لینے کے باوجود انہیں چاروں طرف سے دنیا گھومتی محسوس ہو رہی تھی۔
بلال اختر پرنسپل صاحبہ کا فون سنتے ہی چلے آئے اور میزبان سے معذرت کر کے عائشہ اختر کو لے کر فوراً گھر آ گئے۔
ندوبیہ اس وقت تک اپنے کمرے میں جا چکی تھی اور پھر اگر وہ سامنے آ بھی جاتی تب بھی عائشہ اختر' بلال اختر کے سامنے اس موضوع پر اس سے کوئی بات کرنا نہیں چاہ رہی تھیں۔
وہ تو اپنی طبیعت کی خرابی کو بھی تھکن کا نتیجہ ظاہر کر رہی تھیں۔
"ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے صبح تک ٹھیک ہو جاؤں گی۔" وہ ان کے بار بار کے اصرار پر چڑ کر بولیں۔
[illegible] صبح اٹھ کر خود چلے جائیں گے آپ اپنا الارم بند رکھیں کوئی ضرورت نہیں ہے صبح اٹھ کر بیٹھنے کی۔" بلال اختر نے رسانیت سے کہا۔
عائشہ اختر صرف انہیں دیکھ کر رہ گئیں ان کا اٹھنا تو بہت ضروری تھا انہیں بھی تو ندوبیہ کے پیچھے جا کر دیکھنا تھا کہ وہ گھر سے کالج کا کہہ کر آخر جاتی کہاں ہے۔

✡ ✡ ✡

ندوبیہ معمول کی طرح یونیفارم پہن کر ناشتے کی میز پر آئی اور بلال اختر اور عائشہ اختر کو سلام کر کے اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔
بلال اختر اس کے سلام کا جواب دے کر ناشتے میں مصروف ہو گئے جبکہ عائشہ اختر یک ٹک خاموشی سے اسے دیکھے گئیں۔
ندوبیہ جیم کی شیشی کھولتے ہوئے رک کر انہیں دیکھنے لگی ان کی نظروں میں اس کے لیے بڑا عجیب سا تاثر تھا جسے کوئی نام نہ دے سکی ان کی آنکھوں میں اپنے لیے ایسا کوئی عکس اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔
وہ ان کے چہرے پر سے نظریں ہٹا کر جیم کی شیشی دوبارہ کھولنے کی کوشش کرنے لگی مگر اسے لگنے لگا اب اس کی انگلیاں ڈھکنے کو اپنی گرفت میں نہیں لے پا رہیں۔
وہ اپنی کوشش کو ترک کر کے ایک بار پھر نظریں اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی وہ اب بھی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔
ایک عجیب سی بے چینی اس کے وجود میں پھیلنے لگی اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اپنی ماں سے پلٹ کر یہ

ہی پوچھ لے کہ۔
"مما کیا بات ہے آپ ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟"
وہ تو بس اندر ہی اندر الجھنے لگی حالانکہ پچھلے چھ سات دنوں سے وہ خود کو بہت پُر اعتماد محسوس کر رہی تھی۔
عموماً" اس کا اعتماد اس وقت متزلزل ہوتا تھا جب اس کا سامنا باہر کی دنیا سے ہوتا تھا اور پچھلے چھ سات دنوں سے یہ تعلق منقطع تھا۔
اسے باہر کے کسی شخص کے روبرو ہونا پڑا تھا نہ کوئی ان کے گھر آیا تھا۔ مما پاپا تو کبھی بھی اس کے شب و روز میں مخل نہیں ہوتے تھے چنانچہ اس کی زندگی بڑے سکون سے گزر رہی تھی۔
مگر اب جس طرح عائشہ اختر اس کے چہرے پر کچھ کھوجنے کی کوشش کر رہی تھیں اسے دیکھ کر ایک نامعلوم سی گھبراہٹ اس کے اندر سرایت کرنے لگی تو اس نے جلدی سے سامنے رکھا جوس کا گلاس اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔
گلاس خالی ہوتے ہی وہ کرسی گھسیٹ کر کھڑی ہو گئی۔
"کیا ہوا ناشتا کیوں نہیں کر رہیں؟" بلال اختر نے پوچھا۔
"بس ۔۔۔ وہ بھوک نہیں ہے آں میں کچھ کتابیں بیگ میں رکھنا بھول گئی ہوں وہ رکھ لوں کہیں وین نہ آجائے۔" نوسیہ 'عائشہ اختر کی نظروں سے دور ہٹ جانا چاہتی تھی تبھی اپنا بیگ اٹھاتی تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔
کچھ دیر بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کی وین اب آنے ہی والی ہو گی تو وہ سیڑھیوں سے نیچے اتر آئی۔
وین تو اس کے منع کر دینے کے بعد سے آتی نہیں تھی مگر وہ ٹھیک اسی ٹائم پر گھر سے نکلتی تھی جو وین کا اس کے دروازے پر پہنچنے کا وقت تھا۔
نوسیہ ڈائننگ ٹیبل پر سے نظر بچا کر گھر سے نکلنے لگی تو اتنے [illegible] عائشہ اختر نے [illegible] پوچھ لیا جس کے پوچھے جانے کا نوسیہ کو دھڑکا [illegible] تھا۔
"تم نے کہا تھا تمہاری وین کا ہارن خراب ہو گیا ہے آخر یہ ہارن کب ٹھیک ہو گا۔
ڈرائیور بغیر ہارن کے روز روڈ پر گاڑی کیسے چلاتا ہے۔" عائشہ اختر کا لہجہ عجیب کھردرا سا تھا۔
نوسیہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی رکنا پڑا۔
"جی پتا نہیں مما میں بھلا کیا کہہ سکتی ہوں۔" نوسیہ بے بسی سے بولی اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی سوال کرتیں نوسیہ یہ کہتی گھر سے نکل گئی۔
"اچھا میں چلتی ہوں اگر وین آ گئی تو ڈرائیور بہت غصہ کرے گا وہ کہتا ہے جب معلوم ہے ہارن خراب ہے تو پہلے سے باہر کیوں نہیں آجاتیں۔" نوسیہ جیسے ہی یہ کہہ کر باہر نکلی عائشہ اختر تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگیں۔
"خیریت آپ کو کیا ہوا؟" ان کی تیز رفتاری پر بلال اختر نے چونک کر پوچھا۔
"ابھی آتی ہوں۔" وہ لٹھ مار انداز میں بولیں۔
"لیکن پتا بھی تو چلے بات کیا ہے میں نے تو آپ کو منع کیا تھا صبح جلدی مت اٹھیے گا اور آپ ہیں کہ ۔۔۔" بلال اختر کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ عائشہ اختر ان سنی کرتیں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ گئیں ان کے کمرے کی گیلری سے گیٹ کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا مگر نوسیہ وہاں کہیں بھی نہیں تھی۔
وہ پریشانی سے چاروں طرف دیکھنے لگیں جتنا ٹائم انہیں اوپر آنے میں لگا تھا کم و بیش اتنا ہی ٹائم نوسیہ کو گھر سے نکل کر گیٹ تک پہنچنے میں لگنا چاہیے تھا اگر وہ کسی گاڑی میں بھی بیٹھ کر جا رہی تھی تب بھی وہ اتنی جلدی گیٹ

سے نکل کر باہر نکل بھی گئی گاڑی میں بیٹھ بھی گئی اور گاڑی اتنی تیز رفتاری میں آگے بھی بڑھ گئی کہ دور تک پھیلی سڑک پر بھی کسی گاڑی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔
ان کا دل اتنی زور زور سے دھڑکنے لگا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا وہ ہراساں انداز میں چاروں طرف دیکھتی رہیں آخر بلال اختر کو گھر سے نکلتا دیکھ کر وہ تیزی سے اتر کر گاڑی کے پورچ میں چلی آئیں۔
بلال اختر گاڑی میں بیٹھنے والے تھے انہیں آتا دیکھ کر رک گئے۔
عائشہ اختر کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں بلال اختر کو سب کچھ بتا دینا چاہیے یا نہیں وہ کشمکش میں گھری انہیں دیکھ رہی تھیں کہ بلال اختر کو ٹوکنا پڑا۔
"کیا بات ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" بلال اختر گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے رک گئے۔
"آں ۔۔۔ جی وہ۔ میں آپ کے ساتھ چلوں۔" وہ سڑک پر آگے تک دیکھنا چاہتی تھیں نوسیہ اگر گھر کی گیلری سے نظر نہیں آ رہی تھی تب بھی آگے کہیں ضرور مل سکتی تھی (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا)
"کہاں؟" بلال اختر اچنبھے کے ساتھ بولے۔
"وہ ۔۔۔ مجھے یہیں آگے تک جانا ہے۔" ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کہیں۔
"اس حلیے میں۔" عائشہ اختر کہیں بھی جانے کے لیے باقاعدہ تیاری کرتی تھیں یہی وجہ تھی کہ وہ اس وقت نامناسب حلیے میں ہونے کے باوجود بلال اختر کو باہر جانے کے لیے تیار نہیں لگ رہی تھیں۔
"ہاں بس یہیں جانا ہے۔" عائشہ اختر زچ ہو گئیں تو بلال اختر نے مزید کوئی سوال کیے بغیر انہیں گاڑی میں بٹھا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔
راستے میں عائشہ اختر کو بے چینی سے ادھر ادھر دیکھتا دیکھ کر بھی بلال اختر نے کچھ بھی پوچھنا مناسب نہ سمجھا مگر [illegible] بلال اختر سے ضبط نہ ہوا۔
[illegible] بلال اختر کے لہجے میں بے زاری محسوس کر کے عائشہ اختر کو اس طرح ان کے ساتھ نکل آنا حماقت لگ رہا تھا۔
"وہ ۔۔۔ مجھے نوسیہ کے کالج جانا ہے۔" ایک خیال تیزی سے ان کے ذہن میں کوندا تو وہ اسے فوراً" زبان پر لے آئیں۔
اچانک انہیں خیال آیا تھا نوسیہ کالج کے علاوہ جاتی ہی کہاں ہے اگر وہ کہیں اور جا بھی رہی تھی تو بھی اس کا تعلق کہیں نہ کہیں اس کی کالج کی لڑکیوں سے ہی ہو گا ہرچند کہ اس کی کسی سے دوستی نہیں تھی مگر وہ کالج کی کسی لڑکی کے ذریعے ہی اتنا بڑا قدم اٹھا سکتی تھی کہ چھٹی کی ایپلیکیشن دے کر اتنے دنوں سے کالج سے غائب تھی۔
انہیں لگ رہا تھا انہیں کالج جا کر کلاس کی دوسری لڑکیوں سے بات کرنی چاہیے شاید کوئی سراغ نکل آئے۔
جہاں اس خیال سے انہیں تھوڑا دلاسا ملا تھا وہیں بلال اختر ان کی بات سن کر جھنجھلا گئے تھے۔
"واٹ! آپ ہوش میں تو ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے نوسیہ کا کالج بالکل الگ روٹ پر ہے آپ تو کہہ رہی تھیں مجھے ذرا آگے جانا ہے اب اگر میں آپ کو کالج چھوڑنے جاؤں گا تو کیا مجھے آفس سے دیر نہیں ہو جائے گی۔"
"آئی ایم سوری بلال۔ میں بالکل بھول گئی تھی آپ سے ذکر کرنا۔ رات کو نوسیہ کی پرنسپل ملی تھیں انہوں نے اس لیے بلایا تھا۔
ابھی اچانک یاد آیا تو ۔۔۔"
"خیریت تو ہے نا۔ انہوں نے آپ کو کیوں بلایا ہے۔" حسب توقع ان کے ۔۔۔ بہانے پر بلال اختر کا غصہ تو ٹھنڈا ہو گیا مگر اب ان کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھ کر وہ ایک بار پھر تذبذب کا شکار ہو گئیں۔

"ہاں۔۔۔ خیریت ہی ہے۔ ہاں۔"

"کیا ندیہ نے پھر کچھ کر دیا۔" وہ جس طرح لب بھینچ کر بولے تھے اس پر عائشہ اختر فوراً" تردید کرتے ہوئے بولیں۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے خیال سے۔۔۔ کسی رشتے وغیرہ کی بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔" آخر انہیں ایک بہانہ سوجھ ہی گیا۔

"تو اس لیے آپ دوڑی دوڑی جا رہی ہیں۔" بلال اختر بری طرح چڑ گئے۔

عائشہ اختر نے خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھی۔ خود بلال اختر نے بھی اس کے بعد کوئی سوال نہیں کیا مگر ان کے ہر انداز سے ان کی جھنجلاہٹ ضرور ظاہر ہو رہی تھی۔

گاڑی کو ندیہ کے کالج کے گیٹ پر روک کر وہ بڑی درشتگی سے بولے۔

"آپ کے پاس تو پرس بھی نہیں ہے کہ یہاں سے ٹیکسی میں گھر ہی چلی جائیں۔" عائشہ اختر کو بھی ان کے کہنے پر اپنی جلد بازی کا احساس ہوا تبھی بلال اختر نے والٹ سے نکال کر جو پیسے ان کی طرف بڑھائے انہوں نے شرمندگی کے باعث چپ چاپ تھام لیے اور گاڑی سے اتر گئیں۔

بلال اختر تو فوراً" ہی گاڑی آگے بڑھا لے گئے جبکہ وہ کشمکش کے عالم میں کتنی ہی دیر وہیں کھڑی رہیں۔

سوچنے میں تو انہیں بہت آسان لگا تھا کہ ندیہ کی کلاس کی لڑکیوں سے بات کریں گی تو انہیں ضرور کچھ نا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔

مگر اب یہاں آ کر انہیں لگ رہا تھا کہ وہ بات کیا کریں گی۔ جو ندیہ کی جس حرکت کو وہ بلال اختر تک سے پوشیدہ رکھنا چاہتی تھیں اس کا تذکرہ وہ گھر سے باہر اس کی کلاس کی لڑکیوں سے کیسے کریں گی۔

ابھی وہ اسی کشمکش میں وہاں کھڑی تھیں کہ کالج کی وہی وین ان کے نزدیک ہی آ رکی۔ جس میں ندیہ کالج جاتی تھی۔

کالج شروع ہونے ہی والا تھا اسی لیے لڑکیاں تیزی سے وین سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھنے لگیں۔

"السلام علیکم آنٹی آپ یہاں خیریت تو ہے۔" ایک لڑکی کے مخاطب کرنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

یہ لڑکی ان ہی کے علاقے میں رہتی تھی گھر اگر بہت قریب نہیں تھے تو بہت دور بھی نہیں تھے ہنگامی حالت یا اسٹرائیک (ہڑتال) کی صورت میں اکثر بلال اختر ندیہ کے ساتھ ساتھ اسے بھی کالج سے پک کر لیا کرتے تھے کبھی کبھی وین نہ آنے پر اس لڑکی کی والدہ جو خود بھی ڈرائیو کرتی تھیں اپنی بیٹی کے ساتھ ساتھ ندیہ کو بھی ڈراپ کر دیتی تھیں۔۔۔ یہ اور بات تھی کہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا تھا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو تم۔" وہ اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے بولیں۔

"میں تو ٹھیک ہوں آنٹی آپ لوگ کب واپس آئے ندیہ کی تو اس بار کافی چھٹیاں ہو گئیں۔" اس کے خوش اخلاقی سے کہنے پر عائشہ اختر زبردستی مسکرا دیں۔

"ہاں۔۔۔ بس کل پرسوں سے وہ آنا شروع کر دے گی۔"

"آنٹی میں نے سنا تھا اس کی طبیعت بھی خراب ہو گئی تھی کلاس میں۔۔۔ انکل اسے پک کر کے گھر لے گئے تھے۔" اس نے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا۔

عائشہ اختر کو ایسا لگا جیسے وہ یہی پوچھنے کے لیے رکی ہو آخر ان کے گھر کوئی اتنے دور تو نہیں تھے کیا پتا بلال اختر کو آتے جاتے دیکھ لیا ہو اور اب وہ یہی پوچھنا چاہ رہی ہو کہ آپ لوگ تو اسی شہر میں تھے ندیہ تو اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے نہیں آ رہی۔

عائشہ اختر نے اپنے لہجے میں بے نیازی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں اس وقت اسے کچھ چکر وغیرہ آ گئے تھے اب تو وہ بالکل ٹھیک ہے۔"

"جی۔۔۔ آنٹی اصل میں نطاشہ نے بھی تو حد کر دی تھی۔" وہ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بولی تو عائشہ اختر چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"نطاشہ نے کیا کیا؟"

"آپ کو نہیں پتا ندیہ نے کچھ بتایا نہیں آپ کو؟" وہ بھی حیرانی سے بولی۔

"نہیں مجھے تو کچھ نہیں معلوم۔"

"یہاں اس کی کلاس کی لڑکیاں تو یہی کہہ رہی تھیں کہ نطاشہ نے ایسی باتیں کیں کہ اس کی طبیعت بگڑ گئی۔" اس لڑکی کی بات پر عائشہ اختر بے چینی سے بولیں۔

"کیا کہا تھا اس نے۔"

"وہ آنٹی جب سے رخسار نے کالج چھوڑا ہے تب سے سب کو حیرانی ہو رہی تھی کہ رخسار نے اچانک کالج کیوں چھوڑ دیا۔

اس پر ایک دن نطاشہ نے بتایا کہ اس کی رخسار سے بات ہوئی تو۔۔۔ آنٹی میں تو کچھ نہیں جانتی میں تو وہ بتا رہی ہوں جو میں نے سنا ہے۔

نطاشہ کہہ رہی تھی ندیہ نے رخسار کو بہت بری طرح مارا تھا اسی لیے رخسار نے کالج بدل لیا اور جب یہ بات نطاشہ نے ندیہ سے پوچھی تو اس کی طبیعت ایک دم خراب ہو گئی۔" عائشہ اختر کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

[illegible] لڑکی کو دیکھ رہی تھیں [illegible] بے خبر بڑے مزے لے کر [illegible] باتیں سنا رہی تھی۔

"نطاشہ کو ذرا احساس نہیں ہے کسی کی فیلنگ کا۔ بڑی ہی بے حس سی لڑکی ہے ندیہ کو اس کے منہ پر ایب نارمل کہہ رہی تھی۔

ندیہ بے چاری تو اتنی سیدھی سی ہے وہ بھلا کیسے برداشت کرتی یہ سب۔ وہ تو اسی وقت بے ہوش ہو گئی۔"

عائشہ اختر ایک دم ششدر رہ گئی تھیں۔

جس بات کو وہ گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکالنا چاہتی تھیں۔ اس کا ڈھنڈورا ندیہ کے پورے کالج میں پٹ گیا تھا۔

ان کے کتنے سارے جاننے والوں کے بچے یہاں پڑھتے تھے یہ کہانی تو مرچ مسالے کے ساتھ ان کے حلقہ احباب میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل جائے گی۔

"لیکن آنٹی ندیہ کی پڑھائی کا بہت حرج ہو رہا ہے اسے اب مزید کالج سے غیر حاضر نہیں رہنا چاہیے اور پھر اب تو نطاشہ بھی کالج نہیں آ رہی۔" اس نے ایسے کہا جیسے وہ جانتی ہو ندیہ نطاشہ کی وجہ سے نہیں آ رہی۔

عائشہ اختر اپنی ہی سوچوں میں اتنی گم تھیں کہ انہوں نے پوچھا ہی نہیں کہ وہ کالج کیوں نہیں آ رہی مگر اسے خود ہی اتنی بے چینی تھی کہ ان کے پوچھے بغیر ہی بتانے لگی۔

"نطاشہ پچھلے دو دن سے گھر سے غائب ہے۔"

عائشہ اختر ایک بار پھر اسے چونک کر دیکھنے لگیں۔

"غائب ہے؟"

"تین دو دن سے لاپتہ ہے وہ۔ اس کے گھر والوں نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ بھی درج کرادی ہے مگر ابھی تک تو کوئی سراغ نہیں ملا۔
اس کی والدہ تو کالج آئی تھیں۔ اس کی کلاس کی لڑکیوں سے ملنے مگر کسی کو کچھ پتا ہوتا تو بتاتا نا بہت پریشان ہیں اس کے گھر والے۔" عائشہ اختر تو اپنی الجھن دور کرنے آئی تھیں مگر یہاں آکر تو اس میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔
وہ انگلی سے پیشانی کو مسلنے لگیں۔
"آنٹی آپ نے بتایا نہیں آپ یہاں کیوں ــــ؟ اس کا جملہ ابھی منہ میں ہی تھا کہ کالج کا گیٹ بند ہوتا دیکھ کر اسے یاد آیا کہ اسے تو کالج بھی جانا ہے۔
وہ کندھے پر لٹکا بیگ ٹھیک کرتی انہیں اللہ حافظ کہتی تیزی سے بھاگ گئی۔

☼ ☼ ☼

"امی آپ نے حسام کی تصویر ابو کو دے دی۔"
نمل نے صبح ان سے سامنا ہوتے ہی پوچھا تو وہ جس طرح چور نظروں سے اسے دیکھنے لگیں اس سے نمل کو بغیر کہے ہی ان کا جواب مل گیا۔
"لا میں میں خود ہی دے دوں۔" نمل نے سنجیدگی سے کہا۔
"وہ تو آفس چلے گئے ہیں۔" رشیدہ نے دھیمی آواز میں کہا۔
انہیں علم تھا یہ جان کر نمل کو ضرور غصہ آئے گا ایک پل کے لیے واقعی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا مگر وہ ان پر بگڑی نہیں تھی اسی لیے وہ فوراً "اپنا غصہ ضبط کر گئی یہ اور بات تھی کہ اس کا تنا تنا چہرہ دیکھ کر رشیدہ نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"آج صبح وہ بہت جلدی [illegible]
پھر ان کا موڈ بھی ٹھیک نہیں تھا میں نے سوچا شام میں جب وہ گھر آئیں گے تب دے دوں گی۔" نمل جانتی تھی اس کی ماں اس کے باپ سے کتنا ڈرتی تھی۔
مگر شائلہ نے جس طرح رات ہو جانے کے باوجود وہ تصویر اور کوائف اسے لا کر دیے تھے اسے دیکھتے ہوئے نمل کو اس معاملے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر شائلہ اس کی ماں اور حسام کے ساتھ زیادتی لگ رہی تھی۔
"کہہ تو رہی ہوں آج شام میں دے دوں گی۔" انہوں نے پیار بھری ڈانٹ کے ساتھ کہا تو نمل صرف ان کا دل رکھنے کے لیے مسکرا دی۔
ساتھ ہی یہ سوچ کر خود کو تسلی بھی دے دی کہ اگر شام کو رشیدہ نے لفافہ نہیں دیا تو وہ خود یہ کام کر دے گی۔
"چلو اب جلدی کرو تمہیں دیر ہو گئی تو تمہاری وجہ سے رومیلہ اور سنبل بھی لیٹ ہو جائیں گی۔" رشیدہ نے اس کا دھیان بٹانے کے لیے کہا اور واقعی وہ تیزی سے جانے کی تیاریوں میں جت گئی تبھی محض ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ تینوں کلاس میں تھیں۔
سارے راستے میں تینوں حسام اور اس کے ساتھ ہوئے ظلم پر بات کرتی رہی تھیں کلاس میں لیکچر کے دوران بھی ان کا دھیان وہیں تھا جبھی وقتاً فوقتاً منہایت دھیمی آواز میں ان کا تبصرہ اور مشورہ جاری تھا۔
وہ تینوں ایسے بات کر رہی تھیں جیسے عظمت خلیل اپنا ہر قدم ان سے پوچھ کر ہی اٹھانے والے ہوں۔
اپنی باتوں میں وہ اچھی خاصی مگن ہو گئی تھیں پیریڈ اوور ہونے پر خرم اپنے چاروں دوستوں ہارون حمید نادر اور وکی کے ساتھ کلاس میں داخل ہوا تو اسے دیکھ کر سنبل اور رومیلہ جس طرح چونکتے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے

لگیں اس پر نمل کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔
لیکن یہ حالت صرف ان دونوں کی نہیں تھی کلاس کے دوسرے اسٹوڈنٹس بھی ان کی اس طرح آمد پر رک کر انہیں دیکھنے لگے تھے۔
نمل کا انہیں دیکھتے ہی دل چاہا اٹھ کر باہر چلی جائے مگر ایک تو ہارون اور نادر دروازے کے فریم سے لگ کر کھڑے ہو گئے تھے دوسرے جب ساری کلاس خاموش بیٹھی ان کی آمد کی وجہ جاننا چاہ رہی تھی تو پھر وہ ایک ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر کسی غیر معمولی رویے کا اظہار کرتے ہوئے سب کی توجہ کا مرکز نہیں بننا چاہتی تھی۔
لیکن سنبل اور رومیلہ جس طرح ایک دوسرے کو دیکھ کر۔
"کیا بات ہے؟"
"یہ کیوں ہماری کلاس میں آئے ہیں۔"
جیسے سوال نظروں ہی نظروں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہی تھیں۔
ان کی یہ حیرت اور پریشانی اسے کوفت میں مبتلا کر رہی تھی چنانچہ خود کو ان سے بے نیاز ظاہر کرنے کے لیے اس نے جان بوجھ کر کتاب کھول کر زبردستی اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔
یہ اور بات تھی کہ لاشعوری طور پر وہ بھی یہ سننے کی منتظر تھی کہ وہ کیا کہنے آئے ہیں۔
"کیا بات ہے ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔" ان کی کلاس کے ایک لڑکے نے ان کی بدستور خاموشی پر ٹوکتے ہوئے پوچھا کیونکہ ہارون اور نادر تو دروازے میں ہی رک گئے تھے۔
جبکہ خرم بورڈ کے آگے رکھی پروفیسر صاحب کی ٹیبل پر ٹک گیا تھا اور حمید اور وکی اس کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے تھے۔
اس لڑکے کے پوچھنے پر بھی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خرم جیب میں سے ایک کاغذ نکالتے ہوئے اسے [illegible]
ان سب کا یہ رویہ غیر معمولی ضرور تھا مگر اتنا متجسس بھی نہیں تھا کہ سب اپنی اپنی جگہ جم کر رہ جاتے کلاس میں سے تین لڑکے اٹھ کر باہر جانے لگے ہارون نے ہاتھ آگے کر کے راستہ روک دیا۔
"جب ہم یہاں آئے ہیں تو صاف ظاہر ہے کوئی خاص بات کرنے آئے ہیں اور تم لوگ ہو کہ بغیر اجازت باہر نکلنے کی گستاخی کر رہے ہو۔" ہارون کا انداز خالص دھونس جمانے والا تھا۔
وہ لڑکے حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔
"اگر کوئی خاص بات ہے تو کہیے نا۔" ان میں سے ایک نے لہجے کی ناگواری کو چھپاتے ہوئے رسانیت سے کہا۔
بھلے ہی یہ ان کے کالج کا پہلا دن نہیں تھا مگر سینئرز کے سامنے وہ پورے سال نیو ایڈمیشن رہنے والے تھے۔
انہیں پتا تھا کم از کم اس پورے مہینے انہیں ایسے ہی ٹریٹ کیا جائے گا جیسے کسی نیو ایڈمیشن کو پہلے دن کیا جاتا ہے۔
اس پر خرم وغیرہ کا مذاق تو وہ پہلے ہی دیکھ چکے تھے (لوگ سمیر کی اس حرکت کو خرم کی ہی کارستانی سمجھتے تھے) جس کے نتیجے میں پرنسپل وغیرہ نے خرم اور اس کے دوستوں کے خلاف کوئی خاص ایکشن بھی نہیں لیا تھا۔
گویا ایسے لڑکوں سے نہ الجھنا ہی بہتر تھا یہ اس مزاج کے لوگ تھے جو چاہتے تھے کہ کوئی ان کے تنگ کرنے پر تنگ ہو تو وہ اسے اور پریشان کر سکیں جبکہ اگر ان کے مذاق پر خود بھی ہنس کر ٹال دو تو وہ خود ہی بے مزا ہو کر اپنا راستہ ماپ لیں۔

"یعنی اب ہمیں خاص بات کرنے کے لیے تمہاری اجازت کی ضرورت ہے۔
کیونکہ تمہیں دیر ہو رہی ہے تو ہم جلدی سے خاص بات کر کے تمہیں فارغ کر دیں یعنی دوسرے لفظوں میں تمہاری جان چھوڑ دیں۔" نادر تو باقاعدہ جرح پر اتر آیا۔
وہ بات کہنے والا لڑکا بے بسی سے اپنے دوستوں کو دیکھنے لگا جیسے پچھتا رہا ہو کہ یہ بات اس نے کہی کیوں۔
نمل کو ان کی یہ دادا گیری سخت ناگوار گزر رہی تھی خوامخواہ دوسروں کو پریشان کرنے اور دوسروں پر رعب جھاڑنے والوں سے اسے سخت چڑ تھی۔
مگر اس نے اپنا چہرہ پوری طرح کتاب پر جھکا رکھا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ خرم ایک بار پھر اتنے لوگوں کے بیچ میں اس سے مخاطب ہو۔
رومیلہ نے اپنا جو اندازہ فون پر ظاہر کیا تھا وہ اس کے لیے قابل قبول تو نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ احتیاطاً" خرم کے معاملے سے الگ رہنا چاہتی تھی تاکہ رومیلہ کی کہی کسی بات کے سچ ہونے کا امکان بھی پیدا نہ ہو سکے۔
"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اس لڑکے نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے صفائی دینی چاہی خرم نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے ٹوک دیا۔
"اٹس اوکے! جاؤ جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔" خرم کے کہنے پر وہ لڑکے پہلے تو ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے پھر یہ سوچتے ہوئے واپس اپنی سیٹ پر جا بیٹھے کہ سمجھ داری کا تقاضا یہی ہے۔
ان کے بیٹھتے ہی خرم نے ایسے کہنا شروع کیا جیسے کوئی لیکچرار لیکچر دینا شروع کرتا ہے۔
"کمال ہے بھئی یہ نئی کلاس تو بڑی اچھی ہے صرف دو تین اسٹوڈنٹس کو چھوڑ کر سب لوگ بڑی باقاعدگی سے پیریڈ اٹینڈ کر رہے ہیں۔" خرم نے کاغذ کو دیکھتے ہوئے جس طرح کہا اس سے سبھی کو اندازہ ہو گیا کہ اس کے ہاتھ میں جو کاغذ ہے اس پر ان کے کلا[illegible] تفصیلات [illegible]

اس جانکاری پر تھوڑی بہت حیران [illegible]
حاصل کر کے یہ ساری معلومات نکالنا اگر ناممکن نہیں تھا تو بھی مشکل ضرور تھا ایسے میں سبھی کا یہ سوچنا بجا تھا کہ اس مشکل عمل کی آخر کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔
مگر رومیلہ اور سنبل ہر بات کو ایک ہی نکتہ پر لے جاتیں اب بھی وہ کبھی ایک دوسرے کو اور کبھی نمل کو دیکھنے لگیں جو سر جھکا ہونے کے باوجود ان کی پریشانی کو بخوبی بھانپ گئی تھی اور کوفت بھی محسوس کرنے لگی تھی۔
ضرور وہ دونوں خرم کی بات کا پس منظر اس کے چھٹی کرنے کو ہی سمجھ رہی تھیں لیکن خرم نے خود ہی ان کی غلط فہمی کو دور کر دیا۔
"آج میں بھی آپ لوگوں کی اٹینڈنس لوں گا لیکن صرف لڑکوں کی لڑکیوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" خرم کے سکون سے کہنے پر لڑکیوں کو تو ڈھیروں اطمینان ہوا تھا مگر لڑکے حیران پریشان نظر آنے لگے تھے۔
"اور کیونکہ میں آپ لوگوں کے نام سے واقف نہیں ہوں چنانچہ نام کال کرنے پر آپ کھڑے ہو کر مجھے اپنی شکل بھی دکھائیں گے۔"
"لیکن آخر کیوں؟" ایک لڑکے کے بے ساختہ پوچھنے پر وکی نے بھی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے قدرے جارحانہ انداز میں کہا۔
"کیوں؟ تمہاری اتنی ہمت کہ ہم سے یہ پوچھو کیوں ہاؤ ڈیر یو؟"
وکی کے انداز پر اس کے دوست بڑے محظوظ ہوئے حمید نے تو باقاعدہ مسکراتے ہوئے وکی کی پیٹھ ٹھونکی تھی جیسے اس کی بدمعاشی پر اسے شاباشی دے رہا ہو۔

"بہتر یہی ہے کہ اپنی اوقات میں رہو اور جتنا کہا گیا ہے اتنا ہی کرو۔" وہ لڑکا دکی کی بات پر ناگواری سے اسے دیکھنے لگا تو حمید نے بھی اسے دھمکانے میں دیر نہیں کی۔

خرم نے نام پکارنے شروع کیے تو سبھی لڑکے بالکل مرے مرے انداز میں مارے بندھے کھڑے ہوتے گئے وہ سمجھ گئے تھے سمندر میں رہ کر مگرمچھ سے بیر نہیں کیا جا سکتا البتہ اس طرح درگت بننے پر سبھی کو شرمندگی محسوس ہونے کے ساتھ ساتھ دل ہی دل میں تاؤ بھی آرہا تھا۔

خرم ان کا نام پکار کر ان کی شکل دیکھتا اور انہیں ایک طرف کھڑا کردیتا کچھ لڑکوں کا اس نے سرے سے نام ہی نہیں پکارا تھا وہ پھر بھی پریشان تھے جانے ان سے کیا خطا ہوگئی جو انہیں کھڑا کر کے ان کی شکل نہیں دیکھی گئی۔

اصل میں خرم نے یہ سب کچھ بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا اس نے کمپیوٹر پر اس مووی کو متعدد بار چلا کر دیکھا اور جس جس لڑکے کی شکل بھی نظر آئی اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیا کیونکہ وہ تین باتوں کا اسے یقین تھا کہ یہ کام کسی لڑکی کا نہیں ہے اس لیے ان پر غور کرنے کی اس نے سرے سے ضرورت ہی نہیں سمجھی۔

دوسرے اسے یہ بھی یقین تھا کہ مووی سمیر کے گروپ کے ۔۔۔ کسی لڑکے نے نہیں بنائی کیونکہ مووی تب شروع ہوتی ہے جب تمام جوہے ڈبے سے نکل کر کلاس میں بھاگنا شروع کردیتے ہیں۔

جبکہ اگر سمیر یا اس کے کسی دوست نے یہ کام کیا ہوتا تو وہ پہلے سے تیاری کے ساتھ موجود ہوتا اور اس سین کو ضرور نظر بند کرتا جب یہ ڈبا کلاس میں لایا گیا تھا اور پھر اسے کھولنے کی کوشش کی گئی تھی۔

مگر جب مووی شروع ہوتی ہے تو یہ دونوں منظر گزر چکے ہوتے ہیں۔

گویا یہ کام کسی ایسے شخص نے کیا ہے جو اس پلان سے واقف نہیں تھا اور جس کے ذہن میں مووی بنانے کا خیال بالکل اچانک آیا تھا۔

اور ایسا شخص اس کلاس کا [illegible] ہو سکتا تھا

چنانچہ خرم نے اٹینڈینس رجسٹر سے اس پیریڈ کی حاضری نکال لی [illegible] بجائے ان لوگوں کے ساتھ یہ مذاق کیا گیا تھا۔

اس دن جتنے طالب علموں کی حاضری لگی تھی آج بھی وہ تمام طالب علم موجود تھے اس لیے خرم بڑی آسانی سے سارے لڑکوں کا نام لیتا گیا اور انہیں ایک طرف کھڑا کرتا گیا جو مووی میں موجود تھے اگر موبائل میں نصب کیمرہ ان کے ہاتھ میں ہوتا تو ان کی مووی نہ بنی ہوتی۔

دوسری طرف خرم نے ان لڑکوں کا نام پکارنا بالکل ضروری نہیں سمجھا جو اس دن آئے ہی نہیں تھے اور پہلا دن گزرنے کے بعد یونیورسٹی آنے لگے تھے۔

سارے نام پکارتے پکارتے بالآخر خرم ایک نام پر جا کر رک گیا اور اس شخص کو بغور دیکھنے لگا جو اپنا نام پکارے جانے پر بڑی بے زاری سے کھڑا ہوا تھا۔

خرم پورے یقین سے کہہ سکتا تھا کہ یہ چہرہ اس مووی میں موجود نہیں تھا پھر بھی اس نے احتیاطاً پوری لسٹ پکار لی مگر باقی تمام لوگ مووی میں موجود تھے۔

اپنے شک کی تصدیق ہونے کے بعد اس نے سب کو واپس اپنی جگہ پر بیٹھ جانے کو کہہ دیا۔

تقریباً پوری کلاس خرم کو الجھن بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا آخر اس سب کا مقصد کیا ہے۔

لڑکیاں تو یہ سوچ رہی تھیں کہ وہ یہاں کیوں بیٹھی ہیں فری پیریڈ ختم ہوجائے گا انہیں باہر چلے جانا چاہیے مگر کسی میں ہمت نہیں تھی اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکلنے کی اس لیے سب خاموشی سے دبکی بیٹھی تھیں اور پھر اس لڑکے کو دیکھنے کے بعد تو خرم کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی دیکھ کر کسی نے بھی کچھ کہنے کی جسارت نہیں کی۔

خرم سب کے بیٹھ جانے کے بعد کچھ دیر تو خاموشی سے کھڑا رہا پھر ایک ایک قدم اٹھاتا اس لڑکے کے ڈیسک کے پاس آکھڑا ہوا اور عین اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے ہی سرد سے لہجے میں بولا۔

"ذرا اپنا موبائل دینا۔"

"موبائل؟" اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

خرم نے جواب دینے کی بجائے سپاٹ انداز میں اپنا خالی ہاتھ اس کے آگے پھیلا دیا تو وہ بونقوں کی طرح کبھی اسے اور کبھی اس کے ہاتھ کو دیکھتا چلا گیا۔

"بے فکر رہو تمہاری گرل فرینڈز کے نمبر نہیں لوں گا۔ صرف تمہارا موبائل چاہیے۔" خرم کے عجیب و غریب لہجے پر پوری کلاس دم بخود اسے دیکھ رہی تھی۔

سینئرز کا رعب اور دبدبہ اپنی جگہ، لیکن اپنا موبائل نکال کر کسی غیر کو پکڑا دینا ایک الگ بات تھی چنانچہ وہ سارا لحاظ بالائے طاق رکھ کر دو ٹوک لہجے میں بولا۔

"میں اپنا موبائل نہیں دے سکتا۔" اس نے بات پوری کی ہی تھی کہ خرم کا بھرپور مکا اس کا پورا چہرہ گھما گیا۔

سب لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے وہ تو سمجھ رہے تھے کوئی مذاق ہو رہا ہے مگر اب تو سب پریشانی کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے سب کے ہوش اڑ گئے تھے اس لڑکے کی ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا وہ ڈیسک پر سیدھا ہوتے ہوئے بڑی عاجزی سے بولا۔

"آخر بات کیا ہے میں نے کیا کیا ہے؟" ایک ہاتھ میں ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ خرم کا مقابلہ نہیں کر سکتا اپنی ہتھیلی کی پشت سے خون صاف کرتے ہوئے اس کی آنکھ میں آنسو آگئے تھے۔

[illegible] اپنی چیخیں روکنے کی کوشش میں کھڑی تھیں اس کی ناک سے تیزی سے بہتا خون دیکھ کر [illegible]

"وہ مووی تم نے ہی کمپیوٹر میں ڈالی ہے نا۔" خرم اتنی سرد اور دھیمی آواز میں بولا تھا کہ اس لڑکے کو بھی بمشکل سنائی دے پایا تھا حالانکہ وہ ہی اس کے سب سے قریب تھا باقی سب تو اپنی اپنی سیٹوں سے اٹھ کر دور کھسک گئے تھے لہٰذا انہیں خرم کی آواز ہی نہیں آئی تھی تو سمجھ میں کیا خاک آتا۔

دوسری طرف وہ لڑکا جیسے ایک ہی پل میں سب کچھ سمجھ گیا تھا تبھی حیرت اور گھبراہٹ ایک ساتھ اس کے چہرے سے ظاہر ہو گئی تھیں۔

"نن۔۔۔ نہیں میں نے تو۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ پورا کرتا خرم نے اسے کالر سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اس کا فوری انکار خرم کے شک کو مزید تقویت پہنچا گیا تھا۔

"چپ چاپ اپنا موبائل مجھے دے دو ورنہ۔۔۔" خرم کو اس سے آگے کچھ کہنا نہیں پڑا اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل نکال لیا تو خرم نے اسے بینچ پر دھکیلتے ہوئے موبائل تقریباً اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

خرم جانتا تھا وہ مووی اب اس موبائل میں موجود نہیں ہو گی اس لیے اس نے موبائل کھولنے کی بھی زحمت نہیں کی اور اس کے سامنے ہی دیوار پر کھینچ مارا موبائل کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر زمین پر بکھر گیا۔

اب کی بار لڑکیاں اپنی چیخیں روک نہ سکیں پوری کلاس وحشت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی مگر خرم کو رتی بھر پروا نہیں تھی۔

"اگر دوبارہ ایسی حرکت کی تو اس موبائل کی جگہ تمہارا سر ہو گا۔" وہ چاہتا تو اس لڑکے کی حرکت کے متعلق بتا کر اسے سب کی نظروں میں مظلوم سے مجرم بنا سکتا تھا مگر خرم کو علم تھا اگر اس نے یہ بتا دیا کہ اس لڑکے کی پٹائی اس مووی کی وجہ سے ہوئی ہے تو اس مووی کو خوامخواہ بڑی شہرت مل جائے گی ابھی اگر وہ مووی بچاس لوگوں نے دیکھی ہوئی تو اس کا ذکر کرنے سے وہ لوگ اسے ایسے دیکھ جائیں گے جیسے اس مووی کی مقبولیت میں اضافہ ہو گا اور پھر اس پر تبصرے ...

جبکہ خرم ایسا ہرگز برداشت نہیں کر سکتا تھا اس کا مقصد اس لڑکے کو سبق سکھانا تھا سو وہ پورا ہو چکا تھا باقی لوگ اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے اس کی اسے کوئی فکر نہیں تھی ایسی فکر یں وہ کبھی پالتا ہی نہیں تھا۔

وہ ماتھے پر آئے بالوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے کرتا واپسی کے لیے مڑ گیا۔

کلاس سے نکلتے وقت اس نے پلٹ کر فقط اس لڑکے کو دیکھنا چاہا تو غیر ارادی طور پر اس کی نظر ساری کلاس پر پڑ گئی۔

بیک وقت اتنی ساری حیران اور نفرت بھری نظروں کی زد میں ہونے کے باوجود اس کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا البتہ کومل پر نظر پڑتے ہی خرم کے قدم اپنی جگہ جم گئے۔

خرم کے پلٹتے ہی وہ تیزی سے اس لڑکے کی طرف بڑھی تھی اس کی ناک سے بھل بھل بہتا خون دیکھ کر بے اختیار اس نے اپنے پرس سے رومال نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔

خرم کا یہ منظر دیکھتے ہی دماغ گھوم گیا اس نے چاہا ایک مکا کومل کے بھی جڑ دے شاید اس کی نظروں میں اتنی آگ تھی کہ کومل چونک کر بے اختیار اس کی طرف دیکھنے لگی۔

جتنا غصہ خرم کی آنکھوں میں تھا اتنی ہی نفرت کومل کی نظروں میں تھی۔

کتنی ہی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو ایسے ہی دیکھتے رہے آخر خرم پاؤں پٹختا کلاس سے باہر نکل گیا۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔۔۔ جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ـــــ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، وکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔ جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

9

نویں قسط

الیان نہا دھو کر صرف تھوڑی دیر کمر ٹکانے لیٹا تھا مگر جب اس کی آنکھ کھلی تو شام گہری ہو رہی تھی کمرے کے پردوں کی سلوٹیں ٹھیک طرح سے برابر نہیں تھیں چنانچہ ہلکی سی جھری میں سے باہر پھیلی تاریکی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

الیان تیزی سے بستر سے اتر گیا دس منٹ بعد جب وہ فریش ہو کر نیچے آیا تو ماموں جان اور شاہ جہاں ماموں نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہو رہے تھے۔

الیان ان کے نزدیک چلا آیا شاہ جہاں ماموں سے دوپہر ملاقات نہیں ہو سکی تھی چنانچہ وہ ان سے خیر خیریت دریافت کرنے لگا۔

انہیں بات کرتے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ملازم نے کھانا لگنے کی اطلاع دے دی۔

"کھانا ابھی سے۔" الیان نے حیرانی سے ملازم کو دیکھا۔

"ہم تو اسی وقت کھانا کھاتے ہیں تم شاید عشاء کے بعد کھانے کے عادی ہو گے۔" شاہ جہاں ماموں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے تمہیں بھوک تو لگ رہی ہو گی دوپہر میں بھی کچھ کھائے بغیر سو گئے تھے۔" ماموں جان نے کھانے کے لیے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی خاص بھوک تو نہیں ہے۔" الیان اخلاقاً" ان کے ساتھ کھڑا تو ہو گیا لیکن اسے واقعی اس وقت کھانے کی کوئی خواہش نہیں ہو رہی تھی۔

"اب تم مہمانوں کی طرح تکلف کر رہے ہو جب اتنی دیر ہو گئی کھانا کھائے ہوئے تو بھوک کیوں نہیں ہے۔" شاہ جہاں ماموں کی بات پر الیان صرف مسکرا کر رہ گیا۔

اتنی جلدی کھانا کھانے کا وہ عادی تو نہیں تھا مگر اسے کھانا کھائے واقعی بہت دیر ہو گئی تھی چنانچہ کھانے بیٹھا تو ان کا ساتھ دینے میں کچھ نا کچھ کامیاب ہو ہی گیا۔

کھانے کی میز پر اس کی گھر کے دیگر افراد سے بھی ملاقات ہو گئی۔

گھر میں سب سے بڑے ماموں جان اور ممانی جان تھے اس لحاظ سے ان کے بچے بھی سب سے بڑے تھے ایک تو حامد ہی تھا حامد سے چھوٹی ماہ نور تھی اور اس سے چھوٹی سکینہ تھی جس کا میڈیکل کالج میں ایڈمیشن کرانے کے لیے حامد اسلام آباد گیا ہوا تھا۔

شاہ جہاں ماموں اور چھوٹی ممانی کے چار بچے تھے جن میں گل بانو سب سے بڑی تھی اور تقریباً" بریرہ کی ہی ہم عمر تھی اس کے بعد ان کی دو بیٹیاں اور دو بیٹے تھے کھانے سے فارغ ہو کر الیان ان ہی کے ساتھ لان میں نکل آیا وہ دونوں لڑکے آٹھویں اور نویں جماعت میں پڑھتے تھے ان دونوں نے کافی رات تک بیٹھ کر الیان سے باتیں کیں۔

اپنے اسکول کی باتیں محلے کی مگر دس بجے وہ دونوں معذرت کرتے ہوئے اٹھ گئے۔

"معاف کیجیے گا الیان بھائی اس سے زیادہ جاگنے کی ہمیں اجازت نہیں اگر اماں نے دیکھ لیا تو..." ان میں سے ایک نے جس کا نام شاہد تھا گردن پر انگلی پھیرتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"اتنی جلدی۔" الیان نے ایک بار پھر حیرانی سے گھڑی کو دیکھا۔

"جی صبح چار بجے اٹھتے ہیں۔ ہمارا اسکول یہاں سے بہت دور ہے جانے میں ڈھائی گھنٹے لگتے ہیں۔ پونے پانچ بجے نکلتے ہیں تو سوا سات بجے پہنچتے ہیں اور ٹھیک ساڑھے سات بجے ہمارے اسکول کا گیٹ بند ہو جاتا ہے۔" نوید نے سر کھجاتے ہوئے بے بسی سے کہا۔

الیان کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اس روز روز کی دردسری پر تبھی شاہد تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"ابھی تو آپ چار پانچ دن یہیں ہیں نا بس بے فکر رہیں ہم فرائیڈے نائٹ کو ساری رات آپ کو کمپنی دیں گے۔" الیان نے صرف سر ہلا کر اسے ٹال دیا ورنہ دل میں تو وہ یہی سوچ رہا تھا کہ کل صبح ہی واپس چلا جائے گا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد کچھ دیر تو وہ گھاس پر ٹہلتا رہا پھر اسے اچانک شدید قسم کی بوریت ہونے لگی۔

ایک تو وہ اتنی جلدی سونے کا عادی نہیں تھا دوسرے یہ کہ دوپہر میں اتنا سو چکا تھا کہ اس وقت اگر وہ چاہتا بھی تو اسے نیند نہیں آتی۔

اسے اپنے آپ پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ اگر وہ اپنا لیپ ٹاپ ہی اٹھا لاتا تو وقت آسانی سے گزر جاتا۔

یا پھر کمپیوٹر تو ان کے گھر میں بھی ہو گا شاہد اور نوید کے سونے جانے سے پہلے اگر اسے یہ خیال آ گیا ہوتا تو وہ دونوں اسے اس کمرے میں لے جاتے اب تو اتنی بڑی حویلی میں بغیر کسی کی سربراہی کے وہ اپنے کمرے تک بھی نہیں پہنچ سکتا تھا کجا کہ کمپیوٹر یا ٹی وی والے کمرے میں چلا جاتا۔

"دماغ خراب تھا جو میں یہاں آ گیا یا اگر آنا ہی تھا تو کم از کم حامد کے روٹین کے متعلق انفارمیشن لے کر ہی آتا۔

کل صبح ہوتے ہی میں یہاں سے نکل جاؤں گا اور ممی سے کہہ دوں گا کوئی ضرورت نہیں بریرہ کی شادی یہاں کرنے کی بالکل ڈل لائف ہے یہاں کی۔ سارے گھر والے ساڑھے نو بجے سو گئے اور یہ لڑکے دس بجے تک بیٹھ کر ساتھ چھوڑ گئے۔

اگر یہ وہاں ہمارے شہر میں ہوتے تو دو بجے تک جاگ کر بھی صبح چار بجے اٹھ کر اسکول چلے جاتے۔"

الیان بے زاری سے ٹہلتے ہوئے سوچتا گیا کہ تبھی حویلی کے گیٹ پر کسی گاڑی کی لائٹ پڑی تو الیان ٹھٹک کر گیٹ کی جانب دیکھنے لگا۔

جہاں وہ کھڑا تھا وہاں سے گیٹ بہت دور تھا لیکن رات ہونے کے باعث گاڑی کی تیز لائٹ دور تک اندھیرے کو چیر گئی تھی کیونکہ بڑا سا گیٹ روایتی حویلیوں کے صدر دروازے کی طرح بڑی بڑی سلاخوں پر مبنی تھا اور جس سے باہر کا منظر بہت آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔

اصل میں ایسے گھروں میں گیٹ اور گھر کے درمیان فاصلہ اتنا طویل ہوتا ہے کہ گیٹ سلاخوں پر تو کیا محض شیشے پر بھی مبنی ہو تو بھی گھر والوں کو بے پردگی کا مسئلہ نہ ہو اب الیان لان میں کھڑا تھا اس کے باوجود اس صرف اتنا ہی دکھائی دے رہا تھا کہ چوکیدار کے گیٹ کھولنے پر کوئی جیپ اندر چلی آئی ہے۔

جیپ کون چلا رہا ہے اور اندر کتنے لوگ موجود ہیں الیان یہ سب دیکھنے سے قاصر تھا وہ تو جب جیپ روش طے کرتی عین گھر کی دہلیز پر آ رکی تب الیان کو علم ہوا کہ ڈرائیونگ سیٹ سے حامد اترا ہے۔

وہ تیزی سے چلتا حامد کے نزدیک آ گیا تب تک جیپ کے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر سکینہ بھی باہر آ گئی تھی۔

"کیسے ہو حامد۔" الیان نے قریب جا کر کہا تو وہ دونوں ہی چونک گئے۔

"الیان! تم یہاں اس وقت۔" حامد کے چہرے پر خوشگوار حیرت نمایاں تھی۔

"میں تو بہت دیر سے آیا ہوا ہوں یہاں آ کر پتا چلا تم اسلام آباد گئے ہوئے ہو۔" الیان نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تو حامد نے بڑی گرم جوشی سے اسے تھام لیا۔

"میں تو سکینہ کا ایڈمیشن کرانے گیا ہوا تھا۔"

"ہاں بتا دیا تھا ممانی جان نے پھر ہو گیا ایڈمیشن۔" الیان نے سکینہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تو اس نے فوراً" سلام کرتے ہوئے کہا۔

"ایڈمیشن تو ان شاءاللہ ہو جائے گا اصل مسئلہ تو ہاسٹل کا ہے دیکھیں کمرہ نہیں ملا تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔"
اس کے انداز سے پریشانی صاف ظاہر تھی۔
"ایک بار ایڈمیشن ہو گیا تو کمرہ بھی مل ہی جائے گا۔" الیان نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔
"ہاں دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ پرنسپل نے کہا تھا کل پتا کر لیجیے گا میں نے تو بھائی جان سے کہا بھی ایک دن اور رک جاتے ہیں پتا کر کے ہی چلیں گے مگر بھائی جان مانے ہی نہیں۔" سکینہ جس طرح بولی تھی الیان کو وہ ایک دم بالکل بربرہ لگی تھی تبھی مسکراتے ہوئے بولا۔
"اچھا ہوا جو تمہارے بھائی جان آج ہی آ گئے۔" پھر حامد کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔
"میں آیا تو دو تین دن کے ارادے سے تھا مگر اتنی سخت بوریت ہو رہی تھی کہ کل صبح ہی لوٹ جانے کا سوچ رہا تھا۔" الیان نے بے تکلفی سے کہا تو حامد بھی خوش دلی سے ہنس دیا اور ہمدردی کرنے والے انداز میں بولا۔
"سب تمہیں اکیلا چھوڑ کر سونے چلے گئے ویری سیڈ اچھا ہوا جو میں آج ہی آ گیا۔
اب دیکھو نا کمرے کے لیے ہم نے ایپلی کیشن دے دی ہے اب جگہ ہو گی تو وہ فون پر انفارم کر دیں گے اس کے لیے وہاں رک کر انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" حامد کی بات پر سکینہ فوراً بولی۔
"لیکن اتنی رات کو سفر کر کے آنا کم از کم گاؤں جیسی سنسان جگہوں پر تو مناسب نہیں۔"
"مناسب تو شہروں میں بھی نہیں ہے۔" الیان نے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔
"اب تو آ گئے نا۔ کچھ ہوا بھی نہیں۔" حامد نے جیسے بحث سمیٹتے ہوئے کہا۔
سکینہ نے آداب میزبانی نبھاتے ہوئے ان سے چائے وغیرہ کا پوچھا اور ان کے انکار پر زیادہ اصرار کیے بغیر شب بخیر کہتی اندر چلی گئی۔
حامد بھی الیان کو لے کر اپنے کمرے میں چلا آیا اس کا کمرہ دیکھ کر الیان کو کافی حیرت ہوئی بڑی نفاست سے سجایا ہوا کمرہ تھا کہیں سے بھی وہ ایک بیچلر کا کمرہ نہیں لگ رہا تھا۔

"یہ ساری ڈیکوریشن ممانی جان نے کی ہو گی۔" الیان نے کمرے کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو حامد اے سی آن کرتے ہوئے مسکرا دیا۔
"اس کمرے کی صفائی کا کریڈٹ اماں کو جاتا ہے باقی رہا ڈیکوریشن کا سوال تو اس کمرے کی ہر چیز میری اپنی پسند کی ہے۔
اپنی چیز میں ہمیشہ اپنی پسند سے لیتا ہوں۔" حامد کے ٹھوس لہجے پر الیان اسے دیکھتا چلا گیا۔
"کیا ہوا؟" حامد نے ٹوکتے ہوئے پوچھا۔
"کچھ نہیں، میری بھی یہی عادت ہے۔" الیان نے جھوٹ نہیں کہا تھا البتہ اس کی بات کو ٹال ضرور دیا تھا ورنہ وہ سوچ میں ضرور پڑ گیا تھا۔
شگفتہ غفار نے کہا تھا ماموں جان اور نانی جان اس رشتے پر راضی ہیں لیکن ممانی جان ہچکچاہٹ کا شکار ہیں۔
تو پھر حامد کس کی طرف ہے یا وہ سرے سے اس سارے سلسلے سے ہی بے خبر ہے۔
"یہ شطرنج کی بازی چل رہی ہے یا یہ بھی ڈیکوریشن پیس ہے۔" الیان نے دو سنگل صوفوں کے درمیان چھوٹی سی ٹیبل پر بیش قیمت شطرنج اور اس کے مہرے لگے دیکھ کر پوچھا کیونکہ مہرے اس طرح رکھے تھے جیسے دو افراد نے بیچ میں سے کھیل چھوڑ دیا ہو۔
"یہ ابا اور شاہ جہان چچا نے شروع کی ہو گی۔
ان کی یہی عادت ہے جب کھیل مشکل اسٹیج پر آ کر پھنس جاتا ہے تو وہ بازی چھوڑ کر اٹھ جاتے ہیں۔" حامد نے

الماری کھول کر کپڑے نکالتے ہوئے کہا اور باتھ روم میں گھس گیا۔
الیان میز کے قریب آ کر مہروں کو بغور دیکھنے لگا بازی واقعی کافی بری طرح پھنس چکی تھی دونوں طرف سے کھلاڑیوں کے کافی مہرے پٹ چکے تھے۔
الیان کو اس کھیل میں کافی دلچسپی تھی وہ غیر ارادی طور پر آگے کی چالیں سوچتا رہا اور اتنا مگن ہو گیا کہ اس نے غور ہی نہیں کیا حامد فریش ہو کر باتھ روم سے نکلا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔
وہ تو تب چونکا جب حامد نے گرم گرم بھاپ اڑاتا کافی کا مگ اس کی طرف بڑھایا۔
"یہ تم نے بنائی ہے۔" الیان حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔
"مجھے بہت اچھی کافی بنانی آتی ہے پی کر دیکھ لو۔"
"پی تو خیر میں ضرور لوں گا ہم اکثر رات کے کھانے کے بعد کافی پیتے ہیں لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ "جاگیردار" لوگ بھی کچن میں جا کر عورتوں والے کام کر سکتے ہیں۔" الیان کے شرارت بھرے انداز پر حامد قہقہہ مار کر ہنسا تھا۔
"میں تمہارا مطلب اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور یقین کرو تو تمہاری کہی بات بالکل سچ ہے یا یوں کہہ لو تمہارا مارا طعنہ بالکل درست ہے۔
ہمارے ماحول میں عورتوں والے کام کرنا بہت ہی شرم کی بات سمجھی جاتی ہے کچھ لوگ تو اسے غیرت کا معاملہ سمجھ لیتے ہیں۔" حامد اپنا کافی کا مگ لے کر اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا اور کافی کا سپ لیتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے بولا۔
"لیکن میں اس جاگیردارانہ سوچ سے بالکل اتفاق نہیں کرتا سکینہ نے تمہارے سامنے ہی چائے کا پوچھا تھا اگر میں اس سے کہتا تو وہ بنا ہی دیتی۔
مگر مجھے معلوم تھا وہ اس وقت بہت تھکی ہوئی ہے میں تو ہوٹل میں پڑا سو رہا تھا جبکہ وہ اپنی دوستوں کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی ہوئی تھی اچانک ہی میں نے واپس آنے کا ارادہ کر لیا تو وہ اپنی پیکنگ بھی افراتفری میں کر کے آئی ہے۔
پھر کیا یہ ضروری ہے کہ کچن میں جا کر وہی یہ کرے کس کتاب میں لکھا ہے کہ کچن کا کام صرف عورتیں ہی کرتی ہیں۔
ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہر کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے تاکہ ان کی امت کو بھی کسی کام کو کرنے میں کوئی عار یا شرم محسوس نہ ہو۔
لیکن ہم نے خود اپنے لیے خود پر پابندیاں عائد کر کے مسائل کھڑے کر لیے ہیں۔ یہ کام ہمیں سوٹ نہیں کرتا۔
وہ کام ہمیں سوٹ نہیں کرتا۔
اس وقت اگر میں اپنے ملازم کو جگا کر کافی بنواتا تو وہ بنا کر پلا تو دیتا مگر دل ہی دل میں مجھے کتنا کوستا۔ ملازم کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔
مجھے پتا ہے زیادہ تر ملازم رات کے ساڑھے تین بجے سے اٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔
انہیں اسکول جانے والے بچوں کو چار بجے سے جگا کر ان کا ناشتا لفن سب تیار کرنا ہوتا ہے ایسے میں گیارہ بجے انہیں جگا کر کافی بنوانا زیادتی ہے یا نہیں۔
لیکن افسوس کی بات ہے کہ جاگیردارانہ ماحول میں پلنے والوں کو یہ تو یاد رہتا ہے کہ اسلام میں مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے لیکن یہ یاد نہیں رہتا کہ اللہ نے جتنے بھی لوگوں کو ان کے ماتحت کیا ہے ان کے ساتھ روا رکھے

روّیے کا بھی جواب دینا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔" یہ رحم کسی خاص موقعوں کے لیے نہیں بلکہ ہر وقت روز مرہ زندگی میں موجود ہونا چاہیے۔" الیان چپ چاپ حامد کو دیکھا رہا اس کے خیالات جان کر اور اس کی باتیں سن کر الیان کو یقین ہوگیا تھا کہ پانچوں انگلیاں — برابر نہیں ہوتیں۔

حامد کی اس صاف ستھری سوچ کے پیچھے وجہ اس کے گھر کا ماحول اور اس کے اردگرد موجود لوگ تھے اگر اس گھر کے مرد روایتی سوچ کے مالک ہوتے تو حامد کا نکتہ نظر قطعی مختلف ہوتا۔

"اتنی مشکل بازی تو نہیں ہے جو تم اتنا غور کر رہے ہو۔" حامد کے ٹوکنے پر الیان پہلے تو سمجھا نہیں پھر سامنے بچھی شطرنج کی بازی کو دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

"پہلوان کا چھوڑا کھیل ہم ختم کرتے ہیں۔" حامد مگ سائیڈ میں رکھتے ہوئے مہروں کی طرف متوجہ ہوگیا۔

اور پھر ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری بازی کھیلتے کھیلتے انہیں صبح ہوگئی۔

ساری رات ان دونوں نے اتنی باتیں کی تھیں کہ ہر موضوع زیر بحث لے آئے تھے۔

اور تقریباً" ہر موضوع پر حامد کی معلومات قابل ستائش تھیں شطرنج میں وہ الیان کو ہرا تو نہیں سکا کیونکہ الیان شطرنج میں بہت ماہر تھا البتہ حامد نے مقابلہ بہت اچھا کیا تھا الیان کو واقعی اس کے ساتھ کھیل کر بڑا مزا آیا تھا۔

تبھی صبح ہونے پر جب وہ دونوں سونے کے لیے اٹھنے لگے تو الیان نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو۔ آج تمہاری وجہ سے مجھے پتا چلا ہے کہ بازلوگ ہار کر بھی جیت جاتے ہیں اتنی بازیاں تم ہارے لیکن پھر بھی تمہیں مات نہیں ہوئی۔"

"شاعری تھوڑی بہت مجھے بھی آتی ہے۔ جس شعر کا تم حوالہ دے رہے ہو وہ تو عاشقوں کے لیے ہے۔

جیت گئے تو کیا کہنا

ہارے بھی تو بازی مات نہیں

حامد اس کے ظاہری جملے کا مطلب نکالتے ہوئے ہنس دیا تو الیان صرف مسکرا کر رہ گیا اپنے جملے کی وہ ابھی وضاحت نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ بریرہ کے لیے اسے پسند کرچکا ہے بلکہ اب تو اسے بریرہ کے لیے حامد سے مناسب کوئی نہیں لگ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

خرم کے کلاس سے نکلتے ہی کلاس میں ایک کہرام مچ گیا لڑکوں نے آگے بڑھ کر زمین پر بکھرا موبائل اٹھا کر سمیٹنا چاہا تو پتا چلا کہ یہ تو اب ٹھیک ہونے کے قابل نہیں رہا۔

کچھ لوگ اس لڑکے کے اردگرد جمع ہوگئے تو نمل ایک طرف ہٹ گئی۔

اس لڑکے کا خون بند نہیں ہو رہا تھا سب اپنے اپنے مشورے دینے لگے۔

"رومال کو دبا کر رکھو نا۔"

"باہر فلٹر سے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی ڈالو تو خون بند ہوجائے گا۔"

"نہیں پہلے چل کر ایک دفعہ پرنسپل کو اپنی شکل دکھادو۔"

"اور کیا یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی آج اس نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہے کل کو کسی اور پر اٹھادے گا۔"

"لیکن اس نے ایسا کیا کیوں؟"

"کیوں کیا مطلب' دادا گیری ہے بس۔"

"اس نے بھی کچھ تو کیا ہوگا۔"

"مجھے یونیورسٹی آتے دن ہی کتنے ہوئے ہیں جو میں کچھ کروں گا۔" وہ لڑکا فوراً" منہ پر سے رومال ہٹا کر تنک کر بولا۔

تبھی دیگر لوگوں نے اس کے موبائل کے ٹکڑے اس کے سامنے ڈھیر کردیے۔

"تمہارا موبائل تو بڑا قیمتی تھا تمہیں شکایت تو کرنی چاہیے۔"

ایک لڑکی کے مشورے پر وہ الجھن میں پڑ گیا خرم کا کہا جملہ اس کی سماعتوں میں گونجنے لگا۔

"اگر دوبارہ ایسی حرکت کی تو اس موبائل کی جگہ تمہارا سر ہوگا۔" خرم کی کہی بات یاد آتے ہی وہ فوراً" گھبرا کر بولا۔

"نہ — نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تو غنڈے لوگ ہیں مار پیٹ ان کے لیے عام بات ہے مجھے کسی سے دشمنی نہیں کرنی۔"

"لیکن اس طرح ڈر کر بیٹھ جانا بھی تو مناسب نہیں۔" نمل بے اختیار بولی۔

رومیلہ اور سنبل نے ایک ساتھ اسے گھور کر دیکھا اور گھورتی چلی گئیں جبکہ ایک اور لڑکی فوراً" بولی۔

"شکایت کرنے سے بھی کیا ہوگا۔ تم نے کی تو تھی پرنسپل صاحب نے آفس میں بلا کر تھوڑا سا ڈانٹ دیا اور بس۔"

"ہاں اور کیا تم تو لڑکی تھیں اس لیے خرم نے چھوڑ بھی دیا یہ شکایت کرے گا تو وہ تو پھر آکر اس کی پٹائی کردے گا۔" لوگوں کے ملے جلے تبصرے جاری تھے۔

وہ تینوں کلاس سے باہر نکل آئیں اور نکلتے ہی رومیلہ اور سنبل شروع ہوگئیں۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں رومال لے کر فوراً" اس کے پاس جانے کی دیکھا نہیں کتنا برا لگا تھا خرم کو کیوں تم اسے دشمن بنانے پر تلی ہوئی ہو۔" رومیلہ کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کر ڈالے۔

"میرا تو اس وقت بولنے کا دل چاہ رہا تھا جب خرم نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا مگر —"

"کیا؟" نمل کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ سنبل اور رومیلہ چیخ پڑیں۔

"اور نہیں تو کیا۔ اس وقت اگر ساری کلاس کھڑی ہوجاتی تو خرم اور اس کے چند دوست اتنے سارے لوگوں کا کیا بگاڑ لیتے ایک تو اس وقت کوئی نہیں بولا میں بھی نہیں بول سکی۔

میں تو بس شاکڈ رہ گئی تھی اس لڑکے کا خون دیکھ کر —"

"اچھا ٹھیک ہے پتا ہے تمہارے دل میں ساری دکھی انسانیت کا دکھ موجود ہے اب اس موضوع کو ختم کردو۔" رومیلہ نے ڈپٹ کر کہا تو وہ تینوں واقعی تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوگئیں۔

فری پیریڈ تو ان کا تقریباً" ختم ہو ہی گیا تھا وہ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرکے واپس اپنی کلاس میں آگئیں۔

یونیورسٹی سے واپسی میں جب نمل نے رومیلہ کو اس کے گھر پر اتارا تو وہ گیٹ تک جاکر واپس پلٹ آئی۔

"اگر ماموں سے حسّام کے بارے میں کوئی بات ہو تو مجھے انفارم کردینا۔" نمل اس کی بات پر زیر لب مسکرانے لگی۔

"کیا ہوا؟" رومیلہ نے حیرت سے پوچھا۔

"کل سے تم مسلسل حسّام کے بارے میں سوچ رہی ہو اور مجھ پر اعتراض ہے کہ ساری انسانیت کا دکھ میرے ہی دل میں موجود ہے۔" نمل کے شوخی سے کہنے پر رومیلہ فوراً" بولی۔

"فرق ہے دونوں صورتوں میں' خرم نے اس لڑکے کے ساتھ یہ سلوک کسی وجہ سے ہی کیا ہوگا ضروری نہیں ہے کہ وہ کوئی دودھ کا دھلا ہو۔

جبکہ یہاں پولیس نے کسی شخص کو حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے ارے اگر وہ مجرم بھی ہے تو بھی اسے منظر پر لا کر جرم ثابت کریں سب کی نظروں سے پوشیدہ رکھ کر وہ اسے کیوں روپوش کر رہے ہیں؟" رومیلہ ایک تقریر کرنے کے انداز میں کہہ کر جلدی سے پلٹ گئی تاکہ نمل بحث کے لیے مزید کوئی نکتہ نہ اٹھا سکے۔

نمل نے اس کا بھاگنا سمجھتے ہوئے مسکرا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔

رومیلہ گھر کے اندر داخل تو ہو گئی تھی مگر اسے بخوبی علم تھا فون پر جب نمل سے بات ہو گی وہ ضرور یہ ذکر دوبارہ چھیڑ دے گی۔

وہ یہ سوچتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ ہی رہی تھی کہ بھابھی کے پکارنے پر رک گئی۔

"رومیلہ ذرا ادھر آنا۔" بھابھی لاؤنج میں فون کے پاس بیٹھی تھیں رومیلہ ان کے سامنے والے صوفے پر آ بیٹھی۔

"السلام علیکم بھابھی۔"

"وعلیکم السلام۔" انہوں نے جیسے کوئی اہم بات کرنے کے لیے جلدی سے جواب دیا اور بڑے انداز سے پوچھنے لگیں۔

"تم ابرار کے کاروباری دوستوں میں مرزا صاحب کو جانتی ہو۔"

"مرزا صاحب۔" رومیلہ کچھ نا سمجھنے والے انداز میں بولی تو بھابھی کے چہرے پر ذومعنی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"وہ تو تمہیں بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" رومیلہ کو ان کی بات سے زیادہ ان کا انداز عجیب لگا تھا۔

"مجھے ابرار بھائی کے کاروباری واقف کاروں کے متعلق کچھ نہیں پتا اور یہ مرزا صاحب کا نام تو میں پہلی بار سن رہی ہوں۔" رومیلہ نے بڑی تفصیل سے جواب دیا تو بھابھی کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"چلو مرزا صاحب کو نا سہی ان کے بیٹے گلفام کو تو جانتی ہو گی۔" ایک تو نام اتنا عجیب تھا اس پر بھابھی کا انداز اس سے بھی عجیب تھا۔

رومیلہ سمجھی تو نہیں مگر اس کے اندر خطرے کی گھنٹی ضرور بجنے لگی وہ جان بوجھ کر پوری سنجیدگی سے بولی۔

"نہیں، میں کسی گلفام کو بھی نہیں جانتی۔ لیکن لگتا ہے آپ انہیں بہت اچھی طرح جانتی ہیں۔" بھابھی اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنس دیں۔

"نہیں بھئی میں بھی تمہاری ہی طرح لاعلم ہوں میں نے تو یہ سوچ کر پوچھا تھا کہ تم سے کچھ جانکاری مل جائے گی۔ خیر اب صبر کرنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔" بھابھی مصنوعی ٹھنڈی آہ بھر کے دوسری جانب دیکھنے لگیں۔

رومیلہ انہیں دیکھتی رہ گئی وہ ان کی شرارت سمجھ رہی تھی بھابھی چاہتی تھیں وہ ان سے سوال کرے اور واقعی سوال تو اس کے اندر بے شمار سر اٹھا رہے تھے مگر ساتھ ہی اسے یہ بھی علم تھا بھابھی کچھ بتائیں گی نہیں یا اگر بتائیں گی بھی تو بہت چھیڑنے کے بعد۔

جب کہ کچھ کچھ اندازہ تو اسے ہو گیا تھا وہ کس موضوع پر بات کر رہی ہیں لہٰذا وہ ان پر اپنا تجسس ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

تبھی بے نیازی سے بولتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

"آج یونیورسٹی میں کچھ کھانے کا وقت ہی نہیں ملا میں کپڑے چینج کر کے آتی ہوں فوراً" کھانا کھاتے ہیں بڑی بھوک لگ رہی ہے۔" رومیلہ کی لاپروائی پر بھابھی حیرانی سے اسے دیکھنے لگیں۔

ان کے تاثرات دیکھ کر رومیلہ کو بڑا مزا آیا وہ اسے تنگ کرنا چاہ رہی تھیں جبکہ رومیلہ نے ان کی بات میں کوئی دلچسپی نہ لے کر ان کا سارا مزا کرکرا کر دیا تھا۔

وہ اطمینان سے کتابیں سمیٹ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی کچھ دیر تو بھابھی حیرانی سے اس کی پشت کو دیکھتی رہیں پھر ایک دم غصے سے کھڑی ہو گئیں۔

رومیلہ کپڑے بدل کر کھانا کھانے باہر نکلی تو وہ کہیں نظر ہی نہیں آئیں رومیلہ ان کے کمرے کے پاس پہنچی تو دروازہ بند دیکھ کر کچھ دیر تو کھڑی انتظار کرتی رہی پھر آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھٹکھٹانے کے ساتھ انہیں پکارا تو اندر سے ان کی آواز آئی۔

"میں کھانا کھا چکی ہوں میرے سر میں درد ہے آرام کرنے دو۔" رومیلہ کو ان کے انداز پر حیرت تو ہوئی تھی مگر وہ کہہ بھی کیا سکتی تھی محض اچھا کہہ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

وہ ان سے دوائی وغیرہ لینے پر اصرار نہیں کرتی تھی ایک دو بار اس نے شروع میں کوشش کی تو انہوں نے جھنجھلا کر کہہ دیا تھا۔

"تم پیچھے بہت لگتی ہو۔ میں کوئی بچی تھوڑی ہوں اپنا خیال خود رکھ سکتی ہوں۔"

دو تین بار ان کا یہ جواب سننے کے بعد اس نے ان کے معاملے میں بولنا بالکل چھوڑ دیا تھا اسے معلوم تھا انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ آجاتا تھا۔

مگر اس نے پروا بھی نہیں کی کیونکہ وہ فوراً" اتر بھی جاتا تھا۔

لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس وقت ان کا موڈ محض اتنی سی بات پر خراب ہو گیا ہے کہ رومیلہ نے ان کی بات میں کوئی دلچسپی نہیں لی اور انہیں نظرانداز کرتی چلی گئی۔

حالانکہ رومیلہ نے ایسا سوچا بھی نہیں تھا وہ تو صرف ان کے مذاق کا نشانہ بننے کی بجائے کترا کر نکل گئی تھی اور منتظر بھی تھی کہ وہ بعد میں اپنی بات کی وضاحت دیں گی مگر اب بھابھی نے اسے کچھ بھی بتانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا اور خود سے اسے پوچھنا ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

"اگر کوئی بات ہو گی تو پتا چل ہی جائے گی۔" کھانے کی میز پر اکیلے بیٹھے پانی' پیتے ہوئے اس نے خود کو تسلی دی۔

☼ ☼ ☼

شام کو جب عظمت خلیل گھر آئے تو رشیدہ نے ان کا موڈ نارمل دیکھ کر حشام کی بہن شمائلہ کا دیا لفافہ ان کی طرف بڑھا دیا تو انہوں نے بغیر کوئی سوال کیے اسے لے کر ایک طرف ڈال دیا۔

نمل کے ہاتھ میں وہ یہ لفافہ کل دیکھ ہی چکے تھے لہٰذا انہیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

نمل اس معاملے میں جس قدر جلدباز ہو رہی تھی اسے دیکھتے ہوئے رشیدہ کو عظمت خلیل کا اتنی لاپروائی برتنا محسوس تو ہوا مگر وہ کبھی بھی ان کے آگے نہیں بولی تھیں تو اب بھلا کیا کہتیں۔

ویسے بھی ان کے کہنے سے کون سا فرق پڑنے والا تھا عظمت خلیل اس کیس میں تبھی دلچسپی لیتے جب ان کی اپنی مرضی ہوتی رشیدہ کے کہنے پر ان کا متحرک ہونا تو ممکن نہیں تھا البتہ وہ بے زار ضرور ہو سکتے تھے۔

اگلے دن انہوں نے جب اپنے ٹرسٹ کا چکر لگانے گئے تو اپنے منیجر کو وہ لفافہ دے کر اس ماں بیٹی کی تفصیل

پوچھنے لگے۔

"سراتنے لوگ آتے جاتے ہیں۔ میرے ذہن میں نہیں آرہا یہ ماں بیٹی کون ہیں۔

لیکن آپ بے فکر رہیں آج شام تک میں سب معلوم کر دوں گا۔" اس نے صرف انہیں اطمینان نہیں دلایا تھا بلکہ واقعی ایسا کر دکھایا تھا۔

ان کے ادارے کی ہر جگہ اتنی واقفیت اور جان پہچان تھی کہ شام کو منیجر نے عظمت خلیل کو فون کر کے ساری معلومات دے دیں۔

"یہ لڑکا انسپکٹر قادر کی کسٹڈی میں ہے اس کی ماں، بہن اس پولیس چوکی میں جا بھی چکی ہیں مگر اس لڑکے نے انسپکٹر قادر کے کسی سوال پر کچھ زیادہ ہی سچائی سے جواب دے دیا تھا اس لیے انسپکٹر قادر اس پر بہت بھڑکا ہوا ہے۔

حشام کے ساتھ جن دوسرے لڑکوں کو پولیس نے ادھر ادھر سے پکڑا تھا ان کے بہت زیادہ معافی مانگنے اور گڑگڑانے پر انسپکٹر قادر نے انہیں تو کچھ لے دے کر چھوڑ دیا مگر اس لڑکے کی تو وہ بات بھی سننے کو تیار نہیں۔

تب سے لے جا کر ویسے ہی ڈالا ہوا ہے کوئی کارروائی کر رہا ہے نہ اس کے گھر والوں کو ہی کچھ بتاتا ہے۔

جب بھی اس کی ماں، بہن جاتی ہیں کہہ دیتا ہے ہمارے پاس اس نام کا کوئی شخص نہیں ہے دوسرے تھانے سے پتا کرو۔ سر مجھے تو لگتا ہے انسپکٹر قادر کسی بڑی واردات کے ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔

جیسے ہی وہ واقع ہو گی یہ حشام کا نام اس میں ڈال کر اس پر لمبا کیس بنا دے گا۔

کیونکہ دہشت گردی میں وہ حشام کو انوالو نہیں کر پا رہا اس کے خلاف کوئی ثبوت اور گواہ نہیں ہیں۔ اس کی ریپوٹیشن بہت اچھی ہے اور پھر دکانوں کی جس توڑ پھوڑ کے الزام میں انسپکٹر قادر نے اسے پکڑا تھا وہ بھی آسانی سے جھوٹا ثابت ہو سکتا ہے۔

کیونکہ جس وقت یہ سانحہ ہوا تھا حشام اس وقت کوچنگ میں ہوتا ہے۔ یہ بات اس کے گھر والے آسانی سے ثابت کر سکتے ہیں کہ مواقع واردات کے وقت وہ وہاں موجود ہی نہیں تھا۔" عظمت خلیل خاموشی سے ساری تفصیل سنتے رہے۔

ان کے ملازمین ان کے مزاج سے بخوبی واقف تھے انہیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی ان کا منیجر ان کی مطلوبہ باتیں خود ہی بتا رہا تھا تبھی ساری تفصیل ختم کرنے کے بعد وہ عظمت خلیل کے مطلب کی بات پر آتے ہوئے بولا۔

"سر اس کیس میں ہاتھ ڈالنے کا کوئی خاص فائدہ تو نہیں ہے کیونکہ ابھی تک اس لڑکے پر اتنا تشدد ہوا نہیں ہے کہ اسے رہائی دلوا کر کوئی داد و تحسین وصول کی جا سکے۔

ہاں بس ایک بات ہے یہ انسپکٹر قادر ہے بڑا بدماغ ایک بار ایک جلوس میں جب ہم ایئرپورٹ جا رہے تھے تو اس نے آپ کی گاڑی کو روک کر بلاوجہ کے سوال جواب کیے تھے اور آپ کا بڑا وقت برباد کیا تھا۔"

عظمت خلیل ایکدم کرسی پر سیدھے ہو بیٹھے۔

یہ بات زیادہ پرانی نہیں تھی انہیں فوراً ہی یاد آگیا تھا پچھلے سال ایئرپورٹ کے نزدیک ایک انسپکٹر نے ان کی گاڑی روک کر انہیں بہت پریشان کیا تھا۔

وہ تو جب انہوں نے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ایک بہت بڑے عہدے پر موجود اپنے دوست کو فون کیا تو ان کی جھاڑ پر انسپکٹر قادر نے عظمت خلیل کی جان چھوڑی تھی اور بڑے آرام سے یہ کہہ دیا تھا کہ اس نے انہیں پہچانا ہی نہیں۔

یا اگر اس وقت نہیں پہچانا تھا تو اب جان جانے کے بعد تو اس کے انداز سے شرمندگی ظاہر ہونی چاہیے تھی مگر

یہاں تو وہ بھی ندارت بڑی بڑے ہی لٹھ مار انداز میں اس نے اپنی صفائی دے کر ان کی گاڑی کو آگے جانے دیا تھا۔

عظمت خلیل خود بھی اس وقت بہت جلدی میں تھے چنانچہ اس دو کوڑی کے انسپکٹر کے رویے پر زیادہ غور نہ کر سکے اور بعد میں اپنی مصروف زندگی میں وہ اس بات کو بھول بھی گئے۔

لیکن اب یاد آنے پر انہیں اپنی وہ ذلت اتنی ہی شدت سے محسوس ہونے لگی جتنی اس وقت آٹھ ماہ پہلے انہوں نے محسوس کی تھی۔

"سر پھر کیا خیال ہے آگے بات کی جائے اس لڑکے کو چھڑانے کی۔" منیجر صاحب نے عظمت خلیل کو سوچوں میں غرق پا کر پوچھا۔

"آں...... میں اگر اوپر کسی سے بات کروں گا تو انسپکٹر قادر کو تھوڑی بہت ڈانٹ پڑے گی اور وہ اسے فوراً" چھوڑ دے گا۔" عظمت خلیل کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

"جی بالکل سر آپ کے کہنے پر تو وہ فوراً" اسے آزاد کر ہی دے گا۔" منیجر صاحب فوراً" سے بھی بیشتر بولے۔

"تو پھر ایسا کرو۔ اس معاملے میں فی الحال ہاتھ مت ڈالو۔ کچھ دن اس لڑکے کو انسپکٹر قادر کی حراست میں رہنے دو۔ دیکھو وہ اس پر کون سا جرم عائد کرتا ہے۔" عظمت خلیل کا ذہن بہت دور کہیں سوچ رہا تھا۔

"لیکن سر......" منیجر صاحب کچھ ہچکچا گئے۔

"سر اگر اس لڑکے پر کوئی خطرناک کیس بن گیا تو خواہ مخواہ میں اسے بے گناہ ثابت کرنے میں ہمیں زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔

وہ انسپکٹر قادر تو بالکل جلاد ہے آج کل وہ سیاسی جلسوں کی نگرانی میں اتنا مصروف ہے کہ اس لڑکے پر زیادہ دھیان نہیں دے سکا ورنہ اپنے سامنے بولنے والے کو وہ اب تک سبق سکھا چکا ہوتا۔"

"سبق سکھانا صرف اسے ہی نہیں آتا ہمیں بھی آتا ہے ہمارے سامنے بولنے والے کو بھی ہم آسانی سے معاف نہیں کرتے یہ تو اس انسپکٹر کی قسمت اچھی تھی جو ہم اتنے دنوں سے اس واقعہ کو بھولے ہوئے تھے۔

لیکن اب یاد آ ہی گیا ہے تو سود سمیت حساب چکتا کر دیتے ہیں۔" عظمت خلیل ایسے بولے جیسے لوہے چبا رہے ہوں۔

"جی سر۔" منیجر صاحب فوراً" ہی ان کا مدعا سمجھ گئے۔

"وہ لڑکی اور اس کی ماں اگر آئی تو انہیں کہہ دینا عظمت صاحب پتا کر رہے ہیں مگر پولیس والوں نے ان کے بھائی کو ایسا روپوش کر دیا ہے کہ کوئی سراغ نہیں مل رہا۔

دو تین دن اس طرح کہہ کر انہیں ٹال دو۔ ان دو تین دنوں میں انسپکٹر قادر اسے کسی نہ کسی جرم میں ملوث ثابت کر ہی دے گا۔

جب وہ ایسا کرے گا تب ہم بیچ میں آئیں گے اور یہ ثابت کر دیں گے کہ پولیس کا یہ رکھوالا پولیس کی وردی کا کس قدر ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔

اس بیچ اگر انسپکٹر قادر 'حشام پر تشدد کر کے اسے اقبال جرم کرنے کے لیے مجبور کرتا ہے تو اور بھی اچھی بات ہے ہم اس تھرڈ ڈگری ٹارچر کو اتنا ہائی لائٹ کریں گے کہ انسپکٹر قادر کی وردی ہی اتر جائے۔

لیکن ایک بات کا خیال رہے حشام اور انسپکٹر قادر کے بیچ کھلم کھلا صفائی نہیں ہونی چاہیے۔" عظمت خلیل بات کرتے کرتے ایک دم رک گئے۔

ان کی نظروں کے سامنے پوری فلم چلنے لگی تھی۔

وہ چاروں طرف سے پریس کے صحافیوں میں گھرے ہیں نیوز چینلز والے مائیک لیے ان کے تاثرات جاننے کو بے چین ہیں۔

اور وہ بیچ میں کھڑے پولیس کی بے حسی اور عوام کی بے بسی پر ایک درد بھری تقریر کر رہے ہیں۔

لیکن اچانک اس خیال نے ان کے سارے تصویری خاکے کو چٹکی میں اڑا دیا کہ انسپکٹر قادر 'حشام کو اس کے رونے گڑگڑانے پر ڈرا دھمکا کر چھوڑ دیں۔

"ارے نہیں سر آپ بے فکر رہیں انسپکٹر قادر وہ شخص ہے ہی نہیں جسے کسی پر ترس آ جائے۔

پھر اس کی پولیس چوکی میں ایک دو حوالدار ایسے ہیں جن کے ذریعے ہم حشام پر حسب خواہش کیس بنوالیں گے اور ان حوالداروں کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔" منیجر صاحب کی بات پر عظمت خلیل ایک دم ہلکے پھلکے ہو گئے۔

ان کے چند ملازمین ایسے تھے جن پر کام چھوڑ کر عظمت خلیل بالکل مطمئن ہو جاتے تھے پھر انہیں یہ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی تھی کہ یہ کام کیسے ہو گا کام ان کے سپرد کر کے وہ صرف نتائج کا انتظار کیا کرتے تھے اور نتائج بھی ایسے جو ان کی توقع سے بڑھ کر ہوتے تھے۔

لہٰذا انہیں یقین تھا منیجر صاحب حشام کو ایسے کیس میں پھنسائیں گے کہ انسپکٹر قادر بھی اس کی لپیٹ میں آ جائے۔

بعد میں وہ حشام کو بچا ہی لیں گے اور اگر نہیں بھی بچا سکے تو بھی کیس کو اتنا گھما ضرور دیں گے کہ انسپکٹر قادر کسی صورت نہ بچ سکے۔

باقی رہا حشام تو ایسے لڑکے تو ان کی شہرت اور جان کا صدقہ ہوتے ہیں۔

☼ ☼ ☼

زوبیہ کے کالج سے ٹیکسی کر کے عائشہ اختر گھر تو آ گئیں مگر ان پر بدستور ایک سکتہ سا طاری تھا۔

جو کچھ اس لڑکی نے انہیں کالج کے گیٹ پر بتایا تھا اسے سن کر عائشہ اختر کا وجود سناٹوں میں چلا گیا تھا۔

ان کی بیٹی کی ذہنی حالت کے متعلق سارا کالج جان گیا تھا اب اس بات کو پھیلنے سے وہ کیسے روکیں گی اب تو یہ چاروں طرف گردش کرتی رہے گی۔

وہ پتھرائے ہوئے انداز میں گھر آ کر صوفے پر ٹک گئی تھیں۔ تھوڑا وقت گزرنے کے ساتھ جب ان کا شاک کم ہونا شروع ہوا تو انہیں ایک بار پھر یہ فکر ستانے لگی کہ آخر زوبیہ گئی کہاں ہے۔

ایک کے بعد ایک بد سے بدتر خیال ان کے دل میں آ رہا تھا وہ ایک دم بے چین ہو کر کھڑی ہو گئیں اور سیدھا زوبیہ کے کمرے میں آ گئیں۔

سب سے پہلے انہوں نے اس کی الماری کھول کر اس کی تلاشی لینی شروع کی۔

اس کے تمام کپڑے بڑے قاعدے سے ہینگر میں ٹنگے ہوئے تھے تقریباً" اس کے سارے ہی جوڑے عائشہ اختر ہی خرید کر لائی تھیں وہ تو شاپنگ تک اپنی پسند سے نہیں کرتی تھی پھر ایسی کون سی جگہ تھی جہاں وہ اتنی باقاعدگی سے جا رہی تھی۔

الماری کھنگالنے کے بعد انہوں نے سائیڈ ٹیبل کی درازیں کھولنی شروع کر دیں مگر کہیں کوئی ایسی چیز نہیں مل رہی تھی جو اس کے معمولات کا پتا دے سکتی۔

ان کے نزدیک تو ان کی بیٹی کا کردار شیشے کی طرح شفاف تھا انہیں کبھی اس پر روایتی ماؤں کی طرح نظر رکھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی بلکہ اس کی حد سے زیادہ سادگی انہیں کوفت میں مبتلا کرتی تھی۔

وہ تو چاہتی تھیں وہ اپنے سرکل کی لڑکیوں کی طرح نئے کپڑے بنانے کے لیے ان سے ضد کرے، بلال اختر سے پاکٹ منی بڑھوانے پر ان سے سفارش کرائے، باہر گھومنے جانے کے پروگرام بنائے اور پورے نہ کرنے پر ناراض ہو جائے۔

مگر زوبیہ نے تو کبھی کچھ کہا ہی نہیں تھا کبھی کچھ مانگا ہی نہیں تھا ایسے میں اب وہ جو کچھ بھی کر رہی تھی وہ عائشہ اختر کے لیے ناقابل یقین تھا۔

وہ ہمیشہ سنتی آئی تھیں کہ گھر سے باہر ماحول بہت خراب ہے مگر زوبیہ کی طرف سے انہیں کبھی آج کل کی ماؤں والی فکریں لاحق نہیں رہیں۔

اسی لیے انہوں نے کبھی اس کے کمرے میں گھس کر اس کی چیزوں کو نہیں چھیڑا تھا مگر اس کی الماری اور سائیڈ ٹیبلز کے بعد جب وہ اس کی رائیٹنگ ٹیبل کی طرف بڑھیں تو ان کے تیزی سے حرکت کرتے ہاتھوں کی جان نکلنے لگی۔

اوپر کے دو درازوں میں تو اس کی کتابیں وغیرہ رکھی تھیں مگر سب سے نیچے والی دراز میں مختلف ڈرائنگ پڑی تھیں۔

کچھ پنسل سے بنائے اسکیچز تھے۔

کچھ انک پین سے بنے ہوئے تھے۔

جیسے رجسٹر کے پیپر پر لکھتے لکھتے اچانک انسان کا ذہن کوئی تصویر بنانا شروع کر دے تو کوئی چہرہ کہیں اور کوئی منظر کہیں نقش ہوتا چلا جاتا ہے۔

بالکل ایسے ہی انداز میں لائینوں والے صفحوں پر مصوری کی گئی تھی۔

انہیں یاد تھا بچپن میں زوبیہ کی ڈرائنگ بہت اچھی ہوا کرتی تھی مگر چوتھی، پانچویں جماعت میں آنے تک اس نے یہ کام چھوڑ دیا تھا پتا نہیں اس کا شوق ختم ہو گیا تھا یا کیا وجہ تھی۔

عائشہ اختر نے کبھی غور ہی نہیں کیا تو جاننے کی کوشش کیا کرتیں۔

لیکن اب زوبیہ کی ڈرائنگ دیکھ کر انہیں لگ رہا تھا کہ وہ یہ کام اکثر کرتی رہتی ہے بس فرق صرف اتنا تھا کہ اس نے اپنے یہ ہنر دکھانے چھوڑ دیے تھے۔

کیونکہ وہ دکھانے کے قابل تھے بھی نہیں۔

عائشہ اختر پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان اسکیچز کو دیکھ رہی تھیں۔

ہر منظر پر تشدد اور ظلم نمایاں تھا۔

ایک لڑکی کے سر سے خون نکل رہا تھا۔

ایک تصویر میں ایک لڑکا خون میں لت پت پڑا تھا۔

ایک بہت ہی بھیانک سا چہرہ تو تقریباً" ہر صفحہ پر موجود تھا۔

اس کے علاوہ وحشی انداز میں اپنے بالوں کو نوچتی ہوئی کوئی لڑکی تھی۔

عائشہ اختر کاغذ کے پلندے کو کانپتے ہاتھوں سے دیکھ رہی تھیں کچھ صفحے پھٹے ہوئے تھے۔

جیسے اپنی کاپی میں کچھ لکھتے ہوئے اس نے یہ تصویر بنائی تو اتنا صفحہ پھاڑ کر چھپا دیا تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے۔

عائشہ اختر اس کی مصوری سے اس کی ذہنی حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے دہل گئی تھیں۔

ایک کاغذ پر کوئی ایک قبر کھود رہا تھا اور قبر کے پاس کوئی لاش پڑی تھی۔

کوئی شخص کسی زخمی کو کندھے پر ڈالے بھاگ رہا تھا سب سے زیادہ بری حالت عائشہ اختر کی تب ہوئی تھی جب

ایک ساتھ کئی صفحوں پر انہیں ایک ہی منظر دیکھنے کو ملا۔

ان کے محاورتاً" نہیں حقیقتاً" رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

ان کی بھولی بھالی نظر آنے والی بیٹی کی سوچ اتنی پر تشدد اور ظلم پر مبنی کیوں ہے آخر اتنی ذہنی پراگندگی کی وجہ کیا تھی۔

کیسے بنائی تھیں اس نے یہ تصویریں، عائشہ اختر کو تو یہ تصویریں ڈاکٹر شکیلہ کو دکھانے کے خیال سے ہی پسینہ آ گیا تھا۔

کس قسم کی فلمیں دیکھ رہی تھی وہ۔

کون سے لوگوں کے درمیان اس کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔

عائشہ اختر آخر کی ان تصویروں کو دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو گئی تھیں۔ ان کا دل چاہا وہ ابھی لے جا کر سارے کاغذوں کو چولہے میں جھونک دیں۔

لیکن وہ اس بارے میں زوبیہ سے براہ راست بات کرنا چاہتی تھیں انہوں نے ڈاکٹر شکیلہ تک کو یہ ڈرائنگ نہ دکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں بھی انہیں نہیں لے جا سکتی تھیں اگر کہیں غلطی سے بھی بلال اختر کی نظر پڑ جاتی تو کیا ہو گا وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

وہ سارے کاغذات واپس اسی دراز میں رکھ کر نیچے آ گئیں۔

زوبیہ کے گھر آنے کا انہوں نے اتنی شدت سے کبھی انتظار نہیں کیا تھا جتنی بے چینی سے آج کر رہی تھیں۔

صبح سے دوپہر کرنا ان کے لیے ایک عذاب ہو گیا تھا۔

ملازمہ ان سے کھانے کا پوچھنے آئی تو اسے بھی انہوں "جو چاہے پکا لو" کہہ کر ٹال دیا۔

ان کا کسی سے بات کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا آخر خدا خدا کر کے زوبیہ کے گھر آنے کا وقت نزدیک آ گیا۔

وہ صبح کی طرح اب کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھیں وہ گھر کا گیٹ کھول کر باہر آ کھڑی ہوئیں۔

حالانکہ ایک پل کو انہیں یہ خیال بھی آیا تھا کہ اگر زوبیہ کسی کی گاڑی میں ہوگی تو دور سے انہیں کھڑا دیکھ کر وہ شخص گاڑی واپس بھی موڑ سکتا تھا مگر وہ اتنی پریشان تھیں کہ ان سے گھر میں بیٹھا نہیں جا رہا تھا وہ گیٹ پر ہی ٹہل رہی تھیں۔

زوبیہ کا معمول کے مطابق گھر آنے کا وقت ہو گیا تھا مگر اس کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

عائشہ اختر کی پریشانی دوچند ہو رہی تھی انہیں اپنے ہاتھ پاؤں پھولتے محسوس ہو رہے تھے دل میں ایسے ایسے وہم اٹھ رہے تھے کہ ان سے مزید صبر نہ ہوا اور وہ گھر کے اندر داخل ہو گئیں۔

اپنے کمرے تک پہنچ کر انہوں نے بلال اختر کو فون کرنے کے لیے موبائل اٹھایا ہی تھا کہ دروازے کی گھنٹی پر وہ موبائل بستر پر پھینکتی دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔

اس سے پہلے کہ وہ گیٹ تک پہنچتیں ملازم نے گیٹ کھول دیا۔

زوبیہ کالج کا بیگ کندھے پر لٹکائے معمول کے مطابق چلی آ رہی تھی۔

"کہاں سے آ رہی ہو۔" وہ ایک دم اس کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ ان کے لہجے میں اتنی سختی تھی کہ زوبیہ سہم گئی۔

وہ سرونٹ کوارٹر کی چھت سے اتر کر جلدی جلدی گیٹ تک دوڑتی ہوئی گئی تھی روز گیٹ تک کا یہ فاصلہ وہ (جو وہ محض دو منٹ میں طے کر لیا کرتی تھی) بڑے خوف کے ساتھ طے کیا کرتی تھی۔

کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔ کا خیال اس کے اعصاب پر چھٹا ہوتا تھا۔

مگر آج گیٹ پر پہنچ کر جب اسے گیٹ کھلا نظر آیا تو وہ چونک اٹھی۔

عائشہ اختر روڈ کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی سے ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھیں۔

آج صبح بھی ان کا رویہ اتنا عجیب تھا کہ اب انہیں اس طرح کسی کا انتظار کرتا دیکھ کر اس کا ماتھا فوراً ٹھنکا تھا۔

وہ اب باہر بھی نہیں نکل سکتی تھی اور اندر بھی نہیں جا سکتی تھی اور سب سے بڑھ کر یہاں کھڑی بھی نہیں رہ سکتی تھی لہٰذا وہ وہیں پیڑوں کی خوب صورت باڑ کے پیچھے چھپ گئی اور عائشہ اختر کے وہاں سے ہٹنے کا انتظار کرنے لگی۔

وہ جیسے ہی اندر گئیں زوبیہ دوڑتی ہوئی گیٹ کھول کر باہر نکلی اور بیل بجادی۔

مگر اب عائشہ اختر کا ہر انداز چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا انہیں اس کے ڈرامے کا علم ہو گیا ہے۔

وہ جانتی تھی جب انہیں یہ بات پتا چلے گی تو انہیں بہت غصہ آئے گا لیکن ان کی آنکھوں میں اتنے شک و شبہات ناچ رہے ہوں گے یہ تو اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے۔ جواب دو۔" انہوں نے سختی سے اس کا بازو دبوچ لیا "مجھے پتا ہے تم کالج نہیں جا رہیں تو پھر کہاں جاتی ہو۔" ان کی مخروطی انگلیوں کے لمبے ناخن اس کے گوشت میں پیوست ہو گئے تھے کرب کا احساس اس کے چہرے سے صاف عیاں تھا مگر عائشہ اختر کی گرفت ذرا بھی ڈھیلی نہیں پڑی۔ ان کا انداز اسے خوفزدہ کر رہا تھا اور اسی خوف نے اس کی آواز بند کر دی تھی۔

جبکہ اس کی خاموشی ان کے اشتعال کو اور ہوا دے رہی تھی کل رات سے وہ جس ذہنی اذیت سے گزر رہی تھیں وہ ان کی ممتا کو نگل گیا تھا تبھی اس کی آنکھ میں آنسو چمکتے دیکھ کر بھی ان کے لہجے میں ذرا سی بھی نرمی نہیں در آئی بلکہ وہ اس کا بازو کھینچتی ہوئی اسے اس کے کمرے میں لے آئیں اور اسے بیڈ پر دھکیل کر انہوں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور اس کی رائیٹنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئیں۔

زوبیہ دم بخود ان کے جارحانہ انداز کو دیکھ رہی تھی پہلی بار اسے اپنی ماں سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

انہوں نے سب سے نچلی دراز سے کاغذوں کا وہی پلندہ نکالا اور زوبیہ کے بستر پر اچھال دیا۔

زوبیہ حیرانی سے اپنے اردگرد بکھرے کاغذوں کو اور کبھی غصے سے بھری اپنی ماں کو دیکھنے لگی جن کی زبان رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"کیا ہے یہ۔۔۔ کیا بنایا ہے تم نے۔۔۔ کہاں سے آئی ہے تمہارے ذہن میں اتنی گندگی۔ آخر کہاں کمی رہ گئی میری تربیت میں۔۔۔ کہاں کوتاہی ہوئی ہے مجھ سے۔" عائشہ اختر ایک ایک تصویر اٹھا کر اس کے سامنے کر رہی تھیں۔

زوبیہ اپنی جگہ سن ہو گئی تھی جبکہ عائشہ اختر پر اگر ایک طرف جنون سوار تھا تو دوسری طرف ان کی آنکھیں ایک تواتر سے بہہ رہی تھیں۔

اور آخر سارے کاغذات اس کے سامنے بکھیر کر وہ خود بھی بکھر کر کارپٹ پر بیٹھ گئیں اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

زوبیہ کتنی ہی دیر سکتے کے عالم میں بیٹھی رہی آخر اپنی ماں کی آنکھ سے گرتے آنسو نے اسے اتنی ہمت دی کہ وہ کانپتی آواز میں دھیرے دھیرے بولی۔

"یہ۔۔۔ یہ میں نے۔۔۔ نہیں بنائیں۔۔۔ یہ شائستہ خالہ نے بنائی ہیں۔" عائشہ اختر کے انداز میں کوئی فرق نہ آیا تو زوبیہ دل کڑا کرتی آہستگی سے بستر سے اتر کر نیچے ان کے پاس کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

"مما۔۔۔ مما میرا یقین کریں۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ شائستہ خالہ نے بنائی ہیں۔" عائشہ اختر اس کے سہمے سہمے انداز پر آنسو بھری آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگیں تو وہ پلٹ کر بستر پر سے کاغذات اکٹھے کر کے ان کی طرف پلٹتے ہوئے بولی۔

"یہ شائستہ خالہ ہیں۔" زوبیہ نے اسی چہرے کو ان کے آگے کر دیا جو بہت بھیانک تھا اور جا بجا مختلف کاغذات پر بنا ہوا تھا۔

پھر وہ اس ڈھیر میں سے وہ کاغذات نکالنے لگی جسے دیکھ کر عائشہ اختر کا خون رگوں میں منجمد ہو گیا تھا۔

"اور۔۔۔ اور یہ بھی شائستہ خالہ ہیں اور یہ وہ لڑکے ہیں جن کی وجہ سے شائستہ خالہ کی ڈیتھ ہوئی تھی۔" عائشہ اختر رونا دھونا بھول کر یک ٹک اسے دیکھ رہی تھیں۔

ان تصویروں میں ایک لڑکی کی مظلومیت تو انہیں صاف نظر آ رہی تھی اور وہ وحشی سے لڑکے پوری کہانی کا پتا دے رہے تھے۔

عائشہ اختر اس کی پوری بات سننا چاہتی تھیں اس لیے چپ چاپ اسے دیکھتی رہیں اور زوبیہ کو لگا وہ اس پر یقین کر رہی ہیں تبھی اس کا اعتماد بحال ہونے لگا اور وہ پہلے سے بہتر لہجے میں کہنے لگی۔

"آپ کہتی ہیں نا شائستہ خالہ جب مجھ سے بات نہیں کرتیں تو مجھے کیسے پتا ان کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ وہ بات نہیں کرتیں لیکن کچھ طریقے ایسے ہیں جن سے ان کی بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ہاں لیکن میں یہ پتا کرنا چاہتی ہوں کہ جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے وہ کتنا صحیح ہے کہیں مجھ سے سمجھنے میں کچھ غلطی تو نہیں ہو رہی۔ اب دیکھیں نا یہ کتنی سارے اسکیچز ہیں ہر خاکے میں موجود شکل کس قدر غیر واضح ہے ایک خاکے میں موجود شخص کو دوسرے منظر میں پہچاننا ناممکن ہے۔ بس میں خود ہی اندازہ لگا لیتی ہوں کہ یہ ایک ہی شخص کی دو تصویریں ہیں جیسے یہ جو قبر میں لاش دفنا رہے ہیں یہ ان ہی لڑکوں نے کھودی ہے جنہوں نے شائستہ خالہ پر ظلم کیا تھا اور یہ جو لاش پڑی ہے یہ بھی شائستہ خالہ کی ہے۔"

عائشہ اختر کے آنسو تک خشک ہو گئے تھے وہ ــــ پتھرائی ہوئی نظروں سے زوبیہ کو دیکھ رہی تھیں جو ایک تسلسل سے بول رہی تھی۔

"باقی یہ کتنی ساری تصویریں ہیں یہ کون ہیں ان کا آپس میں کیا تعلق ہے مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تم پچھلے چار پانچ دن سے کالج نہیں جا رہیں نا۔" عائشہ اختر نے اچانک سوال پوچھا تو وہ چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگی اس کے چہرے پر خفت پھیلتی دیکھ کر عائشہ اختر نے نرمی سے کہنے کی کوشش کی۔

"میں جانتی ہوں نطاشہ نے تمہیں بہت پریشان کیا ہے اس لیے تم کالج نہیں جانا چاہتیں۔ لیکن تم جاتی کہاں ہو اتنے گھنٹے کے لیے۔" آخری جملہ کہتے وقت عائشہ اختر کی زبان لڑکھڑانے لگی یہی ڈر تو انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا وہ اس خوف کو ختم کر دینا چاہتی تھیں۔

"میں پیچھے سرونٹ کوارٹر کی چھت پر جا کر بیٹھ جاتی ہوں۔" زوبیہ نے سر جھکاتے ہوئے شرمندگی سے کہا۔

عائشہ اختر ایک دم ہونق رہ گئیں وہ جانتی تھیں زوبیہ جھوٹ نہیں بول رہی صبح جس طرح وہ اچانک غائب ہوئی وہ روپوشی بھی یہی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ صرف گیٹ کا لاک کھول کر گھر کے پچھلے حصے کی طرف بڑھ گئی ہو گی تبھی عائشہ اختر کے بالکونی میں جانے تک وہ نظروں سے اوجھل بھی ہو گئی۔

زوبیہ کا یہ جواب سن کر جہاں ان کے دل میں ڈھیروں اطمینان اترا تھا وہیں کچھ یادیں ان کے دل کو کچوکے

لگانے لگی تھیں۔
مگر انہیں فوراً ہی حال میں واپس آنا پڑا کیونکہ زوبیہ مزید کہہ رہی تھی۔
"میں نے آپ کو بہت پریشان کیا ہے مما لیکن میں خود بہت پریشان ہوں۔
میں اس کلاس میں نہیں جاسکتی وہاں کی لڑکیاں مجھے پاگل سمجھتی ہیں وہاں وہ سب یہی سمجھتی ہیں کہ رخسار کو میں نے زخمی کیا ہے جیسے مجھے دورے پڑتے ہوں۔" عائشہ اختر کا دل پھٹنے لگا تھا زوبیہ کے روہانسے لہجے پر وہ آبدیدہ ہو کر اسے بے اختیار گلے لگانے والی تھیں کہ زوبیہ کے منہ سے نکلے جملے پر وہ اپنی جگہ سناٹے میں رہ گئیں۔
"نطاشہ تو خیر مر گئی ہے وہ تو اب کبھی کالج نہیں آئے گی مگر باقی سب لڑکیوں کا سامنا تو مجھے کرنا ہی پڑے گا نا میں ان سے کیسے جان چھڑاؤں.....؟"

☼ ☼ ☼

پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ کسی کو سبق سکھانے کے باوجود خرم کے اندر کی آگ بجھنے کی بجائے مزید بھڑک اٹھی تھی۔

رہ رہ کر اسے غصہ آرہا تھا جو خرم کے ہٹتے ہی اس کے لیے رومال لیے پہنچ گئی تھی۔
لیکن پہلی بار وہ اپنا غصہ نکالنے کی بجائے پینے کی کوشش کر رہا تھا۔
اصل میں جب اس نے نیٹ پر وہ مووی دیکھی تھی تو وہ بری طرح طیش میں آگیا تھا اس شخص کو مزا چکھانے کے لیے اس نے ساری معلومات تو نکلوالیں یہ سب کون کر سکتا ہے۔
مگر تب سے اس کے دوست اسے مسلسل تمل کے نام سے چھیڑ رہے تھے۔
"یار بات کیا ہے۔ اگر کسی نے مووی بنا کر نیٹ پر ڈال بھی دی تو تمہیں کیا پریشانی ہو رہی ہے۔" ہارون ان سب میں واحد تھا جو صرف اسے چھیڑ نہیں رہا تھا بلکہ جسے واقعی اس کے اوور ری ایکٹ کرنے پر حیرت ہو رہی تھی جبکہ باقی سب اس کی وجہ تمل کو قرار دے رہے تھے خصوصاً وکی اس کام میں سب سے آگے آگے تھا۔
"یار سمجھا کرو ہارون۔ جب دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا جاتا ہے تو انسان ایسے ہی بلبلا اٹھتا ہے۔" وکی کی باچھیں کھل کر کانوں تک پہنچ گئی تھیں۔
"دکھتی رگ۔" حمید جو ہمیشہ سے اس کا چمچہ تھا سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی انجان بن کر پوچھنے لگا۔
"ہاں دیکھو نا..... خرم کو ہمیشہ فیس بک میں انجان لوگوں کی تصویریں ڈالنا اور دیکھنا سخت ناگوار گزرتا تھا اور ایسے میں کسی نے تمل کی مووی اس میں ڈال دی اور پھر اس پر کمنٹس بھی لکھ دیے۔
اب سمجھا کرو نا آخر عقلمند کے سمجھنے کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے اور یہاں تو کئی اشارے ہو گئے ہیں۔" خرم رجسٹر سے طالب علموں کی حاضری چھانٹ رہا تھا جب وکی آنکھیں نچا نچا کر بولا۔
مگر خرم بھی ڈھیٹ بنا سنی ان سنی کرتا رہا البتہ اس کے چہرے پر تناؤ محسوس کیا جا سکتا تھا جس کی انہیں قطعی پروا نہیں تھی۔
"عقلمند! ارے یہاں کون عقلمند ہے جو اشارے سمجھ سکے۔ صاف صاف بتاؤ نا۔" حمید خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

"اب اس سے زیادہ صاف اور کیا بتاؤں۔" وکی نے خرم کی طرف جھکتے ہوئے اپنے مخصوص چھچھورے انداز میں کہا۔
"ویسے یار سچ تو یہ ہے کہ تجھے اس شخص کا شکر گزار ہونا چاہیے اگر اس نے وہ مووی نہ ڈالی ہوتی تو تمہارا اور

تمل کا نام ساتھ کیسے آتا۔" خرم ایک دم اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تو وکی کو فوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔
"تمل اور خرم کا نام کہاں سے ساتھ آگیا۔" بھولپن تو حمید پر آج ختم ہو گیا تھا۔
"کیوں تم نے وہ تبصرہ نہیں پڑھا جس میں کسی نے تمل کو بھی اس سازش میں خرم کے ساتھ شریک قرار دیا ہے۔" وکی کی بات پر ہارون اور نادر تک اپنی مسکراہٹ نہ روک سکے۔
"بہت ہو گئی بکواس۔ اب بس کرو۔" اتنی دیر میں خرم پہلی بار سنجیدگی سے بولا پھر چبا کر کہنے لگا۔
"یہ سب میں کسی اور کے لیے نہیں اپنے لیے کر رہا ہوں۔"
"اوہ....." وکی نے اوہ کو حتی الامکان کھینچا۔
"ایک تو پہلے ہی یہ مذاق میرے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہے اب کل کو سب سمجھیں گے یہ مووی بھی میں نے بنائی ہے۔" خرم کے لہجے کی سنجیدگی پر ہارون تو فوراً "قائل" ہو گیا اور سر ہلاتے ہوئے بولا۔
"ہاں یہ بات تو خرم کی بالکل بجا ہے۔"
مگر وکی کہاں آسانی سے پیچھا چھوڑنے والا تھا اس نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔
"اوہ تو خرم حسن نے بھی لوگوں کے سوچنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ حالانکہ ایسے ہر موقع پر پہلے تو بڑی بے نیازی سے کہا جاتا تھا۔
"who's cares" وکی نے بالکل خرم کے ہی انداز میں کہا۔
ایک پل کو تو خرم کا دل چاہا اس کا منہ توڑ دے لیکن وہ غصہ کر کے وکی کو مزید خوش ہونے کا موقع نہیں دے سکتا تھا تبھی زبردستی مسکراتے ہوئے بولا۔
"میں ان میں سے نہیں ہوں جو لوگوں کی پروا کرتے ہیں۔ لیکن یہ تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ جب مجھ پر کسی بات کی دھن سوار ہو جائے تو میں اسے سر کر کے ہی چھوڑتا ہوں۔"

اور ابھی مجھے یہ دیکھنا ہے کہ یہ کام کس نے کیا ہے کہیں یہ سب کرنے والا یہ تو نہیں سوچ رہا کہ یہ الزام بھی مجھ پر ہی آئے گا۔

اگر ایسی بات ہے تو اس کا دماغ ٹھیک کرنا بہت ضروری ہے۔" اپنے طور پر تو خرم نے بات بنا دی تھی۔
مگر اسے خود بھی احساس تھا وہ اس معاملے میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کر رہا ہے۔ چنانچہ اب اس کی ہر ممکن کوشش تھی کہ نمل کی حرکت کو آیا گیا کر دے اور ان سب کے سامنے بھی اس بات پر اپنی ناگواری ظاہر نہ کرے۔

ورنہ ایک بار پھر ان سب کو اس کی جان کھانے کا موقع مل جاتا۔
یہاں تک کہ نادر نے بعد میں نمل کی حرکت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا بھی۔
"کلاس میں اتنے اسٹوڈنٹس موجود تھے مگر کسی کو اس لڑکے کے بہتے خون کی پروا نہیں تھی ایک بس وہ نمل کو ہی مدر ٹریسا بننے کا شوق ہو رہا تھا۔" نادر کی بات سن کر ایک پل کے لیے خرم نے بھی لب بھینچ لیے مگر اگلے ہی پل اس نے خود پر قابو پا لیا اور اگلے ہی پل اپنے انداز میں زبردستی کی شوخی بھرتے ہوئے بولا۔
"اصل میں کسی نے آج تک ایسا پنچ دیکھا ہی نہیں تھا جیسا اس لڑکے کو پڑا ہے۔ سب دیکھنے والے اسٹیچو بن گئے تھے۔ سچ پوچھو تو مارنے کے بعد مجھے بھی یہی لگا کہ یہ تو گیا۔
ویسے بھی بالکل اڈیٹ تھا میں نے پوچھا۔
وہ مووی تم نے ہی کمپیوٹر میں ڈالی ہے نا۔
اب جس انسان نے مووی نہیں بنائی ہو گی وہ سب سے پہلے یہ پوچھے گا کہ۔
کون سی مووی۔ کیسی مووی۔
لیکن وہ Antiquc piocc فوراً بولا۔ نہ۔۔۔ نہیں میں نے تو۔۔۔
میں نے تو اسے بولنے ہی نہیں دیا۔" خرم ایسے کہتا چلا گیا جیسے نمل کی حرکت کو اس نے نوٹ ہی نہ کیا ہو۔
اس کے اس طرح بات کرنے پر وہ سبھی وہاں موجود لوگوں کی غیر ہوتی حالت کا دل کھول کر مذاق اڑانے لگے اور یہ بھول ہی گئے کہ نادر نے کیا بات شروع کی تھی۔
مگر خرم کی سمجھ میں آ گیا تھا اور اب وہ نہیں بھول سکتا تھا کہ نمل کو اس نے غیر ضروری اہمیت دے کر خواہ مخواہ ہی سب کو اپنی کھنچائی کرنے کا ایک بہترین نکتہ دے دیا تھا۔
جبکہ اسے کسی کے ہاتھوں اپنی درگت بننا بالکل پسند نہیں تھا وہ بھی وکی اور حمید جیسے رائی کا پہاڑ بنانے اور بال کی کھال اتارنے والوں کے ہاتھوں تو بالکل بھی گوارہ نہیں تھا لہٰذا اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ نمل کے معاملے میں بالکل خاموش رہے گا اور ایسا کوئی موقع نہیں آنے دے گا جسے جواز بنا کر وکی وغیرہ اس کا مذاق اڑا سکیں۔
اصل میں وہ جس طرح خرم کے ساتھ پیش آئی تھی اسے دیکھ کر خرم کی ازلی ضدی فطرت کو جوش آ گیا تھا اور اس نے ٹھان لیا تھا کہ جب تک اس نمل خلیل کو اپنے کیے پر پچھتانے پر مجبور نہ کر دے اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔
مگر اس کے اپنے ہی دوستوں نے اس کی ضد کو ایک دوسرا رنگ دے دیا تو اس کی انا پر ایک اور تازیانہ پڑ گیا۔
وہ جو اپنے آگے کسی کو گھاس نہیں ڈالتا تھا بھلا کسی کے عشق میں مبتلا ہو سکتا ہے وہ بھی نمل خلیل جیسی لڑکی کے جو پتا نہیں خود کو کیا سمجھتی تھی (یہ خرم کی رائے تھی نمل کے بارے میں)

ایسی بات تو وہ مذاق میں بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا لیکن ایک بات اگر مذاق میں بھی بار بار کہی جائے تو وہ مذاق بھی مشہور ہو جاتا ہے۔
اگر وکی وغیرہ کی چھیڑ چھاڑ کسی اور کے کان تک پہنچ گئی تو خرم حسن کے نام سے وابستہ اسکینڈل تو راتوں رات زبان زد عام ہو جائے گا جو خرم کو کسی طور منظور نہیں تھا۔
لہٰذا اس نے اپنا غصہ اور ساری کھولن دبا کر نمل خلیل کی طرف سے بے نیازی اپنا لی کہ اس کی خاموشی دیکھ کر اس کے دوست خود ہی خاموش ہو جائیں گے۔
اپنے اس فیصلے پر وہ بہت اچھی طرح کاربند رہا تھا اس کی کوشش ہوتی تھی کہ نمل سے سامنا ہی نہ ہونے پائے اور اس کوشش کے لیے اسے زیادہ محنت بھی نہیں کرنی پڑتی تھی۔
نمل کون سا اس کے اردگرد چکر لگاتی تھی وہ تو خود بے نیاز تھی۔ چنانچہ بہت جلد اس کے درمیان موجود جنگ (جو کہ باقاعدہ شروع بھی نہیں ہوئی تھی) ختم ہو گئی وکی وغیرہ نے ایک دو بار حیرت کا اظہار بھی کیا۔
"کیا بات ہے یار تم نے نمل کا نمبر وغیرہ لینے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ فوراً" خاموش ہو گئے۔"
"مجھے کیا ضرورت ہے اس کا نمبر لینے کی اور بائی دی وے میں نے آج تک کتنی لڑکیوں کا نمبر لیا ہے۔ جو اس کا لوں گا ایسی کون سی خاص بات ہے اس میں۔"
خرم پر سکون نظر آنے کی کوشش کرنے کے باوجود تپ جاتا تو حمید لاپروائی سے کندھے اچکا دیتا۔
"ہمیں تو لگ رہا تھا کوئی کہانی شروع ہونے والی ہے۔"
"لگتا ہے نمل نے ان دونوں کو کوئی پیسے وغیرہ دیے ہیں کوئی کہانی شروع کرانے کے۔" خرم نے ہارون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تو ہارون اور نادر ہنس دیے جبکہ وکی بھنا کر بولا۔
"اب ہم اتنے بھی بھوکے ننگے نہیں کہ پیسے لے کر کسی کی سیٹنگ کرائیں۔" وہ جس طرح بولا تھا نادر اور ہارون کیا خرم کی بھی ہنسی نکل گئی جو جلتی پر تیل ثابت ہوئی اور وکی کو مزید سلگا گئی۔ تبھی وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

"ویسے بھی نمل ایسے کام کے پیسے دے گی بھی نہیں وہ ان لڑکیوں میں سے نہیں ہے جو تم سے دوستی کرنے کے لیے مری جاتی ہیں۔
بلکہ یہ تو وہ چیلی لڑکی ہے۔ جس نے تمہاری کمپلین آفس میں کر دی تھی اور تم اس کا کچھ بگاڑ بھی نہیں سکے۔"
وکی کی عادت تھی جب غصے میں ہوتا تو دوستی ووستی سب بھول جاتا۔
خود وہ چاہے جتنے بھی مذاق کر لے مگر خود اس سے مذاق برداشت نہیں ہوتا اسی لیے اس کا لہجہ حد درجہ ہتک آمیز ہو گیا تھا۔
خرم کی ہنسی تو کب کی غائب ہو چکی تھی وہ تو لب بھینچے وکی کو دیکھ رہا تھا۔
(باقی آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں ان شاء اللہ)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

نوسیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ نوسیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے — اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ نوسیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

نوسیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

۱۰

دسویں قسط

"اس نے میری کمپلین اس لیے کی تھی کیونکہ وہ مجھے جانتی نہیں تھی اور اسی لیے میں نے اسے معاف بھی کر دیا ورنہ اگر میں بدلہ لینا چاہتا تو دو منٹ میں اسے یونیورسٹی سے نکلوا سکتا تھا۔" خرم کچھ دیر سپاٹ نظروں سے وکی کو دیکھتا رہا پھر ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

اس کے لب و لہجے سے اس کے تپ جانے کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا اسی لیے وکی کا غصہ قدرے ٹھنڈا ہو گیا بلکہ وہ خرم کو مزید ستانے کے لیے اٹھلاتے ہوئے بولا۔

"تب ہی تو بڑے کہتے ہیں انگور کھٹے ہیں۔" اس سے پہلے کہ خرم کچھ کہتا حمید بول پڑا۔

"نہیں خیر یہ تو ہم بھی نہیں چاہیں گے کہ تم اسے یونیورسٹی سے نکلوا دو۔ اتنے خوبصورت چہرے تو نظروں کے سامنے ہی رہنے چاہئیں۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو حمید۔" خرم ایک دم جلال میں آگیا۔

"تو ہو کیا بات ہے یار خون بڑا جوش مار رہا ہے۔" وکی بھلا کیسے چپ رہ سکتا تھا۔

خرم جانتا تھا وکی کو اسے تپانے میں مزا آتا ہے جب تک وہ پرسکون ہوتا ہے وکی اسے غصہ دلانے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور جب اسے غصہ آجاتا ہے تب وہ اس کی حالت سے تفریح لیتا ہے۔

مگر اس وقت اسے حقیقتاً غصہ آگیا تھا وہ پرسکون ہونا تو در کنار پرسکون نظر آنے کی اداکاری بھی نہیں کر سکا۔

"ہاں تو اس نے بات ہی غلط کی ہے۔" خرم جرح کرنے والے انداز میں بولا تو ہارون اور نادر جو اب تک سنجیدگی سے بیٹھے تھے مسکرانے پر مجبور ہو گئے۔

وکی ان دونوں کو اپنا حمایتی دیکھ کر مزید پھیلتے ہوئے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"حالت دیکھ رہے ہو اس کی پھر جب میں یہ کہتا ہوں کہ دال میں کچھ کالا ہے تو یہ مانتا نہیں ہے۔" وکی کے آنکھیں نچانے پر خرم کا دل چاہا اٹھ کر چلا جائے مگر اس طرح میدان چھوڑ کر بھاگنا اس کی فطرت میں نہیں تھا۔

وہ جیب سے موبائل نکال کر خوامخواہ مصروف نظر آنے کی کوشش کرنے لگا تو حمید وکی کی طرف جھکتے ہوئے بظاہر رازدارانہ انداز میں بولا جبکہ اس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ سب سن سکتے تھے۔

"اصل میں دال میں کالا یہ اس لیے قبول نہیں کر رہا کہ یہاں اس کی دال گلنے والی نہیں ہے وہ جو کہتے ہیں نا یہ منہ اور مسور کی دال۔"

وکی کا بلند ہونے والا قہقہہ در و دیوار ہلا گیا تھا ہارون کی مسکراہٹ بھی کافی گہری ہو گئی تھی البتہ نادر نے اپنی ہنسی چھپانے کی کوشش میں کھانسنا شروع کر دیا تھا۔

خرم کے لیے مصروف نظر آنے کی اداکاری کرنا مشکل ہو گیا تو وہ زچ ہونے والے انداز میں ان دونوں سے مخاطب ہوا۔

"تم دونوں کا پرابلم کیا ہے یار۔ اگر تمہارے اوپر کا خانہ خالی ہے تو اس میں دوسروں کی کیا غلطی ہے دوسروں سے اپنی محرومی کا انتقام لینا کہاں کا انصاف ہے۔" جملے کے آخر تک خرم نے اپنی جھنجلاہٹ پر کافی حد تک قابو پالیا تھا بھی رسانیت بھرے طنز سے بولا۔

"ارے ہم کہاں انتقام لے رہے ہیں ہم تو چاہتے ہیں تم اپنے خول سے باہر نکلو اور اپنی محبت کا اعتراف کر لو۔" حمید نے پچکارتے ہوئے کہا تو وکی ہمدردانہ انداز میں بولا۔

"اصل میں اس کی بھی مجبوری ہے نا۔ ہمارے سامنے اعتراف کر بھی لے تو کیا فائدہ 'وہ' تمل اسے گھاس تو ڈالتی نہیں ہے اسے تب بھی خوار ہی ہونا ہے۔"

موبائل پر خرم کی گرفت تکلیف دہ حد تک سخت ہو گئی اس کا دل چاہ رہا تھا وکی کا حشر نشر کر دے لیکن وہ اب

اس بحث کو سمیٹنا چاہتا تھا تبھی اپنے لہجے کو ٹھنڈا رکھتے ہوئے بولا۔

"ویسے انفیریئر کمپلیکس (احساس کمتری) میں تم لوگ مبتلا ہو گے اسی لیے تم دوسروں کو بھی اپنے جیسا سمجھتے ہو۔

مجھے اگر تمل میں انٹرسٹ ہوتا تو وہ خود بھی خود کو میری ہونے سے روک نہیں سکتی تھی۔" حسب توقع حمید اور وکی کا مشترکہ قہقہہ ابھرا۔ نادر اور ہارون البتہ کچھ بور نظر آنے لگے تھے مذاق جب طول پکڑنے لگے تو وہ بیزار ہی کر دیتا ہے۔

لیکن وکی بحث سمیٹنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا تبھی خرم کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے حسرت بھرے انداز میں بولا۔

"خوش فہمی ہے جناب کی' بلکہ ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے ایسا کہہ رہے ہو ورنہ یہ تم بھی جانتے ہو اگر تم نے اس کے سامنے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو بھرے مجمع میں ایک کرارا سا تھپڑ تمہارے چہرے کی زینت بن جائے۔"

"مین سنیں۔" خرم کی برداشت جواب دے گئی تو وہ ایک دم کرسی گھسیٹ کر کھڑا ہو گیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ یہاں سے چلے جانے کے ارادے کو عملی جامہ پہناتا وکی اپنے مخصوص تپانے والے انداز میں بولا۔

"چلو شرط لگا لو۔ تمل کو پرپوز کر کے دیکھ لو۔" خرم آگے بڑھنے کا ارادہ ملتوی کرتا اپنی جگہ ٹھٹک گیا۔

وہ سپاٹ نظروں سے وکی کو دیکھتا چلا گیا جس کی آنکھوں میں ہی نہیں پورے چہرے پر ایسے شرارت ناچ رہی تھی جیسے خرم کو تذبذب کا شکار دیکھ کر بہت مزا لے رہا ہو۔

"کیوں منظور ہے۔" وکی نے بھنویں اچکائیں نادر' ہارون اور حمید کبھی خرم کو دیکھ رہے تھے تو کبھی وکی کو مگر منہ سے کوئی کچھ نہیں بول رہا تھا۔

یہاں تک کہ خرم بھی کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا تھا پھر اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔

"شرط میں تھوڑی سی ترمیم کر لو میں پرپوز کروں وہ تھپڑ نہ مارے۔ خوامخواہ تمہارے ارمانوں پر پانی پھر جائے۔ اس کی بجائے تم صرف مجھے ٹائم دو وہ خود آکر مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کرے گی۔ کیوں منظور ہے۔" خرم نے ٹھیک اسی کے انداز میں کہا۔

وکی کے چہرے پر سو واٹ کا بلب روشن ہو گیا حمید بھی کافی جوشیلا نظر آنے لگا تھا۔

البتہ ہارون اور نادر ایک دوسرے کو پریشانی سے دیکھنے لگے تھے۔

"مجھے تو منظور ہے مگر ہارنے کی صورت میں تمہیں اپنی وہ گاڑی مجھے دینی پڑے گی جس میں ہم حیدر آباد گئے تھے ربڑی کھانے۔" خرم کا خون لاوے کی طرح گرم ہونے لگا تھا۔

وکی کی کمینگی پر اس کا دل چاہا وکی کو قتل کر دے۔

اسے غصہ پینے کی کوشش کرتا دیکھ کر وکی شرارت سے بولا۔

"کیوں ڈر لگ رہا ہے اپنی فیورٹ کار سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔"

"وہ تو تب ہو گا جب میں شرط ہاروں گا لیکن شرط لگانے سے پہلے تم سوچ لو اگر یونیورسٹی چھوڑنے کے لیے تیار ہو تو اس چیلنج کو قبول کرنا ورنہ نہیں۔" خرم نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"کیا مطلب ہارنے کی صورت میں مجھے یونیورسٹی چھوڑنی ہو گی۔" وکی چونکا۔

"کیوں ڈر لگ رہا ہے' ہارنے کا یقین ہے کیا۔" خرم برجستہ بولا۔

وکی کچھ دیر اسے پُرسوچ نظروں سے دیکھتا رہا پھر کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔
"چلو۔ اتنی اچھی گاڑی کو لینے کے لیے ایک رسک تو لینا پڑے گا ڈن۔" وکی نے مصافحے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو خرم نے ایسے اس کا ہاتھ تھام لیا جیسے سوچنے کے لیے ایک پل بھی ضائع نہ کر سکتا ہو۔
"ڈن۔" خرم مضبوط لہجے میں بولا۔

✿ ✿ ✿
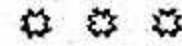
"یہ میں کیا سن رہا ہوں بھئی تم کل صبح ہی صبح واپس جانے والے ہو۔" ماموں جان نے الیان پر نظر پڑتے ہی دور سے پکار کر کہا۔
الیان حامد کے ساتھ چلتا ان ہی کی طرف آ رہا تھا ان کی بات سن کر کچھ اور تیزی سے ان کے نزدیک چلا گیا۔
ماموں جان اور شاہ جہان ماموں بیٹھک میں بیٹھے موم پھلیوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔
"تم نے تو کہا تھا تین چار دن رہوں گا۔" شاہ جہاں ماموں نے اس کے بیٹھتے ہی گفتگو کا سلسلہ واپس ماموں جان کی بات سے جوڑنے والے انداز میں کہا۔
"جی ارادہ تو یہی تھا مگر ڈیڈی کا فون آیا تھا۔ وہاں کچھ کام آگیا ہے اس لیے جانا ضروری ہے۔" الیان نے اگرچہ سچ نہیں کہا تھا تو جھوٹ بھی نہیں بولا تھا۔
وہ پچھلے ہی اپنا سارا کام کر آیا تھا مگر دوسرے کئی کام جو اس پروجیکٹ سے تعلق رکھتے تھے ابھی باقی تھے جنہیں وہ وقتی طور پر نظر انداز کر کے یہاں چلا آیا تھا۔
مگر حامد سے کل کی ملاقات کے بعد اسے مزید یہاں رکنا بے کار لگ رہا تھا۔
وہ فیصلہ تو تقریباً کر ہی چکا تھا اور بہت کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ اس کے فیصلے بدل جائیں تو پھر وہ یہاں رہ کر وقت کیوں برباد کرتا۔
"ہاں خیر کام کے آگے تو کوئی بحث نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اچھا ہوتا اگر تم کچھ دن اور رکتے اتنے دنوں بعد تو آئے ہو۔" ماموں جان کی بات پر الیان صرف مسکرا کر رہ گیا اور کچھ رسمی سے انداز میں بولا۔
"آپ لوگ آیئے گا آرام سے لمبا رہنے کا پروگرام بنا کر۔" الیان کے کہنے پر حامد جو اس کے عین سامنے بیٹھا ہوا تھا ہنس کر بولا۔
"ارے یہاں بھی سب بہت مصروف ہیں' آرام سے لمبا رہنے آنے کا سوچیں گے تو زندگی بھر پروگرام ہی نہیں بنے گا۔"
"تو چلیں مختصر وقت کے لیے ہی آ جائیں۔" الیان نے کہا تو اس سے پہلے کہ ماموں جان کچھ بولتے ان کا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔
فون ان کے وکیل کا تھا جو ان کے کسی کھیت پر عدالت میں چلتا کیس ڈسکس کر رہا تھا۔
ماموں جان نے شاہ جہاں ماموں کو بھی تازہ ترین سے آگاہ کرنے کے لیے اسپیکر آن کر دیا تو وہ دونوں ایک ساتھ گفتگو میں شامل ہو گئے۔
الیان غیر ارادی طور پر ان کی گفتگو سننے لگا اور جو کچھ اس نے سنا اس پر اسے اتنی حیرانی ہوئی کہ وہ سوالیہ انداز میں حامد کو دیکھنے لگا۔
حامد اسے اشارہ کرتا اپنی جگہ سے اٹھا اور بڑی سی بیٹھک کے دوسرے سرے پر رکھے صوفہ سیٹ پر جا بیٹھا۔
الیان بھی اس کی پیروی میں فوراً ہی اٹھ گیا اور اس کے نزدیک آ کر بولا۔

"یہ سب کیا ہے؟" الیان نے حیرانی سے پوچھا۔
"ارے کچھ نہیں بے خواہ مخواہ الجھو نہ یہ تو روز کا معمول ہے۔" حامد نے لاپروائی سے کہا۔
الیان کچھ دیر تو اسے دیکھتا رہا پھر سر جھٹکتے ہوئے بولا۔
"اگر میں ماموں جان کی جگہ ہوتا تو یہ سودا ہرگز قبول نہ کرتا۔" الیان' ماموں جان اور وکیل کی گفتگو سے یہ خوب سمجھ گیا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔
ان کی زمین کو سیراب کرنے والا پانی ایک دوسرے زمیندار نے محض اپنی داداگیری دکھانے کے لیے بند کر دیا تھا۔ جس پر شاہ جہاں ماموں کے کہنے پر عدالت میں کیس کر دیا تھا۔
اب اس شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا یا غالباً کیس میں دم نہیں تھا اس لیے اس نے کیس واپس لینے کی گزارش کی تھی۔
اور اسی بات پر شاہ جہاں ماموں اور ماموں جان کے بیچ بحث ہو رہی تھی۔
وکیل صاحب کا مشورہ تھا خواہ مخواہ کی دشمنیاں مول لینے کی بجائے آپ خوش اسلوبی سے معاملہ رفع دفع کر دیں۔ ماموں اس رائے سے متفق تھے۔
جبکہ شاہ جہاں ماموں کا کہنا تھا اس خود سر اور گھمنڈی زمینداروں کو سیدھا رکھنے کے لیے کیس کو خوب کھینچا جائے اور ہرگز واپس نہ لیا جائے۔
یہی بحث ان کے بیچ چل رہی تھی جس میں ماموں جان اور وکیل صاحب کا پلڑا صاف بھاری نظر آ رہا تھا۔
اور اسی بات پر حیران ہوتے ہوئے الیان گردن موڑ کر ان دونوں کو دیکھنے لگا جہاں ماموں جان کی دلیلوں سے شاہ جہاں ماموں قائل نا سہی خاموش ضرور نظر آ رہے تھے۔
تبھی الیان بڑبڑانے والے انداز میں بولا۔
"مجھے تو شاہ جہاں ماموں کا موقف بالکل ٹھیک لگ رہا ہے یار اس طرح تو وہ شخص اور شیر ہو جائے گا۔ ایسے لوگوں کو تو مزا ضرور چکھانا چاہیے۔" الیان کے برہمی سے کہنے پر حامد مسکرانے لگا۔
اس کی مسکراہٹ دیکھ کر الیان اسی لہجے میں بولا۔
"تم لوگ تو اس امیج سے بہت مختلف ہو جو جاگیرداروں کی میری نظر میں تھی۔" الیان کی بات پر حامد نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور شوخی سے بولا۔
"ہاں؟ اصولی طور پر تو ہمیں اتنا کول مائنڈڈ ہونا چاہیے تھا جتنے بابا ہیں۔
مگر تم جاگیرداروں سے زیادہ ضدی ہو حالانکہ بزنس میں ضد نہیں صرف فائدہ اور نقصان دیکھا جاتا ہے۔"
"کیا مطلب؟" الیان اس کی بات نہیں سمجھا۔
"مطلب یہ کہ سنا ہے تم نے کسی پرانی دشمنی کی وجہ سے پچھلے دنوں بزنس میں اپنا بہت بڑا لاسٹ کر لیا۔" حامد کے کہنے پر الیان کچھ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔
"تم خواجہ فیبرکس کے کانٹریکٹ کی بات کر رہے ہو۔" الیان کے پوچھنے پر حامد نے سر اثبات میں ہلا دیا۔
"تم کیسے جانتے ہو؟" الیان کی حیرانی مزید دوچند ہو گئی۔
"ہم تو یار بزنس کی دنیا میں تمہاری کمپنی کا جو نام اور امیج ہے ایسی خبریں تو فوراً مل جاتی ہیں۔" حامد نے لاپروائی سے کہا۔
وہ واقعی سچ کہہ رہا تھا وہ شہر کے جانے مانے بزنس مین میں گردانے جاتے تھے ان کے کانٹریکٹ چھوڑ دینے کی خبر مارکیٹ میں کس تیزی سے گردش کر رہی تھی اس کا علم الیان کو بھی تھا۔

مگر اسے حیرانی اس لیے تھی حامد کا بزنس سرکل سے کوئی تعلق نہیں تھا اگر اس نے محض کزن ہونے کی وجہ سے اس خبر کو دلچسپی سے سنا بھی تھا تو بھی یہ بات کسی کے بھی علم میں نہیں تھی کہ الیان نے وہ کانٹریکٹ کس وجہ سے چھوڑا تھا۔

پھر حامد نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا کہ یہ سب اس نے کسی دشمنی کی وجہ سے کیا ہے چنانچہ الیان نے فوراً ہی اپنے تجسس کو زبان دے دی۔

"لیکن تم یہ سب کیسے جانتے ہو کہ یہ سب میں نے کسی دشمنی کی وجہ سے کیا ہے۔"

"ویسے تو کامن سینس کی بات ہے کوئی بات ہو گی جبھی تو تم نے اتنی بڑی ڈیل کینسل کی۔ لیکن میں نے صرف اپنا کامن سینس یوز نہیں کیا بلکہ پھوپھی جان سے بات ہوئی تھی کافی دن پہلے

انہوں نے ذکر کیا تھا آج کل تم بہت مصروف ہو اپنی ہی ضد کی وجہ سے۔" حامد نے شرارت بھرے انداز میں کہا تو الیان گہرا سانس کھینچ کر رہ گیا۔

"ممی نے یہ نہیں بتایا کہ ہمارے بیچ دشمنی کس وجہ سے ہے۔"

"ہاں بتایا تھا خواجہ لیبو کس کے مالک کے بیٹے سے کسی زمانے میں کوئی پنگا ہو گیا تھا۔ ہاں البتہ یہ نہیں بتایا کہ تم دونوں کے بیچ ہوا کیا تھا۔" حامد کی بات پر الیان سر جھٹکے نفی میں ہلاتے ہوئے پر سوچنے والے انداز میں بولا۔

"وہ انہوں نے اس لیے نہیں بتایا کہ انہیں خود بھی صحیح طرح سے نہیں پتا ورنہ وہ یہ بھی بتا چکی ہوتیں۔" الیان، شگفتہ غفار کی فطرت سے بخوبی واقف تھا جبھی یقین سے بولا۔

"وجہ چاہے جو بھی ہو اتنا بڑا کانٹریکٹ چھوڑنا' وہ بھی ایک ایسی بات پر جسے ہوئے عرصہ ہو گیا ہو۔ بے وقوفی ہے۔ پھوپھی جان کہہ رہی تھیں تم اور وہ لڑکا کالج میں پڑھتے تھے۔" حامد نے قدرے تعجب سے کہا الیان کچھ دیر تو بغور اسے دیکھتا رہا پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"چاہے کتنا بھی عرصہ گزر جائے میرے لیے کبھی کوئی بات پرانی نہیں ہوتی خاص طور پر ایسی صورت میں جب کوئی شخص یہ سوچ کر میرے ساتھ زیادتی کرے کہ ارے کچھ دن ناراض رہے گا پھر ٹھیک ہو جائے گا۔

ایسی مینٹالیٹی پر تو میں ساری زندگی اپنی ناراضی دور نہیں کر سکتا چاہے اب اسے میری ناراضی سے کوئی فرق پڑتا ہو یا نہیں۔"

"ہوا کیا تھا؟" الیان کے سنجیدہ لہجے پر حامد نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ویسا کچھ خاص نہیں ہوا تھا۔ وہ لڑکا وجاہت میرا دوست تھا اور سچ پوچھو تو ایسا کوئی نقصان بھی نہیں پہنچایا تھا اس نے مجھے۔

بس میرا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی اور یہ سوچ کر کی تھی کہ میں تھوڑا سا ناراض ہو کر آخر مان ہی جاؤں گا۔

جبکہ میں ایسا نہیں ہوں۔ اول تو میں یہ ہی برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی میرا فائدہ اٹھائے اور یہ تو بالکل ہی ضد دلانے والی بات ہے کہ میرا فائدہ وہ اس بھروسے پر اٹھائے کہ میں خود ہی ٹھیک ہو جاؤں گا۔" الیان کا لہجہ ایک دم تلخ ہو گیا۔

مگر حامد کو بدستور اپنی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھتا پا کر وہ لاپروائی سے کہنے لگا۔

"ارے ایسا کچھ خاص نہیں ہوا تھا بلکہ ہو سکتا ہے تمہیں سن کر یہی لگے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ مگر جو بات میرے دل کو لگ جائے وہ کبھی نہیں نکلتی۔" الیان کہہ کر کچھ دیر کے لیے رک گیا۔

حامد خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اسے معلوم تھا اب الیان خود ہی اسے سب بتانے والا ہے اسے کچھ پوچھنے کی

ضرورت نہیں۔ اور واقعی چند لمحوں میں ہی الیان بے تاثر لہجے میں بولنے لگا۔

"وجاہت میرا بہت اچھا دوست تھا پورے کالج میں ایک طرح سے میرا بس وہی دوست تھا تین سال تک ہماری دوستی بہت اچھی طرح چلتی رہی۔ لیکن آخری سال میں آ کر اس نے سب ختم کر دیا۔

میرے کلاس فیلوز کا کہنا تھا کہ دوستی میں نے ختم کی ہے میں اوور ری ایکٹ کر رہا ہوں۔ شاید کسی حد تک ان کی بات صحیح بھی تھی اس نے جو کچھ کیا تھا میرے ساتھ نہیں کیا تھا مگر میرے ذریعے ضرور کیا تھا۔

ہمارے کالج میں ایک لڑکی پڑھتی تھی حرا۔ میں جانتا تھا وجاہت اسے پسند کرتا ہے حالانکہ اس نے اس بات کا کبھی اعتراف نہیں کیا تھا میں نے بھی کبھی زیادہ کریدا نہیں۔ لیکن مجھے پتا تھا وہ اس میں انٹرسٹڈ ہے۔

حرا اچھی لڑکی تھی میرے ساتھ اس کی کوئی بات چیت نہیں تھی لیکن اچانک اس کا رویہ میرے ساتھ بدل گیا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ میری غلط فہمی ہے یا میں واقعی صحیح تجزیہ کر رہا ہوں وہ مجھ میں بہت زیادہ دلچسپی لینے لگی ہے۔

یہ ایسی بات تھی جو میں وجاہت سے نہیں کہہ سکتا تھا خود حرا نے بھی کچھ کھل کر نہیں کہا تھا جو میں اس کی کسی بات کو بنیاد بنا کر کسی رد عمل کا اظہار کر پاتا۔ مگر مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے کے ایکسپریشن بدل جاتے تھے۔ اور مجھے اس صورت حال سے شدید کوفت ہو رہی تھی۔ ساتھ ہی مجھے حیرت بھی تھی کہ وجاہت اس بارے میں کوئی بات کیوں نہیں کر رہا کیا اسے کچھ نظر نہیں آ رہا کیونکہ لوگ نوٹ کرنے لگے تھے۔

اگر وہ وجاہت کی پسند نہ ہوتی تو میں اسے سامنے بٹھا کر بات کر لیتا کہ آخر تمہارا مسئلہ کیا ہے۔ یہ سلسلہ چار پانچ مہینے تک ـــ اور نہ جانے کب تک چلتا رہتا کہ ایک دن کالج کی بجائے پہلی بار ہماری کہیں باہر ملاقات ہو گئی۔

میں بازار میں شاپنگ کر رہا تھا کہ حرا کی مجھ پر نظر پڑی اور وہ میرے پاس آ کر بڑی بے تکلفی سے مجھ سے باتیں کرنے لگی۔

میرا تو پہلے ہی اس کی حرکتوں کی وجہ سے دماغ گھوما ہوا تھا۔ اس کی اس درجہ بے تکلفی پر دل تو چاہا اسے کھری کھری سنا دوں اور میں ایسا کر بھی دیتا لیکن اس کی گفتگو نے میری زبان بند کر دی۔ وہ جس طرح بات کر رہی تھی اس سے لگا جیسے ہم دونوں کے بیچ بہت گہری دوستی ہو اور بہت ہی جلدی مجھ پر یہ انکشاف بھی ہو گیا کہ موبائل اور نیٹ پر ہماری دوستی ہے۔

وہ کسی ای میل کا ذکر کر رہی تھی جو میں نے اسے بھیجی تھی اور جس کا وہ جواب نہیں دے سکی تھی۔

پہلے تو مجھے یہی لگا کہ وہ مجھے بے وقوف بنا رہی ہے۔ مگر وہ جتنے اعتماد سے بات کر رہی تھی اس سے مجھے لگا بات کچھ اور ہے وہ مجھے بے وقوف نہیں بنا رہی بلکہ کسی اور کے ہاتھوں خود بے وقوف بن رہی ہے۔" الیان کہتے کہتے ایک دم چپ ہو گیا۔

حامد جس طرح منہ کھولے اس کی بات سن رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ آگے کی کہانی وہ بھی سمجھ گیا ہے اسے شاک میں گھرا دیکھ کر الیان تلخی سے مسکرا دیا۔

"حالانکہ بات بالکل سامنے کی تھی لیکن پھر بھی میرے ذہن میں وجاہت کا خیال نہیں آیا اگر آتا تو شاید میں حرا پر ایک دم اپنی لاعلمی ظاہر نہ کرتا۔

میں نے جب اس تعلق سے مکمل انکار کر دیا تو وہ شاکڈ رہ گئی یقیناً میرے رویے میں کوئی لچک نہیں تھی جو وہ اسے میرا مذاق سمجھ کر خود کو تسلی دے دیتی۔

میں نے اس سے کہا وہ مجھے وہ نمبر دے، جس پر وہ مجھ سے بات کرتی تھی نمبر تو جانے کس ٹرانس میں اس نے مجھے دکھا دیا مگر اس کے بعد وہ وہاں رکی نہیں۔ میں اس سے ای میل آئی ڈی پوچھتا رہا مگر وہ کچھ سننے کے لیے تیار ہی نہیں تھی اور اس کا ری ایکشن بالکل صحیح تھا وہ بھلا وہ تمام میلز مجھے کیسے دکھا سکتی تھی۔

ای میل آئی ڈی بتانے پر میں ساری میلز کھول کر ضرور پڑھتا اور پھر وہ جس شاک سے گزر رہی تھی اس میں بھی وہ کچھ کہنے سننے کی متحمل نہیں تھی۔

اور شاک سے تو میں بھی گزر رہا تھا جہاں یہ بات بڑے افسوس کی تھی کہ کوئی میرے نام سے کسی لڑکی کو بے وقوف بنا رہا تھا وہاں یہ بات اس سے بھی زیادہ دکھ کی تھی کہ اس کام کے لیے وہ جو نمبر یوز کر رہا تھا وہ بھی میرا ہی تھا۔

وہ سم کوئی چھ ماہ پہلے میرے پاس سے کھو گئی تھی اور کیسے کھوئی تھی یہ مجھے پتا ہی نہیں چل سکا اور نہ ہی وہ کوئی اتنا بڑا ایشو تھا جس پر میں تجسس ہوتا الٹا مجھ سے زیادہ وجاہت کو فکر ہو رہی تھی اس نے کہا تھا۔

"یار میں تمہاری سم فوراً کینسل کرا دیتا ہوں تم پریشان مت ہو بلکہ فون کرنے کی بھی ضرورت نہیں میں ابھی کر دیتا ہوں۔"

میں وہ سم اتنی باقاعدگی سے استعمال کرتا ہی نہیں تھا کہ اس کے کینسل ہونے یا نہ ہونے پر پریشان ہوتا وجاہت نے کہا وہ یہ کام کر دے گا اور میں مطمئن ہو گیا۔ اسی لیے اصولی طور پر مجھے سب سے پہلے وجاہت پر ہی شک کرنا چاہیے تھا مگر میں نے کہا نا' بات بالکل سامنے کی تھی پھر بھی میرا ذہن وہاں یہ سوچنے کے لیے تیار نہیں تھا میری سم میرے گھر سے غائب ہوئی تھی کسی کن پوائنٹ پر نہیں چھینی گئی تھی یعنی یہ کام کسی ایسے شخص کا تھا جس کا میرے گھر آنا جانا تھا اور جو میرے اور حرا کے بارے میں اتنا کچھ جانتا تھا کہ با آسانی اس سے الیان بن کر بات کر سکتا تھا۔

میں نے اس نمبر پر کال کی۔ مگر وہ بھلا میرا نمبر کیوں ریسیو کرتا بلکہ وہ تو شاید اس سم پر حرا کے علاوہ کوئی کال ریسیو ہی نہیں کرتا ہو گا۔

میں نے وجاہت کو دوست سمجھتے ہوئے سب کچھ بتا دیا وہ ششدر رہ گیا میں اس کی حرا کے لیے پسندیدگی سے واقف تھا چنانچہ میں اس کی کیفیت کو کوئی اور ہی نام دیتا رہا۔

حرا نے اس دن کے بعد سے کالج آنا چھوڑ دیا یقیناً" اس نے اس لڑکے سے بھی سارے رابطے منقطع کر دیے ہوں گے۔ لیکن میں اس سے ملنا چاہتا تھا تاکہ اس شخص کا پتا لگا سکوں مگر وجاہت نے ہی مجھے منع کر دیا کہ وہ پہلے ہی ڈپریس ہے میں اسے اور تنگ نہ کروں۔

بات اس کی صحیح تھی میں مان گیا مگر میں نے کال سینٹر فون کر کے پتا کیا تو وہ سم ابھی تک میرے نام پر تھی اور تب یہاں آکر مجھے پہلی بار وجاہت پر حیرت ہوئی تھی اس مقام پر بھی میں نے اس پر شک نہیں کیا۔ البتہ یہ بات میں نے اس سے ڈسکس نہیں کی۔

میرا ارادہ اس سے چھپانے کا نہیں تھا بس ٹائم ہی نہیں ملا اسے بتانے کا میں نے کال سینٹر میں اس نمبر کو لوکیٹ کرنے کی ریکویسٹ کی تھی۔ تب پتا چلا کہ یہ سم وہ شخص ضائع کر چکا ہے اور اب کسی کے استعمال میں نہیں ہے یہ سن کر مجھے لگا اب میں بھی اس شخص کو نہیں جان پاؤں گا اور یہی بات کرنے میں وجاہت کے گھر چلا گیا۔ کیونکہ اس کا گھر اس کال سینٹر کے قریب ہی تھا یا شاید اس دن اس کی اصلیت کھلنی تھی جو میں نے اسے فون کرنے کی بجائے اس کے گھر جانے کا ارادہ کر لیا اس کی والدہ مجھے جانتی تھیں انہوں نے کہا وہ اپنے کمرے میں ہے تم وہیں چلے جاؤ۔

میں جب اس کے کمرے میں پہنچا تو وہ واش روم میں تھا اور اس کا کمپیوٹر آن تھا۔

میں اس کے انتظار میں محض وقت گزارنے کے لیے کمپیوٹر اسکرین کے سامنے آکھڑا ہوا۔

میں اس وقت زندگی میں پہلی بار دھوکا کھانے کے تجربے سے گزرا تھا اس پل مجھے ادراک ہوا تھا کہ جب بھروسہ ٹوٹتا ہے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

میرے سامنے حرا کی بھیجی ہوئی میلز موجود تھیں۔ جس میں اس نے اپنی بے تحاشا محبت کا اقرار کیا تھا۔ پتا نہیں وجاہت نے کتنی بار یہ میلز پڑھی ہوں گی لیکن اس وقت ان میلز کو پڑھنا اسے بہت منگا پڑا تھا اگر اسے ذرا بھی امید ہوتی میرے آنے کی تو وہ کمپیوٹر آن چھوڑ کر کبھی باتھ روم نہ جاتا۔

اسے باتھ روم میں ٹائم بھی کافی لگ گیا تھا تب تک میں حرا کی بھیجی میلز چیک کر کے وہ میلز دیکھنے لگا تھا جو اس نے میرے نام کی آئی ڈی بنا کر اسے بھیجی تھیں۔

اس نے فلرٹنگ اپنی ہی لکھی تھیں

کب اس نے حرا کو پہلی بار دیکھا

تب حرا نے کون سے کپڑے پہن رکھے تھے۔

کتنی بار اس نے بات کرنے کی کوشش کی مگر ہمت نہیں ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

ہر میل میں اس نے اس دوستی کو راز رکھنے کی گزارش کی تھی کہ وہ ان میلز اور فون کالز کا ذکر کسی سے نہ کرے ورنہ خواہ مخواہ اسکینڈل بن جائے گا ہم دونوں کی بدنامی ہو گی وغیرہ وغیرہ۔

مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو میں پڑھ رہا ہوں وہ وجاہت نے ہی لکھا ہے۔

وجاہت جب باتھ روم سے نکلا تو مجھے دیکھ کر چونک گیا کمپیوٹر کے سامنے میری موجودگی اور میرے چہرے پر پھیلتے تاثرات اسے ایک ہی پل میں سب کچھ سمجھا گئے تھے۔

سمجھ میں تو میرے بھی کافی کچھ آ گیا تھا اس کی انگاروں کی طرح لال ہوتی آنکھیں دیکھ کر مجھے پتا چل گیا تھا کہ اسے واش روم میں اتنا ٹائم کیوں لگا تھا۔

لیکن اس پل مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہو رہی تھی مجھے اس پر اتنا شدید غصہ آ رہا تھا کہ مجھے اپنے آپ سے ڈر لگنے لگا کہ کہیں میں کچھ کر نہ ڈالوں اس لیے میں فوراً ہی اس کے کمرے سے نکل گیا۔

اس نے مجھے بہت آوازیں دیں بات کرنے کی کوشش کی مگر میں کچھ سننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوا۔

اس کے پاس کہنے کے لیے تھا ہی کیا جو بھی وہ کہنا چاہتا تھا وہ میں جانتا تھا۔

اس نے یہ سب حرا کی محبت میں کیا تھا۔ جب وہ مجھ سے بات کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس نے حرا کو سب بتا دیا پھر تو سمجھو پوری کلاس کو ہی سب پتا چل گیا حرا کی دوستوں نے وجاہت پر بہت لعن طعن کیں کچھ لڑکیوں نے حرا کو سمجھایا کچھ لڑکے میرے پاس بھی آئے وجاہت کا پیغام لے کر مجھے کبھی تیسرے شخص کے ذریعے بات کرنا تعلقا" پسند نہیں' بات سلجھنے کی بجائے مزید الجھ جاتی ہے مجھے بات سلجھانی تو تھی نہیں مگر میں نے ایک بار وجاہت سے روبرو بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس نے میری توقع کے مطابق بہت معافیاں مانگیں بہت شرمندگی کا اظہار کیا۔

اس کا کہنا تھا اسے خود بھی حرا کو دھوکا دینا اور میرا نام استعمال کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر اسے لگتا تھا اس کی شکل و صورت کچھ خاص نہیں ہے۔ اور پھر پتا نہیں ساری کلاس کے ذہن میں کیا فتور بھرا ہوا تھا کہ میری موجودگی میں کوئی بھی لڑکی کسی اور کو پسند نہیں کر سکتی۔

بس اسی خطرے کے تحت "الیان بولتے بولتے تھک گیا تھا ایک مدت بعد اس نے کسی کے سامنے یہ سب کہا تھا اس لیے وہ بغیر رکے کہتا ہی چلا گیا اور پھر اس کا سامع اتنا محو تھا کہ اسے ٹوکے بغیر سنتا چلا گیا یہاں تک کہ

الیان کے خاموش ہو جانے کے باوجود وہ ایسے ہی بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ بالآخر الیان کو خود کو نارمل کر کے اس کے سامنے چٹکی بجانی پڑی تھی۔

"کیا ہو گیا بھئی اب اتنی بھی حیران کن کہانی نہیں ہے کہ تم Pause ہو جاؤ۔" حامد نے اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے گہری سانس خارج کی۔

"حیران کن؟ میرے لیے تو ناقابلِ یقین ہے۔"

"پتا نہیں یار لوگ کہتے ہیں محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔" الیان نے بظاہر وجاہت کی سائیڈ لیتے ہوئے کہا۔

"محبت!" حامد نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا پھر بحث کرنے والے انداز میں بولا۔

"تمہاری نظر میں جو کچھ تمہارے دوست نے کیا وہ محبت تھی۔ ارے، جس سے تم محبت کرتے ہو اسے تم بے وقوف کیسے بنا سکتے ہو۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب ایک شخص کو معلوم ہے کہ جو لڑکی اس سے محبت کر رہی ہے وہ ایک چھوٹی اس سے محبت کر ہی نہیں رہی بلکہ کسی اور کے دھوکے میں اس سے وہ سب کہہ رہی ہے جو وہ اس کے لیے فیل ہی نہیں کر رہی تو پھر محبت رہی کہاں؟" حامد اچھے خاصے جوش کے ساتھ بولا۔

الیان کچھ دیر تو خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"تم بالکل میری طرح سوچتے ہو۔ لیکن لوگ ایسے نہیں سوچتے۔"

"ارے کیوں نہیں سوچتے جو اس وجاہت نے حرا کے ساتھ کیا ہے اگر کسی نے وجاہت کے ساتھ کیا ہو تا تو۔"

"تو؟" الیان نے اس کے پوچھنے پر خود بھی ٹھیک اسی طرح پوچھا تو حامد اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو۔

"مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو تم خود نہیں سمجھ سکتے۔" الیان اس کے انداز پر بے ساختہ ہنس دیا پھر بڑے تجسس پھیلانے والے انداز میں بولا۔

"اگر کسی نے وجاہت کے ساتھ ایسا کیا ہوتا تو وجاہت اس لڑکی سے شادی کر لیتا۔"

"کیا مطلب" حامد چونکا۔

"حرا نے یہی تو کیا اسے معاف کر دیا اور اس سے شادی کر لی۔" حامد کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

الیان کے لیے کیونکہ اب یہ بات پرانی ہو چکی تھی اس لیے اسے حامد کے حیران رہ جانے پر ہنسی آ رہی تھی جبھی وضاحت دیتے ہوئے بولا۔

"فوراً شادی نہیں کی تھی کچھ ٹائم لگا تھا اسے ماننے میں، لیکن وہی ہوا جو وجاہت نے کہا تھا کچھ دن لگیں گے اسے ماننے میں پھر ٹھیک ہو جائے گی اور یہی ہوا کچھ دن بہت ناراض رہی پھر دل پسیج گیا۔

یہی وجاہت نے میرے متعلق بھی سوچا تھا لیکن میں ایسا نہیں ہوں جو وقت کے ساتھ سب بھول جائے یا یہ سوچ لے۔

چلو کوئی بات نہیں۔ اس نے یہ سب محبت میں کیا۔ میرے نزدیک چاہے محبت میں کیا ہو چاہے نفرت میں۔ جس کام کو کرنے کے لیے غلط طریقہ اپنایا جائے وہ کام کبھی کامیاب نہیں ہونا چاہیے۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جب کرنے والا یہ سوچ رہا ہو کہ کچھ دن موڈ خراب رہے گا پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔" الیان خوش دلی سے کہتے کہتے ایک دم سنجیدہ ہو گیا تو حامد بھی کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا پھر پرسوچ انداز میں بولا۔

"میرے خیال سے تم ٹھیک کہہ رہے ہو حالانکہ جب پھوپھی جان نے بتایا تھا تو مجھے تمہارا ڈیل کینسل کرنا غلط لگا تھا۔ لیکن اب مجھے لگتا ہے تم ٹھیک ہو۔" الیان نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تو وہ بہلانے والے

انداز میں کہنے لگا۔

"اور پھر تمہیں اس دوستی کو بحال کرنا بھی نہیں چاہیے اگر حرا اس کی زندگی سے نکل گئی ہوتی تو بات الگ تھی مگر اب۔" حامد کچھ کہتے کہتے رک گیا پھر عجیب تذبذب کے عالم میں بولا۔

"یار ایک شخص ایسی لڑکی کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے جس کے لیے اسے یقین ہو وہ ایک عرصے تک کسی اور سے محبت کرتی رہی ہے۔"

"جو اس میں غلطی بھی اسی کی تھی۔" الیان فوراً بولا۔

"غلطی تو تھی لیکن اب اس کے دل میں یہ خیال نہیں آتا ہو گا کہ۔"

"اب تم بالکل جاگیردارانہ انداز میں بات کر رہے ہو۔" حامد کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی الیان نے جملہ اچک لیا تو حامد جرح کرتے ہوئے بولا۔

"جاگیردارانہ سے تمہارا کیا مطلب ہے کیا تم برداشت کر سکتے ہو۔"

"پتا نہیں یار لوگ کہتے ہیں محبت میں ایسا ہی ہوتا ہے میں نے تو محبت کی نہیں اس لیے معلوم نہیں۔" الیان نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں میں نے تو محبت کی ہے اور مجھے پتا ہے بلکہ مجھے تو اس حرا پر حیرت ہو رہی ہے کہ وہ۔"

"ایک ایک منٹ کیا کہا تم نے۔" الیان نے روانی سے بولتے حامد کو ہاتھ اٹھا کر ٹوکتے ہوئے پوچھا لیکن وہ اتنی روانی میں بولا تھا کہ اسے احساس ہی نہیں تھا وہ کیا کہہ گیا جبھی کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھنے لگا۔

"میں نے کیا کہا میں تو یہ کہہ رہا ہوں حرا نے ایک ایسے شخص سے شادی کرنا کیسے منظور کر لیا۔"

"اس سے پہلے کیا کہا تھا۔" الیان نے پوچھا۔

"اس سے پہلے کیا کہا تھا۔" حامد کو بالکل یاد نہیں تھا جبھی بھنویں اچکاتے ہوئے پوچھنے لگا تو الیان نے ٹھیک اسی کے لب و لہجے میں اس کا جملہ دہرا دیا۔

ایسے سٹپٹائے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگا جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس کے منہ سے یہ بات کیسے نکل گئی۔

✿ ✿ ✿

زوبیہ خود کلامی کے انداز میں بول کر ایسے ہونٹ چبانے لگی جیسے اپنی بے بسی پر وہ ان سے شرمندہ ہو جبکہ عائشہ اختر کا پورا وجود سن ہو گیا تھا۔ بہت مشکل سے انہوں نے اپنے لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے ایسے پوچھا تھا جیسے وہ نتاشا کے پچھلے دو دنوں سے غائب ہونے کے متعلق کچھ نہ جانتی ہوں۔

"نتاشا مر گئی۔ کب؟" عائشہ اختر کے پوچھنے پر زوبیہ کچھ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا تھا نتاشا کو؟" عائشہ اختر اسے خاموش دیکھ کر رو لیں اپنے لہجے کی بے چینی کو انہوں نے بڑی مشکل سے چھپا رکھا تھا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا ابھی اسے دونوں کندھوں سے تھام کر پوچھیں۔

جب پولیس اسے دو دن سے ڈھونڈ رہی ہے نتاشا کی ماں اس کے کالج کی لڑکیوں سے اس کے متعلق جانکاری حاصل کرنے آ اور ناکام واپس لوٹ گئی تو زوبیہ کیسے جانتی ہے کہ وہ مر گئی ہے۔

مگر وہ اس وقت بڑے سکون سے ان کے سوالوں کا جواب دے رہی تھی وہ اس پر جھنجھلا کر اس کے اعتماد کو متزلزل نہیں کرنا چاہتی تھیں جبکہ زوبیہ کی بھنویں ایسے سکڑ گئی تھیں جیسے وہ ذہن پر زور دے رہی ہو۔

"ننا شا کے ساتھ کیا ہوا تھا۔" اس نے جیسے خود سے پوچھا تھا عائشہ اختر کے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا بڑے ضبط سے انہوں نے بہت ٹھہر ٹھہر کر پوچھا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ ننا شا مر گئی ہے۔؟"

ان کے سوال پر زوبیہ کارپٹ کو دیکھتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں بولی۔

"میں نے دیکھا تھا اسے گرتے ہوئے۔ اس کا جب پاؤں مڑا تھا تو وہ سر کے بل نیچے گری تھی اور موقع پر اس کی ڈیتھ ہو گئی تھی اتنا خون نکل رہا تھا اس کے سر سے۔"

عائشہ اختر کے پورے جسم پہ چیونٹیاں رینگنے لگیں انہیں لگ رہا تھا کمرے کا درجہ حرارت ایک دم منفی میں چلا گیا ہو اور اسی لیے ان کے پورے وجود پر ایک کپکپی سی دوڑنے لگی ہو۔

"کب۔ کہاں۔ کہاں سے گری تھی وہ۔ اور اور تم نے کیسے دیکھ لیا؟" ان کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

دوسری طرف زوبیہ کے چہرے پر بھی ایسی الجھن موجود تھی جیسے خود اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو ان سوالوں کا کیا جواب دے۔

"وہ۔ ننا شا وہاں گئی تھی نا تو وہ وہاں گر گئی تھی۔"

"کہاں گئی تھی؟" عائشہ اختر نے دانت پر دانت جماتے ہوئے پوچھا۔

"وہ۔ پتا نہیں کون سی جگہ تھی۔" زوبیہ کے چہرے سے صاف ظاہر تھا وہ اپنے ذہن پر زور دینے کی کوشش کر رہی ہے مگر اسے یاد نہیں آ رہا۔

"کب گئی تھی۔؟"

"دو دن پہلے۔" زوبیہ فوراً بولی۔

عائشہ اختر کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"تم اتنے دنوں سے کالج نہیں جا رہی ہو نا۔" عائشہ اختر اسے کھوجتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں تو زوبیہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا تم واقعی پیچھے کوارٹر میں جا کر بیٹھ جاتی تھیں یا۔" عائشہ اختر نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا یا شاید جملہ پورا کرنے کی ان میں سکت نہیں تھی ورنہ ان کا ذہن سوچ کی پرواز پر سفر کرتے کرتے جانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا۔

لیکن زوبیہ نہیں سمجھ سکی کہ ان کے ادھورے جملے کے پیچھے ان کا مطلب کیا ہے۔

"کوارٹر میں تھوڑی، کوارٹر کے اوپر بنی چھت پر جاتی تھی کیونکہ مجھے پتا تھا کہ اگر میں نے آپ کو بتایا کہ میں کالج جانا نہیں چاہتی تب بھی آپ نے مجھے زبردستی بھیج دینا ہے۔" زوبیہ کا لہجہ شکوہ کناں ہو گیا۔

اس کی ماں اتنا کچھ سننے کے باوجود اس پر بگڑنے کی بجائے اس کی بات سننے اور سمجھنے کی مشتاق تھیں یہ دیکھ کر زوبیہ کو بڑی تقویت ملی تھی تبھی اس کے انداز میں نروٹھا پن آ گیا تھا ورنہ اگر وہ یہ جان جاتی کہ اس کی ماں اس کے متعلق کیا سوچ رہی ہے تو اتنا اعتماد ہونا تو بعد کی بات تھی پہلے تو وہ صدمے سے ہی گنگ رہ جاتی۔

عائشہ اختر بھی دم بہ خود رہ گئی تھیں ایک طرف اگر وہ یہ سب سوچنا نہیں چاہ رہی تھیں تو دوسری طرف رخسار کے ساتھ کیا زوبیہ کا وحشیانہ سلوک انہیں یہ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ ایسا ممکن ہے۔

"کہیں زوبیہ نے ہی تو ننا شا کے ساتھ کچھ ایسا نہیں کر دیا کہ وہ دو دن سے غائب ہے۔"

لیکن کیا ان کی بیٹی کی ذہنی حالت اتنی خراب ہے کہ وہ کسی کا قتل کر دے اور کیا واقعی ننا شا کی موت واقع

ہو گئی ہے؟"

اس سوال کے ذہن میں ابھرتے ہی انہیں جھرجھری سی آ گئی وہ زوبیہ کا کندھا پکڑتے ہوئے بولیں۔

"زوبیہ تمہیں کیسے پتا کہ ننا شا مر گئی ہے کیا تمہاری شائستہ خالہ نے اسے مارا ہے۔" زوبیہ ان کے سوال پر بری طرح چونکی تھی اور بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگی۔

عائشہ اختر اس کی نظروں میں چھپے اندیشوں کو سمجھ گئی تھیں تبھی رسانیت سے بولیں۔

"دیکھو زوبیہ میں تمہاری ماں ہوں مجھ سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں۔ تم اتنی دنوں سے کالج نہیں جا رہیں۔ کسی سے تمہاری بات چیت نہیں ہوتی۔ گھر سے تم نکلتی تک نہیں۔ ننا شا دو دن سے گھر سے غائب ہے اور ادھر تم کہہ رہی ہو کہ دو دن پہلے وہ مر گئی اس کا پاؤں مڑا اور وہ کہیں گر گئی۔ یہ سب تمہیں کیسے پتا کس نے بتایا؟" عائشہ اختر کا لہجہ اگر نرم نہیں تھا تو تیز بھی نہیں تھا۔

انہوں نے حتی الامکان کوشش کی تھی۔ زوبیہ سے محبت سے بات کرنے کی مگر وہ چاہے جتنا بھی دلار کیا دیتیں اپنے لہجے میں تیرتے شک ــــــ کو نہیں چھپا سکتی تھیں۔

اور یہی چیز زوبیہ کو ٹھٹکنے پر مجبور کر گئی تھی وہ پریشانی سے انہیں دیکھنے لگی۔ وہ اس کے بارے میں کیا سوچ رہی تھیں۔ زوبیہ بخوبی سمجھ گئی تھی۔

مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ ان کے سوالوں کا جواب نہیں دے پا رہی تھی۔ اسے حقیقتاً نہیں پتا تھا کہ وہ کیسے جانتی ہے۔

"ننا شا مر گئی ہے؟"

"وہ کہاں گئی تھی؟"

"اس کا پاؤں کب مڑا تھا؟"

"وہ کہاں گری؟"

"اور کب اس کی موت ہو گئی؟"

ان میں سے کسی بھی سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

جتنی دیر وہ خاموش رہی اتنی دیر عائشہ اختر کی سوالیہ نظریں اس پر جمی رہیں وہ ان کے سوالوں کا جواب نہیں ڈھونڈ سکتی تھی فی الوقت وہ صرف ان کی یہ نظریں خود پر سے ہٹا سکتی تھی اور اس کے لیے اسے جو سمجھ میں آیا اس نے وہ کہہ دیا۔

"یہ سب شائستہ خالہ نے نہیں بتایا۔ اور نہ ہی انہوں نے کچھ کیا ہے وہ تو میں نے۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا۔" زوبیہ کی بات پر عائشہ اختر جو بغور اسے سن رہی تھیں۔ بری طرح چونک گئیں۔

"خواب میں۔" انہوں نے اچنبھے سے پوچھا۔

"ج۔ جی۔" زوبیہ نے نظریں جھکا لیں۔

عائشہ اختر کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں آخر گہری سانس کھینچتی اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا انہیں اب کیا کرنا چاہیے ایک طرح سے زوبیہ سے کچھ بھی کہنا سننا بے کار تھا انہیں جو کچھ بھی کہنا تھا اب اس کی ڈاکٹر سے کہنا تھا۔

چنانچہ اپنے کمرے میں آتے ہی انہوں نے ڈاکٹر شکیلہ کا نمبر ملایا اور ان سے ملنے کی اپائنٹمنٹ لی زوبیہ کے کمرے سے نکلنے سے پہلے انہوں نے وہ سارے اسکیچز بھی اٹھا لیے تھے۔

زوبیہ انہیں وہ کاغذات لے جاتا دیکھ کر مضطرب تو ہوئی تھی مگر اس خیال سے کچھ نہیں بولی کہ وہ کچھ کہے گی تو

عائشہ اختر بحث کریں گی جبکہ وہ اس وقت ان سے بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا اس وقت وہ اس کے پاس سے چلی جائیں۔

ان سے بات کر کے وہ کافی الجھ گئی تھی لہٰذا وہ اس وقت بالکل تنہا رہنا چاہتی تھی۔

دوسری طرف عائشہ اختر کا بھی ندوبیہ کی باتیں سن کر ذہن اس قدر منتشر ہو گیا تھا کہ وہ اس سے مزید اس ٹاپک پہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھیں ان کا ارادہ تو بلال اختر کو بھی کچھ بتانے کا نہیں تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر شکیلہ کو بھی منع کر دیا تھا۔

البتہ ڈاکٹر شکیلہ نے وہ اسکیچز دیکھنے پر اصرار کیا تھا اور عائشہ اختر خود بھی وہ پلندہ ڈاکٹر شکیلہ کو دکھانے کے ارادے سے ہی گھر سے لے کر نکلی تھیں۔ مگر ڈاکٹر شکیلہ نے ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا کہ وہ کل ندوبیہ کے ساتھ کلینک آئیں وہ ندوبیہ سے مل کر بات کرنا چاہتی ہیں اور انہوں نے فی الحال ندوبیہ کو کالج بھیجنے سے سختی سے منع کر دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

عظمت خلیل کو گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر نمل فوراً ٹی وی آف کر کے اٹھ کر ان کے قریب چلی آئی۔

"السلام علیکم۔" نمل کے سلام کرنے پر وہ رک کر اسے دیکھنے لگے جیسے کہہ رہے ہوں کیا بات ہے۔

انہوں نے اس کے سلام کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا ان کے درمیان عموماً زیادہ بات چیت نہیں ہوتی تھی وہ ایک دوسرے کو تبھی مخاطب کرتے تھے جب کوئی اہم موضوع پر گفتگو کرنی ہو۔

لہٰذا اس کے سلام کرتے ہی وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"وہ جو حشام نام کے لڑکے..........."

"ہاں میں نے پتا کر لیا ہے۔" نمل کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ عظمت خلیل کی تیوری پر بل پڑ گئے اسی لیے وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولے۔

"ایسا کوئی خاص مسئلہ تھا ہی نہیں میرے فون کرنے پر اسے فوراً چھوڑ دیا گیا وہ لڑکا گھر چلا گیا ہے بلکہ میں نے ان کے گھر کچھ پیسے بھجوا دیے ہیں تاکہ کچھ عرصے کے لیے وہ لوگ یہاں سے دور چلے جائیں۔

پولیس والوں سے دشمنی مول لینا ٹھیک نہیں ہے وہ اسے کسی اور کیس میں بھی پھنسا سکتے ہیں سو ماں بیٹی حشام کو لے کر آج ہی اس شہر سے دور چلے گئے ہیں جب بات پرانی ہو جائے گی تو وہ لوٹ آئیں گے۔" عظمت خلیل نپے تلے لہجے میں بولے۔

نمل کے اندر تک سکون اتر گیا ایک پل کے لیے بھی اسے خیال نہیں آیا کہ عظمت خلیل اس سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس کے والد کی اتنی جان پہچان تھی کہ ان کا ایک ہی دن میں اتنے سارے کام سرانجام دے دینا کوئی مشکل عمل نہیں تھا اس لیے شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی جبکہ دوسری طرف عظمت خلیل نمل کو اس سارے معاملے سے بالکل الگ رکھنا چاہتے تھے۔

ان ماں بیٹی کے شہر سے چلے جانے کا تذکرہ بھی انہوں نے اسی لیے کیا تھا کہ کہیں نمل ان کے بیٹے کے واپس آجانے پر انہیں مبارک باد دینے ان کے گھر نہ پہنچ جائے۔

انہوں نے چوکیدار کو بھی سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ کسی کو بھی نمل سے نہ ملنے دیا جائے اور خاص طور پر ان ماں بیٹی کو تو بالکل نہیں۔

وہ اگر گھر آئیں تو کہہ دیا جائے نمل شہر سے باہر گئی ہوئی ہے وہ کسی قسم کی بدمزگی نہیں چاہتے تھے۔ خوامخواہ

نمل ان سے بحث کرے ایسی کسی دردسری میں پڑنے کا ان کا بالکل موڈ نہیں تھا۔

سو ان کی خواہش اور یقین کے مطابق نمل فوراً مطمئن ہو گئی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ جلد از جلد رومیلہ اور سنبل کو یہ خبر سنانا چاہتی تھی۔ چنانچہ پہلے اس نے سنبل کو فون کر کے حشام کے گھر لوٹ جانے کی اطلاع دی' پھر رومیلہ کو فون کر کے بتایا تو وہ سنبل جیسی خوشی کا اظہار نہ کر سکی۔

"کیا ہوا رومیلہ تم ٹھیک تو ہو؟" نمل نے فوراً ہی محسوس کر لیا۔

"ہاں ٹھیک تو ہوں بس ایک الجھن سی ہے۔" رومیلہ کا انداز سوچتا ہوا سا تھا۔

"کیسی الجھن؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا نا بھابی نے کسی گلفام کا ذکر کیا تھا۔"

"ہاں تو۔" نمل ایک دم چوکنی ہو گئی۔

"مجھے لگتا ہے ابا اور ابرار بھائی اس رشتے پر سنجیدگی سے سوچ رہے ہیں۔" رومیلہ کے کہنے پر نمل بے اختیار بولی۔

"کیا انہوں نے تم سے کوئی بات کی۔"

"نہیں مجھے تو کوئی کچھ بتا ہی نہیں رہا۔ بس خود ہی میرے کان میں ایک' دو الفاظ پڑ گئے ہیں' ورنہ مجھ سے تو اس موضوع پر کوئی بات ہی نہیں کر رہا۔" رومیلہ کے الجھے ہوئے انداز پر نمل بھی الجھتے ہوئے بولی۔

"تو اتنی پریشانی کی کیا بات ہے رشتہ کرنے سے پہلے وہ تم سے پوچھیں گے تو ضرور' کوئی بغیر پوچھے تھوڑی کر دیں گے۔ تم تو اس طرح فکر مند ہو رہی ہو جیسے کہیں کمٹ منٹ ہو تمہاری۔"

"نمل میں نے ابا کو ابرار بھائی سے کہتے سنا ہے کہ کینیڈا دور ہے' اس کی پڑھائی بھی ادھوری رہ جائے گی۔ اب ظاہری بات ہے یہ سب میرے بارے میں ہی کہا جا رہا ہو گا اور اگر میرا یہ اندازہ صحیح ہے تو میری تعلیم بھی چھوٹے گی اور تم سب بھی چھوٹ جاؤ گے۔ امریکہ اور کینیڈا سے روز تو کوئی آتا نہیں' ایک بار جاؤ تو اگلے چار' پانچ سال تک کے لیے سب کی شکلوں پر قل پڑھ دو۔" رومیلہ کی بات کو نمل فوری طور پر رد نہ کر سکی۔

وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔ لیکن لڑکیاں شادی ہو کر دور' دور جگہوں پر جاتی ہی ہیں' اگر رومیلہ کے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے تو یہ کچھ انوکھا تو نہیں۔

اسی لیے نمل تسلی دینے والے انداز میں بولی۔

"اتنا پریشان مت ہو رومیلہ' جو ہو گا اچھا ہی ہو گا' پڑھائی تم وہاں جا کر کر لینا اور رہا سوال ہم سب سے دور جانے کا تو یہ حالات پر ڈیپینڈ کرتا ہے' اگر شوہر اچھا نہ ہو تو لڑکیاں ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اپنے گھر والوں کی شکلوں کو ترس جاتی ہیں' اصل بات تو یہ ہے کہ وہ لڑکا کیسا ہے' کتنا پڑھا لکھا ہے اور کرتا کیا ہے۔ اگر یہ سب چیزیں ٹھیک ہیں تو بلاوجہ کی سوچوں کو ذہن میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔"

"ہوں بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔" نمل کے اتنے رسانیت سے کہنے پر رومیلہ جیسے زبردستی بولی جس کا اندازہ بھی نمل کو فوراً ہو گیا' تبھی مزید کہنے لگی۔

"اور پھر کوئی بھی فیصلہ پھوپھا اور ابرار بھائی تمہاری مرضی کے بغیر تھوڑی کریں گے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" رومیلہ کا ذہن کسی حد تک ہلکا ہو گیا تو ان دونوں نے ادھر ادھر کی چند باتیں کر کے فون بند کر دیا۔

اور پھر کافی دن گزر گئے' مگر ابرار بھائی یا بھابی نے کسی قسم کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا' خود رومیلہ تک اپنی پڑھائی میں سب کچھ بھول بھال گئی' اگر کبھی خیال آتا بھی تو بھی یہ ہی لگتا کہ شاید ابا وغیرہ کی مرضی نہیں ہو گی جو بات آگے

نہیں بڑھی۔

جبکہ سنبل کا خیال تھا اچانک کوئی بم بھی پھٹ سکتا ہے، مگر رومیلہ کیونکہ کسی دھماکے کی خواہش مند نہیں تھی۔ لہٰذا وہ اسی میں خوش تھی کیونکہ آج کل یونیورسٹی کا ماحول بھی بہت خوشگوار تھا۔

خرم کی طرف سے جو انہیں خطرہ لاحق رہتا تھا کہ جانے کب کہاں اس کی کسی حرکت سے نمل کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے اور خرم بھی تمیز بالائے طاق رکھ دے، تو پچھلے کافی دنوں سے ایسے خدشات بھی کافی کم ہو گئے تھے، کیونکہ خرم نے ان کی جانب سے مکمل بے نیازی اپنالی تھی، شروع میں تو اس کے اس اجنبی انداز پر ان تینوں کو حیرت ہوئی تھی۔ مگر جلد ہی وہ اس رویے کے عادی ہو گئے، بلکہ سنبل اور رومیلہ نے تو باقاعدہ شکر کا کلمہ پڑھا تھا، ورنہ انہیں تو ڈر تھا جانے یہ لڑائی کہاں تک جائے گی۔ نمل کو البتہ ایسا کوئی ڈر نہیں تھا۔ لیکن بہرحال خرم کے بالکل لاتعلق بن جانے سے اسے ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا تھا۔

مگر اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ سمندر میں پھیلا یہ سکوت کسی طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔ اس دن اتفاق سے نمل لائبریری میں اکیلی تھی، سنبل اور رومیلہ دونوں نے ہی چھٹی کرلی تھی۔

نمل کا ارادہ آج بہت سارا کام کرلینے کا تھا، وہ اپنی مطلوبہ کتابیں لے کر ٹیبل اور کرسی کے نزدیک آئی تو خرم کو اپنی ٹیبل کے قریب آتا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

پہلے تو اس نے سوچا بیٹھنے کی بجائے آگے بڑھ جائے، مگر محض خرم کو دیکھ کر راستہ بدل لینا اسے خوامخواہ کی اہمیت دینے کے مترادف لگا تھا، ویسے بھی پچھلے دنوں جو اس کا رویہ رہا تھا اسے دیکھتے ہوئے نمل کو یقین تھا وہ کترا کر آگے بڑھ جائے گا۔ مگر نمل کے بیٹھتے ہی خرم اس کے عین سامنے والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھنے لگا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" نمل سر اٹھا کر اسے دیکھنے کی بجائے کتاب کھولتے ہوئے سرسری انداز میں کہنے لگی۔

"نہیں۔ اتنی ساری کرسیاں خالی پڑی ہیں، کہیں بھی بیٹھ جائیں۔" نمل کے صاف انکار پر خرم بے اختیار مسکرا دیا۔

عام حالات میں تو وہ منع کرنے کے باوجود بھی بیٹھ جاتا۔ مگر اس وقت وہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اپنی جیکٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس نے ایک موٹا سا لفافہ نکالا اور نمل کی کتاب کے اوپر رکھ دیا۔

نمل غیر ارادی طور پر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تو خرم اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"اس لفافے میں اٹھارہ ہزار روپے ہیں۔ اتنی ہی رقم میں نے تمہارے پرس سے چرائی تھی نا۔" نمل بے یقینی سے خرم کو دیکھتی چلی گئی جو پہلی بار بڑے مہذب لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"میں تب سے یہ پیسے واپس کرنا چاہ رہا تھا، مگر ہر وقت تم بھی رومیلہ اور سنبل کے ساتھ ہوتی ہو اور میرے دوست بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتے اب کیا کروں، اتنی ہمت نہیں ہے کہ سب کے سامنے چوری کا اعتراف کرلوں۔" خرم دونوں ہتھیلیاں کرسی کی بیک پر ٹکاتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا۔

"میں نے یہ چوری کوئی اپنی خوشی سے نہیں کی تھی۔ بس بڑی سے شرط لگی تھی۔ لہٰذا کرنی پڑی۔

But i realy feel sorry for that" خرم اتنی شرمندگی سے بول رہا تھا کہ نمل اسے دیکھتی رہ گئی، جواب سر اٹھا کر براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میں نے جب سے یہ پیسے چرائے ہیں مجھے ایک پل بھی سکون نہیں ملا ہے۔ میں بہت گلٹی فیل کرتا رہا ہوں، بلکہ اپنے فعل کے غلط ہونے کا احساس تو مجھے وہاں ہوٹل میں ہی ہو گیا تھا۔ تبھی تو میں تمہارا بل پے کرنے آیا تھا۔ اور تم نے میرے بارے میں اتنا صحیح اندازہ لگایا تھا کہ میں حیران رہ گیا تھا۔" خرم جتنی آہستگی سے بول رہا تھا

آخر جملہ کہتے ہوئے اتنی ہی آہستگی سے مسکرا دیا۔

"تم نے اس معاملے میں تو کافی سمجھداری کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن دوسری طرف تم نے بڑی بے وقوفی دکھائی، جب میں بل پے کر رہا تھا تو تمہیں انکار کرنے کی کیا ضرورت تھی، اگر اس وقت رومیلہ اور سنبل نہ ہوتیں تو تمہیں گھر فون کرکے پیسے منگوانے پڑتے، جوش میں انسان کو کبھی ہوش نہیں کھونے چاہئیں۔" خرم کا لہجہ بہت دوستانہ تھا۔

نمل کچھ دیر تو سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتی رہی پھر اس کے ذہن کے پردے پر وہ منظر گھومنے لگا جب ہوٹل میں اس نے اپنا پرس کھولا تھا اور اس میں پیسے نہ موجود دیکھ کر اس کی جان نکل گئی تھی، اتنی بہادر اور حوصلہ مند ہونے کے باوجود اسے لگ رہا تھا وہ اس پل رو پڑے گی۔

محض ایک شرط جیتنے کے لیے خرم نے اسے رو ہانسا کر دیا تھا۔ مگر اب وہ بات پرانی ہو چکی تھی، پھر خرم خود ہی اس وقت مدد کے لیے بھی آگیا تھا، اب اس بات پر بگڑنے یا اسے شرمندہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ (ویسے بھی نمل کو معلوم تھا وہ شرمندہ ہو گا بھی نہیں۔)

"کہاں کھو گئیں؟" خرم نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہراتے ہوئے قدرے شوخی سے کہا تو نمل ایک دم چونک کر سنبھل گئی، ساتھ ہی اس کا شوخ انداز دیکھ کر نمل کو ایک دم ہی غصہ آگیا۔

بھلے ہی خرم نے کچھ جتایا نہیں تھا مگر اس کے تاثرات سے صاف پتا چل رہا تھا وہ یہ سوچ رہا ہے کہ خرم کے اتنی شائستگی سے بات کرنے پر وہ اپنے آپ پر سے اختیار کھو بیٹھی ہے۔ اسی لیے نمل نے سختی سے کہا۔

"اٹھارہ ہزار جیسی معمولی رقم کے لیے اتنا موٹا لفافہ لائے ہو، کیا دس دس روپے کے نوٹ ہیں۔" خرم کی مسکراہٹ لحہ بھر کے لیے مدھم پڑ گئی۔

وہ اتنی تمیز سے بات کر رہا تھا بلکہ معذرت کر رہا تھا اور یہ ہے کہ اس کے دماغ ہی نہیں ملتے، بھلے ہی اس کی

معذرت کے پیچھے شرمندگی کی بجائے اپنا مقصد محرک تھا' مگر بظاہر تو وہ پشیمان ہی نظر آرہا تھا اس لیے اب کی بار خرم بھی قدرے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"جب میں کہہ رہا ہوں کہ اس میں اٹھارہ ہزار ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ پیسے ہیں۔" میں اتنا غریب نہیں ہوں کہ اتنی معمولی سی رقم نہ دے سکوں۔ تمہیں اگر نہیں چاہئیں تو غریبوں میں بانٹ دو۔ کیونکہ میں اگر ایک بار کوئی چیز دے دوں تو میں واپس نہیں لیتا۔" خرم اپنے ازلی خود سر لہجے میں بولا۔ حالانکہ وہ اسی ارادے سے آیا تھا کہ آج ثمل سے اتنے مہذب انداز میں بات کرے گا کہ اس کے دل میں موجود ساری کدورتیں دھل جائیں۔

مگر ثمل کا روکھا پھیکا انداز دیکھ کر خرم کے لیے اپنے فیصلے پر قائم رہنا مشکل ہو گیا تھا۔

"میں بھلا ان پیسوں کو غریبوں میں کیوں بانٹوں گی' میرا حق ہے ان پر۔ لیکن تم ایک بار یہ لفافہ کھول کر دکھا دو' پھر میں اسے لے لوں گی۔" ثمل بھی اپنے ازلی خود اعتماد لہجے میں بولی تو خرم کے چہرے پر حیرانی پھیل گئی۔

اس نے پہلے سے ہی سوچ رکھا تھا کہ ثمل جب یہ لفافہ کھولنے لگے گی تو وہ اسے روک دے گا کہ گھر جا کر کھولنا' مگر یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ ثمل خود اسی سے کھلوانے کی بات کر دے گی۔

"کیا ہوا اتنے پریشان کیوں ہو گئے؟" ثمل نے زیر لب مسکراتے ہوئے پوچھا۔

اس کی مسکراہٹ پر بلکہ طنزیہ مسکراہٹ پر خرم کا خون کھول اٹھا۔ اسے رہ رہ کر اپنے اوپر غصہ آرہا تھا کہ کیوں اس نے ثمل کے ساتھ فلرٹ کرنے کی شرط لگائی' اس لڑکی سے تو وہ جھوٹ موٹ میں بھی اظہار محبت نہیں کر سکتا' وہ پہلے ہی اپنے آپ کو کوئی توپ چیز سمجھتی ہے' خرم کی نظر التفات پر تو اس کا دماغ ہی گھوم جائے گا۔

بے شک یہ خوش فہمی کچھ دنوں میں دور بھی ہو جائے گی' مگر تب تک وہ ایسے ہی اتراتی رہے گی۔

"وہی لفافے میں کوئی بم نہیں ہے' جو تم اتنی خوف زدہ ہو رہی ہو۔" خرم نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اگر کوئی بم نہیں ہے تو پھر کھول کر کیوں نہیں دکھا دیتے۔" ثمل کا لہجہ ہنوز تھا۔ خرم لب بھینچے ثمل کو دیکھتا رہا' جس کا بھرپور اعتماد ایک پل کے لیے بھی خرم کے سامنے ڈگمگایا نہیں تھا۔

حالانکہ اس کی شخصیت ایسی تھی کہ لڑکیاں تو کیا لڑکے بھی اس کے سامنے کھڑے ہو کر نروس ہو جاتے تھے اور یہ لڑکی پیسے لوٹانے پر بجائے اس کہ اس کی احسان مند ہوتی' ایسے دھونس جما رہی تھی جیسے وہ خرم حسن نہیں کوئی ایکس ' ذائی ' زیڈ ہو۔

خرم چپ چاپ اسے دیکھتا رہ گیا جو اسے منتظر نظروں سے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ ابھی لفافہ اٹھا کر اسے کھولنا شروع کر دے گا۔

☆ ☆ ☆

"کیا بات ہے آپ کا دھیان ناشتے میں نہیں ہے۔" بلال اختر کے ٹوکنے پر عائشہ اختر نے کب سے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ جلدی سے ہونٹوں سے لگا لیا۔

ان کا دھیان واقعی ناشتے میں نہیں تھا۔ مگر یہ بات وہ بلال اختر پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھیں' اسی لیے ٹھنڈی ہو جانے والی بد مزا چائے بھی انہوں نے ایسے حلق سے اتاری جیسے وہ چائے کے ٹھنڈے ہونے کا ہی انتظار کر رہی تھیں۔

"کوئی بات ہے تو بتائیں۔ اتنی چپ چپ کیوں ہیں۔" بلال اختر نے پھر پوچھا۔

قرآن شریف کی آیات کا احترام کیجیے

"نہیں تو۔ بات تو کوئی نہیں بس سر میں درد ہے۔" بلال اختر نے سرسری انداز میں کہا۔

عائشہ اختر اس سوال کے لیے پہلے سے تیار تھیں' پھر بھی زوبیہ کا خیال آتے ہی ایک پل کے لیے ان کی زبان تالو سے چپک گئی۔

"اس کے کالج میں آج کوئی فنکشن وغیرہ ہے' زوبیہ کا ہمیشہ کی طرح جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" عائشہ اختر کی بات پر بلال اختر نے کوئی تبصرہ نہیں کیا کہ تبھی ان کا ملازم کارڈلیس لیے چلا آیا۔

"میڈم آپ کا فون ہے۔"

"اتنی صبح صبح۔" بلال اختر نے تعجب سے انہیں دیکھا تو انہوں نے بغیر کچھ کہے کارڈلیس کان سے لگا لیا۔

دوسری طرف ڈاکٹر شکیلہ موجود تھیں۔ عائشہ اختر کی آج شام کی اپائنمنٹ تھی' پھر اس وقت ان کا فون آنا عائشہ اختر کے پریشان حال دل کو مزید ہولا گیا تھا۔

"کیا بات ہے' سب خیریت تو ہے۔" وہ ان کے سلام کا جواب دینے کی بجائے چھوٹتے ہی بولیں۔

"خیریت کہاں ہے۔ آپ نے آج کا اخبار دیکھا۔" دوسری طرف سے ڈاکٹر شکیلہ کا جملہ عائشہ اختر کو حواس باختہ کرنے کے لیے کافی تھا۔

"نہیں۔۔۔ کیوں۔" اتنی گھبراہٹ میں بھی انہیں بلال اختر کی موجودگی کا بخوبی احساس تھا۔ چنانچہ وہ اپنی بکھرتی حالت کو سمیٹے رکھنے پر مجبور تھیں۔

"اخبار میں خبر آئی ہے' ماڈرن گرلز کالج میں پڑھنے والی انیس سالہ ثناشا کی لاش ایک گٹر میں سے برآمد ہوئی ہے۔ پولیس کا کہنا ہے گٹر کا ڈھکنا کھلا ہونے کے باعث وہ لڑکی غلطی سے اس میں جا گری تھی اور اسی پل سر میں چوٹ لگنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔ اس کی لاش علاقے کے لوگوں کی شکایت پر تین دن بعد برآمد ہوئی ہے' جس کے باعث چہرے کی شناخت نہ ہو سکی' مگر اس کے پاس سے ملنے والا پرس اس کی شناخت کا سبب بنا ہے۔" ڈاکٹر شکیلہ کہتی چلی گئیں۔

عائشہ اختر سن ذہن کے ساتھ انہیں سنتی رہیں۔ جب زوبیہ نے انہیں ثناشا کے متعلق بتایا تھا انہیں تو جبھی یقین آگیا تھا کہ یہ سب سچ ہے' پھر بھی اس خبر سے نئے سرے سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

"ہیلو مسز بلال آپ سن رہی ہیں نا۔" ڈاکٹر شکیلہ کی گھبرائی ہوئی آواز ایئر پیس سے ابھر رہی تھی' مگر عائشہ اختر کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

☆ ☆ (باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔) ☆

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔۔۔ جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ۔۔۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔۔۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔۔۔

(اب آگے پڑھیے)

11

گیارہویں قسط

عائشہ اختر ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ کارڈلیس پکڑے بیٹھی رہیں دوسری طرف ڈاکٹر شکیلہ مسلسل ہیلو ہیلو کی تکرار کر رہی تھیں۔

بلال اختر جو اتنی صبح صبح کال آنے پر ناشتے سے ہاتھ روکے انہیں ہی دیکھ رہے تھے انہیں سکتے میں جاتا دیکھ کر ان کا کندھا ہلاتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"عائشہ کیا بات ہے آپ ٹھیک تو ہیں؟" وہ تو پہلے ہی انہیں ٹھیک نہیں لگ رہی تھیں اب فون میں ان کا اس طرح ساکت ہو جانا بلال اختر کو پریشان کر گیا تھا۔

بلال اختر کے پوچھنے پر عائشہ اختر خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگیں۔

آخر بلال اختر سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے کارڈلیس عائشہ اختر کے ہاتھ سے چھین کر کان سے لگا لیا۔

دوسری طرف ڈاکٹر شکیلہ کی آواز سن کر جہاں وہ چونکے تھے وہیں ڈاکٹر شکیلہ کو بھی ان کی موجودگی کا علم ہوتے ہی ایک دم بریک لگ گیا تھا۔

"کیا بات ہے ڈاکٹر۔ آپ نے اتنی صبح صبح کیوں فون کیا ہے؟" بلال اختر بری طرح پریشان ہو گئے۔

ڈاکٹر شکیلہ کی سمجھ میں نہیں آیا فوری طور پر کیا جواب دیں۔

عائشہ اختر نے انہیں جو کچھ بھی بتایا تھا وہ سب بلال اختر کو بتانے سے منع کر دیا تھا خود وہ بھی بلال اختر کی نفسیات کو اچھی طرح سمجھتی تھیں۔

ان کا بھی یہی خیال تھا بلال اختر کو زوبیہ کی حالت کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے کم از کم تب تک جب تک وہ خود ایک بار زوبیہ سے مل کر بات نہیں کر لیتی۔

"آں..... مسٹر بلال..... آپ ذرا مسز بلال کو فون دیجیے گا۔" وہ ٹالنے والے انداز میں بولیں۔

"نہیں پہلے آپ مجھے بتائیں آخر ہوا کیا ہے۔" بلال اختر کو ان کی ٹال مٹول پر غصہ آ گیا عائشہ اختر ان کا بگڑا ہوا انداز دیکھ کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگیں نمران کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا بلال اختر سے کارڈلیس کیسے لیں۔

"بات کچھ نہیں ہے۔ مجھے آپ..... ان سے کچھ پوچھنا تھا وہ شاید اپائنمنٹ لینا چاہ رہی تھیں اور میں آج شام شہر سے باہر جا رہی ہوں اس لیے میں نے سوچا انہیں بتا دوں وہ ابھی آ جائیں تو زیادہ اچھا ہے۔" ڈاکٹر شکیلہ بہت سوچ سوچ کر بولیں۔

"لیکن وہ آپ کے پاس آنا کیوں چاہتی ہیں؟" بلال اختر بھلا کہاں مطمئن ہوتے یہ اور بات تھی کہ اس وقت تک عائشہ اختر نے بھی خود کو کمپوز کر لیا تھا وہ فوراً بولیں۔

"وہ..... بلال جانا تو ضروری نہیں ہے۔ بس کچھ بات کرنی تھی اور بس..... آپ فون ادھر دیں نا۔" انہوں نے چھیننے کے انداز میں ان سے فون لے لیا۔

بلال اختر الجھے ہوئے انداز میں ان کا رویہ اور حرکتیں دیکھتے رہے البتہ بولے کچھ نہیں کیونکہ عائشہ اختر تیز تیز کہہ رہی تھیں۔

"ڈاکٹر شکیلہ میں آپ کو بعد میں فون کرتی ہوں۔"

"جی جی میں انتظار کر رہی ہوں۔" دوسری طرف ڈاکٹر شکیلہ نے بھی فوراً "سمجھتے ہوئے لائن کاٹ دی۔

"آخر ہوا کیا ہے کچھ پتا بھی تو چلے؟" عائشہ اختر آف کا بٹن پریس کرتے ہوئے جیسے ہی اٹھیں بلال اختر زچ ہو کر بولے۔

"کچھ نہیں ہوا ہے آپ کچھ زیادہ ہی دخل دینے لگے ہیں ہر بات میں۔ میں بات کر رہی تھی آپ نے کارڈلیس

چھین لیا۔" عائشہ اختر سے جب کوئی معقول بہانہ نہیں بنا تو انہیں غصہ آ گیا۔

"آپ بات کہاں کر رہی تھیں آپ کو تو سکتہ ہو گیا تھا۔" بلال اختر اعتراض کرتے ہوئے بولے تو عائشہ اختر جان بوجھ کر بغیر کچھ کہے کمرے سے نکل گئیں۔

وہ زوبیہ سے بات کرنا چاہ رہی تھیں مگر بلال اختر کے جانے کے بعد۔ وہ پہلے ہی مشکوک ہو رہے تھے لہٰذا وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بلال اختر کے کان میں ذرا سی بھی بھنک پڑے ان کے اور زوبیہ کے مابین ہوئی گفتگو کی۔

نمران کے جانے کے بعد جب عائشہ اختر نے اخبار میں سے وہ خبر نکال کر پڑھی اور زوبیہ کے سامنے اخبار لے جا کر رکھا تو حسب سابق زوبیہ کے پاس ان کے سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"میں..... میں کچھ نہیں جانتی مما۔ مجھے یہ پتا ہے کہ نطاشہ کے گرنے سے اس کے سر میں چوٹ لگی اور اس کی موت واقع ہو گئی باقی مجھے یہ سب کیسے پتا ہے مجھے خود بھی نہیں معلوم پتا۔" زوبیہ روہانسی آواز کے ساتھ بولی۔

عائشہ اختر کچھ دیر تو اسے دیکھتی رہیں پھر سپاٹ لہجے میں بولیں۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ میں تمہیں ڈاکٹر شکیلہ کے پاس لے جا رہی ہوں۔" زوبیہ بے بسی سے انہیں دیکھتی رہ گئی وہ جانتی تھی کچھ بھی کہنا بے کار ہے انہوں نے اگر اسے اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اسے لے کر ضرور جائیں گی وہ دل ہی دل میں ہراساں ہونے کے باوجود کپڑے بدلنے اٹھ گئی۔

راستے بھر اس کا دل سوکھے پتے کی طرح لرزتا رہا کیونکہ راستے بھر عائشہ اختر موبائل پر کسی نا کسی سے محو گفتگو رہیں۔

اتنا اندازہ تو زوبیہ کو ہو گیا تھا کہ وہ نطاشہ کی موت کی تفصیلات پتا کر رہی ہیں انہوں نے زوبیہ کے کالج کی پرنسپل اور ایک دو ٹیچرز کو فون کیا تھا لیکن انہیں کیا پتا چلا یہ زوبیہ جاننے سے قاصر تھی کیونکہ دوسری طرف کی گفتگو اسے سنائی نہیں دے رہی تھی اسے تو بس عائشہ اختر کے تاثرات نظر آ رہے تھے جو بہت زیادہ سنجیدہ اور ناقابل فہم تھے۔

ایک دو بار انہوں نے بات کرتے ہوئے بڑی گہری نظروں سے زوبیہ کو دیکھا تھا جس سے زوبیہ کے خوف میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا اسی لیے ڈاکٹر شکیلہ کے شاندار کمرے میں داخل ہوتے ہوئے وہ بری طرح نروس ہو رہی تھی۔

ڈاکٹر شکیلہ بھی اسے دیکھ کر معمول کی طرح مسکرائی نہیں تھیں بلکہ انہوں نے صرف مسکرانے کی کوشش کی تھی جس کے جواب میں زوبیہ ایسی کوئی کوشش بھی نہ کر سکی اور شیشے کی ٹیبل کے سامنے رکھی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"مسز بلال آپ باہر بیٹھیں میں پہلے زوبیہ سے بات کر لوں۔" ڈاکٹر شکیلہ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"آں..... پہلے آپ میری بات سن لیں۔" عائشہ اختر نے قدرے بے چینی سے کہا تو ڈاکٹر شکیلہ ایک نظر زوبیہ کو دیکھتیں اٹھ کر ان کے نزدیک چلی آئیں۔

وہ دونوں زوبیہ سے قدرے ہٹ کر دروازے کے قریب کھڑی ہو کر بات کرنے لگیں عائشہ اختر گھبرائے ہوئے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"میری زوبیہ کے کالج کی پرنسپل سے بات ہوئی ہے انہوں نے ذاتی طور پر مجھے اس حادثے کے بارے میں بتایا ہے جو اخبار میں نہیں چھپا وہ کہہ رہی تھیں....." عائشہ اختر کافی دھیمی آواز میں بول رہی تھیں اس کے باوجود زوبیہ کو سب سنائی دے رہا تھا اور شاید ڈاکٹر شکیلہ کو بھی یہ اندازہ ہو گیا تھا تبھی وہ انہیں روکتے ہوئے بولیں۔

"مسز بلال آئیں ہم دوسرے کمرے میں چلتے ہیں۔" ڈاکٹر شکیلہ کہنے کے ساتھ ہی دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔ زوبیہ کی گھبراہٹ سوا ہو گئی۔

پتا نہیں عائشہ اختر کو کیا بات پتا چلی تھی۔
اس کا دل چاہا وہ ان کے پیچھے جا کر ان کی بات سنے مگر اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ بھی پاتی لیکن بغیر گئے بھی اسے علم تھا جو بھی بات ہو رہی تھی اس کے حق میں نہیں اس کے خلاف ہو رہی ہوگی۔
اور واقعی عائشہ اختر نے دوسرے کمرے میں داخل ہوتے ہی بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
"مجھے یقین ہے نطاشہ کو زوبیہ نے ہی مارا ہے۔" ڈاکٹر شکیلہ ان سے ایسے ہی کسی بیان کی توقع کر رہی تھیں تبھی کچھ بولے بغیر ان کی بات پوری ہونے کا انتظار کرنے لگیں۔
"نطاشہ کی پرنسپل کا کہنا ہے۔ نطاشہ اکثر کالج کے بہانے گھر سے کہیں اور چلی جایا کرتی تھی۔ اس دن بھی وہ کالج آور ز میں ہی کہیں چلی گئی تھی شاید اس کے ساتھ کوئی لڑکا بھی تھا۔
جس کے ساتھ وہ بارہ بجے تک وہیں تھی پھر اپنی گاڑی میں گھر جانے لگی تو راستے میں ایک شاپ پر رکی تھی اور وہیں کسی گڑھے میں وہ پاؤں مڑ جانے کی وجہ سے گر گئی۔" ڈاکٹر شکیلہ چپ چاپ عائشہ اختر کو سنتی رہیں جو تواتر سے کہہ رہی تھیں۔
"ساڑھے بارہ یا ایک بجے کے قریب نطاشہ کی موت ہوئی ہے زوبیہ اس ٹائم پر گھر پر نہیں تھی اس کا کہنا ہے وہ کوارٹر میں ہوتی تھی لیکن مجھے پتا ہے وہ نطاشہ کا پیچھا کرتی ہوگی۔
جب نطاشہ اس شاپ کے سامنے اتری ہوگی تب زوبیہ نے ہی اسے گڑھے میں دھکا دیا ہوگا۔" عائشہ اختر بے چینی سے انگلیاں چٹخانے لگیں تو ڈاکٹر شکیلہ جو خود اسی قسم کی باتیں سوچ رہی تھیں انہیں تسلی دیتے ہوئے بولیں۔
"دیکھیں یہ سب صرف اندازے ہیں جو پرنسپل نے کیے ہیں ہو سکتا ہے وہ کسی لڑکے سے ملنے جاتی ہو لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ اس دن بھی گئی ہو اور ضروری نہیں کہ اس شاپ پر وہ کچھ لینے ہی اتری ہو۔"
"اس شاپ کے سامنے نطاشہ کی گاڑی کھڑی تھی۔ اس لیے پولیس نے یہ اندازہ لگایا ہے لیکن کالج کی اور نطاشہ کے گھر والوں کی بدنامی نہ ہو اس لیے اخبار والوں کو یہ چھاپنے سے روک دیا گیا کہ یہ حادثہ کس وقت پیش آیا۔
کیا اثر پڑے گا لوگوں پر جب انہیں پتا چلے گا کہ وہ کالج کے اوقات میں کہیں اور گئی ہوئی تھی۔ اور مجھے اس بات سے کوئی سروکار بھی نہیں ہے کہ وہ کہاں گئی اور کس کے ساتھ گئی۔
میں آپ سے صرف اتنا کہہ رہی ہوں کہ یہ سب اسی بیچ ہوا ہے جس وقت زوبیہ گھر سے غائب ہوتی تھی اور مجھے پورا یقین ہے کہ یہ سب زوبیہ نے ہی کیا ہے۔" عائشہ اختر زچ ہو کر بولیں تو ڈاکٹر شکیلہ انہیں ٹھنڈا کرنے کے لیے رسانیت سے کہنے لگیں۔
"جی... جی میں آپ کا مطلب سمجھ رہی ہوں۔ میں نے تو ایسے ہی ایک بات کہی تھی۔
ہمیں واقعی اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کہاں گئی تھی اور کس کے ساتھ گئی تھی ہمارے پیش نظر صرف ایک بات ہے کہ نطاشہ کی جس وقت موت ہوئی ہے زوبیہ اس وقت خود بھی غائب تھی۔
سچ پوچھیں تو خبر پڑھتے ہی میں نے آپ کو اسی لیے فون کیا تھا کہ میرے ذہن میں بھی یہی خیال آیا تھا۔
مجھے لگتا ہے زوبیہ splitpersonality کا شکار ہے۔" ڈاکٹر شکیلہ پرسوچ انداز میں بولیں۔
عائشہ اختر پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگیں۔
"کیا مطلب؟"
"مطلب یہ کہ وہ آپ سے جھوٹ نہیں بولتی کہ میں کالج جانے کی بجائے سرونٹ کوارٹر میں جا بیٹھی تھی۔

بلکہ اسے خود سچ کا پتا نہیں ہوتا جب تک وہ زوبیہ ہوتی ہے تب تک وہ جو کچھ کرتی ہے اسے یاد رہتا ہے لیکن جب شائستہ کی شخصیت اس پر حاوی ہو جاتی ہے تب وہ جو بھی کرتی ہے اسے یاد ہی نہیں رہتا اس لیے اسے خود نہیں معلوم ہوگا کہ اس نے نطاشہ کو دھکا دیا ہے جبھی وہ آپ کو اس سوال کا جواب نہیں دے پا رہی کہ وہ یہ کیسے جانتی ہے کہ نطاشہ کہیں گر گئی ہے اور اس کی موت واقع ہو گئی ہے۔
ٹھیک یہی حرکت اس نے رخسار کے ساتھ کی تھی تب بھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اسے شائستہ نے زخمی کیا ہے جبکہ اس کا سر زمین پر زوبیہ نے خود ہی مارا تھا۔" ڈاکٹر شکیلہ نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا۔
عائشہ اختر بے چینی سے ان کے برابر والے صوفے پر بیٹھ گئیں۔
"تو پھر آخر اس کا حل کیا ہے۔ کیا وہ اسی طرح سب کو مارتی پھرے گی۔"
"یہی تو میں سوچ رہی ہوں اگر یہی حالت رہی تو مجھے اسے مینٹل ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرنا پڑے گا۔"
"جی۔" عائشہ اختر کی آنکھیں پھیل گئیں تو ڈاکٹر شکیلہ فوراً بولیں۔
"میں خود نہیں چاہتی کہ ایسا ہو اس طرح اس کی حالت منظر عام پر آ جائے گی لڑکی ذات ہے وہ۔ ایک بار مینٹل کیس یا سائیکو کا دھبا لگ گیا تو۔ مگر میری بھی مجبوری ہے میں ایسے کیس میں پیشنٹ کے ساتھ زیادہ تعاون نہیں کر سکتی جو دوسروں کے لیے خطرہ ہو۔"
"نہیں نہیں ڈاکٹر ایسا مت کہیں۔ میں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ میری بیٹی پاگل خانے میں۔" عائشہ اختر کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔
مگر اس بار ڈاکٹر شکیلہ نے انہیں تسلی نہیں دی بلکہ سوالیہ انداز میں انہیں دیکھنے لگیں۔
"آپ اور کیا ایکسپیکٹ کر رہی ہیں ایک طرف آپ کو خود ہی لگ رہا ہے کہ زوبیہ نے نطاشہ کو مارا ہے تو ایسی کنڈیشن میں ہم اسے کھلا تو نہیں چھوڑ سکتے۔"
"لیکن ڈاکٹر کوئی اور سلوشن بھی تو ہو سکتا ہے۔" عائشہ اختر کے پاس جرح کرنے کے لیے کوئی نکتہ نہیں تھا وہ فوراً مفاہمت بھرے انداز میں بولی۔
"ایک سلوشن بتایا تو تھا مگر آپ نے اس پر عمل ہی نہیں کیا اور اب تو مجھے لگ رہا ہے اس پر عمل کرنے کا فائدہ بھی نہیں۔
زوبیہ جس splitpersonality (دوہری شخصیت) کا شکار ہے وہ اب اس سے باہر نہیں آ سکتی۔"
ڈاکٹر شکیلہ اس بار کچھ زیادہ ہی مایوس لگ رہی تھیں اور ان کا اس طرح دلبرداشتہ ہونا عائشہ اختر کی پریشانی میں اضافہ کر رہا تھا۔
"کون سا مشورہ دیا تھا آپ نے جس پر میں نے عمل نہیں کیا۔" عائشہ اختر کے پوچھنے پر ڈاکٹر شکیلہ نے قدرے تلخ ہوتے ہوئے کہا۔
"میں نے کہا تھا اس کی شادی کر دیں یا اسے کہیں گھمانے پھرانے لے جائیں۔"
"ڈاکٹر یہ دونوں کام میرے اختیار سے باہر ہیں یہ سب بلال کی مرضی سے ہی ہو سکتا ہے اور بلال ان دونوں باتوں کے لیے تیار نہیں ہیں۔" عائشہ اختر بے بسی سے بولیں۔
"جو کچھ نطاشہ کے ساتھ ہوا ہے وہ مسٹر بلال کو بتا دیں وہ فوراً" سے بیشتر تیار ہو جائیں گے۔" ڈاکٹر شکیلہ سپاٹ لہجے میں بولیں۔
عائشہ اختر کے چہرے پر پھیلے ہراس میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ڈاکٹر۔"

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ یہ سب بلال اختر کے علم میں ہونا بہت ضروری ہے۔ آپ کیوں یہ سب ان سے پوشیدہ رکھنا چاہتی ہیں زوبیہ جتنی آپ کی بیٹی ہے اتنی ہی بلال اختر کی بھی اولاد ہے۔ اب اگر ایک بیماری آپ دونوں کی اولاد میں موجود ہے تو وہ چھپانے سے ٹھیک تو نہیں ہو جائے گی نا۔" ڈاکٹر شکیلہ کے ناراض لہجے پر عائشہ اختر کچھ بول تو نہ سکیں مگر ان چہرے کے تاثرات سے صاف ظاہر تھا وہ ان سے متفق بھی نہیں ہیں۔

ڈاکٹر شکیلہ کچھ دیر ان کے بولنے کا انتظار کرتی رہیں پھر کھڑی ہوتے ہوئے بولیں۔

"فی الحال میں زوبیہ سے بات کرنے جا رہی ہوں گھر جاتے ہی آپ مسٹر بلال کو سب کچھ بتا دیجیے گا۔ ورنہ ایک دو دن میں، میں خود انہیں فون کر کے ساری صورت حال سے آگاہ کر دوں گی۔" ڈاکٹر شکیلہ اپنی بات کہہ کر رکی نہیں۔

عائشہ اختر تذبذب کے عالم میں بیٹھی اپنے ہونٹ کاٹتی رہیں پھر اٹھ کر وہ بھی اس کمرے میں واپس آ گئیں جہاں زوبیہ موجود تھی۔

ہمیشہ کی طرح اس کے چہرے پر گھبراہٹ واضح طور پر چھائی ہوئی تھی اور وہ بہت اٹک اٹک کر ڈاکٹر شکیلہ کے سوالوں کا جواب دے رہی تھی بلکہ اس کی رندھی ہوئی آواز سن کر لگ رہا تھا اس نے اپنے آنسوؤں پر بڑی مشکل سے بند باندھ رکھا ہے۔

"مجھے نہیں پتا۔۔۔ کہ میں نطاشہ کی موت کے بارے میں پہلے سے کیسے جانتی ہوں۔ مجھے بس یہ پتا ہے کہ اس کا پاؤں مڑنے سے وہ گر گئی اور چوٹ لگنے سے وہ مر گئی۔"

"کیا تم وہاں موجود تھیں جب وہ گری تھی۔" ڈاکٹر شکیلہ نے حتی الامکان اپنا لہجہ دوستانہ رکھا ہوا تھا۔

"میں وہاں کیسے موجود ہو سکتی ہوں ایک ہی سوال اگر آپ لوگ دس دفعہ پوچھیں گے تو میرا جواب بدل تو نہیں جائے گا۔" زوبیہ کا لہجہ تپ گیا تھا وہ کبھی عائشہ اختر کو دیکھنے لگتی تو کبھی ڈاکٹر شکیلہ کو۔

"دیکھو بیٹا میرا یہ مطلب نہیں تھا میں تو یہ پوچھ رہی تھی کہ۔۔۔"

"کہ کیا میں نے نطاشہ کو قتل کیا ہے؟ یہی پوچھ رہی تھیں نا آپ۔" زوبیہ نے ان کا جملہ درمیان سے اچک لیا۔

عائشہ اختر نظریں چرا گئیں جبکہ ڈاکٹر شکیلہ بغور اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھتی رہیں جس کے رو ہانسے ہوتے چہرے پر دبا دبا غصہ اس کی حد درجہ بے زاری اور دوسروں کو اپنی بات نہ سمجھا سکنے کی بے بسی کو ظاہر کر رہی تھی۔

"آپ لوگوں نے پیپر میں نیوز پڑھی ہے نا کیا اس میں لکھا ہے کہ نطاشہ کا قتل ہوا ہے؟ یا مما نے جن لوگوں سے ابھی بات کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ حادثہ نہیں کوئی سازش ہے!؟ جب ایسی کوئی بات نہیں ہے تو آپ لوگ مجھے اس سب کا ذمہ دار ٹھہرانے پر کیوں بضد ہیں۔" زوبیہ کی آنکھیں بلا آخر چھلک پڑیں۔

اس کا ایک ایک آنسو عائشہ اختر کے دل پر گر رہا تھا اور پھر زوبیہ نے جو کچھ کہا تھا اس کی بات کے معقول ہونے سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی کہ جب وہ ایک حادثہ تھا پولیس کا کہنا تھا کہ پاؤں مڑنے کی وجہ سے وہ گر گئی ہے تو یقیناً "اس کے پاؤں میں کوئی موچ وغیرہ ہو گی جبھی یہ اندازہ لگایا گیا پھر وہ کیوں اپنی بیٹی کو مجرم سمجھ رہی ہیں۔

لیکن ڈاکٹر شکیلہ کا دل اسے روتا دیکھ کر بالکل نہیں پسیجا بظاہر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے چپ کرانے لگیں اور یقین دلانے کی کوشش کرنے لگیں کہ ایسی کوئی بات نہیں وہ ایسا کچھ بھی نہیں سوچ رہیں۔ جبکہ وہ ایسا ہی سوچ رہی تھیں انہوں نے کچھ سوال گھما پھرا کر بھی پوچھے تاکہ کوئی سرا ہاتھ لگ جائے مگر زوبیہ نے کوئی بھی جواب ایسا نہیں دیا جس سے وہ کسی نتیجہ پر پہنچ سکتیں۔

اسی لیے جب زوبیہ ان کے کمرے سے باہر نکل گئی اور عائشہ اختر بھی الوداعی کلمات کہہ کر باہر جانے لگیں تو ڈاکٹر شکیلہ اپنے پروفیشنل حتمی انداز میں بولیں۔

"آپ شام تک مسٹر بلال کو سب بتا دیجیے گا کیونکہ کل میں ان سے فون پر بات کروں گی۔" عائشہ اختر تفکر سے ڈاکٹر شکیلہ کو دیکھنے لگیں جتنا وہ یہ سب بلال اختر سے چھپانا چاہ رہی تھیں وہ اتنا ہی بتانے پر بضد تھیں اور ان کے ضد پر آنے کا مطلب تھا بلال اختر کو آج شام ہی ساری صورت حال سے آگاہ کرنا اشد ضروری تھا۔

مگر اس کے بعد کیا ہوتا تھا اگر بلال اختر نے بھی یہی سوچا کہ یہ سب زوبیہ کا کیا دھرا ہے تو ان کی بیٹی کا مستقبل کیا ہو گا کیا وہ کسی پاگل خانے کی مریضہ بن کر رہے گی۔

عائشہ اختر کے لیے یہ سب سوچنا بھی محال تھا کجا کہ اس پر عمل کرنا۔

☼ ☼ ☼

نمل کچھ دیر تو انتظار کرتی رہی مگر خرم کو بدستور اپنی جگہ جما دیکھ کر لفافہ اپنی کتاب پر سے اٹھا کر ایک طرف رکھا اور کتاب کی ورق گردانی میں مصروف ہو گئی۔

ایک پل کو تو خرم کا دل چاہا لفافہ اٹھائے اور واپس لوٹ جائے مگر مجبوری تھی کہ وکی سے شرط لگی تھی۔ جسے اسے ہر حال میں جیتنا تھا اور بھرپور انداز میں کھیلنے کے لیے زیادہ وقت بھی نہیں تھا۔

مجبوراً" خرم کو لفافہ اٹھا کر کھولنا پڑا اس نے لفافے کے اندر ہاتھ ڈال کر پیسے نکالنے کی بجائے لفافہ میز پر الٹ دیا۔

پانچ ہزار کے تین نوٹ کے ساتھ ہزار کے بھی تین نوٹ میز پر آ گرے مگر ان کے ساتھ کالے رنگ کا ایک ڈبا بھی موجود تھا اور یہی لفافے کے پھولنے کا سبب بنا ہوا تھا۔

نمل جو کن انکھیوں سے لفافے کو دیکھ رہی تھی اس کالے رنگ کے خوبصورت سے کور کو دیکھ کر سوالیہ انداز میں سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں یاد نہیں تمہارے پرس میں گوگلز (دھوپ کا چشمہ) بھی تھے پیسے نکالنے کی جلدی میں وہ وہیں کہیں زمین پر گر گئے تھے۔

میں کیونکہ بہت جلدی میں تھا اور اس میں مجھے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی تو میں نے اسے اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔ لیکن اگر مجھے پتا ہوتا کہ تم کبھی دوبارہ ملو گی اور میں تمہیں پیسے لوٹاؤں گا تو میں اسے بھی اٹھا لیتا۔

"so keep that" یہ اس کے substitute کے طور پر ہے۔" خرم اتنی سنجیدگی سے بول رہا کہ نمل ایک سیکنڈ کے لیے واقعی الجھ گئی۔

آیا سچ اس کے پرس میں کوئی دھوپ کا چشمہ تھا یا نہیں۔

اس کے پاس ہر وقت اس قسم کی چیزوں کا اچھا خاصا ڈھیر لگا رہتا تھا مگر رومیلہ اور سنبل سے مختلف موقعوں پر وصول کیے گئے تحائف اور کچھ اس کی پرانی پرانی چیزوں کو بھی سنبھال سنبھال کر استعمال کرنے کی عادت کے سبب اس کے پاس ہر چیز بڑی وافر مقدار میں موجود رہتی تھی۔

اس لیے بہت حد تک ممکن تھا کہ اس وقت پرس میں کوئی دھوپ کا چشمہ موجود ہو مگر پیسے چوری ہو جانے کی فکر میں اس نے دھیان نہ دیا ہو اس کے غائب ہونے پر۔

نمل کچھ دیر پر سوچ نظروں سے چشمے کے کور کو دیکھتی رہی پھر خرم کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے مخصوص پر اعتماد لہجے میں بولی۔

"مجھے یاد نہیں آرہا کہ میرے پرس میں ایسا کوئی چشمہ تھا یا نہیں۔ اس لیے اسے رہنے دو۔" نمل نے کہنے کے ساتھ ہی پانچ ہزار کے تینوں نوٹ اٹھا لیے اور ہزار کے تین نوٹ میز پر چھوڑ دیے۔

"اتنے پیسے تو تم نے بل پے کرتے وقت دے دیے تھے۔ اس لیے ان کی بھی ضرورت نہیں۔" نمل کی بات پر فوری طور پر خرم کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا بولے۔

نمل کا کوئی چشمہ غائب نہیں ہوا تھا' نہ ہی خرم نے یہ گوگلز اس خطرے کے پیش نظر دیے تھے کہ اس کا چشمہ شاید اس کے پرس سے گر گیا ہو۔

اس نے تو اتنی جلدی میں پیسے نکالے تھے کہ اسے یاد بھی نہیں تھا کہ پرس میں پیسوں کے علاوہ اور کیا تھا۔ وہ تو بس نمل کو کوئی تحفہ دینا چاہتا تھا' مگر اچانک اتنا بے تکلف ہونا اسے عجیب لگ رہا تھا' پھر نمل سے کوئی بعید بھی نہیں تھا' وہ دو منٹ میں عزت اتار کر رکھ دے' جبکہ وہ اب مزید کوئی بد مزگی نہیں چاہتا تھا' اس لیے اس کے شرافت سے دھوپ کا چشمہ لوٹا دینے پر خرم رسانیت سے کہنے لگا۔

"اب تو میں خرید چکا ہوں' اب رکھ ہی لو' ورنہ ان لیڈیز گوگلز کا میں کیا کروں گا' میری تو کوئی بہن بھی نہیں' جسے دے دوں۔" خرم جس طرح بولا تھا نمل نا چاہتے ہوئے بھی اس کے چہرے پر کچھ کھوجنے لگی۔

اگر خرم نے بہن کی جگہ یہ کہہ دیا ہوتا کہ میری تو کوئی گرل فرینڈ بھی نہیں تو شاید نمل کو اتنی الجھن نہ ہوتی۔

مگر اب اس کا اتنی شرافت برتنا جہاں نمل کو حیران کر رہا تھا' وہیں یہ سوچنے پر مجبور بھی کر رہا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ ایک چشمہ لے لینے سے خرم خاموشی سے لوٹ جائے' جبکہ انکار کرنے کی صورت میں اس کی ازلی ضدی فطرت عود کر آئے گی۔

پچھلے کچھ دنوں سے جس طرح خرم نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی جس کے باعث سنبل اور رومیلہ نے بھی اپنے واہم اور خدشات پس پشت ڈال دیے تھے' ان کو مدنظر رکھتے ہوئے نمل کو لگا وہ یہ چشمہ رکھ لے گی' تو خرم کے پاس بات کو طول دینے کے لیے کوئی بنیاد نہیں بچے گی۔

لیکن اس طرح ایک اجنبی سے کوئی چیز لینا اس کے اصول کے خلاف تھا' خاص طور پر یونیورسٹی کے آزاد ماحول میں' جہاں رائی کا پہاڑ بنتے دیر نہیں لگتی۔

نمل شش و پنج کا شکار ہونے کے باعث گوگلز کا کور اٹھا کر کھول کر دیکھنے لگی۔

کور کے اندر ایک نہایت بیش قیمت اور بہت ہی خوب صورت سا دھوپ کا چشمہ موجود تھا' جس کے چوڑے شیشوں پر گلابی رنگ کا فریم تھا۔

وہ فیصلہ جو نمل سے اتنی دیر سے نہیں ہو پا رہا تھا ایک پل میں ہو گیا' وہ چشمے کو واپس کور میں رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔

"میرا کوئی چشمہ اگر پرس میں سے گرا بھی ہوگا تو بھی وہ اتنا مہنگا نہیں ہوگا' اس لیے یہ تم اپنے پاس ہی رکھو۔" خرم کو اس سے اسی جواب کی توقع تھی' وہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ روک نہ سکا۔

"ابھی ابھی میں نے کہا کہ ایک بار اگر میں کوئی چیز دے دوں تو واپس نہیں لیتا۔ اس لیے یہ اپنے پاس ہی رکھو اور اگر نہیں چاہیے تو پھینک دو۔" خرم کہہ کر رکا نہیں اور فوراً پلٹ کر بڑے بڑے ڈگ بھرتا لائبریری سے نکل

گیا۔

نمل سوچتی ہی رہ گئی' اسے کیا کہنا چاہیے' پھر الجھن بھری نظروں سے گوگلز کے کور کو دیکھنے لگی۔ ایک پل کے لیے اس کا دل چاہا ایسے ہی چھوڑ کر کھڑی ہو جائے' مگر یہاں چھوڑنے پر تو کوئی نہ کوئی اٹھا ہی لیتا اور خرم کو یہ لگتا کہ اس نے خرم کا دیا تحفہ اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ اسے یہ چشمہ خرم کو واپس کرنا تھا' تاکہ اسے پتا چلے کہ وہ کسی انجان سے کوئی چیز نہیں لیتی۔

جس طرح خرم زبردستی اس کی میز پر رکھ گیا تھا' ایسے ہی وہ بھی زبردستی میز پر رکھ سکتی تھی۔

یہ سوچتے ہوئے اس نے وہ چشمہ اٹھا کر اپنے پرس میں رکھ لیا۔ مگر اسے کوفت ضرور ہو گئی تھی' اسی لیے وہ کتابیں سمیٹتی کھڑی ہو گئی کہ تبھی اس سے قدرے فاصلے پر پچھی میز پر سے ایک لڑکا اٹھ کر اس کے نزدیک چلا آیا۔

''ایکسکیوزمی' مس نمل۔'' نمل چونک کر اسے دیکھنے لگی' وہ اس شخص کو پہلے بھی کئی بار یونیورسٹی میں ادھر ادھر آتا جاتا دیکھ چکی تھی' مگر وہ اس کا نام جانتا ہے' نمل کو اس بات پر حیرت ہوئی تھی۔

''جی فرمائیں۔'' نمل نے حیرانی سے پوچھا۔

''یہ جو خرم حسن نے آپ کو سن گلاسز دیے ہیں' آپ یہ اسے لوٹا دیں۔'' نمل کی پیشانی پر ایک دم بل پڑ گئے۔ اب یہ کون تھا جو خوامخواہ اس کا ہمدرد بنا جا رہا تھا' اسے خود بھی نمل کے تاثرات سے اندازہ ہو گیا' تبھی کہنے لگا۔

''آپ کو شاید میرا انٹرفیئر کرنا برا لگا ہو' مگر میں آپ کے بھلے کے لیے ہی کہہ رہا ہوں' آپ شاید مجھے جانتی نہیں ہیں' میرا نام سمیر ہے یونیورسٹی میں جو کچھ بھی ہو رہا ہوتا ہے وہ عموماً میرے علم میں رہتا ہے' اس لیے مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ خرم نے آپ کو یہ گفٹ کیوں دیا ہے۔'' اس نے پتا نہیں تجسس پھیلانے کی کوشش کی تھی یا نہیں۔ البتہ اس کا لب و لہجہ بڑا شائستہ تھا۔

نمل کو اس کا خوامخواہ مخاطب کرنا بالکل بھی مناسب نہیں لگا تھا۔ تبھی وہ یہ کہتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔

''مجھے بھی معلوم ہے' انہوں نے گفٹ کیوں دیا ہے' آپ بلاوجہ پریشان نہ ہوں۔''

''آپ کو نہیں پتا خرم نے اپنے دوست وکی سے شرط لگائی ہے' آپ کے ساتھ فلرٹ کرنے کی' اگر وہ ہار گیا تو وہ اپنی نیو برانڈ گاڑی وکی کو دے دے گا۔'' سمیر اسے متوجہ نہ دیکھ کر جلدی جلدی بولا' مبادا وہ سنے بغیر ہی چلی جائے۔

سمیر کی بات سن کر نمل پل بھر کے لیے واقعی ٹھٹک گئی' سمیر کو بہت سارے دوستوں میں گھرا وہ اکثر دیکھتی تھی' اس لیے اتنا اندازہ تو اسے تھا کہ اس کے واقف کار یونیورسٹی میں کافی ہوں گے' ایسے میں ایسی کسی بات کا علم ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی۔

اور واقعی سمیر کو اس کے دوست نے بتایا تھا کہ وکی اور حمید کینٹین میں بیٹھے بات کر رہے تھے کہ خرم یہ شرط جیت سکے گا یا نہیں اور یہ کہ انہیں وہ گاڑی ملے گی' تو کب ملے گی' وغیرہ۔ سمیر کا ارادہ ویسے تو اس معاملے میں پڑنے کا نہیں تھا۔ مگر جب اس نے لائبریری میں خرم کو نمل کی میز کے پاس آتا دیکھا تو وہ اٹھ کر ان کے قریب والی ٹیبل پر جا بیٹھا' جہاں سے وہ ان دونوں کی گفتگو با آسانی سن سکے اور ساری گفتگو سننے کے بعد اچانک اس کا دل چاہا جا کر خرم کی ساری محنت پر پانی پھیر دے۔

اسے اس بات کی قطعاً پروا نہیں تھی کہ نمل کو بے وقوف بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے یا اس سارے کھیل میں اسے تکلیف ہوگی' وغیرہ۔

اسے تو بس اس بات سے غرض تھی کہ خرم یہ بازی جیت نہ سکے' جب اس کے دوست نے اس شرط کے

متعلق بتایا تھا' تب اسے یہ نہیں پتا تھا کہ یہ نمل نامی لڑکی کون ہے' مگر اس وقت لائبریری میں خرم کو اس لڑکی سے مخاطب دیکھ کر سمیر کو بہ خوبی اندازہ ہو گیا کہ یہ ہی نمل ہے اور یہ دیکھ کر کہ لڑکی دیکھنے میں کافی اچھی ہے' سمیر کی کم ظرفی ایک دم بھڑک کر بے دار ہو گئی' اس کی شدید خواہش تھی کہ یہ شٹل کاک خرم کی بجائے اس کے گراؤنڈ میں آئے۔

نمل کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتی رہی' پھر اپنے اسی سپاٹ انداز میں بولی۔

''اطلاع دینے کا شکریہ۔ ویسے آپ کو دوسروں کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' نمل یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

''میں دوسروں کے لیے پریشان ہونے والوں میں سے نہیں ہوں' میں تو صرف اپنے لیے پریشان ہوتا ہوں۔'' سمیر نے مسکراتے ہوئے سوچا اور دور جاتی نمل کو تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

''رومیلہ ذرا ادھر آنا۔'' بھابھی کی آواز پر رومیلہ جو اپنا چائے کا کپ کچن میں رکھ کر واپس اپنے کمرے میں جانے کے لیے پلٹ گئی تھی بے دلی سے رک گئی۔

آج اس کے سر میں درد ہو رہا تھا' اس نے یونیورسٹی سے بھی چھٹی کر لی تھی' اس نے ناشتا بھی کچھ خاص نہیں کیا تھا' بس چائے پی تھی اور اس کے ساتھ ٹیبلٹ لے لی تھی' اس کا ارادہ فوراً بستر پر لیٹ جانے کا تھا' لیکن اس وقت بھابھی نے روک لیا۔

وہ خود ابھی تک ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھیں۔ ابرار بھائی اور بابا جانی آفس جانے کے لیے نکل چکے تھے۔ اسی لیے بھابھی کے انداز سے لگ رہا تھا وہ کوئی لمبی گفتگو کرنے والی ہیں۔

''جی بھابھی!'' رومیلہ نے قریب آ کر بظاہر بڑے نارمل انداز میں کہا تو بھابھی ایک نظر اسے دیکھ کر اپنی چائے کی پیالی پر جھک گئیں اور سرسری انداز میں بولیں۔

''اس سنڈے کو مرزا صاحب بات پکی کرنے آ رہے ہیں' تم ذرا ڈھنگ سے تیار ہو جانا اور چاہو تو نمل اور سنبل کو بھی بلا لینا۔

نمل کے پیپرز ہیں' تم کو تو بابا جانی بھی انوائیٹ کریں گے' پھر بھی تم اپنے طور پر بھی کہہ دینا۔'' بھابھی جلدی جلدی کہہ کر ایک دم خاموش ہو گئیں۔

رومیلہ بے یقینی سے انہیں دیکھے گئی۔ اسے اپنی سماعتوں پر شبہ ہو رہا تھا' اسے لگ رہا تھا اس سے سننے میں کوئی غلطی ہو گئی ہے۔

بھلا یہ سب کچھ اس طرح کیسے ہو سکتا تھا۔ محض تین دن بعد سنڈے تھا اور اس گھر میں ایسا تو کوئی تھا نہیں جس کی بات پکی کرنے کے لیے مرزا صاحب تشریف لاتے' سوائے اس کے۔ لیکن اسے تو کسی نے کچھ بتانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ تین دن پہلے جس طرح سنبل اور نمل کو مدعو کیا جا رہا تھا' ویسے ہی اسے بلا لیا تھا۔

بھابھی خود بھی اس کی حیران نظروں کو محسوس کر کے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگیں۔

''کیا ہوا' اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو' تمہیں بتایا تو تھا۔ مرزا صاحب کے بیٹے گلفام کے بارے میں۔''

''کیا بتایا تھا۔'' رومیلہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا' تو پل بھر کے لیے بھابھی خاموش ہو گئیں' پھر گلا کھنکارتے ہوئے بولیں۔

''دراصل میں خود زیادہ نہیں جانتی' تو تمہیں کیا بتاؤں' تمہارے بھائی نے ذکر کیا تھا اپنے ایک کاروباری واقف

مرزا صاحب کا۔ ان کا ایک بیٹا ہے گلفام جو کینیڈا میں مقیم ہے' اس نے سی اے کیا ہے اور کسی انٹرنیشنل فرم میں ڈائریکٹر ہے۔"

بہت اچھی پوزیشن ہے' کوئی ذمہ داری وغیرہ بھی نہیں ہے' بس باپ اور بیٹا دو ہی لوگ ہیں' والد پاکستان میں ہوتے ہیں' تم وہاں اکیلی آرام سے عیش کرو گی۔" بھابھی نے جب جملہ شروع کیا تھا تو رومیلہ کو لگا تھا وہ بھی اتنی ہی بے خبر ہیں جتنی وہ خود لیکن اتنی تفصیل سننے کے بعد اس کا دل چاہا کہہ دے' جو آپ اب بتا رہی ہیں' وہ آپ پہلے بھی بتا سکتی تھیں۔

لیکن اس وقت اس شکوے سے زیادہ اہم ایک دوسرا سوال تھا' چنانچہ اس نے وہی پوچھا۔

"کیا آپ لوگ اس گلفام نامی شخص سے ملے ہیں یا صرف مرزا صاحب کے کہے پر یقین کرلیا ہے۔" بھابھی کو اس کا سوال برا چبھا تھا' تبھی ان کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

"تمہارے بابا جانی اور بھائی نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے' ابرار کے ایک دوست جو کینیڈا میں ہی رہائش پذیر ہیں وہ بذات خود جا کر گلفام سے ملے ہیں' اس کی جاب اور تعلیم کے علاوہ وہ لڑکے کے رکھ رکھاؤ سے بھی بہت متاثر ہوئے ہیں۔" بھابھی ایک دم کرسی گھسیٹ کر کھڑی ہو گئیں' چھوٹی چھوٹی باتوں پر وہ ایسے ہی بگڑ جاتی تھیں' تبھی تو اس دن یہ ساری بات بتانے کی بجائے آج ذکر کر رہی تھیں' ورنہ جس وقت انہوں نے گلفام کا تذکرہ چھیڑا تھا' تبھی بتانا چاہیے تھا' مگر اس وقت بھی وہ موڈ آف کر کے چلی گئی تھیں۔

اور اس سے پہلے کہ اس وقت بھی وہ خفا ہو کر نکل جاتیں' رومیلہ نے جلدی سے پوچھ لیا۔

"وہ صرف بات پکی کرنے آرہے ہیں نا' تاریخ وغیرہ تو ابھی طے نہیں ہو گی نا شادی تو میری پڑھائی ختم ہونے کے بعد ہو گی۔" بھابھی اس کی بات پر ایسے رکیں جیسے انہیں برا جھٹکا لگا ہو۔

"کیسی بچکانہ باتیں کر رہی ہو رومیلہ' اتنا اچھا رشتہ ہم تمہاری فضول سی پڑھائی کے ختم ہونے کے انتظار میں لٹکائے رکھیں گے کیا۔ انہیں تو تمہاری جیسی دس مل جائیں گی' لوگ تو ایسے رشتوں کی تاک میں ہوتے ہیں' ہم ان سے کہیں گے تمہاری پڑھائی ختم ہونے کے بعد شادی کریں گے تو وہ تو کہیں اور لڑکی دیکھ لیں گے۔

گلفام وہاں اکیلا ہوتا ہے' مرزا صاحب کو اس کی شادی کی بہت جلدی ہے۔" بھابھی کا تپا ہوا تعجب بھرا لہجہ رومیلہ کو ناگوار تو بہت گزرا' مگر وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی' کیونکہ ابھی اسے مزید ایک سوال کا جواب چاہیے تھا۔

"تو آپ کو کیا لگتا ہے بابا جانی شادی کی تاریخ کب تک رکھیں گے۔" "ارادہ تو جلد از جلد کا ہے' اب جو خدا کو منظور۔" بھابھی صاف ٹالنے والے انداز میں کہتی آگے بڑھ گئیں۔

رومیلہ اپنی جگہ کھڑی سوچتی رہ گئی' وہ بابا جانی سے بات کرنا چاہ رہی تھی' مگر سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ ان سے کیسے بات کرے گی' آج اس وقت اسے اپنی ماں کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی' اگر آج وہ زندہ ہوتیں تو اس کے اور بابا جانی کے مابین جو ایک خلا تھا وہ نہ ہوتا۔

رومیلہ سوچ ہی رہی تھی کہ ڈائننگ روم کے دروازے پر رک کر بھابھی نہ جانے اسے تسلی دینے لگیں یا واقعی ان کا موڈ ٹھیک ہو گیا تھا' جو وہ قدرے جوش سے بولیں۔

"ویسے گلفام ہے بہت گڈلکنگ' تم دیکھو گی تو خود پر رشک آجائے گا۔" رومیلہ کسی گئی گزری شکل صورت کی مالک نہیں تھی' اس کا ساتھ بھی کسی دوسرے کے لیے باعث فخر ہو سکتا تھا۔ مگر بھابھی کا انداز مسلسل ایسا تھا جیسے مرزا صاحب نے اسے بہو بنانے کا فیصلہ کر کے اس پر احسان کیا ہو۔

اب یہ بھابھی کے انداز گفتگو کا اثر تھا یا کوئی اور بات تھی کہ بالکل اچانک رومیلہ کے ذہن میں ایک سوال

اٹھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی رشتے میں بس خوبیاں ہی خوبیاں ہوں اور کوئی خامی نہ ہو۔"

شام تک وہ اسی نکتے پر سوچتی رہی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اب نمل یونیورسٹی سے آکر کھانے وغیرہ سے فارغ ہو گئی ہو گی تب اس نے نمل کو فون کر ڈالا۔

رومیلہ کی طرح نمل کو بھی سنتے ہی ایسی کوئی خاص خوشی محسوس نہیں ہوئی' بلکہ ایک عجیب سی الجھن ہوئی تھی اسے بھابھی کی گفتگو سن کر۔

وہ لوگ ایسے رومیلہ کی شادی کر رہے تھے جیسے رومیلہ کے لیے اتنا اچھا رشتہ آجانے کی انہیں بالکل امید نہ ہو۔

لیکن نمل یہ سب رومیلہ سے کہہ کر اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی' اس لیے اسے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی۔

"اکثر لڑکیوں کی شادیاں ایسی ہوتی ہیں بالکل اچانک' کوئی ان کی مرضی بھی نہیں پوچھتا۔ تم خود کو ریلیکس رکھو۔ تعلیم اگر وقتی طور پر چھوٹ بھی جاتی ہے تو بعد میں یہ سلسلہ پورا کر لینا۔"

یہ سب کہہ کر جب نمل نے صبح یونیورسٹی میں ہوئی خرم سے گفتگو کے متعلق بتایا تو رومیلہ حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"تمہیں ضرورت کیا تھی اس سے گفٹ لینے کی۔"

"گفٹ تھوڑی لیا ہے میں نے' میں تو خود اسے واپس کرنا چاہ رہی تھی' مگر وہ اچانک اتنی تیزی سے نکل گیا کہ میں کچھ کہہ ہی نہیں سکی۔" نمل قدرے شرمندگی سے بولی۔

"خیر اب لے لیا ہے تو اپنے پاس ہی رکھو' خوامخواہ اسے واپس کرنے جاؤ گی اور اسے پھر بات کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

"پتا نہیں تم کس لڑکے کا ذکر کر رہی ہو' لیکن مجھے یقین ہے وہ جس شرط کا بھی ذکر کر رہا تھا' وہ سو فیصد درست ہو گی۔" رومیلہ سوچتے ہوئے بولی۔

"او زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' اگر ایسی کوئی شرط خرم نے لگائی بھی ہے تو بھی وہ کبھی ایسی شرط جیت نہیں سکتا۔" نمل کوفت بھرے لہجے میں بولی' رومیلہ کی خوامخواہ کی گھبراہٹ محسوس کر کے اسے بڑی کوفت ہوئی تھی۔

"زیادہ بڑے بڑے بول بولنے کی ضرورت نہیں ہے' وہ خرم اچھا خاصا ہیرو ٹائپ لڑکا ہے' چلو اتنا تو میں تمہیں جانتی ہوں کہ تم شکل صورت سے متاثر نہیں ہوتیں' لیکن گڈلکنگ ہونے کے علاوہ بھی اس میں کئی خوبیاں ہیں' وہ اگر فلرٹ کرنے پر اتر آیا تو کوئی اتنا ناممکن بھی نہیں ہے تمہارا اس کی باتوں میں آجانا' بلکہ مجھے تو وہ شروع سے تم میں انٹرسٹڈ لگتا ہے۔"

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" نمل بری طرح چڑ گئی' رومیلہ کی بات سن کر۔

"بات تو ایسی ہی ہے' تم پہلے ہی اس کی توجہ کا مرکز تھیں' اب اس کے دوستوں نے چیلنج کر دیا ہے تو وہ اس گیم میں سر دھڑ کی بازی لگا دے گا۔"

"تو لگا دے سر دھڑ کی بازی' مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔" نمل ہٹ دھری سے بولی۔

"تمہیں کیوں فکر ہو گی' فکر کرنے کے لیے میں اور سنبل جو موجود ہیں۔" رومیلہ کے ناراض سے لہجے پر خلاف توقع نمل کو ہنسی آگئی۔

"یہ دن تمہارے فکریں پالنے کے نہیں 'خواب دیکھنے کے ہیں۔"
"میں دن میں خواب دیکھنے پر یقین نہیں رکھتی اور جو تفصیلات بھابھی نے بتائی ہیں اسے سن کر تو وہ کوئی سچ مچ کا شہزادہ گلفام ہی لگ رہا ہے 'ہر طرح پرفیکٹ' جس میں کوئی کمی ہی نہ ہو اور جہاں سب کچھ بہت اچھا ہو' وہاں کچھ نہ کچھ غلط ضرور ہوتا ہے۔" رومیلہ سوچتے ہوئے بولی۔
"اللہ نہ کرے۔ اچھا سوچو' تاکہ اچھا ہی ہو۔" نمل نے جھڑکتے ہوئے کہا۔ تو رومیلہ گہرا سانس کھینچ کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼
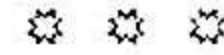
الیان نے حامد کو گھیرنے کی کوشش کی 'مگر حامد بتانے کی بجائے مزید سنجیدہ ہو گیا تو الیان کو زیادہ کریدنا اچھا نہیں لگا' مگر رات کو جب سب سونے کے لیے جانے لگے تو الیان نے ماموں جان اور شاہ جہاں ماموں سے رسمی سی اجازت لے لی' صبح واپس جانے کی۔
انہوں نے بھی رسمی سا روکنے کے بعد اس کا کندھا تھپکتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔
"چلو اگر تمہارا جانا اتنا ہی ضروری ہے تو ہم اصرار نہیں کریں گے' ویسے بھی ہم خود ان شاء اللہ بہت جلد تم لوگوں کی طرف آنے والے ہیں' بس ذرا یہاں ایک دو کام نبٹ جائیں' پھر مٹھائی کھانے آئیں گے۔"
"مٹھائی!" الیان ایک پل کے لیے واقعی نہیں سمجھا' جبکہ شاہ جہاں ماموں بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔
"ہاں بھئی زندگی میں اس قدر بھاگ دوڑ مچ گئی ہے کہ خوشی کے موقع بھی ٹلتے چلے جا رہے ہیں' ورنہ اب تک تو ہم منہ میٹھا کر بھی چکے ہوتے۔" الیان کی نظریں بے اختیار حامد کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ اس کے چہرے سے کچھ اخذ کرنا چاہتا تھا۔ مگر اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ حامد بھی اس کے چہرے پر کچھ کھوج رہا تھا۔
وہ دونوں ایک دوسرے کو کچھ دیر دیکھتے رہے' مگر شاید دونوں ہی کے لیے ایک دوسرے کا چہرہ پڑھنا مشکل کام تھا' تبھی کچھ دیر بعد دونوں نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا۔
البتہ اگلے دن علی الصبح جب الیان جانے کے لیے اٹھا تو سیدھا حامد کے کمرے کی طرف چلا گیا۔
دستک کے جواب پر جب حامد نے دروازہ کھولا تو الیان کو دیکھ کر پہلے تو وہ یہ ہی سمجھا کہ وہ جانے سے پہلے اس سے ملنے آیا ہے' مگر الیان نے فوراً" ہی اصل موضوع پر آتے ہوئے صاف ظاہر کر دیا کہ وہ جانے سے پہلے اس سے کھل کر بات کرنے آیا ہے۔
"میرا یہاں آنے کے پیچھے ایک مقصد تھا جو پہلی ہی رات پورا بھی ہو گیا تھا' مگر اب مجھے لگ رہا ہے کہ جانے سے پہلے مجھے تم سے ایک بار ڈائریکٹ بات کر لینی چاہیے۔
اتنا تو ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں کہ اس موضوع پر بات کرنے سے ہم دونوں ایک دوسرے سے بدگمان نہیں ہوں گے۔" حامد نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ محض سر اثبات میں ہلا دیا۔ اس کے تاثرات سے ظاہر تھا کہ وہ جلد از جلد الیان کی بات سننا چاہتا ہے۔
"ممی نے مجھ سے کہا تھا کہ ماموں جان بریرہ کا رشتہ لینا چاہتے ہیں تمہارے لیے' مگر گھر میں کچھ لوگ اس شادی کے لیے تیار نہیں ہیں' اسپیشلی ممانی جان۔
سچ پوچھو تو سنتے ہی مجھے بھی یہ رشتہ کچھ مناسب نہیں لگا' ایک تو میں اس بات سے مطمئن نہیں تھا کہ بریرہ گاؤں میں ایڈجسٹ ہو سکتی ہے' دوسرے یہ کہ میں تمہیں بھی ٹیپیکل جاگیردار ٹائپ سمجھ رہا تھا۔ مگر یہاں آکر اور خاص طور پر تم سے مل کر میرے سارے شک و شبہات دور ہو گئے۔
بس ایک کنفیوژن ہے جسے تم ہی دور کر سکتے ہو' کیا تم اس رشتے پر تیار ہو یا تم بھی ممانی جان کی طرف ہو۔"

الیان سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا جو بالکل جامد نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا' الیان کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔
"میں جانتا ہوں تمہیں یہ سن کر برا لگا ہو گا کہ میں یہاں صرف تمہیں دیکھنے اور پرکھنے آیا تھا' لیکن...."
"نہیں مجھے کیوں برا لگے گا' یہ تمہاری بہن کی زندگی کا سوال ہے' تمہیں پورا حق ہے دیکھنے اور پرکھنے کا۔
مجھے تو تعجب اس بات پر ہے کہ تم نے یہ سب بتا کیوں دیا۔ میں کوئی لڑکی نہیں ہوں جس پر دباؤ ڈال کر اسے شادی کے لیے تیار کر لیا جائے۔" حامد' الیان کی بات کاٹتے ہوئے فوراً" بولا۔
"تمہیں لگتا ہے صرف لڑکیوں پر دباؤ ہوتا ہے اور لڑکوں کی شادی صرف اور صرف ان کی مرضی سے ہوتی ہے۔" الیان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"ظاہری بات ہے لڑکوں کو کون مجبور کر سکتا ہے۔" حامد نے کندھے اچکائے۔
"اس بحث میں اگر پڑیں گے تو ٹائم بہت ویسٹ ہو گا جو کہ فی الحال میرے پاس نہیں ہے۔ لیکن تمہارے اس سوال کا جواب ضرور دے سکتا ہوں جو تم پوچھ رہے تھے تا میں نے تمہیں بتا کیوں دیا۔
تو دراصل انجانے میں تم میرے سامنے یہ تو بول گئے کہ تم نے محبت کی ہے یہ اور بات ہے کہ تم نے مکرنے کی بہت کوشش کی' لیکن میرے دل میں تو یقین جڑ پکڑ چکا ہے کہ تم کہیں نہ کہیں انوالو ہو۔
اس لیے میں نے سوچا تم سے براہ راست پوچھ لوں' اگر تم انکار نہیں کر سکتے تو یہ کام ہم اپنے طور پر کر دیں گے۔" الیان کے کہنے پر حامد کچھ جھینپ سا گیا' تبھی الیان ہنستے ہوئے بولا۔
"تمہارا اتنا کترانا ہی مجھے شک میں مبتلا کر رہا ہے یا تو تم مجھے اس لڑکی کا نام اس لیے نہیں بتا رہے کہ میں اس لڑکی کو جانتا ہوں۔
یا تمہیں ڈر ہے کہ کہیں تمہیں بریرہ سے ہی شادی نہ کرنی پڑ جائے اور میں خوامخواہ ہمیشہ تمہاری طرف سے بدگمان رہوں۔" حامد فوری طور پر کچھ نہیں بولا' کچھ دیر بعد اس نے کہنا شروع کیا۔
"تمہارا پہلا اندازہ ٹھیک ہے' تم اس لڑکی کو جانتے ہو اور وہ کوئی اور نہیں بریرہ ہی ہے' لیکن ظاہری بات ہے یہ میں تم سے نہیں کہہ سکتا تھا' کچھ تو روایتی جاگیردارنہ سوچ کی وجہ سے۔
بہن کا نام سن کر کہیں تم اشتعال میں نہ آجاؤ۔" اپنی بات پر حامد خود بھی جھینپ کر مسکرا دیا' لیکن الیان کو مسکراتا دیکھ کر وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔
"اور دوسری بات یہ ہے کہ مجھے پتا تھا' تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اگر تم مجھے مسترد کر رہے ہو تو تمہیں میرے دل کا حال پتا چلے۔" الیان کی مسکراہٹ ایک پل میں غائب ہو گئی' وہ بڑی بے یقینی سے بولا۔
"تمہیں پتا تھا۔" حامد نے سر اثبات میں ہلایا' پھر تیزی سے بولا۔
"لیکن تم یہ بات کسی سے نہیں کہو گے' اصولی طور پر تو مجھے تمہیں بتانا نہیں چاہیے تھا' خاص طور پر ایسی صورت میں جب تم میرے حق میں فیصلہ کر چکے ہو۔
لیکن میرے ضمیر کو یہ مناسب نہیں لگ رہا' حالانکہ میں نے تمہارے سامنے کسی قسم کی کوئی اداکاری نہیں کی۔ میں بالکل ویسے ہی رہا جیسا میں ہوں۔
مگر پھر بھی ایک خلش تھی کہ تم مجھے انجان سمجھ رہے ہو' جبکہ پھوپھی جان (الیان کی والدہ شگفتہ غفار) مجھے پہلے ہی فون کر کے تمہارے یہاں آنے کی وجہ بتا چکی ہیں۔" الیان ششدر سا اسے دیکھے گیا' اسے یقین نہیں آرہا تھا ممی نے اس کے ارادوں کا پتا پہلے ہی حامد کو دے دیا۔

"اسی لیے تم فوراً" اسلام آباد سے واپس آگئے۔" بالکل بے ساختہ الیان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں۔ پھوپھی جان نے مجھے ہوٹل فون کرکے بتایا تھا کہ تم مجھے قریب سے دیکھنا چاہتے ہو' جب انہیں پتا چلا کہ میں اسلام آباد آیا ہوا ہوں تو انہوں نے کہا' میں فوراً" واپس چلا جاؤں' ورنہ اگر ایک بار تم بددل ہو کر آگئے تو دوبارہ جانے کا ارادہ نہیں کرو گے۔" الیان کے چہرے پر تناؤ پھیل گیا' وہ کچھ دیر تو لب بھینچے حامد کو دیکھتا رہا' پھر ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا۔

"کیا ضرورت تھی مجھے یہ سب بتانے کی۔"

"کیونکہ چھپا کر ایسا لگ رہا تھا جیسے تمہارے ساتھ بے ایمانی کر رہا ہوں۔" حامد سادگی سے بولا' الیان کو غصہ تو بہت آرہا تھا' مگر حامد پر بگڑنے کا فائدہ نہیں تھا' جو کچھ کیا تھا اس کی اپنی ماں نے کیا تھا تو اس پر چلانے کا کیا جواز بنتا تھا۔

اسے رہ رہ کر شگفتہ غفار کی حرکت پر طیش آرہا تھا' جنہوں نے حامد کو بتا کر نا صرف الیان کا اعتماد مجروح کیا تھا' بلکہ حامد کی نظروں میں اس کی پوزیشن ہی آکورڈ کردی تھی' کیا سوچ رہا ہوگا حامد وہ رشتے داری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سیدھا اس کے گھر رہنے چلا آیا تاکہ اسے قریب سے دیکھ سکے۔

بے شک حامد زبان سے یہ ہی کہہ رہا تھا کہ اپنی بہن کی زندگی کا فیصلہ کرتے وقت اس کا ہر طرح سے اطمینان کرلینا جائز تھا۔ مگر الیان کے لیے یہ صورت حال برداشت کرنا سخت ناگوار تھا۔

اس کے چہرے پر کھنچاؤ دیکھ کر حامد رسانیت سے کہنے لگا۔

"مجھے معلوم ہے' تمہیں پھوپھی جان پر بہت غصہ آرہا ہے' لیکن الیان ان کی اتنی غلطی نہیں ہے میں انہیں بہت عزیز ہوں' انہیں ڈر تھا کہیں تم مجھے ریجیکٹ نہ کردو' اس لیے انہوں نے مجھے پہلے ہی انفارم کردیا' تاکہ میں تمہارے سامنے بہتر طریقے سے آؤں۔

لیکن خدا گواہ ہے میں تمہارے سامنے ہمیشہ ویسے ہی رہا جیسا میں حقیقتاً" ہوں' میں نے کچھ بھی پریٹنڈ کرنے کی کوشش نہیں کی۔

لیکن جب آج تم نے کہا کہ ہم ایک دوسرے کو اتنا سمجھتے ہیں کہ ایک دوسرے سے بدگمان نہیں ہوسکتے تو مجھے بھی لگا مجھے یہ سب بتا دینا چاہیے۔

ہوسکتا ہے یہ سب سننے کے بعد تم میرے ہر اس فعل کو ایک ڈرامہ سمجھ لو' جس کے باعث تم نے مجھے بریرہ کے لیے اوکے کردیا تھا' مگر مجھے معلوم ہے میں نے تمہیں امپریس کرنے کے لیے کوئی ہتھکنڈہ استعمال نہیں کیا۔

ایسا تو میں نے کبھی بریرہ کو متاثر کرنے کے لیے نہیں کیا' ورنہ وہ تو تمہاری اور پھوپھا صاحب کی اتنی لاڈلی ہے کہ اگر وہ میرا نام لے دیتی تو تم دونوں اس شادی کے لیے راضی نہ ہوتے ہوئے بھی انکار نہ کرتے۔

مگر بریرہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے یا اس سے کچھ کہنے کی کوشش کرنے کے متعلق تک میں نے کبھی نہیں سوچا وہ میری پھوپھی کی بیٹی تھی' ہمارے خاندان کی عزت میں نہیں چاہتا تھا میرا کوئی غلط فعل اس کے لیے مسائل کھڑے کردے۔

لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ مجھے بچپن سے پسند تھی اور اگر تم موقع دو تو میں یہ ثابت کرسکتا ہوں کہ میں اسے ہمیشہ خوش رکھوں گا۔" الیان کے چہرے کا تناؤ کم ہوتا چلا گیا' حامد کا ٹھنڈا مگر مستحکم لہجہ الیان کی رگوں میں خون کی گردش کو توازن پر لے آیا تھا۔

شگفتہ غفار کی حرکت سے اسے اب بھی اختلاف تھا' مگر حامد کی طرف سے اسے یقین تھا کہ اس نے اپنا اصل ہی الیان کے سامنے پیش کیا تھا اور کوئی بھی دکھاوا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ہاں اگر اس نے خود پر کوئی محنت کی تھی تو یہ بات بھی اس کے حق میں جاتی تھی کہ بریرہ اس کے لیے اتنی اہم تھی کہ وہ اسے حاصل کرنے کے لیے ہر کام کرنے کے لیے تیار تھا۔

حامد کچھ دیر منتظر نظروں سے اسے دیکھتا رہا' پھر اسے خاموش پا کر جانے کیا سمجھا کہ بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"یار یہ سب پھوپھی نے تمہیں بتانے سے منع کیا تھا' مگر میں نے۔ پلیز تم ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا۔ تم سمجھ رہے ہو نا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔" حامد کچھ جھجکتے ہوئے بولا تو اتنی دیر سے سنجیدگی سے کھڑے الیان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

اس نے آگے بڑھ کر حامد کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

" I know what do you mean بے فکر رہو' ہونے والی ساس نے ایک راز رکھنے کو کہا تھا' مگر تم نہیں رکھ سکے' لیکن میں یہ کام کرسکتا ہوں۔ فکر نہ کرو۔" حامد پہلے تو حیرانی سے اسے دیکھتا رہا' پھر خوشی کے مارے ایک دم اس کے گلے لگ گیا۔

☼ ☼ ☼

"بس کچھ دنوں کی بات ہے' پھر خرم کی وہ شاندار گاڑی میری دسترس میں ہوگی۔" وکی نے للچائے ہوئے انداز میں کہا تو حمید اسے ترچھی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"صرف تمہاری نہیں میری بھی' میں تمہارے ساتھ مل کر اتنی محنت محض اس لیے نہیں کر رہا کہ تم ڈرائیو کرتے رہو اور میں سڑک کے کنارے کھڑا تمہیں دیکھتا رہوں۔"

"ہاں ہاں بھئی تم بھی چلا لینا۔" وکی نے بے زاری سے کہا۔

"صرف چلا لینا نہیں' وہ ہم دونوں کی ہی ہوگی' ورنہ میں خرم کو بتا دوں گا کہ تم نے جان بوجھ کر خرم اور اپنے بیچ لگی شرط کا ذکر سمیر کے دوستوں کے سامنے کیا تھا' تاکہ وہ لوگ رنگ میں بھنگ ڈالنے آجائیں اور خرم شرط ہار جائے۔" حمید فوراً" بلیک میلنگ پر اتر آیا تو وکی تاؤ کھاتے ہوئے بولا۔

"ہاں ہاں پتا ہے تم سارا بھانڈا پھوڑ دو گے اور خرم یہ سنتے ہی میرا سر پھوڑ دے گا۔ مگر تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے اس کے بعد تمہاری کھوپڑی بھی سلامت نہیں رہے گی۔

کتنی بار تو کہہ چکا ہوں' وہ گاڑی ہم دونوں کی ہوگی' کیوں بار بار دھمکائے جاتے ہو۔ یہ وقت لڑنے کا نہیں' سوچنے کا ہے۔

خرم تو کچھ بتاتا ہی نہیں' اس کے آگے کیا ارادے ہیں' ادھر سمیر کے دوستوں کا بھی پتا نہیں' انہوں نے ہماری باتیں سن کر اس پر کوئی دھیان دیا ہوگا یا نہیں۔ اگر سمیر بیچ میں نہیں آیا تو بہت ممکن ہے خرم یہ شرط جیت جائے۔"

"اگر وہ شرط جیت بھی جائے تو تم کون سا خودداری دکھاتے ہوئے یونیورسٹی چھوڑ دو گے۔

تم تو اگلے ہی دن ٹہلتے ہوئے آجاؤ گے۔ "مجھے کوئی شرط یاد نہیں۔" حمید نے آخری جملہ نہایت بے سری آواز میں کہہ کر گویا وکی کی نقل اتاری' مگر وہ بھی سدا کا ڈھیٹ گردن اکڑاتے ہوئے بولا۔

"وہ تو ہے' میں تو ہارتے ہی مکر جاؤں گا' مگر خرم اپنی بات کا پکا ہے' وہ ضرور اپنی گاڑی کی چابیاں اگلے دن ہی دے دے گا' مگر یہ سب تب ہوگا جب ہمیں پتا ہو کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔" وکی پرسوچ انداز میں بولا۔

"وہ ہمیں کیوں بتائے گا کہ وہ کیا کرنے والا ہے' بلکہ نادر اور ہارون بھی زیادہ کچھ نہیں جانتے' ورنہ ان دونوں سے ہی اگلوا لیتے۔" حمید نے پین کی پشت سے کان کا خلال کرتے ہوئے بوریت سے کہا۔

"کس سے کیا اگلوانے والے ہو۔" ہارون کی اچانک آواز سنائی دی تو وہ دونوں بری طرح ہڑبڑا گئے۔ جو پین حمید نے کان صاف کرنے کے لیے ٹھیڑ رکھا تھا' وہ کچھ اور بھی اندر چلا گیا تو حمید تکلیف سے چلا اٹھا۔

"کیا ہوا۔ تم ٹھیک تو ہو۔" ہارون نے اتنی بھیانک چیخ پر گھبرا کر پوچھا۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہوں' ہم کہاں سے بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو گئے۔" حمید نے کان سہلاتے ہوئے پوچھا۔

"ارے فرار ہو کر آیا ہوں' یہ خرم کے بچے نے بھی جان عذاب کر کے رکھی ہوئی ہے' تم لوگوں کو ضرورت کیا تھی یہ فضول شرط لگانے کی۔" ہارون تلخی سے بولا تو وہ دونوں ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہارون کے قریب کھسک آئے۔

"کیوں کیا ہوا' خیریت تو ہے نا۔" یہ اندازہ ہوتے ہی کہ ہارون کو کچھ تا کچھ پتا ہے' ان کی دلچسپی عروج کو پہنچ گئی تھی۔

"ارے خیریت کہاں ہے خرم' کرائے کے غنڈے ارینج کر رہا ہے' کل صبح جب نمل یونیورسٹی آئے گی تو وہ دونوں اسے چھیڑیں گے اور خرم صاحب فلمی ہیرو کی طرح عین موقع پر اسے بچانے پہنچ جائیں گے۔" ہارون کے چہرے پر بے زاری پھیلی ہوئی تھی' جبکہ وہ دونوں چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"اب تم لوگ خود بتاؤ' کیا نمل ایسی لڑکی ہے جو ان حرکتوں سے امپریس ہو جائے۔ خرم کا دماغ تو خراب تھا ہی نادر کا اس سے زیادہ خراب ہو رہا ہے' وہ کہہ رہا ہے نمل کو جا کر سب بتا دیتے ہیں۔

ہم نمل کو جا کر بتائیں' تاکہ خرم کے ہاتھوں اگلے ہی دن شہید ہو جائیں۔ یار تم دونوں اپنی شرط واپس کیوں نہیں لے لیتے۔" ہارون نے التجائیہ انداز میں کہا۔

"کیا یہ خرم نے کہلوایا ہے۔" وکی نے آنکھیں گھماتے ہوئے پوچھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے۔" ہارون نے بگڑ کر کہا۔

"کیا وہ ایسا کچھ کہلوا سکتا ہے۔ یہ تو میں کہہ رہا ہوں' اب کل یہ خوامخواہ کی مار پیٹ ہو گی اور نمل پر اثر بھی نہیں ہو گا۔" ہارون نے بڑبڑاتے ہوئے کہا تو حمید اور وکی ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

کیونکہ یہ سارا پلان کل صبح کا تھا' چنانچہ ان دونوں کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ سمیر کو فوراً" اطلاع دینی تھی' وہ ہارون کے پاس سے اٹھ کر سیدھا سمیر کے پاس پہنچ گیا' وہ حسب توقع اپنے دوستوں کے ساتھ کینٹین میں موجود تھا' ان دونوں نے پچھلی بار کی طرح ان کے قریب کی ٹیبل سنبھال لی اور خرم کا سارا پروگرام زور' زور سے ڈسکس کرنے لگے۔

پچھلی بار کے مقابلے میں اس بار وہ لوگ زیادہ متجسس لگ رہے تھے' وکی اور حمید ان کی دلچسپی محسوس کرتے ہوئے خوشی خوشی وہاں سے اٹھ گئے۔

مگر جیسے ہی وہ کینٹین سے باہر نکلے خرم کو سامنے کھڑا دیکھ کر ٹھٹک گئے۔

جس طرح وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے سکون سے کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا' وہ انہیں چونکنے پر مجبور کر گیا تھا۔ تبھی خرم سے ذرا پیچھے ہارون اور نادر کو کھڑا دیکھ کر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

خرم ایک ایک قدم اٹھاتا ان کے عین سامنے آکھڑا ہوا۔ حمید کچھ خوف زدہ انداز میں وکی کے پیچھے چھپنے لگا' جبکہ وکی اندر سے پریشان ہونے کے باوجود خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"اس شرط کو جیتنے کے لیے تم نے جو اوچھے ہتھکنڈے آزمائے ہیں اس کے بعد یہ چیلنج ہمارے بیچ سے ختم ہو گیا ہے۔ اب مجھے اپنی گاڑی تمہیں دینے کی ضرورت ہے نہ تمہیں یونیورسٹی چھوڑنے کی۔" خرم کی بات ابھی ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ وکی حیرانی کی اداکاری کرتے ہوئے اس کی بات کاٹ کر بولا۔

"یہ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو یار' ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

"کچھ نہیں کیا۔" خرم نے سوالیہ انداز میں اسی کا جملہ دہرایا' پھر ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا۔

"تم لوگ اگر خود نمل کو سب بتانے جاتے تو مجھے پتا چل جاتا اور ساتھ ہی تم دونوں کی ہڈیوں کا چورا ابھی نکل

جاتا' اس لیے تم نے سمیر کے دوستوں کے سامنے ساری کہانی اگل دی' تاکہ ان کے ذریعے نمل کو سب پتا چل جائے اور تم لوگ شرط بھی جیت جاؤ اور تمہارا نام بھی نہ آئے۔"

"ارے نہیں یار تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے' ورنہ۔۔۔" وکی نے کچھ کہنا شروع ہی کیا تھا کہ خرم نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"میں کوئی expla nation سننے کے موڈ میں نہیں ہوں' میں صرف یہ بتا رہا ہوں کہ شرط ختم ہو گئی ہے' اگر تم دونوں میرے دوست نہ ہوتے تو میں اس حرکت پر تم دونوں کا حشر بگاڑ دیتا۔" خرم نے ان دونوں کو مزید کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا اور دوسری طرف پلٹ گیا' ویسے بھی ان دونوں کے پاس کہنے کے لیے تھا ہی کیا۔

وہ جانتے تھے خرم نے یہ سب اندھیرے میں تیر چلانے والے انداز میں نہیں کہا' اسے پوری طرح پتا تھا' تبھی وہ بولا تھا۔

اور واقعی خرم نے اچھی طرح تصدیق کی تھی۔ دراصل نمل کو جب وہ لفافہ دے کر بظاہر لائبریری سے نکل گیا تھا۔ تب وہ وہاں سے گیا نہیں تھا' بلکہ لائبریری کی کھڑکی میں آکر کھڑا ہو گیا تھا' یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا نمل اس کا دیا تحفہ رکھتی ہے یا میز پر چھوڑ کر چل پڑتی ہے۔

اسے یہ دیکھ کر تو بڑی خوشی ہوئی کہ نمل نے گو گلز اٹھا لیے' مگر جب وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئی تو سمیر کو اچانک اس کے قریب آتا دیکھ کر خرم کے کان کھڑے ہو گئے اور پھر جو کچھ اس نے سمیر کو کہتے سنا وہ سن کر اس کا دماغ گھوم گیا۔

جہاں اسے یہ سوچ کر غصہ آ رہا تھا کہ نمل کو اس شرط کے بارے میں پتا چل گیا' وہیں اسے وکی اور حمید کی حماقت پر تاؤ آ رہا تھا جو سمیر کے دوستوں کے سامنے یہ سب کہنے بیٹھ گئے۔

مگر تبھی اس کے ذہن میں ایک خیال سا کوندا' انہیں وکی اور حمید نے یہ سب جان بوجھ کر تو نہیں کیا' اپنے اندازوں کا ذکر اس نے ہارون اور نادر سے کیا اور پھر انہیں آزمانے کے لیے ایک فرضی پلان بنا کر ہارون کو ان دونوں کے پاس اس انداز میں بھیجا کہ انہیں یہ نہ لگے کہ وہ اپنے پلان سے انہیں آگاہ کر رہا ہے' بلکہ ایسا محسوس ہو جیسے یہ سب جوش اور غصے میں ہارون نے انہیں بتا دیا ہے۔

ہارون کے ذکر کرتے ہی وہ دونوں حسب توقع تیر کی طرح سمیر کے گروپ کے پاس پہنچ گئے اور خرم کا شک یقین میں بدل گیا۔

خرم نے تو یہ سب جھوٹ کہا تھا' لیکن سمیر اور اس کے دوست تو سچ ہی سمجھتے تھے' چنانچہ سمیر فوراً" نمل کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور کچھ دیر بعد وہ اس کے سامنے کھڑا اسے یہ بتا چکا تھا۔

نمل کو سمیر کی یہ خوامخواہ کی ہمدردی سخت ناگوار گزر رہی تھی' اس لیے روکھے سے انداز میں۔۔۔

"بتانے کا شکریہ۔" کہہ کر آگے بڑھ گئی' اس کا ذہن رومیلہ کی وجہ سے پہلے ہی الجھا ہوا تھا' بلکہ اس وقت بھی وہ اور سنبل' رومیلہ کو ہی ڈسکس کر رہے تھے' جس کے سر کا درد تو ٹھیک ہو گیا تھا' مگر طبیعت کے بوجھل پن کی وجہ سے اس نے آج بھی چھٹی کی تھی۔

"رومیلہ اندر سے ٹینس ہے' تبھی اس کی طبیعت گری گری سی ہے۔" سنبل اس کے ساتھ کلاس کی طرف جاتے ہوئے یہ ہی کہہ رہی تھی' جب سمیر پہنچ گیا' البتہ اس کے جاتے ہی جب نمل نے پھر رومیلہ کے بارے میں بات کرنی چاہی تو سنبل کا ذہن اس موضوع کی طرف نہ آسکا' بلکہ وہ اسی راستے کو دیکھتے ہوئے بولی' جس پر ابھی ابھی سمیر گیا تھا۔

"کیا یہ وہی ہے' جس نے پہلے بھی تمہیں انفارم کیا تھا۔" نمل نے محض سر ہلا کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"یہ تو سمیر ہے نا۔"

"کون سمیر؟" نمل نے عام سے انداز میں پوچھا۔
"یہ یونیورسٹی میں خرم کا سب سے بڑا کامپیٹیٹر ہے' دونوں میں ہر وقت مقابلہ چلتا ہے۔"
"ہو سکتا ہے یہ خرم کو پھنسانے کے لیے اس قسم کی باتیں کر رہا ہو۔" نمل اس کی بات پر سر جھٹک کر آگے بڑھنے لگی کہ سنبل قائل کرنے والے انداز میں بولی۔
"نہیں میں صحیح کہہ رہی ہوں یہ تو خرم کا حریف ہے' اگر یہ خرم کے بارے میں کچھ کہہ رہا ہے تو اس کی بات پر تو یقین کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ خرم کو پھنسانے کے لیے یہ سب کہہ رہا ہو گا۔ تم خرم سے اس موضوع پر کوئی بات نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔"
"کیا مطلب؟" نمل نے ٹھٹک کر سنبل کو دیکھا۔
"مطلب یہ کہ وہ جو گفٹ تم آج واپس کرنے والی تھیں' وہ اپنے پاس ہی رکھ لو' خواہ مخواہ میں بات مت بڑھاؤ۔ تم ایک بار خرم کی کھلی کر چکی ہو' اس لیے سمیر نے تمہیں ٹارگٹ بنایا ہو گا' خرم کے خلاف کوئی سازش کرنے کے لیے۔"
"کیا بکواس کر رہی ہو میں اس سے کوئی گفٹ لے کر کیوں رکھ لوں؟" نمل چڑ گئی۔
"اچھا مت رکھو' کل تک دیکھ لو' بلکہ میرے خیال سے تو کل چھٹی کر لو' تاکہ......"
"تاکہ خرم اپنے ارادوں کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ فضول باتیں مت کرو' اسے اگر کچھ کرنا ہو گا تو کل نہیں' پرسوں کر لے گا۔" نمل نے جرح کرتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔
"اچھا چلو چھٹی مت کرو' لیکن ایک' دو دن دیکھ لو' اگر وہ ایسی کوئی حرکت کرتا ہے تو پھر اس کا گفٹ واپس کر دینا' ورنہ اچھا تو یہی ہے کہ خاموش رہو اور بات یہیں ختم کر دو۔" سنبل کے ناصحانہ انداز پر نمل زچ ہو کر رہ گئی۔ مگر اسے مزید نصیحت کرنے کے لیے منہ کھولتا دیکھ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولی۔
"اچھا اچھا ٹھیک ہے' میں ایک' دو دن دیکھ لیتی ہوں' یہ خرم کیا کرنے والا ہے' مگر میں چھٹی نہیں کروں گی' اب کلاس میں چلیں۔" نمل کے تپے ہوئے لہجے پر سنبل نے مسکرا کر سر ہلایا۔

☼ ☼ ☼

ایک' دو دن تو کیا پورے چار دن بڑی خاموشی سے گزر گئے' اس بیچ مرزا صاحب تین' چار لوگوں کے ساتھ مٹھائی کے ٹوکرے لے آئے اور بات پکی کر کے چلے گئے۔
رومیلہ کی طرف سے چند قریبی رشتے داروں کے علاوہ کوئی شریک نہ ہوا' کیونکہ کسی کو مدعو ہی نہیں کیا تھا' اصل میں شادی کی تاریخ اتنی نزدیک کی رکھی گئی تھی کہ اس وقت کسی بڑے فنکشن کی ضرورت ہی نہیں تھی' محض ایک مہینے بعد شادی ہونا طے پائی تھی۔
ان لوگوں کے جانے کے بعد جب رومیلہ کو پتا چلا تو وہ خود کو روک نہ سکی اور بابا جانی کے پاس چلی آئی۔
"میری پڑھائی کا کیا ہو گا بابا جانی۔" جب انہوں نے خود سے کوئی بات ہی نہیں کی تو آخر اسے ڈھیٹ بن کر پوچھنا ہی پڑا۔
"تم کینیڈا جا کر پڑھائی کر لینا' رشتہ بہت اچھا تھا رومیلہ اور انہیں بہت جلدی ہے' ورنہ میں نے تو تین' چار مہینے کے بعد کی تاریخ چاہی تھی' آج کل تو بزنس میں بھی اتنی مصروفیت چل رہی ہے کہ شادی کی تیاریوں کے لیے وقت نکالنا مشکل ہو جائے گا۔
مگر وہ لوگ مان ہی نہیں رہے' یہ ایک مہینہ بھی بڑی مشکل سے ملا ہے' ورنہ وہ تو دو ہفتے بعد کی بات کر رہے تھے۔
اصل میں گلفام کسی کام سے پاکستان آ رہا ہے اور وہ چاہتے ہیں اسی وقت شادی کر دیں' مگر پندرہ دن میں تو ہمارے لیے ممکن ہی نہیں تھا' اگلے ہفتے ابرار کچھ دنوں کے لیے شہر سے باہر جا رہا ہے۔
آخر بڑی مشکلوں سے گلفام نے پندرہ دن سے بڑھا کر اپنا ایک مہینے بعد کا ٹرپ رکھا ہے' اس سے زیادہ ڈیلے ہو نہیں سکتا تھا۔" بابا جانی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے خوشی خوشی بتاتے گئے تو رومیلہ کے پاس جیسے کہنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں' وہ صرف انہیں دیکھ کر رہ گئی' ذہن الجھ کر رہ گیا تھا۔
"ایک ماہ بعد شادی!"

☼ ☼ ☼

"لگتا ہے ہم سے سننے میں کوئی غلطی ہو گئی۔" سمیر کے ایک دوست نے خرم کو وکی' حمید' ہارون اور نادر کے ساتھ کلاس سے نکلتا دیکھ کر دور سے ہی بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔
"غلطی تو خیر نہیں ہوئی میرے خیال سے تو خرم کا ارادہ ہی بدل گیا' وہ کرائے کے غنڈے نہیں مل سکے ہوں گے۔" ایک اور دوست نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔
"یا ہو سکتا ہے شرط ہار گیا ہو' نمل نے لفٹ ہی نہ کرائی ہو۔"
"اگر خرم شرط ہار گیا ہوتا تو اس کی گاڑی وکی اور حمید کے پاس ہوتی۔" سمیر نے بدستور دور کھڑے خرم کو دیکھتے ہوئے کہا۔
اتنے دن ہو گئے تھے اس کے پلان پر عمل نہیں ہوا تھا۔ جبکہ سمیر فوراً" نمل کو ہوشیار کر آیا تھا' اب نمل اس کے بارے میں بھلا کیا سوچ رہی ہو گی کہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔
"تو پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے اس خاموشی کی۔" سمیر کے ایک دوست نے بھنویں اچکاتے ہوئے سمیر کو دیکھا تو سمیر اسے بغور دیکھتے ہوئے یقین سے بولا۔
"خرم کو پتا چل گیا ہے کہ ہمیں سب خبر ہو گئی ہے' بلکہ شاید وہ یہ بھی جان گیا ہے کہ میں نے نمل کو سب بتا دیا ہے۔"
"تو پھر تو وہ کوئی اور پلان بنا رہا ہو گا یا پھر شاید اسی لیے خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے کہ تھوڑا وقت گزر جائے' پھر کوئی چال چلے۔"
"اب کچھ بھی ہو' سمیر وغیرہ نمل کی نظر میں جھوٹے بن ہی گئے۔" اس کے ایک دوست نے مسکراتے ہوئے چڑانے والے انداز میں کہا تو سارے ہی دوست مسکرانے لگے۔
"اگر یہ جھوٹ بھی تھا تو اسے سچ کیا جا سکتا ہے۔" سمیر نے باری باری ان سب کو دیکھا۔
"کیا مطلب؟" وہ یک زبان بولے۔
"ان کا ارادہ غنڈے بھیج کر نمل کو تنگ کرنے کا تھا نا۔ تو یہ کام ہم کر دیتے ہیں۔" سمیر نے اطمینان سے کہا۔
"تو کیا ہیرو بن کر تم پہنچو گے۔" اس کے ایک دوست نے تعجب سے پوچھا۔
"ارے نہیں یار۔ اس طرح تو وہ سمجھے گی میں ہی اس پر لائن مار رہا ہوں۔"
"پہنچے گا تو خرم ہی' لیکن نمل کی نظر میں ہیرو نہیں بن سکے گا' کیونکہ اسے یقین ہو جائے گا کہ خرم یہ سب شرط جیتنے کے لیے کر رہا ہے۔" سمیر کے چہرے پر بدمعاشی سے بھرپور مسکراہٹ ابھر آئی۔
وہ تصور کی آنکھ سے وہ منظر دیکھ رہا تھا' نمل' خرم کی توقع کے مطابق مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے چلا کر اسے ذلیل کرے گی۔

(باقی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

سالگرہ نمبر

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ زو[illegible]بنا سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ــــ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑ[illegible]ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے ا[illegible]ں سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی [illegible] دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب [illegible] شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خ[illegible] ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو [illegible] میں زخمی کردیتا ہے۔

(اب آ[illegible]ے)

۱۲

بارہویں قسط

عائشہ اختر جب سے گھر آئی تھیں اسی پریشانی میں مبتلا تھیں کہ بلال اختر کو سب کچھ کیسے بتائیں حالانکہ کئی بار انہیں موقع بھی ملا۔

بلال اختر نے آفس سے گھر آتے ہی عائشہ اختر کی پریشانی کو بھانپ لیا تھا مگر وہ ان کے استفسار پر کچھ نہ کہہ سکیں یہاں تک کہ بلال اختر نے انہیں کریدا بھی بہت کیونکہ انہیں معلوم تھا وہ آج ڈاکٹر شکیلہ سے ملنے گئی تھیں۔

"کیا کہا ڈاکٹر شکیلہ نے؟" بلال اختر کے سوال پر عائشہ اختر صرف ان کی شکل دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

ایک جنگ چل رہی تھی ان کے اندر اگر انہوں نے خود سے نہیں بتایا تو ڈاکٹر شکیلہ خود فون کر کے بتا دیں گی۔

مگر زبان جیسے تالو سے چپک کر رہ گئی تھی۔

"بولیے نا ایسا کیا کہہ دیا ہے ڈاکٹر شکیلہ نے جو چہرے کا رنگ فق ہو گیا ہے۔" بلال اختر گلے میں پڑی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولے تو عائشہ اختر ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"آپ کیا کریں گے جان کر؟ کون سا آپ کو ان کی ہدایت پر عمل کرنا ہے۔" عائشہ اختر کے بگڑے ہوئے انداز پر بلال اختر ٹھٹک کر انہیں دیکھنے لگے۔

"اب کیا فرما دیا انہوں نے "کیا زوبیہ کی شادی فوراً" کر دینے کا مشورہ دے رہی ہیں۔" بلال اختر جتانے والے انداز میں بولے کہ "مجھے بخوبی یاد ہے کہ ڈاکٹر شکیلہ نے اس کی شادی کر دینے کا مشورہ دیا تھا۔"

عائشہ اختر کھول کر رہ گئیں۔ ایک تو پہلے ہی ان کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی بلال اختر کو کچھ بتانے کی اب تو ان کا موڈ بھی آف ہو گیا تھا۔

ایسا لگ رہا تھا بلال اختر ڈاکٹر شکیلہ کی اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اسے فوراً "پاگل خانے" بھیج دیں گے۔

بلال اختر ان کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھ کر رسانیت سے کہنے لگے۔

"آپ کو کیا لگتا ہے عائشہ' زوبیہ کی شادی کر دینا اس کی بیماری کا علاج ہے۔"

"تو پھر اس کی بیماری کا علاج کیا ہے کیا ساری زندگی اسے گھر بٹھا کر رکھنا ہے۔" عائشہ اختر ترخ کر بولیں۔

"جب تک وہ ٹھیک نہیں ہوتی اس کی شادی کر دینا اس پر ظلم ہے اور اس سے بھی زیادہ اس لڑکے پر۔" بلال اختر نے ٹائی ایک جھٹکے سے گردن سے کھینچی تو عائشہ اختر بھی غصے سے کھڑی ہو گئیں۔

"تو زوبیہ کا ماحول بدلنے کے لیے آپ اپنے کام میں سے دو تین دن کا وقت نکال لیں اور اسے یہاں سے کہیں دور لے چلیں۔"

"اگلے چھ مہینے تک تو ایسا ممکن نہیں اس کے بعد کوشش کروں گا۔" بلال اختر نے صاف انکار کر دیا۔

"ان چھ مہینوں میں آپ کی اور اگلے چھ مہینوں کی مصروفیت نکل آئے گی کیونکہ آپ اس کے لیے وقت نکالنا چاہتے ہی نہیں ہیں۔" عائشہ اختر غصے سے کہتی کمرے سے نکل گئیں۔

مگر ان کا کمرے سے نکل جانا بات تو ختم نہیں کر دیتا۔ اگلے دن خلاف معمول بلال اختر آفس سے جلدی گھر آ گئے ان کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی دیکھ کر عائشہ اختر ٹھٹک گئیں۔

ذہن میں فوراً ڈاکٹر شکیلہ کا خیال آیا تھا تبھی ان سے کچھ پوچھنے کی ہمت بھی نہیں ہوئی۔

"زوبیہ کہاں ہے؟" سوال بھی خلاف معمول تھا عائشہ اختر دل کڑا کر کے پوچھنے پر مجبور ہو گئیں۔

"اپنے کمرے میں ہے کیوں کیا ہوا؟"

"ذرا بلوانا اسے۔"

"مگر بات کیا ہے؟"

"کیوں بتاؤں میں آپ کو جب آپ مجھے کچھ نہیں بتاتیں۔ ڈاکٹر شکیلہ نے فون کیا تھا مجھے اور انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اتنا بے خبر ہوں وہ سمجھ رہی تھیں میں انجان نظر آنے کی اداکاری کر رہا ہوں۔" بلال اختر تلملا کر بولے۔

عائشہ اختر بغلیں جھانکنے لگیں بلال اختر انہیں خاموش دیکھ کر زوبیہ کو آواز دینے لگے کہ عائشہ اختر نے ٹوک دیا۔

"اسے بلا کر کچھ پوچھنے کا فائدہ نہیں وہ خود بہت ڈسٹرب ہے۔"

"تو کیا تمہاری طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤں اور وہ نوکروں کو قتل کرتی پھرتی رہے۔" بلال اختر نے دانت پیسے۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ زوبیہ نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ نطاشہ کی موت ایک حادثہ تھی پولیس' پریس سب یہی کہہ رہے ہیں۔" عائشہ اختر تڑپ کر بولیں۔

"مگر یہ ایک حادثہ تھا تو زوبیہ کو اس حادثے کے متعلق کیسے پتا چلا۔"

"زوبیہ کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے اسے بلا کر پوچھنا بے کار ہے۔" عائشہ اختر منمنائیں۔

"جواب تو آپ کے پاس بھی کسی سوال کا نہیں ہے آپ سے بھی بات کرنا بے کار ہے۔

ورنہ جس عورت کی جوان جہان بیٹی گھر سے کالج کا کہہ کر سڑکوں پر آوارہ گردی کرتی پھر رہی ہو اس عورت کی تو راتوں کی نیندیں اڑ جائیں۔" بلال اختر کا زہر میں بجھا جملہ عائشہ اختر کو تیر کی طرح لگا تھا وہ بھی ان ہی کے انداز میں بولیں۔

"وہ سڑکوں پر کوئی آوارہ گردی نہیں کر رہی گھر کے پچھلے حصے میں بنے سرونٹ کوارٹر میں جا کر بیٹھ جاتی تھی۔"

"ڈاکٹر شکیلہ نے یہ نہیں بتایا آپ کو۔" بلال اختر ان کے تنک کر بولنے پر مزید سیخ پا ہو کر بولے۔

"اتنی آسانی سے یقین کر لیا آپ نے اس کے فضول بہانے پر' جو کبھی آپ خود بتایا کرتی تھیں۔"

ایک زنانے دار تھپڑ پڑا تھا عائشہ اختر کے منہ پر اور ان کا سارا غصہ اور کھولن بیٹھتی چلی گئی تھی وہ دزدیدہ نظروں سے بلال اختر کو دیکھتی چلی گئیں ان کا خاموش ہو جانا بلال اختر بھی محسوس کر گئے تھے۔

خود انہیں بھی کہنے کے بعد احساس ہوا تھا کہ وہ ایک غلط بات کہہ گئے ہیں لیکن اس وقت وہ اتنے غصے میں تھے کہ شرمندہ ہونا انہیں گوارا نہ ہوا البتہ اپنی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے وہ بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگے۔

"زوبیہ کا پاگل پن بڑھ رہا ہے پہلے اس نے رخسار پر حملہ کیا تھا اور اب نتاشا پر۔ خدا کا شکر ہے کہ ابھی تک زوبیہ پر کوئی پولیس کیس نہیں بنا لیکن اگر یہی حالات رہے تو وہ وقت دور نہیں جب وہ جیل میں ہو گی۔"

"تو کیا آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ جیل کی بجائے مینٹل ہسپتال بھیج دیا جائے۔" عائشہ اختر کتنی دیر بعد بولنے کے قابل ہوئی تھیں وہ بھی محض اس لیے کہ وہ جلد از جلد یہ جان لینا چاہتی تھیں کہ بلال اختر کا آگے کیا ارادہ ہے۔

ان کے سوال پر بلال اختر نے کھا جانے والی نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

"اسے مینٹل ہسپتال بھیج کر مجھے ساری دنیا کو خود پر ہنسانا نہیں ہے۔" بلال اختر بستر کے کنارے پر بیٹھ گئے۔

"تو پھر؟" عائشہ اختر کو ایک طرف جہاں تھوڑا اطمینان ہوا وہیں ایک نئی فکر نے آن گھیرا کہ آخر پھر بلال اختر نے کیا سوچ رکھا ہے۔

ان کے پوچھنے پر بلال اختر فوری طور پر کچھ نہیں بولے بلکہ ایک گہری سانس کھینچ کر کسی سوچ میں ڈوب گئے۔

عائشہ اختر بدستور انہیں دیکھتی رہیں تو بالآخر بلال اختر سر اٹھا کر ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرد سے لہجے میں بولے۔

"ڈاکٹر شکیلہ نے کہا ہے تاکہ زوبیہ کا ماحول تبدیل کریں۔ اس کے لیے وقتی طور پر کہیں جانے کی بجائے مستقل طور پر چلے جاتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" عائشہ اختر کی سمجھ میں خاک بھی نہیں آیا جو شخص کچھ دنوں کے لیے بزنس نہیں چھوڑ سکتا وہ مستقل طور پر کہیں جانے کے لیے کیسے رضامند ہو سکتا ہے۔

"مطلب یہ کہ ہم گھر تبدیل کر لیتے ہیں۔" عائشہ اختر کی آنکھیں حیرانی کی شدت سے پھیل گئیں۔

کتنی ہی دیر وہ دونوں بغیر کچھ بولے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے آخر عائشہ اختر اٹکتے ہوئے بولیں۔

"آپ... آپ یہ گھر چھوڑ دیں گے۔"

"صرف چھوڑیں گے نہیں 'بلکہ ہم اس گھر کو بیچ دیں گے۔" بلال اختر سابقہ انداز میں بولے۔

عائشہ اختر کی بے یقینی بڑھتی جا رہی تھی کتنی ہی دیر تک وہ کچھ کہنے کے قابل ہی نہ ہو سکیں ان کی کیفیت محسوس کرتے ہوئے بلال اختر خود ہی جرح کرنے والے انداز میں بولے۔

"اتنی حیران کیوں ہو رہی ہیں آپ' ہماری جوان بیٹی کو پاگل خانے بھیجنے کی نوبت آ چکی ہے کیا آپ اب بھی اسی گھر میں رہنا چاہتی ہیں۔" بلال اختر سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے رہے مگر عائشہ اختر کچھ بھی بولنے کی بجائے ششدر سی کھڑی رہیں۔

پتا نہیں وہ دونوں کب تک بولنے کے قابل نہ ہوتے کہ دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر زوبیہ کمرے میں داخل ہو گئی اس پر نظر پڑتے ہی بلال اختر تو پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے جبکہ عائشہ اختر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

زوبیہ ان کی حالت بخوبی سمجھ رہی تھی جب بلال اختر نے اسے پکارا تھا وہ کمرے کے سامنے سے ہی گزر رہی تھی اس لیے جیسے ہی اس نے کمرے میں داخل ہونے کے لیے دروازے کا ہینڈل پکڑا اندر سے آتی آوازوں نے اس کا پورا وجود سن کر دیا۔

ڈاکٹر شکیلہ اسے پاگل خانے میں بھرتی کرنا چاہتی تھیں کیونکہ اس نے نطاشہ کو قتل کیا تھا۔

ایک عجیب سا خوف اس کے وجود میں سرائیت کر گیا اس کا دل چاہ رہا تھا یہاں سے کہیں دور بھاگ جائے جہاں کوئی نہ ہو۔ ڈاکٹر شکیلہ' اس کے والدین' اس کے کالج کا اسٹاف اور اس میں پڑھنے والی لڑکیاں۔

کتنی دیر وہ کانپتے وجود کے ساتھ کھڑی ان کی گفتگو سنتی رہی آخر جب بلال اختر نے گھر بیچنے کا فیصلہ سنایا تب زوبیہ سے رہا نہ گیا اور وہ دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آ گئی۔

"پاپا... میں' میں نے کچھ نہیں کیا ہے۔ آپ... آپ کو اپنا آبائی گھر بیچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دادا نے کتنے شوق سے یہ گھر بنوایا تھا۔" زوبیہ نے وہ سب دیکھا تو نہیں تھا البتہ سنا ضرور تھا۔

اس گھر کی تعمیر تو بلال اختر کے بھی پیدا ہونے سے پہلے ہوئی تھی لیکن از سر نو تعمیر بلال اختر کی شادی کے بعد تک ہوتی رہی تھی۔

تبھی اتنے سال گزر جانے کے باوجود یہ گھر بالکل جدید اور نئی طرز پر بنا نظر آتا تھا اتنا خوب صورت اور شاندار گھر بیچ دینا کوئی عقل مندی نہیں تھی وہ بھی اس صورت میں کہ جس سے ہزاروں یادیں وابستہ ہوں۔

زوبیہ کی بات پر بلال اختر تو کچھ نہیں بولے البتہ عائشہ اختر حواس بحال کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"زوبیہ ٹھیک کہہ رہی ہے گھر بیچنے کی بجائے ہم کرائے پر دے دیتے ہیں اور کچھ دنوں بعد واپس اس گھر میں ـــــ"

"مجھے اس گھر میں رہنا ہی نہیں ہے اتنا بڑا گھر کرائے پر چڑھانا آسان نہیں ہے پھر کرائے دار گھر خراب کر کے اچانک چھوڑ دیتے ہیں تو دوبارہ نئے کرائے داروں کو گھر دینے سے پہلے گھر کی از سر نو مرمت کرانی پڑتی ہے۔ اتنی دردسری سے بہتر ہے انسان گھر بیچ دے اور سکون سے رہے۔" بلال اختر چڑتے ہوئے انداز میں بولے۔

تو عائشہ اختر تو خاموش ہو گئیں لیکن زوبیہ کو کہنا پڑا۔

"پاپا گھر بیچنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"مجھے بھی معلوم ہے۔ تمہاری شائستہ خالہ کا بھوت تمہارے ساتھ ساتھ تو اس دوسرے گھر میں بھی چلا جائے گا وہاں بھی تمہاری ذہنی حالت یہی رہے گی۔

لیکن ڈاکٹر شکیلہ کچھ دنوں کے لیے خاموش ضرور ہو جائیں گی ورنہ اگر میں نے یہ قدم نہیں اٹھایا تو تو وہ تمہیں پاگل خانے بھیجنے پر بضد رہیں گی۔" بلال اختر کے کوڑے سے بھی کاری ضرب پر مشتمل الفاظ سن کر زوبیہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

عائشہ اختر ان کے جارحانہ انداز پر صرف انہیں غصے اور بے بسی سے دیکھ کر رہ گئیں وہ زوبیہ کی طرف بڑھنا چاہتی تھیں تاکہ اسے تسلی دے سکیں مگر زوبیہ تیزی سے پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔

وہ پہلے تو اس کے پیچھے جانے کے لیے آگے بڑھیں پھر ارادہ ترک کرتی بلال اختر کی طرف مڑ گئیں۔

"گھر بیچنے کا فیصلہ آپ نے ڈاکٹر شکیلہ کے دباؤ میں آ کر نہیں کیا ہے بلکہ آپ خود اس گھر سے عاجز آ گئے ہیں۔ آپ صرف اپنی غلطی کا کفارہ ادا کر رہے ہیں لیکن میں آپ کو بتا دوں اس گھر کو بیچنے سے ہمارا کفارہ ادا نہیں ہو گا اس گھر کو اگر آپ مفت میں بھی کسی کو دے دیں گے تب بھی آپ کو سکون نہیں ملے گا۔" عائشہ اختر ایسے بول رہی تھیں جیسے انگارے چبا رہی ہوں۔

بلال اختر سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ انہیں دیکھتے رہے وہ نہیں چاہتے تھے کہ عائشہ اختر اس موضوع پر مزید بحث کریں چنانچہ انہیں خاموش رکھنے کے لیے بلال اختر ہاتھ میں پکڑی ٹائی بستر پر پھینکتے ہوئے باتھ روم میں گھس گئے۔

اپنے غصے کا اظہار کرنے کے لیے انہوں نے پوری قوت سے باتھ روم کا دروازہ بند کیا تھا۔

☆ ☆ ☆
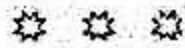
رومیلہ کی شادی کی تاریخ اتنی نزدیک کی رکھی گئی تھی کہ نمل اور اس کی والدہ بھی حیران رہ گئی تھیں۔

نمل کیونکہ رومیلہ کے احساسات بھی جانتی تھی چنانچہ اسے زیادہ دکھ ہوا تھا مگر وہ اور اس کی والدہ رشیدہ کر ہی کیا سکتی تھیں۔ رومیلہ کے والد سے ان کی براہ راست رشتے داری نہیں تھی رومیلہ کی والدہ مرحومہ عظمت خلیل کی بہن تھیں جن کے انتقال کے بعد بس رسمی سی بات چیت ہی رہ گئی تھی۔

اور کچھ عرصے تک عظمت خلیل کی بے تحاشا مصروفیت کی وجہ سے رسمی تعلق بھی کمزور پڑتا جا رہا تھا۔

رومیلہ کی بات طے ہونے پر بھی عظمت خلیل نہیں جا سکے تھے صرف رشیدہ نمل کے ساتھ شریک ہو گئی تھیں۔ ان دونوں کی حیثیت بس مہمانوں جیسی تھی وہ ان کے گھر کے معاملے میں بھلا کیا بولتیں اور پھر رشیدہ نے رومیلہ کو الٹا سمجھانے کی ہی کوشش کی تھی کہ لڑکیوں کی ایسے اچانک شادیاں ہوتی ہیں یہ کوئی ایسی ان ہونی بات نہیں ہے۔

اور واقعی یہی تسلی دے کر ان سب نے خود کو مطمئن کر لیا تھا۔

نمل حسب معمول شام کی چائے رشیدہ کے ساتھ لان میں بیٹھی پی رہی تھی جب اس کے موبائل پر منتہل کی کال آ گئی۔

"نمل تم نے تو کہا تھا حشام نامی وہ لڑکا اپنے گاؤں چلا گیا ہے جسے پولیس نے کسی ناکردہ جرم پر گرفتار کرلیا تھا۔" سنبل کی حیران پریشان آواز سن کر خود نمل بھی الجھ گئی۔

"ہاں! کیوں کیا ہوا؟"

"مجھ سے کیا پوچھ رہی ہو ٹی وی پر نہیں دیکھ رہیں ایک لڑکا جس کا نام حشام ہے پولیس انسپکٹر قادر کے انسان سوز تشدد کا شکار ہو کر ہسپتال میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے۔" سنبل کی بات پر نمل اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

"اس کی بہن اور بیوہ ماں کے بیانات چل رہے ہیں جس میں وہ کہہ رہی ہیں ان کا بیٹا پچھلے ایک ماہ سے پولیس کی حراست میں ہے مگر پولیس ریکارڈ میں اس کا کہیں نام موجود ہی نہیں تھا۔

وہ دونوں اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو گئی تھیں تب عفت خلیل کے توسط سے پتا چلا کہ وہ لڑکا انسپکٹر قادر جیسے وحشی شخص کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔" سنبل بغیر سانس لیے بول رہی تھی دوسری طرف نمل کا اپنا سانس بھی سینے میں اٹک گیا تھا۔

سنبل کی گفتگو میں پیچھے چلتے ٹی وی کا شور بھی وہ واضح طور پر سن سکتی تھی ٹی وی پر اس خبر کے نشر ہوتے ہی سنبل نے اسے فون کیا تھا۔

نمل تیزی سے اندر کی طرف دوڑی ٹی وی آن کرنے پر اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

اسکرین پر بلاشک و شبہ وہ شمائلہ اور اس کی ماں تھیں۔

نیوز چینل والے انسپکٹر قادر کے وحشی رویے کی کہانی سناتے ہوئے بار بار شمائلہ اور اس کی والدہ کا آنسوؤں سے تر چہرہ فوکس کر رہے تھے۔

موبائل ابھی بھی نمل کے کان سے لگا ہوا تھا وہ تواتر سے بولتی سنبل کو سن رہی تھی جو ہر تفصیل کے بعد ایک ہی سوال پوچھ رہی تھی۔

"یار تم نے تو کہا تھا انکل نے اسے چھڑوا لیا ہے انکل نے تم سے جھوٹ کیوں بولا؟"

"سنبل میں تمہیں تھوڑی دیر میں فون کرتی ہوں۔" نمل نے بمشکل اپنے منتشر ہوتے ذہن کو یکجا کرتے ہوئے تیزی سے کہا اور سنبل کو بولنے کا موقع دیے بغیر فون کاٹ دیا۔

اس نے ٹی وی پر تفصیلات جاننے کی کوشش کرنے کی بجائے اسی وقت ہسپتال جا کر شمائلہ سے دو ٹوک بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ جیسے ہی گاڑی کی چابیاں لے کر گھر سے نکلی رشیدہ کو بمشکل وہیل چیئر چلا کر گھر کی طرف آ تا دیکھ کر بری طرح شرمندہ ہوئی۔

وہ انہیں کچھ بھی بتائے بغیر ایسے اٹھ کر بھاگ آئی تھی کہ وہ بری طرح پریشان ہو گئی تھیں پہلے تو وہ اس کا انتظار کرتی رہیں پھر خود ہی اندر آنے کی کوشش کرنے لگیں۔

دراصل گھاس پر وہیل چیئر بڑی مشکل سے آگے بڑھتی تھی اس لیے نمل کبھی انہیں کچی زمین پر وہیل چیئر چلانے نہیں دیتی تھی بلکہ خود ہی دھکیلتی ہوئی لاتی تھی۔

اس وقت بھی ان پر نظر پڑتے ہی نمل تیزی سے ان کی طرف بڑھی اور قریب پہنچتے ہی ان کے پوچھے بغیر بتانے لگی۔

رشیدہ بھی یہ سب سن کر دنگ رہ گئیں پھر بھی ہچکچاتے ہوئے بولیں۔

"اس وقت جاؤ گی۔" انہوں نے شام کے سائے گہرے ہوتے دیکھ کر تفکر سے کہا تو نمل بھی ایک نظر کھلے

آسمان پر ڈالتے ہوئے قدرے بے بسی سے بولی۔

"میرا شمائلہ سے ملنا بہت ضروری ہے حشام کی حالت بہت سیریس ہے۔" رشیدہ صرف اسے دیکھ کر رہ گئیں خود ان کی حالت یہ سب سن کر عجیب سی ہو گئی تھی کہ وہ اسے جانے سے روک نہ سکیں خود نمل کو بھی دیر ہونے کا احساس تھا تبھی وہ تیزی سے ڈرائیو کرتی محض آدھے گھنٹے میں ہاسپٹل پہنچ گئی تھی۔

مگر وہاں موجود صحافیوں کا رش اسے شمائلہ تک پہنچنے نہیں دے رہا تھا خود شمائلہ کی ہی اس پر نظر پڑی تو وہ اس کے نزدیک آ گئی۔

اسے اپنے قریب آتا دیکھ کر نمل نے اچھی طرح چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیا وہ نہیں چاہتی تھی کہ شمائلہ کے باعث صحافی اس کی طرف بھی متوجہ ہو جائیں۔

اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی اخبار اور ٹی وی کی زینت بننے میں۔

"آپ کب واپس آئیں دبئی سے۔" شمائلہ نے قریب آتے ہی بڑی بے چینی سے پوچھا نمل جواب دینے کی بجائے سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی جو بے اختیار اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے روہانسے لہجے میں بولی۔

"دیکھیں نا آپ کے پیچھے کیا ہو گیا آپ تو ہمیں سیدھا عظمت خلیل کے آفس لے گئی تھیں اور ان سے ملاقات کرا دی تھی۔

آپ کے جانے کے بعد عظمت صاحب سے ملاقات ہی نہیں ہو سکی اتنی مشکلوں سے ان سے بات ہوئی تب انہوں نے فوراً ہشام کے بارے میں پتا چلانے کی کوشش کی۔ مگر دیکھیں نا اس بیچ حشام کی حالت کیا سے کیا ہو گئی اس انسپکٹر قادر نے بالکل تھرڈ ڈگری ٹارچر کیا ہے میرے بھائی پر۔ کانسٹیبل کا کہنا ہے کہ حشام نے تو انسپکٹر کو کچھ کہا بھی نہیں تھا پھر بھی پتا نہیں کیونکہ انسپکٹر قادر کو اچانک اتنا غصہ آگیا کہ انہوں نے بالکل درندوں کی طرح حشام کو دھو کر رکھ دیا۔" شمائلہ ایک دم رو پڑی۔

نمل خاموشی سے اسے سنے گئی۔

اس کے والد نے اگر اسے اس معاملے سے دور رکھنے کے لیے یہ سب کہا تھا تب بھی ان کا شمائلہ سے جھوٹ بولنا تو بنتا تھا مگر نمل سے اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولا تاکہ وہ بھی مطمئن ہو کر خاموش ہو جائے لیکن جب انہیں حشام کی مدد کرنی ہی تھی تو اتنا وقت کیوں ضائع کیا انہیں کون سا کہیں آنے جانے کی ضرورت تھی انہیں تو صرف فون گھمانے تھے پھر کیوں کیا انہوں نے ایسا۔

نمل کا ذہن مختلف سوالوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا وہ شمائلہ کو جھوٹی تسلی بھی نہ دے سکی جبکہ پولیس کے لوگ شمائلہ کو نمل کے قریب دیکھ کر خود بھی اس کے ارد گرد جمع ہونے لگے اور اس کی بابت سوال کرنے لگے شمائلہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ "یہ عظمت۔۔۔" مگر نمل نے اس کا ہاتھ دبا کر اسے خاموش کر دیا۔

"میں شمائلہ کی دوست ہوں۔" نمل نے محض اتنا کہا اور شمائلہ کو لے کر ایک طرف ہوتے ہوئے بولی۔

"شمائلہ میں یہاں زیادہ دیر نہیں رک سکتی میں چلتی ہوں حشام کے علاج پر جو بھی خرچ آئے۔۔۔"

"پیسوں کی تو کوئی پروا نہیں ہے آپ کے والد ہی سارا خرچ کر رہے ہیں بس وہ ٹھیک ہو جائے۔" شمائلہ کے لہجے میں بے بسی گھلی تھی نمل نے کچھ کہنا چاہا تو ایک لڑکی جو کسی ٹی وی چینل کی رپورٹر تھی ہاتھ میں مائیک لیے نمل کے قریب چلی آئی۔

"کیا آپ شمائلہ کی دوست ہونے کی حیثیت سے حشام کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں گی وہ کس قسم کا لڑکا تھا اس کی کیا مصروفیات تھیں اور جو اس کے ساتھ ہوا ہے اس پر آپ کے کیا تاثرات ہیں۔"

"جی نہیں مجھے کچھ نہیں کہنا۔" نمل جان بوجھ کر نہایت کھردرے لہجے میں بولی اور شمائلہ سے کچھ بھی کہے بغیر

تیزی سے آگے بڑھ گئی تاکہ رپورٹر مزید کوئی بات نہ کر سکے مگر اس کے وہاں سے ہٹ جانے کے بعد وہ رپورٹر شمائلہ سے نمل کے متعلق بات کرنے لگی۔

شمائلہ کی طرف سے اسے اطمینان تھا وہ اس کا تعارف نہیں کرائے گی البتہ وہ حشام کے بارے میں جاننا چاہتی تھی جو ان صحافیوں کی وجہ سے ہو نہیں سکا تھا مگر گاڑی میں بیٹھنے تک اس کے پاس رشیدہ کا فون آ گیا۔

"امی میں ہسپتال سے نکل رہی ہوں پون گھنٹے میں گھر آ جاؤں گی ان شاء اللہ۔"

"ہاں جلدی آ جاؤ۔ تمہارے ابو نہ آ جائیں ویسے تمہاری ملاقات ہوئی حشام سے کیسا ہے وہ؟"

"امی اس سے کیسے ملاقات ہوتی اتنے صحافی موجود ہیں یہاں اور وہ تو شاید آئی سی یو میں ہو گا۔" نمل نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے تاسف سے کہا تو رشیدہ بھی گلوگیر لہجے میں بولیں۔

"ہاں اور وہ بات کرنے کے قابل بھی کہاں ہو گا۔ یہاں ٹی وی پر بتا رہے ہیں اس کی بیک بون پر شدید چوٹیں آئی ہیں وہ شاید اب زندگی بھر بستر سے اٹھنے کے قابل نہ ہو سکے۔" نمل کا پاؤں بے اختیار بریک پر پڑ گیا وہ تو ابھی پارکنگ ایریا سے نکلی نہیں تھی اس لیے کوئی نقصان نہیں ہوا ورنہ جس طرح اس نے بریک لگائے تھے اگر سڑک پر ہوتی تو اچھا خاصا ایکسیڈنٹ ہو جاتا۔

ایک شدید قسم کے دکھ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا وہ بمشکل رشیدہ کو اللہ حافظ کہہ کر گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کرنے کے قابل ہوئی تھی۔

گھر آ کر بھی اس کا ذہن بہت منتشر رہا اس نے رشیدہ کو بھی ٹی وی نہیں دیکھنے دیا جہاں چینلز والے ایک ہی خبر کو بار بار دکھا رہے تھے البتہ ایک چیز جو وہ اس وقت نہیں دیکھ سکی تھی وہ اس نے اب گھر آ کر دیکھی تھی اور وہ تھی عظمت خلیل کی پریس سے گفتگو۔

جس وقت حشام کو ہسپتال لے جایا گیا تھا اس وقت عظمت خلیل بھی وہاں پہنچ گئے تھے انہوں نے بڑے جذباتی اور ڈرامائی انداز میں انسپکٹر قادر اور پورے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے خلاف بیان دینے کے ساتھ ساتھ حشام کے معذور ہو جانے پر بڑے غم کا اظہار کیا تھا۔

ان کے یہ کلپس بار بار دکھائے جا رہے تھے جبکہ نمل کو ڈاکٹر کے ڈکلیئر کرنے سے پہلے ہی عظمت خلیل کا حشام کو معذور قرار دے دینا ایک عجیب سی اذیت سے دوچار کر رہا تھا اس لیے اس نے رشیدہ کو ٹی وی بند کرنے کے لیے کہہ دیا۔

وہ خود بھی جانے کس ٹرانس میں دیکھے جا رہی تھیں ورنہ دل تو ان کا بھی بہت برا ہو رہا تھا نمل کے کہتے ہی انہوں نے ٹی وی آف کر دیا۔

عظمت خلیل رات کو کافی دیر سے گھر آئے تھے مگر نمل ان کے انتظار میں جاگتی رہی رشیدہ بار بار اسے تاکید کرتی رہیں۔

"دیکھو تمہارے باپ نے ہی اسے نکالا ہے بلاوجہ بدگمان مت ہو۔

وہ نہیں چاہتے ہوں گے تمہیں اس معاملے میں انوالو کرنا تبھی تم سے جھوٹ بول دیا۔ کوئی بھی باپ نہیں چاہے گا کہ بیٹی ایسی کسی کانٹروورسی میں پڑے اور تمہاری فطرت کا انہیں پتا ہے سچ جاننے پر تم چپ ہو کر تو نہیں بیٹھ جاتیں نا۔" نمل چپ چاپ ان کی باتیں سنتی رہی اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

وہ جانتی تھی اس کی ماں عظمت خلیل کی بے جا حمایت کر رہی ہے اور اس بات کا علم اسے خود بھی ہے وہ صرف نمل کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے یہ سب کہہ رہی ہیں ورنہ درحقیقت انہیں بھی اس بات کا علم ہے کہ عظمت خلیل نے جان بوجھ کر اس معاملے میں چشم پوشی کی ہے ورنہ اگر وہ متحرک ہوتے تو حشام کا پتا چلنے میں اتنی تاخیر نہ ہوتی۔

اب وہ بھلے ہی انسپکٹر قادر کی وردی اتروا رہے تھے مگر حشام اور اس کی ماں بہن کی زندگی تو تباہ ہو گئی تھی نا۔
آخر رات کے ساڑھے دس بجے عظمت خلیل گھر میں داخل ہوئے تب بھی ان کے کان سے موبائل لگا ہوا تھا۔
نمل نے اس بات کی پروا کیے بغیر کہ وہ کسی سے محو گفتگو ہیں ان کے نزدیک آتے ہی کہا۔
"ابو مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" عظمت خلیل نے ایک ناگوار نظر اس پر ڈالی اور دوبارہ گفتگو میں مصروف ہو گئے۔
نمل چاہتی تھی وہ یہیں ان سے بات کر لے اگر ایک بار وہ اپنے کمرے میں چلے گئے تو پھر رشیدہ اسے ان کے کمرے میں جانے نہیں دیں گی۔
نمل ان کے گھورنے کی پروا کیے بغیر بدستور منتظر نظروں سے انہیں دیکھتی رہی تو انہوں نے جیسے زچ ہو کر نمل کو دیکھا اور بات مختصر کر کے کھا جانے والے انداز میں بولے
"کیا بات ہے جلدی کہو۔"
"آپ نے تو کہا تھا حشام کو پولیس نے چھوڑ دیا ہے اور آپ نے اس کے گھر والوں کو پیسے دے دیے ہیں تاکہ وہ لوگ کچھ دنوں کے۔۔۔"
"ہاں کہا تھا۔ میرے ٹرسٹ کے لوگوں نے مجھے یہی بتایا تھا سو وہی میں نے تمہیں بتا دیا مگر جب پتا چلا کہ وہ جھوٹ تھا تو میں نے حشام کے بارے میں پتا کیا اور بیلا آخر اسے جیل سے نکلوا بھی لیا۔" انہوں نے بغیر شرمندہ ہوئے نہایت ڈھٹائی سے اتنا کمزور سا جھوٹ بولا جس پر نمل کا قائل ہونا ناممکن تھا تبھی وہ طنزیہ انداز میں بولی۔
"آپ کے ٹرسٹ کے لوگ آپ سے اتنا بڑا جھوٹ بول سکتے ہیں کیا؟"
"اس کی انکوائری میں بعد میں کراؤں گا۔
رشیدہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں شرفو سے کہو ایک کپ چائے میرے کمرے میں پہنچا دے۔" عظمت خلیل نے مختصراً کہہ کر رشیدہ کو آواز لگاتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگے تھے کہ نمل ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔
"ابو آپ اس طرح نہیں جا سکتے۔ آپ نے کیوں جھوٹ بولا مجھ سے۔ آپ کا ٹرسٹ تو لوگوں کی مدد کرنے کے لیے ہے نا۔
ٹی وی پر آپ کی تعریفوں کے پل باندھے جا رہے ہیں کہ کس طرح آپ ایک پولیس والے کی سفاکی کو منظر پر لائے ہیں یہی سب تو آپ کا مقصد ہوتا ہے پھر کیوں آپ نے حشام کی مدد اس وقت کی جب وہ ہمیشہ کے لیے معذور ہو گیا آپ یہ کام پہلے بھی تو کر سکتے تھے۔"
"تمہارے کہنے کا کیا مطلب ہے میں یہ ساری نیکیاں یہ سب خدمت خلق خبروں میں آنے اور تعریفیں بٹورنے کے لیے کرتا ہوں۔" عظمت خلیل ایک دم جلال میں آ گئے مگر نمل ان کے غصے سے ذرا مرعوب نہیں ہوئی اس کا اپنا نفس بڑھتا جا رہا تھا وہ بھی جواب میں ان ہی جیسی تیزی سے بولی۔
"اس بحث کو رہنے دیں کہ آپ کا کیا مقصد ہوتا ہے ان نیکیوں اور خدمت خلق کے پیچھے۔ آپ صرف اتنا بتا دیں کہ آپ نے حشام کے معاملے میں لاپرواہی کیوں برتی کیا اس کے پیچھے بھی آپ کا کوئی مقصد تھا۔" نمل ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی مگر انہوں نے ذرا بھی توجہ دیے بغیر لاپرواہی سے کہا۔
"میں تمہارے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔" وہ کترا کر آگے نکل جانا چاہتے تھے کہ نمل ایک بار پھر ان کے سامنے آتے ہوئے بولی۔

"کیا ملا آپ کو حشام کی زندگی برباد کر کے اس کے معذور ہونے کے پیچھے آپ کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے کس سے بدلہ لینے کے لیے آپ نے اسے عمر بھر کے لیے بستر پر لٹا دیا۔" نمل کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔
عظمت خلیل جو ایک بار پھر اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھنا چاہ رہے تھے اس کی آخری بات سن کر ٹھٹک گئے انہوں نے ایک خشمگیں نظر اس پر ڈالی اور دوسری سلگتی ہوئی نظر رشیدہ پر ڈالتے ہوئے انگارے چباتے انداز میں بولے۔
"تو آخر بتا دیا نا تم نے اسے سب کچھ کوئی بات کیا تم صرف خود تک نہیں رکھ سکتیں۔" عظمت خلیل کی بات پر غیر ارادی طور پر نمل کی نظریں رشیدہ کی طرف اٹھ گئیں جو عظمت خلیل کی بات سن کر بری طرح بوکھلا گئی تھیں انہوں نے جس طرح ایک نظر نمل کو دیکھ کر ہکلاتے ہوئے صفائی دی اس پر نمل شاک میں گھری انہیں دیکھے گئی۔
"ک۔۔۔ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔۔۔ میں، میں بھلا کچھ۔۔۔ کیوں بتاؤں گی۔۔۔ اور' اور پھر مجھے خود کچھ نہیں پتا۔" وہ جو بھرم نمل کے سامنے رکھنا چاہ رہی تھیں ان کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں اس کا پول کھول گیا تھا پھر بھی رہی سہی کسر عظمت خلیل نے خود پوری کر دی۔
اپنے مخصوص رہتے ہوئے لہجے میں انہوں نے بڑی ڈھٹائی سے کہا۔
"تمہاری ماں نے جب سب بتا ہی دیا ہے تو پھر یہ پوچھنے کا ڈرامہ کیوں؟
رشیدہ نے مجھے فون پر بات کرتے سن ہی لیا تھا اور مجھے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا اگر وہ یا تم یہ بات جان گئیں کہ کل رات کانسٹیبل نے میرے ہی کہنے پر انسپکٹر قادر کو اتنا ورغلایا کہ انسپکٹر قادر نے حشام کا کوئی قصور نہ ہوتے ہوئے بھی دھن کر رکھ دیا اور جب مجھے پتا چل گیا کہ اس کی حالت بہت نازک ہے تب میں نے کمشنر صاحب کو فون کر کے نا صرف حشام کو چھڑایا بلکہ شہر کے سب سے مہنگے ہاسپٹل میں اسے داخل بھی کرا دیا۔" نمل ششدر سی انہیں سنے گئی اس میں جیسے کچھ کہنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی تھی۔
اگر عظمت خلیل کو یہ ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ رشیدہ نے نمل سے کچھ نہیں کہا اور وہ صرف اپنے اندازے کے مطابق ان سے بات کر رہی ہے تو وہ یہ سب اس کے سامنے بھی قبول نہ کرتے۔
حالانکہ رشیدہ بھی ان کے معاملے میں نہیں بولی تھیں اور نا ہی وہ یہ چاہتی تھیں کہ ایسی کوئی بھی بات نمل کے علم میں آئے جو اسے عظمت خلیل سے مزید خائف کر دے مگر عظمت خلیل نے بیوی پر کبھی بھروسہ ہی نہیں کیا تھا انہیں تو بس ان سے شکایتیں تھیں۔
کل رات جب انہیں اپنے منیجر کے فون کرنے پر پتا چلا کہ انسپکٹر قادر حشام پر زیادہ تشدد نہیں کر رہا بلکہ وہ اسے کسی اور ہی کام کے لیے تیار کر رہا ہے اور وہ مجبور حشام صرف اس کی قید سے نکلنے کے لیے تیار بھی ہو گیا ہے۔
تب عظمت خلیل کے ارمانوں پر جیسے پانی پھر گیا انہوں نے مزید انتظار کرنے اور وقت برباد کرنے کی بجائے منیجر کو صاف لفظوں میں سمجھایا کہ وہ اس کانسٹیبل کے ذریعے انسپکٹر قادر کو حشام کے خلاف اتنا بھڑکا دیں کہ وہ فوری کوئی قدم اٹھائے اور عظمت خلیل کو اس کی وردی اتروانے کا موقع مل جائے۔
یہ ساری گفتگو کرنے کے بعد جب انہوں نے فون بند کیا تو کمرے کے ایک کونے میں رشیدہ کو نماز پڑھتا دیکھ کر ٹھٹک گئے مگر فوراً ہی اپنی ازلی خودسری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے نا صرف ان کے سر پر ہر وقت سوار ہونے پر رشیدہ کو لتاڑ دیا بلکہ جو کچھ سنا اسے بھول جانے کا حکم بھی دے دیا۔
جو اگر وہ نہ بھی دیتے تب بھی رشیدہ کو یہی کرنا تھا ایک تو وہ فطرتاً بہت سیدھی تھیں دوسرے جو بہت اعتماد اور بھروسہ تھا وہ معذور ہونے کے بعد سے کب کا ان کا ساتھ چھوڑ گیا تھا۔

اپنی وہیل چیئر پر اس محل جیسے گھر میں ادھر سے ادھر گردش کرتے ہوئے انہیں اپنی ذات اس گھر میں رکھے فرنیچر سے بھی زیادہ بے مصرف لگتی تھی وہ فرنیچر تو پھر بھی امپورٹڈ تھا اور کمرے کی شان و شوکت کو بڑھا رہا تھا جبکہ ان کا وجود اس بیش قیمت سامان کے بیچ میں بالکل ارزاں ہی تھا۔

صرف ایک نمل تھی جس کی وجہ سے ان کے اندر سے جینے کی خواہش ختم نہیں ہوئی تھی وہ اسے دنیا کے ہر سرد و گرم سے محفوظ رکھنا چاہتی تھیں۔

مگر افسوس کہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا اسے سب سے زیادہ ٹھیس اپنے والد کی طرف سے ہی پہنچی تھی۔

اسی لیے رشیدہ کی شعوری کوشش ہوتی تھی کہ وہ ایسی ہر بات نمل سے چھپا لیں جو اس کی نظر میں اس کے والد کے تاثر کو خراب کرے۔ مگر بچپن سے ہی وہ اس کوشش میں ناکام رہی تھیں۔

عظمت خلیل نے گھر سے باہر اپنا امپریشن بنانے کے لیے جتنی محنت کی تھی وہ اس کی آدھی سے بھی آدھی محنت گھر میں نہیں کرتے تھے۔

باہر والوں پر اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کے لیے تیار رہتے لیکن گھر میں داخل ہوتے وہ اس چولے کو اتنی بری طرح نوچ کر اتار دیتے کہ گھر والوں کے لیے انہیں برداشت کرنا مشکل ہو جاتا۔

انہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ پوری دنیا جو ان کے گن گاتی ہے اس تعریف سے ان کی اپنی بیوی اور بیٹی ذرا بھی متفق نہیں ہیں۔ وہ دونوں ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ کیا سوچتے ہیں۔ کیا محسوس کرتے ہیں انہیں قطعاً پروا نہیں تھی۔

مگر رشیدہ کے لیے یہ مقام ناقابل برداشت تھا۔ نمل انہیں بے یقینی سے دیکھ رہی تھی وہ اس وقت کیا سوچ رہی تھی یہ وہ بخوبی جانتی تھیں اور یہی چیز انہیں اذیت میں مبتلا کر رہی تھی وہ اس سے نظر ملانے کے بھی قابل نہیں تھیں جبکہ عظمت خلیل ذرا بھی شرمندہ ہوئے بغیر شہادت کی انگلی اس کی طرف اٹھاتے ہوئے نہایت سختی سے بولے۔

"تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ تم میرے معاملوں سے دور رہو وہ لڑکا معذور ہوتا ہے یا مرجاتا ہے تمہاری بلا سے۔

میں نے آج ہی نیوز میں اعلان کر دیا ہے میں اس کی ماں، بہن کو اتنا پیسہ دینے والا ہوں کہ وہ زندگی بھر گھر بیٹھ کر کھا سکتے ہیں وہ لڑکا اگر اپنے پیروں پر کھڑا بھی ہو جاتا تب بھی اتنا نہیں کما سکتا تھا۔" عظمت خلیل کہہ کر کترا کر اس کے برابر سے نکل گئے مگر ابھی وہ دو قدم ہی چلے تھے کہ نمل بدستور ساکت کھڑے رہنے کے باوجود ان ہی کی طرح ٹھوس لہجے میں بولی۔

"کل جب انہیں پیسے ملیں گے تو وہ ساری رقم واپس کر دیں گے۔" عظمت خلیل اس کی بات پر ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگے تو وہ سابقہ انداز میں ہی بولی۔

"کیونکہ کل تک وہ یہ جان جائیں گے کہ ان کے بیٹے کی اس حالت کے ذمہ دار آپ بھی اتنے ہی ہیں جتنے کہ انسپکٹر قادر یا شاید آپ کا جرم انسپکٹر قادر سے بھی بڑا ہے۔"

عظمت خلیل کے چہرے پر ناگواری کے ساتھ ساتھ تفکرات بھی پھیل گئے تھے وہ بغور اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لگے جو مزید کہہ رہی تھی۔

"مجھے امی نے کچھ نہیں بتایا مجھے جو بھی پتا چلا ہے یا تو وہ میرے اپنے اندازے تھے یا اب جو کچھ آپ نے خود کہا ہے اس کے باعث معلوم ہوا ہے۔

اب بھی میں یہ تو نہیں جانتی کہ حشام کی زندگی تباہ کر کے آپ کو کیا فائدہ پہنچا ہے اگر اس خبر سے آپ اپنی شہرت کو ہائی لائیٹ کرنا چاہتے تھے تو وہ تو تب بھی ہو جاتا جب حشام نہ ملے چھوٹ جاتا۔

لیکن شاید اتنی ہمدردیاں اس کیس میں انوالو نہ ہوتیں جو اب ہوئی ہیں۔

بہرحال جو بھی ہوا اگر اس انسپکٹر قادر کا ظلم منظر پر آیا ہے تو آپ کا بھی آنا چاہیے اور آئے گا بھی۔ پریس میں یہ بھی آئے گا کہ یہ آپ کی سازش تھی۔"

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔" عظمت خلیل بھنا کر بولے مگر نمل ایسے بولی جیسے ان کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"ہو سکتا ہے میں کچھ ثابت نہ کر سکوں آپ کے خلاف مگر مجھے یقین ہے آپ کی شہرت کو داغدار کرنے میں تو کامیاب ضرور ہو جاؤں گی۔

جب آپ کی اپنی بیٹی حشام کی والدہ اور پریس سے یہ کہے گی کہ یہ سب آپ نے کرایا ہے تو ہیڈ لائن تو ضرور بنے گی چاہے کیس بنے نہ بنے۔"

"شٹ اپ۔ ہوش میں ہو تم ایسی بکواس کر کے تم میرے لیے نہیں اپنے لیے مسائل کھڑے کرو گی۔" وہ دھاڑ کر بولے پھر رشیدہ کی طرف پلٹتے ہوئے چلا کر بولے۔

"یہ تربیت دی ہے تم نے اپنی بیٹی کو۔ یہ سکھایا ہے اسے کہ پریس کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے باپ کے خلاف بولے۔

تمہاری جیسی اپاہج بیوی کو میں نے ساری زندگی برداشت کیا صرف یہ سوچ کر کہ میری بیٹی کو ماں کی ضرورت ہے لیکن تم فرض بھی ڈھنگ سے ادا نہیں کر سکیں۔

ایسی ذہنیت اور نفسیات کے ساتھ تو وہ بن ماں کے بھی پل جاتی۔" عظمت خلیل بری طرح پیچ و تاب کھا رہے تھے اسی لیے اب وہ موضوع سے ہٹ کر ذاتیات پر اتر آئے تھے۔

اصل موضوع پر کہنے کے لیے ان کے پاس کچھ تھا نہیں حسب سابق وہ رشیدہ پر برسنے لگے تھے جو ان کا غصہ بڑھتا دیکھتے ہی زرد پڑنے لگتی تھیں اور ان کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر نمل سب کچھ بھول کر ان کی آؤ بھگت میں لگ جاتی۔

اس وقت بھی ان کے منہ سے ایسے القابات سن کر رشیدہ ہولے ہولے کانپنے لگی تھیں مگر نمل ان کی طرف بڑھنے کی بجائے بدستور عظمت خلیل کو دیکھتی رہی جو وہی سب دہرا رہے تھے جو وہ اکثر کہتے آئے تھے مگر ہر بار یہ سب سن کر اسے نئے سرے سے افسوس اور نئے سرے سے ان سے نفرت محسوس ہوتی تھی تبھی وہ اسی نفرت بھرے لہجے کے ساتھ بولی۔

"آپ نے میری ماں کو برداشت نہیں کیا بلکہ میری ماں نے ساری زندگی آپ کو میری وجہ سے برداشت کیا ہے تاکہ میری ذات پر کوئی مشکل نہ لے آئے اس پر وہ خود ساری زندگی یہ مشکلوں سے بھرا سفر طے کرتی رہیں۔

آپ نے تو ان کے وجود کو بھی اپنی شہرت کا ذریعہ بنا لیا۔ آپ نے ان کی معذوری کو میری وجہ سے نہیں جھیلا۔ ارے آپ کو میری کون سی فکر تھی۔

آپ نے صرف دنیا کی واہ واہ اور ہمدردیاں بٹورنے کے لیے انہیں اپنے ساتھ رکھا آپ اپنی بیوی کی معذوری کا اشتہار لگاتے رہے تاکہ لوگ آپ پر ترس کھائیں اور آپ کی مثال دیں کہ کتنا عظیم انسان ہے حالانکہ آپ کیا ہیں یہ لوگ اگر جان لیں تو آپ پر تھوکنا بھی پسند نہ کریں۔"

"بدتمیز۔" عظمت خلیل کا ہاتھ اٹھا تھا مگر نمل برق رفتاری سے پیچھے ہٹ گئی اور ان کا وار خالی چلا گیا اسی وقت رشیدہ اتنی زور سے چیخیں کہ عظمت خلیل کو دوبارہ آگے بڑھ کر اسے مارنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

نمل نے بے اختیار رشیدہ کی طرف دیکھا عظمت خلیل کو اس پر ہاتھ اٹھاتا دیکھ کر انہوں نے اپنی وہیل چیئر سے اٹھنے کی کوشش کی تھی اور اسی کوشش میں وہ زمین بوس ہو گئی تھیں۔

نمل کے تو اوسان خطا ہو گئے وہ دوڑتی ہوئی ان کے پاس پہنچی اور ان پر جھک گئی۔

"امی امی امی آپ ٹھیک تو ہیں نا۔"

عظمت خلیل نے بھی بے اختیار قدم رشیدہ کی طرف بڑھائے مگر اگلے ہی پل وہ نخوت سے سر جھٹکتے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ کیونکہ وہ جو چاہتے تھے وہ ہو چکا تھا اب رشیدہ خود سب سنبھال لیتیں گی۔

"امی۔ امی۔" رشیدہ کو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی تھی مگر اس طرح گرنے پر ان کی دھڑکن تیز ہو جانے کی وجہ سے سانس پھولنے لگی تھی کچھ خجالت نے بھی انہیں فوری طور پر کچھ بولنے کے قابل نہیں چھوڑا۔

نمل نے سہارا دے کر انہیں اٹھایا اور واپس وہیل چیئر پر بٹھا دیا ملازم کو آواز دے کر اس نے ان کے لیے پانی منگوایا۔ جب ان کی حالت کچھ بہتر ہوئی تب جا کر نمل کی جان میں جان آئی۔

وہ بے بسی سے نمل کو دیکھنے لگیں اور بس یہ وہ نظریں تھیں جو ایک بار نمل کی طرف اٹھ جاتیں تو پھر نمل کچھ کہنا تو در کنار کچھ سوچنے کے بھی قابل نہ رہتی۔

مگر یہاں معاملہ اس کی یا اس کی ماں کی عزت نفس کا نہیں تھا جس کے مجروح ہونے پر نمل عظمت خلیل کے روبرو آئی ہو بلکہ یہ ایک نوجوان کی زندگی کا سوال تھا جو تباہ ہو چکی تھی۔

اپنی ماں کی معذوری وہ بچپن سے دیکھتی آرہی تھی اسے اچھی طرح احساس تھا بے کسی کی زندگی کیسی ہوتی ہے اور وہ بھی ایک ایسے شخص کے لیے جس کے کندھوں پر آئندہ پورے گھر کی کفالت کی ذمہ داری ہو۔

نمل پہلی بار رشیدہ سے نظریں چرا گئی تو رشیدہ رندھی ہوئی آواز میں بولیں۔

"کچھ نہیں ہو گا تمہارے یہ سب کرنے سے تمہارے باپ کو دنیا بہت اچھا آدمی سمجھتی ہے تمہارے اس بیان سے تھوڑے دن باتیں بنیں گی اور پھر لوگ سب بھول جائیں گے اگر کچھ یاد رہے گا تو بس اتنا کہ نمل خلیل نے باپ پہ انگلی اٹھائی ضرور اس لڑکی میں ہی کوئی خامی ہو گی۔

حسام کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب اس کے گھر والوں کو کچھ بتا کر تم ان کی اذیت میں اضافہ ہی کرو گی۔

مت کرو ایسا لینے دو انہیں وہ پیسے۔ پیسہ بہت ضروری ہے خاص طور پر جہاں اتنی غربت اور افلاس ہو وہاں اس پیسے کے لیے لوگ کچھ بھی بیچنے اور کچھ بھی کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

مت ڈالو انہیں آزمائش میں۔

اور مت ڈالو مجھے آزمائش میں۔

تمہارا باپ غصے میں کچھ بھی کر سکتا ہے میں دنیا کے سامنے تماشا نہیں بننا چاہتی۔ مجھے سکون سے اس گھر کے ایک کونے میں جینے دو۔

تمہارے باپ کو دنیا کے سامنے بنی اپنی شخصیت پر بڑا غرور ہے اگر اس غرور پر ذرا سی بھی آنچ آئی تو وہ۔۔۔" رشیدہ بولتے بولتے ایکدم رو پڑیں۔

نمل کو ان سے شدید اختلاف تھا مگر ان کی چند باتوں کو وہ واقعی نہیں جھٹلا سکتی تھی۔

اس کے بیان دینے سے عظمت خلیل کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جا سکتا تھا۔ لوگ صرف چند دن باتیں بنا کر خاموش ہو جانے والے تھے۔

حسام کے گھر والوں کو جو امداد بھیجی جا رہی تھی انہیں اس کی سخت ضرورت تھی۔

عظمت خلیل سے کوئی بعید نہیں تھا کہ نمل کی اس حرکت پر وہ انتقاماً رشیدہ کو گھر سے نکال باہر کریں رشیدہ کا

ناتواں وجود اس عمر میں اس رسوائی کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

نمل جیسے بالکل بے بس ہو کر رہ گئی تھی مگر اس کے اندر ایک جنگ چل رہی تھی جو اس کے پورے وجود کو ایک کرب میں مبتلا کر رہی تھی۔

اس کا ہاتھ رشیدہ کے کندھے پر آ ٹھہرا تھا جس کا مطلب سمجھتے ہوئے فوراً" رشیدہ کے رونے کی نوعیت میں فرق آ گیا تھا۔

انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بے اختیار چوم لیے تھے۔

آنسو اب بھی ان کی آنکھ سے بہہ رہے تھے مگر اب ان میں ملال کے ساتھ ایک تشکر بھی تھا۔

نمل نے اندر ہی اندر جھنجلاہٹ کا شکار ہونے کے باوجود محض ان کا دل رکھنے کے لیے سر اثبات میں ہلا کر اپنے قائل ہونے کا مظاہرہ کر دیا۔

☆ ☆ ☆
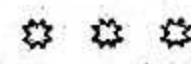
"تم کہاں جا رہے ہو؟" مسز فرقان حسن نے جیسے ہی خرم کے کمرے میں قدم رکھا ان کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

خرم بلیک جینز پر بلیک اینڈ وائیٹ چیک کی شرٹ پہنے بڑے اہتمام سے تیار آئینہ کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔

"ایسے ہی جا رہا ہوں مام' ہارون نے مووی کا پروگرام بنایا ہے کیوں کوئی خاص بات۔" خرم نے بدستور آئینہ میں دیکھتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔

"ہاں تمہارے ڈیڈ نے کوئی مکان پسند کر لیا ہے خریدنے کے لیے۔ وہ ہم دونوں کو گھر دکھانے کے لیے آج خاص طور سے جلدی گھر آئے ہیں۔" مسز فرقان نے اپنے خوبرو بیٹے کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا جو ڈریسنگ ٹیبل سے پرفیوم اٹھا کر اسپرے کرنے لگا۔

"تو چلیں' ہارون کا پروگرام کینسل! آپ کے ساتھ چلتا ہوں' ویسے بھی اگر ڈیڈ نے گھر پسند کر کے ہم دونوں کو دکھانے کا فیصلہ کیا ہے تو گھر اچھا ہی ہو گا ہمیں فوراً" دیکھ کر فوراً" ڈیسیژن لینا چاہیے۔" خرم نے ایک آخری طائرانہ نظر خود پر ڈالتے ہوئے کہا تو مسز فرقان آئینہ میں اس کے عکس کو دیکھتے ہوئے شوخی سے بولیں۔

"جناب کی تیاری بالکل مکمل ہے مزید کسی زیبائش کی ضرورت نہیں۔ پہلے ہی بہت جچ رہے ہو۔" خرم ان کی بات پر بے ساختہ مسکرا دیا تو مسز فرقان چھیڑنے والے انداز میں بولیں۔

"ہم گھر دیکھنے جا رہے ہیں لڑکی دیکھنے نہیں۔"

"First of all میں نے یہ تیاری گھر دیکھنے کے لیے نہیں مووی دیکھنے کے لیے کی تھی Second thing کیا پتا گھر کے بہانے گھر والی بھی مل جائے۔" کوئی خرم کو چھیڑے اور خرم اسے نہ چھیڑے ایسا کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔

مسز فرقان خرم کے معنی خیز انداز پر اسے ایک دھموکا جڑتے ہوئے بولیں۔

"ہاں جیسے ابھی تک تو تمہیں گھر والی ملی ہی نہیں ہے۔"

"What do you mean" آپ مجھے ایسا سمجھتی ہیں۔" خرم حیران ہوا۔

"یہ ایسا سے کیا مطلب ہے تمہارا۔ بھئی مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا اگر تم خود کسی کو پسند کر لو۔ بس لڑکی اچھے خاندان کی ہونی چاہیے۔" مسز فرقان نے شرطیہ انداز میں کہا تو خرم بے ساختہ ہنس دیا۔

"آپ تو ایسے بات کر رہی ہیں جیسے مجھے ڈیٹ پر کسی کے ساتھ پکڑ لیا ہو۔" خرم کے ہنسنے پر مسز فرقان حسن

اسے ترچھی نظروں سے دیکھتے ہوئے بظاہر سنجیدگی سے بولیں۔
"تو کیا واقعی کوئی نہیں ہے۔" ان کے اتنی سنجیدگی سے پوچھنے پر پل بھر کے لیے خرم ٹھٹک گیا جیسے اندر کہیں کسی کونے میں واقعی کوئی موجود ہو۔
"نہیں کوئی بھی نہیں۔" خرم ایسے تیزی سے بولا جیسے چوری پکڑے جانے کے ڈر سے کوئی پہلے ہی صفائی دے دے۔
مسز فرقان حسن بھی اس کے اس طرح بولنے پر زور سے ہنس دیں۔
"اچھا Come on hurry up! تمہارے ڈیڈ ویٹ کر رہے ہیں۔" وہ یہ کہتی کمرے سے باہر نکل گئیں۔
خرم کچھ دیر ان کے پیچھے دروازے کو دیکھتا رہا پھر آئینہ میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اس کے ذہن میں مسز فرقان کا جملہ گھومنے لگا۔
"تو کیا واقعی کوئی نہیں ہے۔"
جملے کے ساتھ ہی کوئی ہلکی سی شبیہ اس کے ذہن کے پردے پر لہرانے لگی تھی اس سے پہلے کہ وہ شکل واضح ہوتی خرم کا موبائل بج اٹھا اور خرم چونک گیا۔
دوسری طرف ہارون تھا خرم نے اسے بتا دیا کہ وہ نہیں آرہا ساتھ ہی ریسٹ واچ پہنتا کمرے سے باہر آگیا جہاں فرقان حسن اور مسز فرقان اس کے منتظر کھڑے تھے۔
"تمہارا مووی دیکھنے کا پروگرام تھا۔" فرقان حسن نے اس پر نظر پڑتے ہی پوچھا مسز فرقان غالباً "انہیں بتا چکی تھیں۔
"میرا نہیں ہارون کا تھا میں تو ٹائم پاس کرنے کے لیے راضی ہو گیا تھا مگر آپ جہاں لے جا رہے ہیں وہ مووی سے زیادہ انٹرسٹنگ جگہ ہے۔
کیونکہ آپ کا پسند کیا ہوا گھر یقیناً" دیکھنے سے تعلق رکھتا ہوگا۔" خرم نے یقین سے کہا۔
"باہر سے تو گھر بہت شاندار ہے لیکن اندر سے میں نے نہیں دیکھا ہے کیونکہ جو لوگ مکان بیچ رہے ہیں وہ ابھی اسی میں رہ رہے ہیں فیملی کی موجودگی میں بار بار گھر دیکھنے جانا اچھا نہیں لگتا میں نے سوچا ایک ہی بار چلیں گے اور ایک ساتھ دیکھ لیں گے۔" فرقان حسن نے تفصیل بتائی۔
وہ تینوں ساتھ چلتے ہوئے گھر سے نکل کر پورچ کی طرف بڑھنے لگے تھے۔
"ڈیڈ آپ کسی کا استعمال شدہ گھر خرید رہے ہیں کوئی نئی کوٹھی خریدنی چاہیے جسے کسی نے استعمال نہ کیا ہو۔" خرم نے حیرت اور بے زاری کی ملی جلی کیفیت میں کہا۔
"ارے تم ایک بار اس گھر کو دیکھو گے نا تو تمہیں پتا چلے گا وہ گھر نئی اور شاندار کوٹھیوں کو بھی مات دیتا ہے۔ بلال اختر نامی بہت بڑے بزنس مین کا گھر ہے۔ وہ سالوں سے وہاں رہ رہے ہیں بلکہ ان کا آبائی گھر ہے مگر بلال اختر نے اسے ایسی زبردست کنڈیشن میں رکھا ہوا ہے کہ لگتا ہے جیسے کچھ مہینوں پہلے ہی تیار ہوا ہو پھر مجھے اس ایریا کا بھی پتا ہے۔
وہاں ہمارے علاقے کی طرح گٹر کی لائنوں کا مسئلہ ہے نہ پانی کا یوں سمجھ لو ایک دم آئیڈیل گھر ہے۔" فرقان حسن نے جوشیلے انداز میں کہا تو خرم نے کوئی تبصرہ نہیں کیا ڈیڈ کے اتنے دعووں پر اس نے پہلے دیکھ لینا مناسب سمجھا۔
تقریباً" چالیس منٹ بعد خرم نے فرقان حسن کے کہنے پر گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔
"یہ ہے وہ گھر۔" مسز فرقان نے پورے وثوق سے پوچھا۔

ویسے تو اس علاقے میں تقریباً" سارے ہی گھر شاندار تھے لیکن اس کوٹھی کا طول و عرض اور شان و شوکت سب میں نمایاں تھی۔
"جی ہاں! اب بتائیں یہ گھر کہیں سے پرانا لگتا ہے۔" فرقان حسن نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اترتے ہوئے پوچھا تو وہ دونوں بھی اپنی اپنی طرف کے دروازے کھول کر اتر آئے۔
"بیوٹی فل۔" خرم نے محویت سے اس گھر کو دیکھتے ہوئے زیر لب کہا تو فرقان حسن کے لبوں پر بڑی جاندار مسکراہٹ ابھر آئی۔
"اندر سے دیکھنا ہے۔" انہوں نے دونوں کو سوالیہ انداز میں دیکھا۔
"بالکل کیوں نہیں؟" خرم فوراً" بولا۔
"یہ تو ایسا گھر ہے کہ باہر سے دیکھ کر خود بخود اندر سے دیکھنے کی خواہش پیدا ہو جائے اور ہم تو آئے ہی خریدنے کے ارادے سے ہیں تو ہماری یہ خواہش تو بالکل برحق ہے۔" مسز فرقان کی شکل سے صاف لگ رہا تھا وہ بری طرح گھر سے متاثر ہو چکی ہیں۔
فرقان حسن نے بلال اختر کو پہلے ہی فون پر مطلع کر دیا تھا چنانچہ کچھ ہی دیر میں وہ بلال اختر کی رہنمائی میں پورے گھر کا جائزہ لے رہے تھے۔
بلال اختر کو گھر اتنی تفصیل سے دکھانے میں کافی کوفت ہو رہی تھی لیکن جو پارٹی گھر دیکھنے آئی تھی اس کی طرف سے انہیں یقین تھا کہ وہ بھی ان کی طرح وقت کو بہت سنبھال کر خرچ کرتے ہیں اس کے باوجود اگر وہ اتنی تفصیل سے ایک ایک کونے کا معائنہ کر رہے تھے تو قوی امکان تھا کہ وہ منہ مانگی قیمت پر گھر خرید لیں گے اور پھر ابھی بلال اختر کے پاس زیادہ گاہک آئے بھی نہیں تھے جو وہ بے زار ہو جاتے انہوں نے کل ہی تو اشتہار دیا تھا ابھی تک صرف دو چار فون ہی آئے تھے اور وہ بھی۔
"آپ پہلے قیمت بتا دیں۔" کی تکرار کرتے رہے تھے بلال اختر کو بارگیننگ سے سخت چڑ تھی وہ چاہتے تھے بغیر درد سری کے کوئی سلجھی ہوئی پارٹی ان کا گھر خرید لے اور وہ فوراً" سودا پکا کر دیں اور فرقان حسن کی فیملی انہیں ایسی ہی پارٹی لگ رہی تھی سارا گھر دیکھتے ہوئے وہ سب اوپری منزل پر آ گئے۔
"یہ میرا بیڈ روم ہے میری وائف اس وقت سو رہی ہیں۔" بلال اختر نے بند دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"کوئی اور بیڈ روم دکھا دیں ذرا کمرے اور باتھ روم کے اسپیس کا اندازہ ہو جائے گا۔" مسز فرقان نے التجائیہ انداز میں کہا تو بلال اختر چارو ناچار سرہلاتے ندیہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔
ان تینوں کو وہیں روک کر انہوں نے خود پہلے ندیہ کے کمرے کے دروازے پر ناک کیا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔
ندیہ وسیع و عریض کمرے کے ایک کونے میں رکھے کمپیوٹر کے پیچھے تقریباً" روپوش تھی دستک کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا بلال اختر کو اپنے کمرے میں دیکھ کر اسے تھوڑی سی حیرت ہوئی۔
"ایک پارٹی گھر دیکھنے آئی ہے وہ کمرہ بھی دیکھنا چاہتی ہے۔" بلال اختر کے دھیمے لہجے پر ندیہ بے یقینی سے انہیں دیکھے گئی۔
حالانکہ وہ ایک بار جو فیصلہ کر لیتے اس پر قائم رہتے تھے پھر بھی ندیہ کو امید نہیں تھی کہ وہ یہ گھر واقعی بیچیں گے۔
"لے آؤں انہیں اندر۔" بلال اختر نے خود پر جمی اس کی حیران نظروں سے خار کھاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں

پوچھا تو وہ ایک دم چونک اٹھی اور سانس خارج کرتے ہوئے پہلی بار بڑے سرد لہجے میں بولی۔
"اگر میں منع کردوں گی تو کیا آپ نہیں لائیں گے؟" زوبیہ نے دو سیکنڈ کا توقف کیا پھر واپس کمپیوٹر اسکرین پر نظریں گاڑتے ہوئے بولی۔
"جب اپنی ہی مرضی چلانی ہے تو پوچھ کیوں رہے ہیں لے آئیں۔" وہ پوچھ نہیں رہے تھے صرف بتا رہے تھے لیکن زوبیہ کی آنکھ میں ہلکی سی نمی دیکھتے ہوئے انہوں نے خود کو کچھ بھی کہنے سے روک لیا۔
وہ اس کے احساسات سمجھتے تھے خود وہ بھی اپنے فیصلے سے خوش نہیں تھے اس گھر سے ان کی ان گنت یادیں وابستہ تھیں وہ اس گھر میں پیدا ہوئے تھے مگر وہ فیصلہ کرچکے تھے اور انہیں تو لگ رہا تھا یہ فیصلہ انہیں بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔
بلال اختر نے باہر جھانکتے ہوئے ان تینوں کو اندر آنے کی اجازت دی جیسے ہی ان لوگوں نے کمرے میں قدم رکھا بلال اختر کا موبائل بج اٹھا۔
اسکرین پر ایک اجنبی نمبر دیکھنے کے باوجود انہوں نے کال اٹینڈ کرلی کیونکہ گھر کے اشتہار کے ساتھ انہوں نے یہی نمبر دیا تھا مگر دوسری طرف ہیلو کے جواب میں ایک مانوس سی آواز بلال اختر کو چونکا گئی۔
"یقین نہیں آرہا تم نے گھر بیچنے کا فیصلہ کیسے کرلیا۔"
"کون؟" بلال اختر تامل کا شکار ہوگئے تھے۔
"کیا ہوا بلال آواز بھی نہیں پہچانتے۔" بھاری سنجیدہ سی مردانہ آواز وہ پہچان تو گئے تھے اسی لیے فرقان حسن سے ایکسکیوز کرتے تیزی سے کمرے سے نکل گئے۔
"کیوں فون کیا ہے؟" انہوں نے باہر آتے ہی نپے تلے انداز میں پوچھا۔
"اشتہار پڑھ کر کیا ہے وہ گھر خریدنا چاہتا ہوں۔" دوسری طرف کی بات سن کر بلال اختر نے بے اختیار لب بھینچ لیے۔
"کیا قیمت لگائی ہے۔" بلال اختر کو خاموش دیکھ کر دوسری طرف سے پوچھا گیا۔
"گھر بک چکا ہے میں ڈیل کرچکا ہوں۔" بلال اختر کو ایک لمحہ بھی نہیں لگا تھا سوچنے میں۔ وہ اتنے اعتماد سے بولے تھے کہ سننے والا یقین کرنے پر مجبور ہوجائے مگر دوسری طرف موجود شخص بھی بلال اختر کو اچھی طرح جانتا تھا جبھی ان سے بھی زیادہ وثوق سے بولا۔
"جھوٹ مت بولو۔ صاف صاف کہو نا مجھے نہیں بیچنا چاہتے۔ خیر میں نے کوئی بحث کرنے کے لیے فون نہیں کیا۔
قیمت لگوا لو جو بھی پارٹی پے کر رہی ہو میں اس سے دس لاکھ زیادہ دینے کے لیے تیار ہوں آگے تمہاری مرضی۔" دوسری طرف سے دو ٹوک لہجے میں کہہ کر فون بند کردیا گیا مگر بلال اختر خالی الذہنی کے عالم میں وہیں کھڑے رہ گئے۔

☆ ☆ ☆
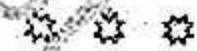
بلال اختر جیسے ہی موبائل پر بات کرنے کے لیے کمرے سے نکلے وہ تینوں ایک دم ریلیکس ہوگئے اتنی دیر سے وہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار نہیں کرپا رہے تھے ان کے جاتے ہی انہیں جیسے بولنے کی آزادی مل گئی انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں تھا کہ کمرے میں کوئی اور بھی موجود ہے کیونکہ زوبیہ کمپیوٹر کے پیچھے ایسے بیٹھی تھی کہ اس پر فوری طور پر نظر نہیں پڑسکتی تھی اور کیونکہ کمرے میں آتے ہی بلال اختر کمرے سے چلے گئے تو وہ لوگ موقع

غنیمت جان کر کمرے کا جائزہ لینے کی بجائے باتوں میں مشغول ہوگئے۔
"گھر تو بہت اچھا ہے میرے خیال سے آپ ابھی ڈیل کرلیں کہیں کوئی اور نہ خرید لے۔" مسز فرقان نے چھوٹتے ہی کہا۔
زوبیہ غیر ارادی طور پر بڑے غور سے ان کی باتیں سننے لگی ویسے بھی وہ اتنی دھیمی آواز میں نہیں بول رہے تھے کہ اسے مشکل ہوتی۔
"ہاں خیر ہے تو بہت اچھا لیکن لگ رہا ہے پرائز اتنے نہیں ہوں گے جبکہ اس سے پہلے جو گھر ہم نے دیکھا تھا وہ بہت ریزن ایبل ہے۔" فرقان حسن بولے۔
"کم آن ڈیڈ وہ گھر تو میں نے اسی وقت ریجیکٹ کردیا تھا اور اس گھر کو دیکھنے کے بعد تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" خرم نے حتمی انداز میں کہا۔
"وہ گھر تو واقعی اس گھر کے سامنے کچھ نہیں مگر انہیں پیسوں کی سخت ضرورت ہے وہ بہت کم قیمت میں بیچ رہے ہیں۔" فرقان حسن ڈبل مائنڈڈ ہو رہے تھے۔
"تو کیا ہوا ڈیڈ اب تو ہم بس یہی گھر خریدیں گے اور یہ میرا کمرہ ہوگا۔" خرم نے دبے دبے جوش کے ساتھ کہا۔
ماؤس پر زوبیہ کی گرفت یک دم ڈھیلی پڑ گئی بے اختیار اس کی نظریں خرم کی طرف اٹھ گئیں جو پوری طرح سے فرقان حسن کی طرف متوجہ تھا۔
"اس کمرے کے آگے بنے ٹیرس سے آپ باہر لان کا ویو دیکھیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے کسی پیراڈائز میں آگئے ہوں۔
میں اپنا ٹریڈ مل یہاں رکھوں گا۔ مگر میں گیلری کا یہ کلر چینج کردوں گا اس پنک کلر سے تو کسی لڑکی کے کمرے کا گمان ہو رہا ہے۔" خرم بڑی سی گلاس وال کے دوسری جانب بنے ٹیرس اور اس سے آگے نظر آتے لان کے دلفریب منظر کو دیکھتے ہوئے کہتا چلا گیا۔
زوبیہ کو لگ رہا تھا کسی نے اس کا دل مٹھی میں لے لیا ہو۔
جس کمرے کو وہ ہمیشہ سے محض اپنی ملکیت سمجھتی آئی تھی آج اسی کمرے کے متعلق کوئی اتنے استحقاق سے بات کر رہا تھا جیسے زوبیہ کا اس کمرے سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔
وہ غیر ارادی طور پر خرم کو دیکھتی چلی گئی اور اسی لیے خرم کو محسوس ہوگیا کہ وہ کسی کی نظروں کی زد میں ہے بے اختیار خرم کی نظر زوبیہ کی طرف اٹھ گئی۔
پہلے تو وہ یہ جان کر چونکا تھا کہ کمرے میں ان تین نفوس کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے مگر اس بات پر حیران ہونے کا زیادہ وقت نہیں ملا کیونکہ فوراً ہی اس کی توجہ زوبیہ کی آنکھوں میں ٹھہری نمی نے اپنی جانب کھینچ لی تھی زوبیہ نے اسے متوجہ دیکھ کر بھی اپنی نظروں کا زاویہ نہیں بدلا اسی لیے خرم کی تیزی سے چلتی زبان کو ایک دم بریک لگ گئے حالانکہ زوبیہ اس سے بہت فاصلے پر تھی پھر بھی وہ اس کے چہرے کے تاثرات با آسانی پڑھ گیا تھا۔
اس کمرے میں اس کی موجودگی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ یہ اسی کا کمرہ ہے اس لیے جو کچھ بھی خرم نے کہا تھا اسے سن کر اسے کیسا لگا ہوگا یہ خرم بہ خوبی سمجھ گیا تھا جبھی ایک دم خاموش ہوگیا تھا۔
اس کا اس طرح چپ ہونا فرقان حسن اور مسز فرقان نے محسوس بھی نہیں کیا وہ دونوں اپنی گفتگو میں اتنے مصروف تھے کہ بلال اختر کے کمرے میں واپس آجانے پر انہیں لگا تھا کہ جیسے ان کی بات درمیان میں ہی ادھوری رہ گئی ہو۔
زوبیہ انہیں دیکھ کر واپس کمپیوٹر اسکرین کی طرف متوجہ ہوگئی یہ اور بات تھی کہ اس کا دھیان اب بالکل بھی

سامنے لکھی عبارت پر نہیں تھا اس کی صرف نظریں اسکرین پر جمی تھیں۔

اسی لیے اسے خرم کی طرف دیکھے بغیر بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ خرم بھی بظاہر اس کے والد کی طرف متوجہ ہو گیا تھا مگر اس کا دھیان ابھی بھی زوبیہ کی طرف ہی تھا اسی لیے وہ خاموشی سے فرقان حسن اور بلال اختر کی گفتگو سن رہا تھا۔

"مسٹر بلال مجھے گھما پھرا کر بات کرنے کی عادت نہیں گھر ہمیں بہت پسند آ گیا ہے اب آپ اس کی قیمت ایسی بتائیں کہ ہم فوراً "ڈیل کر سکیں۔" بلال اختر کے چہرے پر واضح طور پر سکون اترتا محسوس ہوا تھا انہوں نے موبائل جیب میں رکھتے ہوئے انکساری سے کہا۔

"میں نے تو قیمت ایسی ہی بتائی ہے کہ فوراً "ڈیل ہو جائے۔"

"چلیں ٹھیک ہے میں آپ سے فون پر بات کر لوں گا کچھ تفصیلات بھی پوچھنی ہیں مجھے پراپرٹی ٹیکس وغیرہ کے حوالے سے۔" فرقان حسن نے بات سمیٹتے ہوئے جانے کے لیے قدم بڑھائے تو خرم بے ساختہ بول اٹھا۔

"انکل ایک بات پوچھوں۔ آپ اپنا گھر کیوں بیچ رہے ہیں؟" خرم کے پوچھنے پر ایک بار پھر زوبیہ کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں وہ بلال اختر کو بغور دیکھ رہا تھا زوبیہ بھی انہیں دیکھنے لگی اور تب اسے علم ہوا بلال اختر بھی اسے ہی دیکھ رہے ہیں۔

پہلی بار ان کے چہرے پر زوبیہ نے ایک ملال دیکھا تھا وہ انہیں دیکھتی ہی چلی گئی خود اس کا تاسف بڑھنے لگا تھا تبھی وہ اس سے نظریں چراتے ہوئے آئیں بائیں شائیں کرنے والے انداز میں بولے۔

"بس بیٹے کچھ پیسوں کی ضرورت تھی اور۔۔۔ میں اپنا گھر کہاں بیچ رہا ہوں میں تو مکان بیچ رہا ہوں گھر تو گھر والوں سے ہوتا ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ اگر انسان جنگل میں بھی ٹینٹ لگا لے تو وہ بھی گھر بن جاتا ہے ورنہ بغیر مکینوں کے عالیشان سے عالیشان گھر بھی محض در و دیوار ہیں۔" بلال اختر نے ایک دم بات کو فلسفیانہ رنگ دے دیا۔

فرقان حسن کو ان کی بات بہت پسند آئی وہ انہیں سراہتے ہوئے ان کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئے مگر خرم نے ان کا بات گول کر جانا بڑی شدت سے محسوس کیا تھا کیونکہ زوبیہ کی طرف دیکھے بغیر اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ بھی بلال اختر کو ہی دیکھ رہی تھی یہ جاننے کے لیے کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں فرقان کے سوال کا۔

اور جو جواب بلال اختر نے دیا تھا زوبیہ اس پر ہلکے سے سرہلا کر رہ گئی تھی۔

خرم سب کچھ محسوس کرنے کے باوجود بغیر کچھ کہے چپ چاپ کمرے سے نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

رومیلہ گھر سے نکلنے لگی تو صبح ہی صبح ابرار بھائی نے اسے یاد دلا دیا۔

"اب تمہاری شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں کیا ضرورت ہے یونیورسٹی جانے کی۔"

رومیلہ کو خود بھی احساس تھا کہ اس کا اب یونیورسٹی جانا بے کار ہے اس کی پڑھائی تو اب چھٹنے ہی والی تھی۔

لیکن وہ پڑھنے کے ارادے سے جا بھی نہیں رہی تھی وہ تو بس تھوڑی دیر کے لیے گھر سے نکلنا چاہتی تھی خاص طور پر اسے حنظل اور نمل سے ملنا تھا۔

نمل سے اس کی بات نہیں ہوئی تھی سنبل کے ذریعے اسے پتا چلا تھا۔ حسام کے ساتھ ہوئے المیہ کے متعلق اسے یقین تھا نمل نے اس موضوع پر عظمت خلیل سے ضرور بات کی ہو گی عظمت خلیل کے مزاج کو وہ بھی بچپن سے جانتی تھی اسے پتا تھا نمل عظمت خلیل سے بات کر کے اپ سیٹ ہو گئی ہو گی۔ اسی لیے وہ نمل سے روبرو ملنا چاہ رہی تھی۔

مگر ابرار بھائی کے ایک جملے نے جیسے اسے اک کوفت میں مبتلا کر دیا تھا جسے گاڑی میں بیٹھتے ہی سنبل نے محسوس کر کے پوچھ بھی لیا۔

"آپ تمہارا کیوں موڈ خراب ہے۔" سنبل کے اب پر زور دے کر کہنے پر رومیلہ گردن گھما کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی نمل کو دیکھنے لگی۔

وہ اس کے اندازے سے زیادہ سنجیدہ لگ رہی تھی رومیلہ خود کو "کیا ہوا؟" کہنے سے بمشکل روک پائی بلکہ گہرا سانس کھینچتے ہوئے نارمل انداز میں کہنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"میرا کوئی موڈ وڈ خراب نہیں ہے بس گھر سے نکل رہی تھی کہ ابرار بھائی نے یاد دلا دیا اب کیا ضرورت ہے پڑھنے کی۔ تو وہی سوچ رہی تھی کیوں جا رہی ہوں یونیورسٹی۔

مجھے تو اب شاپنگ کے لیے جانا چاہیے وہ مسز کفنام کے گھر میں تو کوئی ہے نہیں جو بری کی تیاری کرے۔ میرے گھر میں کوئی ہے نہیں جو ان سب باتوں پر غور کرے۔ مجھے خود ہی نکلنا پڑے گا اپنے شادی اور ولیمے کے جوڑے کے لیے۔

اور پھر شادی ہو کر جتنی دور جاؤں گی وہاں کے لحاظ سے بھی کچھ تیاریاں کر لوں وہاں جاتے ہی گرم کپڑوں کی ضرورت پڑے گی۔" رومیلہ کی بات پر سنبل تو اچھی خاصی ایکسائیٹڈ ہو گئی مگر نمل کی خاموشی نہ ٹوٹی۔

آخر جب گاڑی یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا میں رکی تو رومیلہ اترنے کی بجائے نمل کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

"آج یونیورسٹی آف ہونے کے بعد ہم تینوں شائمہ سے ملنے چلیں گے اس کے گھر۔" نمل اس کی بات پر کچھ نہیں بولی اس نے رومیلہ کی طرف دیکھا بھی نہیں بلکہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے ایسے ہی ساکت بیٹھی رہی۔

سنبل بھی سارے راستے خواہ مخواہ کی غیر ضروری شوخی دکھاتی رہی تھی کہ شاید نمل کا موڈ ٹھیک ہو جائے کچھ نہیں تو کم از کم وہ رومیلہ کی شادی کی تیاریوں پر بات ہو کرے۔ مگر ساری کوشش ناکام دیکھ کر اب وہ بھی چپ چاپ نمل کی شکل دیکھنے لگی۔

"چلو اترو اب گاڑی سے۔" رومیلہ نے اسٹیئرنگ پر رکھے اس کے ہاتھ کو تھپکتے ہوئے کہا اور خود اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر گئی۔

سنبل نے بھی اس کی تقلید کی مگر نمل اپنی جگہ ہی جمی رہی۔

وہ گھر پر ٹھہرنا نہیں چاہ رہی تھی اس لیے یونیورسٹی آ گئی تھی لیکن اس کا دل کوئی بھی پیریڈ اٹینڈ کرنے پر آمادہ

نہیں تھا۔

اس کا دل چاہ رہا تھا نہ وہ کسی سے بات کرے نہ کوئی اس سے بات کرے۔ وہ اس وقت مکمل تنہائی چاہ رہی تھی اسی لیے تو وہ گھر پر نہیں رکی تھی کہ رشیدہ ماسی گھر میں بیٹھا دیکھ کر اس کی اداسی دور کرنے کی کوشش کرنے لگیں گی اس کا دل بہلانے کے لیے وہ ادھر ادھر کی باتیں کریں گی جبکہ اس وقت اس کا ذہنی تناؤ انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ اسے ڈر تھا وہ کہیں رشیدہ کو کچھ نہ کہہ دے ایک طرح سے وہ ان سے فرار ہو کر یونیورسٹی آگئی تھی۔

مگر سارے راستے سنبل اور روبینہ بھی وہی حرکتیں کرتی رہیں جس کا اسے رشیدہ کی طرف سے خطرہ تھا اسے پتا تھا اگر ان دونوں سے بھی کہے گی کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو تو وہ کبھی بھی راضی نہیں ہوں گی۔

اسی لیے اب وہ گاڑی میں بیٹھی یہی سوچ رہی تھی کہ ڈیپارٹمنٹ میں جانے کی بجائے کہیں اور چلی جائے مگر سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہاں جائے۔

اور پھر وہ جہاں بھی جائے گی سنبل اور روبینہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔

”ثمل چلو اندر۔“ روبینہ نے اس کی طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے محبت سے کہا تو ثمل خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد گہرا سانس کھینچتے ہوئے گاڑی سے باہر آگئی۔

ڈیپارٹمنٹ سے انہوں نے اپنی گاڑی کافی دور کھڑی کی تھی اور ثمل اکثر گاڑی یہیں کھڑی کرتی تھی۔

ثمل سوچوں میں گم سر جھکائے بڑی سست روی سے چل رہی تھی روبینہ اور سنبل بھی اس کا ساتھ دینے کے لیے اسی کی رفتار اپنائے ہوئے تھیں اور اسے بولنے پر آمادہ کرنے کے لیے زبردستی سوال کر رہی تھیں۔

”یار کیا خیال ہے ہم دونوں روبینہ کی شادی میں پارلر سے تیار ہو جائیں ہم بھی پارلر میں تیار نہیں ہوئے۔“ سنبل نے بڑے جوشیلے انداز میں پوچھا مگر ثمل نے کوئی جواب نہ دیا البتہ روبینہ نے ڈپٹنے والے انداز میں کہا۔

”او میری تو فکر ہے نہیں کہ میں کہاں سے تیار ہوں گی اور دیکھو۔“ روبینہ کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ روبینہ اور ثمل جو بالکل برابر برابر میں چل رہی تھیں پیچھے سے پڑنے والے زوردار دھکے پر اپنی اپنی جگہ سے لڑکھڑا گئیں۔

کوئی شخص ان دونوں کے درمیان سے راستہ چیرتا ہوا اس بدتمیزی سے نکلا تھا کہ اس کے ہاتھ میں موجود پیپسی کی بوتل پوری کی پوری ثمل کے اوپر الٹ گئی تھی۔

”او سوری میں نے دیکھا نہیں تھا۔“ وہ تینوں ابھی اس افتاد پر سنبھل بھی نہیں پائی تھیں کہ اس نے بڑے چھچھورے انداز میں مسکراتے ہوئے نا صرف معذرت کی بلکہ جیب سے رومال نکال کر ثمل کے کپڑوں پر گری پیپسی کو صاف کرنے کے لیے بڑی بے تکلفی سے آگے بڑھا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ ثمل کو چھوتا ثمل کا ہاتھ پوری قوت سے اس کے منہ پر نشان چھوڑ گیا تھا۔

”تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔“ وہ نہ جانے کون تھا ان تینوں نے تو اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا مگر شکل اور حلیے سے بالکل لوفر لگ رہا تھا۔

ثمل کا زوردار تھپڑ کھا کر اس کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا تھا وہ بڑے جارحانہ انداز میں ثمل کی طرف بڑھا تھا کہ سنبل اور روبینہ خوف سے تھرا گئی تھیں۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گری

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ۔۔۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعویٰ کرتی ہے۔۔۔ وہ رات کے وقت اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

دوسری طرف خلیل اور نبیل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نبیل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتا ہے۔ اس تقریب دونوں جہاں رو جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم زولی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے اور اسے اپنے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔ جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں نیچے گرا دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

۱۳
تیرہویں قسط

نکلی تھی۔

خرم کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا' لیکن اس کی آنکھوں میں ایک عزم ہلکورے لے رہا تھا جسے ان دونوں نے ہی شدت سے محسوس کیا تھا اور ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

جتنی دیر خرم وہاں کھڑا رہا دونوں بھی ایسے ہی تنی رہیں' پھر اچانک خرم پلٹا اور ان دونوں پر نظر ڈالے بغیر اپنی گاڑی کی طرف پلٹ گیا۔

وہ بھی بالکل نمل کے انداز میں آندھی طوفان کی طرح گاڑی نکال لے گیا۔

سنبل اور رومیلہ جیسے ایک دم ہوش میں آگئیں۔

"یہ۔۔۔ یہ نمل نے کیا کیا۔" سنبل خوف زدہ لہجے میں بولی۔

"اب۔۔۔ اب کیا ہوگا خرم اس تھپڑ کا بدلہ تو ضرور لے گا ہے نا۔" سنبل رومیلہ کو خاموش دیکھ کر پریشانی سے بولی تو رومیلہ صرف ایک تفکر بھری نظر اس پر ڈال کر رہ گئی جیسے اس کی بات سے سو فیصد متفق ہو' مگر سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ بولے کیا۔

"چلو۔ ہم بھی گھر چلتے ہیں اب میں کوئی کلاس اٹینڈ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔" سنبل نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے کنپٹی کو دباتے ہوئے کہا تو رومیلہ صرف سرہلا کر رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

الیان جب واپس اپنے گھر آیا تو اس کا ارادہ نہیں تھا شگفتہ غفار سے اس موضوع پر بات کرنے کا آخر کو وہ حامد سے وعدہ کرچکا تھا کہ وہ ممی پر ظاہر نہیں کرے گا کہ حامد نے اسے سب بتادیا' مگر ممی پر نظر پڑتے ہی اس کا دل چاہا وہ ان سے پوچھے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔

اس کی ہاں ہوتے ہوئے انہوں نے اسے ہی حامد کے سامنے چھوٹا کردیا۔

بے شک انہیں حامد کو اپنا داماد بنانے کا ارمان تھا۔ مگر الیان بھی کچھ غلط تو نہیں کرنے جارہا تھا' صرف اسے دیکھنا اور پرکھنا ہی تو چاہتا تھا' اگر الیان کو وہ بریرہ کے لیے مناسب لگتا تو وہ کوئی انکار تھوڑی کرتا اور اگر وہ بریرہ کے لیے مناسب نہیں تھا تو بریرہ کو اسے سونپ دینا بریرہ کے ساتھ زیادتی تھی' وہ بھی محض اس لیے کہ شگفتہ غفار کی یہ دلی خواہش تھی۔

مگر ان سے سامنا ہونے پر الیان نے بمشکل اپنے آپ کو کچھ بھی کہنے سے روک لیا' جبکہ وہ اس پر نظر پڑتے ہی خوشی خوشی اس کے قریب آکر استفسار کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اور کیسا رہا تمہارا ٹرپ حامد سے ملاقات ہوئی۔"

جب یہ معلوم ہو کہ سامنے والا آپ سے جھوٹ بول رہا ہے وہ بھی ایسا شخص جس کا رتبہ اور مرتبہ آپ کے دل میں بہت اونچا ہو تو کسی کو جیسا لگ سکتا ہے الیان کو بھی اس لمحے ویسا ہی محسوس ہوا تھا۔

وہ صرف شگفتہ غفار کو دیکھ کر رہ گیا' ایک بار پھر اس کی زبان تک آتے آتے رہ گیا۔

"آپ نے ہی تو حامد کو فون کرکے فوراً "حویلی پہنچنے کا کہا تھا' پھر ملاقات کیوں نہ ہوتی۔" مگر جب وہ بولا تو الفاظ خود بخود کچھ سے کچھ ہوگئے۔

"اچھا رہا حامد سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔"

"اچھا! تو پھر کیسا لگا حامد۔" اب کی بار ان کے چہرے پر تجسس صاف پڑھا جاسکتا تھا' کیونکہ اس سوال کا جواب وہ واقعی نہیں جانتی تھیں۔

"ممی میں کوئی اس سے پہلی بار تھوڑی ملا تھا۔ ہزار بار مل چکا ہوں۔" الیان فوری طور پر کوئی جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لیے ٹالتے ہوئے بولا' مگر وہ تو جیسے ایک ایک منٹ گن کر الیان کی واپسی کا انتظار کررہی تھیں۔ وہ بھلا جواب سے بغیر کیسے ٹل جاتیں' تب ہی قدرے چمک کر بولیں۔

"تو' اتنی مصروفیت میں سے ٹائم نکال کر تم خاص اسے دیکھنے تو ایسے ہی گئے تھے جیسے اس کا چہرہ تک بھول گئے ہو اور اب کہہ رہے ہو میں اس سے ہزار بار مل چکا ہوں۔" الیان کو اب کوفت ہونے لگی تھی۔

وہ اس کا مقصد جانتی تھیں' پھر بھی انہوں نے حامد کو مطلع کردیا اور اب اس کی رائے ایسے پوچھ رہی تھیں جیسے انکار کرہی نہیں سکے گا۔

"وہ ملنا اور ابھی کا ملنا تھوڑا الگ تھا۔" الیان نے بے زاری سے کہا۔

"تو میں بھی تو وہی پوچھ رہی ہوں کیسا پایا تم نے حامد کو۔" وہ عجیب آس و نراش کی کیفیت میں گھری اسے دیکھنے لگیں تو الیان انہیں دیکھتا چلا گیا۔

وہ ان سے بہت محبت کرتا تھا۔ بچپن سے لے کر آج تک اس نے ان سے معمولی سی بھی بدتمیزی نہیں کی تھی' بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا ان کی بیماری وغیرہ کے موقع پر الیان نے لڑکا ہونے کے باوجود ہمیشہ بریرہ سے زیادہ ان کی خدمت کی تھی۔

بریرہ تو اپنے لاابالی پن کی وجہ سے ان کی تیمارداری بھی توجہ سے نہیں کرتی تھی۔ چنانچہ الیان ہی ان کی دیکھ بھال میں لگ جاتا اور انہیں ایسے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھتا جیسے کسی موذی مرض میں مبتلا ہوں۔

اب اس وقت بھی ان کے رویے سے خائف ہونے کے باوجود وہ ان سے زیادہ دیر خفا نہیں رہ سکا اور اپنے لہجے کو شائستہ بناتے ہوئے پوری سچائی سے بولا۔

"بہت اچھا! ہر لحاظ سے بہتر' بریرہ کے لیے ایک دم پرفیکٹ۔"

شگفتہ غفار کا چہرہ ایسے کھل اٹھا جیسے انہیں قارون کا خزانہ مل گیا ہو انہوں نے بے اختیار اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

الیان ان کی وارفتگی پر بے اختیار مسکرادیا' وہ اتنی خوش تھیں کہ ان سے کچھ بولا نہیں جارہا تھا۔ الیان نے انہیں کندھوں سے تھام کر پاس رکھے صوفے پر بٹھادیا اور خود ان کے سامنے فرش پر دوزانو بیٹھتے ہوئے اپنی دونوں کہنیاں ان کے گھٹنوں پر رکھ دیں۔

"لیکن میرے پسند کرلینے سے کچھ نہیں ہوتا' آخری فیصلہ بہرحال بریرہ کو ہی کرنا ہے' اس کی مرضی پوچھے بغیر ہم۔"

"اس کی مرضی میں پوچھ چکی ہوں' اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" شگفتہ غفار چہک کر بولیں۔

وہ اتنی خوش تھیں کہ ان کی خوشی دیکھ کر الیان کا موڈ خود بخود خوشگوار ہوگیا تھا۔ تب ہی وہ ان کی اتنی جلد بازی پر بے ساختہ ہنس رہا۔

"کمال ہے رشتہ آیا نہیں اور آپ نے لڑکی کی مرضی پہلے سے پوچھ لی۔"

"رشتہ تو آنا یقینی ہے' تمہارے ماموں مجھ سے بات کرچکے ہیں' بس رسم دنیا نبھانے کے لیے بات پکی کرنے آئیں گے۔"

"یعنی ہماری رائے کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ میں ہامی بھرتا یا نہیں' آپ ماموں کو ہاں کرچکی تھیں۔" الیان نے شکوہ کناں لہجے میں کہا تو وہ انگلیوں سے اس کے بال سنوارتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں بولیں۔

"تمہاری رائے کی اہمیت کیوں نہیں۔ بریرہ سے بھی میں نے تمہارے جانے کے بعد ہی پوچھا ہے' اگر وہ انکار

رہتی تو پہلے ہی تم واپس آکر اس رشتے کے لیے تیار ہو جاتے مگر میں انکار کر دیتی۔" الیان ان کی بات پر صرف مسکرا کر رہ گیا۔

وہ جانتا تھا شگفتہ غفار ایسے ہی کہہ رہی ہیں اگر بریرہ نے انکار کیا ہوتا تو وہ مستقل اس کا برین واش کر کے اسے راضی ضرور کرتیں اور اگر تب بھی وہ نہ مانتی تو یہ کہہ کر حامد کے ساتھ اس کا رشتہ پکا کر دیتیں کہ۔

"وہ ابھی بچی ہے' اپنے اچھے برے کی اسے تمیز نہیں۔"

شگفتہ غفار شروع سے اپنی چلانے کی عادی تھیں' ان کا ماننا تھا جو انہیں ٹھیک لگ رہا ہے بس وہی ٹھیک ہے اور باقی سب غلط۔

اسی لیے اس کا خود ایک بار بریرہ سے دو ٹوک بات کرنے کا ارادہ تھا۔ حالانکہ اسے یقین تھا اس کی ماں جھوٹ نہیں بول رہی' بریرہ کو واقعی کوئی اعتراض نہیں ہوگا' وہ اس معاملے میں پوری طرح غیر جانبدار ہوگی جو سب کو مناسب لگ رہا ہوگا وہی اسے بھی ٹھیک لگے گا۔

لیکن پھر بھی الیان اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ آیا ممی کو دی اس کی رضامندی میں ممی کی اپنی چلانے کی عادت تو بنیاد نہیں بن گئی۔

الیان کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں؟ کیا یقین نہیں آرہا میری بات پر۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں' میں سوچ رہا تھا ماموں جان جب رشتہ لے کر آئیں گے تو وہ فوراً تاریخ بھی مانگ لیں گے' ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہوگا۔" الیان نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

"ظاہری بات ہے اور جلدی تو مجھے بھی ہے۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ سب کچھ جلد سے جلد ہو جائے۔" وہ سرشار سے انداز میں بولیں جیسے ابھی سے انہوں نے بریرہ کو رخصت کرنے کے بعد کی کیفیت کو محسوس کر لیا ہو۔

الیان ان کے انداز پر ایک بار پھر مسکرا دیا اور اپنے کمرے میں جانے کے لیے اٹھنے لگا تو وہ اسے شوخی سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"بریرہ کو رخصت کر کے میری ایک اور مہم شروع ہوگی۔"

"وہ کیا؟" الیان نے حیرانی سے پوچھا۔

"چاند سی بہو کی تلاش۔" انہوں نے چٹخارہ لینے والے انداز میں کہا تو الیان کی ہنسی نکل گئی اور پھر وہ ہنستا ہی چلا گیا۔

"کیوں میرے لیے کوئی لڑکی بچپن سے پسند کر کے نہیں رکھی۔" الیان نے چھیڑنے والے انداز میں کہا مگر وہ برا مانے بغیر بولیں۔

"پسند کوئی کرنے کی چیز نہیں ہے یہ تو خود بخود ہونے والا عمل ہے اور تمہارے لیے ابھی تک ایسی کوئی لڑکی نہیں ملی جسے دیکھ کر دل یہ گواہی دے کہ ہاں بس یہی ہے وہ۔"

"ممی میرا اگلے پانچ سال تک شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور یہ بات میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں۔" الیان نے یاد دہانی کرانے والے انداز میں کہا تو وہ بھی مست انداز میں بولیں۔

"ایسی باتیں کتنی بار بھی بتا دو یا دہرا لو جس وقت نکاح کا وقت لکھا ہوتا ہے نا اس وقت وہ سب کچھ خود بخود ہوتا چلا جاتا ہے اور انسان کے سارے ارادے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔"

"تو پھر آپ کیوں چاند سی بہو ڈھونڈنا چاہتی ہیں' جس وقت جس سے نکاح لکھا ہوگا اسی سے ہوگا۔ چاہے وہ چاند کا ٹکڑا ہونے کی بجائے بھینس کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔" اپنی بات پر الیان خود ہی ہنس پڑا۔

محراب کی بار نا صرف شگفتہ غفار سنجیدہ ہو گئیں بلکہ برا مانتے ہوئے بولیں۔

"اللہ نہ کرے' کیسی باتیں کرتے ہو۔"

"ممی میں تو مذاق کر رہا تھا۔" وہ ان کا موڈ بدلتا دیکھ کر رسانیت سے بولا تو وہ بھی مسکرا دیں۔

"میری بہو تو ایسی آئے گی کہ دنیا دیکھے گی۔" وہ فخریہ انداز میں بولیں تو الیان صرف مسکرا کر رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

خرم آندھی طوفان کی طرح گاڑی چلا رہا تھا۔ ایک آگ تھی جو اس کے اندر جل رہی تھی اور اس کے پورے وجود کو بھسم کر رہی تھی۔

ہر پل' ہر لمحہ اس آگ کی تپش میں اضافہ ہو رہا تھا کیونکہ ہر پل' ہر لمحہ وہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے ابھر آتا اور اس کا دل و دماغ مزید دہکنے لگتا۔

تمل کا تھپڑ۔

اس کی کہی باتیں۔

اس کا زہر خند لہجہ۔

اس کی آنکھوں سے پھوٹتی حقارت۔

اور خود اس کا خاموشی سے سب کچھ دیکھتے رہ جانا اس سے کسی طور بھلائے نہیں بھول رہا تھا۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا کہ کیوں نہ اس نے بھی ایک طمانچہ تمل کے منہ پر مار دیا۔

وہ چپ چاپ سب کچھ سن کر کیوں آگیا۔

وہاں سے اس قدر ششدر رہ گیا تھا کہ کچھ کر ہی نہ سکا۔

اور اب اسے اس قدر شدید غصہ آرہا تھا کہ اسے لگ رہا تھا وہ کچھ بھی کر گزرے گا۔

حالانکہ صبح وہ بڑے خوشگوار موڈ میں گھر سے نکلا تھا۔

دو دن پہلے جو گھر وہ لوگ دیکھنے گئے تھے وہ فرقان حسن نے اسی وقت فائنل کر دیا تھا اور اس کی ساری تفصیلات اگلے دن ہی معلوم کر لی تھیں تب ہی صبح جب وہ گھر سے یونیورسٹی جانے کے لیے نکلنے لگا تو فرقان حسن نے لیونگ روم میں ہی اسے روک لیا۔

مسز فرقان اس وقت لان میں بیٹھی کسی سے فون پر خوش گپیوں میں مصروف تھیں' فرقان حسن نے دور سے ہی ایک مطمئن نظر ان پر ڈال کر خرم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"زیادہ جلدی میں تو نہیں ہو تم۔"

" No dad What s the matter " خرم نے گاڑی کی چابی کو جھلاتے ہوئے اطمینان سے پوچھا۔

"ایک ضروری بات کرنی تھی تم سے۔ وہ جو گھر ہم دیکھ کر آئے تھے جو تمہیں بہت پسند آیا تھا میں نے اس مکان کے بارے میں اپنے دوستوں سے معلوم کیا تو ایک بڑی عجیب بات سامنے آئی ہے۔"

"ایسی کیا بات ہے ڈیڈ۔" فرقان حسن کا پراسرار سا انداز خرم کو حیران ہونے پر مجبور کر گیا۔

"میرے ایک دوست پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ڈی ایس پی ہیں' میں نے انہیں فون کیا تھا' یہ معلوم کرنے کے لیے کہ اس پراپرٹی پر کوئی کیس وغیرہ چل رہا ہو تو مجھے پتا کر کے بتا دیں۔

تو انہوں نے کہا بلال اختر کو تو وہ خود ذاتی طور پر جانتے ہیں' اس گھر کے ساتھ ایسی کوئی پرابلم تو نہیں ہے پھر بھی

ہو پا رہے کے لیے تیار ہو گئے۔
لیکن اس سے پہلے انہوں نے مجھے ایک بات بتائی، جو وہ صرف بلال اختر کے دوست ہونے کی وجہ سے جانتے ہیں۔
انہوں نے کہا کہ اس گھر میں کسی آسیب کا سایہ ہے۔" فرقان حسن اپنی بات کہہ کر رک کر اس کی شکل دیکھنے لگے جو بدستور خاموشی سے انہیں منتظر نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے ان کی بات کی وضاحت مانگ رہا ہو تب ہی فرقان حسن کو کہنا پڑا۔

"وہ گھر بلال اختر کا آبائی گھر ہے۔ بلال اختر شروع سے اسی گھر میں رہتے آرہے ہیں مگر اکثر سننے میں آتا ہے کہ اس گھر میں کسی لڑکی کی روح رہتی ہے۔" خرم کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیلنی شروع ہو گئی فرقان حسن اس کی مسکراہٹ کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولے۔

"اور وہ روح صرف ان کی بیٹی کو نظر آتی ہے' یہاں تک کہ ایک بار اس لڑکی نے اپنی ایک دوست پر جانی حملہ بھی کر دیا تھا اور بعد میں یہ کہا تھا کہ یہ حملہ اس نے نہیں بلکہ اس روح نے کیا ہے جو اس گھر میں رہتی ہے۔
تب بلال اختر نے ڈی ایس پی سے ہی بات کی تھی اور اپنی بیٹی کے خلاف پولیس کیس بننے سے روکا تھا۔
اسی لیے ڈی ایس پی کو یقین ہے کہ بلال اپنا خاندانی گھر اپنی بیٹی کی وجہ سے ہی بیچ رہا ہے' کیونکہ بچپن سے ہی اس لڑکی کا نفسیاتی علاج ہو رہا ہے۔ مگر اس کی بیماری ٹھیک نہیں ہو رہی ڈی ایس پی کو لگتا ہے یہ گھر بیچ کر وہ اس کی حالت میں سدھار کی ایک کوشش کر رہا ہے۔" فرقان حسن کی طویل بات خرم نے بڑے سکون سے سنی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے خاموش ہو جانے کے بعد بھی کچھ نہیں بولا تھا۔ البتہ بات کے اختتام تک اس کی مسکراہٹ کافی گہری ہو چکی تھی۔

"بھئی مسکرانا چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ کرنا کیا ہے۔" فرقان حسن نے کچھ بور ہو کر کہا تو خرم بے ساختہ ہنستے ہوئے بولا۔

"Come on dad آپ تو ہارر موویز بھی نہیں دیکھتے' پھر بھی آپ اتنے خوف زدہ ہو رہے ہیں حالانکہ ڈر مجھے لگنا چاہیے جس نے Haunted House پر بیس کرتی ہر مووی دیکھ رکھی ہے۔"
"خرم" فرقان حسن تنبیہی انداز میں بولے۔
"No dad Im can it ایک طرف تو آپ کہہ رہے ہیں۔"
اس لڑکی کے علاوہ کسی اور کو وہ روح نظر نہیں آتی' دوسری طرف آپ کہہ رہے ہیں اس لڑکی کا بچپن سے نفسیاتی علاج ہو رہا ہے۔
"اب آپ خود بتائیں یہاں کہنے اور سننے کے لیے بچا ہی کیا ہے۔"
"ہم وہ گھر خریدنے جا رہے ہیں۔" فرقان حسن نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا تو خرم ان ہی کے انداز میں ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔
"اور ہم وہی گھر خریدیں گے۔" فرقان حسن خاموشی سے اسے دیکھنے لگے تو وہ لاپروائی سے کہنے لگا۔
"ڈیڈ یہ روحیں' بھوت' پریت' آسیب سب بکواس باتیں ہیں' اگر کوئی روح وہاں ہے تو صرف اس لڑکی کو کیوں نظر آتی ہے' باقی سب کو نظر کیوں نہیں آتی۔
کیونکہ وہ ذہنی طور پر بیمار ہے۔
اس کے والدین ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے طور پر وہ گھر بیچ رہے ہیں۔ حالانکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی بیماریاں کبھی ٹھیک نہیں ہوتیں' اس کا مرض اس لڑکی کے ساتھ ہی ختم ہوگا۔

ہمیں موقع مل رہا ہے اتنا اچھا گھر خریدنے کا' ہم ان توہم پرستی کے پیچھے اس موقع کو کیوں مس کر دیں' یہ تو سراسر بے وقوفی ہے۔" خرم ناصحانہ انداز میں بولا۔
"تمہاری ماما کو اس بارے میں میں نے کچھ نہیں بتایا ہے' اگر انہیں پتا چلا۔۔۔"
"آپ انہیں پتہ بتائیں گے نہیں تو انہیں کچھ پتا بھی نہیں چلے گا' اسی لیے انہیں پتا چلنا بھی نہیں چاہیے۔ بلاوجہ وہ وہم میں مبتلا رہیں گی' بلکہ ہم سب خود وہ گھر دیکھ کر آرہے ہیں' کیا آپ کو اس گھر میں جا کر لگا کہ وہاں کوئی روح ہے' کیا کسی بھی لحاظ سے وہ گھر آپ کو پراسرار لگا۔" خرم کے پوچھنے پر انہوں نے پوری سچائی سے گردن نفی میں ہلا دی اور ساتھ ہی کہنے لگے۔

"میں خود ان باتوں کو نہیں مانتا ہوں۔ لیکن پھر بھی دل میں خیال آرہا ہے اتنے سارے مکان موجود ہیں' پھر کیا ضرورت ہے اسی کو خریدنے کی' جہاں ایک لڑکی پر قاتلانہ حملہ ہوا ہو۔" ان کی بات پر خرم نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔
"کتنے بچے ہیں بلال اختر کے؟"
"ایک ہی بیٹی ہے۔"
"وہ تو اس دن اس کمرے میں موجود تھی۔" خرم نے چھوٹتے ہی کہا۔
"کون سے کمرے میں' ہمیں نے تو نہیں دیکھا۔" فرقان حسن سوچتے ہوئے بولے۔
"ہاں آپ نے شاید اسے نہیں دیکھا ہوگا۔ وہ ہے نفسیاتی کیس۔" خرم کے استفہامیہ لہجے میں بلا کی حیرت تھی' پھر وہ قدرے تجسس سے پوچھنے لگا۔
"کیا کیا تھا اس نے اپنی دوست کے ساتھ۔"
"اس کا سر پھاڑ دیا تھا۔" خرم کا منہ کھلا چلا گیا' وہ بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا تو فرقان حسن مزید تفصیل بتاتے ہوئے بولے۔

"اس کی دوست وہاں اس گھر میں رہنے گئی تھی۔ وہ دونوں چھت پر اس روح کو بلا کر اس سے بات کرنے گئی تھیں۔ آدھی رات کو ان دونوں نے یہ خرافات کی تھیں تو بلال اختر کی بیٹی جسے وہ ڈی ایس پی نفسیاتی مریضہ بتا رہے تھے۔ اس نے اپنی دوست پر حملہ کر دیا' اس کا سر زمین پر دے مارا' وہ بری طرح چیخی تو سب لوگ جاگ گئے اور فوراً چھت پر پہنچ گئے۔
ڈی ایس پی کہہ رہا تھا اس لڑکی کی زندگی اللہ تعالیٰ نے رکھی تھی جو بلال اختر وغیرہ اتنی جلدی پہنچ گئے۔ ورنہ اتنے بڑے گھر میں محض آواز سے سمت کا اندازہ لگا کر فوراً پہنچ جانا کسی معجزے سے کم نہیں۔" فرقان حسن کہتے چلے گئے۔

"Amazing" خرم نے آنکھیں پھیلا کر گویا اپنی حیرت کا اظہار کیا۔
"دیکھنے میں وہ لڑکی بہت ڈرپوک سی لگ رہی تھی' وہ کسی کے ساتھ اتنا وحشیانہ سلوک کر سکتی ہے۔
"it's unbeliveable"
"ہاں تو جو لوگ سائیکو ہوتے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں' دیکھنے میں وہ بہت معصوم اور سادہ ہوتے ہیں' جبکہ اندر سے ان کا ذہن پورا شیطانی ہوتا ہے۔"
"جب آپ کو پتا ہے کہ وہ سائیکو ہے تو پھر کیوں اتنا سوچ رہے ہیں' آپ سب کچھ فوراً فائنل کر دیں' تاکہ بلال اختر جلد سے جلد گھر خالی کر دیں اور ہم لوگ وہاں شفٹ ہو سکیں۔" خرم نے ایسے کہا جیسے وہ سامان پیک کیے بلال اختر کے گھر کے سامنے کھڑا ہو۔

فرقان حسن اس کے انداز پر مسکرا دیے۔ ان کی مسکراہٹ کا مطلب تھا کہ وہ خرم کی بات پر راضی ہو گئے ہیں۔ تب ہی خرم بھی مسکرا کر یونیورسٹی جانے کے لیے پلٹ گیا۔ مگر ابھی وہ دو قدم بھی نہیں چلا تھا کہ خرم رک کر پلٹے بغیر صرف گردن موڑ کر فرقان حسن سے پوچھنے لگا۔

"اس گھر میں کوئی سایا ہے۔ یہ بات کتنے لوگ جانتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ کیا یہ بات بہت مشہور ہے۔"

"میرا نہیں خیال کہ اس بات کی زیادہ شہرت ہوگی لوگ تو شاید یہ بھی نہیں جانتے کہ بلال اختر کی بیٹی کا نفسیاتی علاج چل رہا ہے۔" فرقان پر سوچ انداز میں بولے تو خرم سرہلا کر رہ گیا۔

"کیا ہے۔ تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔" فرقان حسن نے پوچھا تو خرم

"کچھ نہیں" کے انداز میں کندھے اچکاتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

جو بات اس کے ذہن میں آئی تھی اس کا تذکرہ اگر وہ فرقان حسن سے کرتا تو وہ یقیناً گھر خریدنے کا ارادہ ملتوی کر دیتے۔

اگر اس گھر کے آسیب زدہ ہونے کی کہانی بہت لوگ جانتے ——— تو ان لوگوں کے شفٹ ہوتے ہی مسز فرقان کو کسی نہ کسی کے ذریعے یہ بات پتا چل جاتی اور جس چیز میں انسان کو شک ہو جائے پھر اس چیز سے وہ کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ مسز فرقان بھی اڑتی ہوا سے خوف کھانے لگتیں۔ وہ ویسے بھی خاصی ڈرپوک قسم کی واقع ہوئی تھیں۔ ان کا تو اس گھر میں رہنا دوبھر ہو جاتا اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ اگر اس گھر کے متعلق ایسی منفی باتیں مشہور تھیں تو لوگ بھی اس گھر کی طرف سے بدگمان ہوں گے اور یہی بات وہ فرقان حسن کے سامنے نہیں کہنا چاہتا تھا۔ کوئی ان کے گھر کو کسی بھی لحاظ سے برا یا منحوس سمجھے یہ بات فرقان حسن کبھی برداشت نہ کرتے۔ جبکہ خرم کی عادت تھی جو چیز اسے پسند آجاتی وہ اسے ہر حال میں حاصل کرتا تھا۔ وہ گھر اسے بہت اچھا لگا تھا اسے اس قدر فضول اور بے بنیاد بات کے پیچھے تو وہ کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

سارے راستے وہ اسی گھر کے متعلق سوچتا رہا تھا مگر یونیورسٹی کی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کر کے وہ جیسے ہی کار سے نکلا اس کی ساری سوچیں ہوا ہو گئیں۔ جو منظر اس کے سامنے تھا وہ اس کی برداشت سے باہر تھا۔

وہ عجیب و غریب حلیے کا شخص جان بوجھ کر نمل اور اس کی دوست سے ٹکرایا تھا بلکہ نمل پر ہاتھ میں پکڑی بوتل بھی انڈیل دی تھی۔

خرم اسی پل اس کی جانب بڑھا تھا مگر اس کے پہنچنے تک اس لفنگے نے نمل کے تھپڑ کے جواب میں اس کے گدی پر پڑے بال بڑی بے باکی سے جکڑ لیے تھے۔

خرم کی آنکھوں میں تو گویا خون اتر آیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس شخص کی کھال اتار دے مگر وہ تو اپنا غصہ پوری طرح نکال بھی نہیں سکا تھا کہ نمل نے وہ کر دیا جو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا اور اب جتنا وہ اس بارے میں سوچ رہا تھا اتنا ہی ذلت کا احساس شدید ہوتا جا رہا تھا۔

حالانکہ صورت حال اس کی سمجھ میں بہت اچھی طرح آگئی تھی۔

نمل نے جو کچھ بھی اسے کہا تھا اس کے پیچھے بدگمانی کی وجہ وہ کہانی تھی جو خرم نے حمید اور روی کو آزمانے کے لیے گھڑی تھی۔

یقیناً سمیر نے وہ سب کچھ سن کر نمل کو مطلع کر دیا تھا اور آج کی اس حرکت کو دیکھ کر نمل یہ ہی سمجھی کہ خرم نے اپنے پلان پر عمل کر دیا ہے۔

مگر وہ چاہے کتنا بھی لاجیکل ہو جاتا وہ نمل کے رویے کو چاہے جتنا بھی غیر جانبدار ہو کر دیکھ لیتا وہ اس کے کہے الفاظ انہیں بھلا پا رہا تھا۔

نمل نے جتنی نفرت سے اس کی بے عزتی کی تھی وہ اس کی برداشت سے باہر تھی۔

"تم اپنے کرائے کے غنڈے منگوا کر یا اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر کوئی گری ہوئی نازیبا حرکت تو کر سکتے ہو۔ مگر میری جیسی لڑکی کے وقار تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ مجھ تک پہنچنا تمہارے جیسے لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔" یہ الفاظ نہیں پگھلا ہوا سیسہ تھا جو اس کے کانوں میں انڈیل دیا گیا تھا اور جس کے بعد اب اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا سوائے ان جملوں کی بازگشت کے جو اس کی اذیت میں اضافے کا سبب بن رہے تھے۔

وہ اس سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا ابھی اور اسی وقت اسے شوٹ کر دے مگر دماغ دل کے اس تقاضے کو مسلسل رد کیے جا رہا تھا۔

وہ اسے تڑپانا چاہتا تھا۔

اسے تکلیف میں دیکھنا چاہتا تھا۔

جتنی نفرت سے اس نے تھپڑ مارا تھا۔

اتنی ہی بے بسی سے وہ اسے اپنے آگے گڑگڑا کر معافی مانگتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔

اپنی اس خواہش پر وہ بڑی آسانی سے عمل کر سکتا تھا۔ اسے اغوا کر کے کسی ویرانے میں وہ اسے اپنے پاؤں پڑنے پر آسانی سے مجبور کر سکتا تھا۔

مگر دماغ کے اس منصوبے کو دل مسترد کر دیتا کیونکہ ایسا کرنے سے تو نمل کی بات پر مہر لگ جائے گی۔

یہ ہی تو کہا تھا اس نے کہ وہ اپنی دولت و امارت سے یا اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر کوئی گری ہوئی حرکت کر سکتا ہے۔ مگر اس کے وقار تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اس تک پہنچنا خرم کے بس کی بات نہیں تھی۔

دل و دماغ کے بیچ چھڑی اس جنگ میں اس کے اعصاب بری طرح شل ہو گئے تھے۔

چار گھنٹے تک مسلسل بے مقصد ڈرائیو کرتے کرتے وہ بری طرح تھک گیا تھا اور جس پل اسے یقین ہو گیا اب وہ گاڑی کہیں ٹھوک دے گا تب اس نے گھر جانے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ نمل سے بدلہ لیے بغیر وہ اس دنیا سے نہیں جانا چاہتا تھا۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا راستے میں آئی ہر چیز اڑا دے۔

گھر آکر بھی وہ بغیر کپڑے بدلے جوتوں سمیت بستر پر آڑا ترچھا گر گیا۔

اندر کے شور کو دبانے کے لیے اس نے فل والیوم میں ڈیک آن کر دیا۔

تیز چیختا چلاتا شور و غل پر مبنی انگلش گانا گھر کے در و دیوار ہلا گیا تھا مگر نمل کے الفاظ کی گونج کو دبانے میں ناکام رہا تھا۔

تب ہی اچانک کمرے میں ایک دم سکوت چھا گیا۔ خرم نے چونک کر سر اٹھا کر دیکھا۔

ڈیک کے پاس مسز فرقان کو کھڑا دیکھ کر خرم کچھ دیر تو ان کے گھورنے کو دیکھتا رہا پھر اپنا چہرہ تکیے میں چھپا لیا۔

"خیریت تو ہے۔ یہ تم آج اتنی جلدی کیسے آگئے اور اگر آہی گئے تھے تو کپڑے وغیرہ چینج کر کے فریش ہو جاتے یہ جوتے لے کر بیڈ پر کیوں چڑھ گئے ہو۔" مسز فرقان ڈیک کے پاس پڑی بے ترتیب cds کو اٹھا کر اسٹینڈ میں رکھتے ہوئے تواتر سے بولتی رہیں مگر خرم بھی ان سنی کیے پڑا رہا تو وہ اس کے سر پر آکھڑی ہوئیں۔

"کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹمپریچر چیک کرنا چاہا تو خرم ایک دم اٹھ بیٹھا۔

"ٹھیک ہوں ماما بس تھوڑا سر میں درد ہے آپ ایک کپ چائے بنوا دیں میرے لیے۔" وہ انگلیوں سے بال ٹھیک کرتے ہوئے خود کو ہر ممکن حد تک نارمل ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ نہیں چاہتا تھا کہ انہیں ذرا بھی اندازہ ہو اس کی کیفیت کا اگر انہیں بھنک بھی پڑ جاتی تو وہ پوچھ پوچھ کر اسے

ماجز کر دیتیں۔

"یہ کون سا وقت ہے چائے کا' بھوک خراب ہو جائے گی پہلے کھانا کھالو۔" مسز فرقان کو اپنے کمرے سے بھیجنے کے لیے اس نے چائے کی فرمائش کی تھی ورنہ دل تو کچھ بھی کھانے پینے کو نہیں چاہ رہا تھا۔

"نہیں... میں کھا کر آیا ہوں' آپ بس جا کر چائے بنوادیں۔" خرم نے صفائی سے جھوٹ بولا تو انہوں نے سر ہلا کر اٹھتے ہوئے کمرے میں لگا انٹر کام اٹھایا اور نیچے موجود ملازم کو دو کپ چائے لانے کا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

خرم بے بسی سے انہیں دیکھ کر رہ گیا جو اس کے بستر پر پڑے بے تحاشا کشنز کو اٹھا اٹھا کر ترتیب سے رکھنے لگی تھیں گویا ابھی ان کا یہاں سے ملنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا' بلکہ ان کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس وقت وہ بالکل فارغ تھیں اور خرم کے اچانک آجانے سے جیسے انہیں کوئی بات کرنے والا مل گیا۔ حالانکہ ان کا حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ اکثر صبح ہونے کے ساتھ ہی ان کی فون کالز شروع ہو جاتیں' شاید یہی وجہ تھی کہ انہیں باتیں کرنے کا بھی کچھ زیادہ ہی شوق ہو گیا تھا' اس وقت بھی وہ اپنی کسی دوست سے فون پر بات کر کے اٹھی تھیں اور جو کچھ اس نے بتایا تھا وہ کسی اور سے گوش گزار کرنے کو بے چین تھیں کہ خرم آگیا' اگر وہ نہ آتا تو وہ کسی اور کو فون گھما کر یہ سب سنا رہی ہوتیں' جو خرم کو سناتے وقت ایک بار بھی انہوں نے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا' ورنہ اس کے چہرے پر چھائی بے زاری دیکھ کر ان کی زبان کو خود ہی بریک لگ جاتے۔

"مسز صادق تو اس قدر جھوٹ بولتی ہیں کہ ان کی کسی بات کا یقین کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا' ابھی بھی وہ بتا رہی تھیں کہ مسز پرویز جو صرف دو تین دن کے لیے لندن گئی تھیں وہاں انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔

ان کی بیٹی کی حرکتیں ہی ایسی تھیں کہ انہوں نے سوچا یہاں تو کوئی بے وقوف نہیں بنے گا' لندن میں کسی کو پکڑ کر بیٹی کو وہیں رخصت کر دیا۔

اب بھلا بتاؤ اگر یہ بات سچ ہوتی تو مجھے ان کے لندن جانے سے پہلے ہی پتا چل جاتا۔ کسی پر بہتان لگاتے ہوئے مسز صادق کو ذرا اپنی بیٹیوں کا خیال نہیں آتا' حالانکہ ان کی بیٹیوں کی حرکتوں سے بھی میں خوب واقف ہوں۔"

"چھوڑیں ماما' بہتان اور غیبت دونوں ہی بری باتیں ہیں۔" خرم نے اکتا کر کہا' مگر وہ کچھ بھی نہیں بلکہ تائیدی انداز میں بولیں۔

"ہاں یہی تو میں کہہ رہی ہوں' اگر مسز پرویز کی بیٹی ایسی ہے بھی تو اس کی برائیاں میرے سامنے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اصل میں انہیں لگتا ہے کہ میں نے تمہارے لیے مسز پرویز کی بیٹی کو پسند کر لیا ہے' میں نے ایک' دو دفعہ اس کی تعریف کیا کر دی' مسز صادق کے سینے پر سانپ لوٹ رہے ہیں' وہ چاہتی ہیں میں اپنے اتنے اچھے بیٹے کے لیے ان کی کسی بیٹی کو پسند کر لوں' وہ تمہارے قابل نہیں بھلا کہاں تم اور کہاں وہ لڑکیاں۔" خرم چپ چاپ انہیں دیکھتا رہا۔ ان کے لہجے میں غرور نہیں تھا' البتہ مسز صادق کے لیے غصہ ضرور رہا تھا۔

"کیا پتا ماما آپ کے بیٹے کو لوگ کس قابل سمجھتے ہیں۔" خرم کا سپاٹ لہجہ انہوں نے محسوس ہی نہیں کیا اور مسکراتے ہوئے بولیں۔

"اپنی تعریف سننے کا دل چاہ رہا ہے تو صاف بتادو' گھما کر پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ شوخی سے بولیں' پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے کہنے لگیں۔

"میرا بیٹا چاہے کسی قابل ہو یا نہ ہو' ان لڑکیوں کی حرکتیں میں اچھی طرح جانتی ہوں' کسی شریف گھرانے کی بہو بننے کے قابل نہیں ہیں وہ۔

میں تو ہمیشہ ایک ہی بات کہتی ہوں' لڑکی بھلے ہی بہت خوب صورت نہ ہو' مگر اچھے خاندان کی ہو' جسے گھر لا کر

ہمارے خاندان کا وقار بڑھے' گھٹے نہیں۔" مسز فرقان روانی میں بولتی چلی گئیں اور خرم کچھ لمحوں کے لیے سن سا ہو گیا' نمل کے وہ الفاظ جو تھوڑی دیر کے لیے اس کی سماعتوں سے ٹکرانا بند ہو گئے تھے' ایک بار پھر سنائی دینے لگے۔

"مجھ تک پہنچنا تمہارے جیسے گرے ہوئے لوگوں کے بس کی بات نہیں۔"

مسز فرقان اب بھی کچھ بول رہی تھیں' مگر اب خرم کو ان کی آواز نہیں آرہی تھی' ذہن میں سب کچھ جیسے ایک دم صاف ہو تا جا رہا تھا' دل و دماغ پر چھایا تناؤ ایک دم چھٹنے لگا۔

جس عزم کے ساتھ وہ یونیورسٹی سے نکلا تھا' وہ عزم پورا کرنا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

وہ نمل کو رو تا سسکتا دیکھنا چاہتا تھا' اپنے آگے ہار مانتے ہوئے شکست خوردہ دیکھنا چاہتا تھا تو اس کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی' وہ تو بہت باوقار طریقے سے بھی اپنا مقصد حاصل کر سکتا تھا۔

کیا سمجھتی تھی وہ خود کو کہ خرم حسن اس تک نہیں پہنچ سکتا' اس کے معیار تک آنا خرم کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

اگر وہ یہ سمجھتی تھی تو اس نے ایسا سوچ کر بہت بڑی غلطی کی تھی اور اس غلطی کا خمیازہ اب شاید اسے عمر بھر بھگتنا تھا یا کم از کم تب تک جب تک خرم حسن اس سے بدلہ لیتے لیتے بور نہ ہو جائے۔

☼ ☼ ☼

عائشہ اختر کو جب سے یہ پتا چلا تھا کہ بلال اختر نے ان کے سونے کے دوران نا صرف ایک پارٹی کو پورا گھر دکھا دیا بلکہ ان کے ساتھ ڈیل بھی فائنل کر لی اور اگلے دن سے کاغذات کی تیاری بھی شروع کرا دی ہے۔ تب سے وہ انگاروں پر لوٹ رہی تھیں۔ انہوں نے ندویہ کی موجودگی کا لحاظ کیے بغیر بلال اختر سے لڑنا شروع کر دیا تھا۔

خود ندویہ کو ان کے اقدام سے تکلیف ہوئی تھی۔ اول تو وہ یہ چاہتی ہی نہیں تھی کہ یہ گھر بکے اور یہ تو اسے کسی طور منظور نہیں تھا کہ یہ گھر وہ لوگ خرید لیں' جو اس گھر تک آئے تھے اور جن کے بیٹے نے ایک پل میں طے کر لیا تھا کہ ندویہ والا کمرہ اس کا ہو گا۔

جب سے ندویہ نے یہ سنا تھا اس کے وجود پر ایک تھکن سی سوار ہو گئی تھی اور اس پر مما' پاپا کا زور زور سے لڑنا وہ جسمانی و ذہنی دونوں طور پر مضمحل ہو گئی تھی' پھر بھی وہیں کھانے کی میز پر بیٹھی ان کی لڑائی سنتی رہی۔

"میں آخری بار کہہ رہی ہوں' آپ یہ گھر نہیں بیچیں گے۔" عائشہ اختر چیخ پڑیں تو بلال اختر بھی کرسی گھسیٹ کر کھڑے ہو گئے۔

"تو میں بھی آخری بار کہہ رہا ہوں' تم اس موضوع پر اب کچھ نہیں بولو گی' یہ گھر میں بیچ رہا ہوں' بہت اچھی قیمت بھی لگ گئی ہے۔"

"اس گھر کی کوئی قیمت ہے ہی نہیں۔ یہ گھر کتنا انمول ہے' یہ آپ مجھ سے پوچھیں۔" عائشہ اختر کے عجیب و غریب لہجے پر بلال اختر تو کیا خود ندویہ بھی انہیں چونک کر دیکھنے لگی۔

"ندویہ بیٹا آپ اپنے کمرے میں جائیں۔" بلال اختر نے صاف اسے منظر سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیوں؟ ندویہ کے سامنے بات کیجیے نا' کیا ہمت نہیں ہے ندویہ کے سامنے بات کرنے کی۔" عائشہ اختر تنک کر بولیں' بلال اختر نے جس طرح لب بھینچے تھے اس سے صاف ظاہر تھا' انہوں نے خود کو کچھ کہنے سے بمشکل روکا ہے۔

ندویہ کو ایسا لگا وہ محض اس کی موجودگی کی وجہ سے خاموش رہ گئے ہوں۔

"زوبیہ میں نے آپ سے کہا تھا آپ جائیں۔" بلال اختر ایک ایک لفظ چبا کر بولے تو زوبیہ آہستگی سے اپنی جگہ سے اٹھنے لگی تب ہی اس نے عائشہ اختر کو روہانسے لہجے میں کہتے سنا۔

"اس گھر کے لیے میں نے بہت قربانیاں دی ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی بیٹی کو بھی کھو دیا ہے اور اب آپ اسے ہی بیچنے کی بات کر رہے ہیں۔" زوبیہ نے چلتے چلتے رک کر عائشہ اختر کی شکل دیکھنے لگی۔

بلال اختر ان کی چلتی زبان سے تنگ آ کر چلا کر بولے۔

"اپنی بیٹی کے لیے اس گھر کو بیچ رہا ہوں، کوئی اپنے لیے نہیں کر رہا یہ سب، اس لیے برائے مہربانی یہ جذباتی باتیں بند کر دو۔"

"تمہیں کتنی بار یہاں سے جانے کے لیے کہنا پڑے گا زوبیہ۔" بلال اختر کی دھاڑ پر زوبیہ سہم کر تیز تیز چلتی اپنے کمرے میں آ گئی۔

وہ اتنی تیزی سے سیڑھیاں چڑھی تھی کہ اس کا سانس پھولنے لگا تھا اگر وہ بلال اختر سے اتنا ڈرتی نہیں تو وہاں رک کر عائشہ اختر کی گفتگو سننے کی کوشش ضرور کرتی۔

جانے وہ کن قربانیوں کا ذکر کر رہی تھیں اور پھر انہوں نے ایسا کیوں کہا کہ

"یہاں تک کہ اپنی بیٹی کو بھی کھو دیا۔"

وہ تو اسے ذہنی مریضہ سمجھتے تھے پھر اس کی بیماری کے پیچھے وہ اس گھر کو مورد الزام کیوں ٹھہرا رہی تھیں۔

وہ تو یہ مانتی ہی نہیں تھیں کہ اسے اس گھر میں کوئی روح نظر آتی ہے، پھر بھلا اس گھر سے اس کی بیماری کا کیا تعلق ہے۔

وہ تو شائستہ خالہ کے وجود سے ہی انکار کر دیتیں تو بھلا ان کی روح کو کیا مانتیں، وہ تو کئی بار بڑی سختی سے کہہ چکی تھیں۔

"کوئی نہیں ہے میرا لاوارث، ہوں میں جیسے یتیم خانے میں بچے ہوتے ہیں نا، کوئی آگے نہ پیچھے میں بھی ایسی ہی ہوں۔"

ان کا یہ انداز ہی کتنا ظاہر کرتا تھا جیسے وہ اپنے گھر والوں سے لڑ جھگڑ کر بیٹھی ہیں۔

مگر آج کی ان کی گفتگو سے زوبیہ کچھ اور بھی الجھ گئی تھی۔ ان سے کچھ پوچھنے کی اس میں ہمت تھی نہ کوئی فائدہ۔

وہ کبھی شاذ و نادر غصے میں ایسا بول گئی تھیں۔ غصہ اترنے پر ان سے ان کی باتوں کی وضاحت مانگنا فضول تھا۔ وہ کبھی بھی قبول نہ کرتیں اور پھر زوبیہ میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ ان سے ان کی کسی بات پر جواب طلب کرتی۔

مگر اس کے اندر بے شمار سوال سر اٹھاتے تھے، آخر شائستہ خالہ کے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا جو ماما ان کا تو ذکر تک سننا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں بلکہ یہاں تک کہہ دیتیں۔

"شائستہ نام کی میری کوئی بہن نہیں ہے یہ صرف تمہارے دماغ کا فتور ہے۔"

زوبیہ خاموشی سے اپنے بستر پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی رہی عائشہ اختر اور بلال اختر کے قدموں کی آوازیں اپنے دروازے کے باہر سنائی دی تھیں پھر اس نے ان کے کمرے کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے سنا تو اسے یقین ہو گیا ان کی لاحاصل بحث ختم ہو چکی ہے مگر کسی نتیجے پر پہنچے بغیر، چنانچہ وہ دونوں اپنے کمرے میں پہنچ گئے سونے کے لیے۔

☆ ☆ ☆

نمل اس قدر غصے میں وہاں سے نکلی تھی کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہونے کو ہی نہیں آ رہا تھا۔ شام تک کہیں جا کر

جب اس کی کیفیت ذرا نارمل ہونی شروع ہوئی تو رومیلہ اس کے گھر چلی آئی۔

وہ صبح سے اس کا فون اٹینڈ نہیں کر رہی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا رومیلہ نصیحت کا پلندہ کھول دے گی۔

اور واقعی یہی ہوا اسے دیکھتے ہی رومیلہ اس پر چڑھ دوڑی۔

"یہ تم نے کیا کیا نمل۔ کیا ضرورت تھی تمہیں خرم پر ہاتھ۔"

"ضرورت! جو کچھ ہوا اس کے بعد بھی تم مجھ سے پوچھ رہی ہو کیا ضرورت تھی بجائے مجھے سمجھنے کے تم مجھے سمجھا رہی ہو۔" نمل کا غصے والا لاوا پھر سے ابلنے لگا۔

"میں تمہیں سمجھتی ہوں، لیکن تھوڑا بہت حالات کو بھی سمجھنا چاہیے، جس طرح تمہارے جانے کے بعد خرم اپنی گاڑی لے کر نکلا ہے اسے دیکھنے کے بعد سے مجھے ہول اٹھ رہے ہیں، پتا نہیں وہ کیا کرنے والا ہے۔

اتنا تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں وہ تمہیں اتنی آسانی سے معاف نہیں کرے گا۔" رومیلہ کے چہرے پر اس کے لیے پریشانی ہی پریشانی تھی۔

نمل اس کی باتوں پر دھیان دیے بغیر سر جھٹکتے ہوئے بولی۔

"جو کرنا ہے کر لے، لیکن مجھے اپنے کیے پر کوئی پچھتاوا نہیں۔" نمل کے حتمی انداز پر رومیلہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تو نمل نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسے چپ کرا دیا۔

"امی گھر پر ہیں انہوں نے اگر کچھ سن لیا تو خوامخواہ پریشان ہو جائیں گی اب ختم کرو اس بات کو۔"

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

☆ ☆

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی۔۔ جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ـــ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔۔۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔۔۔

(اب آگے پڑھیے)

۱۴
چودھویں قسط

رومیلہ کچھ دیر تو بے بسی سے اسے دیکھتی رہی، پھر گہرا سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

"تم نے ماموں (عظمت خلیل) کا غصہ خرم پر نکالا ہے، ورنہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ یہ سب خرم کا ہی کیا دھرا ہو۔"

" What ؟" نمل حیرت کی زیادتی سے چیخ پڑی تھی۔

"یہ تم کہہ رہی ہو رومیلہ؟ تم جو خرم کے پلان کے متعلق سب کچھ پہلے سے جانتی تھیں، اس سمیر نامی شخص نے یہ ہی سب کہا تھا نا مجھے ابو کا غصہ کسی پر نکالنے کی ضرورت نہیں ہے، کاش کہ میں ابو کے خلاف کچھ کر سکتی، لیکن اگر میں ان کے اگینسٹ کوئی ایکشن نہیں لے سکتی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ادھر ادھر اپنی فرسٹریشن نکالتی پھروں۔

کم از کم مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم میرے بارے میں ایسا سوچو گی۔" نمل کا غصہ ایک دم بے بسی میں تبدیل ہو گیا۔

رومیلہ پر جیسے گھڑوں پانی گر گیا، وہ نمل کے پاس آ کر اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے شرمندگی سے بولی۔

"میرا.... میرا وہ مطلب نہیں تھا تم پلیز غلط مت سمجھو۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہ رہی تھی، اگر کل رات ماموں سے وہ جھگڑا نہ ہوا ہوتا تو شاید تم اتنی آسانی سے اپنا ٹیمپر لوز نہ کرتیں۔

لیکن جو بھی ہوا بہرحال اچھا نہیں ہوا میرے خیال سے تم ایک، دو دن یونیورسٹی نہ آؤ تو بہتر ہے۔"

"کیوں.... میرے نہ آنے سے کیا ہو گا؟" نمل نے ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ چھڑا لیے۔

"کیا تم میری غیر موجودگی میں خرم سے بات کر کے اسے ٹھنڈا کرنا چاہتی ہو، تاکہ وہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچائے۔" رومیلہ واقعی یہ ہی سوچ رہی تھی، پتا نہیں خرم نے ایسا کوئی پلان بنایا تھا بھی یا نہیں، جس کا تذکرہ سمیر نے کیا تھا۔ کیا پتا وہ ان ساری باتوں سے واقف ہی نہ ہو۔

اگر ایسا تھا تو وہ خرم سے نمل کی غیر موجودگی میں مل کر اسے نمل کی اس غلط فہمی کے بارے میں بتانا چاہتی تھی، تاکہ وہ نمل کے اقدام پر کسی ردعمل کا مظاہرہ کرنے سے پہلے اسے سمجھ سکے۔

مگر اب جبکہ نمل نے یہ اندازہ لگا لیا تھا تو رومیلہ کے پاس اسے جھٹلانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

"نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ ہو سکتا ہے خرم غصے کی زیادتی کی وجہ سے بھرے مجمع میں کوئی سین کری ایٹ کرنے کی کوشش کرے، جبکہ ہو سکتا ہے ایک، دو دن میں اس کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہو جائے۔

تم سمجھ رہی ہو نا میں کیا کہہ رہی ہوں، کیا فائدہ ہے اسے ایسا موقع دینے کا کہ دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو جائیں۔" رومیلہ نے ہر ممکن حد تک کوشش کی تھی ایسے الفاظ استعمال کرنے کی جنہیں سن کر نمل کا ٹھنڈا پڑتا اشتعال دوبارہ نہ بھڑک اٹھے، بلکہ نمل کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر اس کی توجہ دوسری جانب مبذول کرانے کے لیے وہ فوراً ہی موضوع بدلتے ہوئے بولی۔

"میں شمائلہ اور اس کی ماں سے ملنا چاہ رہی تھی، کیا تم آج جاؤ گی ان کی طرف۔"

"نہیں! میں اب کبھی وہاں نہیں جاؤں گی۔" جواب بالکل توقع کے برعکس تھا، رومیلہ بے ساختہ اچنبھے کے ساتھ بولی۔

"کیوں؟"

"کیوں جاؤں میں وہاں؟ ان کی بے بسی کا تماشا دیکھنے یا یہ دیکھنے کہ اپنے مجرم کے عنایت کیے ٹکڑوں پر وہ اپنا معذور بیٹے کا علاج کیسے کرا رہے ہیں۔" نمل زہر خند لہجے میں بولی۔

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا، نمل اب اس پر رونے کی بجائے شمائلہ کی مدد کرنے کا سوچو۔ ماموں بھلے ہی سارا خرچ اٹھا رہے ہیں، لیکن ہمارے وہاں جانے سے انہیں جذباتی طور پر بھی تھوڑا سہارا ملے گا۔"

"میں جانتی ہوں تم یہ سب صرف مجھے بہلانے کے لیے کہہ رہی ہو، ورنہ تم بھی اچھی طرح جانتی ہو جو ہونا تھا وہ ہو چکا، یہ کہہ کر ہم اپنی جان نہیں چھڑا سکتے، کیونکہ جو آج ہوا ہے وہ کل پھر ہو گا۔ آج حشام کے ساتھ ہوا ہے، کل کو کسی اور کے ساتھ ہو گا، میں خاموش رہ کر صرف حشام کے ساتھ نہیں بلکہ سب کے ساتھ زیادتی کر رہی ہوں، ان تمام لوگوں کے ساتھ جو کل کو ابو کی شہرت کی بھینٹ چڑھ سکتے ہیں۔" نمل تلخی سے بولی۔

رومیلہ اس سے پوری طرح متفق ہونے کے باوجود محض اس کا دل رکھنے کے لیے تسلی دینے والے انداز میں کہنے لگی۔

"ایسا کوئی دو یا چار کیسز میں ہوتا ہے کہ ماموں اپنی شہرت اور اپنے نام کے لیے انہیں سولی پر چڑھا دیتے ہیں، ورنہ ان کا ٹرسٹ بہت سارے نیک کام بھی کر رہا ہے۔ بھلے ہی ماموں اپنی خود غرضی سے کچھ لوگوں کو تباہ کر رہے ہیں، لیکن اپنے ٹرسٹ اور اپنی نیک نامی کے پروپیگنڈے کے لیے کچھ لوگوں کو آباد بھی کر رہے ہیں، نیت چاہے ان کی جو بھی ہو کچھ لوگ تو فلاح پا رہے ہیں نا۔" رومیلہ کی بات پر نمل نے کوئی تبصرہ نہیں کیا، بلکہ خاموش ہی رہی تو رومیلہ مزید کہنے لگی۔

"انسان کے پیش نظر صرف اپنا فائدہ ہوتا ہے، اب ابرار بھائی کو ہی دیکھ لو، بزنس میں اپنے فائدے کے لیے وہ کسی کو بھی خریدنے اور کچھ بھی بیچنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ انہیں اس بات سے غرض ہی نہیں ہے کہ ان کے فیصلے کی زد میں کون کون آ رہا ہے۔

مجھے یقین ہے میری شادی بھی ایسی ہی کسی بزنس ڈیل کا نتیجہ ہے، اپنا کاروبار چمکانے کے لیے ہی ابرار بھائی نے یہ رشتہ منظور کیا ہو گا، انہیں اگر سیدھی انگلی سے گھی نکلتا نظر نہیں آتا تو وہ فوراً انگلی ٹیڑھی کر لیتے ہیں۔

ایسے میں ماموں کا کام تو لاکھ گنا بہتر ہے وہ اگر دس لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں تو بیس لوگوں کو کئی نقصان سے محفوظ بھی رکھتے ہیں۔ تم ان کے منفی پہلو پر نظر رکھنے کی بجائے مثبت پہلو پر غور کیا کرو، تمہارے سکون کے لیے یہ طرز فکر بہت ضروری ہے۔" رومیلہ رسانیت سے کہتی رہی۔ نمل بے دلی سے اسے سنتی رہی۔

وہ کسی چیز کو محض اس لیے قبول نہیں کر سکتی تھی کہ دوسری چیزیں اس سے بھی زیادہ بری تھیں۔

رومیلہ کی باتیں اسے محض دل بہلانے کا سامان لگ رہی تھیں جو کہ کم از کم نمل کو بہلانے کے لیے ناکافی تھیں۔

رومیلہ نے اس موضوع کا آغاز نمل کا دھیان ہٹانے کے لیے کیا تھا، مگر خود اس کا اپنا دھیان بٹ گیا تھا، وہ خود کلامی کے انداز میں بولنے لگی تو نمل نہ چاہتے ہوئے بھی توجہ دینے پر مجبور ہو گئی۔

"تم اگر ماموں کے رویے کو برداشت کر رہی ہو یا ان کے سامنے خاموش کھڑی ہو تو تمہارے پیش نظر تمہاری ماں کی بھلائی ہے۔ ان کی خاطر تم ہر کڑوے سے کڑوا گھونٹ پی جاتی ہو، مگر میرے پاس تو خاموش رہنے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔

جب میں سوچتی ہوں کہ میں یہ سب کیوں برداشت کر رہی ہوں اور ایک ایسی شادی کے لیے کیوں راضی ہو گئی ہوں، جس پر میرا دل راضی نہیں ہے۔ تو میرے پاس اپنے سوال کا کوئی جواب ہی نہیں۔ بس میں یہ سوچ کر خود کو تسلی دے دیتی ہوں کہ ہمارے معاشرے میں بہت ساری لڑکیوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔

میرے ساتھ کچھ انوکھا نہیں ہو رہا، اس لیے میں ایک ایسی شادی پر تیار ہوں، جس کی طرف سے مجھے اتنے شک و شبہات ہیں، پتا نہیں یہ گلفام کون ہے؟ کیا کرتا ہے؟ اتنے عرصے سے دیار غیر میں مقیم ہے، اس کی عادت

مزاج کیسے ہیں کیا پتا اس نے وہاں پہلے ہی ایک شادی کر رکھی ہو پتا نہیں وہ وہاں کس طرح رہتا ہو؟
پتا نہیں وہ مجھے وہاں کس طرح رکھنے والا ہے کیا ان سب سوالوں پر ابرار بھائی نے غور کیا ہوگا؟ نہیں۔۔۔ مجھے سو فیصد یقین ہے اگر بابا جانی کو خیال آیا بھی ہوگا تو انہوں نے بھی یہ سوچ کر خود کو تسلی دے دی ہوگی کہ ابرار نے کچھ سوچ کر ہی فیصلہ کیا ہوگا۔
جبکہ مجھے یقین ہے ابرار بھائی نے ایسا کچھ سوچا ہی نہیں ہوگا' انہیں تو یہ سب غیر ضروری باتیں لگ رہی ہوں گی۔
ان کے ایک کاروباری واقف نے رشتہ دے دیا' جس سے یقیناً" ابرار بھائی کو مستقبل میں فائدہ پہنچنے کی امید ہوگی۔
چنانچہ انہوں نے بغیر چھان بین کیے رشتہ منظور کر لیا' اب یہ میری قسمت ہے کہ یہ ہی رشتہ میرے حق میں اچھا ثابت ہو جائے' ورنہ برا نکلنے کی صورت میں بھی الزام مجھ پر ہی آنا ہے کہ سر پر ماں تو تھی نہیں اچھا برا سکھانے والی' لہٰذا لڑکی کی پرورش صحیح طریقے سے نہیں ہو سکی۔ کبھی کبھی تو دل چاہتا ہے صاف انکار کر دوں' لیکن شاید مجھ میں ہمت نہیں ہے بولنے کی۔" نمل سب کچھ بھول بھال کر بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔
وہ جانتی تھی رومیلہ اپنی شادی کی وجہ سے پریشان ہے' مگر وہ اتنی پریشان ہے' یہ اندازہ نمل کو اب جا کر ہوا تھا۔
وہ تو یہ ہی سمجھ رہی تھی کہ اچانک شادی طے ہو جانے پر رومیلہ ذہنی طور پر تیار نہیں ہو پا رہی' مگر اس کا ذہن منتشر نہیں تھا' بلکہ ایک منفی نکتے پر آکر مرکوز ہو گیا تھا اور افسوس کی بات یہ تھی کہ وہ نکتہ اتنا منفی بھی نہیں تھا۔
ابرار بھائی کو نمل بھی بچپن سے جانتی تھی' وہ خاصے لیے دیے رہنے والے اکھڑ قسم کے آدمی تھے' وہ کس حد تک خود غرض تھے یہ تو نمل نہیں جانتی تھی۔ البتہ اتنا اسے یقین تھا کہ انہیں ایک مخلص شخص نہیں کہا جا سکتا تھا۔
ایسے میں رومیلہ نے جتنے بھی اندازے لگائے تھے انہیں بے جا سوچ یا منفی خیالات نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ واقعی شادی ہو کر بہت دور جانے والی تھی' ایک اجنبی ملک کے اجنبی شہر میں' ایک بالکل اجنبی کے ساتھ رہنے کا خیال اگر روح فرسا تھا تو اس خوف کو تقویت دینے والی تحریک یہ حقیقت تھی کہ یہ انتخاب ایک ایسے شخص نے کیا تھا جس کے فیصلے پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور یہ ہی ایک احساس دوسرے تمام وسوسوں کا موجب تھا۔ نمل تھوڑی دیر کے لیے اپنی پریشانی بھول کر رومیلہ کو سمجھانے میں لگ گئی۔
"تم اس طرح کیوں سوچ رہی ہو' اگر تمہارا دل اس رشتے کے لیے نہیں مان رہا تو میں پھوپھا جان (بابا جانی) سے بات کرتی ہوں۔ تم اتنی مجبور نہیں ہو کہ چار و ناچار اس رشتے پر راضی ہو جاؤ۔" نمل کی بات پر رومیلہ تلخی سے مسکرا دی اور مرے ہوئے لہجہ میں بولی۔
"تم کیا بات کرو گی ان سے' یہ کہ میرا دل نہیں مان رہا' وہ کہہ دیں گے شادی کے وقت تو سب ہی لڑکیاں پریشان ہوتی ہیں اور وہ اتنی دور جانے کے خیال سے خوف زدہ ہے' اتنی سی بات پر اتنا اچھا رشتہ چھوڑا نہیں جا سکتا۔"
نمل پل بھر کے لیے چپ ہو گئی' رومیلہ غلط نہیں کہہ رہی تھی' اس کے بابا جانی نمل کی بات سن کر کم و بیش کچھ ایسا ہی کہنے والے تھے' مگر وہ جیسے ہار نہ مانتے ہوئے بولی۔
"ٹھیک ہے گلفام بھائی کے بارے میں تمہارے جو بھی شک و شبہات ہیں انہیں میں خود دور کروں گی' تمہیں ابرار بھائی کے فیصلے پر بھروسہ نہیں ہے' لیکن مجھ پر تو یقین ہے نا۔ میں خود کینیڈا جاؤں گی' گلفام بھائی سے ملنے اور یہ دیکھنے کہ وہ وہاں کس طرح رہتے ہیں۔" نمل پر عزم لہجے میں بولی تو رومیلہ ایک دم ہنس پڑی' عجیب پھیکی سی ہنسی تھی اس کی' جیسے اپنا ہی مذاق اڑا رہی ہو' نمل مصنوعی ناراضی دکھاتے ہوئے شکوہ کناں لہجے میں بولی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے' میں نے کوئی لطیفہ نہیں سنایا ہے' میں بالکل سیریس ہوں۔"
"تو میں کب کہہ رہی ہوں کہ تم مذاق کر رہی ہو۔
for your kind information شادی میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ تمہارے پاس کینیڈا جا کر معلومات کرنے کا ٹائم ہی نہیں ہے۔" رومیلہ نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے گویا اس کی یاد دہانی کرائی تو نمل پہلے تو اس کی بات پوری ہونے تک اسے مطمئن نظروں سے دیکھتی رہی پھر ٹھیک اسی کے انداز میں ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔ "میرے لیے کینیڈا جانا کوئی مشکل کام نہیں ہے' مجھے جس وقت کی سیٹ مل جائے میں اسی وقت کینیڈا فلائی کر سکتی ہوں' میرے پاس کینیڈین پاسپورٹ ہے مجھے ویزا لینے کا انتظار بھی نہیں کرنا ہوگا۔"
رومیلہ بری طرح چونک گئی۔
یہ بات تو اسے یاد ہی نہیں رہی تھی کہ عظمت خلیل کے پاس کینیڈین نیشنلٹی تھی' مگر وہ ملک و قوم کی خدمت کے لیے پاکستان میں رہتے تھے۔
"مگر۔۔۔ تم وہاں کہاں جاؤ گی' کہاں رہو گی' ممانی تو تمہارے ساتھ جا نہیں سکتیں' ان کی طبیعت۔۔۔"
"ان کی طبیعت اگر ٹھیک بھی ہوتی تو بھی میں انہیں لے کر نہ جاتی' میں وہاں جا کر ہوٹل میں ٹھہروں گی اور صرف دو یا تین دن میں آجاؤں گی' تاکہ امی کو پریشانی بھی نہ ہو۔
ویسے بھی مجھے صرف گلفام بھائی سے ہی تو ملنا ہے' ان کا نمبر اور ایڈریس میں ابرار بھائی سے لے کر جاؤں گی اور میں ان سے یہ نہیں کہوں گی کہ میں خاص ان سے ملنے جا رہی ہوں' ورنہ تو وہ مجھے ایڈریس کبھی نہیں دیں گے۔
بلکہ جس طرح کی ضدی طبیعت کے وہ ہیں' اگر انہیں بھنک بھی پڑ گئی کہ میں صرف اس لیے خاص طور سے اتنی دور جا رہی ہوں کہ یہ دیکھ سکوں کہ جسے انہوں نے چنا ہے وہ رومیلہ کے قابل ہے بھی یا نہیں تو وہ ایک دم بھڑک اٹھیں گے' بلکہ ان سے کوئی بعید نہیں کہ ابو کو فون کر کے وہ انہیں بھی بھڑکا دیں کہ ذرا بیٹی کو قابو میں رکھیں۔" نمل کافی جوش سے بول رہی تھی۔
رومیلہ اس طرح اس کے اکیلے اتنی دور جا کر ہوٹل میں رہنے کے حق میں تو نہیں تھی' مگر جس مقصد سے وہ یہاں آئی تھی وہ ضرور پورا ہوتا نظر آرہا تھا۔
وہ حسام والے معاملے سے اس کا دھیان ہٹانا چاہتی تھی اور ساتھ ہی اس کی یہ بھی خواہش تھی کہ نمل کچھ دن یونیورسٹی نہ جائے' تاکہ وہ اس کے پیچھے خرم سے بات کر سکے اور اس کی طرف سے معافی تلافی کر کے معاملہ رفع دفع کر دے۔
چنانچہ رومیلہ متفق نہ ہوتے ہوئے بھی بظاہر خاموش ہو گئی' یہ سوچ کر کہ ممانی بھی اسے اکیلے اتنی دور جانے نہیں دیں گی اور وہ رشیدہ کی بات کبھی نہیں ٹالتی' جبکہ نمل اس کی خاموشی کو اس کی رضامندی سمجھتے ہوئے اسی وقت موبائل نکال کر ابرار بھائی سے بات کرنے لگی۔
"وہ دراصل میں نے آپ کو اس لیے فون کیا تھا ابرار بھائی کہ ہم سب کینیڈا جا رہے ہیں' ابو کو کچھ کام ہے وہاں۔ ہم جلدی ہی واپس بھی آجائیں گے۔ تو میں سوچ رہی تھی' کیوں نا وہاں گلفام بھائی سے بھی مل لوں' آخر رشتے داری ہونے والی ہے۔"
"ارے یہ تو بہت اچھی خبر سنائی تم نے۔ یہ تو بہت اچھا رہے گا' اگر ماموں بھی اس سے مل لیں۔" ابرار بھائی خوشدلی سے بولے تو نمل نے بے اختیار مسکراتے ہوئے مٹھی بند کر کے رومیلہ کو دائیں ہاتھ کا انگوٹھا دکھایا گویا مشن کامیاب ہونے کا اشارہ کیا۔ رومیلہ آنکھیں پھیلائے اور منہ کھولے اسے دیکھے گئی' جو کہہ رہی تھی۔

"تو آپ ایسا کریں مجھے گلفام بھائی کا ایڈریس وغیرہ دے دیں۔"

"ہاں ہاں ابھی لکھ لو' بلکہ میرے اس دوست کا ایڈریس اور فون نمبر بھی لکھ لو جو گلفام سے مل چکا ہے' ان فیکٹ اسی کے اپروکرنے پر میں نے اس رشتے کے لیے ہامی بھری ہے۔

وہ وہاں اپنے بیوی' بچے کے ساتھ کافی عرصے سے رہ رہا ہے' اس سے رابطہ کر کے تمہیں گلفام سے ملنے میں آسانی ہوگی۔" ابرار بھائی نے اسی وقت اپنے موبائل میں سے گلفام اور اپنے دوست کا ایڈریس اور نمبر نکال کر لکھوا دیا' جسے نمل نے بڑی احتیاط سے نوٹ کر لیا۔

"تو پھر کب جا رہے ہو تم لوگ؟" ابرار بھائی نے پوچھا۔

"بس ابرار بھائی سیٹ ملنے پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔" نمل نے الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔

"جب ابرار بھائی کو پتا چلے گا کہ تم اکیلی گئی ہو تو جانتی ہو کیا ہو گا۔" رومیلہ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں جانتی ہوں انہیں کافی برا لگے گا ہو سکتا ہے وہ فوراً" ابو کو فون کر کے ان کی خود سر اور باغی بیٹی کی شکایت بھی کردیں۔ لیکن یہ سب کچھ میرے کینیڈا جانے کے بعد ہو گا' وہاں جا کر میں ایک بار گلفام بھائی سے مل لوں گی اور آنے کے بعد ابو اور ابرار بھائی کی تھوڑی سی ڈانٹ یا جلی کٹی سن لوں گی۔ ابو کے منہ سے میں ایسے القابات سنتی ہی رہتی ہوں' کوئی نئی بات تو ہے نہیں۔"

"لیکن ماموں تمہارے پیچھے ممانی پر بگڑیں گے۔"

"اسی لیے میں فوراً" جا کر فوراً" واپس آؤں گی' بس دعا کرو میرے آنے تک ابرار بھائی کی ابو سے بات نہ ہو سکے' میرے آنے کے بعد اگر کچھ پتا چلتا بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا' مگر میرے پیچھے ابو کوئی ہنگامہ نہ کھڑا کریں' کیونکہ جب انہیں پتا چلے گا تو غصہ تو انہیں یقیناً" بہت آئے گا۔" نمل حالات کا صاف گوئی سے تجزیہ کرتے ہوئے بولی۔

"اور اگر۔" رومیلہ نے کچھ کہنا شروع ہی کیا تھا نمل نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تم صرف اتنا بتاؤ کیا تم نہیں چاہتیں کہ میں گلفام بھائی سے ملوں۔"

"مجھے تو بہت خوشی ہو گی' اگر تم ایک بار ان سے مل لو گی' لیکن۔۔۔"

"یہ بات ہے تو بس اس کے آگے سارے اگر' مگر' لیکن' سب بھول جاؤ اور مجھے کرنے دو جو میں کرنے جا رہی ہوں۔" نمل کے حتمی انداز پر رومیلہ گہرا سانس کھینچ کر رہ گئی۔

اسے چپ دیکھ کر نمل سکون سے ٹریول ایجنسی کا نمبر ملانے لگی اسے کون سی لمبی چوڑی شاپنگ اور پیکنگ کرنی تھی' وہ پہلی فلائٹ سے وہاں جانا چاہتی تھی اور سیٹ بھی اسے ایک ہی چاہیے تھی' چنانچہ اس کی خواہش پر عمل ہونا بہت آسان تھا۔

اسی لیے فون رکھنے کے بعد وہ فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ رومیلہ کو دیکھنے لگی جو اس کی یک طرف کی گفتگو سے اتنا جان ہی گئی تھی کہ کل دوپہر کی کوئی فلائٹ اسے مل گئی ہے' تب ہی اسے یاد دلاتے ہوئے بولی۔

"سیٹ مل جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے' بڑی بات تو تب ہے جب تمہیں اجازت مل جائے۔"

"امی کے سامنے میں دو' چار جذباتی جملے بولوں گی اور وہ اجازت دے دیں گی اور رہا سوال ابو کا تو انہیں بتانے کی ضرورت ہی نہیں' میں کہہ دوں گی تمہارے گھر رہنے جا رہی ہوں۔" نمل نے کمال بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"یہ سب اتنا آسان بھی نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو' ابرار بھائی کو پتا ہے اور وہ ماموں جان سے پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کو گلفام کیسا لگا؟" رومیلہ قائل نہ ہوتے ہوئے بولی۔

"نہیں صرف یہ پتا ہے کہ ہم جارہے ہیں' یہ نہیں پتا کہ ہم کب جارہے ہیں' ایک بار میں ہو کر آجاؤں اس کے بعد ابو کو پتا چلتا بھی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے' بس میری غیر موجودگی میں وہ امی کو پریشان نہ کریں' آنے کے بعد تو میں ان کی لن ترانیاں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دوں گی؟ Who cares ۔" رومیلہ جو بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی اس کے لاپروائی سے آخری جملہ کہنے پر بے اختیار مسکرادی۔

"تم نے بھی خرم کا انداز اپنا لیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" نمل واقعی نہیں سمجھی۔

"بھئی اتنا ٹائم ہو گیا ہے' ہمیں یونیورسٹی میں پڑھتے ہوئے یہ تو تم بھی جان گئی ہو گی کہ یہ ڈائیلاگ اکثر و بیشتر خرم بول رہا ہوتا ہے۔" رومیلہ نے قدرے شوخی سے کہا۔

"اس نے کہہ دیا تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ اب یہ جملہ کوئی بول ہی نہیں سکتا۔" نمل اپنے سابقہ لاپروا انداز میں بولی تو رومیلہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگی' جس نے اس کی خواہش کے مطابق نمل کا دھیان حسام کی معذوری پر سے ہٹا دیا تھا۔

ایک طرح سے وہ اس کے محض اپنی خاطر اتنی دور جانے پر راضی بھی اسی لیے ہوئی تھی کہ نمل کے مزاج پر چھایا بوجھل پن گلفام سے ملنے کے خیال سے ایک دم چھٹ گیا تھا۔

اور یہ تو رومیلہ بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ نمل کے لیے اتنا مہنگا ٹکٹ لینا اور وہاں جا کر ٹھہرنا کوئی مسئلہ نہیں۔ عظمت خلیل نے رشیدہ کے اکاؤنٹ میں اتنا پیسہ جمع کر رکھا تھا کہ وہ ایسے دس ٹرپ بھی آرام سے افورڈ کر سکتی تھی۔

☆ ☆ ☆

بلال اختر نے عائشہ اختر کے بگڑنے اور ناراض ہونے کی پروا کیے بغیر فوراً ہی دوسرے گھر میں شفٹ ہونے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

گھر بیچنے کے لیے جتنی بھی کاغذی کارروائی درکار تھی' بلال اختر اس کے پورے ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ ان کا خیال تھا ہم یہاں سے شفٹ ہو جاتے ہیں' باقی سارے کام بعد میں ہوتے رہیں گے۔

انہوں نے دوسرا گھر دیکھ کر پروفیشنل پیکرز (سامان باندھنے والوں) کو بلا لیا۔ عائشہ اختر مزدوروں کے سامنے بھلا کیا بولتیں' وہ صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئیں۔

ویسے بھی ان کی ڈاکٹر شکیلہ سے بات ہوئی تھی' بات کیا ہوئی تھی ڈاکٹر شکیلہ نے خود ہی انہیں فون کر کے بلال اختر کے فیصلے کی حمایت کی تھی۔

بلال اختر نے عائشہ اختر کو اتنا ناراض دیکھ کر ڈاکٹر شکیلہ سے رجوع کیا تھا اور انہوں نے بلال اختر کے فیصلے کو خوب سراہا تھا اور کہا تھا وہ خود عائشہ اختر سے بات کریں گی۔

عائشہ اختر' ڈاکٹر شکیلہ کی مداخلت پر جیسے بالکل بے بس ہو کر خاموش ہو گئی تھیں' بلال اختر نے جو گھر جلدی میں لیا تھا' وہ ویسے تو ہر لحاظ سے اچھا تھا' مگر اس گھر سے موازنہ کرنے پر کچھ بھی نہیں تھا' اس لیے عائشہ اختر پر ایک بے زاری چھائی ہوئی تھی۔

سامان ٹرک میں لوڈ ہونا شروع ہو گیا تھا۔ مزدور اتنے سارے تھے کہ اتنے بڑے گھر کے بے تحاشا سامان کو بھی انہوں نے صرف دو دنوں میں پیک کر لیا تھا اور پھر بلال اختر فوری طور پر سارا سامان لے جا بھی نہیں رہے تھے۔

جو گھر انہوں نے لیا تھا وہ اتنا بڑا نہیں تھا کہ یہاں موجود سارا کا سارا سامان وہاں کھپایا جا سکتا' بہت ساری چیزیں

بلال اختر بیچنے والے تھے' کچھ سامان وہ یہ یہیں چھوڑ کر جا رہے تھے' ان کے گھر میں موجود دو' دو اسٹورز میں سے ایک اسٹور میں تو بالکل ہی پرانا کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔

وہ اسٹور تو بلال اختر کا کھولنے کا ارادہ بھی نہیں تھا' کیونکہ اسے کھولنا صرف اور صرف وقت کا ضیاع تھا اور بلال اختر کے پاس بالکل وقت نہیں تھا۔

وہ ضروری سامان اٹھا کر جلد سے جلد یہاں سے چلے جانا چاہتے تھے اور بہت سارا سامان ان کا بعد میں منگوا لینے کا ارادہ تھا' جبکہ کچھ چیزیں وہ فرقان حسن کے سر تھوپ رہے تھے کہ آنے سے پہلے وہ خود صفائی کرا کر جو چیز جہاں پھینکنا چاہیں یا جسے دینا چاہیں ان کی مرضی پر منحصر تھا۔

اپنے کپڑے اور ضروری چیزیں عائشہ اختر اور زوبیہ نے خود پیک کی تھیں بلال اختر نے بڑے بڑے ڈبے زوبیہ کے کمرے میں بھجوا دیے تھے کہ جو سامان چاہو رکھ لو' باقی فرنیچر وغیرہ مزدور اٹھا لیں گے۔

زوبیہ نے اپنے کپڑے اور کتابیں تو ساری رکھ لیں' مگر دیگر اشیاء کو وہ جیسے الجھن بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس کی دراز میں سے شائستہ خالہ کی بنائی ہوئی بہت ساری تصویریں تو عائشہ اختر نے نکال لی تھیں' لیکن اس جیسی دوسری کئی تصویریں اور ٹیڑھے میڑھے نقوش بدستور اس کے پاس تھے۔

وہ انہیں اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتی تھی' لیکن انہیں یہاں چھوڑ کر جانا بھی نہیں چاہتی تھی' کہیں کسی اور کی نظر نہ پڑ جائے' پہلے تو اس نے سوچا انہیں پھاڑ کر پھینک دے' مگر اتنی ساری ردی کو وہ پھاڑ کر کم از کم عائشہ اختر سے نظر بچائے بغیر نہیں پھینک سکتی تھی۔

عائشہ اختر ہر وقت سائے کی طرح اس کے ساتھ رہتی تھیں' کالج جانا بھی اس کا چھوٹ گیا تھا' چنانچہ وہ ایک عجیب سی گھٹن کا شکار ہو گئی تھی۔

اس وقت بھی عائشہ اختر اتنی دلبرداشتہ تھیں اور اتنی مصروف بھی' اس کے باوجود پچھلے دو گھنٹوں میں وہ تین بار اس کے کمرے میں آکر جھانک چکی تھیں۔

"زوبیہ کیا کر رہی ہو؟"

"کپڑے رکھ رہی ہوں۔ معلوم تو ہے آپ کو کیوں پوچھے جا رہی ہیں۔" زوبیہ عاجز آگئی تھی' پھر بھی وہ باز نہیں آرہی تھیں۔

زوبیہ اس بنڈل کو دیکھتے ہوئے سوچ ہی رہی تھی کہ ایک بار پھر عائشہ اختر بغیر دستک دیے اس کے کمرے میں جھانکتے ہوئے بولیں۔

"کتنی پیکنگ باقی ہے؟"

"بس ہو ہی گئی ہے۔" زوبیہ نے ایک دم وہ سارے کاغذات ایک ڈبے میں ڈال دیے۔

"بہت جلدی کر لی تم نے۔ میں نے تو ابھی صرف کپڑے ہی رکھوائے ہیں' یہ بشریٰ (ملازمہ) بھی ہر کام سستی سے کرتی ہے' تم ذرا میرے کمرے میں آکر فٹافٹ میری جیولری ——— اور جوتے' پرس وغیرہ رکھوا دو' انہیں تو چیزیں رکھنے کی بھی تمیز نہیں ہے' سب خراب کر دیں گی۔" وہ جھنجلائے ہوئے لہجے میں بولیں۔ زوبیہ نے ایک نظر ہینڈ بیگ کے سائز کے اس ڈبے پر ڈالی اور اسے پاؤں سے سرکا کر بیڈ کے نیچے کر کے۔ "چلیں۔" کہتی ان کے پیچھے چل پڑی۔ ان کا کمرہ واقعی بری طرح پھیلا ہوا تھا' ایک تو ان کے پاس ہر چیز کی بھرمار تھی' دوسرے بشریٰ تمام چیزیں الماری اور درازوں سے نکال کر زمین پر ڈال چکی تھی اور ڈبوں میں رکھنے میں کاہلی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

اس نے عائشہ اختر کے پرس ایسے بھر دیے تھے کہ ان میں جڑے نفیس پرس ایک دوسرے میں الجھ گئے تھے۔

زوبیہ گہرا سانس کھینچتی سارے پھیلاوے کے بیچ آکھڑی ہوئی اور بشریٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"بشریٰ تم چھوڑ دو' یہ میں کرلوں گی' تم نیچے جاکر لاؤنج کا جائزہ لو۔"

"ہاں' بلکہ ایسا کرو میرے لیے ایک کپ چائے بنادو' سر ہل گیا ہے مزدوروں کی اٹھا پٹخ دیکھ دیکھ کر۔" عائشہ اختر نے بستر پر لیٹتے ہوئے نڈھال سے لہجے میں کہا تو زوبیہ بغور انہیں دیکھنے لگی۔

اس گھر کو چھوڑنے کا دکھ ان سب کو تھا' مگر عائشہ اختر کی شخصیت میں تو ایک تھکن اور بے زاری اتر آئی تھی' جیسے اس گھر کو بیچ کر انہوں نے اپنا کوئی مان' کوئی غرور کھو دیا ہو۔

"مما۔" بشریٰ کے کمرے سے نکلنے کے بعد زوبیہ نے انہیں پکارا تو وہ جو آنکھوں پر بازو رکھ چکی تھیں' بغیر ہلے جلے صرف ہنکارا بھر کر رہ گئیں۔

"مما آپ شادی ہو کر اس گھر میں آئی تھیں' جبکہ پاپا تو پیدا ہی اس گھر میں ہوئے تھے' جب وہ اس گھر کو بیچ کر اتنے مطمئن ہیں تو آپ اتنی شکست خوردہ کیوں لگ رہی ہیں؟" عائشہ اختر نے ایک جھٹکے سے بازو اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا اور دیکھتی چلی گئی تھیں۔

"کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا؟" زوبیہ نے خود پر جمی ان کی نظروں کا مطلب اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ سوچ رہی ہوں تمہاری بات کا کیا جواب دوں۔" عائشہ اختر کے چہرے پر واقعی سوچ کے سائے لہرا رہے تھے۔ وہ اب بھی زوبیہ کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھیں' لیکن ان کے چہرے پر زوبیہ کے لیے کوئی سختی یا غصہ نہیں تھا۔ اسی لیے وہ دل میں مچلتے سوالوں کو زبان دیتی ان کے بیڈ کے کنارے پر آ ٹکی۔

"آپ پاپا سے کون سی قربانیوں کا ذکر کر رہی تھیں' جو آپ نے اس گھر کے لیے دیں۔" زوبیہ کو امید تھی وہ اب اسے بری طرح جھڑکنے والی ہیں' لیکن خلافِ توقع وہ اس پر سے نظریں ہٹا کر چھت کو تکتے ہوئے گہری سانس کھینچ کر بولیں۔

"چھوڑو بے کار کی باتیں' جن قربانیوں کی شوہر کو قدر نہ ہو' حالانکہ وہ شوہر کی خاطر ہی دی ہوں' وہ قربانیاں رائیگاں چلی جاتی ہیں۔ لہٰذا ان پر بات کرنا ہی بے کار ہے۔" ان کے نرم لہجے پر جیسے زوبیہ کی ہمت اور بڑھ گئی۔

"لیکن پھر بھی آپ نے کیا کیا تھا۔ کیا اپنا زیور وغیرہ بیچا تھا۔ اس کی زیبائش و آرائش کے لیے۔" عائشہ اختر کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"تم بھی اپنے باپ کی طرح یہ ہی سوچتی ہو نا کہ مجھے کپڑوں اور زیور کے علاوہ زندگی سے اور کچھ چاہیے ہی نہیں۔"

"نن..... نہیں مما میں تو..."

"ہاں مجھے واقعی زیور' کپڑا' میک اپ' جوتے' ہر چیز کا بہت شوق ہے' بلکہ کریز ہے اور ہمیشہ رہے گا' لیکن ان سب چیزوں کے علاوہ بھی میری زندگی میں کچھ چیزوں کی اہمیت ہے۔

جیسے اس گھر کی' جیسے تمہاری اور جیسے..... خیر چھوڑو میں سوچ رہی تھی ایک بار ہم اس نئے گھر میں سیٹ ہو جائیں' پھر میں تمہارا کسی نئے کالج میں ایڈمیشن کرادوں گی۔

تم گھر میں بیٹھ کر پرائیویٹ پڑھائی کر سکتی ہو' لیکن اس طرح تم بالکل ڈل ہو جاؤ گی' تمہارے لیے لوگوں سے ملتے جلتے رہنا سخت ضروری ہے' تم میں ویسے بھی کانفیڈنس کی کمی ہے لوگوں سے کٹ کر تم بالکل ہی اپنے خول میں بند ہو جاؤ گی۔" زوبیہ کو ان کا موضوع بدلنا بہت چبھا تھا' پھر جو ذکر انہوں نے چھیڑا تھا وہ بھی اسے کوفت میں مبتلا کر گیا تھا۔

اس کا بالکل دل نہیں چاہتا تھا' کسی بھی کالج میں جا کر پڑھائی کرنے کا نہ یہاں نہ کسی اور کالج میں' اسی لیے وہ ان

کی کہی بات سے پہلو تہی کرتے ہوئے اسی موضوع کو چھیڑتے ہوئے بولی۔

"میرے کانفیڈنس کو کوئی کالج نہیں' صرف آپ ٹھیک کر سکتی ہیں۔ آپ مجھے شائستہ خالہ کے بارے میں کھل کر کیوں نہیں بتا دیتیں۔" عائشہ اختر لیٹے سے اٹھ بیٹھیں۔

"کتنی بار بتا چکی ہوں میں تمہیں۔ اب اگر تم میرا یقین نہیں کرتیں تو میں کیا کروں۔" پہلی بار اس موضوع پر بات کرتے ہوئے انہیں غصہ نہیں آیا تھا' بلکہ ایک بے بسی اور احتجاج چھپا تھا ان کے لہجے میں۔

اور یہ ہی چیز زوبیہ کو ان سے اس موضوع پر بات کرنے کی ہمت دے رہی تھی' ورنہ بھنا کر جھڑک دینا ہر بار اسے خاموش ہو جانے پر مجبور کر دیتا تھا۔

"آپ تو کہتی ہیں شائستہ نام کی کوئی بہن آپ کی ہے ہی نہیں۔ تو پھر یہ روح کس کی ہے اس گھر میں۔"

"اس گھر میں کوئی روح نہیں ہے' یہ صرف تمہارا ذہنی فتور ہے' اسی لیے صرف تمہیں نظر آتی ہے' اگر کوئی روح ہوتی تو مجھے اور تمہارے پاپا کو کبھی تو کچھ محسوس ہوتا' کبھی تو کچھ نظر آتا۔

جب تک تم خود کو یہ یقین نہیں دلاؤ گی کہ یہاں کچھ نہیں' تب تک تمہارا وہم ختم نہیں ہوگا۔" عائشہ اختر کے چہرے پر چھائی مایوسی ان کی آواز اور لہجہ تک میں گھل گئی تھی۔

زوبیہ یک ٹک سپاٹ نظروں سے انہیں دیکھے گئی۔ جب جب شائستہ خالہ کا بھیانک چہرہ اس کے سامنے آتا تھا اس کی بھوک اور نیند سب اڑ جاتی تھی۔ ہوش سنبھالنے سے لے کر آج تک اس نے اپنی زندگی کسی پلِ صراط پر گزاری تھی۔

ہر پل' ہر لمحہ وہ ایک اذیت سے گزرتی تھی اور اس کی اپنی سگی ماں اس کی تکلیف کو سمجھنے کی بجائے اسے اس کا ذہنی فتور کہہ رہی تھی۔

حالانکہ زوبیہ کو لگتا تھا اگر عائشہ اختر شائستہ خالہ کے ساتھ ہوئے سانحہ پر سے پردہ اٹھا دیں تو اس کی الجھنیں دور ہو سکتی تھیں۔ مگر اس کی ماں جانے بوجھتے اسے اس گھٹن سے نہیں نکال رہی تھی۔

وہ اس کے بچپن سے لے کر آج تک اپنے سنگھاسن پر بیٹھی ایک ہی راگ الاپ رہی تھی۔

"یہ تمہارا وہم ہے' یہ تمہارا وہم ہے۔" اب تو زوبیہ تنگ آ گئی تھی اس جملے سے' کبھی کبھی تو اسے سخت گھبراہٹ ہوتی تھی' کیا وہ اس الجھن سے کبھی نکل بھی سکے گی' کیا وہ ساری زندگی ایسے ہی رہے گی ذہنی مریضہ۔

کیا یہ سوال کبھی جواب پا سکیں گے جو اس کی زندگی پر حاوی ہو گئے تھے۔

اگر ہاں تو آخر ایسا کب ہوگا؟ اور کون ہوگا جو اسے اس اذیت سے چھٹکارا دلائے گا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو زوبی؟ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو' یہ صرف تمہارا وہم ہے۔" عائشہ اختر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے پھر وہ ہی الفاظ دہرا رہی تھیں جو اس کے اعصاب پر ہتھوڑوں کی طرح برستے تھے۔

اس نے آنکھیں میچ کر جیسے اپنا ضبط بڑھانے کی کوشش کی تھی' مگر اگلے ہی پل آنکھیں کھولتے ہوئے جو جملہ اس کی زبان سے پھسلا تھا وہ عائشہ اختر کو بھی سمجھا گیا تھا کہ اب اس کا ضبط جواب دے گیا ہے۔

"کیا شائستہ خالہ کے ساتھ ہوئے سانحہ میں آپ کا بھی کچھ ہاتھ تھا جو آپ ان کے وجود سے ہی انکاری ہو گئی ہیں۔"

"زوبیہ۔" عائشہ اختر کے لہجے میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ زوبیہ نے زچ ہو کر کہہ تو دیا تھا لیکن اب ان کا انداز دیکھ کر وہ جیسے شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

"مما میں..."

"میں نے تمہیں یہاں پیکنگ کرنے کے لیے بلایا تھا۔ لیکن شاید تمہارا موڈ نہیں ہے' تم جاؤ اپنے کمرے میں۔" زوبیہ نے کچھ کہنا چاہا تھا' مگر عائشہ اختر نے اس کی بات کاٹ دی' وہ اس طرح ان کے کمرے سے نہیں جانا چاہتی تھی' بلکہ اپنی کہی بات پر شرمندگی کا اظہار کرنا چاہتی تھی' لیکن تب ہی بشریٰ چائے لے کر اندر آگئی۔

"تم جاؤ زوبیہ' بشریٰ پیکنگ کرلے گی۔" انہوں نے واپس اپنی جگہ پر لیٹتے ہوئے بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔ زوبیہ کچھ دیر کشمکش و پنج میں گھری انہیں دیکھتی رہی' پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

کمرے سے نکلتے وقت بھی اس نے پلٹ کر ایک نظر انہیں دیکھا تھا جو ہنوز ویسے ہی لیٹی تھیں' بشریٰ کی لائی چائے سائیڈ ٹیبل پر رکھی تھی اور زوبیہ کو یقین تھا یہ ایسے ہی رکھے رکھے ٹھنڈی ہو جائے گی۔

☆ ☆ ☆

خرم اگلے دن یونیورسٹی معمول سے کافی لیٹ آیا تھا۔ کیونکہ آج اس کا کوئی کلاس اٹینڈ کرنے کا ارادہ ہی نہیں تھا' وہ تو صرف نمل جلیل کا بائیو ڈیٹا پتا کرنے آیا تھا۔ اس کے والدین کون تھے' کیا کرتے تھے' کہاں رہتے تھے' وغیرہ وغیرہ۔

مگر اپنے ارادے کے متعلق وہ اپنے کسی بھی دوست کو کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا' وہ سب کل کے حادثے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے' انہیں خوامخواہ کی آگاہی بخشنا خرم کو خود اپنی بے عزتی لگ رہی تھی اور پھر جو کچھ وہ کرنا چاہتا تھا اسے عملی جامہ پہنانے سے پہلے وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو بھنک بھی پڑے اس کے منصوبے کی۔

لیکن ابھی اس نے آفس جا کر نمل کے بارے میں کچھ پتا بھی نہیں کیا تھا کہ اس کی نظر رومیلہ پر پڑی جو تیزی سے اس کی طرف ہی آرہی تھی۔ خرم اسے دیکھ کر اپنی جگہ رک گیا' تو وہ عین اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"آج آپ بہت لیٹ آئے ہیں۔" اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ یہ جملہ بے ساختہ اس کے منہ سے پھسلا ہے' جو اس کے بہت دیر سے منتظر ہونے کو ظاہر کر رہے تھے۔ خرم جواب دینے کی بجائے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا' انداز ایسا تھا جیسے۔۔۔

"تم سے مطلب۔" رومیلہ کچھ خجل ہو کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔

"دراصل میں آپ سے بات کرنا چاہ رہی تھی' اگر آپ برا نہ مانیں تو۔۔۔"

"بولیں۔" خرم بے نیازی سے بولا۔

"کیا ہم کہیں بیٹھ سکتے ہیں۔" رومیلہ کے لہجے میں التجا تھی۔

خرم کا اس وقت اس سے بات کرنے کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا' مگر اس کے ذریعے وہ نمل کے متعلق کافی کچھ جان سکتا تھا' چنانچہ بے دلی سے بولا۔

"آئیں میرے ساتھ۔" یہ کہہ کر خرم پلٹ گیا تو رومیلہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

خود اسے بھی اس طرح خرم سے بات کرنا عجیب لگ رہا تھا' مگر وہ بہت صلح جو قسم کی لڑکی تھی' اس کی خواہش ہوتی تھی کہ ہر کام خوش اسلوبی سے بغیر کسی بدمزگی کے ہو جائے۔

نمل اس کی اس عادت کو بزدلی کا نام دیتی تھی' جس کی رومیلہ کو قطعاً" پروا نہیں تھی' بلاوجہ کی دشمنیاں پالنا اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو طول دے کر اپنے لیے اور دوسروں کے لیے مسائل کھڑے کرنا اس کی نظر میں کوئی بہادری نہیں تھی۔

ڈیپارٹمنٹ کے احاطے میں ایک چبوترے پر خرم کے سامنے بیٹھتے ہوئے رومیلہ کی پوری پوری کوشش تھی کہ وہ فوراً" بات کر کے اٹھ جائے۔

"میں کل کے ہوئے حادثے پر بہت شرمندہ ہوں اور نمل کی طرف سے معافی مانگنے آئی ہوں اصل میں۔۔۔"

"کیا نمل نے آپ کو بھیجا ہے؟" خرم نے اس کی بات کاٹ دی۔ رومیلہ کو امید تھی وہ یہ ہی سمجھے گا' اس لیے وہ اس جواب کے لیے پہلے سے تیار تھی۔

"نہیں۔۔۔ لیکن وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہے' میں وہ کلیئر کرنے آئی ہوں۔"

"مجھے پتا ہے سمیر کی وجہ سے وہ میری طرف سے بدگمان ہوئی ہے۔" خرم نے ایک بار پھر اس کے کچھ بھی کہنے سے پہلے کہہ دیا۔

رومیلہ کو سن کر تھوڑا سا اطمینان ہوا کہ اسے اب غیر ضروری تفصیل میں وقت ضائع نہیں کرنا پڑے گا' تب ہی فوراً" کہنے لگی۔

"اگر آپ کو پتا ہے تو پھر آپ کو اس بات کا بھی احساس ہو گا کہ اس کا آپ پر ہاتھ اٹھانا غلط ہوتے ہوئے بھی اتنا غلط نہیں ہے۔

مجھے احساس ہے آپ کو سخت انسلٹ فیل ہوئی ہو گی' اسی لیے میں اس کی طرف سے معافی بھی مانگ رہی ہوں۔ آپ پلیز اس بات کو بھول کر وہیں ختم کر دیں' مجھے یقین ہے نمل کو بھی بہت جلد اپنی غلطی کا احساس ہو گا اور وہ بھی آپ سے معذرت کر لے گی۔" رومیلہ نے آخری جملہ سراسر مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے ادا کیا تھا۔ ورنہ اسے یقین تھا نمل کو کبھی اپنی غلطی کا احساس ہو گا اور نہ وہ کبھی معذرت کرے گی۔

مگر یہ سب کہہ کر وہ فی الحال خرم کے غصے کو دبانا چاہتی تھی' بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ خرم اس کی بات پر کچھ دیر اسے دیکھتا رہا' پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"تم نمل کی دوست ہو' لیکن تم سے زیادہ نمل کو میں جانتا ہوں۔ وہ کبھی اپنے کیے پر پچھتائے گی اور نہ معذرت کرے گی۔ لیکن تم یہ سب شاید اس ڈر سے کہہ رہی ہو کہ میں اس کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کروں' ہے نا۔" خرم کے وثوق سے کہنے پر رومیلہ ایک بار پھر شرمندہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی' پھر آخر دل کڑا کرتے ہوئے بولی۔

"کیا آپ کا کوئی انتقامی کارروائی کرنے کا ارادہ ہے۔" خرم کا جی چاہا قہقہہ مار کر ہنسے' کسی فلمی ولن کی طرح اور اس لڑکی کو اتنا ڈرا دے کہ وہ جا کر نمل کو بھی خوف زدہ کر دے۔

لیکن اچانک خرم کو احساس ہوا تھا کہ نمل کے متعلق ساری معلومات آفس سے نکلوانے سے زیادہ آسان تھا رومیلہ سے نکلوانا' کیونکہ وہ زیادہ مستند بھی ہو گی۔ تب ہی خرم اپنے لہجے کو سنجیدہ بناتے ہوئے بولا۔

"کاش — میں کوئی انتقامی کارروائی کر پاتا۔ دل تو بہت چاہ رہا ہے اس سے بدلہ لینے کا۔ مجھے اس تھپڑ سے تکلیف نہیں ہوئی' لیکن اس الزام سے بہت اذیت پہنچی ہے' جو اس نے مجھ پر لگایا ہے' میں ایسی تھرڈ کلاس حرکتیں نہیں کرتا اور وہ بھی نمل کے ساتھ تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" رومیلہ چونک کر خرم کو دیکھنے لگی۔

"کیوں؟" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا تھا۔

"کیوں کیا تمہیں نہیں معلوم محبت انسان کو کمزور بنا دیتی ہے۔" خرم پوری سنجیدگی سے گویا ہوا' مگر اگلے ہی پل چہرے پر پھیلائی سنجیدگی کو قائم رکھنا اس کے لیے مشکل ہو گیا۔

رومیلہ کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھٹ گئی تھیں' وہ پورا کا پورا منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ خرم کے لیے پل پڑنے والی ہنسی کو روکنا مشکل ہو گیا۔ پھر بھی وہ کمال مہارت سے اپنے چہرے کے تاثرات پر قابو کیے بیٹھا رہا اور اپنی آواز میں مظلومیت بھرتے ہوئے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔

"یقین نہیں آرہا نا' جس انکشاف پر میں خود حیران ہوں اس پر تمہیں کیوں یقین آئے گا اور اس نمل کو تو خیر

کبھی بھی نہیں بھروسہ ہوگا۔" رومیلہ اتنے بڑے شاک میں گھری تھی کہ اس کے لیے کچھ بولنا ہی ناممکن ہوگیا تھا' جبکہ خرم کو اس سے بہت ساری معلومات حاصل کرنا تھیں۔ تب ہی اسے بولنے پر اکساتے ہوئے بولا۔

"مجھے خود نہیں پتا یہ سب کب اور کیسے ہوگیا' بس اتنا معلوم ہے کہ اس پوری کائنات میں میرے لیے ثمل سے زیادہ اہم کچھ نہیں۔ وہ اگر مجھ سے میری جان بھی مانگ لے تو میں وہ بھی آرام سے دے سکتا ہوں۔ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ مجھے کتنا غلط سمجھتی ہے' اگر مجھے ایک موقع ملے تو میں اس کی ساری غلط فہمی دور کر سکتا ہوں۔ لیکن وہ تو مجھ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی تو موقع کیا دے گی۔ کیا تم ثمل کو سمجھا سکتی ہو۔ یا کم از کم صرف مجھ سے بات کرنے پر آمادہ کرلو۔" خرم التجائیہ انداز میں بولا۔

جب اس نے ثمل کے ساتھ فلرٹ کرنے کی شرط دکی کے ساتھ لگائی تھی تب ثمل کے سامنے کھڑے ہو کر ایسے جملے بولنا بھی اسے اپنی بے عزتی لگ رہی تھی۔

مگر اب رومیلہ سے یہ سب کہتے ہوئے اسے بڑا مزا آرہا تھا۔ رومیلہ کے تاثرات ہی ایسے تھے وہ ہونق بنی اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کی اتنی حیرانی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ خرم کی بات پر یقین نہیں کرنا چاہ رہی' مگر اسے جھٹلا بھی نہیں پا رہی' جبکہ ثمل سے ایسے کسی ردعمل کی امید نہیں تھی' کسی شش و پنج میں گرفتار ہونا تو درکنار ثمل تو اس کی پوری بات سنے بغیر ہی چل پڑتی' اس کے برعکس رومیلہ میں تو ہلنے کی بھی سکت نہیں تھی۔

"میں ثمل کو ساری دنیا کے سامنے پورے قاعدے قانون کے ساتھ اپنانا چاہتا ہوں' کیا تم اس کام میں میری مدد کروگی صرف یہ سوچ کر کہ ایسا کرکے تم اپنی دوست کے لیے ایک شاندار مستقبل اور بہت محبت کرنے والا شریکِ حیات چن رہی ہو۔" خرم اتنی سچائی سے ایک ایک لفظ بول رہا تھا کہ رومیلہ کی بے یقینی' یقین میں بدلنے لگی۔

اصل میں وہ خرم کی طرف سے ایسے کسی اظہار کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں تھی' ورنہ جہاں تک سوال خرم کی محبت کا تھا تو خرم کی ثمل میں غیر معمولی دلچسپی کا اندازہ تو اسے بہت پہلے ہوگیا تھا' بلکہ اس نے ثمل سے کہا بھی تھا۔

جب یونیورسٹی کے اگلے ہی دن ثمل نے چھٹی کرلی تھی' تب خرم نے اس کی بابت جس بے چینی سے پوچھا تھا رومیلہ کو تو تب ہی لگنے لگا تھا کہ دال میں کچھ کالا ہے' اپنے اس اندازے کا اظہار اس نے ثمل کے سامنے بھی کیا تھا' جس پر ثمل اچھا خاصا بگڑ بھی گئی تھی' بلکہ یہاں تک کہا تھا۔

"اگر ایسا کچھ ہوتا بھی ہے تو ایسے لوگوں کا دماغ ٹھیک کرنا مجھے اچھی طرح آتا ہے۔" لیکن اب جو بات وہ کررہا تھا وہ تو بہت مناسب تھی۔ وہ کوئی معیوب طریقہ نہیں اپنا رہا تھا' اس کا ہاتھ ساری دنیا کے سامنے تھامنا چاہ رہا تھا۔ مگر وہ خرم کی اس معاملے میں مدد کرتی تو ثمل کو یقیناً "برا لگتا" ثمل کی اجازت کے بغیر وہ مدد کرنا تو درکنار مدد کرنے کی ہامی بھی نہیں بھر سکتی تھی۔ لہٰذا وہ اس موضوع سے پہلوتہی کرتے ہوئے بولی۔

"خرم میں بھلا آپ کی کیا مدد کرسکتی ہوں' آپ اس معاملے میں ثمل سے ہی بات کرلیں تو زیادہ بہتر ہے۔"

"ظاہر ہے ثمل سے ہی بات کروں گا' لیکن اس سے پہلے میں چند چیزیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں' جیسے وہ کہیں انگیجڈ تو نہیں' اس کی فیملی میں خاندان سے باہر شادی ہوسکتی ہے یا نہیں' اس کے فادر کون ہیں اور کیا کرتے ہیں؟" رومیلہ کے انداز سے ظاہر ہورہا تھا جیسے وہ بھاگنے کو پر تول رہی ہو' اسی لیے خرم نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے۔

رومیلہ جیسے مشکل میں پھنس گئی وہ ان میں سے کسی بھی سوال کا جواب دینا نہیں چاہ رہی تھی' مگر سمجھ میں

نہیں آرہا تھا اسے کیسے ٹالے۔

"دیکھیں میں کچھ زیادہ جانتی نہیں ہوں' مجھے...."

"اتنا تو پتا ہوگا کہ اس کی کہیں منگنی ہوئی ہے یا نہیں۔" خرم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"دراصل اس کے فادر سارے ڈی سیشنز خود لیتے ہیں' کیا پتا انہوں نے اس کی بات کہیں طے کر رکھی ہو۔" رومیلہ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو خرم بھی اس کے ساتھ اٹھتے ہوئے بولا۔

"اگر اس کے فادر نے ایسا کوئی فیصلہ کیا ہوگا تو کم از کم اس کی ماں کو یا کسی بھائی کو تو پتا ہوگا' کیا انہوں نے بھی کبھی ثمل سے ذکر نہیں کیا۔"

"اس کا کوئی بھائی' بہن نہیں ہے اور اس کے فادر اتنے بزی رہتے ہیں کہ انہیں اس کی ماں کو بھی کچھ بتانے کا ٹائم نہیں ملتا اور اس کی ماں ہیں بھی بہت گھریلو قسم کی۔" رومیلہ بس کسی بھی وقت جانے کے لیے پلٹ سکتی تھی۔ خرم کو بڑی مایوسی ہوئی تھی اس سے بات کرکے' وہ سمجھ گیا تھا وہ اس کی کوئی مدد نہیں کرے گی' پھر بھی اس نے جیسے اپنی بوریت دور کرنے کے لیے سوال نہیں کیا' بلکہ چڑ کر کہا۔

"اتنا کتنا بزی رہتے ہیں آخر' ایسا کیا کام کرتے ہیں۔"

"وہ اتنے ہی بزی رہتے ہیں' بہت بڑے عہدے پر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ چیریٹی کا کام بھی کرتے ہیں' ان کے اپنے کئی ٹرسٹ ہیں۔" جس سوال پر اسے کسی ڈھنگ کے جواب کی توقع نہیں تھی' اسی سوال پر رومیلہ نے خاطر خواہ معلومات فراہم کردی۔

اگر وہ کسی بہت بڑے عہدے پر کام کررہے تھے اور کئی ٹرسٹ بھی چلا رہے تھے تو ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے رومیلہ کی خوشامد کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی' وہ دوسرے ذرائع استعمال کرکے بھی یہ مقصد حاصل کرسکتا تھا۔

"اس کے فادر کا نام کیا ہے؟" خرم نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

"عظمت خلیل۔" اب کی بار رومیلہ تیزی سے آگے بڑھ گئی' تاکہ خرم کچھ پوچھ نہ سکے' جبکہ وہ تو حیران ہی رہ گیا۔

"عظمت خلیل۔" خرم نے زیر لب دہرایا۔

ان کے نام اور شہرت سے بھلا کون واقف نہیں تھا آئے دن تو اخبار میں ان کی تصاویر اور خدمت خلق کی تفصیلات چھپتی رہتی تھیں بلکہ سماجی اور متحرک شخص کو تو اس کے ڈیڈ فرقان حسن یقیناً "ذاتی طور پر بھی جانتے ہوں گے۔

فرقان حسن کا حلقہ احباب اتنا وسیع تھا کہ مختلف تقاریب میں شرکت کرنے کے باعث ایسے بہت سارے لوگوں سے ان کی سلام دعا تھی جن سے ان کے کوئی بہت گہرے مراسم نہیں تھے۔

وہ تو ثمل کا پورا بائیو ڈیٹا جاننے آیا تھا لیکن یہاں تو صرف ایک نام پتا چلنے سے ہی اس کا پورا حسب و نسب سامنے آگیا تھا اب تو ضرورت ہی نہیں تھی یونیورسٹی کے ریکارڈ کو کھنگالنے کی۔ اسے صرف فرقان حسن کو عظمت خلیل کا نام بتانا تھا باقی سب فرقان حسن خود ہی اس سے زیادہ مستند ذرائع سے پتا کرلیتے بلکہ شاید پتا کرنے کی بھی ضرورت نہ ہو وہ پہلے ہی بہت کچھ جانتے ہوں۔

یعنی خرم کو اب صرف گھر جاکر بات کرنے کی ضرورت تھی باقی کا پورا میدان تو صاف ہوچکا تھا۔

خرم مطمئن نظروں سے لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی رومیلہ کی پشت کو دیکھتا رہا جو کچھ نہ بتاتے ہوئے بھی اسے سب بتا گئی تھی۔

تیز تیز چلتی رومیلہ نے اپنے طور پر بڑی احتیاط برتی تھی مگر عظمت خلیل کی شہرت ہی اتنی زیادہ تھی کہ صرف ان کا نام بتا دینا ہی رومیلہ کے خانے میں ایک غلطی کے طور پر شامل ہوگئی تھی حالانکہ اس کے نہ بتانے سے بھی خرم آج نہیں تو کل سب جان ہی جاتا بس اس کی وجہ سے خرم کا کام ذرا جلدی ہوگیا تھا اور پھر رومیلہ کو کون سا اس کے ارادوں کا پتا تھا یہ اتنی پہلو تہی بھی اس نے محض یہ سوچ کر برتی تھی کہ کہیں نمل کو برا نہ لگ جائے ورنہ سچ تو یہ تھا کہ خرم سے بات کرکے اسے کافی اطمینان ہوگیا تھا۔

وہ جو اس کی طرف سے کسی انتقامی کارروائی کا ایک ڈر سا تھا وہ خوف اس کی باتیں سن کر پوری طرح مٹ گیا تھا۔

اب اگر اسے کوئی فکر تھی تو وہ بھی یہ کہ پتا نہیں نمل کا کیا ردعمل ہوگا۔

ابھی کچھ گھنٹوں میں وہ کینیڈا کے لیے فلائی کرنے والی تھی وہاں سے اسے آنے میں تین چار دن تو لگنے تھے اس کے بعد ہی خرم کی اس سے بات ہوگی کم از کم چار دن تو سکون تھا (صرف اس کی نظر میں کیونکہ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ خرم تو آج کے آج ہی سب کچھ کرنے والا ہے۔)

رومیلہ پرس سے موبائل نکال کر سنبل کو فون کرنے لگی جس نے ڈر کے مارے چھٹی کرلی تھی۔

اسے کل رات ہی پتا چل گیا تھا کہ نمل کینیڈا جارہی ہے ایک تو سنبل پہلے ہی خوفزدہ تھی کہ پتا نہیں خرم اب کیا کرے گا اس پر اسے جب یہ پتا چلا کہ نمل ہی نہیں آرہی تو اس نے فوراً "کل چھٹی کرلینے کا اعلان کردیا۔

اب جب اسے یہ پتا چلے گا کہ خرم بدلہ لینے کی بجائے نمل کو پروپوز کرنے والا ہے تو حیرت تو اسے ہوگی لیکن شاید اسے خوشی بھی ہو۔

خرم کی ظاہری پرسنالٹی اتنی اچھی تھی اور پھر جب سے اس نے نمل کے پیسے واپس کردیئے تھے تب سے تو اس کا تاثر سنبل کی نظر میں کافی اچھا ہوگیا تھا۔

ایسے میں یہ خبر اس کے لیے خوشخبری ہی ہوگی۔ البتہ وہ نمل کو فی الحال کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی۔

نمل اتنے لمبے سفر پر اکیلی جارہی تھی وہ بھی عظمت خلیل کو بتائے بغیر اور کسی حد تک رشیدہ کی بھی رضامندی کے بغیر ایک مجبوری کی دی گئی اجازت کے ساتھ لہٰذا اس کے ذہن پر پہلے ہی کافی بوجھ تھا۔

ایسے میں خرم کے احساسات کے بارے میں سن کر فوری طور پر تو اسے بھڑکنا ہی تھا اچھا ہی تھا جتنے دن وہ سکون سے رہ لے۔

☼ ☼ ☼

نمل اتنے سکون سے تو نہیں جارہی تھی رشیدہ کا حیران پریشان چہرہ اسے شرمندہ کررہا تھا مگر رومیلہ کے مستقبل کی خاطر یہ قدم اٹھانا ضروری تھا۔

رشیدہ نے بھی محض اسی لیے خاموشی اختیار کرلی تھی ورنہ ان کا دل کسی طور نہیں مان رہا تھا۔

رومیلہ کی جس انداز میں آناً "فاناً" شادی طے ہوئی تھی اس سے انہیں بھی اختلاف تھا جس دن بات پکی ہوئی تھی اس دن انہوں نے خود ابرار سے پوچھا تھا لڑکا کیسا ہے۔

تو ابرار نے یہی جواب دیا تھا کہ وہ خود تو کبھی نہیں ملا اس کے دوست نے مل کر بتایا ہے کہ بہت اچھا ہے۔

محض دوست کی رائے پر اتنے بڑے فیصلے کا انحصار انہیں پریشان کرگیا تھا مگر انہوں نے رومیلہ اور نمل کے سامنے اپنی پریشانی چھپالی تھی۔

ایسے میں نمل کا وہاں جاکر اس سے ملنا انہیں غلط تو نہیں لگ رہا تھا مگر اس کے اکیلے اتنی دور جانے پر وہ فکرمند

ضرور تھیں خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ عظمت خلیل کو بھی کچھ نہیں پتا تھا۔

لیکن پہلے ہی نمل دو تین دن سے بہت مضطرب تھی حشام کے ساتھ ہوئے المیہ اور عظمت خلیل کے ساتھ ہوئی اس کی تلخ کلامی نے اسے بہت بڑا صدمہ پہنچایا تھا ایسے میں اسے اس وقت جانے سے روکنا رشیدہ کی ممتا کے لیے ایک کڑا امتحان تھا۔

خود نمل کو ان کے تمام خدشات اور اسے بھیجنے کی وجوہات کا علم تھا اسی لیے اپنے درست ہونے کا یقین ہونے کے باوجود ایک بے چینی نے اس کا احاطہ کررکھا تھا جو اس وقت سوا ہوگئی جب ایئرپورٹ کی لابی میں سے گزرتے ہوئے اس کے موبائل پر ابرار بھائی کا فون آگیا۔

"نمل ماموں اور تم لوگ کون سے ہوٹل میں ٹھہرنے والے ہو۔ میں نے اپنے دوست کو انفارم کردیا ہے وہ کہہ رہا ہے میرا گھر ہوتے ہوئے تمہارے ماموں اور ان کی فیملی کو کسی ہوٹل میں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔"

"آں...... ابرار بھائی ابھی تو ہمارا جانا ہی کنفرم نہیں ہے جب جانے لگیں گے تب بتادیں گے۔" نمل نے سوچتے ہوئے کہا۔

"کنفرم نہیں ہے۔" ابرار بھائی نے حیرت سے دہرایا۔

"مگر صبح تو میری ممانی سے بات ہوئی تھی وہ تو کہہ رہی تھیں تم لوگ آج جارہے ہو میں نے تو اپنے دوست کو فون کرکے تمہاری فلائیٹ کا ٹائم بھی بتادیا ہے۔" نمل کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

رشیدہ کو اتنا سمجھایا تھا اس نے کہ انہیں یہ کہنا ہے اور یہ نہیں کہنا وغیرہ پھر بھی انہوں نے فلائیٹ کے بارے میں بتادیا۔

اگر اس وقت ابرار بھائی نے اس کی جگہ عظمت خلیل کو فون کرلیا ہوتا تو کیا ہوتا۔

ابھی اس نے یہ سوچا ہی تھا کہ دوسری طرف ابرار بھائی کہنے لگے۔

"میں تو ابھی ماموں کو فون کررہا تھا مگر ان کا موبائل مستقل بزی جارہا ہے تب میں نے سوچا تمہارے نمبر پر ٹرائی کرلوں۔ میں تو سمجھا تم لوگ آج جارہے ہو۔" ابرار بھائی کی بات پر نمل نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنے اعصاب یکجا کرکے کہا۔

"اصل میں ابرار بھائی ابو کو کچھ ضروری کام آگیا۔ تو وہ اور امی نہیں جارہے فی الحال میں اکیلی جارہی ہوں۔"

"کیا؟" ابرار بھائی اس کی بات پر حسب توقع اچھل کررہ گئے۔

"تم اکیلی۔" ان کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"جی وہ ابرار بھائی میں اس وقت ایئرپورٹ پر ہوں میں آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں۔" اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا بہانہ بنائے۔

اصل میں سچ اس نے اس لیے بھی بتادیا تھا کہ وہاں جاکر ابرار بھائی کے دوست کے ذریعے وہ گلفام سے جلدی اور آسانی سے مل سکتی تھی ورنہ ایک اجنبی ملک میں ایک اجنبی کو تلاش کرنا اس کے لیے ناممکن تھا۔

چنانچہ جب اس نے سنا ابرار بھائی کے دوست انہیں لینے ایئرپورٹ آرہے ہیں اور اپنے گھر میں ٹھہرنے کی آفر کررہے ہیں تو اسے بھی ان کے پاس جاکر رہنا زیادہ معقول لگا۔ بہ نسبت ٹیکسی ڈرائیور سے کسی ہوٹل کا پتا پوچھنے کے۔

حالانکہ رومیلہ کے سامنے اس نے بڑے دعوے کیے تھے کہ ہوٹل میں جاکر ٹھہر جاؤں گی اور دو تین دن میں واپس آجاؤں گی صرف گلفام سے ملنا ہی تو ہے۔

مگر اب جبکہ وہ حقیقتاً "وہاں جارہی تھی تو اسے گھبراہٹ ہورہی تھی کہ اس طرح انجان جگہ پر کسی ہوٹل میں

ٹھہرنا اور پھر کسی کا ایڈریس ڈھونڈتے ہوئے اس تک پہنچنا کتنا مشکل اور خطرناک تھا۔

عظمت خلیل کو آج نہیں تو کل اس کے اٹھائے قدم کے بارے میں پتا چلنا ہی تھا پھر محض ان سے چھپانے کے لیے وہ اپنی جان اور عزت کو اس طرح خطرے میں کیوں ڈالے پتا چلا رومیلہ کی پریشان دور کرنے کے چکر میں اس نے اپنی ماں کو جیتے جی مار ڈالا۔

اسی لیے اس نے ایک پل میں ابرار بھائی کے دوست کے ساتھ ان کے گھر جانے کا فیصلہ کرلیا ہاں البتہ اب بھی اس کے دل میں یہ خواہش تھی کہ عظمت خلیل کو کچھ بھی اس کے واپس آنے سے پہلے پتا نہ چلے اسی لیے ایک طرف تو اس نے ابرار بھائی کو فون بند کرنے کا عندیہ دیا تو دوسری طرف یہ بھی پوچھ بیٹھی۔

"ابرار بھائی میں تو صرف دو تین دن کے لیے جارہی ہوں کیا آپ کے دوست مجھے اپنے گھر ٹھہرا سکتے ہیں۔"

"ٹھہرنے کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے وہ تو تمہیں پک کرنے بھی آرہا ہے مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا تم اکیلی وہاں گئی کیوں ہو وہ بھی صرف دو تین دن کے لیے کیا تمہارا ارادہ بھی ہوٹل میں ٹھہرنے کا تھا۔" ابرار بھائی کے لہجے میں جھنجلاہٹ محسوس کی جاسکتی تھی۔

"آپ میں۔ میں کہہ رہی ہوں نا میں آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں آپ پریشان مت ہوں امی ابو ایک دن بعد میرے پاس آنے والے ہیں۔ بس میں ایک دن پہلے جارہی ہوں اور ابو مجھے اپنے کسی دوست کے گھر ہی ٹھہرا رہے تھے مگر میں نے سوچا وہاں میں بعد میں چلی جاؤں گی امی ابو کے آنے کے بعد۔ پہلے آپ کے دوست کے گھر چلی جاتی ہوں وہ ایئرپورٹ پر پک کرنے آئیں گے تو مجھے مشکل نہیں ہوگی۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ میں تمہارا نام وغیرہ سب اسے ابھی بتادیتا ہوں وہ تمہیں لے لے گا مگر مجھے تمہارا جانا بالکل بھی مناسب نہیں لگا ہے خیر۔ جب ماموں کو ہی اعتراض نہیں۔ اچھا میں بعد میں بات کروں گا اللہ حافظ۔"

ابرار بھائی نے بڑبڑانے والے انداز میں کہہ کر فون بند کردیا۔

شاید وہ خود بھی بہت جلدی میں تھے تبھی نمل کی بات پر زیادہ بحث نہ کرسکے تو بھی تھا اس وقت ان کے فون نے نمل کو کافی فکر مند کردیا تھا۔

اتنا تو سمجھا بجھا کر آئی تھی وہ امی کو پھر بھی جانے کیسے انہوں نے نمل کی فلائٹ کا ذکر کردیا نمل نے سوچا امی کو فون کرکے ساری صورت حال بتادے۔ مگر تبھی اس کی فلائٹ کا اناؤنسمنٹ ہوگیا تو وہ موبائل شولڈر بیگ میں رکھتی تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔

☼ ☼ ☼

شام کی چائے وہ لوگ اکثر باہر لان میں بیٹھ کر پیا کرتے تھے اسی لیے جب خرم کی گاڑی پورچ میں داخل ہوئی تو فرقان حسن اور مسز فرقان دور سے ہی خوش گپیوں میں مصروف نظر آگئے۔

خرم گاڑی لاک کرتا ذہن میں جملے ترتیب دیتا ان کے نزدیک چلا آیا اور سلام کرکے وہیں ایک کرسی پر ٹکتے ہوئے بولا۔

"ڈیڈ آپ کیا عظمت خلیل کو جانتے ہیں۔"

"عظمت خلیل۔" انہوں نے سوالیہ انداز میں خرم کو دیکھا تو مسز فرقان بھی اسے ایسے دیکھنے لگیں جیسے اس کے سوال کا پس منظر سمجھنا چاہ رہی ہوں۔

"بتائیں نا جانتے ہیں یا نہیں۔"

"میں تو کافی اچھی طرح جانتا ہوں بلکہ انہیں تقریباً" سارا شہر ہی جانتا ہے آج کل بھی روز ہی ٹی وی پر نظر

آرہے ہیں۔ وہ کسی پولیس انسپکٹر نے ایک لڑکے کو......"

"بس بس رہنے دیں ایسے وائلنٹ (پرتشدد) قصے میرے سامنے مت چھیڑا کریں۔" مسز فرقان نے فرقان حسن کی بات کاٹتے ہوئے جھرجھری لی تو فرقان حسن مسکراتے ہوئے ایک نظر انہیں دیکھ کر خرم کو دیکھنے لگے۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو ان کے بارے میں۔"

"بس جاننا چاہتا تھا آپ انہیں کتنا جانتے ہیں لوگ تو انہیں بہت اچھا انسان سمجھتے ہیں۔" خرم نے سرسری انداز میں کہا۔

"لوگ سمجھتے نہیں ہیں بلکہ وہ واقعی اچھے ہیں، تمہیں معلوم نہیں ہے ان کا ادارہ کیا کیا کررہا ہے پاکستان میں اگر تین چار لوگ بھی ایسے اور پیدا ہوجائیں نا تو سمجھ لو ہمارا ملک چند مہینوں میں ٹھیک ہوجائے۔" فرقان حسن نے سنجیدگی سے کہا۔

"اور ان کی فیملی وغیرہ کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"پہلے تم یہ بتاؤ اچانک ان سوالوں کی وجہ کیا ہے یہ سب تم ایسے ہی تو نہیں پوچھ رہے۔" فرقان حسن نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ہلکے سے مسکرا کر مسز فرقان کو دیکھنے لگا۔

"وجہ یہ ہے کہ مام کہتی ہیں وہ کسی بھی لڑکی سے میری شادی کرسکتی ہیں بس لڑکی خاندانی ہونی چاہیے تو میں پتا کررہا ہوں عظمت خلیل کی بیٹی مام کی نظر میں خاندانی ہوگی یا نہیں۔" خرم کے شوخ سے انداز پر مسز فرقان اور فرقان حسن کچھ پل کے لیے تو سمجھے ہی نہیں کبھی اسے اور کبھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا مام کیا بہت مشکل بات کہہ دی ہے میں نے یا مجھ سے آپ توقع نہیں کررہی تھیں ایسی بات کی۔"

"تم کہہ کیا رہے ہو میری سمجھ میں نہیں آرہا۔" مسز فرقان نے آگے کو جھکتے ہوئے چائے کا کپ میز پر رکھ دیا۔

"میں نے آپ کے لیے بہو ڈھونڈلی ہے۔" خرم کو صاف لفظوں میں کہنا پڑا۔

وہ دونوں واقعی اس کی طرف سے ایسی کسی بات کی توقع نہیں کررہے تھے تبھی بری طرح چونک اٹھے مسز فرقان نے چونکنے کے ساتھ ہی سوالوں کی بوچھاڑ کردی۔

"کون ہے؟؟"

"کیسی ہے؟؟"

"کیا کرتی ہے؟؟"

"کب سے جانتے ہو؟؟"

"مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔؟؟"

"مام سب سے پہلے آپ کو ہی بتایا ہے ابھی تک تو میرے دوستوں کو بھی خبر نہیں ہے اور رہے آپ کے باقی کے سوال تو سنیں۔ نمل نام ہے۔ چند ماہ سے جانتا ہوں اسے۔ بہت زیادہ نہیں جانتا لیکن اتنا پتا ہے کہ عظمت خلیل کی بیٹی ہے۔" خرم نے گن کر ایک ایک انگلی کھڑی کرکے ان کے سوالوں کے جواب دیے۔

"عظمت خلیل کا فیملی بیک گراؤنڈ تو بہت اچھا ہے۔ بہت بار مل چکا ہوں میں، خاندانی لوگ ہیں مگر ان کی بیٹی کیسی ہے یہ یاد نہیں آرہا۔ پتا نہیں اسے کبھی کسی تقریب میں دیکھا بھی ہے یا نہیں۔" فرقان حسن ذہن پر زور دیتے ہوئے بولے۔

"ہمارے بیٹے نے پسند کیا ہے تو اچھی ہی ہوگی مگر پھر بھی ایک بار تو ضرور دیکھوں گی میں اسے۔ خرم تم مجھے ابھی اور اسی وقت اس کے گھر لے چلو۔" مسز فرقان نے بے چینی سے کہا تو فرقان حسن ہنس دیے۔

"بیگم ذرا سا صبر کرلیں آپ وہاں لڑکے کی ماں کی حیثیت سے جائیں گی تو انہیں بھی آپ کا استقبال ذرا اہتمام

اور تیاری کے ساتھ کرنا ہوگا۔

ابھی اور اسی وقت پہنچنے کی تو کوئی تک نہیں ہے کسی دن باقاعدہ فون کر کے جانا ہوگا۔" خرم صرف فرقان حسن کو دیکھ کر رہ گیا۔

وہ سمجھ رہے تھے نمل اور وہ باہمی رضامندی اور پسند سے یہ شادی کر رہے تھے چنانچہ نمل کے گھر میں بھی سب کو ان کی آمد کی وجہ معلوم ہوگی۔

خرم نے فی الحال خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا وہ ابھی سے کچھ کہنا نہیں چاہ رہا تھا البتہ اتنا ضرور بولا۔

"لیکن ڈیڈ یہ صبر مبر آزما نہیں ہونا چاہیے اس کے کافی رشتے آئے ہوئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو۔۔۔"

خرم نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا تو فرقان حسن معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے بولے۔

"اوہو تو معاملہ اتنا سیریس ہے۔" خرم نہ چاہتے ہوئے بھی جھینپ گیا۔

"ظاہری بات ہے بھئی ہمارا بیٹا کوئی دل پھینک تو ہے نہیں وہ سیریس ہے تبھی تو گھر میں بات کر رہا ہے۔"

مسز فرقان نے فوراً" اس کی طرف داری کی۔

اسی وقت خرم کا موبائل بجنے لگا تو خرم اپنی جگہ سے اٹھتا موبائل جیب سے نکال کر نسبتاً" پرے آکھڑا ہوا۔

"ہاں کیا بات ہے وکی؟" اسکرین پر وکی کا نمبر دیکھ کر خرم نے کان سے موبائل لگاتے ہوئے پوچھا۔

"خرم تم کل یونیورسٹی آئے تھے کیا؟" وکی نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"نہیں تو! کیوں کیا ہوا؟" خرم اس غیر متوقع سوال پر الجھتے ہوئے بولا۔

"یار جھوٹ مت بول۔ تم کل یونیورسٹی آئے تھے مگر فوراً" ہی چلے گئے تھے شاید اور ہم سمجھے کہ تم آئے ہی نہیں۔" وکی نے صاف رد کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے جھوٹ بولنے کی اور بائی دا وے تمہیں ایسا کیا کام آپڑا ہے جو اس وقت فون کر کے میرے کل آنے یا نہ آنے کی ڈیٹیل پوچھ رہے ہو۔" خرم جھنجھلا گیا۔

"تم خود سے کچھ نہیں بتاتے تو پوچھنا تو پڑے گا نا۔"

"کیا نہیں بتایا میں نے۔" خرم زچ ہو گیا۔

"کل کیا ہوا تھا تمہارے اور نمل کے بیچ۔" وکی کے جرح کرنے والے انداز پر خرم چونک اٹھا۔

ایسا تو نہیں ہو سکتا تھا کہ اسے کچھ پتا چل گیا ہو وہاں صرف نمل اور اس کی دوست موجود تھیں جو وکی یا کسی بھی دوسرے شخص کو اس واقعے کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی تھیں۔

لیکن اگر اسے کچھ پتا نہیں تھا تو اس سوال کا کیا مقصد ہو سکتا تھا یقیناً" وہ کچھ نہ کچھ تو جان ہی گیا تھا اور یہ انکشاف خرم کے لیے جان لیوا تھا۔

وہ تو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کسی کو اس بات کی بھنک بھی پڑے اور وکی کو تو کسی قسم کا اندازہ بھی ہو جائے یہ بھی اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

اس نے آنکھیں موندتے ہوئے جیسے خود کو کسی بہت بری خبر کے لیے تیار کرتے ہوئے کہا۔

"کھل کر بات کرو وکی تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

☆ ☆ ☆

ابرار بھائی نمل سے بات کر کے کچھ تپ گئے تھے انہوں نے ایک بار پھر عظمت خلیل کا نمبر ملایا مگر ان کا فون ابھی تک بزی تھا تو انہوں نے کینیڈا اپنے دوست کو فون کر کے نمل کی تفصیلات بتا دیں اور دوبارہ اپنے کام میں

لگ گئے وہ اس قدر مصروف رہتے تھے کہ تھوڑی دیر بعد ان کے ذہن سے بھی اتر گیا کہ انہیں عظمت خلیل سے بات کرنی تھی مگر شام میں عظمت خلیل کا خود ہی فون آگیا۔

ان کے موبائل پر ابرار کی اتنی کالز آئی تھیں کہ انہوں نے بھی اپنی مصروفیت میں سے بمشکل وقت نکال کر اسے فون کیا تھا۔

ابرار بھائی پر عظمت خلیل کی آواز سنتے ہی صبح والی کیفیت پھر عود کر آئی تبھی اپنے مخصوص کھردرے انداز میں اپنی ناگواری چھپائے بغیر بولے۔

"آپ نے نمل کو اتنی دور کینیڈا بھیج دیا وہ بھی اکیلے۔ لڑکی ذات کو اتنی آزادی تھوڑی دی جاتی ہے ایسا بھی کیا ضروری کام تھا کہ آپ نے اسے اکیلے بھیج دیا۔" ابرار بھائی کو یہ فکر نہیں تھی کہ نمل اتنی دور اکیلی گئی ہے۔ خدانا خواستہ کوئی بات ہو جائے۔

انہیں فکر تھی تو صرف یہ کہ لڑکی کو اتنا خود اعتماد بنانے کی کیا ضرورت ہے کہ وہ اتنا طویل سفر بغیر کسی سہارے کے کرلے اس طرح تو وہ بہت خود مختار ہو جائے گی۔

"کینیڈا۔" دوسری طرف عظمت خلیل کچھ سمجھے ہی نہیں۔

"ہاں میں تو سمجھا تھا آپ سب کی فلائیٹ ساتھ ہے لیکن آج دوپہر نمل سے بات ہوئی تو پتا چلا کہ وہ اکیلی جارہی ہے۔ بڑی حیرت ہوئی آپ اسے اتنی دور بھیج رہے ہیں وہ بھی ایک دوست کے گھر، خیر وہ دوست تو آپ کے بھروسے کا ہوگا مگر جب آپ جاتے تب ہی لے جاتے۔

اب آپ کا کب جانے کا ارادہ ہے میں نے نمل کو گلفام کا فون نمبر اور ایڈریس سب دے دیا ہے مگر میں چاہتا ہوں وہ اس سے تب ہی رابطہ کرے جب آپ وہاں جا چکے ہوں۔

کیا پتا اسے برا لگ جائے پہلے وہ ملنے جارہی ہے۔ پھر آپ جارہے ہیں۔" ابرار بھائی کی بات سن کر عظمت خلیل دم بخود رہ گئے تھے۔ مگر انہوں نے فوراً" ہی خود کو سنبھال لیا۔

"اچھا ابرار میں ذرا جلدی میں ہوں تو تم سے بعد میں رابطہ کروں گی۔" انہوں نے ابرار بھائی کو کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر فون بند کر دیا۔

اپنی عزت اور انا انہیں ہر چیز سے بڑھ کر عزیز تھی یہ بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ انہیں ذرا سی بات سے بھی بے خبر رکھا جائے اور یہاں تو کمل نے بہت بڑا قدم اٹھا لیا تھا۔

عظمت خلیل کو جتنا بھی غصہ آتا کم تھا لیکن وہ جوش میں ہوش نہیں کھوتے تھے اب بھی انہوں نے ابرار پر اسی لیے کچھ ظاہر نہیں کیا کہ اس طرح ان کی اپنی عزت نفس مجروح ہو رہی تھی اور پھر اپنی بھڑاس نکالنے کے لیے ان کے پاس ایک ایسی ہستی تھی کہ انہیں کسی اور کے سامنے کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

وہ اسی وقت گھر کے لیے روانہ ہوئے۔

"رشیدہ" کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک دھاڑ کے ساتھ انہوں نے رشیدہ کو پکارا تھا۔

وہ نماز کے بعد دعائیں پڑھنے میں مشغول تھیں عظمت خلیل کے لہجہ کی گرج پر اندر تک دہل گئیں۔

دعاؤں کی کتاب فوراً بند کر کے انہوں نے میز پر رکھ دی اور وہ بھی حیران ان کی جانب مڑتے ہوئے ان کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

"کمل کہاں ہے؟" ایک تو وہ پہلے ہی کمل کی طرف سے پریشان تھیں اور اب عظمت خلیل کا جلال سے بھرے انداز پر کچھ وہ ہونے ہونے کانپنے لگی تھیں۔

"میں نے پوچھا ہے کمل کہاں ہے؟" وہ ایک بار پھر چیخ کر بولے۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔" رشیدہ کا دماغ ماؤف ہونے لگا تھا تو عظمت خلیل سے اتنا ڈرتی تھیں کہ ان کے سامنے سچ بولتے وقت ان کی جان جاتی تھی کجا کہ جھوٹ بولنا۔ وہ بھی اس معاملے میں جھوٹ جس پر خود ان کا دل مطمئن نہیں تھا۔

ایک جوان لڑکی کو اس طرح تن تنہا اتنی دور بھیجنا خود ان کی اپنی سرشت میں نہیں تھا کجا یہ کہ وہ بھلا عظمت خلیل کو اس فیصلے کی حمایت میں کیا دلیل دیتیں۔

"وہ کمینی چلی گئی ہے اور تم یہ نہیں کہنا کہ تمہیں کچھ نہیں معلوم اتنا حوصلہ اسے تم نے ہی دیا ہو گا جو وہ اتنا لمبا سفر کر سکے۔" عظمت خلیل انہیں بولنے کے قابل نہ پاتے ہوئے خود ہی کہنے لگے۔

"کیسی ماں ہو تم یہ تربیت دی ہے تم نے اپنی اولاد کو کہ اپنے باپ سے پوچھنا تو دور کنارا اسے مطلع کرنا بھی اس نے ضروری نہیں سمجھا۔" عظمت خلیل غلط نہیں کہہ رہے تھے مگر ان کی اگلی بات اتنی غلط تھی کہ رشیدہ بھی تڑپ اٹھیں۔

"اکیلی گئی ہے یا کسی کے ساتھ منہ کالا کیا ہے۔"

"خدا کے لیے ایسا نہ کہیں وہ وہاں گلفام سے ملنے گئی ہے۔ جس لڑکے سے روحیلہ کی شادی ہونے والی ہے وہ ایک بار اس سے ملنا اور اسے دیکھنا چاہتی تھی۔"

"کیا؟" عظمت خلیل کا دماغ گھوم گیا تھا یہ سن کر۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں۔)

☆ ☆

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی.... جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے ــــ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے.... زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے.... وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے.... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، وکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے....

(اب آگے پڑھیے)

۱۵

پندرہویں قسط

[illegible]

”ایسی کیا تڑپ تھی اسے گلفام کو دیکھنے اور اس سے ملنے کی جو وہ اکیلی تن تنہا اتنی دور چل پڑی اور تم نے اسے جانے بھی دیا۔“ رشیدہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ عظمت خلیل کو کیا جواب دیں۔

یہ سب ان ہی کا تو کیا دھرا تھا وہ ابرار کے سامنے بے ساختہ یہ کہہ جاتیں نہ عظمت خلیل کو اتنی جلدی پتا چلتا اگر نمل کے واپس آجانے کے بعد وہ کچھ جان بھی جاتے تو بھی اس کے سامنے موجود ہونے پر شاید ان کا غصہ اتنا شدید نہ ہوتا۔

مگر انہوں نے ہمیشہ بڑی سیدھی سادی زندگی گزاری تھی ’جھوٹ‘ دوغلا پن ان کی فطرت میں تھا ہی نہیں جو بات جیسے تھی ویسے ہی کہہ دی ’کسی قسم کی تیزی طراری ان میں تھی ہی نہیں اور جب سے وہ معذور ہوئیں ان کی زندگی میں پیدا ہونے والی محرومی کے ساتھ ساتھ عظمت خلیل کے طعنے تشنوں نے ان کا رہا سہا اعتماد بھی ختم کردیا تھا۔ کسی عام سے معاملے میں چھوٹا سا جھوٹ بولتے وقت وہ پسینہ پسینہ ہوجاتی تھیں تو اس وقت جب ابرار نے ان سے ان کی فلائٹ ’وہاں رہائش اور واپسی کے متعلق ایک کے بعد ایک سوال کیے تو وہ اتنا گھبرا گئیں کہ انہیں یاد ہی نہیں رہا نمل نے انہیں منع کیا تھا کہ اس کی آج کی فلائٹ کے متعلق کسی کو نہ بتائیں۔ مگر ابرار کے سوالوں سے بچنے کے لیے انہوں نے خود کو عجلت میں ظاہر کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ وہ ہی جارہے ہیں دوپہر کی فلائٹ سے۔

جب ابرار نے اس پر حیرت کا اظہار کیا تو انہیں احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ گئی ہیں۔

زبان سے نکلی بات اور کمان سے نکلا تیر واپس تو ہو نہیں سکتا۔ رشیدہ سے کوئی بات نہیں بنی تو انہوں نے فون بند کردیا اور اس کے بعد سے کسی کی کال اٹینڈ نہیں کی ’مگر دنیا سے چھپ جانے سے دنیا آپ سے نہیں چھپ جاتی ’انہوں نے سب سے رابطہ منقطع کردیا تو کیا ہوا ابرار نے نمل کو چھوڑ عظمت خلیل کو فون کرلیا۔

یہ اندیشہ تو انہیں تھا کہ اب عظمت خلیل کو سب پتا چل جائے گا۔ اسی لیے نماز سے فارغ ہو کر وہ معمول سے زیادہ دیر تک دعاؤں میں مشغول ہوگئی تھیں۔

تب سے انہیں یقین تھا کہ اب عظمت خلیل کے عتاب کا نشانہ بننے والی ہیں پھر بھی عظمت خلیل کو شدید طیش میں دیکھ کر ان کے ہاتھ پاؤں پھولے جارہے تھے۔ ”دن بہ دن اس کی خودسری بڑھتی جارہی ہے رومیلہ کے لیے اس کے باپ اور بھائی نے جو فیصلہ کیا ہوگا بہتر کیا ہوگا۔ وہ اتنی بڑی کب سے ہوگئی کہ شادی کے لیے لڑکا دیکھنے اور پرکھنے جانے لگے۔ تمہاری شہہ پر وہ اتنی باغی ہوگئی ہے۔“ عظمت خلیل غصے سے ادھر سے ادھر ٹہلنے لگے۔

رشیدہ نے خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھی ’ویسے بھی ان میں بولنے کی سکت بھی نہیں تھی۔

عظمت خلیل کو پہلے ہی نمل پر بڑا غصہ تھا جس طرح حشام کے معاملے میں وہ ان کے روبرو آکھڑی ہوئی تھی وہ ہی ان کے لیے ناقابل برداشت تھا ’ان کا تو ہاتھ تک اٹھ گیا تھا اس کی زبان درازی پر ’مگر وہ ان کا وار صفائی سے بچا گئی۔ وہ اسی پر پیچ و تاب کھا کر رہ گئے تھے۔

اب اس کا اتنا بڑا قدم اٹھالینا تو انہیں سراسر اپنی بے عزتی لگ رہی تھی دل چاہ رہا تھا کہ اسے ایسا سبق سکھائیں کہ آئندہ کبھی ان کے مقابل آنے کی جرات نہ کرے۔

وہ کافی دیر تک رشیدہ پر چلاتے رہے ’رشیدہ سر جھکائے خاموشی سے ان کے زہر میں بجھے تیر سہتی رہیں۔ آخر ایک انسان کب تک اکیلا بول سکتا ہے ’وہ بھی جب چیخ چیخ کر تھک گئے تو زوردار آواز میں دروازہ بند کرکے کمرے سے نکل گئے۔

پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ رشیدہ کو کھری کھری سنانے کے باوجود انہیں سکون ملنا تو درکنار غصے میں ذرا سی کمی بھی

نہیں آئی تھی۔

اسی لیے انہوں نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ نمل کے آنے کے بعد اس کا دماغ ضرور ٹھیک کریں گے۔

☼ ☼ ☼

کینیڈا پہنچتے ہی نمل کے ہوش اڑ گئے۔ موبائل کی جو سم وہ پاکستان میں استعمال کرتی تھی اس نے وہاں پہنچتے ہی کام کرنا بند کردیا۔

نمل ابرار بھائی کے دوست کو فون نہیں کرسکتی تھی اس نے اناؤنسمنٹ کرادی اور نمل خلیل کو کاؤنٹر نمبر 15 سے لے لینے کا کہہ کر خود وہیں کھڑی انتظار کرتی رہی۔

اجنبی ملک میں اجنبی لوگوں کے بیچ اس طرح کھڑے ہو کر ہر گزرنے والے کو بغور دیکھنا کہ کہیں یہ تو ابرار بھائی کا دوست نہیں اسے بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔

تقریباً“ بیس منٹ تک اس بے زاری اور کوفت کا سامنا کرنے کے بعد — تقریباً“ ابرار بھائی کی ہی عمر کا شخص ہاتھ میں ایک بورڈ پکڑے کاؤنٹر پر آگیا۔

بورڈ پر اپنا نام لکھا دیکھ کر نمل تیزی سے اس کی طرف بڑھ گئی۔

”السلام علیکم۔ آپ ابرار کی کزن ہیں نا۔ میں اس کا دوست جعفر ہوں بس اتنا سا سامان ہے آپ کے پاس۔“

”جی زیادہ سامان کی ضرورت ہی نہیں تھی۔“ نمل کو ٹھنڈ تو محسوس ہورہی تھی ’مگر اس نے ظاہر نہیں کیا‘ حالانکہ پاکستان سے چلتے وقت اس نے احتیاطاً“ موٹے کپڑے پہن لیے تھے۔ مگر پھر بھی سردی اس کے اندازے سے زیادہ تھی۔ حالانکہ وہ کوئی پہلی بار کینیڈا نہیں آئی تھی ’مگر آخری بار وہ چار سال پہلے آئی تھی ’وہ بھی محض کسی کاغذی کارروائی کے لیے۔

عظمت خلیل اور رشیدہ کے ساتھ اس کا قیام بڑا مختصر سا تھا ’اس میں بھی وہ دونوں ماں بیٹی ہوٹل میں ہی رہتے تھے اور عظمت خلیل پاکستان کی طرح اپنے معمول کی طرح صبح کے گئے شام تک ہی آتے تھے۔

”آئیں میرے ساتھ۔“ انہوں نے اس کا واحد ٹرالی بیگ کھینچتے ہوئے قدم آگے بڑھادیے ’وہ اس قدر تیز چل رہے تھے کہ نمل کو ان کے ساتھ چلنے کے لیے دوڑنا پڑ رہا تھا۔

”آپ کی وائف کہاں ہیں۔“ نمل نے پوچھا۔

”وہ ایک اسپتال میں ڈاکٹر ہے ’آج اس کی نائٹ ڈیوٹی ہے آپ کی اس سے صبح ہی ملاقات ہوسکے گی۔“ نمل نے بے اختیار گھڑی کی طرف دیکھا۔

صبح ہونے میں تو بہت دیر تھی ’وہ کیا ان کے ساتھ اکیلی گھر جائے گی ’پھر تو گھر پر بھی رات میں کوئی نہیں ہوگا ’جانے ان کا بچہ کتنا بڑا تھا۔

نمل کے قدم سست پڑ گئے۔ مگر اب وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔ چنانچہ منتشر ذہن کے ساتھ چلتی پارکنگ میں آگئی۔

گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر انہوں نے اس کا بیگ اندر رکھا تو نمل بھی دوسری طرف کا پچھلا دروازہ کھولنے لگی۔

”Excucce me! i am not your driver“ انہوں نے بڑی بے باکی سے اسے ٹوک دیا۔

نمل بے بسی سے انہیں دیکھتی فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی ’اسے خود بھی احساس تھا کہ یہ حرکت اخلاق کے خلاف ہے ’مگر اب تو اسے اس طرح ایک غیر ملک میں آجانا ہی اخلاقی طور پر ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

سارے راستے اس شخص نے کوئی خاص بات نہیں کی۔ نمل کو یہ دیکھ کر تھوڑا سکون ملا کہ وہ بلاوجہ بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کر رہے پھر بھی نمل دانستہ کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی 'تاکہ وہ کوئی رسمی سی بات چیت بھی شروع نہ کریں۔

ان کا گھر ایئرپورٹ سے کافی دور تھا۔ اتنا لمبا سفر کر کے نمل اچھا خاصا تھک گئی تھی 'دل چاہ رہا تھا سیٹ کی بیک سے ٹیک لگا کر سو جائے 'مگر اس طرح کسی اجنبی کی موجودگی میں بے سدھ ہو جانا۔ سراسر بے وقوفی تھی 'چنانچہ وہ زبردستی آنکھیں کھولے بیٹھی رہی۔

عجیب ویران سی جگہ پر پہنچنے کے بعد کہیں جا کر ان کا گھر آیا تھا۔

انہیں چابی سے لاک کھولتا دیکھ کر اس نے دل ہی دل میں خود کو بہت لعنت ملامت کی تھی۔

"آپ کچھ لیں گی 'کھانا یا کافی وغیرہ۔" انہوں نے دروازے کے ایک جانب ہوتے ہوئے اسے اندر آنے کا راستہ دیتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں کچھ نہیں۔" نمل نے مرے ہوئے انداز میں کہا۔

"ارے کافی تو پی لیں ٹھنڈ میں اچھی لگے گی۔"

"آپ کا بیٹا کہاں ہے؟" نمل نے ان کے اصرار کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ تو بورڈنگ میں رہتا ہے 'یہاں اس علاقے میں کوئی اچھا اسکول نہیں ہے اور روز روز لانا لے جانا ممکن نہیں ہے۔" انہوں نے اطمینان سے کہا تو نمل کا رہا سہا اطمینان بھی رخصت ہو گیا۔

"آپ مجھے کوئی کمرہ بتا دیں 'میں بہت تھک گئی ہوں۔" نمل کا رویہ حد درجہ خشک اور سپاٹ ہو گیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" وہ اسے اپنی رہنمائی میں ایک کمرے تک لے آئے 'کمرہ کافی کشادہ اور آرائشی تھا۔ مگر نمل کو تو گھٹن ہو رہی تھی۔ جعفر نے جیسے ہی اس کا بیگ کمرے میں رکھا نمل بدتمیزی سے بولی۔

"اوکے گڈ نائٹ۔" انہوں نے کچھ حیران ہو کر اسے دیکھا اور پھر کچھ کہے بغیر کمرے سے نکل گئے تو نمل نے تیزی سے دروازہ بند کر کے لاک کر لیا۔

بس ایک پل کے لیے اسے سکون کا احساس ہوا 'مگر اگلے ہی پل وہ دروازے میں لگی کوئی کنڈی ڈھونڈنے لگی۔ مگر اس ایک بٹن والے لاک کے علاوہ وہاں کوئی اور لاک تھا ہی نہیں۔

"اس کی چابی تو ان کے پاس ہی ہو گی۔" بے اختیار خود کلامی کے انداز میں نمل کے منہ سے نکلا 'سفر کی تھکن جیسے ایک دم بہت بڑھ گئی تو وہ نڈھال سے انداز میں بستر پر بیٹھ گئی۔ ساری رات اس کی سوتے جاگتے میں گزری تھی۔ حالانکہ جس حساب سے وہ تھکی ہوئی تھی اسے تو بستر پر گرتے ہی غائب ہو جانا چاہیے تھا 'اسی لیے صبح ہی صبح وہ نہا دھو کر کمرے سے نکل آئی گو کہ جعفر کا سامنا کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا 'مگر وہ اس خیال سے جلدی ہی باہر آ گئی کہ عموماً" باہر کے ممالک میں آفس صبح جلدی لگ جاتے ہیں اور دور 'دور جگہیں ہونے کے باعث لوگ منہ اندھیرے ہی گھروں سے نکل جاتے ہیں تو ایسا نہ ہو کہ وہ بھی چلے جائیں اور نمل 'گلفام کے بارے میں ان سے کوئی بات ہی نہ کر پائے 'پتا نہیں ان کی بیوی کی واپسی کب ہو اور جانے وہ اس معاملے میں اس کی کتنی رہنمائی کر سکیں 'جبکہ اسے آج ہی جعفر سے بات کر کے گلفام سے آج ہی ملنا تھا۔

وہ راہ داری سے گزر کر کچن کی طرف جا رہی تھی۔ جہاں درمیان میں سلیب لگا کر کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ وہ بیک وقت کچن بھی تھا اور ڈائننگ روم بھی۔

وہ جیسے ہی کچن کے نزدیک پہنچی کسی عورت کے تیز لہجے میں بولتی آواز نے اس کے قدم دروازے پر ہی روک دیے۔

"لیکن تمہارے دوست نے تو کہا تھا پوری فیملی ساتھ آ رہی ہے 'اس کے ماموں 'ممانی اور ان کی بیٹی۔ تو پھر ان کی کزن اکیلی کیوں آ گئی۔ پاکستان کوئی اتنا آزاد خیال ملک نہیں ہے۔ ایک جوان لڑکی کے پیرنٹس نے اسے اکیلا کیسے بھیج دیا۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو جان اس کے ماں 'باپ ساتھ آ رہے تھے 'اچانک کوئی ایمرجنسی ہو گئی تو وہ فی الحال اکیلی آ گئی ہے۔ ایک 'دو دن میں وہ لوگ بھی آ جائیں گے۔" جعفر کی رسانیت بھری آواز پر بھی اس عورت کے لہجے کی تلخی میں کمی نہیں آئی 'وہ اسی زہر خند لہجہ میں بولی۔

"تو جب تمہیں یہ بات پتا چلی تھی تم نے مجھے فون کر کے انفارم کیوں نہیں کیا 'اکیلے اسے جا کر لے آئے اور رات بھر گھر میں بھی رکھ لیا۔" نمل اچھی خاصی سردی کے باوجود پسینے سے شرابور ہو گئی 'اپنے کسی فیصلے پر اتنا پچھتاوا اسے آج تک نہیں ہوا تھا اس کا دل چاہا وہ ابھی اور اسی وقت پاکستان واپس لوٹ جائے۔

"تو اور کیا کرتا 'ابرار نے فون ہی اتنی دیر میں کیا مجھے 'جب وہ فلائٹ میں بیٹھ چکی تھی 'اب اس وقت ایک دم سے میں اسے گھر لانے سے کیسے انکار کر دیتا۔" جعفر کی آواز میں بے بسی اور جھنجلاہٹ دونوں شامل تھیں۔

"ایسی کون سی ایمرجنسی آ گئی تھی کہ یہ محترمہ فلائٹ میں بھی سوار ہو گئیں اور ان کے پیرنٹس آ ہی نہیں سکے۔ یہ سب صرف بہانے ہیں 'میں اس کا بھروسہ نہیں کر سکتی۔" جعفر کی بیوی حقارت بھرے لہجے میں بولی۔

"صرف کچھ دن کی بات ہے 'ابرار نے کہا ہے وہ تین 'چار دن میں چلی جائے گی۔"

"میں صرف ایک بات جانتی ہوں وہ یہاں نہیں رہ سکتی۔" وہ نخوت سے بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے 'آج برداشت کر لو میں شام تک اسے کسی ہوٹل میں چھوڑ آؤں گا۔ کیا اب تم خوش ہو؟"

جعفر چڑ کر بولے تو وہ عورت تو کچھ نہیں بولی 'البتہ برتنوں کو زور 'زور سے پٹخنے کی آوازیں ظاہر کر رہی تھیں کہ ماحول میں رچا تناؤ ہنوز باقی ہے۔

نمل بکھرتے وجود کو سمیٹتی خود پر جبر کرتی ناچار کچن میں داخل ہو گئی۔

"السلام علیکم۔" بڑی مشکل سے وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی تو جعفر سرسری نظر اس پر ڈال کر ایسے بن گئے جیسے بہت دیر سے اخبار پڑھ رہے ہوں 'کیونکہ اخبار واقعی ان کے ہاتھ میں تھا 'انہیں صرف اپنی نظریں اس پر مرکوز کرنی تھیں۔

جبکہ جعفر کی بیوی جو سلیب پر ناشتے کے برتن لگا رہی تھی طائرانہ نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگی۔ حالانکہ دیکھنے میں جعفر کی بیوی کافی معقول سی تھی 'مگر اس کے چہرے کا زاویہ بتا رہا تھا کہ نمل کا حسن دیکھ کر وہ اس سے بری طرح خائف ہو گئی ہے۔

ان دونوں میں سے کسی نے بھی سوال کا جواب دیا نہیں تھا جو نمل کو آگے بات کرنے میں آسانی ہوتی 'البتہ خود پر جمی جعفر کی بیوی کی نظروں کی تپش کو کم کرنے کے لیے وہ ہمت کرتے ہوئے بولی۔

"جعفر بھائی! ابرار بھائی کی بہن کا رشتہ جس لڑکے کے ساتھ ہوا ہے کیا آپ آج ہی میری اس سے ملاقات کرا سکتے ہیں۔"

میرے امی 'ابو کا آنا کچھ کنفرم نہیں ہو رہا 'میں کل کی فلائٹ سے واپس چلی جانا چاہتی ہوں۔ اب اتنی دور آئی ہوں تو کم از کم اس شخص سے ہی مل لوں 'جس سے میری کزن کی شادی ہو رہی ہے۔" نمل جلدی جلدی بولی 'مبادا اس کی آدھی بات کا کچھ اور ہی مطلب نکالتے ہوئے جعفر کی بیوی بیچ میں ہی نہ بول پڑے۔

جس قسم کی نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی تھی نمل نہیں چاہتی تھی اسی قسم کی زبان اس سے بھی وہ استعمال کرنا شروع کر دے اور نمل کا ضبط جواب دے جائے۔

اس کی بات پر ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اسے دیکھنے لگے۔

"لیکن کل تو پاکستان جانے والی فلائٹ بھی نہیں ہے۔" جعفر نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اس کے والدین کیوں نہیں آرہے؟ انہیں تو بس فلائٹ کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔

"اگر اس ایئرلائن سے نہیں ملے گی جس سے میں آئی ہوں تو کسی اور ایئرلائن سے چلی جاؤں گی' ایک ریٹرن ٹکٹ ہی تو ضائع ہو گا کیا فرق پڑتا ہے۔" نمل کچھ تلخ سی ہو گئی تھی اسی لیے رکھائی سے بولی۔

جعفر اس کی بات پر بیوی کو دیکھنے لگا' جبکہ اس کی بیوی بھنویں اوپر کرتے ہوئے کچھ تعجب بھرے انداز میں اسے دیکھنے لگی' مگر کچھ بولی نہیں۔ شاید پیسے کی اتنی فراوانی نے انہیں حیران کیا تھا یا کوئی اور بات تھی' نمل نے غور کرنا ضروری نہیں سمجھا۔

"گلفام سے آج ہی ملنا تو بڑا مشکل ہے' میں کوشش کرتا ہوں۔" جعفر نے پرسوچ انداز میں کہا' وہ بات نمل سے کر رہے تھے' مگر ان کی نظریں اپنی بیوی کے تاثرات دیکھنے کے لیے اس پر جمی تھیں۔

"آپ میری ان سے بات کرا دیں' میں انہیں سمجھاؤں گی' میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے' میرے پاس موبائل تو ہے' مگر میری سم نے کام کرنا بند کر دیا ہے' ورنہ میں خود ان سے بات کر لیتی۔" نمل نے کہا تو جعفر کچھ تعجب سے اسے دیکھنے لگے۔

"تم نے یہاں اپنے خیریت سے پہنچ جانے کی اطلاع بھی نہیں دی' پاکستان میں تمہارے گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے۔" نمل کے دل میں ایک ہوک اٹھی تھی۔

امی سے بات کرنے کا کتنا دل چاہ رہا تھا' پہلی بار وہ ان سے اتنی دور ہوئی تھی۔

رشیدہ بھی وہاں اس کی خیریت کی طرف سے پریشان ہوں گی' امی کے فون کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ اگر ابرار بھائی نے عظمت خلیل کو کچھ بتا دیا تو رشیدہ کو تو مشکل ہو جائے گی۔ پتا نہیں وہ اس وقت کیا کر رہی ہوں گی۔

نمل کا ذہن کہیں سے کہیں نکل گیا۔

کل رات گھر میں داخل ہو کر جب اس نے خود کو یہاں تنہا دیکھا تو فوراً" اپنے کمرے میں بند ہو گئی' ورنہ جہاز میں بیٹھتے وقت اس نے سوچ لیا تھا وہاں پہنچتے ہی امی کو فون کرے گی' لیکن ایئرپورٹ پر جب اس نے دیکھا کہ اس کا موبائل کام نہیں کر رہا تو اس نے جعفر بھائی کے گھر سے کال کرنے کا ارادہ کر لیا۔ امی تک اپنی خیریت کی اطلاع پہنچانا ضروری تھا۔ جعفر کو وہ پیسے بھی دے سکتی تھی۔

مگر اب صورت حال مختلف تھی' اب جعفر کی بیوی آچکی تھی اسے اتنا محتاط ہونے کی ضرورت نہیں تھی تب ہی کافی اعتماد سے بولی۔

"جی مجھے اپنی امی سے بات تو کرنی ہے' مگر پہلے آپ گلفام بھائی سے میری بات کرا دیں۔ میں آپ کو دونوں کالز کے پیسے دے دوں گی۔"

"ارے نہیں' نہیں پیسوں کی بات نہیں ہے۔" جعفر نے اپنی بیوی کو تائیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا' وہ چاہ رہا تھا کہ وہ بھی کچھ بولے' مگر وہ نمل کو بغور دیکھنے اور سننے کے باوجود کچھ بھی بولنے سے گریزاں تھی۔

"مجھے معلوم ہے پیسوں کی کوئی بات نہیں' لیکن مجھے خوشی ہو گی اگر آپ پیسے لے لیں گے' بس آپ جلدی سے میری گلفام بھائی کے ساتھ اپائنٹمنٹ فکس کرا دیں میں جلد سے جلد یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔" نمل نے زبردستی اپنے لہجے کو تھوڑا سا نرم بناتے ہوئے کہا۔

وہ ابرار بھائی کے دوست تھے' اسے اپنے گھر لے کر آئے تھے' اب اگر ان کی بیوی کا رویہ اسے اکیلا دیکھ کر ناگوار ہو گیا تب بھی اسے ان پر بگڑنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

"نہیں آپ بے فکر رہیں' میں آج ہی آپ کی گلفام سے ملاقات کرا دوں گا۔" جعفر نے بیوی پر ایک مایوسی بھری نظر ڈال کر اتنی سنجیدگی سے کہا جیسے اسے یقین نہ دلا رہے ہوں' بلکہ خود آج ہی گلفام سے ملنے کا عزم کر رہے ہوں۔

☆ ☆ ☆

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ کل تمہارے اور نمل کے بیچ کچھ ہوا تھا یا نہیں۔" وکی جیسے خرم کی سچائی پرکھ رہا تھا۔

مگر خرم اتنا جذباتی نہیں تھا کہ بغیر یہ جانے کہ وکی کتنا بے خبر ہے اور کتنا باخبر کچھ بھی اگلنے کے لیے تیار نہیں تھا' کیا پتا وکی کس بابت پوچھ رہا تھا۔ وہ خوامخواہ کچھ بتا کر اپنی بے عزتی کیوں کراتا' تب ہی آنکھیں کھولتے ہوئے قدرے سختی سے بولا۔

"جب میں کل یونیورسٹی گیا ہی نہیں تو بھلا میرے اور نمل کے بیچ کچھ کیسے ہو جائے گا۔"

"مگر فیس بک میں جو موی ہے اس میں تم اور نمل صاف پہچانے میں آرہے ہو' صرف یہ پتا نہیں چل رہا کہ وہ لڑکا کون ہے' جس نے نمل کو چھیڑا تھا۔" خرم کو زندگی میں پہلی بار اپنے پیروں تلے سے زمین سرکتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ ششدر سا موبائل کان سے لگائے کھڑا رہ گیا۔

وہ تو یہ سوچ کر ہی اتنا پریشان ہو گیا تھا کہ کہیں وکی کو کچھ پتا تو نہیں چل گیا' مگر یہاں تو اس واقعے کی موی بنا کر کسی نے فیس بک میں ڈال دی تھی۔

کسی لڑکے کو تھپڑ پڑنے کا واقعہ عموماً" ویسے ہی بہت مشہور ہوتا تھا اور یہاں تو پوری موی موجود تھی' وہ بھی خرم جیسے مقبول طالب علم پر مبنی فلم گویا یہ حادثہ جتنا بھی زبان زد عام ہو کم ہے۔

خرم حسن کو کسی لڑکی نے تھپڑ مارا یہ خبر تو جنگل کی آگ کی طرح پوری یونیورسٹی میں پھیل جائے گی۔ خرم اس قدر شاک میں چلا گیا تھا کہ اسے یہ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا کہ دوسری طرف وکی کیا بولے جا رہا ہے' بلکہ ہیلو ہیلو کی تکرار کرنے کے بعد فون پر موجود بھی ہے یا بند کر چکا ہے۔

کچھ دیر سکتہ کی عالم میں کھڑے رہنے کے بعد جیسے خرم ہوش و حواس کی دنیا میں واپس آنے لگا۔

اسے اپنے اعصاب چٹختے ہوئے محسوس ہو رہے تھے' اس نے موبائل کان سے ہٹاتے ہوئے اسے آف کیا اور یہ دیکھے بغیر کہ اس کے والدین اس کے منتظر ہیں کہ وہ بات ختم کر کے آئے تو وہ نمل کے متعلق سلسلہ کلام دوبارہ جوڑیں۔ خرم تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمپیوٹر آن کر کے فیس بک میں جاتے ہوئے اس پر عجیب سی بے چینی اور گھبراہٹ سوار تھی۔

زندگی میں کبھی کسی چیز کی اس نے اتنی شدید خواہش نہیں کی تھی جتنی اس پل وکی کی کہی بات غلط نکلنے کی خواہش وہ کر رہا تھا۔

مگر محض چند منٹ میں ہی وہ سارے احساسات شدید قسم کی مایوسی میں تبدیل ہو گئے۔

وہ بے بسی سے کل صبح پیش آئے سانحہ کی مکمل ویڈیو دیکھے گیا۔

پکچر وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں وہ لڑکا آکر جان بوجھ کر نمل سے ٹکراتا ہے۔ پھر نمل کا اسے تھپڑ مارنا اس کے بعد اس لڑکے کا جارحانہ انداز یہاں تک کہ خرم کا آنا اس سے دو' دو ہاتھ کرنا اور پھر نمل کا اس پر ہاتھ اٹھانا خرم کو برا بھلا کہہ کر اپنی گاڑی میں جا بیٹھنا اور خرم کا اپنی جگہ کھڑے رہ جانا۔

پورا کا پورا منظر عکس بند ہو چکا تھا۔ موی ایسی جگہ سے بنائی گئی تھی کہ ان سب کی شکلیں واضح طور پر نظر

آرہی تھیں اور پھر اس لڑکے کے نمل سے ٹکرانے سے پہلے ہی کسی نے کیمرہ آن کیا تھا' جیسے اسے پتا ہو یہاں ابھی ایسا کچھ ہونے والا ہے۔

مووی چل کر ختم بھی ہوگئی' خرم ساکت نظروں سے اسکرین کو دیکھتا رہ گیا۔

اب اس مووی کو دیکھنے کے بعد یونیورسٹی میں اس کی لوگوں کی نظر میں کیا عزت رہ جائے گی۔

کیا مقام ہوگا اس کا' خرم حسن کو ایک لڑکی نے تھپڑ مار دیا۔ اور خرم حسن کھڑا دیکھتا رہا۔ بے عزتی اور ذلت کے احساس سے خرم کا سارا خون اس کے چہرے پر سمٹ آیا' اسے لگ رہا تھا غصے کی شدت سے اس کی دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔

اتنے شدید ذہنی تناؤ میں بھی اس کے دماغ نے تیزی سے تانے بانے بننے شروع کردیے۔

یہ سب کچھ ایسے ہی اچانک اتفاقیہ نہیں ہوگیا' بلکہ کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا ہے۔ جس لڑکے نے نمل کو چھیڑا تھا اس کی شکل مووی میں صاف نظر آرہی تھی' پھر بھی وہ شکل ذرا سی بھی جانی پہچانی نہیں لگ رہی تھی۔

ویسے تو یونیورسٹی میں اتنے اسٹوڈنٹس تھے کہ کسی ایک کو نہ جاننا کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی' مگر خرم کا وجدان کہہ رہا تھا کہ یہ لڑکا ان کی یونیورسٹی میں پڑھتا ہی نہیں ہے' اسے صرف اس ڈرامے میں ایکٹ کرانے کے لیے لایا گیا تھا۔

یہ سب کچھ ایک طے شدہ سازش تھی۔ جس کے لیے پہلے سے مووی کیمرہ یا موبائل میں موجود کیمرے کا استعمال کرکے ایسی جگہ کا انتخاب کیا گیا جہاں سے کھڑے ہوکر پورا منظر بمع تمام کرداروں کی شکلوں کے نہایت آسانی اور عمدگی کے ساتھ عکس بند کیا جاسکے۔

اور یہ سب کچھ صرف اور صرف خرم کو ذلیل کرنے کے لیے کیا گیا تھا' کیونکہ اس لڑکے کے اٹھ کر بھاگنے پر ایک پل کے لیے بھی کیمرے نے اسے کیچر کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کہاں جارہا ہے' اس کے برعکس خرم کے چہرے کے تاثرات فوکس کیے گئے ہیں کہ جب نمل اس کی شان میں قصیدہ گوئی کررہی تھی تو خرم کے کیا احساسات تھے۔

خرم نے شٹ ڈاؤن کیے بغیر بے اختیار کمپیوٹر کا تار کھینچ کر نکال پھینکا اور کمپیوٹر چیئر پر سے اٹھتے ہوئے غصے سے ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا۔

یہ سب یقیناً" سمیر کا کیا دھرا تھا۔ خرم نے وکی اور حمید کو آزمانے کے لیے جو کہانی گھڑی تھی وہ کہانی سمیر نے جاکر نمل کو بھی سنادی۔ مگر ظاہری بات ہے خرم کا اس طرح غنڈے بھیج کر نمل کو پریشان کرنے کا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا۔ چنانچہ وکی اور حمید کی اصلیت کھل جانے کے بعد خرم خاموش ہوکر بیٹھ گیا' مگر سمیر کو یہ خاموشی پسند نہ آئی' تب ہی اس نے اسی خرم کے گھڑے فرضی پلان پر عمل کرتے ہوئے نمل کو چھیڑنے کے لیے جانے کس کو بھیج دیا اور ایسے وقت پر بھیج دیا کہ خرم بھی آس پاس موجود ہو اور یہ سب ملاحظہ فرماتے ہی عین اسی طرح دخل اندازی کرے' جس طرح سمیر نے نمل کو خبردار کرتے وقت بتایا ہوگا۔

اسی لیے مناسب جگہ پر کیمرہ وغیرہ تیار کرکے انہوں نے پورا سین شوٹ کرلیا۔

اگر اس ساری کہانی میں نمل نے خرم پر ہاتھ نہ اٹھایا ہوتا تو سمیر یہ ساری مووی فیس بک میں کبھی نہ ڈالتا' لیکن نمل سے ایسے ہی کسی ردعمل کی توقع کرتے ہوئے تو اس نے یہ ساری سازش رچائی تھی اور نمل نے اس کی توقع پر پورا اترتے ہوئے اتنا جاندار سین فلم بند کرایا کہ اگلے ہی دن سمیر نے یہ ویڈیو فیس بک میں ڈال دی۔

یہ ایک ایسی مووی تھی کہ اس کی شہرت بھی تیزی سے ہونی تھی اور ذہن سے محو بھی آسانی سے نہیں ہونی تھی۔

خرم تو خرم' نمل کا نام بھی جہاں کہیں یونیورسٹی میں آئے گا اس مووی اور اس تھپڑ کا ذکر لازمی طور پر ساتھ ہوگا۔

جتنا خرم سوچ رہا تھا اس کا غصہ اتنا ہی بڑھتا جارہا تھا' دل چاہ رہا تھا ابھی اور اسی وقت سمیر کے گھر جاکر اسے قتل کردے۔

مگر دل کی اس خواہش پر دماغ اسے سختی سے جھڑک رہا تھا' بے عزتی کا بدلہ اگر کسی کو قتل کرنے سے پورا ہوا کرتا تو سب سے پہلا نشانہ تو نمل کو بننا چاہیے تھا' لیکن کسی کو جان سے ماردینے سے تو اس کی تکلیف ایک پل میں ختم ہوجائے گی اور کیا پتا اتنی مظلوم موت مرنے پر اس کے چھوٹے موٹے گناہ ہی معاف ہوجائیں اور خوامخواہ وہ شہادت کے درجے پر پہنچ کر سیدھا جنت میں ہی چلا جائے۔

انتقام تو تب پورا ہوگا جب وہ زندہ رہے اور ساری زندگی اپنے کیے پر پچھتائے۔

چنانچہ یہ وقت سمیر سے الجھنے کا نہیں تھا۔ فی الحال اس کی ساری توجہ صرف اور صرف نمل کے معاملے پر ہونی چاہیے تھی۔ دنیا نے اگر یہ دیکھا تھا کہ نمل نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا ہے تو دنیا کو اب یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اسی شخص کا نمل نے زندگی بھر کے لیے ہاتھ بھی تھاما ہے۔

اور یہ سب اسے جلد از جلد کرنا تھا۔

ایک بار پھر اس کا موبائل بجنا شروع ہوگیا۔ خرم اسکرین پر سرسری نظر ڈالتا موبائل میز پر ہی چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

کیونکہ دوسری طرف ہارون موجود تھا' وہ بھی وہ ہی سب کہنے والا تھا جو وکی نے کہا تھا اور خرم میں دوبارہ وہ سب سننے کی تاب نہیں تھی۔ یقیناً" وکی نے ان سب کو بھی فون کردیا ہوگا' اس کے سارے دوست اپنے اپنے گھر میں بیٹھے یہ مووی دیکھ رہے ہوں گے۔

اور ابھی تو آغاز تھا' ابھی تو یہ نظارہ نہ جانے کس کس کو دیکھنا تھا' خرم لاکھ چاہتے ہوئے بھی "Whos cares" کہہ کر اپنی جان نہیں چھڑا پا رہا تھا' تب ہی اگلے ہی پل اپنے ماں' باپ کے سامنے کھڑا وہ کہہ رہا تھا۔

"مام آپ آج ہی نمل سے ملنا چاہ رہی تھیں نا۔ آپ کو واقعی آج ہی اس سے مل لینا چاہیے۔ اس کے والدین اس کا کہیں اور رشتہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ اگر انہوں نے ایک بار ہاں کردی تو وہ کبھی اپنی زبان سے نہیں ہٹیں گے اور نمل ان کے سامنے زبان کھولے گی نہیں۔ اس لیے جو کچھ بھی کرنا ہے آپ لوگوں کو کرنا ہے۔ اور فوراً" کرنا ہے' کیونکہ آپ کا بیٹا اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں اسے کسی قیمت پر نہیں کھو سکتا۔" خرم کا انداز اور لہجہ اس قدر حتمی اور بے لچک تھا کہ فرقان حسن اور مسز فرقان حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔

اس کے چہرے پر چھائی سنجیدگی اور اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر فرقان حسن پریشان ہوکر اٹھ کر اس کے قریب چلے آئے۔

ان کے سامنے ہی تو خرم کا موبائل بجا تھا' جو وہ بات ادھوری چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

فرقان حسن یہ ہی سمجھے کہ وہ فون نمل کا تھا اور اس نے ابھی اپنے کسی رشتے کے متعلق بتایا ہوگا۔ تب ہی خرم اتنا جذباتی اور فکرمند ہوگیا۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

✲ ✲

فوزیہ یاسمین

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

16

سولہویں قسط

"...نے تمہاری ماں کو صرف اسے دیکھنے کا شوق ہو رہا تھا انہیں اسے دیکھ کر کوئی فیصلہ تھوڑی کرنا ہے فیصلہ تو جو تم نے کیا ہے ہمیں دل و جان سے قبول ہے۔

سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہوگا ہم لوگ فوراً" نمل کے گھر جائیں گے اور بات پکی کر کے آئیں گے اب بس اپنی فکریں ہمیں دے دو اور اپنے ہنی مون کے لیے جگہ بک کراؤ۔" فرقان حسن نے جان بوجھ کر لہجے کو شوخ بناتے ہوئے اسے مطمئن کرنا چاہا خرم تب بھی ان کی بات پر مسکرا تک نہ سکا۔

اسے اتنا سنجیدہ دیکھ کر فرقان حسن کچھ پریشان سے ہو گئے اپنے بیٹے کی مسکراہٹ واپس لوٹانے کے لیے انہوں نے جو کہا وہ ہر حال میں کر کے دکھانا تھا۔

☆ ☆ ☆

الیان گاؤں سے آنے کے بعد اچانک کام کا لوڈ بڑھ جانے کے باعث آفس میں اتنا مصروف ہوا کہ اگلے ایک ہفتے تک اسے گھر والوں کے ساتھ بیٹھنے تک کا ٹائم نہیں ملا۔

وہ صبح کا نکلا رات کو ساڑھے گیارہ بارہ بجے گھر میں گھستا تو ریاض غفار اور بریرہ اپنے کمروں میں سونے جا چکے ہوتے صرف فرخندہ غفار اس کے انتظار میں جاگ رہی ہوتیں جو اسے دیکھتے ہی۔

"اب فوراً سو جاؤ۔" کہتی اپنے کمرے میں چلی جاتیں لہٰذا ان سے بھی زیادہ بات نہ ہو پاتی آخر ایک ہفتے بعد کہیں جا کر اسے بریرہ سے حامد کے بارے میں بات کرنے کا موقع ملا۔

اس نے کھل کر بریرہ سے حامد کے متعلق پوچھا تھا چنانچہ کچھ لمحوں کے لیے وہ خاموش ہو گئی تب الیان کو کہنا پڑا۔

"دیکھو گڑیا... نہیں تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں اگر تمہارے دل میں ذرا سی بھی خلش ہے تو مجھے صاف صاف بتا دو میں اس معاملے کو اس طرح ہینڈل کروں گا کہ تمہارا نام تک بیچ میں نہیں آئے گا۔" الیان نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"میں کیا کہوں... جو آپ سب کو مناسب لگے۔" بریرہ ہچکچاتے ہوئے بولی تو الیان بے اختیار مسکرا دیا۔

"مجھے تو حامد تمہارے لیے بہت مناسب لگا ہے لیکن ان کے گھر کا ماحول تھوڑا سا کنزرویٹو ہے... ایڈجسٹ ہو جاؤ گی۔"

"پتا نہیں بھیا میں نے کچھ سوچا نہیں۔ آپ کو جو مناسب لگے آپ وہی کریں میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" وہ کچھ جھجکتے ہوئے لہجے میں بولی۔

ہر وقت چہکتی اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی اس کی یہ لاڈلی بہن اس وقت جانے کیوں خاموش کچھ شرمائی شرمائی سی بالکل گڑیا اور پیاری لگ رہی تھی الیان بے ساختہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین ہے حامد تمہیں بہت خوش رکھے گا اور میری دعا ہے کہ تم بھی اسے خوش رکھو۔

آج سے پہلے اندازہ نہیں تھا لیکن آج یقین ہو گیا ہے کہ تم سمجھداری سے اس گھر میں ایڈجسٹ ہو جاؤ گی۔" اس کی بات پر بریرہ نے مسکراتے ہوئے سر جھکا لیا تو الیان نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھامتے ہوئے اس کا ماتھا چوم لیا۔

"ہمیشہ خوش رہو۔"

☆ ☆ ☆

نمل نے رشید کو فون کر کے اپنی خیریت کی اطلاع دے دی اور زیادہ بات نہیں کی مبادا وہ کچھ پوچھ نہ لیں (کیونکہ ابھی تک انہیں پتا نہیں تھا) انہوں نے عظمت خلیل کے گھر اور نمل کے متعلق کچھ نہیں بتایا کہ وہ پریشان ہوں گی) اور اب صبح سے رات ہو گئی تھی اس کو گلفام کا نمبر ملاتے ہوئے مگر اس سے بات ہی نہیں ہو پا رہی تھی گھنٹی بجتی رہتی اور کوئی

کال ریسیو ہی نہیں کرتا۔

صبح آفس جانے سے پہلے جعفر نے دو تین بار اس کا نمبر ملایا مگر جب بات نہ ہو سکی تو نمل سے کہنے لگا۔

"I have to go i am getting late" تم خود ملا کر بات کر لو وہ جس وقت بھی ملنے کا کہے ہامی بھر لینا میں تمہیں لے چلوں گا۔" ان کی اس کھلی پیشکش پر نمل مشکور نظروں سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

ایک طرف اگر وہ جعفر کی بیوی کے روکھے سوکھے رویے سے خائف تھی تو دوسری طرف جعفر کی مہمان نوازی کی ممنون تھی۔

لیکن وہ کل ہی یہاں سے چلے جانے کے فیصلے پر ابھی تک قائم تھی مگر ثمرین کا رویہ ابھی تک اسے اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"اب کل تو تم نہیں جاؤ گی گلفام سے ملاقات جو نہیں ہوئی۔" جعفر کی بیوی جس کا نام ثمرین تھا پہلی بار اس سے براہ راست مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

نمل ریسیور رکھ کر واپس پلٹی ہی تھی جب ثمرین کو یہ کہتا سن کر وہ خجل ہو کر اپنی جگہ ٹھٹک گئی۔

"کیا ہوا میں نے کچھ پوچھا ہے بھئی؟" وہ جتانے والے انداز میں بولی۔

نمل کا دل چاہا گلفام سے ملے بغیر ہی فوراً" کل واپس چلی جائے مگر رومیلہ کا خیال آتے ہی اسے اپنی دلی خواہش کو پس پشت ڈالتے ہوئے ڈھیٹ بن کر کہنا پڑا۔

"ظاہری بات ہے اب کل تو میں نہیں جاؤں گی لیکن اگر آپ کو میرا یہاں رہنا پسند نہیں تو میں کسی ہوٹل میں چلی جاتی ہوں۔" ثمرین کو غالباً" نمل سے اتنی صاف گوئی کی توقع نہیں تھی وہ اس کی بات پر کچھ چونک کر لاجواب سی ہو گئی — پھر قدرے سنبھلتے ہوئے بولی۔

"نہیں نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں مجھے تمہارا پاکستان اکیلے آنا بہت عجیب لگا تھا اگر تمہارے پیرنٹس ہوتے تو

—

تم ابرار بھائی کو فون پر بات کیوں نہیں کرتیں کہ گلفام سے کانٹیکٹ نہیں ہو رہا۔" اس نے بات بدلتے ہوئے بظاہر اچھا مشورہ دیا تھا۔

یہ بات واقعی ابرار بھائی کو بتانی چاہیے تھی کہ گلفام کا نمبر نہیں لگ رہا مگر وہ ایسی کوئی حماقت نہیں کر سکتی تھی۔

ابرار بھائی سے بات کرنے کا مطلب تھا خود کو کئی سوالوں کا جواب دینے کے لیے تیار کرنا جن میں سرفہرست سوال تھا۔

"تم وہاں گئی کیوں اکیلی۔" سارا زور ان کا "اکیلی" پر ہی ہونا تھا۔

وہ پاکستان جا کر بھلے ہی ان سے کچھ بھی کہہ دیتی مگر یہاں بیٹھ کر کوئی بہانہ گھڑنا بڑا مشکل تھا وہاں تو وہ یہ بھی قبول کر سکتی تھی کہ وہ گلفام سے ملنے گئی تھی عظمت خلیل کے سامنے بھی اسے سچ ہی بولنا تھا۔

لیکن ابھی سے بتانے میں ڈر یہ تھا کہ ابرار بھائی بھی کم و بیش عظمت خلیل کی طرح خود پسند اور خود سر واقع ہوئے تھے اگر انہیں یہ علم ہو گیا کہ نمل ان کے فیصلے پر مطمئن نہیں اور خود گلفام کو پرکھنے گئی ہے تو ان کا تو غصے سے برا حال ہو جائے گا وہ پہلے ہی گلفام کو فون کر کے منع کر دیں گے کوئی ضرورت نہیں ہے نمل سے ملنے کی پھر تو سارے راستے ہی بند ہو جائیں گے۔

ویسے بھی وہ یہ سب صرف رومیلہ کے اطمینان کے لیے کر رہی تھی ورنہ اسے لاشعوری طور پر یقین تھا گلفام ہر لحاظ سے رومیلہ کے لیے اچھا ہی ہو گا اور اس کی خواہش بھی یہی تھی کہ گلفام سے مل کر کوئی ایسی انہونی نہ

ہوجائے کہ اسے ایک اور محاذ پر لڑنا پڑجائے۔

اگر گلفام رومیلہ کے لیے مناسب نہیں لگاتو اس کے لیے بہت مشکل تھا ابرار بھائی کو ان کے فیصلے سے باز رکھنا۔

صرف رومیلہ کے والد سے امید تھی کہ وہ اگر تعاون کریں تو ہی کوئی قدم اٹھایا جاسکتا ہے اسی لیے نمل چاہتی ہی نہیں تھی کہ ایسا کوئی بکھیڑا کھڑا ہو۔

"ابرار بھائی کو بتانے کا کیا فائدہ ہے، جو نمبر انہوں نے دیا ہے وہی جعفر بھائی کے پاس ہے، جب نمبر صحیح ہے تو ابرار بھائی کو پریشان کرنا بے کار ہے۔

آپ کا آج آف ہے کل آپ کو بھی جاب پر جانا ہوگا کیا آپ میرے لیے کسی ہوٹل کا بندوبست کرسکتی ہیں جو ریزنایبل ہو۔" نمل غلط نہیں کہہ رہی تھی جعفر بھائی کے پاس بھی وہی نمبر تھا جو نمل کے پاس تھا ابرار بھائی کو مطلع کرنا ایک طرح سے بے کار ہی تھا۔

اس کی بات پر ثمرین کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی پھر کندھے اچکاتے ہوئے کوفت بھرے لہجے میں بولی۔

"پتا کرتی ہوں کسی ہوٹل کا۔ کل تو یہیں رہنا پڑے گا پرسوں شفٹ ہوجانا پرسوں ویسے بھی میری نائٹ ڈیوٹی ہے۔" اس نے اسے روکنے کی رسمی سی بھی کوشش نہیں کی بالائیہ جتا دیا کہ اپنی نائٹ ڈیوٹی میں وہ اسے اپنے گھر میں ہرگز برداشت نہیں کرے گی۔

نمل نے ان کے سامنے تو بڑے اطمینان سے کہہ دیا مگر ہوٹل میں شفٹ ہونے کے خیال سے وہ کچھ پریشان ہوگئی تھی چنانچہ وہ ایک بار پھر فون کی طرف بڑھ گئی۔

اگر کل کسی طرح گلفام سے ملاقات ہوجاتی تو پرسوں وہ واپس پاکستان جاسکتی تھی۔

لیکن نہ جانے قسمت کو کیا منظور تھا کہ گلفام کا فون ہی نہ ملا اتنا! اگلے دن جعفر نے ناشتے کی میز پر جو کہا اسے سن کر نمل نے ناشتا شروع کرنے سے پہلے ہی ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"میں نے آج صبح ابرار کو فون کیا تھا اور اسے بتایا کہ تم فوراً پاکستان واپس آنا چاہ رہی ہو صرف اس لیے رکی ہوئی ہو کہ گلفام سے بات نہیں ہو پارہی۔

وہ کافی حیران لگ رہا تھا بلکہ غصے میں لگ رہا تھا میں نے اسے سمجھایا وہ اتنی دور آئی ہے ایک بار گلفام سے مل لینے دو تو وہ مان تو گیا ہے۔

وہ کہہ رہا تھا وہ اب خود گلفام سے بات کرے گا تو گلفام تمہیں خود ہی فون کرلے گا۔" انہوں نے آخری جملہ ایسے مسکراتے ہوئے کہا جیسے بہت بڑا کارنامہ انجام دے دیا ہے۔

نمل بھلا انہیں کیا سراہتی وہ تو بے بسی سے انہیں دیکھ کر رہ گئی جو غالباً ابرار بھائی کی کوئی بات یاد آنے پر جوس کا گلاس ہونٹوں پر سے ہٹاتے ہوئے پر سوچ انداز میں بولے۔

"تم یہاں آئی کس کام سے ہو۔" ان کے سوال پر ثمرین جو لاتعلق بنی بیٹھی تھی غور سے اسے دیکھنے بلکہ گھورنے لگی۔

نمل سپاٹ شکل بنائے بیٹھی رہی اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا جواب دینے کا مگر اس کے تاثرات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے جعفر نے مزید کہا۔

"ابرار بھی اس بات پر حیران تھا کہ آخر ایسا کیا کام ہے وہ کہہ رہا تھا تمہارے فادر کو پھر فون کروں گا کہ آخر یہ سب کیا ہے۔" نمل نے محاورتاً نہیں حقیقتاً اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

وہ دونوں میاں بیوی کبھی اسے اور کبھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے نمل انہیں منتظر دیکھ کر سر اٹھاتے ہوئے

اپنے الفاظ پر اعتماد لہجے میں کہنے لگی۔

"میں یہاں صرف گلفام بھائی سے ملنے آئی ہوں لیکن یہ بات میں نے ابرار بھائی کو نہیں بتائی تھی کہیں انہیں نہ لگے کہ میں ان کے فیصلے پر شک کررہی ہوں۔ حالانکہ میں صرف اپنے اطمینان کے لیے آئی ہوں یہ میری کزن رومیلہ کی زندگی کا سوال ہے۔

ابرار بھائی نے لڑکے سے ملے بغیر اسے جانے بوجھے بس اس کے لیے منتخب کرلیا حالانکہ ایسے معاملوں میں لڑکے سے کئی بار مل کر اس کی شخصیت اور عادت و مزاج کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔" نمل کی بات پر وہ دونوں حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔

"کیا تمہارے والدین کو پتا ہے کہ تم یہاں صرف اس لڑکے سے ملنے آئی ہو۔" جعفر نے تعجب سے پوچھا۔

جس طرح وہ دونوں اسے دیکھ رہے تھے نمل کا دل چاہا کہہ دے "ہاں پتا ہے" لیکن اب وہ مزید کوئی جھوٹ نہیں بولنا چاہتی تھی اس لیے پوری سچائی سے بولی۔

"میری امی کو پتا ہے۔"

"اور تمہارے والد؟" جعفر ابھی تک حیران تھا نمل نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"I can't believe it" جعفر خود کلامی کے انداز میں بولے تو ثمرین طنزیہ انداز میں انہیں دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ کے والدین کو بڑا اعتراض تھا ناہمارے یہاں آکر رہنے پر کہ باہر کا ماحول آزاد ہے بچے بگڑ جاتے ہیں خودسر اور آزاد ہوجاتے ہیں۔

اب یہ آپ کے دوست کی کزن تو پاکستان میں ہی پلی بڑھی ہے ماں باپ کی لاعلمی میں اتنی دور چلی آئی ہے ذرا شرم لحاظ نہیں کیا۔"

"Excuse me" نمل نے اس کی بات درمیان میں کاٹ دی۔

"میں نے کسی بے شرمی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس پر مجھے شرمندہ ہونا پڑتا۔

جو قدم میں نے اٹھایا ہے وہ ابرار بھائی کو اٹھانا چاہیے تھا ہاں لیکن میں آپ کی اس بات سے اتفاق ضرور کروں گی کہ انسان باہر کے آزاد ماحول میں رہے یا پاکستان کے مشرقی روایت کے پاسداروں کے بیچ میں زیادہ خاص فرق نہیں ہے۔

جنہیں آزاد اور خودسر ہونا ہوتا ہے وہ پاکستان میں رہ کر بھی ہوجاتے ہیں جیسے کہ آپ بوڑھے ساس سسر کے منع کرنے کے باوجود شوہر کو لے کر یہاں آبسیں۔" نمل نے قدرے تلخی سے کہا ثمرین کا چہرہ آگ بگولہ ہوگیا۔

"Mind your language" تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے ہی گھر میں بیٹھ کر مجھ سے ایسی بات کرو۔" ثمرین تلملا کر بولی۔

"مجھے خود بھی آپ کے گھر میں رکنے کا کوئی شوق نہیں میں ابھی اور اسی وقت ہوٹل میں رہنے جارہی ہوں۔" نمل کرسی گھسیٹ کر ایک دم کھڑی ہوگئی۔

جعفر اس صورت حال پر اچھا خاصا بوکھلایا ہوا تھا نمل کو کھڑا ہوتا دیکھ کر وہ خود بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"کیسی باتیں کررہی ہو نمل۔ ابرار کو پتا چلے گا تو کتنا برا لگے گا تم۔"

"کیا؟ تمہیں یہ فکر ہے کہ ابرار بھائی کو کیسا لگے گا اسے میری غیر موجودگی میں اکیلے گھر لاتے ہوئے تمہیں یہ خیال نہیں آیا کہ مجھے کیسا لگے گا۔" ثمرین چلا کر بولی۔

"ثمرین تم اس وقت اپنے کمرے میں جاؤ میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔ نمل تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔" ثمرین کی بات پر غم و غصے سے برا حال ہوگیا تھا وہ تو ویسے بھی اپنے کمرے میں ہی جارہی تھی سامان

اٹھانے کے لیے جعفر کے چہرے پر بھی شرمندگی پھیلتی دیکھ کر وہ تیزی سے پلٹ گئی۔
البتہ ثمرین اپنی جگہ جنوز بیٹھی رہی بلکہ اور بھی زور زور سے چیخنے لگی۔
"کیوں؟ کہاں جاؤں میں اپنے کمرے میں۔ جو بات کرنی ہے ابھی کرو۔ کیا حق پہنچتا تھا تمہیں اس طرح ایک اکیلی لڑکی کو خالی میں گھر میں لے کر آنے کا۔" نمل کو لگا کسی نے اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا ہو۔
اپنے کمرے میں آتے ہی اس نے دروازہ بند کر لیا مبادا زہر میں بجھا کوئی اور نشتر آ چبھے۔
مگر دروازہ بند کر لینے پر بھی اسے جعفر اور ثمرین کے چیخنے چلانے کی آوازیں بدستور آتی رہیں البتہ الفاظ سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔
لیکن سمجھنے کو وہ سن چکی تھی۔ اس کی عزت نفس کو مجروح کرنے کے لیے وہ بہت تھا نہ چاہتے ہوئے بھی بہت ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں سے پانی بہنا شروع ہو گیا تھا۔
اس کا سارا سامان پیک ہی تھا صرف ایک آدھ چھوٹی موٹی چیزیں جو اس نے نکالی تھیں وہ محض دس منٹ میں اپنے بیگ میں واپس ڈال لیں۔
وہ جانے کے لیے پوری طرح تیار تھی مگر وہ دوبارہ ثمرین کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے کمرے میں بیٹھی انتظار کرتی رہی۔
کچھ دیر تک ان دونوں کے لڑنے کی آواز آتی رہی پھر ایک دم سناٹا چھا گیا نمل ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ اسے باہر نکلنا چاہیے یا نہیں کہ دروازے پر دستک کے ساتھ جعفر کی آواز سنائی دی۔
"نمل دروازہ کھولو ثمرین چلی گئی ہے۔" نمل نے اٹھ کر ایک دم دروازہ کھول دیا۔
"کہاں چلی گئیں وہ؟" نمل نے عجیب خوف زدہ سے انداز میں بے ساختہ پوچھا۔
"ایسے ہی غصے میں نکل گئی ہے تھوڑی دیر میں آ جائے گی۔" جعفر نے سرسری انداز میں کہا جیسے یہ کوئی بڑی بات نہ ہو۔
اپنی وجہ سے کسی میاں بیوی میں لڑائی ہوتے دیکھ کر نمل کی شرمندگی دو گنی ہو گئی وہ تاسف بھری نظروں سے جعفر کو دیکھنے لگی تو وہ جیسے اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے بولا۔

Don't worry every thing will be all right

"ایسا کوئی پہلی بار تھوڑی ہوا ہے وہ اکثر غصے میں نکل جاتی ہے اور غصہ ٹھنڈا ہوتے ہی آ جاتی ہے لیکن میں چاہتا ہوں جب وہ آئے تو تم یہاں نہ ہو پلیز برا مت ماننا لیکن۔"
"نہیں نہیں میں تو خود یہاں رکنا نہیں چاہتی آپ مجھے ابھی اور اسی وقت کسی ہوٹل میں چھوڑ آئیں۔" نمل ان کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے بولی۔
"تم وہاں کیوں رہنا چاہتی ہو پاکستان چلی جاؤ کیا کرنا ہے تمہیں گلفام سے مل کر۔ میں مل چکا ہوں اس سے بہت اچھا لڑکا ہے بہت اچھی فرم میں جاب کر رہا ہے۔" جعفر نے قدرے زچ ہو کر کہا۔
"کیا آپ جانتے ہیں ان کا آفس کہاں ہے؟" نمل نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں۔ میں کئی بار اس سے اس کے آفس میں مل چکا ہوں۔" جعفر جھنجلا کر بولا۔
"تو آپ مجھے بھی ان کے آفس لے چلیں۔" نمل لجاجت سے بولی۔
"کیا بکواس کر رہی ہو اس طرح بغیر اپائنٹمنٹ کے ہم کیسے جا سکتے ہیں۔"
"جعفر بھائی میں اتنی دور سے خاص طور پر ان سے ملنے آئی ہوں۔" نمل کا لہجہ التجائیہ ہو گیا۔
"تو کیوں آئی ہو کیا ضرورت تھی آنے کی۔ اگر ایک دفعہ تم اس سے مل بھی لو گی تو کیا ہو جائے گا ایک ملاقات

میں کوئی کسی کو کتنا جان سکتا ہے۔
میں بھی ایک ہی بار ملا تھا اس سے پون گھنٹے کی ملاقات میں جو میں نے دیکھا تم اس سے زیادہ کیا دیکھ لو گی۔"
جعفر کی شکل پر بے زاری چھا گئی تھی۔
وہ بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے ذرا سی دیر کی ملاقات میں وہ بھلا کیا دیکھ لو پرکھ لے گی مگر پھر بھی وہ ایک بار اس سے ملنا ضرور چاہتی تھی۔
اتنی دور آ کر جو اتنا کچھ اس نے برداشت کیا تھا۔ اور اس سے بھی کہیں زیادہ جو اسے واپس جا کر سہنا تھا وہ سب وہ اس طرح رائیگاں تو نہیں جانے دے سکتی تھی کم از کم واپس جا کر وہ دادی سے یہ تو کہہ سکتی تھی وہ اس کے شریک حیات کو دیکھ کر اس سے مل کر آ رہی ہے۔
"جعفر بھائی پلیز! آپ بس اسے میری حماقت سمجھ لیں لیکن ایک بار مجھے اس سے ملا دیں اور پھر آج کی جو بھی فلائٹ جس ایئر لائن سے جتنے بجے کی بھی ملتی ہے مجھے دلا دیں میں آج ہی چلی جاؤں گی۔
میں خود بھی ہوٹل میں رکنا نہیں چاہتی ورنہ ابرار بھائی ان سے بات کر کے انہیں سمجھا دیں گے تو وہ خود ہی مجھ سے رابطہ کر لیں گے۔
لیکن یہ سب ہونے میں تو جانے کتنا وقت لگ جائے میں بیٹھ کر انتظار کرنے کی بجائے خود ان سے جا کر ملنا چاہتی ہوں۔" نمل کہتی چلی گئی۔
"یہاں رہ کر انتظار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ثمرین کا کوئی بھروسہ نہیں وہ پاکستان فون کر کے ابرار سے کچھ بھی کہہ سکتی ہے۔" جعفر تفکر بھرے لہجے میں بولے تو پل بھر کے لیے نمل کا رنگ بھی فق ہو گیا۔
اگر ثمرین کی سطحی سوچ ابرار بھائی تک پہنچ گئی تو ایک قیامت آ جائے گی جعفر اس کی کیفیت محسوس کرتے ہوئے بولے۔
"تبھی تو میں کہہ رہا ہوں فوراً "پاکستان چلی جاؤ۔"
"ٹھیک ہے آپ میری سیٹ بک کرا دیں اگر آج کی فلائٹ نہیں ملتی تو مجھے ابھی اور اسی وقت کسی ہوٹل چھوڑ آئیں لیکن میں نہیں چاہتی ثمرین واپس آئے تو میں اسے یہاں نظر آؤں۔" نمل نے جیسے ایک دم ہار مان لی۔
جعفر نے ایک نظر رسٹ واچ پر ڈالتے ہوئے سر ہلایا اور لاؤنج کی طرف فون کرنے کے لیے بڑھ گئے وہ اپنے آفس کے لیے کافی لیٹ ہو گئے تھے مگر اس مسئلے کو درمیان میں چھوڑ کر جا بھی نہیں سکتے تھے۔
نمل بھی ان کے پیچھے ہی چلی آئی اور چپ چاپ انہیں ایک کے بعد ایک فون ملاتا دیکھتی رہی۔
جب دن کی ابتدا ہی اتنے برے طریقے سے ہو تو دوسرا کوئی کام کیسے حسب منشاء ہو جاتا۔
آج پاکستان جانے والی کوئی فلائٹ تھی ہی نہیں صرف کل رات کی فلائٹ مل رہی تھی یعنی اسے تقریباً پورے دو دن یہاں گزارنے تھے اور پاکستان پہنچنے تک تو پورے تین دن لگ جانے تھے دو دن پہلے ہی ضائع ہو چکے تھے پورے پانچ دن بعد وہ گھر پہنچے گی۔
یہ پانچ دن رشیدہ کیسے گزاریں گی۔ اپنے آنے پر اسے خود بھی پچھتاوا ہو رہا تھا۔
فلائٹ بک کرانے کے بعد وہ جعفر کے ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھ گئی جعفر کو اسے ہوٹل لے جانا ٹھیک تو نہیں لگ رہا تھا۔ مگر نمل خود بھی یہاں رکنے کے لیے تیار نہیں تھی اور وہ خود بھی مزید کوئی بدمزگی نہیں چاہتے تھے۔
ایک مناسب سے ہوٹل میں اس کا کمرہ بک کرا کر جب جعفر جانے لگے تو معذرت کرنے اور حفاظتی ہدایتیں دینے کے بعد کہنے لگے۔
"کل میں گھر سے نکلتے وقت تمہیں فون کروں گا اپائنٹمنٹ ملے نہ ملے کل ہم گلفام سے ملنے اس کے آفس

چلیں گے۔" کتنی دیر کی اعصابی کشمکش کے بعد نمل نے کوئی تقویت بھری بات سنی تھی وہ ایک گہرا سانس کھینچ کر رہ گئی۔

❋ ❋ ❋

رشیدہ نے جب نمل سے فون پر بات کی تو ایک طرف اگر انہیں اس کے خیریت سے پہنچ جانے پر اور وہ بھی ابرار کے دوست کے گھر پہنچ جانے پر اطمینان ہوا تو دوسری طرف ان کی بے چینی سوا ہو گئی۔
رہ رہ کر انہیں یہ احساس ستا رہا تھا کہ انہیں نمل کو بتانا چاہیے تھا۔ عظمت خلیل کے شدید ردعمل کے متعلق انہوں نے دبی زبان سے اسے جلدی آجانے کے لیے کہا تو تھا مگر وہ کھل کر نہ کہہ سکیں کہ میرا ایک ایک پل کانٹوں پر گزر رہا ہے۔
عظمت خلیل اتنے زیادہ غصے میں تھے کہ ان کی موجودگی میں رشیدہ پر لرزہ طاری رہتا تھا نمل کے واپس آجانے سے ان کے غصے میں کوئی کمی تو نہیں آتی مگر رشیدہ کو سہارا ضرور ہو جانا تھا۔
حالانکہ وہ اس وقت سے بھی ڈر رہی تھیں جب نمل کے لیٹ کرنے پر عظمت خلیل اس کی کلاس لیں گے پتا نہیں۔ اپنے غصے، بلکہ نفرت کا اظہار وہ کس طرح کرنے والے تھے یہ سوچ کر ہی رشیدہ کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔
سارا وقت ان کا دعاؤں اور روتیوں میں گزرتا رو میلہ نے انہیں فون کرکے ان کی اور نمل کی خیریت پوچھی تو انہوں نے اسے بھی کچھ نہیں بتایا کہ عظمت خلیل کو پتا چل چکا ہے اور وہ کس قدر غصے میں ہیں۔
کیا فائدہ تھا اسے پریشان اور شرمندہ کرنے کا۔ گھر کی بات باہر بتانے سے اپنا ہی تماشا بنتا ہے اور پھر وہ یہ سوچ کر نادم ہوتی رہتی کہ یہ سب اس کی وجہ سے ہوا۔
لیکن کسی کو کچھ نہ بتانے کے باعث اندر ہی اندر ان کی گھٹن بڑھتی جا رہی تھی۔
شام ہونے پر خلاف معمول عظمت خلیل جلدی گھر آگئے تو رشیدہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ حالانکہ اپنے فرائض میں وہ بھی کوتاہی نہیں کرتی تھیں لہٰذا ہمت نہ ہونے کے باوجود وہ ہیں چیئر کھینچتی ان کے پیچھے آئیں۔
"آپ۔ آپ کے لیے۔ چائے لاؤں۔" انہوں نے تھوک نگلتے ہوئے عظمت خلیل [illegible] تو وہ پلٹ کر شعلہ بار نظروں سے انہیں دیکھنے لگے رشیدہ سہم کر رہ گئیں۔
"جب چائے پینی ہوگی بتا دوں گا اور یہ تم ہر وقت ماسیوں جیسے حلیے میں کیوں [illegible]" انہوں نے ایک نفرت بھری نظر رشیدہ پر ڈالتے ہوئے کہا۔
"کیوں۔ کیا۔ کیا ہوا؟" رشیدہ اپنے صاف ستھرے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے گھبرا کر بولیں۔
"ایسا لگتا ہے جیسے میں تمہیں کھانے اور پہننے کے لیے [illegible] خود کو دنیا کے سامنے ایک مظلوم اور مسکین عورت ظاہر کرکے تمہیں مزا آتا ہے۔" ان کے [illegible] رشیدہ پریشانی سے انہیں دیکھنے لگیں۔
یہ تو انہیں پتا تھا کہ وہ بہت غصے میں ہیں اور غصے میں وہ [illegible] لہجے میں بات بھی کرتے تھے لیکن اس طرح ان کی ذات اور حلیے پر انہوں نے کبھی تبصرہ نہیں کیا تھا۔
"ایسے آنکھیں پھاڑ کر کیا دیکھ رہی ہو [illegible] عورت ذرا اپنا حلیہ ٹھیک کرو کچھ مہمان آرہے ہیں ان کے سامنے تمہیں بہروپی شکل سے آنے کی ضرورت نہیں [illegible] اور کچھ بولنے کی حماقت مت کرنا صرف میں بات کروں گا اور جو مناسب لگے گا وہی کہوں گا [illegible] کوئی ٹکڑا لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اب تو رشیدہ کی الجھن اور بھی بڑھ گئی۔

ایسے کون سے مہمان آرہے تھے جن کے لیے عظمت خلیل اتنی ہدایتیں دے رہے تھے وہ کسی کے سامنے کب بولتی تھیں اور اپنی غلطی مجبوریت جتانے کی کوشش تو انہوں نے کبھی کی ہی نہیں تھی۔

انہیں خود برا لگتا تھا غیر کی باہر کے لوگوں کے سامنے کرنا اور لوگوں کی بلاوجہ کی ہمدردیاں انہیں سخت ناپسند تھیں انہیں بالکل پسند نہیں تھا کہ کوئی ان پر ترس کھائے اپنی معذوری کی وجہ سے وہ پہلے ہی لوگوں کی ترحم بھری نظریں برداشت کرتی جاتیں بجائے اس پر شعر ہی ہوا کشی کے قصے بیان کرکے اپنی عزت نفس کو مجروح کرتیں۔

"کون آرہا ہے؟" انہوں نے بڑی مشکل سے دل کڑا کرکے پوچھا۔

"آئیں گے تو دیکھ لینا۔ تم تو ایسے رہی ہو جیسے سارے شہر کو جانتی ہو۔" عظمت خلیل چڑ گئے۔

"نہیں۔ میرا مطلب تھا کوئی خاص مہمان ہیں۔" رشیدہ نے گھبرا کر جلدی سے صفائی دی تو عظمت خلیل کچھ سوچتے ہوئے ایسے بولے جیسے اپنے آپ سے کہہ رہے ہوں۔

"لگتا تو یہی ہے کسی خاص مقصد سے آرہے ہیں ورنہ صرف رسمی سی بات چیت سے کوئی دوستی یا جان پہچان تو ہمارے کی نہیں ہے۔" عظمت خلیل کی بات ان کی سمجھ میں نہ آئی ایسے بھلا کون لوگ تھے جن سے صرف رسمی سی علیک سلیک تھی پھر بھی وہ ان کے گھر آرہے تھے اور عظمت خلیل خاص طور پر انہیں حلیہ درست رکھنے اور زبان بند رکھنے کی تاکید کررہے تھے۔ کوئی کاروباری یا سماجی حیثیت سے تعلق رکھنے والے لوگ آرہے تھے تو ایسے افراد کے سامنے رشیدہ جاتی ہی نہیں تھیں۔

ان میں مزید کوئی سوال کرنے کی ہمت نہیں تھی چنانچہ اپنے مناسب سے حلیے کے باوجود حلیہ درست کرنے چلی گئیں دس منٹ بعد جب وہ ابھی کچن میں جاکر ملازمہ کو ہدایتیں دینے کے متعلق سوچ ہی رہی تھیں مہمان تشریف لے آئے اور عظمت خلیل نے فوراً ہی انہیں بھی بلالیا۔

وہ ڈرائنگ روم میں آئیں بہت ہی باوقار سے ان کے ہی ہم عمر کے جوڑے کو تشریف فرما دیکھ کر ساری سوچیں پس پشت ڈال کر چہرے پر مسکراہٹ سجانے کی کوشش کرنے لگیں۔

"رشیدہ یہ مسٹر اینڈ مسز فرقان حسن ہیں اور یہ رشیدہ ہیں میری بیوی۔" عظمت خلیل تھوڑی دیر پہلے کے برعکس بڑے سلجھے ہوئے لہجے میں بولے۔

رشیدہ کو ان کے اس انداز پہ کوئی حیرت نہیں ہوئی وہ اس رویے کی عادی تھیں باہر کی دنیا کے سامنے ان کا انداز ایسا ہی ہوتا تھا کبھی بڑے ادب سے وہ انہیں سلام کرتے لگے۔

ان دونوں کو بھی رشیدہ کو دیکھ کر کوئی خاص حیرت نہیں ہوئی تھی فرقان حسن جانتے تھے کہ عظمت خلیل کی بیوی جسمانی طور پر معذور ہیں لہٰذہ یہ بات مسز فرقان کو بتا کر آئے تھے تاکہ وہ چونک نہ جائیں۔

مسز فرقان کو سن کر افسوس ہوا تھا اور ساتھ ہی عظمت خلیل کے سخت گیر ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی تھی۔

جس کی اپنی شریک حیات ایسی اذیت کا شکار ہو اسے لے کر دکھی انسانیت کے درد کو سمجھنا اور اسے دور کرنے کی کوشش نہیں کرنا ممکن تھا۔

وہ اپنی بیوی کی تکلیف دور نہیں کرسکتے تھے چنانچہ خدمت خلق سے وابستہ ہو کر اپنی بیوی اور اپنی زندگی میں موجود محرومی کا ازالہ کرتے رہتے۔

مسز فرقان کے دل میں نسبت خلیل کی عزت سے کئی گنا بڑھ گئی تھی جو ان کے متعلق ٹی وی میں دیکھ کر یا اخبار میں پڑھ کر پیدا ہوئی۔

وہ رشیدہ سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں۔ مگر رشیدہ ان کی ہر بات پر مسکرا دیتیں یا جس بات کا جواب دینا ضروری ہوتا اس کا مختصر ترین جواب دے کر خاموش ہوجاتیں۔

مسز فرقان کو ان کا یہ رویہ کافی عجیب اور روکھا سوکھا سا لگا تو وہ فرقان حسن اور عظمت خلیل کی طرف متوجہ ہوگئیں جو خاصے جاندار تبصرے اور شاندار نکتہ چینی میں مشغول تھے مسز فرقان خود بات چیت کی شیدائی تھیں بہت جلد وہ تینوں رشیدہ کی ذات کو فراموش کیے خوش گپیوں میں مصروف ہوگئے۔

کوئی آدھے گھنٹے کے بعد مسز فرقان موضوع کی طرف آئیں۔

"عظمت بھائی آپ کی ایک ہی بیٹی ہے نا نمل۔ کہاں ہے وہ؟ اسے بلائیں نا۔" رشیدہ جو خاموش تماشائی بنی ہوئی تھیں کچھ چونکی سی ہوگئیں۔

اتنے عرصے کی رفاقت میں وہ عظمت خلیل کے چہرے سے وہ بھی اخذ کرلیتی تھیں جو کوئی دوسرا محسوس بھی نہیں کرسکتا تھا۔

نمل کے ذکر پر جو ناگواری انہیں محسوس ہوئی تھی اس کا وہ دونوں میاں بیوی اندازہ بھی نہیں لگا سکے ہوں گے مگر رشیدہ بخوبی سمجھ گئی تھیں۔

"نمل تو اس وقت گھر پر نہیں ہے مگر آپ اسے کیسے جانتی ہیں میرے خیال سے تو فرقان صاحب آپ بھی اس سے کبھی ملے ہوں گے وہ تو میرے ساتھ کسی جلسے یا پارٹی میں نہیں جاتی۔" اتنی خوش اسلوبی سے انہوں نے بات کی تھی کہ مسز فرقان کو محسوس بھی نہیں ہوا کہ وہ "نمل کہاں ہے۔" کے سوال کو گول کرگئے ہیں۔

"ہاں دیکھا نہیں ہے لیکن جانتے ضرور ہیں کیونکہ ہم آئے ہی خاص اس سے ملنے ہیں۔" فرقان حسن نے مسکراتے ہوئے کہا اب کی بار عظمت خلیل کے ساتھ ساتھ رشیدہ بھی چونک گئیں وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"میں سمجھا نہیں۔" عظمت خلیل نے رشیدہ پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے فرقان حسن کو دیکھا۔

"آپ میرے بیٹے خرم کو شاید نہ جانتے ہوں ہم اس کے لیے نمل کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔" فرقان حسن نے بڑی انکساری سے کہا۔

عظمت خلیل اچانک کچھ سنجیدہ سے نظر آنے لگے رشیدہ کا اپنا کوئی ردعمل نہیں تھا وہ تو عظمت خلیل کو جانچتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں کہ آیا عظمت خلیل کو ان کی بات اچھی لگی ہے یا بری۔

مگر عظمت خلیل کے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہورہا تھا البتہ جو سوال انہوں نے جواباً پوچھا وہ رشیدہ کے دل میں بھی آیا تھا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے آپ نمل کو دیکھنے آئے ہیں اور اب آپ کہہ رہے ہیں آپ رشتہ دے رہے ہیں۔" ان کی بات پر مسز فرقان مسکراتے ہوئے بولیں۔

"دیکھنے کا تو ہمیں صرف شوق ہورہا ہے ورنہ فیصلہ تو ہم اس کے حق میں پہلے ہی کرچکے ہیں وہ میرے بیٹے کو پسند ہے اور ہم اس کی خواہش پر ہی یہاں آئے ہیں اور بھائی صاحب آپ کو جواب صرف ہاں میں دینا ہے وہ بھی جلد سے جلد۔ میرے بیٹے سے آپ کو جب جہاں جس وقت بھی ملنا ہے آپ بتادیں۔" مسز فرقان التجائیہ انداز میں بولیں۔

لفظ "بیٹے کی پسند" پر رشیدہ نے واضح طور پر عظمت خلیل کے چہرے پر ناگواری پھیلتی دیکھی تھی اور یہ بات مسز فرقان نے تو محسوس نہیں کی البتہ فرقان حسن کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکی انہوں نے فوراً معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اس طرح صفائی دی کہ کسی کو محسوس نہ ہوسکے۔

"ہمارا اس طرح اچانک آکر رشتہ مانگنا یقیناً آپ کو عجیب لگ رہا ہوگا اصل میں نمل میرے بیٹے کے ساتھ

ہی رہتی ہے خرم نے وہیں اسے پسند کیا اور آگر ہمارے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔
تحمل اس معاملے میں بالکل انجان ہے اس لیے وہ۔ آپ لوگوں کو پہلے سے مطلع نہیں کر سکی۔ اگر اسے پتا ہوتا تو وہ اس وقت یہاں ضرور موجود ہوتی ہم دونوں کو ہی اس سے ملنے کا بہت شوق ہو رہا تھا۔" فرقان حسن کی بات پر مسز فرقان بھی انھیں غور دیکھتی رہیں۔
وہ دونوں تو کیا سوچ رہے تھے کہ یہ سب خرم اور تحمل کی باہمی رضامندی سے ہو رہا ہے مگر یہ اس وقت فرقان حسن نے کون سا پردہ اجاگر کیا تھا۔
مسز فرقان صرف سوچ کر رہ گئیں بولیں کچھ نہیں۔
جبکہ جس مقصد کے تحت فرقان حسن نے یہ سب کہا تھا وہ فوراً" ہی پورا ہو گیا تھا عظمت خلیل کے چہرے پر پھیلی ناگواری کی ہلکی سی لکیر بالکل مٹ گئی تھی۔
"آپ تو بالکل ہتھیلی پر سرسوں جمانے کی کوشش کر رہے ہیں اتنے اہم مقصد سے آئے ہیں اور اطلاع بھی نہیں کی ورنہ تحمل ہم اس وقت اپنی کزن کے گھر نہ جاتے دراصل میں میری بھانجی کی شادی ہونے والی ہے وہ وہیں بیزی ہے۔" رشیدہ چپ چاپ عظمت خلیل کے اعتماد کو دیکھتی رہیں جہاں جھوٹ کی ہلکی سی رمق تک ان کے چہرے پر نظر نہیں آ رہی تھی بلکہ وہ مزید کہہ رہے تھے۔
"ایسے فیصلے یوں تو نہیں ہوتے میں نے خرم کو ہی نہیں ملا ہوا یہ بھی نہیں ملیں ہم دونوں اسے دیکھیں گے ملیں گے پھر آپس میں صلاح مشورہ کریں گے اگر کچھ مناسب لگا تو پھر تحمل سے بات کر کے اس کی رائے لیں گے۔" عظمت خلیل اتنی سنجیدگی کے ساتھ بات کر رہے تھے جیسے گھر کے تمام اہم فیصلے سب کی پسند اور رضامندی سے ہوتے ہوں۔
ایسے موقعوں پر رشیدہ صرف انہیں دیکھا کرتی تھیں پہلے بھی ان کی ایسی گفتگو سن کر وہ طنزیہ تلخی سے مسکرا دیتیں لیکن اب ضرورت ہو گئی تھی ان کے چہرے پر مسکراہٹ بھی نہیں ابھری تھی۔
وہ دونوں عظمت خلیل کے جواب سے زیادہ مایوس نہیں ہوئے تھے ورنہ انہیں خطرہ تھا کہیں وہ گھر آئے ہوئے رشتوں کو انکار کرتے ہوئے یہ نہ کہہ دیں۔
"میں وہاں بات کر چکا ہوں۔
یا میرا وہیں ارادہ ہے وغیرہ۔
اگر تحمل کہیں منگنی شدہ نہیں تھی تو انہیں یقین تھا فیصلہ ان کے بیٹے کے حق میں ہی ہونا تھا آخر کس چیز کی کمی تھی ان کے بیٹے میں جو وہ انکار کرتے۔
پھر وہ لوگ زیادہ دیر نہیں بیٹھے چلتے چلتے مسز فرقان نے ایک بار پھر گزارش کرتے ہوئے کہا۔
"جلدی جواب دیجیے گا اور وہ بھی مثبت میں۔" انھوں نے رشیدہ کو مخاطب کرنا ضروری نہیں سمجھا خود رشیدہ تو کچھ بول نہیں رہی تھیں۔ مسز فرقان بیا یاران سے بات چیت کرتیں۔

☆ ☆ ☆

عجیب سی فطرت تھی زوبیہ کی اول تو عائشہ اختر اور بلال اختر سے کچھ بولتی نہیں تھی اور جب بول دیتی تو کئی کئی دن تک اپنے کیے پر پچھتاتی رہتی۔
اس دن عائشہ اختر سے اس نے جو کچھ کہا تھا اس کے بعد سے عائشہ اختر کا رویہ اس کے ساتھ بڑا اکھڑا اکھڑا سا تھا۔

زوبیہ پہلے ہی اپنے کیے پر شرمندہ تھی ان کا اس طرح کترایا ہوا سا انداز اسے بالکل ہی پانی پانی کر دیتا۔
دل چاہتا ان سے معذرت کر لے مگر سکی ہاں سے بھی تو بے تکلف نہیں تھی کہ کھل کر کچھ کہہ پاتی بلکہ میں احساس کمتری اتنا زیادہ تھا کہ کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔
لہٰذا وہ صرف وقت گزرنے کا انتظار کر رہی تھی کہ ہمیشہ تین چار دن میں ان کا موڈ خود بخود ٹھیک ہو جاتا تھا ابھی صرف دوسرا دن ہی تھا۔
زوبیہ کی ساری پیکنگ نپٹ چکی تھی آج صبح سے فرنیچر جا رہا تھا گھر کا آدھے سے زیادہ فرنیچر جا چکا تھا جب ساری الماریاں وغیرہ لگ جاتی تھیں تب سوٹ کیس اور ڈبوں میں رکھا چھوٹا موٹا سامان وہاں منتقل کرنا تھا تاکہ سب سیدھا الماریوں میں رکھا جا سکے۔
زوبیہ پر ایک عجیب سی سوگواری چھائی تھی وہ اپنے کمرے کے ایک کونے میں رکھی کمپیوٹر چیئر پر بیٹھی کمرے کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔
عائشہ اختر کے کمرے کا سامان اٹھانے کے بعد مزدور اس کے کمرے میں آنے والے تھے زیادہ سے زیادہ گھنٹے کی بات تھی تین گھنٹے بعد اس کا یہ کمرہ خالی ہو جانے والا تھا اور اس کے کچھ دنوں بعد یہ کسی اور کی ملکیت ہو جانے والا تھا۔
عائشہ اختر کے رویے کے ساتھ ساتھ گھر چھوڑنے کے احساس نے اسے کچھ مضمحل سا کر دیا تھا وہ تو شکر ہے اس کی ساری پیکنگ اسی دن ہو گئی تھی ورنہ عائشہ اختر سے ہوئی گفتگو کے بعد سے اس نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا دو چار بڑی بڑی جو چیزیں رہ گئی تھیں وہ بھی ملازمہ نے پیک کی تھیں۔
اپنے کمرے کے در و دیوار کو دیکھتے دیکھتے اسے پتا ہی نہیں چلا کب اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔
کچھ دیر تو اس نے اپنے آنسوؤں کو بہنے دیا مگر کسی کے آ جانے کا خیال آتے ہی وہ اٹھ کر واش روم کی طرف گئی۔
ٹھنڈے ٹھنڈے پانی کی چھینٹیں آنکھوں پر مار کر وہ کافی بہتر محسوس کر رہی تھی تولیے سے چہرہ صاف کر کے جب وہ واش روم سے باہر نکلی تو اپنے کمرے میں کسی کو موجود دیکھ کر ٹھٹک گئی۔
کوئی لڑکی اس کے بیڈ پر اس کی جانب پشت کیے بیٹھی تھی زوبیہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔
"کون؟" زوبیہ نے اپنی جگہ بدستور کھڑے کھڑے پوچھا مگر وہاں سے جواب آنا تو در کنار اس لڑکی کے وجود میں جنبش تک نہیں ہوئی بالکل ایسے جیسے اس نے زوبیہ کی آواز سنی ہی نہ ہو۔
اچانک زوبیہ کو لگا وہ کوئی لڑکی نہیں بلکہ شائستہ خالہ کا سایہ ہی ہے وہ ہی سایہ جو اسے اکثر و بیشتر نظر آتا ہے۔
مگر آج اس کے حلیے میں فرق ہے شائستہ خالہ کے بال ہمیشہ کھلے ہوتے تھے اور ان کے شانوں اور چہرے پر ایسے بکھرے ہوتے تھے کہ بعض اوقات ان کا چہرہ نظر ہی نہیں آتا تھا۔
ویسے بھی زوبیہ کو کون سا ان کا چہرہ دیکھنے کی تمنا تھی اس نے جتنی بار بھی انہیں دیکھا تھا ان کے نین نقش پر غور ہی نہیں کر سکی تھی کیونکہ ان کے چہرے پر خون ہی خون لگا ہوتا تھا جیسے کسی نے نوکیلی چیزوں سے انہیں نوچا ہو مگر آج چوٹی کی صورت میں بال باندھے وہ کوئی بدروح کی بجائے ایک نارمل لڑکی لگ رہی تھیں۔
سفید رنگ کے ڈھیلے ڈھالے سے لباس میں ملبوس وہ سر جھکائے بیٹھی تھیں۔
زوبیہ ایک ایک قدم بڑھاتی ان کی جانب بڑھنے لگی ساتھ ہی ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سوال بھی کر رہی۔
"کک۔ کون ہیں آپ؟ آپ... آپ کچھ بول کیوں نہیں رہیں۔" زوبیہ ان سے چار پانچ قدم کے فاصلے

جا کھڑی ہوئی خوف اسے مزید آگے بڑھنے سے روک رہا تھا
حالانکہ زوبیہ کا دل چاہ رہا تھا وہ گھوم کر ان کے سامنے جا کھڑی ہو تاکہ ان کا چہرہ دیکھ سکے۔
مگران کے دائیں جانب ہونے کے باعث اور ان کا سر جھکا ہونے کی وجہ سے وہ انہیں دیکھنے سے قاصر تھی۔

"آپ شائستہ خالہ ہیں نا۔" زوبیہ نے تھوڑا جھک کر ان کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ان کا چہرہ اس قدر جھکا ہوا تھا کہ زوبیہ کو جھک کر دیکھنے کے باوجود ان کی شکل نظر نہیں آرہی تھی۔

اس کا دل اتنی زور' زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا' دل تو چاہا چیخ کر سارے ملازموں کو جمع کرلے' مگر اسے یہ یقین تھا سب کے جمع ہونے تک سامنے بیٹھا یہ وجود غائب ہوجائے گا اور اگر نہیں بھی ہوا تو بھی کوئی اسے دیکھ نہیں سکے گا' سب یہی کہیں گے کمرے میں آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

لہٰذا زوبیہ دل ہی دل میں خوف زدہ ہونے کے باوجود ایک اور قدم آگے بڑھا کر اس کے قدرے سامنے آگئی۔

"کک۔ کون ہو تم۔ بولتی کیوں نہیں۔" زوبیہ کی آواز میں خوف کی لرزش کے ساتھ ساتھ ایک جھنجلاہٹ بھی در آئی تھی۔

تب ہی اس وجود نے آہستہ آہستہ اپنا چہرہ اوپر اٹھانا شروع کیا۔ زوبیہ کو اپنی جان بدن سے نکلتی محسوس ہو رہی تھی' پھر بھی وہ دل کڑا کیے وہیں کھڑی رہی اور اسی پر نظریں جمائے رکھیں' یہاں تک کہ وہ پورا چہرہ اٹھا کر زوبیہ کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

زوبیہ گھبرا کر دو' تین قدم پیچھے ہٹ گئی' اگر خوف کے مارے اس کی گھگھی نہ بندھ گئی ہوتی تو عین ممکن تھا وہ چیخ پڑتی۔

کیونکہ اس کے سامنے بستر پر کوئی اور نہیں خود وہی موجود تھی۔

اپنے آپ کو اس طرح آئینے کے بغیر عین اپنے سامنے دیکھنا زوبیہ کو سر سے پاؤں تک لرزا گیا تھا' وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگی تھی۔

اس کا پورا وجود ہولے ہولے کانپنے لگا تھا۔ اس کے سامنے خود اسی کی ہم شکل اسے گھورے جارہی تھی۔

زوبیہ سے اب برداشت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس نے چیخ کر کسی کو بلانا چاہا' مگر حلق سے آواز ہی نہیں نکلی' اس نے وہاں سے بھاگنا چاہا تو ٹانگوں نے چلنے سے انکار کر دیا' تب ہی اس کے سامنے بیٹھے وجود میں ہلکی سی جنبش ہوئی' وہ لڑکی جو اسی کی ہم شکل تھی آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے اپنی جگہ سے اٹھنے لگی۔

زوبیہ کی آنکھیں خوف و ہراس سے پھیل گئی تھیں' وہ لڑکی اس کی طرف بڑھ رہی تھی' ایک ایک قدم اٹھاتی۔

چہرے پر جامد خاموشی کی مہر لگائے
پلک تک جھپکے بغیر
سانس تک لیے بغیر

وہ بہت آہستگی سے اس کی طرف بڑھتی رہی' ایک قدم کے فاصلے پر آ کھڑی ہوئی۔

اور بس اس سے آگے زوبیہ کچھ دیکھ نہ سکی' خوف کی شدت سے اس کا دماغ ماؤف ہو کر تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

اس کی آنکھیں بند ہوئیں اور ایک پل میں وہ لڑکھڑا کر زمین پر آ گری۔

آدھے گھنٹے بعد ایک ملازمہ اس کے کمرے میں کسی کام سے آئی تو اسے اس طرح دیوار کے پاس زمین پر

بے ہوش پڑا دیکھ کر شور مچانے لگی۔

پھر تو پورا گھر ہی دو منٹ میں اس کے کمرے میں جمع ہو گیا' اسے اٹھا کر اسی کے کمرے کے بستر پر لٹا دیا گیا اور فوراً ڈاکٹر شکیلہ کو فون کر دیا گیا۔

"تم تو کہہ رہی تھیں تم ہر وقت سائے کی طرح اس کے ساتھ رہتی ہو۔" بلال اختر نے طنزیہ انداز میں عائشہ اختر کو دیکھا تو وہ نظریں چرا کر رہ گئیں۔

جب سے زوبیہ نے وہ سب کہا تھا انہوں نے اسے یہ بات تک نہیں کی تھی' ورنہ پہلے وہ ہر تھوڑی تھوڑی دیر میں اسے چیک کرنے آتی تھیں۔

ڈاکٹر شکیلہ کے آنے سے پہلے ہی اسے ہوش آگیا' اسے آنکھیں کھولتا دیکھ کر عائشہ اختر تیزی سے اس کی طرف بڑھیں۔

"کیا ہوا زوبیہ؟ کیسی طبیعت ہے بیٹا تمہاری کیا ہوا تھا تمہیں۔" عائشہ اختر اس کے اوپر جھک گئیں۔

زوبیہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔ ان کا مہربان لہجہ سن کر اس کا دل بھر آیا تھا' مگر وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔

جانتی تھی انہیں کچھ بتانا بے کار ہے' وہ کون سا یقین کریں گی' خود اسے یقین نہیں آرہا تھا جو اس نے دیکھا تھا وہ کیسے ہو سکتا تھا۔

اس نے گردن گھما کر بیڈ کے کنارے کی طرف دیکھا' مگر اس کی توقع کے عین مطابق وہاں اب کوئی نہیں تھا۔

"کیا ہوا زوبیہ؟ کیا چکر آگیا تھا تمہیں؟" انہوں نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت سے پوچھا۔

"جی۔ جی چکر آگیا تھا۔" اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو پلکیں جھپکتے ہوئے پینے کی کوشش کی۔

"میں ڈاکٹر شکیلہ کو فون کر دیتا ہوں' آنے کی ضرورت نہیں۔" بلال اختر موبائل جیب سے نکالتے باہر نکل گئے۔

"کچھ کھاتی پیتی نہیں ہو نا' اس لیے کمزوری سے چکر آگئے ہوں گے۔ تم آرام کرو' میں تمہارے لیے گلوکوز بجواتی ہوں۔"

"مم۔ مما میں آپ کے کمرے میں لیٹ جاؤں۔" زوبیہ نے انہیں اٹھتا دیکھ کر ایک دم ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

انہوں نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا' اس نے کبھی ایسی فرمائش نہیں کی تھی' لیکن اگلے ہی پل انہیں احساس ہوا' انہوں نے خود بھی اس سے اس لہجے میں شاذ و نادر ہی بات کی تھی اور واقعی وہ ان کا ممتا بھرا انداز دیکھ کر ایسے مان سے کہہ گئی تھی۔

"تمہارے پاپا کمرے میں ہیں زوبیہ تم وہاں کہاں لیٹو گی۔ میں یہیں تمہارے پاس بیٹھی ہوں' ابھی کچھ دیر میں ویسے بھی ہم لوگ یہاں سے نکلنے والے ہیں۔

مزدور سارا سامان لے بھی گئے ہیں' صرف تمہارے کمرے کا رہ گیا ہے۔" عائشہ اختر نے اس کے چہرے پر مایوسی پھیلتی دیکھ کر فوراً" اٹھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

"ہاں جلدی سے یہاں سے چلتے ہیں۔" زوبیہ نے ان کا ہاتھ پکڑے پکڑے آنکھیں موندتے ہوئے کہا۔

عائشہ اختر نے کچھ چونک کر اسے دیکھا۔

اب تک اس کی کسی بات سے یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ وہ اس گھر کو چھوڑنا چاہتی ہے' بلکہ سامان پیک کرتے ہوئے انہوں نے واضح طور پر اس کی افسردگی کو محسوس کیا تھا۔

وہ اس کی بند پلکوں کو بغور دیکھنے لگیں، جیسے اس کے چہرے سے اس کی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہوں۔

وہ اس کے چہرے سے کچھ خاص اخذ تو نہیں کر سکیں، البتہ اتنا ضرور پتا چل گیا تھا کہ وہ کوئی آیت یا دعا پڑھنے میں مشغول ہے۔

اس کے بہت آہستگی سے ہلتے ہونٹ اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے، اُن کے ہاتھ پر اس کی غیر معمولی سخت گرفت اس کے لاشعور میں چھپے کسی ڈر کو ظاہر کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

جعفر بھائی کا فون اس کے کمرے کے انٹرکام پر آیا تھا، بلکہ فون کیا آیا تھا ایک میسج چھوڑا تھا کہ وہ اسے ایک گھنٹے بعد پک کریں گے، تیار رہے۔

اور وہ ٹھیک دس منٹ میں تیار ہو کر بیٹھ گئی تھی، جبکہ جعفر بھائی کو آنے میں دو گھنٹے لگے تھے، وہ باہر آ کر ان کی گاڑی میں بیٹھی تو انہوں نے کسی قسم کی کوئی معذرت نہیں کی بس اتنا کہا۔

"کام اتنا تھا کہ آفس سے نکل ہی نہیں سکا۔" نمل صرف سر ہلا کر رہ گئی وہ ان پر کسی قسم کی دھونس جمانے کا حق نہیں رکھتی تھی اور پھر اس وقت اس کے ذہن میں گلفام سے ملنے کے خیال سے اتنی گھبراہٹ اور اشتیاق سوار تھا کہ وہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچ ہی نہیں پا رہی تھی۔

پتا نہیں وہ کیسا ہوگا۔

پتا نہیں نمل کو اس سے مل کر خوشی ہوگی یا مایوسی، پتا نہیں، وہ ایک ملاقات میں اس کا صحیح تجزیہ کر بھی سکے گی یا نہیں۔

اور اگر وہ اسے رومیلہ کے لیے مناسب نہیں لگا تو کیا وہ ابرار بھائی کو قائل کر سکے گی اس رشتے کی مخالفت میں؟

اور اگر نہیں کر سکی تو کیا اس طرح وہ رومیلہ کو مزید پریشان نہیں کرے گی کہ وہ ایک ایسے شخص کے ساتھ اتنی دور جا کر اپنی زندگی شروع کرنے والی ہے جو نمل کو اس کے لیے پسند ہی نہیں آیا۔

اس کا ذہن ان ہی سوالوں کی آماجگاہ بنا رہا اور وہ ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ایک شاندار آفس کی بلڈنگ میں آ کھڑے ہوئے۔

نمل ستائشی انداز میں جدید طرز کی بنی عمارت کو دیکھتی، جعفر بھائی کے ساتھ لفٹ میں داخل ہو گئی۔ "ڈائریکٹر گلفام پچھلے چار سال سے یہاں ہے۔" اس کی نظروں میں پسندیدگی دیکھ کر جعفر بھائی نے بتایا تو نمل صرف سر ہلا کر رہ گئی۔

ایک فلور پر پہنچ کر ریسپشن پر جعفر بھائی نے "مسٹر فہیم" کا نام لیا تو لڑکی ان کا نام پوچھ کر انٹرکام پر اندر اطلاع دینے لگی۔

"مسٹر فہیم" نمل نے تعجب سے دہرایا۔

"ہاں تو کیا ہوا؟ تجھے بھی آفس میں جعلی کہا جاتا ہے۔" جعفر بھائی نے اطمینان سے کہا، پھر وضاحت کرتے ہوئے بولے۔

"یہ اسلامی نام ان لوگوں کے منہ سے نہیں نکلتے۔ اس لیے بجائے اس کے کہ وہ لوگ ہمارا نام بگاڑیں، ہم خود ہی اپنے نام میں ترمیم کر لیتے ہیں۔"

نور گلفام تو یہاں بہت عرصے سے رہ رہا ہے، اس کا اصلی نام تو صرف اس کے ڈاکومنٹس پر رہ گیا ہوگا۔ ورنہ

اسے خود بھی یاد نہیں ہوگا۔" نمل ایک بار پھر صرف سر ہلا کر رہ گئی۔

اس لڑکی کے اجازت دینے پر وہ دونوں دروازہ کھول کر ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔

عمارت کی طرح آفس بھی اندر سے شاندار تھا۔ ایک بڑی سی گلاس ٹیبل کے پیچھے ڈارک کلر کے سوٹ میں ایک نہایت جاذب نظر اور باوقار سا شخص تشریف فرما تھا اور میز کے ایک جانب رکھے لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔

"ان کے کمرے میں داخل ہونے پر وہ ریوالونگ چیئر ان کی جانب گھما کر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"السلام علیکم۔" اس نے سلام کرنے میں پہل کی تو جعفر بھائی اور نمل نے ایک ساتھ اسے جواب دیا اور اس کے اشارہ کرنے پر سامنے رکھی آرام دہ کرسیوں میں دھنس گئے۔

"یہ ہے رومیلہ کی وہ کزن جس کے بارے میں، میں نے تمہیں فون پر بتایا تھا کہ کسی کام سے پاکستان سے آئی تھی تو اس نے سوچا تم سے بھی مل لے۔" جعفر بھائی کیونکہ پہلے ہی اس سے مل چکے تھے اس لیے انہوں نے صرف اس کا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

"اچھا ہوا جو انہوں نے ایسا سوچا رومیلہ سے نا سہی اس کی کزن سے ہی ملاقات ہو گئی۔" اس نے خوش دلی سے نمل کو دیکھتے ہوئے کہا عرصہ دراز سے یہاں مقیم ہونے کے باعث اس کا لہجہ تھوڑا انگریزی انداز لیے ہوئے تھا، پھر بھی اسے اردو میں بات کرتا دیکھ کر نمل پر ایک خوشگوار تاثر پڑا تھا۔

وہ بہت جلد بغیر کسی جھجک کے اس کے ساتھ ہلکی پھلکی گفتگو کرنے لگی، خود اس کا انداز اتنا شائستہ تھا کہ نمل بڑی بے تکلفی سے کچھ ذاتی قسم کے سوال بھی پوچھ بیٹھی۔

"آپ نے تو رومیلہ کو دیکھا نہیں، پھر اس سے شادی کے لیے کیسے تیار ہو گئے۔" اس کی بات پر گلفام بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

"آپ سوچ رہی ہوں گی اتنے سالوں سے میں ایک ایسے ملک میں رہ رہا ہوں جس کا ماحول بے باکی کی حد تک آزاد ہے، یہاں رہ کر میری سوچ اتنی مشرقی کیسے رہ سکتی ہے کہ والدین کی پسند پر سر جھکا دوں۔"

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا آج کل تو پاکستان میں بھی ایسے شادیاں نہیں ہوتیں، میں تو یہ کہنا چاہ رہی تھی کبھی آپ کو اسے دیکھنے کی خواہش نہیں ہوئی۔" نمل نے وضاحت دیتے ہوئے کہا۔

"میرے بابا نے اسے دیکھا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ بہت اچھی ہے تو بس پھر دیکھنے کی کیا ضرورت رہ گئی۔" اس نے مسکراتے ہوئے سادگی سے کہا۔

نمل کو اس کا جواب کافی پسند آیا، بلکہ مجموعی طور پر وہ شخص ہی نمل کو بہت اچھا لگا تھا، یہاں آنے سے پہلے جو شکوک و شبہات اس کے دل میں تھے وہ بہت حد تک کم ہو گئے تھے، ختم اس لیے نہیں ہوئے کہ جب تک لڑکی بیاہ کر اپنے گھر میں ہنسی خوشی رہنے نہ لگے، گھر والوں کے ابہام ختم نہیں ہوتے۔

"لیکن رومیلہ کے پاس تو ایسا کوئی وسیلہ نہیں ہے، اس کے گھر والوں نے بھی آپ کو نہیں دیکھا ہے۔ آپ کے پاس آپ کی کوئی تصویر نہیں ہے کیا۔ آخر اتنا تو اس بے چاری کا حق بنتا ہے نا۔"

"یہ سوال مجھ سے جعفر بھائی نے بھی پوچھا تھا، آپ یقین نہیں کریں گی، میرے پاس واقعی اپنی کوئی تصویر نہیں ہے، تصویر کھنچوانے کا شوق ہی نہیں ہے، نہ ہی ضرورت پڑی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے پہلے جعفر بھائی کو دیکھا پھر نمل کو دیکھتے ہوئے تفصیل سے بولا۔

نمل صرف دل مسوس کر رہ گئی، اسے افسوس ہو رہا تھا، یہ خیال اسے پہلے کیوں نہیں آیا، اس کے پاس کیمرے والا موبائل تھا، لیکن یہاں اس کی سم ہی نہیں چل رہی تھی، اس لیے اس نے موبائل ساتھ بھی نہیں رکھا۔

پھر بھی وہ سر ہلا رہی نہیں مانی اور بڑی آس سے اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تصویر کھنچوانا ایسا کون سا مشکل ہے۔ آپ میرا ای میل ایڈریس لے لیں، آپ صرف کوئی ایک تصویر مجھے میل کر دیجیے گا، میں رومیلہ کو دکھا دوں گی۔"

"میرے لیے تصویر کھنچوانا واقعی بہت مشکل ہے، میں وعدہ نہیں کرتا البتہ کوشش کرلوں گا۔"

ویسے بھی اب شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں، ایک مہینے سے بھی کم وقت رہ گیا ہے، اب اگر وہ مجھے دیکھ بھی لے گی تو کیا فیصلہ کرپائے گی۔" وہ ایسا کچھ غلط نہیں کہہ رہا تھا اسی لیے آخری جملہ قدرے شوخی سے بولا۔

"کیا پتا مجھے دیکھ کر اسے مایوسی ہو، اب جتنے دن بچے ہیں اسے خوش فہمی میں مبتلا اور خوش رہنے دیں۔" اس کی بات پر عمل کے ساتھ ساتھ جعفر بھائی بھی مسکرا دیے، مگر اس کے اتنا ٹالنے کے باوجود عمل ٹلی نہیں اور ایک بار پھر اسی کی طرح مذاق کی آڑ میں بولی۔

"کیا پتا وہ خوش فہمی کی بجائے غلط فہمی میں مبتلا ہو جو آپ کی تصویر دیکھ کر دور ہو جائے، میں اپنا ای میل ایڈریس لکھ رہی ہوں، آپ پلیز اپنی صرف ایک تصویر بھیج دیں، بھلے ہی پاسپورٹ سائز بھیج دیں۔

میرے پاس کیمرہ ہوتا تو میں اپنے ساتھ ہی لے جاتی، مگر میرا دوبارہ آنا بہت ہی مشکل ہے اور شاید آپ بھی نہ آسکیں اس لیے پلیز، پلیز آپ مجھے ای میل کردیجیے گا۔"

عمل نے التجائیہ انداز میں کہتے ہوئے ٹیبل پر رکھے پین ہولڈر میں سے ایک پین نکالا اور چھوٹے چھوٹے پیپرز پر مشتمل ایک اسٹینڈ میں سے ایک چھوٹی سی چٹ نکالی اور اپنا ای میل ایڈریس لکھنے لگی۔

جعفر بھائی اور گلفام اس دوران مکمل طور پر خاموش رہے، عمل نے لکھنے کے بعد کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کی اکلوتی سالی کی دلی خواہش ہے، پلیز اسے رد مت کیجیے گا۔" وہ کچھ دیر تو عمل کو دیکھتا رہا، پھر کاغذ لے کر مسکراتے ہوئے اس نے اوکے کہہ دیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد ہی عمل اور جعفر بھائی جانے کے لیے اٹھ گئے۔

وہ پہلے ہی انہیں کافی اور اسنیکس پیش کرچکا تھا، اس لیے اس نے بھی مزید بیٹھنے کو نہیں کہا۔

البتہ گاڑی میں بیٹھتے ہی جعفر بھائی نے جس طرح مسکرا کر خوش دلی سے پوچھا۔

"اور پھر کیسا لگا گلفام؟" اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا، وہ اس کی طرف سے کسی مثبت جواب کے یقین میں تھے۔

کیونکہ وہ عمل کو کافی پسند آیا تھا، لیکن فوری طور پر اس نے اپنی پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا، بلکہ ان کے سوال کے جواب میں ایک اور سوال پوچھ بیٹھی۔

"جعفر بھائی! کیا کسی طرح یہ پتا کیا جاسکتا ہے کہ گلفام بھائی کے سرکل میں کون کون ہے، میرا مطلب ہے یہ جاننا بھی تو بہت ضروری ہے کہ ان کی سوشل لائف کیسی ہے۔" جعفر بھائی ایک دم خاموش ہوگئے۔

وہ تو یہ سوچ رہے تھے کہ عمل اپنے یہاں آنے پر پچھتاوے کا اظہار کرے گی اور کہے گی کہ آپ نے ابرار بھائی کو بالکل صحیح مشورہ دیا تھا، میں نے بلاوجہ آپ کو اور آپ کی بیوی کو پریشان کیا وغیرہ، مگر یہاں تو اس کے سوال سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ابھی تک اس کے ذہن میں شک کی سوئی چل رہی ہے۔

اسی لیے وہ قدرے چڑ کر بولے۔

"اب بھلا یہ سب کیسے پتا چل سکتا ہے عمل اور پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اس کی سوشل لائف کیسی ہے، یہاں اس آزاد کی فضاؤں میں ایسی بہت ساری باتوں کو اپنانا پڑتا ہے جنہیں پاکستان میں بہت معیوب سمجھا

جاتا ہے۔"

لیکن یہ باتیں پاکستان سے چند دنوں کے لیے آنے والے نہیں سمجھتے، یہ صرف یہاں رہ کر سمجھ میں آتی ہیں۔

عمل کو ان کی منطق بڑی ناگوار گزری تھی، مگر وہ اس کا اتنا خیال رکھ رہے تھے کہ وہ انہیں کوئی سخت بات نہیں کہنا چاہتی تھی تب ہی رسانیت سے بولی۔

"کون یہاں کیسے رہتا ہے اور یہاں کیا کیا کرتا ہے، [illegible] اور درد سر ہے بھی نہیں۔

مجھے صرف اپنی کزن کی فکر ہے، یہ اس کی زندگی کا سوال ہے، اگر خدانخواستہ گلفام یہاں شادی شدہ نکلا یا بغیر شادی کے ہی اس کی کوئی گرل فرینڈ ہوئی اور اگر وہ یہاں کے کلچر کے مطابق اس کے ساتھ رہتا ہو تو؟"

عمل کا لہجہ آخری جملے تک کمزور ہو گیا تو جعفر بھائی بھی ٹھنڈے پڑتے ہوئے کہنے لگے۔

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن یہ سب کیسے پتا کیا جاسکتا ہے، اس کے آفس میں میرا کوئی جاننے والا نہیں، جس کے ذریعے میں یہ ساری انفارمیشن نکلوالوں۔

ایسے ہی کسی سے پوچھنے کھڑا ہو جاؤں گا تو وہ کچھ بتائے گا نہیں، بلکہ کسی کو کچھ پتا بھی نہیں ہوگا جو بتا سکے۔

دیکھنے اور بات کرنے میں تو وہ ایک سلجھا ہوا پڑھا لکھا انسان لگ رہا ہے، آگے لڑکی کا اپنا نصیب بھی ہوتا ہے۔

پاکستان میں ارینج میرج بلکہ لو میرج میں بھی دھوکے ہو جاتے ہیں۔

یہاں کا تو سب کچھ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے، اتنی بڑی فرم میں اتنی بڑی پوسٹ پر ہے، یقیناً ذہین اور محنتی بھی ہوگا۔

یہ کوئی پاکستان نہیں ہے جہاں سفارش سے سب کچھ مل جائے، یہاں جان مارنی پڑتی ہے، اتنا کچھ اچیو کرنے میں۔" عمل کو ان کا ہر بات میں پاکستان سے موازنہ کرنا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ مگر وہ صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

لیکن اسے خاموش دیکھ کر وہ خود ہی تھوڑی دیر بعد قدرے بہتر لہجے میں پوچھنے لگے۔

"کیا تم اب بھی مطمئن نہیں ہوئی ہو اس رشتے سے۔" ان کے سوال پر وہ خود سوچ میں پڑ گئی۔

گلفام بلاشک و شبہ اسے پسند آیا تھا، لیکن کہیں کوئی چیز تھی جو اسے کھٹک رہی تھی، لیکن وہ کیا چیز تھی یہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"کیا تم ابرار سے یہ کہنے والی ہو کہ یہ شادی روک دی جائے۔" جعفر بھائی نے اس کی خاموشی کا مطلب اخذ کرتے ہوئے کہا تو عمل چونک گئی۔

"یہ میں نے کب کہا؟"

"I am not stupid i can understand it." جعفر بھائی نے اسٹیرنگ گھماتے ہوئے موڑ کاٹا، اب ایک بار پھر عمل کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا بولے تو وہ خود ہی کہنے لگے۔

"یہ شادی بہت جلدی میں طے پائی گئی ہے۔ فوراً ہی رشتہ طے کرکے فوراً ہی تاریخ رکھ دی، وہ بھی ایک مہینے بعد کی۔ ورنہ میں نے تو ابرار سے کہا تھا کہ تم ایک دفعہ خود آکر مل لو، اگر کل کلاں کچھ ہوگیا تو میں مشکل میں آجاؤں گا۔ Eve ryone will blqme me لیکن ابرار کے پاس ٹائم ہی نہیں ہے، وہ تو کہہ رہا تھا وہ مرزا صاحب (گلفام کے والد) کو بھی زیادہ نہیں جانتا صرف کاروباری واقفیت ہے۔

اس نے ان کے منہ سے ان کے بیٹے کی بہت تعریفیں سنی تھیں تو جب انہوں نے رشتے کی بات کی ابرار اسی وقت نیم رضامند ہو گیا تھا۔

مجھے بھی اس نے بس رسمی سا فون کیا تھا، بس ایک بار جا کر گلفام کو دیکھ لینے کے لیے۔

میں گیا مجھے وہ کافی چھالگا میں نے ابرار کو فون کر کے بتا دیا اور اس نے فوراً ہی ہاں کردی۔ اسی لیے مجھے نہیں لگتا کہ اگر بغیر کسی ٹھوس وجہ کے تم ابرار سے انکار کرنے کو کہو گی تو وہ منع کر دے گا۔

ہاں اگر کوئی خامی تم نے ایسی دیکھی ہو تو ضرور ابرار غور کرتا۔ مگر۔۔۔

I hope you understand what i mean" جعفر بھائی کہتے چلے گئے۔

نمل بڑے دھیان سے انہیں سنتی رہی پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"گلفام بھائی واقعی اچھے ہیں میرا وہاں جا کر انکار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" نمل نے واضح طور پر جعفر بھائی کے چہرے پر اطمینان اترتے دیکھا تھا۔

واقعی ابرار بھائی نے ان پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی تھی اب اگر نمل واپس جا کر گلفام کے بارے میں کوئی منفی بات کہتی تو الزام تو سارا جعفر بھائی پر ہی آنا تھا کہ شادی میں اتنا کم وقت رہ گیا اور ابرار بھائی کو انکار کرنا پڑا۔

اور پھر واقعی اس کے پاس کوئی ٹھوس وجہ تو نہیں تھی وہ بھی رومیلہ کی طرح بس دل نہیں مان رہا۔ تو نہیں کہہ سکتی تھی خاص طور پر رومیلہ کے سامنے جو صرف اس کی رائے کی منتظر تھی۔

چنانچہ اس نے ابھی سے اپنا ذہن تیار کرنا شروع کر دیا کہ جو بھی ہو رہا ہے صحیح ہو رہا ہے تاکہ رومیلہ کے سامنے وہ بالکل مطمئن چہرے کے ساتھ جا سکے۔

اور یہ سب کرتے ہوئے اسے زیادہ محنت بھی نہیں کرنی پڑی ہوٹل واپس آ کر شام تک ہی وہ کافی پرسکون ہو گئی تھی بلکہ رومیلہ کو چھیڑنے کے طریقے بھی سوچ لیے تھے۔

جعفر بھائی کہہ گئے تھے کہ وہی اسے ایئر پورٹ چھوڑ دیں گے۔ لہٰذا وہ اس طرف سے بھی مطمئن ہو گئی تھی۔

جعفر بھائی نے واقعی اس کی بہت مدد کی تھی ورنہ یہاں آتے ہی فوری طور پر تو وہ بہت پریشان ہو گئی تھی۔

رات میں ایئر پورٹ پر ان سے الوداع ہوتے ہوئے اس نے بڑے دل سے ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کن الفاظ میں آپ کو بتاؤں میں یہاں آ کر کتنی پریشان ہو گئی تھی بھابھی سے بھی میں نے جو کچھ کہا شاید وہ سب اسی پریشانی میں کہہ دیا تھا۔

میں یہ تو نہیں کہوں گی کہ جو انہوں نے کہا تھا وہ ٹھیک تھا مگر مجھے ایسے ری ایکٹ نہیں کرنا چاہیے تھا آپ میری طرف سے ان سے شرمندگی کا اظہار کر دیجیے گا میں انہیں فون کر کے پریشان نہیں کرنا چاہتی۔" نمل کے مشکور لہجے پر وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے رہے پھر بڑے عجیب سے انداز میں بولے۔

"پاکستان ذرا ذہنی طور پر تیار ہو کر جانا ہو سکتا ہے۔ تمہیں وہاں لوگوں کا شدید رد عمل دیکھنے کو ملے۔"

"کیا مطلب؟" نمل کو سمجھ نہیں تو وہ گردن ہلاتے ہوئے ایسے ادھر ادھر دیکھنے لگے جیسے سمجھ میں نہ آرہا ہو جو کہنا ہے وہ کن الفاظ میں کہیں۔

"آپ سے ابرار کا فون آیا تھا۔ وہ بہت زیادہ غصے میں تھے۔" وہ کہتے کہتے رک گئے نمل یک ٹک سوالیہ انداز میں انہیں دیکھے گئی۔

"ثمرین نے ابرار کو فون کیا تھا اور تمہارے لیے بہت سخت الفاظ استعمال کیے تھے۔ تو obviously ابرار بہت زیادہ بھڑک اٹھا۔

مجھے بھی اس نے فون پر کافی کچھ سنا دیا۔"

"کیا کہا آپ کو؟" نمل کو ایک شاک سا پہنچا تھا۔ ثمرین کی زبان کتنی خراب تھی وہ دیکھ ہی چکی تھی پتا نہیں اس نے ابرار بھائی سے کیا کیا کہہ دیا ہو گا۔

"وہ چھوڑو لیکن اسے تمہارے یہاں محض گلفام سے ملنے آنے پر سخت غصہ ہے۔" وہ پہلو تہی کرتے ہوئے بولے تو نمل اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا کہا انہوں نے آپ کو۔"

"اتنا کچھ غلط نہیں کہا اس نے غلطی تو میری واقعی ہے کہ میں نے سوچا جیسے میری سوچ صاف ہے ایسے دوسروں کی بھی ہو گی۔

اس نے وہی پوچھا تھا کہ میں تمہیں اپنے گھر کیوں لے کر گیا جب میں گھر پر اکیلا تھا۔" نمل ششدر سی انہیں دیکھے گئی۔

کیسی کاٹ تھی اس ایک سوال میں۔ جب یہ سوال اس کے سامنے دہرایا جائے گا تو وہ کیسے برداشت کرے گی۔

"تم فلائٹ میں بیٹھ چکی تھیں اب میں ابرار کو کیا بتاتا کہ میری بیوی کی نائٹ ڈیوٹی ہے اور اتنی رات گئے تمہیں ایئر پورٹ سے پک کر کے کسی ہوٹل میں چھوڑ آتا۔

اگر ثمرین نے وہ سب نہ کہا ہوتا اور تم خود جانے کی خواہش ظاہر نہ کرتیں تو میں اب بھی تمہیں ہوٹل نہ بھیجتا۔"

جعفر بھائی وضاحت دینے والے انداز میں بولے وہ تو جیسے سکتے کے عالم میں کھڑی تھی کچھ بھی بولنے کے قابل نہیں تھی۔

"تمہاری فلائٹ کا اناؤنس منٹ ہونے والا ہے تمہیں اب جانا چاہیے۔" جعفر بھائی نے اسے چونکاتے ہوئے کہا تو وہ انہیں اللہ حافظ کہے بغیر مشینی انداز میں جانے کے لیے مڑ گئی۔

اسے لگ رہا تھا اس کے قدم اس کا ساتھ نہیں دے رہے کتنا بڑا الزام تھا جو اس پر لگ گیا تھا۔

ابرار بھائی کس قدر غصے میں ہوں گے اس کا اسے بخوبی اندازہ تھا اگر اس کا فون کام کر رہا ہوتا تو وہ اسے تار تار کر رکھ دیتے۔

اسی لیے انہوں نے اپنی بھڑاس جعفر بھائی پر نکالی تھی لیکن اسے یقین تھا انہوں نے صرف اتنے پر ہی بس نہیں کیا ہو گا بلکہ عظمت خلیل کو بھی فون کھڑکا دیا ہو گا۔ جس کے بعد عظمت خلیل نے ہمیشہ کی طرح اپنے اندر کی ساری کھولن رشیدہ پر الٹ دی ہو گی۔

رشیدہ کا خیال آتے ہی وہ ایسے تیز تیز قدموں سے اندر کی طرف بڑھنے لگی جیسے اس کے تیز چلنے سے جہاز بھی اسے تیزی سے اس کی ماں کے پاس پہنچا دے گا۔

اور پھر سارے راستے اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلتے رہے وہ اچھی خاصی تھکی ہوئی تھی پھر بھی اتنے لمبے سفر میں وہ ذرا سی دیر کے لیے بھی نہیں سو سکی اس کی زبان پر بس ایک ہی دعا تھی۔

"اللہ تعالیٰ پلیز ابو امی کو کچھ نہ کہیں اے میرے پروردگار میری ماں کو میری وجہ سے کچھ سہنا نہ پڑے۔"

بس کچھ ایسا کر دے کہ وہ کسی اور طرف متوجہ ہو جائیں اور میری ماں ان کے عتاب کا نشانہ بننے سے بچ جائے۔

یہ دعا مانگتے مانگتے اس کی پلکیں تک بھیگ گئی تھیں۔ مگر زبان خشک نہیں ہوئی تھی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

☆ ☆

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گری

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی' جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے.... وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ' سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے.... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم' ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے' اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔

۱۷

سترہویں قسط

خرم بڑی شدت سے اپنے والدین کے واپس آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے یہ تو یقین تھا کہ مسز فرقان کو نمل ضرور پسند آجائے گی' ایک تو اس لیے کہ اس نے ان کے سامنے اپنی بے تحاشا پسندیدگی کا اظہار کر دیا تھا اور وہ بیٹے کی کسی خواہش کو رد نہیں کرتے تھے۔

دوسرے یہ کہ نمل واقعی ایسی ہی تھی کہ اسے دیکھتے ہی پسند کر لیا جائے' اس کے صرف نین نقش خوب صورت نہیں تھے بلکہ اس کے چہرے میں بلا کی کشش تھی کہ دیکھنے والا خود کو اس کی جانب کھنچتا ہوا محسوس کرے۔

اس لیے اپنے والدین کی طرف سے تو وہ کافی حد تک بے فکر تھا۔ البتہ اسے نمل کے گھر والوں کا جواب جاننے کی جلدی تھی اور اس سے بھی زیادہ خود نمل کا رد عمل کے متعلق سوچ سوچ کر وہ متجسس ہو رہا تھا۔
پتا نہیں رومیلہ نے کن الفاظ میں خرم کی بات اس تک پہنچائی ہوگی' وہ سب سن کر اگر نمل نے یقین نہیں بھی کیا ہوگا تو بھی اب اس کے والدین کو اپنے گھر پر دیکھ کر وہ اس کی باتوں پر ایمان ضرور لے آئی ہوگی۔
اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ خود بھی ساتھ چلا جائے اور نمل کے تاثرات خود اپنی آنکھوں سے دیکھے۔
مگر ایک تو فرقان حسن اور مسز فرقان نے اسے چلنے کے لیے کہا ہی نہیں اور اس سے پہلے کہ وہ خود ہی ڈھیٹ بن کر کہتا مسز فرقان نے اپنے بولنے کی عادت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہوئے خود ہی اس پر باور کرا دیا کہ اس کا فی الحال جانا مناسب نہیں' انہوں نے کہا تھا کہ۔۔۔۔

"میں تو اتنی بے چین ہو رہی ہوں کہ دل چاہ رہا ہے انگوٹھی بھی ساتھ ہی لے جاؤں اور خود ہی پہنا بھی دوں' کیونکہ خرم کا تو اس وقت جانا کسی بھی طرح سے ٹھیک نہیں' ایک تو ہم ابھی لڑکی دیکھنے جا رہے ہیں اور تمہارے ڈیڈ نے انہیں کھل کر بتایا بھی نہیں کہ ہم کس مقصد سے آ رہے ہیں۔
نمل کو تو بے شک تم بتا دو گے' مگر نمل سے کہنا ابھی گھر میں ذکر نہ کرے ہو سکتا ہے ہمارے ارادے کا پتا چلنے پر وہ غیر ضروری تواضع اور تکلفات میں پڑ جائیں۔
بلکہ عین ممکن ہے وہ ہمیں پھر کسی دن کے لیے ٹال دیں' جبکہ مجھے تو آج اور ابھی جانا ہے" ان کے جوش و خروش کو ظاہر کرتی لمبی سی تقریر سن کر خرم نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔
لیکن جیسے ہی وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے خرم صبر نہ کر سکا اور عین ان کے سر پر پہنچ گیا۔
"پھر کچھ بات بنی ڈیڈ۔" خرم کی اتنی بے قراری پر وہ دونوں ہی معنی خیز انداز میں مسکرانے لگے۔
"بتائیں نا۔" خرم چڑ گیا تھا ان کی مسکراہٹ کا مطلب سمجھتے ہوئے۔
"بھئی کیا بتائیں' اپنی بات ان کے آگے رکھ کر آگئے ہیں' اب کچھ دن تو لگیں گے نا انہیں سوچنے میں۔
بیٹی اتنی بھاری تو کسی پر بھی نہیں ہوتی کہ سنتے ہی ہاں کر دیں اور اگر زیادہ غور و فکر کرنے والے لوگ ہوئے تو مہینہ بھی لگ سکتا ہے۔" فرقان حسن نے ایک جان دار قہقہہ لگانے کے بعد کہا تو خرم صرف انہیں دیکھ کر رہ گیا۔
وہ دونوں جس قدر خوش نظر آ رہے تھے اس سے اتنا تو ظاہر تھا کہ وہاں جا کر انہیں مایوسی نہیں ہوئی' پھر بھی خرم نے ان کے چھیڑنے کی پروا کیے بغیر دو ٹوک پوچھ لیا۔
"اور نمل کیسی لگی آپ دونوں کو۔" اب کی بار وہ دونوں جواب دینے کی بجائے اسے گھورنے کے انداز میں دیکھنے لگے۔
"کیا ہوا؟" خرم کچھ ٹھٹک سا گیا۔
"فرض کرو اگر ہم کہہ دیں کہ بالکل اچھی نہیں لگی تو کیا تم اسے چھوڑ دو گے۔" مسز فرقان نے تھوڑا ڈپٹنے والے انداز میں کہا۔

"جی۔" خرم کی سمجھ میں نہ آیا کیا جواب دے' اسے پریشان دیکھ کر مسز فرقان کھلکھلا کر ہنس دیں اور کہنے لگیں۔
"اتنا ٹینس ہونے کی ضرورت نہیں' تمہاری پسند یقیناً" اچھی ہی ہوگی' لیکن افسوس کی بات ہے کہ نمل سے ملاقات نہیں ہو سکی' وہ گھر پر ہی نہیں تھی۔
کیا تم نے اسے بتایا نہیں تھا ہماری آمد کے متعلق۔"
"آں۔۔۔ وہ۔" ابھی خرم سوچ ہی رہا تھا کیا جواب دے کہ فرقان حسن بول پڑے۔
"بتایا بھی ہوتا تو بھی نمل شاید نہ رکتی' اس کے گھر کا ماحول کافی پوزیسو ہے۔
مجھے تو جیسے ہی عظمت خلیل کی ذہنیت کا اندازہ ہوا میں نے فوراً" اس رشتے کو تمہاری یک طرفہ پسند ظاہر کر دیا۔"
یہ کہہ کر فرقان حسن نے نمل کے گھر پر ہوئی تمام گفتگو کا احوال خرم کو سنا دیا اور آخر میں کہنے لگے۔
"نمل نے تمہارا کوئی ذکر نہیں کیا ہے گھر میں اور مجھے لگتا ہے عظمت خلیل اس معاملے میں اس کی رائے کو زیادہ اہمیت بھی نہیں دیں گے' حالانکہ انہوں نے کہا تو ہے کہ سب سے مشورہ کروں گا۔
مگر جو تاثرات میں نے ان کے چہرے پر دیکھے ہیں اس سے لگتا نہیں کہ ایسا ہوگا۔" فرقان حسن کا مشاہدہ کافی اچھا تھا اور کیوں نہ ہوتا اتنا بڑا بزنس چلا رہے تھے' طرح طرح کے لوگوں سے ملتے تھے۔
خرم ان کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا تھا تو وہ اسے سنجیدہ دیکھ کر ماحول خوش گوار بناتے ہوئے کہنے لگے۔
"نمل کو متاثر کر لینا کافی نہیں ہے' عظمت خلیل کا دل تمہیں الگ جیتنا ہوگا' گھر میں اپنا حلیہ ہر وقت اچھا رکھا کرو' ہو سکتا ہے وہ بھی ہماری طرح بغیر بتائے چھاپہ مار دیں۔" ان کے شوخ انداز پر خرم خود کو مطمئن ظاہر کرنے کے لیے زبردستی مسکرا دیا۔
اصل میں وہ یہ سوچنے لگا تھا کہ عظمت خلیل کا نمل کی رائے لینا اس کے حق میں بہتر ہے یا نہ لینا۔
عظمت خلیل کا فوری طور پر اس رشتے کے بارے میں کچھ بھی سوچنے کا ارادہ نہیں تھا۔ ایک طرح سے ان کے پاس اتنا فالتو وقت نہیں تھا کہ نمل کے لیے آئے رشتوں پر غور و غوض کرتے اور پھر ان کے پیچھے معلومات کراتے پھرتے۔
انہیں ہزار کام تھے جو ان کی نظر میں نمل کی شادی سے زیادہ اہم تھے۔ نمل کی شادی کا کیا تھا وہ تو کبھی بھی ہو سکتی تھی۔
البتہ رشیدہ کو کافی تجسس تھا کہ عظمت خلیل نے اس رشتے کے متعلق کیا سوچا ہے۔ حالانکہ انہیں یہ بھی اندازہ تھا کہ عظمت خلیل نے فی الحال اس پروپوزل پر غور بھی نہیں کیا ہوگا۔ مگر پھر بھی انہیں بے چینی سی ہو رہی تھی۔
ایک تو ماں ہونے کی حیثیت سے بیٹی کے لیے پھیلایا گیا ہر دست سوال ان کے لیے اہم تھا' دوسرے یہ کہ انہوں نے نمل کے منہ سے خرم کا ذکر سنا تھا۔
حالانکہ نمل نے ہمیشہ اس کی برائی میں بات کی تھی۔ مگر رشیدہ کے دل میں خرم کے لیے کوئی میل نہیں تھا۔ وہ تو نمل کے غصے کو بھی اس کا جذباتی پن کہتی تھیں۔ (وہ خرم کی بہت ساری باتوں سے واقف نہیں تھیں جیسے کہ دوستوں کے ساتھ نمل سے فلرٹ کرنے کی شرط لگانا یا نمل کو چھیڑنے کے لیے غنڈے وغیرہ بھیجنا کم از کم نمل تو یہ ہی سمجھتی تھی کہ سب خرم نے کیا ہے' مگر اس نے رشیدہ کے پریشان ہونے کے خیال سے انہیں ان باتوں کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ ورنہ ان سے ہر بات ڈسکس کرنا اس کی عادت تھی)
مگر ہزار ہا بے چینی کے باوجود وہ عظمت خلیل سے کچھ پوچھ نہ سکیں۔ ایک تو ویسے ہی ان سے بات کرنا رشیدہ

کے لیے سوہان روح تھا اور اب تو جب سے نمل کینیڈا آئی تھی وہ ہر وقت ہری مرچیں چبا رہے ہوتے تھے' یہ تو شکر تھا کہ وہ اتنے مصروف رہتے تھے کہ انہیں کھل کر غصہ کرنے کا بھی موقع نہیں ملتا تھا۔ مگر وہ جتنی دیر بھی گھر میں رہتے رشیدہ کی جان عذاب کیے رہتے' ان کی کوشش ہوتی وہ ان کے سامنے کم سے کم جائیں' مگر وہ ان کی ذات سے لاپروا بھی نہیں ہو سکتی تھیں' اپنی خدمت گزار فطرت کے باعث ملازموں کی موجودگی میں بھی ان کی کوشش ہوتی کہ ان کا کام خود کریں۔

نمل ان کی اس عادت پر چڑتی بھی تھی' مگر ان میں فرق نہیں آتا تھا' اس وقت بھی وہ عظمت خلیل کی چائے ان کے سامنے رکھ رہی تھیں' جب ان کا موبائل بج اٹھا۔

"اتنی صبح صبح ابرار کا فون۔" عظمت خلیل نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا تو رشیدہ بھی چونکی ہو کر انہیں دیکھنے لگیں۔

ان کا دل تو ویسے ہی ہر وقت خوف زدہ رہتا تھا' اب بھی کسی انہونی کا سوچ کر وہ پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گئیں' جو فون ریسیو کر کے کہہ رہے تھے۔

"ہیلو۔ ہاں... وعلیکم السلام... ہاں' ہاں گھر پر ہوں' ابھی آفس کے لیے نکل رہا تھا' آخر کیا بات ہے۔" وہ ایسے لٹھ مار انداز میں جواب دے رہے تھے جیسے دوسری طرف ابرار بڑی تیزی سے ان سے ایک کے بعد ایک سوال کر رہا ہو۔

"ماموں بات جو ہے وہ اتنی شرمناک ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کیسے بتاؤں۔" ابرار نے سلام بھی اتنے غصے بھرے انداز میں کیا تھا کہ عظمت خلیل ٹھٹک گئے تھے۔ اب اس کے منہ سے ایسی بات سن کر تو وہ فوراً ازحد گمبھیر لہجے میں پوچھنے لگے۔

"کیا بات ہے ابرار' اب کیا کر دیا ہے نمل نے۔" رشیدہ کی سانس رک گئی تھی' ان کے جملے اور جملے کی طرز ادائیگی پر۔

"ماموں نمل وہاں صرف اور صرف کلثوم سے ملنے اور اسے دیکھنے گئی ہے۔" ابرار نے ایسے بتایا جیسے یہ سن کر عظمت خلیل چونک اٹھیں گے۔

مگر عظمت خلیل نے کسی قسم کے رد عمل کا مظاہرہ نہیں کیا' وہ تو ابرار کا تنفس دیکھتے ہوئے اس کی پوری بات سننے کے منتظر تھے۔ جو اصل بات سے ہٹ کر نمل کی تعریف میں رطب اللسان ہو گیا تھا۔

"آخر وہ اتنی بڑی کب سے ہو گئی کہ بڑوں کے فیصلوں کو دیکھنے اور پرکھنے نکل پڑی' کیا ثابت کرنا چاہ رہی ہے نمل یہ سب کر کے' آخر میں نے یہ فیصلہ کچھ سوچ کر ہی کیا ہو گا رومیلہ میری بہن ہے کوئی سڑک سے اٹھائی ہوئی لے پالک نہیں۔

لیکن نمل نے آپ سے ذکر تک کیے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھا لیا کیا سمجھتی ہے وہ خود کو۔"

"مجھے تو پتا ہے۔" عظمت خلیل کو اس کی بات کاٹ کر بولنا پڑا۔

وہ بھلا یہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ کوئی انہیں نیچا دکھائے' بھلے ہی نمل کے جانے کی وجہ انہیں بھی اس کے جانے کے بعد پتا چلی تھی اور انہیں بھی سخت بے عزتی کا احساس ہوا تھا' مگر یہ بات دوسروں کو کیوں پتا چلے کہ ان کی اولاد ان کی اجازت کے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھا سکتی ہے اس طرح تو ان کی اور سبکی ہو جائے گی۔

اب یہ کہہ کر انہوں نے اپنا بھرم تو رکھ لیا تھا۔ مگر ابرار کا دماغ بالکل ہی گھوم گیا' وہ تو چلا پڑا۔

"کیا؟ آپ کو پتا تھا؟

تو یعنی وہ آپ کی اجازت سے وہاں گئی ہے' مجھے یقین نہیں آ رہا ماموں' آپ اتنے بے غیرت کیسے ہو گئے۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو ابرار۔" عظمت خلیل جلال میں آتے ہوئے بولے' مگر ابرار پر اثر نہ ہوا وہ ان سے

بھی زیادہ طیش میں آتے ہوئے بولا۔

"میں زبان سنبھال کر بات کروں؟ میں... ارے ماموں آپ کو نمل کو سنبھال کر رکھنے کی ضرورت ہے میرے دوست کی بیوی نے فون کر کے نمل کے بارے میں جو بتایا ہے نا اسے سن کر تو دل چاہ رہا ہے اسے گولی مار دوں۔"

"آخر ایسا کیا ہو گیا؟" عظمت خلیل کا سرخ ہوتا چہرہ رشیدہ کے ہاتھ پاؤں پھلا رہا تھا۔

"ارے رہنے دیں ماموں آپ تو اتنے آزاد خیال ہو گئے ہیں کہ شاید نمل کی اس حرکت کا سن کر بھی آپ کہہ دیں گے مجھے پتا ہے۔"

"ابرار تمیز سے بات کرو اور صاف صاف کہو کیا کیا ہے نمل نے۔" عظمت خلیل چیخ کر بولے۔

"نمل وہاں جا کر میرے دوست کے ساتھ اتنی بے تکلف ہو گئی ہے کہ اس کی بیوی گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ وہ فون پر اتنا رو رہی تھی کہ میں تو آپ لوگوں کو خاندانی سمجھتی تھی' عزت دار اور شریف گھرانوں کا سمجھتی تھی اور آپ کی کزن نے آتے ہی میرے شوہر کو اپنی اداؤں کے جال میں پھنسا لیا ہے کہ وہ اس کے پیچھے بھی اس کی حمایت میں بول رہے ہوتے ہیں۔

جعفر کو تو میں نے فون کر کے خوب ہی سنائی ہے' میں اسے کیا سمجھتا تھا اور وہ کیا نکلا۔ لیکن... لیکن نمل کو قابو میں رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔" عظمت خلیل بے یقینی سے ابرار کی بات سنے گئے۔

یہ بات نہیں تھی کہ انہیں اپنی بیٹی پر بڑا مان تھا یا بھروسہ تھا' لیکن انہیں لوگوں کی پہچان کافی تھی' اسی لیے نمل سے کئی نظریاتی اختلاف ہونے کے باوجود انہیں اتنا ضرور یقین تھا کہ وہ کافی اصولی قسم کی لڑکی ہے اور اس قسم کے خرافات میں نہیں پڑتی۔

خرم اس کے ساتھ پڑھتا تھا' پھر بھی انہوں نے فوراً یقین کر لیا تھا کہ یہ خرم کا یک طرفہ فیصلہ ہے' کیونکہ اپنی تربیت پر بھروسہ نہ سہی (جو کام کبھی انہیں اس پر بھروسہ کیا کرتے) اپنے تجربے پر انہیں بڑا مان تھا اور نمل اور اس کی ماں کے لیے ان کی حتمی رائے یہ تھی کہ چاہے انہیں عادی پھٹکار دیا جائے مگر یہ خاندانی اقدار کی پاس دار ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتیں جو انہیں ان کی نظروں میں گرا دے۔

ایسے میں نمل کے لیے یہ کہنا کہ اس نے ایک شادی شدہ مرد اور ایک بچے کے باپ کو اداؤں کے جال میں پھانس لیا ناقابل یقین تھا۔

"تمہارے دوست کی بیوی کو کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو گی۔ ورنہ..."

"ماموں بس کریں جو میں نے سنا ہے نا اسے سنانے اور سننے کے لیے پتھر جیسا کلیجہ چاہیے۔

میرے دوست کی بیوی ڈاکٹر ہے اس کا دماغ خراب نہیں ہے۔ جو بلا وجہ ایسی باتیں کرے کچھ دیکھا ہے۔ اس نے تب ہی ایسا کہہ رہی ہے۔"

"ابرار میرے ضبط کو مت آزماؤ' اتنی بکواس کرنے کی بجائے صاف صاف بتاؤ ہوا کیا ہے۔" عظمت خلیل بری طرح تپ کر بولے تو دوسری طرف ابرار بھی بھناتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"نمل جب جعفر کے ساتھ ایئرپورٹ سے گھر گئی ہے تو اس کی فیملی گھر پر موجود نہیں تھی' پوری رات دونوں گھر میں اکیلے رہے ہیں۔"

عظمت خلیل کو لگا کوئی بم ان کے سر پر پھٹا ہو اتنا زوردار دھماکا تھا کہ وہ سر سے پیر تک ہل گئے تھے۔

"اب آپ خود بتائیں یہ سب بھلا کون سی عورت برداشت کرے گی۔ اگلے دن جب وہ اپنی ڈیوٹی سے واپس آئی تو اس نے جعفر اور نمل میں اتنی بے تکلفی اور دوستانہ انداز دیکھا کہ وہ بھڑک اٹھی۔

ایسے میں بجائے اس کے کہ نمل کچھ شرمندہ ہوتی اس سے معافی مانگتی وہ اسے ہی باتیں سنانے لگی۔

وہ بے چاری روتی ہوئی گھر چھوڑ کر چلی گئی' مگر جعفر کے سر پر نمل کا جادو اتنا چڑھا ہوا تھا کہ اس نے بیوی کو روکا تک نہیں۔" عظمت خلیل کے کان ایسے جھنجھنا رہے تھے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

مگر ابرار ان کی حالت کا اندازہ لگائے بغیر نان اسٹاپ بولے جا رہا تھا۔

رشیدہ تو دم بخود کھڑی عظمت خلیل کو دیکھ رہی تھیں جن کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ وہ یہ تو سمجھ گئی تھیں کہ ابرار' نمل کے متعلق کچھ کہہ رہا ہے' کچھ ایسا جو بہت برا اور غلط ہے' لیکن جو ابرار کہہ رہا تھا وہ رشیدہ کے گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی۔

"جب سے میں نے یہ سب سنا ہے میرا دل چاہ رہا ہے خودکشی کرلوں' آخر نمل ہم سب کی عزت ہے۔ ماموں آپ نے ایک جوان بیٹی کو اتنی دور تن تنہا کیا سوچ کر بھیجا تھا۔ یہ دیکھنے کہ گلفام' رومیلہ کے قابل ہے یا نہیں۔

اب آپ خود سوچیں کیا نمل کسی کے قابل رہی ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم یہ بھی فرض کرلیں کہ ان دونوں کے بیچ کچھ نہیں ہوا تو نمل کا رویہ اس سوچ میں حائل ہو رہا ہے۔

جعفر کی بیوی نے جب اتنا بڑا الزام اس پر لگایا تو اس میں سچائی تھی یا نہیں نمل کو خودداری کا تقاضا پورا کرتے ہوئے فوراً" واپس آجانا چاہیے تھا۔

مگر وہ بے شرم اور بے حیا تو ابھی تک وہیں رہ رہی ہے' جعفر کی بیوی گھر چھوڑ کر چلی گئی' مگر وہ جعفر کو چھوڑ کر نہیں آرہی۔" ابرار ایک سا چیخے جا رہا تھا۔

وہ تو نمل کا فون نہیں ملا تھا ورنہ اس سے بھی زیادہ گرے ہوئے الفاظ میں وہ نمل پر اپنی بھڑاس نکالتا۔

اس نے جعفر سے بھی ایسے ہی بات کی تھی اور اسے کچھ بولنے نہیں دیا تھا اور ویسے بھی جو کچھ جعفر نے کہا تھا ابرار نے اس پر کون سا یقین کیا تھا۔

جعفر نے اسے بتایا تھا اس کی بیوی کی عادت ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ کر گھر چھوڑ دینے کی۔ اس کی ان ہی حرکتوں کی وجہ سے اس نے اپنے بیٹے کو بورڈنگ بھیج دیا تھا۔ مگر ثمرین میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

ابھی بھی موڈ ٹھیک ہونے پر وہ خود ہی لوٹ آئے گی' اسے مہمان داری وغیرہ سے سخت چڑ ہے۔ اس نے یہ سارا ڈرامہ اس لیے کیا ہے تاکہ میں آئندہ کسی کو گھر نہ بلاؤں۔ ورنہ وہ خود بھی جانتی ہے کہ میں اس قسم کا نہیں ہوں کہ مجھ پر شک کیا جائے۔

اور نمل تو تب سے ہوٹل میں رہ رہی ہے۔ وہ بھی اس لیے کہ اسے سیٹ نہیں ملی۔ ورنہ وہ فوراً" واپس آجاتی' اب جو فلائٹ اسے ملی ہے اس میں دو دن لگ جائیں گے پاکستان پہنچنے میں۔

مگر ابرار نے اس کی ساری باتیں ان سنی کردی تھیں' وہ تو بس روایتی غیرت مند بھائی کی طرح بس نمل کو قتل کردینا چاہتا تھا۔

جبکہ عظمت خلیل کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا چاہ رہے ہیں' اتنی بڑی بات اپنی بیٹی کے متعلق سن کر بھی انہیں بیٹی کی فکر نہیں ہوئی تھی۔

کہ جانے ابرار کا وہ دوست کیسا آدمی تھا جو ان کی بیٹی کو اپنے خالی گھر میں لے گیا اور اتنا کچھ ہونے کے باوجود اب بھی اسے واپس نہیں آنے دے رہا۔

انہیں بس یہ تشویش تھی کہ اب ابرار سے ایسا کیا کہیں کہ ان کا دامن صاف ہوجائے۔

یہ تو وہ کہہ چکے تھے کہ نمل ان کی اجازت سے گئی ہے' اب اس بات سے تو مکر نہیں سکتے تھے' پھر کیا صفائی دیں کہ ان کا نمل کو بھیجنا کوئی غلط فیصلہ نہیں تھا۔

بہت سوچنے پر بھی جب ذہن کوئی اچھا بہانہ بنانے کے قابل نہیں ہوا تو انہوں نے جھنجلا کر — کچھ کہے بغیر فون بند کردیا اور اپنی بے بسی کو شدت سے محسوس کرتے تلملا کر کھڑے ہوگئے۔

رشیدہ جو فکرمندی سے انہیں ہی دیکھ رہی تھیں ان کے انداز دیکھ کر ڈر کے مارے کچھ پوچھ ہی نہ سکیں۔ مگر وہ سامنے ہی تو موجود تھیں عظمت خلیل کی جیسے ہی ان پر نظر پڑی ان کا چڑھا ہوا پارہ ہر حد پھلانگتا بالکل ہی ٹوٹ گیا۔

انہوں نے آگے بڑھ کر ایک زوردار تھپڑ رشیدہ کے منہ پر مارا تھا کہ رشیدہ وہیل چیئر پر ایک طرف کو لڑھ گئیں' اتنا زوردار ہاتھ تھا اور اتنے غصے میں اٹھا تھا کہ رشیدہ کا پورا جبڑا ہل گیا تھا۔

ایک تھپڑ مار کر عظمت خلیل کے احساس بے بسی میں ذرا سی کمی آئی تھی تو وہ خود کو تھوڑا بہتر محسوس کرنے لگے۔ ابرار کے سامنے بولنے کی جو صلاحیت سلب ہوگئی تھی۔ وہ دوبارہ بحال ہوگئی اور وہ رشیدہ پر برس پڑے اور ابرار کی کہی ایک ایک بات دہرانے لگے۔

رشیدہ ان کی بات سن کر سفید پڑ گئی تھیں' وہ زوردار تھپڑ اور عظمت خلیل کا شدید ترین غصہ کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا جو کچھ انہوں نے اپنی بیٹی کے لیے سنا تھا اسے سننے کے بعد ہر چیز ثانوی حیثیت اختیار کرگئی تھی۔

آج سے کئی سال پہلے جب وہ چلنے پھرنے سے معذور ہوگئی تھیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس وہیل چیئر کی محتاج ہوگئی تھیں۔

تب انہیں لگا تھا کہ زندگی میں اس سے بڑا نقصان اور کوئی نہیں ہوسکتا' اب آئندہ زندگی میں جتنے مسائل آئیں وہ سب اس ایک سانحہ کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوں گے۔

مگر آج اتنے سال بعد ان کی سوچ نے کروٹ لی تھی' آج جو صدمہ انہیں پہنچا تھا اس کے سامنے انہیں اپنی طویل عرصے کی اپاہج کی زندگی بھی کچھ نہیں لگ رہی تھی۔

پہلی بار عظمت خلیل کے چیخنے اور بگڑنے کا ان پر اثر نہیں ہو رہا تھا' بلکہ وہ سن ہی نہیں رہی تھیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں' ان کی آنکھوں کے سامنے اپنی بیٹی جو ان کی کل کائنات تھی اس کا چہرہ گھوم رہا تھا اور وہ بت بنی اسے دیکھ رہی تھیں۔

✡ ✡ ✡

وہ بت بنی اسے دیکھ رہی تھی اور رومیلہ اس کی کیفیت کو محسوس کرکے مسکرائے جا رہی تھی۔ آخر جب سنبل کچھ بولنے کی بجائے اسے دیکھے ہی گئی تب رومیلہ کو ٹوکنا پڑا۔

"اب واپس بھی آجاؤ' کب تک مراقبے میں رہوگی۔"

"کیا خرم نے خود تم سے یہ سب کہا تھا۔" وہ بے یقینی سے بولی۔

"تو پوری کہانی سننے کے بعد تم پوچھ رہی ہو کہ زلیخا مرد تھی یا عورت۔" رومیلہ نے سر پیٹنے والے انداز میں کہا' پھر قدرے شوخ ہوتے ہوئے بولی۔

"میں نے تو اسی وقت تمہیں فون کیا تھا۔ مگر موصوفہ اپنا موبائل چارج کیے بغیر کہیں رکھ کر بھول گئیں' تب مجھے آنٹی (سنبل کی والدہ) کو فون کرنا پڑا۔

اب ان سے یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ جس کے ڈر سے سنبل یونیورسٹی سے چھٹی کیے بیٹھی ہے اس لڑکے نے نمل سے شادی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ چنانچہ بس اتنا کہا کہ اس سے کہیں ضروری اسائنمنٹ ہے' کل چھٹی نہ کرے' بلکہ ہوسکے تو مجھے فون کرلے۔

لیکن تم تو بازار کے لیے نکلی ہو تو گھر آنا ہی بھول جاتی ہو' میں سمجھ ہی گئی تھی تم اپنی کزنز کے ساتھ گئی ہوگی اور

وہاں سے اتنی دیر میں واپسی ہوئی ہوگی کہ مجھے فون نہیں کر سکیں' اسی لیے جب صبح تمہارا فون آیا تو میں نے سوچا اب سب کچھ تمہیں روبرو ہی بتاؤں گی۔

اللہ کا شکر ہے کہ تم اپنے خوف پر قابو پا کر آگئیں۔" رومیلہ کہتی چلی گئی۔

"میں نے کوئی قابو وابو نہیں پایا ہے' امی نے زبردستی بھیج دیا کہ بہت چھٹیاں کرنے لگی ہو رومیلہ نے کسی ضروری اسائنمنٹ کا ذکر کیا ہے' تمہیں جانا پڑے گا۔

اور تب مجھے پتا چلا کہ تم کتنی بہادر ہو' تم نے کہا تھا کہ میں جارہی ہوں اور تم واقعی چلی بھی گئیں۔

مجھے تو لگ رہا تھا تم اپنا ارادہ بدل لوگی' خیر وہ سب چھوڑو۔

یہ بتاؤ کیا خرم نے واقعی یہ ہی الفاظ کہے تھے' جو تم نے بتائے ہیں۔" سنبل ابھی تک بے یقین تھی۔

"کیا ہو گیا بھئی' سب کچھ لفظ بہ لفظ بتا تو دیا ہے۔ حیرت تو مجھے بھی ہوئی تھی' لیکن پھر لگا کہ یہ بات تو میں نے بہت پہلے ہی نوٹ کرلی تھی۔" رومیلہ مسکرائی' اسے مطمئن دیکھ کر سنبل بھی شاک سے باہر آنے لگی۔ اچانک ہی چھم سے خرم اور نمل ایک ساتھ کھڑے اس کے ذہن میں آگئے تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

"ہوں کپل تو واقعی اچھا ہے' کافی سوٹ کر رہے ہیں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ۔"

"دھیرج میری بہن دھیرج۔ اتنا تیز دوڑنے کی ضرورت نہیں ہے' کیا پتا نمل مانتی بھی ہے یا نہیں۔" رومیلہ نے تسلی دینے والے انداز میں سرہلایا۔

"کیوں اسے کیا اعتراض ہوگا' اتنا تو چارمنگ ہے خرم۔ بس ایک بات پر غصہ تھا کہ اس نے نمل کے پیسے چرائے تھے تو وہ بھی اس نے کب کے واپس کر دیے۔"

"اب بغیر کسی تصدیق کے یہ یقین کرلینا کہ خرم نے ہی اس غنڈے کو بھیجا تھا۔ یہ تو ٹھیک نہیں ہے نا۔ ایسی بدتمیزی تو کوئی بھی کر سکتا ہے نا۔" سنبل جرح کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں وہ تو ہے' چلو کہیں اور چل کر بیٹھتے ہیں۔" رومیلہ کے اچانک کہنے پر سنبل چونک گئی' وہ دونوں اس وقت ڈیپارٹمنٹ کے باہر ایک چبوترے پر بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا' خیریت۔" سنبل نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہاں جو لڑکے کھڑے ہیں' وہ ہمیں دیکھ کر باتیں کر رہے ہیں۔" رومیلہ نے سنبل کی پشت کی طرف اشارہ کیا تو سنبل نے بے اختیار پیچھے مڑ کر دیکھا۔

وہ کسی دوسرے ڈیپارٹمنٹ کے لڑکے تھے۔ مگر ان کی نظریں یہیں مرکوز تھیں اور انداز ایسے تھے جیسے ان دونوں کے متعلق ہی بات کر رہے ہوں۔

سنبل اور رومیلہ دونوں ایک ساتھ کھڑی ہوگئیں اور اپنے ڈیپارٹمنٹ میں چلی گئیں' لیکن بہت جلد انہیں احساس ہوا کہ وہ جہاں سے بھی گزر رہی ہیں لوگ انہیں بغور دیکھنے لگتے ہیں اور کچھ لوگ تو فوراً "کھسر پھسر" بھی شروع کر دیتے ہیں۔

"یہ کیا ماجرا ہے۔" سنبل نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا تو رومیلہ لاعلمی کے اظہار کے طور پر محض کندھے اچکا کر رہ گئی۔

مگر کچھ ہی دیر میں ان پر سارا ماجرا کھل گیا' جب وہ پیریڈ اٹینڈ کرنے اپنی کلاس میں داخل ہوئیں تو کلاس کی لڑکیاں انہیں دیکھتے ہی ان کے اردگرد جمع ہوگئیں۔

"تم لوگوں کے ساتھ آج نمل نظر نہیں آرہی۔" ان کے انداز میں اتنا تجسس اور اشتیاق دیکھ کر وہ دونوں

ٹھٹک گئیں۔

"کیا اس نے بھی خرم کی طرح چھٹی کرلی۔" ایک لڑکی نے کہا تو سب ہنس پڑیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتیں ایک لڑکی بڑی سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"تم سب کا چہرہ تو کلیئر پہچاننے میں آرہا ہے، مگر وہ لڑکا کون ہے۔ جس نے نمل کو چھیڑا تھا، جس سے بھی بات کرو کوئی بھی اسے نہیں جانتا، وہ اس یونیورسٹی کا ہے بھی یا نہیں۔"

"پتا نہیں یار میں نے تو آج ہی اس ویڈیو کے بارے میں سنا ہے، دیکھی تو ہے نہیں جو کچھ بتا سکوں۔" ایک لڑکی بولی۔

"اور میں تو پتا نہیں کب دیکھ سکوں، میرے گھر میں تو کمپیوٹر ہے ہی نہیں۔" ایک اور نے یاسیت سے کہا۔

سنبل اور رومیلہ ہونق بنی ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔ جبکہ وہ سب ایک سا بولے جا رہی تھیں۔

"ویسے نمل نے خرم کو تھپڑ مار کر اچھا نہیں کیا۔"

"ہاں وہ تو ہے۔"

"ارے اس نے مارا سو مارا، لیکن یہ موی کس نے بنائی اور فیس بک میں بھی ڈال دی۔" اب تو رومیلہ اور سنبل کی حالت بری ہو گئی تھی، آخر رومیلہ نے ہی خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ۔۔۔ کیا باتیں کر رہی ہو ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ کون سی موی، کیسی موی۔"

"کمال ہے تم لوگوں کو کچھ پتا ہی نہیں یہاں تو کل شام سے تمام اسٹوڈنٹس کے آپس میں میسجز گھوم رہے ہیں تو یوں سمجھ لو ہمارے علاوہ دوسرے ڈیپارٹمنٹ تک یہ بات پہنچ چکی ہے۔" ایک حیرانی سے بولی۔

"جی ہاں رات کے ایک بجے جب میں نے کمپیوٹر لگایا ہے تب تک پچاس سے زیادہ اسٹوڈنٹس اس پر کمنٹس دے چکے ہیں۔" دوسری نے مطلع کرنا ضروری سمجھا۔

مگر رومیلہ اور سنبل کو بدستور ہونق بنا دیکھ کر آخر انہوں نے پوری بات شروع سے انہیں سمجھائی۔ جسے سننے کے بعد ان دونوں کے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

خرم پر شدید قسم کی بوریت سوار تھی وہ زندگی میں کبھی اس طرح منہ چھپا کر نہیں بیٹھا تھا۔

مگر اب جو صورت حال تھی اس میں وہ کسی کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے اپنا موبائل مستقل آف کر رکھا تھا تو نادر اور ہارون اس کے گھر آگئے اس سے ملنے کے لیے۔

انہوں نے اسے بتایا، اس واقعے کے بارے میں پوری یونیورسٹی کو پتا چل چکا ہے پہلے دن تو سب بیٹھے اسی موضوع پر بات کرتے رہے ہیں۔

لیکن خرم کی طرح نمل بھی تب سے نہیں آرہی اس کی دوستوں کا کہنا ہے کہ وہ ملک سے باہر گئی ہوئی ہے۔ مگر یونیورسٹی میں اس بات پر کسی نے بھی یقین نہیں کیا ہے، سب کا خیال ہے کہ وہ گھر میں منہ چھپائے بیٹھی ہے خرم کی طرح۔

یہ بات خرم کو کسی کاری ضرب کی طرح لگی تھی مگر وہ کر ہی کیا سکتا تھا اپنے ارادوں کے بارے میں اس نے تب بھی انہیں کچھ نہیں بتایا۔

وکی اور حمید بھی تیسرے دن اس سے ملنے آئے اور آکر خوب سنائی بقول ان کے وہ اس کی سوئی ہوئی غیرت کو جگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ان کے خیال میں خرم کو نمل سے بڑا سنگین قسم کا بدلہ لینا چاہیے تھا۔

ایک لمحے کو تو واقعی خرم کا بھی دل چاہا کہ ایسا ہی کوئی قدم اٹھا لے کیا وہ شرافت سے بیٹھا اس کے ماں باپ کے جواب کا انتظار کر رہا ہے کہیں ڈیڈ کے کہے کی طرح ان لوگوں نے جواب دینے میں مہینوں لگا دیے تو یونیورسٹی میں تو سب کو ایسا ہی لگے گا کہ اس نے چوڑیاں پہن رکھی ہیں اور کیا پتا اتنے انتظار کے بعد اس کے گھر والے انکار ہی کردیں اور وہ اپنی ہی نظر میں بالکل احمق بن کر رہ جائے۔

لیکن پہلے حمید اور وکی وغیرہ کے اکسانے پر وہ ایسا کر بھی گزرتا مگر اب جبکہ سب ہی اس تھپڑ کے بارے میں جان گئے تھے بلکہ live telecast دیکھ چکے تھے تو اب کوئی انتہائی قدم اٹھا کر بھی اس کا کھویا ہوا مقام نہیں مل سکتا تھا۔

نمل کی زندگی تباہ کردینے کے باوجود وہ اس داغ کو نہیں دھو سکتا تھا کہ ایک لڑکی نے اسے اس بری طرح دھتکار دیا۔

اب تو اسے ان سارے لوگوں کے سامنے کچھ ایسا کرنا تھا کہ اس کا وقار بحال ہو جائے۔

اور اس کی واحد صورت اس کے نزدیک یہی تھی کہ نمل کے ساتھ اس کی شادی ہو جائے مگر یہ سب اس کی خواہش کے مطابق ایک دن میں نہیں ہو سکتا تھا بلکہ قاعدے قانون کے مطابق کئی ہفتوں یا مہینوں میں ہونا تھا اور یہی چیز خرم کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

وکی اور حمید نے گھر آکر اس کا موڈ اور بھی خراب کر دیا تھا لہٰذا اسے ڈانٹ کر انہیں گھر سے نکالنا پڑا تھا وہ دونوں تو تھے ہی پیدائشی ڈھیٹ وہ بھی یہ کہتے اٹھ گئے۔

"نمل نے تھپڑ مارا دیا ہے تو ہم پر کیوں غصہ نکال رہے ہو چلو حمید چلتے ہیں۔ جا رہے ہیں ہم مگر زیادہ خوش مت ہونا کل پھر آئیں گے تمہاری جان نہیں چھوڑیں گے۔" وکی تپانے والے انداز میں کہتا حمید کے ساتھ چلا گیا۔

خرم بھنایا ہوا سا فرقان حسن کے سامنے پہنچ گیا جو اسی وقت آفس سے آئے تھے اور خاصے تھکے ہوئے لگ رہے تھے۔

"ڈیڈ عظمت خلیل نے کیا جواب دیا؟"

"کیا ہو گیا ہے خرم؟ ابھی دو دن پہلے ہی تو ہم ان کے گھر گئے ہیں تمہیں سمجھایا بھی تھا کہ ایسے معاملوں۔۔۔"

"مجھے نہیں سننا ایسے معاملوں میں کیا ہوتا ہے اور کیسے ہوتا ہے۔

مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ آپ انہیں روز فون کر کے جواب مانگیں گے تو وہ اس رشتے پر غور کریں گے۔"

خرم نے ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی درمیان میں کاٹ دی۔

"تم اتنے گرے پڑے نہیں ہو کہ ہمیں روز فون کر کے انہیں یاد دلانا پڑے۔

عظمت خلیل کو جب مناسب لگے گا وہ فون کر کے تم سے ملنے کی خواہش ظاہر کریں گے۔ جو بھی فیصلہ ہوگا تم سے ملنے کے بعد ہی ہوگا نا۔" فرقان حسن دانت پیس کر بولے۔

پہلے ہی وہ ان کا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا تھا مگر اس معاملے میں اس کی اتنی بے قراری انہیں جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی انہیں خرم سے اتنی جذباتیت اور بچکانہ رویے کی توقع نہیں تھی۔

"تو چلیں میں ابھی چل کر ان سے مل لیتا ہوں۔" خرم کا جواب انہیں سرتاپا سلگا گیا تھا اور یہ بات ان کے چہرے سے صاف ظاہر بھی ہو گئی تھی اسی لیے اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے مسز فرقان بیچ میں آگئیں۔

"آپ بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہیں بیٹھ جائیں۔ میں خرم سے بات کرتی ہوں۔

دیکھو بیٹے تمہارا اس طرح پہنچ جانا تو کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ ہاں اگر تمہیں اتنی ہی جلدی ہے تو عظمت خلیل سے فون پر بات کی جاسکتی ہے ہمارے اصرار پر تو انہیں خوشی ہوگی کہ ہم ان کی بیٹی کو اتنے شوق اور مان سے مانگ رہے ہیں۔" انہوں نے خرم سے نہیں بلکہ فرقان حسن سے کہا تھا مگر فرقان حسن کا موڈ دیکھتے ہوئے انہوں نے نظریں خرم کے چہرے پر رکھی ہوئی تھیں۔

مگر فرقان حسن بھی کوئی بے وقوف نہیں تھے۔ انہوں نے بیوی کو خرم کا حمایتی دیکھ کر قدرے مناسب لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"ایسی باتیں عورتیں کرتی ہوئی زیادہ اچھی لگتی ہیں تم نمل کی مدر کو فون کرلو۔"

"نہیں۔" مسز فرقان فوراً بولیں۔

"وہ تو مجھے بہت ہی مغرور لگی ہیں بھئی ہم پہلی دفعہ ان کے گھر گئے تھے اور ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگ رہے تھے انہیں کچھ میزبانی کے تقاضے پورے کرنے چاہیے تھے مگر وہ تو بات تک کرنے کی روادار نہیں تھیں۔" ان کے صاف انکار پر خرم، فرقان حسن کی شکل دیکھنے لگا جو کچھ بے بس سے نظر آرہے تھے مگر خرم نے ذرا مروت نہیں برتی بلکہ ہنوز انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا تو وہ انکار کرسکے نہ اقرار بلکہ بیچ کی راہ ہموار کرتے ہوئے بولے۔

"اچھا اچھا کرلوں گا کم از کم ایک دو دن تو گزرنے دو پھر میں فون کرلوں گا بلکہ دوبارہ ان کے گھر چلے چلیں گے نمل سے بھی تو نہیں ملے ہیں۔" وہ خرم کی بے چینی کو صرف اس کے دل کا معاملہ سمجھ رہے تھے جبکہ یہ اس کے لیے انا کا مسئلہ تھا۔

تبھی وہ ان کے منہ سے ایک دو دن والی بات سن کر اپنی ناراضی ظاہر کرتا اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔

فرقان حسن اس کی ضدی فطرت سے واقف تھے اسے جب کسی چیز کی جلدی ہوتی تو وہ کچھ نہیں سنتا تھا مگر یہ کوئی بازار میں رکھا اس کی پسند کا کھلونا نہیں تھا جو وہ ضروری میٹنگز کینسل کرکے اسے دلانے لے جاتے۔ یہاں معاملہ اس کی شادی کا تھا کسی کی بیٹی کی زندگی کا تھا۔ وہ سوچنے اور فیصلہ کرنے میں جتنا ٹائم لینا چاہتے انہیں دینا چاہیے تھا اور ابھی وقت ہی کتنا گزرا تھا محض دو دن۔

اسی لیے خرم کے خفا ہونے کے باوجود وہ اپنی بات پر قائم رہے بلکہ اسے پلٹتا دیکھ کر اسے قائل کرنے کے لیے بولے۔

"میں چاہ رہا ہوں ہم لوگ شفٹنگ جلدی کرلیں بلال اختر نے تو گھر خالی بھی کردیا ہے۔

وہاں جاکر دیکھنا ہے کہاں 'مینٹنس (مرمت) ہے کون کون سی نئی چیزیں خریدنی ہیں پرانے سامان میں کیا کیا لے کر جانا ہے۔

ابھی اتنا کام پڑا ہے پہلے ان سب چیزوں سے فارغ ہوجانا چاہیے شادی بیاہ کے معاملات تو سکون سے بیٹھ کر طے کیے جاتے ہیں۔" فرقان حسن کہتے چلے گئے مگر خرم رکے بغیر آگے بڑھتا رہا اور لاؤنج سے نکل کر کوریڈور میں مڑ گیا۔

فرقان حسن ایک نظر اپنی بیوی کو دیکھ کر رہ گئے جن کے چہرے پر ممتا بھری مسکراہٹ ابھری ہوئی تھی اپنے جوان جہان بیٹے کو چھوٹے سے بچے کی طرح منہ پھلائے دیکھ کر وہ صرف پیار بھرے انداز میں سرہلا کر رہ گئی تھیں

مگر کھانے کی میز پر یہ ممتا بھرا انداز تفکر میں بدل گیا جب ملازم نے آکر کہا۔

"خرم صاحب نے کھانے سے انکار کردیا اور بڑی سختی سے کہا ہے کوئی انہیں تنگ نہ کرے۔" وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھنے لگیں تو فرقان حسن نے روک دیا۔

"ابھی اس کے پاس مت جائیں اسے اور غصہ آجائے گا کل صبح بات کرلیجیے گا ابھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔" مسز فرقان زہر مار کر کھانا کھانے لگیں خود فرقان حسن کو خرم سے اتنی محبت تھی کہ اس کی ناراضی کا سوچ کر ان کے حلق سے بھی نوالہ نہیں اتر رہا تھا اس لیے جب صبح بھی اس نے ناشتے کی میز پر ملازم کے ہاتھ یہی جواب بھجوادیا تو فرقان حسن اٹھ کر اس کے کمرے میں آگئے۔ مسز فرقان بھی ان کے پیچھے پیچھے تھیں۔

خرم بستر پر آڑا ترچھا پڑا تھا انہیں دیکھ کر بھی اس کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا فرقان حسن نے بھی کوئی بات کرنے کی بجائے موبائل نکالا اور کال ملا کر بات کرنے لگے۔

"السلام علیکم عظمت صاحب۔" خرم ایک دم بستر پر اٹھ بیٹھا اور بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا جو بڑی شرمندگی سے کہہ رہے تھے۔

"میں معذرت چاہتا ہوں اتنی صبح صبح آپ کو پریشان کیا۔ لیکن کیا کریں صبر ہی نہیں ہو رہا تھا آپ نے تو ہماری جان سولی پر اٹکا رکھی ہے۔" وہ کہہ کر دوسری طرف کی بات سننے لگے۔

خرم اور مسز فرقان بغور ان کے چہرے کو دیکھ رہے تھے جہاں ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

"کیا؟" وہ تقریباً چیخنے والے انداز میں بولے تو خرم بستر سے اتر کر ان کے سامنے آکھڑا ہوا۔

فرقان حسن کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات تھے جیسے دوسری طرف سے وہ جو کچھ سن رہے ہوں انہیں اس پر یقین نہ آرہا ہو۔

مسز فرقان پریشان ہوکر ان کا بازو ہلانے لگیں تو وہ انہیں ہاتھ سے "صبر کرو" کا اشارہ کرکے دوسری طرف کی بات سنتے رہے پھر بہت سوچتے ہوئے اٹک اٹک کر بولے۔

"آں۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا میں آپ کو کیا جواب دوں۔۔۔ اصل میں۔۔۔ آں۔۔۔ اچھا میں آپ سے تھوڑی دیر بعد بات کرتا ہوں۔"

"اس میں سمجھ میں نہ آنے والی کون سی بات ہے آپ لوگ خود اپنی خوشی سے رشتہ لے کر آئے تھے پھر اب اگر میں فوراً شادی کی بات کررہا ہوں تو اس میں پریشانی کیا ہے۔" عظمت خلیل کا لہجہ بڑا سنجیدہ سا تھا اور کیوں نہ ہوتا ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو انہوں نے ابرار سے بات کی تھی۔

جو کچھ ابرار نے کہا تھا وہ کسی بھی غیرت مند باپ کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

عظمت خلیل بیوی اور بیٹی کے معاملے میں تو انتہائی درجے کے غیرت مند تھے اور پھر اس پر ان کی خود سر اور انا پرست 'ضدی فطرت!

بھلا ایک تھپڑ رشیدہ کو مارنے سے ان کی ان تمام عادتوں کا مداوا ہو سکتا تھا۔

بلکہ انہیں تو لگ رہا تھا وہ رشیدہ پر ابھی ٹھیک طرح سے برسے بھی نہیں۔ ابھی تو ان کی بھڑاس بھی نہیں نکلی تھی کہ فرقان حسن نے صبح ہی صبح انہیں فون کرلیا۔

ان کی آواز سنتے ہی جیسے عظمت خلیل کے ہیجان کو ایک رخ مل گیا انہوں نے بغیر خرم سے ملے بغیر اسے جانے اور اس کے بارے میں کوئی معلومات کرائے بغیر ہی ایک پل میں فیصلہ کرلیا۔

نمل کی شادی کرکے اس کے فرض سے سبکدوش ہونے کا نہیں! بلکہ اسے فوراً گھر سے چلتا کرکے اس کے بوجھ سے چھٹکارا پانے کا۔

وہ اگر رومیلہ کے لیے اتنی دور جاکر لڑکا دیکھ سکتی ہے تو اپنے لیے اس طرح اچانک کی شادی کے لیے کبھی تیار نہیں ہوگی مگر اس کی کمزوری ان کے ہاتھ میں تھی۔

رشیدہ کو اذیت دے کر وہ نمل کو کسی کام کے لیے بھی مجبور کر سکتے تھے اور اس طرح اسے مجبور کر کے اس کی شادی کر کے تو انہیں بے پناہ سکون ملنے والا تھا ایک طرح سے حسّام والے معاملے کا بدلہ بھی۔ پورا ہو جانا تھا گویا یک نہ شد دو شد۔

وہ یہ سب سوچ کر ہی اتنے پر سکون ہوئے تھے کہ انہوں نے تمام قائدے قانون ایک طرف رکھ کر فرقان حسن کی بات چھیڑنے پر بڑی بے تابی سے کہا۔

"آپ کو اتنی صبح صبح فون کرنے پر کسی شرمندگی کا اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ایسی گفتگو تو غیروں میں ہوتی ہے اور ہم تو سمدھیانے ہیں۔

ہمیں یہ رشتہ منظور ہے آپ ایسا کریں اگلے ہفتے بارات لے آئیں۔" عظمت خلیل کی بات پر دوسری طرف فرقان حسن حیرت کی زیادتی سے چیخ پڑے تھے۔

ان کی چیخ نے عظمت خلیل کو احساس دلایا تھا کہ انہوں نے کچھ زیادہ ہی جلد بازی کا مظاہرہ کر دیا کہیں فرقان حسن کے گھر والے مشکوک ہو کر رشتہ کرنے سے انکار ہی نہ کر دیں۔

اسی لیے انہوں نے اپنے لہجے کو شگفتہ بناتے ہوئے زبردستی ہنس کر کہا۔

"بھئی میں مذاق کر رہا ہوں اگلے ہفتے نہ سہی جب آپ مناسب سمجھیں تب کی تاریخ رکھ لیتے ہیں میرے کہنے کا مطلب تو یہ ہے کہ ہمیں رشتہ منظور ہے اور ہم لوگ چاہتے ہیں کہ یہ شادی فوراً ہو۔" عظمت خلیل آخری جملے تک پہنچتے پہنچتے دوبارہ سنجیدہ ہو گئے تھے۔

کیونکہ رشیدہ جواب تک کسی شاک میں گھری دنیا و مافیہا سے بے خبر تھیں عظمت خلیل کے اچانک ہنسنے پر چونک کر انہیں دیکھنے لگیں اور جب انہوں نے ان کی باتوں پر غور کرنا شروع کیا تو ان کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

وہ یہ تو نہیں سمجھی تھیں کہ عظمت خلیل کس سے باتیں کر رہے ہیں مگر رشتے سے متعلق بات سوائے نمل کے اور کس کی ہو سکتی تھی فوری طور پر ان کا ذہن فرقان حسن کی فیملی کی طرف نہیں گیا تھا انہیں تو بس یہ لگا تھا کہ عظمت خلیل ان کی بیٹی سے انتقام لینے کے لیے کوئی فیصلہ کر رہے ہیں۔

وہ جس طرح پریشان ہو کر انہیں دیکھنے لگی تھیں وہ عظمت خلیل کو سلگا گیا تھا تبھی دوسری طرف سے فرقان حسن کا ہچکچاتا لہجہ انہیں سپاٹ انداز میں یہ بولنے پر مجبور کر گیا تھا کہ۔

"اس میں سمجھ میں نہ آنے والی کون سی بات ہے؟" ان کی بات سن کر فرقان حسن کو کہنا پڑا۔

"نہیں پریشان تو نہیں ہوں بھلا پریشانی کیسی! یہ تو خوشی کی بات ہے مگر اس طرح اچانک۔۔۔۔ آپ تو ابھی خرم سے ملے بھی نہیں ہیں اسے دیکھے بغیر آپ کا اتنی جلدی ہامی بھر لینا بلکہ جلد شادی پر اصرار کرنا مجھے حیران کر گیا ہے۔" خرم اور مسز فرقان جو پوری طرح سے فرقان حسن کی طرف متوجہ تھے ان کی بات سن کر حیران رہ گئے۔

مسز فرقان کی حیرت میں ایک تجسس تھا کہ دوسری طرف عظمت خلیل کیا کہہ رہے ہیں جبکہ خرم کی حیرت میں بے پناہ خوشی نمایاں تھی۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا جو اس نے چاہا تھا وہ اتنی آسانی سے ہو گیا وہ بولنا چاہ رہا تھا کہ اگر وہ شادی کے لیے تیار ہیں تو آپ کو کیا اعتراض ہے آپ فوراً "ہاں" کر دیں۔

مگر فرقان حسن پوری طرح سے عظمت خلیل کی طرف متوجہ تھے اس وقت اگر خرم انہیں ٹوکتا تو وہ چڑ جاتے لہٰذا خرم نے بمشکل اپنے اوپر ضبط کرتے ہوئے خود کو کچھ بھی کہنے سے باز رکھا اور دیکھنے لگا کہ وہ خود کیا کہتے ہیں مگر وہ دوسری طرف کی بات سننے میں مصروف تھے جہاں عظمت خلیل کہہ رہے تھے۔

"خرم سے خاص طور پر مجھے ملنے کی ضرورت نہیں ہے جو باتیں مجھے اس کے بارے میں معلوم کرنی تھیں وہ

معلومات میں کرا چکا ہوں۔

بھئی قدرتی سی بات ہے اپنی بیٹی اپنے لختِ جگر کو کسی کو سونپنے سے پہلے انسان سو طرح سے پرکھتا ہے پھر فیصلہ کرتا ہے اور میری تو ایک ہی اولاد ہے۔

لیکن میں ایک اولاد کو اپنے لیے ہوا نہیں بناؤں گا اگر صحیح وقت پر اس کا مناسب رشتہ آ رہا ہے تو میری کوشش ہو گی فوراً "اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں ورنہ دل تو یہی چاہ رہا ہے کہ اسے خود سے کبھی جدا نہ کروں۔" باتیں بنانے میں تو عظمت خلیل کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

فرقان حسن جو تھوڑی دیر پہلے ان کی بات سن کر الجھ گئے تھے اب ان کی "اعلا سوچ" کے متعلق جان کر قدرے مطمئن ہوتے ہوئے بولے۔

"بات تو آپ کی بالکل برحق ہے مگر آپ نے فوراً "شادی کے لیے اس طرح کہا کہ میں تو پریشان ہی ہو گیا تھا۔ اصل میں خرم بھی تو ہماری ایک ہی اولاد ہے ہمارے تو بہت ارمان ہیں اور پھر اگلے کچھ دنوں میں ہم اپنے نئے گھر میں شفٹ ہونے والے ہیں اس میں اتنی مصروفیت ہو گی کہ۔۔۔۔"

"ارے نہیں بھئی میرا یہ مطلب تھوڑی تھا کہ آپ واقعی اگلے ہفتے بارات لے آئیں یہ تو میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا لیکن یہ میں ضرور چاہوں گا کہ شادی جلد سے جلد ہو۔" عظمت خلیل نے بات سنبھالتے ہوئے ضرورت سے زیادہ خوشگوار لہجے میں کہا۔

رشیدہ ابھی تک ہراساں انداز میں انہیں دیکھ رہی تھیں یہاں تک کہ انہوں نے مبارک باد کے بھرپور تبادلوں کے بعد فون بند کر کے ان کی طرف دیکھے بغیر کمرے کی طرف قدم بڑھا دیے اور وہ اپنی جگہ ششدر سی جمی رہیں۔

دوسری طرف جب فرقان حسن نے ایک خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ فون بند کیا تو ان پر سوالوں کی بوچھاڑ ہو گئی۔

"کیا ہوا؟"

"عظمت خلیل نے رشتہ قبول کر لیا؟"

"مگر وہ تو خرم سے ملے بھی نہیں۔"

"کیا کہہ رہے تھے وہ کب شادی کرنا چاہتے ہیں؟"

مسز فرقان اپنی عادت کے مطابق شروع ہو چکی تھیں اور فرقان حسن کو بولنے کا موقع دیے بغیر پوچھے جا رہی تھیں کہ خرم کے ایک سوال نے ان کی زبان کو بریک لگا دیے۔

"اگر وہ فوراً "شادی کے لیے کہہ رہے تھے تو آپ نے انکار کیوں کیا؟ آپ کو ہامی بھر لینی چاہیے تھی۔" فرقان حسن اور مسز فرقان ایسے اسے دیکھنے لگے جیسے اس کی دماغی حالت پر شک ہو رہا ہو۔

"What Happened Dad" میں ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں آپ شادی کے لیے ہاں کر دیں اور کوئی بھی نزدیک کی تاریخ رکھ لیں اگر اسی مہینے شادی ہو جاتی ہے تو Thats Great شفٹنگ کا کیا ہے ہم بعد میں کر لیں گے۔" خرم نے لاپروائی سے کندھے اچکائے تو فرقان حسن نہایت سپاٹ لہجے میں چبا چبا کر بولے۔

"برخوردار پہلے کچھ بن تو جاؤ" اس قابل تو ہو جاؤ کہ اپنی کمائی سے اپنی بیوی کو دو وقت کی روٹی کھلا سکو۔ پھر شادی کی بات کرنا۔"

رشتہ تم کر رہے ہو ایک اتنے امیر گھرانے کی لڑکی سے اور خود کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

اس کے تو شوق ہی بہت مہنگے ہوں گے اور چلو شوق کو چھوڑ بھی دیں تو تم ابھی اس کی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر سکتے سچ پوچھو تو دوران تعلیم میں منگنی کے بھی خلاف ہوں کیونکہ اس طرح انسان کی توجہ اور یکسوئی متاثر ہوتی

ہے۔ مگر تمہیں پریشان دیکھ کر میں نے اس کے والدین سے ملنے کا فیصلہ کیا تاکہ تم اس طرف سے مطمئن ہو گے تو اپنے کیریئر پر دھیان دو گے۔

لیکن ایک بار تمہاری شادی اس لڑکی کے ساتھ ہو گئی تو پھر تو تمہارا کیریئر یہیں ختم ہو جائے گا کم از کم کچھ سالوں کے لیے تو تم پڑھائی وغیرہ سب بھول ہی جاؤ گے اور کچھ سالوں بعد جب تمہیں عقل آئے گی تب تک تم اس لڑکی کے دل میں اپنے لیے عزت و احترام سب کھو چکے ہو گے۔

کیونکہ باپ کے پیسے پر عیش کرنے والے شوہر کی بیوی کے دل میں کوئی قدر نہیں ہوتی۔" فرقان حسن اتنی سنجیدگی اور گمبھیرتا سے بول رہے تھے کہ خرم کچھ کہہ ہی نہ سکا حالانکہ وہ ایک زوردار بحث کے موڈ میں تھا مگر ایک تو مسز فرقان اس کا ارادہ سمجھتے ہوئے اسے تنبیہی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

دوسرے اسے لگ رہا تھا اس وقت فرقان حسن کو ناراض کرنا کسی بھی طرح اس کے حق میں بہتر نہیں۔ وہ ابھی منگنی کے لیے تیار تھے فی الحال یہی بہت تھا زیادہ کے لالچ میں کہیں جو ہے اس سے بھی ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔

☆ ☆ ☆

گھر میں داخل ہوتے ہی نمل کی نظریں بے چینی سے رشیدہ کو ڈھونڈنے لگیں حالانکہ اسے معلوم تھا اس وقت وہ عموماً" اپنے کمرے میں ہوتی ہیں پھر بھی نمل ان کے کمرے کے دروازے تک پہنچنے تک اسی طرح چاروں طرف دیکھ رہی تھی جیسے وہ یہیں کہیں موجود ہوں لیکن ان کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہی جیسے ہی وہ اپنی وہیل چیئر پر کمرے کے وسط میں موجود نظر آئیں نمل دوڑ کر ان کے پاس پہنچ گئی اور ان کے پاس زمین پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے بے اختیار ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

کچھ پل کے لیے اس کا دل ہر فکر ہر پریشانی سے آزاد ہو گیا بلکہ وہ یہ بھول ہی گئی کہ سارے راستے وہ کس قدر ذہنی اذیت سے گزر کر آ رہی ہے پچھلے دنوں کی تمام ذہنی و جسمانی تھکن جیسے لمحہ بھر میں ایک ساتھ دور ہو گئی۔

وہ جانے کب تک بغیر کچھ بولے آنکھیں موندے ان کی گود میں سر رکھے لیٹی رہتی اور ان پرکیف لمحوں سے لطف اندوز ہوتی رہتی کہ اپنے چہرے پر گرنے والے پانی کے قطرے نے اسے فوراً" سر اٹھا کر ان کی جانب دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بے آواز رو رہی تھیں نمل کو متوجہ دیکھ کر بھی ان کے زار و قطار بہتے آنسوؤں میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اور شدت آ گئی کہ ان کی ہچکی سی بندھ گئی۔

نمل نے کچھ دیر تو انہیں رونے دیا مگر ان کے آنسو اس کے دل پر گر رہے تھے لہٰذا جب اس سے برداشت نہیں ہوا تو وہ ان کا چہرہ اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے زبردستی کے شوخ لہجے میں کہنے لگی۔

"امی ہم بلاوجہ اتنے پریشان تھے گلفام بھائی تو اتنے اچھے ہیں کہ ان کے ساتھ پر ہمیشہ نازاں رہے گی۔

میں ان کے آفس میں ان سے ملنے گئی تھی بہت اچھی جاب پر ہیں وہ اور اس کے علاوہ شکل و صورت اور بات چیت میں بھی بہت گریس فل ہیں میں ابھی رومیلہ کے گھر جا کر اسے ہمارے بیچ ہوئی پوری گفتگو الف سے ے تک سناؤں گی۔ مگر اس سے پہلے مجھے کچھ کھانے کو دے دیں بہت سخت بھوک لگ رہی ہے پلین میں تو مجھ سے کچھ کھایا ہی نہیں گیا۔

ویسے تو مجھے نیند بھی بہت آ رہی ہے مگر رومیلہ سے ملے بغیر تو بالکل نہیں سو سکتی۔" نمل نان اسٹاپ بولے جا رہی تھی اس کے لہجے کی تازگی اور چہرے پر کھلی شگفتگی دیکھ کر رشیدہ کے بہتے آنسو تھم گئے۔

وہ کھوجتی نظروں سے یک ٹک اسے دیکھے گئیں اور یہی تو نمل چاہتی تھی۔

اسے اپنی زبان سے صفائی میں کچھ کہنا ہی نہ پڑے اس کی ماں تو اس کا چہرہ پڑھ سکتی تھی وہ تو اس کی شکل دیکھتے ہی سارے وہم اور تفکرات جھٹک دے گی۔

مگر یہ بات اتنی معمولی نہیں تھی کہ رشیدہ اتنی آسانی سے جھٹک دیتیں دل کو بھلے ہی تھوڑا آرام آ گیا تھا مگر جو سکون غارت ہو چکا تھا وہ شاید اب کبھی میسر نہیں آنے والا تھا۔

"تم۔۔۔ تم ٹھیک ہو نا۔" اس ایک جملے میں کتنے خدشات تیر رہے تھے یہ ان کے کانپتے لہجے سے از خود واضح ہو گیا تھا۔

"بالکل الحمد للہ! کیا میں آپ کو ٹھیک نہیں لگ رہی۔" نمل نے براہ راست ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے اعتماد سے پوچھا تو کچھ دیر تو وہ اس کی شکل دیکھتی رہیں پھر بے اختیار اسے بھینچتے ہوئے وہ بری طرح رو دیں۔

"میں جانتی ہوں ابرار بھائی نے آپ لوگوں سے کیا کہا ہے مگر وہ سب صرف اور صرف جعفر بھائی کی بیوی کا ذہنی فتور تھا۔

میں نے اگر اپنے طور پر چند حماقتیں کی بھی تھیں تب بھی میرے اللہ نے مجھے بچا لیا اور میرا واسطہ ایسے شریف اور نیک انسان سے پڑا کہ میری حماقت پر پردہ پڑ گیا لیکن اس سب کے دوران آپ کو جو تکلیف اٹھانی پڑی ہے اس کے لیے میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔" نمل کی آواز ہلکی سی رندھ گئی تو رشیدہ ایک بار پھر بری طرح رو دیں۔

"ابو آپ کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آئے ہوں گے نا۔" نمل ان کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے انہیں تاسف بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اس کی مجھے کوئی پروا نہیں تم ٹھیک ہو میرے لیے بس یہی کافی ہے۔" رشیدہ ہچکیوں کے درمیان بولیں۔

نمل کے اپنے گلے میں آنسوؤں کا گولہ بننے لگا تھا مگر وہ ان کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی اسی لیے اس نے انہیں چپ کرانے کی کوشش کرنے کی بجائے کینیڈا میں اپنی اور گلفام کی ملاقات کا احوال پوری جزئیات کے ساتھ سنانا شروع کر دیا۔

رشیدہ اس کا جوش و خروش دیکھ کر بظاہر اس کی بات بڑی توجہ سے سننے لگیں لیکن ان کا ذہن اب بھی کہیں اور اٹکا ہوا تھا۔

بار بار ان کی زبان تک ایک ہی جملہ آ رہا تھا مگر وہ اسے ادا نہیں کر پا رہی تھیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے بتائیں کہ عظمت خلیل نے نا صرف اس کا رشتہ طے کر دیا ہے بلکہ کچھ ہی دنوں میں بڑی دھوم دھام سے اس کی منگنی کرنے والے ہیں۔

نمل پوری کتھا سنا کر ان کے کمرے سے چلی بھی گئی اور وہ کچھ کہہ ہی نہ سکیں۔

نمل نے کمرے میں جاتے ہی رومیلہ کا نمبر ملایا اور اس کے فون اٹھانے کا انتظار کرنے لگی گزشتہ چار پانچ دنوں سے وہ جس ذہنی کوفت سے گزر رہی تھی اپنے گھر واپس آتے ہی اور رشیدہ سے ملتے ہی وہ ایسے غائب ہو گئی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو چنانچہ اب وہ گلفام سے کی گئی ملاقات کو بڑے خوشگوار انداز میں محسوس کر رہی تھی۔

وہ خوشی جو وہ اس وقت اپنی پریشانیوں کے باعث حاصل نہیں ہو سکی تھی وہ اسے اب مکمل طور پر آسودہ کر گئی تھی بلکہ وہاں سے نکلتے وقت جو خدشات گلفام کے لیے اس کے دل میں تھے وہ بھی پاکستان آ کر ختم ہو گئے تھے۔

جیسے یہ کہ اگر وہ پہلے سے شادی شدہ ہو یا وہاں کے ماحول کے مطابق اگر اس کی ایک دو۔۔۔ گرل فرینڈز ہوئیں تو۔

اب تو یہاں کا ماحول بھی ایسا کچھ صاف ستھرا نہیں رہا تھا جوائنٹ فیملیز میں رہنے کے باوجود یہاں کے لوگوں

کی بھی ایسی سرگرمیاں تھیں تو گلفام کے بارے میں یہ سوچنا کیونکہ وہ ایک آزاد ماحول میں تنہا رہتا ہے تو اس کا کردار ایسا ہی ہوگا خوامخواہ کی بدگمانی تھی جو اگر اس کے لاشعور کے کسی کونے میں موجود بھی تھی تب بھی ان کا تذکرہ رومیلہ سے کرنا رومیلہ کے ساتھ سخت زیادتی تھی۔

اسی لیے جب دوسری طرف رومیلہ نے فون ریسیو کیا تو نمل بڑی چہکتی آواز میں بولی۔

"السلام علیکم کیا حال چال ہیں؟" دوسری طرف رومیلہ اس کے لہجے کی کھنک سن کر کچھ مسرور سی ہوگئی۔

وہ یقیناً "اسے پاکستان واپس آنے کے بعد فون کر رہی تھی اس کا ساتھ خیریت کے واپس آجانا ہی اپنے آپ میں ڈھیروں اطمینان کا حامل تھا اس پر نمل کا شوخ لہجہ بغیر بتائے ہی اس کے کامیاب ٹرپ کی نشاندہی کر رہا تھا پھر بھی رومیلہ نے اس کا سلام تک نظر انداز کر دیا اور بے چینی سے بولی۔

"پہلے تم سناؤ۔ کب لوٹیں؟ کیسا رہا تمہارا جانا؟"

"اوہو بڑی جلدی ہے سب جاننے کی۔" نمل معنی خیز انداز میں کہتے ہوئے بے ساختہ ہنس دی تو رومیلہ جو اس کی خیریت وغیرہ جاننے کے لیے یہ سب پوچھ رہی تھی اپنی بات کا کچھ اور مطلب نکلتا دیکھ کر چپ کر گئی۔

"جی نہیں، مجھے کچھ جاننے کی جلدی نہیں ہے۔ میں تو تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھی کہ تمہارے پیچھے گھر کے کیا حالات رہے ماموں کا رویہ۔۔۔"

"ابو سب جان چکے ہیں اور یہ تو مجھے جانے سے پہلے ہی پتا تھا کہ انہیں پتا چل ہی جائے گا مگر کیونکہ وہ ابھی گھر پر نہیں ہیں اس لیے میرا موڈ بہت اچھا ہے۔

وہ جب آئیں گے تھوڑا سا چیخ لیں گے وقتی طور پر مجھے بھی برا لگے گا پھر میں نارمل ہو جاؤں گی۔" نمل نے عام سے انداز میں کہا پھر اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے اس نے اپنے پلین میں چڑھنے سے لے کر پلین سے اترنے تک کی پوری روداد سنا ڈالی۔

رومیلہ منہ کھولے سکتے کے عالم میں اسے سنتی رہی۔

ابرار بھائی نے گھر میں ایسی کوئی بات نہیں بتائی تھی ویسے یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی وہ گھر والوں سے وابستہ کسی بات کا ذکر گھر والوں سے کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے تو یہ تو پھر بھی ان کے ماموں کے گھر کی بات تھی اور بات بھی ایسی تھی کہ اچھا ہی ہوا جو انہوں نے بھابھی یا بابا جانی کے سامنے نہیں دہرائی۔

"یہ تو بہت برا ہوا نمل۔ تمہارے بارے میں اس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں اور تم اتنی مطمئن ہو۔" رومیلہ افسوس کرتے ہوئے بولی تو نمل چونک اٹھی۔

"کمال کرتی ہو تم بھی میں تمہیں گلفام بھائی کے بارے میں بتا رہی ہوں اور تم ہو کہ یہ فضول باتیں سوچ رہی ہو۔

یہ سب تو میں نے تمہیں اس لیے بتا دیا کہ ایک تو تم سے کوئی بات کہے بغیر میں رہ نہیں سکتی دوسرے یہ کہ اگر کل کو ابرار بھائی میرے جیسی گرے ہوئے کردار کی لڑکی سے ہر تعلق قطع کرنے کو کہیں تو تم شاک میں نہ آجاؤ بلکہ ذہنی طور پر تیار رہو۔"

"اللہ نہ کرے نمل کیسی باتیں کر رہی ہو۔" رومیلہ دہل کر بولی تو نمل تلخ سے انداز میں ہنس دی۔

"خالی خولی باتیں نہیں کر رہی سچائی بتا رہی ہوں۔ ایک داغ تو لگ ہی گیا ہے نا میرے ساتھ اور داغ کبھی مٹتے تھوڑی ہیں۔"

"یہ۔۔۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے کاش میں تمہیں جانے سے روک لیتی۔" رومیلہ بری طرح پچھتا رہی تھی۔

"چھوڑو نا کیا فضول باتیں سوچ رہی ہو جو کچھ ہوا ہے اس کا ذکر ابرار بھائی اور ابو کسی اور سے تو کریں گے نہیں اور اگر یہ دو لوگ میرے بارے میں کچھ غلط سمجھ بھی رہے ہیں تو ان دونوں کے سوچنے سمجھنے کی مجھے پرواہی نہیں، باقی بچیں امی یا تم تو تم دونوں تو مجھے جانتی ہو۔

تم یہ بتاؤ گلفام بھائی کا جو نقشہ میں نے کھینچا ہے اسے سننے کے بعد ذہن میں کوئی تصویر بنی یا نہیں۔

ویسے تو میں نے ان سے بہت کہا ہے اپنی ایک تصویر دے دیں میں اپنا ای میل ایڈریس بھی دے آئی ہوں مگر مجھے ان کی طرف سے زیادہ امید نہیں ہے کسی اچھے رسپانس کی۔

خیر کوئی بات نہیں اب شادی میں دن ہی کتنے ہیں بہت جلد تم انہیں روبرو دیکھ لوگی۔" نمل شوخی سے کہتی چلی گئی۔

اس کے انداز پر رومیلہ کے چہرے پر ایک جھینپی ہوئی مسکراہٹ ابھر کر غائب ہوگئی سارے احساسات اپنی جگہ مگر جو کچھ نمل نے اپنے بارے میں بتایا تھا وہ اتنا معمولی بھی نہیں تھا کہ رومیلہ اتنی آسانی سے اس دھچکے سے نکل سکتی۔

اس نے تو آج یونیورسٹی میں جو کچھ سنا تھا اسے سننے کے بعد سے اس کا ذہن منتشر ہو رہا تھا وہ تو سوچ رہی تھی نمل کو اس مووی کے بارے میں کیسے بتائے جسے تمام طالب علموں نے دیکھ لیا ہے اور جس کا چرچا ہر عام و خاص کی زبان پر ہے۔

جب نمل اس کے بارے میں سنے گی اور جب اسے فیس بک پر دیکھے گی تب اس کا کیا ردعمل ہوگا۔

رومیلہ کے لیے یہ اندازہ لگانا بھی مشکل تھا۔

الیان نے جب ریاض غفار سے بریرہ اور حامد کے رشتے کی بات کی تو وہ ذرا بھی نہیں چونکے۔

گویا شگفتہ غفار نے پہلے ہی ان سے ماموں کے ارادے کا ذکر کر دیا تھا لیکن ان کے لہجے میں کوئی خاص جوش و خروش بھی نہیں تھا چنانچہ الیان کو ان سے کھل کر پوچھنا پڑا تھا۔

"کیا بات ہے ڈیڈی آپ چپ کیوں ہوگئے کیا آپ کو یہ رشتہ منظور نہیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں بریرہ اس ماحول میں ایڈجسٹ ہو سکے گی یا نہیں۔" ریاض غفار کا انداز واقعی سوچتا ہوا سا تھا ویسے بھی پچھلے کچھ دنوں سے وہ کافی چپ چپ تھے۔

حالانکہ الیان کو ان کے ساتھ بیٹھنے اور بات چیت کرنے کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا۔

جب سے وہ گاؤں سے واپس آیا تھا اتنا مصروف تھا کہ دو چار رسمی جملوں کے علاوہ اور کوئی بات کرنے کا وقت نہیں نکال سکا تھا۔

مگر ان کے چہرے پر سوچوں کا جال وہ دس منٹ میں ناشتا ختم کرنے کے دوران بھی بخوبی دیکھ لیا کرتا تھا اور اس کے پیچھے کیا وجہ تھی اس کا بھی اسے کچھ کچھ اندازہ تھا اس لیے وہ لاشعوری طور پر اس موضوع سے پہلو تہی کرتے ہوئے ان کے خاموش خاموش سے انداز کو نظر انداز کر دیتا۔

تبھی انہیں سوچ میں گم دیکھ کر بھی الیان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال سے بریرہ ایڈجسٹ ہو جائے گی، حامد بھی ہر لحاظ سے بہت اچھا ہے مجھے نہیں لگتا کہ ہمیں انکار کرنا چاہیے۔" الیان کے صاف لفظوں میں ہامی بھرنے پر ریاض غفار غور سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔

"ہوں بظاہر تو انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن پتا نہیں کیوں دل نہیں مان رہا شگفتہ نے بھی ذکر کیا تھا وہ تو کافی

خوش بھی لگ رہی ہے بلکہ ایسا لگ رہا ہے وہ تو پہلے ہی تمہارے ماموں سے ہاں کیے بیٹھی ہے۔
اس کی اتنی خوشی دیکھ کر میں نے بھی سوچا کیا حرج ہے ہاں کرنے میں۔ لیکن جانے کیوں فیصلہ ہو نہیں پا رہا۔"
"کیوں؟" الیان انہیں الجھن میں دیکھ کر بولا۔
"پتا نہیں۔ شاید اس لیے بھی کہ وہ لوگ رشتہ کرتے ہی شادی کی تاریخ مانگیں گے اور بریرہ تو ابھی بہت چھوٹی ہے۔" ان کے کہنے پر الیان بے ساختہ مسکرا دیا۔
بریرہ ان کی ایک ہی بیٹی تھی وہ بھی بہت زیادہ لاڈلی۔ اسے خود سے اتنا دور بھیجنے کے خیال سے ہی وہ اس رشتے کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہو رہے تھے تبھی شادی کی عمر کو پہنچتی اپنی بیٹی بھی انہیں اتنی چھوٹی لگ رہی تھی اور وہ اس بودے سے بہانے کا سہارا لے کر اسے کچھ دن اور اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے۔
"یہ یقین تو مجھے بھی ہے کہ وہ فوراً" شادی کا مطالبہ کریں گے لیکن جو کام کل کرنا ہے اسے آج کر لینے میں کیا حرج ہے خوامخواہ کی ٹال مٹول کا کیا فائدہ۔" الیان نے ناصحانہ انداز میں کہا۔
"تمہاری بات بھی صحیح ہے لیکن اس رشتے میں اتنی بھی خوبیاں نہیں ہیں کہ ہم اتنی جلد بازی کا مظاہرہ کریں۔ ایک تو ان کی رہائش گاؤں میں ہے بریرہ شہر میں رہنے کی عادی ہے پھر وہ جوائنٹ فیملی سسٹم کے تحت رہتے ہیں بریرہ کو اکیلے رہنے کی عادت ہے۔
اور سب سے بڑھ کر بریرہ کو حامد سے اچھا لڑکا بھی مل سکتا ہے ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔"
"لیکن حامد میں کیا برائی ہے۔" الیان کو ان کے آخری والے اعتراض پر قدرے حیرت ہوئی تو وہ وضاحت کرتے ہوئے بولے۔
"برائی نہیں ہے لیکن۔۔۔ اب جیسے خود کو دیکھ لو تم صرف ریاض غفار کے بیٹے نہیں ہو بلکہ اپنے نام سے جانے جاتے ہو۔ بے شک تمہیں باپ دادا کی طرف سے بہت کچھ ملا ہے مگر تم نے اپنی محنت سے اسے بہت آگے بڑھایا ہے یہ کہنا بالکل بے جا نہیں ہوگا کہ آج لوگ مجھے تمہارے نام سے جانتے ہیں اور یہ سب صرف ہمارے بزنس کے سرکل میں نہیں ہے جو لوگ ہماری فیلڈ میں ہیں بھی نہیں وہ بھی تمہارے نام سے واقف ہیں۔
جبکہ حامد کی ایسی کوئی پہچان نہیں وہ بہت ذہین لڑکا ہے آئندہ زندگی میں بہت ترقی کرے گا مگر فی الحال وہ ایسی کسی غیر معمولی صلاحیت کا مظاہرہ نہیں کر رہا ہے کہ ہم فوراً" اپنی بیٹی کا ہاتھ اسے دے دیں۔" ریاض غفار کی باتیں گو کہ غلط نہیں تھیں مگر الیان کو ان کا حامد کا اس سے موازنہ کرنا بڑا عجیب لگا تھا۔
"ڈیڈی میرا نہیں خیال کہ ہمیں میری شہرت اور نام کی وجہ سے بریرہ کے لیے آئے اتنے اچھے رشتے کو ریجیکٹ کرنا چاہیے۔
حامد ہر لحاظ سے بہت اچھا لڑکا ہے آپ اسے میرے ساتھ کیوں کمپیئر کر رہے ہیں۔" الیان قائل نہ ہوتے ہوئے بولا۔
"کمپیئر نہیں کر رہا۔ بس ایسے ہی دل میں خیال آیا تھا لیکن میرے خیال سے تم اس رشتے پر بہت خوش ہو۔" وہ جیسے کوئی معقول دلیل نہ دے سکے تو الٹا اسی سے پوچھنے لگے۔
"ہاں۔ وہ لوگ تھوڑے پرانے خیالات اور رہن سہن کے حامل ضرور ہیں۔ لیکن لوگ اچھے ہیں اور حامد بریرہ کے لیے ہر لحاظ سے بہت مناسب ہے۔" الیان نے بلا جھجک کہا تو ریاض غفار کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد مسکرا دیے۔
"تمہارا ووٹ بھی اگر تمہاری ماں کی طرح اس کے حق میں ہے تو پھر تو واقعی اس میں کوئی نہ کوئی خاص بات تو ضرور ہوگی اور پھر جس میں سب کی خوشی 'اسی میں میری خوشی۔" ریاض غفار نے رضامندانہ انداز میں کندھے

اچکائے تو الیان بھی انہیں دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

☼ ☼ ☼

نمل نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا اور شام سے ہی بستر پر پڑ کر سو گئی رشیدہ نے اسے جگانے کی کوشش بھی نہیں کی ایک تو وہ جانتی تھیں کہ وہ بہت تھکی ہوئی ہے دوسرے وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھیں کہ عظمت خلیل سے اس کا سامنا ہو۔
حالانکہ عظمت خلیل کے انداز سے ظاہر تھا وہ اسے زیادہ کچھ سنانے کے موڈ میں نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے اس کی بابت پوچھا تک نہیں تھا وہ خود ہی ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر رات کو کھانے کی میز پر اس کے لوٹ آنے کی اطلاع دینے لگیں۔
نوالہ منہ کی طرف لے جاتے ہوئے لمحہ بھر کو ان کا ہاتھ رکا اور وہ پھر ایسے بن گئے جیسے انہوں نے کچھ سنا ہی نہ ہو پھر بھی رشیدہ جو ہر وقت ان کے غصے سے خوفزدہ رہتی تھیں دل کڑا کر کے بولیں۔
"ابرار کے دوست کی بیوی نے خوامخواہ ہی بات کا بتنگڑ بنا دیا نمل مجھے بتا رہی تھی ابرار کا دوست بہت شریف آدمی تھا وہ اسے فوری طور پر اپنے گھر ضرور لے گیا تھا مگر بعد میں نمل ہوٹل میں ہی ٹھہری تھی اور۔۔۔"
"مجھے اس ٹاپک میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" عظمت خلیل نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے سرد سے لہجے میں کہا۔
رشیدہ کے لیے ویسے ہی بولنا مشکل تھا وہ تو صرف بیٹی کی صفائی دینے کے لیے اتنا کچھ کہہ بھی گئی تھیں مگر عظمت خلیل کو لاتعلق بنا دیکھ کر جہاں ان کے دل میں ایک ہوک اٹھی تھی وہیں تھوڑا اطمینان بھی ہوا تھا کہ کم از کم وہ نمل کے منہ پر کھڑے ہو کر اسے ذلیل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔
ورنہ تو انہیں یقین تھا کہ جب نمل واپس آئے گی عظمت خلیل اس کے ساتھ بہت بری طرح پیش آئیں گے۔
مگر وہ تو اس کا رشتہ طے کر کے اتنے مطمئن ہو گئے تھے جیسے ان کی زندگی کا مقصد ہی اس کا بوجھ اتار کر پھینک دینا ہو یا وہ یہ جتانا چاہتے تھے کہ نمل چاہے جتنی بھی من مانی کر لے اس کی زندگی کی باگ ڈور ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔
تب ہی اس کی زندگی کا فیصلہ کر کے ان کی انا کو تسکین مل گئی تھی اور اب وہ اس موضوع پر کچھ کہنے سننے میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔
رشیدہ انہیں اچھی طرح جانتی تھیں اس لیے خاموش ہو کر رہ گئیں۔
جانتی تو نمل بھی انہیں بہت اچھی طرح تھی لیکن وہ کیونکہ پورے حالات سے واقف نہیں تھی اس لیے ان کے رویے پر حیران تھی۔
صبح اس کی آنکھ معمول سے ذرا دیر سے کھلی تھی اور اسے یہ جان کر شدید حیرت ہوئی تھی عظمت خلیل اس کے جاگنے سے پہلے ہی گھر سے نکل گئے۔
اس کا تو خیال تھا گھر آتے ہی اس کی عظمت خلیل کے سامنے پیشی ہوگی وہ رشیدہ کو بھیج کر اسے سوتے میں سے جگا کر بلا لیں گے مگر انہوں نے اس کی شکل تک دیکھنا پسند نہیں کیا۔
لیکن بھلا نمل کو اس بات سے کیا فرق پڑنا تھا وہ تو یہ سوچ کر پرسکون ہو گئی تھی کہ عظمت خلیل کے ساتھ کوئی تلخ کلامی ہونے سے رہ گئی رشیدہ کی بھی کچھ بتانے کی ہمت نہ ہوئی۔
البتہ اسے یونیورسٹی کے لیے تیار دیکھ کر انہوں نے اسے ایک دن آرام کرنے کا مشورہ ضرور دیا تھا وہ نہیں چاہتی

تھیں کہ اپنی زندگی سے متعلق اتنا اہم فیصلہ اسے دوسروں کے منہ سے سننا پڑے۔

کیونکہ خرم اس کی یونیورسٹی میں تھا اور اتنے دنوں کے بعد نمل کے جانے پر اس کے پاس آکر اسے اپنے اور اس کے رشتے کے طے ہونے اور کچھ دنوں بعد ہونے والی منگنی کی مبارکباد ضرور دیتا۔

پتا نہیں نمل کو یہ سب سن کر کیسا لگنے والا تھا۔ ان میں خود سے بتانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اگر انہیں کل اندازہ ہوتا۔ کہ وہ صبح اٹھتے ہی یونیورسٹی کے لیے تیار ہو جائے گی تو شاید وہ اسے کچھ اشارہ ہی دے دیتیں اب اسے گھر سے نکلتا دیکھ کر ان سے کوئی بات ہی نہیں بن رہی تھی چنانچہ وہ اسے "ایک دن چھٹی کر لیتیں" ہی کہہ سکیں جس پر نمل اطمینان سے کہتی باہر نکل گئی۔

"چھٹیاں تو پہلے ہی بہت ہو گئی ہیں اور اب تو گھر آگئی ہوں آرام بھی ہوتا رہے گا فی الحال تو میرا جانا ضروری ہے۔

پڑھائی کا بھی حرج ہو رہا ہے اور رومیلہ اور سنبل سے ملنے کا دل بھی بہت چاہ رہا ہے اوکے اللہ حافظ امی جی۔"

رشیدہ محض اس کی پشت پر لہراتی چٹیا دیکھ کر رہ گئیں۔

جانے کیوں انہیں یقین تھا کہ نمل کو اس رشتے کے متعلق سن کر کوئی خاص خوشی نہیں ہوگی۔

ایک تو وہ یہ بات اچھی طرح جانتی تھیں کہ نمل کسی لڑکے میں انوالو نہیں ہے بھلے ہی وہ لڑکا اس کی یونیورسٹی کا ہے مگر نمل کی اس کے ساتھ کوئی کمٹ منٹ نہیں ہوگی اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ انہیں بتا چکی ہوتی۔

دوسرے یہ کہ انہیں یہ بھی پتا تھا کہ نمل کو عظمت خلیل کا حکمیہ انداز قطعی پسند نہیں جب وہ رومیلہ سے اس کی رائے پوچھے بغیر طے کی جانے والی شادی کے خلاف تھی تو اپنے ساتھ ایسا کیسے ہونے دے سکتی جبکہ اپنے معاملے میں تو اسے یہ بھی یقین تھا کہ عظمت خلیل نے جلد بازی میں اس کا رشتہ طے کر کے صرف اپنا غصہ نکالا ہے۔

اسی لیے انہیں یقین تھا کہ اپنی شادی کا پتا چلتے ہی نمل کا ردعمل بڑا شدید ہوگا حالانکہ دل سے وہ یہی چاہ رہی تھیں کہ نمل شادی کے لیے خوشی خوشی مان جائے۔

کیونکہ خرم کو انہوں نے بھلے ہی نہیں دیکھا تھا مگر اس کے والدین انہیں بہت سلجھے ہوئے اچھے خاندانی لوگ لگے تھے۔

اور پھر جو بہتان نمل پر لگا تھا بھلے ہی نمل کے منہ سے سچ سننے کے بعد ان کا دل صاف ہو گیا تھا مگر ابرار اور اس کے گھر میں تاثر تو اب بھی یہی تھا کہ نمل کوئی گل کھلا کر آئی ہے۔

ابرار اگر باہر کہیں ذکر نہیں بھی کرتا ہے تب بھی اس کی بیوی سے انہیں کوئی زیادہ اچھی امید نہیں تھی ایسے حالات میں وہ بھی یہی چاہتی تھیں کہ نمل جلد سے جلد اپنے گھر کی ہو جائے کیونکہ شریف لوگوں کے لیے تو الزام لگ جانا ہی ڈوب مرنے کے لیے کافی ہوتا ہے بھلے ہی اس الزام میں کوئی سچائی ہو یا نہ ہو۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)
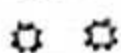
☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گری

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعویٰ بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔

۱۸

اٹھارہویں قسط

"مجھے امید نہیں تھی کہ تم اگلے ہی دن یونیورسٹی جانے لگو گی۔" رومیلہ نے نمل کے برابر میں گاڑی میں بیٹھتے ہی کہا۔

"ہاں صبح جب نمل کا فون آیا ہے کہ میں تمہیں پک کرنے آرہی ہوں تو میں بھی حیران رہ گئی۔" سنبل نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"حالانکہ میں نے شام کو فون پر ذکر کیا تھا کہ میرا کل آنے کا ارادہ ہے۔" نمل نے موڑ کاٹنے کے لیے اسٹیرنگ گھماتے ہوئے کہا۔

"ہاں لیکن میں سوچ رہی تھی کہ تمہیں تھکن اتنی ہوگی کہ تمہارا ارادہ ڈگمگا جائے گا۔" رومیلہ پُرسوچ انداز میں بولی تو نمل روڈ پر سے نظر ہٹا کر اس پر اچٹتی سی نظر ڈال کر کہنے لگی۔

"کیا بات ہے؟ کیا تم لوگ چاہ نہیں رہے تھے کہ میں ابھی آؤں۔" اس کی بات پر رومیلہ نے پلٹ کر ایک نظر سنبل کو دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو "اب کیا کریں۔"

"اب تو بتانا ہی پڑے گا وہاں جا کر بھی پتا چلنا ہی ہے۔" سنبل نے مجبوری شکل بنائی۔

"خیریت تو ہے۔" نمل ٹھٹک گئی۔

"وہ جو تم نے خرم کو تھپڑ مارا تھا نا وہ بات پوری یونیورسٹی کو پتا چل چکی ہے کسی نے اس منظر کی مووی بنا کر فیس بک میں ڈال دی ہے۔" رومیلہ نے بہت مختصر سے انداز میں بڑی سنجیدہ سی بات اس کے گوش گزار کی تاکہ نمل اس بات کو اس شدت سے محسوس نہ کر سکے جس شدت سے وہ یونیورسٹی میں گردش کر رہی تھی پھر بھی بات اتنی معمولی نہیں تھی کہ نمل کو کچھ احساس ہی نہ ہوتا وہ یہ سن کر حیسے "الجھ" گئی فوری طور پر وہ کچھ بولی بھی نہیں مگر اس کی پیشانی پر پڑے بل اس کی ناگواری کو ظاہر کر رہے تھے کچھ دیر سنبل اور رومیلہ اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہیں پھر آخر رومیلہ بولی۔

"خرم تو تب سے یونیورسٹی ہی نہیں آیا ہے اور اتفاق سے تم بھی نہیں آسکیں تو سب سمجھ رہے ہیں کہ۔" رومیلہ سوچ سوچ کر بول رہی تھی کہ کن الفاظ میں اسے یونیورسٹی میں مقبول تبصروں سے آگاہ کرے مگر نمل نے اس کی ادھوری بات سے پورا مطلب اخذ کرتے ہوئے اس کا جملہ خود ہی مکمل کر دیا۔

"کہ ہم دونوں منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔" سنبل اور رومیلہ کی خاموشی نے اس کے اندازے کی تصدیق کر دی تو نمل کو شدید قسم کی کوفت کا احساس ہوا پھر بھی وہ ان دونوں کو تجل دیکھ کر خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے بے زاری سے بولی۔

"سوچنے دو جو بھی سوچتے ہیں کچھ دن بات کر کے بھول جائیں گے۔" نمل کو نارمل انداز میں ری ایکٹ کرتا دیکھ کر سنبل کی تھوڑی سی ہمت بڑھ گئی وہ اسے مزید حقیقتوں سے آگاہی پہنچاتے ہوئے بولی۔

"لیکن وہ مووی جس کسی نے بھی ڈالی ہے اس نے وہ اچانک فلم بند نہیں کی بلکہ ایسا لگ رہا ہے جیسے پوری تیاری کے ساتھ کوئی پہلے سے وہاں موجود تھا تاکہ یہ سب فوکس کر سکے۔"

"کیا بات کر رہی ہو؟" نمل حیرانی سے بولی تو سنبل اور رومیلہ خود بخود اسے ساری تفصیل بتاتی چلی گئیں حالانکہ ان دونوں نے طے کیا تھا کہ نمل کو سرسری سے انداز میں بتائیں گے ورنہ وہ عادت کے مطابق بھڑک اٹھے گی مگر ایک تو اس سارے معاملے کے پیچھے جس کا بھی ہاتھ تھا اسے نمل جانتی نہیں تھی اور خرم کی طرف سے ایسی کسی حماقت کی امید نہیں کی جا سکتی تھی نہ اسے کیا ضرورت تھی ایسی کوئی حرکت کر کے اپنا تماشا بنانے کی۔

چنانچہ نمل کو اس حساب سے غصہ نہیں آیا تھا جتنا خرم کی کسی حرکت پر آسکتا تھا مگر ایک جھنجلاہٹ اس پر سوار ہو گئی تھی جو کہ بالکل فطری تھی۔

بھلے ہی رومیلہ اور سنبل نے اسٹوڈنٹس کا ردعمل بہت ڈھکے چھپے الفاظ میں بتایا تھا مگر نمل کو اتنا اندازہ تو تھا کہ ایسے قصے ایسی جگہوں پر کس طرح نمک مرچ لگا کر چٹخاروں کے ساتھ اچھالے جاتے ہیں اس پر سونے پر سہاگا سنبل کا بار بار ایک ہی جملہ دوہرانا۔

"مجھے تو خرم کی خاموشی سے ڈر لگ رہا ہے پتا نہیں وہ کیا کرنے والا ہے اتنی خاموشی سے وہ تھپڑ کھا کر کیسے بیٹھ سکتا ہے وہ کوئی نہ کوئی قدم تو ضرور اٹھائے گا۔" سنبل آنکھ سے رومیلہ کو اشارہ کر رہی تھی کہ وہ نمل کو خرم کے اظہار محبت کے متعلق بتا دے مگر رومیلہ نظر انداز کیے جا رہی تھی۔

اس کے خیال میں ایک دن میں اتنی ساری حیران کن باتیں ایک ساتھ بتا دینا ٹھیک نہیں اگر فیس بک میں یہ مووی نہ ہوتی تو بات اور تھی مگر اب فی الحال نمل کے سامنے یہ ذکر چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔

اور پھر خرم کے بار بار ذکر پر وہ جھنجلا گئی تھی تبھی زچ ہو کر بولی۔

"وہ جب کچھ کرے گا تب دیکھ لیں گے تم تو اس کے کچھ کرنے سے پہلے ہی اس فکر میں ادھ موئی ہو جاؤ گی۔"

"لیکن نمل۔" سنبل نے کچھ کہنا چاہا لیکن نمل نے ٹوک دیا۔

"یہ بتاؤ تم لوگوں نے مووی دیکھی ہے کیا اس میں اس لڑکے کے ٹکرانے اور میرے اوپر چیپس گرنے کا سین بھی کلیئر نظر آ رہا ہے۔" اس سوال پر وہ دونوں ہی کچھ ہچکچا گئیں۔

"ہاں۔۔۔ آ تو رہا ہے۔" مگر سنبل اٹکتے ہوئے بولی تو نمل نے فوراً لب بھینچ لیے جبکہ رومیلہ اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"لیکن ان سب چیزوں پر کوئی دھیان نہیں دے رہا سب کی توجہ کا مرکز تو وہ زوردار تھپڑ ہے جو تم نے خرم کو مارا تھا اسی لیے تو وہ مووی جب سے فیس بک میں ڈالی ہے خرم یونیورسٹی نہیں آ رہا اس لیے جو کچھ بھی اس میں نظر آ رہا ہے وہ اس کے لیے باعث شرم ہے تمہارے لیے نہیں۔"

"لیکن خرم آج تو یونیورسٹی آیا ہے۔" پارکنگ میں اپنی گاڑی کھڑی کرتے ہوئے نمل نے سنجیدگی سے کہا تو رومیلہ اور سنبل دونوں اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے لگیں۔

خرم کی گاڑی اپنی مخصوص پارکنگ میں موجود تھی ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

سنبل نے آنکھ سے اشارہ بھی کیا کہ اب نمل کو اس کے اظہار کے متعلق سب بتا دو مگر رومیلہ ہلکے سے نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

نمل کا موڈ کافی خراب لگ رہا تھا خرم کی گاڑی دیکھ کر وہ جس طرح اسے دیکھتی رہ گئی تھی وہ اس کے متذبذب ہونے کو بخوبی ظاہر کر رہا تھا۔

آخر خرم اتنے دن بعد آیا تھا ابھی تو ویسے ہی یہ یونیورسٹی کا ہاٹ ٹاپک تھا خرم کے آنے پر تو اس ذکر کو کچھ اور زور و شور سے ابھرنا تھا یہ سوچ کر ہی نمل کی کوفت میں اضافہ ہوئے جا رہا تھا مگر اب یہاں تک آ جانے کے بعد وہ واپس نہیں جانا چاہتی تھی اور پھر وہ جب بھی آتی اس صورت حال کا سامنا تو کرنا ہی تھا پھر آج کیوں نہیں۔

نمل گہرا سانس کھینچتی اپنی جگہ کا دروازہ کھول کر اتر گئی تو سنبل اور رومیلہ نے بھی تیزی سے اس کی تقلید کی۔

"اگر تمہارا موڈ نہیں ہے تو کل آ جانا۔" رومیلہ بولی نمل صرف نفی میں سر ہلا کر رہ گئی تو وہ تینوں خاموشی سے آگے بڑھنے لگیں۔

نمل نے خود پر اٹھنے والی ہر نظر کو ٹھٹکتا دیکھ کر اپنے قدموں کی رفتار معمول سے بڑھا دی مگر جیسے ہی وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوئی ارد گرد گزرتے جتنے بھی لوگ تھے رک کر چہ مگوئیاں کرنے لگے۔

نمل کی رفتار اتنی تیز ہو گئی تھی کہ رومیلہ اور سنبل کو اس کا ساتھ دینے کے لیے دوڑنا پڑ رہا تھا لیکن جیسے ہی نمل کلاس میں داخل ہوئی اس کے قدموں کو بریک لگ گئے۔

کلاس کی کچھ لڑکیاں جن سے اس کی اچھی خاصی بات چیت بھی تھی اسے دیکھتے ہی نعرہ لگانے والے انداز میں بڑے جوش سے ہم آواز ہو کر بولیں۔

"تھا جس کا انتظار وہ شاہکار بھی آ گیا۔"

نمل کوشش کرنے لگی کہ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل نارمل رہیں وہ خوامخواہ کا غصہ دکھا کر یا ناگواری ظاہر کر کے انہیں باتیں بنانے کا مزید موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

وہ سب تو اس صورت حال سے حظ اٹھا رہے تھے وہ جتنا چڑتی انہیں اتنا ہی مزا آتا جبکہ جتنا وہ سنجیدہ رہ کر بے نیاز نظر آتی اتنا ہی وہ اس واقعے کو جلد بھول بھال جاتے حالانکہ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اسے مکمل طور پر لوگوں کے ذہنوں سے محو کرنا تو ناممکن تھا مگر اتنا ہی بہت تھا کہ لوگ اس بارے میں باتیں کرنا ہی چھوڑ دیں مگر اس مقام تک پہنچنے کے لیے اسے کئی مراحل سے گزرنا تھا جن میں سرفہرست ان لڑکیوں کے سوالوں کا جواب تھا جو اس کے گرد جمع ہونے لگیں۔

"کہاں غائب تھیں اتنے دنوں سے۔"

"ہم سب کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"پہلے تو اس مووی کو دیکھنے کے بعد تمہیں سراہنے کو دل چاہ رہا تھا۔"

"ہاں بھئی! کیا زوردار تھپڑ مارا ہے تم نے۔"

"وہ بھی خرم حسن کو!"

"جس سے یونیورسٹی کے لڑکے تو کیا پروفیسرز تک ڈرتے ہیں۔"

"مگر میری سمجھ میں تو یہ نہیں آیا تم نے اسے مارا کیوں وہ تو تمہیں بچانے آیا تھا۔"

"ارے وہ سب چھوڑو یار۔" ایک لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر ان سب لڑکیوں کی بھانت بھانت کی بولیوں کو ختم کیا اور عین نمل کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر تھا جیسے وہ کوئی بہت ہی خاص بات پوچھنے جا رہی ہو کیونکہ ساری ہی لڑکیاں بڑے تجسس اور دلچسپی سے اسے دیکھنے لگی تھیں۔

"یہ سب ریئل میں ہوا ہے یا تم دونوں نے یونیورسٹی میں مقبول ہونے کے لیے یہ سارا ڈرامہ رچایا ہے۔" وہ بڑے سنسنی خیز لہجے میں پوچھ رہی تھی نمل سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتی رہی تو وہ یہ سمجھی کہ نمل اس کی بات نہیں سمجھی اس لیے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔

"دیکھو نا کلاس کے پہلے ہی دن تم نے اس کی کھلی کھلی تھی اور اب تھپڑ، تم بظاہر تو تم دونوں ندی کے دو کنارے لگتے ہو پھر اچانک یہ کنارے مل کیسے گئے۔" اس کے جملے کا ہلکا پن اور معنی خیز لہجہ نمل کی تیوری پر بل ڈال گئے۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"بھئی میں کہاں بکواس کر رہی ہوں خود ہی تو خرم نے اپنی منگنی میں پوری کلاس کو انوائیٹ کیا ہے وہ بھی محض دو دن بعد۔" نمل کی ناگواری الجھن میں تبدیل ہونے لگی۔

وہ لڑکی بڑے اعتماد سے بول رہی تھی جھوٹ بولنے یا من گھڑت سنانے والی کوئی گھبراہٹ اس کے چہرے پر نہیں تھی۔

سنبل اور رومیلہ جو نمل سے تھوڑا ہی پیچھے کھڑی تھیں سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"میں سمجھی نہیں۔" نمل نے صاف پوچھ لینا ہی مناسب سمجھا۔

"سمجھ میں تو ہمارے بھی نہیں آ رہا۔ ایک طرف تو اتنا زوردار تھپڑ مار رہی ہو دوسری طرف اگلے ہی ہفتے اس کے ساتھ منگنی کر رہی ہو۔ وہ بھی اتنے اہتمام سے کہ پوری کلاس کو انوائیٹ کر لیا حالانکہ کلاس کے لڑکوں سے تو تمہاری بات چیت تک نہیں ہے۔" نمل کے اب بھی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا البتہ رومیلہ اور سنبل دھک سے رہ گئی تھیں۔ سنبل کو تو لگ رہا تھا اتنی بڑی بات وہ مذاق میں نہیں کہہ سکتی تھی ساری لڑکیوں کی پرشوق نظریں نمل پر جمی تھیں یہ ضرور ایک اور بے ہودہ حرکت تھی جو خرم کی جانب سے کی گئی تھی مگر اس بار نام نمل کا استعمال کیا گیا تھا۔

جبکہ رومیلہ کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔

خرم نے اس سے نمل کے گھر کا ایڈریس وغیرہ لینا چاہا تھا تاکہ اپنے والدین کو رشتے کے لیے بھیج سکے اسے یہ یقین تو نہیں آ رہا تھا کہ اتنی جلدی ہی نمل کی منگنی بھی طے ہو گئی اور اس کی ماں تک نے نمل سے ذکر نہیں کیا مگر اسے یہ ضرور لگ رہا تھا کہ یہ افواہ نہیں ہے۔

دو دن بعد منگنی ہو رہی تھی یا نہیں اس بارے میں وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی لیکن اسے یہ ضرور یقین تھا کہ خرم اگر کچھ دنوں سے یونیورسٹی نہیں آیا ہے تو بھی گھر میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے تو نہیں بیٹھا رہا ہو گا۔ ضرور اس نے کوئی عملی قدم اٹھایا ہے اور اسی کے نتیجے میں یہ اس قسم کی باتیں کر رہی ہیں۔

ان تینوں کو ہی اپنی اپنی جگہ ساکت دیکھ کر ان لڑکیوں نے پھبتیاں شروع کیں۔

"پہلے تو میں نے جب انویٹیشن کے بارے میں پڑھا تو مجھے یقین ہی نہیں آیا۔"

"ہاں میں بھی یہی سمجھی کہ کسی نے مذاق کیا ہے۔ مگر خرم نے آ کر جس طرح اپنی کلاس میں مٹھائی بنوائی ہے اس کے بعد تو یقین نہ کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔" نمل ایکدم چونک اٹھی۔

"تو یہ شوشا چھوڑا ہے خرم نے اپنا انتقام لینے کے لیے۔"

نمل کا خون رگوں میں ابلنے لگا۔

اس کی ہمت کیسے ہوئی اتنی بڑی بات کہنے کی۔"

اس طرح کسی کے ساتھ اس کے نام کو منسوب کیے جانا ویسے ہی نمل کے لیے ناقابل برداشت تھا اس پر خرم کی طرف سے ایسے اقدام پر تو اس کا غصہ نکتہ عروج پر پہنچ گیا۔

وہ لڑکیاں ابھی بھی بول رہی تھیں مگر نمل کو سوائے سائیں سائیں کے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا البتہ رومیلہ اور سنبل یہ سننے کے بعد کہ خرم نے مٹھائی تقسیم کرائی ہے دم بخود کھڑی ان کے مذاق اور طنز سن رہی تھیں۔

"اب ہمارے سامنے حیران ہونے کی ایکٹنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے ایک ساتھ تم دونوں نے اتنے دن چھٹیاں کیں اور ایک ساتھ ہی آج یونیورسٹی آئے ہو اتنی انڈراسٹینڈنگ ہے تو اتنا ڈرامہ کیوں ہو بھئی۔"

"بلکہ تمہیں بھی خرم کی طرح مٹھائی لے کر آنا چاہیے تھا۔"

"ویسے سچ سچ بتاؤ یہ سب ہے کیا؟ ابھی تو تھپڑ مارا تھا اور اب اسی سے منگنی کر رہی ہو۔"

"کیا مس انڈراسٹینڈنگ ہوئی تھی اور وہ کیسے دور ہوئی؟"

"یا میرا اندازہ ہی ٹھیک ہے تم دونوں کا خاموش افیئر چل رہا تھا لیکن یونیورسٹی میں مشہور ہونے کے لیے خود ہی مووی بنا کر۔" بہت ہی معنی خیز انداز میں آنکھیں نچاتے ہوئے جملے کو دانستہ ادھورا چھوڑ دیا گیا نمل کو تو پہلے ہی

شدید غصہ آرہا تھا "افیر" جیسا گرا ہوا لفظ سن کر اسے اپنی شریانیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔

"شٹ اپ! زبان سنبھال کر بات کرو عظمیٰ نہ میری کوئی منگنی ہو رہی ہے اور نہ ہی میں نے کسی کو انوائیٹ کیا ہے یہ سب کسی کا تھرڈ کلاس مذاق ہے۔

بلکہ کسی کا نہیں 'یہ سب یقیناً" خرم کا کیا دھرا ہے ایسی گری ہوئی حرکت اس کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا۔" تمل غصے کی شدت سے آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ رومیلہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کلاس سے باہر کھینچنا شروع کر دیا۔

"چھوڑو مجھے رومیلہ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔" تمل اس کے ساتھ گھسٹتے ہوئے بری طرح تلملائی مگر رومیلہ رکی نہیں بلکہ تمل کی باتیں سن کر لڑکیاں، جو عجیب عجیب رد عمل کا مظاہرہ کرنے لگی تھیں ان کے تبصرے سننے سے پہلے ہی سنبل بھی ان دونوں کے پیچھے باہر آگئی اور تمل کو روکنے کے لیے زور لگاتا دیکھ کر اس نے بھی ایک جانب سے تمل کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے گھسیٹنے لگی۔

"تمل چپ رہو اور چلو ہمارے ساتھ۔" سنبل نے دانت پیستے ہوئے کہا کلاس سے باہر ادھر سے ادھر گزرتے اسٹوڈنٹس کو دیکھ کر ان تینوں نے ہی اپنی زور آزمائی کو قابو میں کر لیا تھا مگر تمل کے دونوں بازو ابھی تک ان دونوں کے ہاتھوں میں تھے جیسے انہیں ڈر ہو تمل ابھی بھی ہاتھ چھڑا کر کلاس کی لڑکیوں کے پاس پہنچ جائے گی۔

ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل کر آخر نسبتاً" ایک تنہا گوشے پر پہنچ کر تمل نے ایک جھٹکے سے اپنے دونوں ہاتھ چھڑوا لیے کیونکہ ان دونوں کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی تھی اگر تمل اپنے بازو نہ بھی چھڑواتی تو بھی وہ چھوڑنے ہی والی تھیں۔

"تم دونوں نے مجھے ان سے بات کرنے کیوں نہیں دی میرے اس طرح بھاگ آنے پر تو وہ سب یہ سمجھ رہی ہوں گی کہ میری منگنی واقعی خرم کے ساتھ ہو رہی ہے۔" تمل بپھر کر بولی تو رومیلہ سنجیدگی سے اس کی شکل دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"صرف وہ ہی یہ نہیں سمجھ رہیں بلکہ میں بھی یہی سمجھ رہی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" تمل چڑ گئی۔

"مجھے بھی یہی لگ رہا ہے کہ تمہاری منگنی واقعی خرم کے ساتھ ہو رہی ہے وہ بھی دو دن بعد تبھی خرم نے مٹھائی بٹوائی ہے ورنہ اس کا دماغ اتنا خراب نہیں کہ اتنی بڑی بات مذاق میں کہہ دے تاکہ کل کو خود اسی کا مذاق بن جائے۔"

"تمہارا مطلب ہے پرسوں میری منگنی ہے اور مجھے پتا ہی نہیں ہے۔" تمل تلخی سے بولی۔

"ایسا کوئی ناممکن تو نہیں ہے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ماموں (عظمت علی) تمہیں بتا کر ہی تمہارا رشتہ کریں مجھے کون سا بٹھا کر میری رائے لی گئی تھی مجھ سے پوچھنا ضروری نہیں سمجھا گیا تھا تمہیں بتانا تک ضروری نہیں سمجھا۔" رومیلہ کی بات ایسی تھی کہ تمل کا غصہ قدرے کم ہو گیا مگر وہ رومیلہ سے متفق تب بھی نہیں تھی تبھی سر نفی میں ہلاتے ہوئے رسانیت سے کہنے کی کوشش کرنے لگی۔

"یہ جو کچھ بھی ہے مجھے پریشان کرنے کے لیے خرم کی اڑائی ہوئی افواہ ہے میں اس بات کی کمپلین کروں گی تاکہ"

"کمپلین کرنے سے پہلے کنفرم تو کر لو اصل میں میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا خرم اپنے پیرنٹس کو تمہارے گھر بھیجنا چاہ رہا تھا اس نے تمہارا ایڈریس وغیرہ مانگا تھا اور۔۔۔"

"کیا؟" تمل چیخ پڑی تو رومیلہ تیزی سے بولی۔

"میں نے اسے تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور مجھے تو یہی لگا کہ وہ تمہارے کینیڈا سے آنے کا انتظار کر رہا ہے۔

لیکن اب مجھے لگ رہا ہے اس نے اپنے آپ سب کچھ پتا کر کے اپنے والدین کو تمہارے گھر بھیج دیا ہو گا۔" رومیلہ کے تیز تیز کہنے پر تمل بے یقینی سے اسے دیکھے گئی تب کافی دیر سے خاموش کھڑی سنبل نے لب کشائی کی۔

"اس نے رومیلہ کے سامنے اپنی محبت کا اقرار کیا ہے He loves you" سنبل بڑی سنجیدگی سے گویا ہوئی تھی مگر تمل کو اس کا انداز سراسر چھیڑتا ہوا لگا تھا تبھی اپنے غصے پر ضبط کرتے ہوئے چبا کر بولی۔

"اس نے کہا اور تم دونوں نے مان لیا۔"

"مجھے نہیں پتا کہ مجھے اس کی بات پر یقین کرنا چاہیے یا نہیں۔ لیکن میں نے یونیورسٹی کے بالکل شروع کے دنوں میں ہی کہہ دیا تھا کہ وہ تمہاری ذات میں غیر معمولی دلچسپی لیتا ہے۔" رومیلہ نے بے تاثر لہجے میں کہا تو تمل نے ایسے آنکھیں میچ لیں جیسے خود کو کوئی بہت سخت بات کہنے سے روک رہی ہو۔

اسے اتنا بے زار دیکھ کر سنبل کچھ ناراض ہوتے ہوئے بولی۔

"اس میں اتنا بگڑنے کی کیا بات ہے اگر وہ تم سے محبت کرتا ہے تو یہ تو تمہارے لیے خوشی کی بات ہے۔" تمل نے ایک دم آنکھیں کھول کر ایسے اسے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شک ہو رہا ہو اور یہ بات سنبل کو بھی سلگا گئی وہ جرح کرنے والے انداز میں کہنے لگی۔

"خرم کوئی ایسا گرا پڑا نہیں ہے جو تم ایسے ری ایکٹ کر رہی ہو اول تو کسی لڑکی کے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات ہوتی ہے کہ کوئی اسے چاہتا ہے۔

خاص طور پر تب جب وہ کوئی چھچھورپن دکھانے کی بجائے برابر طریقے سے رشتہ لے کر آ رہا ہو۔"

"اور جو کچھ وہ اب تک کرتا رہا ہے کیا وہ چھچھورپن نہیں ہے۔" تمل بگڑ کر بولی۔

"تمل تمہارے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ جس کی بنیاد پر تم اتنے یقین سے کہہ سکو کہ اس لڑکے کو تمہیں چھیڑنے کے لیے خرم نے ہی بھیجا تھا۔

اور اس ایک بات کے علاوہ اب تک خرم نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ اتنا قابل گرفت بھی نہیں کہ تم اس کے لیے دل میں اتنی نفرت رکھو۔"

"میرے خیال سے ہم بے کار کی بحث کر رہے ہیں۔ تمل تم ممانی (رشیدہ) کو فون کرو تاکہ پتا چلے کہ اصل صورت حال کیا ہے۔" رومیلہ نے ایک دم بیچ میں بول کر ان دونوں کی ہی توجہ دوسری جانب مبذول کرانی چاہی۔ مگر تمل اپنے سابقہ بگڑے ہوئے لہجے میں بولی۔

"امی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ایسا کچھ اگر ہوتا تو امی اب تک مجھے بتا چکی ہوتیں۔

اگر کسی سے بات کرنے کی ضرورت ہے تو صرف خرم سے کیا سوچ کر اس نے یہ خرافات کی ہیں۔" تمل کہہ کر رکی نہیں بلکہ ڈیپارٹمنٹ کی طرف ایسے پلٹی تھی جیسے خرم کو تلاش کرنے جا رہی ہو۔

"تمل کیوں اپنا تماشا بنانا چاہتی ہو۔ لوگوں کے بیچ میں تم اس سے کیا بات کرو گی۔ میری مانو پہلے ممانی کو فون

—" تمل رومیلہ کی بات کو سنی ان سنی کرتی جارحانہ انداز میں آگے بڑھتی رہی۔

سنبل اور روميلہ پریشان نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں جیسے ایک دوسرے سے کہہ رہی ہوں اس کے پیچھے جاؤ اور اسے روکو۔

مگر دونوں میں ہی آگے بڑھنے کی ہمت نہیں تھی خرم ویسے ہی ہر وقت دوستوں کے جمگھٹے میں گھرا ہوتا تھا۔ تو آج تو صورت حال بھی مختلف تھی پتا نہیں اس کی ارد گرد کتنا رش ہوگا اور ثمل کو اس کے روبرو دیکھ کر جو لوگ متوجہ نہیں بھی ہوں گے وہ بھی کھنچے چلے آئیں گے۔

یہی سب سوچتے ہوئے وہ دونوں اپنی جگہ کھڑی کی کھڑی رہ گئیں۔

جبکہ ثمل سمت کا تعین کیے بغیر تیز تیز قدموں سے چلتی ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہی تھی اسے یہ نہیں پتا تھا کہ خرم اس وقت اسے کہاں ملے گا نہ ہی یہ ہوش تھا کہ اس کے ساتھ اس وقت کون کون ہوگا اس کا ذہن تو بس بے تحاشا سوالوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے تلاش کرنے کے لیے ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوتی اسے ڈیپارٹمنٹ کے باہر ہی خرم نظر آ گیا۔

وہ بھی متلاشی نظروں سے ایسے ادھر ادھر دیکھتا آگے بڑھ رہا تھا جیسے کسی کو ڈھونڈ رہا ہو ثمل واپس پلٹ کر تیز تیز چلتی اس کے پاس پہنچی اور بڑے جارحانہ انداز میں بولی۔

"یہ سب کیا ہے خرم؟" اس کی آواز پر خرم چونک کر پلٹا تھا۔

وہ اسے ہی ڈھونڈتا باہر آیا تھا۔ ثمل جس طرح ان لڑکیوں کے سامنے شادی سے انکار کر کے کلاس سے باہر نکلی تھی وہ انداز دیکھ کر لڑکیوں میں کھلبلی مچ گئی تھی ان میں سے دو تین لڑکیاں جو خرم کی ظاہری پرسنیلٹی کی وجہ سے اس سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتی تھیں اور اس وقت اس کی منگنی کا سن کر بہت بے چین ہو گئی تھیں فوراً" خرم کے پاس جا پہنچیں اور ثمل کے رد عمل کے متعلق بتا کر استفسار کرنے لگیں۔

خرم کو بھلا انہیں صفائی دینے کی کیا ضرورت تھی وہ محض ہنس کر ٹال گیا مگر ان کے کہنے کے مطابق کہ ثمل تو ڈیپارٹمنٹ کے باہر جاتا دکھا ہے اس سے بات کرنے کے لیے اسے وہیں ڈھونڈنے نکل آیا مگر وہ تو غلط جگہ مڑ گیا تھا یہ تو اچھا ہوا ثمل نے خود ہی آ کر اسے پکار لیا۔

خرم اس وقت اتنا سرشار تھا کہ ثمل کے لہجے اور تاثرات پر غور ہی نہ کر سکا۔

اس نے جو چاہا تھا سب کچھ عین اس کی خواہش کے مطابق ہو گیا تھا اتنی جلدی ثمل کے والد نے رشتہ منظور کر کے منگنی کی تاریخ بھی دے دی تھی اور وہ اتنے دنوں کی غیر حاضری کے بعد آیا تو اپنے اسی خوش باش انداز کے ساتھ ہی آیا۔

اس کی لائی ڈھیروں مٹھائی نے واقعی تہلکہ مچا دیا تھا سب ہی اس کے پاس حیران ہوتے چلے آ رہے تھے اور یہ جاننے کے لیے بے چین تھے کہ یہ سب کیسے ہوا۔

اگر یہ سچ تھا تو اس سعدی میں کیا تھا اور اگر وہ سچ تھا تو یہ کیا ہے؟

خرم کسی کو بھی جواب دیے بغیر ان کی حیرانی سے لطف اندوز ہوتا محض ہنس کر انہیں ٹال دیتا۔

سب سے زیادہ سکون تو اسے سمیر کے گروپ کو مٹھائی پیش کر کے حاصل ہوا تھا۔

سمیر کے پاس جا کر اس نے خود سے ڈبا پیش کیا تھا جواب میں سمیر کو مبارک باد تو خیر کیا دینی تھی البتہ اس کی خاموشی اس کے لاجواب ہونے کو ظاہر کر گئی تھی۔

وہ تو انتظار میں تھا خرم آئے تو ان کی وہ عزت افزائی کریں کہ دوبارہ آنے کا ارادہ نہ کرے مگر ثمل کے ساتھ

منگنی کا اعلان کر کے اس نے تو پانسہ ہی پلٹ دیا تھا۔

اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ کر خرم کی روح تک شانت ہو گئی تھی وہ اپنے اسی پرکیف لمحوں کو محسوس کرتا تسکین بھرے انداز میں ثمل کی طرف پلٹا تو اسے دیکھ کر کچھ لمحوں کے لیے بھول ہی گیا کہ کچھ دن پہلے اسی لڑکی نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا تھا اور اسے جی بھر کر ذلیل کیا تھا۔

کہتے ہیں اندر کا موسم خوب صورت ہو تو باہر کی ہر چیز خوب صورت لگتی ہے شاید یہی وجہ تھی کہ اس پل ثمل پر نظر پڑتے ہی وہ کہیں کھو سا گیا تھا۔

لائٹ گرین کلر کے سادہ سے سوٹ میں بالوں کی سیدھی سی چوٹی بنائے وہ بالکل ویسی ہی لگ رہی تھی جیسی ہمیشہ لگتی تھی اس نے آج کوئی خاص اہتمام نہیں کیا تھا لیکن نہ جانے کیا نیا پن تھا پھر بھی اس پل وہ خرم کو بہت منفرد لگی تھی۔

شاید غصے کی وجہ سے اس کے چہرے پر پھیلی سرخی نے اسے ایک عجیب سی شادابی بخش دی تھی یا موسم اتنا خوشگوار ہو رہا تھا کہ اس کا نکھرا نکھرا وجود بھی اس ہلکی ہلکی ہوا اور نرم گرم دھوپ کا حصہ لگ رہا تھا۔

دو دن بعد اس لڑکی کے ساتھ اپنے گھر میں اس کی منگنی ہونے والی تھی اس خیال نے کچھ لمحوں کے لیے اس کی دھڑکنوں کو تیز کر دیا تھا مگر محض کچھ لمحوں کے لیے کیونکہ ثمل کے تیز لہجے نے اس پر چھاتے خمار کو ایسے اتارا تھا جیسے کسی نے ہوا سے بھرے غبارے میں سوئی چبھو کر بس ۔۔۔ کر دیا جائے۔

"یہ کیا بکواس کی ہے تم نے یونیورسٹی میں۔" ثمل سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے نہایت سختی سے بولی تو خرم پلکیں جھپکاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگا تاکہ تھوڑی دیر پہلے وہ جس کیفیت سے گزرا تھا اس کا شائبہ تک اس کی آنکھوں اور لہجے میں نہ ہو۔

"میں نے تو کوئی بکواس نہیں کی۔" اس نے محض خود پر چھائے جمود کو توڑنے کے لیے زبان کھولی ورنہ وہ حقیقتاً" سمجھا ہی نہیں تھا کہ ثمل کیا کہنا چاہ رہی ہے۔

"یہ بکواس نہیں تو اور کیا ہے کہ دو دن بعد ہماری منگنی ہو رہی ہے۔" ثمل چیخ کر بولی۔

اب کی بار خرم نے چونک کر بغور اسے دیکھا تھا جب ان لڑکیوں نے آ کر کہا تھا کہ ثمل تو مان ہی نہیں رہی کہ اس کے ساتھ تمہاری منگنی ہو رہی ہے تب اس نے زیادہ یقین نہیں کیا تھا۔

صنف مخالف کی اپنے اندر دلچسپی کو وہ خود بھی بہت اچھی طرح سمجھتا تھا وہ ان لڑکیوں کی باتوں کو مبالغہ آرائی کے خلاف میں لپٹی جلن ہی سمجھا تھا۔

البتہ یہ جان کر کر ثمل بھی یونیورسٹی آ گئی ہے اس سے ملنے چلا آیا تھا مگر اس کی طرف سے اس قسم کے رد عمل کی تو اسے توقع ہی نہیں تھی۔

اس کے چہرے پر مذاق یا خوامخواہ انجان بننے کی کوشش کرنے والی اداکاری کی رمق تک نہیں تھی اس کے برعکس وہ بڑے سنجیدہ لہجے میں سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"دو دن بعد واقعی ہماری منگنی ہو رہی ہے اس لیے میں نے ایسا کہا ہے مجھے بھلا جھوٹی افواہ اڑانے اور فضول ہانکنے کی کیا ضرورت ہے۔" خرم نے قدرے سنجیدگی سے کہا تو فوراً" کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر جانے کس چیز نے اسے ایک دم بولنے سے روک دیا۔

یا تو روميلہ کی تھوڑی دیر پہلے کی کہی بات نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کیا تھا یا خرم کے چہرے پر پھیلا سکون اس کی صداقت کو ظاہر کر رہا تھا۔

بہرحال کچھ بھی تھا وہ جتنی خود اعتمادی سے اس سے جرح کرنے آئی تھی اس میں دراڑیں پڑ گئی تھیں جبھی جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں اتنا دم نہیں تھا۔

"تم۔۔۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہا بلکہ تم انجان بننے کا ڈرامہ کررہی ہو۔ میرے والدین تو باقاعدہ تمہارے گھر گئے تھے رشتا لینے۔

اور تمہارے فادر عظمت خلیل نے خود اس رشتے کی منظوری دی ہے وہ تو فوری شادی کی خواہش کررہے تھے مگر میرے پیرنٹس فی الحال صرف منگنی پر آمادہ ہوئے ہیں وہ بھی بڑی مشکل سے کیونکہ وہ ہمارے نئے گھر میں منگنی کرنا چاہ رہے تھے۔ منگنی تو وہ خیر نئے گھر میں ہی کررہے ہیں مگر اب شفٹنگ کا کام بڑی افراتفری میں ہورہا ہے، جو کہ ڈیڈ کے مزاج کے بالکل برعکس ہے مگر اتنی جلد بازی صرف تمہارے فادر کے پرزور اصرار پر ہورہی ہے۔" خرم بڑی تفصیل سے بولا مگر یہ بات نہیں بتائی اس کے والد سے زیادہ فرقان حسن، خرم کے پرزور اصرار پر اس افراتفری کی منگنی کے لیے تیار ہوئے ہیں۔

نمل کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جارہا تھا اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ خرم کی کہی ساری باتیں جھوٹ ہوں مگر دماغ اسے جھنجوڑ رہا تھا کہ کل سے اب تک عظمت خلیل نے اسے بلا کر اس کی کلاس نہیں لی تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ اتنے مصروف ہیں کہ انہیں اپنا غصہ نکالنے کا وقت نہیں مل رہا۔

بلکہ وہ اپنی بھڑاس اس کی زندگی کا فیصلہ کرکے اس کے پیچھے ہی نکال چکے ہیں اب انہیں اس سے کچھ کہہ کر اس کی سن کر اپنا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ بے یقینی سے خرم کو دیکھے گئی تو خرم نے اس کے چہرے کے سامنے ہاتھ ہلاتے ہوئے قدرے شوخی سے کہا۔

"یقین نہیں آرہا نا خواب ایسے بھی پورے ہوتے ہیں۔" خرم نے اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی تو نمل چونکتے ہوئے تلملا گئی۔

"تم نے مجھ سے پوچھے بغیر اپنے پیرنٹس کو میرے گھر کیسے بھیج دیا۔"

"کیونکہ مجھے لگا تم انکار کرہی نہیں سکتیں تو پھر پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔" خرم نے مسکراتے ہوئے محض اسے جلانے کے لیے کہا تو وہ واقعی بری طرح سلگ گئی۔

"میں تب تو کیا اب بھی انکار کرسکتی ہوں اور کررہی ہوں۔"

"ہماری کوئی دو دن بعد منگنی وگنی نہیں ہورہی اپنے گھر میں بھی بتادو اور یونیورسٹی میں بھی۔" نمل کے صاف انکار پر خرم چاہتے ہوئے بھی اپنی مسکراہٹ کو مدھم پڑنے سے نہ روک سکا۔

"انکار کرنا تھا تو اپنے والدین کے سامنے کرتیں میرے سامنے اتنا بھاؤ کھانے کی کیا ضرورت ہے۔" خرم نے طنزیہ انداز میں کہا تو نمل کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا اس کے والدین نے اسے اتنا مان دیا ہی کب تھا جو وہ اپنی رائے کا اظہار کرتی۔ گوکہ یہ بات خرم کے سامنے کہنا اسے اپنی بے عزتی لگی تھی مگر وہ اسے یہ سوچنے کا موقع دے کر مزید خوش فہمیوں میں مبتلا ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی کہ یہ فیصلہ نمل کی رضامندی سے ہوا ہے اور وہ محض اس کے سامنے بھرم دکھارہی ہے۔

"میرے والدین نے یہ فیصلہ میرے پیچھے کیا ہے۔ میں کینیڈا گئی ہوئی تھی اگر وہ مجھ سے پوچھتے تو میں اسی وقت انکار کردیتی۔" نمل کے دو ٹوک لہجے پر ایک پل کے لیے خرم کے اندر سناٹا چھا گیا۔

یہ لڑکی کتنی بار اسے ذلیل کرچکی تھی ہر بار اسے پہلے سے زیادہ بے عزتی کا احساس ہوا تھا اس وقت بھی اس نے یہ سوچ کر خود کو بھڑکنے سے روکے رکھا کہ وہ کون سا اس سے محبت میں شادی کررہا ہے وہ تو محض لوگوں کو دکھانے کے لیے اسے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اچھا ہی ہے اگر وہ اس رشتے پر راضی نہیں ہے اس طرح تو اس کے جذبہ انتقام کو اور تسکین ملنی چاہیے۔ خرم نے خود کو سمجھاتے ہوئے فوراً ہی اپنا لہجہ شوخ بنالیا۔

"یار کیوں ڈرامہ کررہی ہو مان لو تم نے اپنی خوشی سے اس رشتے کو قبول کیا ہے مجھے تو پتا ہی ہے کہ ساری لڑکیاں مجھ پر مرتی ہیں ایک اگر تمہارا حال دل بھی پتا چل جائے گا تو کیا فرق پڑجائے گا۔"

"شٹ اپ۔۔۔"

"مجھ پر چلانے سے کیا ہوگا بھئی تم خود بتاؤ کیا یہ ماننے والی بات ہے کہ تمہارے ماں باپ نے تم سے پوچھے بغیر تمہاری شادی طے کردی اور تو اور منگنی کی ڈیٹ بھی فکس ہوگئی اور تمہیں خبر تک نہیں۔

اول تو مجھے یہ ہی یقین نہیں ہے کہ تم کینیڈا گئی ہوئی تھیں جب میرے پیرنٹس تمہارے گھر گئے تھے تب تمہارے والدین نے ایسی کوئی بات نہیں بتائی کہ تم ملک سے باہر گئی ہوئی ہو۔

چلو خیر میں مان لیتا ہوں کہ تم یہاں نہیں تھیں مگر آج کے دور میں تو فاصلے بالکل سمٹ گئے ہیں وہ پاکستان میں بیٹھ کر بھی تمہاری رائے لے سکتے تھے یا تمہارا انتظار ہی کرلیتے مگر وہ تو اتنی جلد بازی دکھارہے تھے جیسے تم کسی کے ساتھ بھاگنے کا ارادہ رکھتی ہو۔" خرم کا تمسخرانہ انداز کسی زناٹے دار تھپڑ کی طرح اسے لگا تھا۔

اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی مگر وہ خرم کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی اس لیے اپنی روہانسی ہوتی آواز پر بمشکل قابو پاتے ہوئے سرد لہجے میں بولی۔

"اچھا اس بحث کو رہنے دو کہ اس شادی میں میری مرضی شامل ہے یا نہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم یہ شادی کیوں کررہے ہو؟

اس تھپڑ کا بدلہ لینے کے لیے؟" نمل نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اتنے اعتماد سے کہا جیسے اس سے پوچھ نہ رہی ہو بلکہ وہ خود ہی اس حقیقت کو جانتی ہو بس اس کے منہ سے سننا چاہتی ہو۔

خرم غیر ارادی طور پر اس کی آنکھوں میں دیکھتا چلا گیا بہت خوب صورت تھیں اس کی آنکھیں۔ بہت بڑی اور بہت گہری۔ اتنی گہری کہ ان میں دیکھنے والا خود کو ان میں ڈوبتا محسوس کرنے لگے۔

اور ان پر تنی سیاہ گھنی پلکوں کی جھالر ایسے ان آنکھوں پر سایہ فگن تھی جیسے کسی گہری جھیل کے ارد گرد گھنے درختوں کی قطار تنی ہو جو اس جھیل کو ہر چبھتی ہوئی روشنی سے بچا کر اسے ایک عجیب طرح کی ٹھنڈک بخش رہی ہو اور اس کی گہرائی میں اضافہ کرتے ہوئے اسے مزید پراسرار بنارہی ہو۔

جسے دیکھنے والا دور سے ہی اس میں اتر کر اس کے اسرار و رموز کو جاننے کے لیے بے چین ہوجائے۔

"نہیں بلکہ اس لیے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

خرم کے گمبھیر لہجے پر تمل بن ہو گئی۔

اس جواب کی اسے قطعاً" توقع نہیں تھی ایسا نہیں تھا کہ وہ خرم کے منہ سے یہ سب سن کر بہت خوش ہو گئی تھی یا یہ اقرار سن کر اسے خرم کے ساتھ اپنی شادی طے پائے جانے پر اطمینان ہو گیا تھا۔

خرم کے رویوں سے اختلاف بدستور اپنی جگہ قائم تھا اسے صرف شدید قسم کی حیرانی ہوئی تھی۔

اور یہ بھی ایک حقیقت تھی اس سے اس قسم کی بات کبھی کسی نے کہی نہیں تھی کسی کے منہ سے اپنے لیے اظہار محبت سننا اس کے لیے ایک بالکل انوکھا اور عجیب نیا سا تجربہ تھا۔

اس کے خوشگوار اور ناخوشگوار ہونے پر غور کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا ابھی تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کے چہرے پر شرم و حیا کا کوئی رنگ نہیں ابھرا تھا اور یہ بات خرم نے ایک پل میں نوٹ کرلی تھی۔

اس کا ارادہ تمل سے کوئی اظہار محبت کرنے کا نہیں تھا نہ ہی وہ یہ شادی اس کی محبت میں گرفتار ہو کر کر رہا تھا یہ جملہ تو بالکل بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا تھا شاید وقتی طور پر وہ اس کے حسن کا زیر بار ہو گیا تھا۔

یا شاید وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس پر اتنا بگڑنے اور غصہ کرنے والی لڑکی اگر اس کے منہ سے ایسی کوئی بات سنے تو اس کا ردعمل کیا ہو گا۔

لاشعوری طور پر وہ اس کو شرماتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا گویا اسے اپنے سامنے سرنگوں کرکے اپنی انا کو تسکین پہنچانا چاہتا تھا مگر جب اس کے چہرے پر خرم کے حسب خواہش کوئی رنگ نہیں اترا تو خرم کا رومانس جھاڑنے کا سارا نشہ اتر گیا۔

ایک طرح سے جب وہ خرم کو اسے تسخیر کرنے کی خوشی نہیں دے رہی تھی تو خرم کیوں اس کے سامنے ہارنے کا غرور اسے بخشتا۔

تبھی خرم نے ایک پل میں اپنے چہرے کے تاثرات تبدیل کرتے ہوئے تمسخر اڑانے والے انداز میں کہا۔

"کیا تم یہ سننا چاہتی تھیں کہ خرم حسن تمہارے سامنے اپنی شکست کا اعتراف کرے۔

تمہیں یہ تو پتا چل ہی گیا ہو گا کہ کسی نے ہماری مووی فیس بک میں ڈال دی ہے بس اسی کا حساب برابر کرنے کے لیے تمہارے گھر اپنے پیرنٹس کو بھیج دیا تھا تاکہ لوگوں کی زبانیں بند ہو جائیں۔

ورنہ تمہارے تھپڑ کا بدلہ لینے کے لیے تو میں اور بھی کئی طریقے اپنا سکتا تھا اس کے بدلے تمہارے جیسی معمولی سی لڑکی سے شادی کرکے اسے اتنا خاص بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔" تمل جو ایک شاک میں گھری اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے پینترا بدلنے پر اس کی اٹکی سانس بحال ہو گئی۔

حالانکہ خرم کا انداز اسے سراسر ہتک آمیز لگتا تھا مگر اس قسم کے جملے اس کے منہ سے عجیب نہیں لگتے تھے جبکہ جو بات تھوڑی دیر پہلے اس نے کہی تھی اسے برداشت کرنا زیادہ مشکل تھا جبکہ خرم مزید وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب اس ایک تھپڑ کی قیمت تمہیں ساری زندگی چکانی ہو گی۔" تمل جو تھوڑی دیر پہلے عجیب و غریب قسم کے احساسات کا شکار ہو گئی تھی طیش میں آتے ہوئے اس کی بند زبان ایکدم کھل گئی۔

"اس غلطی میں کبھی مت رہنا کہ میں زندگی بھر تمہیں برداشت کروں گی۔ یونیورسٹی میں مٹھائی بانٹ دینے سے ہماری شادی نہیں ہو گی۔

دو دن بعد جس منگنی کا تم خواب دیکھ رہے ہو وہ بھی محض خواب ہی رہے گا۔" تمل نے بظاہر بڑے مضبوط لہجے میں کہا مگر خرم کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"اگر تمہارا انکار اتنا اہم ہوتا کہ دو دن بعد ہونے والی متوقع منگنی کو روک سکتا تو تمہارے والد تمہارے علم میں لائے بغیر اقرار ہی نہیں کرتے۔" "چپ اکثر شہ دیتا ہوتا ہے اور اگر اسے مکمل گرمان کر دیا جائے تو مقابل بلبلا اٹھتا ہے۔"

جیسے اس وقت تمل اس کی بات سن کر تڑپ اٹھی تھی اس نے بغیر یہ سوچے کہ وہ واقعی اس شادی سے انکار کر بھی سکے گی یا نہیں بڑے جتجھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابو نے حقائق جانے بغیر اس رشتے کی ہامی بھری ہے جب میں ان کے سامنے انکار کروں گی تو وہ ایک پل میں اس رشتے کو ختم کر دیں گے۔

کیونکہ تم سے شادی کرنے سے تو بہتر ہے کہ انسان زہر پی لے۔" تمل زہر خند لہجے میں کہہ کر جانے کے لیے پلٹنے لگی تو خرم نے سختی سے اس کا بازو اپنی آہنی گرفت میں جکڑ لیا۔

"سوچ سمجھ کر بولا کرو آگے چل کر تمہیں اپنے کہے ایک ایک لفظ کا حساب دینا ہو گا۔" اس کی انگلیاں تمل کی ہڈیوں میں گڑ گئی تھیں تکلیف کے باعث اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی مگر اس کا غصہ ہر احساس پر حاوی ہونے لگا۔

خرم کی اس بے حیائی پر دل تو چاہ رہا تھا ایک اور تھپڑ اس کے منہ پر رسید کر دے مگر تمل کی کہی بات سن کر خرم کافی طیش میں آ گیا تھا مطلق تھا تھپڑ کے جواب میں وہ بھی کوئی نازیبا حرکت کر گزرتا۔

لہٰذا تمل خود پر ضبط کرتے ہوئے محض اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی جس میں اسے مکمل طور پر ناکام دیکھ کر خرم کے چہرے کا تناؤ ایکدم غائب ہو گیا وہ اپنی اسی سابقہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ تپانے والے انداز میں بولا۔

"اتنی نازک سی تو ہو پھر کیوں میرے جیسے فولاد سے ٹکرا رہی ہو ایسا کرو پوری یونیورسٹی کے سامنے میرے پاؤں پکڑ کر اپنے تھپڑ کی معافی مانگ لو میں یہ رشتہ ختم کر دوں گا کیونکہ تمہاری جیسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے میں مجھے خود بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے صرف اور صرف اسے جلانے کے لیے بولا تھا۔

ورنہ تو اسے خود بھی معلوم تھا تمل جیسی خوددار اور ضدی لڑکی پاؤں پکڑ کر معافی مانگنے کے لیے کبھی بھی تیار نہیں ہو گی وہ بھی سب کے سامنے۔

"میں تمہارے پاؤں پکڑوں گی اور نہ ہی تمہارے ساتھ شادی کروں گی تم یہ حسرت لیے مر جاؤ گے۔" تمل کا چہرہ غصے اور تکلیف سے بالکل لال ہو گیا تھا مگر پہلی بار اس کے لہجے کی سختی سے خرم خائف نہیں ہوا۔

وہ ایک ہاتھ سے مسلسل اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی مگر خرم کا ہاتھ تو کیا ایک انگلی تک اپنی جگہ سے ہلانے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی اس کے چہرے پر پھیلی سرخی اس کی بے بسی کی مکمل عکاسی کر رہی تھی۔

ایسے میں ___ خالی خولی جملے بھلا خرم کو کیا تکلیف دیتے بلکہ اس کا دھمکی آمیز لہجہ خرم کو ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔

اس کی ہنسی تمل کو جلا کر خاک کر گئی تھی دل تو چاہ رہا تھا کہ اس کے منہ پر تھوک دے مگر وہ عقل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔

وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ اس کی پرفیوم کی تیز خوشبو سے تمل کو سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی ایسے میں تمل کی ایک غلط حرکت اسے کسی بھی حد تک جانے پر اکسا سکتی تھی۔

البتہ اپنی بے بسی کا احساس اسے رونانسا ضرور کر گیا تھا مگر اس نے کمال مہارت سے اپنے تاثرات چھپا رکھے تھے وہ اس کے سامنے آنسو بہانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

آخر خرم نے خود ہی اس کا بازو چھوڑتے ہوئے شاہانہ انداز میں کہا۔

"چلو دیکھتے ہیں کون کس کی حسرت لیے مرتا ہے مستقبل کی مسز خرم حسن۔" اس کے بازو چھوڑتے ہی ثمل فوراً" پانچ چھ قدم پیچھے ہٹ گئی جیسے وہ جانے کون سے موذی مرض میں مبتلا ہو۔

اس کا طرز تخاطب ثمل کو سرتاپا سلگا گیا تھا مگر وہ مزید اس کے پاس کھڑے ہو کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے محض جان چھڑانے والے انداز میں کہتی پلٹ گئی۔

"تم دیکھو' میں تو جا رہی ہوں۔" ثمل یونیورسٹی میں مزید نہ رکنے کا فیصلہ کرتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی جہاں سنبل اور رومیلہ کو پہلے سے موجود پا کر پل بھر کو حیران ہوئی مگر فوراً" ہی اس کی حیرت ختم بھی ہو گئی۔

وہ دونوں اس کے مزاج سے اتنی اچھی طرح واقف تھیں کہ انہیں بغیر کہے ہی پتا چل گیا تھا کہ ثمل اب فوراً" گھر جانے کا ارادہ کرے گی۔

وہ دونوں بغیر کچھ کہے اس کے ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھنے لگیں تو ثمل بے ساختہ بول اٹھی۔

"تم دونوں کیوں میری وجہ سے اپنی پڑھائی ڈسٹرب کر رہی ہو۔"

"ہم تو پھر بھی پڑھ رہے ہیں تمہاری تو سرے سے کوئی پڑھائی ہی نہیں ہو رہی۔" سنبل نے موضوع سے پہلو تہی کرتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔

"اور میری پڑھائی آٹھ دس دن بعد چھٹنے ہی والی ہے۔" رومیلہ کے لہجے میں پہلی بار یہ بات کہتے ہوئے کوئی حسرت نہیں تھی۔

ثمل اتنے ذہنی انتشار کے باوجود اسے ٹھٹک کر دیکھنے لگی بہت ہی مدھم سی مسکراہٹ اس کے ہونٹ کے کنارے پر ابھر کر اتنی تیزی سے غائب ہو گئی کہ رومیلہ اور سنبل تو کیا خود اس کے ہونٹوں کو بھی پتا نہیں چلا کہ وہ مسکرائی ہے۔

سنبل کو گھر پر ڈراپ کرنے کے بعد جب اس نے گاڑی رومیلہ کے گھر کی طرف موڑنی چاہی تو رومیلہ نے منع کر دیا۔

"میں تمہارے ساتھ ہی تمہارے گھر چلوں گی۔" ثمل صرف اسے دیکھ کر رہ گئی۔

راستے میں اس نے خرم کے ساتھ ہوئی گفتگو کا مختصر احوال سنا ہی دیا جسے سننے کے بعد سنبل اور رومیلہ دونوں ہی نہایت سنجیدہ ہو گئی تھیں اس لیے ثمل کو یہ بھی پتا تھا کہ رومیلہ اس کے ساتھ کیوں جانا چاہ رہی ہے۔

وہ خود عظمت خلیل سے بات کرنا چاہ رہی تھی لیکن اسے یہ بھی پتا تھا کہ رومیلہ کے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہونے والا تھا الٹا اسے شدید منہ کی کھانی تھی۔

ثمل تو ان کے ساتھ تلخ کلامی کرنے اور سننے کی عادی ہو چکی تھی جبکہ رومیلہ کے لیے وہ لب و لہجہ یقیناً" ناقابل برداشت ہوگا پھر بھی ثمل نے اسے منع نہیں کیا اس سے کچھ ڈھکا چھپا تھا ہی نہیں جس کی پردہ داری کی جاتی۔

گھر پہنچنے پر ثمل نہ چاہتے ہوئے بھی رشیدہ کے سامنے اپنی ناراضی کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکی مگر رشیدہ کے چہرے پر پھیلی بے بسی دیکھ کر اس نے موضوع کو طول دینے سے خود کو ضرور روک لیا۔

رومیلہ کے مرہون منت تھوڑی دیر تو ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں۔ مگر پھر گفتگو گھوم پھر کر ثمل کی شادی پر آ رکی۔

رشیدہ نے اسے خرم کے والدین کے آنے سے لے کر عظمت خلیل کے بغیر خرم کو دیکھے اور طے رشتے کی ہامی بھر لینے والی تمام باتیں تفصیل سے بتا دیں۔

مگر حیرت انگیز طور پر ثمل کو ہنوز ذرا بھی غصہ نہیں آیا وہ عجیب یاسیت بھری نظروں سے رشیدہ کو دیکھتی رہی۔

اسی لیے تو خرم پر اس کا انکار کرنے کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا اس کے والد نے اس کی شخصیت کو خود ہی دو کوڑی کا کر کے خرم کے سامنے اس کے ہر لفظ کا مطلب بے معنی کر دیا تھا۔

جس لڑکی کا والد رشتہ قبول کرتے وقت اگلے ہفتے بارات لانے کی بات کر رہا ہو اس لڑکی کی اور اس کے انکار کی بھلا لڑکے والوں کی نظر میں کیا وقعت رہ جائے گی۔

خرم کا مغرور سا انداز اسی لیے تو ہر خوف و خطرے سے آزاد تھا کہ اگر اس کے انکار یا اقرار کی اتنی حیثیت ہوتی تو یہ فیصلہ اس کی بے خبری میں ہرگز نہ ہوتا اور نہ ہی اس کے والد اس کی شادی کے لیے اتنی جلد بازی کا مظاہرہ کرتے۔

نمل غیر حاضر دماغ کے ساتھ بیٹھی رشیدہ اور رومیلہ کی گفتگو سنتی رہی مگر رات کے کھانے کے وقت جب عظمت خلیل گھر آئے تو نمل ایک دم اس خود ترسی سے باہر نکل آئی اور جا کر ان کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہو گئی۔

عظمت خلیل فیصلہ کر کے اس قدر مطمئن ہو گئے تھے کہ انہیں اب نمل پر کسی قسم کا غصہ بھی نہیں آ رہا تھا اور اسی لیے وہ اس کے ساتھ بحث کر کے اپنا وقت بھی ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔

نمل نے بات شروع ہی کی تھی کہ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر ایک جملے میں اسے خاموش کروا دیا۔

"اگر تم نے اس شادی سے انکار کیا تو میں تمہاری ماں کو طلاق دے کر گھر سے نکال دوں گا۔" اتنا بڑا لفظ استعمال کرتے ہوئے ایک پل کے لیے بھی ان کا چہرہ متغیر ہوا تھا نہ ان کا لہجہ کانپا تھا۔

وہ صرف کہہ نہیں رہے تھے وہ واقعی ایسا کر بھی سکتے تھے نمل سکتے کے عالم میں انہیں دیکھے گئی اس کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں ان کی بے حسی کو دیکھ کر۔

ایک عورت جس نے ان جھڑکیوں اور بے نیازی کے باوجود اتنے سال ان کی خدمت کرتے ہوئے خاموشی سے گزار دیے اس عورت کو وہ محض اپنی اولاد کو نیچا دکھانے کے لیے اس عمر میں زندہ درگور کر سکتے تھے۔

عمر کے اس حصے میں ان کے سر میں خاک ڈالنے پر تلے ہوئے تھے اس کی معذوری و بے بسی کا احساس ہونے کے باوجود اسے رسوا کرنے پر کمربستہ تھے۔

نمل شاک میں کھڑی تھی اور وہ اپنا حربہ کامیاب ہوتا دیکھ کر سکون سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے ان کی غرور سے تنی گردن چیخ چیخ کر اعلان کر رہی تھی کہ انہوں نے بغیر لڑے ایک بہت بڑا معرکہ سر کر لیا تھا۔

نمل ان کے جانے کے بعد بھی جانے کتنی دیر ایسے ہی کھڑی رہتی کہ رشیدہ کی سسکیوں کی آواز اسے دوبارہ ہوش میں لے آئی وہ تیزی سے ان کی جانب بڑھی۔ مگر انہیں چپ نہ کرا سکی سمجھ نہیں آ رہا تھا ان سے کیا کہے زبان گنگ ہو گئی تھی جبکہ وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"مجھے معاف کر دو بیٹی۔ میری وجہ سے ... میری وجہ سے تمہیں ہمیشہ کئی ناگواریاں برداشت کرنی پڑی ہیں اور آج ... آج۔" آنسو میں شدت آنے پر ان سے جملہ بھی پورا نہیں ہو سکا تھا۔

نمل چپ چاپ انہیں دیکھتی رہی تو رومیلہ ان کا ہاتھ سہلاتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"نہیں ممانی آپ کی وجہ سے نہیں بلکہ میری وجہ سے آج نمل کے ساتھ یہ سب ہو رہا ہے نہ وہ میری خاطر کینیڈا جاتی اور نہ اسے خرم سے شادی کرنی پڑتی۔" نمل چونک کر رومیلہ کو دیکھنے لگی اس کا کہا لفظ "خرم سے شادی" کسی ہتھوڑے کی طرح اس کے اعصاب پر جا گرا تھا بے اختیار اسے صبح خرم کا کہا یاد آ گیا۔

"مستقبل کی مسز خرم حسن!"

اس کا وہ بازو بری طرح جلنے لگا جسے صبح خرم نے اپنی آہنی گرفت میں لیا ہوا تھا رشیدہ اور رومیلہ، نمل کو فراموش کیے ایک دوسرے کو بے قصور اور خود کو نمل کا قصوروار قرار دے رہے تھے۔

جبکہ نمل آستین ہٹا کر اپنے بازو کو دیکھنے لگی جہاں ابھی تک خرم کی سخت گرفت کی وجہ سے سرخی مائل نشان بنا ہوا تھا۔

"تم سے تو میں کبھی شادی نہیں کروں گی خرم بلکہ تمہارا [illegible] کروں گی۔" نمل اس کی انگلیوں کے نشان کو دیکھتے ہوئے زیر لب ایسے بولی جیسے اپنے بازو پر بنے نشانوں سے نہیں بلکہ خرم سے مخاطب ہو۔

☆☆☆

نئے گھر میں شفٹ ہونے کے بعد فوری طور پر زوبیہ کو سارا ماحول بڑا عجیب لگا تھا سارا دن عجیب بھاگ دوڑ میں گزرا اور رات کو تھکن کے باوجود وہ گہری نیند نہ سو سکی۔

عجیب سی یوست کا احساس ہو رہا تھا جو صرف اسے ہی نہیں بلال اختر اور عائشہ اختر کو بھی اپنے لپیٹ میں لیے ہوئے تھی

عائشہ اختر تو برملا اپنی بیزاری کا اظہار کر رہی تھیں جبکہ بلال اختر بظاہر تو خاموش تھے مگر ان کے چہرے پر ایک کوفت نمایاں تھی۔

تقریباً" تین چار دن بعد کہیں جا کر ساری چیزیں ترتیب سے لگیں تو مکان کچھ کچھ گھر لگنے لگا۔

بہت دنوں بعد عائشہ اختر نے ملازمہ کو ہٹا کر خود کھانا پکایا تو کھانے کی میز پر ان تینوں کو ہی ایک خوشگوار سا احساس ہوا۔

"بیگم اب کل سے تم ہی کھانا پکاؤ گی۔" بلال اختر نے نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا تو عائشہ اختر انہیں مصنوعی خفگی سے دیکھنے لگیں۔

"میری سارا دن کی محنت کا آپ مجھے یہ صلہ دے رہے ہیں کہ انعام کی بجائے مجھے سزا مل رہی ہے۔" ان کے انداز پر زوبیہ تک کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"لیکن مما! پاپا صحیح کہہ رہے ہیں کوکنگ آپ کو ہی کرنی چاہیے آج واقعی کھانا کھا کر مزا آیا ہے۔" زوبیہ کی بات پر وہ افتخر بھرے انداز میں مسکرانے لگیں۔

"ایسا کرو زوبیہ کو کھانا پکانا سکھا دو ویسے بھی اس کے پاس سارا دن کرنے کے لیے کچھ ہوتا بھی نہیں۔" بلال اختر نے پلیٹ ذرا سی آگے کرتے ہوئے دونوں کہنیاں میز پر ٹکا دیں۔

"جی نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے میری اتنی حسین بچی کو کچن میں جا کر اپنا رنگ کالا کرنے کی۔ ویسے بھی یہ دوبارہ مصروف ہونے والی ہے میں کسی نئے کالج میں اس کا ایڈمیشن کرا رہی ہوں یہ گھر میں بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتی۔" عائشہ اختر نے کہا تو زوبیہ کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

بلال اختر نے ان کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا بلکہ صرف انہیں دیکھ کر رہ گئے تو عائشہ اختر بھی واپس موضوع کی طرف آتے ہوئے بولیں۔

"مگر یہ بات تو ہے اتنے سالوں بعد کھانا پکا کر مجھے بھی مزا آیا ہے میں سوچ رہی ہوں کبھی کبھی کچن پر نظر کرم کر ہی لیا کروں۔"

"بہت خوب پھر ایسا کریں کل پرشین رائس بنا لیں۔" بلال اختر خوش دلی سے بولے تو عائشہ اختر کل کے لیے مزید مینو ترتیب دینے لگیں جبکہ زوبیہ خاموشی سے کرسی کھسکا کر کھڑی ہو گئی مگر ابھی وہ ڈائننگ روم کے دروازے سے نکلی ہی تھی کہ بلال اختر کے سرگوشیانہ انداز میں اس کا نام لینے پر آگے بڑھنے کی بجائے وہیں دیوار کے پاس رک گئی۔

"نوسیہ کی حالت کافی بہتر لگ رہی ہے نا۔" بلال اختر رک کر عائشہ اختر کے جواب کا انتظار کرنے لگے مگر وہ خاموش رہیں تو خود ہی کہنے لگے۔

"میرا گھر بدلنے کا فیصلہ غلط نہیں تھا۔ نوسیہ کے رویے میں فرق نظر آ رہا ہے وہ کافی پرسکون لگ رہی ہے اور پھر جو گھر ہم نے لیا ہے یہ بھی اتنا برا تو نہیں ہے۔ ہاں اگر تھوڑا ڈھونڈ کر لیتے تو اس سے اچھا مل جاتا لیکن ٹائم نہیں تھا میں فوراً" سے بیشتر اس گھر کو چھوڑنا چاہتا تھا۔

تمہیں ابھی میرے فیصلے سے اختلاف ہے۔ لیکن آگے چل کر تم خود مانو گی کہ میں نے صحیح قدم اٹھایا تھا۔"

عائشہ اختر بغور بلال اختر کو دیکھتی رہیں پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولیں۔

"اگر نوسیہ کی بیماری کی وجہ آپ اس گھر کو سمجھتے ہیں تو پھر تو آپ مجھے بھی اس کی بیماری کا ذمہ دار سمجھتے ہوں گے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟" بلال اختر کچھ چڑ گئے۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں آپ یہی سوچتے ہیں نا کہ اس گھر کی وجہ سے ہماری بیٹی کو بد نما لگی ہے تو اس کا ذمہ دار آپ مجھے ہی سمجھتے ہوں گے نا۔" عائشہ اختر کا لہجہ عجیب سا تھا جیسے خود اپنے آپ پر ہنس رہی ہوں مگر ہنسی میں رونے کا عنصر بھی شامل ہو۔

"میں نوسیہ کا ماحول بدلنا چاہتا تھا اس کا تعلق گھر سے نہیں ہے۔" بلال اختر نے کھڑے ہوتے ہوئے حتمی لہجے میں قدرے غصے سے کہا اور قدم آگے بڑھا دیے تو نوسیہ بھی تیزی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی مبادا وہ اسے کھڑا ہوا نہ دیکھ لیں۔

اپنے کمرے میں آ کر وہ کافی دیر تک ان کی گفتگو پر غور کرتی رہی پتا نہیں کیا مطلب تھا ان کی باتوں کا اس میں پوچھنے کی ہمت نہیں تھی اور نہ ہی اس کے پوچھنے پر وہ بتا دیتے۔

البتہ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ بلال اختر کی اس غلط فہمی کو ضرور ختم کر دے کہ اس گھر میں آ کر نوسیہ کی حالت میں کوئی سدھار آ گیا ہے۔

پہلے دن تو اسے بھی یہی لگا تھا کہ یہاں اردگرد کہیں شائستہ خالہ کا سایہ نہیں ہے مگر اگلی ہی رات اس خوش فہمی نے بڑی آسانی سے دم توڑ دیا۔

وہ اپنے باتھ روم میں بیسن کے سامنے کھڑی منہ دھو رہی تھی جب پانی کا چھینٹا منہ پر مارنے کے بعد اس نے سیدھے ہوتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو بے اختیار اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

آئینے میں شائستہ خالہ کا وہی بھیانک چہرہ نمودار ہوا تھا اور پل بھر میں ہی غائب بھی ہو گیا تھا۔

نوسیہ نے فوراً" پلٹ کر دیکھا مگر پیچھے کچھ بھی نہیں تھا اس نے ایک بار پھر آئینے کی جانب دیکھا مگر وہاں بھی اب سوائے اس کے اپنے عکس کے کچھ نہیں تھا۔

نوسیہ اپنا چہرہ تولیے سے پونچھے بغیر تیزی سے باتھ روم سے نکل آئی اور کمبل میں دبک کر بیٹھ گئی۔

کچھ دیر بعد جب اس کی پھولی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں تب اس نے اس عکس پر غور کرنا شروع کیا تو ایک بڑی عجیب سی بات اس کے سامنے آئی۔

وہ بیسن پر جھک کر منہ دھو رہی تھی جب وہ سیدھی ہوئی تو آئینے میں اسے اپنی جگہ شائستہ خالہ نظر آئی تھیں اس کا اپنا چہرہ تو آئینے میں تھا ہی نہیں۔ بس صرف شائستہ خالہ اس کی بجائے آئینے میں موجود تھیں۔

کچھ دیر تو وہ اس عجیب و غریب منظر پر غور کرتی رہی مگر کوئی سرا ہاتھ آتا تو کچھ سمجھ میں بھی آتا چنانچہ وہ تھک کر پاس رکھے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر چہرہ پونچھتے ہوئے سونے لیٹ گئی۔

یہ اور بات تھی کہ سوتے میں بھی اسے خواب میں بھی وہی بھیانک چہرہ دکھائی دیتا رہا۔

کبھی وہ کسی سنسان اندھیری سڑک پر دوڑ رہی ہوتیں تو کبھی پاگلوں کی طرح اور زور سے چیخ رہی ہوتیں۔

خواب میں وہ موجود بھی تھے بری طرح ہنستے ہوئے بالکل بدلی بدلی نظر آتیں۔

نوسیہ کی بار بار آنکھ کھلتی رہی بڑی مشکل سے آخر صبح ہوئی تو وہ بغیر منہ ہاتھ دھوئے محض کپڑے بدل کر کمرے سے باہر آ گئی۔

عائشہ اختر نے اس کے ستے چہرے کو دیکھ کر یہی سوچا کہ ان کی طرح اسے بھی نئی جگہ پر نیند نہیں آئی اس لیے انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا اور اگر کرتیں بھی تب بھی کون سا نوسیہ کو انہیں کچھ بتانا تھا اس نے تو اب ایسی باتیں کرنی ہی چھوڑ دی تھیں جو سامنے والے کی سمجھ میں نہ آئیں اور جنہیں سامنے والا سمجھنے کی کوشش بھی نہ کرے۔

☆ ☆ ☆

نمل کا تپا ہوا چہرہ خرم کو اینڈ تک شانت کر گیا تھا جب سے اس نے خرم پر ہاتھ اٹھایا تھا تب سے اس کے سینے میں ایک آگ سی جل رہی تھی جو آج نمل کے چہرے پر پھیلی بے بسی دیکھ کر ایک دم ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

یونیورسٹی میں لوگوں کا حیرانی بھرا رد عمل اور اب نمل کا غصے بھرا انکار سب کچھ عین اس کی خواہش کے مطابق تھا کیونکہ اسے یقین تھا نمل کے انکار سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

وہ عظمت خلیل سے ملا نہیں تھا مگر انہوں نے اس سے ملے بغیر جس طرح اتنی آسانی سے اتنا بڑا اور اہم فیصلہ کیا تھا اسے مدنظر رکھتے ہوئے خرم ان کی حاکمانہ فطرت کو بہت اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور ایسے لوگ ایک بار جو فیصلہ کر لیتے عموماً" اسے بدلتے نہیں تھے۔

اسی لیے اسے یقین تھا نمل چاہے گھر جا کر کتنا ہی رو پیٹ لے شادی بہرحال نہیں رکوا سکتی تھی۔

خرم سرشار سے انداز میں اپنے دوستوں میں آ کر بیٹھ گیا گو کہ وہ کئی دن کی غیر حاضری کے بعد آیا تھا مگر آج اس کا کوئی کلاس لینے کا دل نہیں چاہ رہا تھا اسے تو بس سب کے بیچ میں بیٹھ کر اپنی فتح کا جشن منانے میں دلچسپی تھی۔

ہارون اور نادر تھوڑی دیر اس کا ساتھ دے کر لیکچر اٹینڈ کرنے چلے گئے تھے جبکہ حمید اور روی بدستور اس کے ساتھ براجمان تھے انہیں بھی بڑا مزا آ رہا تھا لوگوں کی مبارکباد اور حیرانیاں وصول کرنے میں وہ دونوں ایسے اترا رہے تھے جیسے ان دونوں نے ہی تو یہ معرکہ سر کیا ہو۔

لیکن رنگ میں بھنگ ڈالا مسز فرقان کا غصے بھرا فون آیا تو اسے چاہتے ہوئے بھی وہاں سے اٹھ کر گھر آنا پڑا۔

مسز فرقان گھر پر بری طرح جھنجلائی ہوئی تمام ملازموں اور مزدوروں پر چلائے جا رہی تھیں اسے دیکھتے ہی اس پر بھی اسی لہجہ میں برس پڑیں۔

"خرم میں نے تمہیں کل رات ہی منع کر دیا تھا کہ تم صبح یونیورسٹی نہیں جاؤ گے مگر میری تو اس گھر میں کوئی سنتا ہی نہیں ہے۔

تمہارے ڈیڈ کو منع کرتی رہی کہ منگنی کی تاریخ اتنی قریب کی مت رکھیں مگر ان کے کان پر جوں نہیں رینگی۔ پھر انہیں یہ سمجھاتی رہی کہ اگر منگنی رکھنی ہے تو کم از کم نئے گھر میں نہ رکھیں گھر کی شفٹنگ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے مگر انہوں نے یہاں بھی میری نہیں سنی۔

کم از کم میری اتنی بات تو ماننی چاہیے کہ اتنی مصروفیت کے ٹائم پر تم اور تمہارے ڈیڈ اپنے روٹین کے کام چھوڑ کر میرے ساتھ شفٹنگ میں میری مدد کرا دیں آخر میں اکیلی کیا کیا دیکھوں۔" مسز فرقان حسب عادت بغیر رکے

شروع ہو گئی تھیں۔

خرم پرسکون انداز میں انہیں بگڑتا دیکھتا رہا اور ان کی بات ختم ہونے پر خوش دلی سے ہنس دیا۔

"ریلیکس ماما! Why are you so tense میں سب سنبھال لوں گا۔" خرم کا اطمینان دلانا انہیں اور بھڑکا گیا وہ مزید غصہ کرنے لگیں تو خرم بظاہر سنجیدہ ہوتے ہوئے فوراً" حرکت میں آگیا۔

مزدور سامان ٹرک میں لوڈ کر کے نئے گھر میں لے جانے کے لیے تیار کھڑے تھے سامان سے بھرا ایک ٹرک پہلے ہی گھر پہنچ چکا تھا جس کے ساتھ ان کے بھروسے کا ایک بہت پرانا ملازم بھی گیا تھا اس کے جانے سے مسز فرقان کو کافی دقت ہو گئی تھی اب ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا یہاں پر سامان کس طرح پیک ہوا ہے پہلے کون سے کمرے کا فرنیچر بھیجیں، تبھی انہوں نے غصے میں خرم کو فون کیا تھا اور اب خرم کے آجانے پر انہوں نے اس ملازم کو واپس گھر بلا لیا تھا اور خرم کو نئے گھر پہنچنے کے لیے کہہ دیا تو خرم فوراً" ہی وہاں سے نکل گیا، وہ نیا گھر اس دن کی نسبت آج بالکل الگ لگ رہا تھا۔

بلال اختر کے گھر کا سارا سامان جا چکا تھا بس کچھ غیر ضروری سامان وہ چھوڑ گئے تھے جسے فی الحال گھر کے پچھلے حصے میں بنے سرونٹ کوارٹرز میں ڈلوا لیا جا رہا تھا۔

ایک ایک کمرے کو اچھی طرح صاف کر کے اس میں سامان رکھنا شروع کر دیا گیا تھا۔

مجموعی طور پر کام بہت تھا اور گھر بھی بہت پھیلا ہوا تھا مسز فرقان کی بوکھلاہٹ واقعی بے جا نہیں تھی۔

"یہ جو غیر ضروری سامان وہ لوگ چھوڑ گئے ہیں اسے گھر کے پچھلے حصے میں ڈالنے کی بجائے سیدھا پھنکوا کیوں نہیں دیتے؟" خرم نے ایک مزدور کو دیوار پر سے ایک پرانی سی پینٹنگ اتارتے ہوئے دیکھ کر ٹوکا تو وہ پلٹ کر خرم کو دیکھنے لگا۔

"آپ کی والدہ کہہ رہی تھیں سارا سامان فی الحال پیچھے ڈلوا دو کیا پتا اس میں ان کی کوئی ضروری چیز رہ گئی ہو اور وہ لوگ واپس لینے آئیں۔"

"تو یہ تو ان کی غلطی ہے نا کہ وہ اپنی ضروری چیزیں کیوں چھوڑ گئے اب ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے اس طرح کا ایکسٹرا کام بھی کریں۔

کوئی ضرورت نہیں ہے اس پینٹنگ کو پیچھے لے جانے کی۔ لے جا کر گھر سے باہر پھینک دو کوئی جمعدار لے کر چلا جائے گا۔"

"مگر صاحب۔"

"میں کہہ رہا ہوں نا تم سے، لے جا کر پھینک دو۔" خرم نے اسے بولنے کا موقع دیے بغیر حکمیہ انداز میں کہا تو وہ سر ہلاتا باہر نکل گیا جبکہ سیڑھیوں سے اترتا ایک مزدور جوان کی گفتگو سن چکا تھا خرم کے قریب آتے ہوئے بولا۔

"صاحب کیا اس ڈبے کو بھی پھینک دوں یہ اوپر کمرے میں پڑا تھا اس میں کچھ کاغذات وغیرہ ہیں یہ تو لگتا ہے واقعی غلطی سے رہ گیا ہے۔"

خرم اس کے ہاتھ میں موجود گتے کے ڈبے کو دیکھنے لگا وہ پیکنگ کے لیے منگایا ہوا کارٹون تھا جو اوپر سے ضرور کھلا ہوا تھا مگر اطراف میں باقاعدہ ٹیپ لگا ہوا تھا۔

یعنی ایک نئے ڈبے کو بنا کر اس میں خاص طور سے سامان رکھا گیا تھا۔

"یہ مجھے دے دو تم جا کر دوسرا کام دیکھو۔"

وہ مزدور ڈبا خرم کے سامنے رکھ کر واپس سیڑھیاں چڑھ گیا۔

خرم نے جھک کر اسے کھولا اور اس میں پڑے بہت سارے کاغذات میں سے چند ایک نکال لیے۔

وہ مختلف اوراق پر بنے مختلف اسکیچز تھے جنہیں بنایا تو بڑی مہارت سے گیا تھا مگر جن میں مناظر بڑے عجیب و غریب پیش کیے گئے تھے۔

پنسل اور پین سے بنائے گئے مختلف اسکیچز میں خون، ظلم اور تشدد نمایاں تھا۔

ایک بہت ہی بھیانک قسم کی لڑکی اکثر اوراق پر موجود تھی جبکہ ایک صفحے پر ایک لڑکی کے سر سے خون نکل رہا تھا تو دوسری تصویر میں ایک لڑکا خون میں لت پت تھا اور کہیں کوئی زمین کھود رہا تھا جیسے قبر کھود رہا ہو۔

کچھ صفحوں پر تو قلم ایسے گھسیٹا گیا تھا کہ سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

البتہ کچھ ڈرائنگز دیکھ کر خرم کا سانس کھینچ کر رہ گیا جہاں دو لڑکے ایک لڑکی پر بڑے وحشیانہ انداز میں حملہ آور تھے۔

خرم سر اٹھا کر اپنے اردگرد دیکھنے لگا کہ کہیں کسی نے اسے ایسی بے ہودہ مصوری کے فن پارے دیکھتے ہوئے دیکھ تو نہیں لیا تبھی خرم کو وہی مزدور دوبارہ آتا دکھائی دیا جو یہ ڈبا اٹھا کر لایا تھا۔

"سنو! یہ ڈبا تم کون سے کمرے سے لائے ہو؟" خرم نے اسے آواز دیتے ہوئے پوچھا۔

"صاحب جس کمرے میں آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کا سامان رکھنا ہے۔" خرم کچھ دیر کے لیے اس مزدور کو دیکھتا رہ گیا۔

اسے اچھی طرح پتا تھا وہ کمرہ بلال اختر کی بیٹی کا تھا اس کی ذہنی حالت کے بارے میں بھی وہ تھوڑا بہت سن چکا تھا لہٰذا یہ اندازہ لگانے میں اسے زیادہ وقت نہیں ہوئی کہ یہ مصوری کے شاہکار ان کی بیٹی کے ہی کارنامے ہیں۔

خرم نے ایک نظر واپس ان کاغذات پر ڈالی اور پھر انہیں ڈبے میں ڈالتے ہوئے اسی مزدور سے کہا۔

"یہ ڈبا وہیں کوارٹر میں ڈال دو جہاں گھر کا دیگر سامان رکھا ہے بلکہ اگر اس کمرے میں اور بھی کوئی سامان ہو تو وہ بھی باہر پھینکنے کی بجائے پیچھے کوارٹر میں رکھ دینا۔" خرم نے ڈبے کو بند کر کے مزدور کی طرف کھسکا دیا۔

نمل کسی روبوٹ کی طرح اپنی منگنی کے لیے تیار ہوئی تھی ہر طرح کے احساسات سے عاری بالکل مشینی انداز میں۔

روبیلہ اور سنبل صبح سے اس کے پاس آگئی تھیں مگر تسلی کے الفاظ ان کے پاس بھی نہیں تھے خرم نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اس ایک تھپڑ کا حساب نمل کو زندگی بھر چکانا تھا ایسے میں بھلا وہ کس بات کو بنیاد بنا کر خوش فہمی کا شکار ہوتیں اور نمل کو دلاسا دیتیں۔

صبح خرم کی والدہ آکر نمل کو منگنی کا بیش قیمت شاندار جوڑا اور اس کی میچنگ جیولری، پرس اور جوتے دے گئی تھیں۔

وہ نمل کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئی تھیں اسے اس قدر سراہا تھا اور اس کے ساتھ اتنی محبت سے پیش آئی تھیں کہ رشیدہ کے خدشات بہت حد تک کم ہو گئے تھے انہوں نے مسز فرقان کے جانے کے بعد کافی دیر تک بیٹھ کر نمل کو سمجھایا تھا۔

"ہر ایک کے اظہار کا طریقہ الگ ہوتا ہے کچھ لوگ اپنی انا کے دائرے میں اس قدر قید ہوتے ہیں کہ اپنی پسند کو کھل کر ظاہر نہیں کرتے۔ مجھے لگتا ہے خرم بھی ایسا ہی ہے تمہیں غصے میں دیکھ کر اسے بھی غصہ آگیا ہو گا اس لیے اس نے اس طرح بات کی ہو گی۔

ورنہ اس کے والدین کو دیکھ کر تو یہی لگتا ہے کہ اس کا تعلق بہت اچھی فیملی سے ہے وہ یقیناً" شادی جیسے مقدس رشتے کو کسی انتقام کی بھینٹ نہیں چڑھنے دے گا۔

اگر اکلوتا اور لاڈلا ہونے کی وجہ سے وہ کچھ ضدی اور ہٹ دھرم ہو بھی گیا ہے تو بھی وقت کے ساتھ ساتھ اس میں فرق آجائے گا۔"

"ہاں جیسے ابو میں آگیا ہے نا۔" ان کی نصیحت نمل جتنی بے زاری سے سن رہی تھی آخر جب اس سے برداشت نہیں ہوا تو وہ بول پڑی۔

مگر رشیدہ بیگم نے برا مانے بغیر اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اپنے باپ کی وجہ سے سارے مردوں سے بدگمان ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے تم خرم کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔"

"میں اس کے ساتھ رہوں گی ہی نہیں تو خوش اور ناخوش رہنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔" نمل نے زہرخند انداز میں کہا تو رشیدہ نے خاموش ہو جانا ہی بہتر سمجھا۔

خرم کے متعلق کوئی بھی مثبت اور غیر مثبت بات اس کے غصے کو بڑھا ہی رہی تھی اور گھر میں مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔

وہ نہیں چاہتی تھیں کہ نمل کے چہرے پر پھیلا تناؤ کوئی محسوس کرے اور لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع مل جائے۔

تمام مہمانوں کے اکٹھا ہونے پر وہ سب خرم کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

"یہ کیا الٹا طریقہ ہے بجائے اس کے کہ لڑکے والے آئیں ہم الٹا ان کے گھر جا رہے ہیں۔" رومیلہ کو خود کوفت ہو رہی تھی ایک تو نمل اسے عزیز بہت تھی لہٰذا وہ اس کے احساسات کو اچھی طرح سمجھ سکتی تھی دوسرے یہ کہ وہ خود اس صورت حال سے گزر چکی تھی۔

زبردستی کی منگنی اور شادی کسی اژدہا کی طرح دل و دماغ کو جکڑ کر مفلوج کر دیتی ہے یہ بات رومیلہ سے بہتر اور کون جان سکتا تھا۔

"جب صبح خرم کی مدر تمہارے گھر آئی تھیں تمہیں انہیں صاف انکار کر دینا چاہیے تھا۔" گاڑی میں نمل کے برابر میں بیٹھتے ہوئے سنبل نے تلخی سے کہا۔

"پاگلوں جیسی باتیں مت کرو اگر یہ بات ماموں تک پہنچ گئی تو وہ لوگوں کی موجودگی کا بھی لحاظ نہیں کریں گے۔" رومیلہ نے ڈانٹنے والے انداز میں مگر دھیمی آواز میں کہا تو سنبل سر جھٹک کر رہ گئی۔

ابھی تک آنے والے سارے مہمان صرف نمل کی خوب صورتی کی تعریفیں کر رہے تھے مگر خرم کے گھر پر پہنچتے ہی تمام گاڑیاں رکیں سب لوگوں کی تمام کی تمام توجہ اس شاندار محل نما گھر کی طرف مبذول ہو گئی۔

پل بھر کے لیے تو رومیلہ اور سنبل بھی سب کچھ بھلا کر گھر کی شاندار عمارت اور لائٹوں کے ذریعے کی گئی اس کی شاندار سجاوٹ کو دیکھ کر پلک تک جھپکنا بھول گئیں۔

"کیا بات ہے نمل کیا اونچی جگہ ہاتھ مارا ہے تم نے۔" رومیلہ کی بھابھی نے اپنی گاڑی سے اتر کر نمل کے قریب آتے ہی بڑے بھونڈے سے انداز میں کہا۔

نمل کی تنی ہوئی بھنویں بالکل ہی سکڑ گئیں تو رومیلہ اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے اسے آگے کھینچنے لگی۔

مگر گیٹ تک پہنچتے پہنچتے سارے ہی رشتے دار بھابھی والی بات بہت بہتر انداز میں اس کے گوش گزار کرتے رہے مگر نمل نے سر اٹھا کر ایک بار بھی کوٹھی کی طرف نہیں دیکھا۔

☆ ☆

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ملاحظہ فرمائیں)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گری

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی' جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔۔۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ' سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم' ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے' اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔

۱۹
انیسواں قسط

اسے اس بات سے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی کہ گھر کتنا شاندار ہے یا وہ کتنی حسین لگ رہی ہے خود اپنا آپ اس نے آئینے میں بغور نہیں دیکھا تھا پارلر سے ایک بیوٹیشن نے آکر اسے تیار کر دیا تھا وہ تو محض اس کی ہدایت پر بغیر کسی تاثر کے آنکھیں کھول بند کرتی رہی تھی۔

اب بھی سب کے تبصرے اور خود پر رشک بھرے جملے اس کی سماعتوں تک پہنچ ضرور رہے تھے مگر اس کے ذہن تک رسائی حاصل نہیں کر پا رہے تھے ذہن میں تو اس کے اپنے ہی کہے جملے کی بازگشت ہو رہی تھی۔

"دو دن بعد جس منگنی کا تم خواب دیکھ رہے ہو وہ بھی محض خواب ہی رہے گا۔"

اتنی ہی کہی بات اسے کسی تیز دھاری تلوار کی طرح لگ رہی تھی اس کا دل چاہ رہا تھا الٹے قدموں لوٹ جائے لیکن اپنے گھر نہیں کسی ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو نہ خرم نہ عظمت خلیل اور نہ ہی کوئی اور۔

مگر وہ دل میں اٹھتی خواہش کو دل میں دبائے رومیلہ اور سنبل کے سنگ چلتی ایک اسٹیج پر رکھے صوفے پر بیٹھی۔

اسے پتا ہی نہیں تھا اس کے گرد کتنے لوگ جمع تھے کون اسے سراہ رہا تھا کون اسے مبارک باد دے رہا تھا البتہ ایک آواز اس کے کانوں میں اس طرح اتری تھی کہ اس کا منتشر ذہن ایک دم یکجا ہو کر آواز کی سمت دیکھنے لگا۔

بلیک تھری پیس میں چہرے پر بھرپور مسکراہٹ لیے وہ اس کے عین سامنے کھڑا تھا انداز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے نمل کو سلام کیا تھا مگر نمل کا جواب دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

وہ عجیب سی نظروں سے اس کے پرسکون چہرے کو دیکھنے لگی جو گھر کی سجاوٹ کے لیے لگائی گئی بے تحاشہ لائٹوں سے بھی زیادہ روشن تھا۔

آنکھوں میں فتح کا نشہ لیے وہ عین اس کے برابر میں بیٹھ گیا تو نمل فوراً" تھوڑا سا کنارے سرک گئی۔

اس کی اس حرکت پر خرم نے بڑا جاندار قہقہہ لگایا تو نمل سرتاپا سلگ گئی۔

"تم تو کہہ رہی تھیں منگنی کا یہ خواب محض خواب ہی رہے گا پھر یہ حقیقت کیسے بن گیا۔" خرم نے اس کی طرف جھکتے ہوئے ایسے کہا کہ ارد گرد کھڑے لوگوں کو لگے جیسے وہ اس کی تعریف کر رہا ہو۔

نمل اس کے بیہودہ طعنے پر دل ہی دل میں تلملا اٹھی تھی کتنے اعتماد سے اس نے یہ بات کہی تھی مگر قسمت انسان کے دعووں سے نہیں چلتی۔

اس کا کہا ہر لفظ بے معنی ہو گیا تھا وہ سر جھکائے گود میں رکھے اپنے پرس کو دیکھنے لگی۔

"خرم ایسی بھی کیا تعریف کر رہے ہو کہ بھابھی کا سر اتنا جھک گیا ہے ذرا زور سے کرو وہ ہم بھی سن لیں۔" ہارون کے منہ سے اپنے لیے بھابھی کا لفظ اسے تڑپا گیا تھا مگر ضبط کے علاوہ اور چارہ ہی کیا تھا بلکہ ہارون کے بعد وکی کی آواز پر اسے احساس ہوا کہ خرم کے صرف دوست ہی نہیں یونیورسٹی کے بہت سارے اسٹوڈنٹس نا صرف آئے ہیں بلکہ اسٹیج کے قریب ہی موجود ہیں۔

"ہاں خرم یہ بات تو ہے تھوڑا ہمیں بھی سکھا دو کل کو ہمارا بھی ٹائم آئے گا ہمیں بھی تو پتا چلے کہ تھپڑ سے انگوٹھی تک کا سفر کیسے طے ہوتا ہے۔" وکی کی بات پر زوردار قہقہہ پڑا تھا جس میں خرم بھی شامل تھا۔

وہ ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوا تھا بھرے مجمع میں وکی کے سارے طعنے پر جبکہ نمل جز بز ہو کر رہ گئی تھی۔

سنبل اور رومیلہ بھی اسے بٹھا کر جانے کہاں غائب ہو گئی تھیں اسے ان دونوں پر غصہ آنے لگا اصل میں اس نے دھیان ہی نہیں دیا تھا کہ خرم کے کلاس فیلوز اسٹیج پر ایسی بدتمیزی سے چڑھے تھے کہ رومیلہ اور سنبل ان سے ٹکرانے سے بچنے کے چکر میں سیڑھیاں اتر کر چلی گئیں۔

جس طرح سیاست میں کرسی کوئی نہیں چھوڑتا اسی طرح دولہا دلہن کے اسٹیج پر چڑھنے کے بعد وہ جگہ بھی کوئی نہیں چھوڑتا للذا وہ سب پورے اسٹیج پر قابض ہو گئے تھے اور رومیلہ اور سنبل نیچے کھڑی بے بسی سے اس رش کو دیکھ رہی تھیں جس میں گھسنا "آبیل مجھے مار" کے مترادف تھا۔

"کیوں کیا تمہارا بھی کسی سے تھپڑ کھانے کا ارادہ ہے جو پہلے سے طریقے پوچھ رہے ہو۔" ان کی کلاس کی ایک لڑکی نے بڑے شوخ سے انداز میں کہا تو ایک بار پھر سب ہنس پڑے۔

"ارے تم بھی کس کی باتوں میں آ رہی ہو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ چار دن پہلے تھپڑ پڑا اور چار دن بعد منگنی ہونے لگے۔" ایک لڑکے نے ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے کان صاف کرتے ہوئے ایسے کہا جیسے ان لوگوں کی سوچ پر ماتم کر رہا ہو۔

"کیا مطلب؟" کئی لوگ یک زبان ہو کر بولے۔

"مطلب یہ کہ یہ سارا ڈرامہ تھا یونیورسٹی میں مشہور ہونے کے لیے۔" نمل کا دم گھٹنے لگا تھا ان سب کی گفتگو سے۔

آخر اس کے خاندان والے بھی آئے ہوئے تھے کسی کے بھی کان میں کوئی بات پڑ سکتی تھی ایسے میں بھلا اس کی کیا عزت رہ جانی تھی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا یا تو ان لوگوں کو خاموش کرا دے یا یہاں سے اٹھ کر چلی جائے مگر فی الحال دونوں ہی باتیں ناممکن تھیں۔

"اتنا غصہ مت کرو چہرہ بالکل لال ہو گیا ہے کل کو جو بھی ہماری منگنی کی تصویریں دیکھے گا اسے لگے گا آگ کا گولا بیٹھا ہے لڑکی کے بجائے۔" خرم نے سرگوشیانہ لہجے میں شرارت سے کہا۔

اس کی یہ فقرے بازی نمل کی برداشت سے باہر تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ خرم کا منہ نوچ لے جو سب کو گفتگو میں مصروف دیکھ کر چپکے چپکے اس پر طنز کے تیر برسائے جا رہا تھا۔

"کبھی کبھی انسان خود کو کتنا بے بس محسوس کرتا ہے نا۔ دل چاہ رہا ہوتا ہے سامنے بیٹھے شخص کا خون کر دو مگر رسم و رواج اور قاعدے قانون ہمارے پاؤں کی زنجیر بن جاتے ہیں۔"

"پتا ہے بعض لوگ جب یہ زنجیر نہیں توڑ پاتے تو اپنا پاؤں ہی کاٹ لیتے ہیں۔" خرم کا شوخ لہجہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

نمل بے اختیار پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگی جو بالکل سپاٹ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ایسا صرف بے بسی کے انتہائی مقام پر پہنچنے کے بعد ہوتا ہے جب کوئی ایسا رشتہ جسے برداشت کرنے کی سکت نہ ہو اور توڑنے کی اوقات نہ ہو استوار ہو جائے تو انسان اپنی بے بسی کا تماشا دیکھنے کی بجائے خود کو ختم کرنے کے طریقے سوچنے لگتا ہے۔" جتنا خرم کا لہجہ سخت تھا اس سے بھی کئی زیادہ نمل کی اپنے پرس پر گرفت سخت ہو گئی تھی۔

وہ تو خدا کا شکر تھا کہ اسی وقت خرم کی والدہ مسز فرقان کے اسٹیج پر آجانے سے نا صرف خرم کے دوستوں اور کلاس فیلوز کا جمگھٹا نیچے اتر گیا بلکہ خرم کے طنز و طعنہ کو بھی بریک لگ گئے۔

☼ ☼ ☼

رومیلہ کی شادی کے ہنگامے شروع ہوئے تو نمل نے ہر احساس کو پس پشت ڈال دیا ویسے بھی خرم سے منگنی ہو جانے کے بعد اب یونیورسٹی میں لوگوں کے لیے کرنے کو زیادہ باتیں نہیں بچی تھیں۔

جب تک آگ نظر نہیں آتی لوگ دھوئیں کو دیکھ کر متجسس ہوتے ہیں ایک بار چنگاریاں اپنی آنکھوں سے دیکھ

لو اس کے بعد بجھی راکھ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

سب کے خاموش ہو جانے کی وجہ سے نمل بھی کسی حد تک اعتدال پر آگئی تھی البتہ خرم سے سامنا ہونے پر اس کا دبا غصہ ابھرنے لگتا کیونکہ خرم اسے دیکھتے ہی دل جلانے والی مسکراہٹ لبوں پر سجا لیتا۔

اس کے پاس سے گزرتے وقت کوئی نہ کوئی فقرہ اس کی طرف اچھال دیتا خاص طور پر اسے نمل کی بجائے مسز خرم کہہ کر تپا کر رکھ دیتا۔

مگر ان مواقع پر نمل ہمیشہ اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتی وہ یونیورسٹی میں مزید کوئی تماشا نہیں بنانا چاہتی تھی۔

لوگوں نے ان دونوں کے بارے میں بات کرنی کم کر دی تھی ایسے میں وہ کوئی حرکت کر کے سرد پڑتی آگ کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی۔

پھر رومیلہ کی شادی نے بھی اس کی ذہنی توجہ وقتی طور پر ان باتوں سے ہٹا دی وہ اور سنبل ہر فنکشن کے لیے بڑے اہتمام سے کپڑے بنا رہی تھیں بلکہ زیادہ تر تو انہوں نے ریڈی میڈ کپڑے ہی لے لیے تھے کہ کپڑے سلوانے کا وقت نہیں تھا۔

وہ دونوں بازار جاتیں تو رومیلہ کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لیتیں وہ بڑبڑاتی رہ جاتی۔

"اتنا خوار کرتے ہو تم دونوں بازار میں۔ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری دوکان کھنگالتے ہوئے تم دونوں کو تو فرق نہیں پڑتا مگر میری تو اسکن اور صحت دونوں خراب ہو رہی ہیں۔"

"اوہو۔" نمل اور سنبل بڑے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کو دیکھتیں۔

"دلہن صاحبہ کو اپنی اسکن کی فکر ستا رہی ہے۔" سنبل رومیلہ کو کندھا مارتے ہوئے چھیڑتی مگر رومیلہ شرمائے بغیر ڈھٹائی سے کہتی۔

"ظاہری بات ہے مجھے فکر نہیں ستائے گی تو اور کسے ستائے گی دلہن بن کر چہرہ مرجھایا ہوا ہو تو کیا فائدہ اتنے مہنگے کپڑوں اور زیور کا۔"

"تمہارا دولہا اتنا گڈ لکنگ ہے کہ اسے دیکھتے ہی تمہارا مرجھایا ہوا چہرہ کھل اٹھے گا۔" نمل شرارت سے گویا ہوئی۔

"ہائے کاش میں نے بھی گلفام بھائی کو دیکھا ہوتا۔" سنبل حسرت سے کہتی پھر نمل پر بگڑنے لگتی۔

"تم ان کی ایک تصویر تک نہیں لا سکتی تھیں۔"

"ہاں یار یہ پچھتاوا تو مجھے بھی ہے۔" نمل دل مسوس کر رہ جاتی ایسے میں رومیلہ کو ہی تسلی دینی پڑتی۔

"چلو کوئی بات نہیں اب مہندی میں دن ہی کتنے ہیں انہیں روبرو ہی دیکھ لینا۔"

اور پھر واقعی وہ دن آ ہی گیا جب گلفام پوری آن بان کے ساتھ رومیلہ کے گھر کے دروازے پر آن پہنچا۔

وہ اپنے زیادہ رشتے دار نہیں لائے تھے مشکل سے پچیس تیس لوگ ہوں گے مگر وہ پچیس تیس لوگ بھی بڑی دھوم سے آئے تھے۔

نمل اور سنبل رومیلہ کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر گلفام اور لڑکے والوں کو ریسیو کرنے گیٹ پر پہنچ گئی تھیں۔

"ان میں گلفام بھائی کون سے ہیں؟" سنبل نے چار پانچ لڑکوں کو ایک ساتھ گیٹ سے داخل ہوتا دیکھ کر نمل کے کان میں پوچھا۔

ابرار بھائی ان سب سے ہی باری باری گلے مل رہے تھے وہ سب کم و بیش ایک سے ہی شلوار قمیص پہنے تھے وہ سب ایک سے ہی لگ رہے تھے۔

"ان میں سے تو کوئی بھی نہیں لگ رہا۔" نمل انہیں بغور دیکھتے ہوئے الجھن کا شکار ہونے لگی۔

"وہ شاید پیچھے ہوں گے۔" سنبل نے رائے دینے والے انداز میں کہا۔

مگر پیچھے تو کوئی تھا ہی نہیں دو چار خواتین اندر داخل ہوئیں جو اپنے بچوں کو سنبھالنے میں لگی تھیں اسی لیے ست روی سے چل رہی تھیں۔

"کیا گلفام بھائی نہیں آئے۔" سنبل نے ہاتھ میں پکڑی تھال کی آخری پتیاں نچھاور کرنے کے بعد حیرانی سے پوچھا۔

"آئے تو ضرور ہوں گے شاید میں دیکھ نہیں سکی۔" نمل نے مہمانوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ہی تھا کہ لان کے وسط میں رکھی کرسی پر ان ہی چار پانچ لڑکوں میں سے ایک آکر بیٹھ گیا۔

"یہ کرسی خاص دولہا کے لیے رکھی گئی تھی اور ابرار بھائی نے اسے خاص طور پر وہاں لا کر بٹھایا تھا۔

"یہ ہوں گے نا گلفام بھائی۔ تم نے انہیں پینٹ شرٹ میں دیکھا تھا نا اس لیے شلوار قمیص میں پہچان نہیں سکی ہو گی۔" سنبل نے کہنے کے ساتھ ہی دولہا کی طرف قدم بڑھا دیے۔

وہ قریب جا کر اس کا بغور جائزہ لینا چاہتی تھی۔ چاہتی تو نمل بھی یہی تھی مگر اس کے قدم من من بھر کے ہو گئے تھے۔

وہ اتنی دور نہیں تھا کہ اس کا چہرہ واضح طور پر نظر نہ آتا اور نہ ہی نمل کی نظر اتنی کمزور تھی کہ وہ خود سے تقریباً پندرہ فٹ کے فاصلے پر بیٹھے شخص کا چہرہ نہ پہچان سکے۔

پھر بھی نمل خود کو یہی تسلی دیتے ہوئے آگے بڑھنے لگی کہ اس نے شلوار قمیص پہن رکھا ہے اور بال کچھ لمبے کر لیے ہیں اس لیے اس دن سے ذرا مختلف لگ رہا ہے۔

مگر آخر کب تک اس سے پانچ فٹ کی دوری پر پہنچ کر نمل کے پاس خود کو بہلانے کے لیے کوئی بہانہ نہیں بچا تھا۔

اس کے صرف بال اور کپڑے اس کینیڈا والے گلفام سے مختلف نہیں تھے بلکہ اس کی شکل ہی یکسر مختلف تھی۔

نہ وہ قد کاٹھ تھا، نہ وہ رنگ اور آنکھیں تھیں

نہ وہ لہجہ اور انداز تھا

اور نہ ہی یہ وہ بندہ تھا

نمل بالکل سن ہو گئی تھی وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اگر یہ گلفام تھا تو وہ کون تھا جس سے وہ مل کر آئی تھی اور اگر وہ گلفام تھا تو یہ کون ہے۔ جس سے رومیلہ کی تین دن بعد شادی ہونے والی تھی اور جس کے ساتھ آج رومیلہ کی مشترکہ مہندی تھی۔

نمل بالکل بت بنی کھڑی تھی سنبل بھی قریب سے اس کا جائزہ لینے کے بعد نمل کے پاس ہی آکھڑی ہوئی۔

"میرے ذہن میں گلفام بھائی کا نقشہ بالکل مختلف تھا میں نے کچھ اور ہی خاکہ بنا لیا تھا۔" سنبل کا انداز تھوڑا بجھا ہوا سا تھا۔

وہ اپنی دوست کے ہونے والے شوہر کے لیے کھل کر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن وہ گلفام سے مل کر مایوس ہوئی تھی جو اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا۔

"تم نے بتانے میں ذرا مبالغہ آرائی سے کام لیا تھا۔" سنبل نے اپنے انداز میں تھوڑی شوخی بھرنے کی کوشش

کی۔

"یہ وہ گلفام نہیں ہے، جس سے میں ملی تھی۔" نمل خود کلامی کے انداز میں بولی۔

"کیا مطلب؟" سنبل چونکی پھر ایک نظر گلفام کو بے یقینی سے دیکھتی نمل کو دیکھ کر دولہا کی جگہ پر گلفام کو دیکھنے لگی۔

"میں جس گلفام سے کینیڈا میں ملی تھی وہ یہ نہیں تھا۔" نمل اب بھی بڑبڑانے والے انداز میں بول رہی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو نمل ہوش میں تو ہو۔" سنبل جھنجلائی تو نمل ایسے چونکی جیسے واقعی بے ہوشی سے ہوش میں آئی ہو۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں یہ کوئی اور ہے یہ وہ نہیں ہے اور اگر یہ گلفام ہے تو وہ کوئی اور تھا جو مجھے کینیڈا میں ملا تھا۔

اب ان دونوں میں سے اصلی گلفام کون ہے یہ بحث یہاں بالکل بے کار ہے سوال یہ ہے کہ مجھ سے یہ جھوٹ کیوں بولا گیا۔

ضرور کہیں کوئی گڑبڑ ہے، جس لڑکے سے وہ رومیلہ کی شادی کرنے جا رہے ہیں وہ جعفر بھائی کے سامنے لڑکے کو لائے ہی نہیں۔

جبکہ جس لڑکے کو وہ سامنے لائے تھے اس سے رومیلہ کی شادی ہو ہی نہیں رہی۔

یہ دھوکا انہوں نے صرف لڑکے کی شکل چھپانے کے لیے تو نہیں کیا ہوگا ضرور اس کے پیچھے اور بھی اسباب ہوں گے جو شخص یہاں دولہا کی جگہ بیٹھا ہے اگر جعفر بھائی اس سے کینیڈا میں ملتے تو ممکن تھا وہ اس رشتے سے انکار کر دیتے۔

اسی لیے ان لوگوں نے ایک ایسے شخص کو سامنے کر دیا جس کے لیے جعفر بھائی منع کر ہی نہ سکیں۔

پتا نہیں رومیلہ کن فراڈ لوگوں میں پھنسنے جا رہی ہے مجھے ابھی اور اسی وقت پھوپھا (رومیلہ کے والد) سے بات کرنی چاہیے۔" نمل حیرت و فکر کے ملے جلے انداز میں کہتی چلی گئی۔

سنبل پریشان نظروں سے کبھی اسے اور کبھی دولہا کی جگہ براجمان شخص کو دیکھ رہی تھی نمل کو مردانے کی طرف جاتا دیکھ کر سنبل نے بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ایک۔۔۔ ایک منٹ نمل۔ اتنی جلد بازی صحیح نہیں۔ تمہارے امی ابو ابھی آنے والے ہوں گے۔ ایک بار امی سے مشورہ کر لیتے ہیں۔"

"امی کیا مشورہ دیں گی سنبل۔ جو کچھ بھی ہو رہا ہے ہمیں جلد از جلد رومیلہ کے گھر والوں کو بتانا ہے دو دن بعد شادی ہے ہمارے پاس وقت کہاں ہے؟" نمل سنبل کی بات پر شدید حیرت کے ساتھ بولی۔

"یہی تو میں تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ دو دن بعد شادی ہے پرسوں بارات آنے والی ہے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ اس وقت رومیلہ کے گھر والوں کو کچھ بھی بتانا صرف اور صرف انہیں پریشان کرنا ہے۔" سنبل ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی تو نمل نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے انہیں پریشان نہ ہونا پڑے اس ڈر سے کیا ہم رومیلہ کو ایک ایسے شخص کے ساتھ باندھ دیں، جو زندگی کی ابتدا ہی جھوٹ اور دھوکے سے کر رہا ہو۔

پتا نہیں ان لوگوں نے کیا کچھ چھپایا ہوگا جب وہ اتنی بڑی چال چل سکتے ہیں تو کیا بھروسہ کہ وہ کتنے خطرناک اور فریبی لوگ ہوں آگے جا کر نہ جانے ان کے کردار وغیرہ کے بارے میں اور کیا کیا باتیں سامنے آئیں۔
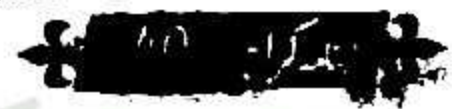
ہم جانتے بوجھتے رومیلہ کی شادی ایسی جگہ پر کیسے ہونے دیں سکتے ہیں۔ نمل تپے ہوئے انداز میں کہتی تیزی سے پلٹ گئی۔

سنبل بے بسی سے ہونٹ کاٹ کر رہ گئی اسے نمل کی باتوں سے اختلاف نہیں تھا مگر اب جبکہ سب کو رومیلہ کی متوقع شادی کا علم تھا مہندی کا فنکشن شروع ہو رہا تھا سارے مہمان اکٹھا ہو چکے تھے ایسے میں نمل کے منہ سے نکلا ایک جملہ اس پورے ماحول کی رعنائیوں کو سوگواری میں بدل دے گا۔

اور پھر اس کے بعد کیا ہوگا کہ رومیلہ کے بابا اور ابرار بھائی اس جھوٹ کے کھلنے پر اس رشتے کو ختم کر دیں گے یا سب کچھ جانتے بوجھتے رومیلہ کا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دے دیں گے جسے وہ جانتے تک نہیں۔

سنبل کچھ دیر وہیں کھڑی ہولتی رہی پھر بے اختیار اس کے قدم بھی نمل کے پیچھے اٹھنے لگے۔

نمل اس قدر آندھی طوفان کی طرح رومیلہ کے بابا جانی کے پاس پہنچی تھی کہ سنبل کے پہنچنے تک وہ انہیں لان میں مرزا صاحب کے پاس سے ہٹا کر گھر کے اندر ایک کمرے میں لے کر بڑھ رہی تھی۔

سنبل بھی ان کے ساتھ ہی اس کمرے میں داخل ہو گئی جسے اس نے نمل کے اشارہ کرنے پر فوراً ہی دروازہ بند کر کے لاک کر لیا۔

"کیا بات ہے نمل سب خیریت تو ہے نا۔" بابا جانی کے چہرے سے پریشانی صاف چھلک رہی تھی نمل کا انداز انہیں ہولا گیا تھا۔

نمل نے ایک گہرا سانس کھینچ کر اپنی ہمتیں مجتمع کیں اور پوری بات ان کے گوش گزار کر دی۔

وہ فق ہوتے چہرے کے ساتھ نمل کو سنتے رہے اور پھر بالکل گرنے کے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئے سنبل بھاگ کر ان کے لیے پانی لے آئی اس کے اصرار پر وہ صرف ایک گھونٹ لی کر رہ گئے۔

"پھوپھا میں جانتی ہوں یہ بہت کٹھن وقت ہے لیکن ہم رومیلہ کو ایسے آنکھیں بند کر کے تو کسی کو نہیں سونپ سکتے نا۔" نمل کا لہجہ ہی نہیں آواز تک فکر و پریشانی سے بوجھل ہو گئی تھی۔

"ہماری آنکھیں کھلی کب تھیں ہم تو کب سے آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں ابرار نے جو فیصلہ کر لیا اس کی گہرائی میں جانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔" بابا جانی کا لہجہ بالکل رو دینے والا تھا نمل اور سنبل ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

کچھ دیر تک بابا جانی ایسے ہی نڈھال سے بیٹھے رہے آخر نمل کے ہی ہمت دلانے پر انہوں نے ابرار بھائی کو بلا کر ان سے بات کی۔

پہلے تو وہ بھی شاکڈ رہ گئے مگر جب اس صدمے سے باہر آنا شروع ہوئے تو وہ بابا جانی کی طرح شکست خوردہ انداز میں بیٹھ جانے کی بجائے غصے سے ادھر سے ادھر ٹہلنے لگے۔

"مرزا صاحب نے کیا سمجھ رکھا ہے ہمیں، وہ ہمیں اتنی آسانی سے چھٹ کر جائیں گے اور ہمیں پتا ہی نہیں چلے گا۔"

"تو کہاں پتا چلا تھا تمہیں، وہ تو نمل نے اتنی دور جا کر اسے دیکھنے اور ملنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو تمہیں کیا پتا چلتا کہ جعفر جس شخص سے کینیڈا میں ملا تھا وہ یہ نہیں کوئی اور تھا بلکہ وہ شادی کر کے رومیلہ کو اپنے ساتھ کہیں بھی لے جاتا اور روپوش ہو جاتا تو بھی تم نہ جان پاتے کہ یہ گلفام وہ گلفام نہیں ہے جو جعفر سے ملا تھا یا جسے جعفر نے پاس کیا تھا۔" بابا جانی ابرار بھائی کو بے تحاشا غصے میں دیکھ کر تلخ ہو گئے تھے۔

جبکہ ابرار بھائی صرف بابا جانی کو دیکھ کر رہ گئے انہیں بابا جانی کا نمل کے سامنے اس طرح کہنا سخت ناگوار گزرا تھا۔

آخر نمل کے اس طرح کینیڈا چلے جانے پر سب سے زیادہ زہر انہوں نے ہی اگلا تھا پھر بھلا اس وقت وہ کے سامنے یہ کیسے قبول کر لیتے کہ اس کا گلفام سے جا کر ملنا بے سود نہیں تھا بلکہ اتنا اہم فیصلہ کرتے وقت یہ نمل کی بجائے انہیں اٹھانا چاہیے تھا۔

انہیں نمل کے سامنے سخت سبکی محسوس ہوئی تھی وہ تلملا کر رہ گئے تھے اسی لیے جھنجلا کر بولے۔

"ایسا کیسے روپوش ہو جاتا وہ رومیلہ کو لے کر' میری بہن کوئی اتنی فالتو نہیں ہے کہ وہ کچھ بھی کر لے اور دیکھتے رہیں ابھی بلا کر بات کرتا ہوں میں مرزا صاحب اور ان کے صاحبزادے کو۔" ابرار بھائی بھناتے ہوئے کمرے میں نکل گئے۔

کچھ دیر بعد جب وہ انہیں لیے کمرے میں داخل ہوئے اور ان سے باز پرس شروع کی تو پہلے تو وہ دونوں ہی طرح گھبرا گئے اور کسی نہ کسی طرح بات بنانے کی کوشش کرنے لگے لیکن جب ابرار بھائی تمیز بالائے طاق رکھ گالی گلوچ پر اتر آئے تو گلفام نے بھی شرافت کا چولہ اتارنے میں دیر نہیں کی۔

"ہاں میں وہ گلفام نہیں ہوں جس سے آپ کا دوست کینیڈا میں ملا تھا وہ میرا دوست ہے فہیم۔

وہ وہاں فہیم کے نام سے جانا جاتا ہے میں بھی کینیڈا میں رہتا ہوں میرا وہاں اپنا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس جس میں کبھی فائدہ ہوتا ہے تو کبھی نقصان بھی ہو جاتا ہے۔

آپ اتنے پیسے والے لوگ ہیں میں نے سوچا میرا بزنس آپ لوگوں کو متاثر نہیں کر سکے گا اس لیے میں نے بجائے فہیم کو آپ کے دوست سے ملنے کے لیے کہہ دیا۔ وہ بھی فوراً" تیار ہو گیا۔ اس نے میرے لیے اپنی میں اپلائی کر رکھا ہے اگر میری جاب وہاں ہو گئی تو میرا بھی وہی اسٹینڈرڈ ہو گا جو فہیم کا ہے۔

میں نے سوچا جس چیز کی وجہ سے آپ مجھے ریجیکٹ کرنے والے ہیں وہ پوائنٹ کچھ مہینوں میں ختم ہو ہی والا ہے پھر بھلا۔۔۔" ابرار بھائی نے اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی اسے گالیوں سے نوازنا شروع کر دیا۔

اس کا انداز تھا ہی طیش دلانے والا۔

لاپرواہی پر مشتمل بے نیاز سا لہجہ۔

جیسے جو کچھ بھی اس نے کیا بالکل جائز اور مناسب ہو۔

کوئی شرمندگی کوئی پشیمانی اس کے رویے سے ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔

جس طرح وہ اپنے بزنس کا ذکر کر رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کوئی قابل ذکر کام تھا ہی نہیں بلکہ ہو سکا وہ کسی مشکوک سرگرمی میں ملوث ہو تبھی وہ اسے بیان نہیں کر رہا تھا۔

ایسا لگ رہا تھا اپنا بھانڈا پھوٹ جانے پر وہ وقتی طور پر ہراساں ہو کر واپس اپنے ازلی ڈھٹائی پر مبنی اعتماد میں تھا۔

یعنی اسے یقین تھا ایک نہ ایک دن یہ سب ہونا ہی تھا لہٰذا اگر ابھی ہو گیا تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔

فہیم کے آفس میں اپنی جس متوقع جاب کا وہ ذکر کر رہا تھا اس کے ملنے کا خود اسے بھی یقین نہیں تھا ورنہ اس کا بزنس کوئی خاص نہیں تھا تو اس جاب کے مل جانے کے بعد مرزا صاحب کو رومیلہ کے لیے رشتہ دینا چاہیے تھا۔

لیکن ان کی یہ دھوکے بازی ان کے گھٹیا کردار کو اچھی طرح آشکار کرنے کے ساتھ مستقبل کے ان کے ارا کی بھی بخوبی نشاندہی کر رہی تھی۔

ابرار بھائی کے بزنس اور حیثیت سے مرزا صاحب اچھی طرح واقف تھے رومیلہ سے اپنے بیٹے کی ش کرنے کی صورت میں انہیں ایک اچھے خاندان کی خوب صورت پڑھی لکھی لڑکی ملنے کے ساتھ ساتھ ا

معاشی طور پر مستحکم سہارا بھی مل جاتا۔

ایک بار شادی ہو جانے کے بعد گلفام کے بارے میں کچھ بھی پتا چلتا وہ کون سا ان کا کچھ بگاڑ سکتے تھے بلکہ بہن کا گھر بسائے رکھنے کے لیے وہ چار و ناچار مالی طور پر اس کی مدد کرنے پر بھی مجبور رہتے۔

لیکن ابرار بھائی کی فطرت سے واقف نہیں تھے ان کے لیے بہن کی زندگی اور بہن کا گھر ثانوی چیز تھی اور اپنی حیثیت اور اپنا غرور اولین ترجیح تھی۔

شادی ہو جانے کے باوجود بھی وہ گلفام کی دھوکا بازی اور منصوبہ بندی کو کامیاب نہ ہونے دیتے۔

وہ اس کی معاشی طور پر مدد کرنا تو در کنار رومیلہ کو بھی اپنے گھر لا کر بٹھا لیتے اور اگر رومیلہ اس کے لیے تیار نہ ہوتی تو اس سے بھی قطع تعلق کر لیتے۔

پھر ابھی تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا ابھی تو شادی سے پہلے ہی اس کی اصلیت سامنے آ گئی تھی چنانچہ انہوں نے بدنامی اور مہمانوں سے بھرے گھر کی فکر و لحاظ کے بغیر انہیں اسی وقت چپ چاپ واپس جانے کا حکم صادر کر دیا۔

"دل تو چاہ رہا ہے میں تمہارے خلاف قانونی کارروائی کروں مگر تم میری رشتے داری تو کیا' میری دشمنی کے بھی قابل نہیں ہو۔" ابرار بھائی نے زہر خند لہجے میں کہا۔

نمل اور سنبل اس صورت حال پر پریشان تو تھے مگر بابا جانی کی تو حالت غیر ہو رہی تھی شادی سے دو دن پہلے اس طرح رشتہ ٹوٹنے پر ان کی بیٹی کی کیا عزت رہ جائے گی سماج میں۔ وہ صدمے کے مارے کچھ کہنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

جبکہ ان کے خدشات کو گلفام نے بڑی تلخی سے زبان دیتے ہوئے کہا۔

"بچکانہ باتیں مت کریں ابرار بھائی۔ یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ میرے خلاف اگر کوئی قانونی کارروائی کر بھی لیں تو عدالت میں کچھ ثابت نہیں کر سکیں گے الٹا آپ کی بہن کی ہی بدنامی ہو گی۔

میری مانیں تو غصہ تھوک دیں اور رومیلہ کو چپ چاپ میرے ساتھ رخصت کر دیں اس طرح شادی سے دو دن پہلے اگر بارات لوٹ گئی تو وہ ساری زندگی آپ کی دہلیز پر بیٹھی رہے گی۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو۔" ابرار بھائی نے بری طرح طیش میں آتے ہوئے اسے دو چار گالیاں دیتے ہوئے کہا ہی نہیں انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

مرزا صاحب کے علاوہ کمرے میں موجود باقی تینوں نفوس ایک متوقع ہاتھاپائی پر دل تھامنے پر مجبور ہو گئے۔

"ہوش سے کام لیں ابرار بھائی۔" گلفام نے ان کے غصے سے متاثر ہوئے بغیر بڑے سکون سے اپنا کالر ان کی گرفت سے چھڑا لیا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں اگر میں بارات لے کر پرسوں نہیں آیا تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن رومیلہ کی زندگی برباد ہو جائے گی۔

کیا سوچیں گے لوگ اس کے بارے میں' جانے کیسا کردار تھا اس کا جو شادی سے دو دن پہلے اس کا رشتہ ختم ہو گیا ایسا معاملوں میں ملبہ صرف عورت پر گرتا ہے مرد پر تو حرف بھی نہیں آتا۔"

"بند کرو اپنی بکواس میں لوگوں کی باتیں بنانے کے ڈر سے تمہارے جیسے گرے ہوئے شخص کے ہاتھ میں اپنی بہن کا ہاتھ کبھی نہیں دوں گا۔

مجھے معاشرے اور سماج کی اونچ نیچ کے دائروں میں گھما کر تم اپنا مطلب نہیں نکال سکتے۔

میں اچھی طرح جانتا ہوں تم یہ سب رومیلہ کی فکر میں نہیں کہہ رہے بلکہ مجھے انڈر پریشر لانا چاہتے ہو مگر

تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے میں اس کے لیے تمہارے جیسے دس گلفام خرید سکتا ہوں۔" ابرار بھائی طور ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

وہ اپنے سارے حربے بے کار جاتے دیکھ کر کچھ بے زار سا ہو گیا تھا جبھی [illegible] بولا۔

"میرے جیسے ہی خریدنے ہیں تو مجھ سے ہی بیاہ دیں کیا ضرورت ہے اپنی عزت اور بہن کا تماشا بنانے کی۔ یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ جس لڑکی کی بارات دو دن پہلے واپس پلٹ جائے اس کے لیے کسی اچھے خاندان اچھے لڑکے کے والدین دست طلب نہیں پھیلاتے۔

اب آپ کو آپ کی حیثیت اور شان و شوکت کے مطابق کوئی رشتہ تو ملنے گا ہی نہیں کسی فٹ پاتھ پر بیٹھے روزگار نوجوان کو جہیز کا لالچ دے کر رومیلہ سے شادی پر رضا مند کرنے سے تو بہتر ہے کہ آپ اسے اسی تار میرے ساتھ رخصت کر دیں جس تاریخ کے کارڈ آپ پورے شہر میں بانٹ چکے ہیں۔" ابرار بھائی کی برداشت جواب دے گئی اور انہوں نے گلفام کے منہ پر مکوں کی بارش کر دی۔

گلفام نے اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کی مگر جب کامیاب نہیں ہو سکا تو مرزا صاحب اس کی ڈھال بن گئے۔

"چھوڑ دو اسے ابرار۔ ہم ہم جا رہے ہیں ابھی اور اسی وقت جا رہے ہیں۔" مرزا صاحب لجاجت سے بو ابرار بھائی بھی رک گئے ویسے بھی وہ بری طرح ہانپنے لگے تھے اس پر ہاتھ اٹھا کر۔

"اگر اپنے بیٹے کو زندہ دیکھنا چاہتے ہیں تو اسے فوراً" یہاں سے لے جائیں۔ ابھی اور اسی وقت۔" ابرار نے غرا کر کہا۔

مرزا صاحب اس کی مدد کو آگے بڑھے تو گلفام نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا اور خود اٹھ کر دروازے کی طرف بڑ لگا ابھی اس نے دروازے کے ہینڈل کو اپنی گرفت میں لیا ہی تھا کہ ابرار بھائی ایک ایک لفظ چبا کر کہنے لگے۔

"اس غلط فہمی میں مت رہنا کہ تمہارے بارات نہ لانے سے میری بہن اسی چوکھٹ پر بیٹھی رہ جائے گی۔ تم دیکھ لینا دو دن بعد اسی تاریخ کو رومیلہ کی شادی ہو گی جس تاریخ کے کارڈ میں پورے شہر میں بانٹ چکا اور وہ بھی کسی فٹ پاتھ پر بیٹھے بے روزگار جہیز کے لالچی سے نہیں بلکہ بہت اچھے خاندان کے بہت پڑھے کامیاب لڑکے سے جس کے ساتھ شادی کسی بھی لڑکی کے لیے باعث فخر ہو۔" ابرار بھائی کے لہجے میں چٹانوں سی سختی تھی۔

گلفام اور مرزا صاحب تو کیا، بابا جانی، نمل اور سنبل بھی حیران پریشان نظروں سے ابرار بھائی کو دیکھتے رہ گئے باقی سب لوگ تو اپنی جگہ جوں کے توں ساکت کھڑے رہے البتہ گلفام سر جھٹکتا کمرے سے باہر نکل گیا صاحب ایسے کھڑے رہے جیسے کچھ کہنا چاہ رہے ہوں مگر ہمت نہ پڑ رہی ہو۔

"آپ کو جوتے پڑیں گے کیا تب ہی تسلی ہو گی ورنہ اسی آس میں کھڑے رہیں گے کہ ہم شاید اب بھی رشتے داری بخش دیں۔" ابرار بھائی نے ہتک آمیز لہجے میں کہا تو وہ بغلیں جھانکتے کمرے سے نکل گئے۔

ان کے کمرے سے نکلتے ہی سب ہوش و خرد کی دنیا میں واپس آ گئے۔

سب سے پہلے بابا جان نے کراہنے والے انداز میں ابرار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تم نے کیا کر دیا ابرار۔ ہم تو برباد ہو گئے۔"

"ہم برباد ہوئے نہیں برباد ہونے سے بچ گئے۔" ابرار بھائی اسی سابقہ لہجے میں بولے جس میں وہ گلفام مرزا صاحب سے مخاطب تھے۔

بابا جانی کچھ دیر تاسف بھری نظروں سے انہیں دیکھتے رہے پھر آہستہ آہستہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے گلوگیر میں بولے۔

"اتنا بڑا اور اہم فیصلہ اس قدر آنکھیں بند کر کے کیا تھا تم نے اور تمہارے ساتھ میں نے بھی میں سب کچھ تم پر چھوڑ کر جانے کیوں اتنا مطمئن ہو گیا اگر پہلے ہی۔۔۔"

"اگر مگر کے چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے جو ہونا تھا سو ہو گیا رومیلہ کی قسمت میں یہی لکھا تھا۔" ابرار بھائی کسی طور اپنی غلطی ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

سنبل اور نمل ان کی اس درجہ ڈھٹائی پر صرف ہونٹ چبا کر رہ گئیں نمل نے تو صرف بابا جانی کی حالت کے پیش نظر خود کو کوئی سخت بات کہنے سے روکا تھا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا انہیں کھری کھری سنا دے۔

"قسمت کو دہائی مت دو تم نے اس کی زندگی خراب کی ہے گلفام کے سامنے بڑے بڑے ڈائیلاگ بول دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔

سچ وہی ہے جو گلفام کہہ کر گیا ہے۔

کسی اچھے خاندان کا اچھا چشم و چراغ اس کا ہاتھ ہرگز نہیں تھامے گا کسی دولت کے لالچی۔۔۔"

"یہ وقت یہاں بیٹھ کر بین کرنے کا نہیں ہے۔" ابرار بھائی بری طرح چڑ کر بولے۔

اپنے باپ کی حالت کو سمجھنا اور انہیں تسلی دینا تو دور کی بات تھی انہیں تو بابا جانی کا افسوس کرنا بھی زہر لگ رہا تھا اور کیوں نہ لگتا۔

اس سب کے ذمہ دار ابرار بھائی ہی تو تھے وہ بھلے ہی دوسروں کو چیخ کر چپ کرا سکتے تھے مگر ضمیر کو کیسے خاموش کراتے۔

ان کا جھنجلایا ہوا غصے سے بھرا لہجہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ یہ سب ان ہی کا کیا دھرا ہے اسی لیے وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت اور بگڑے ہوئے لہجے میں بولے۔

"رومیلہ کی شادی کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ بہت اچھی جگہ ہو جائے گی۔

اصل مسئلہ اس وقت باہر موجود مہمانوں کا ہے اگر اس وقت گھر لوگوں سے بھرا ہوا نہ ہوتا تو میں اس گلفام کے بچے کو اتنی آسانی سے تھوڑی جانے دیتا۔

یہ لوگ مجھے جانتے نہیں ہیں کہ میں کیا کر سکتا ہوں اتنی آسانی سے تو میں انہیں معاف نہیں کروں گا۔

لیکن یہ سب باتیں بعد کی ہیں ابھی فوری طور پر جو مسئلہ درپیش ہے وہ باہر موجود مہمانوں کا ہے۔

باہر نکل کر دیکھیں مرزا صاحب نے ان کے سامنے کیا کہا ہے اگر مرزا صاحب اور گلفام کچھ کہے بغیر چلے گئے ہیں تو ہمیں بھی کسی پر کچھ ظاہر نہیں کرنا ہے۔

رومیلہ کی شادی دو دن بعد ایسے ہی ہو گی جیسے گلفام کے ساتھ ہونی تھی۔" نمل اور سنبل ابرار بھائی پر سے نظریں ہٹا کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگی تھیں۔

جبکہ بابا جانی پیچ و تاب کھاتے اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے تم نے شادی بیاہ کو مذاق سمجھ رکھا ہے گڑیا گڈے کا کھیل ہے کیا۔" وہ اور بھی کچھ کہنا چاہتے تھے کہ اس بار ابرار بھائی کی بجائے دروازے پر ہونے والی دستک نے انہیں خاموش ہونے پر مجبور کر دیا وہ تفکر بھری نظروں سے ابرار کو دیکھنے لگے جو اگر پریشان تھے بھی تو انہوں نے ظاہر نہیں ہونے دیا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

سامنے ان کے تایا زاد بھائی کھڑے تھے وہ حیران پریشان لہجے میں بولے۔

"تم سب کمرے میں کیوں بند ہو گئے ہو باہر لڑکے والے جا رہے ہیں بلکہ اب تک تو گاڑی میں بھی بیٹھ چکے

ہوں گے میں ہر کمرے میں تم لوگوں کو ڈھونڈتا ہوا آرہا ہوں سب خیریت تو ہے ناں ابرار۔"

"آں..... ہاں ٗہاں خیریت ہے آپ نے دولہا یا اس کے والد سے پوچھا نہیں کہ وہ اس طرح اچانک کیوں جا رہے ہیں؟" ابرار بھائی نے کھوجتی نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پوچھا تھا وہ کہہ رہے ہیں کسی کا انتقال ہو گیا ہے اس لیے فوراً" جا رہے ہیں مگر مجھے تو کچھ اور بات لگ رہی ہے۔

دولہا کے ساتھ آئے مہمان بھی حیران لگ رہے تھے اور پوچھے جا رہے تھے کہ کس کا انتقال ہو گیا ہے مگر دولہا کے والد صاحب کسی کو بھی جواب دیے بغیر باہر نکل گئے تو سب کو ان کے پیچھے جانا پڑا۔" ان کے تایا زاد جو عمر میں ان سے کافی بڑے تھے معاملے کی نزاکت کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔

بابا جانی پشیمانی کے عالم میں کچھ بھی کہنے سے قاصر تھے جبکہ ابرار بھائی کے چہرے پر واضح طور پر سکون ا محسوس ہوا تھا۔

انہیں مرزا صاحب سے یہی امید تھی مہمانوں سے بھرے گھر میں جہاں وہ خود بھی اپنے چند ایک ہی سسی ر داروں کے ساتھ ہی آئے تھے ان کے لیے بھی واپس لوٹنا ایک مشکل مرحلہ تھا۔

فی الحال وہ صرف یہاں سے بھاگنے کا سوچیں گے بھلے ہی گھر پہنچ کر اپنے خاندان میں وہ رومیلہ کے کردا ہدف بنا کر شادی توڑ دینے کی کہانی سنا دیں لیکن یہاں کھڑے ہو کر وہ ایسا کوئی شوشا نہیں چھیڑیں گے۔

اور ابرار بھائی کے لیے اتنا ہی کافی تھا انہوں نے بڑے بھرپور اعتماد کے ساتھ کہا۔

"ارے بھائی صاحب آپ اتنے پریشان کیوں ہو گئے وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں ان کے خاندان میں کسی بزرگ انتقال ہو گیا ہے اس لیے وہ سب لوگ فوراً" چلے گئے۔

مرزا صاحب ہمارے پاس کمرے میں یہی بات کرنے آئے تھے ہم نے بھی فوراً" اجازت دے دی کون لوگ بارات لے کر آئے تھے مہندی کا ہی تو فنکشن تھا۔

ہمارے گھر کی لڑکیاں اب بھی انجوائے کر لیں گی لیکن میرا اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔

مجھے بھی ان کی طرف جانا چاہیے آپ پیچھے سب سنبھال لیجیے گا کوئی بھی مہمان کھانا کھائے بغیر نہ جائے و بھی لوگ لڑکے والوں کو جاتا دیکھ کر جانے کیا کیا سوچنے لگے ہوں گے۔

اس صورت حال کو آپ ہی اچھی طرح ہینڈل کر سکتے ہیں۔" ابرار بھائی نے کمال خوب صورتی سے نا اپنی جان چھڑا لی بلکہ اپنے تایا زاد کی طرف سے۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

جیسی کسی بھی پیشکش کے آنے سے پہلے ہی ان کا پتا بھی کاٹ دیا۔

"ہاں ہاں ابرار تمہیں فوراً" جانا چاہیے بلکہ چاہو تو اپنے ساتھ خاندان کے کسی اور فرد کو بھی لے جاؤ۔" فوراً" متفق ہوتے ہوئے بولے۔

"نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسا ہی ہے تو میں راستے سے اپنے کسی دوست کو لے لوں گا۔" ابرار بھ نے کہا اور پھر فوراً" ہی کمرے سے نکل گئے۔

ان کے تایا زاد بھی بابا جانی کی حالت پر دھیان دیے بغیر واپس پلٹ گئے تو کمرے میں صرف وہ تینوں موجو گئے۔

ابھی نمل اور سنبل نے یہ بھی سوچنا شروع نہیں کیا تھا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے کہ بابا جانی نے انہیں حکم دے

والے انداز میں کہا۔

"تم دونوں جاؤ یہاں سے اور جاتے وقت کمرے کا دروازہ بند کر دینا۔" بابا جانی دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیٹھ گئے نمل نے ان کی طرف چند قدم بڑھائے تو وہ بغیر اس کی طرف دیکھے سختی سے گویا ہوئے۔

"مجھے اکیلا چھوڑ دو جاؤ یہاں سے۔" نمل کے قدم اپنی جگہ جم کر رہ گئے۔

اس نے پلٹ کر ایک نظر سنبل کو دیکھا وہ بھی آنکھوں سے اسے چلنے کا اشارہ کر رہی تھی تب نمل ایک نظر بابا جانی کو دیکھ کر کمرے سے نکل گئی۔

وہ دونوں سیدھی رومیلہ کے کمرے میں پہنچ گئیں جہاں وہ بالکل روایتی انداز میں پیلے کپڑوں میں ملبوس میک اپ کے بغیر بالکل سادے سے حلیے میں لڑکیوں میں گھری بیٹھی تھی ان پر نظر پڑتے ہی وہ بڑی بے چینی سے بولی۔

"نمل ٗسنبل تم دونوں کو کچھ پتا ہے باہر کیا ہو رہا ہے یہ سب کہہ رہی ہیں وہ لوگ واپس چلے گئے ہیں۔" اس کے چہرے سے پریشانی ہویدا تھی نمل اور سنبل ٹھٹک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

وہ دونوں تو یہی سوچ کر یہاں آئی تھیں کہ رومیلہ کے پاس جاتے ہی اسے سب بتا دیں گی مگر اس کے پاس اتنے لوگوں کی موجودگی نے جہاں انہیں تھوڑا مضطرب کیا تھا وہیں اس کے احساسات کو محسوس کرتے ہوئے وہ دونوں بالکل ہی گم سم ہو گئی تھیں۔

"کیا بات ہے تم دونوں کچھ بول کیوں نہیں رہیں۔"

ان کی خاموشی نے ذرا سی ہی دیر رومیلہ کے چہرے کو اس کے کپڑوں کا ہم رنگ کر دیا تھا۔

"آں..... وہ..... ان لوگوں نے یہ نہیں بتایا کہ مرزا صاحب کی فیملی میں کسی کا انتقال ہو گیا ہے اس لیے انہیں اچانک جانا پڑا۔" نمل نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے ان لڑکیوں پر نظر ڈالی۔

"نہیں یہ تو ان لوگوں نے نہیں بتایا۔" رومیلہ کو بھی عجیب سا لگا جو اس کے چہرے اور لہجے سے بھی ظاہر ہو گیا تبھی ایک کزن صفائی دینے والے انداز میں بولی۔

"یہ بات مجھے خود نہیں پتا تھی ابھی آپ کے منہ سے سن رہی ہوں۔" پھر آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے معصومیت سے پوچھنے لگی۔

"کس کا انتقال ہو گیا ہے ان کی فیملی میں اور انتقال کی خبر سنتے ہی اپنے گھر کا فنکشن اس طرح چھوڑ کر چلے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

یا اگر اتنا ہی ضروری تھا تو خود چلے جاتے کم از کم دولہا کو تو چھوڑ جاتے۔" رومیلہ کے چہرے پر انتقال کی خبر سن کر جو تھوڑا سا اطمینان پھیلا تھا اس کزن کے تابڑ توڑ سوالوں نے اس اطمینان کو ایک بار پھر سوچ و فکر کے جال میں تبدیل کر دیا تھا۔

"کوئی قریبی عزیز ہی ہو گا تبھی سب ایک ساتھ چلے گئے لیکن تم سب یہاں کیوں جمع ہو گئے ہو۔ نیچے جا کر بیٹھو اور رومیلہ کو آرام کرنے دو۔" نمل نے قدرے روکھائی سے کہا تو اس کی ایک کزن بدک کر بولی۔

"لو بھلا اب ہم نیچے جا کر کیا کریں سارے فنکشن کا تو بیڑا غرق ہو گیا ہے۔"

"ہاں ٗایک تو لڑکے والوں کی فیملی میں سے گنتی کے چار لوگ آئے تھے وہ بھی محفل جمنے سے پہلے لوٹ گئے اب ہم نیچے جا کر کیا اچار ڈالیں۔" دوسری کزن کو بھی نمل کا اس طرح صاف کمرے سے نکال دینا سخت ناگوار گزرا تھا۔

وہ سب رومیلہ کی ددھیالی رشتے دار تھیں جبکہ نمل ننھیال کی تھی پھر بھلا وہ نمل کی خود پر برتری کیسے برداشت کرلیتیں۔

سنبل نے آنکھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا تو نمل بھی مزید کچھ نہ بولی۔

ان لوگوں کو یہاں سے ہٹانے کی کوشش کرنا بے کار تھا وہ اس صورت حال سے لطف لے رہی تھیں رومیلہ کے چہرے پر پھیلی الجھن انہیں مزا دے رہی تھی۔

لڑکے والوں کے چلے جانے کے باعث امید تھی کھانا جلدی کھل جائے گا ایک بار کھانا کھا لینے کے بعد مہمان کو فوراً" گھر بھاگنے کی جلدی ہوتی ہے تب وہ آرام سے بیٹھ کر رومیلہ سے بات کرسکتی تھیں۔

یہ اور بات تھی کہ رومیلہ کو سب بتانا بھی انہیں ایک مشکل مرحلہ لگ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

جو مرحلہ اتنا مشکل لگ رہا تھا وہ اتنی خوش اسلوبی سے انجام پا رہا تھا کہ الیان سمیت ریاض غفار کی بھی سارے فکریں دور ہو گئی تھیں۔

ماموں جان' حامد کا رشتہ لے کر نہیں آئے تھے بلکہ مٹھائی لے کر بات پکی کرنے آئے تھے اور رشتوں میں اتنی دنیا داری دکھانے کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ ریاض غفار نے بھی اسی وقت سب کا منہ میٹھا کر دیا۔

توقع کے عین مطابق ماموں جان نے فوراً" ہی شادی کی تاریخ مانگ لی اس پر ریاض غفار تھوڑا سا ہچکچا گئے ان لوگوں کے پرزور اصرار پر انہوں نے ایک ماہ بعد کی تاریخ دے دی جس پر شگفتہ غفار بھی گھبرا گئیں۔

مگر پیسے کی فراوانی ہو تو شادی کی تیاری میں کون سا وقت لگتا ہے ایک ماہ کے اندر اندر انہوں نے تمام انتظامات بڑے بہترین انداز میں کرلیے۔

الیان کے پاس بزنس کو دیکھنے کے بعد بہت کم وقت بچتا تھا کسی اور چیز پر دھیان دینے کا مگر بریرہ کے کھلتے چہرے نے جیسے الیان کی اندر ایک نئی روح پھونک دی تھی۔

وہ سارا دن آفس میں سر کھپانے کے بعد بھی شام میں اتنا چاق و چوبند ہوتا تھا کہ کارڈز کے انتخاب سے لے کر ہال کی بکنگ تک سارے کام بڑی کامیابی کے ساتھ انجام دے گیا تھا۔

اپنے فیصلے پر اب وہ سو فیصد مطمئن تھا کیونکہ بریرہ کی کھنکتی ہنسی اسے یقین دلاتی تھی کہ وہ بہت خوش ہے اسے خوش دیکھ کر الیان کی روح تک سرشار ہو گئی تھی۔

اس نے تمام انتظامات میں بہتر سے بہترین چیز کا انتخاب کیا تھا یہاں تک کہ جس پارلر میں بریرہ کو تیار ہونا تھا وہ شہر کا سب سے بڑا پارلر تھا اور وہاں کی بیوٹیشن مہنگے ترین ریٹ پر دلہن تیار کرتی تھی۔

اسے اتنا شاہانہ خرچ کرتا دیکھ کر شگفتہ غفار تک اسے ٹوک بیٹھی تھیں۔

"الیان کیا ہو گیا ہے تمہیں ساری دلہنیں ایک سی تو لگتی ہیں پھر اتنا مہنگا پارلر کیوں بک کرایا ہے ان کے ریٹ تو آسمان سے باتیں کر رہے ہیں آخر اتنا مہنگا میک اپ کرانے کی کیا ضرورت ہے چند گھنٹوں کی ہی تو بات ہے۔"

"تعجب ہے ممی یہ بات آپ کہہ رہی ہیں جو ہمیشہ اعلا سے اعلا چیز کی قائل رہی ہیں۔" ایسے جملے وہ ریاض غفار کے منہ سے کئی دفعہ سن چکا تھا لہٰذا اس وقت شگفتہ غفار کو ٹوکنا اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"میں اب بھی یہ نہیں کہہ رہی کہ کسی معمولی پارلر میں بریرہ کو تیار کرایا جائے مگر اتنا ایکسپنسو (expensive) پارلر ہی کیوں؟

وہاں دوسرے پارلرز کے مقابلے میں چارجز میں جتنا فرق ہے کام میں ایسا کوئی ڈفرنس نہیں ہے اور چلو میک اپ تو ٹھیک ہے مگر بریرہ تو سروس بھی وہیں کی بک کرا آئی ہے۔

جو نمل انہوں نے بریرہ کو پکڑایا ہے اسے دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے جب میں نے بریرہ کو ڈانٹا تو وہ کہنے لگی کہ مجھے تو بھائی ہی وہاں لے کر گئے تھے۔

تم تو گاڑی میں بیٹھے رہے اور وہ ایڈوانس بھی دے آئی۔" وہ کچھ بگڑے ہوئے انداز میں بولیں تو الیان بے ساختہ ہنس دیا۔

پھر انہیں کندھوں سے تھامتے ہوئے رسانیت سے کہنے لگا۔

"مجھے پتا ہے وہاں کتنا ایڈوانس لیا جاتا ہے میں نے خود ہی اسے پیسے دے کر اندر بھیجا تھا۔

ممی مجھے خود بھی احساس ہے یہ سب پیسے کا ضیاع ہے یہ کام اس سے کم ریٹس میں بھی ہو سکتے تھے۔

لیکن ہم کون سا ہر روز ایسی عیاشیاں کرتے ہیں کسی خاص موقع پر تھوڑی سی فضول خرچی تو کی جاسکتی ہے نا۔

وہ بھلے ہی چند گھنٹوں کی بات ہوتی ہے مگر وہ چند گھنٹے ہی اتنے اہم ہوتے ہیں کہ پوری زندگی پر محیط ہوتے ہیں اور پھر میری کون سی دس بہنیں ہیں سارے ارمان اسی شادی میں تو نکالنے ہیں۔"

الیان کی باتیں سن کر ان کی معمولی سی خفگی فوراً" ہی دور ہو گئی وہ بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگیں۔

"ہاں بہن تو واقعی ایک ہی ہے لیکن اللہ نہ کرے جو سارے ارمان تمہیں ایک ہی شادی میں نکالنے پڑیں خیر سے تمہاری بھی تو شادی ہوگی کچھ ارمان اس کے لیے بھی چھوڑ دو۔"

"میرا فی الحال شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے کم از کم اگلے پانچ سال تک۔

میں ایک بہت بڑا پروجیکٹ شروع کر رہا ہوں میرے پاس ابھی کسی اور چیز پر دھیان دینے کا بالکل ٹائم نہیں ہے۔

لہٰذا جتنے بھی شوق اور ارمان دل میں موجود ہیں اسی شادی میں دل کھول کر نکال دیں میری طرف سے ابھی آپ صرف صبر کریں۔" الیان نے بڑی تفصیل سے جواب دیا تو وہ صرف مسکرا کر رہ گئیں۔

شادی سے چار دن پہلے گاؤں سے نانی اماں' ماموں جان' شاہ جہان' ماموں' ممانی جان اور چھوٹی ممانی اپنے بچوں کے ساتھ شہر کے ایک ہوٹل میں آکر ٹھہر گئے تھے۔

اسی ہوٹل سے وہ لوگ بارات لانے والے تھے رخصتی کے بعد بریرہ ان کے ساتھ ایک دن اس ہوٹل میں قیام کرکے اگلے دن گاؤں واپس جانے والی تھی جہاں ان کا ولیمہ ہونا قرار پایا تھا۔

ریاض غفار کے رشتے دار اور شگفتہ غفار کے رشتے دار بھی ولیمہ اٹینڈ کرنے ان کے ساتھ ہی گاؤں جانے والے تھے شگفتہ غفار کے رشتے دار تو اپنی دوہری رشتے داری کی وجہ سے بھی آرہے تھے جبکہ ریاض غفار کے خاندان والے ریاض غفار کی خوش اخلاقی اور ہر موقع پر دوسروں کا خیال رکھنے کی عادت کی وجہ سے شرکت کرنے کے لیے تیاریاں کر رہے تھے۔ غرض یہ کہ پورے خاندان میں بریرہ کی شادی کو لے کر کافی جوش و خروش پھیلا ہوا تھا۔

نانی اماں کی فیملی کا قیام بھلے ہی ہوٹل میں تھا مگر کیونکہ دونوں خاندان ایک ہی تھے اس لیے شادی سے پہلے کی رونقیں تمام کزنز نے بریرہ کے گھر میں ہی لگا رکھی تھیں۔

اکثر تو وہ لوگ صرف رات کو سونے کے لیے ہوٹل واپس جاتے ورنہ سارا دن اور رات دیر گئے تک تمام

محفلیں یہیں جمائے رکھتے۔

لیکن ان محفلوں میں صرف لڑکیاں شامل ہوتی تھیں شادی چاہے جتنی بھی قریبی کیوں نہ ہو لڑکے لڑکیوں مخلوط محفل کا ان کے گھرانے میں کوئی تصور نہیں تھا۔

یہی وجہ تھی کہ حامد ایک بار بھی ان کے گھر نہیں آیا تھا ریاض غفار نے تو کہہ بھی دیا تھا کہ۔

"یہ صرف تمہاری سسرال نہیں ہے بلکہ تمہاری سگی پھوپھی کا گھر ہے اس رشتے کے توسط سے تم بھی سب کے ساتھ تشریف لاسکتے ہو۔" ان کی بات پر حامد صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔

وہ اسے مذاق سمجھا تھا اور ریاض غفار نے کہا بھی مذاق کے ہی انداز میں تھا مگر الیان کو احساس تھا کہ وہ نہیں کررہے بلکہ ازحد سنجیدہ ہیں۔

وہ جس ماحول سے تعلق رکھتے تھے وہاں شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کا ساتھ گھومنا پھرنا اور شاپنگ کرنا بھی ایک بات تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ ریاض غفار یا شگفتہ غفار بھی ان حرکتوں کو پسند کرتے تھے البتہ وہ ان طور طریقوں کے ضرور تھے۔

لہٰذا اب اس رواج سے ہٹ کر یکسر ایک مختلف انداز کی شادی جسے ان کی زبان میں ارینج میرج کہا جا ان کے لیے ہضم کرنا تھوڑا مشکل تھا۔

الیان ان کے احساسات سمجھ سکتا تھا مگر اس کے نزدیک یہ باتیں اتنی معمولی تھیں کہ ان کو لے کر پریشان ہونے کی قطعاً "ضرورت نہیں" تھی تبھی وہ ریاض غفار کی بات پر حامد کی طرح صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔

جیسے جیسے شادی کا وقت نزدیک آرہا تھا شگفتہ غفار کی گھبراہٹ بھی سوا ہوتی جارہی تھی حالانکہ اتنے کم وقت میں بھی ان لوگوں نے بڑی بہترین تیاری کرلی تھی جس کا نوے فیصد سہرا الیان کو ہی جاتا تھا پھر بھی شگفتہ روایتی ماؤں کی طرح جو ہوگیا تھا اس پر خوش ہونے کی بجائے جو ہونا چاہیے تھا اس کے متعلق سوچ سوچ کر ہلکان ہورہی تھیں۔

شروع میں تو الیان نے انہیں سمجھانے اور تسلی دینے کی کوشش کی پھر تھک کر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا کیونکہ شادی میں چار دن رہ گئے تھے اور اب اس کے پاس بھی اتنا وقت نہیں تھا کہ شگفتہ غفار کے پاس بیٹھ کر انہیں لمبے لمبے لیکچر دے پاتا البتہ ان کی بوکھلاہٹ دیکھ کر وہ آتے جاتے ایک جملہ ان کی طرف ضرور اچھال دیتا۔

"فار گاڈ سیک ممی اپنا بی پی ہائی مت کریں بریرہ کوئی غیروں میں نہیں جارہی آپ کے سگے بھائی کے گھر جا رہی ہے۔"

"مجھے پتا ہے۔ لیکن بیٹا سسرال سسرال ہی ہوتی ہے۔" شگفتہ غفار گردن ہلاتے ہوئے ایسے کہتیں جیسے بڑے پتے کی بات بتا رہی ہوں تب الیان ان سے بحث کیے بغیر ہی آگے بڑھ جاتا وہ ان کے جملے سے قائل تو نہ ہوتا البتہ ان ہی کی طرح اتنا ضرور سوچتا۔

"ماں ماں ہی ہوتی ہے۔"

اس وقت بھی وہ آفس میں ایک پروجیکٹ کا سیمپل بنانے میں مصروف تھا جب اس کے موبائل پر شگفتہ غفار کی کال آئی۔

"ممی میں اس وقت بہت بزی ہوں آپ کو ایک گھنٹے بعد کال کرتا ہوں۔" الیان نے سلام کرتے ہی دوسری طرف کی بات سنے بغیر کہا۔

شگفتہ غفار پہلے ہی گھبرائی اور جھنجلائی ہوئی تھیں الیان کے چھوٹتے ہی کہنے پر بری طرح تپ کر بولیں۔

"الیان گھر میں بہن کی شادی ہے اور تم ہو کہ تمہارے پاس بات تک کرنے کی فرصت نہیں۔"

"ممی اصل میں میں... اچھا کہیں کیا بات ہے۔" ان کے لہجے کو مدنظر رکھتے ہوئے الیان نے ان کی بات سن لینے کو ترجیح دی کیونکہ وہ چاہے جتنی بھی اپنی مصروفیت انہیں سمجھاتا وہ سمجھ نہیں سکتی تھیں البتہ انہیں سمجھانے میں اتنا ہی وقت لگتا تھا جتنا ان کی بات سننے میں لگتا تو عقل مندی کا تقاضا یہی تھا کہ انہیں بولنے دیا جائے۔

دوسری طرف وہ اس کا اشارہ پاتے ہی شکایتی انداز میں بولیں۔

"پتا نہیں کون سے پارلر میں تم نے بریرہ کی سروس کی اپائنٹمنٹ فکس کرادی پچھلے چار گھنٹے سے وہ وہاں گئی ہوئی ہے اور ابھی بھی واپسی کے کوئی امکان نہیں۔" الیان ان کی بات سن کر جی بھر کر بور ہوا تھا۔

بھلا اس صورت حال میں وہ کیا کرسکتا تھا اسے تو یہ بھی علم نہیں تھا کہ پارلر میں چار گھنٹے لگنا ایک عام بات تھی یا کہ کوئی غیر معمولی تاخیر۔

وہ زچ ہونے کے باوجود رسانیت سے بولا۔

"ممی آجائے گی بریرہ آپ کیوں ٹینشن لے رہی ہیں۔"

"تمہاری ممانی اسے اپنے ساتھ بازار لے کر جانا چاہتی ہیں انہیں اس کی سینڈل خریدنی ہے شادی کے جوڑے کے ساتھ پہننے کے لیے۔

دو گھنٹے پہلے میں نے ان سے کہا تھا کہ بریرہ آئے گی تو میں آپ کو فون کردوں گی آپ اسے پک کرلیجیے گا اب بھلا بتاؤ وہ کیا سوچ رہی ہوں گی۔"

"وہ کچھ نہیں سوچ رہی ہوں گی آپ انہیں بتادیں کہ بریرہ پارلر گئی ہے وہ کل اسے بازار لے جائیں۔ بلکہ بریرہ کو فون کرکے پوچھیں کہ اسے مزید کتنا ٹائم لگے گا۔" الیان نے اس بار اپنی جھنجلاہٹ کو چھپائے بغیر بےزاری سے کہا۔

"بریرہ کا تو فون ہی نہیں مل رہا ایک ہی ٹیپ بجے جارہا ہے۔

آپ کے مطلوبہ نمبر پر فی الوقت رابطہ ممکن نہیں۔" شگفتہ غفار نے تنگ کر اس لب ولہجے میں کہا جس میں آپریٹر بول رہی ہوتی ہے۔

الیان کی ہنسی نکل گئی ان کی نقل اتارنے پر پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"اچھا آپ فکر نہ کریں میں ٹرائی کرتا ہوں اگر بریرہ کا نمبر نہیں ملا تو میں پارلر کا نمبر پتا کرکے وہاں فون کرلوں گا۔"

"ہاں ٹھیک ہے بس پانچ منٹ کے اندر اندر مجھے پتا کرکے بتاؤ۔" انہوں نے نروٹھے انداز میں کہہ کر فون بند کردیا۔

الیان نے پہلے تو بریرہ کے سیل پر ہی فون کیا مگر شگفتہ غفار کے سنائے ٹیپ کو دو دفعہ سننے کے بعد اس نے پارلر کا نمبر ماموں کے ذریعے حاصل کیا اور فون ملنے کے بعد بریرہ کی تفصیل بتا کر اس سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو دوسری طرف موجود لڑکی کہنے لگی۔

"سر مس بریرہ تو ایک گھنٹہ پہلے ہی جاچکی ہیں۔"

"آپ ایک بار پتا کرلیں ہوسکتا ہے وہ ویٹنگ روم میں بیٹھی گاڑی آنے کا ویٹ کررہی ہوں۔" الیان کو پتا تھا کہ آنے کے لیے بریرہ کو ممی کو فون کرکے ڈرائیور کو بلانا پڑتا تھا۔

الیان کی گزارش پر اس لڑکی نے ایک بار تصدیق کر کے وہ ہی جواب دہرا دیا تو الیان نے کچھ الجھ کر لائن [illegible] دی اور ایک بار پھر بریرہ کے موبائل پر رابطہ کرنے لگا۔

مگر اس بار بھی اسے کامیابی نہ ہوئی تو اس نے احتیاطاً "ریاض غفار کو فون کر لیا۔

"نہیں میرے پاس تو بریرہ کا کوئی فون نہیں آیا بلکہ میں تو خود اس وقت گھر سے باہر ہوں اگر وہ مجھے پک کرنے کہتی تو میرے پاس تو ابھی ٹائم نہیں میں اسے ڈرائیور کو بلانے کو ہی کہتا۔" ریاض غفار کی بات پر الیان [illegible] پریشان ہو گیا، تبھی فوری طور پر کچھ نہ کہہ سکا۔

"الیان کیا بات ہے بریرہ کہاں گئی ہے؟" ریاض غفار کے لہجے سے بھی پریشانی عیاں تھی تبھی الیان [illegible] کہنے لگا۔

"بات کچھ بھی نہیں ہے وہ دراصل۔۔۔ پارلر گئی ہے تو میں اسے پک کرنے جا رہا تھا تو میں نے سوچا نکلنے سے پہلے آپ سے کنفرم کر لوں۔

اگر آپ نے اسے پک کر لیا ہے تو مجھے اپنا ٹائم ویسٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" الیان نے بات بنا [illegible] ہوئے کہا۔

"بھئی جب اس نے تمہیں پک کرنے کو کہا ہے تو وہ مجھے فون کر کے کیوں بلائے گی تمہیں مجھ سے بات کرنے کی بجائے اسے ہی فون کرنا چاہیے تھا۔" ریاض غفار بور ہو کر بولے۔

"جی جی۔ میں اسے ہی فون کرتا ہوں اللہ حافظ۔" الیان نے فوراً" ہی لائن منقطع کر دی اور پارلر جانے کے لیے کھڑا ہو گیا ویسے بھی اب اس کا ذہن کوئی نمونہ تیار کرنے کے قابل نہیں رہا تھا ایک عجیب سے گھبراہٹ ہو گئی تھی اس پر۔

سارے راستے وہ مسلسل بریرہ کے موبائل پر رابطہ کرنے کی کوششیں کرتا رہا مگر اس کے فون کو نہیں ملنا تھا نہیں ملا۔

پارلر پہنچ کر جب اس نے ریسپشن پر پوچھا تو وہاں موجود لڑکی نے بڑی کھا جانے والی نظروں سے الیان کو دیکھا اور بڑی بے زاری سے بولی۔

"میں نے آپ کو فون پر ہی بتا دیا تھا کہ مس بریرہ جا چکی ہیں اس وقت بھی انہیں گئے ہوئے ایک گھنٹہ ہو گیا اب تو ڈیڑھ گھنٹہ ہونے والا ہے۔"

"جی بتایا تو تھا لیکن وہ گھر نہیں پہنچی ہے میں ایک بار ویٹنگ روم میں چیک کر لوں۔" الیان کے لہجے میں انکساری تھی کہ وہ صرف اسے دیکھ کر رہ گئی پھر گہرا سانس کھینچتے ہوئے اس نے سامنے بنے کمرے کی طرف اشارہ کر دیا۔

الیان تیزی سے مڑا اور کمرے میں داخل ہو گیا وہاں تین عورتیں اور دو لڑکیاں موجود تھیں باقی پورا کمرہ خالی مختلف رسائل کی ورق گردانی کرتی ان عورتوں نے بھی سر اٹھا کر اسے دیکھا ایک ہی نظر میں الیان کو ماننا پڑا کہ بریرہ یہاں نہیں ہے پھر بھی وہ کچھ لمحے وہیں کھڑا رہا جیسے سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ آگے کیا کرنا چاہیے۔

اور ابھی اس نے طے تو نہیں کیا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے مگر ان پانچوں خواتین کی سوالیہ نظریں خود پر جمی دیکھ کر دروازہ بند کرتا ریسپشن پر واپس پلٹ گیا۔

"آپ اندر پتا کرائیں ہو سکتا ہے وہ ابھی فارغ نہ ہوئی ہو۔" ریسپشنسٹ فون پر کسی سے خوش گپیوں میں مصروف تھی الیان کی بات سن کر وہ رک کر اسے دیکھنے لگی اور جب بولی تو اس بار اس کی نظریں ہی نہیں لہجہ بھی کاٹ دار تھا۔

"آپ کون سی زبان سمجھتے ہیں میں کہہ رہی ہوں نا وہ جا چکی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے آپ کسی اور کی بات کر رہی ہوں بریرہ نام کی کوئی اور کلائنٹ بھی آئی ہو اور آپ سمجھ رہی ہوں کہ وہ چلی گئی جبکہ میری بہن۔۔۔"

"آپ کی بہن اپنی فل سروس کرانے آئی تھیں چار دن کے بعد ہمارے ہی پاس ان کی چار بجے کی برائیڈل اپائنٹمنٹ بھی ہے۔" اس نے بڑے یقین سے تصدیق کرنے والے انداز میں کہا تو فوری طور پر الیان کچھ کہہ ہی نہیں سکا تبھی وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی۔

"مجھے اچھی طرح پتا ہے آپ کس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں وہ صرف آئی برو بنانے آئی ہوتی تو مجھ سے بھی غلطی ہو سکتی تھی مگر جو لڑکی اتنا کچھ کرا رہی ہو اسے پہچاننے میں کیسے غلطی ہو سکتی ہے۔" اس لڑکی کی بات میں وزن تھا۔

الیان بے چینی سے ریسپشن کاؤنٹر پر انگلیاں بجانے لگا جیسے کچھ سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کرے۔

اس کا دل چاہ رہا تھا اندر جا کر خود بریرہ کو ڈھونڈے پتا نہیں اخبار میں پڑھی کب کب کی کون کون سی سرخیاں اس کی آنکھوں کے سامنے ناچنے لگی تھیں۔

"پارلر کے اسٹاف نے بال کٹوانے آنے والی لڑکی کو غائب کر دیا۔"

"ماں پارلر میں اپنا فیشل کرا رہی تھی کہ ساتھ آیا بچہ اغوا ہو گیا پارلر کی مالکن فرار۔"

ایسی ایسی خبریں اس کی نظروں سے گزر رہی تھیں کہ کوئی اچھا خیال اس کے ذہن میں آ ہی نہیں رہا تھا۔ حالانکہ شگفتہ غفار کو فون کر کے بریرہ کی دوستوں کو فون کر کے چیک کرنے کا خیال اسے کئی بار آیا تھا مگر اس کی چھٹی حس اسے ایک فضول کوشش کہہ رہی تھی جس سے سوائے شگفتہ غفار کے پریشان ہونے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

مگر شاید اب انہیں پریشان کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا اسے شگفتہ غفار کو فون کر کے یہاں بلانا تھا تاکہ وہ اندر جا کر دیکھ سکیں۔

اتنی پریشانی میں بھی اس کا اخلاق اتنا نہیں گر سکتا تھا کہ وہ ایسی جگہ پر دندناتا اندر گھس جاتا جہاں عورتیں اپنے ذاتی کام کرانے آئی ہوں۔

اس نے پارلر سے باہر نکل کر پہلے تو ریاض غفار کو فون کیا اور ساری صورت حال ان کے سامنے رکھتے ہوئے شگفتہ غفار کو یہاں بلانے کے ارادے کو ظاہر کیا۔

وہ الیان کی توقع سے زیادہ پریشان ہو گئے تھے تبھی بغیر سوچے سمجھے بولے۔

"شگفتہ کو بلانے سے کیا ہو گا پولیس کو فون کرو وہ ریڈ کرے گی پارلر میں تو پتا چلے گا ہماری بیٹی اتنی غیر ذمہ دار نہیں کہ بغیر فون کیے بغیر اطلاع دیے کسی دوست کی طرف نکل جائے۔ وہ یقیناً" پارلر میں ہے وہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

"ڈیڈی کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ پولیس کو بلانے کا مطلب جانتے ہیں آپ۔" الیان کو ان سے اس قدر جذباتیت کی امید نہیں تھی وہ تو حیران ہی رہ گیا۔

"ہاں جانتا ہوں لیکن تم نہیں جانتے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے معاملے کی سنگینی کا دو گھنٹوں سے اس کا کوئی پتا نہیں ہے یہ موبائل پر اس کی دوستوں کو فون کرنے کا ٹائم نہیں ہے فوراً" ایکشن میں آنے کا وقت ہے۔"

"ایکشن میں آنے کا مطلب ہے ہم اس کے غائب ہونے کا ڈھنڈورا پورے شہر میں پیٹ دیں۔
ہرگز نہیں ڈیڈی یہ بات حامد کی فیملی کو تو کیا کسی کو بھی پتا نہیں چلنی چاہیے۔
میں اس پارلر کے گیٹ سے ہٹنا نہیں چاہتا آپ ممی کو لے کر فوراً یہاں پہنچیں۔
وہ اندر جا کر ایک ایک کمرہ دیکھ کر آئیں اور اندر اسٹاف سے صاف کہہ دیں کہ اگر انہیں ایسا کرنے سے، تو پھر وہ پولیس کو لے کر آئیں گی۔
مجھے یقین ہے اپنی بدنامی کے ڈر سے وہ پولیس کو کبھی بلانا نہیں چاہیں گے اور ممی کو اندر تمام کمرے دیکھنے دیں گے۔"

"مگر اس سے کیا ہوگا الیان۔ دو گھنٹے ہونے والے ہیں دو گھنٹوں میں تو بندے کو کہیں سے کہیں پہنچایا جا سکتا ہے۔" ریاض غفار چیخ کر بولے تو کچھ لمحوں کے لیے الیان نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا پھر اپنی آواز کو رونے سے روکتے ہوئے بولا۔

"ڈیڈی اگر اس طرح بریرہ نہیں ملی تو پھر ہم پولیس کو انفارم کریں گے مگر پہلے ممی کو ایک بار چیک کرنے دیں اور ان سے کہیں بریرہ کی جتنی دوستوں کو وہ جانتی ہیں راستے میں ان سب کو بھی فون کرلیں مگر اپنی کسی حرکت سے یہ ظاہر مت ہونے دیں کہ ہم بہت پریشان ہیں ایسے پریٹنڈ کریں جیسے اس نے کسی دوست کے گھر جانے کی اجازت مانگی تھی مگر اس کا نام ذہن سے نکل گیا ہے۔
ہم اس معاملے کو جتنا سنجیدہ بنا کر پیش کریں گے بریرہ کے لیے آئندہ اتنی ہی مشکلات پیش آئیں گی ہمیں کچھ بالکل نارمل ظاہر کرنا ہے ان شاء اللہ بریرہ صحیح سلامت ہوگی اور مل بھی جائے گی پھر ہم کیوں خوامخواہ بدنامی مول لیں۔" ریاض غفار نے اس کی طویل بات کے جواب میں کچھ بھی نہیں کہا اور ایسے فون بند کردیا جیسے انہوں نے دعائیں پڑھنی شروع کردی ہوں۔
پتا نہیں ریاض غفار اس وقت کہاں تھے پتا نہیں انہیں گھر پہنچ کر شگفتہ غفار کو یہ سب بتانے میں کتنی دیر ہوتی الیان کو اگر کچھ پتا تھا تو محض اتنا کہ وہ آدھے گھنٹے میں اس کے روبرو تھے۔
شگفتہ غفار کا سفید چہرہ اور لال آنکھیں بغیر پوچھے ہی بتا گئے تھے کہ بریرہ کی کسی بھی دوست نے انہیں تسلی بخش جواب نہیں دیا۔
الیان کو اپنی بے چینی دس گنا بڑھتی محسوس ہوئی تھی مگر ریاض غفار اور شگفتہ غفار کی حالت کے پیش نظر خود کو زیادہ سے زیادہ نارمل ظاہر کرنا تھا وہ شگفتہ غفار کو لے کر فوراً اندر داخل ہوگیا۔
شگفتہ غفار تو ریسپشن پر پہنچتے ہی رو پڑیں تو وہ لڑکی بری طرح گھبرا گئی اس نے تو سیدھا اپنی اونر کو بلا لیا۔
وہ ایک بہت ہی سلجھی ہوئی باوقار سی خاتون تھیں شگفتہ غفار کے ساتھ وہ بہت محبت سے پیش آئیں اور ایک ایک کمرہ چیک کرانے اپنے ساتھ لے گئیں۔
الیان کو تو ان کی ساری حرکتیں مکاری لگ رہی تھیں مگر شگفتہ غفار سارے کمرے دیکھنے کے بعد بڑے یقین سے کہہ رہی تھیں کہ بریرہ کے غائب ہونے میں ان لوگوں کا کوئی ہاتھ نہیں۔
الیان اور ریاض غفار جیسے الجھ کر رہ گئے تھے کہ اب ان کا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے پارلر کی مالکن نے ان دونوں کو بھی اپنے آفس میں بٹھا کر بات کی بلکہ باہر گیٹ پر کھڑے اپنے گارڈ کو بھی بلا لیا۔

بریرہ کا حلیہ بتا کر جب انہوں نے اس کی بابت پوچھا تو اس نے یہی کہا کہ ڈھائی گھنٹے پہلے ایسی ایک لڑکی ایک وین میں بیٹھ کر گئی ہے۔

سفید رنگ کی وین جس کے شیشے کالے رنگ کے تھے۔
الیان کو تو یہ سب صاف صاف ایک اغوا کی کہانی لگ رہی تھی اگر پارلر والوں نے یہ سب نہیں کیا تھا تو بہرحال کسی نے بھی کیا تھا تو بھی اس کی بہن کہیں غائب ہوئی نہیں تھی بلکہ اسے غائب کیا گیا تھا۔
اور یہ سب کچھ اس قدر ہوش ربا تھا کہ الیان کو دن میں تارے نظر آگئے تھے۔
وہ تو مرد تھا جب اس کی یہ حالت تھی تو شگفتہ غفار کو تو جو نہ ہو وہ کم تھا۔
گارڈ کے منہ سے بریرہ کا کسی گاڑی میں بیٹھ کر جانے کا ذکر سن کر شگفتہ غفار کا فق چہرہ خطرناک حد تک زرد ہوگیا وہ ایسے ساکت ہوگئی تھیں جیسے بالکل بے جان ہوگئی ہوں۔
الیان کی جیسے ہی ان پر نظر پڑی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے ان کی کرسی پر آیا اور انہیں کندھے سے پکڑ کر ہلانے لگا۔
"ممی، ممی آپ ٹھیک تو ہیں نا۔" الیان کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ کرسی پر ایک طرف کو لڑھک گئیں۔
الیان کے ساتھ ساتھ ریاض غفار کے بھی اوسان خطا ہوگئے الیان نے فوراً انہیں اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔
ریاض غفار کی مدد سے انہیں گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال کر الیان نے فل اسپیڈ میں گاڑی دوڑا دی۔
چند لمحوں کے لیے بریرہ اس کے ذہن سے بالکل محو ہوگئی اس کی گاڑی تیزی سے ہسپتال کی طرف بڑھ رہی تھی فی الحال اس کا ذہن کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں تھا اور بالکل مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔
(باقی آئندہ)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گری

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی' جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ' سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم' وکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے' اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔

۲۰ بیسویں قسط

دستک کی آواز پر ندیہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی وہ اپنے بستر پر لیٹی کتاب پڑھ رہی تھی کہ جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی

اب آنکھ کھلی تو کمرے میں پھیلا ملگجا سا اندھیرا دیکھ کر اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ آن کیا اور جیسے ہی سیدھی ہو کر بستر سے اترنے لگی اپنی جگہ ٹھٹک گئی۔

اس کے بستر پر مختلف اوراق بکھرے ہوئے تھے جب وہ کتاب پڑھنے بیٹھی تھی تب یہاں بستر پر ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔

یہ صفحے اس کے رجسٹر میں ہی سے پھاڑے گئے تھے اور ان صفحوں کے پاس جو پنسل پڑی تھی وہ بھی اسی کے پڑھنے والے ٹیبل پر رکھے پین ہولڈر میں سے نکالی گئی تھی۔

یہ سب پہلی بار نہیں ہوا تھا ایسا اکثر و بیشتر ہوا تھا نیند سے جاگنے پر اس نے اکثر اپنے سرہانے یا اپنے آس پاس ایسے کاغذات کا ڈھیر پایا تھا۔

لیکن اس گھر میں آنے کے بعد ایسا پہلی بار ہوا تھا گویا اس کی بے خبری میں شائستہ خالہ نے ایک بار پھر اس کے قریب بیٹھ کر مختلف کاغذوں پر نقش و نگاری کی تھی۔

اس کے نزدیک تو یہ سب نقش ہی تھے جن تصویروں کا مطلب سمجھ میں نہ آئے وہ صرف لکیریں ہوتی ہیں۔

ندیہ کے یہ سوچ کر ہی احساسات عجیب سے ہو گئے کہ پتا نہیں شائستہ خالہ کتنی دیر اس کے سرہانے بیٹھی رہی ہوں گی۔

ندیہ بے بسی سے کاغذوں کو دیکھ ہی رہی تھی کہ دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی ندیہ نے عجیب سے خوف کے ساتھ وہ کاغذات اٹھائے اور انہیں بغیر دیکھے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ٹھونس دیا۔

اس پر بنے خوفناک چہرے دیکھنے کا اس میں یارا نہیں تھا حالانکہ ایسے تمام اسکیچز وہ پرانے گھر میں چھوڑ آئی تھی اور خاصی مطمئن بھی تھی کہ وہاں آنے والے لوگوں نے انہیں ردی میں ڈلوا دیا ہو گا۔

مگر جب شائستہ خالہ کا عکس اس کے ساتھ ہی یہاں آ گیا تھا تو ان کے بنائے اسکیچز وہاں رہ بھی گئے تھے تو کیا فرق پڑنے والا تھا ایسا ڈھیر تو دوبارہ جمع ہو جانا تھا۔

ندیہ انہیں فی الحال دراز میں چھپا کر دروازے کی طرف بڑھ گئی مبادا اگر دروازے پر عائشہ اختر موجود ہوئیں تو وہ اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی بستر پر بکھرے ان کاغذوں کی طرف متوجہ ہو جاتیں۔

جبکہ ندیہ بالکل نہیں چاہتی تھی کہ انہیں اس بارے میں کچھ بھی پتا چلے وہ سب یہ سمجھ رہے تھے کہ اس گھر میں شفٹ ہونے کے بعد اس کی حالت سدھر گئی ہے اور ندیہ چاہتی تھی کہ وہ سب اسی خوش فہمی میں مبتلا رہیں

لیکن دروازہ کھولنے پر اس نے سامنے عائشہ اختر کی بجائے ملازمہ کو کھڑا پایا جو اس پر نظر پڑتے ہی بولی۔

"آپ کو صاحب بلا رہے ہیں۔"

ندیہ ایک پل کے لیے سوچ میں پڑ گئی بلال اختر نے اگر اسے خاص طور پر بلایا تھا تو کسی خاص کام سے ہی بلایا ہو گا جانے اب وہ کیا کہنے والے تھے

"تم چلو میں آتی ہوں۔" ملازمہ تو اس کا جواب سن کر پلٹ گئی مگر وہ دروازے میں ہی کھڑی رہی ایسے موقعوں پر ہمیشہ اسے یہی لگتا تھا جیسے کسی مظلوم رعایا کی ظالم بادشاہ کے سامنے پیشی ہو رہی ہو کہ جانے اب بادشاہ سلامت کون سا فرمان جاری کر دیں۔

ٹھیک اسی خوف کے ساتھ ندیہ ان کے بلانے پر حاضر ہوتے ہوئے سوچ رہی ہوتی کہ جانے اب وہ کون سا حکم صادر کرنے والے ہیں۔

ندیہ دروازے سے پلٹ کر آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی بالوں کو بلاوجہ اس نے دیر تک ٹھیک کیا پھر منہ دھونے باتھ روم چلی گئی منہ دھونے کے بعد ایک بار پھر اس نے بالوں کو ٹھیک کیا اور جب وقت ضائع کرنے کا اور کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آیا تو بلال اختر کے سامنے جانے کے لیے دل کڑا کر کے کمرے سے نکل گئی۔

وہ ان کے بلانے پر ہمیشہ اتنی ہی تاخیر سے آیا کرتی تھی لہٰذا اسے دیکھ کر بلال اختر نے کسی قسم کا سوال نہیں کیا بلکہ اس کے سلام کا جواب دے کر فوراً ہی وہ موضوع چھیڑ دیا جس کے لیے اسے بلایا تھا۔

"تم نے اپنے آئندہ کے بارے میں کیا سوچا ہے ندیہ۔"

"جی۔" ندیہ کی سمجھ میں نہ آیا۔

"بیٹے آگے کیا کرنا ہے تمہیں پڑھائی وڑھائی چھوڑ کر آخر کب تک بیٹھی رہو گی۔" ان کے لہجے میں ہلکی سی جھنجلاہٹ کی آمیزش تھی۔

"آں۔۔۔ جی وہ۔" ندیہ نے اس بارے میں کچھ سوچا ہی نہیں تھا اس سے کوئی جواب ہی نہ بن سکا۔

"اس کالج میں نہیں جانا تو کسی اور کالج میں ایڈمیشن لے لو۔ اب بیچ سال میں تو تمہیں داخلہ بھی مشکل سے ہی ملے گا۔

خیر وہ سب تو میں مینیج کر لوں گا تم یہ بتاؤ تم نے کسی کالج یا یونیورسٹی وغیرہ کا سروے کیا ہے کچھ سوچا ہے کہاں پڑھنا ہے کہاں ایڈمیشن لینا ہے۔" وہ ایسے بات کر رہے تھے جیسے اس کی غیر ذمہ داری کا یقین ہوتے ہوئے انہیں پہلے ہی پتا ہو کہ ان تمام سوالوں کے جواب نفی میں آنے والے ہیں۔

ندیہ نے کچھ شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا وہ بھلا کیا پتا کرتی وہ تو کہیں پڑھنا ہی نہیں چاہتی تھی اس کی تو بس ایک ہی خواہش تھی کہ اسے دنیا سے الگ تھلگ اپنے کمرے میں پڑا رہنے دیا جائے۔

کچھ دیر وہ کوفت اور تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھتے رہے پھر سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہنے لگے۔

"اچھا ٹھیک ہے تم جاؤ یہ سب بھی میں خود ہی کر لوں گا۔"

"آں۔۔۔ پاپا میں۔۔۔ میں اگر پرائیویٹ پڑھائی کر لوں۔" ندیہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بڑی دقت سے کہا۔

"کیوں؟" وہ ابرو چڑھا کر اسے دیکھنے لگے۔

"آں۔۔۔ کیونکہ۔۔۔ وہ دراصل۔۔۔ میں سوچ رہی تھی کہ پڑھائی ہی تو کرنی ہے۔ کالج وغیرہ کا ماحول ایسا نہیں ہو تا کہ میں اس میں ایڈجسٹ ہو سکوں تو۔۔۔ کیوں نہ گھر پر ہی رہ کر۔۔۔" بڑی مشکل سے اس نے اٹک اٹک کر اپنی بات پوری کی تھی۔

بلال اختر بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھتے رہے پھر پرسوچ انداز میں ہنکارا بھرتے ہوئے بولے۔

"ہوں! بات تمہاری صحیح ہے تم نارمل لڑکیوں سے بہت الگ ہو اس لیے تمہیں نارمل لڑکیوں کے بیچ بیٹھ کر پڑھنا بہت مشکل لگتا ہے۔

لیکن تمہارے لیے سارے جہاں سے کٹ کر مکمل طور پر گھر میں بیٹھ جانا قطعاً مناسب نہیں۔

بلکہ مجھے تو لگتا ہے کہ تم کو کالج میں پڑھنے کی بجائے تمہیں کو ایجوکیشن میں پڑھنا چاہیے شاید اس طرح تمہارے مزاج میں کچھ تبدیلی آ جائے۔" بلال اختر کی بات سن کر ندیہ کی تو حالت غیر ہو گئی اس کا حلق ایسے سوکھ کر کانٹا ہو

گیا جیسے سالوں کی پیاسی ہو۔

"پ۔۔۔پاپا۔۔۔ میں میں گھر میں ہی پڑھنا چاہتی ہوں اور۔۔۔"

"میں نے ڈاکٹر شکیلہ سے بھی یہ سب ڈسکس کیا تھا ان کا کہنا بھی یہی ہے کہ تمہیں بالکل گھر میں بٹھا لینا ٹھیک نہیں ویسے کو ایجوکیشن کی بات میں نے ان سے نہیں کی مگر خیر ان سے بھی ایک بار ڈسکس کر لوں گا۔ تم اپنے ڈاکومنٹس وغیرہ فائل کر کے دے دینا میں دیکھتا ہوں سال کے بیچ میں تمہیں کہاں داخلہ ملتا ہے۔" انہوں نے قطعی لہجے میں کہہ کر جیسے بات ہی ختم کر دی۔

ندیہ صرف انہیں بے بسی سے دیکھ کر رہ گئی کچھ کہنے کی اس میں ہمت نہیں تھی اور فائدہ بھی نہیں تھا بلال اختر کو اس کی بات کون سا ماننی تھی وہ انہیں۔

"جی اچھا۔"

کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئی اور ڈاکٹر شکیلہ کا نمبر ملانے لگی لائن ملنے پر اس کی آواز سن کر ڈاکٹر شکیلہ نے خاصی خوشی کا اظہار کیا تھا اور کیوں نہ کرتیں پہلی بار تو ندیہ نے خود سے ان سے رابطہ کیا تھا ورنہ ہمیشہ تو وہ عائشہ اختر کے مجبور کرنے پر ہی ان سے ملنے یا اپنی سیٹنگ کرانے آتی تھی۔

"کیسی ہو ندیہ؟ نئے گھر میں آ کر کیسا لگ رہا ہے۔" انہوں نے بڑی خوش دلی سے پوچھا۔

"جی۔۔۔ جی بہت اچھا لگ رہا ہے کافی ریلیکس فیل کر رہی ہوں میں۔" ندیہ نے جان بوجھ کر اپنا لہجہ تھوڑا کھنکتا ہوا بنانے کی کوشش کی۔

"گڈ ویری گڈ۔" ان کے لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ندیہ اپنی کوشش میں کافی حد تک کامیاب ہو گئی ہے۔

"مطلب گھر کی یہ تبدیلی تمہارے لیے خوشگوار ثابت ہوئی ہے۔" ڈاکٹر شکیلہ دوستانہ انداز میں بولیں حسب معمول۔

"جی۔۔۔ جی بالکل۔" ندیہ نے فوراً تائید کی۔

"اس کا مطلب ہے تمہیں اب کسی قسم کے ڈراؤنے خواب بھی نظر نہیں آ رہے۔" خواب سے زیادہ ڈراؤنی تو حقیقت تھی مگر ندیہ نے اس بات پر بحث کرنے کی بجائے اپنا مخصوص "جی جی" کہہ دیا۔

مگر دوسری طرف بھی ایک تجربہ کار ڈاکٹر موجود تھیں جو کافی عرصے سے اس کا علاج بھی کر رہی تھیں تبھی مزید پوچھنے لگیں۔

"اور خواب کے علاوہ جاگتے میں کوئی ناخوشگوار منظر تو نہیں دیکھا نا آئی مین تمہاری شائستہ خالہ کا عکس یہاں تو تمہیں نظر نہیں آیا نا۔" ان کے لہجے سے ظاہر تھا جیسے وہ بڑی بے چینی سے اس سوال کا جواب جاننا چاہ رہی ہوں۔

ندیہ نے ایک گہرا سانس کھینچا اور بڑی ڈھٹائی سے جھوٹ بولا۔

"نہیں ابھی تک تو نہیں۔"

"That's great! ندیہ یہ تو تم نے بہت بڑی خوش خبری سنائی ہے حالانکہ عائشہ نے مجھے بتایا تھا مگر تمہارے منہ سے سن کر واقعی یقین آ گیا ہے۔

بس اب پچھلی ساری باتوں کو ڈراؤنا خواب سمجھ کر بھول جاؤ اور کوشش کرو کہ زیادہ سے زیادہ بزی رہو بالکل بھی فالتو مت بیٹھو تاکہ فالتو سوچنے کا بھی ٹائم نہ ملے۔" ان کی آواز میں ایک جوش تھا آخر ندیہ ان کی اتنی پرانی مریضہ تھی اس میں تبدیلی بلکہ تبدیلی کیا اس قدر مکمل سدھار انہیں سرتاپا سرشار کر گیا تھا۔

"جی۔۔۔ جی میرا بالکل ارادہ نہیں ہے فارغ بیٹھنے کا میں نے سوچا ہے۔۔۔ کہ ذرا الماریاں وغیرہ ٹھیک طرح سے

سیٹ ہو جائیں پھر میں کمپیوٹر کی اور کوکنگ کی کلاسز لوں گی۔" ندیہ نے سفید جھوٹ بولا۔

اس کی الماریاں وغیرہ مکمل طور پر سیٹ ہو چکی تھیں مگر اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا بلکہ یہ کلاسز لینے کی بات تو ابھی اس کے ذہن میں آئی تھی جسے سن کر ڈاکٹر شکیلہ پھولی نہ سمائیں۔

"ہاں ہاں بالکل ندیہ۔ پہلے گھر وغیرہ سیٹ کر لو شفٹنگ کوئی آسان کام تھوڑی ہے۔ بھئی اور وہ بھی اتنے سالوں کا جما جمایا گھر۔ کتنی تو ایسی چیزیں نکلی ہوں گی جو تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہوں گی کہ رکھوں کہاں۔"

"جی جی اصل میں ڈاکٹر میں نے آپ کو اس لیے فون کیا تھا کہ۔۔۔ پاپا چاہتے ہیں میں اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کر دوں۔

میں میں خود بھی پڑھائی شروع کرنا چاہتی ہوں ایسا نہیں ہے کہ میں پڑھائی چھوڑ رہی ہوں۔

لیکن۔۔۔ پاپا میرا کالج میں ایڈمیشن کرانا چاہ رہے ہیں بلکہ ان کا خیال ہے کہ مجھے کو ایجوکیشن میں پڑھنا چاہیے۔ میں کو ایجوکیشن میں پڑھنا نہیں چاہتی بلکہ مجھے لگتا ہے میں گھر میں زیادہ اچھی پڑھائی کر سکتی ہوں میں پرائیوٹ ایگزام کی تیاری کر لوں گی۔" ندیہ کی بات پر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئیں پھر پرسوچ انداز میں بولیں۔

"ہاں ٹھیک ہے اگر تم گھر میں پڑھائی کر سکتی ہو اور بقول تمہارے زیادہ اچھی کر سکتی ہو تو یہ تو بہت اچھی بات ہے میں مسٹر بلال سے بات کروں گی تمہیں گھر میں پڑھنے دیا جائے۔" ندیہ ان کی بات سن کر ایک دم بہت خوش ہو گئی۔

"تھینک یو ڈاکٹر تھینک یو سو مچ مگر آپ پاپا سے بات مت کیجیے گا وہ خود آپ کو فون کریں گے مشورہ کرنے کے لیے تب آپ ان پر ایسے ہی ظاہر کیجیے گا جیسے یہ سب آپ اپنی طرف سے کہہ رہی ہیں اور میں نے آپ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔"

"اوہ شیور بیٹا یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے لیکن تمہیں بھی مجھ سے ایک پرامس کرنا ہو گا۔"

"جی جی کہیں۔"

"تم خوب دل لگا کر گھر میں پڑھائی کرو گی اور اپنی دوائیں وغیرہ بالکل نہیں چھوڑو گی اور اگر تمہیں پہلے کی طرح کوئی بھی چیز یا عکس نظر آتا ہے تم بلا جھجک مجھے بتاؤ گی۔" ندیہ کو اندازہ بھی نہیں ہوا کہ ڈاکٹر شکیلہ اس کا جھوٹ بولنا بھانپ گئی ہیں۔

وہ ایک منجھی ہوئی ماہر نفسیات تھیں انہیں اچھی طرح پتا تھا کہ محض ایک گھر بدل لینے سے ایک مریض میں اتنی جلدی اتنا فرق نہیں آ سکتا۔

اسی لیے انہیں ندیہ کی باتیں سن کر بڑی خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

مگر جب ندیہ نے بلال اختر کے ارادوں کے بارے میں بتایا تو جیسے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔

وہ بخوبی سمجھ گئیں کہ ندیہ اپنی منوانے کے لیے انہیں خوش کرنے کے لیے جھوٹ بول رہی ہے اسی لیے انہوں نے دوائیں نہ چھوڑنے کی خاص طور پر تاکید کی تھی۔

انہوں نے اس پر ظاہر اس لیے نہیں کیا کہ وہ فی الحال اس کا بھروسہ جیتنا چاہتی تھیں جس طرح آج اس نے اپنی پرابلم حل کرنے کے لیے انہیں فون کیا تھا وہ چاہتی تھیں کہ وہ ایسے ہی اپنی ہر بات ان سے ڈسکس کرے اور انہیں حل کرنے کا موقع دے۔

مریض کے گھر والوں کے بتانے میں اور خود مریض کے بتانے میں بڑا فرق ہوتا ہے اسی لیے اگر اس ایک موقع سے وہ اس کا اعتماد حاصل کر سکتی تھیں تو یہ ان کے پیشے کے اعتبار سے بہت بڑی کامیابی تھی۔

دوسرے یہ کہ ان کے نزدیک بھی زوبیہ کا کالج میں پڑھنا اتنا ضروری نہیں تھا یا اگر تھا بھی تو فوری طور پر نہیں تھا کہ جب وہ ذہنی طور پر راضی نہیں ہے لوگوں کے بیچ جانے اور گھلنے ملنے کے لیے تو پھر زبردستی اسے بھیجنا ٹھیک نہیں۔ اس طرح اس کے ذہن پر اور برا اثر پڑے گا۔

زوبیہ نے ان کی تمام شرائط فوراً "مان لیں اور ان کے یقین دہانی کرانے پر پرسکون ہو کر فون بند کر دیا۔

☼ ☼ ☼
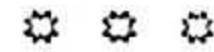
جب ڈاکٹر نے شگفتہ غفار کو چیک کر کے بتایا کی بی پی بہت زیادہ لو ہونے کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو گئی تھی تب کہیں جا کر الیان اور ریاض غفار کی جان میں جان آئی۔

اب وہ بھلے ہی خطرے سے باہر تھیں لیکن بی پی کا اتنا لو ہونا جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے کہ اس میں دل کی دھڑکن بند ہو سکتی ہے۔ مگر وہ خطرہ ٹل گیا تھا ڈاکٹر نے احتیاطاً "انہیں ڈرپ لگا دی تھی اس ایک پریشانی کے کم ہونے پر دوسری پریشانی دوبارہ حاوی ہو گئی۔

ہسپتال کے کاریڈور میں ریاض غفار کے پاس آتے ہوئے الیان بولا۔

"ڈیڈی میں عادل کو فون کر رہا ہوں اس کا پورا خاندان آرمی میں ہے وہ لوگ اس طرح بریرہ کو تلاش کریں گے کہ کوئی افسانہ بھی نہیں بنے گا۔"

"ہاں اس سے کہو جتنی رازداری سے یہ سب ہو سکتا ہے اچھا ہے۔ ابھی تمہارے ماموں کا فون آیا ایسے ہی خیر خیریت پوچھنے کا۔ میں نے ذکر ہی نہیں کیا کہ تمہاری ماں ہسپتال میں ہیں۔

وہ تو یہ سنتے ہی آجاتے پھر بریرہ کو یہاں نہ پا کر انہیں تعجب ہوتا۔" ریاض غفار کے چہرے پر شکنوں کا ایک جال بچھا تھا۔

"وہ تو خیر ہم کہہ سکتے ہیں کہ بریرہ گھر پر ہے مگر یہ سن کر ممانی جان یا کوئی اور بریرہ کے پاس گھر بھی پہنچ سکتے ہیں کہ وہ وہاں اکیلی ہے۔" الیان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو ریاض غفار نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

"اچھا پھر میں چلتا ہوں آپ ممی کو لے کر گھر چلے جائیے گا اور ان سے کہہ دیجیے گا بریرہ آج ہی مل جائے گی وہ آرام سے کھانا وغیرہ کھا لیں۔" الیان نے بوجھل ہوئے لہجے میں کہا تو ریاض غفار بھی نظریں چرا گئے۔

اور اس سے پہلے کہ الیان آگے بڑھنے کے لیے قدم اٹھاتا اس کا موبائل بج اٹھا۔

فطری طور پر اسے سب سے پہلے بریرہ کا ہی خیال آیا تھا اس لیے اس نے فوراً "جیب سے موبائل نکال لیا ریاض غفار بھی متجسس ہو کر بے چینی سے اسے دیکھنے لگے جو اسکرین پر ایک انجان نمبر دیکھنے کے باوجود کال ریسیو کر کے کان سے لگا چکا تھا۔

"ہیلو" کیا میں الیان غفار سے بات کر سکتا ہوں۔" دوسری طرف سے ابھرنے والی مردانہ آواز بھی بالکل اجنبی تھی۔

"جی بول رہا ہوں۔ آپ کون؟" الیان نے کہا مگر دوسری طرف سے جواب آنے کی بجائے ایک ایسا سوال کیا گیا کہ الیان چونکتا ہو کر اس کی بات سننے لگا۔

"اپنی بہن کے غائب ہونے پر بہت پریشان ہو نا۔ بات تو واقعی پریشانی کی ہے چار دن بعد اس کی شادی ہے بلکہ چار دن بھی کہاں' رات تو ہو رہی ہے سمجھو تین ہی دن رہ گئے ہیں آج کا دن تو گزر ہی گیا ہے۔"

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو تمہیں جو بھی چاہیے مل جائے گا مگر بریرہ کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" الیان کے

لہتے ہی ریاض غفار بھی ہراساں ہو کر بغور الیان کے تاثرات دیکھنے لگے جو دوسری طرف کی بات سن کر بالکل حیران رہ گیا تھا۔

"مجھے کوئی پیسہ وغیرہ نہیں چاہیے مجھے صرف ایک فیور چاہیے اگر تم کرتے ہو تو میرا وعدہ ہے کہ تمہاری بہن صحیح سلامت گھر آجائے گی اور اگر نہیں کرتے تو گھر تو میں اسے تب بھی بھیج دوں گا مگر اس کی بربادی کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔"

"کیسا فیور چاہیے جلدی بتاؤ؟" الیان اس کے لہجے میں چھپی دھمکی پر بلبلا اٹھا ایک طرف اس کا دل چاہتا تھا وہ فون پر ہی اس کا گلا دبا دے تو دوسری طرف اس کے ہر مسام سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔

"چار دن بعد بالکل نارمل طریقے سے اگر تم اپنی بہن کی شادی کرنا چاہتے ہو تو کل تمہیں خود شادی کرنی ہو گی ایک رومیلہ نام کی لڑکی سے۔" ابرار نے بوجھے نپے تلے انداز میں کہا مگر الیان کے تو سر پر سے گزر گئی اس کی بات۔

"کیا؟؟؟"

"تم کیا کہہ رہے ہو میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔" الیان نے بے چینی سے موبائل ایک کان سے ہٹاتے ہوئے دوسرے کان پر لگایا۔

"تمہیں کل ایک لڑکی سے شادی کرنی ہے' جس کا نام رومیلہ ہے' اگر تم تیار ہو تو میں بتا رہا ہوں کہ تمہیں بارات لے کر کہاں جانا ہے؟" دوسری طرف سے ابرار نے اتنے نارمل انداز میں کہا جیسے کسی بزنس ڈیل کے لیے میٹنگ پوائنٹ اور ٹائم طے کر رہا ہو۔

الیان اب بھی ہونق بنا اس کے الفاظ پر غور کر رہا تھا' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے سننے میں غلطی ہو رہی ہے یا اس شخص سے بولنے میں۔

حالانکہ اس کا فون سنتے ہی الیان کی سمجھ میں پوری کہانی آگئی تھی جو کہ ایسی کوئی پیچیدہ تھی بھی نہیں۔ کسی نے اس کی بہن کو اغوا کیا تھا اور بدلے میں تاوان مانگنے کے لیے فون کر رہا تھا۔

مگر یہاں تاوان کے طور پر رقم کی بجائے ایک عجیب و غریب مطالبہ کیا جا رہا تھا جس پر عمل کرنا تو دور کنا تصور کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔

"تم کون بول رہے ہو؟" ہمت سوچ کر الیان کو ایک یہ ہی جملہ بولنا آسان لگا۔

"احمقانہ سوال مت پوچھو' کامن سینس کی بات ہے' جس نے تمہاری بہن کو اغوا کیا ہے وہ اپنا تعارف تو ہرگز نہیں دے گا۔"

"مجھ سے سوال کرنے کی بجائے تم صرف میرے سوال کا جواب دو۔ اپنی بہن کی خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ میرے کہے پر عمل کرو' تمہاری بہن باحفاظت تمہارے گھر پہنچ جائے گی۔" دوسری طرف سے آنے والا جواب کوئی خاص حیران کن نہیں تھا۔

الیان کو خود بھی امید تھی کہ وہ اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتائے گا۔ لیکن اس کے بارے میں جاننا اتنا مشکل نہیں تھا' اس کا نمبر تو موبائل پر آہی چکا تھا' پھر جو شرط وہ اس کے سامنے رکھ رہا تھا وہ بھی ایسی تھی کہ اس پر عمل کرنے کی صورت میں الیان اس شخص تک نہ سہی' ان لوگوں تک ضرور پہنچ سکتا تھا جو ان سب حالات کے ذمہ دار تھے۔ یہ ہی سوچتے ہوئے الیان نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"کون ہے یہ رومیلہ اور مجھے اس سے شادی کب اور کہاں کرنی ہے؟" ریاض غفار جو بغور الیان کو دیکھ رہے

تھے اس کی بات پر اچنبھے کے ساتھ بولے۔
الیان نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا کیونکہ دوسری طرف سے وہ شخص کچھ کہہ رہا تھا جو الیان پوری توجہ سے سننا چاہتا تھا۔
"رومیلہ ایک لڑکی ہے اور کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہے بہت اچھے خاندان کی خوب کھاتے پیتے گھرانے کی ہے، تمہیں کل اس سے شادی کرنی ہے باقاعدہ بارات لے کر تمہیں ایک ہوٹل کے ہال روم میں دولہا بن کر آنا ہوگا' وہاں اس لڑکی کا پورا خاندان موجود ہوگا' وہ لڑکی بھی دلہن بن کر پورے قاعدے قانون کے مطابق باوقار طریقے سے تمہارے ساتھ رخصت ہوگی۔
اور بغیر کسی چالاکی کے جب تم یہ سب بالکل ہدایت کے مطابق کرلوگے تو دوسرے دن تمہاری بہن تمہارے گھر پہنچ جائے گی۔
تم طے شدہ وقت پر اس کی شادی کروگے اور ساتھ ہی اپنے خاندان میں اعلان کروگے اپنی شادی کا' تاکہ تمہاری بہن کی شادی میں تمہارا ولیمہ بھی ہوجائے اور سب کو تمہاری شادی کی خبر بھی ہوجائے۔" بڑا ایسے اطمینان سے بول رہا تھا جیسے دو انسانوں کی بجائے گڈے گڑیا کی شادی کی بات کررہا ہو۔

"اور پھر؟" الیان نے اس کے آگے کے ارادے جاننے کے لیے سنجیدگی سے پوچھا۔
"پھر کیا؟ پھر آگے تم خود سمجھ دار ہو۔ رومیلہ کو تمہیں بیوی کے طور پر اپنے گھر میں رکھنا ہوگا اور اس کو اس کے سارے حقوق دینے ہوں گے۔"
اسے اگر ذرا بھی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو تمہاری بہن کی سسرال میں اس کے اغوا کی خبر اتنے غلط انداز میں پہنچے گی کہ اس کا گھر اجاڑ دے گی۔
یوں سمجھ لو کہ بہن کا گھر بسانا چاہتے ہو تو اپنا گھر بھی بسائے رکھنا' ورنہ تمہارا ایک غلط قدم یا ذرا سا بھی نامناسب رویہ تمہاری بہن کی زندگی برباد کردے گا۔" دوسری طرف سے بڑی سفاکی کے ساتھ کہا گیا۔
الیان اس کی ایک ایک بات کو پورے دھیان سے سنتا رہا اور جب وہ خاموش ہوگیا تو الیان پہلے سے بھی زیادہ سنجیدگی کے ساتھ سپاٹ لہجہ میں بولا۔
"کیا تمہیں نہیں لگتا کہ میں تمہیں بہت آسانی سے ٹریس کرسکتا ہوں۔" اس کی بات پر کچھ دیر کے لیے دوسری طرف خاموشی چھا گئی پھر تھوڑے توقف کے بعد وہی آواز اسی منحوس لہجے کے ساتھ ابھری۔
"ہاں اگر تم کوشش کرو تو مجھ تک تو پہنچ سکتے ہو' لیکن اس کے بعد تم اپنی بہن کی شادی کو ٹوٹنے سے نہیں بچاسکتے' وہ تو یہ راز کھلنے پر عمر بھر کے لیے بدنام ہوجائے گی' چاہے مجھے عمر قید ہی کیوں نہ ہوجائے۔" اب کی بار خاموش ہونے کی باری الیان کی تھی' اس نے بے اختیار لب بھینچ لیے۔
وہ شخص غلط نہیں کہہ رہا تھا' اس وقت الیان کے پیش نظر اولین ترجیح اس کی بہن کی عزت اور زندگی تھی جس پر اگر بال برابر بھی آنچ آجاتی تو اس کا ازالہ اس شخص کو پھانسی پر چڑھانے سے بھی نہیں ہوسکتا تھا۔
اسی لیے جب الیان بولا تو اس کے لہجے میں ایک محسوس کی جانے والی بے بسی رچی تھی۔
"نہیں میری بہن کو کچھ نہیں ہونا چاہیے' تم جو کہوگے میں کرنے کے لیے تیار ہوں' بتاؤ کون سے ہوٹل میں بارات لے کر آنی ہے۔" ریاض غفار نے ایک بار پھر بے چین ہوکر کچھ کہنا چاہا' مگر اب کی بار وہ خود ہی ہونٹ چبا کر رہ گئے۔

جبکہ دوسری طرف ابرار نے اسے ہوٹل کا نام بتانے کے بعد تنبیہی انداز میں کہا۔

"وتمہیں۔ ٹھیک آٹھ بجے بارات لے کر پہنچ جانا ہے اور کسی قسم کی کوئی ہوشیاری کرنے کی کوشش مت کرنا تمہارے ساتھ صرف تمہارے والدین ہونے چاہئیں۔" الیان کو محسوس ہو گیا تھا کہ وہ فون بند کرنے والا ہے تب ہی وہ جلدی سے بولا۔

"کیا میں بریرہ سے بات کر سکتا ہوں؟" دوسری طرف ابرار تھوڑی دیر کے لیے چپ ہو گیا، پھر اپنے لہجے کو کسی اشتہاری مجرموں جیسا بناتے ہوئے بولا۔

"اد نے وہ بھی کرا دوں گا، لیکن ابھی نہیں۔" ابرار یہ ساری گفتگو بریرہ کے سامنے بیٹھ کر تھوڑی کر رہا تھا جو ابھی بات کرا دیتا" اس نے الیان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی فون بند کر دیا۔

الیان کچھ کہنے کے لیے محض منہ کھول کر رہ گیا" اس نے موبائل پر آئے نمبر پر کال بیک کرنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ شخص کسی نئی سم پر اس سے بات کر رہا ہو گا، جو اس کے نام پر بھی نہیں ہو گی اور جسے وہ روزمرہ زندگی میں استعمال بھی نہیں کرتا ہو گا" اس لیے بغیر نمبر ملائے اسے یقین تھا کہ اس کا فون سوئچ آف ہو چکا ہو گا۔ البتہ الیان نے اس نمبر کو سیف ضرور کر لیا تھا اور یہ سب کرنے کے بعد اس نے ریاض غفار کی طرف دیکھا جو اس کے فون بند کرتے ہی بے قراری سے پے در پے سوال کرنے لگے تھے۔

"کیا ہوا؟ کون تھا وہ شخص؟ کیا کہہ رہا تھا؟ بریرہ کیسی ہے؟

اس سے کہو جتنا پیسہ اسے چاہیے مل جائے گا۔ مگر بریرہ پر آنچ بھی نہیں آنی چاہیے۔

اور یہ شادی کی کیا شرط تھی۔ کون شادی کر رہا ہے؟

تم؟ مگر کس سے؟

آخر تم کچھ بولتے کیوں نہیں۔" آخری جملہ انہوں نے بری طرح جھنجلا کر کہا تو الیان نے موبائل جیب میں رکھتے ہوئے مختصر الفاظ میں انہیں صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

"یہ کیا عجیب و غریب مطالبہ ہے بھلا تمہارے شادی کرنے سے انہیں کیا فائدہ ہو گا اور گھر بھلا ایسے بستے ہیں کیا۔" ریاض غفار بری طرح تپ کر بولے۔

"میرا نہیں خیال کہ یہ شادی گھر بسانے کے لیے کی جا رہی ہے۔" الیان پرسوچ انداز میں بولا۔

"کیا مطلب۔" ریاض غفار چونکے۔

"اب بھلا اس سیدھی سی بات کا کیا مطلب ہو سکتا ہے، یہ شادی صرف ہمارے اونچے گھرانے میں آنے اور ہمارے پیسے ہتھیانے کے لیے کی جا رہی ہے۔"

جس رومیلہ نامی لڑکی کا یہ ذکر کر رہے ہیں وہ ان کے گینگ کی ہی ہو گی" اس کے ذریعے وہ زندگی بھر ہمیں لوٹتے رہیں گے۔" الیان کے کہنے پر ریاض غفار کے چہرے پر پھیلے تفکرات میں مزید اضافہ ہو گیا تو الیان گہرا سانس کھینچتے ہوئے بہلانے والے انداز میں بولا۔

"کہہ تو وہ یہ ہی رہے ہیں کہ وہ لڑکی اچھے کھاتے پیتے گھرانے کی خاندانی لڑکی ہے" مگر مجھے پتا ہے کہ یہ سب ملے ہوتے ہیں سب ایک سے گھٹیا اور گرے ہوئے ہوں گے۔ بس اللہ تعالیٰ بریرہ کو اپنی حفاظت میں رکھے، وہ ان کے چنگل سے نکل آئے پھر ان لوگوں سے تو بعد میں بھی نبٹا جا سکتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ کیا تم اس سے شادی کے لیے تیار ہو؟" ریاض غفار اچنبھے کے ساتھ بولے تو ان کی حیرت کو دیکھتے ہوئے الیان حیران ہو کر بولا۔

"تیار نہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بریرہ ان کے قبضے میں ہے، ہمارا ایک غلط قدم بریرہ کو۔" آگے الیان سے بات بھی پوری نہیں کی گئی۔

ریاض غفار کے چہرے پر بھی سایہ سا لہرا گیا" مگر پھر بھی وہ تذبذب کے عالم میں بولے۔

"لیکن الیان۔ وہ لوگ پتا نہیں کون لوگ ہیں، کس قسم کے ہیں۔ وہ لڑکی جانے کس قماش کی ہو، ہم ایسے کیسے۔" ریاض غفار کا دل کسی طور نہیں مان رہا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں، میں۔ زندگی بھر کے لیے اس رشتے کو گلے کا طوق نہیں بناؤں گا" ایک بار بریرہ واپس آجائے، پھر ان سب کا وہ حشر کروں گا کہ۔" الیان دانت پیس کر رہ گیا تو ریاض غفار بھی صرف اسے دیکھ کر رہ گئے۔

اپنے بیٹے کی ضدی فطرت سے وہ بخوبی واقف تھے۔ وہ جو ایک بار ٹھان لیتا اسے پھر اس فیصلے سے کوئی ایک انچ نہیں ہلا سکتا تھا، لیکن اس وقت انہیں صرف بریرہ کی فکر تھی، آگے کیا ہو گا یا الیان کیا قدم اٹھائے گا۔ اس تفصیل میں جانے کا قطعی وقت نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

بریرہ کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک اچھے صاف ستھرے کشادہ سے کمرے کے بستر پر دراز پایا۔

کچھ لمحوں کے لیے تو اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے، پھر جیسے اچانک اسے سب کچھ یاد آ گیا۔

وہ پارلر میں اپنی سروس کرانے گئی تھی اور جیسے ہی فارغ ہوئی اس کے موبائل پر کسی آدمی کا فون آیا تھا، جس نے خود کو الیان کا دوست بتا کر اسے اطلاع دی تھی کہ ریاض غفار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، وہ اسپتال میں ہیں اور ان کی حالت بہت سیریس ہے۔

بریرہ تو یہ سنتے ہی حواس باختہ ہو گئی تھی" اس کا دل ویسے بھی کمزور تھا اور شادی قریب ہو تو لڑکی قدرتی طور پر اپنے گھر والوں کے لیے زیادہ حساس ہو جاتی ہے۔

بریرہ جو پہلے ہی ان سے دور ہونے کے خیال سے ان کے زیادہ قریب ہو گئی تھی" ان کے ایکسیڈنٹ کا سن کر تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔

وہ صرف یہ سن کر کہ فون کرنے والا خود کو الیان کا دوست بتا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ وہ اسے لینے آیا ہے اور باہر سفید رنگ کی وین میں اس کا ویٹ کر رہا ہے فوراً" اٹھ کر باہر آ گئی اور باہر کھڑی وین میں جا کر بیٹھ گئی۔

جس میں ایک ڈرائیور کے علاوہ ایک شخص اور اس کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ بریرہ نے بیٹھنے کے بعد اسے دیکھا تھا، بلکہ دیکھا کیا تھا جب اس نے ریاض غفار کی بابت پوچھا تھا کہ وہ کون سے اسپتال میں ہیں اور ان کی طبیعت کیسی ہے تب پیچھے سے وہ تو گویا ہوا تھا اور اسے سن کر بریرہ کو پتا چلا تھا کہ وہ فون پر بھی اسی سے مخاطب تھی۔

تب ہی پہلی بار اسے خیال آیا تھا کہ اسے وین میں بیٹھنے سے پہلے الیان یا شگفتہ غفار کو فون کر کے بات کرنی چاہیے تھی۔ لہٰذا اس نے اسی وقت اپنا پرس کھول کر اپنا موبائل نکالا اور ابھی اس نے کال ملائی بھی نہیں تھی کہ پیچھے سے ایک ہاتھ جس میں ایک عدد رومال موجود تھا عین اس کے چہرے کے سامنے آ گیا۔

بریرہ کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی۔ وہ اس ہاتھ کو پکڑ کر اسے روکنا چاہتی تھی" مگر تب تک پیچھے بیٹھا شخص اس کی ناک پر سختی سے وہ رومال رکھ چکا تھا۔

اس کے بعد کیا ہوا بریرہ کو کچھ پتا نہیں تھا اس کی آنکھ اب کھلی تھی اور وہ بستر پر تنہا پڑی تھی۔

اس کے پاس اس کا پرس تھا نہ موبائل اور نہ ہی ہاتھ پر بندھی گھڑی۔

پتا نہیں کیا ٹائم ہو رہا تھا کمرہ گو کہ کافی اچھا سیٹ تھا مگر اس میں کوئی کھڑکی یا روشن دان نہیں تھا جو وہ باہر کا منظر دیکھ کر وقت یا جگہ کا اندازہ کر پاتی۔

بریرہ تیزی سے بے چینی کے عالم میں اٹھی اور کمرے میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

حیرت انگیز طور پر ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا۔ بریرہ ایک ترنگ کے ساتھ باہر نکلی۔

مگر یہ کیا؟

وہ کمرے سے باہر جانے کا راستہ نہیں تھا بلکہ باتھ روم تھا۔ بریرہ کچھ دیر تو یاسیت سے سامنے لگے بیسن کے اوپر نصب آئینے میں خود کو دیکھتی رہی پھر دوبارہ کمرے کی طرف پلٹ گئی۔

اب اس کی نظر کمرے میں موجود دوسرے دروازے پر پڑی تھی اور یہ ہی کمرے سے باہر جانے کا دروازہ تھا کیونکہ یہ باہر سے لاک کیا ہوا تھا۔

اس کے باوجود بریرہ جانے کس امید پر ہینڈل گھما گھما کر اسے کھولنے کی کوشش کرتی رہی ساتھ میں دروازہ پیٹتے ہوئے وہ مسلسل فریاد بھی کرتی رہی کہ اسے یہاں سے نکال لو اسے کیوں بند کیا گیا ہے وغیرہ۔

مگر اسے خود بھی پتا تھا کہ اس کے آنسو اور آہیں اس دروازے کو نہیں کھلوا سکتے۔

جانے اسے کھلوانے کی کیا شرائط ہوں گی وہ یہ سوچنے سے بھی قاصر تھی جاننا تو بہت دور کی بات تھی۔

☼ ☼ ☼

خمل اور سنبل نے سوچا تو یہ ہی تھا کہ رومیلہ کو ساری سچائی فوراً بتا دیں گی اور انہیں بہت اچھا موقع بھی ملا جب رومیلہ کی ساری کزنز کھانا کھانے کمرے سے چلی گئیں تب وہ رومیلہ سے آرام سے بات کر سکتی تھیں مگر ان دونوں کی ہی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔

ایک وقت تھا جب رومیلہ اس شادی کو لے کر بہت پریشان تھی کسی قسم کی خوشی اور شرارت اس کے چہرے کا حصہ نہیں بنی تھی آخر خمل کے کینیڈا جا کر کلفام سے ملنے پر اس کے اوہام وغیرہ سب ختم ہو گئے تھے اور اس کے چہرے پر ایک سکون نظر آنے لگا تھا۔

مگر اطمینان کا یہ دورانیہ اتنا مختصر ہو گا اس بات کا اندازہ ان میں سے کسی کو نہیں تھا۔

ابھی بھی اپنی کزنز کے منہ سے یہ سن کر کہ لڑکے والے فنکشن شروع ہونے سے پہلے ہی لوٹ گئے ہیں وہ اچھی خاصی فکر مند ہو گئی تھی۔

مگر خمل کے جواب نے اس کی فکروں کو ایک دم دور کر دیا تھا اسی لیے کزنز کے جانے کے بعد وہ پرسکون ہو کر انہیں اس لڑکی کے متعلق بتانے لگی جو کل صبح اس کے مہندی لگانے آنے والی تھی۔

"تم دونوں بھی یہیں آ جانا اور میرے ساتھ ہی مہندی لگوا لینا۔" وہ بڑے مگن انداز میں بول رہی تھی خمل اور سنبل بس ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

وہ دونوں اپنی ہمتیں اکٹھا کرتی رہیں اور اس کی کزنز کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر واپس بھی آ گئیں تب سنبل نے سرگوشیانہ انداز میں خمل سے کہا۔

"ان سب کے جانے کے بعد آرام سے رومیلہ کو بتائیں گے تاکہ وہ کم از کم کھل کر رو تو سکے۔" خمل اس کی

بات پر صرف سر ہلا کر رہ گئی۔

مگر ان کے جانے سے پہلے بڑی عجیب بات ہوئی رومیلہ کی بھابھی آ کر ان سب پر بگڑنے لگیں کہ بجائے رومیلہ کو نیچے لے جا کر رسم وغیرہ کرنے کے وہ سب کمرہ بند کر کے بیٹھ گئی ہیں۔

ان کی جھاڑ پر وہ ساری کزنز حرکت میں آ گئیں اور رومیلہ کو ڈوپٹہ اوڑھا کر روایتی انداز میں باہر لان میں لے گئیں۔

سنبل اور خمل کا تو اب کسی بھی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا وہ دونوں کھنچی کھنچی سی سب کچھ دیکھتی رہیں تب ہی بھابھی ان کے قریب آ کر آہستگی سے کہنے لگیں۔

"اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری ایسی شکلیں دیکھ کر رومیلہ بھی مشکوک ہو جائے گی۔ جو کچھ بھی ہوا ہے وہ صرف تم دونوں تک رہنا چاہیے۔" ان کے تنبیہی انداز پر خمل دبی دبی آواز میں بولی۔

"لیکن دو دن بعد کیا ہو گا؟ یہ رومیلہ کو دلہن کی طرح نیچے لا کر فضول کی رسمیں کیوں کی جا رہی ہیں۔"

"یہ فضول کی رسمیں نہیں ہیں دو دن بعد رومیلہ کی شادی ہو رہی ہے۔" بھابھی نے دور بیٹھی رومیلہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا؟ ابرار بھائی اب بھی رومیلہ کی شادی کلفام سے کرنے کے لیے تیار ہیں۔" خمل شدید حیرت کے ساتھ بولی تو بھابھی اسے بے زاری سے دیکھنے لگیں۔

"تم بھی حد کرتی ہو میں تو اس کمرے میں موجود نہیں تھی جہاں یہ ساری گفتگو ہوئی تھی مجھے تو ابرار نے ابھی بتایا ہے تو مجھے پتا چلا ہے لیکن تم نے تو سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے پھر بھی ایسی بات پوچھ رہی ہو۔ کیا ابرار کے مزاج سے تم واقف نہیں۔ ابرار کتنے ضدی ہیں اب تو چاہے زندگی کے لالے پڑ جائیں مگر وہ کلفام سے تو رومیلہ کی شادی ہرگز نہیں کریں گے۔

وہ اسی وقت کہیں چلے گئے تھے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئے ہیں تو مجھے بتایا ہے کہ رومیلہ کی شادی پرسوں اسی ہوٹل میں ہوگی جو ہم نے بک کرایا ہے تب ہی تو میں تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ ایسے منہ بسور کر مت کھڑی ہو۔" وہ کہتی چلی گئیں۔

"لیکن دو دن کے اندر کون شادی کے لیے تیار ہو گیا۔" خمل کو ابرار بھائی سے کسی اچھے اقدام کی امید نہیں تھی تب ہی حیران لہجے میں بولی۔

"یہ تو انہوں نے نہیں بتایا شاید ان کا کوئی دوست وغیرہ ہو گا۔" بھابھی ایسے لاپروائی سے بولیں جیسے دو دن بعد رومیلہ کی شادی ہو جانا ہی بس اہم ہو باقی وہ کون ہے اور کس سے ہو رہی ہے ان سوالوں کی کوئی وقعت نہ ہو۔

سنبل اور خمل تو ابھی ٹھیک طرح سے حیران بھی نہیں ہوئی تھیں کہ بھابھی اپنی بات کہہ کر آگے بڑھ گئیں۔

"مجھے تو بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے ابرار بھائی نے مقررہ وقت پر شادی انجام دینے کے لیے جانے کسے پکڑ لیا ہو گا۔" سنبل بے چینی سے بولی۔

"ہاں! دو گھنٹے پہلے ہی تو وہ یہاں سے گئے تھے دو گھنٹے میں بھلا کون شادی کے لیے تیار ہو گیا اور اگر ہو گیا ہے تو انہوں نے بھابھی کو کیوں نہیں بتایا۔"

"یا شاید بھابھی ہمیں بتانا نہیں چاہ رہیں۔" خمل نے بدستور ہنستی کھلکھلاتی بھابھی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جو کسی کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہو گئی تھیں۔

سنبل بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں بھابھی کو دیکھنے لگی اور ان کے چہرے کو کھوجتے ہوئے بہلانے والے

انداز میں بولی۔
"مجھے تو لگتا ہے بھابھی کو کچھ پتا ہی نہیں ہے 'یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ابرار بھائی نے ابھی کوئی انتظام کیا ہی نہ ہو۔" سنبل اور نمل بھابھی پر سے نظریں ہٹا کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔
"میرے خیال سے رومیلہ کو ابھی کچھ نہ بتایا جائے۔ پرسوں تک دیکھ لیتے ہیں۔" سنبل نے پر سوچ انداز میں کہا۔
نمل کی شکل سے لگ رہا تھا کہ وہ اس سے متفق نہیں ہے، مگر وہ اس سے اختلاف کرنے کے بھی حق میں نہیں تھی۔
جس پریشانی سے وہ دونوں گزر رہی تھیں رومیلہ کو اس سے آگاہ کر کے وہ صرف اس کا سکون ختم کر سکتی تھیں۔ کیونکہ رومیلہ بھی ابرار بھائی کے سامنے اتنی ہی بے بس تھی جتنی کہ وہ دونوں۔ پھر ایسے میں اس کا بے خبر رہنا ہی اس کے لیے زیادہ بہتر تھا' وہ اس کی یہ نعمت اس سے کیسے چھین سکتی تھیں۔
مگر وہ دونوں بھابھی کی طرح اتنے پرسکون انداز میں اس ڈرامے کا حصہ نہیں بن سکتی تھیں' تب ہی نمل 'رومیلہ سے رشیدہ کی طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے گھر جانے کی اجازت لینے چلی گئی اور کیونکہ سنبل کو بھی اسے ہی ڈراپ کرنا تھا چنانچہ سنبل کے لیے کوئی بہانہ گھڑنے کی بھی ضرورت نہیں پڑی۔
رومیلہ نے سن کر تھوڑا سا پس و پیش کا مظاہرہ کیا، مگر رشیدہ کی طبیعت کے آگے وہ زیادہ کچھ بول نہیں سکتی تھی' پھر وہ زندگی کے ایسے موڑ پر کھڑی تھی جہاں پر بہت ساری چیزیں ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں۔
وہ اس لمحے اتنی مگن تھی کہ ان دونوں کا جانا خود پر حاوی نہیں ہو سکا۔
دوسری طرف انہوں نے رشیدہ کو بھی فی الحال کچھ نہ بتانا ہی مناسب سمجھا۔ خوانخواہ وہ ابھی سے بولنا شروع ہو جائیں گی۔ اس لیے ان کے سامنے سنبل کی طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا دیا' جس پر انہوں نے فوراً" یقین کر کے جانے کی اجازت مانگ لی۔
صبح وہ دونوں محض رومیلہ کے گھر جانے سے بچنے کے لیے یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔
نمل تو اس سے بات کرنے سے اتنا گھبرا رہی تھی کہ اس نے رومیلہ کو فون تک نہیں کیا اور محض میسج پر بتا دیا کہ وہ مہندی لگوانے اس کے گھر نہیں آسکیں گی یونیورسٹی جانا سخت ضروری ہے۔
وہ تو شکر تھا کہ رومیلہ نے زیادہ اصرار نہیں کیا اور نہ ہی یہ جاننے کی کوشش کی کہ یونیورسٹی جانا اتنا ضروری کیوں ہے' آخر ابھی تک وہ جا رہی تھی' اس کے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں تھی جس کے پیش نظر جانا اتنا ضروری ہو۔
اصل میں اس نے یہ ہی سوچا تھا کہ نمل کی پہلے ہی بہت چھٹیاں ہو گئی ہیں اور اب وہ مزید کوئی چھٹی نہیں کرنا چاہتی' اسی لیے اس نے بحث نہیں کی، مگر گاڑی میں وہ دونوں بحث پر ضرور اتر آئیں۔
"ہم رومیلہ کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہے' بجائے اسے صاف صاف بتا دینے کے ہم اسے اندھیرے رکھ رہے ہیں۔" سنبل بے چینی سے ہاتھ مسلتے ہوئے بولی۔
"بتانے سے بھی کیا ہو گا' میں تو یہ سوچ رہی ہوں ابرار بھائی نے کوئی لڑکا دیکھا بھی ہے یا صرف ہم سب کو وقتی طور پر خاموش کرانے کے لیے یہ شوشا چھیڑ دیا ہے کہ کل رومیلہ کی مقررہ وقت پر شادی انجام پا جائے گی۔" نمل نے اضطرابی انداز میں ہونٹ چبائے۔
"شوشا ہی ہو تو زیادہ اچھا ہے' ورنہ پتا نہیں جلدی میں انہوں نے کسے پکڑ لیا ہو گا' میرا تو دل چاہ رہا ہے کسی فلمی ہیروئن کی طرح رومیلہ کو کہیں بھگا دوں۔" سنبل نے قدرے غصے سے کہا۔
"بے وقوفوں والی باتیں مت کرو' میرے خیال سے ہمیں پھوپھا (رومیلہ کے بابا جانی) سے بات کرنی چاہیے۔" نمل نے گاڑی پارکنگ میں روکتے ہوئے کہا۔
"ان سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے' وہ بیٹے کے سامنے بالکل بے بس ہیں اور پھر جس طرح انہوں نے ہمیں گھر سے بھیجا تھا مجھے نہیں لگتا کہ وہ ہماری بات دلچسپی سے سنیں گے۔" سنبل ان کی طرف سے سخت مایوس تھی۔ تب ہی بڑے بور سے انداز میں گاڑی سے اترتے ہوئے بولی تو نمل بھی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر آئی۔
"کیوں نا ابرار بھائی سے ہی براہ راست پوچھ لیں۔"
"ہاں تو ان کی طرف سے کون سا سیدھا جواب آئے گا' وہ تو ویسے ہی تم سے چلے بھنے ہیں کہ اگر تم کینیڈا نہ گئی ہوتیں تو آج خاموشی سے کلثام کے ساتھ رومیلہ کی شادی ہو جاتی اور کسی کو پتا نہ چلتا کہ ان کا فیصلہ کس قدر غلط تھا یا اگر پتا بھی چلتا تو تب جب رومیلہ کینیڈا پہنچ چکی ہوتی' دوسرے لفظوں میں ابرار بھائی کی جان چھوٹ چکی ہوتی۔" ڈپارٹمنٹ کی طرف بڑھتے ہوئے وہ تپے ہوئے لہجے میں بولتی رہی۔
"ہوں کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو' جانے ہم دونوں کے گھروں میں ایک سا ماحول کیوں ہے کہ بیٹیوں کو رخصت کرنے کے بجائے اتار کر پھینکنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔" نمل کا لہجہ ایک دم تبدیل ہو گیا۔ اس کے قدم بھی سست پڑ گئے تھے' جسے محسوس کرتے ہوئے سنبل نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو سامنے سے خرم کو آتا دیکھ کر وہ اس کے جملے کا پس منظر پل بھر میں سمجھ گئی۔
خرم ان ہی کی طرف متوجہ تھا' بلکہ چہرے پر دل جلانے والی مسکراہٹ سجائے ان ہی کی طرف چلا آرہا تھا۔
نمل اپنی جگہ رک کر ایک طرح سے انتظار کرنے لگی کہ وہ طنز کے نشتر چلا لے تو پھر وہ اندر داخل ہو' ورنہ وہ پیچھے پیچھے اس کی کلاس تک چلا آئے گا۔
رومیلہ کی وجہ سے وہ جس ذہنی اذیت اور کوفت سے گزر رہی تھی خرم کو دیکھ کر اس میں دس گنا اضافہ ہو گیا تھا' اس پر سونے پر سہاگہ والے انداز میں خرم نے آتے ہی اسے جس طرز تخاطب سے مخاطب کیا وہ نمل کو کھولا کر رکھ گیا۔
"ارے او مستقبل کی مسز خرم' ہونے والے شوہر کی یہ عزت ہے تمہارے دل میں۔" وہ رک کر ایسے اسے دیکھنے لگا جیسے وہ ابھی حیران ہو کر اس کی بات کا مطلب پوچھنے کھڑی ہو جائے گی۔
جبکہ وہ سپاٹ چہرہ لیے ایسے کھڑی رہی جیسے اس کی اگلی بات سننے میں کوئی دلچسپی نہ ہو تو وہ خود ہی کہنے لگا۔
"دیکھو نا اتنی قریبی رشتہ داری اور کسی نے مجھے رومیلہ کی شادی میں انوائیٹ تک نہیں کیا۔ کم از کم تمہیں تو اس زیادتی پر احتجاج کرنا چاہیے تھا بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔" نمل بدستور پتھرائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔
آخر وہ اکیلا کب تک بول سکتا تھا' کیونکہ وہ تو اس وقت اس قدر ذہنی انتشار کا شکار تھی کہ خرم سے کسی لاحاصل بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ سنبل تک اس وقت اس کی مداخلت پر بے زاری محسوس کر رہی تھی' رومیلہ کو لے کر وہ دونوں اتنی فکر مند تھیں کہ خرم کی خوانخواہ کی تکرار اسے بھی جھنجلاہٹ میں مبتلا کر گئی تھی' پھر بھی وہ مصلحتاً" خاموش کھڑی رہی۔
خرم کو ان کی خاموشی سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ اکیلا ہی بولنے کے لیے کافی تھا۔

کچھ دیر کے توقف کے بعد جب اس نے دیکھ لیا کہ نمل اب بھی کچھ نہیں کہہ رہی تو وہ خود ہی کہنے لگا۔

"ایک تو ہم یونیورسٹی میں اتنے اچھے دوست ہیں پھر مستقبل کے ہزبینڈ اینڈ وائف بھی ہیں۔ رومیلہ کو مجھے بلانا چاہیے تھا۔" نمل کو اپنے سر میں درد شروع ہوتا محسوس ہو رہا تھا' جبکہ وہ مزید تپاتے ہوئے بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے مجھے اندازہ ہے اس کا ہونے والا شوہر اتنا گڈ لکنگ نہیں ہوگا' جتنا کہ تمہارا ہے' مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ کامپلیکس کا شکار ہو کر مجھے انوائیٹ نہ کرے۔

اسے اب اس حقیقت کو قبول کرنا ہی چاہیے۔ اب اگر اس کے خاندان میں اتنا ہینڈسم لڑکا آ ہی رہا ہے تو اسے کھلے دل سے ویلکم کرے۔

مجھے اوائیڈ کرنے یا مجھ سے کترانے سے تو بات نہیں بنے گی۔

رشتے داری میں ایسا تھوڑی ہوتا ہے۔" نمل کی برداشت جواب دینے لگی۔

اسے تو کوئی کام تھا نہیں وہ تو دو گھنٹے بھی بغیر نمل کے جواب کا انتظار کیے اکیلے ہی بول سکتا تھا۔ مگر نمل کے پاس اتنا فالتو ٹائم نہیں تھا' نہ ہی اس میں اتنی سکت تھی کہ ان حالات میں رومیلہ کے لیے کڑھنے کے ساتھ ساتھ خرم کو بھی جھیلتی۔

وہ ایک طرف سے کترا کر نکلنے لگی تو خرم نے ہاتھ آگے کر کے اس کا راستہ روک لیا۔

"کیا بات ہے فیوچر کی مسز خرم؟ تمہاری زبان شادی سے پہلے ہی بند ہو گئی۔ اتنی جلدی تھک گئیں۔" خرم نے مسکراتے ہوئے بڑے دوستانہ انداز میں پوچھا' جیسے وہ کسی اسائنمنٹ کی تیاری میں ہلکان ہو رہی ہو اور وہ کسی گہرے دوست کی طرح باقی کا کام کرنے کے لیے اپنی خدمت پیش کرتے ہوئے اس کا احوال پوچھ رہا ہو۔

"خرم مجھے دوبارہ ہاتھ اٹھانے پر مجبور مت کرو۔" نمل کو ایک دم غصہ آ گیا۔

خرم کی کسی بات میں اسے کہیں نا کہیں ہلکی سی سچائی محسوس ہوئی تھی' اسے واقعی ایسی ہی تھکن محسوس ہو رہی تھی جیسے طویل مسافت طے کی ہو اور اس خیال نے اسے شکست کا احساس دلایا تھا کہ وہ خرم کے سامنے اتنی جلدی ہار ماننے لگی ہے۔

"اوہ ریئلی۔" اسے بولنے پر آمادہ کر کے خرم کو گونا گوں سکون ملا تھا' تب ہی اس کا لہجہ اور شوخ ہو گیا۔

"ایک بار ہاتھ اٹھا کر پچھتاوا نہیں ہو رہا' جو دوسری بار بھی وہ ہی غلطی دہرانے کا سوچ رہی ہو۔"

"میں نے کوئی غلطی نہیں کی تھی اور پچھتاوا مجھے نہیں تمہیں ہوگا۔" نمل دانت پیستے ہوئے بولی۔

"اچھا وہ کب ہوگا۔" خرم نے حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا تو نمل لب بھینچ کر رہ گئی۔

اتنے دن تو ہو گئے تھے ان کی منگنی کو' اس نے اب تک کیا ہی کیا تھا' جو اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی' الٹا خرم ہی ہر بار سامنا ہونے پر اسے جلا جلا کر خاک کر دیتا تھا۔

"چلو نمل ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" نمل ابھی سوچ رہی تھی کہ اسے کیا جواب دے۔ سنبل نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا بات ہے سالی صاحبہ آج تو آپ کے مزاج بھی برہم لگ رہے ہیں۔" خرم نے بڑے مئودب انداز میں کہا تو سنبل زچ ہو گئی۔

"آپ کیوں ہمیں پریشان کر رہے ہیں' پلیز لیو اس آلون۔" اس کے چڑے ہوئے لہجے میں محسوس کی جانے

والی بے بسی تھی۔

نمل کو اس کا لہجہ سخت ناگوار گزرا تھا' خاص طور پر اس کا پلیز کہنا تو ایسا لگا تھا جیسے وہ اس سے التجا کر رہی ہو۔ خرم نے اس کی بات کو لیا بھی ایسے ہی تھا جیسے اس کا لب و لہجہ اسے فکرمند کر گیا ہو۔

"ارے ارے ریلیکس' سالی صاحبہ' خیریت تو ہے یہ آپ کے چہرے سے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ ابھی رو پڑیں گی۔" سنبل اس کی بات پر سچ مچ روہانسی ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کمزور پڑتی نمل نے خرم کو بری طرح جھڑکتے ہوئے سنبل کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

"خرم اپنے کام سے کام رکھو' زیادہ پرسنل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ تو شکر تھا اسی وقت خرم کا موبائل بج اٹھا اور وہ چند لمحوں کے لیے اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور یہ ہی چند لمحے نمل کے لیے غنیمت ثابت ہوئے اور وہ سنبل کے ساتھ چلتی بہت آگے تک نکل گئی۔ سنبل کی حالت کے پیش نظر وہ کلاس میں جانے کی بجائے اسے لے کر نسبتاً" ایک سنسان جگہ پر لے گئی تھی اور واقعی تنہائی میسر آتے ہی سنبل نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

نمل چپ چاپ اسے روتا دیکھتی رہی' خرم کے سامنے سنبل کا اتنا کمزور پڑ جانا اسے برا ضرور لگا تھا' مگر اسے سنبل پر غصہ نہیں آیا تھا۔

خود اس کی اپنی حالت سنبل سے مختلف نہیں تھی۔ رومیلہ کے ساتھ جو ہو رہا تھا اسے دیکھ کر نمل کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا' بھلے ہی اس کی آنکھیں بالکل خشک تھیں' مگر وہ خود سنبل جیسے احساسات سے دوچار تھی۔

"ایکسکیوز می' مے آئی ہیلپ یو (معاف کیجیے گا کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں)" ایک مردانہ آواز پر وہ دونوں ہی چونک اٹھیں۔

بے اختیار انہوں نے آواز کی سمت دیکھا تو اپنے سے چند قدم کے فاصلے پر سمیر کو کھڑا دیکھ کر سنبل تو جلدی جلدی اپنا چہرہ صاف کرنے لگی' جبکہ نمل سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"نو تھینکس۔" اسے امید تھی اس جملے پر موصوف کوئی رسمی سا جملہ کہہ کر اپنا راستہ ناپیں گے' مگر وہ نمل کو دیکھتے ہوئے اسی کی طرح سنجیدگی سے بولا۔

"میں آپ سے نہیں' سنبل سے پوچھ رہا ہوں۔" اس کے منہ سے سنبل کا نام سن کر ان دونوں کو ہی بڑا عجیب سا لگا تھا۔

حالانکہ ایک ہی ڈیپارٹمنٹ میں ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی آپس میں ایک دوسرے کے نام سے واقفیت کوئی تعجب کی بات نہیں تھی' پھر بھی انہیں حیرانی ہوئی تھی۔

مگر اپنی حیرت کو ظاہر نہ کرتے ہوئے سنبل نے جلدی سے کہا' تاکہ وہ مزید کوئی سوال کرنے کی بجائے چلتا پھرتا نظر آئے۔

"جی نہیں' آپ کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں شکریہ۔" سنبل کا انداز صاف جان چھڑانے والا تھا۔ مگر وہ اتنا صاف انداز دیکھ کر بھی اپنی جگہ ڈٹا رہا اور الٹا ایک قدم ان کے نزدیک آتے ہوئے بولا۔

"آپ لوگ خرم کی اتنی بدتمیزیوں کو برداشت کیوں کرتے ہیں۔" نمل اور سنبل اس کی بات پر چونک اٹھیں۔

خرم اور نمل کی منگنی کے متعلق تو سب ہی جانتے تھے' پھر اس کا اس طرح پوچھنا صاف ظاہر کر رہا تھا کہ بہت ساری حقیقتوں سے دوسرے لوگ بھی واقف ہیں' خاص طور پر سمیر جیسے لوگ جو خرم کی ہر حرکت پر نظر رکھتے ہیں۔

سنبل سمیر پر سے نظریں ہٹا کر نمل کو دیکھنے لگی' اسے معلوم تھا ایسے لوگوں کو چلتا کرنا نمل کو بخوبی آتا ہے۔ لہٰذا اسے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

مگر نمل اس کی سوچوں کے برعکس پرسوچ انداز میں سمیر کو دیکھ رہی تھی۔

ایک بار پہلے بھی سمیر نے اسے خرم کی شرط وغیرہ کے متعلق بتا کر اسے خبردار کیا تھا اور آج پھر ایک غیر ضروری ذکر کو چھیڑ کر اس نے محض انہیں مخاطب کرنے کی کوشش کی تھی۔

اندازہ ہونے پر نمل عام حالات میں تو مقابل کو ایسا تکا سا جواب دیتی کہ وہ دوبارہ ان کی راہ سے گزرنے کی کوشش نہ کرے۔

مگر اس وقت نمل اپنی فطرت سے ہٹ کر ایک ایسے نقطے پر سوچ رہی تھی جس پر اس نے پہلے کبھی غور نہیں کیا تھا اور شاید آج بھی نہ کرتی اگر خرم نے اتنے چیلنجنگ انداز میں اسے یہ احساس نہ دلایا کہ اس نے ابھی تک خالی خولی جملے بازی کیے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا' خرم کو نیچا دکھانے کے لیے۔

اصل میں ابھی تک اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ مگر آج سمیر کو سامنے دیکھ کر اچانک اس کے راستے کا تعین ہو گیا تھا۔ اسی لیے جب وہ بولی تو اس کا لہجہ سنبل کی توقع کے برعکس بہت نرم اور دوستانہ تھا۔

"خرم جیسے بدتمیز انسان سے الجھ کر ہم خواہ مخواہ کا تماشا نہیں بننا چاہتے' اس لیے اس کی باتیں سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔" سنبل نے بری طرح چونک کر نمل کو دیکھا۔

اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ نمل سمیر کو چلتا کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے اتنے سلجھے ہوئے انداز میں اپنے مسئلے سے مطلع کرے گی۔

دوسری طرف سمیر کو بھی ہلکی سی حیرانی ہوئی تھی۔ نمل کا یہ لب و لہجہ اور گفتگو سن کر مگر وہ فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے جلدی سے بولا۔

"لیکن آپ کی یہ خاموشی تو اسے اور شیر کرے گی۔"

"تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" نمل نے پوری طرح ہمہ تن گوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

سمیر فوری طور پر کچھ کہہ ہی نہ سکا۔ وہ کبھی اسے اور کبھی سنبل کو دیکھنے لگا' جو اس کی طرف بالکل بھی متوجہ نہیں تھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے نمل کو دیکھ رہی تھی۔ مگر نمل اس کی طرف سے انجان بنی کھڑی رہی۔ حالانکہ اسے سنبل کی کیفیت کا بخوبی اندازہ تھا۔

"بتائیں نا میں کیا کروں؟" نمل کے دوبارہ پوچھنے پر سمیر چونکتے ہوئے بولا۔

"تم۔۔۔ اگر برا نہ مانیں تو ایک ذاتی سا سوال پوچھوں۔" نمل اس کا سوال جانتی تھی اور اس نے واقعی نمل کی توقع کے عین مطابق وہی پوچھا جو نمل سوچ رہی تھی۔

(باقی آئندہ ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے وقت اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کرتا ہے۔

۲۱
اکیسویں قسط

نمل نے سہلا کر جیسے ہی اسے پوچھنے کی اجازت دی وہ بڑے ہمدردانہ انداز میں بولا۔
"آپ نے خرم جیسے تھرڈ کلاس انسان سے منگنی کر کیسے لی اور اگر کسی وجہ سے کرلی ہی پڑی تھی تو اب آپ اسے توڑ کیوں نہیں دیتیں؟" سنبل جو بڑی بے یقینی سے نمل کو دیکھ رہی تھی سمیر کا سوال سن کر اس کے انداز میں خفگی جھلکنے لگی۔
اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کیوں ایک انجان شخص کو اتنا بڑھاوا دے رہی تھی کہ وہ اتنے ذاتی سوال پر اتر آیا۔
دوسری طرف نمل سنبل کے احساسات کی پروا کیے بغیر ٹھنڈی سانس کھینچتے ہوئے بولی۔
"یہ سوال آپ کو مجھ سے نہیں ہمارے معاشرے سے پوچھنا چاہیے جس نے شریعت میں دی گئی آزادی کو سلب کرتے ہوئے لڑکی کو اپنی شادی کے فیصلے میں رائے دینے کے حق سے محروم کردیا ہے۔
میرا گھر بھی ان اسی فیصد گھرانوں کی طرح ہے جہاں لڑکی سے پوچھ کر اس کا رشتہ طے کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔" نمل کے افسردہ سے لہجے پر سمیر کی نظروں میں اس کے لیے ہمدردی کے تاثرات ابھر آئے جیسے نمل کی بات سن کر اسے نمل پر ترس آنے لگا ہو۔
اس کی یہ ترحم بھری نظر سنبل کو سلگا گئی تھی اس پر اس کا اگلا جملہ تو جلتی پر تیل کا کام کرگیا۔
"مگر تم جیسی حسین و جمیل لڑکی کا خرم کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے اور پھر تم اتنی خود اعتماد اور بولڈ ہو کہ ایک زبردستی کے فیصلے پر تمہارا سر جھکا دینا ہمارے جیسے لوگوں کے لیے بہت بڑا دھچکا ہے۔ جو تمہاری بولڈنیس کے شیدائی ہیں۔" اس کا اس قدر خوشامدی انداز پل بھر کے لیے نمل کو بھی کوفت میں مبتلا کرگیا مگر وہ اس وقت سب کچھ نظر انداز کرنے کے لیے تیار تھی۔
کیونکہ اس وقت اس کی نظر میں صرف ایک چیز سمائی تھی اور وہ تھی خرم کو کسی بھی طرح اذیت پہنچانا اور اس کے لیے سمیر سے بہتر اور کیا ہو سکتا تھا۔
سمیر جو کہ خرم کا سب سے بڑا حریف تھا جب نمل اس کی منگیتر ہوتے ہوئے سمیر کے ساتھ یونیورسٹی میں نظر آئے گی تو خرم کے سینے پر تو سانپ لوٹیں گے ہی ساتھ ہی ساتھ اسٹوڈنٹس کی چہ مگوئیاں خرم کے زخم پر نمک پاشی میں بڑی مددگار ثابت ہوں گی۔
یہ سب کچھ سوچتے ہوئے نمل نے اپنے لیے اور اپنے کردار کے لیے اٹھنے والے ہر سوال کو نظر انداز کردیا تھا۔
اسے صرف خرم کو تکلیف پہنچانی تھی اور اس کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کے لیے تیار تھی خود کو اسکینڈلائز کرنے کے لیے بھی۔
"بس کرو سمیر! میری تعریف کر کے تم مجھے اور ڈی گریڈ کر رہے ہو تمہارے الفاظ مجھے ٹارچر کر رہے ہیں۔"
جس طرح سمیر ایک دم آپ سے تم پر اتر آیا تھا اسی طرح نمل نے بھی طرز تخاطب بدل دیا تھا۔
اس کا بدلا ہوا انداز سنبل کو پہلے سے زیادہ زہر لگ رہا تھا مگر وہ سمیر کے سامنے کچھ کہنا نہیں چاہتی تھی۔ خود نمل کو بھی یقین تھا ابھی سنبل کچھ نہیں کہے گی اور بعد میں وہ سنبل کو سمجھا لے گی سنبل کو قائل کرنا کوئی خاص ضروری نہیں تھا وہ صرف زبان سے غصہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرسکتی تھی اس کے ناراض ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں تھا وہ اس سے خفا نہیں ہو سکتی تھی اسی لیے نمل اس کے گھورنے یا موڈ آف کرنے کی پروا کیے بغیر سمیر سے مخاطب رہی یہاں تک کہ سمیر نے اسے ساتھ کینٹین چل کر کولڈ ڈرنک پینے کی آفر کردی۔
مگر اب کی بار سنبل چپ نہ رہ سکی اور ترش کر بولی۔
"جی بہت بہت شکریہ! ہماری کلاس مس ہو جائے گی ہم پہلے ہی لیٹ ہو گئے ہیں۔" سمیر نے ایک بے زاری

مگر ... ہوا اسے ابھی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ نمل بول پڑی وہ نہیں چاہتی تھی کہ سمیر، سنبل کو کوئی سخت بات کہے اور نمل جواب میں اسے کچھ نہ کہہ سکے تو خوامخواہ سنبل کو ہتک کا احساس ہو۔
ویسے بھی نمل اس کے ساتھ کینٹین جاکر بیٹھنا چاہتی تھی تاکہ خرم سمیت پوری یونیورسٹی کو علم ہو جائے کہ وہ خرم کی منگیتر ہونے کے باوجود اس کے دشمن کے ساتھ بیٹھی کولڈ ڈرنک پی رہی ہے۔
"نہیں سنبل آج کی کلاس لینے کا بالکل موڈ نہیں ہے چلو چل کر پہلے کچھ کھاپی لیں تھوڑا مائنڈ فریش ہو جائے گا۔" نمل کے فوری طور پر بول دینے کے باوجود سنبل کو نا صرف بے عزتی کا احساس ہوا تھا بلکہ اس کی برداشت بھی جواب دے گئی تھی۔
"نمل تم اپنے حواسوں میں تو ہو نا۔" سنبل کا جلا بھنا انداز دیکھ کر نمل نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"میں جانتی ہوں وہ پریڈ تمہارے لیے بہت اہم ہے لیکن پلیز میری خاطر آج اسے چھوڑ دو۔" نمل کے التجائیہ انداز میں ایک محسوس کی جانے والی تلقین چھپی تھی۔
مگر سنبل نے بھی نمل کے لہجے اور لفظوں کو ویسے ہی نظر انداز کردیا جیسے اب تک نمل، سنبل کو کر رہی تھی وہ اپنا ہاتھ چھڑوا کر تنک کر بولی۔
"ہرگز نہیں! تم اگر میری خاطر کولڈ ڈرنک کا ارادہ ملتوی کرسکتی ہو تو چلو ورنہ میں تو جارہی ہوں۔" سنبل دکھائی سے کہتی واقعی آگے بڑھنے لگی نمل نے اسے روکنا چاہا مگر اسے پتا تھا سنبل سخت ناراض ہو چکی ہے اس وقت وہ اس کی کسی بات پر بھی نہیں رکے گی جبکہ نمل اس کے بغیر یوں تن تنہا جانا نہیں چاہتی تھی۔
خرم کو جلانے کی خواہش اپنی جگہ مگر وہ فطرتاً اس قسم کی نہیں تھی ایسے میں اچانک اپنے مزاج کے برخلاف یوں کوئی قدم اٹھانا اتنا آسان نہیں ہوتا اسے سنبل کی موجودگی کی سخت ضرورت تھی۔
اور تبھی قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ سمیر جو سنبل کو جاتا دیکھ کر خوش ہو گیا تھا بے ساختہ بولا۔
"جانے دو اسے اچھا ہی ہے۔ ہم دونوں چلتے ہیں۔" سنبل کے آگے بڑھتے قدم ایک دم رک گئے اس نے پلٹ کر ایک سلگتی نظر سمیر پر اور دوسری خفگی بھری نمل پر ڈالتے ہوئے نروٹھے انداز میں کہا۔
"چلو میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ۔" وہ اس کی بات پر سمیر کا واضح طور پر منہ بن گیا البتہ نمل نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو بمشکل چھپایا کیونکہ اگر سنبل اسے دیکھ لیتی تو خوامخواہ ہی چڑ جاتی۔
یہ اور بات تھی کہ سنبل اس کے باوجود چڑی ہی رہی۔
وہ تینوں پندرہ منٹ ہی کینٹین میں بیٹھے تھے مگر ان پندرہ منٹ میں جس جس کی نظر ان پر پڑی اس کی نظر کچھ لمحوں کے لیے پلٹنا بھول گئی۔
سمیر اور خرم کی دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی اور نہ ہی نمل اور خرم کی منگنی کوئی خفیہ انداز میں ہوئی تھی ایسے میں لوگوں کی حیرت ہرگز بھی حیران کن نہیں تھی۔
سب کی یہ حیرانی سمیر کو خوامخواہ ہی مغرور بنا رہی تھی ایسا لگ رہا تھا اس کی تنی ہوئی گردن کو دیکھ کر جیسے وہ کوئی قلعہ فتح کیے بیٹھا ہو اور کیوں نہ ہوتا دشمن کی منگیتر کے ساتھ ایسی جگہ پر بیٹھ کر کوک پینا جہاں سب ہی اس لڑکی کی حیثیت و مقام سے بخوبی واقف ہوں کہ وہ کسی کی ہونے والی شریک حیات ہے اور اسی کے حریف کے ساتھ بیٹھی ہے یہ احساس کسی تمغہ امتیاز سے کم تو نہیں تھا۔ (کم از کم سمیر جیسے لوگوں کے لیے)
سنبل کچھ بے زاری اور کچھ اس خوف کے ساتھ بیٹھی رہی کہ کہیں کوئی خرم کو اطلاع نہ دے دے اور وہ یہاں وارد ہو جائے۔
وہ اس وقت کا سوچ کر ہی پریشان ہو رہی تھی جب خرم، نمل کو اپنے دشمن کے ساتھ بیٹھا دیکھے گا۔

جانے اس وقت اس کا کیا ردعمل ہوگا یہ بات نہیں تھی کہ وہ خرم کو نمل کا منگیتر ہونے کی وجہ سے کوئی عزت دے رہی تھی یا اس کے مرتبے کو دھیان میں رکھتے ہوئے اس کے ناراض ہونے کی فکر کررہی تھی بلکہ وہ تو ایک نیا بکھیڑا کھڑے ہونے کے خیال سے پریشان تھی۔

چنانچہ وہ جلد از جلد یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی اور نمل بھی محض پندرہ منٹ میں سمیر کو اللہ حافظ کہنے پر سنبل کی وجہ سے ہی مجبور ہوئی تھی جو اسے بار بار گھورے جارہی تھی بلکہ آخر میں تنگ آکر وہ خود کھڑی ہونے لگی تھی تو نمل کو اٹھنا پڑا۔

وہاں سے نکلتے ہی سنبل اس پر برس پڑی نمل ان تمام سوالوں کے لیے پہلے سے تیار تھی اس نے بڑے آرام سے کہہ دیا۔

"خرم جیسے گھٹیا انسان سے نپٹنے کے لیے کوئی گھٹیا طریقہ ہی اپنایا جاسکتا ہے جو میں نے اپنالیا۔"

"تم پاگل تو نہیں ہوگئی جو تم کرنے کا سوچ رہی ہو اس میں دونوں طرف سے نقصان تمہارا ہے خرم اشتعال میں آکر کچھ بھی کرسکتا ہے سمیر کے ساتھ مفت کی بدنامی کے بعد سمیر تو پیچھے ہٹ جائے گا اور تم خرم کی نفرت سہتی رہو گی۔" سنبل غصے سے تلملا اٹھی۔

"میں کیا اس کی نفرت سہوں گی۔ نفرت تو وہ میری دیکھے گا اور رہا سوال بدنامی کا تو اس کی مجھے پروا نہیں۔ خرم کو سبق سکھانے کے لیے اتنی بدنامی تو میں برداشت کرسکتی ہوں۔" نمل کے لہجے میں خودسری تھی سنبل غصے کے مارے کچھ بول ہی نہ سکی۔

بلکہ ایک طرح سے اسے سمجھانا بے کار سمجھتے ہوئے سنبل نے ناراضی کے طور پر بات چیت بند کردی تھی نمل نے بھی اسے منانے کی کوئی کوشش نہیں کی کیونکہ اسے معلوم تھا جب تک نمل اس کی بات نہیں مانے گی وہ ناراض ہی رہے گی اور نمل اس کی بات ماننے کو کسی طور تیار نہیں تھی۔

پھر اسے یہ بھی پتا تھا کہ سنبل چاہے جتنا بھی ناراض ہوجائے وہ اس سے دوستی ختم نہیں کرے گی نمل سے قطع تعلق کرنا تو بہت دور کی بات تھی وہ تو زیادہ دیر اپنا موڈ بھی خراب نہیں رکھ سکتی تھی ایک یا دو دن کی ناراضی کے بعد اسے نارمل ہو ہی جانا تھا اس لیے نمل نے اس کے بگڑے ہوئے موڈ کی چنداں پروا نہ کی اور اپنے فیصلے پر ڈٹی رہی اسے کسی بھی طرح خرم کو تکلیف پہنچانی تھی اور اسے یقین تھا کہ سمیر کے ساتھ پندرہ منٹ کی یہ نشست خوب مرچ مسالے کے ساتھ خرم تک پہنچے گی البتہ اس کا ردعمل کیا ہوگا اس کے متعلق نمل فی الحال کچھ بھی کہنے سے قاصر تھی۔

اور اس کے یقین کے عین مطابق ایک گھنٹے بعد ہی حمید اسے تازہ ترین سے مطلع کررہا تھا۔

خرم اسی وقت کلاس اٹینڈ کرکے باہر نکلا تھا جب حمید نے تیزی سے پیچھے سے آکر اسے جالیا۔

"یار میں نے ابھی ابھی کچھ سنا ہے اور اتنے پکے ذرائع سے سنا ہے کہ خبر کے جھوٹے ہونے کے امکان ہی نہیں ہیں۔" حمید نے حسب عادت اپنے لہجے میں تجسس پیدا کرتے ہوئے کہا تو حسب سابق اور حسب معمول خرم بور ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"فار گاڈ سیک حمید! سر مجاہد کا اس قدر بورنگ لیکچر سن کر نکل رہا ہوں کہ اب مزید کسی قسم کی بکواس سننے کی گنجائش نہیں ہے۔"

"ارے بکواس نہیں کررہا سچ بتا رہا ہوں گیس کرو کیا بات ہوسکتی ہے چلو تھوڑا سا گائیڈ کردیتا ہوں تمہارے لیے ایک ہنٹ ہے کہ بات نمل سے متعلق ہے۔" خرم جو اسے نظرانداز کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگا تھا بغیر رکے قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

"مجھے کسی سے بھی تعلق رکھتی ہے میں ایک کولڈ ڈرنک جیسے بغیر کسی ہنٹ سے کوئی گیس نہیں کرنا چاہتا۔"

"چلو ایک کلو اور دے دیتا ہوں سمیر بھی اس خبر میں انوالو ہے۔" حمید نے اپنے لہجے کو مزید سنسنی خیز بناتے ہوئے کہا مگر خرم نے سنی ان سنی کرتے ہوئے آگے کی طرف بڑھنا جاری رکھا۔

اسے ہمیشہ سے حمید کا سسپنس پھیلانا زہر لگتا تھا اور اس وقت نمل اور سمیر کے متعلق کوئی بات کرنے کے لیے اتنا وقت لینا تو اور بھی گراں گزر رہا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ اسے یا اس کی بات کو اہمیت دینے کی بجائے اپنے چہرے سے مکمل بے زاری ظاہر کرتا آگے بڑھتا رہا مگر حمید کے کان پر جوں تک نہ رینگی الٹا وہ خوش ہو کر کہنے لگا۔

"دیکھا دو اتنے اہم کلو ملنے کے باوجود تم کچھ گیس نہیں کرسکے اور بھلا کرتے بھی کیسے۔ ارے جو میں سن کر آرہا ہوں وہاں تک تمہارا ذہن سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"تو جب سوچ ہی نہیں سکتا تو کیا ضرورت ہے میرے ذہن کو پریشان کرنے کی خود ہی سیدھے طریقے سے بتادو کہ کیا ہوا ہے جو تمہارے پیٹ میں اتنا درد ہے کہ مچلے جارہے ہو۔" خرم بری طرح چڑ گیا۔

یہی حمید چاہتا تھا کہ خرم کو تھوڑا تنگ کرلے پھر سب بتادے گا اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرلینے کے بعد حمید نے بتانے میں ذرا دیر نہیں کی آخر اتنی دیر سے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے تھے اس سے بھی تو نجات حاصل کرنی تھی۔

"آج نمل سمیر کے ساتھ کینٹین میں دیکھی گئی ہے دونوں ایک ہی ٹیبل پر بیٹھ کر خوش گپیوں کے دوران کولڈ ڈرنکس اڑا رہے تھے۔" خرم کے بڑھتے قدم یک لخت تھم گئے وہ گہری نظروں سے حمید کو دیکھنے لگا جیسے اس کے چہرے سے اس کی بات کی سچائی کو پرکھ رہا ہو۔

حمید کا چہرہ ایک دم مطمئن تھا جھوٹ بولنے والی کوئی گھبراہٹ اس کے چہرے پر نہیں تھی بلکہ خرم کو اپنی طرف اتنے غور سے دیکھتا پاکر وہ ایک دم کھل اٹھا تھا۔

گویا وہ خرم کو حسب خواہش چونکانے اور الجھنے پر مجبور کرگیا ہے یہ احساس بڑا طمانیت خیز تھا وہ کوئی سچے اور مخلص دوست نہیں تھے جو ایک دوسری کی تکلیف پر تڑپ اٹھتے وہ تو ایک دوسرے کو چھیڑ کر اور تنگ کرکے مزا لیتے تھے۔

اس حقیقت سے وہ سب بھی واقف تھے چنانچہ کوئی کسی کو کتنا بھی تنگ کرتا دوسرا اپنے احساسات سامنے والے پر ظاہر نہیں ہونے دیتا مبادا دوسرے کو ذرا سی دیر کے لیے بھی کوئی ذہنی و جذباتی تسکین نہ مل جائے۔

مگر اس وقت کی بات الگ تھی خرم نے جو سنا تھا وہ اسے ٹھٹکنے پر مجبور کرگیا تھا پھر بھی اس نے اگلے ہی پل اپنے احساسات پر قابو پاتے ہوئے ایک بار پھر اپنے انداز میں لاپروائی بھرلی۔

"بکواس کو نمل بکواس ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ارے ایسا ہی ہوا ہے بالکل ایسا ہی۔ تم چاہو تو کینٹین والوں سے پوچھ لو ان دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کولڈ ڈرنکس پی ہیں اور کافی دیر باتیں بھی کی ہیں۔" حمید بڑے جوش و خروش کے ساتھ بولا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے کسی سے پوچھنے کی جبکہ مجھے پتا ہے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ سمیر تو کیا اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔ نمل اس قسم کی لڑکی نہیں ہے۔" خرم بے زاری سے بولا تو حمید آنکھیں نچاتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا بات ہے؟ بڑا یقین ہے اپنی منگیتر پر۔"

"اس میں یقین کی کیا بات ہے؟" خرم کی کوفت میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہورہا تھا۔

"یقین نہیں تو اور کیا۔ تم تو ایسے بات کر رہے ہو جیسے تم دونوں کی منگنی باہمی رضامندی سے ہوئی ہو اور نمل تمہارے ساتھ بے وفائی کرنے کا سوچ بھی نہ سکتی ہو یار اول تو وہ تمہارے ساتھ شادی کرنا نہیں چاہتی دوئم ہمیر اتنا کوئی برا بھی نہیں ہے اچھا خاصا ہے سوئم! وہ چاہے جتنا بھی برا ہوتا نمل کا اس کی جانب راغب ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔

وہ تمہارا دشمن ہے وہ تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے ہر وقت بے چین رہتا ہے وہ تو تمہاری منگیتر پر لائن مارنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ مگر افسوس کی بات تو یہ ہے کہ تمہاری اپنی منگیتر اس کا اس گھٹیا کھیل میں ساتھ دے رہی ہے۔

ہمیر کی تو شکل دیکھنے سے تعلق رکھتی ہوگی کس قدر پراؤڈ فیل کر رہا ہوگا وہ سب کے بیچ تمہاری منگیتر کو اپنی طرف کھینچ کر۔" بے اختیار خرم نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

دل تو چاہ رہا تھا حمید کا منہ توڑ دے مگر اس کے منہ لگنا بے کار تھا۔ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا اگر وہ سچ تھا تو یہ تمام گفتگو کل کو دوسرے لوگ بھی کر رہے ہوں گے۔

وہ کہاں تک سب کا منہ توڑ کر ان کی زبانیں بند کرے گا۔

حالانکہ اسے بالکل یقین نہیں آ رہا تھا۔ جو بھی حمید نے نمل کے متعلق بتایا تھا وہ سب اسے جھوٹ لگ رہا تھا۔

نمل اور اس قسم کی حرکتیں وہ بالکل متضاد باتیں تھیں۔ مگر حمید کا اعتماد سے بھرپور لہجہ اسے الجھا رہا تھا وہ اس کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا مگر حقیقت کیا تھی یہ جاننے کے لیے متجسس ضرور ہو گیا تھا اس نے فیصلہ کر لیا تھا وہ اپنے طور پر سب کچھ پتا ضرور کرے گا مگر حسب عادت اپنی سوچ اور خواہش کو بڑی کامیابی سے چھپاتے ہوئے اس نے بڑی بے نیازی سے کہا۔

"میں نے کون سا نمل کی محبت میں گرفتار ہو کر اس سے منگنی کی ہے وہ کسی کے بھی ساتھ بیٹھ کر باتیں کرے مجھے کیا؟ who cares۔" خرم حمید کو تپانے کے انداز میں کہتا آگے بڑھ گیا تو وہ واقعی بور ہو کر رہ گیا۔

یہ اور بات تھی کہ تپنے کے بعد اس کا رخ دوسرے دوستوں کی جانب تھا آخر پیٹ میں اٹھتے مروڑ بھی تو ٹھیک کرنے تھے۔

خرم کو خود بھی اندازہ تھا حمید نے اگر اس کی جان چھوڑ دی تھی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ وہ اس موضوع پر مزید بات نہیں کرنے والا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اب اس کا ڈھنڈورا پیٹنے دوسرے لوگوں کے پاس جانے لگا تھا۔

خرم کو اس کی اس عادت سے سخت چڑ تھی دل تو چاہ رہا تھا کہ اسے روک کر ٹوک دے کہ خبردار جو کسی کو کچھ بھی بتایا۔

مگر خرم اس کی رگ رگ سے واقف تھا وہ اگر اسے منع کرے گا تب بھی حمید کو کہے بغیر چین نہیں آئے گا الٹا وہ جسے بھی بتائے گا ساتھ میں یہ بھی کہے گا کہ خرم اس قدر شرمندہ ہے نمل کی اس حرکت کی وجہ سے کہ وہ سب کو منع کر رہا تھا کہ اس بارے میں کوئی بات نہ کرے۔

حالانکہ مثل مشہور ہے چاند چڑھے گا تو سبھی دیکھیں گے ایسی باتیں بھی بھلا بھی چھپتی ہیں۔

☼ ☼ ☼

الیان نے صرف ایک فون گھمایا تھا اور ایک گھنٹے بعد اسے اپنی تمام مطلوبہ معلومات مل گئی تھیں۔

"سر آپ نے پیلس ہوٹل کے بال روم میں منعقدہ فنکشن کی تفصیل معلوم کرنے کو کہا تھا نا۔ وہ سب میں نے پتا کر لی ہے۔" الیان کے ذرائع سے بغیر کوئی سوال کیے تمام جوابات موصول ہو گئے تھے۔

"ہاں بولو۔" الیان ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"کل وہاں رومیلہ نامی ایک لڑکی کی شادی ہونی ہے کسی گلفام نام کے لڑکے سے یہ ہوٹل لڑکی کے بھائی نے بک کرایا ہے جس کا نام ابرار ہے ہوٹل کے منیجر کے پاس اس نے جو گھر کا پتا اور فون نمبر لکھوایا ہے وہ میں آپ کو میسج کر دیتا ہوں اس سے پہلے میں یہ بتاتا چلوں کہ یہ شخص امپورٹ ایکسپورٹ کے بزنس سے منسلک ہے پہلے یہ کاروبار اس کے والد فیاض کرتے تھے مگر اب سب کچھ یہی سنبھالتا ہے۔

ان کا بزنس کافی اچھا چل رہا ہے مجموعی طور پر مالی حالات کافی اچھے ہیں سی ایل ٹریڈنگ کا نام آپ نے بھی سنا ہو گا وہ انہی کی ہے۔" الیان حیرت زدہ سا ساری تفصیل سن رہا تھا ان کی کمپنی کا نام سنتے ہی الیان تعجب سے بولا۔

"سی ایل ٹریڈنگ یعنی کہ یہ لوگ تو بہت سالوں سے مارکیٹ میں بیٹھے ہیں ان فیکٹ ابرار نام کے اس شخص سے تو میں ملا ہوا ہوں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے وہ تو پڑھا لکھا بندہ ہے۔" الیان اتنا حیران تھا کہ وہ سب ایک ایسے شخص سے ڈسکس کر بیٹھا تھا جسے کچھ بھی بتایا ہوا نہیں تھا کہ وہ کس کے بارے میں پتا کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے۔

"جی سر ہے تو پڑھا لکھا شخص مگر مارکیٹ میں اس کے بارے میں یہی مشہور ہے کہ بہت ہی خراب دماغ کا آدمی ہے اپنے مطلب کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔" الیان نے اس کی اس بات پر زیادہ غور نہیں کیا۔

وہ خود بزنس میں ماہر تھا بزنس کی یہ تمام باریکیاں وہ اچھی طرح جانتا تھا مارکیٹ میں استحکام کے ساتھ کھڑے رہنے کے لیے بہت سوں کے ساتھ سختی کرنی پڑتی ہے کچھ کام نرمی سے نکل ہی نہیں سکتے۔

اسی لیے اکثر ایسی سختی دکھاتے دکھاتے انسان کا تاثر لوگوں کی نظر میں کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔

الیان اچھی طرح جانتا تھا کہ آفس میں تیوریاں چڑھائے بیٹھے ہونے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان کا عام روزمرہ زندگی میں بھی یہی مزاج ہو گا۔

دوسری جو چیز الیان کو حیران کر رہی تھی وہ تھی رومیلہ نامی لڑکی کی شادی کسی گلفام نامی لڑکے کے ساتھ طے تھی۔

یہ آخر کیا ماجرا تھا کون تھا یہ شخص جو یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان دونوں کی شادی ہو اور ان کی شادی توڑنے کے لیے اس نے یہ سارا بکھیڑا پھیلایا تھا۔

"کیا گلفام کے بارے میں بھی کچھ پتا کیا ہے؟" الیان نے ایسی کوئی ہدایت جاری نہیں کی تھی صرف اتنا کہا تھا کہ اس ہوٹل میں ہونے والی شادی سے متعلق جتنی بھی چیزیں ہیں چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی سب پتا کر کے بتاؤ۔

اسی لیے اسے امید تھی کہ اس نے لڑکے کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ معلوم ضرور کیا ہو گا اور واقعی وہ الیان کی امیدوں پر پورا اترا تھا۔

"جی سر ہوٹل کی انتظامیہ تو لڑکے کے بارے میں کچھ نہیں جانتی البتہ جن لوگوں نے ابرار کے متعلق بتایا ہے وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ ابرار کی بہن کی شادی کسی مرزا نامی شخص کے بیٹے سے ہو رہی ہے۔

لوگ زیادہ جانتے نہیں ہیں اس مرزا کو بڑا ہی ان نون سا بندہ ہے ابرار نے ہی ایک دوبار اس کے ساتھ بزنس ڈیل کی ہیں۔

دراصل یہ کچھ عرصہ پہلے ہی کراچی آیا ہے پہلے یہ حیدر آباد میں ہوتا تھا اور اس کا بیٹا تو عرصہ دراز سے کینیڈا

میں مقیم ہے شادی سے بھی دو تین دن پہلے ہی آیا ہے ورنہ عام حالات میں تو وہ پاکستان آتا ہی نہیں اسی لیے کسی نے اسے دیکھا ہوا بھی نہیں ہے۔" الیان عجیب الجھن کے عالم میں اس کی بات سنتا رہا۔

اسے لگ رہا تھا اس کی بہن کے اغوا کے پیچھے یہ مرزا صاحب کا ہی ہاتھ ہے حالانکہ خود اپنے ہی بیٹے کی شادی وہ بھلا کیوں توڑنا چاہیں گے یہ سوچتے ہوئے الیان اپنے اندازے کو یقین کی سند نہیں دے پا رہا تھا مگر اسے یہ یقین ضرور تھا کہ مرزا صاحب کا کہیں نہ کہیں کوئی دخل ضرور ہے بریرہ کے اغوا کے پیچھے۔

"مجھے ابرار کا نمبر دو۔" الیان نے وقتی طور پر سارے اندازوں کو جھٹکتے ہوئے فی الحال صرف حالات پر نظر جماتے ہوئے کہا تو دوسری طرف موجود شخص نے ابرار کا نمبر نوٹ کرا دیا۔

الیان کچھ دیر تو موبائل میں فیڈ کیے نمبر کو دیکھتا رہا ایسے جیسے اپنے ذہن میں الفاظ ترتیب دے رہا ہو کہ اس شخص سے جو بات کرنی ہے وہ اسے مناسب طریقے سے سمجھا سکے۔

پتا نہیں اس کا کیا ردعمل ہونے والا تھا پہلے تو الیان' روحیلہ اور اس کے گھر والوں کو اس پلان کا حصہ سمجھ رہا تھا لیکن اب اسے یہ سب کوئی اور ہی سازش لگ رہی تھی۔

ابرار کو جب وہ یہ کہے گا کہ وہ اس کی بہن کے لیے بارات لے کر آ رہا ہے تو نہ جانے وہ اس کے ساتھ کیسے پیش آئے گا تو الیان کو کیا کرنا ہوگا وہ اسے کیسے قائل کرے گا۔

کسی بھی شریف گھرانے میں ایسی شادی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی جو کاروباری انداز میں طے کی گئی ہو اور وہ بھی ان حالات میں جبکہ وہ اپنی بہن کی شادی کہیں اور طے کر چکا ہو اور شادی میں محض ایک دن باقی ہو۔

آخر دس منٹ بعد الیان نے ابرار کا نمبر ملایا مگر شاید حالات بھی اس کی طرح بات کرنے کے لیے رضامند نہیں تھے جبھی محض بیل بجتی رہی اور فون ریسیو نہیں کیا گیا۔

الیان نے تین بار کوشش کر کے موبائل جیب میں رکھ لیا اس نے کچھ دیر بعد ٹرائی کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے جیسے اپنے تنے ہوئے اعصاب کو تھوڑا ڈھیلا کیا تھا۔

مگر اسے یہ نہیں پتا تھا کہ اپنے موبائل پر تین بار اس کی کال دیکھ کر ابرار کی کیا حالت ہو گئی تھی۔

اسے یہ تو یقین تھا کہ جو وہ کر رہا ہے اسے راز رکھنا آسان نہیں یہ سب ایک نہ ایک دن کھل جائے گا لیکن الیان اتنی جلدی اس تک پہنچ جائے گا یہ امید اسے ہرگز نہیں تھی اپنے پکڑے جانے کے علاوہ اپنے ہار جانے کا احساس اسے ہراساں کیے جا رہا تھا۔

اسے کسی بھی طرح گلفام اور مرزا صاحب کو نیچا دکھانا تھا ان کے سامنے اپنے الفاظ کا بھرم رکھنا تھا اپنے دعوے کو سچ کر دکھانا تھا یہ دھن اس پر اتنی سوار تھی کہ وہ یہ سوچنے سے بھی قاصر تھا کہ ایک لڑکی کو اغوا کرنے کے الزام میں اگر وہ پکڑا گیا تو کتنی بدنامی ہوگی۔ کیا عزت رہ جائے گی اس کی سماج میں اور پولیس کیس بننے کی صورت میں جانے کتنے عرصے کی سزا ہو جائے۔

ابرار نے اس کی کال تو ریسیو نہیں کی لیکن وہ یہ ضرور جاننا چاہتا تھا کہ وہ کیا بات کرنا چاہتا ہے جبھی اس نے وہی سم لگا کر ایک بار پھر الیان کو فون کیا جو کہ الیان نے فوراً ہی ریسیو کر لیا۔

ابرار ساری باتیں تو اس سے کر ہی چکا تھا اس وقت تو وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ الیان کیا کہنے والا ہے جبھی فون ملا کر محض ڈائیلاگ بازی کرنے لگا۔

"کسی قسم کی ہوشیاری کرنے کی کوشش مت کرنا الیان ورنہ ساری زندگی پچھتاؤ گے۔" دوسری طرف الیان سابقہ انداز میں یقین دہانی کرانے لگا کہ وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا۔ بس اس کی بہن کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے اور ایک بار اس کی بریرہ سے بات کرا دی جائے۔

ابرار کو اس کے لب و لہجے سے یقین ہو گیا کہ وہ اپنے مجرم کو پہچانا نہیں ہے۔ یہ اندازہ لگا کر اسے ڈھیروں اطمینان ہوا تھا اس نے مزید دو چار دھمکیاں دے کر فون بند کر دیا۔

ایک طرف اگر اسے تھوڑا سکون ہوا تھا تو دوسری طرف اس کی الجھن بھی بڑھ گئی تھی۔ اگر الیان نے اس کا پتا نہیں لگایا ہے تو اسے فون کیوں کر رہا ہے آخر وہ اس سے کیا چاہتا ہے۔

ایک بے چینی نے ابرار کے وجود کا احاطہ کر لیا اس لیے اگلی بار جب الیان کے موبائل سے اس کے نمبر پر فون آیا تو اس نے فون لے جا کر بابا جانی کو تھما دیا۔

"بابا جانی کوئی انجان تو ہے آپ ذرا بات کریں۔"

ابرار نے کہتے کے ساتھ ہی موبائل ان کے کان سے لگا دیا تاکہ وہ کوئی سوال نہ کر سکیں البتہ ان کے چہرے پر حیرانی اور سوال پوچھنے کی بے چینی پھیل گئی تھی جو جلد ہی دور بھی ہو گئی کیونکہ وہ الیان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے جو کہہ رہا تھا۔

"کیا میں ابرار سے بات کر سکتا ہوں۔"

"میں ابرار کا والد بول رہا ہوں آپ کون؟"

"السلام علیکم! سر میں الیان بات کر رہا ہوں آپ مجھے نہیں جانتے لیکن میں آپ سے ایک اہم مسئلے کی وجہ سے ملنا چاہتا ہوں۔" الیان کہہ کر خاموش ہو گیا تو بابا جانی نے حسب توقع پوچھا۔

"کیسا مسئلہ؟" فوری طور پر الیان کچھ کہہ نہ سکا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے کہے کہ کسی نے اس کی بہن کو اغوا کر لیا ہے۔

یا اگر یہ بتا بھی دے تو یہ کیسے کہے کہ آپ اپنی جس بیٹی کی شادی کل گلفام نامی شخص سے کر رہے ہیں اس کی بجائے مجھ سے کر دیں۔

اگر اس کی بہن اغوا ہوئی ہے تو ان کی بلا سے' وہ بھلا اپنی بیٹی کی شادی کیوں توڑ دیں وہ بھی شادی سے ایک دن پہلے۔

"ہیلو؟ کیا ہوا بھئی تم کسی اہم مسئلہ کی بات کر رہے ہو؟" بابا جانی اسے ابرار کا کوئی دوست سمجھ رہے تھے جس سے ابرار کسی وجہ سے بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"سر۔ میں' دراصل میری۔۔۔ میری ایک بہت بڑی پرابلم سولو ہو سکتی ہے اگر آپ کوآپریٹ کریں کیا میں آپ کے گھر آ کر آپ سے مل سکتا ہوں فون پر اپنا مسئلہ سمجھانا ذرا مشکل ہے۔" الیان بہت چاہتے ہوئے بھی وہ سب نہ کہہ سکا جو اس نے سوچ رکھا تھا۔

اسے لگا ان سے روبرو بات کرنا زیادہ مناسب رہے گا وہ اسی لیے ابرار کی بجائے ان سے بات کرنے پر زیادہ خوش ہو گیا تھا کہ کسی جوان خون کو ٹھنڈا رکھ کر اپنا مدعا سمجھانا زیادہ مشکل تھا بہ نسبت ایک جہاں دیدہ نظر رکھنے والے تجربہ کار بزرگ کے۔

"تم ہو کون اور بات کیا ہے؟" بابا جانی اس کے گھر آنے کی اجازت مانگنے پر حیرانی سے بولے تو ابرار نے موبائل ان کے کان سے ہٹاتے ہوئے ایک بٹن دبا دیا جس سے موبائل کا اسپیکر آن ہو گیا۔

اب وہ بھی الیان کی آواز سن سکتا تھا اور اب بابا جانی کو اس سے بات کرنے کے لیے موبائل کان سے لگا کر رکھنے کی ضرورت نہیں تھی وہ موبائل سامنے کیے بات کر سکتے تھے۔

"سر وہ میں آپ کو آپ کے گھر آ کر ہی بتا سکتا ہوں۔" الیان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ انہیں کیسے بتائے کہ اس کے گھر کی عزت داؤ پر لگی ہوئی تھی۔

"مگر تم ہو کون اور کس بارے میں بات کرنا چاہتے ہو؟" بابا جانی قدرے زچ ہو گئے تھے۔

ابرار بڑے غور سے اس کے لب و لہجے کو نوٹ کر رہا تھا الیان کے انداز میں جو الجھن تھی اسے محسوس کر کے وہ کسی حد تک مطمئن ہو گیا تھا اس کا وجدان کہہ رہا تھا الیان نے اسے اس مقصد سے فون نہیں کیا وہ جو سمجھ رہا تھا بلکہ ایک خوشی سی ابرار کے وجود میں کسی برقی رو کی طرح گردش کرنے لگی تھی کیونکہ اسے یقین ہونے لگا تھا کہ اس کی ساری منصوبہ بندی کامیاب ہونے والی ہے۔

الیان اس شادی کے لیے تیار ہو گیا ہے اور اس وقت وہ ان سے یہی سب بات کرنے والا ہے۔

البتہ ایک پل کے لیے اسے یہ حیرانی ضرور ہوئی تھی کہ الیان نے اس کا نمبر کہاں سے حاصل کر لیا وہ بھی اتنے کم وقت میں۔

لیکن ابھی اس کے پاس ان فضولیات پر غور کرنے کی فرصت نہیں تھی وہ پوری طرح سے الیان کی طرف متوجہ تھا جو کہہ رہا تھا۔

"سر میں الیان غفار ہوں میرے فادر کا نام ریاض غفار ہے۔" یہ کہہ کر الیان اپنے بزنس اور خاندان کی تفصیل بتانے لگا۔

بابا جانی اسے سن تو رہے تھے مگر ان کے چہرے پر ایک سوالیہ نشان مستقل گھوم رہا تھا اگر ابرار اس شخص کی گفتگو میں اتنی دلچسپی نہ لے رہا ہوتا تو شاید وہ لائن ہی کاٹ دیتے وہ پہلے ہی اتنے پریشان تھے کہ یہ غیر ضروری کال اور ایک انجان شخص کا بائیو ڈیٹا سننے کے بالکل موڈ میں نہیں تھے۔

"سر آج شام میں میری بہن کو ۔۔۔ کسی نے اغوا کر لیا ہے۔" الیان کی آواز اتنی دھیمی ہو گئی تھی کہ بابا جانی موبائل کی جانب جھک گئے تھے اس کی بات سننے کے لیے۔

"اور ۔۔۔ جس شخص نے اسے اغوا کیا ہے ۔۔۔ اس نے میری بہن کو چھوڑنے پر تاوان میں ۔۔۔ سر آپ مجھے غلط مت سمجھیے گا۔ میں بہت شریف فیملی سے بلونگ کرتا ہوں۔

اگر اس شخص نے میری بہن کے بدلے پیسے مانگ لیے ہوتے تو میں آرام سے پے کر دیتا۔ مگر ۔۔۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ کل جب آپ کی بیٹی کی شادی ہونے والی ہے تو میں وہاں ۔۔۔" الیان جو کہ پہلے ہی بہت رک رک کر بول رہا تھا ایک دم خاموش ہو گیا۔

"ہیلو ۔۔۔ تم چپ کیوں ہو گئے بولو نا کیا بات ہے؟" بابا جانی قدرے بے چینی سے بولے ایک تو جو بات وہ کہہ رہا تھا وہ کوئی ایسی خوش کن نہیں تھی بابا جانی پہلے ہی پریشان ہو گئے تھے اس پر ان کی پریشانی میں اضافہ ابرار کے چہرے پر پھیلے خوشی کے تاثرات کر رہے تھے۔

وہ اتنا پرجوش ہو رہا تھا جیسے الیان کی اگلی بات سننے کے لیے بہت بے چین ہو۔

"سر ۔۔۔ وہ شخص چاہتا ہے کہ ۔۔۔ میں کل آپ کی بیٹی سے شادی کر لوں۔"

"کیا؟" بابا جانی جو پوری طرح اس کی طرف ہمہ تن گوش تھے تقریباً" چیخ پڑے۔

"سر میری بات کو مذاق مت سمجھیے گا سر۔ میں بہت سیریس ہوں۔

مجھے معلوم ہے آپ کی بیٹی کی شادی کسی گلفام نامی شخص سے ہو رہی ہے مگر ۔۔۔ سر کچھ دن بعد میری اپنی بہن کی شادی ہے میں اس وقت کسی قسم کی کوئی بدنامی مول نہیں لے سکتا مجھے اس اغوا کرنے والے کی بات ہر حال میں ماننی ہے۔

میں جانتا ہوں یہ فیصلہ آپ کے لیے آسان نہیں ہے آپ اپنی بیٹی کا رشتہ کہیں اور طے کر چکے ہیں شادی سے ایک دن پہلے میرے کہنے پر اس رشتے کو ختم کرنا آپ کے لیے بہت مشکل ہے مگر میں خود بہت مجبور ہوں۔

آپ پلیز میری مجبوری کو سمجھیں آپ جو کہیں گے میں وہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن پلیز آپ اس شادی کے لیے مان جائیں۔" الیان کا لہجہ اتنا التجائیہ تھا کہ ابرار کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

اسے یہ تو معلوم تھا کہ بہن کی شادی سے چند دن پہلے اس کے اغوا ہو جانے پر کسی بھی گھر میں کہرام مچ جائے گا مگر اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ بریرہ اپنے گھر میں اتنی لاڈلی ہے کہ اس پر آنچ آنے کے خیال سے ہی اس گھر کے مکین کانپ اٹھیں گے۔

الیان نے بغیر چوں چرا کیے اتنی آسانی سے شادی کی ہامی بھر لی تھی کہ ابرار کا خوشی کے مارے ناچنے کا دل چاہ رہا تھا۔

کہاں تو گلفام نے اتنے غرور سے اس کی بہن کے گھر بیٹھے رہ جانے کا طعنہ دیا تھا۔

اور کہاں اس کی بہن کی شادی اسی دن اسی جگہ شہر کے سب سے بہترین گھرانے کے ہیرے جیسے لڑکے سے ہو رہی تھی جس کے لیے واقعی یہ کہا جا سکتا تھا کہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈنے نکلو گے تو بھی ایسا لڑکا نہیں ملے گا اور یہاں تو وہ لڑکا خود دست سوال پھیلا رہا تھا۔

ابرار کو اپنی ہوشیاری اور چالاکی پر فخر ہو رہا تھا کتنی مہارت سے اس نے بازی پلٹی تھی مرزا صاحب اور گلفام کو جب رومیلہ کی شادی الیان کے ساتھ ہونے کا پتا چلے گا تو ان کے سینوں پر سانپ لوٹ جائیں گے تصور میں ان کے جلے بھنے چہروں کو دیکھ کر ابرار کو اتنا سکون مل رہا تھا کہ وہ اپنے چہرے کے تاثرات بھول ہی گیا جہاں سے خوشی سورج کی تیز چمکتی کرنوں کی طرح پھوٹ رہی تھی نہ ہی اسے اس بات کا احساس تھا کہ بابا جانی اس کا یہ بے قابو انداز دیکھ کر کیا کچھ اخذ کر چکے ہیں۔

وہ تو جب الیان دوسری طرف سے بولا تب ابرار چونکا۔

"سر آپ ۔۔۔ آپ خاموش کیوں ہیں میں آپ کی بیٹی کو پوری عزت کے ساتھ بیاہ کر لے جاؤں گا اس کا مستقبل ہر طرح سے محفوظ ہو گا پھر بھی آپ اپنے اطمینان کے لیے جو کہیں وہ میں کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جانے اس شخص نے ایسی شرط کیوں رکھی ہے پتا نہیں وہ آپ کا دشمن ہے یا میرا۔ بہرحال جو بھی ہو میرے پاس اس کے مطالبے پر سر جھکانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے سر آپ میری بات سن رہے ہیں نا۔" ابرار نے چونک کر بابا جانی کی طرف دیکھا وہ واقعی الیان کی بات نہیں سن رہے تھے ان کی نظریں تو ابرار پر جمی تھیں اور جس طرح وہ اسے دیکھ رہے تھے وہ ابرار کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے اور الیان سن لیتا ابرار نے موبائل ان کے ہاتھ سے لے کر نا صرف لائن کاٹ دی بلکہ موبائل بھی آف کر دیا۔

"آپ کچھ بولے کیوں نہیں بابا جانی۔ وہ ملنے کے لیے گھر آنا چاہتا ہے اسے ابھی بلا لیں۔ بلکہ اس سے کہیں اپنے والدین کو لے کر آئے اس کی بہن کی زندگی کا سوال ہے ہم اس کی شادی رومیلہ سے کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ اس لڑکے کو جانتے نہیں ہیں یہ ۔۔۔"

"اس کی بہن کو تم نے اغوا کیا ہے نا۔" بابا جانی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تو ابرار بھائی کچھ چونک سے گئے۔

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں بھلا ایسا کیوں کروں گا؟"

"جھوٹ مت بولو ابرار۔ مجھے معلوم ہے یہ سب تمہاری ہی کارستانی ہے کتنا گر گئے ہو تم کسی کی بیٹی اٹھوا لی تم نے اور اب اس کے گھر والوں کو دھمکا رہے ہو وہ لڑکا اس طرح بات کر رہا ہے جیسے اس کی وجہ سے ہمیں اپنی بیٹی کا رشتہ توڑنا پڑ رہا ہو حالانکہ یہ شادی تو ٹوٹ ہی چکی ہے۔

میری سمجھ میں تو یہ نہیں آرہا کہ ہم نے اس طرح خاموشی اختیار کر کے ٹھیک کیا ہے یا غلط۔ کل جب تمام مہمان ہوٹل پہنچیں گے تو ہمیں اور لڑکے والوں کو وہاں نہ موجود دیکھ کر کیسا تماشا بنے گا۔" بابا جانی فکر مندی سے بولے تو ابرار بھائی ایک دم تڑتے ہوئے کہنے لگے۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ کل رومیلہ کی شادی ہے تو پھر ہمارے نہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ لوگ گلفام کی جگہ الیان کو دیکھ کر باتیں ضرور بنائیں گے مگر اعتراض کا کوئی نکتہ نہیں نکال سکیں گے۔

الیان، گلفام سے لاکھ گنا بہتر ہے بلکہ بزنس کی دنیا میں جو شہرت اور نام اس کے پاس ہے اسے دیکھتے ہوئے ہمارے خاندان کے جو لوگ اس سے واقف ہیں وہ تو رومیلہ کی قسمت پر رشک کریں گے یا حسد میں جلا ہو جائیں گے۔" ابرار بھائی کے بھنائے ہوئے لہجے میں بابا جانی بھی تپ گئے۔

"تمہیں صرف دنیا پر امپریشن جمانا ہے۔ بہن کی زندگی کی فکر ہے نہ اپنی آخرت کی۔ کسی کی بیٹی کو اغوا کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی۔ جاؤ ابھی اور اسی وقت اسے آزاد کرو۔" بابا جانی حتمی انداز میں بولے۔

"اب جبکہ آپ سب سمجھ ہی گئے ہیں تو میں بھی بلاوجہ کا ڈرامہ نہیں کروں گا ہاں میں نے ہی اس کی بہن کو اغوا کیا ہے اور مجھے اپنے کیے پر کوئی شرمندگی نہیں۔ اس کی بہن کو میں صحیح سلامت اسے واپس کر دوں گا۔ اور رہا سوال زبردستی کی شادی کا تو یہ الیان کے لیے ایک وقتی صدمہ ضرور ہو گا مگر اس کی آئندہ زندگی کے لیے یہ فیصلہ بہت اچھا رہے گا۔

رومیلہ میں بھلا کس چیز کی کمی ہے؟ اس کا ساتھ کسی بھی لڑکے کے لیے خوش قسمتی کا باعث ہو گا۔ چند دن وہ اس رشتے پر واویلا مچائے گا اور پھر آخر ایڈجسٹ ہو جائے گا۔" ابرار اتنی ہٹ دھرمی اور سکون سے بول رہا تھا کہ بابا جانی زچ ہو گئے۔

"تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے گھر اس طرح نہیں بستے ہیں اگر۔۔۔"

"کسی بھی آگر مگر کو منہ سے نکالنے سے پہلے وہ بھی سوچ لیں کہ رومیلہ کا اب نارمل طریقے سے گھر بسانا اب ویسے بھی ممکن نہیں رہا ہے کل جب مقررہ وقت پر بارات نہیں آئے گی تب ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے ہم لاکھ اپنے منہ سے گلفام کے فراڈ کے متعلق بتاتے رہیں لوگ رومیلہ کے کیریکٹر میں ہی خامیاں نکالیں گے گلفام نے غلط نہیں کہا تھا۔

رومیلہ کے لیے کسی اچھے گھرانے کے پڑھے لکھے لڑکے کا رشتہ نہیں آئے گا بلکہ جہیز کے لالچی کسی بے روزگار نوجوان کو ہی رومیلہ کو بیاہنا پڑے گا۔

رومیلہ وہاں کمپرومائز کرے یا یہاں سمجھوتہ کرلے ایک ہی بات ہے اور میرے خیال سے یہ رشتہ زیادہ بہتر ہے۔" ابرار لاپروائی سے کہتا چلا گیا۔

"بس کرو ابرار! اپنی غلطی کو چھپانے کے لیے تم ان تمام غلط چیزوں کو صحیح کہہ رہے ہو جن کے صحیح نہ ہونے کا احساس خود تمہیں بھی ہے۔

تم نہیں چاہتے کہ گلفام کی اصلیت سب کے سامنے آئے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ تم نے رومیلہ کی زندگی کا فیصلہ بڑی جلد بازی میں بالکل آنکھیں بند کر کے کیا ہے۔

اسی لیے تم نے زبردستی کا ایک ایسا گھرانہ تلاش کر لیا جس میں کوئی خامی نکالی ہی نہ جاسکے نہ ہی یہ سننے کی نوبت آئے کہ بے چاری رومیلہ کی زندگی تمہاری وجہ سے خراب ہو گئی۔

ورنہ سچ تو یہ ہے کہ جو تم نے اب کیا ہے وہ رومیلہ کے ساتھ انتہائی درجے کی زیادتی ہے میں تو کہتا ہوں ابھی اور

اسی وقت اس کی بہن کو چھوڑ دو اور۔۔۔"

"وہ بات مت کہیں جو ممکن نہ ہو بلکہ آپ کچھ بھی نہ کہیں تو زیادہ بہتر ہے۔" بابا جانی نے کچھ کہنا چاہا تو ابرار نے نا صرف ان کی بات کاٹ دی بلکہ اپنا موبائل لے کر فوراً ہی وہاں سے نکل گیا۔

ان کی طرف سے اسے کوئی فکر نہیں تھی وہ چاہے جتنا بھی بگڑ لیتے ابرار کو اس کے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔

اسی لیے اپنے کمرے میں آکر ابرار نے اسی سم سے الیان کا نمبر ملایا جس سے اب تک ملا رہا تھا۔

دوسری طرف الیان نے پہلی ہی گھنٹی پر فون ریسیو کر لیا کیونکہ وہ بابا جانی سے بات کرنے کے بعد ابھی تک موبائل لیے کشمکش کے عالم میں کھڑا تھا کہ انہیں کس طرح قائل کرے۔ اسی لیے ابرار نے فون کر کے اس کی ساری الجھن سلجھا دی کیونکہ الیان نے اس کا نمبر دیکھ کر چھوٹتے ہی کہا تھا۔

"دیکھو تم شادی کی شرط کے بجائے جو چاہے جتنی رقم لے لو میں دے دوں گا لیکن میں یہ شادی نہیں کر سکتا وہ رومیلہ کے گھر والے میرے کہنے سے بھلا کیوں شادی کے لیے راضی ہو جائیں گے اس کی شادی تو کسی گلفام نامی لڑکے سے ہو رہی ہے۔"

"ہوں' بڑی معلومات اکٹھی کر رکھی ہے' لگتا ہے سب کچھ پتا کر لیا ہے خیر مجھے تم سے سوائے اس شادی کے اور کچھ نہیں چاہیے اور رہا سوال اس لڑکی کے گھر والوں کا تو اس کی طرف سے تم بے فکر رہو وہ مان جائیں گے تم انہیں منانے کی کوشش کرنے کی بجائے ٹھیک ٹائم پر بارات لے کر آجاؤ بس۔" ابرار نے دو ٹوک انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا۔

الیان اپنی جگہ ٹھٹک کر رہ گیا ویسے تو ایسے مجرمانہ ذہنیت کے مالک لوگوں کے لیے کسی کو کسی بھی فعل کے لیے راضی کرنا کوئی مشکل امر نہیں تھا اس لیے اس شخص کا یہ کہنا کہ رومیلہ کے گھر والوں کو وہ تیار کر لے گا۔ کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی۔

بندوق کی نوک پر تو کچھ بھی منوایا جا سکتا ہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود کچھ ایسا تھا جو اسے سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔

ایک بار اپنی شرط بتانے کے بعد اس شخص کا بار بار فون کرنا ایک عجیب سی بات تھی خاص طور پر ایسی صورت میں کہ اس کا فون دونوں بار اس وقت آیا تھا جب اس نے رومیلہ کے بھائی کے نمبر پر بات کرنے کی کوشش کی یا بات کی تھی یہ محض اتفاق بھی ہو سکتا تھا مگر الیان تو پہلے ہی رومیلہ کی فیملی کی طرف سے مشکوک تھا۔

جب پہلی بار اسے اغوا کرنے والے نے فون کیا تھا تو الیان کو ایسا ہی لگا تھا کہ وہ رومیلہ کے گینگ کا کوئی شخص ہے جو اسے شادی پر مجبور کر رہا ہے۔

مگر ہوٹل کا نام جاننے کے بعد جب اس نے ساری تفصیلات حاصل کیں تو ایسے لگا کہ یہ تو کوئی شریف لوگ ہیں اور ان کی بیٹی کی شادی تو ہو ہی رہی ہے انہیں ایسی کوئی چال چلنے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔

لیکن اب ایکبار پھر اسے ان سب کے پیچھے رومیلہ اور اس کے گھر والوں کی سازش لگ رہی تھی۔

یہ سب جس کسی کی بھی کارستانی تھی اس کے پیش نظر تو فی الحال بریرہ اہم تھی اسی لیے شگفتہ غفار کو جب ہاسپٹل سے گھر لے کر گئے اور اس کے اغوا کے متعلق بتایا تو وہ پہلے تو ان لوگوں کے لیے کوسنوں اور بددعاؤں میں لگ گئیں مگر جلد ہی انہیں بھی احساس ہو گیا کہ یہ وقت ان حرکتوں کا نہیں ہے تب وہ بھی سنجیدگی سے ریاض غفار کی بات سننے لگیں جو بہت ہی مناسب الفاظ میں انہیں الیان کی شادی کے متعلق بتا رہے تھے۔

پہلے تو وہ شادی کا لفظ سنتے ہی پہلے سے اکھڑ گئیں لیکن اس بار ریاض غفار نے ان کی حالت اور حالات کی پروا

کیے بغیر انہیں اچھا خاصا ڈانٹ دیا تو انہیں مجبوراً "چپ ہونا پڑا مگر بھی وہ دبی دبی زبان سے کہتی رہیں۔
"میرے لیے تو دونوں اولادیں برابر ہیں میں ایک کی خاطر دوسرے کو کیسے برباد کردوں؟" تب آخر الیان کو بھی بولنا پڑا۔
ورنہ تو اب تک وہ ان کے ہر ردعمل کو بالکل فطری اور جائز سمجھتے ہوئے بڑے صبر سے برداشت کررہا تھا۔
"میں کوئی برباد و رباد نہیں ہو رہا ایک بار بریرہ اس کے چنگل سے نکل آئے میں فوراً" اس لڑکی سے چھٹکارا حاصل کرلوں گا۔" الیان نے جو بھی تفصیلات معلوم کی تھیں وہ سب ریاض غفار کے گوش گزار کردی تھیں وہ بھی اس کے ہم خیال تھے کہ یہ سب رومیلہ کے گھر والوں کا ہی کیا دھرا ہے۔
"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔" شگفتہ غفار تلخی سے بولیں۔
"جب وہ ہمیں اس شادی پر مجبور کرسکتے ہیں تو پھر اسے نبھانے پر بھی مجبور کرسکتے ہیں تم اسے کبھی نہیں چھوڑ سکو گے۔" شگفتہ غفار شکست خوردہ لہجے میں بولیں تو اپنی بے بسی کو محسوس کرتے ہوئے الیان کا خون کھول اٹھا۔
"ایسے کیسے مجبور کرسکتے ہیں آپ جانتی ہیں میں کتنا ضدی ہوں میں صرف بریرہ کو واپس لانے کے لیے یہ شادی کررہا ہوں ایک بار وہ آجائے پھر میں اس نام نہاد رشتے کو ایک پل میں ختم کردوں گا۔" الیان چبا کر بولا۔
"مت کرو اتنی بڑی بڑی باتیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا وہ لڑکی ساری زندگی اس گھر کی بہو کی حیثیت سے عیش کرے گی اور ہم سب تماشا دیکھیں گے۔" شگفتہ غفار کا غم کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔
بریرہ کی طرف سے جو فکر تھی سو تھی اس پر یہ عجیب و غریب مطالبہ انہیں سرتاپا سلگا گیا تھا اور ان کا یہ انداز الیان کی غیرت و خودداری پر تازیانے کی طرح لگ رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بریرہ کے دشمنوں کا ابھی اور اسی وقت گلا گھونٹ دے۔
"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے اس لڑکی کے گھر والوں سے بعد میں بھی نبٹا جاسکتا ہے بس دعا کرو کہ بریرہ خیریت کے ساتھ واپس آجائے۔
اگر یہ اغوا ان ہی لوگوں نے کیا ہے تب بھی ہمیں بہت سوچ سمجھ کر ان سے ملنا ہے ہمارے رویے کی ذرا سی بدصورتی بریرہ سمیت ہم سب کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔" ریاض غفار سنجیدگی سے بولے۔
شگفتہ غفار ان کی بات سن کر ایک بار پھر آنسو بہانے لگیں جبکہ الیان صرف ہونٹ چبا کر رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

آج شام رومیلہ کی شادی تھی اور سنبل اور ثمل ابھی تک یہ نہیں جان پائی تھیں کہ رومیلہ کی شادی ہو بھی رہی ہے یا نہیں۔
اور اگر ہو رہی ہے تو کس کے ساتھ ہو رہی ہے انہوں نے اب تک رومیلہ کو کچھ نہیں بتایا تھا حالانکہ انہیں موقع ملا تھا اس سے تنہائی میں بات کرنے کا وہ کوئی ہر وقت لوگوں کے جمگھٹے میں گھری نہیں ہوتی تھی مگر ایک دوبار جب بھی انہیں موقع ملا وہ ان دونوں کو بہت خوش اور کھلکھلاتی ہوئی لگی۔
اتنے دنوں سے وہ اپنی شادی کو لے کر فکرمند تھی اور وہ اسے کوئی تسلی نہیں دے پا رہی تھیں اب جبکہ وہ اس رشتے پر مطمئن ہوگئی تھی تو ان لوگوں کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی اس کے ارمانوں پر پانی پھیرنے کی۔
لیکن آخر کب تک رات کو اسے رخصت ہونا تھا وہ دونوں صبح گیارہ بجے اس کے گھر پہنچیں تو رومیلہ انہیں دیکھ کر بگڑ گئی۔

"یہ کوئی وقت ہے تم دونوں کے آنے کا۔ بالکل مہمانوں کی طرح شریک ہو رہی ہو تم دونوں میری شادی میں' دیکھ لینا اب میں بھی تم لوگوں کی شادی میں نہیں آؤں گی ویسے بھی کینیڈا سے آنا کون سا آسان ہو گا اب جاؤں گی تو جانے کب آسکوں گی جانے کب ملاقات ہو گی۔" رومیلہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

"تم کینیڈا نہیں جا رہیں اس لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" نمل نے بے ساختہ کہا تو سنبل چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب؟" رومیلہ نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا تو پل بھر کے لیے نمل خاموش سی ہو گئی جیسے اپنی ساری ہمتیں مجتمع کر رہی ہو۔

"تمہاری شادی گلفام سے نہیں ہو رہی۔" اس ایک جملے کو کہنے میں نمل کو اتنی دقت ہوئی تھی کہ اس میں رومیلہ کا چہرہ دیکھنے کی سکت ہی نہ رہی لیکن بغیر اس کی جانب دیکھے بھی وہ اس کے احساسات کو اچھی طرح سمجھ سکتی تھی۔

رومیلہ ٹھٹک کر کبھی اسے اور کبھی سنبل کو دیکھ رہی تھی سنبل بھی اس سے نظریں چرا رہی تھی اسے تو یہ شرمندگی بھی ہو رہی تھی کہ دو دن سے وہ سب کچھ جانتی تھیں پھر بھی انہوں نے اسے مطلع نہیں کیا۔

"کیا بات ہے آخر۔ مجھے تم دونوں بہت پریشان لگ رہی ہو کچھ ہوا ہے کیا۔" رومیلہ کے ازحد فکرمند لہجے پر نمل نے ایک گہرا سانس کھینچ کر اسے سب بتا دیا۔

رومیلہ فق چہرے کے ساتھ انہیں دیکھتی رہی جیسے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہو کہ وہ کیا کرے اس نے ان سے یہ تک نہیں کہا کہ تم نے مجھے فوراً کیوں نہیں بتا دیا وہ تو بالکل ششدر رہ گئی تھی آخر نمل خود ہی اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے بولی۔

"مجھے یہ سب پہلے ہی تمہیں بتا دینا چاہیے تھا مگر۔۔۔"

"کیوں تم کیوں بتاتیں؟ آخر تم کیا کیا کرو گی نمل؟ کیا سب کچھ کرنا تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔ اگر تم کینیڈا نہ گئی ہوتیں تو میں آج اس دھوکے باز فراڈیے کے ساتھ رخصت ہو کر چلی جاتی نہ جانے وہ مجھے وہاں لے جا کر میرے ساتھ کیا سلوک کرتا مجھ سے کون سے کام کراتا نمل اگر تم اتنا بڑا قدم نہ اٹھاتیں تو۔۔۔" رومیلہ لڑکھڑاتی آواز میں اپنے کندھوں پر رکھے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولی اور ایکدم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

انہیں تو ڈر تھا اسے اس شادی کے ٹوٹنے پر افسوس ہو گا گھر تک آئی بارات کے لوٹ جانے کا ملال ہو گا مگر اسے تو سکون کا احساس ہوا تھا۔

وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی گلہ شکوہ کرنے کی بجائے اس کا شکر ادا کر رہی تھی کچھ دیر تو ان تینوں کے بیچ ہی گفتگو ہوتی رہی آخر سنبل نے کہا۔

"اب بھی پتا نہیں ابرار بھائی نے کسے تلاش کر لیا ہے جانے وہ کیا کرنے والے ہیں مجھے تو ان سے کسی اچھے اقدام کی امید نہیں۔" سنبل کی بات پر رومیلہ کچھ دیر نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے اسے دیکھتی رہی پھر ایکدم فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"میں ابھی ابرار بھائی سے جا کر پوچھتی ہوں کہ وہ کون ہے اور کیا کرتا ہے اگر وہ مجھے تسلی بخش جواب نہ دے سکے تو میں شادی سے صاف انکار کر دوں گی۔" نمل کو اس کے جواب سے بڑی خوشی ہوئی تھی۔

"ہاں چلو ابھی چلتے ہیں۔" نمل فوراً بولی تو وہ تینوں ابرار بھائی کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

اتفاق سے وہ نہ صرف کمرے میں موجود تھے بلکہ اکیلے بیٹھے تھے بھابھی کو کمرے میں نہ پا کر رومیلہ نے فوراً

کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔

سنبل میں اس کے ساتھ اندر آنے کی ہمت نہیں تھی مگر نمل کو پتا تھا رومیلہ کہیں بھی کمزور پڑ سکتی ہے چنانچہ وہ اس کے ساتھ ہی کھڑی رہی۔

ابرار بھائی ان دونوں کو اس طرح اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر چونک گئے وہ ایک نظر رومیلہ کو دیکھ کر پھر نمل کو دیکھنے لگے جیسے وہ بغیر پوچھے ہی سب سمجھ گئے ہوں۔

"مجھے معاف کر دو میری بہن! میں دھوکا کھا گیا بہت غلط فیصلہ کر لیا میں نے میں بہت سخت شرمندہ ہوں۔" ان کے لہجے میں دکھ ہی دکھ اور پچھتاوا ہی پچھتاوا تھا۔

"جب گلفام سے میری شادی نہیں ہو رہی تو کس سے ہو رہی ہے؟" رومیلہ نے ان کے طویل مکالموں کے بعد سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"میرے ایک دوست سے ہو رہی ہے۔ بہت اچھا لڑکا ہے۔ الیان غفار نام ہے اس کا۔ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہ ہو تو نمل اپنے والد سے پوچھ لے وہ انہیں ضرور جانتے ہوں گے ریاض غفار کا بیٹا ہے وہ شہر کی جانی مانی ہستی ہے۔" ابرار بھائی اس کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

☆ ☆

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

ندوسیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی' جبکہ ندوسیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ ندوسیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ' سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم' ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے' اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

ندوسیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کرتا ہے۔

۲۲
بائیسویں قسط

"اگر اس شخص میں اتنی خوبیاں ہیں تو وہ اچانک مجھ سے ساتھ شادی کرنے کے لیے کیوں تیار ہو گیا۔"
رومیلہ کو ان کے جواب سے کوئی خاص تقویت نہیں ہوئی تھی۔
"کیونکہ وہ میرا دوست ہے۔ میں نے بتایا تو ہے تمہیں' جب اسے یہ پتا چلا کہ میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکا ہو گیا تو اس نے فوراً "تمہارے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔"
گلفام کی موجودگی میں بھی اگر اس کا رشتہ آتا تو میں گلفام پر اسے ہی ترجیح دیتا' بلکہ سچ تو یہ ہے کہ الیان سے بہتر لڑکا ملنا ناممکن ہے' عام حالات میں بھی اس کا پرپوزل ہر حال میں قبول کیا جاتا اور اس وقت گویا اس کا شادی کے لیے خود کو پیش کرنا ہماری کسی نیکی کا ہی اجر ہے۔" ابرار بھائی خوشی خوشی بتاتے رہے۔
اتنی پریشانی کے عالم میں بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے یا اس رشتے کو اپنی خوش نصیبی گرداننے کی بجائے اسے اپنی کسی نیکی کا بدلہ سمجھ لیا تھا۔
رومیلہ ان کی بات سن کر نمل کی طرف دیکھنے لگی جو چپ چاپ کسی سوچ میں ڈوبی لگ رہی تھی۔
اصل میں ابرار بھائی نے اپنی بات کے آغاز میں یہ کہہ کر۔
"نمل اپنے والد سے پوچھ لے۔" اپنی بات میں وزن پیدا کر لیا تھا۔
عظمت خلیل ایسے شخص تھے جو واقعی شہر کی جانی مانی ہستیوں کو اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ "حسینہ" کسی اچھے گھرانے سے تعلق رکھنے والا ہوگا۔ ورنہ عظمت خلیل کا حوالہ دے کر انہیں کسی ایسے معاملے میں گھسیٹنا کوئی مذاق نہیں تھا' وہ کسی کا بھی لحاظ کیے بغیر الیان غفار کے بارے میں اپنی لاعلمی کا صاف اظہار کر سکتے تھے۔
جبکہ ابرار بھائی کا خود اعتماد لہجہ ضمانت دے رہا تھا کہ اگر عظمت خلیل سے تصدیق کی گئی تو ان کی بات سچ ثابت ہوگی جھوٹ نہیں۔
پھر نمل کو اس بات کا بھی احساس تھا کہ اس طرح بارات کا لوٹ جانا رومیلہ کے لیے آئندہ زندگی میں کئی مسائل کھڑے کر دے گا' ایسے میں اگر اسے کوئی اچھا رشتہ مل رہا تھا تو سمجھ داری کا تقاضا یہی تھا کہ اس پر فوراً" ہاں کر دی جائے۔
آخر رومیلہ کو کسی نہ کسی سے تو شادی کرنی تھی' اس کی کون سی گلفام کے ساتھ کوئی جذباتی وابستگی تھی جو اس کے لیے فوری طور پر اس کی جگہ کسی اور کو دینا مشکل لگتا' اسی لیے وہ خاموش سی ہو گئی۔
پھر بھی اپنے اطمینان کے لیے انہوں نے عظمت خلیل سے بھی ایک دفعہ بات کر لینے کا فیصلہ کر لیا جس کے لیے نمل تو راضی نہیں ہوئی' البتہ سنبل نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔
اس نے اسی وقت عظمت خلیل کو فون ملایا اور رومیلہ کی شادی ٹوٹ جانے کی اطلاع دے دی' جسے سن کر کچھ لمحوں کے لیے عظمت خلیل کچھ کہنے سننے کے قابل نہ رہے۔
ایک طرح سے وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئے تھے' انہیں ابرار پر اس قدر غصہ آرہا تھا کہ جس کی کوئی حد نہیں تھی۔
اس کی غیر ذمہ داری سے کیے گئے فیصلے کی وجہ سے آج نمل ان کے سامنے سرخرو ہو گئی تھی' وہ نمل کو اس کے منہ پر تو کیا دل میں بھی سراہنے کو تیار نہیں تھے کہ محض اس کے کینیڈا جانے کی وجہ سے آج رومیلہ ایک بہت غلط آدمی کے ہتھے چڑھنے سے بچ گئی۔
ان کی انا پر کاری ضرب پڑی تھی' گلفام کی اصلیت جاننے سے۔
انہوں نے شکر ادا کیا تھا کہ نمل نے انہیں فون نہیں کیا' بلکہ سنبل نے اس کی جگہ بات کر لی۔ حالانکہ انہیں یقین تھا کہ نمل اگر بات کرتی بھی تو محض اپنے سوالوں کا جواب حاصل کر کے فون بند کر دیتی اور کسی قسم کا طنزیا

طعنہ انہیں ہرگز نہ دیتی۔
مگر پھر بھی ان کے دل کا چور نمل کا سامنا کرنے یا اس سے بات کرنے سے گھبرا رہا تھا۔
ایک طرح سے انہوں نے سنبل سے بھی زیادہ تفصیلی بات نہیں کی اور جلدی سے فون بند کر دیا۔ البتہ الیان غفار کے متعلق اس کے سارے سوالوں کا جواب مختصر مگر جامع دے دیا۔
ریاض غفار اپنے وسیع و عریض بزنس کی وجہ سے اونچے طبقے میں خاصے مقبول تھے' انہیں شہر کے تمام بڑے گھرانے اور اچھی حیثیت کے لوگ بخوبی جانتے تھے۔
چنانچہ عظمت خلیل نے الیان کے فیملی بیک گراؤنڈ اور حیثیت کے متعلق تسلی بخش جواب دے دیا اور ساتھ ہی سنبل کو تذبذب میں مبتلا بھی کر دیا یہ کہہ کر۔
"اتنے اچھے لڑکے کا اس طرح اچانک شادی کے لیے محض دوستی کی وجہ سے تیار ہو جانا بڑے تعجب کی بات ہے' مگر جو بھی ہو رومیلہ کے لیے وہ ہر طرح سے مناسب رہے گا' بلکہ یہ یقیناً "کسی نیکی کا نتیجہ ہے۔" عظمت خلیل نے مزید دو چار اسی قسم کے جملے بول کر فون بند کر دیا۔
ان کا بھی یہی خیال تھا کہ پریشانیوں کا ملنا انسان کے اعمال کا نتیجہ ہے اور دنیا بھر کے ننانوے لوگوں کی طرح پریشانیوں کا آنا کسی گناہ کی سزا نہیں' بلکہ اس وقت لوگوں کے سامنے ضبط و صبر کا ڈرامہ کرتے رہنے کے بعد دل ہی دل میں وہ بھی جانے کون سا گناہ سرزد ہو گیا کہ تکرار کرتے رہتے تھے اور یہ نہیں سوچتے تھے کہ جانے کون کون سے گناہ سرزد ہو گئے۔ جن کی سزا مل رہی ہے۔
عظمت خلیل سے بات کر کے وہ تینوں مطمئن تو نہیں ہوئی تھیں' البتہ خاموش ہو گئی تھیں۔ اگر اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی رومیلہ کو ایک اچھا رشتہ مل رہا تھا تو انہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا۔
رومیلہ بھی خود کو بس یہی تسلی دیے جا رہی تھی' ورنہ اس طرح اچانک کسی شخص کا محض اس کے بھائی کے دوست ہونے کی وجہ سے شادی پر رضامند ہو جانا رومیلہ کی عزت نفس کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھا۔ گویا کہ اب وہ اتنی ارزاں ہو گئی ہے کہ لوگ اسے احسان کے طور پر اپنا رہے ہیں نا کہ اپنی خوشی سے۔ پتا نہیں اس کے گھر والوں کا کیا رد عمل ہوگا۔ وہ شخص تو چلو دوستی کا پاس رکھ رہا تھا۔ حالانکہ ابرار بھائی کی کسی شخص سے اتنی گہری دوستی بھی ہے کہ ضرورت پڑنے پر وہ اس حد تک کام آسکتا ہے' اس کا اندازہ اسے ہرگز نہیں تھا' اس نے تو الیان نام کے کسی دوست کا ذکر تک بھی نہیں سنا تھا۔
لیکن یہ ایسی بات نہیں تھی جس پر غور کیا جاتا' ابرار بھائی گھر میں اس قدر لیے دیے رہتے تھے کہ ان کے دوستوں سے واقفیت نہ ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی۔
اس لیے وہ اگر اتنی مشکل گھڑی میں کام آرہا تھا تو ضرور وہ اتنا ہی پر خلوص دوست ہوگا۔
مگر اس کے گھر والے اس ایمرجنسی کی شادی پر کیسا محسوس کر رہے ہوں گے۔ آج کل تو کم حیثیت کے لوگ بھی اتنے دھوم دھڑکے سے شادیاں کرتے ہیں کہ ساری زندگی ان شادیوں پر لیے قرض ہی اتارتے رہتے ہیں تو پھر وہ لوگ جو ایسی دس شادیاں باآسانی منعقد کرا سکتے ہیں' ان لوگوں کے کیا کیا ارمان نہ ہوں گے اور ساری خواہشوں کے جنازے کے ساتھ لائی گئی بارات آئندہ اس کی زندگی میں کتنی آسودگی لا سکے گی' اس کا اندازہ ان لوگوں سے ملے بغیر نہیں ہو سکتا تھا' کیا پتا وہ لوگ ان ساری چیزوں اور خواہشوں سے ماورا محض انسانیت اور خلوص پر یقین رکھنے والوں میں سے ہوں۔
رومیلہ صرف سوچ سکتی تھی' کوئی حتمی رائے وہ ان سے ملے بغیر نہیں دے سکتی تھی اور ملنے میں بھی کون سا ٹائم باقی تھا' وہ سہرا تو ہو ہی گئی تھی' آج رات تک وہ تمام افراد اس کے روبرو ہوں گے اور وہ اتنی چہرہ شناس تو ضرور

تھی کہ ان کے تاثرات دیکھتے ہی جان جاتی کہ یہ سب اپنی خوشی سے آئے ہیں یا سارے بندے زبردستی کے لائے گئے ہیں۔

الیان کی طرف سے تو اسے امید تھی کہ وہ اپنے فیصلے میں خود مختار ہے تو اس پر کوئی دباؤ نہیں ہوگا، مگر زندگی صرف ایک شخص کے ساتھ نہیں گزارنی ہوتی، پتا نہیں اس کے گھر والوں کا رویہ کیسا ہوگا۔

رومیلہ جیسی خوددار لڑکی کے لیے تو شکن پیشانی پر پڑا ایک پل ہی برداشت کرنا بہت مشکل تھا، اسی لیے بظاہر سب کچھ معمول کے مطابق کرتے ہوئے بھی ایک عجیب سی بے چینی نے اس کا احاطہ کر رکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

بظاہر تو اس نے خود کو معمول کے مطابق ہی رکھا ہوا تھا۔ مگر ایک عجیب سی بے چینی کے ساتھ ساتھ انتہا کو پہنچی جھنجلاہٹ نے اسے پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، جس کی ذمہ دار صرف اور صرف شگفتہ غفار تھیں۔

اتنی پریشانیوں اور الجھنوں میں بھی جانے انہیں کون کون سے ارمان یاد آ رہے تھے جو انہوں نے الیان کی شادی میں پورے کرنے تھے۔

ایک طرف وہ اگر بریرہ کے لیے بری طرح فکرمند تھیں تو دوسری طرف الیان کے ساتھ ہوئی ناانصافی پر نالاں بھی تھیں، کتنی بار تو وہ ان لوگوں کی موجودگی میں ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھیں۔

ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان لوگوں کو لائن سے کھڑا کرکے گولی سے اڑا دیں جنہوں نے بیک وقت ان کی دونوں اولادوں کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔

الیان اور ریاض غفار بڑے تحمل سے ان کے پل میں تولہ اور پل میں ماشہ ہوتے رویے کو برداشت کر رہے تھے جو بے تحاشا رونے کے دوران ان لوگوں کو مسلسل کوسے جا رہی تھیں۔

بیچ بیچ میں انہیں دنیاداری کا خیال آجاتا تو الگ ہول اٹھنے لگتے۔

"تمہارے ماموں کو میں کیا کہوں گی، میں نے اس طرح اچانک الیان کی شادی کیوں کر دی اور کرنی ہی پڑ گئی تھی تو کسی کو بلایا کیوں نہیں۔ وہ سب گاؤں میں نہیں — شہر میں موجود ہیں، پھر آخر ایسا کیا ہو گیا۔" ان کے کوئی دسویں بار پوچھنے پر بھی الیان نے بڑے تحمل سے کہا۔

"آپ سارا الزام مجھ پر رکھ دیجیے گا اور کہہ دیجیے گا کہ مجھے خود کچھ پتا نہیں تھا۔" الیان کی بات پر وہ تنک کر بولیں۔

"وہ بھی میری ہی برائی ہے کہ اولاد کی تربیت میں نے ایسے کی ہے کہ وہ آج اپنی زندگی کے اہم فیصلوں میں بھی مجھے کوئی اہمیت نہیں دے رہی۔

اس کنذھو نے بھی تو بریرہ کی شادی میں تمہارے ولیمہ کے اعلان کی شرط رکھ دی، ورنہ تو ہم ابھی کسی سے ذکر ہی نہ کرتے۔" ان کی پریشانی میں ہر نئی سوچ کے ساتھ اضافہ ہو رہا تھا، ہر نیا خیال ان کے ذہن میں دس نئے سوال پیدا کر دیتا جو لوگ ان سے پوچھنے والے تھے اور جن میں سے ایک کا بھی تسلی بخش جواب شگفتہ غفار کے پاس نہیں تھا۔

اسی لیے وہ ان سوالوں کو الیان کے سامنے دوہرائے جا رہی تھیں کہ جیسے وہ ان کے مسئلے کو چٹکی بجاتے ہی حل کر دے گا۔

وہ یہ نہیں سوچ رہی تھیں کہ وہ خود ضبط کی کن منزلوں سے گزر رہا ہے، ایک طرف بہن کی زندگی اور عزت

...ے میں تھی تو دوسری طرف اپنا آپ اسے گروی رکھنا پڑ رہا تھا۔

پھر بھی وہ اپنی مضبوط قوت برداشت کے باعث اس کٹھن مرحلے میں بھی شگفتہ غفار کے احساسات کو سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آ رہا تھا، بلکہ صرف وہی نہیں ریاض غفار بھی ایک دم چپ سادھے شگفتہ غفار کی دیوانگی کو برداشت کر رہے تھے۔ ان کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی اور آنکھوں میں اٹھتے طوفان ان کی اندرونی کیفیت کو بخوبی ظاہر کر رہے تھے۔

ایسی ہی پریشانی اور تفکرات میں گھرے وہ تینوں پیلس ہوٹل پہنچ گئے۔

کنذھو نے انہیں تاکید کی تھی کہ انہیں اچھے حلیے میں ایسے ہی پہنچنا ہے جیسے بارات لے کر آ رہے ہوں اور لڑکی کے گھر میں اس کے والد اور بھائی کے علاوہ سب پر یہی ظاہر کرنا ہے کہ اس رومیلہ نامی لڑکی کے بھائی ابرار کا دوست ہے۔

اس نے انہیں حتی الامکان کم سے کم بولنے کی ہدایت دی تھی۔ کسی سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور بے تکلف ہونے کی تو بالکل کوئی کوشش ہی نہ کی جائے، خاص طور پر شگفتہ غفار اپنی زبان پر قابو رکھیں، ورنہ نتائج کے ذمہ دار لوگ خود ہوں گے۔

اسی لیے گاڑی سے اترتے ہی ریاض غفار نے شگفتہ غفار کو بڑی سختی سے یاددہانی کرا دی تھی کہ انہیں بالکل خاموش رہنا ہے، ان کی ایک غلطی بریرہ کے لیے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔

شگفتہ غفار لاکھ جذباتی سہی مگر یہ لمحہ ایسا تھا کہ ان کی زبان خود بخود تالو سے چپک گئی۔

ہوٹل کے شاندار Entrance پر وہ تینوں کچھ دیر ساکت کھڑے رہے جیسے سمجھ میں نہ آ رہا ہو اندر جا کر کیا کرنا ہے، پتا نہیں کون اور کیسے لوگوں سے ان کا سامنا ہونے والا تھا۔

آخر سب سے پہلے الیان نے ہی گہرا سانس کھینچتے ہوئے قدم اندر کی طرف بڑھائے تو ریاض غفار اور شگفتہ غفار کو بھی اس کی تقلید کرنی پڑی۔

ہوٹل میں داخل ہوتے ہی الیان کی نظر سامنے اسٹینڈ پر رکھے بورڈ پر پڑی اور اس کے قدم وہیں جم گئے، حالانکہ بورڈ بالکل عام سا تھا ہوٹل میں اگر کوئی شادی منعقد ہوتی ہے تو اس کی تفصیل Entrance پر ہی لکھ کر لگا دی جاتی ہے کہ فلاں کی شادی یا ولیمہ ہوٹل کی فلاں جگہ پر ہو رہی ہے، تاکہ آنے والے مہمانوں کو دقت نہ ہو۔

مگر الیان کے ٹھٹکنے کی وجہ بورڈ پر لکھا اس کا نام تھا جو کہ بڑی تفصیل سے ریاض غفار کے بیٹے الیان غفار کے طور پر لکھا ہوا تھا۔

الیان کچھ دیر تو اپنے نام کے ساتھ لکھے رومیلہ کے نام کو دیکھتا رہا، پھر سر جھٹکتا آگے بڑھ گیا۔

ہال روم کے دروازے پر پہنچتے ہی ایک شخص جو لوگوں کے استقبال کے لیے ہی کھڑا تھا اسے دیکھ کر چوکنا ہو گیا۔ اس نے اپنے پاس کھڑے ایک بوڑھے آدمی کے کان میں کچھ کہا تو وہ بھی چونک کر الیان کو دیکھنے لگا۔

بابا جانی کچھ لمحے تو ساکت کھڑے اپنی ہمت اکٹھا کرتے رہے، الیان اور اس کے والدین کے قریب جا کر ان سے بات کرنے کی، پھر آخر ابرار بھائی نے ہی انہیں ٹہوکا دیتے ہوئے کہا۔

"جائیں جا کر اسے اندر لے کر آئیں، اسے تھوڑی پتا ہے کہ یہ سب کون کر رہا ہے؟" ابرار بھائی بالکل اسی طرح اسی زبان سے بولے جس طرح تھوڑی دیر پہلے انہوں نے الیان کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اس کے متعلق بتایا تھا۔

بابا جانی نے ایک نظر ابرار بھائی کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ اگر اسے نہیں پتا کہ یہ سب کون کر رہا ہے تو تم خود اس کے استقبال کے لیے آگے کیوں نہیں بڑھ جاتے۔

مگر وہ یہ بات کہہ نہیں سکے "انہیں علم تھا ابرار بھائی دل میں چھپے چور کے سبب خود ہرگز منظر پر آنا نہیں چاہیں گے۔ بابا جانی تھکے تھکے قدموں سے آگے بڑھتے ہیں ان تینوں کے مقابل آکھڑے ہوئے۔

"تم الیان ہونا؟" الیان نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"میں روبیلہ کا والد ہوں۔" بابا جانی نے عجیب شرمندہ سے انداز میں کہا۔

"آپ؟" شگفتہ غفار بے ساختہ حیرت سے گویا ہوئیں' الیان تو پھر بھی ان کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم کرچکا تھا اور وہ سب ریاض غفار اور شگفتہ غفار کے گوش گزار بھی کرچکا تھا۔ مگر شگفتہ غفار کو اپنے سامنے ایک سلجھے ہوئے سادہ سے بزرگ کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔

وہ تو اپنے ذہن میں روبیلہ اور اس کے گھر والوں کا نہ جانے کیسا عجیب و غریب حلیہ بنا کر آئی تھیں' جبکہ یہ تو ایک پڑھی لکھی باوقار فیملی لگ رہی تھی۔

"جی میں۔ آپ۔ آپ کھڑے کیوں ہیں۔ آئیں اندر آئیں نا۔" بابا جانی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

ان کے کہنے پر الیان اور ریاض غفار نے تو فوراً "قدم آگے بڑھا دیے جبکہ شگفتہ غفار شش و پنج کے عالم میں انہیں دیکھنے لگیں۔

بے اختیار ان کا شدت سے دل چاہا تھا وہ ان سے پوچھیں کہ اس کنڈیھو نے آپ کو اس شادی کے لیے کیسے مجبور کیا۔ مگر وہ صرف دل مسوس کر رہ گئیں۔

اندر داخل ہونے پر انہیں احساس ہوا کہ یہاں تو واقعی شادی کا سماں بندھا ہوا ہے' روبیلہ کا پورا خاندان نا صرف موجود تھا' بلکہ ان کا حلیہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ سب بھی کسی گری پڑی فیملی سے تعلق نہیں رکھتے' سب بہت اچھے طریقے سے تیار ہو کر آئے تھے۔

ان کے مقابلے میں شگفتہ غفار کافی سادہ لگ رہی تھیں "انہوں نے آج جو کچھ بھی پہنا تھا بڑے بجھے دل کے ساتھ محض اس کنڈیھو کی دھمکی کی وجہ سے پہنا تھا' حالانکہ الیان نے خاص طور پر تاکید کی تھی اسے ڈر تھا کہیں ان کی تیاری کو ناپسند کرتے ہوئے بریرہ کو اغوا کرنے والا کوئی اعتراض نہ کردے۔

خود الیان نے بلیک تھری پیس سوٹ میں اپنی شان دار پرسنالٹی کے ساتھ پچ پچ کا دولہا لگ رہا تھا۔ اس پر اٹھنے والی ہر نظر پل بھر کے لیے اسی پر ٹھہر گئی تھی' یہاں تک کہ روبیلہ کی بھابی تو گنگ سی رہ گئی تھیں۔

روبیلہ کی شادی اتنے ہینڈسم لڑکے سے ہوتی دیکھ کر انہیں تو بڑی بوریت ہوئی تھی' وہ بے اختیار ابرار بھائی کے نزدیک جا کر برہمی سے بولیں۔

"ابرار یہ آپ کا کون سا دوست ہے' اس سے پہلے تو کبھی ان موصوف سے ملاقات نہیں ہوئی۔" وہ اتنی زور سے بولی تھیں کہ الیان بھی رک کر انہیں دیکھنے لگا۔

ابرار بھائی کو بھی ان کا اس طرح آکر بولنا سخت ناگوار گزرا تھا۔ وہ چاہ رہے تھے الیان پہلے اسٹیج پر جا کر بیٹھ جائے' پھر وہ بھابی کو ذرا سمجھاؤ سے اپنی پرانی دوستی کی کہانی سنا دیں گے۔

مگر الیان تو ابھی اسٹیج کی پہلی سیڑھی ہی چڑھا تھا کہ بھابی نے ابرار بھائی کو جالیا۔

ابرار بھائی بے اختیار الیان کو دیکھنے لگے۔ جو انہیں ایسے دیکھ رہا تھا جیسے جاننا چاہتا ہو کہ اب وہ کیا کہانی سناتے ہیں۔

"کیا ہوا' یہی ہے نا دولہا جسے آپ اور بابا جانی دروازے سے لیتے ہوئے آرہے ہیں۔ میں نے غلط اندازہ تو نہیں لگایا نا۔" بھابی باری باری ان دونوں کو دیکھ کر بولیں جو ایک دوسرے کو ہی دیکھ رہے تھے۔

"ہاں۔ ہاں۔ ہاں تمہارا اندازہ صحیح ہے' یہی ہے الیان۔" ابرار بھائی خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے بولے تو

الیان بری طرح چونک اٹھا۔

اس آواز کو پہچاننے میں وہ ہرگز غلطی نہیں کرسکتا تھا' جس آواز نے دو دنوں میں اس کی زندگی کا سکون و چین درہم برہم کردیا تھا "اس آواز کو وہ کیسے بھول سکتا تھا۔

"لیکن میں تو آپ کے سارے دوستوں کو جانتی ہوں "اسے تو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" بھابی اب بھی حیران تھیں۔

"ارے بھئی تم میرے سارے دوستوں کو کہاں جانتی ہو میرے تو ہزاروں دوست ہیں تم تو بس دو' چار سے ہی ملی ہو۔" ابرار بھائی خود پر جمی الیان کی نظروں سے گھبرا کر بری طرح چڑ کر بولے تو اتنے لوگوں کی موجودگی میں بھابی کو ان کا یہ لہجہ اپنی سبکی محسوس ہوا' وہ ابرار بھائی پر ایک کھولتی ہوئی نظر ڈال کر ناراضی کے طور پر پاؤں پٹختی وہاں سے چلی گئیں جبکہ ابرار بھائی کے تایا زاد بھائی ان کے قریب آکر پوچھنے لگے۔

"ابرار یہ سب کیا ہے تو گلفام نہیں ہے۔ باہر بورڈ پر گلفام کی بجائے الیان کا نام پڑھ کر میں سمجھا تھا شاید لکھنے میں کوئی غلطی ہوگئی ہے' مگر اب تو لگتا ہے جیسے معاملہ ہی کچھ اور ہے' اس دن واقعی گلفام کے خاندان میں کسی بزرگ کا انتقال ہوا تھا یا کوئی اور ہی بات تھی۔" ان کا لہجہ تفکر اور تجسس سے پر تھا۔

الیان بڑے غور سے ان کی بات سن رہا تھا' ریاض غفار اور شگفتہ غفار اسٹیج کے نزدیک اتنے لوگوں کو کھڑا دیکھ کر وہیں رک گئے تھے' چاروں طرف سے لوگوں کی نظریں ان تینوں پر جمی تھیں' وہ اس عجیب و غریب انداز سے ہوئی شادی پر پہلے ہی شرمندہ تھے "اب لوگوں کی ایکسرے لیتی نظریں انہیں اپنے آپ میں سمٹنے پر مجبور کررہی تھیں۔

اصل میں ابرار بھائی نے تو کسی کو کچھ بتایا نہیں تھا کہ شادی گلفام سے نہیں بلکہ کسی اور سے ہورہی ہے' لوگ تو آتے کے ساتھ ہی بورڈ پر لکھے نام کو دیکھ کر چونک اٹھے تھے' کچھ لوگ تو ایسے تھے جو ریاض غفار اور شگفتہ غفار کو بھی جانتے تھے "ان کے تو گویا پیٹ میں مروڑ اٹھنے لگے تھے کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے۔

دو دن پہلے جس طرح مہندی کا فنکشن انجام پایا تھا وہ پہلے ہی سب کو مشکوک کرگیا تھا "اب تو بورڈ پڑھ کر جو بھی اندر داخل ہو رہا تھا چہ مگوئیاں کرتی محفل کا حصہ بن رہا تھا اور اب الیان کو دیکھ کر گویا سب ہی اپنے اپنے ذوق و شوق کے مطابق کہانی تراشنے میں مصروف ہوگئے تھے۔

"آں میں۔ آپ کو بعد میں سب سمجھا دیتا ہوں۔" ابرار بھائی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اس صورت حال کو کیسے سنبھالیں۔

گلفام کو سبق سکھانے کے لیے انہوں نے جو قدم اٹھالیا تھا اس پر ثابت قدم تو انہیں رہنا ہی تھا۔ اخلاقی اور قانونی طور پر وہ ایک جرم کرچکے تھے۔ مگر ہر مجرم کی طرح وہ بھی یہی چاہتے تھے کہ ان کا جرم دنیا کی نظر سے چھپا رہے' ساتھ ہی ساتھ ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ اس قدر غیر فطری اور روایتی شادی بغیر کسی جگ ہنسائی کے خوش اسلوبی سے طے پا جائے اس لیے وہ فوری طور پر انہیں کوئی جواب نہ دے سکے' بلکہ انہیں نظر انداز کرتے الیان کے نزدیک چلے آئے۔

"ارے تم کھڑے کیوں ہو بیٹھو نا۔" ابرار بھائی نے بظاہر خود کو نارمل رکھتے ہوئے ایسے کہا جیسے وہ واقعی اسے برسوں سے جانتے ہوں اور اب ان کے بیچ سالے اور بہنوئی والی بے تکلفی بھی موجود ہو۔

الیان انہیں جواب دینے کی بجائے یک ٹک دیکھتا رہا' وہ اپنی جگہ سے بھی نہیں ہلا "ابرار بھائی اس کا انداز دیکھ کر ایک کے دل میں چور جو موجود تھا' وہ کچھ پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوئے۔

"بیٹھو نا الیان۔ تم تو اکیلے ہو' تمہارے خاندان والے یہاں موجود نہیں۔ لیکن ہمارے تو سارے رشتے دار

تمہاری ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہے ہیں ان کے شک و شبہات کو اور بڑھاؤ نہیں۔"

"کیا یہ بھی دھمکی ہے۔" الیان نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"کیا مطلب؟" ابرار بھائی حقیقتاً" سمجھ نہیں سکے۔

"بریرہ تمہارے پاس ہے نا۔" الیان نے سوال نہیں کیا تھا۔ اس کے لب و لہجہ میں سو فیصد یقین موجود تھا' اتنا اعتماد کہ ابرار بھائی بوکھلا کر بغلیں جھانکنے لگے۔

"ت۔ تم میں۔ میں سمجھا نہیں۔ تم۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔" وہ کوئی پیشہ ور مجرم نہیں تھے۔ بزنس کی دنیا میں ہیر پھیر کرنا اور بات ہے اور کسی کی بہن کو اغوا لینا اور کہانی ہے۔ ان سے تو گویا اپنی گھبراہٹ چھپانا مشکل ہو گیا تھا اور پھر ان کے سامنے الیان کھڑا تھا جو ان کے تاثرات دیکھ کر ایک ہی پل میں شک سے یقین کی منزل تک پہنچ گیا۔

"میں نے کہا تھا نا میں تمہیں بہت آسانی سے ٹریس کر سکتا ہوں۔" ابرار بھائی کو یہ اندازہ ضرور تھا کہ ہو سکتا ہے ایک نہ ایک دن الیان یا اس کے گھر والے یہ جان جائیں کہ بریرہ کے اغوا کے پیچھے اس کا ہاتھ ہے' مگر الیان اتنی جلدی اس راز کو پالے گا' یہ امید انہیں بالکل نہیں تھی' ورنہ وہ اس طرح منظر عام پر آتے ہی نہیں اور الیان سے ملے بغیر ہی رومیلہ کو اس کے ساتھ رخصت کر دیتے۔

انہیں تو اب خیال آیا تھا کہ انہیں فورا" الیان کے سامنے آنا ہی نہیں چاہیے تھا' یہ فنکشن ان کے بغیر بھی انجام پا سکتا تھا' بلکہ زیادہ اچھا ہی تھا جو وہ یہاں نہ آتے' انہیں خاندان والوں کا سامنا بھی نہ کرنا پڑتا' الیان سے وہ بعد میں بھی تنہائی میں مل لیتے' تب وہ اسے کسی بھی طرح ٹال سکتے تھے اور اگر نہ بھی ٹال پاتے تو کم از کم بھرے مجمع میں تماشا تو نہ بنتا۔

ابرار بھائی بالکل سن کھڑے تھے' وہ تو سوچ رہے تھے یہاں ان کی موجودگی زیادہ ضروری ہے' کیونکہ اگر یہاں کوئی گڑبڑ ہوئی یا الیان اور اس کے والدین نے اس کے خاندان والوں کے سامنے کسی قسم کی مجبوری یا اپنی بہن کے اغوا کا رونا رویا تو وہ صورت حال کو سنبھال لیں گے' ورنہ بابا جانی سے ایسی توقع رکھنا بے کار تھا۔ ان سے تو کوئی بعید نہیں تھی کہ وہ گھبرا کر کچھ الٹا سیدھا بول دیں۔ وہ خود یہاں موجود رہیں گے تو الیان کے گھر والوں کو صحیح طریقے سے قابو رکھ سکیں گے۔

مگر اب الیان کے اچانک پوچھنے پر ان کے تو حواس گم ہو گئے' الیان بغور ان کی پل پل بدلتی شکل کو دیکھتا رہا۔

الیان کی خاموشی نے جیسے انہیں سنبھلنے اور سوچنے کا موقع دے دیا۔ بالکل اچانک انہیں خیال آیا کہ بریرہ تو ابھی بھی ان کے قبضے میں ہے' اگر الیان یہ جان بھی گیا کہ یہ سب انہوں نے کیا ہے' تب بھی ان کا بگاڑ ہی کیا سکتا ہے' وہ اسے اس کی بہن کی عزت کی خاطر زبان بند رکھنے اور ان کی بہن کو اپنانے پر با آسانی مجبور کر سکتے ہیں۔

اس خیال کے آتے ہی ان کا مجروح ہوتا اعتماد پھر بحال ہو گیا اور وہ خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے انجان بن کر کہنے لگے۔

"لگتا ہے تمہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے الیان۔ تم کسی اور کے دھوکے میں مجھ سے بات کر رہے ہو' ورنہ ہم دونوں کے بیچ تو سرے سے کبھی کوئی بات ہی نہیں ہوئی جو کہ مجھے ٹریس کرنے کی دھمکیاں دینا۔" انہوں نے لفظ دھمکیاں کو کھینچ کر ادا کیا تا کہ الیان' جو اچانک اپنے مجرم کو سامنے دیکھ کے یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ اس کا بال تک بیکا نہیں کر سکتا' دوبارہ اس حقیقت کو تسلیم کر لے۔

اور واقعی الیان کچھ ٹھٹک سا گیا' ابرار کا لب و لہجہ سن کر وہ کوئی بے وقوف نہیں تھا جو اس کی تنبیہہ کرتی آنکھوں کا مطلب نہ سمجھ پاتا۔

غصے کی ایک شدید لہر الیان کو اپنے پورے وجود میں اٹھتی محسوس ہوئی' دل تو چاہ رہا تھا آگے بڑھ کر ابھی اس مخنص کا گلا دبا دے' مگر ریہ کا معصوم چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا تو الیان صرف خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ دوسری طرف الیان کی آنکھوں میں اپنے لیے شدید ترین نفرت امڈتی دیکھ کر پل بھر کے لیے ہی سہی ابرار کی آنکھوں کے سامنے بھی رومیلہ کا چہرہ ابھر آیا۔

صرف ایک پل کے لیے اس کے ضمیر نے پوچھا تھا۔

"کل کو الیان کا رویہ رومیلہ کے ساتھ کیسا ہو گا؟" مگر اگلے ہی پل ابرار نے یہ سوچتے ہوئے ضمیر کو خاموش کرا دیا۔

"رومیلہ بہت اچھی لڑکی ہے الیان کچھ ناراض رہنے کے بعد ٹھیک ہو جائے گا۔" اس سوچ نے ابرار کو ایک عجب سا سکون عطا کیا تھا' جس کے بعد اس کے سامنے صرف ایک ہی سوال رہ گیا کہ یہ سب جان کر بھلا گلفام کے کیا تاثرات ہوں گے۔

انہوں نے اتنی مغزماری گلفام کو نیچا دکھانے کے لیے کی تھی۔ چنانچہ وہ شکست کے بعد کے اس کے جھنجلائے ہوئے تاثرات اور رویہ دیکھنے کے لیے بری طرح بے چین تھے' جو کہ فی الوقت ممکن نہیں تھا تو بھی تصور کی آنکھ سے انہوں نے اس کی فرضی شکل دیکھتے ہوئے خود کو اتنا مسرور کر لیا کہ رومیلہ کی فکر کہیں کسی پس منظر میں چلی گئی' جس کے بعد انہوں نے رخصتی تک پورا فنکشن بڑے اعتماد کے ساتھ نہایت بے فکری سے اٹینڈ کیا' البتہ اس بات کا دھیان ضرور رکھا کہ الیان اور اس کے والدین کے پاس ان کے خاندان والے زیادہ نہ بھٹکیں' مبادا انہیں گلفام کے متعلق کچھ پتا چل جائے یا ان کے خاندان والوں کو الیان کے رویے سے کسی گڑبڑ کا احساس ہو جائے اور یہ اندازہ ہو جائے کہ انہیں زبردستی اس شادی کے لیے راضی کیا گیا ہے۔

یہ تو انہیں یقین تھا کہ الیان اور اس کے والدین اپنی بچی کو بدنامی سے بچانے کے لیے اس کے اغوا ہو جانے کے متعلق کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے' مگر ان کی بے زاری بھی ظاہر نہیں ہونی چاہیے' اس مقصد کے پیش نظر انہوں نے بابا جانی کو الیان کے ساتھ لگا دیا تھا یہ اور بات تھی کہ بابا جانی الیان کے ساتھ آ کر گم صم بیٹھ گئے تھے' مگر مارے شرمندگی کے انہوں نے ایک بار بھی سر اٹھا کر —— اس کی جانب دیکھنے یا اسے مخاطب کرنے کی جسارت نہیں کی تھی۔

حالانکہ انہیں یہ پتا بھی نہیں تھا کہ الیان ان کے بیٹے کی کرتوت کے بارے میں سب جان گیا ہے۔ ان کی شرمندہ ہونے کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ خود تو سب جانتے ہیں۔

الیان کی والدہ کو خاندان والوں اور مہمانوں سے زیادہ بات چیت کرنے سے روکنے کے لیے ابرار بھائی نے بھابھی کو ان پر نظر رکھنے کے لیے کہہ دیا تھا۔

انہوں نے بھابھی سے کہا تھا کہ الیان تو ان کی دوستی میں یہ قدم اٹھا رہا ہے' مگر اس کی والدہ اس افراتفری کی شادی پر زیادہ خوش نہیں ہیں' اس لیے کوشش کرنا کہ مہمان خواتین شگفتہ غفار سے زیادہ بے تکلف نہ ہو سکیں' ورنہ خوامخواہ وہ اپنے دل کا غبار مہمانوں کے سامنے نکال دیں گی۔

بھابھی کے لیے کسی پر نظر رکھنا یا کسی کو زبردستی ایک ہی جگہ پر بیٹھا رہنے پر مجبور کرتے ہوئے دوسرے سے کلام کرنے کا موقع نہ دینا کوئی مشکل کام نہیں تھا' بلکہ یہ سب ان کے پسندیدہ شغل تھے' چنانچہ یہ ذمہ داری انہوں نے خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے بڑی خوش اسلوبی سے نبھا دی۔

جبکہ وہ خود ریاض غفار کے ارد گرد منڈلاتے رہے' تاکہ کوئی ان سے کسی قسم کے سوال جواب نہ کر سکے۔

یہ اور بات تھی کہ اس کام میں انہیں زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی' ریاض غفار اتنے افسردہ تھے کہ اگر کسی نے

انہیں مخاطب بھی کیا تو انہوں نے یا تو جواب نہیں دیا یا چند الفاظ ادا کر کے مختصر ترین جواب پر مقابل کو لاجواب کر کے پلٹنے پر مجبور کر دیا۔

☆ ☆ ☆

نمل اور سنبل بھی دیگر رشتے داروں کی طرح وقت مقررہ پر شادی میں شرکت کرنے ہوٹل پہنچ گئیں' عظمت خلیل ہمیشہ کی طرح مصروف تھے۔ لہٰذا وہ دونوں رشیدہ کے ساتھ ان کا انتظار کیے بغیر ہی نکل گئی تھیں۔

رومیلہ نے سنبل کے والدین کو بھی مدعو کیا تھا اور وہ اپنی بیٹی کی بہترین دوست کی شادی میں شرکت کرنے آئے تھے' لیکن کیونکہ وہ تمام صورت حال سے واقف نہیں تھے' اس لیے ایک میز پر چند اپنے ہی جیسے کپلز کے ساتھ بیٹھ گئے تھے جو رومیلہ کے دور کے رشتے دار تھے اور جو ان ہی کی طرح ہر بات سے انجان تھے۔

رشیدہ بھی ان ہی کے ساتھ بیٹھ گئی تھیں' وہ رومیلہ کے مستقبل کی طرف سے فکر مند ضرور تھیں' مگر انہیں خوامخواہ کی کرید کی عادت نہیں تھی' جب سے نمل نے انہیں بتایا تھا کہ رومیلہ کی شادی اب ابرار کے ایک دوست کے ساتھ ہو رہی ہے وہ اسے رومیلہ کا نصیب گردانتے ہوئے اس کی خوش حال زندگی کے لیے دعا گو ہو گئی تھیں۔

البتہ نمل اور سنبل اس طرح ایک کونا سنبھال کر نہیں بیٹھ سکتی تھیں' انہوں نے جب الیان کو آتا دیکھا تو وہ تیزی سے اس کارپٹ کے کنارے پر آ کھڑی ہوئیں' جو شاندار دروازے سے شروع ہو کر اسٹیج کی سیڑھیوں تک بچھا ہوا تھا۔

وہ دونوں چپ چاپ کھڑی الیان اور اس کے والدین کو آتا دیکھتی رہیں۔

الیان پر نظر پڑتے ہی ان کی پریشانی میں خاطر خواہ کمی ہوئی تھی' البتہ اس کے ساتھ صرف دو افراد کو دیکھ کر وہ دونوں کچھ چپ سی ہو گئی تھیں۔

لیکن جب الیان ان کے پاس سے گزرتا اسٹیج پر چلا گیا تب نمل نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"یہ تو اس گلفام سے بھی زیادہ گڈ لکنگ ہے' جس سے میں کینیڈا میں ملی تھی۔" سنبل بے ساختہ نمل کو دیکھنے لگی۔

اس نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ نمل اپنی اور اس کی طبیعت پر چھایا بوجھل پن کم کرنے کے لیے ایسا کہہ رہی ہے' ورنہ اس طرح بارات کے نام پر تین لوگوں کو دیکھ کر ان دونوں کو ہی فکر ہو گئی تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔" نمل خود پر اٹھیں سنبل کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

"بالکل! تم سچ کہہ رہی ہو گی' مجھے تمہاری بات پر بغیر دیکھے یقین ہوتا ہے اور یہاں تو اتنا ڈیشنگ بندہ آنکھوں کے سامنے موجود ہے کہ یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ ہی نہیں رہتی۔ میں تو بس یہ سوچ رہی تھی کہ یہ تینوں کس قدر سنجیدہ لگ رہے ہیں۔

ٹھیک ہے یہ سب ایمرجنسی میں ہو رہا ہے' مگر ان کے چہروں سے تو ایسے لگ رہا ہے جیسے یہ یہاں زبردستی لائے گئے ہوں۔" سنبل نے الیان کی والدہ کو بغور دیکھتے ہوئے دبی زبان سے کہا تو فوری طور پر نمل کچھ بول نہ سکی' کیونکہ وہ خود بھی یہی سوچ رہی تھی' لیکن سنبل کے سامنے اس نے اپنے اندازے ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا کہ سنبل جو پہلے ہی اتنی فکر مند ہے نمل کو بھی شکوک و شبہات میں مبتلا دیکھ کر مزید پریشان ہو جائے گی۔

"ہو سکتا ہے وہ اس طرح جلد بازی میں کی گئی شادی کے خلاف ہوں' آج کل تو اوسط درجے کے لوگ بھی شادیوں میں لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں' یہ تو پھر اتنے امیر کبیر ہیں' یہ چاہ رہے ہوں گے کہ شادی آج ہی کرنے

کی بجائے خوب دھوم دھام سے کی جائے' مگر ابرار بھائی بضد ہوں کہ اسی دن بارات لانی ہے تب ہی یہ اپنے رشتے داروں کے بغیر اکیلے ہی آ گئے۔" نمل کی بات غلط نہیں تھی' یہ اور بات تھی کہ جو نقطہ اس نے اٹھایا تھا اس کے ٹھیک ہونے پر وہ خود بھی بہت زیادہ پرامید نہیں تھی۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" سنبل نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے گویا بحث کو سمیٹا اور اس سے پہلے کہ نمل کچھ کہتی دروازے سے داخل ہونے والے شخص پر نظر پڑتے ہی نمل چونک اٹھی۔

خرم اپنے تمام دوستوں کے ساتھ شان دار انٹرنس سے اندر داخل ہو رہا تھا۔

ان کی کلاس کی چند لڑکیاں جنہیں رومیلہ نے خود مدعو کیا تھا' خرم اور اس کے دوستوں کے ساتھ ایسے خوشی خوشی آ رہی تھیں جیسے خرم کے ساتھ اس تقریب میں شرکت کرنا بڑے اعزاز کی بات ہو۔

نمل کی طرح خرم کی بھی سب سے پہلے نمل پر ہی نظر پڑی' اسے اس طرح استقبال کے لیے کھڑا دیکھ کر خرم کے چہرے پر بڑی دلکش مسکراہٹ نمودار ہو گئی' وہ شاہانہ چال چلتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور بڑے ہی جان دار انداز میں اسے سلام کیا' جیسے وہ اسے دیکھ کر چونک اٹھے گی۔ نمل تو پہلے ہی اسے دیکھ رہی تھی' البتہ سنبل واقعی اچھل پڑی۔

"آ۔۔۔ آپ؟ آپ کو کس نے بلایا۔" سنبل بے تحاشا حیرانی کے عالم میں بے ساختہ بولی تو خرم نے اس سے بھی زیادہ حیران ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کمال کرتی ہیں سالی صاحبہ آپ بھی۔ اول تو مجھے بلاوے کی ضرورت نہیں۔ اتنی قریبی رشتے داری میں یہ کارڈ وغیرہ دینے کی فارملیٹی بالکل غیر ضروری ہوتی ہے' پھر بھی جہاں تک سوال مجھے بلانے کا ہے تو آف کورس مجھے رومیلہ کے علاوہ اور کون انوائیٹ کر سکتا ہے۔" خرم نے اپنے مخصوص تپانے والے انداز میں کہا' نمل تو سر سے پیر تک جل کر خاک ہو گئی' اس کے قریبی رشتے داری کہنے پر' مگر وہ اتنے سارے لوگوں کے ساتھ آیا تھا کہ نمل کوئی جرح کر کے اسے اپنے پیچھے نہیں لگانا چاہتی تھی' تب ہی اسے نظر انداز کر کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

جہاں سے نا صرف یونیورسٹی کے تمام لوگ اندر داخل ہو رہے تھے' بلکہ ہوٹل میں آنے جانے والے لوگ بھی گزرتے ہوئے نظر آ رہے تھے' کیونکہ سامنے ایک بڑا سا ڈائننگ ہال تھا' جس کے ارد گرد بڑی سی گلاس وال بنی ہوئی تھی' شیشے کی اس دیوار کے پار اندر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا' مختلف ٹیبلز پر بیٹھے مختلف افراد انواع و اقسام کے کھانوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

نمل ایسے انہیں دیکھنے لگی جیسے اس سے زیادہ اسے اور کسی چیز میں دلچسپی نہ ہو' تب تک ان کی کلاس کی لڑکیاں بھی۔۔۔ نمل اور سنبل کے نزدیک چلی آئیں اور انہیں مبارک باد دینے لگیں۔

"مجھے تو اپنا آنا ممکن ہی نہیں لگ رہا تھا' میرا بھائی اس وقت گھر پر نہیں تھا' میں نے تو سوچ لیا تھا اب تو میں نہیں جا سکتی بھلا مجھے کون ڈراپ کرے گا۔

مگر خرم کے فون نے پورا پروگرام سیٹ کر دیا' جب اس نے کہا میں تمہیں اور تمہاری تمام دوستوں کو پک کر لیتا ہوں' تب میں نے جلدی جلدی یہ سوٹ نکال کر استری کیا۔" ان کی کلاس کی ایک لڑکی جس کا نام آسیہ تھا خرم کو تشکر بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہتی رہی۔

نمل کا تو دل چاہا تڑخ کر کہہ دے کہ "اگر اتنے مسئلے تھے تو مت آتیں بھلا یہاں کون تمہارے انتظار میں سوکھ رہا تھا۔"

مگر وہ اتنے لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے ضبط کر گئی' سنبل تو حیران پریشان کھڑی انہیں سن رہی تھی' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا خرم اس طرح منہ اٹھا کر ان کے فنکشن میں کیوں آ گیا' وہ بھی اپنے فضول دوستوں کو لے کر۔

حالانکہ وہ سب بڑے اہتمام سے تیار ہو کر آئے تھے۔ ان کی کلاس کی لڑکیاں تو چلو واقعی مدعو تھیں اس لیے ہاتھ میں گفٹ کا ڈبا بھی پکڑے ہوئے تھیں' مگر خرم اور اس کے دوست بھی ایسے آئے تھے جیسے کسی عزیز کی شادی میں شرکت کرنے آئے ہوں۔

خرم تو بلیک پینٹ شرٹ پر بلیک ہی کوٹ پہنے صرف کریم کلر کی ٹائی کے ساتھ دولہا یا دلہن میں سے کسی کا بھائی ہی لگ رہا تھا' اس پر اس کا شوخ اور خود اعتمادی سے بھرپور انداز جیسے سب سے زیادہ اسی کو اس شادی کی خوشی ہو۔

اس کے دوست ہارون اور ملور بھی بڑے ٹک سک سے تیار ہو کر آئے تھے۔ مگر خاموشی سے ان سب سے پیچھے کھڑے تھے' البتہ حمید اور روکی پوری طرح سے ان دونوں کی طرف متوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر پرجوش ہو رہے تھے جیسے اچانک پیچ کرانسوں نے کوئی بہت بڑا تہوار دیا ہو۔

نمل اور سنبل دونوں ہی اس پریشان صورت حال میں مزید کسی محاذ پر لڑنے کے لیے ذہنی طور پر بالکل تیار نہیں تھیں' بلکہ وہ تو اپنی کلاس کی لڑکیوں کے سوالوں کا بھی صحیح طرح سے جواب نہیں دے پا رہی تھیں جو اسٹیج پر بیٹھے ایان کو دیکھ کر خاصی متاثر ہو گئی تھیں۔

"واؤ یار رومیلہ کا دولہا تو بہت ہینڈسم ہے۔"

"ہاں رومیلہ کو لا کر بٹھائیں گے تو پتا چلے گا۔ جوڑی کیسی لگ رہی ہے۔"

"نمل کیا ان دونوں کی لو میرج ہے؟" اگر یہ شادی عام طریقے سے ہو رہی ہوتی تو شاید نمل ان سوالوں اور جملوں کا حصہ بن بھی جاتی' خرم کی موجودگی کو نظر انداز کر کے' مگر اس وقت تو اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔

خرم کو اس کی اس خاموشی میں مزا نہیں آ رہا تھا۔ تب ہی اس نے ایک ایسا تیر چھوڑا کہ نمل بولنے پر مجبور ہو جائے۔

"میرا نہیں خیال کہ رومیلہ لو میرج کر سکتی ہے' یہ کام تو میرے اور نمل کے ہی بس کا تھا۔" اس کا وار خالی نہیں گیا تھا' نمل تڑخ کر بولی۔

"ہماری ابھی شادی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ہم کوئی لو میرج کر رہے ہیں اور تمہیں اور تمہارے دوستوں کو شرم آنی چاہیے رومیلہ کے انوائیٹ کیے بغیر بھوکے ننگے لوگوں کی طرح مانگے کے کپڑے پہن کر شادی کا کھانا کھانے آ گئے ہو۔" نمل کے اسے اس طرح ذلیل کرنے پر سنبل نے ہراساں ہو کر نمل کو اور پھر خرم کو دیکھا تھا۔

پہلے ہی یہ شادی نازک حالات میں ہو رہی تھی۔ اس میں اگر ان دونوں نے بھی کوئی تماشا کھڑا کر دیا تو کیا ہو گا' مگر اس وقت صرف سنبل کو ہی نہیں نمل سمیت تمام لوگوں کو شدید حیرت ہوئی' جب خرم اس کی بات پر چیخ پڑنے کی بجائے قہقہہ مار کر ہنس پڑا اور دل کھول کر ہنسنے کے بعد ان لڑکیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"یار یہ بہت اناپرست ہے۔ سب کے سامنے میری محبت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی ایگو ہرٹ ہوتی ہے' ورنہ تم لوگوں کو نہیں معلوم ہم دونوں کی پہلی ملاقات کسی قدر ڈرامائی انداز میں ہوئی تھی' بلکہ اسی ہوٹل میں ہی تو ہوئی تھی۔" خرم کے اچانک کہنے پر وہ سب چونک کر ان دونوں کو دیکھنے لگیں۔

"کیا مطلب؟ کیا تم دونوں یونیورسٹی میں آنے سے پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہو۔" آسیہ کی حیرت دیدنی تھی۔

"آف کورس۔ یقین نہیں آتا تو سنبل اور رومیلہ سے بھی پوچھ سکتی ہو' یہ دونوں اور میرے سارے دوست بھی اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں' یہ جو سامنے ڈائننگ ہال نظر آ رہا ہے' یہیں تو ہم سب لنچ کرنے آئے تھے۔ یہیں ہم دونوں کا پہلی بار ٹکراؤ ہوا تھا۔" خرم کے کہنے کی دیر تھی کہ حمید نے وہ قصہ دس اضافی جھوٹ کے ساتھ [illegible] لے لے کر سنانا شروع کر دیا۔

ان تمام لڑکیوں کو تو بہت ہی مزا آرہا تھا۔ وہ یہ بھول ہی گئی تھیں کہ وہ ابھی تک داخلی دروازے کے پاس ہی کھڑی ہیں اصل میں انہیں اندر آکر کرنا بھی کیا تھا۔ وہ وہاں صرف رومیلہ کو جانتی تھیں جو ابھی تک اسٹیج پر آئی نہیں تھی۔

اس کے برعکس یہاں وہ خرم کے ساتھ کھڑی تھیں جس کے ساتھ بات کرنا ہی ان جیسی لڑکیوں کے لیے کسی قارون کا خزانہ ہاتھ لگ جانے کے مترادف تھا۔ اس پر ایسی دلچسپ کہانی سننا جس میں سامعین کے لیے اتنا مرچ مسالا ڈال دیا تھا کہ منہ جلنے کی بجائے ہنسی کے فوارے پھوٹنے لگے تھے۔

البتہ نمل کا غصہ لحہ بہ لحہ بڑھتا جارہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ حمید کو تھپڑ مار کر چپ کرادے یا خود ہی یہاں سے چلی جائے۔ مگر وہ خود پر جبر کیے محض اس لیے کھڑی رہی کہ اس کے سچ اور جھوٹ کی پول کھول سکے مگر اس نے جتنی بار بھی زبان کھولنے کی کوشش کی حمید اور روکی تو کیا ان لڑکیوں نے بھی اسے خاموش کرادیا۔ ان کے تو ہنس ہنس کر آنسو نکلنے شروع ہوگئے تھے۔

"خرم کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟ تم نے تو کبھی بتایا ہی نہیں۔" آسیہ ہنسی سے بے حال ہوتے ہوئے ایسے بے تکلفی سے بولی جیسے اس سے برسوں کی دوستی ہو۔ حالانکہ خرم نے ان سب کو کبھی گھاس نہیں ڈالی تھی۔ آج بھی وہ انہیں محض اپنے مطلب سے یہاں لے کر آیا تھا۔

وہ کوئی شادی میں کھانا کھانے نہیں آیا تھا جو چپکے سے گھس آتا۔ اسے تو نمل کے روبرو آکر کم از کم ایک گھنٹہ تو اسے پکانا تھا جو اسی وقت ممکن تھا جب اس کے ساتھ یونیورسٹی کے دوسرے اسٹوڈنٹس بھی موجود ہوں یعنی کہ نمل کی اپنی کلاس فیلوز۔ ورنہ تو نمل اس کی بات سنے بغیر ہی اسٹیج پر رومیلہ کے پاس یا کسی بزرگ خواتین کے جمگھٹے میں جاکر بیٹھ جاتی اور خرم کا یہاں تک آنا رائیگاں چلا جاتا۔

جب سے اس نے سنا تھا کہ وہ سمیر کے ساتھ کینٹین میں بیٹھی تھی تب سے خرم پر اس کی اس حرکت کا جواب دینے کی دھن سوار تھی۔ وہ اتنا بے وقوف نہیں تھا جو نمل کے اس اقدام کے پیچھے پوشیدہ سبب کو نہ سمجھتا۔

نمل اس قسم کی لڑکی نہیں تھی جو یونیورسٹی جاکر بلاوجہ لڑکوں سے بے تکلف ہوجاتی۔ اس نے اگر پہلی بار اس طرح کی کوئی حرکت کی تھی تو ضرور اس کے پیچھے صرف اور صرف خرم کو جلانا مقصود ہوگا۔

پہلے تو خرم نے حمید کی بات پر یقین ہی نہیں کیا۔ مگر جب نادر نے بھی آکر یہی بات کہی۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ اس نے خود انہیں کینٹین کی طرف ساتھ جاتے دیکھا ہے۔ تب خرم اسے جھٹلا نہ سکا۔ نمل کے بارے میں ایسی بات سن کر فوری طور پر اسے اچھا خاصا شاک لگا تھا۔ مگر جیسے جیسے وہ اس شاک سے باہر آیا اس کا خون ابلنے لگا۔

گویا نمل اب اس سے بدلہ لینے کے لیے اس کے دشمن سے دوستی کرے گی۔ وہ بھی سمیر جیسے گھٹیا شخص سے۔

خرم کا دل چاہا پہلے تو جاکر سمیر کا ہی دماغ ٹھکانے لگادے۔ مگر وہ سمیر سے اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جب اپنا ہی سکہ کھوٹا ہو تو دوسرے کو کیا مورد الزام ٹھہراتا۔ اس وقت سمیر کے منہ لگانا اپنی ہی بے عزتی کرانا تھا۔ بلکہ خرم تو چاہ رہا تھا جب تک وہ نمل کی اس انتہائی کارروائی کا سدباب نہیں کرلیتا اس کا اور سمیر کا سامنا ہی نہ ہو۔ ورنہ خواہ مخواہ ہی سمیر کو اسے طعنے مارنے کا موقع مل جائے گا۔ دوسری طرف اس کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ ابھی اور اسی وقت نمل سے اپنی منگنی توڑ ڈالے تاکہ اس کے کسی بھی فعل سے خرم کی عزت نفس کو کوئی دھچکا نہ لگے۔ مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

یہی تو نمل چاہتی تھی۔ ایسا کرکے تو وہ نمل کو خوش کردے گا۔ اسے تو نمل کو اور جلانا اور تڑپانا چاہیے نہ کہ اسے اس کے مقصد میں کامیاب کردے۔

بس یہی سب سوچتے ہوئے اس نے بالکل اچانک رومیلہ کی شادی میں جانے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ کوئی بھی ایسا

موقع کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جس میں وہ نمل کو زچ کرسکے۔ چنانچہ اس وقت نمل کے چہرے پر پھیلی کوفت اور بیزاری دیکھ کر اس کی ہستی کا غرور بحال ہونے لگا تھا۔ اور اس میں بہت ہاتھ اس کے ساتھ آئی لڑکیوں کا تھا۔ اگر وہ حمید کے سنائے ان کی پہلی ملاقات کے قصے پر حیرت و خوشی کا اظہار نہ کررہی ہوتیں تو نمل کے چہرے کے یہ تاثرات دیکھنے کو بھی نہ ملتے۔

آف وائٹ کلر کی خوب گھیردار فراک اور چوڑی دار میں اس کی گلابی رنگت بالکل سرخ ہوچکی تھی کیونکہ وہ لڑکیاں باتیں ہی ایسی کررہی تھیں۔

"کمال ہے خرم! کس قدر مہارت سے تم نے پیسے نکالے کہ نمل کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔"

"لیکن نمل تم خرم کے ساتھ شادی کے لیے کیسے تیار ہوگئیں۔" ایک لڑکی نے حیرانی سے پوچھا تو آسیہ فوراً" ٹنک کر بولی۔

"نمل کو تو تیار ہونا ہی تھا۔ یہ اکڑنا اور نخرے دکھانا اپنی ویلیو بڑھانے کی حد تک تو ٹھیک ہے۔ ورنہ خرم کو بھلا کوئی لڑکی کیسے انکار کرسکتی ہے۔" آسیہ کا لہجہ اور اس کی بات نمل کو سخت ناگوار گزری تھی۔ وہ سارا لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے سختی سے بولی۔

"ایکسکیوز می۔ میں ان میں سے نہیں ہوں جو بلاوجہ کی اکڑ اور نخرے دکھاتی ہیں۔ ہاں البتہ کسی کی شکل پر فدا ہوکر یا اس کی دولت سے متاثر ہوکر ایک انجان نامحرم کے آگے پیچھے پھرنے کو اگر تم سادہ لوحی کہتی ہو تو میں لعنت بھیجتی ہوں ایسی سادگی اور ایسی لڑکیوں پر جو اپنی انا اور عزت نفس کی دھجیاں اڑا کر لڑکوں کے قدموں میں بکھر جاتی ہیں۔" نمل انگارے چبا رہی تھی۔ اس کی زبان سے نکلے شعلوں نے مشکل کو چھوڑ کر وہاں کھڑی ساری لڑکیوں کو بھسم کردیا تھا۔ البتہ خرم اور اس کے دوست اس صورت حال سے اچھی طرح لطف اندوز ہورہے تھے۔ خرم کو تو دلی مسرت حاصل ہورہی تھی انہیں اپنی ذات کی وجہ سے تکرار کرتا دیکھ کر۔ تب ہی خرم نے آسیہ کو پکارتے ہوئے کہا جو نمل کو کوئی بہت ہی سخت بات کہنے والی تھی۔

"کم آن آسیہ! تم بھی ناحد کرتی ہو۔ ایک لڑکی کے سامنے تم اس کے منگیتر کی تعریف کررہی ہو۔ جبکہ اسی کے ساتھ اس قدر تیار ہوکر شادی اٹینڈ کرنے آئی ہو۔ پھر اس کی جلی کٹی سننے کے لیے تو تمہیں تیار رہنا چاہیے نا۔ اب اتنا تو حق بنتا ہے نا نمل کا کہ وہ خود کو ان سیکیور (غیر محفوظ) فیل کرے۔

دیکھو نا جس کے منگیتر پر ہر لڑکی فدا ہو اور جو کسی بھی لڑکی کے ساتھ آسانی سے فلرٹ کرسکتا ہو۔ اس لڑکی کے لیے اپنے منگیتر کو اتنی ساری لڑکیوں کے ساتھ آتا دیکھ کر انہیں برداشت کرنا ہے تو مشکل کام۔

یہ جو نمل کہہ رہی ہے ہم بغیر انویٹیشن کے آگئے یہ سب اسی کا توری ایکشن ہے۔" خرم اپنی مخصوص دل جلانے والی مسکراہٹ چہرے پر سجائے آگ پر تیل چھڑکتے ہوئے پتنگ اس طرح ناک کرشانے لگا رہا تھا کہ نمل بلبلا اٹھے اور واقعی نمل نے خود پر بڑی مشکل سے ضبط کر رکھا تھا۔ پھر بھی جب وہ بولی تو اتنی برداشت کے باوجود اس کے لہجہ میں تلوار کی دھار سے بھی زیادہ کاٹ تھی۔

"تم اپنے آپ کو بہت بڑا ہیرو سمجھتے ہو نا تمہارے خیال سے تم کسی بھی لڑکی کو بڑی آسانی سے امپریس کرسکتے ہو۔"

"میں سمجھتا نہیں ہوں میں جانتا ہوں۔" خرم نے بھرپور اعتماد کے ساتھ کہا تو نمل براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے چیلنجنگ انداز میں پوچھنے لگی۔

"اچھا میں آزما کر دیکھ سکتی ہوں۔" خرم اس کی بات کا پس منظر تو نہیں سمجھا لیکن اگر وہ کسی کام کے لیے چیلنج کررہی تھی تو بھلا خرم حسن کیسے پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ وہ ہنوز اپنے سابقہ خود اعتماد لہجے میں بولا۔

"بالکل! جیسے چاہو آزمالو۔" سب لوگوں کو سانپ سونگھ گیا' سنبل سمیت وہ سب ان دونوں کو بے یقینی سے دیکھ رہے تھے' جب نمل نے انگلی اٹھا کر ہال روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہاں' جو پنک کلر کے کپڑوں میں لڑکی بیٹھی ہے کیا اس کا موبائل نمبر لا کر دکھا سکتے ہو۔" سنبل کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں' نمل کے اس قدر غیر مناسب مطالبے پر۔

ان سب نے ایک ساتھ گردن گھما کر نمل کی انگلی کے تعاقب میں دیکھا تو وہاں واقعی گلابی کپڑوں میں ملبوس ایک بلا کی حسین لڑکی تن تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔

خرم کی سمجھ میں نہ آیا' وہ اسے کیا جواب دے' تب ہی نمل دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے ایسے بولی جیسے دریا دلی کی حد کردی ہو۔

"بڑا مشکل کام ہے' نا! اتنے کم وقت کے اندر کسی لڑکی کا یوں کسی کو اپنا موبائل نمبر اٹھا کر دے دینا' بالکل ناممکن سی بات ہے۔

مگر جس شخص کو لیڈی کلر کہا جاتا ہو اس کے لیے تو اتنا مشکل نہیں' اگر وہ آدھے گھنٹے میں ایک لڑکی کا نمبر نہیں لاسکتا تو اس میں اور عام لڑکوں میں فرق ہی ـــ کیا رہ گیا۔" نمل کا لہجہ طنز سے بھرپور تھا۔

وہ سب اب ہال روم کی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی لڑکی کی بجائے تجسس بھری نظروں سے خرم کو دیکھ رہے تھے' جبکہ خرم بڑی سنجیدگی سے نمل کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ جو خرم کو اتنے سارے لوگوں کے بیچ کشمکش میں ڈال کر خوشی سے چمکنے کے ساتھ ساتھ بے پناہ سکون محسوس کرتے ہوئے خمار آلود ہوگئی تھیں۔

"نمل یہ ٹھیک نہیں ہے' آدھا گھنٹہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔" خرم کو خاموش دیکھ کر آسیہ نے فوراً اس کی حمایت کی۔

"ٹھیک ہے تو میں ٹائم بڑھا کر ایک گھنٹہ کردیتی ہوں' ورنہ میں نے تو آدھا گھنٹہ تمہاری ہی بات سن کر کہہ دیا تھا کہ بھلا خرم کو کوئی لڑکی کیسے انکار کرسکتی ہے۔" نمل نے بظاہر معصومیت سے کہتے ہوئے کندھے اچکائے۔

"اس انکار میں اور اس انکار میں بہت فرق ہے' کسی راہ چلتی لڑکی سے اس کا نمبر حاصل کرنا کوئی مذاق نہیں ہے یار۔ آدھا گھنٹہ تو کیا ایک گھنٹہ بھی اس کام کے لیے بہت کم ہیں۔" ان کی کلاس کی ایک اور لڑکی کو بھی اس زیادتی پر احتجاج ہوا تھا' البتہ خرم کے دوست بالکل خاموش تھے۔

حمید اور روکی تو اپنی فطرت کے مطابق اس انتظار میں تھے کہ خرم یہ چیلنج قبول کرلے' وہ اس لڑکی سے نمبر مانگنے جائے اور وہ لڑکی ٹکا سا جواب دے کر خرم کو سب کے سامنے بے عزت کردے۔

جبکہ نادر اور ہارون غیر جانبدار بنے کھڑے تھے' ایسے جیسے دیکھیں یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

"تو ٹھیک ہے' میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا کہ پتا چلے خرم کتنے پانی میں ہے' لیکن اگر خرم کو یہ کام اپنے بس کا نہیں لگتا تو اس کے ساتھ کوئی زور زبردستی تو ہے نہیں' وہ منع کردے۔" نمل اب بھی پرسکون لہجے میں بظاہر خوش دلی سے بولی۔

سنبل بھی اب حیران ہونا چھوڑ کر دلچسپی سے خرم کی شکل دیکھنے لگی' جو بالکل جامد نظروں سے نمل کو دیکھ رہا تھا' پھر آخر وہ کچھ ٹھہرے ہوئے انداز میں بڑے ہی عجیب لہجے کے ساتھ بولا۔

"اگر میں آدھے گھنٹے میں اس کا نمبر لاکر دکھا دوں تو؟"

"تو؟" نمل نے اس کے لہجے اور سوال کو نہ سمجھتے ہوئے سوالیہ انداز میں دہرایا۔

"بھئی اگر تم شرط لگا رہی ہو تو یہ تو بتاؤ کہ شرط جیتنے کی صورت میں مجھے ملے گا کیا؟" خرم اب بھی بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

نمل نے ایک نظر ان سب کو دیکھا جو سانس روکے ان دونوں کے رویوں اور جملوں کا مشاہدہ کر رہے تھے' پھر بھنویں اچکاتے ہوئے بولی۔

"جو تم شرط ہارنے کی صورت میں دے سکتے ہو وہی تمہیں شرط جیتنے کی صورت میں مل جائے گا۔"

"میں تو کچھ بھی دینے اور کرنے کے لیے تیار ہوں۔

In the other words (دوسرے لفظوں میں) تم جو کہو گی میں کروں گا۔" خرم کے سنجیدہ لہجے میں بلا کا استحکام تھا' اپنی بات ختم کرکے وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا تو نمل اس کی بات سمجھتے ہوئے ہچکچائے بغیر رکے اس کی طرح مضبوط لہجے میں بولی۔

"ٹھیک ہے' اگر یہ بات ہے تو میں بھی جو تم کہو گے کروں گی۔" سنبل نے غیر محسوس انداز میں بڑی آہستگی سے نمل کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔ مگر نمل نے بھی غیر محسوس انداز میں اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

سنبل گردن گھما کر پریشان نظروں سے اپنے برابر میں کھڑی نمل کو دیکھنے لگی جسے اپنی بات کی گہرائی کا اندازہ نہیں تھا اور شاید اب اندازہ کرلینے کا فائدہ بھی نہیں تھا کیونکہ اتنے سارے لوگوں کے بیچ میں جو بات نمل کہہ چکی تھی وہ اس سے پھر نہیں ـــ سکتی تھی۔

اس کی بات پر خرم توجوں کا توں کھڑا رہا' البتہ باقی لوگوں کا ردِ عمل خاصا حیران کن تھا' لڑکیاں بڑی تجسس بھری نظروں سے کبھی نمل کو تو کبھی خرم کو دیکھ رہی تھیں۔

جبکہ حمید اور روکی تمسخر بھری نظروں سے خرم کو دیکھ رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں۔

"اب آیا نا اونٹ پہاڑ کے نیچے' بڑے آئے تھیں کے ہیرو صاحب تیار ہو کر آگئے شادی اٹینڈ کرنے' بہت اچھا کیا جو نمل نے اتنے لوگوں کے بیچ یہ چیلنج کردیا' اب اسے ان سب کے سامنے ہارنے کی شرمندگی سے گزرنا پڑے گا اور اس کے بعد نمل بھی جرمانے کے طور پر نہ جانے کیا مانگ لے' انہیں نمل سے کسی قسم کی بھلائی کی امید تو ویسے بھی نہیں تھی' ان کی شدید خواہش تھی کہ نمل جیتنے کے بعد خرم کو اگلے دن بھری یونیورسٹی میں سب کے سامنے مرغا بننے کو کہہ دے۔

ہارون اور نادر نے صرف ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا تھا' جیسے خرم کے اس چیلنج کو قبول کرتا دیکھ کر اس کی نادانی پر تھوڑی سی کوفت ہوئی ہو۔

البتہ سب سے بری حالت سنبل کی تھی' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ نمل کو ایک طرف لے جاکر اس کی اس حرکت پر اسے جھاڑ کر رکھ دے' مگر وہ مصلحتاً خاموش رہی' یہ اور بات تھی کہ اس کے چہرے پر بے چینی واضح تھی۔

خرم' نمل کی بات سن کر کچھ دیر اسے دیکھتا رہا' پھر اپنے سابقہ سنجیدہ لہجے سے ہٹتے ہوئے ایک دم ہلکے پھلکے انداز میں کہنے لگا۔

"گڈ' ویری گڈ' اب اپنی بات سے مکرنا نہیں۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن یاد رکھنا تمہارے پاس صرف ایک گھنٹے کا ٹائم ہے۔" نمل نے یاد دہانی کراتے ہوئے کہا تو ایک پل کے لیے خرم کے دل میں آیا کہہ دے۔

"مجھے ایک گھنٹے کی ضرورت نہیں' آدھا گھنٹہ ہی بہت ہے۔"

مگر اس کی اس خواہش کو دماغ نے بروقت دبا دیا' ایک بالکل انجان لڑکی ہے' جاکر اس کا موبائل نمبر مانگنا کوئی مذاق نہیں تھا' اس کام کے لیے ایک گھنٹہ بھی کم تھا۔

اسے لڑکی سے جھاڑ سننے کی تو کوئی خاص فکر نہیں تھی' البتہ وہ نمل سے ہار کسی صورت برداشت نہیں کرسکتا

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی' جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ' سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم' ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے' اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔

۲۳

تیئسویں قسط

رومیلہ کے حنا سے سجے ہاتھوں میں اگر چوڑیوں کے ساتھ گھڑی ہوتی تو وہ اب تک دس بار دیکھ چکی ہوتی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وقت بڑی سست روی سے گزر رہا ہے یا اس کو گاڑی میں بٹھا کر لانے والے گھر پہنچنے کے بعد اسے اتارنا ہی بھول گئے ہیں۔

اس کے اردگرد بالکل جامد سناٹا چھایا تھا کہ اسے اپنے دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

آخر جب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو اس نے اپنا جھکا سر اوپر کرتے ہوئے گود تک آتی چادر کا کنارا ذرا سا اونچا کیا اور گاڑی کے شیشوں سے دور تک پھیلے سناٹے کو دیکھ کر گویا اپنی چادر کو پورا ہی الٹ دیا۔

یہ یقین ہوتے ہی کہ وہ مکمل طور پر تنہا ہے اس نے آرام دہ حالت میں اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے پشت کو پوری طرح سے گاڑی کی سیٹ سے لگالیا۔

گردن کو دائیں بائیں موڑتے ہوئے اور کندھوں کو اوپر سے نیچے کی طرف گھماتے ہوئے اس نے گھنٹوں سے ایک ہی انداز میں بیٹھے ہونے کے باعث اپنے اکڑے ہوئے پٹھوں کو خاصا سکون پہنچایا تھا۔ مگر اس دوران جیسے جیسے وہ اپنے اردگرد سے آشنا ہو رہی تھی ویسے اس کا ذہنی سکون ہوا ہوتا جا رہا تھا۔

وہ ایک بہت ہی خوب صورت بنگلے کے سامنے بنے پورچ میں کھڑی گاڑی میں بیٹھی تھی۔

پورچ کی تمام اور بنگلے کی بیشتر لائٹیں جلی ہوئی تھیں جس کی روشنی میں بخوبی ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کے آس پاس تو کیا دور دور تک کوئی آدم زاد موجود نہیں ہے۔

جب سے اس کی شادی طے ہوئی تھی تب سے اس کے ساتھ عجیب و غریب صورت حال درپیش رہی تھی جو کچھ بھی ہو رہا ہے بڑے ہی غیر مطمئن انداز میں اور بالکل اچانک ہو رہا تھا۔

لیکن آج تو جیسے پانی سر سے اوپر ہو گیا تھا بھلا ایسا بھی کہیں ہوتا ہے کہ دلہن کو گھر لانے کے بعد اسے اندر کمرے تک لے جانے کی بجائے باہر گاڑی میں ہی اکیلا چھوڑ دیا جائے۔

اسے اپنی سخت بے عزتی محسوس ہو رہی تھی اس کے اندازے کے مطابق اسے یہاں انتظار کرتے ہوئے آدھا گھنٹہ یا پچیس منٹ تو ہو ہی گئے تھے۔ وہ ان سب کی اس درجہ بدتمیزی اور بداخلاقی پر پیچ و تاب کھاتی ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتی گاڑی سے اتر آئی اور اپنے پیچھے جب اس نے پوری قوت سے دروازہ بند کیا تو اس دروازے سے بھی زیادہ زوردار آواز سن کر بری طرح ڈر گئی۔

"کون...؟ کون ہے بے؟" آواز بہت بھاری اور مردانہ تھی رومیلہ نے گھبرا کر آواز کی سمت دیکھا۔

گیٹ کے پاس ایک چھوٹا سا کمرہ بنا تھا جہاں چوکیدار بیٹھا تھا گیٹ اور کمرہ اس سے خاصے فاصلے پر تھا اسی لیے چوکیدار کو کمرے سے نکل کر گاڑی تک آنے میں تھوڑا سا ٹائم لگا تھا۔

لمبا چوڑا' بڑی بڑی خطرناک مونچھوں والا چوکیدار کمر پر بڑی سی گن لٹکائے رومیلہ کے سامنے آکھڑا ہوا اور خونخوار نظروں سے اسے گھورنے لگا۔

"کون ہو تم اور اندر کیسے آئیں؟" اس کی نظروں میں رومیلہ کے لیے اتنے شک و شبہات تھے کہ رومیلہ خوامخواہ مجرمانہ کیفیت کا شکار ہوتے ہوئے ہکلانے لگی۔

"م... م... میں۔" رومیلہ سے ابھی بولا بھی نہیں گیا تھا کہ اس نے کندھے پر رکھی گن رومیلہ کے سامنے کرتے ہوئے بڑے جارحانہ انداز میں کہا۔

"سیدھی طرح بتا اس گاڑی میں چھپی کیا کر رہی تھی ورنہ..." جس طرح اس نے ورنہ کے آگے جملہ ادھورا چھوڑا تھا اس پر رومیلہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے وہ ایک دم ہراساں ہو کر بولی۔

"میں... میں... میں چھپی ہوئی نہیں تھی... میں 'میں تو ان کے ساتھ آئی ہوں۔" اس نے گھر کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے جلدی جلدی کہا۔

"کن کے ساتھ؟" وہ ابھی بھی غرا کر بولا۔

"یہ... یہ جو اس گھر میں رہتے ہیں۔" رومیلہ کو محض چند دفعہ کا سنا نام بالکل یاد ہی نہیں آرہا تھا جس پر وہ خود گواہوں کی موجودگی میں تین بار قبول ہے کہہ چکی تھی۔

"کون رہتا ہے اس گھر میں؟" وہ دھاڑا تو رومیلہ بری طرح روہانسی ہو گئی اور کچھ بول ہی نہ سکی۔

"نام معلوم نہیں ہے اور پھر بھی بولتی ہے ساتھ آئی ہے' ارے وہ تو کب کے اندر جا چکے تو کیا تب سے گاڑی میں بیٹھی روٹیاں پکا رہی تھی۔" چوکیدار نے گن کی نوک اس کے کندھے میں پیوست کرتے ہوئے اسے پیچھے کی طرف دھکا دیا تو وہ دو چار قدم لڑکھڑا گئی جس کے باعث چوڑیوں کی کھنک سے بے اختیار جلترنگ سا بج اٹھا۔

اس نے ایک بڑی سی چادر اوڑھ رکھی تھی اس لیے اس کا دلہن والا روپ چوکیدار نہیں دیکھ سکا تھا مگر اس کا چہرہ کھلا تھا جس پر فل میک اپ کے ساتھ ٹیکا اور نتھ اسے دلہن کی طرح بہت زیادہ تیار لڑکی ثابت کر رہے تھے۔

آدھی رات کو سجے سنورے روپ کے ساتھ وہ کسی کے گھر میں چوری چھپے گھس آئی تھی یہ سب دیکھتے ہوئے چوکیدار کا رویہ اس کے ساتھ بالکل مناسب اور حق بجانب تھا۔

مگر رومیلہ کے لیے اس صورت حال کو برداشت کرنا بڑا ذلت آمیز تھا چوکیدار کے اس بری طرح جھڑکنے اور دھتکارنے پر رومیلہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے بمشکل خود کو بکھرنے سے بچاتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ... آپ گھر میں سے کسی کو بلوا کر پوچھ لیں۔ میں ان لوگوں کے ساتھ آئی ہوں وہ لوگ خود مجھے لے کر آئے ہیں۔ میں... میں الیان کی بیوی ہوں۔" جیسے کوئی بجلی چمکتی ہے ویسے ہی رومیلہ کو بالکل اچانک الیان کا نام یاد آگیا تو وہ تیزی سے کہہ گئی۔

البتہ کہنے کے بعد اس کے اپنے احساسات عجیب سے ہو گئے اپنے لیے بیوی کا لفظ استعمال کرنا اسے بڑا مصنوعی سا لگا تھا جیسے اس نے اپنی جان چھڑانے کے لیے جھوٹ بول دیا ہو۔

اس کے ساتھ ساتھ مقابل کے تاثرات بھی کچھ اس کے جیسے ہی تھے اس نے بڑے بگڑے ہوئے انداز میں اس کے الفاظ دہرائے تھے۔

"الیان صاحب کی بیوی۔" اس کا لب و لہجہ رومیلہ کو شرمندہ کر گیا بھلا بیوی بھی ایسی ہوتی ہے کیا جسے رخصت کے بعد گھر میں لے جانے کی بجائے گاڑی میں ہی چھوڑ دیا جائے۔

اس سے پہلے کہ چوکیدار مزید کچھ کہہ کر اس کی خجالت میں اضافہ کرتا رومیلہ بڑی انکساری کے ساتھ جلدی سے بولی۔

"میرا... میرا یقین کرو۔ چاہو تو گھر میں سے کسی کو بلا کر تصدیق کر لو۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی آج ہی میری الیان کے ساتھ شادی ہوئی ہے۔" رومیلہ کی بھرائی ہوئی آواز میں آنسوؤں کی نمی صاف محسوس کی جا سکتی تھی پھر بھی چوکیدار کا دل ذرا نہیں پسیجا البتہ وہ سوچ میں ضرور پڑ گیا۔

اس نے خود اسے الیان کے گاڑی سے اترتے دیکھا تھا اس کا حلیہ بھی اس کے نئی نویلی دلہن ہونے کا پتا دے رہا تھا کہیں وہ واقعی سچ ہی نہ کہہ رہی ہو۔ یا اگر جھوٹ بھی بول رہی تھی تو بھی جس طرح وہ گھر میں گھس آئی تھی وہ سب اسے مالکوں کو بتانا تو ضروری تھا تاکہ وہ بتا سکیں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

وہ کچھ لمحے اسے مشکوک نظروں سے گھورتا رہا پھر اپنے مخصوص غرائے ہوئے لہجے میں دھمکی دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"خبردار جو کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی چل گیٹ کی طرف چل" چوکیدار کے کمرے میں انٹر کام لگا تھا وہ اسے کمرے کے باہر کھڑا کر کے اندر الیان یا کسی اور سے بات کرنا چاہتا تھا اسی لیے گن کو ہلاتے ہوئے اسے چلنے کا اشارہ کرنے لگا۔

لیکن رومیلہ اس کے اشارے پر سمجھی کہ وہ اسے گیٹ سے باہر نکالنے کے لیے لے جانا چاہتا ہے تو بے ساختہ اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"میرا یقین کرو میں جھوٹ نہیں بول رہی۔" وہ مزید اس کے سامنے گڑگڑانے لگی مگر آواز ساتھ چھوڑ گئی تو اسے خاموش ہونا پڑا۔

چوکیدار کو بے وقت کی راگنی سخت ناگوار گزری تو ڈپٹ کر بولا۔

"اوئے خاموش ہو جاؤ۔ جو بولا ہے وہ کرو۔" رومیلہ اس کی دھاڑ پر خوفزدہ ہو کر بغیر سوچے سمجھے آگے بڑھ گئی۔

اس نے قدم گیٹ کی جانب بڑھاتے ہوئے ایک بار پھر اسے یقین دلانا چاہا مگر گلے میں آنسوؤں کا گولا سا بندھا تھا وہ کچھ کہہ ہی نہ سکی لیکن جب چوکیدار نے گیٹ کھولنے کی بجائے اپنے کمرے میں قدم رکھا تو جیسے رومیلہ کی جان ہی نکل گئی۔

اک پل میں اس نے جانے کیا کچھ سوچ لیا خوف کی ایک سنسناتی شدید لہر اس کی ایڑھی سے لے کر سر کے بالوں تک میں دوڑ گئی۔

اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے دانت پر دانت جما کر پوری قوت سے چلانا چاہا تھا کہ چوکیدار کو انٹر کام اٹھا کر بٹن دباتا دیکھ کر اس کے تنے ہوئے اعصاب یکدم ڈھیلے پڑ گئے اسے لگا ایک ہی پل میں اس نے طویل مسافت طے کر لی ہو موت اور زندگی کا عمل کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے اس سے صرف وہی واقف ہوتا ہے۔ جو اس سے گزرا ہو مگر رومیلہ کو لگا تھا وہ اس تجربے سے آج ہی گزری ہے جیسے مرنے کے بعد اسے دوبارہ اٹھایا گیا ہو۔

اس نے بے اختیار آنکھیں بند کرتے ہوئے گہرا سانس کھینچا مگر یہ سکون اس خیال کے آتے ہی دوبارہ درہم برہم ہو گیا کہ جانے چوکیدار کے تصدیق کرنے پر وہ لوگ اندر سے کیا جواب دیں گے۔

ان کے سابقہ رویے کو دھیان میں رکھتے ہوئے رومیلہ کو ان سے کوئی خاص اچھی امید نہیں تھی کیا عجب اگر وہ اسے باہر ہی بھول کر سونے بھی لیٹ گئے ہوں۔

چوکیدار ریسیور کان سے لگائے کسی کے انٹر کام اٹھانے کا انتظار کر رہا تھا اور رومیلہ جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جیسے اس کے تاثرات سے ـــــ دوسری طرف سے دینے والے جواب کا اندازہ لگانا چاہ رہی ہو ساتھ ہی اس کے ذہن میں ایک سوال بڑی شدت سے ابھر رہا تھا۔

"اگر انہیں یہی رویہ روا رکھنا تھا تو ان لوگوں کو اسے بہو بنا کر گھر لانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

✡ ✡ ✡

الیان کے دل و دماغ میں ایک طوفان برپا تھا اسے لگ رہا تھا غم و غصے سے اس کے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی اپنے مجرم کو پہچان لینے کے باوجود وہ آگے بڑھ کر اس کا گریبان نہیں پکڑ سکتا تھا۔

اس کی چھوٹی بہن، اس کے گھر کی عزت، اس کے والدین کی آنکھوں کا تارہ اور ان سب کے دل کا قرار اس ذلیل اور خبیث انسان کے چنگل میں پھنسی ہوئی تھی جانے اس شخص نے بریرہ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو گا اور سلوک کی بات تو بعد کی تھی وہ اگر اسے فائیو اسٹار ہوٹل میں بھی رکھ لیتا تب بھی وہ جس ذہنی اذیت اور جذباتی دباؤ سے گزر رہی تھی یا اس کے گھر والے جس طرح پل پل پل صراط سے گزر رہے تھے اس کے سامنے ابرار کا ہر رویہ

رہا تھا۔

اور اتنی تکلیف دینے والا شخص اس کے سامنے کھڑا تھا اور الیان چپ چاپ نا صرف وہاں سے واپس آگیا بلکہ اس کی بہن کو اپنی بیوی بنا کر بھی لے آیا۔

اپنی بے بسی پر اسے خود اپنے آپ سے نفرت ہو رہی تھی دل تو چاہ رہا تھا بھری محفل میں ابرار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اس کا خود پر سے ضبط ختم ہونے لگا تو اس نے جلدی مچا کر فوراً "رخصتی" عمل میں لائی اور آندھی طوفان کی طرح گاڑی چلاتا گھر آگیا۔

گاڑی کو پورچ میں روکتے ہی وہ اپنی جانب کا دروازہ کھول کر اتر گیا۔ ریاض غفار اور شگفتہ غفار نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا اور پھر چادر میں پوشیدہ سر جھکائے رومیلہ پر ایک نظر ڈال کر وہ دونوں بھی گاڑی سے اتر کر الیان کے پیچھے بڑھ گئے۔

وہ ان کے اندر داخل ہونے تک اپنے کمرے میں پہنچ چکا تھا اور موبائل جیب سے نکال کر کسی کو فون کرنے کے ارادہ کر رہا تھا جب ان دونوں کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"آپ دونوں یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اور وہ لڑکی کہاں ہے؟" جس ذہنی خلفشار سے وہ گزر رہا تھا اسے مد نظر رکھتے ہوئے ان دونوں نے ہی اس کے لہجے میں گھلی تلخی کو نظر انداز کر دیا بلکہ ریاض غفار تو بڑے شفقت بھرے لہجے میں کہنے لگے۔

"وہ گاڑی میں ہی بیٹھی ہے تم اتنی تیزی سے گاڑی سے اتر کر یہاں آئے ہو کہ ہم دونوں گھبرا ہی گئے۔"

"آں...... ہاں وہ مجھے ایک فون کرنا ہے آپ جائیں جا کر اس لڑکی کو گھر کے اندر لے کر آئیں بلکہ اس نے کھانا بھی نہیں کھایا ہے سرداراں (ملازمہ) سے کہیں اسے کچھ کھانے کے لیے دے دے اور بریرہ کے کوئی کپڑے بھی نکال کر دے دیں۔"

"وہ سب تو ہو جائے گا بیٹے لیکن پہلے یہ تو بتاؤ تم فون کسے کر رہے ہو؟" شگفتہ غفار کو تو اس وقت ہوا سے ہلتے پتوں سے بھی خوف آ رہا تھا ایسے میں الیان کا غیر معمولی رویہ بھلا انہیں کیوں نہ دہلاتا۔

"کیا مطلب کسے فون کر رہا ہوں۔ بھئی بریرہ کڈنیپ ہوئی ہے کوئی مذاق تو نہیں ہے نا میں کچھ تو پتا کروں گا ایسے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھ سکتا۔" الیان بری طرح تپ گیا تو شگفتہ غفار مزید دہل کر بولیں۔

"لیکن اب تو وہ بریرہ کو چھوڑ دیں گے نا اب تو ہم نے ان کی بات مان لی ہے یا اب وہ کوئی نیا مطالبہ کر رہے ہیں کیا؟ جو تم خود سے بریرہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"اُفوہ ممی کیا ہو گیا ہے آپ کو اتنی بڑی بات ان کی ہم نے مان لی ہے اب اور کوئی مطالبہ وہ لوگ کیوں کریں گے ڈیڈی پلیز سمجھائیں نا ممی کو اور جائیں جا کر اس لڑکی کو دیکھیں۔ آپ دونوں کو یاد ہے نا اس کڈنیپر کی دھمکی کہ اس لڑکی کو بالکل بہو کی طرح گھر لا کر رکھنا ہے۔ پہلے ہی ہم نے وہاں فنکشن میں بڑی بد اخلاقی کا مظاہرہ کیا ہے کہیں وہ ہمارے کسی رویے کو بنیاد بنا کر بریرہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ ابھی بریرہ اس کے قبضے میں ہے ہمیں ہر حال میں اس کی بات ماننی ہے۔" الیان کا لہجہ اب بھی جھنجلایا ہوا تھا ریاض غفار سمجھ گئے وہ ان دونوں کو یہاں سے ہٹانا چاہ رہا ہے مگر وہ خود یہاں سے جانا نہیں چاہ رہے تھے البتہ شگفتہ غفار کو منظر سے غائب کرنے کے لیے رسانیت سے کہنے لگے۔

"الیان ٹھیک کہہ رہا ہے آپ سرداراں کے ساتھ جا کر اس لڑکی کو گیسٹ روم میں ٹھہرا دیں بریرہ ان شاء اللہ تعالیٰ اب جلدی گھر آ جائے گی۔"

"سرداراں تو نہیں ہے اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی تو وہ اپنی جگہ اپنی بھانجی کو چھوڑ کر آج شام ہی اپنی بیٹی کے گھر چلی گئی ہے۔"

"تو اس کی بھانجی کو لے کر جائیں اور اسے کچھ کھانے پینے کے لیے دیں۔" الیان بری طرح زچ ہو کر سخت برہمی سے بولا تو وہ کچھ خائف ہو کر ریاض غفار کو دیکھنے لگیں۔

"بیگم آپ ابھی جائیں میں کہہ رہا ہوں نا بریرہ گھر آ جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ پلیز ابھی آپ چلی جائیں۔" ریاض غفار کے بار بار کہنے پر وہ بھی سمجھ گئیں کہ وہ دونوں ان کے سامنے کوئی بات نہیں کریں گے وہ ایک خفا سی نظر ان پر ڈال کر کمرے سے نکل گئیں مگر باہر رومیلہ کے پاس جانے کی بجائے وہ الیان کے کمرے کی کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئیں جہاں سے اندر ہونے والی گفتگو آرام سے سنی جا سکتی تھی تبھی انہوں نے ریاض غفار کی آواز واضح طور پر سنی۔

"کیا ہوا الیان! تم نے گاڑی میں یہ کیوں کہا تھا کہ ابھی خاموش رہیں آپ کو گھر جا کر ایک بات بتانی ہے۔" الیان ان کے پوچھنے پر کچھ دیر انہیں دیکھتا رہا پھر ایک ایک لفظ ایسے بولا جیسے لوہے کے چنے چبا رہا ہو۔

"میں نے بریرہ کے کڈنیپر کو پہچان لیا ہے وہ وہاں شادی میں موجود تھا۔"

"ک۔ کون؟ کون تھا وہ۔" ریاض غفار کے ساتھ ساتھ باہر کھڑی شگفتہ غفار بھی چونک اٹھیں۔

"دلہن کا بھائی ابرار۔" الیان کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی ریاض غفار اچنبھے سے بولے۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟ کیا... کیا تمہیں یقین ہے؟"

"میرے یقین کی ابرار نے تصدیق بھی کر دی ہے۔" الیان سرد لہجے میں بولا۔

"واٹ؟ تم نے اس موضوع پر اس سے بات بھی کر لی کیا تمہیں اندازہ نہیں اسے طیش دلانا بریرہ کے لیے کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اگر تم سمجھ بھی گئے تھے تو بھی تمہیں انجان بن جانا چاہیے تھا اب اگر اس نے انتقاماً "بریرہ کو کوئی تکلیف پہنچانی چاہی تو... تو۔" ریاض غفار کی سوئی ایک جگہ آ کر اٹک گئی تو الیان سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"میں بے اختیار ہو گیا تھا بعد میں مجھے بھی احساس ہو گیا تھا تبھی میرے لیے وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا لیکن یہ سب ممی کو پتا نہیں چلنا چاہیے ابھی تک تو ہمیں صرف اندازہ تھا کہ سب اس لڑکی کے گھر والے کر رہے ہوں گے لیکن اب تو یقین ہو گیا ہے ایسے میں ممی کے لیے اپنے جذبات پر قابو رکھنا سخت دشوار ہے۔

وہ اس لڑکی کو کچھ بھی الٹا سیدھا کہہ دیں گی جس کا خمیازہ ہماری آئندہ کی پوری نسل کو بھرنا پڑے گا' خدانخواستہ ایک بار بریرہ کا کردار زبان عام پر آ گیا پھر ہمارے پاس رہ ہی کیا جائے گا۔

یہ ساری شان و شوکت یہ تمام دولت و امارت سب اس کے دامن کے داغ کو نہیں دھو...." الیان کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ دروازے کو زوردار آواز کے ساتھ کھولتی شگفتہ غفار کمرے میں داخل ہو گئیں اور دھاڑ کر بولیں۔

"ہاں اس کے دامن پر لگے داغ کو اب کوئی نہیں دھو سکتا۔ اس لیے ہم سب خاموش ہو کر بیٹھ جائیں اور اس غلاظت کے ڈھیر کو اپنے گھر کی بہو بنا کر رکھ لیں۔

میں اسے کھانا کھلاؤں اسے اپنی بیٹی کے کپڑے نکال کر دے دوں اسے کسی مہمان خصوصی کی طرح گیسٹ روم میں آرام کے لیے لے جاؤں۔" الیان اور ریاض غفار انہیں دیکھ کر چند لمحوں کے لیے ہکا بکا رہ گئے فوری طور پر ان کی سمجھ میں نہیں آیا وہ انہیں کیسے روکیں اور کیسے ان کے اندر سے پھٹ کر نکلتے لاوے کو ٹھنڈا کریں۔

ان کا یہ شدید رد عمل اپنی جگہ درست تھا بلکہ الیان ان سے ایسے ہی رویے کی توقع کر رہا تھا تبھی وہ ان کے سامنے بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا وہ بے اختیار ریاض غفار کو دیکھنے لگا جو خود مدد طلب نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے

تو آخر الیان کو ہی آگے بڑھنا پڑا۔

"ممی۔ ممی آپ پلیز ریلیکس ہو......"

"ریلیکس؟ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے الیان۔ میرے اندر آگ لگی ہوئی ہے میرا دل چاہ رہا ہے میں باہر گاڑی میں بیٹھی اس لڑکی کو گولی ماردوں اور...... اور تم کہہ رہے ہو میں ریلیکس ہو جاؤں۔" ان کی آواز غم و غصے کی زیادتی سے پھٹ گئی تھی الیان کے لیے انہیں قابو کرنا مشکل تھا چنانچہ ریاض غفار نے بھی میدان میں آتے ہوئے کہا۔

"آگ صرف تمہارے اندر نہیں لگی ہوئی بلکہ یہاں ہم سب ہی جل رہے ہیں لیکن یہ وقت اپنے احساسات کے بارے میں سوچنے کا نہیں ہے بریرہ ابھی تک اس شخص کے پاس قید ہے اس کے رحم و کرم پر ہے۔

لہٰذا باہر گاڑی میں بیٹھی لڑکی سے چاہے جتنی بھی نفرت محسوس ہو' چاہے اس پر جتنا بھی غصہ آئے اس کا اظہار کرنا سراسر حماقت ہے' ہماری بریرہ کی بہتری کے لیے ہمیں اس بلیک میلر کی ہدایت پر جبراً" عمل کرنا ہوگا۔"

"کب تک؟" شگفتہ غفار نے سخت چڑے ہوئے مگر بڑے ٹھوس لہجے میں پوچھا تو کچھ دیر تو ریاض غفار انہیں دیکھتے رہے پھر بڑے نڈھال سے انداز میں گویا ہوئے۔

"شاید ساری زندگی۔" اس سے پہلے کہ شگفتہ غفار کچھ کہتیں الیان تیزی سے بولا۔

"ہرگز نہیں! ساری زندگی ہم اس گھٹیا شخص کے ہاتھوں بلیک میل نہیں ہو سکتے۔"

"تو پھر کیا کرو گے تم۔" ریاض غفار کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ تو مجھے بھی نہیں پتا مگر یہ تو طے ہے کہ میں اس لڑکی کو ساری زندگی کے لیے گھر نہیں لایا یہ صرف ایک مجبوری کا رشتہ ہے۔ جو بہت جلد ٹوٹ جائے گا۔" الیان حتمی لہجے میں بولا تو شگفتہ غفار مزید تپ گئیں۔

"اب رہنے دو یہ خیالی' بے سروپا باتیں۔ تم اس رشتے کو کبھی نہیں توڑ سکو گے ساری زندگی ہم اس منحوس کو اس ڈر سے برداشت کرتے رہیں گے کہ کہیں اس کا بھائی بریرہ کے اغوا کے راز کو فاش نہ کردے۔" شگفتہ غفار کی بات کسی زناٹے دار تھپڑ کی طرح الیان کو لگی تھی اس کا پورا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

ریاض غفار نے بڑی ناگواری سے شگفتہ غفار کو دیکھا جو ان دونوں کے تاثرات پڑھتے ہوئے تنک کر بولیں۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں دیکھ لینا ایسا ہی ہوگا۔"

"تو تم بتا دو اس مسئلے کا کوئی بہتر حل' اگر تمہارے پاس ہے تو۔" ریاض غفار بھنا کر بولے تو فوری طور پر شگفتہ غفار کچھ کہہ نہ سکیں اور انہیں چند پل خاموش دیکھ کر ریاض غفار برہمی سے بولے۔

"جب کوئی مدد نہیں کر سکتیں تو مسائل بڑھانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ الیان تم کسے فون کرنے والے تھے۔" ریاض غفار' الیان کی طرف پلٹتے ہوئے بولے جو ابھی تک اس کیفیت سے باہر نہیں نکل سکا تھا جو شگفتہ غفار کے جملے کو سننے کے بعد ہوئی تھی۔

"بتاؤ نا الیان! یہ وقت فضول باتوں پر کڑھنے کا نہیں ہے اس وقت صرف بریرہ کے بارے میں سوچنا ہے۔" ریاض غفار اسے بدستور شگفتہ غفار کو دیکھتا دیکھ کر رسانیت سے بولے۔

الیان۔۔۔ گہرا سانس کھینچتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابرار سے بات کرنے کے لیے اوپر آیا تھا کہ ابھی اور اسی وقت بریرہ کو واپس کردو۔ وہ خود تو پتا نہیں کب فون کرے گا میں اس کے فون کا انتظار نہیں کر سکتا۔"

"ہاں فوراً" فون کرو اسے ابھی اور اسی وقت' پتا نہیں میری بچی کس حال میں ہوگی جانے اس کے دل پر کیا بیت رہی ہوگی۔" شگفتہ غفار تڑپ کر بولیں۔

"ممی آپ باہر جائیں پھر میں بات کروں گا۔" الیان نے انہیں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں' کیوں میرے سامنے کیوں نہیں۔" وہ مچل اٹھیں۔

"ممی آپ کیوں یہ بار بار بھول جاتی ہیں بریرہ ابھی تک اس کے پاس ہے میں نہیں چاہتا پیچھے سے آپ کے کوئی غلط الفاظ اس کے کانوں میں پڑیں اور وہ اس کا انتقام بریرہ کو نشانہ ستم بنا کر لے۔" الیان زچ ہوا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو کیا تمہیں میرے دل کی حالت کا اندازہ نہیں۔ میرا ایک ایک پل انگاروں پر گزر رہا ہے میرا دل پھٹا جا رہا ہے میری آنکھیں اسے دیکھنے کے لیے بے چین ہیں میری باہیں اسے خود میں سمیٹ لینے کے لیے بے تاب ہیں اور تم کہہ رہے ہو میں باہر جاؤں گی تو تم بات کرو گے۔

ارے تم فون ملاؤ اور مجھے دو۔ میں بات کروں گی اس ذلیل انسان سے اور اس سے پوچھوں گی کیسا انسان ہے وہ خود ایک جوان لڑکی کا بھائی ہے اور دوسرے کی بیٹی کو اغوا کرتے ہوئے ذرا خوف خدا نہ ہوا۔"

"فار گاڈ سیک شگفتہ! یہ وقت جذباتی ہونے کا نہیں ہے الیان ٹھیک کہہ رہا ہے تم باہر چلی جاؤ نہیں تو الیان تم دوسرے کمرے میں جا کر بات کرلو۔" ریاض غفار' شگفتہ غفار کا رونا دھونا شروع ہوتا دیکھ کر تپ گئے اور ان کا یہ لب و لہجہ دیکھ کر شگفتہ غفار زاروقطار رونے لگیں اور پہلی بار الیان ان کے احساسات کی پروا کیے بغیر ان کے پاس سے گزرتا کمرے سے نکل گیا۔

اس وقت اس کے سر پر خون سوار تھا اس کا مجرم اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اس کا گلا دبا سکتا تھا پھر بھی وہ کچھ نہ کر سکا اور محض اس کی شکل دیکھ کر آگیا۔

شگفتہ غفار اس کے اس انداز پر بلک اٹھیں وہ تڑپ کر اس کے پیچھے بڑھی تھیں کہ ریاض غفار نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر لینا چاہا۔

تو وہ ان پر بری طرح چیخ پڑیں انہوں نے پہلے ہی زندگی بھر اپنی چلائی تھی وہ کوئی خودسر قسم کی عورت نہیں تھیں مگر ریاض غفار سارے معاملات ان کے حوالے کرکے خود کاروباری زندگی میں مصروف ہو گئے تھے چنانچہ شگفتہ غفار سارے فیصلے خود ہی کرنے لگیں اور جب ان کے فیصلوں کے نتائج بھی بہترین نکلنے لگے تو انہوں نے بالکل ہی ریاض غفار سے مشورہ کرنا چھوڑ دیا۔

لہٰذا اس وقت ریاض غفار کا اس طرح انہیں روکنا انہیں خود پر ریاض غفار کا حاوی ہونے کی کوشش کرنا لگا تھا جو وہ بالکل برداشت نہیں کر سکیں اور ان ہی پر بگڑنے لگیں۔

ریاض غفار نے بھی مطلق پروا نہ کی وہ چاہتے تھے الیان سکون سے ابرار سے بات کرلے بلکہ انہوں نے جان بوجھ کر ان کے چلانے کے دوران دو چار باتیں ایسی کہہ دیں کہ وہ مزید بھڑ اٹھیں اور انہیں احساس ہی نہیں ہوا کہ ریاض غفار انہیں زیادہ سے زیادہ یہاں روکے رکھنے کے لیے اس طرح طیش دلا رہے ہیں۔

دوسری طرف الیان نے اس موقع کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا وہ اسٹڈی روم میں پہنچ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

مگر اس کے یہ سارے اقدامات بے کار گئے تھے کیونکہ ابرار اس کا فون اٹھا ہی نہیں رہا تھا۔

اس پر شدید قسم کی جھنجلاہٹ سوار ہو گئی دل تو چاہ رہا تھا ابھی اس کے گھر پہنچ جائے مگر بریرہ اس کے قبضے میں تھی وہ بھلا ایسا کوئی کام کیسے کر سکتا تھا جس سے ابرار کے اشتعال میں اضافہ ہو جاتا اور پھر اس کے ستم کا نشانہ بریرہ کو بننا پڑتا۔

کئی دفعہ کی کوشش کے بعد بھی جب ابرار نے فون اٹینڈ نہیں کیا تو الیان دروازہ کھول کر باہر آگیا۔

شگفتہ غفار' ریاض غفار پر گرج برس کر الیان کی تلاش میں کمرے سے باہر آگئی تھیں مگر ابھی کسی کمرے کا تعین نہیں کر سکی تھیں لہٰذا کمروں کے سامنے بنے لیونگ روم میں کھڑی بین کر رہی تھیں۔

"الیان تو جوان ہے گرم خون ہے۔ اسے تھوڑی پتا ہے اسے ابرار سے کس طرح بات کرنی چاہیے جبکہ میں

زیادہ مناسب طریقے سے بات کرلوں گی۔ میں اپنی بچی کے لیے اس کے پاؤں تک پکڑنے کے لیے تیار ہوں۔ اب تو ہم نے اس کی بات مان لی ہے اب تو اسے بریرہ کو فوراً" چھوڑ دینا چاہیے بھلا اب اس کے پاس بریرہ کو اپنے پاس رکھنے کا کیا جواز بنتا ہے۔" شگفتہ غفار مزید کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ الیان پر نظر پڑتے ہی وہ اس کے نزدیک چلی آئیں۔

"کیا ہوا؟ کیا کہا ابرار نے؟ کب چھوڑ رہا ہے وہ بریرہ کو؟" ان کے لہجے میں سارے جہاں کی بے چینی و بے قراری نمایاں تھی الیان صرف بے بسی سے انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

ریاض غفار اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھے تھے مگر وہ بھی پوری طرح ہمہ تن گوش تھے۔

"وہ۔۔۔ فون نہیں اٹھا رہا۔" الیان نے نظریں چراتے ہوئے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"کیوں؟ کیوں نہیں اٹھا رہا اب اور کیا چاہیے اسے۔ جو وہ بریرہ کو اپنے پاس رکھے ہوئے ہے۔" شگفتہ غفار بری طرح بھڑک اٹھیں۔

"شگفتہ۔۔۔ شگفتہ! ریلیکس ہو جاؤ۔ چھوڑ دے گا وہ بریرہ کو لیکن ان سب کاموں میں کچھ وقت تو لگے گا نا۔" ریاض غفار خود بھی اس جواب سے مایوس ہوئے تھے پھر بھی انہوں نے آگے بڑھ کر رسانیت سے کہنے کی کوشش کی اس سے پہلے کہ شگفتہ غفار ان کی بات کے جواب میں کچھ کہتیں لیونگ روم کی دیوار جو ان کے کمرے کی بھی بالائی دیوار تھی پر نصب انٹرکام بج اٹھا۔

ان تینوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ریاض غفار جو اس انٹرکام کے سب سے قریب کھڑے تھے آگے بڑھے اور ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا۔

دوسری طرف چوکیدار کی آواز اور بات سن کر وہ لمحہ بھر کے لیے سٹپٹا گئے پھر الیان کو دیکھتے ہوئے تیزی سے بولے۔

"وہ۔۔۔ وہ لڑکی ٹھیک کہہ رہی ہے وہ ہمارے ساتھ آئی ہے تم اسے اندر بھیج دو۔" یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"کیا ہوا؟" الیان نے وہی پوچھا جس کی ریاض غفار کو امید تھی۔

کب سے تو وہ کہہ رہا تھا اس لڑکی کو اندر لے آئیں مگر شگفتہ غفار کے حواس ٹھکانے پر ہی نہیں تھے اب اگر الیان یہ سنتا کہ چوکیدار اسے چور سمجھ رہا تھا اور جانے اس کے ساتھ اب تک کس طرح پیش آرہا تھا تو الیان جو پہلے ہی بری طرح سے جھنجلایا ہوا ہے بالکل ہی آپے سے باہر ہو جاتا۔

چنانچہ انہوں نے حتی الامکان اپنے لہجے کو سرسری بناتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"کچھ نہیں۔ بس وہ لڑکی۔۔۔ کیا نام ہے اس لڑکی کا جسے ابھی لے کر آئے ہیں۔۔۔"

"رومیلہ نام ہے اس کا۔ لیکن ہوا کیا ہے؟" الیان چڑ کر بولا۔

"ارے کچھ نہیں ہوا وہ باہر کھڑی تھی تو چوکیدار پوچھ رہا تھا کہ کون ہے اور کس کے ساتھ آئی ہے وغیرہ۔ میں نے کہہ دیا ہمارے ساتھ آئی ہے اسے اندر بھیج دو۔" کوشش تو انہوں نے بہت کی معاملے کی نزاکت کو چھپانے کی۔ مگر الیان کوئی بے وقوف نہیں تھا وہ غصے سے شگفتہ غفار کی طرف پلٹا۔

"آپ ابھی تک اسے اندر لے کر ہی نہیں آئیں آخر آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آرہا کہ وہ اس کٹر نمبر کی بہن ہے جس کے رحم و کرم پر بریرہ ہے اگر اس نے اپنے بھائی سے ہمارے رویے کی شکایت کردی تو وہ بریرہ کے ساتھ کچھ بھی کرسکتا ہے۔" الیان روانی میں کہہ تو گیا مگر شگفتہ غفار کے چہرے کی رنگت زرد ہوتی دیکھ کر اسے خود بھی اپنے الفاظ کی سختی کا احساس ہو گیا تبھی رسانیت سے کہنے کی کوشش کرنے لگا۔

"آپ پلیز خود جاکر اسے باہر سے لے آئیں۔" شگفتہ غفار الیان کو نرم پڑتا دیکھ کر اور بھی جذباتی ہو گئیں ان کی پلکیں بھیگنے لگیں تو وہ باہر کی طرف بڑھ گئیں۔

گیٹ تک جانے سے پہلے انہوں نے سرداراں کی بھانجی کو انٹرکام کرکے اس کے کوارٹر سے بلوایا اور اس کے ساتھ جب وہ باہر پہنچیں تو رومیلہ کو گیٹ کے پاس بنی خوب صورت سی کیاری کے پاس کھڑا پایا۔

اس کے روہانسے چہرے پر نظر پڑتے ہی شگفتہ غفار کی رفتار میں ذرا سی کمی آگئی ایک پل کو ہی سہی انہیں یہ احساس ہوا تھا کہ اس لڑکی کی آج شادی ہوئی ہے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر آگئی ہے اسے کیسا لگ رہا ہو گا اتنے غیر روایتی انداز میں رخصت ہو کر بالکل انجان لوگوں کی بیچ آنا وہ بھی اس طرح کہ اسے لانے والے اسے گیٹ پر ہی بھول گئے۔

مگر یہ کیفیت ان پر زیادہ دیر حاوی نہ رہ سکی کیونکہ اگلے ہی پل ان کی آنکھوں کے سامنے بریرہ کا چہرہ نمودار ہو گیا تو رومیلہ کہیں پس منظر میں چلی گئی۔

ان کی پھولی سی معصوم بچی جو بہت جلد ان کے آنگن کو چھوڑ کر جانے والی تھی جانے اس وقت کن حالات سے گزر رہی تھی۔

پتا نہیں وہ کن لوگوں کے بیچ ہوگی جانے وہ اس کے ساتھ کس طرح پیش آرہے ہوں گے کیا بیت رہی ہوگی اس کے دل پر یہی سب سوچتے ہوئے ان کے قدم من من بھر کے ہو گئے وہ اس سے کافی فاصلے پر رک کر عجیب نفرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

اب تک وہ اپنی پریشانیوں میں رومیلہ پر غور نہیں کرسکی تھیں اسے اسٹیج پر بیٹھا دیکھ کر بھی انہیں اس کے چہرے اور شخصیت کا جائزہ لینے کا خیال نہیں آیا تھا۔

وہاں ہوٹل میں وہ اس کے پاس اسٹیج پر جا ہی نہیں سکیں کچھ وہ ذہنی انتشار میں مبتلا تھیں اور کچھ انہیں ابرار کی بیوی نے ایسے گھیر رکھا تھا کہ وہ رومیلہ کو قریب سے دیکھ ہی نہیں سکیں۔

انہیں اس بات کا کوئی پچھتاوا نہیں تھا کیونکہ اب جبکہ وہ ان کے روبرو آگئی تھی تب بھی انہیں اسے دیکھنے یا اس سے بات کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہو رہی تھی بلکہ انہیں اس کے وجود سے ایک کراہیت محسوس ہو رہی تھی اگر بریرہ کا خیال نہ ہوتا تو وہ ابھی اور اسی وقت اسے دھکے دے کر گھر سے نکال دیتیں۔

لیکن بریرہ کی خاطر وہ اپنی شدید خواہش کو دبانے پر مجبور ہو گئیں اور خود کو زبردستی گھسیٹ کر اس کے نزدیک آ گئیں۔

رومیلہ ان پر نظر پڑتے ہی سنبھل کر اپنی جگہ سے غیر ارادی طور پر ایک قدم آگے آگئی اسے امید تھی اب وہ اس کے قریب آکر وضاحت پیش کریں گی کہ وہ کیوں اسے اس طرح یہاں چھوڑ گئیں۔

مگر اس وقت اسے شدید حیرت ہوئی جب انہوں نے ایک نظر غلط بھی اس پر ڈالنی گوارہ نہ کی بلکہ اپنے ساتھ کھڑی ملازمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اسے گیسٹ روم میں لے جاؤ اور جو کچھ یہ مانگے اسے دے دینا۔" شگفتہ غفار یہ کہہ کر واپس پلٹ گئیں انہیں خیال بھی نہیں آیا کہ ان کے ساتھ ان کی ملازمہ کی بھانجی کھڑی ہے۔

رومیلہ ششدر سی انہیں دیکھے گئی ان کا رویہ اس کے لیے ناقابل یقین تھا اس پر ان کا فرمان کہ "اسے گیسٹ روم میں لے جاؤ۔"

اسے بری طرح الجھا گیا تھا بھلا اسے گیسٹ روم میں لے جانے کی کیا ضرورت تھی اسے تو الیان کے کمرے میں جانا چاہیے تھا کیا یہ الیان کی والدہ کا فیصلہ تھا یا یہ الیان کی مرضی تھی۔

جب وہ اسے اپنے کمرے تک میں جگہ نہیں دے سکتا تو اپنی زندگی میں کیا مقام دے گا۔

رومیلہ جانے کتنی دیر کھڑی یہی سب سوچتی رہتی کہ ملازمہ کے تیسری بار۔

"چلیں بی بی۔" کہنے پر اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔

جیسا کہ باہر سے ہی اندازہ ہو رہا تھا گھر بہت بڑا بہت خوب صورت اور جدید آسائشات سے مزین تھا لیکن شاید اس کے اپنے گھر کی طرح یہاں پر بھی رہنے والوں کی تعداد ـــ کم تھی۔

گیسٹ روم تک آنے میں اسے گھر میں کوئی بھی نظر نہیں آیا وہ بس میکانکی انداز میں ملازمہ کے پیچھے چلتی ایک کمرے میں داخل ہو گئی جہاں دو ڈورز کی ایک الماری ایک کوئین سائز بیڈ اور ایک ٹیبل اور کرسی رکھی تھی مجموعی طور پر کمرہ بڑا کشادہ اور صاف ستھرا سا تھا مگر ایک ہی نظر میں وہ یہ ظاہر کر دیتا تھا کہ یہ بالکل خالی کمرہ ہے اور یہاں کسی کی رہائش نہیں ہے۔

"آپ کے کھانے کے لیے کچھ لاؤں بی بی جی۔" ملازمہ نے اندر داخل ہو کر الماری کا ایک پٹ کھولا اور اس میں سے ایک کمبل نکال کر بستر پر پھیلاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

رومیلہ کو کچھ کھانے کی خواہش نہیں ہو رہی تھی چنانچہ اس نے سر نفی میں ہلا دیا اور ملازمہ کو کسی قسم کی کوئی تاکید نہیں کی گئی تھی لہٰذا وہ بغیر اصرار کیے کمرے سے نکلنے لگی تو رومیلہ کو اسے روکنا پڑا۔

"ایک منٹ سنو۔ مجھے ایک جوڑا دے دو مجھے کپڑے بدلنے ہیں۔"

"جوڑا۔" وہ کچھ پریشانی سے رومیلہ کی شکل دیکھنے لگی۔

"ہاں کیوں کیا ہوا کیا یہاں کوئی ایسی لڑکی یا عورت نہیں جس کے کپڑے میں پہن سکوں میں کل صبح اپنے گھر سے کپڑے منگوا لوں گی تو اسے واپس کر دوں گی۔" رومیلہ نے وضاحت کی۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔ چھوٹی بی بی کے کپڑے آپ کو آرام سے آجائیں گے مگر چھوٹی بی بی تو دو دن سے نظر ہی نہیں آرہیں اور بڑی بی بی جی تو اپنے کمرے میں چلی گئی ہیں۔

وہ پہلے ہی بڑے غصے میں لگ رہی ہیں میں ان سے کپڑے مانگنے کمرے میں جاؤں گی تو وہ مجھے ڈانٹ ہی نہ دیں۔

اصل میں، میں تو یہاں نئی ہوں میری تو خالہ یہاں کام کرتی ہیں وہ ہوتیں تو مسئلہ نہیں تھا لیکن....." اس نے مکمل طور پر اپنی بے بسی ظاہر کر دی تو رومیلہ کچھ دیر ساکت نظروں سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد گہرا سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

"ایسا کرو بس ایک گلاس پانی لا دو۔ یہ دروازہ باتھ روم کا ہے نا۔ کیا یہاں چپل ہوں گے۔" رومیلہ نے کمرے کے ایک کونے میں بنے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں۔ میں دیکھ لیتی ہوں ورنہ چپل تو شاید میں کہیں نا کہیں سے لا سکتی ہوں۔" اس نے کہتے ہی قدم دروازے کی طرف بڑھا دیے۔

"جی بی بی جی چپل تو ہیں یہاں۔" دروازہ کھول کر اس نے ایک نظر اندر جھانکا اور جیسے ہی پلٹ کر رومیلہ کو دیکھا چونک اٹھی۔

رومیلہ اپنی چادر اتار کر بستر پر ڈال چکی تھی اور اب جھک کر پاؤں کو پنسل ہیل والی سینڈل سے آزاد کر رہی تھی۔

"آپ دلہن ہیں؟" اس نے حیرانی سے پوچھا حالانکہ رومیلہ کا چہرہ دیکھنے سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی دلہن ہے مگر وہ پندرہ سولہ سال کی گاؤں سے آئی لڑکی تھی وہ رومیلہ کے میک اپ کو دیکھ کر یہی سمجھی تھی کہ شہر میں شاید لڑکیاں ایسے ہی تیار ہوتی ہوں گی۔

مگر رومیلہ کا بھاری کامدار لہنگا اور سر پر پنز لگا کر سیٹ کیا گیا دوپٹہ دیکھ کر اسے اندازہ ہوا کہ یہ سج دھج ایسے ہی نہیں ہے یہ تو زندگی کے سب سے خاص دن کی خاص تیاری ہے۔

رومیلہ کے ہاتھ اسٹیپ کھولتے ہوئے ایک دم تھم گئے۔

"دلہن؟ کیا وہ واقعی دلہن تھی دلہن ایسی ہوتی ہے جسے گاڑی میں ہی چھوڑ دیا جائے یا ملازمہ کے ساتھ کمرے میں بھجوا دیا جائے جس سے کھانے کو بھی نہ پوچھا جائے۔ اور جس کے بارے میں علم ہو کہ اس کے پاس کپڑے تبدیل کرنے کے لیے ایک جوڑا تک نہیں ہے پھر بھی اسے ایک خالی کمرے میں بھیج کر خود کمرہ بند کر کے سو جایا جائے۔"

"آپ دلہن ہیں تو یہاں کیا کر رہی ہیں آپ اپنی سسرال میں کیوں نہیں گئیں۔" اس کے لہجے میں اشتیاق اور آنکھوں میں تجسس بھرا تھا۔

رومیلہ کی سمجھ میں نہ آیا وہ اسے کیا جواب دے تو وہ ایک بار پھر خود ہی پوچھنے لگی۔

"آپ بڑی بی بی (شگفتہ غفار) کی کون ہیں؟" رومیلہ کا دل چاہا کہہ دے میں ان کی کوئی نہیں ہوں مگر وہ لب بھینچ کر رہ گئی آخر بہت سوچ کر اس نے کہا۔

"تم اگر میرے لیے کوئی کپڑے نہیں لا سکتیں تو مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ میں بہت تھک گئی ہوں مجھے نیند آرہی ہے۔"

"مگر آپ ان کپڑوں میں سوئیں گی کیسے۔ آں..... میں آپ کو اپنا جوڑا لا دوں۔" رومیلہ نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

وہ اور ایک ماسی کا جوڑا پہنے گی کیا اب اس کی ذات اتنے بے مایہ ہو گئی ہے کہ ایک جوڑے کے لیے اسے ماسی کا احسان لینا پڑے۔

"نہیں۔" وہ بے ساختہ بولی اپنے اندر سے اٹھتے سوالوں کو خاموش کرانے کے چکر میں وہ اس لڑکی سے بھی بڑی سختی سے بولی تو وہ ایک دم دل اچاٹ ہونے والے انداز میں کندھے اچکاتی کمرے سے نکل گئی۔

"سنو۔" رومیلہ کو اچانک احساس ہوا تھا کہ اسے اس لڑکی سے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی اول تو اس کا مزاج ایسا نہیں تھا دوسرے یہ کہ اس اجنبی ماحول میں جہاں سب کا رویہ بھی ناقابلِ فہم اور تکلیف دہ تھا وہاں کم از کم ایک فرد تو ایسا ہونا چاہیے جس سے بات چیت کی جا سکے۔

"اگر تمہیں مشکل نہ ہو تو اپنا کوئی جوڑا لا دو ویسے مجھے نہیں لگتا کہ تمہارے کپڑے مجھے آئیں گے۔" رومیلہ کا ارادہ اس کے کپڑے پہننے کا نہیں تھا وہ تو یہ سوچ کر منگوا رہی تھی کہ اس طرح اس کے رویے کی تلافی ہو جائے گی جبھی اس نے پہلے ہی کہہ دیا کہ اس کے کپڑے رومیلہ کو آئیں گے بھی نہیں۔

حالانکہ جس طرح کی لمبی چوڑی قمیص اس نے پہن رکھی تھی اسے زیب تن کرنا رومیلہ جیسی نازک سی لڑکی کے لیے بھلا کیا مشکل تھا۔

اس کی بات پر وہ لڑکی جیسے کھل اٹھی تبھی بڑے جوش سے بولی۔

"ارے میں تو بھول ہی گئی آپ نے پانی بھی تو مانگا تھا۔" وہ یہ کہہ کر جھپاک سے غائب ہو گئی اور رومیلہ خالی الذہن بیٹھی دروازے کو دیکھتی رہی۔

٭ ٭ ٭

الیان کی اس وقت تو ابرار سے بات نہ ہو سکی مگر کوئی ایک گھنٹے کے بعد ابرار کا فون خود ہی آگیا اس نے زیادہ

بات نہیں کی بس اتنی اطلاع دے کر فون بند کر دیا کہ بریرہ کل صبح تک گھر پہنچ جائے گی۔

اصل میں وہ الیان سے زیادہ بات کرنے سے کترا رہا تھا بھلے ہی الیان اسے پہچان گیا تھا مگر اس کی کوشش ابھی بھی یہی تھی کہ کسی طرح وہ الیان کو یہ یقین دلا دے کہ ان سب کے پیچھے اس کا ہاتھ نہیں ہے یا کم از کم اس کا شک کسی ثبوت کو حاصل کر کے یقین ہی میں نہ بدل جائے۔

اسی لیے اس نے الیان کا فون بھی اٹینڈ نہیں کیا 'کیا خبر الیان اس کی کال ٹیپ کر رہا ہو بے شک اس کی بہن ابرار کے پاس تھی لیکن بعض اوقات انسان غصے میں بھی کوئی قدم اٹھا لیتا ہے خاص طور پر اس وقت ایسے جذباتی اقدام کے امکان اور بڑھ جاتے ہیں جب انسان جب یہ جانتا ہو کہ اسے تکلیف پہنچانے والا اس کا دشمن کون ہے۔

اس لیے اب بھی ابرار کی کوشش یہی تھی کہ وہ شک و یقین کے بیچ جھولتا رہے اور کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے بلکہ وہ تو کسی کو اس معاملے کی ہوا تک لگنے نہیں دینا چاہتا تھا اسی لیے خود بات کرنے پر مجبور تھا ورنہ اس آدمی سے ہی فون کروا لیتا جس کی مدد سے اس نے بریرہ کو اغوا کیا تھا مگر وہ بھی سوائے بریرہ کو اغوا کرنے کی جگہ کے اور کچھ اس کے متعلق نہیں جانتا تھا۔

جبکہ الیان سے بات کرنے کی صورت میں ابرار کو اسے بریرہ کو چھوڑنے وغیرہ کا ٹائم تو بتانا ہی پڑتا اور وہ اپنے جرم کے راز میں کسی کو بھی شامل نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کل کو وہی اسے بلیک میل کرنے پر اتر آئے۔

اس نے دس سیکنڈ کی کال میں الیان سے بس اتنا ہی کہا تھا۔

"تم نے میری بات مان لی بہت اچھا کیا۔ بریرہ کل صبح تمہارے گھر پہنچ جائے گی کسی قسم کی ہوشیاری مت کرنا۔"

ابرار نے الیان کو بولنے کا موقع دیے بغیر لائن کاٹ دی۔

الیان صرف پیچ و تاب کھا کر رہ گیا اس نے محض یہ سوچ کر خود کو تسلی دے دی تھی کہ "ایک بار بریرہ کو آنے دو پھر دیکھوں گا۔"

وہ پوری رات اس کی جاگتے ہوئے گزری تھی ایک دو بار وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آیا تو ریاض غفار کے کمرے کی لائٹ 'دروازے کے نیچے کی جھری سے جلتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی الیان اسے دیکھ کر الٹے قدموں واپس لوٹ جاتا' مبادا شگفتہ غفار اس کے قدموں کی چاپ سن کر کمرے سے باہر آ گئیں تو پھر ایک لاحاصل بحث ان کے بیچ چھڑ جائے گی۔

اسی ادھیڑ بن میں بالکل صبح کے قریب کہیں جا کر اس کی آنکھ لگی اور اندرونی بے کلی کے باعث فوراً" ہی آدھے گھنٹے میں کھل بھی گئی۔

وہ گھڑی کو ساڑھے چھ بجاتا دیکھ کر اٹھ کر باہر آ گیا رات کو جو کپڑے پہن کر وہ گیا تھا ابھی تک وہی زیب تن کیے ہوئے تھا بس کوٹ اتار کر کمپیوٹر چیئر کے اوپر ڈال چکا تھا اس کے شکن آلود کپڑے اس کے رت جگے کو کھل کر بیان کر رہے تھے۔

وہ کمرے سے نکلا تو ریاض غفار کو ان کے کمرے کے سامنے کھڑا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"کیا ہوا ڈیڈی خیریت؟" اپنا سوال اسے خود بھی عجیب لگا بھلا خیریت کہاں تھی ان کے گھر میں جو وہ اس طرح پوچھ رہا تھا۔

"وہ..... تمہارے ماموں کا فون آ رہا تھا۔ ابھی ابھی شگفتہ کی آنکھ لگی ہے تو میں کمرے سے باہر آ گیا کہ کہیں ....." انہوں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ماموں کا فون' اتنی صبح صبح۔" الیان نے تعجب سے کہا۔

"ہاں حیرت تو مجھے بھی ہے۔ کیا کروں؟ ان کے فون کا انتظار کروں یا خود ملا لوں۔ میرے باہر آنے تک لائن کٹ گئی۔" وہ ایسے بولے جیسے خود سے فیصلہ نہ کر پا رہے ہوں۔

"نہیں آپ مت ملائیں کوئی ضروری کام ہو گا تو وہ خود کر لیں گے کیا پتا غلطی سے مل گیا ہو ورنہ اتنی صبح صبح وہ کیوں فون کریں گے۔"

"ویسے اٹھتے تو وہ صبح ہی ہیں بلکہ مارننگ واک کے لیے فجر کے فوراً" بعد باہر ہی نکل جاتے ہیں۔ خیر تم کہاں جا رہے تھے۔"

"مجھے کہاں جانا ہے ابرار نے کہا تھا بریرہ کو صبح بھیج دوں گا تو بس اسی امید پر گیٹ تک جا رہا تھا۔" الیان کا لہجہ شکستہ خوردہ تھا اس سے پہلے کہ ریاض غفار کچھ کہتے ان کا موبائل بج اٹھا۔

"تمہارے ماموں کی ہی کال آ رہی ہے اللہ خیر کرے۔" ریاض غفار نے خود کلامی کے انداز میں بولتے ہوئے موبائل کان سے لگا لیا۔

جس قسم کے حالات سے وہ گزر رہے تھے اس میں کوئی اچھی بات ذہن میں آنا مشکل ہی تھا الیان بھی بے اختیار ان کے نزدیک آ گیا جیسے ان کی گفتگو سننا چاہ رہا ہو وہ رسمی سلام دعا کے بعد کہنے لگے۔

"خیریت تو ہے نا آپ نے اس وقت فون کیا ہے؟"

"ہاں..... ریاض بھائی۔ آپ لوگ کل رات کہیں گئے تھے کیا۔" ماموں جان کا لہجہ عجیب سا تھا جیسے وہ کچھ سوچ رہے ہوں۔

"آں..... کیا مطلب۔" ریاض غفار نے بوکھلا کر الیان کی جانب دیکھا۔

الیان ان کے اتنے نزدیک کھڑا تھا کہ اسے بھی ماموں جان کا سوال سنائی دے گیا تھا وہ خود بھی دزدیدہ نظروں سے ریاض غفار کو دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو۔

" ماموں جان یہ سوال ایسے ہی نہیں پوچھ رہے ضرور انہیں کوئی سن گن مل گئی ہے۔"

کل رات شادی میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود تھے جنہیں ریاض غفار ذاتی طور پر جانتے تھے ان لوگوں نے تو موبائل نکال کر فوراً" تازہ ترین سے اپنے جاننے والوں کو آگاہ کرنے کی کوشش کی ہو گی ہو سکتا ہے اسی کوشش میں یہ خبر ماموں جان کے کانوں تک پہنچ گئی ہو۔

یہی سوچتے ہوئے ریاض غفار کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا جواب دیں اس لیے انہوں نے خود ہی سوال کر دیا۔

"بھئی میرا مطلب ہے کیا آپ لوگ کل کسی تقریب وغیرہ میں گئے تھے" ماموں جان کا لہجہ ناقابل فہم تھا جانے وہ طنز کر رہے تھے یا واقعی پوچھ رہے تھے۔

"آں..... آپ..... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"ارے بھئی آپ اتنا گھبرا کیوں رہے ہیں دراصل آج کے اخبار نے ایک عجیب و غریب افواہ اڑا دی ہے الیان کے متعلق۔

بے غیرتوں نے لکھا ہے کہ اس کی شادی کل رات پیلس ہوٹل میں انجام پا گئی۔" ریاض غفار کے تو ہاتھوں کے توتے اڑ گئے وہ فوراً" ہکلاتے ہوئے بولے۔

"ک..... کیا..... یہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" الیان نے بروقت ہاتھ اٹھا کر انہیں مزید کچھ کہنے سے روک دیا تو وہ کچھ جھنجلائے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگے جو آنکھ سے انہیں سب بتا دیں کا اشارہ کر رہا تھا ریاض غفار بے یقینی سے الیان کو دیکھنے لگے جبکہ ماموں جان دوسری طرف سے کہہ رہے تھے۔

"ہاں میں حسب عادت مارننگ واک کے لیے نکلا تھا مگر ریسپشن پر رکھے اخبار کو دیکھ کر ساری واک وغیرہ

بھول گیا۔ میری خود سمجھ میں نہیں آرہا الیان کو اس اسکینڈل میں انوالو کر کے پریس کو کیا مل جائے گا اسی لیے تو میں پوچھ رہا ہوں کیا کل آپ لوگ کہیں گئے تھے۔"

"نہ۔۔۔ نہیں ہم تو کہیں نہیں گئے۔" ریاض غفار کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی وہ کہنے کی جو کہنے کا اشارہ الیان مستقل انہیں کر رہا تھا۔

ان کے اس جواب پر تو الیان نے جیسے اپنا سر پیٹ لیا۔ جب ایک بات سب کو بتانی ہی ہے تو پھر اس وقت ٹال کر وہ آئندہ کے لیے جھوٹے کیوں بن رہے ہیں۔

ریاض غفار اس سے متفق تو تھے مگر وہ اس فعل پر اتنے شرمندہ تھے کہ چاہتے ہوئے بھی اس کا اعتراف نہیں کر پا رہے تھے۔

"اوہ اچھا یعنی انہوں نے تصویر کسی اور وقت کی چھاپ دی ہے۔" ماموں جان ایسے بولے جیسے ہاتھ میں پکڑے اخبار میں چھپی تصویر کو غور سے دیکھ رہے ہوں۔

"ت۔۔۔ تصویر۔" ریاض غفار چونکے۔

"الیان کی ایک لڑکی کے ساتھ تصویر چھپی ہوئی ہے دونوں دولہا دلہن کی طرح اسٹیج پر ساتھ بیٹھے ہیں ویسے تو آج کل ٹرک فوٹو گرافی کے ذریعے ایسی تصویر بنا لینا کچھ مشکل نہیں۔ مگر میرے خیال سے یہ تصویر اصلی ہے الیان کسی شادی میں گیا ہے اور انہوں نے دلہن کے ساتھ اس کی تصویر ایسے لگا دی جیسے وہی دولہا ہو۔

اصل میں ہمارا الیان اتنی کم عمری میں اتنی کامیابیاں حاصل کر چکا ہے کہ اس سے حسد کرنے والے بہت پیدا ہو گئے ہیں۔

لیکن ایسی خبریں لگا کر وہ الیان کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے بس اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ لیتے ہیں۔" ماموں جان اپنی ہی دھن میں بولے جا رہے تھے۔

دوسری طرف الیان، ریاض غفار کو اشارہ کرتے کرتے زچ ہو گیا مگر ریاض غفار چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کہہ پا رہے تھے وہ صرف بے بسی سے الیان کو دیکھتے ہوئے ماموں جان کو نان اسٹاپ بولتا سن رہے تھے آخر الیان سے برداشت نہیں ہوا تو اس نے موبائل ریاض غفار کے ہاتھ سے چھین لیا۔

"ہیلو السلام علیکم ماموں جان۔" الیان کی آواز سنتے ہی ماموں جان سنجیدہ ٹون چھوڑ کر ایک دم شوخی اور زندہ دلی سے بولے۔

"وعلیکم السلام، بھئی تم تو بڑے مشہور ہو گئے ہو فلمی ہیروز کی طرح تمہارے بھی اسکینڈل چھپنے لگے ہیں۔ کمال ہے بھئی ہمیں نہیں پتا تھا کہ بزنس میں بھی اتنی شہرت ہوتی ہے۔"

"ماموں جان۔۔۔ وہ کوئی اسکینڈل نہیں سچ ہے۔ کل رات واقعی میری شادی ہو گئی ہے۔" الیان صرف ایک لمحے کے لیے اٹکا تھا اس کے بعد بغیر رکے اتنی روانی سے بولا کہ جیسے ابھی نہیں بول سکا تو کبھی نہیں کہہ سکے گا۔

"ال۔۔۔ الیان۔۔۔ یہ کیا مذاق ہے بیٹے۔" ماموں جان ٹھٹک گئے۔

"یہ مذاق نہیں ہے ماموں جان حقیقت ہے۔ میں نے شادی کر لی ہے۔" الیان کہہ کر خاموش ہو گیا وہ سوچ رہا تھا کہ اپنی اس اچانک شادی کا کیا جواز پیش کرے یقیناً" ماموں جان اب اس سے اس افراتفری کی وجہ پوچھنے والے ہوں گے۔

مگر دوسری طرف تو بالکل خاموشی چھا گئی تھی وہ تو جیسے ہکا بکا رہ گئے تھے تبھی ان کے احساسات محسوس کرتے ہوئے الیان بمشکل بولا۔

"ماموں جان۔ اصل میں۔۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں جو ہوا وہ سب اتنا اچانک ہوا کہ ہم کسی کو اطلاع نہ دے

بس یوں سمجھ لیں کہ حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ مجھے یہ شادی کرنی پڑی۔" الیان کو جب کوئی جواز مناسب نہ لگا تو وہ بس یہی کہہ کر رہ گیا۔

اصل میں ماموں جان بھی تو بالکل خاموش ہو کر رہ گئے تھے اگر وہ سوال و جواب اور لعن طعن پر اتر آتے تو شاید الیان کے لیے صورت حال اتنی مشکل نہ ہوتی۔

وہ ان کے بگڑنے پر ان سے بحث کر کے فون بند کر سکتا تھا مگر ان کی چپ اس کے اصول پسند مزاج پر کوڑے برسا رہی تھی۔

اسے لگ رہا تھا جیسے اس شخص سے کوئی بھی جھوٹ بولنا یا خود کو زبردستی حق پر ثابت کرنے کی کوششیں کرنا ایک نضول عمل ہونے کے ساتھ ساتھ زیادتی بھی ہے۔

جب آپ ایک شخص کا مان توڑ چکے ہوں پھر اسے صدمے میں گھرا دیکھ کر اسے الٹی سیدھی تاویلیں پیش کرنے لگیں یہ الیان تو کیا کسی بھی باضمیر شخص کے لیے ناقابلِ عمل تھا۔

تبھی الیان نے محض اتنا کہہ کر فون بند کر دیا۔

"مجھے معلوم ہے اتنے قریبی رشتے میں اتنی اہم خبر آپ کو اخبار سے پتا چلی ہے یہ واقعی آپ کے لیے دکھ کی بات ہے مگر یقین کریں حالات ایسے نہ ہوتے تو میں یہ دکھ آپ کے حصے میں کبھی نہ آنے دیتا۔" ریاض غفار بت بنے الیان کے شرمندہ انداز کو دیکھ رہے تھے اس کے فون بند کرنے پر وہ ایک دم طیش میں آتے ہوئے بولے۔

"مجھے فوراً" وہ اخبار چاہیے ذرا پتا تو چلے کس رپورٹر نے وہ خبر لگائی ہے۔"

"اس سے کیا ہو گا؟" الیان پژمردہ لہجے میں بولا۔

"اس سے یہ ہو گا کہ میں اس سے بات کروں گا کہ"

"کہ اس نے سچ کیوں لکھ دیا۔" الیان نے ان کی بات کاٹ دی اور انہیں بولنے کا موقع دیے بغیر کہنے لگا۔

"وہاں اتنے لوگ موجود تھے کہ اگر یہ خبر اخبار میں نہیں بھی چھپتی تب بھی ہمارے سرکل میں تیزی سے پھیل جاتی۔

ابھی تو صبح ہوئی ہے لوگ عموماً" اتنی جلدی اٹھنے کے عادی نہیں ہوتے مگر آٹھ بجے کے بعد آپ اور ممی اپنا موبائل بند کر دیں تو بہتر ہے ورنہ خواہ مخواہ آپ دونوں کا بی پی ہائی ہوتا رہے گا۔"

"مجھے بھی پتا ہے کہ یہ بات جنگل کی آگ کی طرح شہر میں پھیل جائے گی مگر اخبار میں چھپنے سے تو ایک ہی دن میں سب کو پتا چل گیا نا ورنہ پہلے ہم بریرہ کے معاملے سے نبٹ جاتے پھر لوگوں کو خبر ہوتی تو۔۔۔"

"فار گاڈ سیک ڈیڈی اپنی تصوراتی دنیا سے باہر آ جائیں۔ آپ اس خبر کو نہیں چھپا سکتے بلکہ آپ کو خود اعلان کرنا ہے۔ بریرہ کی شادی والے دن میرا ولیمہ ہونا ہے اچھا ہی ہے، جو سب کو پہلے ہی خبر ہو جائے۔ ویسے بھی مجھے یقین ہے یہ خبر ابرار نے ہی چھپوائی ہو گی جبھی تصویر بھی چھپی ہے۔" الیان دانت پیستے ہوئے بولا تو ریاض غفار چونک اٹھے۔

واقعی الیان ٹھیک کہہ رہا تھا ابرار اس شادی کا اعلان کرنے کے لیے ایسا کر سکتا تھا۔

ایک بار پھر ان کے اندر غصے کی شدید لہر اٹھی تو وہ بغیر کچھ کہے کمرے کی طرف پلٹ گئے وہ الیان کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے مگر شگفتہ غفار کو بھی اخبار میں چھپی خبر سے آگاہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ سب سے زیادہ فون تو ان ہی کے پاس آنے والے تھے، جس میں ایسی عورتوں کی کال بھی موجود تھی جو اپنی بیٹیوں کے لیے آس لگائے بیٹھی تھیں۔

وہ تو کسی آسیب کی طرح شگفتہ غفار سے چمٹ جائیں گی اور بال کی کھال اتارنا شروع کر دیں گی۔

دوسری طرف الیان انہیں پاؤں پٹختا دیکھ کر اپنا بھی ضبط کھونے لگا وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

اس کا ارادہ ابھی اور اسی وقت ابرار کے گھر جانے کا تھا جب اس نے اپنی شرط پوری کردی تھی تو ابرار اپنے وعدے سے کیوں نظریں چرا رہا تھا۔

کیا سوچ کر اس نے الیان کی بہن کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے کہیں اس کی نیت میں فتور تو نہیں آگیا یا پہلے سے ہی وہ یہ ٹھانے بیٹھا تھا کہ بریرہ کو تب تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اس کا دل نہ بھر جائے۔

ایک پل میں الیان کے دل میں ان شیطانی وسوسوں نے سر اٹھایا تو دوسرے ہی پل وہ ابرار کے گھر جانے کے لیے تیزی سے سیڑھیاں اترتا باہر کی جانب جانے لگا مگر عین سیڑھیوں کے پاس بنے گیسٹ روم کے دروازے سے نکلتے وجود سے ٹکرا گیا۔

ہاتھ میں چائے کی پیالی اور طشتری پکڑے وہ لڑکی اس ٹکراؤ پر اپنی گرفت برقرار نہ رکھ سکی اور چائے سے بھری پیالی جب زمین پر گر کر چکنا چور ہوئی تو اس کی چھینٹیں ان دونوں کے ہی کپڑوں کو داغ دار کر گئیں۔

"دکھائی نہیں دیتا کیا۔" الیان تو پہلے ہی غصے سے بھرا ہوا تھا اپنے کپڑوں کو چائے سے خراب ہوتا دیکھ کر تڑخ کر بولا اس نے اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ چائے بالکل ٹھنڈی تھی۔

البتہ سامنے کھڑی عجیب ملگجے سے کپڑوں میں ملبوس وہ لڑکی بے ساختہ کہہ گئی۔

"میں تو ابھی ابھی کمرے سے نکلی تھی چل تو آپ رہے ہیں۔" الیان اس کی بات پر بھڑک اٹھا۔

"بکواس بند کرو۔ چلنے تک کی تمیز نہیں تمہیں تم کیا خاک کام آتا ہوگا۔ یہ سرداراں بھی جسے چاہتی ہے اپنی جگہ کام کے لیے بھیج دیتی ہے کب آئے گی وہ واپس۔" الیان کے پوچھنے پر وہ لڑکی حیرت زدہ سی اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے سرداراں کب کام پر واپس آئے گی۔" الیان کے چبا کر پوچھنے پر وہ اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

"کیوں۔ کیا تم اس کی جگہ غیر محدود مدت کے لیے کام کرنے پر راضی ہوئی ہو۔" الیان نے طنزیہ کہا تھا اسے غصہ اس بات پر آرہا تھا کہ وہ سیدھا سیدھا۔ "صاحب معاف کرو۔" کہہ کر آگے کیوں نہیں بڑھ گئی وہ اس کے سامنے جمی سر اٹھائے اس کی طرف کیوں دیکھ رہی ہے اسے تندہی سے زمین پر پھیلتی کرچیوں کو سمیٹنا چاہیے تھا پونچھے کا کپڑا لا کر جلدی سے چائے کا داغ صاف کرنا چاہیے تھا۔

اس طرح بحث پر آمادہ وہ کوئی کام چور اور ہڈ حرام لگ رہی تھی۔

"میں سرداراں کی جگہ کام پر نہیں آئی ہوں۔ میرا نام رومیلہ ہے۔" رومیلہ کا لہجہ اور اس کے تاثرات دونوں ایک دم سرد تھے۔ ایک پل کے لیے الیان اپنی جگہ سن ہو گیا۔

صبح صبح چائے کی پیالی لے جاتی ان معمولی سے کپڑوں میں ملبوس وہ رومیلہ بھی ہو سکتی ہے یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا مگر سچائی پتا چلنے پر اب اس نے اس کے حلیے کی بجائے اس کی شخصیت پر غور کیا جس میں صف اول اس کا چہرہ تھا۔

نازک نازک نین نقش کے ساتھ وہ بڑی بڑی آنکھوں والی کومل سی لڑکی بغیر کسی میک اپ کے بالکل سادہ سے چہرے کے ساتھ گلابی گلابی سی لگ رہی تھی کیونکہ اس کی آنکھیں ہلکی ہلکی سرخ ہو رہی تھیں جانے وہ رات بھر جاگتی رہی تھی یا رونے کی وجہ سے ایسا ہوا تھا یا شاید دونوں ہی باتیں تھیں اس کی گیلی پلکیں اس کے رونے کی صاف چغلی کھا رہی تھیں۔

حالانکہ رومیلہ کئی بار اپنا چہرہ دھونے کے بعد کمرے سے نکلی تھی۔

وہ لڑکی جو جوڑا رومیلہ کو رات میں دے گئی تھی رومیلہ کا اسے پہننے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس نے تقریباً" ساری رات اسی بھاری جوڑے میں گزار دی حالانکہ وہ لڑکی بڑا صاف ستھرا جوڑا دے کر گئی تھی مگر رومیلہ کا ذہن اس بات کو قبول نہیں کر رہا تھا کہ اسے ایک کام والی کی اترن لینی پڑے گی۔

وہ لڑکی جوڑے کے ساتھ رومیلہ کے لیے چائے اور بسکٹ بھی لے آئی تھی اس کا کہنا تھا۔

"دلہن بن کر کون سا کھانا کھایا جاتا ہے تھوڑے سے بسکٹ تو لے لیں۔" اصل میں کھانے کے لیے رومیلہ نے دو ٹوک انکار کر دیا تھا لہٰذا وہ بسکٹ اور چائے پانی کے ساتھ پوچھے بغیر لے آئی۔

یہ بات اور تھی کہ وہ چائے بھی رکھے رکھے پانی ہو گئی تھی ساری رات آنکھوں میں کاٹتے ہوئے وہ یہی سوچ رہی تھی کہ کوئی تو اس کے پاس آتا اس کا حال احوال پوچھنے۔

آخر اس جمود کو تھوڑی دیر پہلے آئے ابرار کے فون نے توڑا اتنی صبح صبح جسے عرف عام میں رات ہی کہا جاتا ہے ابرار کا نمبر اپنے موبائل پر دیکھ کر وہ قدرے حیران رہ گئی اور کال ریسیو کرنے پر تو جیسے حیرت دوچند ہو گئی کیونکہ وہ صاف صاف ان سب کے رویوں کے متعلق اس کی رائے لے رہا تھا۔

حالانکہ اس کے سوال ایسے کوئی انوکھے نہیں تھے جن حالات میں رومیلہ کی شادی ہوئی تھی اور حالات ایسے نہ بھی ہوتے تب بھی بیٹی بیاہتے وقت لڑکی کے گھر والوں کے وسوسے کم و بیش اسی قسم کے ہوتے ہیں۔

مگر ابرار نے جس وقت اسے فون کر کے پوچھا تھا وہ رومیلہ کے لیے زیادہ حیران کن تھا اب اسے تو خبر نہیں تھی نا کہ یہ سب ابرار نے کس طرح کیا ہے۔

خود ابرار بھی ساری رات سونے جاگنے کی کیفیت سے گزرتا رہا تھا اپنے پلان کے مطابق اس نے اس شادی کا جلد سے جلد اعلان کروانے کے لیے بمعہ تصویر اس کی خبر بھی اخبار میں دے دی تھی یہ سارے انتظامات وہ رات سے ہی کیے بیٹھا تھا مگر اب اپنے موبائل پر الیان کی بار بار کال آتی دیکھ کر اسے یہی مناسب لگا کہ وہ ایک بار رومیلہ سے بات کر کے صورت حال کا جائزہ لے لے اس نے بہت کھل کر سب کی بابت پوچھا تھا مگر رومیلہ ایک بھی جواب پوری سچائی سے نہ دے سکی ہر جواب میں اس نے جھوٹ کی آمیزش کی تھی یا مکمل جھوٹ بول دیا تھا۔

انہوں نے سوال نامہ ختم ہونے پر فون بند کر دیا اور رومیلہ کے دل میں اٹھتے سوال ادھورے ہی رہ گئے تب اس نے نمل کا فون ملا لیا۔

صبح صبح اس کی کال دیکھ کر نمل بھی آنکھیں ملتی اٹھ بیٹھی خود اس کے اندر سوالوں کا ڈھیر جمع تھا مگر رومیلہ کو اس وقت وہ فون نہیں کر سکتی تھی وہ تو کل رات سے اس سے بات کرنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کر رہی تھی لیکن جو باتیں اس نے رومیلہ کو بتائیں انہیں سننے کے بعد رومیلہ مزید الجھ گئی۔

جو جوڑا وہ یہ سوچ کر نہیں پہن رہی تھی کہ ابھی اس کے میکے سے سب اسے لینے آئیں گے تو وہ نمل یا سنبل سے کچھ منگوا لے گی لیکن جب ساری امیدوں پر پانی پھر گیا تو وہ اسے ہی زیب تن کر کے ایسے کمرے سے نکلی جیسے چائے کی پیالی کچن میں رکھنے جا رہی ہو کیونکہ ایک انجانے گھر میں جن حالات میں وہ لائی گئی تھی اسے خود سے کمرے سے نکلنا بڑا عجیب لگ رہا تھا چنانچہ اسے ایک بہانے کی اشد ضرورت تھی۔

لیکن اسے کیا پتا تھا کہ وہی پیالی لے کر وہ الیان سے ٹکرا جائے گی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

✡ ✡

فوزیہ یاسمین

دست کوزہ گری

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی' جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے..... وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ' سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم' ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے' اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔

۲۴

چوبیسویں قسط

اپنا نام بتانے کے بعد اسے امید تھی کہ اب الیان کے رویے میں تھوڑی تبدیلی آئے گی وہ اپنے انداز اور لہجے پر شرمندگی کا اظہار کرے گا اور اس سے ہلکی پھلکی گفتگو کرے گا جیسے کہ اس کا حال احوال پوچھے گا۔
مگر وہ تو بالکل بت بن گیا تھا وہ اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا مگر افسوس کی بات یہ تھی کہ اس کے انداز میں رومیلہ کے لیے پسندیدگی کا کوئی عنصر نہیں تھا بلکہ بے زاری کا پہلو نمایاں تھا۔
رومیلہ کا بحال ہوتا اعتماد ایک بار پھر ڈگمگانے لگا۔
الیان کے جھڑکنے پر وہ خود بھی ایک دم جوش میں آگئی تھی اور بڑے سنجیدہ انداز میں اپنے ماسی نہ ہونے کے متعلق بتانے لگی۔
مگر الیان کا ایک دم ٹھنڈا ردعمل اس کی ساری خود اعتمادی کو تہس نہس کر گیا اس کا دل چاہ رہا تھا وہ فوراً اس کے سامنے سے ہٹ جائے مگر وہ تو کمرے سے اس خواہش کے ساتھ نکلی تھی کہ شاید کسی سے ملاقات ہو جائے تو وہ کسی سے کچھ بات کر سکے۔ نمل نے اسے فون پر بتایا تھا کہ وہ لوگ اسے لینے نہیں آئیں گے۔
کل رات رخصتی کے بعد نمل نے ابرار سے پوچھا تھا کہ وہ صبح کتنے بجے رومیلہ کے گھر روانہ ہوں گے تو انہوں نے صاف منع کر دیا کہ رومیلہ کے گھر کوئی نہیں جا رہا۔
نمل نے کریدنا یا اصرار کرنا چاہا تو انہوں نے اسے بری طرح جھڑک دیا نمل خود اس عجیب و غریب رویے پر حیران تھی اور اب رومیلہ کا فون آنے پر تو جیسے وہ بالکل ہی چونکی ہو گئی اور ایک کے بعد ایک سوال پوچھنے لگی۔
"رومیلہ تم ٹھیک ہو نا؟"
"گھر والوں کا رویہ کیسا تھا تمہارے ساتھ؟"
"الیان کس طرح پیش آیا؟"
"ان کا گھر کہاں ہے؟"
"بات چیت کرنے میں تمہیں وہ لوگ کیسے لگے؟"
"تم پریشان تو نہیں ہو نا؟"
رومیلہ اس کے سوالوں کا تسلی بخش جواب نہ دے سکی ایک تو وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔
دوسرے یہ کہ بھلے ہی ان کے بیچ لاکھ دوستی سہی مگر جو کچھ ہوا تھا اس میں خود رومیلہ کی بے عزتی تھی اپنی ناقدری کے متعلق بتاتے ہوئے رومیلہ کی زبان لڑکھڑا گئی اور جھوٹ وہ نمل سے بول نہیں سکتی تھی چنانچہ اس نے زیادہ بات کیے بغیر فون بند کر دیا۔
اسے یقین تھا نمل اس کے اس انداز پر الجھ گئی ہو گی لیکن وہ خود اتنی الجھی ہوئی تھی کہ نمل کے متعلق سوچ کر خود کو اور ٹینس نہیں کرنا چاہتی تھی۔
البتہ اس پل اسے اپنا اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا سخت زہر لگا تھا لہٰذا وہ ماسی کے لائے کپڑے زیب تن کر کے چہرہ رگڑ رگڑ کر صابن سے دھو کر چائے کی پیالی اٹھا کر ایسے باہر نکلی تھی جیسے کچن میں برتن رکھنے جا رہی ہو۔
وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہی تھی کہ گھر کے لوگ جاگ گئے ہوں تاکہ وہ ان سے بات کر سکے ورنہ کوئی خود سے چل کر اس کے کمرے میں جانے کب آئے اور وہ اب مزید انتظار نہیں کر سکتی تھی۔
مگر الیان سے سامنا ہونے پر اسے خود کا اس طرح باہر نکل آنا وہ بھی ایک ماسی کے کپڑے پہن کر سخت نامناسب لگ رہا تھا۔
الیان تو اس کا نام سنتے ہی خاموش ہو گیا تھا۔ مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے اس طرح خاموش کھڑے رہ کر الیان کے سامنے مجسمہ بن کر رہنا چاہیے یا کمرے میں واپس پلٹ جانا چاہیے۔

آخر اللہ تعالیٰ کو ہی اس پر رحم آ گیا اور اسے ان دونوں کے بیچ کا زیادہ بہتر ہموار راستہ مل گیا۔ وہ گلا صاف کرتے ہوئے بظاہر بڑے اعتماد سے بولی۔
"کچن کہاں ہے؟" الیان اس کے سوال اور لہجہ پر چونک اٹھا۔ اسے قطعاً امید نہیں تھی ایک بالکل نئی نویلی دلہن سے ایسے سوال کی جبکہ شادی بھی بالکل غیر روایتی انداز میں ہوئی ہو۔
"میں نے پوچھا ہے کچن کہاں ہے؟" الیان کو ہنوز حیران دیکھ کر رومیلہ نے بڑی سنجیدگی سے سوال دہرایا تو الیان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔
انسان جس کے خلاف ہوتا ہے اس کی ہر بات اسے بری لگتی ہے یہی اس وقت الیان کے ساتھ ہو رہا تھا عموماً اسے خود اعتماد لڑکیاں متاثر کرتی تھیں بلاوجہ کی شرمانے لجانے والی لڑکیاں اسے چھچھوری لگتی تھیں۔
مگر اس وقت رومیلہ کا یہ انداز اسے سخت زہر لگا تھا وہ اس کی خود اعتمادی کو بے باکی کا نام دیتے ہوئے یہی سوچنے لگا تھا۔
"ہونہہ! سارا گھر ایک سے بڑھ کر ایک ڈھیٹ اور بے شرم ہے بجائے اس کے کہ نئے گھر میں اس طرح دندناتے پھرنے پر شرمندہ ہو یا خجالت محسوس کرے بڑی ڈھٹائی سے کچن کی بابت پوچھ رہی ہے جیسے پہلے ہی دن گھر پر قبضہ جما لیا ہو اور اس کی شروعات باورچی خانے سے کرنی ہو۔"
"کچن کہاں ہے یہ جاننا آپ کے لیے قطعاً ضروری نہیں، آپ فی الحال اپنے کمرے میں تشریف لے جائیں۔" الیان کا لہجہ خاصا کھردرا تھا رومیلہ کا اعتماد تو ڈھیر ہونا ہی تھا ساتھ ہی اس کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا کر رہ گیا وہ تیزی سے کمرے کی طرف واپس مڑ گئی۔

☼ ☼ ☼

نمل، رومیلہ سے بات کر کے کافی فکر مند ہو گئی تھی وہ رومیلہ کی فطرت سے واقف تھی وہ بہت صابر و شاکر لڑکی تھی اپنی پریشانیوں کو ڈھنڈورا پیٹنا یا اپنی محرومیوں کا رونا رونا اسے سخت ناپسند تھا۔
بچپن سے ماں کے سائے سے محروم ہونے کے باوجود اس نے کبھی والدین کے زیر سایہ پرورش پانے والے بچوں پر رشک کیا نہ حسد۔ یہی نہیں اس کے والد اور بھائی بھی ہمیشہ اس کی ذات سے لاپروا رہے اس بات پر بھی اس نے کبھی ان کی برائیاں باہر کے لوگوں سے نہیں کیں۔
نمل اور سنبل سے وہ کبھی کبھی دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی وہ بھی ایسی صورت میں جب کوئی اچانک نئی بات ہو جاتی اور اس کے پچھلے زخم بھی ہرے ہو جاتے یا پھر جب نمل اپنے گھر کے ماحول اور عظمت خلیل کے رویے کو لے کر کڑھ رہی ہوتی تب وہ اپنے حالات کا تذکرہ کر کے اس کا غم غلط کرنے کی کوشش کر لیتی۔
اسی لیے اس کے ٹال مٹول پر نمل بخوبی سمجھ گئی کہ رومیلہ کا وہاں بڑے سرد سے انداز میں خیر مقدم کیا گیا ہے الیان اور اس کے گھر والوں کا رویہ تو وہ خود اپنی آنکھوں سے شادی کے وقت دیکھ رہی تھی اب گھر جا کر بھی رومیلہ کے ساتھ یہ سرد مہری اسے حقیقتاً ہولا گئی تھی۔
وہ بے اختیار موبائل ایک جانب رکھتی اٹھ کر رشیدہ کے کمرے کی طرف چل دی۔
رشیدہ صبح صبح بے دار ہوتی تھیں یہ وقت ان کا عبادت اور تلاوت کا تھا نمل آہستہ سے دروازہ بجا کر ان کے کمرے میں داخل ہو گئی۔
عظمت خلیل عام طور پر دوسرے کمرے میں سوتے تھے انہیں ہر وقت رشیدہ کی اپنے سر پر موجودگی سخت ناپسند تھی جس کے نتیجے کے طور پر دونوں کے دو کمرے پوری طرح سے آراستہ کیے ہوئے تھے کہ عظمت خلیل کو

جب رشیدہ کی شکل دیکھنے کا دل نہ چاہ رہا ہو تا تو وہ سکون سے دوسرے کمرے میں جا کر آرام کر سکیں۔
رشیدہ حسب معمول تسبیح کے دانے گرا رہی تھیں اتنی صبح صبح نمل کو اپنے کمرے کے دروازے پر دیکھ کر ان کے ہاتھ رک گئے وہ سوالیہ انداز میں نمل کو دیکھنے لگیں۔
"امی آپ ابھی ابرار بھائی کو فون کریں اور کہیں کہ رومیلہ کو اس کی سسرال ــــ لینے میں جاؤں گی اگر تمہارا جانے کا ارادہ نہیں ہے تو صرف ایڈریس بتا دو ہم خود چلے جائیں گے۔" رشیدہ اپنی عادت کے مطابق اس کی بات سن کر فوراً" ہی پریشان ہو گئیں۔
انہوں نے تسبیح کو مٹھی میں بند کرتے ہوئے پہلے نمل پر دم کیا پھر آہستگی سے پوچھنے لگیں۔
"کیا بات ہے جب رات ہی ابرار نے منع کر دیا تھا تو اتنی صبح صبح پھر یہی سوال دہرانے کا خیال تمہیں کیوں آگیا ہے؟" نمل نے فوراً" انہیں رومیلہ کے فون کا خلاصہ سنا دیا وہ بھی نمل کی طرح بلکہ نمل سے بھی زیادہ ہراساں ہو گئیں پھر بھی انہیں اس طرح ابرار کو فون کرنا مناسب نہیں لگ رہا تھا وہ کشمکش و پیچ کے عالم میں بولیں۔
"ابرار نے جب ایک بار منع کر دیا تو پھر وہ مجھے کیوں بتائے گا رومیلہ کے گھر کا ایڈریس۔"
"لیکن امی ہم اس طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھ سکتے نا پتا نہیں رومیلہ کے ساتھ وہاں کیا ہو رہا ہو گا۔"
"ایسی باتیں مت کرو میرا دل تو پہلے ہی بیٹھنا شروع ہو گیا ہے۔ تم ذرا رومیلہ سے میری بات کرا دو۔" رشیدہ کا چہرہ زرد پڑنے لگا۔
"امی رومیلہ سے بعد میں بات کریں گے پہلے آپ ابرار بھائی سے ایڈریس لے لیں۔" رشیدہ ایسے نمل کو دیکھنے لگیں جیسے فیصلہ نہ کر پا رہی ہوں۔
"لیکن ابرار اور اس کی بیوی کے بغیر ہم دونوں کا وہاں جا کر اسے لانا کتنا عجیب سا لگے گا اور پھر پتا نہیں اس کی سسرال والوں کا رویہ کیسا ہو گا کیا پتا ان کی ابرار سے بات ہو چکی ہو انہوں نے خود ہی ساتھ بھیجنے سے منع کیا ہو پھر ہمارا اصرار بالکل بلاوجہ کا نہ لگے۔"
"امی آپ ابرار بھائی سے بات کریں گی تو پتا چلے گا نا میں فون ملا رہی ہوں آپ کہہ دیں مجھے ایڈریس چاہیے بس۔" نمل نے سائیڈ ٹیبل پر سے ان کا موبائل اٹھا کر بٹن دبانے شروع کر دیے۔
رشیدہ اسے منع کرنے کے لیے تاویلیں سوچتی رہ گئیں اور اس نے لائن ملنے پر موبائل ان کے کان سے لگا بھی دیا۔
"اتنی صبح صبح وہ پتا نہیں اٹھا بھی ہو گا یا نہیں۔" رشیدہ کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ابرار نے کال ریسیو کر لی۔
"ہیلو ممانی' آپ اتنی صبح صبح سب خیریت تو ہے نا۔" رشیدہ کے لیے فوری طور پر کچھ بولنا مشکل ہو گیا۔
"آں وہ ــــ ابرار بیٹے۔" نمل کے مستقل اشارے کرنے پر لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولیں۔
"میرا ــــ دل چاہ رہا تھا کہ میں خود رومیلہ کو اس کی سسرال لینے جاؤں بن ماں کی بچی ہے نا ایسے موقعوں پر ماں کی کمی کا احساس بہت شدت سے ہوتا ہے تم لوگوں کا وہاں جانے کا ارادہ کتنے بجے تک ہے میں اور نمل بھی آجائیں گے۔" رشیدہ نے ابرار کے مزاج کو دھیان میں رکھتے ہوئے بہت سنبھل کر بات کی تاکہ وہ کوئی ٹکا سا جواب نہ دے دے پھر بھی وہ عادت کے مطابق روکھے سے لہجے میں بولا۔
"ممانی ایسے موقعوں پر لڑکی کی ماں تو اسے لینے سسرال نہیں جاتی اس لیے آپ کے جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب ایک چیز اللہ تعالیٰ نے قسمت میں لکھی ہی نہیں تو دوسرے لوگ اس کمی کو کیسے پورا کر سکتے ہیں پھر ماں کا نعم البدل تو کوئی ہے ہی نہیں۔

اصل میں الیان کے گھر والوں نے منع کر دیا تھا کہ ان کے ہاں ایسا کوئی رواج نہیں ہے میں ایک بار پھر بات کر کے دیکھ لوں گا اگر انہوں نے اعتراض نہیں کیا تو آپ چلی جائیے گا۔" ابرار انہیں اکیلا وہاں بھیجنا نہیں چاہ رہا تھا وہ خود اس کا وہاں جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا چنانچہ اس نے کہہ کر فوراً" فون بند کر دیا۔
اس کے ذہن میں اس وقت ہزار چیزیں چل رہی تھیں اسے بریرہ کو واپس گھر بھیجنا تھا اس کے گھر پہنچنے کے بعد دن کا اگلا قدم کیا ہو گا ابھی تو یہ بھی دیکھنا تھا ایسے میں رشیدہ کا فون اسے تپا ہی گیا تھا۔
دوسری طرف رشیدہ کو بھی اس کا لب و لہجہ احساس توہین میں مبتلا کر گیا انہوں نے فون بند ہونے پر شاکی نظروں سے نمل کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"میں اسی لیے اسے فون نہیں کرنا چاہ رہی تھی وہ تو سیدھے منہ بات ہی نہیں کرے گا۔" یہ کہہ کر انہوں نے ابرار کی گفتگو کا لب لباب اس کے گوش گزار کر دیا۔
"ابرار بھائی کی جگہ' ہمیں پھوپھا کو فون کرنا چاہیے۔" نمل نے رومیلہ کے باجانی کا ذکر کیا۔
"فی الحال کسی کو فون کرنے کی ضرورت نہیں کیا پتا واقعی لڑکے والے کسی قسم کے رواجوں کو پسند نہ کرتے ہوں اور انہوں نے ہی منع کیا ہو آنے سے۔ اب ہم زبردستی تو رومیلہ کو نہیں لا سکتے نا۔"
"لیکن ہم کم از کم وہاں جا کر رومیلہ سے مل تو سکتے ہیں کہ وہ لوگ کس قسم کے ہیں کہاں رہتے ہیں ان کا رویہ رومیلہ کے ساتھ کیسا ہے؛ یہ سارے اطمینان تو کر سکتے ہیں نا۔" نمل جرح کرنے والے انداز میں بولی تو رشیدہ رسانیت سے کہنے لگیں۔
"ایک دن یا چند گھنٹوں کی ملاقات میں تم ان لوگوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتیں اور کوئی رائے قائم کر بھی لو گی تو اس سے رومیلہ کی زندگی پہ کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا اسے اب ان ہی لوگوں اور ان ہی حالات میں رہنا ہے ہم اس سے ملنے میں اگر زیادہ جلد بازی کا مظاہرہ کریں گے تو اس کے لیے مسائل ہی کھڑے کریں گے اسی لیے میں تو کہتی ہوں جب ابرار نے منع کر دیا ہے تو ہمارا وہاں نہ جانا ہی بہتر ہے فون پر تو تم بات کر ہی سکتی ہو تم اس کی خیریت پوچھتی رہنا پھر ولیمہ میں بھی ملاقات ہو جائے گی۔" نمل چپ چاپ انہیں دیکھے گئی۔
وہ ان سے متفق تو نہیں لگ رہی تھی مگر بحث کے لیے کوئی ٹھوس دلیل بھی نہیں تھی اسے بددل دیکھ کر رشیدہ نے اس کا دھیان ہٹانے کے لیے موضوع بدل دیا۔
"رومیلہ نے اپنی شادی میں خرم کو بھی بلایا تھا؟"
"نہیں۔"
"مگر وہ تو کل آیا تھا۔" رشیدہ چونکیں۔
"ہاں۔ بغیر انویٹیشن کے آیا تھا۔" نمل بے زاری سے بولی۔
"کیا ولیمہ میں بھی آئے گا۔" رشیدہ نے پرسوچ لہجے میں پوچھا۔
"پتا نہیں۔ کیوں؟ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔" نمل نے ٹھٹک کر پوچھا۔
"جس طرح وہ ولیمے کے متعلق باز پرس کر رہا تھا اس سے تو ایسا ہی لگ رہا تھا کہ رومیلہ نے اسے بلایا ہے۔" رشیدہ کی بات پر نمل نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
"ہاں ہے تو بڑا بے غیرت آ بھی سکتا ہے ولیمہ میں' مگر آپ کو تو خود کچھ نہیں پتا آپ نے بھلا اسے ولیمہ کے متعلق کیا بتایا ہو گا۔"
"ہاں مجھے تو تفصیل معلوم نہیں۔ مگر میں نے بھائی صاحب سے اس کی بات کرا دی تھی۔" رومیلہ کے والد کا سن کر نمل ہتھے سے اکھڑ گئی۔

"کیا؟ آپ نے..... اوہ گاڈ آپ کو کیا ضرورت تھی پھوپھا سے بات کرانے کی۔ انہوں نے تو پورا ایڈریس تک سمجھا دیا ہوگا۔"

"ظاہری بات ہے۔ ہمارا ہونے والا داماد ہے اتنا اخلاقی تقاضا تو انہیں نبھانا ہی تھا۔"

"وہ کوئی داماد وغیرہ نہیں ہے۔" نمل تلخ ہوگئی۔

"مگر لوگوں کو تو یہی پتا ہے نا۔" رشیدہ کی بات پر کچھ لمحوں کے لیے ان کے درمیان خاموشی چھا گئی جسے رشیدہ کی مدھم آواز نے توڑا۔

"ویسے سچ پوچھو تو مجھے تو خرم اس شخص سے بہت الگ لگتا ہے جس کا تذکرہ تم کرتی ہو۔" نمل زبان سے کچھ نہیں بولی البتہ سوالیہ انداز میں انہیں دیکھنے لگی تو وہ اپنے جملے کی وضاحت کرتے ہوئے بولیں۔

"مجھے تو وہ بہت اچھا اور تمیز کا لگتا ہے۔" نمل کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مبارک ہو۔ اس نے آپ کو بھی شیشے میں اتار لیا۔"

"دیکھو ایسی بات نہیں ہے جو کچھ تم نے بتایا ہے اسے سننے کے بعد میرا خود اس کی تعریف کرنے کا دل نہیں چاہتا مگر جو سچ ہے اسے نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا بظاہر وہ بہت خوش مزاج اور با اخلاق لگتا ہے۔ دور سے مجھے دیکھتے ہی وہ میرے پاس آکر میری ٹیبل پر بیٹھ گیا بڑی اپنائیت سے اس نے میری اور تمہارے والد کی خیریت پوچھی ان کے نہ آنے کی وجہ پوچھی غرض یہ کہ اس سے بات کرکے لگتا ہے کہ اس کی تربیت بہت اچھے خطوط پر ہوئی ہے" نمل بے زاری سے خرم نامہ سن رہی تھی کہ ان کی اگلی بات پر چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"جب بھی کوئی نیا شخص مجھ سے ملتا ہے وہ میری معذوری کو ڈسکس ضرور کرتا ہے کہیں کسی کی نظروں میں ہمدردی ہوتی ہے تو کہیں تجسس ہلکورے لے رہا ہوتا ہے مگر خرم ان بہت کم لوگوں میں سے ہے جنہوں نے میری وہیل چیئر کو مکمل طور پر نظرانداز کرکے صرف اور صرف میری شخصیت پر دھیان دیا ہے۔

اس نے مجھ سے اشاروں میں بھی نہیں پوچھا کہ میں اس کرسی کی محتاج ہو کر کیوں رہ گئی ہوں؟" رشیدہ کے سنجیدہ سے لہجے پر نمل صرف ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ کچھ لمحوں کے لیے ان کے درمیان خاموشی چھا گئی جسے نمل نے ہی اٹھتے ہوئے توڑا۔

"میں ایک بار رومیلہ کو فون کرکے پوچھ لیتی ہوں اگر وہ کہتی ہے کہ ہم دونوں کو آنا چاہیے تھا تو پھر میں اسی سے کہوں گی کہ اپنی سسرال میں کسی سے میری بات کرا دو تاکہ میں ایڈریس سمجھ سکوں۔" رشیدہ صرف اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

البتہ جب وہ کمرے سے نکلنے لگی تب کہنے سے باز نہ آئیں۔

"بعض اوقات انسان کسی کو سمجھنے میں غلطی کر دیتا ہے کہیں تم خرم کو سمجھنے میں غلطی تو نہیں کر رہیں۔"

"میں نہیں امی آپ خرم کو سمجھنے میں غلطی کر رہی ہیں مجھے تو اچھی طرح پتا ہے کہ اسے کس طرح ہینڈل کرنا ہے۔" نمل نے دروازے کے ہینڈل کو سختی سے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے ایسے کہا جیسے اس کا ذہن کہیں بہت دور سفر کر رہا ہو۔

"میں بھی نہیں۔" رشیدہ اس کے چہرے سے کچھ اخذ نہ کر سکیں۔

"ابھی تو میری بھی سمجھ میں نہیں آرہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن اگر وہ رومیلہ کے ولیمہ میں پہنچا تو اس بار اسے آنے پر بڑا پچھتاوا ہوگا۔" نمل کہہ کر رکی نہیں اور اپنے پیچھے دروازہ بند کرتی آگے بڑھ گئی۔

✡ ✡ ✡

الیان' ابرار سے رابطہ کرنے کی کوششیں ترک کرکے اس کے گھر جانے کا مصمم ارادہ تو کر چکا تھا اگر رومیلہ

کراؤنہ ہو جاتا تو وہ اب تک اس کے گھر جانے کے لیے نکل بھی چکا ہوتا۔ مگر رومیلہ سے ملنے کے بعد وہ ایک ہر سوچ میں پڑ گیا۔

ٹادی والے دن ان تینوں کا رویہ کوئی ڈھکا چھپا نہیں تھا حالانکہ ابرار کی تاکید تھی کہ وہ بالکل نارمل طریقے سے اسے لے کر آئیں گے۔

بلکہ وہ لوگ مارے باندھے صاف زبردستی کے بلائے گئے انداز میں پہنچے تھے گویا ابرار کی ایک بات کو صحیح یقے سے نہیں نبھا سکے تھے۔

ہو سکتا ہے ابرار اس کا انتقام لینے کے لیے بریرہ کو وعدے کے مطابق نہ چھوڑ رہا ہو۔

الیان نے اس پر فوراً ہی ظاہر بھی کر دیا تھا کہ وہ سب سمجھ گیا ہے' ہو سکتا ہے اپنی اصلیت کھلنے پر وہ تلملا کر یرہ کو آج واپس بھیج دینے کا ارادہ ملتوی کر چکا ہو۔

الیان چاہے کتنا بھی غصہ کر لے بعد میں چاہے وہ ابرار کی کھال اتار دے لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا تھا کہ ابرار کے ہاتھوں میں ان کے گھر کی عزت و ناموس تھی۔

وہ جب چاہے اسے مٹی میں ملا سکتا تھا۔

بریرہ کے ساتھ اگر وہ کچھ نہیں بھی کرتا ہے تب بھی اگر وہ بریرہ کو کل تک نہیں چھوڑتا تو عین شادی والے دن ن کا گھر تو تماشا بن جائے گا۔

یا اگر چھوڑ بھی دیتا ہے مگر اتنے مظالم کرنے کے بعد کہ اس پر نظر پڑتے ہی دیکھنے والے کو اندازہ ہو جائے کہ ال میں کچھ کالا ہے۔

تو بریرہ کی شادی ٹوٹنا اور ان کا ساری دنیا کے سامنے سر جھک جانا یقینی تھا۔

پھر بھلا وہ کس بات پر اکڑ رہا تھا اور کیا سوچ کر ابرار کے گھر جانے کے لیے کمر کستا عزم سے چلا جا رہا تھا۔ عقل مندی کا تقاضا یہی تھا کہ اس وقت غصے اور نفرت کو ایک طرف رکھ کر ٹھنڈے دل و دماغ سے ابرار کے فون کا انتظار کیا جائے۔

الیان خود کو پرسکون کرنے کے لیے گہری گہری سانسیں کھینچنے لگا اور گیسٹ روم کے دروازے سے واپس اپنے کمرے کی طرف پلٹ گیا۔

وہ اپنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑنے کی کوشش کرتے ہوئے اب ابرار کے اگلے قدم کا انتظار کرنے لگا یہ اور بات تھی کہ اس کے اعصاب ڈھیلے پڑنے کی بجائے گھڑی کی سوئیوں کے آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ کھنچتے جا رہے تھے کہ تبھی اچانک بلند ہونے والے شور نے اس کی ساری توجہ اپنی جانب کھینچ لی۔

الیان تیزی سے اٹھتا کمرے سے باہر نکل آیا۔

اس کے کمرے کے آگے بنی ریلنگ سے نیچے لاؤنج کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا جہاں اس کے ماموں' ممانیاں بمع بچوں کے زور و شور سے بول رہے تھے۔ الیان' ریاض غفار کو نیچے اکیلا دیکھ کر تیزی سے سیڑھیاں ترتا ان کے نزدیک آگیا۔

مگر قریب آنے پر اسے حیرت بھرا اطمینان ہوا جب اس نے ان سب کو خوشی خوشی مبارک باد دیتا پایا۔ البتہ سب کی زبان پر ایک شکوہ بھی تھا۔

"تم نے ہمیں بتایا کیوں نہیں؟"

"ایسے اچانک کیوں شادی کرلی ایسی کیا ایمرجنسی ہوگئی تھی۔"

"کم از کم ذکر تو کرتے۔"

"خیر جو بھی ہوا بہت بہت مبارک ہو۔"

"تمہاری بیوی ہے کہاں ذرا اس سے تو ملواؤ۔" چھوٹی ممانی کے کہنے پر الیان بے ساختہ ریاض غفار کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ اتنے شرمندہ تھے کہ چپ چاپ سر جھکائے نظریں چرائے کھڑے تھے۔ ان لوگوں کا رویہ انہیں مزید شرمندہ کر گیا تھا جو دوہرا رشتہ جڑ جانے کے باوجود نام نہاد سسرالی بن کر اکڑنے کی بجائے اس قدر خندہ پیشانی سے ان کی خوشی میں شریک ہونے آ گئے تھے۔

حالانکہ جو کچھ ہوا تھا انہیں پورا پورا حق تھا ناراض ہو جانے کا۔

"بھئی کیا ہو گیا۔ آپ کچھ بول کیوں نہیں رہے اور یہ شگفتہ اور بریرہ کہاں ہیں؟" ممانی جان نے چاروں اطراف میں نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

الیان بریرہ کے ذکر پر کچھ پریشان سا ہو گیا تبھی فوراً حرکت میں آتے ہوئے ماموں جان کی طرف بڑھ گیا۔

وہ ان سب سے قدرے ہٹ کر بالکل سنجیدہ سے کھڑے تھے ان کے چہرے پر ناراضی نہیں تھی مگر ان کے رویے میں ایک محسوس کیا جانے والا کھنچاؤ تھا۔

"ماموں جان میں......"

"مجھے صرف یہ جاننا ہے کہ جو بھی مجبوری تھی یا جن حالات میں بھی تم نے شادی کی وہ سب تم نے ہم سے چھپایا کیوں؟" ماموں جان کے لہجے میں ایک دکھ بول رہا تھا۔ الیان کی سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ ان سے کیا کہے جبکہ وہ مزید کہنے لگے۔

"تمہاری نانی کو تو اتنا دکھ ہوا ہے کہ انہوں نے صبح سے کچھ کھایا پیا ہی نہیں ہے۔"

"کیا؟" الیان ایک دم چونک اٹھا۔

"میرا تو انہیں بتانے کا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا مگر یہ بچے تمہاری تصویر اخبار میں دیکھ کر اتنے پرجوش ہو گئے کہ تمہاری نانی کو سب پتا چل گیا ہم یہاں اس وقت ان ہی کی خاطر آئے ہیں تم اپنی بیوی کو لے کر ابھی ہمارے ساتھ ہوٹل چلو اور ان سے معافی مانگو شاید اسی طرح ان کا صدمہ کچھ کم ہو جائے۔" الیان خود کو مشکل میں محسوس کرنے لگا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا بولے۔

تبھی ریاض غفار نے پیچھے سے آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور ماموں جان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

"صرف الیان اور رومیلہ ہی نہیں، میں اور شگفتہ بھی جا کر ان سے معافی مانگیں گے۔ چلو الیان جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" ریاض غفار نے اتنی جلدی خود کو کمپوز کر لیا تھا کہ الیان حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا۔

"جی ریاض بھائی۔ آپ کو اور شگفتہ کو بھی چلنا چاہیے جب یہ سب آپ کے علم میں تھا اور آپ دونوں اس پر رضامند تھے تو آپ بھی اتنے ہی قصوروار ہیں جتنا کہ الیان۔" ماموں جان کی بات پر الیان صرف انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

ان کا جملہ صاف ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس شادی کو سراسر لو میرج سمجھ رہے تھے جانے ایسی کیا آفت آ گئی تھی کہ الیان نے ریاض غفار اور شگفتہ غفار کو بھی اس افراتفری پر مجبور کر دیا۔

"تم نے کیا رات سے اب تک کپڑے ہی نہیں بدلے۔ الیان آخر تم بتاتے کیوں نہیں کہ تم نے یہ سب کیوں کیا؟" ماموں جان اس کا بکھرا ہوا سا حلیہ اور شرمندہ سا چہرہ دیکھ کر تپ ہی گئے۔

اس کے پاس بتانے کے لیے تھا ہی کیا وہ صرف بات بدلتے ہوئے ریاض غفار سے مخاطب ہو گیا۔

"میں تو اس وقت نہیں جا سکتا آپ ممی کے ساتھ چلے جائیں۔" ریاض غفار جانتے تھے وہ اس وقت بریرہ کے

ے کا انتظار کر رہا ہے مگر ماموں جان سمجھے وہ نانی جان کا سامنا کرنے سے کترا رہا ہے اس لیے ٹال رہا ہے تبھی ٹ کر بولے۔

"ریاض بھائی اور شگفتہ نے شادی نہیں کی ہے جو یہ دونوں چلے جائیں تم اور رومیلہ بھی ہم سب کے ساتھ ل رہے ہو جاؤ جا کر بلا کر لاؤ اپنی بیوی کو۔" ماموں جان نے سختی سے کہا۔

الیان سوالیہ انداز میں ریاض غفار کو دیکھنے لگا انہوں نے سر کو ہلکے سے جنبش دیتے ہوئے گویا اسے ماموں جان ی بات مان لینے کو ہی بہتر ظاہر کیا تو الیان بے دلی سے گیسٹ روم کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے پر دستک دے کر وہ کمرے کے اندر چلا آیا رومیلہ بیڈ پر بیٹھی موبائل کو دیکھ رہی تھی ایسا لگ رہا تھا وہ ی کو فون کرنے کا ارادہ کر رہی ہو مگر فیصلہ نہ کر پا رہی ہو۔

الیان کو دیکھ کر وہ بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

"میرے کچھ رشتے دار باہر آئے ہیں وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں ذرا باہر آ جاؤ۔" الیان یہ کہہ کر پلٹنے لگا تو رومیلہ بوکھلا کر بولی۔

"میں..... مجھے باہر آنا ہو گا۔"

"ہاں تو؟" الیان نے بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔ میرا مطلب ہے وہ..... انہیں کمرے میں بھیج دیں۔" رومیلہ نے تھوک نگلتے ہوئے کہا ابھی تھوڑی دیر پہلے جس طرح الیان اس کے ساتھ پیش آیا تھا وہ رومیلہ کو بھولا نہیں تھا اسی لیے وہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر کچھ نروس ہو گئی تھی۔

"وہ بہت سارے لوگ ہیں کمرے میں نہیں آ سکتے اور پھر تمہیں ان کے ساتھ جانا بھی ہو گا۔" الیان ایک بار پھر پلٹنے لگا۔

"کہاں؟" رومیلہ حیرانی سے بولی۔

اب کی بار الیان نے ایک تیز سی نظر اس پر ڈالی مگر رومیلہ اس کی بے زاری محسوس کر لینے کے باوجود ہنوز سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی رہی تو الیان دانت پیستے ہوئے بولا۔

"میری نانی کو تم سے ملنا ہے وہ تمہیں نانی کے پاس لیے جا رہے ہیں اور کوئی شک یا سوال۔" الیان کو امید تھی اتنے طنزیہ لہجے کے بعد وہ خاموشی سے سر نفی میں ہلا دے گی۔ مگر اس وقت اسے حیرت ہوئی جب رومیلہ نے سوال کی بجائے الٹا اعتراض کر ڈالا۔

"میں اس حلیے میں آپ کے گھر والوں کے سامنے کیسے جا سکتی ہوں۔"

"جیسے اس گھر میں آ سکتی ہو ویسے ہی جا بھی سکتی ہو۔" الیان چبا کر بولا۔

رومیلہ کے خاک بھی سمجھ میں نہ آیا وہ تو اس گھر میں بڑے اچھے حلیے میں آئی تھی دلہن بن کر بالکل روایتی انداز میں۔ پھر بھلا وہ ایسا کیوں کہہ رہا تھا۔

اسے ایک بار پھر جانے کے لیے پر تولتا دیکھ کر رومیلہ تیزی سے بولی۔

"دیکھیں میں ان کپڑوں میں تو آپ کے گھر والوں سے نہیں مل سکتی آپ مجھے یہاں کا ایڈریس بتا دیں میری کزن مجھے کپڑے لا دیں گی۔"

"اور اس میں ٹائم کتنا لگے گا۔" الیان نے تلخی سے پوچھا اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر سپاٹ لہجے میں بولا۔

"رخصتی کے وقت اپنے ساتھ ایک جوڑا ہی لے آتیں۔" الیان کی بات کسی تیر کی طرح رومیلہ کو لگی تو وہ اسی

کے لب و لہجے میں بولی۔

"اگر پتا ہوتا کہ یہاں میرے ساتھ یہ سلوک ہونے والا ہے تب تو واقعی ایک جوڑا رکھ لیتی۔" الیان کو رومیلہ کی طرف سے اس قسم کے جملے کی بالکل امید نہیں تھی وہ کچھ لمحوں کے لیے گنگ رہ گیا۔

ہر بار اس کی غیر موجودگی میں الیان نے یہی طے کیا تھا کہ جب تک بریرہ واپس نہیں آجاتی کم از کم تب تک ان سب کا رویہ اس کے ساتھ اتنا برا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ابرار سے اس کی شکایت کردے اور ابرار اس کا بدلہ بریرہ سے لے۔

مگر ہر بار اس کے سامنے آتے ہی الیان کا خون کھولنے لگتا اور وہ اپنا فیصلہ فراموش کر بیٹھتا۔

ابھی بھی اس کی بات پر چند لمحوں کے لیے الیان سوچ میں پڑ گیا کہ جس لہجے میں اس نے جواب دیا تھا وہ اس کے بری طرح تپے ہوئے ہونے کو ظاہر کر گیا تھا۔ اب ظاہری بات تھی کہ اسے جو بھی غصہ آرہا ہوگا اس کا اظہار وہ اپنے بھائی کے سامنے تو ضرور کرے گی جس کے رد عمل میں وہ بریرہ کو بھیجنے سے بھی انکار کر سکتا ہے۔

الیان یہ سب سوچ ہی رہا تھا کہ رومیلہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"کم از کم بال بنانے کے لیے ایک کنگھا یا برش تو دے دیجیے۔" الیان کے ایک دم خاموش ہو جانے پر رومیلہ کو شرمندگی کا احساس ہوا تھا کہ شاید وہ کچھ زیادہ ہی تلخ ہو گئی تھی تبھی اپنی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے نسبتاً بہتر لہجے میں بولی۔

اس طرح گفتگو کرنا اس کے مزاج میں شامل نہیں تھا اور اس وقت تو صورت حال ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ کسی قسم کی تلخی نہیں چاہتی تھی۔

شادی چاہے جن حالات میں بھی ہوئی ہو وہ تو ہر صورت اسے نبھانا چاہتی تھی اور پھر ان لوگوں کا رویہ جو بھی ہو احسان تو بہر حال ان لوگوں نے کیا تھا اور وہ کوئی احسان فراموش نہیں تھی۔

الیان کچھ دیر تو خاموش کھڑا رہا پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اس کا مطالبہ غلط نہیں تھا وہ اسے اپنی نانی سے ملوانے لے جا رہا تھا اس کا حلیہ اتنا مناسب تو ہونا ہی چاہیے تھا کہ بھلے ہی وہ نئی نویلی دلہن نہ لگے لیکن معمول کے مطابق ایک مہمان جیسی تو لگنی چاہیے۔

پہلے ہی شادی اس قدر مشکوک طریقے سے ہوئی تھی اس میں اگر اس کا حلیہ بھی نامناسب ہوا تو ایک طرح سے وہ خود لوگوں کو سوچنے اور باتیں بنانے پر مجبور کر رہے ہیں۔

جبکہ الیان کی خواہش تھی کہ فی الحال سب اس موضوع پر بات کرنا بند کردیں تاکہ ممی ڈیڈی دونوں کم از کم ایک صدمے سے باہر آجائیں۔

بریرہ کے ساتھ جو ہوا تھا وہ ناقابل برداشت دکھ تھا مگر کم از کم بیٹے کی طرف سے وہ کڑھنا چھوڑ دیں کیونکہ الیان کو یقین تھا اس کا وقتی نقصان ضرور ہوا ہے مگر بہت جلد وہ اس سے چھٹکارا پا کر اس کی تلافی کر لے گا مگر یہ بات ریاض غفار اور شگفتہ غفار کے لیے سمجھنا تقریباً ناممکن تھا۔

لہٰذا وہ اس بار شگفتہ غفار سے بات کرنے کی بجائے سیدھا بریرہ کے کمرے میں آگیا اور اس کی وارڈ روب کھول کر دیکھنے لگا۔

وہ کپڑے، جوتوں اور زیوروں کی شوقین بالکل روایتی سی لڑکی تھی اس کے پاس جدید تراش خراش کے بیش قیمت کپڑوں کا بیش بہا کلیکشن موجود تھا کہ دیکھنے والے کے لیے انتخاب کرنا مشکل ہو جائے۔

مگر الیان کا ہاتھ خود بخود پیچ کلر کی شیفون جارجٹ کی ایڑھی تک آتی اے لائن شرٹ اور چوڑی دار کی طرف بڑھ گیا جس کی قمیص پر پیچ کلر کی ہی خوب چوڑی چوڑی لیسوں سے بڑی خوب صورت ڈیزائننگ کی گئی تھی ہینگر

اس سوٹ پر ایسے پلاسٹک بیگ چڑھا ہوا تھا جیسے یہ ابھی تک پہنا نہ گیا ہو۔

اصل میں الیان نہیں چاہتا تھا کہ اس کی کزنز جوڑے کو دیکھ کر پہچان لیں کہ یہ بریرہ کا پہنا ہوا ہے۔

سوٹ نکالنے کے بعد وہ بریرہ کی ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا الماری کی طرح یہاں پر بھی بریرہ کے شوق اور من کی تکمیل کی آزادی کا منہ بولتا ثبوت موجود تھا۔

الیان نے جو جو چیزیں ہاتھ میں آسکیں اٹھائیں اور کمرے سے باہر نکل گیا گیسٹ روم نیچے تھا اور وہ یہ سب اٹھا نیچے نہیں جانا چاہتا تھا چنانچہ وہ سب سامان اپنے کمرے میں لے آیا اور ملازمہ کو بلوا کر اس کے ہاتھ ایک شاپر مل رومیلہ کے پاس بھجوا دیا۔

خود اسے تو تیار ہونے میں دس منٹ ہی لگنے تھے کہ اس کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا نک سک سے تیار ہونے کا ہوتے نہا کر کپڑے بدلنا سخت ضروری تھا ورنہ ماموں جان نے تو صرف ٹوکا تھا۔ نانی جان تو پوری کلاس لے لیتیں۔

فریش ہو کر وہ شگفتہ غفار کے پاس جانے کا ارادہ کرتا کمرے سے نکلا ہی تھا کہ ریاض غفار اپنے کمرے سے باہر ملتے نظر آگئے۔ وہ بھی محض کپڑے بدل کر ظاہر جانے کے لیے پوری طرح تیار نظر آرہے تھے۔

"ممی تیار ہیں۔" الیان نے نزدیک آکر پوچھا تو انہوں نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت ٹھیک ہو رہا ہو۔

"وہ تو کمرے سے نکلنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے۔ کہہ رہی ہے میں تو اپنے بھائیوں اور ماں سے آنکھ ملانے کے قابل ہی نہیں رہی ہوں۔ وہ تو منہ سر لپیٹے بستر پر پڑی ہے۔ موبائل میں پہلے ہی بند کر چکا ہوں۔ اس میں تو کسی کو فیس کرنے کی ہمت نہیں۔"

"ٹھیک ہے اگر ان کی ہمت نہیں ہے تو انہیں فورس مت کریں۔ ملازمہ سے کہہ دیں ان کے کمرے میں انہیں ناشتا دے دے اور اپنے سامنے بیٹھ کر کرائے۔" الیان نے ہلکے پھلکے انداز میں کہنے کی کوشش کی۔

"الیان، شگفتہ اگر ہمارے ساتھ نہیں گئی تو سب کو ایسا لگے گا کہ تم نے ہماری مرضی کے بغیر یہ شادی کی ہے۔" ریاض غفار اعتراض کرتے ہوئے بولے۔

"تو کیا فرق پڑتا ہے۔" الیان بےزاری سے بولا۔

"بہت فرق پڑتا ہے تم کوئی گستاخ اور خود سر اولاد نہیں ہو، پھر لوگ تمہیں ایسا کیوں سمجھیں۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ لوگ مجھے کیا سمجھ رہے ہیں۔ ممی پہلے ہی بہت ڈسٹرب ہیں، انہیں اور پریشان نہ کریں۔ اب ہم جلدی سے چلتے ہیں، تاکہ وہاں سے جلدی سے لوٹ سکیں۔ مجھے واپس آکر ابرار کے پاس جانا ہے۔" الیان کا لہجہ اس کے خطرناک عزائم کو ظاہر کرنے لگا تو بے اختیار ریاض غفار نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کچھ بھی کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا ہے اور کل بریرہ کی شادی ہے۔" الیان صرف انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

کل شادی تھی اور انتظامات کتنے مکمل تھے اور کتنے نامکمل، اس طرف تو الیان نے دھیان بھی نہیں دیا تھا۔

"کیا ہوا الیان بھائی، ابا پوچھ رہے ہیں اور کتنا ٹائم لگے گا۔" شاہ جہاں ماموں کا بیٹا شاہد تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر آکر بولا تو وہ دونوں سنبھل گئے۔

"بھئی اپنے ابا سے کہو دلہن کو تیار ہونے میں کچھ تو ٹائم لگے گا نا۔" ریاض غفار نے کمال مہارت سے اپنے تاثرات اور لہجہ ایک دم تبدیل کر لیا۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دلہن تو کب کی باہر آچکی ہے۔" شاہد کے پیچھے حامد کی بہن سکینہ بھی اوپر

آگئی۔

الیان نے بے اختیار چونک کر ہاتھ پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا۔ اسے بڑی حیرانی ہوئی تھی یہ جان کر جبکہ سکینہ اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔

"بہت بہت مبارک ہو الیان بھائی۔ بھابھی تو بہت پیاری ہیں۔ اب ذرا ہمیں بھی بتادیں کہ میری بھابھی کہاں ہیں۔ آپ لوگوں نے تو گاؤں والوں کو بھی مات دے دی ہے۔

بریرہ بھابھی کو بالکل سات پردوں میں چھپالیا ہے۔ ہم تو بالکل بور ہوگئے ہیں۔" سکینہ کے لہجے میں شکوہ نہیں اپنائیت تھی۔

وہ لوگ ٹھہرے بھلے ہی ہوٹل میں تھے۔ مگر سارا دن یہیں جمع رہتے تھے۔ مگر جب سے بریرہ اغوا ہوئی تھی ریاض غفار نے تکلف اور مروت بالائے طاق رکھ کر ماموں جان سے فون پر کچھ اس طرح بات کی کہ انہیں اندازہ ہوگیا کہ کچھ دن کے لیے اس طرح کے گیٹ ٹوگیدر بند کردیے جائیں۔ بریرہ تھکن کی وجہ سے بیمار پڑ رہی ہے۔ لہٰذا اسے مکمل آرام کرنے دیا جائے۔

بریرہ ان کی لاڈلی بہو تھی۔ چنانچہ انہوں نے برا مانے بغیر فوراً" ان کی بات مان لی اور بچوں سے کہہ دیا کہ سسرالیوں کی طرح سیدھا بارات لے کر ہی جانا اور یہ روز روز کا ہنگامہ بند کرو۔

بچے ان کی بات ماننے پر مجبور ہوگئے۔ مگر اب گھر تک آکر انہیں بریرہ سے ملنے سے کیسے روکا جاسکتا تھا۔

ریاض غفار پریشان نظروں سے الیان کو دیکھنے لگے جو خود چند لمحوں کے لیے ساکت ہوگیا تھا۔

"مجھے معلوم ہے بریرہ بھابھی ہمارے ساتھ نہیں جاسکتیں۔ وہاں ہوٹل میں نانی جان کے پاس حامد بھائی موجود ہیں۔ کم از کم مجھے ابھی تو ملنے دیں۔" وہ لجاجت سے بولی تو الیان بہت ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگا۔

"سکینہ۔۔۔ اس وقت اس سے ملنے کی ضد نہ کرو' میری اس اچانک شادی نے ممی اور بریرہ کو بہت ہرٹ کیا ہے۔ وہ ابھی کسی کا سامنا کرنا نہیں چاہ رہیں۔ اس وقت اگر تم اس سے ملوگی تو وہ بہت ان کمفرٹیبل فیل کرے گی۔" الیان کی بات میں بہت وزن تھا۔ سکینہ ایک دم چپ ہوگئی۔

جبکہ ریاض غفار زخمی نظروں سے الیان کو دیکھنے لگے۔ ان کے بیٹے نے صورت حال کو سنبھالنے کے لیے سارا الزام اپنے سر رکھ لیا تھا۔ گھر کی عزت کو بچانے کے لیے وہ خود کیسے سب کی نظروں میں والدین کا نافرمان بن کر کھڑا ہوگیا تھا اور یہ سب کرکے بھی اس کے چہرے پر کوئی دکھ یا پچھتاوا نہیں تھا۔ بلکہ سکینہ اور شاہد کے خاموشی سے مان جانے پر ایک سکون پھیل گیا تھا۔

لیکن یہ سکون صرف ریاض غفار کی شرمندگی کو کم کرنے کے لیے تھا۔ ورنہ اندر سے بریرہ کے متعلق سوچ سوچ کر اس کی حالت تباہ ہوچکی تھی۔

سکینہ نے بریرہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کرکے اس کی فکر کو اور بڑھا دیا تھا۔ اگر ابرار نے وعدے کے مطابق بریرہ کو نہیں چھوڑا تو کیا ہوگا۔

الیان اسی ادھیڑبن میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ نیچے آکر اس نے ایک بار بھی رومیلہ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ حالانکہ چاروں طرف سے وہ اس کی تعریفیں سن رہا تھا۔ سب ہی اس سے مل کر بہت خوش ہوئے تھے۔ مگر الیان اپنی ہی سوچوں میں الجھا رہا۔ یہاں تک کہ نانی اماں کے پاس پہنچ گیا۔

ماموں جان' ریاض غفار' الیان اور رومیلہ ان کے کمرے تک آئے تھے۔ باقی سب اپنے کمروں میں چلے گئے۔ یہاں تک کہ حامد جو ان کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ سلام دعا کرکے باہر نکل گیا ریاض غفار نے بات کرنی شروع کی تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

شگفتہ نہیں آئی۔ بیٹی آتی تو میں کچھ بولتی بھی۔ اب بھلا داماد سے کیا شکایت کروں۔"

یسی باتیں کررہی ہیں آپ۔ کیا میں آپ کے لیے غیر ہوں۔" ریاض غفار کو حقیقتاً" ان کے لہجے سے دکھ

ومیلہ جھکا سر اٹھا کر نانی اماں کی طرف دیکھنے لگی سب لوگوں کی گفتگو سے اسے اتنا تو پتا چل ہی گیا تھا کہ ان ے کسی کو بھی اس شادی کا علم نہیں تھا۔

ب تک کسی نے اس سے اس اچانک شادی کی وجہ نہیں پوچھی تھی لیکن ان کی حیرانی جابجا ظاہر ہو رہی تھی۔

مر یہاں جو بزرگ عورت موجود تھی اس کے چہرے پر حیرت اور غصہ نہیں بلکہ صرف اور صرف دکھ پھیلا تھا۔

فید کپڑوں میں ملبوس وہ سفید بالوں کے ساتھ بہت مقدس سی ہستی لگ رہی تھیں دوپٹے کے پلو سے نم سوں کو صاف کرتے ہوئے وہ رومیلہ کو بہت بے ضرر سی لگی تھیں۔

اس عمر میں جہاں انسان کا مقصد حیات صرف اولاد کی خوشیاں اور آسودگی رہ جاتا ہے وہاں بدلے میں اسے اولاد مرف ایک چیز چاہیے ہوتی ہے کہ اسے مان دیا جائے اور اس کی عزت کی جائے۔

ف اولاد کی طرف سے کیے گئے سرکش فیصلے اس کی پوری ہستی کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں جہاں اپنی رائے دینے ی خواہش نہیں ہوتی لیکن یہ ارمان ضرور ہوتا ہے کہ مجھ سے رائے مانگی جائے حالانکہ اس کے جواب میں یہی کہنا ہوتا ہے۔

"جیسی تم لوگوں کی خوشی۔" لیکن اس ایک جملے کو ادا کرنے میں ایک ایسی تقویت حاصل ہوتی ہے کہ جس کا نعم البدل نہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اکثریت ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال نہیں رکھتی اور جانے انجانے میں بزرگوں کا دل دکھانے کا سبب بنتی رہتی ہے اور پھر یہ شکایت کرتی نظر آتی ہے کہ زندگی میں سے سکون ختم ہو ہے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ذہنی انتشار پیچھا نہیں چھوڑتا۔

رومیلہ ان پر سے نظریں ہٹا کر الیان اور ریاض غفار کو دیکھنے لگی۔

ریاض غفار ایک بار پھر بے بس ہو کر خاموش ہوگئے تھے اور ایک بار پھر الیان کو آگے بڑھنا پڑا تھا مگر اس بار بھی بولنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔

"نانی اماں۔۔۔ ممی۔۔۔ آپ سے شرمندہ ہیں۔۔۔ وہ آپ کو فیس نہیں کرسکتیں۔۔۔ بلکہ ہم سب شرمندہ ہیں۔۔۔ پلیز ہم سب کو معاف کردیں۔"

"لیکن ایسی کیا آفت آگئی تھی کہ تم۔۔۔" نانی اماں ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں تو الیان کی ہمت بھی سب دے گئی۔

اس نے مزید کچھ کہنے کا ارادہ ترک کرکے انہیں خاموشی سے رونے دیا کہ صفائی میں کہنے کے لیے اس کے پاس کچھ تھا نہیں البتہ ایک بار وہ دل کا غبار نکال لیتیں تو وہ ان کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگ لیتا۔

بس یہی سوچ کر وہ خاموش ہوگیا تو رومیلہ حیرانی سے کبھی نانی اماں کو اور کبھی ریاض غفار اور کبھی الیان کو دیکھنے لگی آخر اس کی برداشت جواب دے گئی تو اس نے آگے بڑھ کر دیوار کے ساتھ رکھے واٹر ڈسپنسر میں سے پانی نکالا ان کے برابر میں آبیٹھی۔

"نانی اماں۔ یہ لیں پانی پی لیں۔" اس نے ابھی ابھی الیان کو انہیں نانی اماں کہتے سنا تھا لہٰذا اس نے بھی یہی طرز مخاطب دہرا دیا۔

الیان نے چونک کر سر اٹھا کر اسے دیکھا تو اسے نانی اماں کے برابر میں براجمان دیکھ کر حیران رہ گیا۔

ودنانی اماں بھی پل بھر کے لیے ہچکیاں لینا چھوڑ کر رومیلہ کو دیکھنے لگیں۔

"اس طرح رونے سے تو آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔" رومیلہ نے پانی کا گلاس ان کے لبوں کے قریب کرتے ہوئے کہا۔ تو انہوں نے پانی پینے کی بجائے ہاتھ اٹھا کر گلاس پکڑ لیا۔

"کیا نام ہے تمہارا۔" ان کے پوچھنے پر رومیلہ کو اچانک یاد آیا کہ وہ ایک دن کی دلہن ہے تبھی تھوڑا جھجکتے ہوئے بولی۔

"رومیلہ۔" رومیلہ کہہ کر انتظار کرنے لگی کہ شاید اب وہ کچھ کہیں مگر وہ تو بغور اسے دیکھ رہی تھیں۔ آخر کچھ دیر بعد انہوں نے بڑا غیر متوقع سوال پوچھا۔

"کب سے جانتی ہو تم الیان کو؟"

"جی۔" رومیلہ کے جیسے کچھ سمجھ میں نہ آیا ریاض غفار نے البتہ لب کشائی کی مگر نانی جان نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اپنے سوال کی وضاحت کرنے لگیں۔

"میں پسند کی شادی کے خلاف نہیں ہوں۔ لیکن پسند کی شادی میں اتنی جذباتیت کا مظاہرہ کرنا اور اس میں اتنے لوگوں کی دل آزاری کرنا اس کی شدید مخالفت کرتی ہوں۔" رومیلہ منہ کھولے ان کی بات سن رہی تھی۔

ریاض غفار اور ماموں جان سر جھکائے بیٹھے تھے البتہ الیان بغور رومیلہ کے ایک ایک تاثر کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

"کیا تمہارے گھر والوں کو اس جلد بازی کی شادی پر کوئی دکھ نہیں ہوا۔" رومیلہ کی سمجھ میں یہ تو آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں مگر یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیے۔

الیان کے کزنز کی گفتگو سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس کے اس طرح اچانک شادی کر لینے سے خاصے دلبرداشتہ ہوئے ہیں۔

مگر اس شادی کو وہ کوئی کورٹ میرج جیسی لو میرج سمجھ رہے ہیں یہ اندازہ اسے نانی جان سے مل کر ہوا تھا۔

"کون کون ہے تمہارے گھر میں۔" نانی اماں اب سوگ منانا چھوڑ کر اس کا انٹرویو لینے پر اتر آئی تھیں۔

نازک نازک سے نین نقش والی کچھ گھبرائی گھبرائی سی یہ نکھری نکھری لڑکی انہیں پہلی نظر میں ہی متاثر کر گئی اور پھر اس حقیقت پر چاہے جتنا بھی کڑھا جاتا اس سے انکار تو نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اب الیان کی بیوی ان کے خاندان کی بہو تھی۔

چنانچہ انہیں سارے روایتی سوال یاد آنے لگے تھے۔

"بتاؤ نا کون کون ہوتا ہے تمہارے گھر میں۔"

"ج... جی میرے والد اور بھائی بھابھی ہیں۔"

"اور تمہاری والدہ۔"

"ان کا تو بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔" رومیلہ نے آہستگی سے کہہ کر سر جھکا لیا تو نانی اماں جو اس پر بگڑنے اور اس سے بازپرس کرنے کا سوچ رہی تھیں۔ ایک دم پسیج گئیں۔

"ہو تبھی شاید تمہیں معاشرے کی اونچ نیچ سمجھانے والا کوئی..."

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں نانی اماں۔ میں اتنی نا سمجھ نہیں کہ شادی جیسا اہم فیصلہ خود تن تنہا جلد بازی میں کر ڈالوں۔" رومیلہ نے رک کر ایک نظر الیان اور ریاض غفار کو دیکھا وہ دونوں اسے ہی دیکھ رہے تھے جیسے یہ جاننا چاہتے ہوں کہ وہ اب کیا کہتی ہے۔

جبکہ رومیلہ کی نظروں میں ان کے لیے الجھن بھری تھی کہ آخر وہ لوگ سچ بتا کیوں نہیں دیتے جن حالات میں یہ شادی ہوئی ہے اس کی وجوہات چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔

الیان کی کزنز سے اسے اتنا تو علم ہو گیا تھا کہ ان کے گھر میں کل کسی کی شادی ہے باقی کی تفصیلات پوچھنا اسے اچھا نہیں لگا تھا اور اب وہ یہی سوچ رہی تھی کہ پہلے ہی جو ہوا وہ کوئی خوشگوار واقعہ نہیں تھا لیکن اسے نہ بتانے کی صورت میں ان دونوں کا کردار زیادہ مشکوک ہو رہا تھا بانسبت اسے کھول کر بیان کر دینے میں۔

رومیلہ نے ان پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے ایک گہری سانس کھینچی اور کہنا شروع کیا۔

"میرے بھائی نے میری شادی کینیڈا میں مقیم ایک لڑکے سے طے کی تھی جس کی ساری معلومات کینیڈا میں رہنے والے ایک دوست نے کی تھی۔ کچھ دن پہلے جب وہ لڑکا شادی کے لیے کراچی آیا تب پتا چلا کہ یہ تو وہ ہے ہی نہیں جس سے کینیڈا میں میرے بھائی کے دوست نے ملاقات کی تھی۔ ابرار بھائی اس دھوکے پر بھڑک اٹھے انہوں نے رشتہ ہی ختم کر دیا۔ کسی لڑکی کی بارات اگر دو دن پہلے آتے آتے رہ جائے تو اس کی معاشرے میں کیا عزت رہ جاتی ہے یہ کوئی بیان طلب نہیں ہے۔

اس لیے ابرار بھائی نے فوراً" الیان سے رابطہ کیا یہ اور میرے بھائی دوست ہیں الیان نے اس کڑے وقت میں میرے بھائی کی جو مدد کی ہے اس کے سامنے احسان کا لفظ بھی چھوٹا پڑتا ہے۔

میں یہ نہیں جانتی کہ انہوں نے آپ سب لوگوں کو اطلاع کیوں نہیں دی اس کے پیچھے بھی ضرور کوئی وجہ ہو گی مگر جو آپ سمجھ رہی ہیں وہ بات ہرگز نہیں ہے ہماری شادی سب کے سامنے باقاعدہ طریقے سے ہوئی ہے ہم نے کوئی کورٹ میں جا کر رجسٹر میرج نہیں کی۔" کمرے میں موجود چاروں نفوس اس کی بات پورے دھیان سے سن رہے تھے۔

نانی اماں اور ماموں جان تو شکل سے ہی کافی سنجیدہ اور دکھی لگ رہے تھے البتہ ریاض غفار کچھ حیران حیران سے تھے جیسے ان کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کس ردعمل کا اظہار کریں۔

صرف ایک الیان تھا جس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا وہ محض سپاٹ نظروں سے رومیلہ کو دیکھ رہا تھا۔

اسے یہ تو یقین تھا کہ رومیلہ جھوٹ نہیں بول رہی تھوڑی بہت معلومات تو وہ بھی کر چکا تھا اس لیے اس کے بخوبی سمجھ میں آگیا تھا کہ ابرار نے بریرہ کو اسی لیے اغوا کیا تھا کہ اس کی بہن کی شادی ٹوٹنے کے باوجود وقت مقررہ پر ہو جائے مگر اسے رومیلہ کی مکاری پر تاؤ آ رہا تھا کس قدر معصوم بن کر وہ اس کی اور ابرار کی بے مثال دوستی کی داستان سنا رہی تھی ایسے سادہ سے لہجے میں وہ بول رہی تھی جیسے الیان خود سے قربانی دینے آگیا ہو اپنی دوستی نبھانے کے لیے۔

اسے یقین تھا ابرار کی اس سازش میں اس کا پورا گھر شریک ہے مگر آفرین تھی اس لڑکی پر جس نے اتنی زبردست اداکاری کرتے ہوئے ایسے بھولپن سے سب کہا کہ ریاض غفار تک اس کی کہانی سے متاثر نظر آ رہے تھے۔

"یہ سب تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔" نانی اماں نے الیان کو دیکھتے ہوئے پوچھا ان کے لہجے میں اب شکایت نہیں تھی بلکہ ایک ستائش تھی تبھی وہ کہہ رہی تھیں۔

"تم نیکی کا ڈھنڈورا پیٹ کر اسے ضائع نہیں کرنا چاہ رہے ہو گے لیکن بیٹے سچ کو چھپا کر تم ہم سب کو خود سے اور اس لڑکی سے بدگمان کر رہے تھے۔ جب تمہارے دوست نے تم سے مدد مانگی تھی تمہیں تبھی ہمیں بتا دینا چاہیے تھا ہم تمہارے ساتھ بارات لے کر جاتے۔" نانی اماں کا لہجہ خوشگوار ہوتا دیکھ کر ماموں جان بھی مسکراتے ہوئے بولے۔

"اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں ہم تو اس بے چاری کے بارے میں جانے کیا کیا سوچ بیٹھے تھے۔" پھر رومیلہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

"ویسے ہمیں معلوم ہے تمہاری کوئی کورٹ میرج نہیں ہوئی باقاعدہ ہوٹل میں نکاح ہوا ہے۔ اتنی تفصیل تو اخبار میں موجود تھی۔" ان کی بات پر نانی اماں ایک دم جیسے کچھ یاد آنے پر تیزی سے بولیں۔

"ذرا پتا تو کرو یہ اخبار میں تصویر کس رپورٹر نے لگادی۔ اللہ رحم کرے ہماری بہو کی تصویر اخبار میں چھاپ دی وہ بھی دلہن کے روپ میں۔"

"میری تصویر۔" رومیلہ نے بے یقینی سے کہا۔

"ہاں تم دونوں کی تصویر سے ہی تو ہمیں تمہاری شادی کا پتا چلا ہے۔ اب بھلا بتاؤ کتنے لوگوں کی نظر پڑتی ہے اخبار پر۔" نانی اماں کے سر سے ایک بوجھ اتر گیا تھا اس لیے اب انہیں یاد آیا تھا کہ ان کا کتنا دل جلا ہے رپورٹر کی اس حرکت سے۔

ریاض غفار ماموں کو خوشگوار ہوتا دیکھ کر شکر کا کلمہ پڑھے ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے یہ اور بات تھی کہ رومیلہ کی تصویر اخبار میں چھپنے سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑا تھا اور الیان کو تو یقین تھا کہ یہ سب ابرار کا کیا دھرا ہے تو بھلا وہ رپورٹر کے خلاف ایکشن لینے کا کیوں سوچتا۔

البتہ نانی اماں کے جارحانہ انداز نے اسے چند لمحوں کے لیے سن ضرور کردیا تھا جو عورت صرف اپنی بہو کی تصویر اخبار میں چھپنے پر اتنی غضبناک ہو رہی ہے جسے یہ گوارہ نہیں ہو رہا کہ جانے کتنے مردوں نے اسے دیکھا ہو گا اسے اگر دوسری بہو اور اپنی نواسی کے اغوا ہونے کی بات پتا چل گئی تو اس کا کیا رد عمل ہو گا کہ ان کے گھر کی عزت تین دن اور دو راتوں سے گھر سے باہر ہے۔

الیان ایک دم بری طرح مضطرب ہو گیا وہ فوراً" یہاں سے جانا چاہتا تھا مگر ان کی خوش گپیاں ہی ختم نہیں ہو رہی تھیں۔

نانی اماں کی ہر حرکت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انہیں رومیلہ بہت پسند آگئی ہے وہ بڑے دلار سے کہہ رہی تھیں۔

"جوڑے تو اللہ تعالیٰ آسمان پر بناتا ہے۔ جب 'جہاں اور جس سے نکاح لکھا ہوتا ہے تب 'وہاں اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ تم دل چھوٹا نہ کرو اسی میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوگی اب دیکھنا میں بریرہ اور حامد کی شادی والے دن کیسے دھوم دھام سے تمہارا ولیمہ کرتی ہوں۔ تمہیں آج ہی الیان کی ممانیوں کے ساتھ جاکر کل کے ولیمہ کے لیے ایک شاندار جوڑا لے کر آنا ہے ابھی بھلے ہی تم نے بریرہ کا جوڑا پہن لیا ہے مگر آگے ایسا نہیں ہو گا۔" الیان چونک کر نانی اماں کو دیکھنے لگا۔ جو ماموں جان سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھیں۔

"دیکھو نا کتنا بڑا دل ہے میری بریرہ کا۔ بات پکی ہونے پر جو جوڑا سسرال کی طرف سے آیا تھا وہ نکال کر بھابھی کو دے دیا۔" رومیلہ کو سخت تعجب ہوا تھا بے ساختہ وہ کہہ اٹھی۔

"یہ بریرہ کون ہے؟" اس کے سوال پر وہ چاروں بری طرح چونک اٹھے۔

"تم ابھی تک بریرہ سے نہیں ملیں۔" نانی اماں نے حیرانی سے پہلے رومیلہ کو دیکھا پھر تعجب بھری نظروں سے الیان کو دیکھنے لگیں۔

"بریرہ کہاں ہے الیان؟" الیان کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ سب کی نظریں اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

☼ ☼ ☼
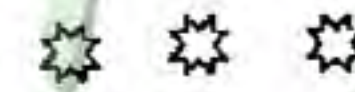
پیلس ہوٹل سے واپسی میں زوبیہ کا ذہن بہت بری طرح الجھا ہوا تھا عائشہ اختر کے ساتھ گھر جاتے ہوئے اسے گھر جانے سے خوف آرہا تھا۔

ملے ہی اسے شائستہ خالہ کی روح ہمیشہ سے نظر آرہی تھی اور جب کوئی اس سے یہ کہتا کہ یہ تمہارا وہم ہے تب ی طرح چڑ جاتی تھی مگر پھر بھی دل میں کہیں یہ امید اور خواہش پل رہی تھی کہ یہ واقعی اس کا وہم ہو۔ لیکن ی باتوں نے اس کے خوف و ہراس میں کئی گنا اضافہ کر دیا تھا۔

وہاں ہوٹل میں بھی اس نے بہت زہر مار کر چند نوالے کھائے تھے یہ تو شکر تھا کہ عائشہ اختر نے خود بھی بہت کم لہ کھا کر اسے گھر چلنے کے لیے کہہ دیا ورنہ تو وہ اصرار کر کے اسے زچ کر دیتی تھیں۔

زوبیہ کو ان کی غیر معمولی خاموشی نے تھوڑی دیر کے لیے حیران بھی کیا مگر اس کے پاس ان پر غور کرنے کا وقت ہی نہ تھا۔

وہ تو تب سے یہی سوچ جا رہی تھی کہ اس کے علاوہ یہ سب خرم کے ساتھ ہی کیوں ہوا۔ کیا اس لیے کہ خرم ے کے کمرے میں رہتا ہے۔ لیکن شائستہ خالہ کی روح کوئی صرف اس کمرے تک تو مقید نہیں ہے۔ وہ تو زوبیہ ساتھ اس گھر سے اس گھر میں منتقل ہو چکی تھی۔ تو کیا شائستہ خالہ وہاں اور یہاں دونوں جگہ آتی جاتی رہتی

اسے اب خیال آرہا تھا کہ اسے خرم سے کہنا چاہیے تھا وہ ان سے بات کرنے کی کوشش کرے کیا پتا خرم ان ات سننے میں کامیاب ہو جائے بلکہ اسے خرم کو بتانا چاہیے تھا کہ شائستہ خالہ کی روح سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔ وہ کسی کو تب تک تکلیف نہیں پہنچاتیں جب تک کوئی دوسرا کسی اور کو تکلیف نہ پہنچائے یا بے وقوف ای کوشش نہ کرے۔

اسے یہ بھی افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے خرم کو تاکید کیوں نہیں کی کہ وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جیسی اسی کی ت رخسار نے کی تھی اور بدلے میں شائستہ خالہ نے اس کا سر زمین پر دے مارا تھا۔

لیں وہ خرم کو بھی کوئی چوٹ نہ پہنچا دیں۔ اسے اب اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا کہ وہ اس قدر سن کیوں ہو گئی تھی کہ بول سکی اور نہ کچھ پوچھ سکی۔ اسے کم از کم یہ تو پوچھنا چاہیے تھا کہ شائستہ خالہ کی روح اسے صرف اپنے رے میں نظر آتی ہے یا پورے گھر میں وقتاً" فوقتاً" دکھائی دیتی ہے۔

اس نے تو خرم سے کوئی بات ہی نہیں کی اور عائشہ اختر کو آتا دیکھ کر اسے چلتا کر دیا یہ عائشہ اختر کو بھی اسی وقت ا تھا ویسے تو ہر جگہ گھنٹوں لگا دیتی ہیں جہاں جاتی ہیں وہاں سے آنے کا نام نہیں لیتیں بس اسی دن فوراً" آگئیں۔ نکہ وہ اس دن بھی بڑی دیر سے آئی تھیں یہ صرف زوبیہ کا غصہ تھا جو وہ ایسے سوچ رہی تھی۔)

یادہ متجسس ہونے پر وہ بس یہ سوچ کر خود کو تسلی دے لیتی کہ خرم نے اس کا نمبر لیا ہے وہ اسے فون ضرور کرے

ایک دن اسی انتظار میں گزر گیا اور اس کا موبائل ہمیشہ کی طرح خاموش ہی پڑا رہا۔ دوسرا دن گزرنے پر زوبیہ چینی سوا ہو گئی اور آخر ایک دن اس نے خود ہی موبائل اٹھا کر خرم سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دوسری ۔ گھنٹی کی آواز سنتے ہوئے زوبیہ کی ہتھیلیاں تک پسینے سے بھیگ گئی تھیں۔

(باقی آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

مست توکل کر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کرتا ہے۔

۲۵

چھبیسویں قسط

کچھ لمحوں کے لیے تو رومیلہ بھی گھبرا گئی۔ سب کو اپنی جانب اس طرح دیکھتا پا کر۔

کیونکہ نانی اماں کے سوال پر سب الیان کو دیکھنے لگے تھے۔ جس پر صرف ایک لمحہ لگا تھا الیان کو سنبھلنے میں اور اس کے بعد وہ خود رومیلہ کو ایسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولا کہ سب کی نظریں رومیلہ پر ٹک گئیں۔

"ملوایا تو تھا تمہیں بریرہ سے۔ یاد نہیں کیا؟" شادی والے دن ایسے بہت سارے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے جن کا نام اور چہرہ بالکل محو ہو جاتا ہے۔" لیکن رومیلہ کو اچھی طرح یاد تھا کہ اس سے سرے سے کوئی بات ہی نہیں کی تھی کسی سے ملوانا یا اپنے خاندان کے متعلق کچھ بتانا تو بہت دور کی بات تھی۔

مگر الیان نے اتنے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ رومیلہ سٹپٹا کر رہ گئی اتنے لوگوں کے بیچ اسے الیان کو جھٹلانا اچھا نہیں لگا تھا پھر نانی اماں بھی اس کی طرف سے صفائی دیتے ہوئے کہنے لگیں۔

"ایسے موقعوں پر ایک دفعہ ملنے سے چہرے یاد نہیں رہتے۔ بریرہ سے صرف ایک بار ملاقات ہوئی ہو گی اس لیے اس کے ذہن میں نہیں آ رہا۔ بے چاری بھی تو صبح صبح تیار ہو کر یہاں آ گئی روایتی طریقے سے اگر صبح اٹھتی اور آرام سے کمرے سے نکل کر ناشتا کرتی تو سب سے تفصیلی ملاقات ہو جاتی۔"

"ارے تم لوگوں نے ناشتا بھی کیا ہے یا نہیں۔" ماموں جان ایک دم چونکتے ہوئے بولے پھر ان کا جواب سننے سے پہلے ہی ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگے۔

"صبح صبح تو میں نے فون کر کے پریشان کر دیا ناشتے کا ہوش ہی کہاں ہو گا خیر میں سب کے لیے منگواتا ہوں۔"

"نہیں ماموں جان، ہم اب چلیں گے مجھے ایک ضروری کام ہے۔" الیان فوراً بولا۔

"ٹھیک ہے تمہاری شادی بالکل اچانک ہوئی ہے لیکن اب تم ایک دن کے دولہا ہو لہٰذا سارے کام وغیرہ چھوڑ کر شرافت سے شرمانے لجانے کی ڈیوٹی انجام دو۔" ماموں جان کی بات پر نانی اماں کے علاوہ کوئی نہ ہنس سکا۔

مگر نانی اماں فوراً ہی سنجیدگی سے بولیں۔

"ناشتا تو ہم لوگوں نے بھی نہیں کیا ہے لیکن پہلے اس بچی سے پوچھو یہ کیا چاہ رہی ہے اگر تم چاہ رہی ہو کہ رواج کے مطابق تمہارے گھر سے ناشتا آئے تو تم لوگ چلے جاؤ ورنہ ابھی ہمارے ساتھ ہلکا پھلکا لے لو پھر دس بجے تک میکے سے آیا ناشتا کر لینا۔" نانی اماں بڑے نرم لہجے میں بولیں تو رومیلہ کو ان کے نرم اور سلجھے ہوئے مزاج کا اندازہ ہو گیا۔

اتنی بڑی بات پر انہوں نے کتنی آسانی سے دل سے سارے شکوے شکایت نکال کر اسے بہو کی حیثیت سے قبول کر لیا اور اب بھی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب کے لیے تمہارے میکے سے ناشتا منگوالیا جائے تو ہم سب ساتھ کریں۔

کیونکہ اتنے سارے لوگوں کا ناشتا منگوانا اول تو بہت غیر مناسب تھا دوئم کیا جانے اس کے گھر والے اتنے اخراجات برداشت کر بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے روایتی سسرال والوں کی طرح کسی قسم کا بوجھ ڈالنے کو اپنا حق سمجھنے کی بجائے بڑے سبھاؤ سے بات کی تھی کہ جیسے رومیلہ کی خواہش ہو ویسے کیا جائے۔

رومیلہ کی آنکھوں میں ان کے لیے ستائش چھپی تھی جبکہ الیان اسے خاموش دیکھ کر یہ سمجھا کہ اس سے فیصلہ نہیں ہو پا رہا تب ہی جلدی سے اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ سنا دیا مگر اس انداز میں کہ نانی اماں کو یہ نہ لگے کہ وہ یہاں سے فوراً جانا چاہ رہا ہے بلکہ یہ لگے کہ اس نے رومیلہ کی مرضی کے مطابق بات کی ہے۔

"آف کورس اس کا دل چاہ رہا ہو گا کہ ناشتا اس کے میکے سے آئے اور وہی سب کھائیں۔ آپ فی الحال ہمیں اجازت دیں۔ ساتھ کھانا پینا تو ہوتا ہی رہے گا۔"

"ان شاء اللہ۔" نانی اماں فوراً بولیں تو الیان نے شکر کا کلمہ پڑھا پھر محض پانچ منٹ میں ہی وہ تینوں وہاں سے

اٹھنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ پانچ منٹ بھی اس لیے لگے تھے کہ نانی اماں کے اشارے پر ماموں جان نے ایک لفافہ لا کر رومیلہ کو دیا تھا جسے رومیلہ نے تھوڑے سے پس و پیش کے بعد قبول کر لیا تو نانی اماں نے ڈھیر ساری دعاؤں میں اسے رخصت کر دیا۔

ایک پل کو الیان کو وہم ہوا جیسے وہاں سے نکلتے وقت رومیلہ کی پلکیں بھیگ گئی ہوں مگر اس کے پاس اس وہم پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا اسے جلد از جلد ابرار سے مل کر بریرہ کی واپسی کا مطالبہ کرنا تھا۔

نانی اماں نے چلتے وقت کہا بھی کہ شگفتہ سے کہو مجھے فون کرے۔ الیان نے ان کی بات تو سنی مگر مفہوم سمجھے بغیر محض سر ہلا دیا جیسے بس جان چھڑانا مقصود ہو۔

پھر وہ واقعی بڑی رش ڈرائیو نگ کر کے پہنچا تو گھر میں قدم رکھتے ہی اسے کسی غیر معمولی پن کا احساس ہو گیا۔

اس نے بے اختیار ریاض غفار کی جانب دیکھا جو خود بھی چونک کر اسے دیکھ رہے تھے۔

ان کا کمرہ دوسری منزل پر تھا مگر شگفتہ غفار کی آواز نیچے تک سنائی دے رہی تھی وہ بہت چیخ چیخ کر بول رہی تھیں اور شاید رو بھی رہی تھیں۔

الیان ایک نظر ریاض غفار پر ڈال کر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اوپری منزل پر چڑھ گیا ریاض غفار بھی اس کے پیچھے لپکے البتہ رومیلہ جوں کی توں کھڑی رہی۔

آوازوں کے شور اور ان دونوں کے رویوں سے اسے کسی انہونی کا اندازہ تو ہو گیا تھا مگر ان کے پیچھے جانے کی اس میں ہمت نہیں ہوئی اتنی بے تکلفی جو نہیں تھی پھر دوسری طرف ان سب کا رویہ بھی ایسا تھا کہ وہ فوری طور پر اجنبیت کی دیوار گرا کر گھل مل نہیں سکتی تھی۔

چنانچہ آگے بڑھنے کی خواہش ہونے کے باوجود وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں البتہ اس کی نظریں اوپری منزل پر بنے اس بند دروازے پر جمی تھیں جسے کھول کر الیان تیزی سے اس میں داخل ہوا اور ریاض غفار داخل ہونے سے پہلے باہر ہی بری طرح چونکے تھے پھر پلٹ کر ایک نظر انہوں نے رومیلہ پر ڈالی اور اندر داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

رومیلہ کو ان کا رویہ خاصا عجیب لگا ہر چند وہ ابھی اس گھر میں بالکل نئی تھی مگر ریاض غفار کا اسے دیکھ کر دروازہ بند کر لینا اسے ہلکے سے ملال میں مبتلا کر گیا تھا۔

وہ محض ہونٹ کاٹ کر رہ گئی کچھ دیر اسی حالت میں کھڑے رہنے کے بعد وہ گیسٹ روم کی طرف بڑھ گئی کیونکہ بند کمرے کے کھلنے کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور آتے بھی کیسے شگفتہ غفار کا یہ رونا دھونا ایسے ہی نہیں تھا۔

☆ ☆ ☆

ریاض غفار اور الیان کے جانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں کچھ سوئے اور کچھ جاگے کی کیفیت میں پڑی تھیں جب کافی دیر بعد انہیں اپنے دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

پہلے تو انہوں نے یہی سوچا کہ شاید ریاض غفار اور الیان واپس آ گئے ہیں تبھی وہ کسلمندی سے پڑی رہیں انہیں کوئی خواہش نہیں تھی ریاض غفار کے منہ سے سب کے تبصرے اور شکوے شکایت سننے کی خاص طور پر ابھی ہاں کے تاثرات سننے کا ان میں بالکل حوصلہ نہیں تھا۔

مگر ان کے جواب نہ دینے پر دستک دینے والی خود ہی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔

شگفتہ غفار نے سرسری انداز میں دروازے کی جانب دیکھا مگر وہاں بریرہ کو کھڑا دیکھ کر وہ چیخ مارتی بستر سے اٹھنے

لگیں۔

"بریرہ۔ بریرہ میری بچی۔" بریرہ نے چند قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ وہ برق رفتاری سے اس تک پہنچ گئیں اور اسے خود سے لگا کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں بجائے اس کے کہ وہ بریرہ کی خیر خیریت پوچھتیں بریرہ کو انہیں سنبھالنا پڑ رہا تھا۔

"ممی۔ ممی میں ٹھیک ہوں۔ ممی آئی ایم فائن" اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی ضرور تھی مگر اس کا چہرہ بالکل مطمئن تھا۔ شگفتہ غفار ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگیں۔

کل اس کی شادی ہونی تھی اور آج اس کی کیا حالت بنی ہوئی تھی کتنی کمزور لگ رہی تھی وہ۔ چند دن میں ہی نیند اور غذا کی کمی اس کے چہرے پر آشکار ہو گئی تھی۔ شگفتہ غفار اسے زور سے بھینچتے ہوئے ایک بار پھر رونے لگیں جانے یہ سلسلہ کب تک چلتا رہتا کہ آخر الیان اور ریاض غفار کے آنے پر یہ تسلسل ٹوٹ گیا۔

پہلے تو ان پر نظر پڑتے ہی شگفتہ غفار اور بریرہ دونوں کے ہی رونے میں شدت آئی مگر ان کے چہروں پر پھیلی بے چینی دیکھ کر بریرہ کو خود کو سنبھالتے ہوئے ساری تفصیل بتانی پڑی۔

"میں نے صرف ایک ہی آدمی کو دیکھا جو چہرے سے ہی ملازم لگتا تھا وہ کس کی ہدایت پر یہ سب کر رہا تھا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں۔ اس کے پاس بس ایک فون آتا تھا جس پر وہ جی صاحب 'جی صاحب' کرتا رہتا تھا۔"

"اس کا حلیہ کیسا تھا کیا تم اسے پہچان سکتی ہو؟" الیان نے بے صبری سے پوچھا۔

"میں نے اسے زیادہ نہیں دیکھا وہ ایک بہت صاف ستھرا سا کمرہ تھا جہاں اس نے مجھے رکھا تھا لیکن وہ خود اس کمرے میں بہت کم آتا تھا۔ وہ ایک چھوٹے قد کا کچھ بھاری جسم کا آدمی تھا اس کا رنگ گہرا سانولا تھا اور آنکھیں بہت چھوٹی چھوٹی سی تھیں۔ وہ باہر والے کمرے میں میز پر کھانا رکھنے کے بعد میرے کمرے کا دروازہ کھول دیتا اور آواز لگا کر کہتا کہ کھانا کھا لو پھر خود کمرے سے نکل جاتا۔

ایک دو گھنٹے بعد میں نے کھانا کھایا ہو یا نہ کھایا ہو وہ آکر برتن اٹھا کر لے جاتا باقی اس کے علاوہ اس نے کبھی نہ کوئی بات کی نہ کوئی سوال کیا بلکہ میں بھی اگر کچھ پوچھتی تو وہ اس کا بھی جواب نہیں دیتا تھا۔" بریرہ تفصیل سے بتانے لگی۔

اس کی بات سن کر ان تینوں کو ہی اپنی اپنی جگہ اطمینان ہوا تھا حالانکہ بریرہ پر نظر پڑتے ہی الیان کو یقین ہو گیا کہ ابرار نے اس کی بہن کو جیسے اغوا کیا تھا ویسے ہی بھیج دیا ہے۔

لیکن اب بریرہ کی بات سن کر اس کے یقین میں اضافہ ہوا تھا جو کہ اس کی روح تک کو پر سکون کر گیا تھا۔

مگر اس اطمینان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اس کی ابرار سے نفرت میں کمی آئی تھی بلکہ بریرہ کے منہ سے یہ ساری تفصیل سن کر اس کے غصے میں اضافہ ہو رہا تھا کہ کیسے اس شخص نے اس کی پھول جیسی بہن کو ایک اجنبی کے رحم و کرم پر ایک کمرے میں بند کر دیا۔

اگر اس شخص کی نیت میں فتور آجاتا تو ابرار کے منع کرنے کے باوجود وہ بریرہ کے ساتھ کوئی نازیبا حرکت کر سکتا تھا بعد میں خبر ہونے پر ابرار صرف اس پر بگڑ ہی سکتا تھا ان کے نقصان کی تلافی تو نہیں کر سکتا تھا۔

"تو کہاں رکھا تھا انہوں نے تمہیں۔ کچھ اندازہ ہے؟" ریاض غفار نے پوچھا۔

"نہیں ڈیڈی ان دونوں کمروں میں کوئی کھڑکی یا روشن دان نہیں تھا جو مجھے جگہ کا کوئی اندازہ ہوتا مجھے تو دن اور رات کا بھی پتا نہیں چلتا تھا کتنے دن رہی ہوں میں وہاں۔" بریرہ نے استفہامیہ نظروں سے ان تینوں کو دیکھا۔

"دن؟ مجھے تو وہ ایک صدی لگتی ہے۔" شگفتہ غفار گہرے تاسف کے ساتھ بولیں۔

"مگر مجھے اغوا کیوں کیا گیا تھا۔ کیا کسی نے آپ سے پیسے مانگے تھے۔" بریرہ کے اچانک پوچھنے پر وہ تینوں ایک

دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"کیا ہوا بتائیں نا میرے اغوا کے پیچھے کوئی تو وجہ ہو گی کتنی رقم مانگی تھی کڈنیپرز نے۔" بریرہ تھکے لہجے میں بولی۔

"وہ سب باتیں بعد میں کریں گے پہلے تم کچھ کھا پی لو اور آرام کر لو شادی والے دن تمہیں مکمل طور پر فریش نظر آنا چاہیے۔" شگفتہ غفار کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اسے پیار سے دیکھتے ہوئے۔

"شادی۔" بریرہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"ہاں تو؟ اس میں اتنے تعجب کی کیا بات ہے تمہاری شادی اپنے مقررہ وقت پر مقررہ جگہ پر ہو گی ان شاء اللہ۔" الیان اس کے لہجے میں چھپے سوال کو بخوبی سمجھتے ہوئے یقین سے بولا۔

بریرہ زبان سے تو کچھ نہیں بولی مگر الیان کو دیکھ کر رہ گئی۔ اس کی نظروں میں جو شکوک و شبہات بھرے تھے انہیں دیکھ کر الیان کو اچانک اپنی بہن بہت بڑی بڑی سی لگی اس نے بے ساختہ اسے کندھوں سے تھام لیا۔

"تمہاری کڈنیپنگ کے بارے میں ہم تینوں کے سوا کوئی کچھ نہیں جانتا اور کسی کو جاننا بھی نہیں چاہیے خاص طور سے حامد کو تو بالکل بھی نہیں۔" الیان رسانیت سے بولا۔

بریرہ کی آنکھیں بھر آئی تھیں وہ کچھ کہنے کے لیے محض لب ہلا کر رہ گئی مگر بول نہ پائی تو ریاض غفار بھی اس کے قریب چلے آئے۔

"الیان ٹھیک کہہ رہا ہے کبھی بھی کسی کمزور لمحے کے زیر اثر جذباتی ہو کر حامد کو سب بتانے مت بیٹھ جانا تم جس طرح گئی تھیں ویسے ہی واپس بھی آگئیں لیکن حامد اس بات پر کبھی یقین نہیں کرے گا۔" بریرہ سر جھکائے ہونٹ کاٹتی رہی۔

الیان کو معلوم تھا اس کے اندر ایک جنگ چل رہی ہے وہ یہی سوچ رہی ہے کہ "جو کچھ ہوا جب اس میں میرا قصور نہیں تو پھر میں کیوں ڈروں اور کیوں چھپاؤں میری تو کوئی غلطی نہیں ہے پھر میں کیوں مجرمانہ احساسات میں گرفتار رہوں۔"

الیان اس کی کیفیت سمجھتے ہوئے اس کے کندھوں کو ہلکے سے دباتے ہوئے بولا۔

"ہم جو بھی کہہ رہے ہیں تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ کوئی بھی مرد برداشت نہیں کر سکتا اور حامد کی تو تربیت ہی اس ماحول میں ہوئی ہے وہ ساری زندگی ایک ذہنی کرب اور جذباتی عذاب سے گزرتا رہے گا۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ تمہیں چھوڑ دے گا مگر وہ تمہاری عزت نہیں کرے گا۔

اب تم خود بتاؤ جس رشتے میں ایک دوسرے کے لیے احترام ہی نہ ہو اس رشتے کا بھلا کیا فائدہ ہے۔" الیان کہتا چلا گیا۔

بریرہ نے تیز تیز پلکیں جھپکاتے ہوئے اپنے آنسو پینے کی کوشش کی پھر ایک طرف سے موضوع بدلنے کے لیے پوچھنے لگی۔

"کتنا تاوان پیش کرنا پڑا آپ کو میری آزادی کے عوض۔" شگفتہ غفار جو پہلے ہی بمشکل ضبط کیے ہوئے تھیں۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

بریرہ کچھ حیرانی سے ماں کو دیکھنے لگی اسے اس ردعمل کی امید نہیں تھی وہ توقع کر رہی تھی اس کے سوال پر وہ مسکرانے کی بجائے اسے ٹوکیں گے آخر پیسے بریرہ کی زندگی اور عزت سے زیادہ قیمتی تو نہیں تھے۔

"کیا ہوا ممی۔ کیا بہت پیسے مانگ لیے ان لوگوں نے۔" بریرہ نے تعجب سے ان سب کو دیکھا۔

"تم بہت تھک گئی ہو گی ایسا کرو نہا دھو کر فریش ہو جاؤ تاکہ کچھ کھا کر تھوڑی دیر سو سکو۔" ریاض غفار کا انداز

صاف ٹالنے والا تھا۔ بریرہ مزید پریشان ہوئی۔

"بھائی آپ بتائیں کیا مانگا تھا انہوں نے بدلے میں جو آپ مجھے بتا نہیں پا رہے۔" اس سے پہلے کہ الیان کچھ کہتا شگفتہ غفار بول پڑیں۔

"اس منحوس کنذیہو نے تمہیں چھوڑنے کی شرط میں الیان کو مانگ لیا۔"

"کیا مطلب؟" بریرہ کی سمجھ میں خاک بھی نہیں آیا تب ریاض غفار شگفتہ غفار سے پہلے بول پڑے مبادا وہ بہت ہی تکلیف دہ انداز میں ساری سچائی نہ بتادیں۔

حالانکہ کوئی بھی الفاظ ایسے نہیں تھے جو اس حقیقت کو آشکار کرنے پر اس کی اذیت میں کمی کر سکتے البتہ جس لب و لہجے میں شگفتہ غفار' بریرہ کے گوش گزار کرتیں وہ اس کی تکلیف کی شدت میں کئی گنا اضافہ ضرور کر سکتے تھے لہٰذا ریاض غفار نے مختصر الفاظ میں اسے الیان کی شادی کے متعلق بتادیا۔

بریرہ منہ کھولے سب سنتی رہی اور ریاض غفار کے چپ ہونے پر بے یقینی سے الیان کو دیکھنے لگی۔

الیان اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا وہ اس کی مشکور تھی اور اس سے شرمندہ بھی۔

وہ مجرمانہ احساسات لیے الیان کے نزدیک آگئی۔

"آ۔۔۔ آپ نے زندگی کا اتنا اہم فیصلہ میری وجہ سے۔۔۔ میری وجہ سے اس طرح۔۔۔ اس طرح آنکھیں بند کرکے کر ڈالا۔

ایک۔۔۔ ایک کنذیہو کی بہن۔۔۔ ایک جرائم پیشہ فیملی کی لڑکی کو آپ نے اپنی بیوی۔۔۔" بریرہ بہت رک رک کر بول رہی تھی بالآخر وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اس کے ساتھ ساتھ شگفتہ غفار بھی بے آواز رونے لگیں۔

الیان نے بے ساختہ اسے خود سے لگالیا یہ اس کی وہ بہن تو لگ ہی نہیں رہی تھی۔۔۔ وہ۔۔۔ شوخ سی لڑکی جو ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی تھی۔

"تمہاری وجہ سے کچھ نہیں ہوا ہے اور نہ ہی یہ میری زندگی کا کوئی اہم فیصلہ ہے۔ یہ سب ایک ڈیل تھی جو مناسب وقت آنے پر میں ختم کردوں گا۔

میں زندگی بھر اس کنذیہو کی بہن کو گلے کا طوق بنا کر نہیں رکھنے والا۔ میں بہت جلد اس سے چھٹکارا حاصل کرلوں گا۔" بریرہ رونا دھونا بھول کر حیرانی سے الیان کو دیکھنے لگی۔

"لیکن ابھی ان سب باتوں کا وقت نہیں ہے تمہارے ماموں جان کو اس شادی کا علم ہو گیا ہے کل تمہاری شادی کے ساتھ ہمیں الیان کا ولیمہ کرنا ہے لہٰذا اس وقت سب اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ نارمل رکھیں۔"

ریاض غفار کے چہرے پر گہری سوچوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ شگفتہ غفار ان کی بات پر بھڑک کر بولیں۔

"میں اپنی بچی کی شادی والے دن اس منحوس کو دلہن بنا کر اپنی بچی کے برابر میں ہرگز نہیں بٹھاؤں گی۔"

"تو پھر کیا کرو گی؟" ریاض غفار کو بھی غصہ آگیا وہ بھی فوراً ہی بولے۔

"اس بلیک میلر نے تمہارے بھائی کے گھر میں اگر بریرہ کے اغوا ہونے والی بات بتادی تو بچی کا رشتہ تو گیا تمہارا اپنا میکا بھی چھوٹ جائے گا۔" ریاض غفار تو غصے میں کہہ گئے جبکہ بریرہ کا چہرہ فق ہو گیا جسے دیکھتے ہوئے الیان نے فوراً "مداخلت کرتے ہوئے رسانیت سے کہا۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ ہم ایسی نوبت نہیں آنے دیں گے اسی لیے فی الحال اس ٹاپک پر سوچنے اور کڑھنے کی بجائے سب اپنے ذہنوں کو ٹھنڈا رکھیں۔ مجھے یقین ہے شام میں ممانی جان اور سارے کزنز سب رومیلہ سے ملنے ضرور آئیں گے۔" الیان ابھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شگفتہ غفار تنک کر کہنے لگیں۔

"کیوں۔ کس خوشی میں وہ سب اس چڑیل سے ملنے آئیں گی۔"

"فار گاڈ سیک شگفتہ! زبان سنبھال کر بات کرو۔ کسی کے بھی سامنے تمہیں ایسی کوئی گفتگو نہیں کرنی تو کروں کے سامنے بھی نہیں۔" ریاض غفار خاصے گرجدار لہجے میں بولے تو شگفتہ غفار خائف ہو کر بڑبڑانے لگیں۔ وہ بھی انہیں نظرانداز کرکے الیان سے مخاطب ہوئے۔

"تمہیں یہ یقین کیوں ہے کہ وہ سب رومیلہ سے ملنے آئیں گے۔"

"آپ نے سنا نہیں تھا جب چلتے وقت ممانی نے اس سے اس کے کپڑوں کے متعلق مذاق میں پوچھا تھا کہ کوئی جوڑا تمہیں ملا تھا تمہیں پہننے کو۔ تب ماموں جان فوراً" بولے تھے ممانی سے۔ میں تمہیں بعد میں سب بتاتا ہوں اس بے چاری کے پاس تو پتا نہیں ولیمہ میں پہننے کے کپڑے بھی ہوں گے یا نہیں۔

اس وقت ممانی جس طرح حیرانی سے ماموں کو دیکھ رہی تھیں اس سے مجھے ہنڈریڈ پرسنٹ یقین ہے ممانی نے ان سے نکلتے ہی سب کچھ پوچھا ہوگا۔

انہیں بھی نانی اماں کی طرح رومیلہ سے ہمدردی ہو جائے گی مجھے تو یہ بھی یقین ہے کہ وہ اسے ولیمہ کا جوڑا بھی دینے لے جائیں گی۔" الیان کی بات پر شگفتہ غفار نے بڑے تجسس سے پوچھا۔

"امی جان (نانی اماں) کو اس سے ہمدردی ہو گئی تھی۔" تب ریاض غفار نے وہاں کا پورا احوال انہیں سنا ڈالا اور ساتھ ہی کہنے لگے۔

"اس لڑکی نے بڑی خوبصورتی اور سمجھ داری سے سچویشن کو سنبھالا ہے ورنہ تمہاری امی جان تو بہت زیادہ خفا ہونے والی تھیں۔" شگفتہ غفار کو اس کی تعریف ذرا بھی اچھی نہیں لگی تھی۔ انہوں نے فوراً "الیان کی طرف دیکھا مبادا شوہر کی طرح بیٹے کے بھی تاثرات اس لڑکی کے لیے ستائشی تو نہیں ہو گئے مگر انہیں یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ وہ بڑے کوفت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اس نے سچویشن سنبھالنے کے لیے کچھ نہیں کیا بلکہ وہ سچ کہہ رہی تھی واقعی اس کی بارات لوٹ گئی تھی اور اپنے بدنامی سے بچنے کے لیے ہمیں قربانی کا بکرا بنالیا۔"

"ہاں اور کیا؟" شگفتہ غفار چمک کر بولیں پھر بڑبڑاتے ہوئے بولیں۔

"ضرور کوئی عیب ہوگا لڑکی کے کیریکٹر میں جبھی دو دن پہلے شادی ٹوٹ گئی۔" ان کی بات پر ان تینوں کو سانپ سونگھ گیا۔

بریرہ جن حالات سے گزر رہی تھی وہ بھلے ہی اس کا قصور نہیں تھا مگر ایسی لڑکیوں کے لیے بھی معاشرہ بڑی تنگ نظری سے ہی سوچتا ہے کہ ان کا کردار اور عزت داغدار ہو گئی ہے۔

اگر بریرہ کا یہ راز کھل جاتا ہے اور اس کے سسرال والے شادی سے انکار کر دیتے ہیں تو کل کو کچھ ایسے ہی الفاظ ان کی بچی اور بہن کے لیے بھی استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

مگر شگفتہ غفار کو ایسا کوئی خیال نہیں آیا وہ ان سب کو چپ دیکھ کر مزید برہمی سے بولیں۔

"اگر وہ لوگ اس منحوس سے ملنے آئے تو کہہ دیں گے وہ گھر پر نہیں ہے بلکہ۔۔۔ ایک منٹ! رواج کے مطابق اسے آج اپنی ماں کے گھر جانا چاہیے۔ اب تک تو آجانا چاہیے تھا ان لوگوں کو اسے لینے۔ ایسا کریں ریاض آپ ڈرائیور کے ساتھ اسے اس کے گھر بھیج دیں اور اس سے کہہ دیں ولیمہ کے لیے اگر کوئی جوڑا نہیں بنا ہے تو اس کا بھی انتظام کرلے۔ ویسے تو بری میں ولیمے کا جوڑا آچکا ہوگا یا پھر لڑکے والے شادی توڑنے پر فوراً" ہی ساری بری بھی واپس لے گئے۔" شگفتہ غفار کا پارہ بدستور چڑھا ہوا تھا۔

"شگفتہ میں نے پہلے بھی کہا ہے زبان کو ذرا قابو میں رکھو اگر اسی انداز میں تم نے اس لڑکی کے سامنے گفتگو کی تو

خدانا خواستہ تمہاری بیٹی کی بارات بھی آتے آتے لوٹ سکتی۔"

"خدا کا خوف کریں ریاض کیا کہہ رہے ہیں آپ۔" شگفتہ غفار دہل گئیں۔

"سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں تمہیں۔ کہ اپنے جذبات اور اپنی نفرت کو اس لڑکی یا اس کے گھر والوں کے سامنے ظاہر کرنے پر نقصان بھی ہمارا ہی ہوگا کیونکہ ہم عزت دار لوگ ہیں انہیں تو کوئی فرق نہیں پڑنے والا ان کی تو ذات ہی ایسی ہے۔" ریاض غفار نے دانت پیستے ہوئے حقارت سے کہا تو شگفتہ غفار کچھ پرسکون ہوگئیں۔

ورنہ وہ تو پریشان ہی ہوگئی تھیں جب ریاض غفار نے رومیلہ کی سمجھداری کی تعریف کی تھی انہیں لگا اس مکار لڑکی نے چند ہی لمحوں میں ان کے شوہر کو اپنا گرویدہ بنالیا جو ان جیسی عورت کے لیے ناقابل برداشت تھا بھلا جس لڑکی کے ذکر سے ہی انہیں کراہیت آرہی تھی جس کے خاندان اور کردار کی طرف سے انہیں ابہام ہورہے تھے اس لڑکی سے وہ اپنے شوہر کا متاثر ہونا کیسے ہضم کرسکتی تھیں۔

ابھی ریاض غفار نے چند لمحوں کے لیے انہیں سکون عطا کیا تھا کہ بریرہ نے لب کشائی کرکے اسے درہم برہم کردیا۔

"مجھے اس لڑکی سے ملنا ہے کہاں ہے وہ؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں اس منحوس سے ملنے کی۔" شگفتہ غفار بھڑک اٹھیں ان کے انداز پر وہ تینوں ہی پل بھر کے لیے خاموش ہوگئے آخر الیان نے ہی موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"تم گھر کیسے آئیں؟"

"جس گاڑی میں مجھے کڈنیپ کیا گیا تھا اسی گاڑی میں آنکھوں پر پٹی باندھ کر مجھے بٹھادیا اور گھر سے ذرا سے فاصلے پر اتار دیا مجھے بس اتنا اندازہ ہے کہ گاڑی بہت دیر تک چلتی رہی تھی باقی وہ جگہ کتنی دور تھی مجھے کتنا ٹائم لگا آنے میں' مجھے کچھ پتا نہیں۔" بریرہ کی بات پر ان سب کے درمیان کچھ لمحوں کے لیے خاموشی چھاگئی جسے بالآخر الیان نے ہی توڑا۔

"بریرہ! تم نہا دھو کر کچھ کھالو اور پھر سو جاؤ تم جس ذہنی ٹینشن سے گزری ہو اس کے اثرات ختم کرنے کے لیے تمہارا بھرپور طریقے سے آرام کرنا سخت ضروری ہے۔" ریاض غفار اور شگفتہ غفار بھی الیان کی حمایت کرنے لگے تو آخر بریرہ کو اٹھتے ہی بنی اس کے کمرے سے نکلتے ہی ریاض غفار الیان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہنے لگے۔

"بریرہ ساتھ خیریت کے گھر آگئی ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس راز پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پردہ ڈال دے گا۔ لہٰذا اب تم ایسی کوئی حرکت مت کرنا کہ ٹھنڈا پڑتا معاملہ پھر زور پکڑ لے۔"

"نہیں ڈیڈی فی الحال ایسا کچھ بھی کرنے کا ارادہ نہیں ہے کہ ابرار طیش میں آجائے۔ ایک بار بریرہ کی شادی خوش اسلوبی سے نبٹ جائے نانی اماں کی پوری فیملی حویلی لوٹ جائے پھر میں سوچوں گا اس سچویشن کو کیسے ہینڈل کرنا ہے؟" الیان سنجیدگی سے بولا پھر ایکدم چونکتے ہوئے کہنے لگا۔

"نانی اماں نے آپ کو فون کرنے کا کہا تھا میں آپ کو بتانا ہی بھول گیا۔"

"کیا بات کروں گی میں امی سے۔" شگفتہ غفار افسردگی سے بولیں۔

"اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ساری بات ہم کرچکے ہیں وہ تمہیں مزید کچھ نہیں کہیں گی۔ تم انہیں فون کرلو وہ تو تمہیں فون کر نہیں سکتیں تمہارا موبائل آف ہے۔" ریاض غفار کے کہنے پر شگفتہ غفار پژمردہ انداز میں سائیڈ ٹیبل پر سے موبائل اٹھا کر نانی اماں کو فون ملانے لگیں۔

تھوڑی دیر کے روایتی گلے شکوے اور ایک دوسرے کو اللہ کی رضا پر صبر و شکر کی تلقین کے بعد نانی اماں نے الیان کی توقع کے عین مطابق رومیلہ کے کپڑوں کے متعلق پوچھا تھا۔

شگفتہ غفار صرف دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں جبکہ نانی اماں پورا پروگرام ترتیب دینے لگیں۔ انہوں نے بھی بریرہ کی شادی والے دن الیان اور رومیلہ کا ولیمہ کردینے کا فیصلہ کن مشورہ دیتے ہوئے آج ہی بازار جا کر اس کے لیے ولیمہ کا جوڑا لانے کی ہدایت جاری کردی۔

"یہ لڑکیاں تو بہت خوش ہورہی ہیں کہ میں نے تو کہہ دیا کہ یہ سب لوگ رومیلہ کے ساتھ بازار جا کر اس کی ساری خریداری کرلیں۔ انہیں یہاں کے بازاروں کا کچھ پتا نہیں انہیں شادی کی مصروفیت کے باعث یہاں گھومنے کا موقع بھی نہیں ملا اس لیے تم خود ان سب کو ساتھ لے کر چلی جاؤ۔ رومیلہ کو بہت اچھا لگے گا بہت ہی غیر معمولی انداز میں اس کی شادی ہوئی ہے اس کا دل گھبرا رہا ہوگا سب کے ساتھ مل کر بازار جائے گی تو سب میں گھل مل بھی جائے گی اور تیاری بھی اس کی پسند کے مطابق ہوجائے گی۔

تم رومیلہ کے گھر والوں سے بات کرلو اسے آج رات میں یا کل صبح میں آکر لے جائیں اسے بازار آج ہی لے جانا ضروری ہے۔

"امی اس کے پاس ولیمہ کا جوڑا ہوگا آپ خوامخواہ۔" شگفتہ غفار بے زاری سے کہہ رہی تھیں کہ نانی اماں نے ٹوک کر ان کی بات کاٹ دی۔

"یہ "ہوگا" سے تمہارا کیا مطلب ہے بھئی یا تو تصدیق کرکے دو ٹوک بتاؤ ورنہ پتا چلے گا عین وقت پر وہ ہماری طرف سے بریرہ کے لیے آیا جوڑا زیب تن کیے ایسے چلی آرہی ہے جیسے خود کے ولیمہ کی بجائے کسی اور کی شادی میں مدعو ہو۔"

"میں سمجھی نہیں امی؟"

"اس میں سمجھانا کیا ہے۔ ٹھیک ہے وہ بھی بریرہ کی طرح ہماری بہو ہے لیکن وہ جوڑا حامد کی پسند کا تھا جو تم نے رومیلہ کو دے دیا۔" شگفتہ غفار کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی اور اسی وقت جا کر رومیلہ کا جوڑا اتروالیں جبکہ نانی اماں کہتی رہیں۔

"اگر اس کے پاس کپڑے ہیں بھی تو انہیں ولیمہ میں پہننا ٹھیک نہیں' وہ جوڑا وہاں سے آیا ہوگا جہاں سے رشتہ ختم ہوگیا ہے۔ اس لیے تمہیں خود سے اس کے لیے شادی کا جوڑا لینا چاہیے۔"

"میری طبیعت بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ مجھ میں تو ہمت نہیں ہے بازار جا کر اتنی مغزماری کرنے کی۔ ایسے کپڑے آرڈر پر بنتے ہیں اب ریڈی میڈ لینے کے لیے تو اس لڑکی کو ساتھ لے کر جانا ہوگا۔ جانے کیسے مزاج کی لڑکی ہے کتنا ٹہلانے کے بعد کپڑے پسند کرے گی مجھ میں تو اتنی جان نہیں ہے۔" شگفتہ غفار نے صاف انکار کردیا تو نانی اماں نے بھی بحث نہیں کی۔

انہیں بھی اندازہ تھا اکلوتے بیٹے کی شادی اس طرح جلد بازی میں کرکے شگفتہ چڑچڑی ہورہی ہیں چنانچہ انہوں نے بھی بیچ کی راہ نکالتے ہوئے فوراً معاملہ سلجھادیا۔

"تو پھر ایسا کرو کسی اچھی دکان کا ڈرائیور کو بتادو تمہاری بھابھیاں ان لڑکیوں کے ساتھ رومیلہ کو لے جائیں گی۔ رومیلہ ان سے بے تکلف تو نہیں ہے مگر یہ لڑکیاں ساتھ ہوں گی تو وہ کھل کر اپنی پسند بتادے گی۔" نانی اماں کے کہنے پر شگفتہ غفار چاہتے ہوئے بھی انکار نہ کرسکیں۔

البتہ پھر انہوں نے زیادہ بات نہیں کی اور بہانہ بنا کر فون بند کردیا۔

ان کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا مگر رومیلہ کو ان کے ساتھ بھیجنے کے سوا اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔

انہوں نے ماسی کے ہاتھ رومیلہ کو پیغام بھجوادیا کہ کھانے کے بعد اسے بازار جانا ہے۔

رومیلہ جو ایک عجیب کشمکش سے گزر رہی تھی اس پیغام پر اس کا ذہن قدرے یکسو ہوگیا۔

نمل اسے دو بار فون کر چکی تھی اور بضد تھی کہ وہ کسی طرح اپنا ایڈریس پتا کر کے بتا دے تو وہ رشیدہ کے ساتھ آکر ابھی اسے اپنے گھر لے آئے۔

رومیلہ نے ہوٹل سے آنے کے بعد ایک بار پھر نمل کو فون کیا تھا اور اس بار اس نے کچھ نہیں چھپایا تھا اور کل رات سے لے کر اب تک کی ساری بات بتادی تھی جسے سن کر نمل خاصی متفکر ہوگئی تھی۔

نمل نے تو رومیلہ کے بابا جانی کو بھی فون کر لیا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا وہ رومیلہ پر گزری ساری روداد انہیں سنا دے مگر رومیلہ نے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ یہ سب وہ صرف خود تک رکھے گی اور رشیدہ تک سے نہیں کہے گی۔

چنانچہ رومیلہ نے بابا جانی سے صرف ان کا پتا پوچھا تھا جس پر انہوں نے اپنی مکمل لاعلمی کا اظہار کر کے ابرار سے کچھ پوچھنا بھی عبث ظاہر کر دیا تھا۔

لہٰذا اب نمل کی پریشانی غصے میں تبدیل ہونے لگی تھی وہ رومیلہ سے فون پر الجھ پڑی تھی اس کا اصرار تھا الیان کے گھر والوں میں سے کسی سے بھی اس کی بات کرادو وہ ایڈریس سمجھ کر خود اسے لینے آجائے گی۔

رومیلہ کو اس کی بات کچھ مناسب نہیں لگ رہی تھی اگر ابرار اسے لینے نہیں آرہا تھا تو ضرور اسی میں کوئی بہتری ہوگی اپنے خیال کا اظہار جب اس نے نمل سے کیا تو نمل بری طرح سلگ اٹھی۔

"جس طرح ابرار بھائی نے آنکھیں بند کر کے تمہاری شادی کی ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے بھی تم ان سے بہتری کی امید رکھتی ہو۔" رومیلہ کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا البتہ وہ اس طرح منہ اٹھا کر نمل کے ساتھ یہاں سے جانا نہیں چاہ رہی تھی۔

اس کے لاشعور میں ایک عجیب سا خوف تھا جیسے اگر وہ یہاں سے گئی تو کوئی اسے لینے ہی نہیں آئے گا تب وہ واپس کیسے آئے گی۔

اپنی عزت نفس کو کچل کر خود سے منہ اٹھائے چلے آنا اسے ہرگز منظور نہیں تھا اس سے تو بہتر تھا وہ یہاں سے جاتی ہی نہیں۔ کم از کم بھرم تو رہ جاتا۔

اس لیے ملازمہ کے ہاتھوں بازار جانے کی اطلاع پا کر اس نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور فوراً" نمل کو فون کر کے اپنے نہ آنے کی مناسب اور ٹھوس وجہ بتادی۔

نمل بھی صرف گہری سانس بھر کر رہ گئی رومیلہ اسے ان سب کے رویے کی بابت بتا ہی چکی تھی ان سے تو رومیلہ کو کوئی مسئلہ نہیں تھا پرابلم تو صرف الیان اور اس کے والدین سے تھی اور وہ تینوں تو بازار جا نہیں رہے تھے جو نمل منع کرتی۔

ویسے بھی ولیمہ الیان کی بہن کی شادی کے ساتھ ہو رہا تھا رومیلہ کو اتنے بڑے مجمع میں رہنے کے لیے دلہن کے جوڑے کی سخت ضرورت تھی چنانچہ انکار کا تو کوئی جواز ہی نہیں بنتا تھا۔ نمل نے اس کی خوشیوں کی دعا کرتے ہوئے فون بند کر دیا۔

رومیلہ نے واقعی ان سب لوگوں کے ساتھ خریداری کرتے وقت بہت خوشی اور طمانیت محسوس کی۔

وہ سب ــــ ہی اسے ہنستے' کھلکھلاتے' بالکل اپنے اپنے سے لگے۔ بس ایک بریرہ کا رویہ اسے الیان اور اس کے والدین جیسا لگا۔ روکھا پھیکا سا۔ بڑی ہی کھوجتی اور تولتی نظروں سے رومیلہ کو دیکھنے کے بعد اس نے بغیر کوئی بات کیے ہی چہرے پر نولفٹ کا بورڈ لگا لیا تھا۔

الیان کی بہن ہونے کی حیثیت سے رومیلہ کو اس کے رویے سے تکلیف ہوئی تھی مگر اس نے نا صرف خوبصورتی سے چھپا لیا بلکہ اس مایوسی کو خود پر حاوی بھی نہیں ہونے دیا۔

الیان کی ممانیوں کی رہنمائی میں اس نے فیروزی اور پنک کلر کے حسین امتزاج کا بہت نفیس اور مہنگا جوڑا اور اس کی تمام میچنگ لی اور ایک بار پھر اسی گھر کے اسی گیسٹ روم کے سناٹے میں لوٹ آئی۔

کل کی طرح آج بھی کوئی اسے پوچھنے تک نہیں آیا البتہ ماسی نے کھانا اس کے کمرے میں پہنچا دیا تو وہ خود کو "سب ٹھیک ہو جائے گا۔" کی تسلی دے کر زبردستی کھانے کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

اگلا دن بھی کم و بیش ویسا ہی تھا البتہ آج کیونکہ وہ مصروف تھی چنانچہ اسے سوچنے کا زیادہ وقت نہیں مل رہا تھا۔

بریرہ والے پارلر میں ہی رومیلہ کی بھی بکنگ بریرہ کو ممانی جان کے لحاظ میں کرنی پڑ گئی تھی لہٰذا وہ مقررہ وقت پر سج دھج کر ایک شاندار سے لان کے شاندار سے اسٹیج پر مورتی کی طرح بریرہ کے برابر میں بیٹھ گئی۔

ابرار و غیرہ کے آنے پر بھی اس کے انداز میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی اسے اپنے آپ پر حیرت بھی ہوئی کہ اپنے والد اور بھائی بھابھی کو دیکھ کر بھی اسے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔

البتہ جب بھابھی نے قریب آکر بڑی جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیسی ہو؟ سب ٹھیک تو ہے نا۔ تم پر تو بالکل روپ ہی نہیں آیا ہے عجیب ماتم زدہ سا چہرہ لگ رہا ہے۔" بھابھی کی بات اسے بڑی عجیب لگی تھی وہ ہمیشہ ایسے ہی بولتی تھیں لیکن کم از کم اس وقت تو نشتر چلانے سے باز آجاتیں۔

اس نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا البتہ خود پر جبر کر کے مسکرانے اور نارمل نظر آنے کی کوشش کرنے لگی مگر نمل اور سنبل کے آنے پر اس کا دل چاہا سارا لحاظ بالائے طاق رکھ کر ان کے گلے لگ کر رو پڑے۔

خود ان دونوں کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ سنبل اسے دیکھ کر تیزی سے پلکیں جھپکانے لگی اسے نمل نے سب بتا دیا تھا رومیلہ نے دوسروں کو بتانے سے منع کیا تھا جبکہ سنبل اور نمل میں رومیلہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں تھا۔

نمل، سنبل کی حالت دیکھ کر رومیلہ سے زیادہ بات کیے بغیر ہی سنبل کو لے کر اسٹیج سے اتر آئی وہ نہیں چاہتی تھی کہ سنبل کی حالت غیر ہوتی دیکھ کر رومیلہ بھی کمزور پڑ جائے۔

"خود کو سنبھالو سنبل تم تو بالکل ہی۔" نمل دانت پیس کر سرگوشیانہ انداز میں بولی۔ سنبل اپنا گلا کھنکار کر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک مرد کے بڑے بے باک سے "ہیلو گرلز۔" کہنے پر اچھل کر نووارد کو دیکھنے لگی اس کے سامنے بلاشک و شبہ خرم کھڑا تھا وہی اپنی ڈیشنگ پرسنالٹی کے ساتھ مسکراتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح بہت فریش اور شوخ لگ رہا تھا۔

سنبل بے یقینی سے اسے دیکھے گئی اسے خرم کی ڈھٹائی پر حیرت ہو رہی تھی جو اس دن والے تماشے کے بعد آج پھر آ گیا تھا البتہ آج اس کے ساتھ پوری پلٹن نظر نہیں آ رہی تھی سنبل نے شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے نمل کی طرف دیکھا تو اسے حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔

نمل اس کی طرح حیران پریشان ہونے کی بجائے خاصی مطمئن کھڑی تھی جیسے اسے پہلے سے ہی خرم کی آمد کا یقین ہو بلکہ اس کے چہرے پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ بھی تھی۔

سنبل الجھ کر رہ گئی آخر ایسا کیا چل رہا تھا اس کے ذہن میں جو وہ اس طرح مسکرا رہی تھی۔

"کیا بات ہے آپ دونوں مجھے دیکھ کر فریز کیوں ہو گئیں۔ شاید آپ دونوں بہت دیر سے میرا انتظار کر رہی تھیں اسی لیے میرے دیر سے آنے پر آپ دونوں کچھ خفا لگ رہی ہیں۔" خرم مسکرا مسکرا کر باری باری دونوں کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے ان کے تاثرات سے بڑا لطف لے رہا ہو۔

"ہاں انتظار تو واقعی آپ کا بڑی دیر سے ہو رہا تھا مگر آپ آئے بالکل صحیح وقت پر ہیں نہ ـــــ جلدی نہ لیٹ ـ بالکل اون ٹائم۔" نمل کے جوابا" خرم کی ہی طرح ضرورت سے زیادہ مسکرا مسکرا کر کہنے پر سنبل تو گیا

خود خرم بھی ٹھٹک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

اس سے پہلے کہ وہ اس کے چہرے سے کچھ اخذ کرتا یا کچھ کہتا نمل اس کے پاس سے گزرتی آگے بڑھ گئی۔

جس طرح وہ چلی تھی خرم اسے دیکھتا ہوا گھوم گیا خود سنبل بھی اپنی جگہ ساکت کھڑی نمل کو پریشان نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

اور اس وقت ان دونوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے سمیر کو سوٹ بوٹ میں ملبوس اندر داخل ہوتے دیکھا بلکہ وہ آ چکا تھا اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کسی جانے پہچانے چہرے کو تلاش کر رہا تھا۔ نمل اس کے خیر مقدم کے لیے انٹرنس کے ایک جانب آکر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی تو سمیر بھی اس کے نزدیک چلا آیا۔

"Thanks alot for coming اتنے شارٹ نوٹس پر بلایا پھر بھی ٹائم پر آ گئے۔"

"Thanks for what تم نے بلایا تھا تو مجھے آنا ہی تھا۔" نمل کے نہایت خوش مزاجی سے کہے جملے پر وہ بھی بھرپور انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔ پھر نمل جان بوجھ کر وہیں کھڑی ہو کر اس سے مسکرا مسکرا کر بات کرتی رہی۔

حالانکہ اس کی پشت خرم کی جانب تھی پھر بھی اسے بہت اچھی طرح پتا تھا کہ خرم کی سنجیدہ اور پرسوچ نظریں ان دونوں پر ہی جمی ہیں۔

لیکن پھر بھی وہ خود پر ضبط نہ کر سکی اور آہستگی سے سمیر سے باتوں کے دوران پلٹ کر خرم کی جانب گھوم گئی اور سست روی سے چلنے لگی تو سمیر بھی اس کے ساتھ قدم بڑھانے لگا۔ نمل نے چلتے ہوئے بھی باتوں کا سلسلہ جاری رکھا اور ساتھ ہی خرم کے تاثرات کا مشاہدہ بھی کرتی رہی۔

پہلے تو خرم بت بنا ان دونوں کو دیکھتا رہا پھر اس کے سکتے میں دراڑیں پڑنی شروع ہوئیں تو حیرت کی جگہ خود بخود غصے نے لے لی۔

اس کے پورے وجود میں جیسے انگارے بھر گئے تھے وہ دونوں بنے سنورے ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہوئے باتیں کرتے اور مسکراتے ہوئے خرم کو سخت زہر لگ رہے تھے۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دونوں کو زندہ جلا دے۔ سنبل بھی ششدر کھڑی تھی اسے نمل سے یہ توقع ہرگز نہیں تھی کہ رومیلہ کے ولیمے میں جہاں لڑکی والے اپنے صرف خاص خاص رشتے داروں کو لے کر جاتے ہیں وہاں نمل بغیر کسی کی اجازت کے بغیر کسی سے ذکر کیے سمیر کو بلا لے گی وہ بھی صرف خرم کو جلانے کے لیے ورنہ یہ تو اسے یقین تھا کہ نمل کو سمیر میں کوئی دلچسپی نہیں ہے سوائے اتنی کہ وہ خرم کا دشمن ہے اور خرم کو تپانے کے لیے سمیر سے بہتر شخص پوری یونیورسٹی میں نہیں مل سکتا تھا۔

سنبل نے ڈرتے ڈرتے خرم کی جانب دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ خرم کا چہرہ غصے کی شدت سے لال ہو گیا تھا اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا وہ بہت مشکل سے خود پر ضبط کیے ہوئے ہے ورنہ اس کا دل تو یہی چاہ رہا ہے کہ دونوں کو بھون کر رکھ دے۔

نمل بھی تو اسے جلانے کی انتہا کرتے ہوئے سمیر کو عین اس کے سامنے لا کر کہنے لگی۔

"سمیر تم اسے جانتے ہو گے نا یہ خرم ہے۔" نمل کی بات سے زیادہ سمیر کے ہونٹوں پر ابھرتی مسکراہٹ خرم کو سلگا گئی۔

گویا سمیر کے تعارف کی ضرورت ہی نہیں تھی وہ تو بہت مقبول و معروف ہستی تھا یونیورسٹی کی۔ البتہ خرم کی طرف سے شبہ تھا کہ جانے سمیر اسے جانتا ہے یا نہیں۔

جتنے سرسری انداز میں نمل نے ملایا تھا اتنے ہی پرجوش انداز میں سمیر نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔

"ہائے خرم کیسے ہو؟" خرم نے ایک نظر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر ڈالی اور دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں رکھ لیے۔

لیکن اس کے مقابل بھی سمیر تھا شرمندہ ہونا اسے بھی نہیں آتا تھا ویسے بھی اس وقت اس کی پوزیشن خرم سے زیادہ مضبوط تھی۔ خرم کی منگیتر نے آنا "فانا" فون کر کے اسے بلایا تھا اور یہاں خرم کو دیکھ کر وہ سمجھ بھی گیا تھا کہ نمل نے اسے کیوں بلایا ہے۔

اتنا بے وقوف تو وہ نہیں تھا کہ نمل کے اچانک مہربان ہو جانے کی وجہ نہ سمجھ پاتا اسے بخوبی علم تھا وہ یہ سب خرم کو جلانے کے لیے کر رہی ہے۔

مگر اسے کون سا نمل کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں اگر نمل اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر رہی تھی تو وہ بھی وقت گزاری اور خرم کی خواری کے لیے اس مشن کا حصہ بننے پر خوشی خوشی راضی تھا۔

تبھی خرم کی بداخلاقی پر اس نے ایسے نمل کی طرف دیکھا جیسے نمل اس کی بے عزتی پر خرم کو سرزنش کرے گی اور واقعی نمل نے اس کی شاکی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے پچکارنے والے انداز میں کہا۔

"کم آن سمیر۔ تمہیں معلوم تو ہے خرم کو اپنی کیسی چھوکر نہیں گزرے ہیں سائنڈ مت کرنا پلیز!" خرم کا دل چاہا نمل کا سر پھاڑ دے۔

سمیر کے چہرے پر خرم کی اس بے عزتی سے جو خوشی دوڑ گئی تھی وہ خرم کو خاک کر گئی تھی۔

"تم شادی میں کیوں نہیں آئے تھے سمیر! میں نے تمہیں کتنا مس کیا۔" نمل کا ہر جملہ خرم کے غصے کو بڑھا رہا تھا اس کا دل چاہا تڑخ کر کہہ دے "تم نے اسے بلایا کب تھا جو وہ شادی میں آتا یہ تو میرے آنے کے بعد تمہیں سمیر کو بلانے کا خیال آیا ہے۔"

مگر اس وقت وہ کچھ بھی بول کر سمیر کو خود پر ہنسنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا نمل پوری طرح اس کے ساتھ تھی وہ کچھ بھی کہتا نمل اس کی حمایت کرتی اور خرم کو اپنی مزید سبکی کا احساس ہوتا چنانچہ اس نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔ سمیر کے چہرے پر ایک پل کے لیے حیرانی پھیل گئی مگر اگلے ہی پل اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔

"وہ۔ دراصل۔ ایکچولی میں تو آ رہا تھا بس ذرا ٹریفک میں پھنس گیا تھا۔ جب میں پہنچا تو فنکشن ختم ہو گیا تھا۔ ورنہ بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ تم بلاؤ اور میں نہ آؤں۔" وہ خواہ مخواہ شوخ ہو کر خوشامدانہ لہجے میں کہنے لگا۔

خرم کی برداشت جواب دے گئی وہ ایک سلگتی ہوئی نظر نمل کے مسکراتے چہرے پر ڈال کر جانے کے لیے آگے بڑھ گیا۔

"کہاں جا رہے ہو خرم۔ کھانا نہیں کھاؤ گے۔ مفت کا کھانا چھوڑ کر جانا تمہیں زیب نہیں دیتا۔" نمل نے معصومیت سے کہا۔

سمیر نے ایک زوردار قہقہہ لگایا خرم کا دل چاہا پلٹ کر اتنے زور سے مکا جڑ دے کہ یہیں سمیر کی لاش گر جائے مگر وہ کوئی تماشا نہیں بنانا چاہتا تھا۔

جب نمل اس کے ساتھ تھی تو اس کا کچھ بھی کہنا اور کرنا خود اپنا آپ کو ذلیل کرنے کے مترادف تھا۔

پھر یہاں اس وقت اس کے دوست یا یونیورسٹی کے دوسرے لوگ موجود نہیں تھے ورنہ ان کے سامنے اس طرح خاموشی سے چلے جانا اسے اپنی سخت بے عزتی لگتی۔

توہین کا احساس تو اسے اب بھی ہو رہا تھا۔ مگر وہاں کھڑے رہنے کی صورت میں نمل اور سمیر کے جو طنز کے نشتر برداشت کرنے پڑتے اور تمسخر بھری نظریں سہنی پڑتیں اس کے مقابلے میں خاموشی سے چلے جانا اس سے لاکھ بہتر تھا۔

یہاں سے نکل کر گھر جانے کی بجائے وہ بے مقصد گاڑی سڑک پر دوڑاتا رہا۔ اس کے اندر آگ لگی ہوئی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا نمل اور سمیر دونوں کو شوٹ کر دے۔

سمیر سے زیادہ غصہ اسے نمل پر آ رہا تھا کیسا بدلہ لیا تھا اس نے' خرم کے شادی میں بغیر بلائے آ جانے کا وہ بھی سارے دوستوں کو لے کر۔

یہ بھی شکر تھا کہ خرم آج تنہا آ گیا تھا ورنہ سب کے سامنے سمیر کے ساتھ نمل کو برداشت کرنا اور بھی ذلت آمیز ہوتا۔

یہ بھی شکر تھا کہ کل یونیورسٹی کی چھٹی تھی اگر کل اتوار نہ ہوتا تو وہ سمیر کا سامنا کرنے کی سکت بھی اپنے اندر نہیں پا رہا تھا کس قدر گرا دیا تھا نمل نے اسے اس کے سب سے بڑے حریف کے سامنے۔

وہ بے ڈھنگے انداز میں ڈرائیونگ کرتا صبح کے چار بجے گھر میں داخل ہوا تو مسز حسن کو اپنے انتظار میں جاگتا دیکھ کر ذرا طرح چپ گیا۔

وہ اگر رات کو دیر تک باہر رہتا تھا تو انہیں مطلع کر دیا کرتا تھا جبکہ آج تو اس نے اپنا موبائل بھی آف کر دیا تھا کہ کم از کم وہ خود ہی ——— فون کر کے خیریت پوچھ لیتیں۔ اسی لیے ان کے جائز غصے پر وہ ہمیشہ ہنس کر معذرت کر لیتا تھا جبکہ آج وہ ان کے پریشان چہرے پر چڑ کر رہ گیا۔

"کوئی چھوٹا سا بچہ ہوں میں جو کہیں کھو جاؤں گا۔"

"یہ تم کس طرح بات کر رہے ہو؟" مسز حسن اس کے رویے پر حیران رہ گئیں۔

"صبح کے چار بج رہے ہیں خرم اور تمہاری کوئی خبر نہیں۔ کیا مجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ میرا تو ہول ہول کر برا حال ہو گیا جانے کیا بات ہے جو تمہارا موبائل بھی سوئچ آف ہے آخر تم تھے کہاں؟" مسز حسن نے قدرے نرمی سے کہا تو خرم کچھ چپ سا ہو گیا۔

"سوری ماما۔ ایک دوست کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اسی وجہ سے کچھ ٹینس ہوں۔"

"Oh I see کیا ہوا ہے؟" مسز حسن ایک دم فکرمند ہو گئیں تو خرم نے کچھ جھوٹی کچھ سچی سنا کر انہیں تو مطمئن کر دیا مگر خود اپنے کمرے میں آ کر اس کی الجھن میں اضافہ ہو گیا۔

اس کے کمرے کے ایک طرف باکسنگ بیگ لٹکا ہوا تھا وہ گاڑی کی چابیاں' موبائل' گھڑی سب ایک طرف پھینک کر اس بیگ پر بری طرح گھونسے برسانے لگا یہاں تک کہ تھک کر چور ہو گیا اس کی شرٹ پسینے میں شرابور ہو گئی۔ مگر سمیر اور نمل کا ایک ساتھ ہنسنا اور باتیں کرنا اس سے بھلائے نہیں بھول رہا تھا۔

اسے اتنا غصہ کبھی نہیں آیا تھا جتنا نمل پر آیا تھا۔

اسے اتنی نفرت کبھی محسوس نہیں ہوئی جتنی سمیر سے ہو رہی تھی۔

اسے اتنی کوفت کبھی کسی سے نہیں ہوئی تھی جتنی خود سے ہو رہی تھی۔

خود اپنی نظروں میں حقیر ہو گیا تھا آج وہ۔

زندگی میں پہلی بار اپنے کسی اقدام پر اسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔

نمل سے منگنی کر کے اس نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی تھی اگر آج وہ اس کی منگیتر نہ ہوتی تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ کس کے ساتھ بیٹھی ہے اور کس کے ساتھ ہنس رہی ہے۔

مگر اب اس کے نام کے ساتھ خرم کا نام جڑا تھا اسے سمیر کے ساتھ دیکھ کر لوگ اس کے نام کو کسی بری طرح سے بدنام کر سکتے تھے۔

نمل اور سمیر کی وجہ سے اس کے متعلق باتیں بن سکتی تھیں۔ نمل شادی والے دن جس طرح اس کے ساتھ

پیش آئی تھی وہ بھی سب کو چونکانے کے لیے بہت تھا اور اب تو گویا پورا کا پورا افسانہ تیار ہونے والے تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نمل کو ہمیر کے ساتھ پھرنے کا زیادہ موقع ملے گا اور جب وہ دونوں ہر وقت ہر جگہ ساتھ نظر آئیں گے تب ہلکی ہلکی چہ میگوئیاں باقاعدہ طعنوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ تب خرم کا دامن اس چنگاری سے کیسے محفوظ رہے گا وہ کیا کمہ کر اپنی جان چھڑائے گا۔

اس کا دل چاہ رہا تھا پہلی فرصت میں نمل سے منگنی ٹوٹ جانے کا اعلان کر دے لیکن یہی تو نمل چاہتی تھی۔ منگنی توڑنے کی صورت میں وہ ہار جائے گا سب کو پہلے ہی نمل کے اکھڑے اکھڑے رویے کا علم ہے اگر اس نے منگنی توڑی تو سب یہی سمجھ جائیں گے کہ خرم، نمل کے رویے سے دلبرداشتہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔

اس سے بہتر تو یہ تھا کہ وہ ایک بار اس سے شادی کر لیتا اور پھر بھلے ہی اسے چھوڑ دیتا پھر جو بھی باتیں بنتیں وہ نمل کے خلاف زیادہ ہوتیں اور خرم کے حصے میں بہت کم تبصرے آتے کیونکہ طلاق کی صورت میں لڑکی کو ہی مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اور اس کے طلب گاروں میں بھی کمی آجاتی ہے پھر ہمیر کو بھی اس میں کوئی دلچسپی نہ رہتی اور اگر رہتی بھی تب بھی وہ خرم کی ٹھکرائی ہوئی ہوتی خرم کی انا کی تسکین کے لیے اتنا بہت تھا۔

مگر وہ جانتا تھا فی الحال نمل سے شادی کرنا ممکن نہیں اس کے والد فرقان حسن شادی کے ذکر پر پہلے ہی اسے بہت کچھ سنا چکے تھے وہ دوبارہ وہ ساری باتیں سننے کا روادار نہیں تھا اس لیے ایسی کسی خواہش کا اظہار کرنے کے متعلق وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

سوچ سوچ کر اس کا ذہن شل ہو گیا پاکسنگ بیگ پر ایک آخری پنچ مار کر وہ بستر پر ڈھیر ہو گیا اس کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ آخر وہ گہری نیند میں چلا گیا مگر وہ گہری نیند بھی کوئی پرسکون نیند نہیں تھی بند آنکھوں سے بھی اسے نمل ہمیر کے ساتھ ہنستی کھلکھلاتی نظر آرہی تھی۔

☆ ☆ ☆

خرم کے اس طرح میدان چھوڑ کر بھاگنے پر نمل کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اس نے بڑی فاتحانہ نظروں سے سنبل کی طرف دیکھا جو ہنوز حیران پریشان کھڑی تھی۔

نمل کو یقین تھا اسے نمل کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری ہوگی خود اس کی اصول پسندی کے مطابق کسی دوسرے کے فنکشن میں اپنے مہمان کو بغیر اجازت کے مدعو کر لینا خاصی غیر اخلاقی اور نامناسب حرکت تھی۔

لیکن خرم کو نیچا دکھانے کی کوشش میں اس نے اپنی اصول پسندی کو تھوڑی دیر کے لیے ایک طرف رکھ دیا تھا کیونکہ اسے یقین تھا خرم ہمیر کو دیکھ کر بھنا اٹھے گا اور اس کا اس طرح خاموشی سے چلے جانا چیخ چیخ کر نمل کے یقین کے صحیح ہونے کی نشاندہی کر رہا تھا۔

خود ہمیر کے چہرے پر بڑی جاندار مسکراہٹ جلوہ افروز تھی ایک تو نمل جیسی حسین لڑکی کے اتنے التفات پر اس کا چہرہ کھلا جا رہا تھا دوسرے یہ احساس کہ وہ اس کے حریف کی منگیتر ہو کر بھی اس پر مہربان ہے بجائے اپنے منگیتر کے۔ اس کی تو سوچ یہی تھی کہ دشمن کو ایسا کاٹو کہ وہ پانی بھی نہ مانگ سکے اور اس وقت جو کچھ نمل نے اس سے کرایا تھا وہ کم و بیش خرم کی ایسی ہی حالت کر گیا تھا۔

ہمیر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی اور اسی وقت ساری یونیورسٹی میں اپنے اور نمل کے اسکینڈل کا پرچار کر دے اس کا سب سے آسان طریقہ یہ تھا کہ وہ اس شادی کی تصویر فیس بک میں ڈال کر اپنے انوائیٹڈ ہونے کی تفصیل لکھ دے۔

مگر اسے معلوم تھا اگر اس نے ایسا کیا تو نمل ناراض ہو جائے گی اسے فیس بک پر نمائش کرنا قطعاً پسند نہیں

گئے گا خود ہمیر کو تو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ فیس بک پر کتنے لوگ ہمیرو فیوکی تصویریں دیکھیں گے اسے فکر تھی تو صرف یہ کہ نمل پر ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ اس حد تک آزاد خیال یا دوسرے لفظوں میں کمزور کردار ہے کیونکہ اگر نمل اس کے ساتھ تھی تو اسے خرم کو یونیورسٹی میں نیچا دکھانے کے آگے کئی حسین مواقع ملنے والے تھے پھر بھلا وہ سونے کا انڈا دینے والی مرغی کو کھو دینے والی بے وقوفی کیوں کرتا۔

ایک بس سنبل تھی جسے یہ سب ذرا اچھا نہیں لگ رہا تھا خرم کے چلے جانے کے بعد جب اس کے سکتے میں شگاف پڑا تو اس کی تیوریوں پر بھی بل پڑتے چلے گئے۔

اس نے نہایت بے زاری سے ہمیر کی طرف دیکھا جو انگلیوں سے بال بناتے ہوئے خواہ مخواہ اسٹائل جھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا اور سرشاری کا احساس اس کے ہر انداز سے چھلک رہا تھا۔

"نمل یہ کوئی تمہارا فنکشن نہیں ہے جس میں تم نے اپنی مرضی سے اپنے مہمان انوائیٹ کر لیے۔" سنبل بگڑ کر بولی جو اس کے شدید غصے کو ظاہر کر گیا تھا۔

ورنہ کسی تیسرے شخص کے سامنے وہ تینوں ایک دوسرے کو کبھی سرزنش نہیں کرتی تھیں لیکن سنبل کا رویہ نمل کو احساس دلا گیا تھا کہ اسے خرم کے ساتھ نمل کا سلوک سخت ناگوار گزرا ہے۔

نمل نے بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ سنبل ہمیر کے سامنے اسے کوئی سخت بات کہے اور ہمیر ان کی دوستی کو کوئی عام سا تعلق سمجھ بیٹھے۔ مگر سنبل اس کی خاموشی کی پروا کیے بغیر مزید گویا ہوئی۔

"اس طرح کسی ایرے غیرے کو دوسروں کی پارٹی میں انوائیٹ کر لینا نہایت گھٹیا بات ہے۔"

"کیا بات ہے، لگتا ہے آپ کو خرم کا چلے جانا برا لگا ہے۔" ہمیر نے معنی خیز انداز میں کہتے ہوئے سنبل کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی تو وہ بری طرح تپ گئی۔ ہمیر کے اس عامیانہ انداز پر سنبل، نمل پر ایک کھولتی ہوئی نظر ڈال کر دوسری طرف مڑ گئی۔

نمل کچھ چپ سی ہو کر رہ گئی۔ وہ ابھی بھی اپنے فعل پر پچھتا نہیں رہی تھی۔ البتہ اسے یہ ضرور لگا تھا کہ اسے سنبل کو اطلاع کر دینی چاہیے تھی کہ ہمیر بھی آرہا ہے۔

"نمل کیا بات ہے؟" رشیدہ کی آواز پر نمل ایک دم چونک اٹھی۔ وہ اپنی وہیل چیئر چلاتی ہوئی اس کے نزدیک آئی تھیں۔

نمل اور سنبل ان کی نظروں کی زد میں تب سے تھیں جب وہ روبیلہ کے پاس اسٹیج پر چڑھی تھیں۔ وہ ان کے تاثرات سے روبیلہ کے ساتھ ہونے والی گفتگو کا اندازہ لگانا چاہ رہی تھیں۔ مگر وہ دونوں تو فوراً" ہی اسٹیج سے اتر آئیں۔ رشیدہ نے تب ہی اپنی وہیل چیئر چلانی شروع کر دی تھی۔ مگر پھر خرم کو دیکھ کر ان کی رفتار سست پڑ گئی اور اب خرم کے بعد سنبل کے بھی چلے جانے پر وہ تیزی سے نمل کے قریب آگئیں۔

"اں۔۔۔ آں کچھ۔۔۔ کچھ نہیں امی۔" نمل جلدی سے بولی۔

"امی۔۔۔" ہمیر نے قدرے تعجب سے دہرایا تو نمل ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی۔

ہمیر کی آنکھوں میں رشیدہ کے لیے صرف حیرانی نہیں تھی، بلکہ وہ بڑے تجسس سے ان کی وہیل چیئر اور ان کے پاؤں دیکھ رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔ امی۔۔۔ یہ میری والدہ ہیں۔" نمل اسے جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی

"اوہ۔۔۔ تم نے کبھی بتایا نہیں تمہاری امی کے ساتھ اتنی بڑی ٹریجڈی ہوئی ہے کیسے ہیں یہ اس وہیل چیئر پہ۔" اس کے لہجے میں بڑا اشتیاق تھا۔ جیسے کوئی سسپنس ناول پڑھتے وقت انسان متجسس ہوتا ہے کہ آگے کیا

ہو گا۔ بالکل وہی والا انداز تھا سمیر کا بھی۔

رشیدہ کچھ خجل سی ہو کر نمل کو دیکھنے لگیں، جو چبھتی ہوئی نظروں سے سمیر کو دیکھ رہی تھی۔

اس کا دل چاہا وہ ابھی اور اسی وقت سمیر کو یہاں سے جانے کے لیے کہہ دے۔ مگر وہ "مصلحتاً" خاموش رہی۔

وہ تو منہ پھٹ اور بدلحاظ تھا۔ اگر وہ کوئی ایسی بات کہہ دیتا جس سے رشیدہ کی دل آزاری ہو گئی تو کیا ہو گا۔ البتہ اس کی خاموشی نے سمیر کو اپنے لہجے اور انداز کی بدصورتی کا احساس دلا دیا تو وہ فوراً "سلامی کرتے ہوئے خوش مزاجی سے انہیں سلام کرنے لگا اور ان کی خیر خیریت پوچھنے لگا۔ وہ نمل کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے پھر وہ زیادہ دیر رکا نہیں۔

"مجھے ایک اور فنکشن میں بھی جانا تھا۔ مگر تم نے بلایا تو آ گیا۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو۔" سمیر نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ اسے علم تھا نمل ہرگز نہیں روکے گی۔ اس نے جس مقصد سے بلایا تھا وہ پورا ہو چکا تھا تو وہ کیوں روکتی۔

خود اسے بھی رکنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر نمل اس سے تنہائی میں بیٹھ کر باتیں کرتی تو بات بھی تھی۔ ورنہ اس کی اماں کی موجودگی میں سمیر کو اس کے پاس رکنے کا کوئی ارمان نہیں تھا۔

نمل نے دو ہی جملوں میں اسے رخصت بھی کر دیا اور رشیدہ کی طرف متوجہ ہو گئی جو اسے سوالیہ انداز میں دیکھ رہی تھیں۔ نمل نے ان کے پوچھنے سے پہلے ہی سمیر کے بارے میں مختصراً "بتا دیا۔ ان کی فہمائشی نظریں خود پر جمی دیکھ کر نمل نے رسانیت سے کہا۔

"امی ہم اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے۔ فی الحال آپ کو رومیلہ کی سسرالیوں سے بات کرنی ہے اور ہم اسے اپنے گھر لے کر جائیں گے۔ پھوپھا کے گھر نہیں۔" رومیلہ کے ذکر پر رشیدہ اسٹیج پر بیٹھی رومیلہ کو دیکھنے لگیں۔

وہ اس قدر خوب صورت اور اس قدر پیاری لگ رہی تھی بس ایک ہی کمی تھی اس کے چہرے پر۔ ایک شرمیلی مسکراہٹ کی۔

"رومیلہ بہت ڈیپریس ہے۔ اسے اس وقت ہماری ضرورت ہے۔ آپ گھر کا ایڈریس سمجھ لیں۔ ہم کل صبح اسے پک کر لیں گے۔" نمل نے آہستگی سے کہا تو رشیدہ گہری سانس کھینچ کر کہنے لگیں۔

"میں بات کر کے دیکھتی ہوں۔ اگر وہ لوگ مان گئے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میں کر ہی کیا سکتی ہوں۔ کسی کو کچھ سمجھانے کا فائدہ تو ہے نہیں۔ سب اپنی من مانی ہی کرتے ہیں۔" ان کا تاسف بھرا ذو معنی جملہ نمل بخوبی سمجھ گئی تھی۔

اسے پتا تھا وہ انہیں قائل نہیں کر سکتی۔ لہٰذا وہ خاموش ہی کھڑی رہی۔

رشیدہ وہیل چیئر کھسکا کر اسٹیج کے نزدیک لے آئیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کس سے بات کرنی چاہیے۔ وہ صرف الیان کی والدہ کو جانتی تھیں جو اسٹیج پر سب سے کونے میں رکھے سنگل صوفہ پر بیٹھی تھیں اور بس اپنی بیٹی کو ہی محبت پاش نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ بھی اچانک ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تو وہ بڑے ــــــ انداز میں نشو سے آنکھیں آہستہ آہستہ دبا لیتیں۔ رشیدہ کو کنفیوز دیکھ کر ایک نہایت بزرگ خاتون نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

"آپ اگر دلہنوں کو دیکھنا چاہ رہی ہیں تو میں لڑکیوں کو نیچے بلوا لیتی ہوں" آپ آرام سے دیکھ لیں۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں "آپ کون ہیں؟" رشیدہ فوراً بولیں۔

"یہ جن بہن بھائی کی شادی ہے یہ میرے نواسہ نواسی ہیں اور دو سرا دولہا میرا پوتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے

بولیں تو رشیدہ کی ساری الجھن دور ہو گئی وہ چند رسمی بات چیت اور اپنے تعارف کے بعد اصل مدعے پر آ گئیں اور رومیلہ کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت مانگ لی۔

"بالکل آپ شوق سے اپنی بھانجی کو لے کر جا سکتی ہیں۔ لیکن اس کی اصل اجازت اب الیان ہی دے سکتا ہے دراصل میرے پوتے کا ولیمہ گاؤں میں ہوتا ہے اور الیان وغیرہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ بیٹی کی سسرال کی بجائے اسے اپنی نانی کا گھر سمجھ کر پہلے کی طرح آئیں۔ ۔ ۔ اور چار پانچ دن رہیں گے۔

اب پتا نہیں ان لوگوں کو پروگرام چینج ہوا ہے یا نہیں۔" نانی اماں نے کہا۔

"ارے آپ جتنے دن چاہیں رومیلہ کو گاؤں میں رکھیں میں تو بس کل کے لیے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہوں۔" رشیدہ سبھاؤ سے بولیں تو نانی اماں نے اسی وقت شگفتہ غفار کو بھی بلا کر رشیدہ سے ان کی بات کرا دی اور سارے معاملات شگفتہ غفار کی سرد مہری کے باوجود خوش اسلوبی سے طے کر دیے۔

اپنی بیٹی کا اکھڑا اکھڑا رویہ نانی اماں کو گراں تو گزرا مگر انہوں نے یہ سوچ کر نظر انداز کر دیا کہ شاید اس کا موڈ خراب ہے اصل میں شگفتہ غفار نے تقریب مردوں اور عورتوں کی مخلوط رکھنی چاہی تھی جس پر نانی اماں سمیت کوئی بھی ماموں تیار نہیں ہوئے اور زبردستی مردوں اور عورتوں کے بیٹھنے کا انتظام الگ الگ کرایا جو شگفتہ غفار کو پسند نہیں آیا تھا اور اپنی ناپسندیدگی انہوں نے ظاہر بھی کر دی تھی۔

یہ اور بات تھی مردان خانہ اور زنان خانہ جس طرح الگ کیا گیا تھا وہ نانی اماں کے گھر والوں کو ذرا نہیں بھایا تھا۔ مختلف لڑکے اور مرد منہ اٹھائے بلا روک ٹوک اندر زنان خانے میں چلے آ رہے تھے مہمانوں اور ان کی بیٹیوں نے بدمزگی سے بچنے کے لیے خاموشی سے اعتراض کیے بغیر چادریں اوڑھ لی تھیں البتہ اس ماحول کو دیکھ کر وہ بھی ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی تھیں جس کے باعث ایک محسوس کیے جانے والا تناؤ سا پیدا ہو گیا تھا اور جس کی رپورٹ بھابھی نے فوراً "ہی فون کر کے مردان خانے میں بیٹھے ابرار بھائی کو بھی دے دی ساتھ ہی انہوں نے شکایتوں کے پل بھی باندھ دیے۔

"ہمیں تو کوئی پوچھ ہی نہیں رہا ایسا لگ رہا ہے لڑکی لے کر احسان کیا ہو۔" ابرار نے بے ساختہ لب بھینچ لیے اور فون بند کر کے ریاض غفار کے قریب چلا آیا۔

"بیٹی کی شادی بہت بہت مبارک ہو۔ بہت خوش نصیب ہیں آپ بالکل ہیرے جیسا داماد ملا ہے ایسے لڑکوں کے لیے لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہوتی ایک سے ایک اچھی لڑکی انہیں مل سکتی ہے اس لیے یہ لوگ کسی ایسی ویسی لڑکی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے جو سماج کی نظروں سے گری ہوئی ایک داغ دار لڑکی ہو۔" ابرار بات ریاض غفار سے کر رہا تھا مگر اس کی نظریں دولہا بنے بیٹھے حامد پر جمی تھیں۔

ریاض غفار کا چونک ہو گیا تھا ابرار کی بات پر اس کا دھمکی آمیز لہجہ وہ سمجھ گئے تھے اسی لیے ابرار نے الیان کی بجائے ان سے بات کی تھی کہ انہیں دباؤ میں لانا آسان تھا جبکہ الیان اس کے دھمکانے پر اور جوش میں بھی آ سکتا تھا۔

اب تک ابرار کی کوشش تھی کہ وہ اپنا جرم قبول نہ کرے مگر ان سب کے سرد مہر رویے اسے مجبور کر گئے تھے سامنے آ کر دھمکانے پر۔ تب ہی وہ دو ٹوک لہجے میں کہتا آگے بڑھ گیا۔

"بہتر ہو گا کہ اپنا مزاج ابھی درست کر لیں ورنہ مجھے گھی نکالنے کے لیے انگلی ٹیڑھی کرنی پڑے گی جو میں کرنا نہیں چاہ رہا۔ اسی لیے سمجھا رہا ہوں۔" ریاض غفار کے پسینے چھوٹ گئے۔

وہ رہ رہ کر انہیں اپنی اور سب کی کوتاہیوں کا خیال آنے لگا جو وہ رومیلہ کے ساتھ اتنا سرد رویہ رکھتے وقت مسلسل کر رہے تھے۔ اگر ابرار اس کے اڑائے پر اتر آتا تو ان سب کو دن میں تارے نظر آ جاتے۔

حالانکہ الیان مسلسل تاکید کر رہا تھا کہ رومیلہ کے ساتھ مناسب طریقے سے پیش آئیں' لیکن وہ صرف دوسروں کو ہی تلقین کر رہا تھا۔ ورنہ خود اس کا رویہ بھی قابل گرفت تھا۔

جبکہ اپنے طور پر الیان نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ اس سے ایسی کوئی حرکت سرزد نہ ہو جسے بنیاد بنا کر ابرار انہیں پریشان کر سکے۔ اس نے صرف بریہ کی شادی کا انتظام کرایا تھا۔ لیکن جب اپنا ولیمہ بھی ساتھ کرنا پڑا تو اس نے لان میں مزید سو لوگوں کے لیے کرسیاں اور ٹیبلز لگوائیں۔ تاکہ رومیلہ کے خاندان والے آئیں تو کوئی بد نظمی نظر نہ آئے۔ کھانا اتنے شورٹ نوٹس پر بڑھوانا آسان نہیں تھا۔ مگر اس نے سب انتظام کر دیے۔

بس ایک چیز پر اس کا اختیار نہیں تھا اور وہ تھا رومیلہ کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا' ایسا نہیں تھا کہ اس نے یہ سب کرنے کا سوچا نہیں تھا۔ لیکن رومیلہ جیسے ہی سامنے آتی اس کے ماتھے کی سلوٹیں اور چہرے کی بیزاری کسی طور کم نہیں ہوتی تھی۔

اس وقت بھی اس کا موڈ اچھا خاصا خراب تھا۔ ایک تو ابرار کی شکل دیکھتے ہی اس کا قاتل بن جانے کا دل چاہنے لگتا۔ دوسرے اتنی کوششوں کے بعد بھی تقریب میں بد مزگی ہو گئی تھی۔

ابرار کے والد نے بتایا تھا وہ اسی لوگوں کو لائیں گے' لیکن جو لوگ نظر آ رہے تھے وہ اس تعداد سے کہیں زیادہ لگ رہے تھے۔ جس کے نتیجے کے طور پر مردوں اور عورتوں کو علیحدہ بٹھانے کا جو انتظام تھا وہ بھی متاثر ہو رہا تھا۔ کچھ مردوں کو اس نے خود زنان خانے میں جاتے اور وہاں سے نکلتے دیکھا تھا۔ جس کے باعث وہ شدید کوفت میں مبتلا تھا۔ ماموں جان کی فیملی کے سامنے اسے شرمندہ ہونا پڑ گیا تھا۔ جو اس کے چہرے سے بخوبی ظاہر تھا۔

ریاض غفار تفکر بھری نظروں سے الیان کو دیکھ رہے تھے کہ ابرار اور حامد دونوں یہاں مد مقابل تھے۔ اگر ابرار غصے میں اسے کچھ بھی کہہ دیتا تو ان کی بیٹی کا گھر تو بسنے سے پہلے ہی اجڑ جائے گا۔

ایک ہی پل میں وہ جانے کتنی دور کا سفر کر کے آ گئے۔ تب ہی ایک دم اٹل فیصلہ کرتے ہوئے اپنے آپ سے عہد کرنے لگے کہ وہ اب مزید ایسا نہیں ہونے دیں گے' ابرار کو کسی قسم کی شکایت نہیں ہو گی' وہ خود بھی اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں گے اور گھر والوں سے بھی زبردستی کروائیں گے۔

اپنے عزم پر عمل کرنے کے لیے وہ فوراً" رومیلہ کے والد کی طرف بڑھ گئے۔ تاکہ ان کی خاطر داری کر سکیں۔ وہ سب کے بیچ میں تو الیان کو نہیں ٹوک سکتے تھے۔ لیکن بعد میں وہ اسے آڑے ہاتھوں لینے والے تھے۔ انہوں نے سوچ لیا تھا۔

☼ ☼ ☼

کون کیا سوچ رہا تھا۔ خرم کو کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ جب سے رومیلہ کے ولیمہ سے لوٹا تھا شدید جھنجلاہٹ کا شکار تھا۔ اگلے دن تو چھٹی تھی۔ لہذا وہ یونیورسٹی نہیں گیا۔ اس کے اگلے دن بھی اس کا جانے کا بالکل دل نہیں چاہا تو سارا دن کمرے میں ہی پڑا رہا۔ تیسرے دن بھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اسے چھٹی کر لینی چاہیے۔

ورنہ جیسے ہی یونیورسٹی میں قدم رکھے گا سمیر اپنی منحوس شکل لے کر ٹہلتا ہوا آ جائے گا۔ اس کے زخموں پر نمک پاشی کرنے اور کوئی بعید نہیں تھا کہ اس کے اس وار میں نمل بھی اس کے ساتھ ہو جائے۔

وہ یونیورسٹی میں سب کو کیا جواب دے گا کہ نمل نے سمیر کو شادی میں کیوں بلایا تھا اور یہ تو اسے یقین تھا کہ سمیر اپنی چھچھوری عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اب تک سب کو شادی میں جانے اور خرم کے بھاگ جانے کا واقعہ نمک مرچ لگا کر بیان کر چکا ہو گا اور وہ سب مشہور ہونے کے بعد اس کا یونیورسٹی میں جا کر سب کا سامنا کرنے کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔

نمل کا رویہ وہی اکھڑا اکھڑا ذلیل کرنے والا ہو گا۔ پھر اس پر وہ سمیر کے ساتھ پھر رہی ہو گی۔ ایسے میں خرم کو کچھ ایسا کرنا تھا کہ سب کو لگے خرم کو خود بھی نمل میں دلچسپی نہیں ہے۔ وہ سمیر کے ساتھ تو کیا کسی کے بھی ساتھ ہو

اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ کیسے ثابت کرے۔ منگنی توڑ کر وہ نمل کو اس کے مقصد میں کامیاب نہیں کر سکتا تھا تو پھر آخر اس کا کیا حل تھا۔

خرم چوبیس گھنٹے یہی سوچ رہا تھا کہ اس کے فون کی بیل بج اٹھی۔ اس نے بے زاری سے اسکرین پر نظر ڈالی تھی کہ اس کے دوستوں میں سے کوئی اس کی غیر حاضری کی وجہ پوچھ رہا ہو گا۔ مگر موبائل اٹھا کر دیکھنے پر اسکرین پر unknown نمبر دیکھ کر خرم نے کال ریسیو کر لی۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو' کیا میں خر۔۔۔ خرم سے بات کر سکتی ہوں۔" دوسری طرف سے کسی گھبرائی ہوئی لڑکی کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری تو خرم چونک اٹھا۔

خوش فہمی کی یہ انتہا ہی تھی کہ اسے لگا شاید نمل نے اسے فون کیا ہے۔ ہو سکتا ہے اسے اپنے کیے پر پچھتاوا ہوا ہو' نمل کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ اسے بھی سمیر کا آنا اچھا نہیں لگا' ہو سکتا ہے نمل نے اسے احساس دلایا ہو اور وہ اپنی حرکت پر شرمندہ ہو۔

ایک ہی پل میں خرم نے جانے کیا کچھ سوچ لیا اور بڑی بے چینی سے کہنے لگا۔

"میں خرم ہی بول رہا ہوں' آپ کون؟" اس نے اپنا لہجہ ضرورت سے زیادہ شائستہ بنا لیا تھا۔ تاکہ اگر دوسری طرف نمل ہے تو اس کا نام سننے کے بعد ایک دم سرد مہری اختیار کر لے گا۔ جس سے نمل کو اس کی ناراضی کا بھرپور اندازہ ہو جائے گا' لیکن جب وہ معافی مانگے گی۔ تب وہ تھوڑا سا بھاؤ کھانے کے بعد مان جائے گا۔

"میں۔۔۔ میں ندویہ بول رہی ہوں۔" ندویہ نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ اسے امید نہیں تھی کہ اسے اپنا تعارف کرانا پڑے گا۔ خرم نے خود فون کر کے اس کا نام پوچھا تھا۔ اسے تو یقین تھا خرم نے اس کا نام اور نمبر سیو کر لیا ہو گا۔

"ندویہ۔" خرم نے خالی الذہنی کے عالم میں دہرایا۔ اسے سخت بوریت ہوئی تھی کہ نمل نے اسے فون کیوں نہیں کیا۔ وہ ایکدم سے جوش میں آنے کے بعد پھر ٹھنڈا ہو گیا۔

اب کی بار ندویہ بری طرح سٹپٹا گئی۔ بھلا اپنے نام کے علاوہ اپنے تعارف میں وہ اور کیا کہتی' اتنی مشکل سے ہمت کر کے تو اس نے خرم کو فون کیا تھا۔ ورنہ اس کے لیے کسی سے آگے بڑھ کر خود بات کرنا جوئے شیر لانے کے برابر تھا۔

"میں نے پہچانا نہیں' کون ندویہ؟" خرم اسے خاموش پا کر خود ہی دوبارہ پوچھنے لگا۔

"میں۔۔۔ میں بلال اختر کی بیٹی ہوں۔۔۔ ہم ابھی کچھ دن پہلے ملے تھے نا ہوٹل میں۔" ندویہ نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جلدی جلدی کہا۔

خرم کے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا' سب کچھ جیسے ایک دم صاف ہو گیا۔ اس کا ذہن ایک ہی نکتے پر تو سوچ رہا تھا کہ کس طرح نمل کو نیچا دکھایا جائے۔ اگر وہ سمیر کے ساتھ دوستیاں گانٹھ رہی ہے تو اسے بھی یہی دکھانا چاہیے کہ اسے بھی نمل میں کوئی دلچسپی نہیں۔

ندیہ کے اس فون نے جیسے اس کی ساری الجھن حل کر دی' اسے تو بالکل محنت کی ضرورت نہیں تھی۔ بالکل بنا بنایا کھیل اس کے سامنے تھا۔ اسے تو صرف آگے کام کرنا تھا۔

"جی۔ جی مس ندیہ' مجھے یاد آ گیا ہے۔ آئی ایم سوری' اصل میں میں اتنا پریشان ہوں کہ ہر چیز میرے دماغ سے نکل جاتی ہے۔ میں آپ کو فون کرنا چاہ رہا تھا۔ مگر۔ میرا موبائل اسی رات چوری ہو گیا۔ تھینک گاڈ آپ نے خود فون کر لیا۔ ورنہ میں تو ڈھونڈ کر آپ کے والد کا نمبر لے کر آپ سے بات کرنے والا تھا۔" خرم نے جان بوجھ کر اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور وہ واقعی تڑپ اٹھی۔

"نہ۔ نہیں۔ آپ۔ آپ۔ اس بارے میں کسی سے بات نہیں کیجیے گا۔ میرے گھر میں کوئی آپ کی بات پر یقین نہیں کرے گا۔"

"اوہ۔ لیکن آپ کو تو یقین ہے نا۔" خرم نے ڈرامائی انداز میں پوچھا۔

"جی۔ کیونکہ میں نے خود بچپن سے اس روح کو دیکھا ہے۔ وہ۔ وہ شائستہ خالہ کی روح ہے۔ جو صرف مجھے نظر آتی تھی اور اب۔ میرے بعد آپ پہلے شخص ہیں' جس نے اس سائے کو دیکھا ہے۔" ندیہ کی بات پر خرم سوچ میں پڑ گیا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں تھا کہ وہ بے پناہ حسین لڑکی تھی۔ بلا مبالغہ اس کی پوری یونیورسٹی میں کوئی لڑکی اتنی خوب صورت نہیں تھی۔

لہٰذا اسے ایک بار اسے اپنے ساتھ یونیورسٹی لے کر جانا تھا' تاکہ سب یہ سوچنے لگیں کہ خرم کو نمل کی بجائے کسی دوسری لڑکی میں دلچسپی ہو گئی ہے۔ اسی لیے شاید دلبرداشتہ ہو کر نمل نے سمیر کا سہارا لے لیا' کیونکہ یہ تو وہ جانتا تھا کہ سمیر کو اس کی جیسی پذیرائی حاصل نہیں تھی۔

خرم اپنی دولت اور وجاہت کی وجہ سے جتنا مقبول اور پسندیدہ تھا' سمیر کے ساتھ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ حالانکہ سمیر بہت برا نہیں تھا۔ لیکن خرم کے مقابلے میں وہ پانی ہی بھرتا تھا۔

ٹھیک یہی چیز نمل اور ندیہ میں تھی۔ نمل بہت اچھی اور پرکشش لڑکی تھی۔ مگر ندیہ کے حسن میں ایک سحر تھا' اس کا حسن ایک ملکوتی حسن تھا۔ اگر اسے نمل کے مقابلے میں لایا جاتا تو کوئی بھی ذی ہوش انسان نمل کو اس کے سامنے پانی بھرتا کہہ دیتا۔

خرم سارا موازنہ کرتے ہوئے گلا کھنکار کر بولا' پورا پلان اس نے ایک پل میں ترتیب دے لیا تھا۔

"ندیہ مجھے صرف وہ سایہ نظر نہیں آتا' بلکہ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے' میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر یقین کرنا بہت مشکل ہے' لیکن شاید آپ سمجھ سکتی ہیں۔

میں آپ کو کچھ دکھانا چاہتا ہوں' اس کے لیے آپ کو میرے ساتھ کراچی یونیورسٹی چلنا ہوگا۔ کیا آپ میرے ساتھ چلیں گی۔" خرم کا سوال ندیہ کو سن کر گیا تھا۔ وہ عجیب کشمکش میں پڑ گئی تھی۔

وہ بھلا گھر سے اس طرح کیسے نکل سکتی تھی۔ وہ بھی خرم کے ساتھ۔ کراچی یونیورسٹی' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے کیا کہنا چاہیے' یہ تو اسے پتا تھا کہ اسے جانا ہے' انکار کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رمیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم زکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کرتا ہے۔

۲۶
چھبیسویں قسط

"کیا بات ہے مس ندیہ! کیا میں نے کوئی نامناسب بات کر دی ہے جو آپ اس طرح خاموش ہو گئی ہیں۔" خرم نے ٹوکتے ہوئے کہا تو ندیہ چونک اٹھی۔

"نن... نہ... نہیں میں... میں یہ سوچ رہی تھی کہ میں کیسے آؤں گی... میرا مطلب ہے۔"

"میں آپ کو آپ کے گھر سے پک کر لیتا ہوں اور پھر میں خود ہی ڈراپ بھی کر دوں گا۔" خرم نے فوراً مسئلہ حل کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن... اس طرح تو میرے گھر والوں کو پتا چل جائے گا۔" ندیہ پریشانی سے بولی۔

"کیسے پتا چل جائے گا۔ آپ صبح کے ٹائم پر کہیں تو جاتی ہوں گی۔ میرا مطلب ہے آپ کیا کرتی ہیں... پڑھائی یا جاب؟ اگر گھر سے نکلنا مشکل ہے تو میں آپ کو آپ کے کالج یا آفس سے پک کر لیتا ہوں۔" خرم کے سکون سے کہنے پر ندیہ خجل ہو کر رہ گئی۔

اس کی سمجھ میں نہ آیا وہ اس سے کیسے کہے کہ وہ تو اپنی پڑھائی وغیرہ چھوڑ کر گھر میں پڑی ہوئی ہے۔ اس کی زندگی میں کوئی مقصد ہے نہ اس کے وجود کا کوئی مصرف، وہ تو بس صبح کو شام اور شام کو صبح کر کے اپنی زندگی کا وقت پورا کر رہی ہے۔

"ہیلو مس ندیہ آپ سن رہی ہیں نا۔" خرم نے اپنے لہجے کے چڑچڑے پن کو چھپاتے ہوئے بظاہر سادگی سے پوچھا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا صاف ٹوک دے۔

"کہاں کھو جاتی ہو بار بار۔ ذرا دماغ کو حاضر رکھ کر بات کرو۔"

"ایکچولی میں فی الحال گھر پر ہی ہوتی ہوں ابھی آگے کچھ پڑھنے کا ارادہ نہیں کیا ہے۔" ندیہ یہ ذکر گول کر گئی کہ وہ کون سا امتحان دے کر فارغ ہوئی ہے۔

اسے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ خرم نے اسے کریدنے کی بجائے اپنے ہی موضوع پر بات جاری رکھی یعنی اسے ندیہ کی ذات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ وہ صرف اسے کسی اور مقصد سے بلا رہا تھا۔

"اگر آپ آج کل فارغ ہیں تو یہ تو اور بھی اچھی بات ہے اپنے پیرنٹس سے کہیں میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں اور اس کے لیے سبجیکٹس وغیرہ کا سروے کرنے یونیورسٹی جانا چاہتی ہوں۔

پھر تو مجھے پک بھی نہیں کرنا پڑے گا اور آپ کے فادر خود آپ کو ڈراپ کر دیں گے۔" خرم کو امید تھی اس مشورے پر وہ ضرور سوچ میں پڑ جائے گی اور دوسری طرف پھیلی خاموشی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اس کی امید پہ پوری اتر رہی ہے۔

اپنا تیر نشانے پر لگتا دیکھ کر خرم کے ہونٹوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ ابھرنے لگی مگر ندیہ کے سوال نے اسے گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب کر دیا۔

"آپ مجھے یونیورسٹی میں کیا دکھانا چاہتے ہیں۔" خرم کی سمجھ میں نہ آیا وہ اسے کیا جواب دے بات کوئی ایسی معقول ہونی چاہیے تھی جسے سنتے ہی ندیہ آنے کے لیے نا صرف تیار ہو جائے بلکہ تڑپ اٹھے۔

"مجھے جو دکھانا ہے وہ تو بعد کی بات ہے۔" خرم کو سوچنے کے لیے وقت چاہیے تھا تبھی بات گھماتے ہوئے بولا۔

"پہلے آپ یہ بتائیں کہ یہ آپ کی شائستہ خالہ کون تھیں اور ان کے ساتھ کیا ہوا تھا؟"

"جی۔" ندیہ حیران ہوئی۔

"جی، میرا یہ سب جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ مجھے لگتا ہے شائستہ خالہ کی روح بہت بے چین ہے وہ ہم سے کچھ کہنا چاہتی ہے اور ہمیں کچھ سمجھانا چاہتی ہے۔" خرم کا ذہن پھرکی کی طرح چلنے لگا۔

ڈراؤنی فلمیں دیکھنے کا شوق اسے بچپن سے تھا ساری فلمیں کم و بیش ایک ہی فلسفے پر بنی تھیں ایک بھٹکتی ہوئی روح اس لیے بے چین ہوتی ہے کہ یا تو کسی نے اسے قتل کر دیا ہوتا ہے یا خودکشی پر مجبور کر دیا ہوتا ہے۔

دونوں صورتوں میں صورت حال ایک سی ہوتی ہے اور وہ ہوتی ہے ایک مسکین کے اوپر ظلم کی بارش اور پھر اسی مظلوم کے دل میں اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے کا جذبہ جو اسے مرنے کے بعد بھی چین سے نہیں رہنے دیتا اور دنیا میں واپس بلا لیتا ہے۔

ایسے ہی موضوع پر بنی ان ایک فلموں میں سے کسی ایک کا مرکزی خیال چراتے ہوئے خرم نے اپنا لہجہ سنسنی خیز بنا لیا۔

"مجھے یقین ہے ان کے ساتھ کوئی انہونی ہوئی ہے جو وہ ہمیں بتانا چاہتی ہیں تاکہ ہم انہیں انصاف دلائیں ان پر ہوئے ظلم کا انتقام لیں۔" خرم کہتا چلا گیا۔

ندیہ سانس روکے اسے سن رہی تھی اسے اکثر یہی لگتا تھا کہ شائستہ خالہ اسے کچھ سمجھانا چاہ رہی ہیں مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی۔ تبھی وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا تھا ان کے ساتھ اور اب ہم ان کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟" اس کے سوال پر جوش سے بولتے خرم نے اپنے لہجے میں سارے جہاں کی تھکن سموتے ہوئے کہنے کی کوشش کر کے کہا۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا اگر جانتا ہوتا تو اب تک ان کی روح کو اس کرب سے نکال چکا ہوتا لیکن تمہاری تو وہ خالہ تھیں تمہیں تو پتا ہوگا ان کے ساتھ کیا ہوا تھا آئی مین ان کی ڈیتھ کیسے ہوئی تھی؟" خرم ایکدم چونک کر بولا

آخر کو کوئی بھی کہانی گھڑنے سے پہلے تھوڑا بہت سیاق و سباق معلوم کر لینا اشد ضروری تھا مگر اس بار ندیہ کے جواب نے اسے نا چاہتے ہوئے بھی حیران ہونے پر مجبور کر دیا۔

"میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی میں نے تو انہیں کبھی دیکھا بھی نہیں۔"

"دیکھا نہیں، لیکن سنا تو ہوگا اپنی مدر سے تم ان کے بارے میں پوچھ سکتی ہو۔" خرم کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"بہت بار پوچھ چکی ہوں مگر مما کچھ نہیں بتاتیں وہ کیسی تھیں؟ ان کی موت کیسے ہوئی تھی؟ مما اس ٹاپک پہ بات ہی نہیں کرنا چاہتیں۔ وہ تو یہاں تک کہتی ہیں کہ میری تو کوئی بہن ہی نہیں ہے۔" ندیہ کی آواز میں محسوس کی جانے والی بے بسی تھی خرم چند لمحوں کے لیے اداکاری بھلا کر بڑی گمبھیرتا سے کہنے لگا۔

"آپ کی ماں اپنی بہن کے وجود سے ہی انکار کر دیتی ہیں پھر تو معاملہ واقعی بہت سیریس ہے۔"

"کیا مطلب؟" ندیہ اس کی غیر معمولی سنجیدگی پر ٹھٹک گئی۔

"مطلب ان کے ساتھ جو ہوا تھا وہ تمہاری ماں کے لیے اتنا باعث شرمندگی ہے کہ وہ اسے بیان کرنے سے بچنے کے لیے یہاں تک کہہ دیتی ہیں کہ میری کوئی بہن ہی نہیں تھی۔" خرم فکرمند نہیں ہوا تھا البتہ متجسس ضرور ہو گیا تھا۔

اسے روح بد روح پر تو یقین نہیں تھا لیکن اسے شائستہ خالہ کے ساتھ ہوئے سانحہ کی تفصیل جاننے میں دلچسپی ہو گئی تھی مگر ندیہ کچھ جانتی ہی نہیں تھی بلکہ وہ تو خرم کی بات سن کر خجالت محسوس کر رہی تھی تبھی گم صم سی ہو گئی۔

خرم اس کی خاموشی پر بور ہو کر اپنے موضوع پر واپس آ گیا اور بہت سوچتے ہوئے بولا۔

"مجھے کئی بار ایسا لگا ہے کہ شائستہ خالہ کی روح یونیورسٹی کے اردو ڈپارٹمنٹ کے ارد گرد موجود ہوتی ہے ایک بار

میں نے انہیں فولو کرنے کی کوشش کی تو وہ ایک کمرے کے سامنے آکر رک گئیں اور اچانک غائب ہو گئیں۔ پہلے تو میری سمجھ میں نہ آیا کیا کروں آخر میں نے اس کمرے میں جانے کا ارادہ کرلیا۔" خرم بولتے بولتے رک گیا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اب آگے کیا کہے۔

"پھر؟ پھر کیا ہوا؟" ندیہ کے بے چینی سے پوچھنے پر اسے تھوڑا سا سکون ہوا کہ وہ اس کا تجسس جگانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

لیکن اس وقت خوش ہونے کا ٹائم نہیں تھا وہ فوراً ہی ذہن کو حرکت میں لاتے ہوئے کہنے لگا۔

"وہ کمرہ نہیں اسٹور روم تھا اس میں یونیورسٹی کا پرانا کاٹھ کباڑ بھرا تھا وہ کمرہ ہمیشہ بند رہتا تھا اس کے دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا۔ لیکن میں ایک روشن دان کے ذریعے اس میں داخل ہو گیا وہاں۔۔۔ اس کمرے میں ایک تصویر لگی ہے وہ تصویر وہاں سے نکالی نہیں جاسکتی اسی لیے مجھے تمہیں لے جا کر وہ تصویر دکھانی ہے۔" آخرکار خرم بات بنانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

"کیسی تصویر؟ کون ہے اس تصویر میں؟" ندیہ کی آواز تک فکر سے چور تھی اس کے چہرے کا اس وقت کیا عالم ہو گا وہ خرم دیکھے بغیر بھی آسانی سے اندازہ لگا سکتا تھا۔

"ایک تو شائستہ خالہ ہی ہیں لیکن ان کے ساتھ تصویر میں جو دوسرا شخص کھڑا ہے مجھے لگتا ہے ان کی موت میں اس شخص کا ہاتھ ہے۔" ندیہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

شائستہ خالہ کا عکس اس نے ہمیشہ بہت غیر واضح سا دیکھا تھا جب بھی شکل واضح طور پر نظر آئی اس وقت ندیہ پر خوف اتنا طاری ہو جاتا تھا کہ وہ ان کے چہرے کے خدوخال پر کبھی غور نہ کر سکی۔

کیونکہ شائستہ خالہ کا چہرہ بہت زخمی حالت میں نظر آتا تھا ایسا لگتا تھا ان کے چہرے کو کسی نے ناخنوں سے نوچ ڈالا ہو رخسار پر، ماتھے پر، گردن پر غرض یہ کہ ہر جگہ خراشوں کے ساتھ خون کی باریک لکیریں انہیں اتنا بھیانک بنا دیتیں کہ ندیہ کی چیخیں نکل جاتیں۔

وہ تو اگر شائستہ خالہ کی تصویر دیکھ لیتی تو پہچان بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ شائستہ خالہ ہیں جبکہ خرم دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا یعنی اس نے شائستہ خالہ کا چہرہ واضح طور پر دیکھا ہے۔

ندیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی اور اسی وقت یونیورسٹی کے اسٹور روم میں پہنچ جائے مگر پھر بھی وہ ضبط کرتے ہوئے تامل سے بولی۔

"لیکن آپ تو کہہ رہے ہیں وہ اسٹور روم لاک رہتا ہے۔ میں بھلا روشن دان سے کیسے داخل ہو سکوں گی اور وہ تصویر باہر آ نہیں سکتی۔"

"آپ کو روشن دان سے اندر جانے کی قطعی ضرورت نہیں۔ میری یونیورسٹی میں بازار لگنے والا ہے۔ مختلف اسٹالز کی ڈیکوریشن کے لیے اسٹور روم سے پرانی ٹیبلز وغیرہ نکلوائی جائیں گی۔ اس دن اسٹور روم کا دروازہ کھلا رہے گا۔ آپ اسی دن آجائیے گا۔ اس دن یونیورسٹی میں اتنی چہل پہل ہوتی ہے کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہو گی کہ آپ اسٹور روم میں گئی ہیں۔" خرم نے پورا پلان ترتیب دیتے ہوئے ساری راہیں ہموار کرلیں۔

عام دنوں میں سب اپنی اپنی کلاسز میں ہوتے ہیں وہ اگر ندیہ کو اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو بھی گیا تو اسے گھنٹوں وہاں روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا جبکہ اسے اپنی اور تمل کی پوری کلاس کے تمام طالب علموں سے لے کر میر کے پورے گروپ کو ندیہ کی آمد سے باخبر کرنا تھا جس کے لیے پڑھائی سے ہٹ کر کسی دن کا انتخاب کرنا سخت ضروری تھا۔

وہ ندیہ کو اسٹور روم میں لے جانے کے بہانے پہلے پورا بازار گھماتا اور یہی کہتا کہ اسٹور روم کا دروازہ ابھی بند

ہے۔ میں لوگوں سے کہہ کر کھلوا رہا ہوں اس طرح وہ ڈھائی گھنٹے آرام سے گزر جاتے۔

جس کے بعد خرم کسی بھی کباڑ والے اسٹور روم میں ندیہ کو لے جاتا اور جا کر اداکاری کے جوہر دکھاتے ہوئے صدمے اور حیرانی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہہ دیتا کہ وہ تصویر یہاں سے غائب ہو گئی۔

یہ سب سن کر ندیہ کو بوریت تو ہوتی مگر وہ بے وقوف سی لڑکی یہ نہ سمجھتی کہ خرم نے اسے الو بنایا ہے اور بالفرض اگر سمجھ بھی جاتی تو خرم کو کون سا اس کے ساتھ بہت لمبا افیئر کرنا تھا۔

ایک بار اسے یونیورسٹی کے لوگوں سے ملوا دیتا اس کے بعد وہ بھلے ہی خرم سے کنارہ کشی اختیار کرلے خرم کی بلا سے۔

"اس دن اگر اسٹور روم کا دروازہ کھلا رہے گا تو آپ تصویر باہر نکال لائیے گا۔ مجھے یونیورسٹی آنے کی کیا ضرورت ہے۔" خرم اس کی بات پر ٹھٹک گیا۔

وہ اتنی بھی بے وقوف نہیں تھی جتنا خرم سمجھ رہا تھا۔

کچھ لمحوں کے لیے اس کی سمجھ میں ہی نہ آیا وہ کیا جواب دے لیکن ایک بار پھر اس کے دماغ نے بڑی تیزی سے کام کیا اور وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"وہ تصویر فریم میں لگی ہے اور خاصی بڑی ہے۔ میں لے کر باہر نکلوں گا تو سب چونک اٹھیں گے۔ خیر میں اگر یہ رسک لے بھی لوں تو وہ فریم میں آپ کو دکھاؤں گا کہاں؟ کیا آپ کے گھر لے کر آجاؤں یا آپ میرے گھر آجائیں گی۔" خرم کا لہجہ ہلکا سا طنزیہ ہو گیا ندیہ ایکدم خاموش ہو گئی۔

وہ بھلا کیا کہتی خرم نے دونوں ہی باتیں ناقابل قبول کی تھیں چنانچہ اسے ایک ہی سوال کرنا تھا۔

"آپ کی یونیورسٹی میں فیسٹیول کب لگ رہا ہے؟" اس کے تھکے ہوئے لہجے میں بالکل ہار مان لینے والا تاثر تھا خرم کو اپنے اندر ایک نئی تقویت کا احساس ہوا۔

☼ ☼ ☼

رومیلہ کی شادی کے ہنگامے کیا ٹھنڈے پڑے تمل اور سنبل کو سب کچھ ایکدم خالی خالی لگنے لگا حالانکہ وہ اس کی شادی کے فنکشنز کو انجوائے نہیں کر رہی تھیں بلکہ بھگتا رہی تھیں زیادہ تر وقت ان دونوں کا رومیلہ کے لیے پریشان ہو کر ہی گزرا تھا رشیدہ کے بات کرنے پر رومیلہ کو ایک دن کے لیے الیان کی دادی نے گھر بھجوا دیا تھا مگر رومیلہ، تمل کے گھر آنے کی بجائے اپنے گھر جانا چاہتی تھی تاکہ اپنا تمام اہم سامان رکھ سکے اور معمولی معمولی چیزوں کے لیے اسے ساسیوں کے سامنے اپنی حاجت بیان نہ کرنی پڑے ویسے بھی اگلے دن وہ ان سب کے ساتھ الیان کی نانی کے گھر جارہی تھی وہاں وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا چاہتی تھی۔

سنبل اور تمل کو جب پتا چلا کہ وہ اپنے ہی گھر آرہی ہے تو وہ بھی اس سے ملنے وہیں پہنچ گئیں۔ رومیلہ نے انہیں جو کچھ بھی بتایا اسے سن کر انہیں دکھ تو ہوا مگر وہ اس پر ظاہر کرنے کی بجائے اسے تسلی دیتی رہیں۔

اب اچھی امید رکھنے کے سوا ان کے پاس اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا وہ دونوں دل سے رومیلہ کی خوشیوں کے لیے دعاگو تھیں۔

رات تک وہ دونوں اپنے اپنے گھر واپس آگئیں کہ صبح رومیلہ کو اپنی سسرال لوٹ جانا تھا دوپہر تک ان کی روانگی ہو تھی۔

البتہ رشیدہ کے پوچھنے پر تمل نے زیادہ تفصیل سے الیان کے گھر والوں کے رویے کا ذکر نہیں کیا۔ کیا فائدہ تھا انہیں دکھی کرنے کا تمل نے صرف الیان کی نانی اور ماموں وغیرہ کے بہترین اخلاق اور خوش مزاجی کا تذکرہ کر کے

الیان اور اس کے گھر والوں کی سرد مہری کو دو لفظوں میں سمیٹ دیا۔

"وہ سب بھی اچھے تو ہیں مگر رومیلہ کہہ رہی تھی ذرا کم گو اور لیے دیے رہنے والے ہیں شاید اسی لیے شادی اور ولیمے میں اتنے روڈ لگ رہے تھے۔"

"چلو خیر ہے۔ رومیلہ خود سمجھ دار ہے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو مسئلہ نہیں بنائے گی۔" رشیدہ قدرے اطمینان سے بولیں تو نمل بھی بات ٹل جانے پر پرسکون ہو گئی۔

البتہ ایک بات اسے بہت کھٹک رہی تھی جس کا تذکرہ اس نے نمل تک سے نہیں کیا تھا اور وہ تھا سمیر کو رومیلہ کی شادی میں بلانے کی حرکت پر پچھتاوا۔

اول تو اس کا رویہ رشیدہ کے ساتھ نمل کو سخت ناگوار گزرا تھا اس کے لیے پوری دنیا میں سب سے اہم اپنی ماں کے سوا اور کوئی نہیں تھا اور جس طرح سمیر نے اس کی ماں کی معذوری پر رد عمل کا اظہار کیا تھا وہ نمل کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

حالانکہ یہ سب وہ بچپن سے دیکھتی آ رہی تھی ہر تقریب میں اس کی ماں کو پہلی بار دیکھنے والے لوگ کم و بیش اسی رد عمل کا مظاہرہ کرتے تھے بلکہ کچھ لوگ تو عجیب و غریب سوال جواب کر کے رشیدہ سمیت نمل تک کا دل چیر کر رکھ دیا کرتے تھے۔

لیکن سمیر کا انداز اسے سر تاپا سلگا گیا تھا یہ بات نہیں تھی کہ وہ سمیر سے بہت متاثر تھی یا رشیدہ کے ساتھ اس کے رویے نے نمل کو شاک پہنچا دیا تھا۔ بلکہ اس کی اس حرکت نے نمل کو سمیر سے بے زار کر دیا تھا وہ خرم کو جلانے کے لیے محض اس کا استعمال کر رہی تھی مگر اتنے بچکانے انسان کو وہ اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔

لیکن مجبوری تھی سمیر کے علاوہ کسی اور کو خرم کے مد مقابل لانا اتنا آسان نہیں تھا اور نہ ہی وہ اس قسم کی لڑکی تھی کہ جس کو چاہتی اپنے دام میں پھانس لیتی۔

اس قسم کی حرکتیں کرنا اس کے لیے کوئی آسان کام نہیں تھا وہ تو خرم نے اسے اتنا مشتعل کر دیا تھا کہ وہ سمیر کے ساتھ کینٹین میں بیٹھنے پر تیار ہو گئی تھی مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ وہ آئے دن ایسی حرکتیں کر سکتی تھی وہ بھی ہرا بھرے سمیر کے ساتھ۔

اس لیے جب رشیدہ نے اس سے سمیر کے متعلق پوچھا تو اس نے صاف صاف بتا دیا جسے سن کر رشیدہ بھڑک اٹھیں حالانکہ وہ بہت ٹھنڈے مزاج کی تھیں مگر نمل کو خود اپنے ہاتھوں اپنا تقدس پامال کرتے اور زندگی کو کھیل بناتے کیسے برداشت کر لیتیں۔

"تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے تم کیا کر رہی ہو۔ اگر سمیر کوئی اچھا انسان ہوتا تب بھی خرم کو اس طرح جلانا خود تمہارے مستقبل کے لیے سخت خطرناک ہے دوسرے مجھے تو سمیر بھی کوئی ٹھیک لڑکا نہیں لگا ہے یہ تو بالکل وہی بات ہوئی نا ایک طرف کنواں دوسرے طرف کھائی۔"

"مت کریں ایسی باتیں۔" نمل جھنجلا گئی۔

"میرا مستقبل کوئی خرم کے ساتھ وابستہ نہیں ہے جو آپ مجھے اس طرح ڈرا رہی ہیں اور رہا سوال سمیر کا وہ کس قسم کا لڑکا ہے یہ میں بھی جانتی ہوں وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا آپ بے فکر رہیں۔"

"تمہارے یہ کہہ دینے کہ آپ بے فکر رہیں میری فکر دور تو نہیں ہو سکتی اور یہ تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ تمہارا مستقبل خرم کے ساتھ وابستہ نہیں ہے تمہارے والد جو ٹھان لیتے ہیں وہ کر گزرتے ہیں اور اللہ کی کی گئی یہ منگنی کسی پتھر کی لکیر سے کم نہیں ہے۔" رشیدہ کا مقصد صرف اور صرف اسے حقیقت سے روشناس

کرانا تھا اسی لیے ان کا غصہ خود بخود سرد ہو گیا اور وہ رسانیت سے کہنے لگیں۔

"اگر وہ جو ٹھان لیتے ہیں وہ کر گزرتے ہیں تو میں بھی جو طے کر لیتی ہوں اس پر قائم رہتی ہوں اور میں نے خرم سے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اللہ نہ کرے پھر بھی اگر حالات ایسا رخ اختیار کرتے ہیں کہ میرے پاس خرم سے شادی کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں بچا تو میں خودکشی کر لوں گی مگر اس۔۔۔"

"خدا نہ کرے۔" رشیدہ نے دہل کر اس کی بات کاٹ دی پھر ڈپٹ کر کہنے لگیں۔

"کچھ ہوش بھی ہے تمہیں کہ کیا کہہ رہی ہو ایک حرام فعل اپناؤ گی تم وہ بھی اتنی معمولی سی بات پر خرم کے ساتھ جن اختلافات کو تم آج بہت بڑا سمجھ رہی ہو کل کو تمہیں وہ سب بچکانہ دور کی بے وقوفیاں بھی لگ سکتی ہیں لیکن تمہیں شاید خرم سے اتنی نفرت ہے جتنی مجھ سے محبت بھی نہیں ہے ورنہ ایسی بات تم کبھی نہ کہتیں۔"

آخری جملے پر رشیدہ کی آواز بھرا گئی تو نمل کچھ شرمندہ سی ان کے پاس بیٹھ کر انہیں منانے لگی۔

"سوری امی! میرا یہ مطلب نہیں تھا صرف ایک آپ ہی تو ہیں جن کی مجھے فکر ہے اور جن کی وجہ سے میں نے یہ نام نہاد منگنی کی ہے اگر مجھے آپ سے محبت نہ ہوتی تو میں منگنی والے دن بھری محفل میں خرم کے منہ پر انگوٹھی مار کر شادی سے انکار کر دیتی پوری یونیورسٹی کو اس نے انوائیٹ کیا تھا سب کے سامنے اس کا غرور خاک میں مل جاتا جو یہ جانتے ہوئے بھی منگنی کرنے چلا آیا کہ میں اس شادی پر راضی نہیں ہوں یہ دھٹائی نہیں ہے تو اور کیا ہے امی۔" نمل بولتے بولتے ایک دم چپ ہو گئی اس کے چہرے پر بے بسی پھیلی دیکھ کر رشیدہ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"میری خاطر تم نے خاموشی سے منگنی کر لی مگر میری پریشانی تو بدستور برقرار ہے بلکہ تم دونوں کے بیچ بڑھتی نا چاقی دیکھ کر تو اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے آخر تم اس لڑائی کو ختم کیوں نہیں کر دیتیں۔"

نمل نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں جیسے جو وہ کہہ رہی ہیں وہ ناممکن ہو تبھی وہ وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"مجھے معلوم ہے وہ تمہیں جان بوجھ کر غصہ دلاتا ہے مگر تم اس کے حریف سے دوستی کرنے اور اسے جلانے کی بجائے اس کی حرکتوں کو نظر انداز کرنا شروع کر دو بلکہ ایسا کرو یونیورسٹی ہی چھوڑ دو۔"

"کیا بات کر رہی ہیں امی آپ؟" نمل نے ایک دم آنکھیں کھولتے ہوئے بدک کر کہا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں اللہ کرے تمہاری شادی تمہاری پسند اور مرضی سے ہو اور اگر تم اپنے شریک حیات کے ساتھ ہمیشہ خوش رہو لیکن اگر خدانخواستہ ایسا نہیں ہوتا اور وہی ہوتا ہے جو مجھے لگ رہا ہے تو خرم کے ساتھ ہوئی یہ چھوٹی موٹی جھڑپیں تمہیں آگے چل کر بہت مہنگی پڑ جائیں گی اس سے دوستی نہیں کر سکتیں تو دشمنی ہی ختم کر دو۔"

"امی مجھ سے وہ بات مت کہیں جو میرے اختیار میں نہیں ہے۔ آپ کے خدشات اور پریشانیاں میں سب سمجھ رہی ہوں۔ لیکن میں یونیورسٹی نہیں چھوڑ سکتی اور یونیورسٹی میں رہتے ہوئے میں خرم کی گھٹیا باتوں کو نظر انداز کر سکتی ہوں وہ تو مجھے چڑانے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔" نمل بالکل بے بس ہو کر رہ گئی تھی وہ رشیدہ کو انکار بھی نہیں کر سکتی تھی اور خرم سے ہار مان کر بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی۔

رشیدہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھیں تبھی اس کا سر سہلاتے ہوئے کہنے لگیں۔

"خود کو ہلکان مت کرو۔ میں تو صرف تمہیں بیچ کی راہ بتا رہی تھی جو مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور ہمیشہ آگے جا کر فائدہ پہنچاتی ہے لیکن اگر تمہیں اس پر عمل کرنا مشکل لگ رہا ہے تو چھوڑ دو، تمہیں مجبور نہیں کرنا چاہتی مگر میں یہ ضرور کہوں گی تم سمیر کو خرم کے مقابل لا کر بہت غلط کر رہی ہو۔۔۔ کوشش کر کے اس مسئلے کو حل کر لو۔"

نمل ان کی بات کے جواب میں کچھ بولی نہیں لیکن ان کی گفتگو نے اسے ہلکی سی مایوسی میں دھکیل دیا تھا کیونکہ انہیں یقین تھا کہ وہ کچھ بھی کرلے آخر میں جیت خرم کی ہی ہونی ہے اور جب اسی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو اسے اتنا زچ کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ آئندہ پوری زندگی اس ایک غلطی کا خمیازہ بھگتے گزر جائے۔

وہ عجیب طرح کے ذہنی اضطراب کا شکار تھی جس کے نتیجے کے طور پر وہ غیر شعوری انداز میں سمیر سے اجتناب کرنے لگی۔

سمیر جب بھی اس کے پاس آتا نمل خود کو مصروف ظاہر کرکے وہاں سے ایسے ہٹ گئی کہ سمیر کو محسوس نہ ہو۔ گویا وہ اس دروازے کو بند نہیں کرنا چاہتی تھی بس رشیدہ کی باتوں اور خود سمیر کے اپنے رویے نے نمل کو اس سے بے زار کردیا تھا وہ پہلے ہی اس کی کوئی خاص شیدائی نہیں تھی چنانچہ رشیدہ کے ساتھ اس طرح پیش آکر اس نے اپنے نمبرز خود ہی گھٹا دیے تھے۔

جسے سمیر تو محسوس نہیں کرسکا لیکن سنبل نے فوراً" تاڑ لیا اور اس کے پوچھنے پر نمل نے اسے سب سچ سچ بتا بھی دیا تو وہ خود بھی کچھ گم صم سی ہوگئی۔

"میری بھی سمجھ میں نہیں آرہا تم دونوں کے اس رشتے کا انجام کیا ہوگا ایک طرف رومیلہ کی شادی ہوئی ہے جو شادی کم اور سمجھوتہ زیادہ لگ رہا ہے۔ دوسری طرف تم سے تو یہ امید بھی نہیں ہے کہ تم رومیلہ کی طرح اتنے صبر سے سب برداشت کرلو گی۔" اس کی بات پر نمل بے ساختہ ہنس پڑی جس پر سنبل برا مانتے ہوئے بولی۔

"دیکھو میں تمہیں رومیلہ سے کمپیئر نہیں کررہی مگر یہ بھی سچ ہے کہ اگر تم ذرا صبر اور ضبط کا مظاہرہ کرو تو خرم والا معاملہ کسی حد تک سلجھ سکتا ہے میں مانتی ہوں اس کی ساری حرکتیں تمہیں تپانے والی ہوتی ہیں لیکن تم تپنے کی بجائے۔۔۔"

"چلو چھوڑو یار جو تم کہہ رہی ہو وہ میں ماننے والی نہیں ہوں لہٰذا اس بحث کو یہیں سمیٹ دیتے ہیں۔ جب سے رومیلہ کی شادی ہوئی ہے عجیب بوریت سی ہورہی ہے لہٰذا کل یونیورسٹی میں جو فیسٹیول لگ رہا ہے اس میں بھرپور طریقے سے انجوائے کرنا ہے اور اس بوریت کو دور کرنا ہے اوکے۔" نمل نے کہا تو سنبل بھی تائیدی انداز میں سرہلانے لگی۔ واقعی وہ دونوں رومیلہ کی شادی سے لے کر اب تک مایوس کن باتیں سوچ سوچ کر تھک گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

خرم نے جب ندرت کو فون کرکے آنے کا دن اور وقت بتایا تو ایک پل کو اس کا دل چاہا صاف انکار کردے مگر وہ اس موقع کو گنوا نہیں سکتی تھی اسی لیے بڑی مشکل سے دل کڑا کرکے عائشہ اختر کے پاس اجازت مانگنے چلی آئی۔

حالانکہ ان کی طرف سے اس پر کوئی پابندی نہیں تھی مگر اس نے کبھی اس طرح کا کوئی پروگرام بنا کر کہیں جانے کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی چنانچہ عائشہ اختر کا اس فرمائش پر چونکنا یقینی تھا اور اس کے بعد ان کا جواب کیا ہوگا اس بارے میں وہ کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی البتہ امید تھی کہ وہ اپنی عادت کے مطابق اسے کریدیں گی ضرور۔

ندرت ان کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی چہرے کا نرم ہاتھوں سے آہستہ آہستہ مساج کررہی تھیں ندرت کو آئینے کے عکس میں نمودار ہوتا دیکھ کر وہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگیں۔

"مما آپ بزی تو نہیں ہیں نا۔" ندرت نے جواب جانتے ہوئے بھی محض بات شروع کرنے کی غرض سے پوچھا۔

"نہیں۔ کہو کیا بات ہے۔"

"مما۔۔۔ وہ دراصل۔۔۔ پاپا کہہ رہے تھے ناکہ مجھے پڑھائی شروع کرنی چاہیے اور اس کے لیے کہیں ایڈمیشن لے لینا چاہیے۔" ندرت کہہ کر رک گئی۔

"ہاں تو۔" عائشہ اختر اب بھی اسے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھ رہی تھیں۔

"تو میں یہ سوچ رہی تھی کچھ کالجز اور یونیورسٹیز کا سروے کرکے دیکھوں اگر کسی جگہ کا ماحول مناسب لگتا ہے تو میں وہاں ایڈمیشن کے لیے اپلائی کروں۔" ندرت نے سہمے سہمے انداز میں کہا۔

ندرت کو معمول سے ہٹ کر کوئی بات کرتا دیکھ کر عائشہ اختر حیرت سے غش کھا کر رہ گئیں۔

وہ اپنے کیریئر کے متعلق سوچ رہی تھی ایڈمیشن ملتا یا نہ ملتا تو بعد کی بات تھی فی الحال تو انہیں ندرت کا خود کے لیے سوچنا شدید خوش گوار حیرت میں مبتلا کر گیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں بالکل سروے کرو مگر تم ماحول کا اندازہ کیسے لگاؤ گی۔"

"مم۔۔۔ مما وہ۔۔۔ میری کالج کی کچھ لڑکیوں کے بہن بھائی جس یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں وہاں کی میں نے بہت تعریف سنی ہے اور پھر کل وہاں فیسٹیول لگ رہا ہے۔

میں سوچ رہی ہوں ایک دفعہ فیسٹیول کے بہانے یونیورسٹی کا جائزہ لے کر دیکھوں کہ کیا میں وہاں ایڈجسٹ ہوسکتی ہوں یا نہیں۔"

عائشہ اختر اسٹول سمیت ندرت کی طرف گھوم گئیں ان کے چہرے پر سو واٹ کا بلب آن ہوگیا پھر بھی وہ اپنی خوشی چھپاتے ہوئے عام سے انداز میں کہنے کی کوشش کرنے لگیں۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے جاؤ جاکر سروے کرو لیکن فیسٹیول میں بھلا تم کیا اندازہ لگا سکو گی۔"

"مما یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم بس جاؤں گی تو کچھ دیکھ کر اگر سمجھ میں آگیا یا دل مانا تو ایڈمیشن فارم لے لوں گی نہیں تو جیسے ابھی گھر میں بیٹھی ہوں ویسے بیٹھی رہوں گی۔"

"نہیں نہیں ایسے کیوں سوچ رہی ہو جب تم وہاں جاکر ان لوگوں کو دیکھو گی تو بس ایک چیز ذہن میں رکھنا کہ یہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں جب یہ لوگ یہاں آکر پڑھ سکتے ہیں تو تم کیوں نہیں بھلا میری بیٹی میں کسی چیز کی کمی تھوڑی ہے بلکہ میری بیٹی جیسی حسین تو کوئی لڑکی ہے ہی نہیں۔" وہ ندرت کی بات سن کر اتنی خوش ہوئی تھیں کہ اٹھ کر ندرت کے قریب آگئیں اور اسے کندھے سے تھام لیا۔

"میں وہاں کوئی اپنا حسن دکھانے تھوڑی جارہی ہوں مما۔" ندرت کچھ جھینپ کر بولی۔

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں۔ مگر مجھے تمہاری عادت کا پتا ہے زیادہ کراؤڈ (رش) میں تم لوگوں کو دیکھ کر نروس ہو جاتی ہو حالانکہ تمہارے جیسی خوب صورت لڑکیاں تو بہت خود اعتماد رہتی ہیں کیونکہ انہیں پتا ہوتا ہے کہ وہ بہت حسین ہیں مگر تم نے تو اپنی خوبیوں پر کبھی دھیان ہی نہیں دیا۔" ان کا اتنا خوشگوار موڈ دیکھ کر ندرت بغور انہیں دیکھنے لگی۔

جب سے خرم کا فون آیا تھا اس کے ذہن میں ایک سوال سر اٹھا رہا تھا کہ کیا شائستہ خالہ یونیورسٹی میں پڑھتی تھیں مگر یہ سوال لبوں تک لانے کی اس میں ہمت نہیں تھی ایک تو یہ سنتے ہی عائشہ اختر کا مزاج برہم ہو جاتا دوسرے اسے جواب میں یہی سننے کو ملتا کہ۔

"میری کوئی بہن نہیں ہے ہزار بار تو کہہ چکی ہوں آخر تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا۔"

اس کی سمجھ میں بخوبی آگیا تھا کہ اس کے مما پاپا اس کی کوئی مدد نہیں کرسکتے اب جو کچھ کرنا تھا اسے خود ہی کرنا تھا اور پھر اب تو خرم کی مدد بھی شامل حال ہوگئی تھی پھر کیا ضرورت تھی عائشہ اختر کو اس وقت ناراض کرنے کی جبکہ

ان کے خوشگوار موڈ کے باعث اسے اپنی ایک بات اور بھی منوانی تھی۔
"تو مما آپ ڈرائیور سے کہہ دیجیے گا وہ مجھے لے جائے گا میں صبح گیارہ بجے نکل جاؤں گی۔"
"تم اکیلی جاؤ گی۔" عائشہ اختر نے تعجب سے پوچھا۔
"اکیلی ...... اکیلی کہاں ...... ڈرائیور کے ساتھ جاؤں گی۔" ندبیہ نے خود اعتمادی سے کہنے کی کوشش کی جبکہ عائشہ اختر ہنوز اسے حیرانی سے دیکھے گئیں۔
"صبح میں مجھے بھی کوئی کام نہیں ہے میں چل سکتی ہوں تمہارے ساتھ۔" ان کی شکل سے صاف ظاہر تھا انہیں ندبیہ کے منہ سے ایسی بات سننے کی قطعا" امید نہیں تھی۔
حالانکہ وہ خود بھی چاہتی تھیں کہ وہ ان کے ماحول کی دوسری لڑکیوں کی طرح اکیلے آنے جانے کے قابل ہو۔ خود سے اپنی شاپنگ کرنے اور اپنے فیصلے کرنے کی سمجھ رکھتی ہو مگر اس وقت اچانک اس کے مزاج میں یہ تبدیلی انہیں الجھن میں مبتلا کر گئی۔
"نن ...... نہیں مما ...... اس کی کوئی ضرورت نہیں۔
اصل میں، میں خود اکیلے جا کر دیکھنا چاہتی ہوں کہ میں روز ایسے ماحول اور جگہ میں اکیلی آسکتی ہوں یا نہیں۔" ندبیہ نے ایک ایسا نکتہ ان کے سامنے رکھا کہ وہ اعتراض نہ کر سکیں۔
ویسے بھی اعتراض انہیں تھا بھی نہیں جو وہ اسے ٹوکتیں انہیں تو صرف حیرت تھی ایک بے یقینی سی کہ ندبیہ میں یہ بدلاؤ کیونکر آیا۔
وہ اس کے چہرے پر کچھ کھوجنے کی کوشش کرنے لگیں۔ مگر وہ ہمیشہ کی طرح بالکل سادہ اور معصوم تھا چنانچہ انہوں نے ایک گہرا سانس کھینچتے ہوئے اپنی رضامندی دے دی۔
"ٹھیک ہے کل صبح گیارہ بجے چلی جانا اور اپنا موبائل ضرور لے کر جانا۔" ندبیہ کا دل چاہا بے اختیار ان کے گلے لگ جائے۔
لیکن اس نے خود کو روک لیا اور نارمل انداز میں "تھینک یو" کہتی ان کے کمرے سے نکل گئی۔
ان کے بیچ ایسی بے تکلفی یا والہانہ محبت تھی ہی نہیں کہ وہ ایسی بے اختیاری دکھاتی پھر دوسرے یہ کہ وہ اتنی خوشی بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ مشکوک ہو جائیں ویسے بھی یہ خوشی کوئی دیرپا نہیں تھی۔
اپنے کمرے میں جا کر جہاں ایک مرحلہ خوش اسلوبی سے طے پا جانے پر اسے سکون کا احساس ہوا تھا وہیں دوسرا مرحلہ اس اس سے بھی زیادہ مشکل لگ رہا تھا۔
حالانکہ اسے یونیورسٹی جا کر صرف ایک تصویر ہی تو دیکھنی تھی مگر اس کی گھبراہٹ پورے عروج پر تھی جیسے جانے کل کیا انہونی ہونے والی ہے۔

☆ ☆ ☆

رومیلہ، نمل اور سنبل سے بات کر کے قدرے بہتر محسوس کر رہی تھی ان دونوں کے ساتھ اپنی اس عجیب و غریب شادی کو ڈسکس کر کے اس نے اپنا بوجھ ہلکا نہیں کیا تھا بلکہ ان سے مشورہ مانگا تھا کہ اسے آئندہ کس طرح اور کیسے رہنا چاہیے۔
جس پر ان دونوں نے اس کی خوب ہمت بڑھانے کے بعد اسے صبر کی تلقین کی تھی حالانکہ نمل نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا۔
"تم مت سمجھنا کہ تم آج ان کے رویے کو نظر انداز کر کے ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ گی تو وہ لوگ

تمہاری ایک دم سے قدر کرنے لگیں گے اور تمہیں بڑے ارمانوں کے ساتھ لائی بہو کی طرح محبت سے رکھیں گے۔

ہو سکتا ہے وہ ساری زندگی اسی طرح تمہیں ڈی گریڈ کرتے رہیں اور ساری زندگی تمہیں یہ جتانے کی کوشش کرتے رہیں کہ تمہاری بارات لوٹ جانے کے باوجود ہم نے تمہیں اپنا کر تم پر احسان کیا ہے۔ یہ صورت حال اگر ہمیشہ قائم رہی تو تمہارے لیے بہت مشکل ہو جائے گی۔ تب اگر تم علیحدگی کا سوچو تو میں تمہیں غلط نہیں کہوں گی۔ لیکن بغیر کوشش کیے اگر تم نے ہار مان لی اپنی ہمت اور قسمت کو آزمائے بغیر ہتھیار ڈال دیے تو یہ واقعی تمہاری بہت بڑی غلطی ہو گی۔" رومیلہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی وہ جانتی تھی نمل یہ سب کیوں کہہ رہی ہے۔

رشیدہ شادی کے بعد معذور ہو گئی تھیں اور اس کے بعد انہوں نے ساری زندگی خاموشی سے عظمت خلیل کی خدمت کرتے گزار دی لیکن عظمت خلیل نے کبھی رشیدہ کو اس انتھک محنت کا صلہ نہیں دیا۔

اسی لیے نمل اسے حقیقت پسندی سے میدان میں اترنے کے لیے کہہ رہی تھی یعنی جیت کی امید رکھتے ہوئے کوشش کرو مگر ہارنے کی صورت میں ٹوٹ کر بکھرنے کی بجائے اسے زندگی کا حصہ سمجھ کر قبول کر لو۔

ان کی یہ سب باتیں سن کر وہ واپس تو بڑے بلند حوصلوں کے ساتھ آ رہی تھی لیکن پہلی ہی سیڑھی پر وہ جیسے منہ کے بل گری تھی۔

اگلے دن جب سے واپس آنا تھا تو ناشتے کی میز پر ابرار بھائی نے اس پر نظر پڑتے ہی پوچھا۔

"الیان کتنے بجے لینے آئے گا تمہیں۔"

"جی۔۔۔ پتا نہیں۔" رومیلہ سٹپٹا گئی ابرار بھائی بھی تو اسے بغور دیکھ رہے تھے جیسے اس کے چہرے سے اس کے ذہن تک رسائی حاصل کر رہے ہوں۔

اس کی جب سے شادی ہوئی تھی ابرار بھائی اسے کریدنے کی کوشش کرتے عجیب کھوجتی نظروں سے اسے دیکھتے رہتے تھے اس وقت بھی وہ اس کے تاثرات ٹٹولتے ہوئے بولے۔

"الیان سے کوئی بات نہیں ہوئی تمہاری؟"

"نہ۔۔۔ نہیں میں نے ایسا کچھ پوچھا ہی نہیں۔"

"اور جب تک تم پوچھتی نہیں وہ خود سے کوئی بات کرتا نہیں۔" رومیلہ حیرانی سے ابرار بھائی کو دیکھنے لگی۔ اتنا صحیح اندازہ انہوں نے کیسے لگا لیا۔

لیکن رومیلہ کو فوراً" ہی اپنی حیرت پر قابو پانا پڑا کیونکہ وہاں بابا جانی اور بھابھی بھی موجود تھیں اور وہ دونوں ہی ابرار کے سوال پر رومیلہ کو جانچتی نظروں سے دیکھنے لگے تھے بھابھی کی آنکھوں میں تجسس بھرا تھا جبکہ بابا جانی فکر مندی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"نہ۔۔۔ نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔" رومیلہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا بولے۔

"چلو خیر۔ تم الیان کو فون کر کے پوچھ لو وہ کب تک آئے گا۔"

"میں۔" رومیلہ بے ساختہ بولی۔

"ہاں تم۔ کیوں کیا ہوا؟" ابرار بھائی کا لہجہ بظاہر عام سا تھا مگر ان کی آنکھوں میں شک و شبہات ابھرے تھے۔ رومیلہ ایک بار پھر بے بس ہو گئی۔

"وہ۔۔۔ میرے پاس تو الیان کا نمبر نہیں ہے۔" اسے امید تھی اب بھابھی ضرور بولیں گی مگر حیرت انگیز طور پر وہ بالکل خاموش رہیں۔

رومیلہ کی شادی سے لے کر اب تک انہوں نے الیان یا اس کے گھر والوں پر کوئی تبصرہ رومیلہ کے سامنے

نہیں کیا تھا جہاں اس بات سے رومیلہ کو اطمینان تھا کہ وہ بے سروپا ہانک نہیں رہیں وہیں وہ ان کے تاثرات جاننے کے لیے بے چین بھی تھی۔

"کوئی بات نہیں نمبر میں دے دیتا ہوں تم ابھی بات کر لو۔" انہوں نے صرف کہا نہیں بلکہ اس کا موبائل اٹھا کر اس میں الیان کا نمبر فیڈ کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھا دیا۔

ان کا انداز ایسا تھا کہ ابھی بات کرو رومیلہ الجھن بھری نظروں سے موبائل کو دیکھنے لگی کہ بابا جان بول پڑے۔

"اسے ناشتا تو کرنے دو۔ رومیلہ ناشتے کے بعد بات کر لینا۔" بابا جانی نے اس کی مشکل آسان کر دی لیکن الیان سے بات کرنے کے خیال سے اس پر گھبراہٹ سوار ہو گئی تھی اور اس سے ناشتا ہی نہیں کیا جا رہا تھا آخر وہ صرف چائے پی کر موبائل لیے کمرے میں آ گئی۔

ابرار بھائی ہر دس سیکنڈ بعد اس کی طرف ایسے دیکھ رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں "جلدی کرو" آخر رومیلہ کو اٹھنا ہی پڑا۔

کمرے میں آ کر الیان کو فون کرتے ہوئے اس کی انگلیاں واضح طور پر کانپ رہی تھیں وہ دعا کر رہی تھی الیان کا فون بزی ہو مگر اس نے دوسری ہی گھنٹی پر کال ریسیو کر لی تو رومیلہ دل مسوس کر رہ گئی اور الیان کے تیسری بار ہیلو کہنے پر دل کڑا کرتے ہوئے بولی۔

"السلام علیکم۔ میں رومیلہ بول رہی ہوں۔" دوسری طرف توقع کے عین مطابق خاموشی چھا گئی۔

"الیان۔۔۔ آپ مجھے لینے کب آئیں گے؟" رومیلہ نے اس ڈر سے جلدی سے کہہ دیا کہ کہیں وہ خاموشی سے فون بند نہ کر دے پھر اس کے لیے دوبارہ کال کرنا سوہان روح ہو جائے گا دوسری طرف اس کے سوال پر ایسی خاموشی چھائی رہی جیسے الیان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس سے یہ سوال پوچھا جائے گا۔

"ہیلو۔۔۔ ہیلو۔ آپ سن رہے ہیں نا۔" رومیلہ کو لگا لائن کٹ گئی ہے اور وہ خالی فون کان سے لگائے کھڑی ہے۔ پھر اس نے الیان کو واضح طور پر گہرا سانس خارج کرتے سنا جیسے بڑی مجبوری سے بول رہا ہو۔

"آ جاؤں گا دو تین گھنٹے میں۔" الیان نے یہ کہہ کر کھٹ سے فون بند کر دیا۔

رومیلہ کے سارے ارادے بھربھری مٹی کی طرح ڈھیر ہونے لگے نمل اور سنبل کی تسلیاں اور حوصلہ بڑھانا سب پر ایک دم پانی پھر گیا۔

الیان اس کے سامنے نہیں تھا لیکن اس کے چہرے پر کتنی بے زاری ہو گی یہ رومیلہ صرف اس کے سانس کھینچنے کے انداز سے ہی سمجھ گئی تھی۔

خود کا اس طرح زبردستی کسی کے سر پر مسلط ہونا اس کے لیے برداشت سے باہر تھا پھر کہاں سے لاتی وہ صبر اور حوصلہ جس کی تلقین نمل اور سنبل کر رہی تھیں۔

دل تو چاہا ابھی الیان کو فون کر کے کہہ دے کوئی ضرورت نہیں ہے آنے کی میں خود ہی آ جاؤں گی۔

اس نے دل کی نہ سنتے ہوئے خاموشی سے فون کان سے ہٹا کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیا اسی وقت ابرار بھائی کمرے میں داخل ہو گئے۔

"کیا کہا الیان نے۔" رومیلہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی اسے شک سا گزرا جیسے ابرار بھائی دروازے سے لگے اس کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہے تھے اسی لیے رومیلہ کے فون رکھتے ہی وہ کمرے میں آ گئے۔

"وہ۔۔۔ انہوں نے کہا ہے وہ دو تین گھنٹے میں آ جائیں گے۔" رومیلہ کے کہنے پر ابرار بھائی ایسے کھڑے رہے جیسے مزید کچھ سننا چاہ رہے ہوں۔

"کیا بات ہے بھائی؟" رومیلہ کی سمجھ میں نہ آیا وہ ان سے کیسے پوچھے کہ کیا آپ میری بات سن رہے تھے۔

"الیان کا رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ۔" انہوں نے بڑی صاف گوئی سے پوچھا۔

"کیا ہو گیا ہے بھائی بار بار ایک سی سوال کیوں پوچھے جا رہے ہیں۔" رومیلہ خفیفسا سچ گئی تھی۔

"کیونکہ تم مجھے صحیح طریقے سے بتا نہیں رہیں۔"

"کیا بتاؤں۔ کیا سننا چاہتے ہیں آپ۔ ابھی میری شادی کو ٹائم ہی کتنا ہوا ہے۔" رومیلہ بر ہمی سے بولی۔

"ٹائم کی ضرورت ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے پڑتی ہے۔ جبکہ رویہ کا اکھڑ پن پانچ منٹ کی گفتگو میں ہی سمجھ میں آجاتا ہے۔" ابرار بھائی نے بڑے نپے تلے انداز میں کہا۔

رومیلہ صرف انہیں دیکھ کر رہ گئی اسے خاموش دیکھ کر ابرار بھائی تھوڑے تیز لہجے میں بولے۔

"دیکھو تمہارے ساتھ اس گھر میں جو بھی ہو مجھے فورا" بتا دینا آج کل وہ زمانہ نہیں ہے جہاں عورت اپنی خدمت سے لوگوں کے دل جیت لیا کرتی تھی۔ آج کل لوگوں کو سیدھا رکھنے کے لیے خدمت کی نہیں دھونس کی ضرورت ہوتی ہے فلموں اور افسانوں کی ہیروئن کی طرح زیادتی ورتا بنے کی ضرورت نہیں ہے صاف صاف بتاؤ وہاں سب تمہارے ساتھ ٹھیک تو نہیں نا۔" رومیلہ بری طرح زچ ہو گئی ان کی باتوں پر۔

"میں کوئی ہیروئن نہیں بن رہی ہوں۔ اگر کوئی بات ہو گی تو میں آپ کو بتا دوں گی لگتا تو نہیں کہ آپ کو میری اتنی فکر ہے لیکن اگر آپ یہ سب میری خاطر کر رہے ہیں تو بھی میری باتیں چھپ کر سننے کی ضرورت نہیں ہے۔" رومیلہ غصے میں کہہ تو گئی مگر ابرار کو چونکتا دیکھ کر اسے احساس ہوا اسے اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا۔

"الیان دو تین گھنٹے میں آجائیں گے میں تھوڑا آرام کرنا چاہتی ہوں۔" رومیلہ نے صرف اور صرف انہیں یہاں سے ہٹانے کے لیے کہا تو وہ بھی بغیر کچھ کہے کمرے سے نکل گئے۔

البتہ رومیلہ ان کے پیچھے دروازے کو ایسے دیکھتی رہی جیسے ان کے رویے کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"آج کل لوگوں کو سیدھا رکھنے کے لیے خدمت کی نہیں دھونس کی ضرورت ہوتی ہے۔" ابرار بھائی کی کہی بات کی بازگشت اس کے کانوں میں گونجنے لگی تو اس کا ذہن جانے کن ادھیڑبن میں لگ گیا مگر کوئی سرا ہاتھ نہ آنے پر صرف ایک سوال اس کے ذہن میں ابھرا تھا۔

"کہیں اس شادی کے لیے ابرار بھائی نے کوئی دھونس پر مبنی ہتھکنڈا تو نہیں اپنایا؟"

اس سوال کا جواب تو اسے نہیں ملا البتہ دو گھنٹے بعد جب الیان اسے لینے آیا تو وہ اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ کزنز جو کہ بریرہ کے سسرالی بھی تھے وہ بھی تشریف لائے تھے۔

حالانکہ رومیلہ سوچ رہی تھی کہ الیان اکیلا آئے گا تو وہ اس کے اور ابرار بھائی کے بیچ ہونے والی گفتگو سے ان کے تعلقات کو پرکھنے کی کوشش کرے گی مگر شاہد اور نوید کی موجودگی میں ایسی نوبت ہی نہیں آئی کہ الیان یا ابرار کو ایک دوسرے سے بات کرنی پڑتی۔

پھر وہ سب بیٹھے بھی بہت مختصر سے وقت کے لیے تھے شاہد اور نوید کو کچھ شاپنگ کرنی تھی شام تک وہ سب گاؤں کے لیے روانہ ہونے والے تھے۔

الیان ان کے ساتھ ہی کہیں سے آرہا تھا کہ راستے سے رومیلہ لے کر گھر پر ڈراپ کرے گا اور ایک بار پھر ان لوگوں کے ساتھ نکل جائے گا۔

اب یہ سب سچائی تھی یا وہ واقعی کترا رہا تھا زیادہ دیر یہاں رکنے سے رومیلہ سمجھ نہ سکی۔

البتہ بابا جانی ضرور سمجھ گئے تھے۔ کیونکہ آج الیان نے انہیں سلام کرنے کے بعد بڑے ہی رکی سے انداز میں ان کی خیریت بھی پوچھی تھی لیکن کیونکہ بابا جانی اتنی بھی امید نہیں کر رہے تھے اس لیے وہ سمجھ گئے کہ ابرار نے انہیں دھمکایا ہے جو یہ تبدیلی دیکھنے کو مل رہی ہے ورنہ شادی اور ولیمے والے دن تو الیان نے اتنی بھی بات

نہیں کی تھی البتہ جب ابرار' ریاض غفار کے ساتھ کھڑا کچھ گفتگو کرتا نظر آیا اس کے بعد ریاض غفار خاص طور پر ان کے پاس آکر ان کی خیر خیریت پوچھنے لگے تھے اور یہ اچانک ان کے رویے میں اتنا تغیر دیکھ کر وہ اسی وقت مشکوک نظروں سے ابرار کو دیکھنے لگے تھے جانے اب اس نے کیا کہہ کر ان لوگوں کو پریشان کیا ہو گا۔

بابا جانی تو مارے شرمندگی کے سر نہیں اٹھا پا رہے تھے اسی لیے انہوں نے الیان یا اس کے کزنز کو چائے پر روکنے کے لیے زیادہ اصرار بھی نہیں کیا اور ایک ہی دفعہ اجازت مانگنے پر الوداع کر دیا۔

البتہ رومیلہ کو انہوں نے سینے سے لگا کر ہمیشہ خوش رہنے کی دعائیں دی تھیں رومیلہ ان کا یکسر لاانداز دیکھ کر یہی سمجھی تھی کہ وہ بریرہ کے ولیمے میں شرکت کرنے اتنی دور جا رہی ہے اسی لیے وہ جذباتی ہو رہے ہیں۔

حالانکہ وہ تو اس کی اس شادی کو لے کر فکر مند تھے دھمکیوں پر مبنی یہ زبردستی کا رشتہ کب تک چلے گا اور اگر چلے گا بھی تو کیا رومیلہ کو خبر نہیں ہو گی کہ اس شادی کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما تھے تب اس پر کیا بیتے گی۔

☼ ☼ ☼

ندویہ نے یونیورسٹی کے گیٹ پر پہنچ کر جیسے ہی خرم کو فون کیا خرم اسٹال پر ہی آدھی کھائی چاٹ چھوڑ کر اسے لینے چل پڑا۔

ہارون وغیرہ نے پوچھا بھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے مگر خرم نے کچھ بھی نہیں بتایا اور صرف مسکرا کر۔

"دیکھتے جاؤ۔" کہا اور چلا گیا ندویہ کے ڈرائیور کو اپنی رہنمائی میں وہ پارکنگ تک لایا اور گاڑی پارک کرانے کے بعد ندویہ اتر کر جانے لگی تو ڈرائیور پوچھنے لگا۔

"کتنا ٹائم لگے گا؟"

"بس آدھا گھنٹہ۔" ندویہ اطمینان سے بولی تو خرم نے ٹوک دیا۔

"نہیں' نہیں آدھا گھنٹہ کہاں۔ دو گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔" ندویہ نے حیرانی سے خرم کو دیکھا مگر خرم نظر انداز کر گیا۔

"اصل میں گاڑی میں تھوڑا سا کام کرانا ہے اگر دو گھنٹے لگنے ہیں تو میں ابھی کرا لیتا ہوں۔" ڈرائیور نے کہا۔

"ہاں ہاں جاؤ۔ جا کر آرام سے کرو۔" ندویہ سے پہلے خرم نے فراخدلی سے اجازت دے دی۔

ندویہ صرف خرم کو دیکھ کر رہ گئی اب بھلا وہ کیا بولتی وہ تو پہلے ہی گھبرائی ہوئی تھی۔

اس طرح جھوٹ بول کر یونیورسٹی آنا پہلے ہی اسے بہت عجیب اور نامناسب لگ رہا تھا اس پر دو گھنٹے بعد واپسی کا سن کر اسے اپنا آنا کچھ غلط لگنے لگا تھا ڈرائیور خرم کی اجازت پر ایسے گاڑی اسٹارٹ کر کے نکل گیا جیسے خرم کا ہی ملازم ہو۔

"لو نا۔" ندیہ دھول اڑاتی گاڑی کو دیکھ رہی تھی جب خرم نے ٹوکا اور اس کے چہرے پر لکھے سوال کا خود ہی جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں تمہیں فوراً" اسٹور روم میں لے جا کر تصویر دکھا دیتا لیکن کیا کریں اسٹور روم ابھی بند ہے جن اسٹوڈنٹس کو سامان نکالنے کے لیے چابی دی گئی تھی وہ اسٹال کی کچھ چیزیں وغیرہ لینے گئے ہیں ان کو آنے میں آدھا پون گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا۔" ندیہ کے چہرے پر الجھن پھیلتی دیکھ کر خرم نے بظاہر بڑے مودب انداز میں کہا۔

"آپ آدھا پون گھنٹے کے لیے اگر کہیں جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں اور ڈرائیور کو فون کر کے بلا لیں ورنہ اس سے بہتر آپشن یہ ہے کہ آپ کچھ دیر اسٹالز وغیرہ گھوم لیں تھوڑا سا وقت بھی گزر جائے گا اور دیکھنے والوں کو بھی لگے گا کہ آپ فیسٹیول دیکھنے آئی ہیں۔ اصل میں جن اسٹوڈنٹس سے میں چابی لے رہا ہوں انہیں بھی یہ نہیں بتایا کہ میں اندر کیوں جانا چاہتا ہوں ایسی باتوں پر کوئی یقین نہیں کرتا اور الٹا دوسرے کی ذہنی حالت پر شک کرنے لگتے ہیں اس لیے میں کسی کو کچھ بتاتا ہی نہیں۔" ندیہ کے چہرے کے تاثرات بدلتے ہوئے خرم نے واضح طور پر دیکھے۔

اس کے چہرے پر پھیلی الجھن میں خاطر خواہ کمی آ گئی تھی خرم کو یہ تو علم تھا کہ اس کا نفسیاتی علاج چل رہا ہے یقیناً" اس نے "تم پاگل ہو" اور "تمہارا دماغ خراب ہے" جیسے جملے ضرور سنے ہوں گے لہٰذا اس نے ایسی بات کی جو سیدھی ندیہ کے دل کو لگی اور واقعی تھوڑی دیر بعد وہ پہلے سے قدرے بہتر انداز میں کم خوش نروس سی خرم کے ساتھ فیسٹیول میں داخل ہو گئی۔

خرم کو ایک انجان اور ایک بے حد حسین لڑکی کے ساتھ دیکھ کر ہر نظر جو اس پر اٹھی وہ اس پر ٹک گئی سب کو حیران اور متجسس دیکھ کر خرم کے لبوں پر خود بخود مسکراہٹ ابھرنے لگی۔

وہ اس طرح لڑکیوں کے پیچھے پھرنے والے لڑکوں میں سے نہیں تھا اس کا تاثر کافی مضبوط کردار کے حامل شخص کا تھا یہاں تک کہ ثمل سے منگنی ہو جانے کے باوجود وہ اس کے ساتھ بھی لوبرڈز کی طرح نہیں رہا تھا۔

ایسے میں اس کا کسی لڑکی کے ساتھ ہونا ایک اچنبھے والی بات تو تھی اور پھر لڑکی بھی وہ جو اس یونیورسٹی میں بھی دیکھی نہیں گئی اور جس کا حسن بھی ایسا ملکوتی کہ دیکھنے والا مجسمہ بن جانے پر مجبور ہو جائے پھر اگر لوگ متوجہ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔

خرم اسے اسٹالز دکھاتا بالآخر وہاں تک پہنچ گیا جہاں ثمل اور سنبل کتابوں کے اسٹال پر کھڑی ورق گردانی کر رہی تھیں۔

"ندیہ تمہیں ریڈنگ کا شوق ہے کیا؟" خرم ایسے بولا تھا جیسے بہت پرانی بے تکلفی ہو ثمل اور سنبل دونوں نے ہی چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

سنبل کی تو منہ اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں جبکہ ثمل ایک ہی نظر میں خرم کے چہرے پر پھیلے تفاخر کو دیکھ کر پل میں اپنی حیرت چھپا گئی تھی۔

اسے کون سا شاک لگا تھا خرم کو کسی کے ساتھ دیکھ کر جو اسے اپنے تاثرات چھپانے میں دقت ہوتی البتہ اسے حیرت ندیہ کو دیکھ کر ہوئی تھی اگر کوئی اور ہوتی تو یہ ذرا سی حیرانی بھی اس کے حصے میں نہ آتی۔

"نہ۔۔۔ نہیں۔" ندیہ کا انداز صاف ٹالنے والا تھا وہ خرم کی رہنمائی میں چلی جا رہی تھی خرم کو اسٹال پر رکتا دیکھ کر وہ بھی مجبوراً ٹھہر گئی تھی۔

ورنہ اسے تو کچھ لینا تھا نہ ہی دیکھنا تھا بلکہ جس طرح لوگ اسے دیکھ رہے تھے اسے محسوس کر کے اس کی فطری گھبراہٹ ایک بار پھر اس پر حاوی ہونا شروع ہو گئی تھی اس نے چند فٹ کے فاصلے پر کھڑی ثمل اور سنبل کی طرف نہیں دیکھا تھا اس کا سر اور نظریں دونوں جھکی ہوئی تھیں۔

مگر تب بھی اسے بخوبی علم تھا کہ سامنے دو لڑکیاں کھڑی ہیں جو پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہیں۔

"ارے دیکھو لو یہاں بہت اچھا اسٹاک ہے خاص طور پر شاعری کا کلیکشن میں تمہاری پسند کے مطابق ہے۔" خرم نے کتابوں کے اس جانب آتے ہوئے کہا جہاں ثمل کھڑی تھی اس کے ہاتھ میں "نسخہ ہائے وفا" دیکھ کر خرم دلچسپی سے مسکرا دیا۔

"اپنے فیورٹ شاعر کی کتاب لیے بغیر اس اسٹال سے آگے بڑھ جانا تو زیادتی ہو گی یار۔" خرم نے ثمل کے ہاتھ سے کتاب ایسے لی جیسے ثمل کا کہنا ہو بلکہ ان کے انتظار میں کتاب لیے کھڑی ہو کہ آئیں اور دیکھیں۔

ندیہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کہے خرم نے اتنے یقین سے اس کے شاعری کے شوقین ہونے کی بات کی تھی کہ وہ بس بولنے والی تھی کہ مجھے شاعری سے کوئی لگاؤ نہیں۔

لیکن ثمل پر نظر پڑتے ہی اس کی ساری توجہ اس کی جانب مبذول ہو گئی۔

اسے بالکل یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ اور ثمل ایک ہی اسکول میں پڑھتی تھیں وہ تو بس یہ سوچ جا رہی تھی کہ یہ چہرا تو دیکھا ہوا کیوں لگ رہا ہے۔

اصل میں اسکول میں بھی وہ ایسے ہی گم سم اور تنہائی پسند تھی اپنے آپ میں مگن رہنے والی کو بھلا کیا پتا کہ اسکول میں اور کون کون موجود ہے اسے تو شکلیں بھی یاد نہیں رہتی تھیں نام تو پھر بہت دور کی بات تھی۔

ثمل، خرم کے اس طرح کتاب لے لینے پر بالکل جامد تاثرات کے ساتھ اسے دیکھتی رہی جبکہ وہ ندیہ کی طرف پلٹ چکا تھا۔

"میں یہ تمہارے لیے لے رہا ہوں اور اب تم انکار نہیں کرو گی۔" خرم ندیہ کے تاثرات کی پروا کیے بغیر صرف ثمل کو سنانے کے لیے بول رہا تھا اصل میں اسے ندیہ کی فطرت کا اتنا اندازہ تھا کہ وہ اتنی خود اعتماد نہیں کہ

خرم کو اس اچانک کی بے تکلفی پر جھڑک سکے۔

پھر یہ جس مقصد کے تحت اسے لایا تھا اگر وہی پورا نہیں ہوتا تو کیا ضرورت تھی اتنی مغزماری کی۔

خرم نے اس کتاب کی قیمت ادا کر کے ندیہ کی طرف بڑھا دی۔

"میں نے کہا ہے نا تم انکار نہیں کرو گی۔ چلو آؤ دوسرے اسٹال پر چلتے ہیں یہاں اب اور کچھ بھا نہیں ہے۔"

خرم نے ایک نظر ثمل پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا ندیہ بے بسی سے ہاتھ میں زبردستی تھمائی کتاب کو دیکھنے لگی پھر ثمل اور سنبل کی نظریں خود پر جمی دیکھ کر فرار ہونے والے انداز میں خرم کے پیچھے چل پڑی۔

"یہ خرم کیا کر رہا ہے؟" سنبل نے جیسے ہوش میں آتے ہوئے کہا۔

"وہی جو میں نے روبیلہ کی شادی میں کیا تھا۔" ثمل نے بالکل بے تاثر لہجے میں کہا البتہ اس کی نظریں ابھی بھی ندیہ کی پشت پر جمی تھیں۔

"لیکن تمہارے مقابلے میں بیر تھا۔ یہاں ندیہ ہے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔" سنبل نے جرح کی۔

"اس سے خرم کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔" ثمل اب بھی سپاٹ لہجے میں بولی تو سنبل چڑ گئی۔

"لیکن مجھے پڑتا ہے اور یہ سب تمہاری اسٹوپڈ حرکتوں کی وجہ سے ہو رہا ہے اب تمہیں ہی اس مسئلے کو حل کرنا ہو گا۔"

"حل تو میں نہیں کر سکتی لیکن ندیہ کو ایک بار ضرور سمجھاؤں گی۔ آگے اس کی قسمت۔" ثمل نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

ندیہ خرم کے پیچھے کتابوں والے اسٹال سے باہر تو نکل آئی لیکن اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ آس پاس موجود زیادہ تر لوگ ان دونوں کی طرف ہی متوجہ ہیں اسی لیے ندیہ کے گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا وہ خرم کے پیچھے بھاگنے والے انداز میں چل رہی تھی۔

وہ خرم سے کہنا چاہتی تھی کہ جلدی سے اسے اسٹور روم دکھا دے وہ اپنے ڈرائیور کو فون کر کے بلا رہی ہے اسے یہاں نہیں رک سکتی۔

مگر خرم تو آگے ہی آگے کسی پر شوخ سی دھن بجائے ایسے گھوم رہا تھا جیسے جانے کون سا خزانہ مل گیا ہو۔ اچانک ندیہ کو اس پر شدید غصہ آگیا قریب تھا وہ چیخ کر اسے پکار بیٹھتی کہ اچانک اس کی نظریں سامنے کی جانب اٹھیں اور جامد ہو گئیں۔

اسے ممی" شائستہ خالہ کا سایہ اس طرح دن دھاڑے گھر سے باہر کبھی نظر نہیں آیا تھا مگر آج وہ اس سے کافی فاصلے پر اپنی پوری ہیبت کے ساتھ کھڑی تھیں۔

ان کے سوکھے بکھرے بال ہوا کے دوش پر لوہر ادھر اڑ رہے تھے ان کا کتنا پچھو خول خون ہو رہا تھا۔

ندیہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی اس کا حلق اتنا سوکھ گیا تھا کہ آواز بھی نہیں نکل رہی تھی ورنہ اس کا شدت سے دل چاہا خرم کو پکار کر پوچھے کیا اسے شائستہ خالہ کا سایہ نظر آ رہا ہے مگر وہ کیا پکارتی اس کی تو حالت غیر ہونے لگی تھی۔

کیونکہ شائستہ خالہ ایک لڑکے کے پاس کھڑی اسے ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے ابھی اس پر حملہ کر دیں گی اور پھر واقعی شائستہ خالہ نے دونوں ہاتھ اس لڑکے کی گردن کی طرف اٹھا لیے۔

اس سے پہلے کہ اس لڑکے کی گردن شائستہ خالہ کی گرفت میں آتی ندیہ پوری قوت سے چیخ پڑی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی' جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رمیلہ' سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم' ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے' اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔

۲۷

ستائیسویں قسط

خرم کے بڑھتے قدم یک لخت رک گئے۔ اس نے چونک کر پلٹ کر ندیہ کی طرف دیکھا تو حیران رہ گیا۔

ندیہ کے چہرے پر خوف کے سائے نمایاں تھے۔ اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی اور چہرے کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ دونوں ہاتھ گالوں پر رکھے وہ کسی ایک نکتہ پر نظریں مرکوز کیے کھڑی تھی۔

خرم نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو سمجھ ہی نہ سکا۔ وہ کسے دیکھ رہی ہے۔ سامنے کئی اسٹال لگے تھے۔ جہاں بے شمار لڑکے لڑکیاں نا صرف کھڑے تھے' بلکہ آجا رہے تھے۔

ندیہ کی دلدوز چیخ پر تقریباً" سب ہی رک کر اسے دیکھنے لگے۔ مگر ندیہ کی محویت میں رتی برابر فرق نہیں آیا۔

"ندیہ تم ٹھیک ہو نا۔" خرم نے اس کے نزدیک آکر آہستگی سے پوچھا۔ حالانکہ وہ شکل سے بالکل بھی ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی چیز سے بری طرح ڈر گئی ہے۔

لیکن وہ چیز کیا تھی' یہ خرم کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"ندیہ۔" خرم کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ اسے کس طرح متوجہ کرے۔

کیونکہ پہلے ہی وہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے اور اب ندیہ کے چیخنے اور چیخنے کے بعد مورتی بن کر ساکت کھڑے ہونے پر بھیڑ اکٹھی ہونی شروع ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا ہے ندیہ؟" خرم نے نہایت دھیمی آواز میں دانت پیستے ہوئے کہا۔ اسے اب غصہ آنا شروع ہو گیا تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا ساری تمیز بالائے طاق رکھ کر اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑ دے۔

"وہ۔ وہ۔ وہاں۔" ندیہ بے ربط انداز میں بولی تو خرم نے ایک بار پھر اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور اپنی جھنجلاہٹ کو قابو میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہاں کیا؟"

"وہ۔ وہاں شائستہ خالہ۔" ندیہ سے بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔ جبکہ شائستہ خالہ کا نام سن کر خرم کی بے زاری میں دس گنا اضافہ ہو گیا۔

گویا اسے شائستہ خالہ کی روح نظر آگئی ہے اور اس لیے وہ بنے بنائے کھیل کو بگاڑنے والی حرکت کر رہی ہے۔ اگر اس کا پاگل پن کسی پر ظاہر ہو گیا تو اس پر رشک سے اٹھنے والی نظروں میں اس کے لیے تمسخر اتر آئے گا۔

"تو اس میں اتنا خوف زدہ ہونے کی کیا بات ہے۔" خرم نے کوشش کرتے ہوئے اپنا لہجہ نرم بنا لیا۔

وہ جلد سے جلد اس کی حالت نارمل کرنا چاہ رہا تھا۔ تاکہ وہ اس قابل ہو جائے کہ وہ اسے لے کر کہیں بیٹھ جائے۔

"وہ۔ وہ۔ اس لڑکے کو مارنے والی تھیں۔" خرم نے چونک کر مجمع کی طرف دیکھا۔

"کسے؟" خرم نے بے ساختہ پوچھا تو ندیہ بے چینی سے مجمع کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے اس طرح چیخنے پر بھیڑ میں اضافہ ہو گیا تھا اور اب اسے وہ چہرہ نظر نہیں آرہا تھا جسے اس نے کچھ لمحوں پہلے دیکھا تھا۔ بلکہ ایک طرح سے وہ بھیڑ میں اسے ڈھونڈ ہی نہیں پا رہی تھی۔

لوگوں کو حیران اور متجسس سا اپنی جانب دیکھتا پا کر وہ مزید ہراساں ہو گئی تھی اور اب خرم کو مدد طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو ایسا کرو تم تھوڑی دیر کہیں بیٹھ جاؤ۔ ہم۔ ہم کینٹین چلتے ہیں۔ وہاں چل کر ایک کپ چائے پیو' تھوڑا ریلیکس ہو جاؤ۔ پھر مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا' ٹھیک ہے۔" خرم بڑی رسانیت سے بات کر رہا تھا۔

ندیہ کے چہرے کے تاثرات قدرے بہتر ہو گئے۔ وہ خوف زدہ تو اب بھی تھی۔ مگر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش شروع کر چکی تھی۔

"ہم۔ مجھے گھر جانا ہے۔" ندیہ نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ خرم اتنی جلدی اسے بھیجنے کے حق میں بالکل نہیں تھا' سو فوراً" بولا۔

"ٹھیک ہے میں فوراً" اسٹور روم کھلواتا ہوں' تم ایک بار تصویر دیکھ لو اور فوراً" چلی جاؤ۔ مگر تب تک کہیں بیٹھ جاؤ' مجھے لگ رہا ہے تم کھڑی رہیں تو گر جاؤ گی۔" خرم غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ ندیہ کا ہولے ہولے کانپتا وجود بڑی غمازی کر رہا تھا اس کی ٹانگوں کے کسی بھی وقت ساتھ چھوڑ دینے کی۔

ندیہ چہرے پر پھوٹ پڑنے والے پسینے کو دوپٹے سے پونچھتی خرم کی تقلید میں چلنے لگی۔ خرم نے اس کے ہاتھ سے شاعری کی کتاب لے لی۔ مبادا وہ اس کے بوجھ کے ساتھ ساتھ خود بھی نہ گر جائے۔

خرم اسے فیسٹول میں لگے چائے کے اسٹال پر ہی لے آیا۔ وہاں اتنی چیزیں اور کرسیاں رکھی تھیں کہ خاص کینٹین جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی اور پھر کینٹین یہاں سے کافی دور تھا اتنا چلنے کی ندیہ میں سکت نہیں تھی۔

"آپ ان لوگوں کو فون کر کے بلا لیں جن کے پاس چابیاں ہیں۔" ندیہ نے بیٹھتے ہی کہا تو خرم جو اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔ وہیں رک گیا اور ایک نظر اسے دیکھ کر جیب سے موبائل نکال کر کہنے لگا۔

"میں پتا کرتا ہوں' ہو سکتا ہے وہ آچکے ہوں۔" خرم یہ کہتا اس کی ٹیبل سے تھوڑا دور جا کھڑا ہوا۔ وہ نہیں چاہتا تھا ندیہ کو پتا چلے وہ کسے فون کر رہا ہے اور کیا بات کر رہا ہے۔

اس نے موبائل پر چند بٹن دبا کر کان پر لگاتے ہوئے جیسے ہی ندیہ کی طرف دیکھا ٹھٹک گیا۔ وہ اپنی کرسی چھوڑ کر اس کے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔

خرم کو اس کی اس بے چینی اور بداخلاقی پر شدید تاؤ آیا۔ مگر اس کے خوف زدہ ہونے کے خیال سے ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"ریلیکس ندیہ تم تو اس طرح ڈر رہی ہو جیسے پہلی بار شائستہ خالہ کو دیکھا ہو۔"

"میں شائستہ خالہ سے نہیں ڈر رہی' مجھے اس لڑکے کی فکر ہو رہی ہے جس پر شائستہ خالہ حملہ کرنے والی تھیں۔" ندیہ چاروں طرف متلاشی نظریں دوڑاتے ہوئے فکرمندی سے بولی۔

"تم نے اس لڑکے کو ایک نظر دیکھا تھا اور یہاں اتنے لڑکے ہیں کہ تم دوبارہ اسے دیکھ کر پہچان بھی نہیں سکتیں۔ بہتر یہی ہے کہ بلاوجہ ہلکان ہونے کی بجائے سکون سے بیٹھ جاؤ۔ تھوڑی میں پہلے تمہارے لیے چائے۔"

"مجھے کوئی چائے وائے نہیں پینی۔ اصل میں آپ کو نہیں پتا شائستہ خالہ بعض اوقات لوگوں پر حملہ بھی کر دیتی ہیں۔"

"اچھا۔ وہ کیسے؟" خرم دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

"انہوں نے میری ایک دوست کا سر پھاڑ دیا تھا۔"

"جو تمہارے گھر نائٹ اسپینڈ کرنے آئی تھی۔" خرم بے ساختہ بولا' ندیہ بری طرح چونک اٹھی۔

"آپ کو کیسے معلوم؟" ندیہ نے اچنبھے کے ساتھ پوچھا تو ایک پل کے لیے خرم سٹپٹا گیا۔

وہ اس پر بالکل ظاہر نہیں کرنا چاہ رہا تھا کہ گھر خریدنے سے پہلے اس کے والد فرقان حسن کو ان کے دوست جو ان کے پڑوسی تھے ندیہ کی ذہنی بیماری اور اپنی دوست پر تو می رات کو چھت پر حملہ کرنے کے متعلق بتا چکے ہیں۔

"مجھے۔ تو۔"

"کیا آپ کو شائستہ خالہ نے بتایا ہے؟" خرم کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا کہے کہ ندیہ کے سوال نے نا صرف اس کی مشکل آسان کر دی بلکہ اسے سوالیہ نظروں سے ندیہ کو دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

"کیا شائستہ خالہ نے تمہیں بھی کچھ بتایا ہے۔"

"پتا نہیں، وہ کچھ بتاتی ہیں یا نہیں۔ لیکن اکثر کچھ ایسی باتیں مجھے پتا چل جاتی ہیں جو مجھے بھی علم نہیں ہوتا کہ مجھے کیسے پتا چلیں۔"

"وہ کیا؟" خرم کو اب اس کہانی میں دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی۔ اس لیے وہ غیر محسوس طور پر سست روی سے میز کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ اسے یہاں اسی مقصد سے تو لایا تھا کہ اس کے ساتھ گھومے گا اور جب تمام لوگ ان دونوں کو ساتھ دیکھ لیں گے تب ایک ڈیڑھ گھنٹے میں اسے واپس بھیج دے گا۔

اب اگر گھومنے کے بجائے وہ دونوں ٹیبل پر بیٹھ کر لمبی گفتگو کر لیتے ہیں تو یہ تو اور بھی اچھی بات تھی۔ ویسے بھی وہ لڑکی اتنی بور نگ نہیں تھی۔ بلکہ کسی سسپنس کی مووی کی طرح اب آگے کیا ہوگا کے اشتیاق میں اس کی بکواس سنی جا سکتی تھی۔ بھلے ہی یقین نہ کیا جائے۔

"میرے کالج کی ایک لڑکی اچانک غائب ہو گئی تھی۔ سب اسے تلاش کر رہے تھے' جبکہ مجھے پتا تھا وہ مر چکی ہے۔" خرم' ندیہ کو دیکھتا رہ گیا۔

"مجھے نہیں پتا کہ مجھے کیسے پتا چلا' لیکن میں جانتی تھی اس کا پاؤں مڑ گیا اور گٹر میں گرنے کی وجہ سے اس کی موت ہو گئی۔" ندیہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"اور تمہیں لگتا ہے یہ سب تمہیں شائستہ خالہ بتاتی ہیں۔" خرم سنسناتے لہجے میں بولا تو ندیہ گہرا سانس کھینچتے ہوئے ایسے خرم کو دیکھنے لگی جیسے اس کے پاس کچھ کہنے کے لیے نہ ہو۔

اسے احساس ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ خرم کی تقلید میں چلتی ہوئی نا صرف میز تک آ چکی تھی بلکہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ بھی گئی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ تمہاری دوست کو شائستہ خالہ نے کیوں زخمی کیا تھا۔" خرم نے سرسری انداز میں پوچھا۔

اسے صرف ندیہ کا جواب سننا تھا۔ ورنہ اسے کون سا اس کی بات پر یقین کرنا تھا۔ لیکن ذرا پتا تو چلے کہ وہ کیا سوچتی ہے۔ اس کے خیالات و تاثرات کیا ہیں' لیکن خرم کو امید نہیں تھی کہ وہ جو جواب دے گی وہ خرم کو پل بھر کے لیے ساکت کر دے گا۔

"کیونکہ وہ میری دوست مجھ سے فائدہ اٹھانے کے لیے بنی تھی۔" ندیہ ایسے بولی جیسے کسی ٹرانس میں بول رہی ہو۔

کچھ دیر کے لیے ان دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ آخر خرم کو ہی وضاحت طلب کرنے کے لیے بولنا پڑا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس نے کہا تھا میں روحوں کو بلانا جانتی ہوں تو میں نے اسے اپنے گھر بلا لیا تھا کہ میں شائستہ خالہ سے بات کر سکوں وہ سمجھ رہی تھی ایسی کوئی روح وغیرہ ہے ہی نہیں۔

وہ میرے سامنے ڈرامہ کرنے لگی کہ شائستہ خالہ کی روح اس کے جسم میں گھس گئی ہے اور پھر وہ اپنے مطلب کے مطالبات کرنے لگی جیسے شائستہ خالہ مجھے تلقین کر رہی ہوں کہ

تم اس کے کام کر دیا کرو

اس کے نوٹس بنا دیا کرو

اس کو پیسے وغیرہ دے دیا کرو۔

اس لیے مجھے لگتا ہے کہ شائستہ خالہ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ کوئی میری کمزوری کا فائدہ اٹھائے اور مجھے اپنے

مطلب کے لیے استعمال کرے۔" خرم یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

ہرچند کہ وہ ان سب باتوں پر یقین نہیں کرتا تھا مگر نہ چاہتے ہوئے بھی وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ وہ بھی تو کہیں کررہا ہے اس کی کمزوری کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔

اس کی پوری توجہ ندیہ کی طرف تھی پھر بھی اسے علم تھا کہ ارد گرد بیٹھے لوگ ان کا بڑی گہری نظروں سے مشاہدہ کر رہے ہیں ایک تو وہ جس طرح آہستہ آواز میں باتیں کر رہے تھے وہ خاصا معنی خیز تھا اور پھر خرم جیسے مقبول لڑکے کے ساتھ اتنی حسین لڑکی کا ہونا وہ بھی ایسی صورت میں جب وہ لڑکی یونیورسٹی کی تھی بھی نہیں تو لوگوں کا چونکنا۔۔۔ عین فطری تھا۔

یہ سب کر کے خرم اس کی نفسیاتی بیماری کو ایک بنیاد بنا کر اسے اسکینڈلائز ہی تو کر رہا تھا۔

ورنہ وہ اس قسم کی لڑکی تھی نہ ہی ان دونوں کے بیچ کوئی افیئر چل رہا تھا۔

خرم کو یہ ڈر محسوس نہیں ہوا تھا کہ شائستہ خالہ اس پر بھی حملہ کر دیں گی لیکن ضمیر نے یہ سوال ضرور کیا تھا کہ جسے پہلے ہی لوگ اپنے فائدے کے لیے بے وقوف بناتے آ رہے ہوں اسے اس طرح اپنی یونیورسٹی میں زبان زد عام پر لانا صحیح ہے کیا۔

جس نے خرم کا کچھ نہیں بگاڑا' خرم اس کا کردار کیوں بگاڑ رہا ہے لوگوں کی نظر میں۔

"اسی لیے مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ شائستہ خالہ اس لڑکے کی طرف ہاتھ کیوں بڑھا رہی تھیں کہیں وہ اسے بھی نقصان تو نہیں پہنچانے والی ہیں۔" ندیہ نے تفکر بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر اس لڑکے نے تو تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تم تو اسے جانتی بھی نہیں پھر وہ اسے نقصان کیوں پہنچائیں گی۔"

"ہاں میں تو واقعی اسے نہیں جانتی لیکن میں نے اسے ٹھیک طرح سے دیکھا ہی کب تھا ہو سکتا ہے دوبارہ دیکھوں تو مجھے یاد آ جائے کہ میں اسے جانتی ہوں۔

جیسے جب آپ ہمارے گھر آئے تھے تب مجھے یاد نہیں آیا تھا کہ آپ سے مل چکی ہوں یہ مجھے بعد میں یاد آیا تھا کہ میں نے آپ کو کہاں دیکھا ہے۔" خرم ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا مگر اس سے پہلے کہ کچھ پوچھتا اس کا موبائل بج اٹھا۔

خرم اسکرین پر ہارون کا نام جگمگاتا دیکھ کر کرسی گھسیٹتے ہوئے کہنے لگا۔

"ندیہ تم یہیں بیٹھو میں بس دو منٹ میں آیا۔" ندیہ کو جواب کا موقع دیے بغیر ہی خرم اس سے خاصا دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا اور موبائل کان سے لگاتے ہی ہارون کی جوش بھری آواز سن کر وہ ندیہ کو بالکل فراموش کر کے اس سے گفتگو کرنے لگا جو کہہ رہا تھا۔

"Wahat's going on yaar" تم کس لڑکی کو پکڑ لائے ہو یونیورسٹی گھمانے کے لیے کچھ آئیڈیا بھی ہے لوگ تم دونوں کو کس طرح دیکھ رہے ہیں۔"

"کیا تم نے نہیں پہچانا کہ یہ کون ہے۔"

"واٹ ڈو یو مین؟ کیا میں اسے جانتا ہوں۔" ہارون کی آواز میں تعجب تھا۔

"جتنا میں جانتا ہوں اتنا ہی جانتے ہو یہ وہی ہے جس کا میں نے ہوٹل میں نمبر لیا تھا اور نمل کو شرط میں ہرا دیا تھا۔" خرم کے لہجے میں تفاخر آیا تھا جس میں اضافہ ہارون کے متوقع ردعمل نے کر دیا۔

"کیا بات کر رہے ہو یہ وہ ہے؟ تم اسے یہاں کیسے لے آئے؟"

"How it could be possible" ہارون کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"تم تو جانتے ہو۔" میرے لیے سب کچھ پاسیبل ہے بلکہ ابھی تم نے دیکھا نہیں میں اسے نمل کے سامنے لے گیا تھا نمل اور اس کی دوست حیرت سے دنگ رہ گئیں۔ ندیہ کو میرے ساتھ دیکھ کر۔"

"ارے میں نے دیکھا ہے سب کچھ' کتنی دیر سے دور سے بیٹھے تم دونوں کا نظارہ کر رہے ہیں آخر تنگ آ کر فون کرنا پڑا کہ تمہارا تو شاید کوئی ارادہ ہی نہیں ہے کسی دوسرے کو لفٹ کرانے کا۔" ہارون کی بات پر خرم نے چاروں طرف متلاشی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم ہو کہاں ادھر دور بیٹھ کر کیوں بور ہو رہے ہو آؤ' تمہیں ندیہ سے ملاتا ہوں۔"

"جی نہیں مجھے کوئی شوق نہیں ہے ویسے بھی میری سمجھ میں تو یہی نہیں آ رہا کہ تم یہ سارا ڈرامہ کر کیوں رہے ہو مجھے تو یہ لڑکی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

"کیوں کیا برائی ہے اس میں۔" خرم نے لاپروائی سے پوچھا۔

"برائی نہیں ہے لیکن ابھی حمید کو دیکھ کر اتنی بری طرح چیخی تھی کہ میں نے۔۔"

"وہ حمید کو دیکھ کر چیخی تھی۔" خرم نے چونکتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں تو اور کیا۔ تمہیں حمید کی عادت کا پتا تو ہے نا۔ اتنی خوبصورت لڑکی اس کے سامنے ہو اور وہ ہیرو بننے کی کوشش نہ کرے ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔

وہ بڑے اتراتے ہوئے چلے آ رہے تھے کہ اس لڑکی کو بری طرح چیختا دیکھ کر گھبرا گیا اب وہ اس کے سامنے جانے سے انکار کر رہا ہے اس کا کہنا ہے تم اس لڑکی کو کچھ سمجھا بجھا کر لائے ہو اور تمہارے کہنے پر ہی اس نے حمید کو دیکھ کر اتنی زوردار چیخ ماری ہے۔

یار تمہیں اگر نمل کو جلانا ہی تھا تو حمید کو ولن بنانے کی ضرورت کیا تھی اس کی پہلے ہی یونیورسٹی میں کوئی عزت نہیں ہے اور تم اسے مزید مشکوک کر رہے ہو۔" ہارون کا انداز صاف مذاق کرنے والا تھا مگر خرم حد درجہ سنجیدہ تھا تب ہی کہنے لگا۔

"ہارون تم سب جہاں بھی بیٹھے ہو فوراً میرے پاس آ جاؤ اور حمید کو ضرور لے کر آنا۔"

"پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم اس لڑکی کو کیا کہہ کر یہاں لانے میں کامیاب ہوئے ہو۔ اگر حمید نے کچھ الٹا سیدھا بک دیا تو تمہارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔"

"ایسا کچھ نہیں ہو گا میں ساری ڈیٹیل تمہیں بعد میں بتاؤں گا بس ابھی تم حمید کو لے کر فوراً آؤ میں اسے ندیہ سے ملوانا چاہتا ہوں۔"

"ارے یار۔" ہارون کے اچانک بولنے پر خرم نے کچھ نا سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا ہوا حمید کو ملوانے میں تمہیں کیوں پریشانی ہو رہی ہے۔"

"مجھے کیوں پریشانی ہو گی میں تو ابھی حمید کو لے کر پہنچ جاتا ہوں لیکن تم ذرا پلٹ کر ندیہ کی طرف دیکھو۔ ہم یہاں باتوں میں لگے رہے اور وہاں ایک نیا محاذ کھل گیا۔" خرم بے ساختہ ندیہ کی جانب پلٹا۔

وہ اس کی میز سے کافی دور آ گیا تھا اس لیے وہ نمل اور ندیہ کے درمیان ہوتی گفتگو تو نہ سن سکا لیکن نمل اور سنبل کو ندیہ کی ٹیبل پر موجود دیکھ کر ہی اس کی ساری حسیات الرٹ ہو گئیں۔

وہ ہارون کو بغیر کچھ کہے فون بند کرتا تیزی سے ان کی ٹیبل کے نزدیک آ گیا نمل کی پشت اس کی جانب تھی اسی لیے وہ بغیر رکے بول رہی تھی۔

"میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں وہ ضرور یہاں تمہیں کچھ الٹا سیدھا بول کر لایا ہے لیکن اس کی بات پر ہرگز یقین مت کرنا بلکہ آئندہ اس سے ملنے۔۔۔"

"ارے نمل کیا ہوا۔ میرے سنتے ہی میری برائیاں شروع کر دیں تم نے تو ابھی سے بیویوں والے طریقے اپنا لیے ہیں۔" خرم کو نمل کی باتیں زہر لگی تھیں مگر وہ بظاہر بڑی خندہ پیشانی سے بولا۔

نمل اس کی آواز پر چونک کر پلٹی تھی مگر اپنی جگہ سے اٹھی نہیں گویا وہ صرف خرم کی غیر موجودگی میں اس سے بات نہیں کر رہی تھی بلکہ وہ اس کے سامنے بھی ندویہ سے گفتگو کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

مگر خرم بڑے ہی مطمئن انداز میں چلتا میز پر بچی واحد کرسی کو گھسیٹتا نمل کے عین سامنے بیٹھ گیا اب ان دونوں کے ایک جانب ندویہ اور ایک جانب سنبل تھی اور ان دونوں کے ہی چہرے ہونق بنے ہوئے تھے۔

ندویہ تو اچھی خاصی ہراساں تھی اسی لیے خرم اسے مخاطب کرتے ہوئے بڑے مودب انداز میں کہنے لگا۔

"ان سے ملو یہ سنبل ہے نمل کی فرینڈ اور یہ نمل ہے میری منگیتر۔" خرم کے تعارف کرانے پر نمل سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگی۔

اسے قطعاً" امید نہیں تھی کہ خرم اپنی منگنی کو ندویہ پر ظاہر کرے گا وہ تو امید کر رہی تھی کہ خرم اس کے سامنے اس کے ساتھ کسی قسم کی جان پہچان سے بھی انکار کر دے گا۔

جبکہ خرم کو ایسا کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی اسے کون سا ندویہ کے ساتھ عشق لڑانا تھا جو وہ اپنی منگنی پوشیدہ رکھتا بلکہ اچھا ہی تھا اگر ندویہ خرم کی منگنی کے بارے میں جان جاتی۔

نمل جانے اب تک اس کے بارے میں ندویہ سے کیا کچھ کہہ چکی تھی اگر ندویہ اسے کوئی آوارہ قسم کا انسان سمجھ رہی ہوگی تو اس کے منگنی شدہ ہونے کے متعلق سن کر تھوڑی سی مطمئن ہو جائے گی کہ جو شخص پہلے ہی انگیجڈ ہے وہ اسے بے وقوف بنا کر کیا کرے گا البتہ اس نے نمل کی مداخلت کو ایک دوسرا رنگ دیتے ہوئے اس کی کہی باتوں کا اثر ندویہ پر زائل کرنے کے لیے کہا۔

"بالکل روایتی منگیتر ہے میری۔ مجھے کسی لڑکی کے ساتھ بالکل برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ بھی نہیں سوچی کہ ہو سکتا ہے مجھے تم سے کوئی ضروری کام ہو اور اسی لیے میں تمہیں اپنے ساتھ یہاں لے کر آیا ہوں۔" ندویہ کے چہرے پر پھیلی پریشانی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی البتہ وہ خرم کو مدد طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔

خرم کو اس سے بڑی طمانیت کا احساس ہوا تھا گویا وہ اب بھی خرم پر بھروسہ کر رہی تھی اور نمل کے مقابلے میں خرم کا یقین کر رہی تھی تب ہی اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور نمل کی طرف نہیں۔

جبکہ نمل، خرم کی بات سن کر جاتے ہوئے انداز میں بولی۔

"بکواس مت کرو خرم! مجھے تمہیں کسی لڑکی کے ساتھ دیکھ کر جلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر ایک سیدھی سادی لڑکی کو تم اپنے مفاد کے لیے استعمال کرو گے تو یہ میں ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔"

"بات تو تم ایسے کر رہی ہو جیسے تم نے خود کبھی کسی کو اپنے مفاد کے لیے استعمال نہیں کیا۔" خرم ایک دم سنجیدگی سے بولا۔

نمل سمیر کی طرف اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ خرم اپنی جون میں آتے ہوئے بول پڑا۔

"میں یہاں ندویہ کو بڑے ضروری کام سے لے کر آیا ہوں میرے پاس تمہاری شکی فطرت کو مطمئن کرنے کا وقت نہیں ہے۔" پھر ندویہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

"چلو ندویہ! جابی کا انتظام ہو گیا ہے۔" خرم، ندویہ کو نمل کے پاس سے اٹھانا چاہتا تھا تب ہی کہہ گیا جبکہ ندویہ کے پریشان چہرے پر ایک دم رونق آ گئی۔

وہ خود نمل وغیرہ کے پاس سے اٹھنا چاہ رہی تھی۔ خرم کی طرف سے اشارہ پاتے ہی وہ کرسی گھسیٹتی کھڑی ہو گئی۔ مگر نمل تب بھی بولنے سے باز نہیں آئی۔

"جابی کیسی جابی؟ ندویہ اس نے تم سے جو کچھ بھی کہا ہے سب بکواس ہے بلکہ پیلس ہوٹل میں جب اس نے تمہارا موبائل نمبر مانگا تھا تب ہم سب وہیں موجود تھے۔

یہ صرف ایک چیلنج کے طور پر تمہارا نمبر لینے گیا تھا جسے حاصل کرنے کے لیے اس وقت بھی اس نے جانے کیا کہانی بنائی کہ تم نے فوراً" اپنا نمبر اٹھا کر دے دیا۔

اصل میں خرم نے شرط لگائی تھی کہ وہ تو صرف گھنٹے میں تمہارا نمبر حاصل کر لے گا۔" نمل تیز تیز کہتی گئی۔ ندویہ اپنی جگہ بت بن گئی تھی وہ عجیب استفہامیہ انداز میں خرم کو دیکھنے لگی۔

خود خرم بھی چند ثانیے کے لیے دنگ رہ گیا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ نمل کی بات کے جواب میں ایسا کیا کہے کہ ندویہ کا مجروح ہوتا اعتماد پھر بحال ہو جائے۔

بھلے ہی یہ سب وقتی طور پر ہو لیکن کم از کم اس وقت نمل کے سامنے ندویہ اسے بری بھلی سنا کر نہ نکل جائے ورنہ تو اسے کون سا ندویہ کے ساتھ لمبا چوڑا افیئر چلانا تھا۔

ابھی خرم سے کوئی جواب بنا بھی نہیں تھا کہ ہارون کی آواز نے ان کو چونک کر پلٹنے پر مجبور کر دیا۔

"ہائے خرم! کیسے ہو یار؟" ہارون کے ساتھ حمید، ذکی اور نادر کو کھڑا دیکھ کر خرم بے اختیار ندویہ کے تاثرات دیکھنے لگا۔

اس نے حمید کو بلوایا ہی اس لیے تھا تاکہ ہارون کی بات کی تصدیق ہو سکے۔ کیا ندویہ نے واقعی حمید کو دیکھ کر چیخ ماری تھی یا یہ ان لوگوں کی غلط فہمی تھی۔

مگر اب ندویہ پر نظر پڑتے ہی اسے یقین ہو گیا کہ ہارون کا اندازہ غلط نہیں تھا ندویہ بالکل فق پڑتے چہرے کے ساتھ حمید کو دیکھ رہی تھی اپنی جگہ سے وہ پہلے ہی کھڑی ہو چکی تھی مگر اس کی حالت دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے اس میں کھڑے ہونے کی سکت نہ ہو اور وہ ابھی لہرا کر گر پڑے گی۔

باقی کوئی بھی ندویہ کی طرف متوجہ نہیں تھا کیونکہ سب نمل کے تاثرات دیکھنے میں زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اس لیے اور کسی نے تو نہیں دیکھا البتہ حمید ضرور ندویہ کو ہی دیکھ رہا تھا شاید یہ بات اسے پسند نہیں آئی تھی کہ کوئی لڑکی اسے دیکھ کر بھرے مجمع میں چیخ کیوں پڑی تھی۔

اس کا اپنا خیال تھا کہ اس کی شکل تو بہت اچھی ہے پھر وہ کیوں اسے دیکھ کر ڈر گئی یا تو ہارون وغیرہ کو غلط فہمی ہوئی تھی۔ وہ لڑکی کسی اور چیز کو دیکھ کر ڈری ہوگی یا پھر یہ سب خرم کی کوئی سازش تھی پتا نہیں خرم اسے کیا سمجھا بجھا کر لایا تھا جو وہ اتنی اوور ایکٹنگ کر رہی تھی۔

اس کے چہرے پر پھیلتے خوف کے سائے حمید کو زچ کر گئے تھے مگر اس پل وہ خود بھی بوکھلا گیا جب ندویہ منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے چیخ روکنے کی کوشش کے دوران ایک جانب کو لڑھک گئی۔

خرم اس کی جانب پہلے ہی متوجہ تھا اس نے بروقت اس کے گرتے وجود کو تھام لیا یہ اور بات ہے کہ اس کوشش میں وہ خود بھی زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ مگر ندویہ پوری طرح سے ہوش و خرد سے بے گانہ ہو چکی تھی۔ نمل اور سنبل تو کیا" آس پاس موجود سب ہی لوگ اپنی اپنی نشستیں چھوڑ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"ندویہ۔۔۔ ندویہ۔" خرم نے گھبرا کر اس کے گال پر ہلکے ہلکے تھپڑ مارے مگر اس کی بے ہوشی میں کوئی فرق نہ آیا تو خرم سر اٹھا کر ہارون اور نادر کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھنے لگا۔

"میرے خیال سے اسے فوراً" ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا چاہیے۔" نادر اس کا سوال سمجھتے ہوئے فوراً" بولا۔

خرم نے آس پاس کی پروا کیے بغیر ایک ہی پل میں ندویہ کے نازک سے وجود کو اپنی بانہوں میں اٹھا لیا۔

منظر واقعی بہت عجیب تھا نمل اور سنبل تو بالکل دم بخود سی اپنی جگہ کھڑی تھیں لیکن لوگوں کی چہ میگوئیاں

شروع ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ خرم محض چند قدم چل کر دوسری ٹیبل کے پاس سے گزرا ہی تھا کہ کرسی پر بیٹھے شخص نے باقاعدہ کھڑے ہو کر اپنے موبائل سے خرم اور ندسیہ کی تصویر لی تو خرم کے تیزی سے بڑھتے قدم اپنی جگہ جم گئے۔

ندسیہ کی حالت کے پیش نظر وہ فوراً" آگے بڑھ جانا چاہتا تھا مگر تصویر لینے والے پر نظر پڑتے ہی خرم تو گیا اس کے ساتھ آتے اس کے سارے دوست بھی بری طرح تپ گئے تھے۔

وہاں کے سب سے بڑے حریف گروپ کا لڑکا تھا یعنی کہ سمیر کا دوست تھا۔

اور سونے پر سہاگا یہ کہ اس کے ساتھ ہی دوسری کرسیوں پر سمیر اور اس کے دیگر دوست بھی موجود تھے۔

"عارف اس پکچر کو ابھی اور اسی وقت ڈیلیٹ کرو۔" خرم غرا کر بولا تو وہ چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہنے لگا۔

"اور اگر نہ کروں تو۔" خرم کا دل چاہا ندسیہ کو ایک طرف پھینک کر ابھی اور اسی وقت اس کی درگت بنا دے اس سے پہلے کہ وہ اپنی خواہش پر عمل کرتا وکی سرگوشیانہ انداز میں خرم کے کان کے پاس منہ کر کے بولا۔

"اب رہنے دے یار۔ اچھا ہی ہے ندسیہ تصویر فیس بک میں ڈال دے تمہارا مقصد اور بھی کامیاب ہو جائے گا۔" خرم کی گویا کھوپڑی گھوم گئی دل چاہا عارف کے ساتھ ساتھ وکی کی بھی ہڈی پسلی ایک کر دے اور واقعی اس نے اپنی خواہش کو دبایا نہیں بلکہ ندسیہ کو وہیں زمین پر لٹا کر وکی سے بعد میں نبٹنے کا تہیہ کرتے ہوئے عارف پر پل پڑا۔

سمیر اور اس کے دوسرے دوست بھی تیزی سے کرسیاں چھوڑ کر میدان میں آ گئے مگر خرم کے دوستوں کی ایسی کوئی غیرت نہیں جاگی۔

حمید اور وکی تو باقاعدہ وہاں سے بھاگ گئے تھے جبکہ نادر اور ہارون بھاگے نہیں لیکن آگے بھی نہیں بڑھے چنانچہ آدھے منٹ کے بعد ہی صورت حال یہ تھی کہ خرم تن تنہا سمیر اور اس کے تین دوستوں کے مدمقابل تھا اور حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کے باوجود اس کا پلڑا بھاری تھا جو سمیر کو بری طرح تپا گیا تھا۔

حالانکہ وہ اپنے جوتے میں پستول رکھنے والے لوگوں میں سے تھا مگر اس وقت وہ اس کے لیے بے کار ہو گئی تھی کہ اس میں گولیاں نہیں تھیں ورنہ تو وہ خرم کو بھون کر رکھ دیتا۔

مگر جب حمید اور وکی کی طرح اس کے بھی دو دوست میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے تب سمیر کو خالی پستول ہی نکالنی پڑی اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لیے۔

خرم کو اتنا جنون ہو رہا تھا گویا اگلے پچھلے سارے حساب برابر کر دینے والا ہو' جانے کون کون سے وقت کا غصہ بھرا ہوا تھا اس کے اندر جو وہ ابھی نکالنے والا تھا ایسے میں اگر عارف بھی باقی دو دوستوں کی طرح اسے خرم کے مقابلے میں تنہا چھوڑ کر چل پڑتا تو خرم تو اسے دو منٹ میں ڈھیر کر دیتا۔

اس سے تو بہتر تھا وہ خالی پستول نکال کر خرم کو ڈرا کر اس لڑائی کو یہیں روک دے کم از کم بھرم تو رہ جاتا۔

"خرم Don't move" سمیر نے پستول اس کی طرف تانتے ہوئے چیخ کر کہا مگر تب تک خرم کا مکا عارف کو زمین بوس کر چکا تھا البتہ اس کا موبائل خرم کے ہاتھ میں تھا جسے وہ پوری قوت سے زمین پر مارنے کا ارادہ رکھتا تھا اور جسے بھانپتے ہوئے سمیر دھمکانے والے انداز میں بولا۔

"اگر یہ موبائل ٹوٹا تو میں گولی چلا دوں گا۔" سمیر بڑے اعتماد سے بولا اسے یقین تھا گولی چلانے کی نوبت نہیں آئے گی خرم ڈر کر ابھی موبائل اس کے حوالے کر دے گا اور سمیر شاہانہ انداز میں اس کی جان بخش دے گا۔

اور واقعی اس کی دھمکی پر خرم اپنی جگہ ساکت ہو گیا وہ یک ٹک سمیر کو دیکھے گیا جو پستول اس کی طرف تانے چند

قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا گویا نشانہ چوکنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ نادر اور ہارون بھلے ہی مارپیٹ کرنے آگے نہیں بڑھے تھے مگر اس صورت حال پر ان کے چہرے بھی فق ہو گئے تھے۔

"خ۔ خرم موبائل سمیر کو دے دو۔" نادر ہکلا کر دھیمی آواز میں بولا مگر خرم کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ موبائل کو چھننے کے لیے اپنا ہاتھ سر سے اوپر لے گیا تھا سمیر کے دھمکانے پر اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا اور آس پاس جمع مجمع کی سانسیں بھی اس کے ہاتھ کے ساتھ رک گئیں۔

ثمل اور سنبل تو اسی وقت ندیہ کے نزدیک چلی آئی تھیں جب خرم نے اسے ایک طرف زمین پر لٹا دیا تھا۔ ثمل نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا تھا اور اسے جگانے کی کوشش کرنے لگی تھی بیچ بیچ میں وہ خرم وغیرہ کی طرف بھی دیکھ لیتی جبکہ سنبل اس کے قریب زمین پر بیٹھ تو گئی تھی لیکن اس کی توجہ پوری طرح سے خرم کی ہی جانب تھی۔

ثمل نے جب ندیہ کو مکمل طور پر بے ہوش پایا تب ہراساں ہو کر اس نے سنبل کی طرف دیکھا اور سنبل کو دم بخود دیکھ کر وہ بھی بے اختیار خرم کو دیکھنے لگی جہاں کا منظر اسے بھی ساکت کر گیا تھا۔

"خرم میں کہہ رہا ہوں موبائل مجھے دے دو گولی چلانا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔" سمیر نے دانت پیستے ہوئے کہا اسے خرم کا بغیر بلے جلے بلاوجہ وقت ضائع کرنا سخت ناگوار گزر رہا تھا اگر اس کی پستول میں گولی ہوتی تو وہ اب تک اسے واقعی جان سے مار چکا ہوتا بھلے ہی بعد میں اس کا جو بھی حشر ہوتا۔

اس وقت اسے خرم کا اکیلے ان سب پر حاوی ہونا اتنا برا لگا تھا کہ یونیورسٹی میں اپنا رعب برقرار رکھنے کے لیے وہ بغیر نتیجے کی پروا کیے خرم کو قتل تک کرنے کے لیے تیار تھا لیکن خرم کا مجسمہ بن جانا اسے فکر مند کر گیا تھا کہ اگر اب بھی اس نے موبائل نہیں دیا تو وہ گولی چلا نہیں سکتا پھر وہ کرے گا کیا اور اس کی عزت کیا رہ جائے گی۔

پھر جس کا سمیر کو ڈر تھا وہی ہوا خرم نے بڑے بے خوف انداز میں براہ راست سمیر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے موبائل کو زمین پر دے مارا۔

مجمع میں ایک ساتھ کئی چیخوں کی آوازیں نکلیں سبھی کو یقین تھا کہ اب سمیر ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر گولی چلا دے گا نادر نے تو باقاعدہ

"خرم۔ خرم" چلانا شروع کر دیا تھا مگر خرم ہنوز سمیر کے سامنے ایسے ڈٹا کھڑا رہا جیسے مارنا ہے تو مار دو۔ مجھے جو کرنا تھا میں نے کر لیا۔

سمیر پل بھر کے لیے بالکل بلینک ہو گیا اس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا اب وہ کیا کرے اپنی بے بسی پر اسے اتنا تاؤ آ رہا تھا کہ اس کا چہرہ اور آنکھیں غصے کی شدت سے سرخ ہو گئیں جسے دیکھ کر سارے مجمع کو یہی لگا کہ اب وہ گولی چلانے والا ہے ان ہی میں سے ایک سنبل تھی جو ایک زندہ جیتے جاگتے انسان کو اپنے سامنے قتل ہوتا دیکھنے کے خیال سے ہی حواس باختہ ہو کر چلا پڑی تھی۔

"نہیں۔ نہیں۔ سمیر۔ ثمل تم اسے روکتی کیوں نہیں؟" سنبل کا انداز بالکل بے ساختہ تھا وہ بدستور سمیر کو دیکھتے ہوئے ثمل کا بازو پکڑ کر چلا رہی تھی۔

ثمل بھی ایک طرح سے خوف کے زیر اثر دنگ رہ گئی تھی ایسے منظر فلموں میں لاکھ بار بھی دیکھے ہوں مگر حقیقت میں دیکھنا بڑا سوہان روح ہوتا ہے۔

اس کی سمیر اور خرم دونوں سے ہی کوئی دلی اور جذباتی وابستگی نہیں تھی مگر خود وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ سمیر یہیں رک جائے لیکن وہ سنبل کی طرح زبان سے کچھ نہیں کہہ سکی تھی بس پتھرائے ہوئے انداز میں سب دیکھ رہی تھی۔

جس کی زندگی اللہ تعالیٰ نے رکھی ہو اسے کون مار سکتا ہے سمیر کی پستول ہمیشہ بھری ہوتی تھی مگر اپنے نشانے بازی کے شوق کے باعث وہ کل ہی اسے خالی کر چکا تھا اور محض اپنی لاپروائی کی وجہ سے اسے آج لوڈ کرنا بھول گیا تھا جس کے نتیجے میں وہ خرم پر گولی نہ چلا سکا۔

البتہ سنبل کی چیخ نے اس کی مشکل آسان کر دی وہ جو یہاں سے بھاگ جانے کی سوچ رہا تھا دل ہی دل میں سنبل کا شکر گزار ہوتے ہوئے پستول پشت کی جانب لے جا کر بینٹ میں پھنساتے ہوئے مسکرا کر کہنے لگا۔

"جاؤ کیا یاد کرو گے۔ گرل فرینڈ کی دوست کی خاطر آج تمہاری جان بخش دیتا ہوں ورنہ۔" سمیر نے صرف اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے اپنے گولی نہ چلانے کی صفائی دی تھی۔

مگر اس کی بات خرم تو کیا، ثمل کو بھی تیر کی طرح لگی تھی اس کا دل چاہا وہ ابھی چیخ چیخ کر اس کی بات کی تردید کر دے مگر وہ شرمندگی کے مارے اپنی جگہ سے ہل تک نہ سکی جبکہ خرم کا دل چاہا اس بات پر سمیر کی ہی پستول سے اسی کو ختم کر دے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ سمیر کی جانب بڑھا بھی تھا مگر سنبل کے اٹھ کر بیچ میں آ جانے پر اس کے قدم رک گئے۔

"خرم پلیز چھوڑو یہ سب۔ اس وقت ندیہ کو اسپتال لے جانا زیادہ ضروری ہے۔" سمیر خود بھاگنے کے لیے پر تول رہا تھا خرم کو سنبل کی جانب متوجہ ہوتا دیکھ کر وہ برق رفتاری سے منظر سے غائب ہو گیا۔

خود خرم بھی ساری باتیں ذہن سے جھٹکتا بے ہوش پڑی ندیہ کی طرف بڑھ گیا۔

ماحول صاف ہوتا دیکھ کر نادر اور ہارون بھی حرکت میں آ گئے اور خرم کے پاس چلے آئے۔

"تم ٹھیک تو ہو نا۔" ہارون نے فکر مندی سے پوچھا مگر خرم نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا وہ جلد از جلد ندیہ کو اسپتال لے جانا چاہتا تھا اس کے ارادے کو بھانپتے ہوئے ثمل تیزی سے بولی۔

"اسے کہاں لے کر جا رہے ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

"کیوں؟" خرم نے ایک قہر بھری نظر اس پر ڈالتے ہوئے تپ کر پوچھا اسے یقین تھا ثمل اس خطرے کے پیش نظر اس کے ساتھ جانا چاہتی ہے کہ خرم ندیہ کی بے ہوشی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جانے اس کے ساتھ کیا کر ڈالے۔

اور اس کا شک واقعی درست تھا۔ ثمل، ندیہ کے تن تنہا خرم کے ساتھ جانے کے حق میں نہیں تھی کیونکہ ندیہ بالکل بھی ہوش میں نہیں تھی لیکن ثمل یہ سب زبان سے نہیں کہنا چاہتی تھی۔

اسی لیے وہ سوچ ہی رہی تھی کہ کیا کہے کہ تبھی نادر اس کی حمایت کرتے ہوئے تیزی سے بولا۔

"ہاں ہاں۔ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے ثمل تو کیا سنبل کو بھی ساتھ چلنا چاہیے اس لڑکی کو اس کے گھر پر ڈراپ کر دیتے ہیں اس کے گھر والوں سے یہ دونوں بات کر لیں گی۔" نادر تائیدی انداز میں ہارون کو دیکھنے لگا تو اس نے بھی آنکھ کے اشارے سے خرم کو موقع کی نزاکت کا احساس دلانے کی کوشش کی۔

خرم دل ہی دل میں بھنا کر رہ گیا مگر زبان سے کچھ نہیں بولا جانتا تھا اس وقت بحث کرنا بے کار ہے ثمل مانے گی تو نہیں الٹا وقت ہی ضائع ہو گا البتہ گاڑی کے قریب پہنچنے پر جب نادر نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا تو خرم دوٹوک انداز میں بولا۔

"تمہیں ساتھ چل کر خاموش تماشائی بننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" ثمل اور سنبل کے سامنے خرم کا یہ لب ولہجہ نادر کو سبکی کا احساس دلا گیا تھا تبھی وہ خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا کچھ کہہ کر وہ خرم کو اپنی مزید تذلیل کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اور عقلمند کے لیے اشارہ کافی کی ترجمانی کرتے ہوئے ہارون نے بھی ساتھ چلنے کا کوئی

ارادہ سرے سے کیا ہی نہیں۔

"اسے کون سے اسپتال لے کر جائیں گے یہ تو بالکل ٹھنڈی پڑی ہوئی ہے۔" گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ندیہ کا سر اپنی گود میں رکھتے ہوئے سنبل اپنی عادت کے مطابق بری طرح پریشان ہو کر بولی مگر خرم نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے گاڑی پارکنگ سے نکالنے کے لیے ریورس کرنے لگا۔

"یہ بے ہوش کیوں ہو گئی اگر کسی کمزوری وغیرہ سے چکر آ گئے تھے تو اب تک تو اسے ہوش میں آجانا چاہیے تھا نمل تم نے تو پانی کے چھینٹے بھی مارے تھے اس کے منہ پر پھر بھی۔" سنبل اس کی بے ہوشی طویل ہوتی دیکھ کر اب روہانسی ہونے لگی تھی۔ فکر تو نمل اور خرم کو بھی ہو رہی تھی مگر وہ دونوں سنبل کے مقابلے میں زیادہ حوصلے والے تھے، بھی ضبط کیے بیٹھے تھے البتہ سنبل کے سوال پر نمل خاموش نہ رہ سکی۔

"مجھے تو لگتا ہے یہ خرم کے دوستوں کو دیکھ کر ڈر گئی ہے۔ تم نے اپنے دوستوں کے بارے میں ایسا کیا کہا تھا کہ وہ انہیں دیکھتے ہی چیخ پڑی۔" نمل نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے اپنے دوستوں کے بارے میں کچھ ایسا کہنے کی کہ کوئی ان سے خوف زدہ ہو کر بے ہوش ہو جائے۔" خرم کا موڈ تو پہلے ہی خراب تھا نمل کا مشکوک انداز دیکھتے ہوئے وہ بھی ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

"تمہارے دوست تمہارے کتنے "دوست" ہیں وہ تو آج نظر ہی آگیا ہے ایسے میں اگر ندیہ کو بے وقوف بنانے کے لیے تمہیں ان کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا بھی بولنا پڑا تو یہ تمہارے لیے کون سا مشکل کام ہے۔" نمل کا لہجہ طنزیہ نہیں تھا وہ حقیقت پسندی سے بول رہی تھی۔

خرم کے لیے یہ انکشاف کوئی نیا نہیں تھا اسے پہلے سے ہی علم تھا ساتھ بیٹھ کر ہنسی مذاق اور ٹائم پاس کر لینے والے اس کے نام نہاد دوستوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اس کے برے وقت میں کام آجاتا لہٰذا وہ نمل کی بات کے جواب میں خاموش ہی رہا جسے دیکھتے ہوئے نمل زندگی میں پہلی بار بڑی رسانیت سے اس سے مخاطب ہوئی۔

"خرم! ندیہ کے ساتھ یہ سب مت کرو۔ یہ بہت مختلف لڑکی ہے، بہت ڈرپوک بہت خاموش طبع اور بہت کمزور اعصاب کی تنہائی پسند ہے یہ۔

تم کہہ رہے تھے میں بھی لوگوں کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرنے والوں میں سے ہوں۔ تمہارا اشارہ اگر سمیر کی طرف ہے تو تم خود دیکھو سمیر اور ندیہ میں زمین آسمان کا فرق ہے تم اسے سمیر کے ساتھ کیسے کمپیئر کر سکتے ہو۔"

"کیا تم ندیہ کو جانتی ہو؟" خرم نے بیک ویو مرر سے نمل کو دیکھا جس کی نظریں ندیہ کے بے سدھ پڑے وجود پر جمی تھیں۔

"ہاں یہ ہمارے ساتھ اسکول میں پڑھتی تھی۔" نمل صاف گوئی سے بولی۔

"جبھی تم نے مجھے اس کے پاس نمبر لینے بھیجا تھا تاکہ میں شرط جیت ہی نہ سکوں۔" خرم برجستہ بولا۔

"ہاں۔ لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ تم بھی اسے جانتے ہو اس لیے اس کا نمبر حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

انکار مت کرنا خرم۔ یہاں نہ تمہارے دوست ہیں نہ یونیورسٹی کے فضول اسٹوڈنٹس جو موبائل میں تمہارا اعتراف ریکارڈ کر کے فیس بک میں ڈال دیں گے۔" نمل اتنے وثوق سے بولی کہ خرم کا دل چاہا واقعی اعتراف کر لے کہ اس نے ندیہ کی کمزوری کو جاننے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا نمبر حاصل کیا ہے۔

مگر کیا کرتا۔ عادت سے مجبور تھا۔ کسی بھی طرح سے خود کو ڈاؤن کرنا اسے منظور نہیں تھا۔ اپنے کریڈٹ پر ایک کامیاب آپریشن کو وہ حقیقت بیان کر کے ایک عام سے نرک نہیں بنا سکتا تھا۔

لیکن وہ اس کے یقین کو جھٹلا بھی نہیں سکا، جبکہ اس کی خاموشی کو محسوس کیے بغیر نمل کی بات پر سنبل کچھ چونکتے ہوئے بولی۔

"جب ہم لوگوں کی کلاسز نئی نئی اسٹارٹ ہوئی تھیں تب آپ نے ہماری کلاس میں آکر ایک لڑکے کا موبائل چھین کر توڑ دیا تھا۔

کیا اس نے بھی کوئی پکچر یا ویڈیو بنائی تھی جو اس کے اتنے مہنگے موبائل کا یہ حشر ہوا تھا۔"

"سمیر نے پہلے دن تم لوگوں کے ساتھ جو مذاق کیا تھا اس کی ویڈیو بنا کر فیس بک میں اسی نے تو ڈالی تھی۔ تم لوگوں نے کہیں دیکھی کیا۔" خرم سپاٹ لہجے میں بولا۔

"نہیں! ایسی کوئی مووی بنی بھی تھی۔" سنبل نے اچنبھے سے کہا۔

"بنی بھی تھی اور سب نے دیکھی بھی تھی، سب سے زیادہ کمنٹس تم تینوں پر ہی تھے۔" خرم بے زاری سے بولا۔

سنبل حیرانی سے نمل کو دیکھنے لگی جو دانستہ خاموش رہی۔ اگر سمیر نے اپنے دوست کے تصویر لینے پر جس طرح اس کا ساتھ دیا تھا وہ نمل کو سخت ناگوار گزرا تھا۔

ہر چند کہ وہ سمیر کے لیے کوئی احساسات نہیں رکھتی تھی اور نہ ہی اس سے کوئی امیدیں وابستہ کیے بیٹھی تھی۔ مگر اس کی حرکت نے نمل کو مایوس ضرور کیا تھا۔ چنانچہ اس وقت وہ اس کی حمایت کرنے کے بالکل موڈ میں نہیں تھی۔

پھر جانے کیوں اسے خرم کی بات صحیح لگ رہی تھی کہ وہ مذاق ان لوگوں کے ساتھ خرم اور اس کے دوستوں کی بجائے سمیر اور اس کے گینگ نے کیا ہو گا۔

شاید اس لیے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں تھی جس پر پردہ ڈالا جائے۔

فرسٹ ایئر کو بے وقوف بنانا ایک عام رواج بن چکا ہے۔ سینئرز تو ڈنکے کی چوٹ پر یہ سب کرتے ہیں۔ پھر بھلا خرم کو سمیر کا نام لینے کی کیا ضرورت ہے۔

بہرحال جو کچھ بھی تھا نمل نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ تینوں شہر کے جانے مانے اسپتال میں ندیہ کو لے کر پہنچے تو ڈاکٹر کے جواب نے ان تینوں کی فکروں کو دور کر دیا۔

"بی پی بہت زیادہ لو ہو جانے کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو گئی ہے۔ ابھی تو میں ڈرپ لگوا رہا ہوں، ویسے ان کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھا جائے۔"

"ڈرپ لگنے میں تین، چار گھنٹے تو لگیں گے، اس کے گھر والوں کو انفارم کر دو، ورنہ وہ پریشان ہو جائیں گے۔" نمل نے خرم کو دیکھا۔

"میرا اس کے گھر والوں سے کوئی کانٹیکٹ نہیں ہے۔ اس کے بیگ میں دیکھو۔ موبائل میں اس کے گھر کا نمبر وغیرہ ہو گا۔ تم ہی بات کر لینا۔" خرم نے مکمل لاتعلقی ظاہر کر دی۔

اور واقعی بلال اختر کا نمبر پاپا کے نام کے ساتھ سیو تھا۔ نمل نے ان سے بات کر کے ندیہ کے اچانک بے ہوش ہو جانے کی اطلاع باقی ساری جزئیات بتائے بغیر دے دی تو وہ محض پندرہ منٹ میں سیدھا اسپتال پہنچ گئے۔

نمل اور سنبل سے مل کر وہ خاصے حیران لگ رہے تھے۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کی بیٹی کی بھی لڑکیوں سے علیک سلیک نما دوستی ہے۔ جن کے ساتھ وہ یونیورسٹی گئی تھی۔

دراصل نمل اور سنبل نے یہی کہا تھا وہ اسکول کے زمانے میں ساتھ ہوا کرتی تھیں اور یہ تفصیل بتانے سے وہ

پہلوتہی کر گئیں کہ ان کے بیچ معمولی بات چیت بھی نہیں تھی۔

جبکہ خرم ایک طرف تماشائی بنا رہا۔ کس قدر سچائی کے ساتھ ندیہ کا جھوٹ کھپ گیا تھا کہ اس کی کالج کی کچھ لڑکیوں کے بہن بھائی جن کالجز اور یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں اور وہاں کے ماحول کی تعریف کرتے ہیں۔ ندیہ وہاں جا کر ان تبصروں کا جائزہ لینا چاہتی ہے۔

نمل اور سنبل سے بات کر کے بلال اختر کو یہی لگا تھا کہ ندیہ سے ان کی دوستی نہیں ہے۔ مگر اتنی بات چیت ضرور ہے کہ وہ ایک دوسرے کا مزاج جانتی ہیں اور ندیہ کی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی ان دونوں نے اسے فیسٹیول والے دن یونیورسٹی آنے کا مشورہ دیا ہوگا۔ تاکہ وہ اپنے ایڈجسٹ ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ زیادہ آسانی سے کر سکے۔

یہ سارے اندازے بلال اختر کے خود ساختہ تھے۔ انہوں نے ایک بھی تصدیق نہیں کی تھی۔ ندیہ کو بے ہوش دیکھ کر وہ پریشان ہو گئے تھے اور زیادہ بات چیت نہیں کر پا رہے تھے۔

جب وہ تینوں جانے لگے تب اچانک انہوں نے چونکتے ہوئے خرم کو مخاطب کیا۔

"مجھے لگتا ہے میں تم سے مل چکا ہوں۔" بلال اختر کا لہجہ کھویا کھویا سا تھا۔

"جی بالکل۔ میں فرقان حسن کا بیٹا ہوں۔" خرم نے ایک اچٹتی سی نظر نمل پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ آئی سی۔ کیسا لگ رہا ہے اپنے نئے گھر میں رہنا۔" بلال اختر خوش دلی سے بولے۔

"ہوں۔ گھر نیا لگتا ہی نہیں۔ ایسا لگتا ہے ہم ہمیشہ سے وہیں رہ رہے ہیں۔" خرم نے پوری سچائی سے کہا۔

"That,s Good۔" بلال اختر نے کہا تو خرم الوداعی جملے بولتا ان سے مصافحہ کرتا آگے بڑھ گیا۔ نمل اور سنبل بھی اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ گئیں۔

"ہمیں یونیورسٹی چھوڑ دو' ہم وہاں سے گھر چلے جائیں گے۔" خرم کے آگے بڑھتے قدم نمل کی آواز پر یک لخت رک گئے۔

"گھر ہی جانا ہے تو یونیورسٹی جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں گھر چھوڑ دیتا ہوں۔" خرم نے تلخی سے کہا۔ اس کی یہ خوامخواہ کی خودداری خرم کو اس وقت زہر لگی تھی۔

"میری گاڑی وہیں رہ گئی ہے۔ پھر میرا اور سنبل کا گھر الگ الگ جگہ پر ہے۔"

"تو رکشا کر کے یونیورسٹی چلی جاؤ نا' اتنا بھی احسان لینے کی کیا ضرورت ہے کہ میں یہاں سے واپس تمہیں یونیورسٹی لے کر جاؤں۔" خرم بری طرح چڑ کر بولا۔

اس کے مزاج پر پہلے ہی جھنجلاہٹ سوار تھی۔ اس پر نمل کی بے جا باتیں۔ وہ تپ کر رہ گیا تھا۔

بات تو اس نے طنزیہ کہی تھی۔ مگر نمل واقعی سوچ میں پڑ گئی۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ وہ اور سنبل آرام سے رکشا میں جا سکتی تھیں۔ بلکہ گاڑی بھی یونیورسٹی سے لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ ایک دن کی بات تھی۔ سنبل کے والد بھی انہیں یونیورسٹی ڈراپ کر سکتے تھے۔

"آئیڈیا تو بہت اچھا ہے۔ چلو آؤ سنبل۔" نمل نے ایک ہی پل میں سب سوچ کر اگلے پل قدم گیٹ کے ساتھ قطار سے کھڑی رکشا کی طرف بڑھا دیے۔

خرم پہلے تو سمجھا ہی نہیں کہ وہ اچانک کہاں چل پڑی۔ پھر اسے رکشا والے سے بات کرتا دیکھ کر پہلے تو خرم حیران حیران سا اسے دیکھتا رہا۔ پھر جب وہ دونوں اس رکشا میں سوار ہو کر اس کے سامنے سے گزرتی چلی گئیں تب خرم بھناتا ہوا اور پاؤں پٹختا اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا۔

ابھی وہ گاڑی میں بیٹھا ہی تھا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔ اسکرین پر وکی کا نمبر دیکھ کر دل تو چاہا کال کاٹ دے۔

ویسے بھی اس وقت اسے بے تحاشا تھکن ہو رہی تھی۔ اس کا دل بستر پر لیٹ کر سونے کا چاہ رہا تھا۔ ایسے میں بھلا وکی سے بات کرنے کی خواہش کیسے ہو سکتی تھی۔ پھر بھی اس نے کچھ سوچتے ہوئے کال ریسیو کر لی۔ توقع کے عین مطابق وہ اس کی طرف سے غیر معمولی فکر کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس پر خرم نے اسے فوراً" ہی جھڑک دیا۔

"اتنی پروا تھی میری تو اس وقت منہ چھپا کر کیوں بھاگ گئے۔ جب میں اکیلا ان سب سے لڑ رہا تھا۔" وکی جیسے ڈھیٹ انسان پر طعنے بازی کا کیا اثر ہونا تھا۔ وہ آئیں بائیں شائیں کر کے اصل مدعا پر آگیا۔

"یار یہ ندیہ تو بہت ہی حسین لڑکی ہے۔ میں نے اس دن ہوٹل میں تو اسے ٹھیک سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ کیا چیز ہے یار۔"

"بکواس بند کرو وکی' میرا دماغ اس وقت پہلے ہی گھوما ہوا ہے۔" خرم فون کاٹنے والا تھا کہ وکی تیزی سے کہنے لگا۔

"دماغ تو یونیورسٹی میں سب کا گھوم رہا ہے۔ ایک تو تمہارے ساتھ اسے دیکھ کر سب حیران رہ گئے ہیں۔ پھر دوسرے' جس طرح وہ حمید کو دیکھ کر خوف زدہ ہو کر بے ہوش ہوئی ہے۔ اس پر تو تمام اسٹوڈنٹس بات کر رہے ہیں۔ اک سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ کچھ کہہ رہے ہیں یہ ڈرامہ تھا۔ کیا اس نے کچھ بتایا کہ وہ حمید کو دیکھ کر کیوں چیخی تھی۔" وکی کے لہجے میں بلا کا تجسس سا تھا۔

"نہیں۔ کچھ نہیں بتایا۔ اور اگر بتایا بھی ہوتا تو بھی تمہیں کچھ نہ بتاتا۔ سن لیا یا اور کچھ سننا ہے۔" خرم نے چبھتے ہوئے انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا۔ بلکہ موبائل ہی آف کر دیا۔ تاکہ اب مزید کوئی اس کو پریشان نہ کر سکے۔ حالانکہ اس نے خود ہی اپنے آپ کو اتنا پریشان کر لیا تھا کہ اب مزید کسی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

یہ سوال تو خود اس کے ذہن میں اٹھ رہا تھا کہ ندیہ صرف حمید کو دیکھ کر ہی دونوں بار خوف زدہ کیوں ہوئی۔ کیا اسے واقعی کچھ نظر آتا ہے یا یہ صرف اس کی نفسیاتی بیماری ہے۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہونے کے باوجود اس سوال کو حل کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

رومیلہ کو گھر پر ڈراپ کرنے کے بعد الیان شاداور نوید کے ساتھ پلان کے مطابق آگے کہیں چلا گیا۔

آج شام وہ سب گاؤں جا رہے تھے۔ اس حوالے سے نانی اماں اور ماموں وغیرہ ہوٹل سے چیک آؤٹ کر کے ریاض غفار کے گھر ہی آگئے تھے۔ چنانچہ گھر میں ایک میلہ سا لگا ہوا تھا۔ رومیلہ کو یہ ماحول بہت پسند تھا۔ ان تمام بزرگوں اور کزنز کی موجودگی میں رومیلہ کو ریاض غفار کی فیملی کا اکھڑا ہوا رویہ محسوس کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔

کیونکہ بریرہ نے ابھی تک اس سے ایک لفظ بات نہیں کی تھی۔ مگر رومیلہ یہ سوچ کر خود کو تسلی دے دیتی کہ اس کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ تمام سسرالیوں کے بیچ میں وہ خاص طور سے اس سے کیا مخاطب ہو۔

مگر شگفتہ غفار کا رویہ اسے چیخ چیخ کر احساس دلاتا کہ انہوں نے محض زبردستی اسے بہو کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔ ان کی آنکھوں میں اس کے لیے ایسی نفرت بھری تھی کہ رومیلہ ان کی طرف دیکھنے کی ہمت ہی نہیں کرتی۔

بس ایک ریاض غفار کا رویہ قدرے نارمل تھا۔ بہت جوش و خروش اور لگاوٹ تو ان کے انداز میں بھی نہیں تھی۔ بڑا ہی رسمی سا طریقہ ہوتا تھا ان کے مخاطب ہونے کا۔ مگر باقی سب کے مقابلے میں یہ ناپا تلا انداز بھی رومیلہ کو گہری تاریکی میں امید کی ایک کرن کی طرح لگتا تھا۔

پھر دوسرے یہ کہ وہ نمل کی ہدایت کے مطابق جلنے کڑھنے اور منہ بسورنے میں اپنی ہمت اور طاقت ضائع نہیں

کرنا چاہتی تھی۔ یہ بھلے ہی ایک مشکل عمل تھا۔ مگر وہ مسائل کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ جس کے باعث اتنے ڈپریشن میں چلی جائے کہ وہ مسئلہ بھی حل نہ کر سکے جس کو سلجھانا ناممکن ہو۔

اس لیے وہ زیادہ سے زیادہ خوش اور مطمئن رہنا اور نظر آنا چاہتی تھی' جو کہ نانی اماں کے گھرانے کے ساتھ خاصا آسان تھا۔

اس کی تقریباً" تمام ہی لڑکیوں سے دوستی ہو گئی تھی۔ سب ہی خوش مزاج اور ہنس مکھ تھیں۔ رومیلہ ان کے ساتھ لگ کر واقعی دیگر سارے رویے اور مسئلے بھول جاتی۔ اس لیے گاؤں جانے تک کا راستہ کم از کم رومیلہ کے لیے بڑا خوش گوار اور یادگار رہا۔

البتہ اس کی موجودگی میں بریرہ کی ذات بری طرح متاثر ہوئی تھی۔ وہ اس سے مکمل مل نہیں سکتی تھی۔ نہ ہی کزنز کو اس سے بے تکلف ہونے سے روک سکتی تھی۔ جس کے نتیجے کے طور پر وہ سر درد کا بہانہ کر کے اس گاڑی میں جا بیٹھی تھی جس میں ماموں جان اور ڈرائیور کے علاوہ صرف سامان رکھا ہوا کہ یہاں خاموشی ہے تو وہ آرام سے سو سکتی ہے۔

لیکن جب اندر آگ لگی ہو تو کیسا آرام اور کہاں کی نیند۔ اپنے دامن کے داغ دار ہونے کا احساس اسے مسلسل کچوکے لگا رہا تھا۔

حامد کو پتا چل جانے کا خوف اسے ڈرا رہا تھا۔

رومیلہ کے لیے نفرت اسے جلا رہی تھی۔

نانی اماں کے گھر والوں کی رومیلہ کے لیے پسندیدگی اور اسے سراہنا اسے سلگا رہا تھا۔

شگفتہ غفار کی حالت بھی کم و بیش ایسی ہی تھی بلکہ اس سے بھی بری تھی۔ ان کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ساری لڑکیوں کو رومیلہ کے پاس سے ڈانٹ کر اٹھا دیں جو ان کی بیٹی کی بجائے اس چڑیل کے آگے پیچھے پھر رہی تھیں۔ انہیں ایسا لگ رہا تھا رومیلہ نے آتے ہی بریرہ کی جگہ چھین لی ہے۔

وہ لڑکیاں اپنی بھابھی کے آنے پر خوش ہونے کی بجائے رومیلہ کے گن گا رہی تھیں۔ یہ سب دیکھ کر ان کے سینے پر سانپ لوٹ رہے تھے۔ وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ رہی تھیں کہ بریرہ ان کے گھر کی لڑکی تھی' جسے وہ بچپن سے دیکھ رہے تھے۔ اسے بیاہ کر لانے کی خوشی اپنی جگہ' مگر اس کی ذات کے پرت کھولنے کا کوئی تجسس نہیں تھا۔ کیونکہ وہ سب پہلے ہی ان پر واتھا۔ دوسرے ان کی اپنی بیٹی سب سے کنارہ کشی اختیار کیے بیٹھی تھی تو کوئی کتنی دیر اس کے پاس بیٹھ سکتا تھا۔

مگر یہی تو انہیں افسوس تھا کہ بریرہ کنارہ کشی اختیار کرنے والوں میں سے تھی ہی نہیں۔ وہ تو بہت خوش مزاج اور باتونی تھی۔ مگر اس چڑیل اور اس کے بھائی کی وجہ سے ان کی بیٹی کی ساری شوخی ختم ہو گئی تھی۔

انہیں اس قدر صدمہ تھا کہ ریاض غفار کے تختی سے تنبیہہ کرنے کے باوجود وہ رومیلہ کے لیے اپنے رویے میں تبدیلی نہیں لا سکی تھیں' بلکہ انہیں تو ریاض غفار کا اس کے ساتھ نارمل طریقے سے بات کرنا بھی کھٹک رہا تھا۔

ایک طرف الیان تھا جس کے رویے کا وہ مشاہدہ نہیں کر پا رہی تھیں۔ ان کی والدہ کے گھر میں پردے کا ماحول تھا۔ چنانچہ تمام لڑکیوں کے ہوتے ہوئے الیان ان کے پاس آ تا ہی نہیں تھا۔ اور بس ایک یہی بات تھی جس کی وجہ سے انہیں اپنے یہاں آجانے پر خوشی ہوئی تھی۔

لیکن وہ خوشی اس وقت ملیامیٹ ہو گئی جب ریاض غفار اور شگفتہ غفار کی طرح الیان اور رومیلہ کو بھی آرام کے لیے ایک کمرہ عنایت کر دیا گیا۔ شگفتہ غفار تو نانی اماں کی۔

"چلو سب اپنے اپنے کمروں میں جا کر آرام کرو۔" کی ہدایت پر بے ساختہ بولنے والی تھیں۔

"رومیلہ "الیان" کے کمرے میں نہیں' بلکہ ان لڑکیوں کے کمرے میں رہے گی۔" لیکن بروقت اپنی بات کے نامناسب ہونے کا احساس انہیں خاموش کرا گیا۔ ایسی کوئی بات کہہ کر وہ الہ کی زبردست جھاڑ سننے کے بالکل موڈ میں نہیں تھیں اور نہ ہی اپنی بھابھیوں کے سامنے خود کو کوئی ظالم ساس ہونے کا خطاب دینا چاہتی تھیں۔ پہلے ہی سب ان کا اکھڑا اکھڑا رویہ محسوس کر رہے تھے۔ ایسی بات منہ سے نکال کر تو وہ گویا سب کو خود سے بری طرح بدگمان کر لیتیں اور پھر ان کی ایک بھابھی تو اب خود ان کی اپنی بیٹی کی ساس بن گئی تھیں۔ ایسے میں سمجھ داری کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ اپنی سو پر جان چھڑکنے والی ساس بن جاتیں۔ تاکہ ممانی جان بھی بریرہ کے ساتھ ایسی ہی بن جائیں۔

لیکن بعض اوقات انسان جانتے بوجھتے غلطیاں کرتا ہے اور عقل پر جذبات کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ چنانچہ شگفتہ غفار کسی کا بھی لحاظ کیے بغیر چبھتی ہوئی نظروں سے رومیلہ کو اپنے کمرے کی جانب بڑھتا دیکھتی رہیں۔ اتنا ہی بہت تھا کہ انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔

مگر اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ ان کی آنکھوں سے نفرت و حقارت کی ایسی چنگاریاں نکل رہی تھیں کہ رومیلہ جو سکینہ کی کسی بات پر ہنستے ہوئے بڑے خوش گوار انداز میں اس کی رہنمائی میں چل رہی تھی ٹھٹک کر رک گئی۔

اسے اچانک اپنے چہرے پر اتنی تیز تپش کا احساس ہوا تھا کہ اس کی نظریں خود بخود شگفتہ غفار کی جانب اٹھ گئیں۔

پھر تو اس کے قدموں کو کیا اس کی ہنسی کو بھی بریک لگ گئے۔ شگفتہ غفار کی صرف زبان خاموش تھی۔ باقی ان کے تمام اعضا اس سے اپنی نفرت کا کھل کر اظہار کر رہے تھے۔ سکینہ نے صرف اتنا کہا تھا کہ

"اب آپ بھی تھوڑا آرام کر لیں۔ سب مرد حضرات تو سونے بھی لیٹ گئے ہیں۔ آئیں میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھا دوں۔"

رومیلہ اس کی بات سن کر اٹھ گئی تھی۔ اسے تو خیال بھی نہیں آیا تھا کہ اس کمرے میں الیان بھی ہو گا۔ سکینہ اسے اپنے میڈیکل کالج کا کوئی قصہ سنا رہی تھی۔ جسے رومیلہ کے اٹھنے کے بعد بھی اس نے جاری رکھا تھا اور جو رومیلہ کے لیے اتنا دلچسپ تھا کہ وہ بے ساختہ ہنسے جا رہی تھی۔

مگر شگفتہ غفار کے تاثرات دیکھتے ہی اسے کسی انہونی کا احساس ہوا تھا۔ کیونکہ اس وقت ان کے چہرے پر پھیلی بے زاری اور حقارت ہمیشہ سے زیادہ تھی۔

رومیلہ بے اختیار کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ سکینہ کو ٹوکنا پڑا۔

"کیا ہوا بھابھی چلیں نا۔"

"آں۔ ہاں۔ کہاں چلنا ہے؟" رومیلہ غیر ارادی طور پر بولی تو سکینہ ہنس پڑی۔

"بھئی اپنا کمرہ دیکھ لیں اور تھوڑا آرام کر لیں' لگتا ہے آپ کچھ زیادہ ہی تھک گئی ہیں۔ آپ کہیں تو میں آپ کے لیے چائے بھجوا دوں۔ الیان بھائی سے بھی پوچھ لیں۔" الیان کے نام پر رومیلہ چونک اٹھی۔

تو گویا وہ الیان کے کمرے میں جا رہی ہے۔ ایک بار پھر اس کی نظریں شگفتہ غفار کی طرف اٹھ گئیں اور اس بار وہ جس طرح ہو لیں رومیلہ کو سمجھنے میں ذرا دیر نہیں لگی کہ وہ اسے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں۔

"تم بھی کمال کرتی ہو سکینہ! الیان کوئی جاگ تھوڑی رہا ہو گا' جو اب بیٹھ کر چائے پیے گا۔ شادی اور سفر کی تھکان میں وہ تو بستر پر لیٹتے ہی سو گیا ہو گا۔ خوامخواہ چائے وغیرہ بنا کر دینے کی ضرورت نہیں۔ بلاوجہ چائے پینے کے مرحلے میں باتوں کا دور چل نکلے گا۔ پھر سونا اور آرام کرنا سب ایک طرف ہو جائے گا۔" وہ جس طرح انکار کرتے ہوئے بول رہی تھیں۔ وہ رومیلہ کے لیے نیا نہ ہونے کے باوجود نیا تھا۔

سکینہ تو ان کی بات کا پس منظر نہیں سمجھی' کیونکہ وہ بہت ساری باتوں سے بے خبر تھی' لیکن رومیلہ کو بخوبی احساس ہو گیا تھا کہ وہ اسے کیا باور کرانا چاہتی ہیں۔

الیان کمرے میں چائے پیتے وقت بھلا کس سے باتیں کر سکتا تھا۔ رومیلہ کی موجودگی میں اس کا کوئی کزن تو کمرے میں آئے گا نہیں۔

پھر الیان کو آرام کرنا چاہیے اور اسے سونے دینا چاہیے۔ چائے اور باتوں کا وقت نہیں ہے۔

یہ ساری ہدایتیں کسے دی جا رہی تھیں۔ جو شگفتہ غفار رومیلہ کو سنانا اور جتانا چاہتی تھیں۔ وہ اس کی سمجھ میں اچھی طرح آ گیا تھا۔ مگر اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ سب کیوں کر رہی ہیں۔

کیوں وہ نہیں چاہتیں کہ وہ الیان کے ساتھ جا کر اس کے کمرے میں رہے۔

کیا وہ یہ چاہ رہی ہیں کہ اس کے کمرے میں جانے سے پہلے ہی الیان سو چکا ہو۔

رومیلہ کتنی ہی دیر شگفتہ غفار کو دیکھتی رہی' جو خود بھی اسے غصے سے گھور رہی تھیں۔ لیکن سکینہ کے ٹوکنے پر وہ مشینی انداز میں گھومتی اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگی اور جب تک وہ تائی اماں کے کمرے سے نکل نہیں گئی اسے اپنی پشت پر شگفتہ غفار کی نفرت بھری نظروں کی تپش محسوس ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ ایک طویل راہ داری عبور کر لینے کے باوجود' ان کی نظروں کی حدود سے نکل جانے کے بعد ان کے سامنے موجود نہ ہونے کے باوجود۔

ان نفرت بھری نظروں کا حصار اس کے گرد ہی کھنچا رہا۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ کریں)

☆ ☆

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

نوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر ندیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگومیلہ، بسمل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور ایسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

ندیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔ اب آگے پڑھیں۔

۲۸

اٹھائیسویں قسط

رومیلہ دروازے پر ایسے کھڑی تھی جیسے سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ دستک دے یا یہیں کہیں کونے میں بیٹھ کر رات گزار دے لیکن ایسا ممکن نہیں تھا اول تو سکینہ اس کے سر پر کھڑی تھی دوئم وہ اس گھرانے کی بہو تھی کوئی ملازمہ نہیں جو کہیں بھی پڑ کر سو سکتی۔

سکینہ تو اسے دروازے تک لا کر اپنے کمرے کی طرف جانے کی بجائے وہاں کھڑے ہو کر ایسے اس کے اندر جانے کا انتظار کرنے لگی جیسے کمرے میں جا کر وہ جائزہ لینے والی ہے کہ ہر چیز اس کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں۔

رومیلہ ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ کر بولی۔

"تم جاؤ سکینہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" سکینہ جواباً ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھال کر رہ گئی مگر اپنی جگہ سے ہلی تب بھی نہیں۔ آخر رومیلہ کو گہرا سانس کھینچ کر اندر داخل ہونا پڑا۔

ایک نفرت بھری نظریں ابھی تک اس کا پیچھا کرتی آئی تھیں اور دوسری نفرت بھی بھری نظروں کے لیے وہ خود کو تیار کرتی کمرے کا دروازہ بند کر کے کن انکھیوں سے اپنے پیچھے دیکھنے لگی اور جیسے ہی اسے یہ اندازہ ہوا کہ کمرے میں کوئی نہیں ہے وہ ایک پرسکون سانس خارج کرتی پلٹ گئی اور دروازے سے سر باہر نکال کر سکینہ کو رخصت کیا پھر دروازہ لاک کر کے اس سے پشت لگا کر بڑے آرام سے کمرے کو دیکھنے لگی۔

کمرہ خاصا کشادہ تھا کمرے کے ساتھ بنا خوب صورت ٹیرس کمرے کو کافی ہوادار بنا رہا تھا کمرے کی ڈیکوریشن بالکل سادہ اور نفیس تھی البتہ کمرے کے ایک طرف رکھے دو سوٹ کیس ضرور اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ اس کا اور الیان کا سامان ان دونوں کے آنے سے پہلے یہاں پہنچا دیا گیا ہے۔

ایک دم رومیلہ کو خیال آیا کہ وہ الیان کے آنے سے پہلے جلدی سے کپڑے بدل کر بستر پر لیٹ جائے پھر بھلے ہی نیند آئے یا نہ آئے وہ اس کے آنے پر سوتی تو بن سکتی ہے دوسرے لفظوں میں اس کا سامنا کرنے سے بچ تو سکتی ہے۔

اس خیال کے آتے ہی وہ تیزی سے سوٹ کیس کی طرف بڑھی اور اسے زمین پر لٹا کر کھولنے کی کوشش میں جانے کیسے برابر میں رکھا الیان کا سوٹ کیس نہ صرف گر پڑا بلکہ گرتے ہی کھل بھی گیا۔

شاید اسے ٹھیک طرح سے بند کیے بغیر ہی کھڑا کر دیا گیا تھا تبھی رومیلہ کے ہلکے سے دھکا لگنے پر وہ زوردار آواز کے ساتھ کھل کر گر پڑا سامان بھی شاید اس میں ٹھونس کر بھرا گیا تھا یا پھر باقاعدہ پیک کرنے کی بجائے بے ترتیبی سے ڈال دیا گیا تھا تبھی دو تین شرٹس اور پینٹس بمع بیلٹ کے سوٹ کیس سے آدھے سے زیادہ باہر لٹکنے لگے۔

رومیلہ نے یہ سوچ کر سوٹ کیس کا ڈھکنا اٹھایا کہ ان کپڑوں کو اندر کر کے سوٹ کیس واپس بند کر دے کہ عین اسی وقت باتھ روم کا دروازہ کھول کر الیان کمرے میں آ گیا۔

وہ جس طرح تولیے سے سر پونچھتا ہوا باہر نکلا تھا وہ اس کے نہا کر نکلنے کو ظاہر کر رہا تھا۔

رومیلہ اسے پہلے سے کمرے میں موجود دیکھ کر چند لمحوں کے لیے ساکت ہو گئی خود الیان کے ہاتھ سر رگڑتے ہوئے ایک ہی حرکت پر جامد ہو گئے۔

رومیلہ کو کمرے میں دیکھنے سے زیادہ الیان کو اسے اپنے سوٹ کیس میں گھسا دیکھ کر حیرانی ہوئی تھی۔

اسے یہ تو معلوم تھا کہ رومیلہ اسی کے کمرے میں ٹھہرے گی اور اس بات پر کوئی تبصرہ یا اعتراض کر کے وہ سب کو چونکانا نہیں چاہتا تھا۔

البتہ وہ ریاض غفار کی بات پر عمل کرتے ہوئے اس کے ساتھ اپنا رویہ بہتر نہیں کر سکتا تھا جبکہ ریاض غفار نے سختی سے کہہ دیا تھا کہ اسے رومیلہ کے ساتھ ہر حال میں بہت اچھے طریقے سے پیش آنا ہے جو کہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

چنانچہ وہ اس کے کمرے میں آنے سے پہلے پہلے نہا کر سونے کے لیے لیٹ جانا چاہتا تھا ماحول سے فرار کے سوا اس کے پاس اس وقت اور کوئی راستہ نہیں تھا اور اسی جلد بازی میں اس نے اپنے کپڑے وغیرہ نکالے تھے اور سوٹ کیس بغیر لاک کیے بند کر کے کھڑا کر دیا تھا۔

اسے قطعاً امید نہیں تھی کہ لاک کھلا دیکھ کر رومیلہ فوراً موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سوٹ کیس کی تلاشی لینا شروع کر دے گی نتیجے کے طور پر الیان بغیر کوئی حرکت کیے منہ کھولے اور آنکھوں میں شدید حیرانی لیے اسے دیکھتا چلا گیا جسے سمجھتے ہوئے رومیلہ پر گھڑوں پانی گر گیا وہ جلدی جلدی کپڑے ٹھونس کر صفائی دینے کی کوشش کرنے لگی۔

"یہ۔۔۔ وہ۔۔۔ پتا نہیں یہ سوٹ کیس کیسے گر گیا اور خود ہی کھل بھی گیا۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔" رومیلہ جس طرح خجالت کے ساتھ ہاتھ چلاتے ہوئے کپڑے اندر رکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی اسے دیکھتے ہوئے الیان تولیہ صوفے پر ڈالتا اس کے قریب چلا آیا۔

"آپ چھوڑ دیں میں بند کر دیتا ہوں۔" الیان نے سنجیدگی سے کہا۔

مگر رومیلہ اس کی آنکھوں میں پھیلے تحیر کا مطلب بخوبی سمجھ گئی تھی وہ یہ سوچ رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر اس کے سوٹ کیس میں گھس کر اس کی تلاشی لے رہی ہے اور یہ بات اسے بری طرح شرمندہ کر گئی تھی تبھی وہ الیان کے کہنے پر دھیان دیے بغیر اپنا کام جاری رکھتے ہوئے سوٹ کیس زبردستی بند کرنے کی کوشش کرتی رہی چنانچہ الیان کو اس کے پاس زمین پر دو زانو بیٹھنا پڑا مگر رومیلہ نے اپنی کارروائی جاری رکھی وہ کسی بھی طرح سوٹ کیس کو بند کرنے پر کمربستہ تھی۔

الیان بیٹھا تو تھا اسے روکنے کے لیے مگر اس کی گھبراہٹ اور تیزی دیکھتے ہوئے چپ چاپ اسے دیکھتا رہا جو سارے کپڑے ڈالنے کے بعد اب اپنی پوری قوت لگا کر سوٹ کیس کا ڈھکنا بند کرنے کے درپے تھی اسے اس بات کا احساس ہی نہیں تھا کہ زبردستی کے ٹھونسے کپڑے کناروں سے باہر نکل رہے ہیں اور اسی وجہ سے سوٹ کیس کا ڈھکنا بند نہیں ہو پا رہا اور یہی چیز الیان کو اسے بغور دیکھنے پر مجبور کر گئی تھی۔

وہ اتنی نروس کیوں تھی جو انسان بہت بڑے بڑے غلط کام کرنے کا عادی ہو وہ کسی معمولی سی غیر اخلاقی حرکت پر اتنا شرمندہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

جس قسم کے خاندان سے وہ تعلق رکھتی تھی وہاں اخلاقی اقدار کیا ہوں گی یہ سمجھنا الیان کے لیے مشکل نہیں تھا ایسے لوگ تو بڑی سے بڑی بات پر بھی اپنی غلطی نہیں مانتے پھر یہ اتنی چھوٹی سی بات پر کیوں پانی پانی ہو رہی ہے۔

کیا یہ ایکٹنگ کر رہی ہے۔ بس الیان اس کے چہرے سے یہی اخذ کرنے کے لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

رومیلہ کو جب بالکل کامیابی حاصل نہیں ہوئی سوٹ کیس بند کرنے میں تو اس کے ہاتھ ڈھیلے پڑنے لگے اور تبھی اسے الیان کی خود پر جمی نظروں کا احساس ہوا تو وہ بالکل ہی ساکت ہو گئی۔

الیان کی جانب دیکھے بغیر ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت اس کی آنکھوں میں رومیلہ کے لیے نفرت یا بیزاری نہیں ہے بلکہ وہ اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

یہ اندازہ ہوتے ہی رومیلہ کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا اس نے بڑی ہمت کر کے الیان کی جانب دیکھا۔ اسے متوجہ ہوتا دیکھ کر بھی الیان نے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا نہیں اور یہ بات رومیلہ کے لیے حیران کن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بالکل مختلف تجربہ ثابت ہوئی تھی۔

وہ اس سے شرماتا یا کتراتا نہیں چاہ رہی تھی تبھی اپنا اعتماد بحال رکھنے کے لیے اس کی توجہ دوسری جانب

مینیول کرانے کے لیے اٹک اٹک کر بولی۔
"آ... آ... آپ بند کردیں گے مجھ سے... تو نہیں ہو رہا۔" اس کے کہنے پر الیان کچھ دیر اس کی شکل دیکھتا رہا جہاں اس کے ڈرامہ کرنے کے کوئی آثار نہیں تھے بلکہ وہ واقعی شرمندہ لگ رہی تھی بلکہ اس شرمندگی میں اب گلابیاں گھلنے لگی تھیں۔ جو کہ الیان کے لیے خاصا منفرد منظر ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ بھی تھا۔
اس کے ملیح رخسار پر بار بار سایہ فگن ہوتیں اس کی گھنی سیاہ پلکیں الیان غیر ارادی طور پر دیکھتا چلا گیا تو رومیلہ جو پوراوزن سوٹ کیس پر ڈال کر اسے بند کرنے میں ہلکان ہو رہی تھی اس پر سے ہٹتے ہوئے ایک جھٹکے سے سیدھی ہو گئی۔
اس کی اس حرکت سے الیان کی محویت میں خلل پڑ گیا تو وہ چونکا تو نہیں البتہ سنبھلتے ہوئے کہنے لگا۔
"جب یہ سوٹ کیس آپ نے جان بوجھ کر نہیں کھولا تو پھر اتنی شرمندہ کیوں ہیں۔ انسان گھبراتا اس وقت ہے جب اس کے دل میں چور ہو۔" الیان کا لہجہ بڑا سادہ سا تھا اس میں کوئی طنز نہیں تھا اور اگر ہوتا بھی تب بھی رومیلہ اس کے سامنے اس وقت چھوٹی موٹی سی ہو گئی تھی وہ ان احساسات کے زیر اثر اس طنز کے پس منظر کو سمجھ بھی نہیں سکتی تھی اسی لیے بڑے دھیمے لہجے میں بولا۔
"صرف دل کا چور انسان کو گھبرانے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ لوگوں کی نظروں میں اپنا غلط امیج بنتا دیکھ کر بھی انسان پریشان ہو جاتا ہے۔
خاص طور پر میرے جیسے لوگوں کے لیے تو یہ برداشت کرنا بہت مشکل ہے کہ کوئی میرے بارے میں غلط رائے قائم کرے اور مجھے ویسا سمجھے جیسی میں نہیں ہوں۔" رومیلہ خلاف توقع بڑی وضاحت سے بولی۔
"آپ کو کیسے پتا کہ میں نے آپ کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم کرلی ہے۔" الیان نے بے اختیار پوچھا تو رومیلہ جو اس کے سامنے سے اٹھ کر صوفے پر جا کر بیٹھنے کا ارادہ کر رہی تھی ٹھٹک کر اپنی جگہ ہی رک گئی۔
اس کے سوال سے یہی ظاہر تھا کہ وہ اس کے بارے میں واقعی کچھ غلط سوچ رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی لگا تھا کہ الیان کا اشارہ صرف اس سوٹ کیس کی طرف نہیں ہے بلکہ اس سوال کا پس منظر کچھ اور ہے۔
وہ بے اختیار الیان کی جانب دیکھنے لگی جس کی سوالیہ نظریں رومیلہ کے چہرے پر ٹکی تھیں۔
"آپ کے دیکھنے کے طریقے سے ہی پتا چل گیا تھا کہ آپ سوچ رہے ہیں میں نے جان بوجھ کر آپ کا بیگ کھولا ہے تلاشی لینے کے لیے۔ جبکہ میں ایسی حرکتیں نہیں کرتی۔" اس پل رومیلہ کے لہجے میں بلا کا اعتماد تھا۔
کچھ ثانیوں کے لیے وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے چلے گئے پھر آخر رومیلہ ہی پلکیں جھپکاتی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔
پہلے تو الیان نے ہاتھ بڑھایا سوٹ کیس کے کناروں سے نکلتے کپڑے اندر کرنے کے لیے مگر دوسرے ہی پل ارادہ ملتوی کرتا رومیلہ کے پیچھے ہی کھڑا ہو گیا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنانے لگا۔
رومیلہ کو اس کے اس طرح خاموش ہو جانے کی امید نہیں تھی وہ چاہتی تھی وہ اس کے اندازے کی تردید کر دے اور کہہ دے کہ اس نے رومیلہ کے متعلق ایسا کچھ نہیں سوچا۔
مگر اسے چپ دیکھ کر آخر رومیلہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے خود ہی بول پڑی۔
"کیوں؟ میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا نا۔" الیان ہاتھ روک کر آئینے میں اس کے عکس کو دیکھنے لگا۔
مرجنٹہ کلر کی قمیص پر لائیٹ پنک کلر کی کڑھائی کے ساتھ وہ کڑھائی کے ہی ہم رنگ شلوار دوپٹے میں ملبوس گزشتہ دنوں کے مقابلے میں خاصی نکھری ہوئی لگ رہی تھی۔
یہ فرق نانی اماں کے گھرانے کے ساتھ وقت گزارنے کا نتیجہ تھا یا الیان نے اس پر غور ہی آج کیا تھا۔ الیان

سمجھ نہ سکا البتہ برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر اس کی طرف پلٹتے ہوئے کہنے لگا۔

"نہیں تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے میں واقعی یہی سوچ رہا تھا حالانکہ اس چھوٹے سے سفر میں میں بیگ میں کپڑوں کے علاوہ اور بھلا کیا رکھ سکتا ہوں۔

اس لیے اسے لے کر کسی کا متجسس ہونا اور اسے کھنگالنے کی کوشش کرنا بڑی حماقت ہے۔"

رومیلہ کو اس کے جواب سے مایوسی ہوئی تھی کاش وہ مونا" ہی کہہ دیتا کہ نہیں وہ اس کے متعلق اتنی منفی سوچ نہیں رکھتا لیکن اس نے تو صاف گوئی کی انتہا کر دی تھی۔

رومیلہ کی خاموشی نے الیان کو اتنا تو احساس دلا دیا تھا کہ اس کے جواب نے رومیلہ کو دکھ پہنچایا ہے لیکن بھلا وہ اپنے کہے پر شرمندہ کیسے ہوتا لہٰذا وہ بڑے مطمئن انداز میں بیڈ کی طرف بڑھ گیا کہ تبھی رومیلہ سنجیدگی سے بولی۔

"اپنا سوٹ کیس لاک کر دیجیے کل صبح اگر کوئی چیز آپ کو نہ ملی تو آپ یہی سوچیں گے کہ میں نے چرائی 'چاہے وہ چیز کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو اور مجھے چرانا نری حماقت ہو۔" الیان کے قدم یک لخت تھم گئے کچھ دیر اپنی جگہ کھڑے رہنے کے بعد وہ پلٹ کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اس کی ضرورت نہیں جو کچھ تم اور تمہارا بھائی ہتھیا چکے ہیں اس کے بعد اس سوٹ کیس میں سے چوری کرنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں۔" رومیلہ کچھ چونک سی گئی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"اس میں نہ سمجھنے والی کون سی بات ہے جب سب کچھ پہلے ہی سے تمہیں مل چکا ہے تو چوری چھپے کچھ نکالنے کی کیا ضرورت ہے وہ بھی اس سوٹ کیس میں سے جس میں کپڑوں اور ڈیوڈرنٹ وغیرہ کے علاوہ کچھ خاص ہے بھی نہیں۔" الیان نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

رومیلہ ہنوز اسے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ الیان اس پر طنز کر کے اسے کیا جتانا چاہتا ہے۔ جبکہ الیان اسے خاموش دیکھ کر بستر پر سینے کے بل لیٹ گیا اور منہ دوسری طرف کر کے اسے مکمل طور پر شب بخیر والا اشارہ دے دیا۔

مگر اس کی کہی بات اور اس کا لب ولہجہ ایسا نہیں تھا جسے آسانی سے نظر انداز کیا جا سکتا تھا رومیلہ اس کے نظر انداز کرنے کو نظر انداز کرتی پوچھنے لگی۔

"میں نے اور میرے بھائی نے آپ سے کسی اسٹامپ پیپر پر سائن تو نہیں لے لیے جو آپ ہمارے لیے اس طرح ہتھیانے کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔

ابرار بھائی نے اگر آپ کو اپنی اور آپ کی دوستی کا واسطہ دے کر شادی کے لیے مجبور کیا تھا تو یہ سراسر ان کے حالات کی مجبوری تھی۔

اگر آپ اس شادی سے خوش نہیں تھے تو آپ انکار کر دیتے اس طرح احسان جتانے سے تو یہی بہتر ہے تاکہ انسان ڈھیٹ بن کر ایک بار منع کر دے" رومیلہ کی بات کسی تیر کی طرح الیان کو لگی تھی وہ ایک جھٹکے سے بستر پر اٹھ بیٹھا۔

"تمہارے بھائی جیسے گرے ہوئے انسان کو میرے دوست ہونے کا شرف حاصل ہو ہی نہیں سکتا کجا کہ اس کی دوستی کا پاس کر کے میں اس کی بہن سے شادی کر ڈالوں" الیان ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

اس پل وہ بھول گیا تھا کہ ریاض غفار نے کتنی سختی سے اسے رومیلہ کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کے لیے کہا تھا۔

رومیلہ اس کا انداز اور اس کی گفتگو دونوں ہی نہیں سمجھی تھی البتہ اس کا اس طرح طیش میں آجانا رومیلہ کو

تھوڑا خائف کر گیا تھا۔

اس کے لہجے کی یہ نرمی ہی تو تھی جو رومیلہ اب تک اس سے اتنے آرام سے باتیں کر رہی تھی ورنہ وہ تو الیان کے سامنے آنے سے بھی کتراتی تھی۔

لیکن جو کچھ الیان نے کہا تھا اس کی وضاحت طلب کرنا سخت ضروری تھا رومیلہ اپنی ہمتیں مجتمع کر کے کہنے لگی۔

"کیا آپ ابرار بھائی کے دوست نہیں ہیں اور اگر نہیں ہیں تو آپ اس اچانک کی شادی کے لیے کیوں تیار ہو گئے۔ اتنا اہم فیصلہ اس طرح جلد بازی میں بغیر کسی ٹھوس بنیاد کے تو نہیں ہو سکتا۔" رومیلہ کی بات پر الیان کا تنفس بڑھتا چلا گیا تبھی دانت پیستے ہوئے بولا۔

"اتنی انجان کیوں بن رہی ہو جیسے تمہیں کچھ خبر ہی نہ ہو۔"

"مجھے واقعی کچھ نہیں پتا۔ آپ میرے بھائی کے لیے اس طرح کے الفاظ کیوں استعمال کر رہے ہیں اور پھر آپ سب گھر والوں کا رویہ تو ایسا ہے جیسے میں خود سے آپ کے گھر آکر بیٹھ گئی ہوں۔"

"جس طرح تم آئی ہو اسے خود سے گھر آکر بیٹھ جانا ہی کہتے ہیں بھلے ہی ہم سب خود تمہیں رخصت کرا کے کیوں نہ لائے ہوں" الیان کا لہجہ حد درجہ تلخ ہو گیا۔

تھوڑی دیر پہلے وہ جس انداز میں مخاطب تھا اب اس کا شائبہ تک اس کی گفتگو میں نہیں تھا رومیلہ کو اپنا ذہن ماؤف ہوتا لگ رہا تھا وہ بے اختیار صوفے سے اٹھ کر بیڈ کے نزدیک چلی آئی۔

"اتنا تو میں سمجھ گئی ہوں کہ اس شادی کے پیچھے آپ کی کوئی مجبوری پوشیدہ تھی لیکن وہ مجبوری کیا تھی اس کا مجھے بالکل علم نہیں۔ میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ آپ ابرار بھائی کے دوست ہیں اور میری شادی ٹوٹ جانے پر انہوں نے اپنے دوست سے مدد مانگی اور۔۔۔"

"جھوٹ مت بولو تم سب جانتی ہو اور بالفرض اگر نہیں جانتیں تب بھی تم اپنے بھائی کی ہی طرح ہو تمہارے نزدیک دوسرے کی عزت اور اس کا وقار اپنی خواہشوں اور ضرورتوں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔

تم لوگوں کو جو چاہیے بس وہ چاہیے باقی اس کے نتیجے میں دوسرے کے اوپر قیامت گزر جاتی ہے تو گزر جائے تمہاری بلا سے۔

تم نے اور تمہارے بھائی نے یہ شادی یہی سوچ کر کی ہے کہ آگے چل کر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارے یہ خواب صرف خواب ہی رہنے والے ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اپنے زخم کو وقت گزرنے کے ساتھ بھر لیتے ہیں۔ میں ان میں سے ہوں جو اپنے زخم پر آئے کھرنڈ کو روز کھرچتے ہیں تاکہ وہاں سے روز خون نکلے اور زخم روز ہرا ہو جائے۔" الیان بستر سے اتر کر رومیلہ کے عین مقابل آکھڑا ہوا تھا۔

رومیلہ اس کی بات تو نہیں سمجھ رہی تھی۔ مگر اس کی آنکھوں سے ٹپکتی نفرت اور زہر اگلتی زبان اسے ہراساں کر گئی تھی وہ آنکھوں میں آئی نمی کو تیز تیز پلکیں جھپکا کر اپنے اندر اتارنے کی کوشش کرنے لگی۔

"ایسا کیا کیا ہے میرے بھائی نے جو آپ ہم لوگوں کے بارے میں اتنی بری رائے قائم کیے بیٹھے ہیں۔" رومیلہ نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"میرے سامنے انجان بننے کی ایکٹنگ مت کرو تمہارے جیسے گھٹیا لوگ اچھے اور اونچے گھرانوں سے رشتہ جوڑنے اور ان کے پیسے بٹورنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں اسی لیے ایسی سازشیں تمہارا پورا گھرانہ مل کر کرتا ہے۔

لیکن تم لوگوں کو یہ نہیں پتا کہ تمہارا واسطہ جس شخص سے پڑا ہے وہ بہت ٹیڑھی کھیر ثابت ہونے والا ہے

بہت پچھتاوا ہو گا تمہارے بھائی کو میرے ساتھ دشمنی مول لینے پر۔" الیان کا لہجہ چٹانوں جیسا سخت تھا۔

رومیلہ اتنی روہانسی ہو گئی تھی کہ اس سے مزید کچھ بولا ہی نہیں گیا وہ ڈبڈبائی نظروں سے الیان کے چہرے پر پھیلی درشتگی اور جلال کو دیکھتی رہی۔

اس کی آنکھوں میں تیرتے آنسو کا الیان پر بھلا کیا اثر ہونا تھا البتہ ریاض غفار کا جھڑکنا اسے بے اختیار یاد آ گیا تبھی مزید کچھ کہنے کا ارادہ ملتوی کرتا بیڈ کی طرف پلٹ گیا۔ مگر اگلے ہی پل کچھ خیال آنے پر وہ اس کی طرف گھومتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم چاہو تو میرے اس رویے کی شکایت اپنے بھائی سے کر سکتی ہو اس نے بار بار یہی کہہ کر تو دھمکایا ہے کہ تمہیں ذرا بھی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

لیکن میں بھی کوئی بے وقوف نہیں ہوں مجھے معلوم ہے وہ صرف ہمیں ڈرا کر بلیک میل کر سکتا ہے مگر اس راز پر سے پردہ نہیں اٹھا سکتا۔

کیونکہ جیسے ہی یہ راز فاش ہو گا سب ختم ہو جائے گا۔ اللہ نہ کرے ' لیکن ایک بار اگر یہ گھر واپس آ بیٹھی تو تمہارا پتا صاف ہونا بھی یقینی ہے۔

تب تو میں تمہارا اور تمہارے بھائی کا وہ حشر کروں گا کہ تم لوگ موت کی تمنا کرو گے۔ اور ابرار اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ اسی ترپ کے پتے کو پھینک دے' جس پر اس نے پوری بازی سجائی ہے۔ لیکن پھر بھی اگر تم چاہو تو بتا دو ابرار کو کہ مجھے اس گھر میں کسی نے بھی قبول نہیں کیا ہے اور نہ ہی کبھی کرے گا یہاں سب لوگ ایک ایسے موقعے کا انتظار کر رہے ہیں جب یہ سب مجھ سے جان چھڑا سکیں اور مجھے اور آپ کو اپنے انجام پر پہنچا سکیں۔" الیان کے منہ سے نکلا ایک ایک لفظ رومیلہ کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اتر رہا تھا۔

آخر اس میں ضبط کا یارا نہ رہا اور اس کی آنکھوں سے وہ موٹے موٹے آنسو چھلک کر اس کے رخسار پر آ ٹھہرے۔

الیان ان آنسوؤں پر ایک سفاک سی نظر ڈالتا ایک جھٹکے سے مڑ گیا بستر پر لیٹ کر اس نے رومیلہ کی جانب پیٹھ کرتے ہوئے تکیہ سر کے نیچے سے نکال کر اپنے منہ پر رکھ لیا۔

رومیلہ اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے بے آواز رونے لگی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی اس سے اتنی نفرت کر سکتا ہے کہ اسے گھر سے نکالنے کے لیے کسی موقعہ کا انتظار کر رہا ہے۔

ان سب کی بے رخی اس کے لیے برداشت کرنا مشکل تھا مگر یہاں تو سب اس کے وجود سے خار کھا رہے تھے اور اس سے جان چھڑانا چاہتے تھے۔

ان سب کے اندر تو زہر بھرا ہوا تھا اس زہر کو وہ کیسے پیے گی کب تک پیے گی اور کیوں پیے گی؟

آخر ابرار بھائی نے ایسا کیا کیا ہے جو وہ سب اس کی اور ابرار بھائی کی زندگی موت سے بھی بدتر بنانا چاہتے ہیں۔

ایک کے بعد ایک سوال اس کے اندر سر اٹھا رہا تھا وہ پورے پندرہ منٹ تک اپنی جگہ سے ہلے بغیر' یہاں تک کہ پلک بھی جھپکائے بغیر الیان کو غیر ارادی طور پر دیکھتے ہوئے روتی رہی۔

لیکن جب اس کے حلق میں کانٹے پڑنے لگے اور اسے لگا کہ اب اس کی سسکی نکلنے والی ہے تب وہ دونوں ہتھیلیوں سے چہرہ رگڑ رگڑ کر صاف کرنے لگی۔

الیان کے قریب ہی سائیڈ ٹیبل پر پانی کا جگ اور گلاس ڈھکا رکھا تھا وہ اپنی ہمت جمع کر کے ایک ذرا سی بھی آہٹ پیدا کیے بغیر وہ گلاس پانی غٹاغٹ چڑھا گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

کئی گہرے گہرے سانس لینے کے بعد جب اسے لگا کہ وہ اب پہلے سے کافی بہتر ہو گئی ہے تب اس نے اپنے پرس میں سے موبائل نکالا اور ٹیرس میں آ کھڑی ہوئی۔

ایک ٹھنڈے خوشگوار جھونکے نے اس کا خیر مقدم کیا تو اس کی حالت مزید بہتر ہو گئی۔

وہ ٹیرس حویلی کے وسیع و عریض لان کی جانب تھا جہاں جلتی ہلکی ہلکی بتیاں تمام مکینوں کے کمروں میں چلے جانے کی نشاندہی کر رہی تھیں۔

مگر اسے پتا تھا کراچی میں ابھی کوئی بھی نہیں سویا ہو گا بلکہ اس کے گھر میں تو ابھی رات کا کھانا بھی نہیں کھایا گیا ہو گا اسی بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے اس نے ابرار بھائی سے بات کرنے کے لیے ان کا موبائل نمبر ملا ڈالا۔

خلاف توقع پہلی ہی گھنٹی پر انہوں نے فون اٹھا لیا۔

"ہیلو رومیلہ 'تم اس وقت' خیریت تو ہے نا۔" ابرار بھائی کی آواز میں پریشانی کا عنصر واضح تھا رومیلہ نے محسوس تو کیا مگر گلا کھنکھارتے ہوئے ہشاش بشاش لہجے میں ایسے بولی جیسے ان کا خیریت پوچھنا ایک عام سی بات ہو۔

"جی بھائی بالکل خیریت۔ میں گاؤں آ گئی ہوں۔ کھانا وغیرہ بھی کھا چکی ہوں بس اب سونے لیٹ رہی تھی تو سوچا آپ لوگوں کو بتا دوں کہ سفر ساتھ خیریت کے کٹ گیا۔"

"چلو اچھا ہوا۔ باقی سب لوگ کیسے ہیں۔"

"ہوں باقی سب بھی ٹھیک ہیں۔" رومیلہ سرسری انداز میں بولی لیکن اسے اندازہ ہو گیا تھا ابرار یہ سب سرسری انداز میں نہیں پوچھ رہا وہ پچھلے تین دنوں سے اسے صرف کرید رہا تھا اب بھی اس کا طریقہ ایسا ہی تھا شک و شبہات سے بھرپور۔

"سب کا رویہ کیسا ہے اب تک تو سب بے تکلف ہو گئے ہوں گے۔" رومیلہ نے ایک گہرا سانس کھینچ کر موضوع پر آنے کی کوشش کی۔

"جی کافی بے تکلف ہو گئے ہیں بہت باتیں کی ہیں سب نے بلکہ صرف باتیں ہی نہیں بہت منت سماجت بھی کی ہے۔" الیان کی باتوں سے رومیلہ اتنا تو سمجھ ہی گئی تھی کہ ابرار نے ان لوگوں کو بریرہ کے ذریعے بلیک میل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس شادی پر انہیں راضی کسی دھمکی پر کیا ہے کہ وہ بصورت دیگر بریرہ کا گھر اجاڑ دے گا۔

چنانچہ رومیلہ اسی ساری معلومات کو سیڑھی بنا کر قدم اٹھانے لگی۔

اس کی بات پر حسب توقع ابرار چونک کر بولا۔

"منت سماجت!"

"ہاں۔ آپ نے جس قسم کی دھمکیاں دی ہیں اسے سن کر وہ لوگ منت سماجت نہ کریں تو کیا پیٹرول چھڑک کر مجھے جلانے کی کوشش کریں گے۔" رومیلہ کا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی تلخ ہونے لگا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو کیا کہا ہے ان لوگوں نے تم سے" ابرار ایکدم طیش میں آ گیا۔

"بھئی کہنا کیا ہے۔ اب وہ لوگ تو یہی سمجھ رہے ہیں نا کہ میں بھی آپ کے ساتھ اس سازش میں شریک ہوں چنانچہ وہ لوگ اس راز کو راز رکھنے کی کوشش میں خوشامد میں لگے ہوئے ہیں اور اسی خوشامد کے دوران ان لوگوں کے منہ سے جو باتیں نکلی ہیں اس سے مجھے سب پتا چل گیا ہے کہ آپ اور الیان کوئی دوست دوست نہیں ہیں اور یہ کہ آپ نے الیان کو اس شادی کے لیے کیسے مجبور کیا ہے۔" رومیلہ ازحد سنجیدگی سے بول رہی تھی۔

ویسے بھی اس کے اور ابرار کے بیچ کوئی شوخی اور مذاق والا رشتہ نہیں تھا دونوں شروع سے ہی ایک دوسرے سے بہت لیے دیے رہتے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس لیے اس وقت ابرار کے ذہن میں ذرا بھی نہیں آیا کہ رومیلہ صرف اندھیرے میں تیر چلا رہی ہے وہ یہی سمجھا کہ وہ ساری حقیقت سے واقف ہو گئی ہے تبھی ایک دم تلملا گیا۔

"تو گویا ان گھٹیا لوگوں کے پیٹ میں کوئی بات نکی نہیں۔ دو دن میں ہی تم پر ساری اصلیت فاش کر دی۔ ہونہہ مجھے پہلے ہی سوچنا چاہیے تھا وہ تمہارے سامنے مظلوم بننے کے لیے مرچ مسالا لگا کر اس کہانی کو سنائیں گے ضرور۔ مگر مجھے لگا بھلا اپنی بدنامی کا ڈھنڈورا کون پیٹتا ہے۔ لیکن یہ لوگ بھی۔۔۔" ابرار بھائی کو شدید کوفت ہو رہی تھی۔

رومیلہ کے کوئی بھی سرا ہاتھ نہیں آیا تھا وہ سوچ میں پڑ گئی کہ ان سے کس طرح اگلوائے۔ وہ الیان یا اس کے گھر والوں کے متعلق کچھ ایسا نہیں کہہ سکتی تھی کہ ابرار ان سے بدظن ہو جائے کیونکہ اتنا تو وہ سمجھ ہی گئی تھی کہ ابرار نے ان لوگوں کو دھمکی دی ہے کہ وہ سب رومیلہ کا خیال رکھیں۔

اگر ابرار کو لگتا کہ وہ سب رومیلہ کو پریشان کرنے یا طعنے مارنے کے لیے یہ سب کر رہے ہیں تب تو وہ اور زیادہ دھمکیوں پر اتر آئے گا چنانچہ وہ ان کا دامن صاف رکھتے ہوئے بہت سوچ سمجھ کر بولی۔

"بدنامی کے ڈر سے ہی تو ان کے منہ سے سب کچھ نکلا ہے ورنہ میں تو جان ہی نہ پاتی کہ آپ نے۔۔۔" رومیلہ نے سوچا تھا وہ کہے گی آپ نے مجھے منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑا لیکن اس سے پہلے ہی ابرار نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں بدنامی کا ڈر؟ بڑا بدنامی کا ڈر ہے نا جو شادی میں سب ناک بھوں چڑھائے بیٹھے تھے۔ وہ تو میں نے الیان کے باپ سے دو ٹوک بات کی تب وہ لوگ لائن پر آئے ہیں ورنہ تمہارے ولیمے میں تو ان لوگوں نے ہمیں خوب نیچا دکھایا ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ سب تمہیں پتا چلے لیکن خیر اب جبکہ تم جان ہی گئی ہو تو ہم کھل کر بات کر لیتے ہیں۔ اب تم مجھے کھل کر بتاؤ۔ ان لوگوں کے بالکل دباؤ میں مت آنا ان کی بہن کی ایسی کمزوری میرے ہاتھ میں ہے کہ وہ تمہارے سامنے چوں تک نہیں کر سکتے۔ آخر کسی لڑکی کا اغوا ہونا ہمارے معاشرے میں کوئی معمولی بات تھوڑی ہے۔" ابرار بگڑے ہوئے انداز میں کہتا چلا گیا۔

"اغوا۔" رومیلہ کے منہ سے اچنبھے کے عالم میں نکلا۔

"ظاہر ہے دو دن گھر سے غائب رہی ہے۔ بے شک میں نے اس کے ساتھ کوئی نازیبا حرکت نہیں کی۔ لیکن یہ تو صرف میں جانتا ہوں نا بریرہ کے سسرال والوں کو تو ایسا کوئی علم نہیں۔ انھیں جب پتا چلے گا کہ بریرہ اپنی زندگی کے چند شب و روز گھر سے باہر گزار کر آ رہی ہے تب وہ لوگ اس کی شکل پر تھوکنا بھی پسند نہیں کریں گے۔" رومیلہ کو اپنی سماعت پر ہتھوڑے برستے محسوس ہو رہے تھے۔

ابرار کی باتوں سے جو کہانی اس کی سمجھ میں آ رہی تھی وہ اس کے لیے ناقابل یقین تھی گویا ابرار نے بریرہ کو اغوا کر کے الیان کو رومیلہ کے ساتھ شادی پر مجبور کیا تھا۔

اتنی گھٹیا اور نیچ حرکت کر کے بھی ابرار فخریہ کہہ رہا تھا کہ میں نے بریرہ کے ساتھ کوئی نازیبا حرکت نہیں کی۔ یعنی کسی لڑکی کو حبس بے جا میں رکھنا ابرار کی نظر میں کوئی معیوب بات ہی نہیں تھی وہ ابھی بھی خود کو عظیم اور شریف ہی سمجھ رہا تھا ساری دنیا کے سامنے اس کے کردار کو مشکوک کر دینا کیا نازیبا حرکت نہیں، رومیلہ کا سر چکرانے لگا بے اختیار اس نے ٹیرس کی گرل کو مضبوطی سے پکڑ لیا مبادا وہ غش کھا کر گر ہی نہ پڑے جبکہ ابرار اس کی حالت سے بے خبر غصے سے منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے بولتا رہا۔

"میں نے الیان کے گھر والوں سے صاف کہہ دیا ہے رومیلہ کو اگر ذرا بھی تکلیف ہوئی تو میں بریرہ کے گھر والوں کو ساری سچائی بتا دوں گا۔ کوئی بھی شریف خاندان ایسی لڑکی کو بہو کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتا اگر انھیں اپنی بہن کا گھر بسائے رکھنا ہے تو انھیں تمہیں بھی عزت و احترام کے ساتھ اپنے گھر میں رکھنا ہو گا۔"

"عزت۔۔۔؟ احترام۔۔۔؟ آپ کو ان لفظوں کا مطلب پتا ہے۔" رومیلہ کی آواز کی لغزش اس کے شدید صدمے میں ہونے کو بخوبی ظاہر کر رہی تھی ابرار کچھ چونک سا گیا۔

"آپ کسی کی عزت سے کھیلیں گے اور ان سے امید رکھیں گے کہ وہ آپ کی بہن کو اپنی عزت بنا لیں تو ایسا تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی ان سب کی نظروں سے اتنا گرا دیا ہے کہ وہ صرف مجبوری میں مجھے برداشت کر سکتے ہیں لیکن میری عزت کبھی نہیں کر سکتے۔" رومیلہ کی آنکھوں سے ہی نہیں اس کی آواز تک سے دکھ ٹپکنے لگا تھا۔

"فضول بکواس مت کرو۔ اگر تم ان کے رویے میں ذرا سی بھی سرکشی دیکھو تو فوراً" مجھے مطلع کرو میں نے کہا نا وہ تمہیں ذرا بھی تکلیف نہیں دے سکتے میں انہیں۔۔۔"

"وہ مجھے تکلیف دیں یا نہ دیں اس سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے بھائی آپ نے میری شادی صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے کی ہے تحمر کے بہت بڑے دولت مند خاندان کی بہو بنا کر آپ نے گلفام کے سامنے کیا چیلنج پورا کر دیا۔ بس اب میں جیوں یا مروں اس سے آپ کو کیا" رومیلہ پھٹ پڑی۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا اتنے اچھے خاندان کے ایسے ہیرا جیسے لڑکے سے تمہاری شادی کی ہے تمہیں تو میرا احسان مند ہونا چاہیے۔"

"کس بات کا احسان مند؟" رومیلہ تڑخ کر بولی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے اس طرح زبردستی انھیں شادی پر مجبور کر کے آپ نے مجھے بہت خوش کر دیا ہے وہ لوگ مجھے کبھی دل سے قبول نہیں کریں گے میرے لیے میری عزت نفس ان تمام عیش و آرام سے زیادہ قیمتی ہے معاشی لحاظ سے میں یہاں چاہے جتنے عیش کر لوں لیکن کسی کے ماتھے پر پڑی ایک شکن میرا سارا ذہنی سکون درہم برہم کر دے گی" رومیلہ کے آنسو میں روانی آتی جا رہی تھی مگر ابرار کو اس کے نظریے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ اس کی بات سمجھتا تو کیا سننا بھی نہیں چاہتا تھا وہ اپنی ہی کہے گیا۔

"یہ سب صرف اور صرف تمہارے ذہن کا فتور ہے جو تم کسی کے ماتھے کی شکن برداشت نہیں کر سکتیں سسرال اور شوہر کے گھر میں لڑکی کو ہزار باتیں اپنی مرضی کے بغیر برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اگر وہ تمہیں بہت ارمانوں سے بھی بیاہ کر لے کر گئے ہوتے تب بھی وہ ساری زندگی تمہیں سر آنکھوں پر بٹھانے والے نہیں تھے۔ ہمارے معاشرے کی شادیاں تو کمپرومائز پر مبنی ہوتی ہیں پھر کیا فرق پڑتا ہے کہ یہ شادی ان لوگوں نے مرضی سے کی ہے یا مجبوری سے۔ پھر تمہاری فطرت بھی ایسی ہے کہ تم اپنی خدمت اور صبر سے ان لوگوں کے دل میں جگہ بنا لو گی باقی کچھ باتیں اگر مرضی کے خلاف ہوتی بھی ہیں تو اگر معمولی ہوں تو نظر انداز کر دینا اور اگر شدید ہوں تو مجھے بتانا میں کہہ رہا ہوں نا میرے پاس ٹرم کارڈ ہے یہ تمہیں ذرا بھی ڈاؤن نہیں کر سکتے" ابرار کے بے نیازی سے کہنے پر رومیلہ کا غصہ دو چند ہو گیا وہ ایک دم بھڑک کر بولی۔

"اس خوش فہمی میں مت رہیں کہ آپ کے پاس کوئی ٹرم کارڈ ہے آپ صرف ان لوگوں کو دھمکا سکتے ہیں عملی

طور پر کچھ نہیں کرسکتے کیونکہ جس دن آپ نے اس راز کو فاش کیا اسی دن آپ کا ٹرم کارڈ آپ کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

اس دن بربرو کا جو انجام ہوگا سو ہوگا سب سے پہلے تو آپ کی خود کی بہن آپ کے گھر واپس آبیٹھے گی۔

لیکن آپ کو تو اس کی بھی فکر نہیں ہوگی کہ بہن طلاق کا داغ لیے واپس دہلیز پر لوٹ آئی ہے آپ کو پہلے بھی میرے وجود کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا سو اب بھی نہیں پڑے گا۔" رومیلہ کا لہجہ بولتے بولتے گلوگیر ہو گیا۔ تو اس نے ابرار کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر ہی فون بند کردیا۔

ابرار نے تو محض انا کی ایک جنگ لڑی تھی اور بظاہر جیت بھی گیا تھا مرزا صاحب اور گللام کے سامنے تکبر و تفاخر سے اس نے جو بھی کہا وہ لفظ بہ لفظ سچ ہو گیا اب اگر ساری زندگی رومیلہ گھٹ گھٹ کر جیتی ہے یا کچھ عرصے بعد یہ شادی ختم ہو جاتی ہے ابرار کو ان سب باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

گللام نے اسے چیلنج کیا تھا کہ دو دن کے اندر کسی اچھے گھرانے کا رشتہ تو آپ کو ملے گا نہیں آپ رومیلہ کی شادی میرے ساتھ ہی کردیں۔

لیکن اس کی یہ بات غلط ثابت ہو گئی محض دو دن کے بعد ابرار نے اس کی شادی ایک ایسے شخص سے کردی جس کا ساتھ کسی بھی لڑکی کے لیے کسی اعزاز سے کم نہ ہوگا۔

رومیلہ ست روی سے چلتی الیان کے بستر کے پاس آگئی وہ بہت گہری نیند سو رہا تھا شاید وہ ایسے ہی سوتا ہوگا یا سفر اور ذہنی اضطراب کے بعد تھک کر ایسی ہی نیند آتی ہوگی۔

کس قدر ذہنی کرب سے گزرے ہوں گے یہ سب لوگ دو دن کے اندر اندر کس قدر تغیر ہوا ہے ان لوگوں کی زندگی میں۔

کسی شریف گھرانے میں لڑکی کا اغوا ہو جانا گھر والوں کے لیے ڈوب مرنے کے برابر ہوتا ہے ایسے میں اگر اس لڑکی کی شادی سر پر ہو تو گھر والوں کی پریشانی کا کیا عالم ہوگا اس کا تصور بھی رومیلہ کے لیے مشکل تھا۔

چنانچہ جب ابرار نے تاوان میں الیان کو رومیلہ سے شادی کرنے کا کہا ہوگا تو فیصلہ کرنے میں کسی بھی غیرت مند بھائی کو ایک لمحہ نہیں لگے گا یہی الیان نے کیا گھر کی عزت بچانے کے لیے وہ فوراً" رومیلہ کو اپنی عزت بنا کر لے آیا۔

لیکن اب آگے کیا ہوگا۔

رومیلہ بے اختیار الیان کو دیکھنے لگی۔ جس کا آدھے سے زیادہ چہرہ تکیے کے پیچھے چھپا ہوا تھا پہلی بار الیان کو دیکھنے پر رومیلہ نے اس کے چہرے سے زیادہ اس کے چہرے کے تاثرات پر غور کیا تھا جن میں اتنی سختی و سنجیدگی پوشیدہ تھی کہ چہرے کی ساری جاذبیت کہیں دب گئی تھی۔

مگر آج یہ جاننے کے بعد کہ اس کے کم ظرف بھائی کے مقابلے میں ایک یہ بھائی ہے۔ جس نے بہن کی عزت اور اس کا گھر بچانے کے لیے خود کو بھی بیچنے سے گریز نہیں کیا رومیلہ کے دل میں اس کی عزت و احترام کو ہزار گنا بڑھا گیا تھا۔

وہ صرف ظاہری طور پر وجیہہ نہیں تھا بلکہ اس کا باطن اس سے بھی خوب صورت تھا جو اتنا کچھ ہونے کے باوجود نہ صرف رومیلہ کو اپنے نکاح میں لے کر اپنے گھر لے آیا تھا بلکہ اس کے ساتھ صرف رویے کے کھردرے پن کے علاوہ کسی وحشیانہ رویے کا مظاہرہ بھی نہیں کیا تھا۔

اگر اس کی جگہ ابرار ہوتا تو کیا اپنی بہن کے لیے اتنی بڑی قربانی دیتا؟

وہ تو اپنی بہن کے اغوا کا ڈھنڈورا پیٹ کر مجرم کو اس کے انجام تک پہنچانے کے ڈرامے میں مصروف ہو جاتا

اور یہ بھی نہ سوچتا کہ یہ سب کرکے نقصان کس کے حصے میں آرہا ہے اس کے مقابلے میں الیان کا رویہ تو لاکھ بہتر تھا۔

پتا نہیں کتنی نفرت بھری ہوگی اس کے دل میں رومیلہ کے لیے وہ تو محض زبان سے زہر اگل سکا تھا وہ بھی اس لیے کہ رومیلا نے اتنی بات کرلی تھی ورنہ وہ یہ سب بھی نہ کہتا کہ اس کے کہے ہر لفظ کا حساب اس کی معصوم بہن کو دینا پڑے گا۔

کیا بھائی ایسے بھی ہوتے ہیں؟

رومیلہ عجیب سی حسرت لیے الیان کے بے سدھ وجود کو دیکھتی رہی اس کی آنکھیں ایک بار پھر بہنے لگی تھیں مگر اس کے ہونٹوں سے ایک سسکی بھی نہیں نکلی تھی۔

جب اس کے اپنے سگے بھائی نے اس کی ذات کو رول دیا تھا تو یہ لوگ تو اسے جو بھی کہیں وہ کم ہے بلکہ ایک طرح سے تو ان سب نے اپنی نفرت کا کھل کر اظہار ہی نہیں کیا تھا۔

کس قدر کٹھن مرحلے سے گزر رہے تھے یہ سب۔ جس شخص سے کراہیت آرہی ہو اسی کی شکل ہر وقت اپنے سامنے برداشت کرنا اور وہ بھی ایسے کہ ارد گرد لوگوں کو احساس بھی نہ ہو کسی آزمائش سے کم نہیں تھا یہ سب۔

اس کے ساتھ اب تک جو کچھ بھی ہوا وہ اس کے لیے ان لوگوں کو مکمل طور پر حق بجانب سمجھ رہی تھی مگر اس کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ وہ ان کے رویے کی جائز بدصورتی کو برداشت کرنے کے لیے پہاڑ جیسا حوصلہ کہاں سے لائے۔

☆ ☆ ☆

نمل اور سنبل رکشا میں اپنے اپنے گھر تو پہنچ گئیں لیکن ان دونوں کا ہی ذہن جیسے یونیورسٹی میں ہوئے سانحہ پر اٹک کر رہ گیا تھا۔

نمل کو سمیر کا سب کے سامنے نمل کو اپنی گرل فرینڈ کہنا سخت زہر لگا تھا اس نے مکمل تہیہ کرلیا تھا وہ آئندہ سمیر کے ساتھ کبھی کہیں نہیں بیٹھے گی۔ بلکہ اس کی پچھلی کچھ حرکتوں کی وجہ سے وہ سمیر کے ساتھ مکمل قطع تعلق کرلینے کا فیصلہ کرچکی تھی اتنے ہلکے انسان کو وہ اپنے مطلب کے لیے بھی برداشت نہیں کرسکتی تھی۔

پھر اس کے دوست نے اس کے سامنے خرم کی تصویر اپنے موبائل سے لی اور وہ اس بے ہودہ حرکت میں بھی اس کے ساتھ شامل رہا یہاں تک کہ مار پیٹ پر اتر آیا۔

اسے رہ رہ کر سمیر کی حرکتوں پر غصہ آرہا تھا اور یہ سوچ کر غصہ کوفت میں تبدیل ہو رہا تھا کہ وہ اس شخص کے ساتھ اپنا اسکینڈل بنا رہی تھی خرم کو جلانے کے لیے۔

اس کی ان حرکتوں کی وجہ سے خرم ندویہ کو اس کے مد مقابل لے آیا اور ندویہ کو اس اذیت سے گزرنا پڑا جانے اسے کیا ہوا تھا جو وہ خرم کے دوستوں کو دیکھ کر چیخ پڑی تھی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا وہ خرم سے ندویہ کی خیریت پوچھ لے لیکن اسے ڈر تھا کہیں خرم اس کے فون کرنے کو کوئی اور رنگ نہ دے دے وہ اسے کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرسکتی تھی۔

وہ یہ نہیں سوچتا کہ نمل ندویہ کی طرف سے فکر مند ہے بلکہ وہ یہ سوچتا کہ اس کا حربہ کامیاب رہا۔ نمل اسے ندویہ کے ساتھ دیکھ کر خود کو غیر محفوظ محسوس کرنے لگی تبھی اس سے رابطہ بڑھانے کے لیے ندویہ کے بہانے فون کررہی ہے ورنہ اسے ندویہ کی کیا فکر۔ حالانکہ اس کی فطرت ایسی تھی کہ اسے سب کی فکر رہتی تھی۔

یہ اور بات تھی کہ اس بات سے سنبل بھی متفق نہیں تھی گھر پہنچنے کے بعد اس نے بھی نمل سے خوب بحث

کی تھی۔

وہ خرم کی حمایت نہیں کر رہی تھی جو شخص اپنے منہ سے کہہ چکا ہو کہ میں نے محض انتقاماً "تم سے منگنی کی ہے تمہارے تھپڑ کا بدلہ لینے کے لیے اس شخص سے کوئی بھی لڑکی خوشی خوشی کیسے شادی کر سکتی تھی۔

نمل کا خرم سے منگنی توڑنے کی خواہش رکھنا سنبل کی نظر میں بالکل جائز تھا۔

مگر خرم کو تپانے اور سلگانے کی تمام کوششیں سنبل کی نظر میں سراسر حماقت اور بے وقوفی تھی جس کے نتائج بھی خود نمل کو ہی بھگتنے تھے اور جس کی ابتدا ابھی سے ہو گئی تھی۔

ایک تو وہ یونیورسٹی میں اپنا تماشا بنا رہی تھی سمیر سے دوستی کر کے دوسرے خرم کو بھی اکسا رہی تھی کوئی انتہائی قدم اٹھا لینے پر جو نمل کے حق میں ہی نقصان دہ ہونے والا تھا۔

نمل اس سے متفق تھی بھی اور نہیں بھی۔ سنبل کی باتیں غلط نہیں تھیں مگر اس کے مشورے ضرور غلط تھے

اس کا کہنا تھا خرم کے معاملے میں بالکل خاموش رہو وہ کچھ کہتا بھی ہے تو نظر انداز کر دو۔ ایک وقت ایسا آئے گا جب وہ خود تنگ آ کر اسے زچ کرنا چھوڑ دے گا۔

نمل کو یقین تھا خرم ایسا کچھ نہیں کرے گا اول تو اس میں اتنا صبر نہیں تھا کہ وہ خرم کے طنز کے نشتروں کو خاموشی سے سہہ لیتی۔

دوسری بات یہ کہ خرم اس کی خاموشی کو اس کی ہار سمجھ کر اور بھی مغرور ہو جائے گا جو کہ نمل بالکل برداشت نہیں کر سکتی تھی چنانچہ یہ تو ممکن نہیں تھا۔

البتہ ایک چیز اس نے طے کر لی تھی اور وہ تھا سمیر سے قطع تعلق۔ جو اسے ہر حال میں کرنا تھا۔

☼ ☼ ☼

ندیہ کو ہوش آیا تو اس نے خود کو اسپتال میں پایا نرس اس کے بائیں ہاتھ میں لگی ڈرپ نکال رہی تھی وہ خالی خالی نظروں سے نرس کو دیکھنے لگی جو اسے ہوش میں آتا دیکھ کر اس کی خیر خیریت پوچھنے لگی تھی تبھی عائشہ اختر کی آواز پر وہ چونک کر گردن گھما کر اپنے دائیں جانب دیکھنے لگی۔

"کیسی ہو جانو۔ اب کیسی طبیعت ہے۔" وہ بڑی محبت سے پوچھ رہی تھیں۔

"مجھے کیا ہوا تھا۔" ندیہ خالی الذہنی کے عالم میں بولی۔

"تم بے ہوش ہو گئی تھیں۔ کیا ہوا تھا یونیورسٹی میں۔" ایک کوندا سا ندیہ کے ذہن میں لپکا اور جیسے اسے سب یاد آ گیا۔

وہاں ایک لڑکے کو دیکھ کر اسے لگا جیسے شائستہ خالہ اس پر حملہ کر دیں گی۔ لیکن وہ تب بے ہوش نہیں ہوئی تھی بلکہ اس نے کچھ اور دیکھا تھا تب اس کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

اسے یاد آ گیا تھا وہ اس لڑکے کو دیکھ چکی تھی ایک بار نہیں بلکہ کئی بار اس نے اپنے سامنے مجسم اسے نہیں دیکھا تھا مگر اس کی تصویر دیکھی تھی۔

پین اور پنسل کے بنے مختلف اسکیچز میں وہ اس کی شکل دیکھ چکی تھی۔

وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ عائشہ اختر نے اس کا کندھا ہلا کر اسے چونکا دیا۔

"تم کچھ بول کیوں نہیں رہیں۔ تم ٹھیک تو ہو نا۔" وہ تفکر بھرے انداز میں بولیں۔

"ج۔۔۔ جی۔۔۔ جی میں ٹھیک ہوں بس ذرا کمزوری ہو رہی ہے۔" ندیہ نے بروقت خود کو سنبھال لیا۔

انہیں کچھ بتانا عبث تھا جو انسان بات سمجھنا تو در کنار سننا بھی نہیں چاہتا ہو اس سے اپنا مسئلہ ڈسکس کرنا حماقت ہی تھی چنانچہ اس نے صرف اتنا ہی کہا کہ ایک دم چکر آ گیا تھا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

البتہ رات کو اپنے موبائل پر خرم کی کال آنے پر وہ سوچ میں پڑ گئی بے اختیار اسے نمل کی باتیں یاد آ گئیں کہ خرم نے شرط جیتنے کے لیے اس کا نمبر لیا تھا۔

ایک پل کو اس کا دل چاہا فون کاٹ دے لیکن دوسرے پل اسے لگا اگر وہ اپنا مسئلہ خرم سے نہیں کہے گی تو کس سے کہے گی کم از کم ایک بار اس سے بات کر کے پوچھ تو لے کہ نمل کی باتوں میں کتنی سچائی ہے۔

یہی سب سوچتے ہوئے اس نے کال ریسیو کر لی۔

"اب آپ کیسی ہیں ندیہ" خرم کا لہجہ نہایت سنجیدہ تھا۔

ندیہ صرف "ٹھیک ہوں" کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"کیا ہوا تھا کیا آپ کو وہ لڑکا دوبارہ نظر آیا تھا۔" خرم کے سوال پر ندیہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

"کیا وہ لڑکی واقعی آپ کی منگیتر ہے جو میری میز پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔" اب کی بار خاموش ہو جانے کی باری خرم کی تھی۔

وہ پریشان نہیں ہوا تھا البتہ سوچ میں پڑ گیا تھا کہ اب اس کا اگلا سوال کیا ہو گا۔

"ہاں وہ میری منگیتر ہے۔" خرم نے کہا تو اس نے وہی پوچھ لیا جس کی خرم امید کر رہا تھا۔

"تو پھر وہ آپ کے بارے میں ایسا کیوں کہہ رہی تھی کہ آپ نے شرط جیتنے کے لیے میرا نمبر لیا ہے۔"

"اچھا فرض کرو اگر میں نے شرط جیتنے کے لیے تمہارا نمبر لیا تھا تو مجھے وہ ساری باتیں کیسے پتا چلیں جو میں نے پوچھی تھیں اور اگر میں شرط جیت چکا ہوں تو اب میں تمہیں کیوں فون کر رہا ہوں۔" خرم انتہائی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا ندیہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گئی تو خرم رسانیت سے کہنے لگا۔

"تم یونیورسٹی وغیرہ کے ماحول کو نہیں جانتیں اور کیونکہ تم خود آج کل کی لڑکیوں جیسی نہیں ہو اس لیے تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے کہ آج کل لڑکیاں اپنے منگیتروں کو کس کس طرح پریشان کرتی ہیں۔

وہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر کچھ اور ہی سمجھ بیٹھی اسے معلوم تھا میں تم سے پبلک ہوٹل میں ملا تھا چنانچہ اس نے ایسی بات کہی کہ تم مجھ سے بدظن ہو کر مجھ سے قطع تعلق کر لو۔

حالانکہ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں تمہارے مسئلے کو حل کرنا چاہتا ہوں۔" خرم کی آخری دو باتوں میں ذرا جھوٹ نہیں تھا۔

وہ جس طرح اسے اپنے ساتھ یونیورسٹی لے گیا تھا اور وہاں جا کر وہ جس طرح بے ہوش ہو گئی تھی اس سے خرم کو احساس جرم پریشان کرنے لگا تھا۔

بھلے ہی اس نے موبائل توڑ دیا تھا جس میں اس کی ندیہ کے ساتھ تصویر لی گئی تھی لیکن اور جانے کتنے لوگ ہوں گے جو خاموشی سے اس منظر کو موبائل کے کیمرے میں قید کر چکے ہوں گے۔

اس کے علاوہ جب ساری یونیورسٹی کے سامنے وہ اسے خاصے نازیبا انداز میں گاڑی تک لے گیا تو پھر اس سے کیا فرق پڑا تھا کہ تصویر یا مووی بننے کی صورت میں وہ سب بھی اس گھٹیا اسکینڈل سے واقف ہو جائیں گے جو وہاں موجود نہیں تھے۔

وہ صرف اسے اپنے ساتھ یونیورسٹی لے جانا چاہتا تھا مگر اس کے چلا کر بے ہوش ہو جانے پر خرم کو اس کے ذہنی طور پر بیمار ہونے کی نزاکت کا احساس ہوا تھا۔

وہ سوچتا تو نہیں چاہتا تھا لیکن گاڑی میں جو کچھ نمل نے کہا تھا وہ بھی اسے شرمندہ کر گیا تھا۔

وہ صرف ندویہ کے ساتھ جا کر آجاتا تو بات الگ تھی۔ لیکن وہ ندویہ کو اٹھا کر گاڑی تک لے کر گیا وہ واقعی بہت معیوب تھا وہ نمل کے منہ پر تو نہیں کہہ سکتا تھا لیکن اب ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنے پر اسے لگ رہا تھا کہ نمل اور سنبل کا ساتھ چلنا ندویہ کے کردار کو پامال ہونے سے بچا گیا تھا اپنی تو اسے پروا نہیں تھی کہ لوگ کیا سوچ رہے ہیں اپنے لیے تو وہ "who cares" کے مقولے پر یقین کرتا تھا۔

لیکن ایک ایسی لڑکی کے کردار کو مشکوک کرنا۔ جس سے اس کی کوئی دشمنی نہ ہو اس کی سرشت میں نہیں تھا۔

اسی لیے وہ اس کی مدد کرنا چاہتا تھا کم از کم اس کی بات سن کر اسے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کا موقع ضرور دینا چاہتا تھا اور ندویہ اتنی زیادہ ڈپریس تھی کہ اسے خرم کی بات کا یقین کرنا ہی تھا۔

ویسے بھی اس کی بات میں وزن تھا کہ وہ یہ سب کیسے جانتا ہے کہ کوئی سایہ اس گھر میں ہے وغیرہ۔ چنانچہ ندویہ نمل کی باتوں کو خرم اور نمل کی آپس کی لڑائی کا رد عمل سمجھتے ہوئے بہت ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگی۔

"آپ اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتے کیونکہ اس مسئلے کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا۔ اب جو میں نے یونیورسٹی میں دیکھا ہے اور جو میری سمجھ میں آیا ہے وہ میں آپ سے کہوں گی تو آپ بھی یہی کہیں گے یہ کیا بکواس ہے۔" ندویہ کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

"تم بتاؤ تو سہی میں ایسا کچھ نہیں کہوں گا۔" خرم بولا۔

"میں نے جس لڑکے کو دیکھا تھا وہ... وہ شائستہ خالہ کا قاتل ہے۔" ندویہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"کیا۔" خرم کی واقعی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

"ہاں۔ اسی نے شائستہ خالہ کو مارا ہے کیونکہ میرے پاس شائستہ خالہ کے بنائے ہوئے مختلف اسکیچز ہیں ان میں کئی صفحوں پر ایک ہی منظر ہے کہ دو لڑکے ایک قبر کھود رہے ہیں۔ یہ شائستہ خالہ کی قبر کھود رہے ہیں اور ان دو لڑکوں میں ایک یہی تھا جسے میں نے دیکھا تھا۔" ندویہ کی آواز کانپ رہی تھی۔

خرم کی بے یقینی کوفت میں بدلنا شروع ہو گئی اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا وہ کیوں ایک پاگل لڑکی کی مدد کرنے چل پڑا تھا۔ اس کے ذہن میں تو جو بھی آجاتا وہ کہہ دیتی اس کی باتوں میں کوئی ربط کوئی دانش مندی پوشیدہ تھوڑی تھی۔

"ندویہ جس لڑکے کو دیکھ کر تم بے ہوش ہوئی تھیں وہ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے۔ پڑھاتا نہیں ہے شائستہ خالہ کی موت کے وقت وہ بچہ ہو گا بلکہ کیا پتا پیدا ہی نہ ہوا ہو۔" خرم نے بور ہوتے ہوئے کہا۔

"نہیں خرم میں یقین سے کہہ سکتی ہوں یہ وہی لڑکا ہے کاش میں آپ کو وہ اسکیچز دکھا سکتی۔ جس جگہ پر وہ قبر کھود رہے ہیں وہ جگہ کوئی فارم ہاؤس جیسی ہے۔

وہ... وہ بہت بڑا فارم ہاؤس ہے۔ وہاں اصطبل ہے۔ بلکہ نہیں 'پیڑ' نہیں درخت ہے ایک بہت بڑا درخت جس کے آس پاس کی ساری زمین پکی ہے جہاں کوئی گھاس وغیرہ بھی نہیں ہے۔

وہیں اس درخت کے ساتھ بنے فارم ہاؤس کی دیوار کے پاس وہ لڑکا شائستہ خالہ کی لاش کو دفنا رہا ہے ان اسکیچز پر کوئی رنگ نہیں ہوتا پھر بھی میں یقین سے کہہ سکتی ہوں اس دیوار پر لائٹ گرین کلر ہوا ہے اور اس دیوار کے اوپر اسی کی ہم رنگ گرل لگی ہے شاید کبھی کسی وقت اسکیچز بناتے وقت شائستہ خالہ نے میری کلر

پنسل بھی یوز کی ہو گی اسی لیے مجھے لگتا ہے کہ وہاں گرین کلر ہوا تھا۔" ندویہ بولتی رہی اور خرم بے یقینی کے عالم میں مگر اسے سنتا رہا۔

حمید کے والد جدی پشتی رئیس آدمی تھے ان کا اپنا فارم ہاؤس تھا جو خرم نے سیکڑوں بار دیکھا ہوا تھا۔ وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ ندویہ اسی فارم ہاؤس کا ذکر کر رہی ہے ٹھیک ایسی ہی دیوار اور اس کے اوپر لگی گرل خرم کو اچھی طرح یاد تھی۔

مگر اس کا دماغ اس بکواس کو قبول کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں تھا۔

بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ ندویہ کی وہ خالہ جو ندویہ کے پیدا ہونے سے پہلے مر گئی ہوں ان کا قاتل حمید ہو جو اس وقت پیدا بھی نہ ہوا ہو۔

"دیکھو ندویہ۔" خرم نے ایک بار پھر اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر اس پر ایک ہیجان بپا تھا وہ کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھی۔

"خرم میں... میں مانتی ہوں کہ وہ اس وقت پیدا نہیں ہوا ہو گا لیکن یہ وہی لڑکا تھا یا پھر ہو سکتا ہے یہ اپنے والد یا کسی چچا سے بہت مشابہ ہو اور وہ اسکیچز اس کے کسی رشتے دار کے ہوں مگر پھر بھی مجھے یقین ہے کہ اس کا شائستہ خالہ کی موت سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔

میں... میں جانتی ہوں اس طرح کسی فارم ہاؤس کا پتا لگانا بہت مشکل ہے لیکن اگر ہم اس جگہ تک پہنچ گئے تو مجھے یقین ہے آج اتنے سال بعد بھی ہم شائستہ خالہ کی قبر کھودیں گے تو ان کی بوسیدہ ہڈیاں ضرور نکل آئیں گی اگر ہم ان ہڈیوں سے ان کی موت کے متعلق کچھ پتا نہیں بھی کر سکے تب بھی یہ تو معلوم ہو جائے گا ناں کہ شائستہ خالہ کو قتل کر کے ہی ان کی لاش کو اس طرح ایک ویران اور سنسان جگہ میں دفنا دیا گیا تھا۔" ندویہ بڑے جوش و خروش سے بول رہی تھی۔

خرم خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا اس کی دو باتیں اپنی جگہ درست تھیں وہ حمید کو ہی دیکھ کر چلائی تھی اور حمید کے ہی والد کا ٹھیک ایسا فارم ہاؤس تھا۔

بیک وقت اس کی دو باتوں میں اتنا بڑا اتفاق نہیں ہو سکتا اگر اس کا اندازہ صحیح تھا اور حمید کی جگہ اس کے والد یا کسی چچا وغیرہ اس سارے مسئلے کا سبب تھے تو وہ لاش برآمد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے جرم کا پول بھی کھول سکتے تھے۔

"خرم میں آپ کے ساتھ ایک بار پھر یونیورسٹی چلنا چاہتی ہوں۔" اسٹور روم میں رکھی وہ تصویر چاہے میں نہ دیکھ سکوں لیکن اس لڑکے کو تلاش کرنا چاہتی ہوں مجھے پتا کرنا ہے کہ وہ کون ہے اور اس کا تعلق کس گھرانے سے ہے۔" ندویہ کا انداز بڑا مضطرب سا تھا جیسے سب کچھ آج ابھی اور اسی وقت کر لینا چاہتی ہو۔

"تمہیں یونیورسٹی دوبارہ جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" خرم بے اختیار سختی سے بولا اور اس سے پہلے کہ ندویہ اس کے لہجے پر غور کرتی یا چونکتی اس نے خود کو فوراً سنبھال لیا اور کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں اس لڑکے کا ہی نہیں بلکہ اس فارم ہاؤس کا بھی پتا کر لیتا ہوں لیکن پھر تمہیں میرے ساتھ اس فارم ہاؤس پر چلنا ہو گا جہاں شائستہ خالہ کی لاش دفن ہے۔"

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور ایسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔ اب آگے پڑھیں۔

انتیسویں قسط

خرم کی بات پر ندیہ الجھ کر چند لمحوں کے لیے خاموش ہوگئی پھر پرسوچ انداز میں کہنے لگی۔

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے اس لڑکے کو اور اس فارم ہاؤس کو جانتے ہوں۔" اس کے سوال پر خرم ذرا بھی نہیں گھبرایا۔

وہ اگر حمید کے ساتھ اپنی شناسائی ظاہر بھی کردیتا تب بھی کوئی حرج نہیں تھا مگر وہ حمید کو ان تمام باتوں میں گھسیٹنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ حمید سے دوستی کا تذکرہ کرنے کی صورت میں ندیہ فوراً اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کرتی جس پر خرم ہرگز عمل نہیں کرسکتا تھا۔

حمید یادی جیسے لڑکوں کے کردار سے واقف ہوتے ہوئے بھی وہ ندیہ کو اگر اس سے ملوادیتا تو یہ اس کی نہایت کم ظرفی ہوتی جبکہ وہ کوئی بے غیرت انسان نہیں تھا۔

دوسرے ندیہ کی دماغی حالت کے بارے میں بھی کچھ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ جانے کب اسے دورہ پڑ جائے اور وہ نامناسب رویہ کا مظاہرہ کرے۔

وہ اب اسے مزید تماشا نہیں بنانا چاہتا تھا اسی لیے بہت سوچتے ہوئے بولا۔

"میں جانتا تو نہیں ہوں لیکن پتا ضرور کرسکتا ہوں مگر اس جگہ کی تصدیق بس تم ہی کرسکتی ہو۔ دراصل جس لوکیشن کا تم ذکر کررہی ہو وہ میری دیکھی ہوئی ہے۔" خرم کی بات پر ندیہ بری طرح چونک اٹھی۔

"آپ کی دیکھی ہوئی ہے۔" اس نے حیرت سے دہرایا۔

"شاید دیکھی ہوئی ہے۔" خرم نے شاید پر زور دیا تو دوسری طرف ندیہ خاموش ہی رہی آخر خرم کو ہی کہنا پڑا۔

"تبھی تو کہہ رہا ہوں اس کی تصدیق تم ہی کرسکتی ہو ہم کل ہی دن کے وقت وہاں جائیں گے کیا تم گھر سے نکل سکتی ہو۔" خرم کے سوال پر ندیہ سوچ میں پڑگئی۔

خرم کے ساتھ یونیورسٹی جانے کا فیصلہ اسے کچھ مناسب نہیں لگا تھا اور پھر جس طرح خرم کی منگیتر نے اس سے بات کی تھی اس پر تو اسے اپنے آنے پر سخت پچھتاوا ہوا تھا۔

مگر وہ اپنے حالات اور زندگی سے اتنی مایوس ہوگئی تھی کہ خرم سے قطع تعلق کرلینے کا مطلب تھا کہ اسے اس وہم کے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہوگی جو کہ اسے ہرگز منظور نہیں تھا لہٰذا خرم کے ساتھ جانا فائدے مند تھا یا بے سود وہ اپنی سی ہر کوشش کرلینا چاہتی تھی۔

مگر اس کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ وہ گھر سے نکلنے کے لیے بہانہ کیا کرے گی عائشہ اختر تو پہلے ہی اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہوگئی تھیں۔

انہوں نے ندیہ سے تو ذکر نہیں کیا لیکن انہوں نے ڈرائیور کو بلا کر اپنے طور پر سب پوچھا تھا۔

لیکن ڈرائیور بھی کوئی بے وقوف نہیں تھا اسے جب پتا چلا کہ ندیہ یونیورسٹی میں نہیں اسپتال میں ہے بلال اختر نے اسے فون کرکے کہا تھا وہ جہاں بھی ہے عائشہ اختر کو لیتا ہوا اسپتال آجائے انہیں ضروری کام سے فوراً نکلنا ہے۔

تب ڈرائیور نے یہ بتانا مناسب ہی نہیں سمجھا کہ وہ ندیہ کو یونیورسٹی میں ایک لڑکے کے پاس چھوڑ کر گاڑی بنوانے چلا گیا تھا اگر وہ یہ کہہ دیتا تو بلال اختر تو اس کی کھال ادھیڑ دیتے۔

وہ تو یہ سوچ کر ہی ڈر گیا تھا کہ ندیہ بی بی اسپتال میں ہیں جانے ان کے ساتھ کیا ہوگیا ہے وہ جو مناسب سمجھیں گی ہوش میں آنے پر بتادیں گی چنانچہ اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ بی بی جی نے کہا انہیں ٹائم لگے گا تو میں ان کی اجازت سے گاڑی ٹھیک کرانے چلا گیا۔

ندیہ کے علم میں بھلے ہی یہ سب باتیں نہیں تھیں مگر خطرہ تو تھا نا اگر عائشہ اختر نے ڈرائیور سے کچھ پوچھ لیا

اور اس نے کسی لڑکے کا ذکر کردیا تو پھر کیا ہوگا وہ ڈرائیور کو اپنے طور پر منع کرکے اسے مشکوک بھی نہیں کرنا چاہتی تھی ورنہ ہوسکتا ہے وہ اس معاملے کو اب تک سرسری انداز میں لے رہا ہو اس کے کچھ کہنے پر وہ عائشہ اختر کو مطلع کرنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوئے بھی ساری اطلاع دے دے اور یہ بھی بتادے کہ ندیہ بی بی نے خاص طور پر اسے منع کیا ہے کچھ بھی بتانے سے لہٰذا بہتر یہی تھا کہ خاموشی اختیار کی جائے اور دل ہی دل میں دعا کی جائے سو وہ یہی کررہی تھی۔

"ندیہ میں نے پوچھا ہے تم گھر سے نکل سکتی ہو یا نہیں۔" خرم اس کی خاموشی طویل ہوتی دیکھ کر ایک ایک لفظ کو کھینچتے ہوئے بولا۔

"ہاں میں آجاؤں گی لیکن صبح میں نہیں بلکہ بارہ ایک بجے تک اور میں ڈرائیور کے ساتھ نہیں آؤں گی آپ مجھے پک کرلیجیے گا۔" ندیہ کا ذہن گھر میں کچھ بھی بتائے بغیر نکلنے کے لیے تانے بانے بننے لگا۔

☼ ☼ ☼

اگلے دن کی صبح بڑی بوجھل اور اداس تھی ساری رات ایک ہی صوفے پر ایک ہی کروٹ سے لیٹے رہنے کے باعث رومیلہ کے جسم کا ہر انگ بری طرح دکھ رہا تھا۔

پھر ساری رات اس کی سوتے جاگتے اور روتے ہوئے گزری تھی۔ نیند میں ہی اس کی آنکھیں بھر آتیں اور بہنے لگتیں تو اس کی نیند ٹوٹ جاتی وہ ویسے ہی صوفے پر لیٹے لیٹے دونوں ہاتھوں سے صاف کرلیتی۔

چنانچہ صبح کمرے میں پھیلی روشنی دیکھ کر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی بے اختیار اس کی نظریں بستر کی جانب اٹھ گئیں مگر وہ خالی پڑا تھا اس نے فوراً "باتھ روم" کی طرف دیکھا۔

اس کا بھی دروازہ کھلا ہوا تھا گویا الیان اس کے اٹھنے سے پہلے ہی کمرے سے نکل کر جاچکا تھا۔

رومیلہ کو ایک محسوس کیے جانے والے سکون کا احساس ہوا اب کچھ جاننے سے پہلے بھی اسے الیان کی موجودگی ایک عجیب سی گھٹن میں مبتلا کردیا کرتی تھی اور اب تو اس میں الیان کا سامنا کرنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔

وہ شکر کا کلمہ پڑھتی جلدی سے حلیہ ٹھیک کرکے کمرے سے باہر نکل آئی۔

"آپ ٹھیک تو ہیں۔" اس پر نظر پڑتے ہی سکینہ نے چونک کر پوچھا تو رومیلہ ایک دم گھبرا گئی۔

"ہاں... کیوں... کیا ہوا۔" اس نے تیزی سے پلکیں جھپکائیں مبادا آنکھوں کی سرخی نے اس کے رات بھر رونے کا راز فاش تو نہیں کردیا۔

"آپ کی شکل سے تو لگ رہا ہے آپ کی طبیعت بہت خراب ہے آپ کو بخار تو نہیں ہورہا۔" اس نے قریب آکر رومیلہ کی پیشانی چھوتے ہوئے پوچھا تو رومیلہ بے اختیار گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"نـ... نہیں... میں ٹھیک ہوں۔"

"ارے کیا خاک ٹھیک ہیں آپ کا ماتھا تو جل رہا ہے لگتا ہے آپ کو سفر کی تھکن ہوگئی ہے۔" سکینہ نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا تو رومیلہ کچھ مطمئن سی ہوگئی۔

"ہاں... ہاں ہوسکتا ہے تھکن تو مجھے واقعی بہت ہوگئی تھی ہوسکتا ہے اسی لیے حرارت محسوس ہورہی ہو ورنہ طبیعت تو میری بالکل ٹھیک ہے۔" رومیلہ نے جلدی جلدی صفائی دی۔

"جب حرارت محسوس ہورہی ہے تو طبیعت بالکل ٹھیک کیسے ہوگئی۔"

"بھلے ہی میں ابھی ڈاکٹر نہیں بنی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنی صحت کی طرف سے لاپروائی برتیں اور مجھے احساس تک نہ ہو مجھے معلوم ہے آپ نے رات کو کھانا بھی برائے نام کھایا تھا۔"

"آپ کے چہرے پر تھکن اور خالی پیٹ ہونے کے باعث ہی بارہ بج رہے ہیں اب آپ فوراً ۔۔۔ کریں پھر میں آپ کو ایک آملیٹ دوں گی جسے کھا کر آپ تھوڑی دیر سو ئیں گی۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں سکینہ۔۔۔ سونا تو اس وقت اچھا نہیں لگے گا۔" رومیلہ فوراً بولی۔

"ارے اچھا اور برا گیا بھاڑ میں۔ آپ کو نہیں پتا ہماری برادری کی عورتیں الیان بھائی کی دلہن کو دیکھنے کے لیے کس قدر بے چین ہو رہی ہیں ایک بار ان سب کے آنے کا تانتا بندھ گیا تو آپ بس دلہن بنی ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی رہیں گی۔

اس لیے جتنی جلدی اور جتنا آرام کر سکتی ہیں اچھا ہے ویسے تو عورتیں فجر کے بعد سے ہی آنی شروع ہو جاتیں مگر دادی جان (الیان کی نانی اماں) اتنا لمبا سفر کر کے آئی ہیں سب ان کے لحاظ میں صبح سے نہیں آئے۔ حالانکہ وہ تو اپنی عادت کے مطابق فجر سے اٹھی ہوئی ہیں۔" سکینہ کہتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد اس کے سامنے ناشتے کے نام پر پراٹھا، دیسی انڈوں کا حلوہ اور لسی آ گئی۔ لسی میں تیرتا گھی دیکھ کر رومیلہ کو تو ابکائی آنے لگی۔

"حاجرہ۔۔۔ یہ ناشتا ہے۔"

"فار گاڈ سیک بھابھی کم از کم آپ یہ ناشتا ضرور کریں گی پھوپھا اور الیان بھائی نے اس ناشتے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے بریرہ اور پھپھو (شگفتہ غفار) ابھی سو رہی ہیں لیکن مجھے یقین ہے وہ بھی یہ ناشتا نہیں کریں گی۔ لہٰذا آپ کو یہ سب کھانا ہے میں الیان بھائی کی طرح آپ کو جلے سے سکے ہوئے سلائس پر مکھن لگا کر چائے پینے ہرگز نہیں دوں گی۔" شاہ جہاں ماموں کی بڑی بیٹی حاجرہ نے بڑے خلوص بھرے انداز میں ڈانٹ پلائی اور سامنے رکھی ٹرے اس کے اور نزدیک کر دی۔

اسی وقت سکینہ کمرے میں داخل ہو گئی تو رومیلہ مدد طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو ہاتھ میں گولیوں کا ایک پتا لے آئی تھی اور اس پر نظر پڑتے ہی مسکرا دی تھی۔

"حاجرہ آپا۔ بھابھی یہ ناشتا نہیں کر سکتیں ان کی تو طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے اور پھر یہ لوگ صبح صبح اتنی مرغن چیزیں نہیں کھا سکتے۔"

"کیا ہوا ان کی طبیعت کو۔" حاجرہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"تھکن ہو گئی ہے بس اور کچھ نہیں ہوا ہے۔" رومیلہ جلدی سے بولی۔

"ہوں۔ آپ کا چہرہ مرجھایا مرجھایا لگ رہا ہے چلیں پھر تو آپ کو معاف کر دیتی ہوں ورنہ میرا تو پورا ارادہ تھا آپ کو یہی ناشتا کرانے کا۔

پھوپھا (ریاض غفار) نے تو شرما حضوری میں یہ کھا بھی لیا مگر الیان بھائی نے تو صاف انکار کر دیا میں نے جبھی سوچ لیا تھا ان کی بیوی کو زبردستی یہ سب کھلاؤں گی۔ لیکن نہیں بھئی۔ آپ بھی آخر ان ہی کی بیوی ہیں۔" حاجرہ کا لہجہ تھوڑا شوخ ہو گیا تو رومیلہ زبردستی مسکرا دی۔

اب اس سے کیا کہتی کہ لفظ بیوی اس پر بالکل سوٹ نہیں کرتا وہ تو کسی کے سر پر زبردستی مسلط کیا گیا ایک بوجھ ہے۔

"کہاں کھو گئیں۔" حاجرہ نے اس کے چہرے کے آگے ہاتھ لہرایا۔

"ہوں۔۔۔ نہیں۔۔۔ کہیں نہیں۔" رومیلہ نے اپنا دھیان اس کی جانب مبذول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کیونکہ وہ بڑے شوخ انداز میں بولے جا رہی تھی۔

"پھر میں آپ کو بھی الیان بھائی کی طرح چائے توسٹ دے دوں۔"

"نہیں حاجرہ مجھے تم صرف چائے دے دو مجھے کچھ بھی کھانے کی خواہش نہیں ہو رہی۔"

"کچھ کھائیں گی نہیں تو آملیٹ کیسے لیں گی۔ میری بات مانیں جلدی سے آملیٹ کھا کر سو جائیں ورنہ دس گیارہ بجے سے جو آپ کی منہ دکھائی شروع ہو گی تو پتا نہیں شام کب تک چلے۔" سکینہ نے سمجھایا تو حاجرہ ایک بار پھر بڑے ڈرامائی انداز میں کہنے لگی۔

"اور اس وقت آپ کو اتنے سادہ سے حلیے میں کمرے سے نکلنے کی اجازت نہیں ہو گی بلکہ آپ کو میں سجاؤں گی ورنہ آپ کو کیا معلوم ہمارے علاقے کی دلہن کیسی ہوتی ہے۔

آپ اور بریرہ بھابھی دونوں بہت اچھی لگیں گی۔" اس نے نقشہ تو بہت خطرناک کھینچنے کی کوشش کی تھی مگر بات کے آخر تک اس کے چہرے پر ایک پرخلوص مسکراہٹ ابھر آئی۔

رومیلہ اس کے انداز پر بے ساختہ مسکرا دی اور پھر ان دونوں کے پرزور اصرار پر وہ واقعی کمرے میں آ کر سونے پر مجبور ہو گئی۔ سکینہ نے اسے دوا بھی ایسی دی تھی کہ وہ جلد ہی نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

رات اس کی ویسے ہی سوتے جاگتے گزری تھی چنانچہ اس وقت جب وہ دو گھنٹے کی اچھی گہری نیند لے کر اٹھی تو خود کو پہلے سے بہت بہتر محسوس کر رہی تھی سکینہ اور حاجرہ نے اس کے لیے بالکل اپنے روایتی علاقائی کپڑے نکال کر اس کے کمرے میں رکھ دیے تھے رومیلہ اتنا بھاری جوڑا دیکھ کر صرف بھنویں اچکا کر رہ گئی اور بغیر چوں چرا کیے نہا کر زیب تن کر لیے وہ باتھ روم سے باہر نکلی تو حاجرہ اس کے انتظار میں اس کے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

"واؤ۔ آپ تو بہت خوب صورت لگ رہی ہیں۔ آپ کے بال اتنے لمبے ہیں مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا۔" اس نے رومیلہ کے کمر تک آتے گھنے بالوں کو دیکھتے ہوئے ستائشی انداز میں کہا۔

رومیلہ صرف مسکرا کر رہ گئی تو وہ مزید کہنے لگی۔

"ابھی تو آپ نے وہ زیور نہیں پہنا جو ہمارے ہاں دلہن پہنتی ہے جب آپ وہ پہنیں گی پھر دیکھیے گا کیا لگتی ہیں۔" وہ خاصی پرجوش ہو رہی تھی۔

"وہ زیور ان کپڑوں کی طرح بھاری تو نہیں ہو گا نا۔" رومیلہ نے پریشانی سے پوچھا۔

"بھاری تو یہ کپڑے بھی نہیں ہیں لیکن آپ خود اتنی نازک ہیں کہ آپ کو ضرور بھاری لگیں گے۔"

"یہ کپڑے تمہاری نظر میں بھاری نہیں ہیں۔" رومیلہ نے ایک ہاتھ سے قمیص کا دامن اٹھاتے ہوئے حیرانی سے کہا تو حاجرہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"دلہن کے لحاظ سے تو بالکل بھی نہیں۔" حاجرہ نے کندھے اچکائے۔

"تو کیا کل رات کو جب بریرہ ولیمہ کی دلہن بنے گی تو وہ ایسے ہی کپڑے پہنے گی۔" رومیلہ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بھابھی۔ بریرہ کے لیے تو تائی جان (بریرہ کی ساس) نے بالکل شہر والے کپڑے بنائے ہیں جیسے شہروں میں دلہنیں پہنتی ہیں۔

اس وقت تو گاؤں کی عورتیں گھر پر ملنے آ رہی ہیں اس وقت ایسے کپڑے آپ لوگوں کو پہنا دینا الگ بات ہے لیکن اگر ولیمے کے اتنے بڑے فنکشن میں بریرہ کو علاقائی لحاظ سے تیار کیا تو بریرہ کو شاید اچھا نہ لگے۔

آخر اس کی پرورش تو شہر میں ہوئی ہے وہ اس ماحول اور رہن سہن کی عادی ہے پہلے ہی ہم لوگوں کے ماحول میں بہت فرق ہے ایسے میں ہم کوئی بھی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے جس سے بریرہ کو ایک دم اس ماحول کے مطابق ڈھلنا بہت مشکل لگنے لگے۔

ایسے تو وہ بہت گھبرا جائے گی اس رشتے کے ہونے سے پہلے ہی کافی لوگوں نے اس شادی پر اعتراض کیا تھا کہ

بریرہ یہاں ایڈجسٹ نہیں ہوسکتی۔ لیکن دادی جان کا کہنا تھا کہ ہم لوگ بھی کوئی دیہاتی گنوار نہیں ہیں ہمارے گھر میں بہت پڑھا لکھا ماحول ہے پھر بھلا بریرہ کو کیوں مشکل پیش آئے گی۔

چنانچہ ہم سب تو اسے لائے ہی یہ سوچ کر ہیں کہ وہ جیسے رہنا چاہے گی اسے رہنے دیا جائے گا پھر آہستہ آہستہ وہ خود ہی سب کچھ اپناتی چلی جائے گی اور اگر نہیں بھی اپناتی تو جس میں وہ خوش ہم بھی خوش بس سب کے ساتھ گھل مل کر رہے۔" حاجرہ کہتی چلی گئی۔

رومیلہ ان سب کی سوچ اور وسیع النظری پر حیران ہونے کے ساتھ ساتھ متاثر بھی ہوئی تھی واقعی وہ لوگ بڑے کھلے دل کے ساتھ بریرہ کو بیاہ کر لائے تھے۔

اس کے دل سے بے اختیار دعا نکلی تھی کہ بریرہ کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا تھا اس کا علم ان لوگوں کو کبھی نہ ہو یہ خوش باش گھرانہ ایسے ہی ہنستا بستا رہے اور اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔

حاجرہ نے اسے مخصوص روایتی زیور پہنا کر اس کے بالوں کی دو چوٹیاں بنا دیں البتہ میک اپ رومیلہ نے اپنا خود ہی کیا۔

اس کے باوجود اپنا آپ اسے بہت عجیب اور منفرد سا لگ رہا تھا حالانکہ حاجرہ مسلسل اسے سراہے جا رہی تھی اس کے علاوہ جس نے بھی اسے دیکھا بڑے کھلے دل سے اس کی تعریف کی سوائے بریرہ اور شگفتہ غفار کے۔

ان دونوں سے اسے اسی رویے کی امید تھی بلکہ اب کیونکہ وہ سچائی سے واقف تھی لہٰذا اب انہیں حق بجانب سمجھتے ہوئے اس کے دل میں ان کے رویے کو لے کر کوئی شکایت بھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔

بلکہ جب اس نے محسوس کیا کہ بریرہ کے مقابلے میں سب اس کی تعریف زیادہ کر رہے ہیں تو وہ تو الٹا شرمندہ ہی ہونے لگی جیسے اس نے بریرہ کے کسی حق پر ڈاکہ ڈال لیا ہو۔

اس کی فطرت ایسی تھی کہ وہ اپنی تعریف پر زندگی میں کبھی بھی نہیں اترائی تھی پھر اس وقت تو صورت حال بھی بڑی عجیب تھی وہ تو خود میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔

لیکن بھلا شگفتہ غفار کو اس کے احساسات کی کیا خبر۔ وہ تو سب کو اس کے گن گاتا دیکھ کر بری طرح تلملا گئی تھیں جس کا وہ اظہار نہیں کر پا رہی تھیں تو ان کی جھنجلاہٹ دوسری چیزوں پر نکل رہی تھی۔

"یہ آپ لوگوں نے ولیمہ کل کیوں رکھا ہے۔ آج ہی کر لیتے تو کل ہم اپنے گھر روانہ بھی ہو جاتے۔" شگفتہ غفار نے بھناتے ہوئے انداز میں نانی اماں کو دیکھا۔

"یہ تمہیں ماں کے گھر رہنا اتنا گراں کیوں گزر رہا ہے جو تم ایک ہی دن میں گھبرا گئیں۔" نانی اماں نے کچھ توجہ سے پوچھا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔" شگفتہ غفار سے کوئی جواب نہ بن سکا تو وہ سر جھٹک کر رہ گئیں جبکہ ممانی جان صفائی دینے لگیں۔

"اصل میں سوچا تو ہم نے بھی یہی تھا کہ ولیمہ اگلے دن ہی کر لیں گے مگر آپ کے بھائی نے ہی ارادہ ملتوی کر دیا ان کا کہنا تھا اگلے دن تو سفر کی تھکن ہی اتنی ہوگی کہ ولیمہ اس کے اگلے دن رکھا جائے تو ہی سکون سے ہو سکے گا۔"

"ارے تو کیا ہو گیا۔" نانی اماں بہو کے صفائی دینے پر بگڑ کر بولیں۔

"اچھا ہی ہوا جو آج ولیمہ نہیں رکھا۔ سنا نہیں تم نے۔" شگفتہ نے کیا کہا اگر آج ولیمہ ہوتا تو یہ کل ہی روانہ ہو جاتے۔

اتنے دنوں بعد تو آئے ہیں اب جائیں گے تو جانے کب آئیں گے اچھا ہی ہے کچھ دن ٹھہریں۔

اور کان کھول کر سن لو شگفتہ یہ تمہارا میکا پہلے ہے اور تمہاری بیٹی کی سسرال بعد میں۔" نانی اماں کو شگفتہ غفار

کی بات سخت ناگوار گزری تھی۔

جبکہ ان کا سب کے سامنے شگفتہ غفار کو جھڑکنا ممانی جان کو بڑا عجیب لگا وہ اپنے طور پر صفائی دینے کے لیے کہنے لگیں۔

"وہ اصل میں اس نظر سے کہہ رہی ہوں گی کہ یہاں رہنے میں الیان کی چھٹیاں ضائع ہو رہی ہیں یہاں تو یہ بعد میں بھی آ سکتی ہیں جبکہ یہاں سے جلدی جانے کی صورت میں الیان کو رومیلہ کے ساتھ کہیں باہر جانے کا موقع مل جائے گا۔" اپنے طور پر تو انہوں نے نانی اماں کو ٹھنڈا کیا تھا مگر انہیں کیا پتا تھا کہ ان کی بات شگفتہ غفار کو آگ لگا دے گی وہ جو پہلے ہی چڑی ہوئی تھیں۔ رومیلہ کے سامنے رومیلہ اور الیان کے کہیں جانے کا سنتے ہی اتنی بری طرح بھڑک اٹھیں کہ ساری مروت و لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے تنک کر بولیں۔

"الیان بھلا رومیلہ کو لے کر کہیں کیسے جا سکتا ہے اس نے کوئی سوچ سمجھ کر پلاننگ کے ساتھ شادی تھوڑی کی ہے اچانک جیسے کوئی قیامت ٹوٹی ہو ایسے تو شادی ہوئی ہے۔

اس کے پاس بھلا ان فضول چونچلوں کے لیے ٹائم کہاں ہے اتنا تو کام پھیلا ہے آفس میں۔" شگفتہ غفار تو گویا انگارے چبا رہی تھیں ان کا یہ لب و لہجہ اور انداز دیکھ کر سبھی دم بخود رہ گئے۔

سب سے زیادہ بری حالت رومیلہ کی تھی وہ تو ان کے چہرے کی جانب دیکھ بھی نہیں پا رہی تھی اور بغیر دیکھے ہی اسے پتا تھا کہ وہاں اس کے لیے کتنی حقارت تھی کیونکہ ان کا ہر لفظ زہر میں بجھا ہوا تھا خاص طور پر ان کا یہ کہنا کہ جیسے کوئی قیامت ٹوٹی ہو ایسے تو شادی ہوئی ہے۔

رومیلہ کو ذلت و شرمندگی کی گہرائیوں میں دھکیل گیا اس کے لیے وہاں سب کے بیچ بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا دل چاہ رہا تھا ابھی اٹھ کر یہاں سے بھاگ جائے مگر اس میں تو ہلنے کی بھی سکت نہیں تھی اتنی سخت بے عزتی محسوس ہوئی تھی اسے اپنی کہ اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو شگفتہ۔ کچھ تو سوچ سمجھ کر بولا کرو شادی چاہے جن حالات میں بھی ہوئی ہو اسے قیامت تو مت کہو۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ خوش رکھے بس اور کیا چاہیے یہ کوئی ضروری تھوڑی ہے کہ شادی روایتی انداز میں ہی ہو اہم چیز تو بچوں کی خوشی ہے۔" نانی اماں کے ناصحانہ انداز پر شگفتہ غفار تلملا کر رہ گئیں۔

ان دونوں کے ساتھ خوش رہنے کی دعا پر وہ با آواز بلند "اللہ نہ کرے" کہنا چاہ رہی تھیں مگر بھاوجوں کی موجودگی نے انہیں اتنا بے قابو ہونے سے روک لیا مگر پھر بھی وہ اپنی جگہ پہ پہلو بدل کر رہ گئی تھیں جسے ان کے تاثرات اور رویے کے باعث سبھی نے بھرپور طریقے سے محسوس کیا۔

"مجھے معلوم ہے تم اس بات پر دکھی ہو کہ اکلوتے بیٹے کی شادی ارمانوں کے ساتھ نہیں کر سکیں۔

لیکن اللہ کے ہر کام میں کوئی مصلحت ہوتی ہے ان دونوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لکھا تھا سو ایسا ہی ہوا اب اس پر رونے کی بجائے ان کی خوشگوار زندگی کی دعا کرو۔

تمہارے اس رویے سے اس بچی کا دل کتنا برا ہوگا۔" نانی اماں آگے کہنا چاہ رہی تھیں کہ "کم از کم اس کے سامنے تو ایسی باتیں مت کرو۔"

لیکن وہ ضبط کر گئیں اپنی بیٹی کے ہٹ دھرم مزاج سے وہ خود بھی واقف تھیں سب کے درمیان اسے زیادہ ٹوک کر وہ اس کا مزاج اور برہم نہیں کرنا چاہتی تھیں کبھی غصہ آنے کے باوجود انہوں نے اپنا لہجہ حتی الامکان نرم رکھا تھا۔

شگفتہ غفار دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔ مگر بولیں کچھ نہیں۔ سب کے بیچ ماں سے بحث کرنا انہیں مناسب نہیں لگا تھا اور ان کی تائید تو خیر وہ کر ہی نہیں سکتی تھیں۔

چنانچہ انہوں نے یہ سوچ کر سر جھٹک دیا کہ اماں کو ساری بات معلوم نہیں ہے نا اسی لیے اس چڑیل کی حمایت کر رہی ہیں ورنہ دل رکھنا تو چھوڑو وہ تو رومیلہ کو جوتے مارتے ہوئے گھر سے نکال دینے کی خواہش ظاہر کرتیں۔

شگفتہ غفار بظاہر خاموش رہیں مگر ان کی پیشانی پر پڑے بل اور نخوت سے سکوڑے ہونٹ چیخ چیخ کر ان کی سوچ کی عکاسی کر رہے تھے۔

رومیلہ تو کیا وہاں موجود سبھی کو ان کا رویہ شرمندہ کر گیا تھا چنانچہ سب ہی پانچ منٹ کے اندر اندر منظر سے غائب ہو گئے بس بریرہ اور نانی اماں وہاں بیٹھے رہے اور ملنے آنے والی گاؤں کی عورتوں سے ہلکی پھلکی بات چیت کرتے رہے۔

رومیلہ شدید خواہش کے باوجود کمرے میں جا کر بند نہیں ہو سکتی تھی وہ تو اتنے غیر حاضر دماغ کے ساتھ بیٹھی تھی کہ اسے یہ بھی علم نہیں تھا کہ کون اس کے پاس آیا اور کس نے اس سے کیا پوچھا وہ تو بس ایک مورتی بنی ہوئی تھی۔

اس کا ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کئی سوال اس کے اندر سر اٹھا رہے تھے۔

"کیا ان سب لوگوں کا رویہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔۔۔؟"

"کیا شگفتہ غفار اسی طرح ہر آئے گئے کے سامنے اسے ذلیل کریں گی۔۔۔؟"

"کیا الیان اسی طرح اس سے ہر روز نفرت سے منہ موڑے گا۔۔۔؟"

وہ ہمیشہ تو کیا چار دن بھی یہ سب برداشت نہیں کر سکتی اس کے اندر تو ابھی سے گھٹن کے باعث ایک دھواں بھرنے لگا تھا ایسا لگ رہا تھا اتنے بڑے اور کشادہ کمرے میں پنکھے چلنے کے باوجود آکسیجن کی اتنی کمی ہو گئی ہو کہ سانس لینا دوبھر ہو رہا ہو۔

آخر خدا خدا کر کے گاؤں کی عورتوں کے آنے کا سلسلہ ختم ہوا اور یہ محفل برخاست ہو گئی تو رومیلہ نے اپنے کمرے میں آکر ایسے گہری گہری سانسیں کھینچیں جیسے اگر کچھ دیر اور رکی تو دم گھٹنے کے باعث مر ہی جائے گی۔

اسی وقت اس کے پرس میں رکھا موبائل فون بج اٹھا تو اس نے بڑی بے تابی سے پرس کھولنا شروع کر دیا۔

اسے امید تھی فون ثمل یا سنبل کا ہو گا اور اسے اس وقت ان دونوں میں سے کسی ایک کی سخت ضرورت تھی۔

اور واقعی اسکرین پر ثمل کا نام جگمگاتا دیکھ کر رومیلہ نے تیزی سے فون آن کر کے کان سے لگا لیا۔

"ہیلو ثمل کیسی ہو۔" بغیر سلام کیے رومیلہ نے اتنی بے صبری سے پوچھا تھا کہ ثمل اس کی آواز اور الفاظ دونوں پر ٹھٹک گئی۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔ مگر تمہیں کیا ہوا سب خیریت تو ہے نا" ثمل کے الجھے ہوئے لہجے پر رومیلہ کو اچانک اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا تو وہ کچھ سنبھل سی گئی۔

"ہاں ہاں سب خیریت ہے میں کل ہی گاؤں پہنچ گئی تھی کافی اچھی جگہ ہے اور پھر یہاں سب لوگ اتنے اچھے ہیں کہ جگہ نہ بھی اچھی ہوتی تو بھی مسئلہ نہیں تھا۔

ابھی دوپہر کے کھانے کے بعد الیان کے ماموں وغیرہ ہم سب کو گاؤں دکھانے لے جائیں گے۔ اصل میں تو وہ مجھے ہی گھمانے لے کر جائیں گے باقی الیان کے گھر والوں کا تو سب کچھ پہلے سے دیکھا ہوا ہے۔" رومیلہ دانستہ تفصیل سے بولی تاکہ ثمل کا دھیان بٹ جائے۔

مگر دوسری طرف صرف اس کی کزن ہی نہیں بلکہ بچپن کی دوست موجود تھی وہ اس غیر ضروری تفصیل پر بڑے وثوق سے پوری سنجیدگی کے ساتھ پوچھنے لگی۔

"رومیلہ کیا بات ہے جو تم چھپا رہی ہو کیا پھر کوئی نیا مسئلہ۔۔۔" رومیلہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گئی۔

ثمل اور سنبل سے کچھ چھپانے کا اس کا کبھی بھی کوئی ارادہ نہیں ہوتا تھا مگر جو انکشاف کل اس پر ہوا تھا اسے جان کر وہ اپنے آپ سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھی تو بھلا ثمل کو کس منہ سے بتاتی۔

"رومیلہ تمہاری خاموشی مجھے ہولا رہی ہے۔" ثمل کی آواز میں واضح کپکپی تھی حالانکہ وہ اتنی آسانی سے ہاتھ پاؤں چھوڑ دینے والوں میں سے نہیں تھی۔

لیکن رومیلہ جن حالات میں اور جس طرح اس سے اتنی دور ہوئی تھی وہ ثمل کو بدسے بدترین چیز کی توقع کرنے پر مجبور کر گیا تھا اور اس چیز کا احساس ہوتے ہی رومیلہ نے خود کو نارمل کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنی خیریت کی یقین دہانی کرانی ضروری سمجھی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو ثمل۔ تمہیں کب سے ہولنے کا مرض ہو گیا خوامخواہ کے وہم مت پالو میں بالکل ٹھیک ہوں سب خیریت ہے۔" رومیلہ کی بات سے ثمل کو تھوڑا سا اطمینان ہوا مگر پوری طرح مطمئن وہ تب بھی نہیں ہوئی سبھی تھوڑا چڑ کر کہنے لگی۔

"یار جب تمہیں پتا ہے کہ تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتیں تو کیوں ٹالے جا رہی ہو سیدھی طرح بتاؤ نا کہ ہوا کیا ہے۔" رومیلہ ایک بار پھر لب بھینچ کر رہ گئی۔

وہ ایسے الفاظ ڈھونڈنے لگی جن میں ابرار بھائی کی اس درجہ خود غرضی اور کم ظرفی کی نمائش نہ ہو اور کسی طرح ان کا بھرم رہ جائے۔

مگر انہوں نے جو کیا تھا اس کے بعد پوری دنیا کی کسی بھی زبان میں ایسا کوئی لفظ نہیں تھا جسے بول کر سننے والے کو اس جرم کی شدت اور نوعیت میں کوئی کمی محسوس ہو۔

پھر بھی وہ اس تلاش میں اتنی مگن تھی کہ اسے احساس ہی نہیں ہوا کب کمرے کا ہینڈل گھما اور کب دروازہ کھلا اور الیان دبے قدموں اندر داخل ہو گیا۔

اسے حامد کے ذریعے پتا چلا تھا کہ رومیلہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور یہ کہ سکینہ نے اسے کوئی دوائی دی ہے تاکہ وہ سو جائے۔

اب یہ سب تو اس کے علم میں نہیں تھا کہ یہ دوائی وغیرہ رومیلہ کو صبح دی گئی تھی یا اس وقت، بہرحال وہ کمرے میں داخل ایسے ہی ہوا تھا کہ اگر رومیلہ سو رہی ہے تو وہ اٹھ نہ جائے ورنہ خوامخواہ اس کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اسے صرف اپنے موبائل کا چارجر چاہیے تھا جسے بیگ سے نکال کر اس کا فوراً واپس پلٹ جانے کا ارادہ تھا۔

مگر کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر بستر کے ایک کونے میں ٹانگیں نیچے لٹکائے منہ ادھر کیے بیٹھی رومیلہ پر پڑی تو اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

اسے کمرے میں موجود دیکھ کر اور وہ بھی جاگتے ہوئے دیکھ کر الیان کو شدید قسم کی کوفت ہوئی تھی موبائل اگر بالکل بند نہ ہو گیا ہوتا تو وہ چارجر لیے بغیر ہی واپس چلا جاتا مگر اب وہ اس کی پشت کو بے زاری سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ اسے موبائل پر کسی سے ہم کلام دیکھ کر کچھ رک سا گیا۔

رومیلہ کمرے میں کسی دوسرے شخص کی موجودگی سے بے خبر بڑے مطمئن انداز میں بات کر رہی تھی اسی لیے اس کا پہلا جملہ کان میں انجانے طور پر پڑتے ہی الیان پوری طرح سے اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ثمل ہوا تو کچھ بھی نہیں ہے سب کچھ ویسے کا ویسا ہی ہے جیسا میں نے بتایا تھا۔

الیان اور ان کے گھر والوں کا رویہ وہی ہے ان کی بے زاری اور ہتک آمیز سلوک جوں کا توں ہے تائی اماں کے گھر والوں کے سامنے بس ایک جھوٹا بھرم ہے لہذا اب کچھ ویسا ہی ہے جیسا تھا۔ بس اگر کہیں کوئی فرق ہے تو صرف اتنا کہ مجھے اس شادی کے پیچھے چھپا پوشیدہ سبب پتا چل گیا ہے۔" رومیلہ کے لہجہ میں پورے زمانے کی تھکن بول رہی تھی۔

"کیا مطلب۔" نمل چونکی۔

"ابرار بھائی نے الیان کو مجھ سے شادی کرنے پر کیسے تیار کیا ہے یہ مجھے کل رات پتا چل گیا ہے اور تب سے مجھے لگ رہا ہے کہ کاش میں کچھ نہ ہی جانتی تو اچھا تھا۔

ابرار بھائی نے الیان کی بہن کو اغوا کرلیا تھا اور کہا تھا کہ جب وہ مجھ سے شادی کرلیں گے تب وہ بریرہ کو چھوڑیں گے۔" رومیلہ کی آواز میں آنسوؤں کی نمی اترنے لگی۔

نمل ششدر سی اس کی بات سن رہی تھی حیرت اور تاسف سے اس کی آواز بند ہوگئی تھی مگر پھر بھی وہ پوری طرح سے رومیلہ کی طرف ہمہ تن گوش تھی جو گلوگیر لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"ابرار بھائی نے الیان کی فیملی کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے مجھے بہو کی حیثیت سے گھر میں نہیں رکھا تو وہ بریرہ کے سسرال میں اس کے اغوا ہونے کے متعلق سب بتادیں گے۔

بریرہ کی شادی سے تین چار دن پہلے یہ لوگ ایسی کوئی بدنامی مول نہیں لے سکتے تھے چنانچہ وہ مجھے بیاہ کر اپنے ساتھ لے آئے۔

ابرار بھائی کا مقصد پورا ہوگیا ہے اب اس گھر میں میرے ساتھ جو بھی سلوک ہو۔ انہیں اس سے کیا۔

انہیں تو اپنا بوجھ اتارنا تھا۔ وہ جو انہوں نے کلثام کے سامنے کہا تھا کہ وہ دن بعد ہی رومیلہ کی شادی ہوگی اور وہ بھی کسی بہت اونچے خاندان میں تو بس انہیں اپنی اس بات کو پورا کرنا تھا اپنی انا کی تسکین کے لیے انہوں نے وہ حربہ اپنایا کہ الیان جیسا آئیڈیل فیملی کا لڑکا انکار نہ کرسکے اور اس کے لیے انہوں نے میری زندگی داؤ پر لگادی۔"

رومیلہ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی فون کے دوسری جانب موجود نمل دم بخود رہ گئی تھی وہ اتنی شاکڈ تھی کہ رومیلہ کو چپ کرانا اور اسے تسلی دینا تو درکنار اسے اپنا منتشر ہوتا ذہن یکجا کرکے کچھ کہنا بھی مشکل لگ رہا تھا وہ تو بالکل پتھرا گئی تھی۔

اور ایسی ہی کچھ حالت فون کے اس جانب کھڑے الیان کی تھی رومیلہ کی بات سن کر وہ خود بھی گنگ رہ گیا تھا اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ کوئی بھائی اپنی بہن کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اس طرح اس کے علم میں لائے بغیر ایسی غنڈہ گردی اور رسہ گیری کے ذریعے کرسکتا ہے۔

وہ تو اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ اس سازش میں یہ پورا گھر شامل ہوگا لیکن یہاں تو رومیلہ کو سرے سے کچھ پتا ہی نہیں تھا۔

وہ چپ چاپ کھڑا رومیلہ کے ہولے ہولے ہلتے وجود کو دیکھے گیا البتہ نمل کے لیے چپ چاپ رومیلہ کا رونا برداشت کرنا ناممکن تھا اس نے تیز تیز پلکیں جھپکاتے ہوئے بہت ہی بودا سا عذر تراشنے کی کوشش کی صرف اور صرف اسے چپ کرانے کے لیے۔

"رومیلہ۔ رومیلہ۔ چپ ہوجاؤ۔ ہوسکتا ہے تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔ ہوسکتا ہے یہ سب سچ نہ ہو۔"

"یہ سب سچ ہے کل رات میری ابرار بھائی سے بات ہوئی ہے انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے میری شادی الیان سے کرانے کے لیے ایک لڑکی کو اغوا کرنے جیسا سنگین جرم اور گھٹیا کام کیا ہے۔

لہذا یہاں نہ کوئی غلط فہمی کی گنجائش ہے نہ ہی کسی "ہوسکتا ہے" کی جگہ۔" رومیلہ نے بھنا کر اس کی بات کا

جواب دیا اور پھر اپنے اور الیان کے بیچ کل رات ہوئی گفتگو کا مختصر احوال سنانے لگی جس کے بعد اس نے ابرار کو فون کیا اور کس طرح الیان کے گھر والوں پر حرف آئے بغیر اس نے ابرار سے سب سچ اگلوالیا۔

بلکہ ابرار نے کس ڈھٹائی سے اپنے فعل کو جائز قرار دینے کی کوشش کی یہ سب اس نے نمل سے کہہ دیا' نمل نے بے اختیار انگلیاں بالوں میں پھنسالیں اور آنکھیں ایسے موندلیں جیسے دماغ پھٹا جارہا ہو۔

حالت تو الیان کی بھی کچھ ایسی ہی تھی البتہ اس کے انداز میں شاک سے زیادہ تاسف تھا۔

کوئی بھائی محض اپنی ضد پوری کرنے کے لیے اپنی بہن کو اس طرح کسی کے ساتھ زبردستی کیسے رخصت کرسکتا ہے کیا ابرار کا دل ایک بار بھی یہ سوچ کر نہیں کانپا کہ ان لوگوں کا اس کی بہن کے ساتھ رویہ کیسا ہوگا۔

جو لڑکی سچائی جان جانے پر اتنی بری طرح بکھری ہے اور ایسے بلک بلک کر رو رہی ہے وہ ساری زندگی ان حالات میں اجنبی لوگوں کے بیچ اجنبی ماحول میں اور ناخوشگوار فضا میں کیسے گزارہ کرے گی اور کیسے سانس لے گی۔

کیا اسے اپنی بہن کی حساس فطرت کا اندازہ نہیں تھا کیا اسے علم نہیں تھا کہ جب اس پر حقیقت کا انکشاف ہوگا تو اس کے اوپر کیا بیتے گی۔

رہ رہ کر اس کے ذہن میں یہی سوال ابھر رہا تھا اور پھر اپنا اور اپنے گھر والوں کا رویہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ رخصتی سے لے کر اب تک وہ سب مسلسل اس کی تذلیل کرتے آرہے تھے اور کل رات تو الیان نے حد ہی کردی تھی۔

کل رات کی گفتگو کے بعد ہی تو اس نے ابرار کو فون کرکے ساری صورت حال جاننے کی کوشش کی تھی اور وہ بھی اس طرح کہ الیان اور اس کے گھر والوں کے رویے کی بدصورتی کا احساس تک ابرار کو نہ ہو۔

ورنہ اگر وہ غصے میں منہ پھاڑ کر صاف صاف سب بتادیتی تو ابرار کا اگلا قدم کیا ہوتا۔

جسے بہن کا گھر بسائے رکھنے کی پروا ہی نہیں جس نے اسے محض بوجھ سمجھ کر اتار پھینکا ہے وہ اپنے دھمکانے اور ڈرانے کا یہ نتیجہ دیکھ کر تو بالکل آپے سے باہر ہوجائے گا۔

پھر تو وہ اپنی بات سچ ثابت کرنے اور الیان اور اس کے گھر والوں کو سبق سکھانے کے لیے واقعی بریرہ کے اغوا کی بات اس کے گھر بتادے گا۔

اب تک تو الیان کے لاشعور میں کہیں نہ کہیں یہ یقین پوشیدہ تھا کہ ابرار صرف انہیں دھمکا رہا ہے وہ اس راز پر سے کبھی پردہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ جس دن اس نے اس راز کو فاش کیا اسی دن الیان کو مجبور کرنے اور ڈرانے کا اس کے پاس اور کوئی حربہ نہیں رہے گا۔

تب اس کی اپنی بہن بھی اجڑ کر اس کے گھر واپس آبیٹھے گی اور کیونکہ الیان کا خیال تھا کہ اس نے اپنی بہن کی شادی الیان سے اس لیے کی ہے تاکہ ان کی جائیداد اور دولت میں حصے دار بن سکے تو وہ مقصد بھی اس کا پورا نہیں ہوسکے گا۔

طلاق ہونے کی صورت میں وہ صرف حق مہر لے کر آسکتی تھی باقی کی جائیداد سے اسے ہاتھ دھونا پڑتا جبکہ اس گھر کی بہو رہنے کی صورت میں وہ وقتاً فوقتاً بڑی بڑی رقموں کا مطالبہ کرسکتے تھے۔

لیکن یہاں تو صورت حال اس کی سوچ کے بالکل برعکس تھی یہاں نہ رومیلہ سے کچھ کہنے سننے کا فائدہ تھا نہ اسے گھر سے نکال دینا ہی اس مسئلے کا حل تھا۔

وہ اس ساری بازی میں ایک پیدل جیسا مہرہ تھی جس کے پٹ جانے یا ایک ہی خانے میں کھڑے رہنے سے شطرنج کی بساط پر کوئی فرق نہیں پڑنے والا تھا۔

رومیلہ اب بھی نمل سے کچھ بات کررہی تھی مگر الیان کا اب مزید کمرے میں رکنا مشکل ہوگیا تھا وہ جن دبے

قدموں سے اندر داخل ہوا تھا اس سے زیادہ وہ بے قدموں سے باہر نکل گیا البتہ اس کے دل و دماغ میں ایک شور بلکہ ایک طوفان برپا ہوگیا تھا۔

ایک طرف اسے رومیلہ کے ساتھ ہوئی زیادتی پر دکھ تھا تو دوسری طرف اپنے گزشتہ رویے پر بھی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

اور ان سب سے بڑھ کر جو مسئلہ تھا وہ یہ تھا کہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب آگے کیا ہوگا۔

ابرار واقعی ایسی ہی ذہنیت کا انسان تھا جو اپنی بات اونچی رکھنے کے لیے اپنی بہن کو بھی اجاڑ سکتا تھا تو پھر الیان کی بہن بھلا اس کی نظر میں کیا اہم ہوگی۔

اتنا اندازہ تو اسے ہوگیا تھا کہ اسے رومیلہ کی پروا نہیں اس لیے اس کے ساتھ الیان کے گھر والے جو بھی رویہ رکھیں اسے قطعاً" پروا نہیں ہوگی لیکن اپنے دھمکانے کے باوجود ان کے قابو میں نہ آنے پر وہ بھڑک کر کوئی بھی قدم اٹھا سکتا ہے چاہے اس کی سزا اس کی بہن کو ہی کیوں نہ بھگتنی پڑے۔

☼ ☼ ☼

زوبیہ نے بڑی مشکل سے اپنے اندر ہمت جمع کی تھی وہ سب کرنے کی جو وہ کبھی خواب میں بھی کرنے کا نہیں سوچ سکتی تھی۔

بارہ بجے خرم اسے پک کرنے آنے والا تھا لیکن زوبیہ نے اسے گھر کے گیٹ پر آنے کی بجائے گھر سے کافی دور گلی کے نکڑ پر گاڑی میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے کو کہا تھا۔

صبح وہ اپنے معمول کے مطابق نیچے اتر کر آئی تھی اور ناشتے کی میز پر غیر معمولی انداز میں ہلکی پھلکی بات چیت کرتی رہی تھی جس کو بلال اختر اور عائشہ اختر دونوں نے ہی محسوس کیا تھا۔ وہ دونوں اس طرح اس کے گفتگو میں حصہ لینے پر کچھ چونک سے گئے تھے۔

عائشہ اختر تو دل ہی دل میں خوش ہوگئی تھیں اس سے آگے انہوں نے کچھ نہیں سوچا سوائے اس کے کہ آج زوبیہ کافی نارمل لگ رہی ہے جبکہ بلال اختر نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اس تبدیلی کی وجہ کھوجنے کی کوشش کی اور جب ناکام ہوگئے تو اندازہ لگاتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"پھر تم نے اپنے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے کے متعلق کیا فیصلہ کیا۔" زوبیہ چند لمحوں کے لیے سٹپٹا گئی۔

وہ اس سوال کے لیے بالکل تیار نہیں تھی لیکن کیونکہ اسے آج اپنے آپ کو ہر حال میں بالکل ٹھیک ظاہر کرنا تھا اس لیے فوراً" خود کو سنبھالتے ہوئے خوداعتمادی سے کہنے کی کوشش کرنے لگی۔

"میں۔ سوچ رہی ہوں ایڈمیشن لے لوں۔" بلال اختر اور عائشہ اختر ایک ساتھ چونکے۔

پہلے ان دونوں نے زوبیہ کو حیرانی سے دیکھا پھر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

زوبیہ ان کی کیفیت بخوبی سمجھ رہی تھی تبھی ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

"اصل میں اس گھر میں شفٹ ہونے کے بعد سے میں بور بہت ہونے لگی ہوں آج میری آنکھ صبح کے چار بجے کھل گئی اس کے بعد سے نیند ہی نہیں آئی سوچا کچھ پڑھنے بیٹھ جاؤں تو نیند اچھی آجائے گی۔

مگر آپ کو تو معلوم ہے مجھے افسانے اور ناول پڑھنے کا شوق نہیں۔ اخبار سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس وقت احساس ہوا کہ اگر کورس کی ہی کتابیں ہوں تو وقت کتنا اچھا گزر جاتا بھلا پڑھائی سے اچھی اور کارآمد مصروفیت کوئی ہوسکتی ہے۔"

زوبیہ کی گفتگو پر عائشہ اختر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھیں البتہ بلال اختر صرف سنجیدگی سے اسے دیکھ رہے

تھے۔

"ہاں ہاں زوبی بھلا پڑھائی سے اچھی مصروفیت اور کیا ہو سکتی ہے گھر کی تبدیلی واقعی تمہارے لیے خوشگوار رہی ہے۔"

عائشہ اختر نے پہلی بار بلال اختر کے سامنے اتنے واضح الفاظ میں یہ اعتراف کیا تھا۔

مگر بلال اختر ان کی طرف متوجہ ہی نہیں تھے وہ بدستور زوبیہ کو بغور دیکھ رہے تھے جو ان کی نظروں سے گھبرانے کے باوجود بظاہر اعتماد سے بیٹھی تھی۔

"جی مما یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں گھر کی تبدیلی خوشگوار تو ثابت ہوئی ہے بلکہ اب مجھے لگتا ہے میں جب سے شفٹ ہوئی ہوں میں نے اپنی الماریوں کی سیٹنگ ٹھیک طرح سے نہیں کی۔

میں سوچ رہی ہوں آج اپنی الماریاں ٹھیک کرلوں۔" زوبیہ آہستہ آہستہ موضوع کی طرف آنے لگی۔

"آج رہنے دو صبح چار بجے سے اٹھی ہوئی ہو جلدی تھک جاؤ گی پھر کسی دن کرلینا۔" عائشہ اختر کے لہجے میں ممتا بھری تھی۔ زوبیہ نے تشکر بھری نظروں سے اپنی ماں کو دیکھا جس نے عین وہی بات کہی تھی جس کی زوبیہ کو خواہش تھی۔

وہ اپنے کمرے میں الماری اور درازوں کا سارا سامان نکال کر پھیلا دینے والی تھی اور بارہ بجے کے قریب عائشہ اختر سے جاکر کہنے والی تھی کہ میں بہت تھک گئی ہوں مجھے کھانے پر جگایا نہ جائے میں سونے لیٹ رہی ہوں۔

عائشہ اختر ان معاملوں میں خاصی اصول پسند تھیں وہ زوبیہ کو کوئی سینڈوچ وغیرہ کھلا کر سونے بھیج دیتیں اور تب تک نہیں جگاتیں جب تک زوبیہ خود نہیں اٹھتی چاہے چھ بجیں چاہے سات۔ بشرطیکہ اس کی طبیعت ٹھیک ہو چنانچہ اپنی طبیعت کی طرف سے انہیں اس نے صبح ہی صبح اطمینان دلا دیا تھا۔

البتہ بلال اختر کی سنجیدگی اسے تھوڑا فکرمند کررہی تھی کہیں وہ انہیں مطمئن کرنے کی کوشش میں کچھ زیادہ تو نہیں کہہ گئی جس سے فائدہ ہونے کی بجائے الٹا نقصان ہو گیا اور وہ اس کی باتوں سے مشکوک ہی ہو گئے۔

جو بھی تھا وہ ان سے براہ راست پوچھ تو نہیں سکتی تھی اور اندازے اس کے اتنے اچھے تھے نہیں کہ وہ محض چہرے سے ان کے ذہن تک رسائی حاصل کرلیتی۔

لہٰذا ان کے دیکھنے کی پروا کیے بغیر اپنے پلان پر عمل کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"مما اب میں نے مائنڈ سیٹ کرلیا ہے بلکہ کپ بورڈ میں سے چیزیں بھی نکال لی ہیں۔" زوبیہ منمناتے ہوئے بولی اور اس سے پہلے کہ عائشہ اختر کچھ کہتیں وہ اٹھتے ہوئے تھوڑے خوشامدی انداز میں بولی۔

"میں نہیں تھکوں گی اور اگر تھک گئی تو سو جاؤں گی جتنا بھی کام باقی ہو گا سب ویسے کا ویسا ہی چھوڑ دوں گی۔"

زوبیہ کی بات پر عائشہ اختر رضامندی دینے والے انداز میں مسکرادیں تو وہ تیزی سے زینے کی طرف بڑھ گئی۔

مگر ابھی اس نے سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ اسے لگا جیسے بلال اختر عائشہ اختر سے کچھ کہہ رہے ہوں۔

غیر ارادی طور پر وہ رک کر ان کی باتیں سننے کی کوشش کرنے لگی۔

اپنا نام تو اس نے واضح طور پر سنا مگر انہوں نے کہا کیا وہ اس کی سمجھ میں نہ آیا ان کی بات کے جواب میں عائشہ اختر عجیب حیرت کرنے والے انداز میں کچھ بولیں لیکن ان کے الفاظ بھی وہ سن نہ سکی۔

دل تو چاہا واپس پلٹ کر اور تھوڑا قریب جاکر بات سن لے مگر وہ دل پر جبر کرتی اپنے کمرے میں آگئی۔

کم از کم آج کے دن وہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہتی تھی کہ پکڑے جانے پر وہ دونوں اس پر غصہ ہو جاتے۔

کمرے میں آکر اس نے ارادے کے مطابق الماری کے چھ کے چھ پٹ کھول کر سارے کپڑے نکال کر بستر پر ڈھیر کردیے اسے یقین تھا اگر اس وقت عائشہ اختر اس کے کمرے میں آگئیں تو وہ سارے کپڑے ایک ساتھ نکال

کر پھیلا دینے پر ضرور اعتراض کریں گی اور کیں وہ چاہتی تھی کہ اگر وہ آئیں تو اتنا پھیلاوا دیکھ کر اسے کئی گھنٹوں کے لیے مصروف سمجھ کر ڈسٹرب نہ کریں یہ اور بات تھی کہ وہ دو گھنٹے بعد اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

تب تک اس نے صرف ایک ہی پٹ میں کپڑے وغیرہ رکھے تھے جبکہ باقی سارا سامان جوں کا توں پڑا تھا۔

"یہ کیا زوبیہ پہلے ایک کپ بورڈ ٹھیک کرلیتیں پھر دوسرا پھیلاتیں۔" انہوں نے پورے کمرے کو بے ترتیب دیکھ کر الجھن بھری نظر اس پر ڈالی۔

"مما اس طرح تو جس خانے میں جو چیز رکھی ہے میں اسے واپس وہیں رکھ دوں گی جبکہ مجھے ساری چیزیں اسی طرح رکھنی ہیں کہ فینسی کپڑے ایک طرف ہوں کیجول کپڑے ایک جانب ہوں۔" زوبیہ نے سوچا سمجھا جواب دیا تو وہ ایک گہرا سانس کھینچتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اچھا میں ذرا مسز مجید کے گھر جارہی ہوں وہاں سے پھر میں شاپنگ پر جاؤں گی مجھے کافی دیر ہو جائے گی تم لنچ کرلینا۔" زوبیہ الماری میں سے سر نکال کر حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی۔

اسے پہلے سے اگر ان کے اس پروگرام کا پتا ہوتا تو اسے یہ سب کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی ایسا لگا تھا جیسے کوئی بوجھ اس کے سر سے سرک گیا ہو وہ پرسکون انداز میں کہنے لگی۔

"مما میرا کھانے کا کوئی موڈ نہیں۔ آپ سب ملازموں کو کہہ دیں مجھے کوئی تنگ نہ کرے میں بس یہ تھوڑے سے کپڑے رکھ کر سونے لیٹ رہی ہوں۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا تم چار بجے کی جاگی ہوئی ہو آج مت پھیلاؤ یہ سب اب تم سوؤ گی تو شام سے پہلے تو ہرگز نہیں اٹھو گی۔" ان کے کہنے پر زوبیہ نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا تو وہ بھی جانے کے لیے پلٹ گئیں اور جاتے جاتے حسب توقع اسے کوئی سینڈوچ وغیرہ کھا کر سونے کی ہدایت دیتی کمرے سے نکل گئیں۔

زوبیہ ہاتھ میں پکڑے ہینگرز ایک جانب ڈالتی کچھ دیر کے لیے بستر پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئی۔

خرم کے ساتھ اس طرح چھپ کر کسی فارم ہاؤس پر جانا ایک بہت ہی خطرناک فعل تھا اور زوبیہ جیسی بودی اور کم ہمت لڑکی کے لیے تو یہ سب کرنا کسی پہاڑ پر چڑھنے سے کم نہ تھا لیکن وہ اپنی زندگی کے اس اکیلے سے تنگ آچکی تھی وہ اس سارے کھیل کو سرے سے ختم کردینا چاہتی تھی۔

اور اس کام میں خرم کے علاوہ کوئی اس کی مدد کرنے کے لیے آگے بڑھا ہی نہیں تھا ورنہ اگر اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ ہوتا تو وہ اس طرح ایک اجنبی انجان شخص پر یقین کرکے اس کے ساتھ تن تنہا ہرگز نہ جاتی۔

وہ بے وقوف یا نادان نہیں تھی بس اپنی زندگی اور حالات سے بری طرح مایوس ہوچکی تھی چنانچہ خرم اگر اندھیرے میں تیر چلا رہا تھا تو بھی وہ اس کا نشانہ خطا نہ ہونے کی امید لگائے بیٹھی تھی۔

جانے کتنی دیر زوبیہ ایسے ہی بستر پر بیٹھی خرم کے ساتھ جانے کی اور ملازموں سے نظر بچا کر گھر سے نکلنے کی ہمت جمع کرتی رہی اور اپنے فعل کے غلط نہ ہونے کی تاویلیں خود کو دیتی رہی پھر آخر وہ بستر سے ایسے اٹھی جیسے پورے عزم کے ساتھ آگے بڑھنے کا ارادہ ہو۔

مگر تبھی اس کے برابر میں رکھا ایک سوٹ جسے وہ ہینگر کرنا بھول گئی تھی اور عائشہ اختر کے آنے پر بستر پر ہی رکھ دیا تھا پھسل کر زمین پر گر گیا۔

زوبیہ کا آگے بڑھتا قدم رک گیا اس نے جھک کر سوٹ زمین سے اٹھایا اور جیسے ہی سیدھی ہوئی ٹھٹک گئی۔

اسے اپنا خون رگوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ جھک کر جوڑا اٹھاتے وقت اسے وہم ہوا ہے یا واقعی اس کے بستر کے نیچے کوئی ہے۔

اسے اپنے پورے وجود پر چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں رینگتی محسوس ہوئیں۔
ایک خوف اسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کرتا لگا
ہاتھ میں پکڑے جوڑے پر اس کی گرفت تکلیف دہ حد تک سخت ہو گئی۔ کافی دیر وہ اسی کیفیت کے زیر اثر اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑی رہی آخر بڑی دیر بعد اس نے پلکیں جھپکتے ہوئے اپنے سکتے کو توڑنے کی کوشش کی اور پھر جب وہ اپنے جسم کو حرکت دینے کے قابل ہو گئی تب اس نے پلٹ کر وہ جوڑا جیسے تیسے الماری تک جا کر اس کے اندر رکھ دیا۔
وہ بستر کی جانب دیکھنے سے بھی گریزاں تھی اس کا وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا وہ ڈاکٹر شکیلہ کے الفاظ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی اور آہستہ آہستہ انہیں دہرانے لگی۔
"یہ۔ یہ صرف میرا وہم ہے۔"
"بس۔ بستر کے نیچے کوئی نہیں ہے۔"
"مجھے وہم ہوا ہے۔"
ندبیہ بولتی جا رہی تھی اور کپڑے الماری میں ٹھونستی جا رہی تھی یہاں تک کہ کرسی پر پڑے سارے کپڑے الماری میں چلے گئے اب مزید کپڑے اٹھانے کے لیے اسے بستر کے نزدیک جانا تھا جبکہ وہ تب سے بستر کی طرف پیٹھ کیے کھڑی تھی۔
اس نے آنکھیں موند کر ایک گہرا سانس کھینچا اور بستر کی جانب گھوم گئی یہ اور بات تھی کہ اس کی نظریں اب بھی بیڈ پر نہیں تھیں بلکہ وہ سامنے دیوار کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔
بہت سست روی سے چلتی وہ بستر کے نزدیک پہنچی تھی اور بستر پر سے کپڑے اٹھانے میں کامیاب ہوئی تھی جنہیں الماری میں لے جا کر رکھنے کے بعد جب وہ دوبارہ پلٹی تو اپنی جگہ جم گئی۔
اگر بستر کے نیچے کچھ نہیں ہے اور یہ صرف اس کا وہم ہے تو پھر اتنا ڈرنے کی بجائے ایک بار بستر کے نیچے جھانک لینے میں کیا حرج ہے یہ سارا خوف فوراً ختم ہو جائے گا۔
کوئی اس کے اندر بول رہا تھا بلکہ چلا رہا تھا ندبیہ ایک بار پھر اپنی ہمتیں مجتمع کرنے پر مجبور ہو گئی اپنے کمرے میں وہ اپنے ہی بیڈ سے خوف کھا کر اس کمرے میں کیسے رہ سکتی تھی لہٰذا اس خوف پر قابو پانا تو سخت ضروری تھا اور پھر انسانی فطرت بھی تو یہی ہے ایک بار کسی چیز کے لیے شک ہو جائے تو جب تک شک کی تصدیق یا تردید نہیں ہو جاتی وہ چین سے نہیں بیٹھتا۔
ندبیہ بھی دل کڑا کرتی زمین پر سجدہ کرنے والے انداز میں بیٹھنے لگی وہ بستر سے خاصے فاصلے پر کھڑی تھی جیسے یہ خوف ہو کہ کوئی چیز بستر کے نیچے سے نکل کر اس پر حملہ کر دے گی۔
اس نے آیت الکرسی پڑھتے ہوئے گردن کو بہت ذرا سا گھما کر کن انکھیوں سے بستر کے نیچے دیکھا تو اس کے سینے میں اٹکی سانس بڑے پرسکون انداز میں خارج ہو گئی۔
بستر کے نیچے کچھ بھی نہیں تھا وہ بے اختیار ہی مسکرا دی اور سر جھٹکتے ہوئے جیسے ہی سیدھی ہوئی اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی۔
وہ خوف سے تھرتھرائی بڑی تیزی سے پیچھے ہٹی تھی اس کی کمر پوری قوت سے الماری کے کھلے پٹ سے ٹکرا گئی تھی مگر پھر بھی وہ رکی نہیں یہاں تک کہ پٹ زوردار آواز کے ساتھ بند ہو گیا مگر وہ الماری سے لگی ہانپتی رہی۔
"کیا ہوا بی بی جی۔" ملازمہ کی آواز پر ندبیہ نے گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھا اس کے چیخ پر ملازمہ کے ساتھ ساتھ مالی تک دوڑا چلا آیا تھا۔

ندبیہ کی خوف سے گھگھی بندھ گئی تھی اس نے ایک ہراساں نظر ملازمہ پر ڈال کر جب بستر کی طرف دوبارہ دیکھا تو بستر بالکل صاف تھا سوائے ان کپڑوں کے وہاں اور کچھ نہیں تھا جو ندبیہ نے الماری میں سے نکال کر بستر پر ڈالے تھے۔
"بی بی جی آپ ٹھیک تو ہیں نا۔" ندبیہ کو الماری سے خوف زدہ انداز میں چپکا دیکھ کر ملازمہ اس کے قریب چلی آئی ندبیہ دونوں گھٹنے سینے سے لگائے اور دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے بالکل سمٹی ہوئی کسی شاک میں گھری بیٹھی تھی۔
ملازمہ کے کندھا ہلانے پر وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
جو اس نے ابھی دیکھا تھا وہ بیان کرنا بے کار تھا ملازمہ اسے وہم کہہ کر اس پر یقین نہیں کرنے والی تھی یا اگر وہ اپنی کم تعلیم اور جہالت کے باعث بہت دیر سے یقین کرتی بھی ہوگی تو بھی ان سب ملازموں کو ایسی باتیں ندبیہ کے سامنے کرنے سے سختی سے منع کیا گیا تھا بلکہ ایک ماسی کو تو اس موضوع پر بات کرنے کی وجہ سے ملازمت سے نکال دیا گیا تھا۔
پھر بھلا انہیں کیا ضرورت تھی ندبیہ سے کچھ کہہ کر اپنے روزگار پر لات مارنے کی۔
ندبیہ سب جانتی تھی لہٰذا اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے "کچھ نہیں" کہا اور خود کو نارمل ظاہر کرنے کے لیے فوراً اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔
"آپ کو پانی لا دوں بی بی جی۔ آپ دوائی کھا لیں۔" ملازمہ کے مشورے پر ندبیہ نے ٹھٹک کر اسے دیکھا۔
"کیوں دوائی کیوں کھاؤں۔" ندبیہ جانتی تھی وہ کیا سوچ رہی ہے تبھی چڑ کر بے رخی سے بولی۔
"نہ۔ نہیں۔ آپ کی طبیعت خراب ہو گئی ہے نا۔" وہ ندبیہ کو غصے میں آتا دیکھ کر کچھ بوکھلا گئی۔
"کوئی طبیعت خراب نہیں ہو رہی میری۔ میں بالکل ٹھیک ہوں بلکہ میں سونے لیٹ رہی ہوں مجھے کوئی تنگ نہ کرے اگر کسی نے بھی میرے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" ندبیہ کبھی غصہ نہیں کرتی تھی۔
مگر اس وقت اسے ملازمہ کے دوائی کھانے کا مشورہ دینے پر آگ لگ گئی تھی۔ سب لوگ اسے پاگل اور بیمار سمجھتے ہیں یہ احساس اسے ہمیشہ تکلیف پہنچاتا تھا مگر آج تو اسے غصہ بھی آ گیا تھا۔
شاید اس لیے کہ اس کے مقابل اس کے والدین ڈاکٹر یا نیجرز اور کلاس فیلوز کی بجائے اس کی ملازمہ کھڑی تھی۔
اسے بھی ندبیہ کا یہ لب و لہجہ سننے کی عادت نہیں تھی وہ بھی بے نیازی سے کندھے اچکا کر "ٹھیک ہے جی" ایسے بول کر کمرے سے نکل گئی جیسے کہہ رہی ہو "ہمیں کیا بھاڑ میں جاؤ۔"
ندبیہ کچھ دیر تو بند دروازے کو دیکھتی رہی پھر خود کو کچھ بھی سوچنے سے روکتی گھر سے نکلنے کی تیاری کرنے لگی۔
وہ دانستہ اپنے بستر کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی پھر بھی وہ منظر بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔
جب وہ سیدھی ہوئی اور اسے بستر پر خون میں لت پت ایک لڑکی کی لاش آڑی ترچھی پڑی نظر آئی۔
اس لڑکی کا چہرہ بکھرے بالوں کی وجہ سے وہ واضح طور پر نہیں دیکھ سکی مگر اس کا وجدان کہہ رہا تھا وہ شائستہ خالہ ہی تھیں۔
اسے اپنے کمرے سے ڈر لگ رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کمرے سے باہر نکل جائے۔
اسی خوف و گھبراہٹ میں اس نے پاؤں میں سینڈل پھنسایا اور پرس اٹھاتی کمرے سے باہر آ گئی یہ بھی نہیں دیکھا کہ اس کا موبائل پرس میں نہیں ہے بلکہ سائیڈ ٹیبل پر چارج پر لگا ہے۔

اس کی ساری توجہ صرف کہیں سے اچانک نمودار ہو جانے والے ملازموں پر مبذول تھی۔
مگر کمرے سے نکل کر زینے تک آنے پر اسے احساس ہوا کہ مالکان کے نہ ہونے پر وہ سب بھی کام جیسا تیسا ختم کر دیتے ہیں جبھی صرف کچن سے برتنوں کی آوازیں آ رہی تھیں شاید خانساماں ابھی کام کر رہا تھا باقی سب غائب تھے۔

زوبیہ اللہ کا شکر ادا کرتی تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گئی اور جیسے ہی باہر نکلی اس نے اپنا موبائل نکالنے کے لیے پرس کھولنا چاہا ہی تھا کہ گلی کے کونے میں خرم کی گاڑی کھڑی نظر آئی تو وہ تقریباً "دوڑنے والے انداز میں گاڑی کے پاس آئی اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی خرم نے اس کے بیٹھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی۔
"کہاں رہ گئی تھیں۔" خرم نے موبائل جیب میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔
"میں تو ٹائم پر آئی ہوں۔ کیوں۔ کیا آپ فون کر رہے تھے۔" زوبیہ نے حیرانی سے کہا۔
"فون بھی کر رہا تھا اور میسج بھی کیا تھا ساڑھے بارہ بج رہے ہیں جہاں ہمیں جانا ہے وہ جگہ بھی خاصی دور ہے چار گھنٹے تو صرف آنے جانے میں لگ جائیں گے۔" خرم نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھاتے ہوئے کہا۔
"پھر تو ہمیں اور جلدی نکلنا چاہیے تھا اب تو واپسی میں شام ہو جائے گی۔" زوبیہ نے پریشانی سے کہا۔
"تم نے جو ٹائم بتایا تھا میں تو اس سے بھی آدھے گھنٹے پہلے آ گیا تھا تم ہی لیٹ آئی ہو۔" خرم کی بات پر زوبیہ صرف اسے دیکھ کر رہ گئی۔
اپنی گھڑی دیکھ کر خود اسے بھی حیرانی ہوئی تھی وہ تو سمجھ رہی تھی ابھی گیارہ بج رہے ہوں گے اس کے خیال میں تو وہ بھی جلدی وقت سے پہلے نکل آئی تھی پھر یہ ڈیڑھ گھنٹہ بیچ میں کہاں گزر گیا شاید الماری ٹھیک کرنے میں اسے ٹائم کا اندازہ نہیں ہوا۔
جو بھی تھا وہ عائشہ اختری واپسی سے پہلے ہر حال میں گھر پہنچ جانے کی دعائیں مانگنے لگی اور یہ اس کی دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا کہ خرم نے اتنی تیز ڈرائیونگ کی تھی کہ دو گھنٹے کی بجائے محض سوا گھنٹے میں وہ فارم ہاؤس کے گیٹ سے اندر داخل ہو رہے تھے۔
خرم نے حمید کے والد سے فون کر کے کہا کہ وہ سارے دوستوں کو ایک سرپرائز پارٹی دینا چاہتا ہے اپنی سالگرہ پر' جس کے لیے اسے ان کا فارم ہاؤس چاہیے ہو گا۔
انہیں بھلا کیا اعتراض ہوتا انہوں نے فوراً "اجازت دے دی وہ خرم کی پوری فیملی کو جانتے تھے خرم بھی ان کی طرح خاندانی رئیس تھا اور انہیں بیٹے کے ایسے دوست بہت پسند تھے جو ان کے سرکل میں اونچی شان و شوکت رکھتے ہوں۔
اجازت ملتے ہی خرم نے ان سے کہہ دیا کہ پارٹی تو ویک اینڈ پر ہو گی لیکن اس کے انتظامات کے لیے اسے کل دوپہر میں جانا ہو گا۔
حمید کے والد نے اسی وقت اپنے فارم ہاؤس کے گارڈز وغیرہ کو فون کر دیا کہ خرم آئے تو کوئی اسے پریشان نہ کرے بلکہ اسے جس چیز کی ضرورت ہو مہیا کر دی جائے۔ یہی نہیں انہوں نے اس کے سرپرائز کو برقرار رکھنے کے لیے مکمل رازداری کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔
وہ ایسا وعدہ نہ بھی کرتے تب بھی خرم کو کوئی خاص پروا نہیں تھی ایک بار وہ جگہ زوبیہ کو دکھا کر وہ معاملے کی تہ تک پہنچنا چاہتا تھا آگے اس کے بارے میں کوئی کیا سوچ رہا ہے اس سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔
اس نے تو یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ جب وہ ایک لڑکی کو لے کر فارم ہاؤس پر پہنچے گا تو وہاں موجود گارڈز وغیرہ اس کے کردار کی طرف سے مشکوک ہو جائیں گے اور وہ اس بات کی شکایت حمید کے والد سے بھی کر سکتے ہیں تب وہ

اس کے بارے میں کیا سوچیں گے یا پھر ویک اینڈ پر جب وہ کوئی پارٹی نہیں رکھے گا تب وہ اس کی غلط بیانی پر اس سے بدگمان ہو جائیں گے۔
اتنا سوچنے کی اس نے زحمت ہی نہیں کی تھی اسے تو بس ایک ہی خیال آیا تھا کہ اگر حمید کے والد کے فارم ہاؤس سے کوئی لاش برآمد ہو گئی تو وہ اسی وقت پولیس کو فون کر دے گا بلکہ فرقان حسن کے دوست جو ایس ایچ او ہیں انہیں بلا لے گا کہیں ایسا نہ ہو حمید کے والد اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے اس کیس کو حل ہونے سے پہلے ہی دبا دیں۔
گاڑی ایک جگہ پارک کر کے وہ زوبیہ کو لے کر فارم ہاؤس کے پچھلے حصے کی جانب چلا گیا وہ جگہ ریسٹ ہاؤس کے پچھلی طرف ہونے کے باعث زیادہ تر ویران سی تھی اور فارم ہاؤس جتنی شاندار نہیں تھی۔
زمین پر جگہ جگہ گھاس بھی موجود نہیں تھی اور پھر وہیں پچھلی طرف ایک بہت بڑا اسٹور موجود تھا جہاں فارم ہاؤس کی مرمت اور تعمیر کا مختلف سامان ڈھیر کی صورت میں جمع تھا کچھ سامان کمرے کے باہر بھی موجود تھا جس میں زیادہ تر چیزیں باغبانی سے متعلق تھیں۔
اس احاطے میں قدم رکھتے ہی زوبیہ کے پاؤں اپنی جگہ جم گئے اس کے سامنے عین وہی منظر تھا جس کی منظر کشی اس نے اس بہترین انداز میں کی تھی کہ خرم کی آنکھوں کے سامنے پورا منظر زندہ کر دیا تھا۔
ایک بڑا سا درخت جس کے آس پاس کی پوری زمین کچی تھی درخت کے پیچھے فارم ہاؤس کی طویل دیوار تھی جس پر لائٹ گرین کلر ہوا تھا اور اس دیوار کے اوپر وہی لائٹ گرین کلر کی گرل جو فارم ہاؤس کی دیوار کو اونچا کر کے محفوظ کرنے کے لیے لگائی گئی تھی۔
زوبیہ مشینی انداز میں چلتی اس درخت کے پاس آ رکی اس کی نظریں زمین پر ایک جگہ گڑی ہوئی تھیں جبکہ اس کے چہرے پر خوف اور بے یقینی کے آثار نمایاں تھے وہ انگلی سے زمین کے ایک حصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کرنے لگی مگر اس کی زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔
خرم جانتا تھا وہ کیا کہنا چاہ رہی ہے مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے کیا کرنا چاہیے اس نے ایک نظر چاروں طرف چھلے سنانے پر ڈالی اور پھر اسٹور کے باہر رکھے باغبانی کے سامان میں سے ایک کدال اٹھا کر اس جگہ کی کھدائی شروع کر دی۔
اسے یقین تھا فارم ہاؤس کا کوئی بھی ملازم اس کی جاسوسی کرنے اس کے پیچھے نہیں آئے گا کیونکہ وہ لوگ خرم کو جانتے تھے وہ یہاں بہت بار حمید کے ساتھ آ چکا تھا۔
پھر بھی اگر کوئی آ جاتا تو وہ اسے با آسانی مطمئن کر سکتا تھا یہ کہہ کر کہ پارٹی والے دن وہ حمید کے ساتھ ایک گیم کھیلنے والے ہیں جس کے لیے یہ گڑھا کھودنا ضروری ہے اور پھر حمید کے والد نے خود فون کر کے تاکید کی تھی کہ اسے کوئی پریشان نہ کرے چنانچہ ایسی مداخلت کا کوئی امکان نہیں تھا۔
زوبیہ دھڑکتے دل کے ساتھ خرم کو زمین کھودتا دیکھتی رہی اس میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ اس کی مدد ہی کر دیتی بلکہ اس کی ٹانگوں میں تو کھڑے ہونے کی بھی سکت نہیں رہی تھی تو وہ وہیں دوزانو بیٹھ گئی۔
اس پر ایک عجیب سا خوف طاری تھا جیسے ہی خرم کدال سے زمین پر چوٹ مارتا اس کا دل ٹھہر سا جاتا ہر بار اسے لگتا کہ اب کی بار کدال کے ساتھ کوئی کپڑا بھی کھنچتا ہوا باہر آ جائے گا۔ حالانکہ شائستہ خالہ کی موت کو ایک زمانہ ہو گیا تھا اب تک تو ان کے کپڑے گل سڑ گئے ہوں گے۔
مگر ایک گھنٹہ گزر گیا خرم زمین کھودتے کھودتے ہانپنے لگا اس نے اچھا خاصا گہرا گڑھا کھود لیا تھا اور بالآخر

جھنجلائے ہوئے انداز میں گڑھے سے باہر نکل آیا کدال ایک جانب غصے سے اچھال کر وہ خود زمین پر گرنے والے انداز میں بیٹھ کر گہرے گہرے سانس کھینچنے لگا۔

بے زاری اور کوفت اس کے چہرے سے عیاں تھی ندیہ کچھ شرمندہ سے انداز میں اسے دیکھنے لگی خرم کی جھنجلاہٹ اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ اس کی بات پر یقین کر کے سخت پچھتا رہا ہے۔

جبکہ ندیہ کو لگ رہا تھا کہ اگر وہ مزید کھدائی کرے تو یقیناً "شائستہ خالہ" کی لاش پر گدھ جائے گی اسے سو فیصد یقین تھا وہ لاش یہیں ہے وہ اس جگہ کبھی نہیں آئی تھی لیکن وہ اس جگہ کو دیکھ چکی تھی جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ لاش یہیں دفن ہے۔

وہ کچھ دیر خرم کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پھر ہمت کر کے خود ہی گڑھے کی طرف بڑھنے لگی۔

خرم کا سانس اب قدرے بہتر ہو گیا تھا۔ ندیہ کو کدال اٹھاتا دیکھ کر وہ لب بھینچے اسے دیکھے گیا دل تو چاہا اسے تاڑ کر رکھ دے مگر اسے ندیہ سے زیادہ اپنے آپ پر غصہ آرہا تھا جو ایک پاگل کی بات پر اتنی دور چلا آیا اور آکر کسی کے فارم ہاؤس کی کھدائی کرنے بیٹھ گیا۔

اپنی بے وقوفی پر اسے اپنے آپ سے خجالت ہو رہی تھی جس پر وہ سوائے دل ہی دل میں تلملانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

ندیہ نے کدال اٹھا کر زمین پر مارنی چاہی مگر وہ اتنی وزنی تھی کہ ندیہ پوری قوت استعمال کرنے کے باوجود اسے مار نہ سکی اور صرف لڑکھڑا کر رہ گئی۔ گڑھا کھودنا تو دور کی بات تھی۔

خرم کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ دوڑ گئی کچھ دیر تو وہ اس کا اناڑی پن دیکھتا رہا پھر جھنا کر کھڑا ہو گیا۔

"ندیہ Just leave it یہاں کوئی لاش واش نہیں ہے۔ چلو واپس چلتے ہیں بہت دیر ہو گئی ہے۔"

"مجھے یقین ہے وہ لاش یہیں ہے اگر ہم ـــــ"

ندیہ منمنائی مگر خرم پھٹ پڑا۔

"شٹ اپ اینڈ لیٹس گو

(Shut up and let's go) خرم اتنے غصے سے بولا تھا کہ ندیہ بحث نہ کر سکی اور دل مسوستے ہوئے اٹھ گئی جاتے جاتے اس نے ایک بار پھر اس قبر کی طرف دیکھا تھا مگر خرم کا موڈ اتنا خراب تھا کہ وہ کچھ کہنے کی ہمت نہ کر سکی۔

ابھی وہ گاڑی کے قریب آئے ہی تھے کہ خرم کا موبائل بج اٹھا ایک Unknown نمبر دیکھ کر پہلے تو خرم نے سوچا لائن کاٹ دے مگر پھر کچھ سوچتے ہوئے موبائل کان سے لگا لیا دوسری طرف آواز بھی اجنبی تھی۔

"کیا میں خرم سے بات کر سکتا ہوں؟"

"خرم اسپیکنگ ـــــ" خرم بولا۔

"میں ندیہ کا والد بول رہا ہوں ندیہ سے میری بات کراؤ۔"

(باقی آئندہ ملاحظہ فرمائیں)

☆ ☆

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

نوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر نوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رکومیلہ بسمل اور حمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں حمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کمرہ دیتا ہے۔

نوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔ اب آگے پڑھیں۔

۳۱
اکتیسویں قسط

بلال اختر کا لہجہ اتنا حتمی تھا جیسے وہ فون پر ہم کلام نہ ہوں بلکہ خرم کے روبرو کھڑے ہوں اور ندیہ کو اس کے ساتھ موجود دیکھ رہے ہوں۔

خرم نے کچھ چونک کر ندیہ کو دیکھا اسے معلوم تھا ندیہ گھر میں بتائے بغیر اس کے ساتھ آئی تھی پھر انہیں کیسے پتا چلا کہ ندیہ اس وقت کہاں اور کس کے ساتھ ہے۔

دوسرے یہ کہ ان کے پاس خرم کا نمبر ہونا اس بات کی دلالت کرتا تھا کہ وہ ہوا میں تیر نہیں چلا رہے بلکہ کسی یقین کے پیش نظر ہی اس سے مخاطب ہیں۔

"ہیلو خرم! میں نے کہا ہے میری ندیہ سے بات کراؤ فوراً" ان کا برہم سا لہجہ خرم کی سماعت سے ٹکرایا تو اس نے بغیر کسی تامل کے ندیہ کی طرف موبائل بڑھایا۔

اسے بھلا اس سارے جھمیلے میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی وہ اگر جانتے تھے کہ ندیہ اس کے ساتھ ہے تو اسے خوامخواہ کا جھوٹ بول کر خود کو ہلکان نہیں کرنا تھا۔

یہ سب ندیہ کا درد سر تھا لہٰذا اس نے اسے ہی نبٹنے کو دے دیا۔

ندیہ اس کے موبائل دینے پر استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہارے فادر کا فون ہے۔" خرم نے نہایت دھیمی آواز میں کہا مگر ندیہ کی سماعت پر جیسے کوئی بم پھٹا ہو ایسا دھماکا ہوا۔

وہ آنکھیں پھاڑ کر خرم کو ایسے دیکھنے لگی جیسے اس کی دماغی حالت پر شک ہو رہا ہو۔

"بات کرو نا، ویٹ کر رہے ہیں۔"

"تم ——— تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔" ندیہ بدک کر پیچھے ہٹ گئی وہ اتنی دھیمی آواز میں بولی تھی کہ خرم بمشکل سن پایا تھا پھر بھی اس نے موبائل کے اسپیکر پر انگلی رکھ دی اور رسانیت سے کہنے لگا۔

"انہیں پتا ہے تم میرے ساتھ ہو۔ اب چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بات کرلو ان کی ٹینشن دور ہو جائے گی۔"

"مگر ——— انہیں کیسے پتا چل سکتا ہے ——— تم، تم فون بند کردو بلکہ ان سے ——— ان سے پوچھو کہ انہوں نے تمہیں کیوں فون کیا اور ——— اور ان کے پاس تمہارا نمبر کہاں سے آیا۔" ندیہ بری طرح ہکلاتے ہوئے ہراساں انداز میں بولی۔

"یہ سب سوال تم خود کرلو۔" خرم بےزاری سے بولا موبائل کان سے ہٹا ہونے کے باوجود اسے بلال اختر کا مسلسل ہیلو ہیلو کرنا صاف سنائی دے رہا تھا۔

خرم کی بات پر ندیہ خوفزدہ نظروں موبائل کو دیکھتے ہوئے سر زور زور سے نفی میں ہلانے لگی۔

خرم اس صورت حال پر تپ کر رہ گیا اس نے بلال اختر سے بات کرنے کے بجائے موبائل آف کر دیا اور نہایت غصے سے گاڑی کا دروازہ کھولتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

ندیہ نے اس کے تیور دیکھ کر جلدی سے اس کی تقلید کی پھر سارے راستے اسے نہایت رش ڈرائیونگ کرتا دیکھ کر بھی خاموش بیٹھی رہی ایک طرح سے وہ یہاں موجود ہو کر بھی یہاں موجود نہیں تھی اس کا ذہن مسلسل بلال اختر کے فون کے متعلق سوچ رہا تھا۔

انہیں بھلا کیسے پتا چل گیا اور اگر پتا چل ہی گیا ہے تو اب گھر پہنچ کر اسے کیا کرنا ہوگا وہ کیسے انہیں سمجھائے گی۔

سوچ سوچ کر اس کا دل ڈوبا جا رہا تھا اس کی ہر ہر حرکت اس کے شدید نروس ہونے کو ظاہر کر رہی تھی بری طرح ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے سے مسلنا، بار بار خم کھاتے بندھے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑسنا، ہونٹ چبانا اور آنکھوں میں آئی نمی کو پلکیں جھپکا کر پینے کی کوشش کرنا۔

خرم دیکھ تو رہا تھا مگر اس کا تسلی دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا ایک تو وہ اس کی بات پر یقین کر کے فارم ہاؤس جانے پر بری طرح پچھتا رہا تھا۔

دوسرے ندیہ کے گھر والوں کے سب جان جانے پر وہ لوگ جس طرح اس کے اور ندیہ کے بارے میں سوچ رہے ہوں گے اس سے بھی اسے شدید کوفت ہو رہی تھی۔

ندیہ اگر بلال اختر سے بات کر لیتی تو شاید وہ who cares سوچ کر بلال اختر کے اپنے متعلق لگائے اندازوں کو جھٹک دیتا۔

مگر ندیہ نے اس طرح منہ چھپا کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس کا خرم کے ساتھ ہونا ایک بہت ہی معیوب حرکت تھی جس پر بات کرنا اس سے بھی شرمناک تھا۔

ندیہ کا یہ انداز اس کی جھنجلاہٹ میں اضافہ کر رہا تھا آخر کافی دیر بعد اس نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمہارے فادر نے تمہیں تمہارے موبائل پر فون کیوں نہیں کیا تم کہیں بھی جاتی ہو اور کسی کے ساتھ بھی جاتی ہو انہیں صرف تم سے بازپرس کرنی چاہیے نا کہ دوسرے لوگوں کو پریشان کیا جائے۔" اس کی بات پر ندیہ الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی تبھی خرم کچھ چونکتا ہوا بولا۔

"تمہارا موبائل کہیں سائلنٹ پر تو نہیں ہے تم میرا فون بھی اٹینڈ نہیں کر رہی تھیں۔" اس کے پوچھنے پر ندیہ بیگ کی زپ کھولتے ہوئے کہنے لگی۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ انہوں نے مجھے فون کیا یا نہیں لیکن ان کے پاس تمہارا نمبر کیسے آیا اور انہیں یہ کیسے پتا چلا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

اب میں گھر جا کر ان سے کیا کہوں گی۔" ندیہ موبائل تلاش کرتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں بول رہی تھی۔

"میں تمہیں گھر سے دور اتار دیتا ہوں اگر گھر کے پاس کوئی پارک وغیرہ ہے تو تم کہہ دینا کہ میں واک کرنے گئی تھی۔" خرم نے لاپروائی سے کہا۔

"وہ لوگ اتنے بےوقوف نہیں ہیں اور پاپا کا تمہیں فون کرنے کا مطلب یہی ہے کہ انہیں یقین ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

کہیں انہوں نے راستے میں ہمیں کہیں دیکھ تو نہیں لیا۔" ندیہ نے موبائل تلاش کرنے کی کوشش ترک کرتے ہوئے کہا۔

"کیا پتا" خرم نے عدم دلچسپی سے موڑ کاٹنے کے لیے اسٹیئرنگ گھمایا۔

"لگتا ہے میں اپنا موبائل گھر پر ہی بھول آئی ہوں!" ندیہ نے پرس بند کیا اور بڑبڑانے والے انداز میں بولی۔

"کہیں تمہارا موبائل تمہارے پاپا کے ہاتھ تو نہیں لگ گیا اس پر میں نے کالز کی تھیں اور میسج کیا تھا کہ کب تک میں باہر تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔" خرم نے پرسوچ انداز میں کہا تو ندیہ ایسے چونکی جیسے اس کی بات کے سچ ہونے کا یقین ہو۔

وہ خوفزدہ نظروں سے خرم کو دیکھتی چلی گئی اس کی گھبراہٹ میں کئی گنا اضافہ ہو گیا اسے بالکل روہانسا ہوتا دیکھ کر خرم نے بڑی کھوکھلی سی تسلی دی۔

"تمہارے پاپا تو اس وقت آفس میں ہوتے ہیں ناں موبائل تو تم گھر پر بھولی ہو۔" ندیہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بےچینی سے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"اگر لاعلمی مل جاتی تو ہم بتا بھی دیتے ہم کہاں گئے تھے اب کچھ کہیں گے تو وہ تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی

پاگل سمجھیں گے۔" خرم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

ندیہ اس پر ایک زخمی سی نظر ڈال کر رہ گئی اس پل اسے لگا کہیں خرم بھی دوسروں کی طرح پاگل تو نہیں سمجھ رہا لیکن وہ تو خود شائستہ خالہ کی روح دیکھ چکا ہے وہ بھلا ایسا کیوں سوچے گا۔

خرم نے اس کے گھر سے کافی دور جب گاڑی روکی تو ندیہ اترنے کے بجائے دور سے اپنے گھر کی گلی کو دیکھتی رہی۔

"کیا میں چلوں۔" خرم اس کے چہرے پر پھیلے اضطراب کو دیکھتے ہوئے بولا تو ندیہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں، نہیں تم جو کچھ کر رہے ہو وہی بہت ہے خوامخواہ پاپا تمہیں کچھ اُلٹا سیدھا بول دیں گے تو مجھے اور شرمندگی ہوگی۔" ندیہ کے لہجے میں شدید ندامت تھی خرم چپ ہو کر رہ گیا۔

جو اس نے ندیہ کے ساتھ کیا تھا اس کے سامنے آج کی یہ محنت کچھ بھی نہیں تھی۔

ندیہ دل کڑا کر کے اترنے لگی تو خرم بے اختیار بول اٹھا۔

"میں یہیں انتظار کر رہا ہوں اگر بات زیادہ بگڑے تو مجھے فون کر کے بلا لینا۔" ندیہ صرف سر ہلا کر رہ گئی اس نے یہ نہیں کہا کہ۔

"اگر تمہیں بلا لیا تو بات زیادہ بگڑ جائے گی۔" وہ ماتھے پر آئے پسینے کو پونچھتی گھر کے گیٹ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

گھر میں داخل ہونے کے لیے وہ پہلے ہی چابی لے کر نکلی تھی لہٰذا گیٹ کھولنے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی۔

اپنے گھر کے وسیع و عریض لان میں کھڑے ہو کر وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکتی تھی کہ بلال اختر اور عائشہ اس وقت گھر کے کس حصے میں موجود ہوں گے۔

زیادہ امکان یہی تھا کہ وہ دونوں نیچے لاؤنج میں ہوں گے لہٰذا وہ سامنے والے دروازے سے داخل ہونے کی بجائے گھر کے پچھلے حصے کی طرف بڑھ گئی جہاں سے وہ کچن کے دروازے سے آرام سے گھر میں داخل ہو سکتی تھی۔

سوا چار بج رہے تھے کچن سے سارا کام سمیٹ کر ملازم کچن کی بتی بجھا کر اپنے کمرے میں چلے گئے ہوں گے البتہ کچن کا دروازہ اس لیے کھلا چھوڑ گئے ہوں گے کہ ساڑھے پانچ بجے بغیر کسی کو پریشان کیے وہ خود ہی دروازہ کھول کر کام پر واپس آ سکیں اور عائشہ اختر کو چائے وغیرہ دے سکیں۔

چنانچہ کچن کا دروازہ کھول کر وہ بڑی احتیاط سے اندر داخل ہوئی کچن حسب توقع خالی تھا اور چاروں طرف پھیلا منجمد سناٹا گواہی دے رہا تھا کہ باہر لاؤنج میں بھی کوئی نہیں ہے۔

ندیہ موقع کا فائدہ اٹھاتی جلدی سے کچن سے باہر نکلی اور زینے کی طرف بڑھ گئی وہ کسی کی بھی نظر پڑنے سے پہلے اپنے کمرے میں داخل ہو جانا چاہتی تھی اور آج تو قسمت بھی اس کا خوب ساتھ دے رہی تھی جو زینے سے لے کر دروازے تک اسے کوئی بھی نظر نہ آیا یہاں تک کہ وہ اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔

مگر کمرے میں قدم رکھتے ہی اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔

بلال اختر اور عائشہ اختر دونوں اس کے کمرے میں موجود تھے۔

عائشہ اختر بستر پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھیں جبکہ بلال اختر ان کے سامنے ہاتھ میں موبائل پکڑے اس طرح کھڑے تھے جیسے ابھی ابھی کسی سے بات کر کے فارغ ہوئے ہوں اور اس کا لب لباب عائشہ اختر کو سنا رہے ہوں۔

ندیہ پر پہلے عائشہ اختر کی نظر پڑی اس نے ان کے چہرے پر واضح طور پر اطمینان پھیلتے دیکھا تھا اور بلال اختر کی

نظر پڑنے تک وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"ندیہ کہاں تھیں تم۔" عائشہ اختر نے بے قراری سے پوچھا اور اس سے پہلے کہ وہ اس کی طرف بڑھتیں بلال بیچ میں آ گئے۔

"تم ٹھیک تو ہو نا! بیٹا۔" ان کے لہجے میں غیر معمولی محبت تھی۔

"جی۔۔۔ جی۔" ندیہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے کیا کہنا چاہیے جبکہ بلال اختر اس کے قریب آ کر اسے تھامتے ہوئے بولے۔

"تمہاری مما کی تو عادت ہے بلاوجہ پریشان ہو جانے کی۔ تمہاری شاید طبیعت خراب ہو گئی تھی ملازمہ نے گھبرا کر تمہاری مما کو فون کیا انہیں گھر آ کر جب تم کہیں نظر نہ آئیں تو انہوں نے مجھے فون کر دیا۔

اور میری حماقت دیکھو کہ میں بھی آفس سے اٹھ کر فوراً ہی آ گیا تمہاری مما سے کہا بھی تھا کہ اوپر چھت پر یا پیچھے سرونٹ کوارٹر کی چھت پر جا کر دیکھیں تم فراغت کے ٹائم میں وہیں چلی جاتی ہو۔ میں بھی دوڑا دوڑا گھر آ گیا۔

کہاں چھت پر تھیں؟" بلال اختر بہت پچکارنے والے انداز میں بول رہے تھے۔

ندیہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اس کے ساتھ کیا کھیل کھیل رہے ہیں جب انہیں پتا ہے کہ وہ خرم کے ساتھ تھی کیا اپنے کمرے میں بھی وہ سینڈل پہنے اور پرس لٹکائے داخل ہوئی ہے صاف ظاہر ہو رہا ہے وہ چھت پر نہیں تھی بلکہ باہر سے آ رہی ہے پھر وہ اس طرح کیوں پیش آ رہے تھے ندیہ ان کی منطق تو نہیں سمجھی تھی البتہ تھوڑی سی پرسکون ہو گئی تھی کہ وہ ان کے ممکنہ سوالوں سے بچ گئی ہے اس کا سر خود بخود اثبات میں ہل گیا۔

"دیکھا میں نے پہلے ہی کہا تھا مگر تم مانتی ہی نہیں ہو۔" بلال اختر بہت پرجوش انداز میں عائشہ اختر کی جانب مڑے۔

حالانکہ بلال اختر کی ندیہ کی جانب کمر تھی پھر بھی وہ پورے وثوق سے کہہ سکتی تھی کہ بلال اختر نے عائشہ اختر کو کوئی اشارہ کیا تھا۔ شاید خاموش رہنے کا۔

کیونکہ عائشہ اختر ان کا اشارہ پاتے ہی کھڑی ہو گئی تھیں وہ بھی اس کے گال کو بڑے دلار سے تھپکتی اور پیار بھرے دو چار جملے بولتی آگے بڑھ گئیں۔

ان دونوں کے کمرے سے جانے کے بعد بھی ندیہ کتنی دیر اپنی جگہ جمی رہی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے والدین اس سے باز پرس کیے بغیر اس کے کمرے سے کیوں چلے گئے۔

اگر انہوں نے خرم کو فون نہ کیا ہوتا تو وہ یہ سمجھ لیتی کہ انہیں اس کا گھر سے باہر جانا پتا ہی نہیں چلا لیکن اب وہ ایسی کوئی تاویل خود کو نہیں دے سکتی تھی جس سے بلال اختر اور عائشہ اختر کے رویے کی وضاحت ہو پاتی۔

وہ سوال جواب سے بچ جانے کے باوجود ایک الجھن میں مبتلا ہو گئی تھی جسے وہ دونوں ہی دور کر سکتے تھے جبکہ ان سے کچھ پوچھنے کی حماقت نہیں کرنا چاہتی تھی اچھا ہی تھا اگر یہ باب یہیں بند ہو رہا تھا اسے کیا ضرورت تھی دبی راکھ کو ہوا دینے کی۔

☆ ☆ ☆

عائشہ اختر ملازمہ کے فون پر فوراً "اپنا پروگرام کینسل کر کے گھر آئی تھیں مگر گھر آنے پر جب انہیں ندیہ اپنے کمرے میں نظر نہ آئی تو وہ پیچھے سرونٹ کوارٹر کی طرف اسے تلاش کرنے چلی گئیں جہاں کالج کے بہانے وہ پہلے بھی۔۔۔ جا کر بیٹھ جاتی تھی۔

لیکن جب وہ وہاں بھی نہ ملی تو عائشہ اختر اسے سارے گھر میں تلاش کرنے لگیں مگر تمام ملازم اور عائشہ اختر

گھنٹے بھر کی کوشش کے بعد بھی کامیاب نہ ہوئے تب عائشہ اختر نے بری طرح روتے ہوئے بلال اختر کو فون کیا وہ بھی گھبرا کر اپنی میٹنگ کینسل کر کے آگئے آتے ہی انہوں نے ندیہ کے موبائل پر کال کی تو عائشہ اختر نے چڑ کر بتایا۔

"موبائل اس کا سائیڈ ٹیبل پر ہی رکھا ہے میں پہلے ہی فون کر چکی ہوں تبھی تو کہہ رہی ہوں وہ گھر پر ہی ہے کہیں باہر نہیں گئی۔" بلال اختر نے کچھ سوچتے ہوئے اس کا موبائل سائیڈ ٹیبل پر سے اٹھا کر جلدی جلدی اس کی مسڈ کالز دیکھنے لگے۔ جہاں ان کے اور عائشہ اختر کے علاوہ ایک اور نام کی تین مسڈ کالز موجود تھیں۔

خرم کا نام پڑھ کر وہ بری طرح چونک اٹھے انہوں نے ٹائم دیکھا تو وہ تینوں کالز عائشہ اختر کے فون کرنے سے پہلے کی تھیں یکی نہیں اس کے نام کا ایک میسج بھی موجود تھا جسے کھول کر پڑھنے پر ان کا دماغ گھوم گیا۔

اس میسج کے مطابق تو ندیہ اس لڑکے کے ساتھ کہیں باہر جارہی تھی اور وہ باہر گاڑی میں اس کا انتظار کر رہا تھا انہوں نے فوراً" اپنے موبائل سے خرم کو کال کی تاکہ وہ ندیہ کا نمبر دیکھ کر ہوشیار نہ ہو جائے۔

حسب توقع خرم نے انجان نمبر کی کال بڑی بے پرواہی سے ریسیو کر لی البتہ اس وقت انہیں شدید حیرت ہوئی جب ان کے تعارف کرا کر ندیہ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کرنے پر خرم کے کسی انداز سے اس کا ہڑبڑانا ظاہر نہیں ہوا پھر بھی انہیں اس کی خاموشی پر غصہ آگیا تو انہوں نے قدرے سختی سے اپنا مطالبہ دہرا دیا۔

خرم اب بھی کچھ بولا نہیں مگر کچھ آوازیں ان کی سماعتوں سے ضرور ٹکرائیں۔ وہ اتنی سرگوشیانہ تھیں کہ وہ ٹھیک طرح سے الفاظ سمجھ نہ سکے مگر یہ اندازہ انہیں بخوبی ہو گیا کہ خرم ندیہ کو بات کرنے کے لیے کہہ رہا ہے مگر وہ انکار کر رہی ہے پھر اچانک لائن ڈسکنکٹ ہو گئی اور اس کے بعد خرم کا فون سوئچ آف آنے لگا۔

دوسری طرف عائشہ اختر انہیں کسی سے فون پر ندیہ سے بات کرنے پر اصرار کرتا دیکھ کر ان کے نزدیک چلی آئیں اور "کون ہے کس سے بات کر رہے ہیں۔" کی تکرار کرنے لگیں تو بلال اختر نے تنگ آکر فون بند کر دیا اور خرم کے بارے میں انہیں مختصراً" بتا دیا۔

جسے سن کر وہ توق ہوتے چہرے کے ساتھ بستر پر بیٹھتی چلی گئیں۔

"میری بیٹی اور ایک لڑکے کے ساتھ۔" ان پر تو جیسے آسمان گر پڑا تھا۔

"وہ کوئی معمولی لڑکا نہیں ہے۔ تم نے تو شاید اسے دیکھا نہیں بہت گڈ لکنگ ہے وہ۔ اور سب سے بڑھ کر فرقان حسن کا اکلوتا بیٹا ہے۔

خاندان، حسب نسب، دولت، وجاہت کسی چیز میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔" بلال اختر بہت کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہے تھے عائشہ اختر چیخ پڑیں۔

"بھاڑ میں جائے اس کی دولت اور وجاہت۔ جس نے میری بیٹی کو ورغلا لیا میں لعنت بھیجتی ہوں اس کے حسب نسب پر۔"

"تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ ندیہ کو ورغلا رہا ہے آج کل لڑکے لڑکیاں شادی سے پہلے ڈیٹس مارتے ہیں اگر وہ ندیہ کے لیے سیریس ہے تو اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔"

"بلال آپ ہوش میں تو ہیں آپ کی جوان بیٹی ایک غیر لڑکے کے ساتھ ہے اور آپ۔۔۔"

"وہ کوئی غیر نہیں ہے میں اس لڑکے کے گھر کا پتا تک جانتا ہوں میں اگر چاہوں تو ابھی اور اسی وقت اس کے پاس پولیس لے کر پہنچ سکتا ہوں۔

لیکن میں بات خراب نہیں کرنا چاہتا۔ ٹھہرو میں ڈاکٹر شکیلہ کو فون کرتا ہوں۔" بلال اختر نے کچھ چونکتے ہوئے ڈاکٹر شکیلہ کا نمبر تلاش کرنا شروع کر دیا جبکہ عائشہ اختر کی بے قراری کو کسی طرح قرار نہیں آرہا تھا۔

"بلال خدا کے لیے کچھ تو موقع کی نزاکت کو سمجھیں اس وقت ایک ایک لمحہ قیمتی ہے اس سے پہلے کہ ہماری بیٹی کے ساتھ کوئی انہونی ہو جائے آپ خرم کے والد کو فون کریں۔

ڈاکٹر شکیلہ کو ان باتوں میں انوالو کر کے آپ کیوں اسے اسکینڈلائز کر رہے ہیں آخر آپ میری بات کیوں نہیں سمجھ رہے۔" عائشہ اختر کہتی چلی گئیں اور بلال اختر ڈاکٹر شکیلہ کے فون ریسیو کرنے پر انہیں ساری تفصیل سے آگاہ کرنے لگے۔

ان کا ردعمل کچھ ملا جلا سا تھا ان کے لیے بھی ندیہ کا ایک لڑکے کے ساتھ ہونا خاصا حیران کن تھا وہ ندیہ کی طرف سے فکر مند بھی ہو گئی تھیں مگر ان کی تشویش میں اس وقت کمی آگئی جب انہوں نے خرم کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں سنا۔

"ایسی ہائی فائی فیملیز میں ایسے افیئرز کوئی بہت بڑی بات نہیں ہوتے بلکہ میں تو کہوں گی خرم کے خلاف کوئی ایکشن لینے سے پہلے ان دونوں کے بیچ تعلقات کی نوعیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔" ڈاکٹر شکیلہ بڑی سنجیدگی سے بول رہی تھیں۔

"ڈاکٹر اس کے لیے وقت چاہیے جبکہ ندیہ ابھی پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے اس کے ساتھ ہے" بلال اختر نے وال کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہی ہوں مگر آپ یہ بھی تو سوچیں ندیہ خود اپنی مرضی سے اس کے ساتھ گئی ہے ایسے میں خرم کے خلاف پولیس میں کیس کرنے سے بدنامی آپ کی زیادہ ہو گی جبکہ خرم اور اس کی فیملی کو اتنا فرق نہیں پڑے گا۔

اصل میں، میں صرف یہ کہنا چاہ رہی ہوں خرم کی فیملی کے ساتھ بگاڑ پیدا کرنے کے بجائے آپ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کریں۔

ندیہ ماشاء اللہ اتنی حسین ہے اگر خرم اس میں سیریسلی انوالو ہو جاتا ہے تو آپ بس فٹافٹ اس کی شادی خرم سے کر دیں اس سے پہلے کہ وہ اس کی ذہنی حالت کے بارے میں کچھ بھی جان سکے آئی ہوپ شادی کے بعد ندیہ کے بہت سارے پابلمز خود ہی چینج ہو جائیں گے اور وہ ایک نارمل لڑکی کی طرح بی ہیو کرنے لگے گی۔

لیکن ان سب باتوں پر عمل کرنے کے لیے آپ کو بڑی سمجھ داری سے کام لینا ہو گا ابھی جب ندیہ گھر آتی ہے اس پر کچھ ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں کہ آپ کو اس کے خرم کے ساتھ جانے کے متعلق کچھ پتا ہے یا اس پر کوئی ابجکشن ہے۔"

"مگر ڈاکٹر میں نے تو خرم کے موبائل۔۔۔"

"مجھے پتا ہے آپ نے خود ہی ابھی تھوڑی دیر پہلے بتایا ہے لیکن ندیہ خود سے یہ ہرگز نہیں پوچھے گی کہ آپ کو کیسے پتا چلا یا آپ نے خرم کو فون کیوں کیا etc پھر بھی خلاف توقع ایسا ہوتا ہے تو آپ بھی کھل کر بات کر لیجیے گا لیکن خود سے اسے مت چھیڑیں۔

اس کا ایک لڑکے کے ساتھ ہونا ہمارے لیے باعث فکر ہے مگر اس نے آج جو اسٹیپ لیا ہے وہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس کے کانفیڈنس لیول میں فرق آیا ہے وہ آج کل کی لڑکیوں کی طرح اکیلے باہر آجا سکتی ہے۔

اسے گھر آنے پر بہت ڈانٹ کر اس کے اس کانفیڈنٹ کو دوبارہ زیرو میں کنورٹ مت کریں۔" ڈاکٹر شکیلہ نے کچھ چار پانچ نصیحتیں کر کے فون بند کر دیا۔

بلال اختر نے اسپیکر آن کر دیا تھا تاکہ عائشہ اختر بھی ساری گفتگو سن سکیں انہوں نے بڑے صبر سے فون بند ہونے کا انتظار کیا اور فون بند ہوتے ہی ایک ہی سانس میں شروع ہو گئیں۔

"آپ اور ڈاکٹر شکیلہ جانے کون سی تصوراتی باتیں کر رہے ہیں۔ اس لڑکے کا خاندان۔ اس کی دولت۔ وجاہت

ارے میں کہتی ہوں اگر وہ ہماری بچی کے ساتھ کچھ کر گزرا تو آپ کیا اس کے اونچے خاندان کو پھانسی چڑھائیں گے اور اگر چڑھا بھی دیں گے تو کیا اس سے ہمارے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔" ان کی بات پر بلال اختر زچ ہو کر بولے۔

"ندویہ خود اس کے ساتھ گئی ہے اور بہت دیر سے اس کے ساتھ ہے اب ایسے میں ہم کیا کر سکتے ہیں تم کیا چاہتی ہو کیا ہم پولیس کو انفارم کر دیں۔ جس کا کوئی فائدہ نہیں اور صرف نقصان ہے۔"

"نہیں میں پولیس کو بلانا نہیں چاہتی لیکن ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھ سکتے نا۔" عائشہ اختر پھر روہانسی ہو گئیں تو بلال اختر بھی رسانیت سے کہنے لگے۔

"کچھ دیر انتظار کر لینے میں کیا حرج ہے ہو سکتا ہے وہ آنے ہی والی ہو۔" عائشہ اختر کی شکل سے لگ رہا تھا کہ وہ ان سے متفق تو نہیں ہیں لیکن بحث بھی نہیں کرنا چاہ رہیں اس لیے خاموش ہو گئی ہیں۔

انہوں نے جب خرم کو فون کیا تھا تب اسے گھر سے نکلے دو گھنٹے سے اوپر ہو گئے تھے۔ کم از کم خرم کے میسج اور مسڈ کال سے تو ایسا ہی لگ رہا تھا اور اب انہیں خرم کو فون کیے ہوئے بھی پون گھنٹہ ہو گیا تھا۔

یہ پون گھنٹہ ان کے لیے کسی صدی سے کم نہیں تھا عائشہ اختر تو بار بار رونا اور بین کرنا شروع کر دیتیں آخر بلال اختر کو ایک بار پھر اپنے موبائل کو نکال کر فون ملانا پڑا اور اس بار وہ ڈاکٹر شکیلہ کو نہیں بلکہ اپنے دوست کو فون کر رہے تھے جو نا صرف پولیس کے محکمہ میں ڈی آئی جی کی پوسٹ پر تھے بلکہ ندویہ کی ذہنی حالت سے کافی حد تک واقف بھی تھے۔

کافی عرصے پہلے ندویہ نے اپنی ایک دوست رخسار پر اپنے ہی گھر کی چھت پر حملہ کر دیا تھا تب بھی اس بات کو دبانے اور اسے پولیس کیس بننے سے ڈی آئی جی صاحب نے ہی روکا تھا اب بھی فون ملنے پر بلال اختر نے بغیر تردد کیے انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا کہ اب بھی وہی ان کی عزت پر حرف آئے بغیر بہترین حل بتا سکتے تھے۔

"Are you sure وہ فرقان کے بیٹے' خرم کے ساتھ ہے۔" ڈی آئی جی صاحب نے تصدیق کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ابھی پرسوں میری اس سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔" یہ کہہ کر انہوں نے یونیورسٹی جانے والا واقعہ بھی سنا دیا۔ کچھ لمحوں کے لیے ڈی آئی جی صاحب سوچ میں پڑ گئے پھر گلا کھنکارتے ہوئے بولے۔

"ویسے تو ندویہ کو گھر سے نکلے بہت دیر ہو گئی ہے لیکن پھر بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ خرم کے خلاف کوئی ایکشن مت لو۔

فرقان میرا بہت اچھا دوست ہے خرم کو بھی تقریباً" بچپن سے ہی دیکھ رہا ہوں وہ بہت ڈیسنٹ سا لڑکا ہے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ کہ ندویہ خود اس کے ساتھ گئی ہے تم اگر خرم کے خلاف کوئی ایکشن لو گے تو فرقان بھی خاموش نہیں بیٹھے گا اور ساری بدنامی تمہارے حصے میں آ جائے گی۔

کیا پتا دونوں میں صرف دوستی ہو جو کہ آج کل بہت عام ہے پھر تم کیوں رائی کا پہاڑ بناؤ۔"

"سچ پوچھو تو میں بھی تب سے یہی سوچ کر خاموش بیٹھا ہوا تھا فرقان حسن کوئی معمولی تو ہی نہیں ہے میں اس کیس کو آف دا ریکارڈ رکھ کر رخسار والے کیس کی طرح دبا نہیں سکتا۔" بلال اختر کے کہنے پر ڈی آئی جی صاحب کچھ چونکتے ہوئے بولے۔

"یار تمہارا تو گھر خریدا ہے فرقان نے تمہاری تو اس سے اچھی سلام دعا ہو گی۔"

"گھر خریدا ہے تبھی تو اتنا جانتا ہوں مگر سلام دعا کچھ نہیں ہے نا ہی میں ان کے بارے میں کچھ زیادہ جانتا ہوں مجھے تو بس اتنا پتا ہے کہ میری بیٹی اس قسم کی لڑکی نہیں ہے کہ کسی لڑکے کے ساتھ باہر چلی جائے shocked تو بلال اختر کے لہجے میں تھکاوٹ تھی۔

"شاکڈ تو میں بھی ہوں لیکن آج کل یہ سب بہت عام باتیں ہیں اگر وہ دونوں سیریس ہیں تب تو بہت اچھی بات ہے پھر تو یہ تمہاری بیٹی کے لیے ایک آئیڈیل رشتہ ہو گا۔" ڈی آئی جی صاحب وثوق سے بولے۔

"ہم تو تم ٹھیک رہے ہو مگر جب تک خرم کوئی قدم نہ اٹھائے ہم کیا کر سکتے ہیں اور اس کے قدم اٹھانے تک میں بیٹی کو ایسے ہی اس کے ساتھ پھرنے تو نہیں دے سکتا نا۔"

"ارے یہ کون کہہ رہا ہے ایسا کرو ابھی تو خاموشی سے ندویہ کے گھر آنے کا انتظار کرو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں خرم کافی اچھا لڑکا ہے ندویہ آنے ہی والی ہو گی۔

اور آئندہ کے لیے اس قسم کی صورت حال سے بچنے کے لیے ایسا کرو فرقان سے تعلقات بڑھاؤ۔

جب خرم یہ دیکھے گا کہ تم اس کے والد کے ملنے جلنے والوں میں سے ہو تو اگر افیئر چلا رہا ہو گا تو پیچھے ہٹ جائے گا اور اگر سیریس ہو گا تو فوراً" کوئی پریکٹیکل قدم اٹھائے گا۔"

"تعلقات ایک دن میں تو نہیں بن جاتے اس میں تو بہت ٹائم لگے گا۔" بلال اختر چڑ گئے ڈاکٹر شکیلہ نے بھی ابھی انہیں یہی مشورہ دیا تھا مگر ڈی آئی جی صاحب تو مشورے کے ساتھ ساتھ حل بھی بتا رہے تھے۔

"ارے بات تو سنو۔ اس ویک اینڈ پر عالم کی شادی کی سلور جوبلی پارٹی ہے۔

تمہارا انویٹیشن بھی ہو گا میں بھی آ رہا ہوں اور مجھے یقین ہے فرقان اور اس کا بیٹا بھی آئے گا بس وہیں میں ساری سیٹنگ کرا دوں گا۔" ڈی آئی جی صاحب کے ذہن میں ایک الجھن چل رہی تھی جس کا وہ تذکرہ نہیں کرنا چاہ رہے تھے ورنہ بلال اختر اور پریشان ہو جاتے۔

انہیں خرم کی منگنی کی اطلاع ملی تھی مگر وہ مصروفیت کے باعث جا نہیں سکے تھے اب ان کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ منگنی برقرار ہے یا ٹوٹ گئی۔

ڈی آئی جی صاحب کی بات بلال اختر کے دل کو لگی وہ خود بھی ایسا ہی کوئی اتفاق چاہ رہے تھے وہ فون بند کر کے عائشہ اختر کو ساری بات بتانے لگے۔

عائشہ اختر' ڈی آئی جی صاحب کے منہ سے بھی بلال اختر کی طرح خرم کی اتنی تعریفیں سن کر متاثر سی ہو گئی تھیں اور تبھی ندویہ نے کمرے میں قدم رکھ کر گویا ان کے اندر ایک نئی روح پھونک دی۔

ندویہ کے چہرے پر گھبراہٹ ضرور تھی مگر ایسا کوئی تاثر نہیں تھا جو عائشہ اختر کو ہولا دیتا چنانچہ وہ خوش آئند امیدیں لیے بغیر کچھ پوچھ تاچھ کیے ڈاکٹر شکیلہ کے مشورے پر عمل کرتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

☼ ☼ ☼

"میرا تو دل چاہتا ہے پڑھائی چھوڑ دوں یا پرائیویٹ پڑھ لوں۔" نمل نے رجسٹر بند کرتے ہوئے کہا اور غصے سے پین کا کیپ بند کیا' سنبل بس ایک نظر اسے دیکھ کر رہ گئی۔

رات ہی نمل نے سنبل کو فون کر کے رومیلہ کے ساتھ ہوئے دھوکے کے متعلق بتایا تھا وہ دونوں آدھی رات تک ابرار بھائی کے اس اقدام پر کڑھنے کے ساتھ ساتھ رومیلہ کے لیے کوئی حل تلاشتی رہیں اور ناکام ہو کر بالآخر فون بند کر کے سونے لیٹ گئیں۔

تین گھنٹے کی بے چین اور کچی سی نیند لے کر جب وہ یونیورسٹی پہنچا ہے تو ہر ایک کی زبان پر۔

"خرم کے ساتھ وہ اجنبی حسینہ" کا چرچا ان دونوں کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کر گیا۔

خرم نے سمیر اور اس کے دوستوں کے ساتھ اتنی مارپیٹ کی اس کے باوجود وہ پوری کہانی بمع خرم اور ندویہ کی تصویر کے ساتھ نیٹ پر آ گئی تھی۔

ہر ایک کے موبائل میں کیمرہ موجود ہے اور بھلا ایسے مناظر کون بخشتا ہے۔

ندویہ کو گود میں اٹھائے خرم کی تصویر پر جتنے ریمارکس تھے ان سے زیادہ خرم اور ثمل کی منگنی ٹوٹنے کی پیش گوئیاں موجود تھیں۔

ثمل اور سنبل نے تو یہ سب پڑھا تھا نہ دیکھا تھا البتہ یونیورسٹی میں قدم رکھتے ہی ہر ایرے غیرے کے منہ سے پوری تفصیل سن سن کر ازبر ہو گئی تھی۔

ثمل نے ہر ممکن کوشش کی تھی تحمل کا مظاہرہ کرنے کی مگر سب اس کا ضبط آزمانے پر تلے ہوئے تھے۔

اس نے جیسے تیسے دو پیریڈ اٹینڈ کیے لیکن فری پیریڈ آنے پر سنبل نے فوراً" سے لائبریری چل کر بیٹھ جانے کا مشورہ دیا تھا۔

ثمل بھی جانتی تھی سنبل یہ کیوں کہہ رہی ہے اسی لیے سخت بےزاری سے اپنی چیزیں سمیٹ رہی تھی مگر جیسے ہی اس نے بیگ میں رجسٹر ڈال کر بیگ کندھے پر ڈالا اس کی کلاس کی لڑکیاں اس کے گرد جمع ہونے لگیں۔

"ثمل کل جو کچھ بھی ہوا وہ بہت شاکنگ تھا۔" سب سے پہلے آسیہ نے بظاہر بڑی ہمدردی سے کہا ثمل لب بھینچے اسے دیکھے گئی۔

"مجھے تو یہ وہی لڑکی لگ رہی ہے۔ جس کا تم نے خرم کو موبائل نمبر لینے بھیجا تھا روبیلہ کی شادی پر۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی تھی یار بھلا اپنے منگیتر کے ساتھ کوئی ایسی شرط لگاتا ہے۔"

"اور کیا۔ اب نقصان تو تمہارا ہی ہوا ہے نا۔"

"میرا کیا نقصان۔" ثمل ان سب کے باری باری بولنے پر ٹھنک کر بولی۔

"اب بنو مت جیسے تمہیں کچھ اندازہ ہی نہیں۔ وہ دونوں کتنے فری لگ رہے تھے ایک دوسرے سے۔" ایک لڑکی نے آنکھیں نچاتے ہوئے معنی خیز انداز میں کہا۔

"اوہ کم اون فرح۔ ہم دونوں کو ان بے کار کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں۔" سنبل نے بےزاری سے کہتے ہوئے قدم بڑھائے مگر وہ سب راستہ گھیرے کھڑی تھیں۔

"تمہیں کیوں دلچسپی ہوگی تمہاری منگنی تھوڑی خطرے میں پڑ رہی ہے بلکہ تم تو خوش ہو رہی ہوگی کہ خرم جیسا شخص اگر تمہیں نہیں مل سکا تو ثمل کو بھی کیوں ملے۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو آسیہ۔" سنبل چیخ کر بولی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں۔ کبھی ثمل کو سمجھایا نہیں کہ اتنا اچھا منگیتر ملا ہے اس کی قدر کرو وہ سمیر جیسے لفنگے کے ساتھ گھومے جا رہی ہے اور تم نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ــــ"

"اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ مجھے خرم میں دلچسپی ہے نہ اسے مجھ میں لہٰذا اب تم لوگ راستہ صاف دیکھ کر ٹرائی مار سکتی ہو۔" ثمل نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے آسیہ کی بات کاٹ دی تو اسے تو آگ ہی لگ گئی۔

"توبہ توبہ۔ ثمل کیسی باتیں کرتی ہو۔ ہم تو یہاں تمہارا دکھ بانٹنے آئے تھے اور تم ہماری ہی کردار کشی کرنے لگیں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے تم لوگوں کو میرا دکھ بانٹنے کی کیونکہ مجھے کوئی دکھ ہے ہی نہیں۔" ثمل چیخ پڑی۔

"جھوٹ مت بولو تمہاری شکل بتا رہی ہے تم رات بھر جاگی ہو منگنی ٹوٹنا کسی بھی لڑکی کے لیے معمولی بات نہیں ہو سکتی۔" فاخرہ کے بولنے پر ثمل پل بھر کے لیے لاجواب ہو گئی پھر جان چھڑانے والے انداز میں بولی۔

"مجھے لائبریری جا کر نوٹس بنانے ہیں فار گاڈ سیک میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔" ثمل کے جھنجلائے ہوئے لہجے پر آسیہ نخوت سے گردن جھٹکتی ایک طرف ہٹ گئی۔

"جاؤ جاؤ ہم کون سا مر رہے ہیں تم سے بات کرنے کے لیے۔" آسیہ کے ہٹتے ہی ثمل اور سنبل تیزی سے آگے بڑھ گئیں مگر ان کے قدموں سے زیادہ ان کی آوازوں میں تیزی تھی جو کلاس سے نکلتے نکلتے بھی یہ جملے ان کے کانوں میں پڑ ہی گئی۔

"بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں۔ کسی سے ہمدردی کرو تو ایسا لگتا ہے جیسے ادھار مانگ رہے ہیں۔"

"ارے اس کا تو دماغ شروع سے ہی خراب ہے خرم نے اس کی مدد کی اور اس نے خرم کو ہی تھپڑ مار دیا تھا اچھا ہی ہے جو خرم کو وہ دوسری لڑکی مل گئی۔"

"ہاں یار کتنی حسین ہے نا ثمل تو کچھ بھی نہیں ہے اس کے سامنے۔" ثمل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ پلٹ کر فرح کے منہ پر تھپڑ مار دے۔

سنبل اس کی کیفیت بخوبی سمجھ گئی تھی اس نے ثمل کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور اسے گھسیٹتی ہوئی باہر لے گئی۔

لائبریری میں آ کر وہ دونوں کتنی دیر کتابیں ٹیبل پر ڈال کر گہرے گہرے سانس کھینچتی رہیں آخر سنبل نے ہی اپنے غصّے پر قابو پاتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"تمہیں ان ساری باتوں کو فیس کرنا ہی ہوگا تم بھلے ہی اس منگنی کو اہمیت نہ دو لیکن ہے تو یہ ایک کمٹ منٹ۔ اگر یہ ختم ہوئی تو یہ سارے ری ایکشن تو سامنے آئیں گے۔

ہمدردی کی آڑ میں طعنے۔

ندویہ یا کسی بھی لڑکی کے ساتھ موازنہ۔

خرم کے ساتھ تمہارے غلط رویے پر سرزنش وغیرہ لہٰذا تمہیں اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ پر سکون رکھنا ہوگا اگر اسی طرح ہر ایک سے لڑنے کھڑی ہو گئیں تو۔"

"چلو ٹھیک ہے مجھے یہ سب سننا پڑے گا اور تمہیں بھی لوگوں کی وہ ساری بکواس سنی پڑے گی جس میں ایک فیصد سچائی نہیں۔" ثمل بگڑ کر بولی تو سنبل پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

"سچائی تو کسی بھی بات میں نہیں ہے۔ وہ جو انہوں نے کہا تھا کہ ہم تمہارا دکھ بانٹنے آئے ہیں تو وہ کیا سچ تھا۔"

"ایک بات ضرور سچ تھی۔" ثمل سنجیدگی سے بولی تو سنبل اسے سوالیہ انداز میں دیکھنے لگی۔

"ندویہ مجھ سے زیادہ حسین ہے۔ میں اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوں۔" ثمل کسی غیر مرئی نقطہ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی اس کی ہاتھ میں پکڑے پین پر گرفت تکلیف دہ حد تک سخت ہو گئی تھی۔ سنبل حیرانی سے اسے دیکھتی چلی گئی پھر اس کیفیت کے زیر اثر بولی۔

"تمہیں دکھ ہو رہا ہے ثمل۔" ثمل نے ایسے پین ٹیبل پر پھینکا جیسے خود پر حاوی ہوتے احساس سے باہر نکل آئی ہو پھر بڑے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھنے لگی۔

"کیوں کیا مجھے دکھ نہیں ہو سکتا۔ مجھے خرم سے شادی نہیں کرنی وہ ایک الگ بات ہے لیکن وہ کسی اور لڑکی کی وجہ سے مجھے سب کے سامنے ریجیکٹ کر کے چلا جائے تو اس سے میری عزت نفس مجروح ہوتی ہے۔" ثمل نے رسانیت سے اپنا موقف سمجھانے کی کوشش کی مگر سنبل ہنوز اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو کیا مجھے انسلٹ فیل نہیں ہونی چاہیے۔"

"اگر تمہیں انسلٹ فیل ہو رہی ہے تب تو ٹھیک ہے لیکن اگر تم کچھ اور فیل کر رہی ہو تب یہ بہت خطرناک بات ہے۔" سنبل کے سنجیدگی سے تجزیہ کرنے پر تمثیل عجیب سے انداز میں ہنس دی۔

"جلنے کی بات نہیں ہے تم بھول رہی ہو خرم صرف بدلہ لینے کے لیے تم سے شادی کر رہا ہے اور یہ بات اس نے خود تم سے کہی ہے تبھی میں خرم کے خلاف ہوں۔

ورنہ آسیہ کی بات بالکل صحیح تھی میں تمہیں خرم جیسے منگیتر کے ساتھ ایسے رویے پر سمجھا رہی ہوتی لیکن میں ایسا اس لیے نہیں کر رہی کہ میں جانتی ہوں یہ شادی آگے جا کر کتنی بدصورت ہو جائے گی کہ تم دونوں کے چہرے پہچاننے میں نہیں آئیں گے۔" سنبل کے سپاٹ لہجے پر تمثیل کچھ نہیں بولی اور بیگ کھول کر اپنا رجسٹر نکالنے لگی۔

☆ ☆ ☆

الیان کا ذہن کسی بھی سوال کا جواب سوچنے کے قابل نہیں تھا اس نے بڑی مشکل سے زہر مار کر کھانا کھایا تھا اور اب صرف ماموں جان کے لحاظ میں ان کے ساتھ گاؤں دیکھنے جیپ میں بیٹھ گیا تھا۔

شاہد اور نوید ہمیشہ کی طرح بہت زیادہ جوشیلے ہو رہے تھے البتہ حامد کی خاموشی الیان نے بالکل محسوس نہیں کی۔

بریرہ دوسری کزنز کے ساتھ شاہ جہان ماموں کی جیپ میں تھی شاہ جہاں ماموں روبیلہ کو اپنے ذاتی کھیت دکھانا چاہتے تھے چنانچہ وہ شاہد اور نوید کے ساتھ تمام لڑکیوں کو لے کر کھیتوں میں چلے گئے تب حامد اس کے پاس آ بیٹھا ماموں جان کھیتوں میں کام کرنے والوں سے بات کرنے میں مصروف ہو گئے تھے جبکہ الیان زیادہ گھومنے کے موڈ میں نہیں تھا اور یہ کھیت وغیرہ اس کے پہلے سے ہی دیکھے ہوئے تھے لہٰذا وہ ایک چارپائی پر بیٹھ گیا جو وہاں کام کرتے مزدوروں نے خاص ان لوگوں کے لیے لا کر رکھی تھیں۔

"کیا بات ہے الیان بھائی آپ بہت خاموش ہیں۔" حامد کی آواز پر الیان نے چونک کر اسے دیکھا تو اسے احساس ہوا حامد بڑی دیر سے اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

"آں۔۔۔ نہیں تو۔۔۔ کیوں کیا ہوا۔" الیان قدرے حیرانی سے بولا۔

"ہوا تو کچھ نہیں۔ بس آپ کچھ اپ سیٹ لگ رہے ہیں۔" حامد نے سادگی سے کہا۔

"اچھا۔" الیان خوامخواہ ہنسا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"کہیں آپ اس اچانک شادی کی وجہ سے ڈسٹرب تو نہیں ہیں۔" حامد نے اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آں۔۔۔ ہاں کہہ سکتے ہو۔ اصل میں میں ذہنی طور پر اس وقت شادی کے لیے تیار نہیں تھا اب کچھ بہت اچانک ہوا ہے مائنڈ سیٹ کرنے میں تھوڑا ٹائم تو لگے گا نا۔" الیان نے اسے جھٹلانا مناسب نہیں سمجھا اور سچ نہ بتاتے ہوئے جھوٹ بھی نہیں بولا۔

"سکینہ تو بھابھی کی بہت تعریف کر رہی ہے اس کا کہنا ہے بھلے ہی آپ کی شادی جلدی میں ہوئی مگر غلط بالکل نہیں ہوئی۔" حامد نے کہا تو الیان صرف مسکرا کر رہ گیا اور اسے خاموش دیکھ کر حامد کو وہ کہنا پڑا جو پوچھنے کا شاید وہ بہت دیر سے موقع ڈھونڈ رہا تھا۔

"آپ صرف شاکڈ ہیں یا ناخوش بھی ہیں۔" الیان حیرانی سے اسے دیکھنے لگا تو وہ کچھ جھجکتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ نے ایک نیکی کی ہے الیان بھائی اب اس پر پچھتا کر اسے ضائع کیوں کر رہے ہیں۔

چاہے جن حالات میں بھی سہی شادی تو ہو گئی ہے نا اب اسے توڑنا مناسب نہیں خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ بھابھی میں کوئی برائی بھی نہیں ہے۔"

"تو میں نے کب کہا ہے کہ میں اس شادی کو توڑ رہا ہوں۔" الیان کو اس کا بلاوجہ نصیحت کرنا حیران کر رہا تھا اس کے پوچھنے پر چند ثانیوں کے لیے حامد بالکل چپ ہو گیا پھر ایسے گہرا سانس کھینچا جیسے وہ ٹوک بات کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

"لگ تو یہی رہا ہے کہ یہ شادی زیادہ دن چلے گی نہیں۔"

"کسے لگ رہا ہے۔" الیان نے بے ساختہ پوچھا تو حامد بھی برجستہ بولا۔

"سب کو!" اب کے خاموش رہ جانے کی باری الیان کی تھی پھر بھی وہ ہمت کر کے پوچھنے لگا۔

"کیوں؟ سب کو ایسا کیوں لگ رہا ہے۔"

"آپ سب کے رویوں کی وجہ سے اور پھوپھی جان (شگفتہ غفار) نے تو صاف کہا ہے کہ۔۔۔"

"کیا کہا ہے ممی نے۔" الیان نے تیزی سے پوچھا حامد کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"وہ مجھے نہیں پتا انہوں نے دادی جان (نانی اماں) سے کچھ ایسا کہا۔ جیسے یہ تو میری بہو نہیں ہے یا میں تو کبھی اسے بہو نہیں مانوں گی۔

دادی جان تب سے بہت اداس ہیں بریرہ اور پھوپھا جان کا رویہ بھی کچھ اکھڑا اکھڑا سا ہے۔ صدمے میں ہونا اور غصے میں ہونا دو بالکل الگ کیفیتیں ہیں اور دونوں کا اظہار بھی بالکل الگ طریقوں سے ہوتا ہے۔"

"کیا بریرہ نے بھی کچھ کہا ہے۔" الیان نے کچھ سوچتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے پوچھا اسے شگفتہ غفار کی اس حد تک بے اختیاری پر خوب تاؤ آ رہا تھا۔

"وہ نہیں وہ کیا کہے گی۔ وہ تو بالکل خاموش ہے وہ تو اچانک بالکل منجمد ہو گئی ہے۔" الیان بری طرح چونک اٹھا۔

حامد کے لہجے میں شکایت نہیں تھی بلکہ ایک عجیب سا ملال تھا جیسے بریرہ کی یہ اچانک تبدیلی اسے تکلیف دے رہی ہو۔ وہ بدگمانی میں مبتلا نہیں تھا لیکن دکھی ضرور ہوا تھا۔

فوری طور پر تو الیان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا بولے پھر اس نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی تاکہ ماحول کا بوجھل پن کچھ کم ہو جائے۔

"ارے یار تم اسے جانتے نہیں ہو کیا۔ کس قدر بچپنا ہے اس میں۔

میری اس طرح اچانک شادی سے اس کے تو۔۔۔ وہ کیا کہتے ہیں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ارمانوں کا خون ہو گیا ہے۔

پتا نہیں کیا کیا پلان بنا رکھے تھے اس نے میری شادی کے جو سب دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں اسی لیے اداس ہے۔

"تم ٹینشن مت لو کچھ دنوں میں ٹھیک ہو جائے گی۔" الیان نے اپنے لہجے میں حد درجہ لاپروائی شامل کر لی تھی مگر اس کے اتنے غیر سنجیدہ انداز پر بھی حامد کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ وہ الیان کو بغور دیکھتے ہوئے گہرے لہجے میں کہنے لگا۔

"صرف یہ بات نہیں ہے بات کچھ اور بھی ہے وہ غیر معمولی طور پر خاموش ہے جیسے کوئی بات اسے اندر ہی اندر پریشان کر رہی ہو۔" الیان اس کے اتنے گہرے مشاہدے پر فکر مند ہو گیا۔

بریرہ کے لیے اس وقت خود کو بالکل نارمل رکھ کر پہلے کی طرح ہنسی مذاق کرنا نہایت مشکل عمل تھا۔ کسی لڑکی کا اس طرح اغوا ہونا اور اس کے گھر والوں کا اغوا کے بعد بلیک میل ہونا اتنی چھوٹی بات نہیں تھی کہ اسے آسانی سے

فراموش کیا جاسکے۔

ابرار کی دھمکی کسی تلوار کی طرح ہمیشہ سر پر لٹکی رہے گی پھر بھلا وہ نئی نئی شادی اور شادی کی خوشیاں کیسے پرمسرت طریقے سے منا سکتی تھی۔

لیکن جو بھی ہو حامد کو مطمئن کرنے کے لیے الیان کو بریرہ کے رویے کی تبدیلی کی وضاحت تو دینی ہی تھی جو اس نے اپنے طور پہ دے دی تھی اب حامد مطمئن ہوا یا نہیں خاموش ضرور ہو گیا تھا۔

اسی لیے جب ساری لڑکیوں اور ماموں کے ساتھ رومیلہ واپس آئی تو الیان نے خاص طور پر سب کے درمیان براہ راست اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اور کیسا لگا گاؤں رومیلہ۔" رومیلہ نے بری طرح چونک کر الیان کو دیکھا۔

اس نے ایک بڑی سی چادر اوڑھ رکھی تھی جس میں اس کا آدھا چہرہ بھی چھپا ہوا تھا جیسے باقی ساری کزنز اوڑھے ہوئے تھیں صرف اس کی ایک آنکھ دکھائی دے رہی تھی جس میں تیرتی بلا کی حیرت اس کے تمام تاثرات کی ترجمانی کر رہی تھی۔

الیان نے اس کی حیرت کے ساتھ ساتھ سب کا چونکنا بھی بخوبی محسوس کیا تھا خاص طور پر بریرہ کا ٹھٹک کر رکنا لیکن وہ سب کے احساسات کو نظرانداز کیے صرف اپنے قریب بیٹھے حامد پر غور کر رہا تھا جو پوری طرح سے الیان کی جانب متوجہ تھا حالانکہ الیان نے نظر اٹھا کر حامد کی طرف دیکھا تک نہیں تھا پھر بھی وہ خود پر جمی اس کی مشاہدہ کرتی نظروں سے اچھی طرح آشنا تھا اور ان ہی نظروں کو مطمئن کرنے کے لیے اس نے رومیلہ کی خاموشی کے باوجود اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔

"اتنے مختصر وقت میں تم نے کچھ بھی ٹھیک سے نہیں دیکھا ہو گا۔"

"ماموں جان کیا آپ نے اپنے باغ دکھائے اسے۔ جہاں ہم بچپن میں جایا کرتے تھے اور درخت پر چڑھ کر آم توڑتے تھے۔" الیان کا لہجہ اتنا خوشگوار تھا کہ بریرہ اب الیان پر سے نظریں ہٹا کر رومیلہ کو دیکھنے لگی تھی۔

مگر رومیلہ کا چہرہ چھپا ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بھی اخذ نہ کر سکی تو صرف اندازہ لگا کر رہ گئی کہ وہ نئی جگہ پر سب کے لحاظ میں خاموش ہے ورنہ وہ الیان سے زیادہ چہک رہی ہوتی۔

اپنی طرف سے خود ہی ہر بات فرض کر کے وہ بری طرح سلگ گئی تھی اور کیوں نہ جلتی اس کی اچھی بھلی پرسکون زندگی میں زہر گھول دینے والوں کو وہ تو کیا کوئی بھی معاف نہیں کر سکتا تھا اور یہاں تو صورت حال یہ تھی کہ مقابل کھڑا مجرم اپنے کیے پر شرمندہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا معافی مانگنا تو بہت دور کی بات تھی۔

"نہیں الیان وہ باغات دکھانے کا وقت کہاں ہے مغرب ہونے والی ہے اور مغرب کے بعد عورتیں گھر سے نہیں نکلتیں۔" ماموں نے صاف انکار کر دیا تو الیان کہنے لگا۔

"تو پھر کل صبح جلدی نکلیں گے۔ بلکہ ایسا کرتے ہیں فجر کے فوراً بعد نکل جاتے ہیں عصر تک کافی جگہیں دیکھ لیں گے اور گھر چلے جائیں گے تاکہ آرام کر کے رات کو ولیمہ سکون سے اٹینڈ کر سکیں۔

اصل میں آگے میرے پاس ٹائم نہیں ہے مجھے پرسوں آفس ضرور پہنچنا ہے اب میں کام مزید ورکرز پر نہیں چھوڑ سکتا اور پھر میں سوچ رہا تھا اگر چھٹی کر سکا تو اب وہیں شہر میں کروں گا تاکہ رومیلہ کے ساتھ ملک سے باہر نہ سہی کم از کم شہر سے باہر جانے کا پروگرام بن سکے گاؤں تو پھر بھی دیکھ لیا ہے تھوڑی سیر کہیں اور کی بھی کر لی جائے۔" الیان نے بالکل بے پر کی اڑائی مگر سب کی طرح بریرہ تک اسے سچ سمجھ کر اب تو برہمی سے الیان کو دیکھ رہی تھی۔

جبکہ ماموں جان نے اس کے فیصلے کو خوب سراہنے کے بعد کہا۔

"ہاں اچھی بات ہے اگر تم دونوں اکیلے بھی کہیں گھوم پھر لو۔ لیکن ایک بات بتا دوں کل ولیمہ رات میں نہیں بلکہ دوپہر میں ہے اس لیے تمہارے پروگرام پر عمل نہیں ہو سکتا۔

یا تو کل صبح نماز کے بعد دو تین گھنٹے کے لیے چلنا چاہو تو بات الگ ہے۔"

"دوپہر میں ولیمہ۔" الیان نے حیرت سے بھنویں اچکائیں۔

"اچھا ہی ہے نا رات تک آپ لوگ گھر جانے کے لیے نکل بھی سکتے ہیں گھر پہنچ کر کچھ دیر آرام کر کے دوپہر تک آفس چلے جایئے گا۔" بریرہ کا لہجہ زندگی میں پہلی بار الیان کو اس قدر کھردرا لگا۔

وہ بے اختیار حامد کو دیکھنے لگا اس کا مشکوک ہونا بے کار نہیں تھا بریرہ کے رویے میں زمین آسمان کا تغیر تھا۔

حامد بھی بریرہ کو جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن بریرہ کو اس بات کا احساس ہی نہیں تھا اس کے ذہن میں بس ایک ہی بات آ رہی تھی کہ اپنے گھر میں تو رومیلہ کو الیان پر ڈورے ڈالنے کا موقع نہیں مل رہا تھا مگر یہاں آتے ہی اس کے کمرے تک رسائی حاصل کر لینے کے باعث وہ آسانی سے الیان کو شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو گئی کیونکہ اسے لگ رہا تھا الیان ایکٹنگ نہیں کر رہا۔

ورنہ ریاض غفار تو کب سے یہی کہہ رہے تھے کہ رومیلہ کے ساتھ سب لوگ اپنا رویہ اچھا رکھیں مگر یہ کسی کے بھی اختیار کی بات نہیں تھی پھر اچانک الیان نے بھلا خود پر اتنا اچھا خول کیسے چڑھا لیا۔

اسی لیے اسے یقین تھا یہ سب اداکاری نہیں بلکہ الیان کا دل واقعی اس کی طرف سے صاف ہو گیا ہے اور یہ بات اسے اتنی ناگوار گزری تھی کہ اس نے اسی وقت اپنے سر درد کا اتنا شور مچایا کہ وہ سب جو تھوڑی دیر بیٹھ کر واپسی کے لیے نکلنے والے تھے حویلی جانے کے لیے فوراً کھڑے ہو گئے۔

الیان کو بھی خاموش ہونا پڑا البتہ اس نے سوچ لیا تھا جانے سے پہلے بریرہ کو سمجھائے گا ضرور اور اسے یقین تھا ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد بریرہ کے رویے میں تبدیلی آ جائے گی۔

جب رومیلہ اس کے سامنے نہیں ہو گی تو وہ خود بخود اپنی نئی زندگی کی رعنائیوں میں کھو جائے گی۔

حویلی واپس آنے کے بعد الیان اپنا لیپ ٹاپ نکال کر کافی دیر اس میں مصروف رہا یہاں تک کہ رات کا کھانا بھی اس نے بہت دیر سے کھایا اور جب کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں پہنچا تب تک رومیلہ صوفے پر سو چکی تھی۔

اس نے اپنے لیے خود ہی جگہ متعین کر لی تھی حالانکہ وہ صوفہ زیادہ آرام دہ نہیں تھا بیٹھنے کی حد تک تو اس کی چوڑائی مناسب تھی لیکن لیٹنے کے لیے اس پر صرف ایک ہی کروٹ سے بغیر ہلے جلے لیٹا جا سکتا تھا چنانچہ وہ بالکل سکڑی ہوئی پڑی تھی۔

کچھ دیر الیان اسے دیکھتا رہا وہ کوئی بہت زیادہ حسین نہیں تھی کہ جسے دیکھتے ہی ہوش اڑ جائیں لیکن وہ خوب صورت ضرور تھی اس کا ناک نقشہ، اس کی آنکھیں، اس کی رنگت اور بال سب میں ایک جاذبیت تھی مجموعی طور وہ کافی پیاری سی تھی۔

غیر ارادی طور پر الیان کے ذہن میں کچھ سوال سر اٹھانے لگے کہ اگر اس کی ماں اس کے لیے لڑکی ڈھونڈنے جاتی تو کس قسم کی لڑکی کا انتخاب کرتی۔

کیا خوبیاں دیکھتی وہ اس میں۔

اسے اچھی طرح علم تھا اپنے سرکل کی لڑکیوں میں سے کوئی بھی اس کی ماں کو اتنی پسند نہیں تھی کہ ان میں سے چن لیتی۔ اس مہم پر تو نہیں باقاعدہ کمر کسنے کی ضرورت تھی۔

اگر وہ لڑکی ڈھونڈتی ہوئی رومیلہ کے گھر پہنچ جاتیں تو کیا وہ رومیلہ کا انتخاب کرتیں؟

الیان اس کے خاندان وغیرہ کو زیادہ نہیں جانتا تھا اس لیے اس سوال کا وہ حتمی جواب نہیں دے سکتا تھا مگر صرف رومیلہ کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو ہو سکتا تھا وہ رومیلہ کو الیان کے لیے پسند کر لیتیں۔

اور خود اس کا فیصلہ کیا ہوتا؟

کیا وہ بھی اسے اپنی شریک حیات کے طور پر پسند کر لیتا؟ یہ سوال چند لمحوں کے لیے اسے بالکل بلینک کر گیا۔ ہاں یا نا۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تو دونوں ہتھیلیوں سے آنکھیں دبا کر سونے کے لیے مڑ گیا۔

اگلے دن اس کی خواہش کے عین مطابق صبح ہی صبح بریرہ سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔

الیان رومیلہ کے بیدار ہونے سے پہلے اٹھ کر باہر نکل آیا تھا اس وقت تک فجر کی اذان بھی نہیں ہوئی تھی وہ وہیں لان میں بیٹھ کر ایک بار پھر لیپ ٹاپ میں مصروف ہو گیا مگر ہلکی ہلکی روشنی شروع ہونے پر جب بریرہ چہل قدمی کرتی نظر آئی تو الیان ونڈوشٹ ڈاؤن کرتا سیدھا اس کے پاس آ گیا۔

"تم اتنی صبح صبح کیسے اٹھ گئیں۔"

"یہی سوال اگر میں آپ سے کروں تو۔" بریرہ نے برجستہ کہا۔

"مجھے تو اپنے کمرے کے سوا کہیں نیند ہی نہیں آتی۔" الیان نے کہا اور پھر یہ سوچتے ہوئے کہ اس سے پہلے کہ کوئی آجائے اور بات شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے اسے اصل موضوع پر آجانا چاہیے۔

"بریرہ میری ایک بات مانو گی۔" بریرہ رک کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"کوشش کرو کہ سب کچھ ایک برا خواب سمجھ کر جلد از جلد بھول جاؤ اور بالکل پہلے جیسی بریرہ بن جاؤ۔ ہنستی مسکراتی شوخ سی۔" الیان کے لہجے میں اس کے لیے اتنی محبت تھی کہ بریرہ چاہتے ہوئے بھی الیان پر کوئی طنز نہ کر سکی البتہ جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں برسوں کی تھکن تھی۔

"میں اتنی مضبوط نہیں ہوں بھائی اور پھر جو کچھ میرے ساتھ ہوا اگر اس پر بس ہو گیا ہوتا تو شاید میں کچھ عرصے میں سنبھل جاتی مگر میرے ساتھ ساتھ آپ کی بھی زندگی داؤ پر لگ گئی ہے۔

اب میں تو یہاں رہ جاؤں گی لیکن آپ سب لوگ کل واپس چلے جائیں گے وہاں اس لڑکی کی موجودگی میں گھر کا کیا ماحول ہو گا۔

ممی تو اس کا وجود کبھی بھی برداشت نہیں کریں گی۔ گھر میں ہر وقت ایک تناؤ رہے گا۔" بریرہ کا لہجہ بالکل بجھا ہوا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا تم ہم سب کی فکر چھوڑ دو صرف اپنا خیال رکھو اور نئی زندگی کو انجوائے کرو۔" الیان کی بات پر بریرہ کچھ چڑ سی گئی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ لوگوں کی فکر نہ کروں اور پھر کل کو اس لڑکی کے ساتھ جو بھی ہو گا اس کی تلافی تو مجھے ہی کرنی ہو گی۔

آپ نے تو اپنا رویہ اس کے ساتھ تبدیل کر لیا مگر ممی تو نہیں کر سکیں گی اور مجھے ان سے شکایت بھی نہیں ہے جب میں اسے برداشت نہیں کر پا رہی تو بھلا ممی۔۔۔" بریرہ نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ کر ہونٹ کاٹنے شروع کر دیے۔

"ممی بھی ٹھیک کر لیں گی ویسے بھی جو کچھ ہوا ہے اس میں اس کا قصور نہیں ہے۔" الیان نے بظاہر ٹالنے والے انداز میں کہا مگر بریرہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

وہ تو بڑا بھائی ہونے کا لحاظ کر کے ابھی تک خاموش تھی ورنہ اس کا تو دل چاہ رہا تھا صاف کہہ دے جس شخص نے آپ کی بہن کی زندگی تباہ کر کے رکھ دی آپ اس شخص کی بہن کے لیے اپنی زندگی میں اتنی جلدی جگہ بنانے

میں کامیاب ہو گئے۔

لیکن الیان کی کہی بات سن کر وہ ایک دم غصے میں آ گئی اور بڑے طنزیہ سے انداز میں کہنے لگی۔

"اس کا قصور نہیں ہے تو پھر کس کا قصور ہے۔" بریرہ کی تیوریوں پر بل پڑ گئے تھے الیان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ حامد کو سامنے سے آتا دیکھ کر بس اتنا ہی کہہ سکا۔

"میں بعد میں سب بتاؤں گا۔" مگر بریرہ کے تو جیسے خون کی ایک ایک بوند میں چنگاریاں بھر گئی تھیں حامد کو دیکھ کر وہ بمشکل خود پر ضبط کر گئی مگر زیادہ صبر نہ کر سکی۔ دوپہر میں اسے دلہن بن کر بیٹھ جانا تھا اور مغرب کے بعد سب نے چلے جانا تھا کیا پتا رات تک یہ لوگ گھر جانے کے لیے روانہ ہی ہو جائیں۔

ایسا نہ ہو کہ الیان سے بات کرنے کا موقع ہی نہ ملے جبکہ وہ جاننا چاہتی تھی کہ الیان نے ایک ہی رات میں یہ کیسے اندازہ لگا لیا کہ رومیلہ کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اگر رومیلہ نے کوئی کہانی سنائی ہے تو اول تو الیان کو اس سے اتنی بات ہی نہیں کرنی چاہیے تھی دوئم صرف اس کے کہنے سے الیان نے سب کیسے مان لیا۔

بریرہ کا خون کھول رہا تھا یہ سب سوچ سوچ کر آخر وہ سیدھی شگفتہ غفار کے پاس پہنچ گئی اور انہیں سب بتا دیا ان کی بھی جان جل کر رہ گئی۔

انہوں نے اسی وقت الیان کو فون کر کے بلا لیا الیان ماموں جان کے ساتھ ناشتا کرنے بیٹھ چکا تھا ان کے اس طرح بلانے پر پریشان ہو کر ناشتا چھوڑ کر آ گیا اور آنے کے بعد جب اسے بلانے کی وجہ پتا چلی تو اسے شدید کوفت ہوئی۔

وہ اس موضوع پر اپنے گھر چل کر سکون سے بات کرنا چاہتا تھا بھلے ہی یہاں بھی شگفتہ غفار کو ایک پورا کمرہ دیا ہوا تھا مگر حویلی میں اتنے لوگ تھے کہ ہر وقت ایک محفل کا سا سماں رہتا تھا کوئی بھی ان کی گفتگو سن سکتا تھا اگر نہیں بھی تو بات پوری ہونے سے پہلے کوئی مداخلت کر دیتا تو صحیح وضاحت بھی نہ ہو پاتی۔

لیکن شگفتہ غفار تو اتنی برہم تھیں کہ اپنے مزاج اور اخلاق سے ہٹ کر بہت ہی نازیبا الفاظ میں رومیلہ کو کوس رہی تھیں۔

"اس چڑیل نے ایک ہی رات میں تم پر ایسا ڈنڈا گھما دیا کہ تمہیں اس کا کوئی قصور ہی نہیں لگ رہا کس قدر مکار اور چالاک ہو گی وہ۔ میں تو حیران ہوں کہ آج کل کی لڑکیوں میں اتنی تیزی آتی کہاں سے ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ممی وہ اپنی دوست سے بات کر رہی تھی جو میں نے اتفاقیہ سن لی اسے تو معلوم بھی نہیں تھا کہ اس کے بھائی نے بریرہ کو۔" الیان کہتے کہتے رک گیا۔

کیسا خوف تھا کہ کہیں دیواریں بھی اس راز سے واقف نہ ہو جائیں۔

اپنی یہ کمزوری اسے خود بھی سخت بری لگی تھی مگر اس وقت اس پر کڑھنے کا وقت نہیں تھا کیونکہ شگفتہ غفار تک کر بولیں۔

"وہ اپنی دوست سے باتیں نہیں کر رہی تھی بلکہ جان بوجھ کر تمہیں سب کچھ سنا رہی تھی تم نے اتفاقیہ اس کی باتیں نہیں سنیں اس نے پورا ڈرامہ کر کے اسی وقت فون پر ایسی گفتگو کی کہ تم سن لو اور اسے مظلوم و معصوم سمجھ کر معاف کر دو۔"

"ممی اسے تو پتا بھی نہیں تھا کہ میں اس وقت کمرے میں آنے والا ہوں اور جب میں کمرے میں گیا ہوں تب اس نے مجھے دیکھا بھی نہیں تھا۔" الیان چڑ گیا۔

"ارے رہنے دو مجھے سب پتا ہے ان چالباز لڑکیوں کے ہتھکنڈے۔ یہی سوچ کر تو انہوں نے شادی کی ہے کہ بس ایک بار جائز ناجائز کسی بھی طریقے سے ایک امیر گھرانے کی بہو بن جاؤ بعد میں تو سب ٹھیک ہو ہی جاتا ہے۔

شکل ویسے بھی اس لڑکی کی اچھی ہے عورت خوب صورت ہو تو کوئی بھی مرد آسانی سے بے وقوف بن جاتا ہے۔" شگفتہ غفار اتنے غصے میں تھیں کہ انہیں احساس ہی نہیں تھا وہ بیٹے کے سامنے کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں۔

الیان کا خون کھول اٹھا تھا ان کی بات پر وہ بہت سرد لہجے میں بولا۔

"یہ کوئی پہلی لڑکی نہیں ہے جو مجھ سے ٹکرائی ہے کہ اس کا حسن دیکھتے ہی میں بے وقوف بن جاؤں گا آپ کو کیا پتا جس سیٹ اور پوزیشن پر میں ہوں وہاں روز ایسی ہزاروں لڑکیاں ایک بزنس ڈیل حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں اگر میں اتنا ہی کمزور ہوتا تو آج آپ کے سامنے اس الیان کی بجائے ایک ایسا نام الیان موجود ہوتا جو اپنا سارا بزنس خوب صورت لڑکیوں پر لٹا کر خالی ہاتھ کھڑا ہوتا۔" الیان کے لہجے کی سردمہری اور چہرے پر چھائے سپاٹ تاثرات شگفتہ غفار کو تھوڑا سا خائف کر گئے تو وہ مزید بحث نہ کر سکیں بس سر جھٹک کر رہ گئیں۔

الیان بھی اور کچھ کہنا فضول سمجھتے ہوئے بات ختم کر کے اٹھا تو اپنے پیچھے ریاض غفار کو کھڑا دیکھ کر ٹھٹک گیا ان کی صبح ابھی تھوڑی دیر پہلے ہوئی تھی اور وہ ابھی باتھ روم سے نہا کر نکلے تھے۔

ان کے چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ ساری باتیں جو ابھی ابھی الیان نے کہیں سن چکے ہیں۔ الیان نے ان پر ایک نظر ڈال کر قدم آگے بڑھانے چاہے کہ وہ بول پڑے۔

"کچھ بھی ثابت کرنے کی کوشش میں ایسا کوئی قدم مت اٹھا لینا جس کا نقصان بریرہ کے ساتھ ساتھ ہم سب کو بھرنا پڑے۔" الیان کا کچھ بولنے کا ارادہ نہیں تھا البتہ شگفتہ غفار کہے بغیر نہ رہ سکیں۔

"وہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائے گا وہ لڑکی تو اس کی نظر میں بڑی مظلوم اور معصوم ہے جو اپنے بھائی کی وجہ سے اس عذاب میں مبتلا ہے۔" شگفتہ بری طرح تپی ہوئی تھیں الیان کا سارا خون اس کے چہرے پر جمع ہو گیا تو ریاض غفار ماحول کو ٹھنڈا کرنے کے لیے رسانیت سے کہنے لگے۔

"یہ وقت آپس میں ایک دوسرے کو طعنے مارنے کا نہیں ہے ہمارا بیٹا بہت سمجھدار ہے وہ صرف وہ کر رہا ہے جس سے ماحول خوشگوار رہے اور بریرہ کی آئندہ زندگی میں کوئی ٹینشن نہ آئے۔

رہا سوال اس لڑکی کے بے قصور اور قصوروار ہونے کا تو سچائی چاہے جو بھی ہو تم بے فکر رہو شگفتہ۔ ہمارا بیٹا اتنی آسانی سے لوگوں کو معاف کر دینے والا نہیں ہے۔

جس نے آج تک اپنے دوست وجاہت کو معاف نہیں کیا حالانکہ اس نے تو ایسا کوئی بہت بڑا جرم بھی نہیں کیا تھا صرف اس کا نام استعمال کر کے ایک لڑکی سے دوستی کی تھی جس سے بعد میں شادی بھی کر لی اور وہ لڑکی بھی اس کے ساتھ خوش ہے لیکن ہمارا بیٹا خود کو دھوکا دینے والوں کے ساتھ آج کوئی ڈیل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوا تو پھر وہ ایک ایسی لڑکی کو کیسے معاف کر دے گا جس کی وجہ سے اس کے سارے گھرانے اور خود اس نے اتنی تکلیف اٹھائی ہو۔" ریاض غفار بڑی تفصیل سے بولے۔

الیان انہیں دیکھتا رہ گیا اب تک وہ خود سب کو سمجھا رہے تھے کہ رومیلہ کے ساتھ رویہ بہتر رکھیں لیکن اب ان کی گفتگو میں ایک تنبیہ چھپی تھی جسے شگفتہ غفار نے تو محسوس نہیں کیا لیکن الیان کو بڑی شدت سے احساس ہوا تھا۔

اس نے دو لفظ اس کی حمایت میں کیا بول دیے سارے گھر والے اس خوف میں مبتلا ہو گئے کہ وہ رومیلہ کی طرف مائل ہو رہا ہے۔

ریاض غفار نے اس وقت اس کی ضدی طبیعت کی مثال نہیں دی تھی بلکہ انہوں نے اسے یاد دہانی کرائی تھی کہ اسے ان لوگوں سے سخت نفرت ہے جو کوئی بھی قدم یہ سوچ کر اٹھا لیتے ہیں کہ آگے چل کر سب ٹھیک ہو جائے

کہ اس معاملے میں جب الیان نے دوست کا لحاظ نہیں کیا تو دشمن کا تو بالکل نہیں کرنا چاہیے۔

☼ ☼ ☼

"خرم یہ نوریہ کون ہے؟" فرقان حسن کے اچانک پوچھنے پر خرم نے بری طرح چونک کر انہیں دیکھا وہ اس کے برابر میں رکھے سنگل صوفے پر بیٹھتے ہوئے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر رہے تھے ان کا انداز بھلے ہی سرسری تھا مگر ان کا سوال سرسری نہیں تھا آفس سے آتے ہی ان کا یہ پوچھنا اور سب سے بڑھ کر نوریہ کے نام اور وجود سے واقف ہونا کسی اہم بات کی نشاندہی کر رہا تھا۔

خرم لاؤنج میں بیٹھا دیوار پر لگے بڑے سے ہوم تھیٹر پر چینلز چینج کر رہا تھا ایک طرح سے وہ بالکل فارغ بیٹھا تھا جب سے یونیورسٹی میں اس کا اور نوریہ کا اسکینڈل مشہور ہوا تھا اس کا دوستوں کے ساتھ بلاوجہ سیر سپاٹے کرنا بالکل بند ہو گیا تھا اس کی دو تین وجوہات تھیں۔

ایک طرف اسے اپنے کیے پر پچھتاوا تھا کہ اس نے کیوں محض ثمل کو جلانے کے لیے ایک لڑکی کا نام خراب کیا دوسرے یہ کہ اس کی ثمیر اور اس کے گروپ سے اتنی لڑائی ہوئی مگر اس کا کوئی دوست آگے نہیں بڑھا یہ دیکھ کر بھی اس کا دل ان سب سے بیزار ہو گیا تھا۔

نوریہ کے ساتھ حمید کے فارم ہاؤس جانے کی وجہ سے وہ اگلے دن یونیورسٹی نہیں جا سکا تھا مگر اس کے اگلے دن جب وہ گیا تو اس کا ارادہ اپنے سارے دوستوں کو بالکل بھی لفٹ کرانے کا نہیں تھا لیکن اسے یہ جان کر بڑی حیرانی ہوئی نادر اور ہارون بجائے اس کے کہ اس سے شرمندہ ہوتے الٹا اس سے خفا لگ رہے تھے۔

اسے خوامخواہ کسی کے ناز اٹھانے کا کوئی شوق نہیں تھا اس نے توجہ نہیں دی تو نادر اور ہارون خود ہی اس کے قریب چلے آئے اور نوریہ کو بے وقوف بنانے پر اسے لعن طعن کرنے لگے۔

اسے یہ تو اندازہ تھا کہ انہیں یہ حرکت پسند نہیں آئے گی لیکن انہیں اتنی بری لگے گی یہ امید بالکل نہیں تھی۔ وہ ثمیر کے ساتھ مار پیٹ کے وقت بھی اسی لیے آگے نہیں بڑھے تھے کیونکہ انہیں خرم کی یہ حرکت بالکل اچھی نہیں لگی تھی جانے اس لڑکی کو کیا بیماری تھی جو وہ اس طرح بے ہوش ہو گئی تھی اور خرم ایسی بیمار لڑکی کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کر رہا تھا۔

خرم نے ان کی بات بڑے تحمل سے سنی تھی اسے پتا تھا وہ دونوں ایسے ہی ہیں ایک تو پہلے ہی وہ دونوں مار پیٹ سے دور بھاگتے تھے اور اس وقت تو وہ خرم کے خلاف ہو گئے تھے پھر بھلا میدان میں کیا اترتے۔

چنانچہ خرم نے بھی اس بات کو طول دینے کی بجائے مختصراً" نوریہ کی ذہنی بیماری کا ذکر کر دیا اور انہیں صاف بتا دیا نوریہ کو اب اس سارے کھیل سے بالکل الگ رکھے گا فیس بک پر جو کمنٹس اور تصویریں آئی تھیں وہ خرم کے لیے بھی برداشت سے باہر تھیں۔

ہارون اور نادر کو نوریہ کی ذہنی بیماری کا پتا چلنے کے بعد خرم کی حرکت اور بھی ناگوار گزری تھی وہ تو خرم نے صرف حمید پر شک ہونے والی بات بتائی تھی تب وہ اسے مکمل پاگل کہنے لگے تھے اگر وہ یہ بتا دیتا کہ وہ نوریہ کے ساتھ جا کر حمید کا فارم ہاؤس کھود آیا ہے تب وہ خرم کو بھی پاگل قرار دے دیتے۔

بہرحال انہوں نے خرم کو خوب سنائی تھی اور کیونکہ خرم شرمندہ تھا اس لیے اس نے زیادہ بحث بھی نہیں کی اور خاموش سنتا رہا۔

لیکن اسے یہ امید ہرگز نہیں تھی کہ یہ سب فرقان حسن تک پہنچ گیا ہو گا ان کے سوال پر اسی لیے وہ بے یقینی سے انہیں دیکھے گیا یہاں تک کہ انہیں اسے چونکاتے ہوئے پوچھنا پڑا تھا۔

"میں نے پوچھا ہے who is zobia?"

"آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" خرم نے ٹی وی بند کر کے پوری طرح سے ان کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

فرقان حسن کچھ دیر اسے دیکھتے رہے پھر بڑی سنجیدگی سے کہنے لگے۔

"ڈی آئی جی صاحب کا فون آیا تھا جو انہوں نے بتایا ہے وہ میرے لیے ناقابل یقین ہے۔" خرم حیرانی سے انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا کہا ڈی آئی جی صاحب نے۔"

"دو تین دن پہلے وہ لڑکی تمہارے ساتھ کہیں گئی تھی چار پانچ گھنٹوں کے لیے۔ اس سے ایک دن پہلے وہ تمہاری یونیورسٹی میں تھی جہاں وہ بے ہوش ہو گئی تھی اور تم اسے ہاسپٹل لے کر گئے تھے۔

خرم وہ لڑکی تمہاری کلاس فیلو ہے نہ تمہارے فرینڈز کی فرینڈ ہے وہ تمہیں کہاں مل گئی جو تم اسے لے کر نکل گئے وہ بھی یونیورسٹی آورز میں۔" فرقان حسن کے لہجے میں غصہ نہیں تھا بلکہ شدید حیرت تھی۔

"یہ سب آپ کے دوست کو کیسے پتا ہے۔" خرم نے انہیں جھٹلانے کی کوشش کیے بغیر سنجیدگی سے پوچھا۔

"بلال اختر نے بتایا ہے جب وہ تمہارے ساتھ گئی تھی تب وہ پولیس کو بلانے کا سوچ رہے تھے وہ تو ڈی آئی جی صاحب نے انہیں سمجھایا کہ خرم بہت اچھی فیملی کا لڑکا ہے آپ یہ سب کرنے سے پہلے ایک بار ان سے مل لیں۔"

فرقان حسن کی بات پر خرم گنگ رہ گیا۔

بلال اختر کا فون اس کے موبائل پر آیا تو تھا اس کے بعد بالکل خاموشی ہو گئی۔

زوبیہ نے بھی گھر پہنچنے کے بعد اسے میسج کر دیا تھا کہ۔

"سب ٹھیک ہے۔" لہٰذا وہ اسی وقت اپنے گھر آ گیا تو کیا بلال اختر نے ڈی آئی جی صاحب کو فون کیا تھا اور ان کے مشورے پر وہ بالکل چپ ہو کر بیٹھ گئے تھے اسی لیے زوبیہ سے بھی کوئی پوچھ تاچھ نہیں کی۔

فرقان حسن اسے سوچ میں ڈوبا دیکھ کر کہنے لگے۔

"میں تو بلال اختر کو جانتا بھی نہیں ہوں وہ تو ان کا گھر خریدا ہے اس لیے ان کا نام بھی پتا ہے ورنہ وہ لوگ کس قسم کے ہیں مجھے کوئی آئیڈیا نہیں ہے۔

مگر تم خود سوچو اگر ڈی آئی جی کی جگہ انہوں نے کسی اور کو فون کیا ہوتا یا ڈی آئی جی میرا دوست نہ ہوتا تو تمہارے خلاف تو ایف آئی آر کٹ چکی ہوتی۔

آخر تمہاری زوبیہ سے دوستی کیسے ہو گئی کہ تم اس کے ساتھ کہیں باہر بھی چلے گئے میں نے تو تمہیں بتایا تھا وہ لڑکی ذہنی طور پر ٹھیک نہیں۔ پھر یہ سب کیا ہے۔" فرقان حسن کے لہجے میں بیزاری کا عنصر نمایاں تھا جیسے انہیں اس بچپنے پہ تاؤ آ رہا ہو۔

"ڈیڈ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم دونوں کوئی گھومنے نہیں گئے تھے اور نہ ہی میری اس سے کوئی دوستی ہے۔ میں بھی آپ کی طرح اس کی فیملی کو زیادہ نہیں جانتا اور نہ ہی جاننے کی ضرورت ہے بلال اختر نے کچھ زیادہ ہی جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے۔

یونیورسٹی میں فیسٹیول لگا تھا زوبیہ وہی دیکھنے آئی تھی That's it بلال اختر نے تو بلاوجہ بات کو غلط رنگ دے دیا ہے۔" خرم نے خفگی سے بتایا۔

فرقان حسن بغور اسے دیکھتے رہے جوان بیٹے پر وہ زیادہ غصہ نہیں دکھانا چاہتے تھے نہ ہی اس کا کوئی فائدہ تھا خرم نے کبھی ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی جو انہیں دوسروں کے سامنے شرمندہ کراتی لہٰذا انہیں کسی شدید ردعمل

کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ صرف خرم کو یہ احساس دلانا چاہتے تھے اس طرح کی حرکتوں میں مفت کی بدنامی گلے پڑ جاتی ہے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جس بات کو وہ اتنا معمولی سمجھ رہا تھا اس پر اس کے خلاف پولیس کیس بن سکتا تھا۔ یہ سب جان کر اگلی بار وہ کوئی بھی قدم بغیر سوچے سمجھے نہیں اٹھائے گا۔

فرقان حسن کی نظروں میں موجود نصیحت کو خرم بخوبی پڑھ رہا تھا لیکن وہ اس موضوع پر زیادہ بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا بھی انجان بنا بیٹھا رہا تو فرقان حسن بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔

"نمل کیسی ہے۔" ان کے اچانک سوال نے ایک بار پھر خرم کو چونکا دیا انہوں نے کبھی اس طرح نمل کے بارے میں نہیں پوچھا تھا اس وقت یہ سوال اس کی خیریت جاننے کے لیے نہیں پوچھا گیا تھا بلکہ یہ یاد دہانی کرانی مقصود تھی کہ اس کی زندگی میں نمل موجود ہے لہٰذا کسی اور کی گنجائش نہیں ہے۔

خرم چڑ ہی تو گیا ان کے انداز پر دل تو چاہا صاف کہہ دے میں کوئی زوبیہ سے شادی نہیں کرنے والا ہوں جو آپ مجھے نمل کو یاد دلانا چاہ رہے ہیں۔

لیکن وہ ایسی کوئی بات نہیں کہنا چاہتا تھا جس سے فرقان حسن کو بھی غصہ آ جائے اور وہ زوبیہ کے ساتھ باہر کیوں جائے اور کہاں جائے جیسے سوالات اٹھانا شروع کر دیں تبھی مرے ہوئے انداز میں کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔"

"اسے بھی گھر لے آیا کرو۔"

"کیوں؟" فرقان حسن کی بات پر خرم نے تعجب سے انہیں دیکھا۔

"ایسے ہی بس۔ بہت دن سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"تو آپ اس کے گھر جا کر مل لیں میں یونیورسٹی سے اسے اپنے گھر لے آؤں کتنا عجیب لگے گا۔" خرم اعتراض کرتے ہوئے بولا۔ تو فرقان حسن بھی خاموشی سے اٹھ گئے۔

شکر تھا کہ انہوں نے زیادہ کریدا نہیں تھا ورنہ خرم کے پاس زوبیہ کے ساتھ کہیں باہر جانے کا کوئی جواز نہیں تھا نمل کو گھر لانے کی خواہش ظاہر کر کے شاید انہوں نے یہ جتایا تھا کہ نمل کے ساتھ تو وہ کہیں گھومنے پھرنے نہیں جاتا۔

اگر وہ کھل کر پوچھتے تو وہ صاف کہہ دیتا کہ نمل کو ایسے چونچلے پسند نہیں لیکن انہوں نے موقع ہی نہیں دیا۔ ویسے تو وہ جھوٹ بھی بول سکتا تھا کہ وہ اور نمل اکثر باہر چلے جاتے ہیں لیکن ایک غلطی وہ دوبار کیسے کر سکتا تھا زوبیہ کے بارے میں غلط تاثر دینے کے بعد وہ نمل کا امیج کیوں خراب کرتا جبکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ نمل بالکل بھی ایسی نہیں ہے۔

آج کل تو اس کی نمل کے ساتھ بات بھی نہیں ہوتی تھی نمل خود تو کبھی مخاطب کرتی نہیں تھی اور جب سے زوبیہ والا حادثہ ہوا تھا خرم نے بھی نمل کو چڑانا اور زچ کرنا چھوڑ دیا کتنی بار ایسا ہوا تھا کہ نمل سے سامنا ہونے پر خرم اس کی جانب دیکھے بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔

مگر اسے یہ نہیں پتا تھا کہ اس کی یہ حرکت نمل کے لیے کس قدر حیران کن تھی پہلی بار ایسا ہونے پر نمل سمجھی تھی کہ اس نے نمل کو دیکھا ہی نہیں لیکن دو تین بار جب خرم نے ایسا ہی کیا تو نمل شاکڈ رہ گئی۔

پوری یونیورسٹی اس کے اور زوبیہ کے متعلق بات کر رہی تھی ایسے میں خرم کا یہ انداز نمل تک کو سوچنے پر مجبور کر گیا تھا آخر خرم کا ارادہ کیا ہے وہ کیا سوچ بیٹھا ہے یہ خاموشی اس کی چال ہے یا یہ کسی طوفان کا پیش خیمہ ہے۔ نمل سمجھنے سے قاصر تھی۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

☆ ☆

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رکو بیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور ایسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔ اب آگے پڑھیں۔

۳۲

بتیسویں قسط

www.paksociety.com

پتا نہیں یہ رومیلہ کا وہم تھا یا حقیقت بہرحال اسے لگ رہا تھا جب سے وہ کھیتوں کی سیر کر کے واپس آئے ہیں تب سے بریرہ کا موڈ پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گیا ہے۔ الیان سے تو زیادہ سامنا ہی نہیں ہوا' البتہ اس نے جس طرح اسے سب لوگوں کے بیچ مخاطب کیا تھا وہ دیکھ کر رومیلہ کو شدید حیرت ہوئی تھی' ورنہ وہ تو اس کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔ اگلے دن اسے شگفتہ غفار کی نظروں میں اپنے لیے مزید نفرت کا احساس ہوا تو جیسے اس کی ہمت جواب دینے لگی۔

بریرہ کے ولیمے کے لیے اسے گاؤں کا علاقائی لباس زیب تن کرنے کے لیے دیا گیا' وہ کوئی دلہن نہیں تھی' مگر انہوں نے اسے بھی بریرہ کی طرح علاقائی زیور اور روایتی میک اپ کر کے دلہن کی طرح سجا دیا تھا۔ اس کی تھوڑی پر کاجل سے تین تل لگا کر حاجرہ نے باقاعدہ تینوں قل پڑھ کر اس پر دم کیے تو بریرہ کا پھولا بل کر رہ جانا بھی اس سے مخفی نہ رہا۔ ایک طرف اگر ان سب کی محبت اس کی ہمت بڑھاتی تو دوسری طرف بریرہ اور شگفتہ غفار کی نفرت اس کے حوصلے پست کر دیتی۔

کتنی بار اس کے دل میں آیا گاؤں سے واپس جانے سے پہلے بریرہ سے ایک بار کھل کر بات کر لے' اپنے بھائی کے قبیح فعل پر اس سے معافی مانگ لے' مگر اس کی ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی' بریرہ اول تو اسے دیکھتی نہیں تھی' اگر کبھی اس نے شاذ و نادر دیکھا بھی تو اس کی آنکھوں سے ایسی چنگاریاں نکل رہی ہوتیں کہ وہ رومیلہ کے وجود کو راکھ بنا کر بکھیرنے لگتیں۔

ولیمہ سے فارغ ہوتے ہوتے انہیں شام ہو گئی تھی۔ شگفتہ غفار پھر بھی بضد رہیں کہ ابھی شہر کے لیے روانہ ہو جاتے ہیں' جس پر رجی سامنع سب نے کیا اور بالآخر شاہ جہاں ماموں کو بری طرح ڈانٹنا پڑا' تب کہیں جا کر شگفتہ غفار مجبور ہوئیں' صبح فجر کے بعد روشنی میں نکلنے پر' اصل میں وہ بالکل نہیں چاہتی تھیں کہ رومیلہ مزید الیان کے قریب رہے' انہیں وہ بہت خطرناک لڑکی لگ رہی تھی' جس طرح ایک ہی رات میں الیان کے نظریے اس لڑکی کے متعلق بدلے تھے' انہیں بد نظر رکھتے ہوئے وہ اس سے کچھ خوف زدہ ہو گئی تھیں۔

بیٹے کی شادی کرتے وقت تمام ہی ماؤں کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں بیٹا بالکل بیوی کا غلام نہ بن جائے' چاہے بہو کو کتنے ہی چاؤ سے کیوں نہ لایا گیا ہو' جبکہ یہاں تو صورت حال بالکل ہی مختلف تھی' ایسے میں شگفتہ غفار کا فکرمند ہونا اتنا کوئی غلط نہیں تھا۔

رومیلہ ان کے فوراً" چلے جانے کا پس منظر تو نہیں جانتی تھی' لیکن ان کی ہر چیز سے بے زاری اب اس کی سمجھ میں بخوبی آ گئی تھی اور وہ انہیں حق بجانب سمجھ رہی تھی' اس لیے اس نے تہیہ کر لیا کہ جانے سے پہلے ایک بار بریرہ سے بات ضرور کرے گی اور اس کے لیے اس کے پاس صرف آج رات کا ہی وقت موجود تھا۔

مغرب سے فارغ ہونے کے بعد کھانا لگنے میں جتنا وقت تھا وہ سب عام طور پر ساتھ بیٹھ کر ہی گزارتے تھے' مگر آج ولیمہ کی تقریب کی وجہ سے سب اتنا تھک گئے تھے کہ باقاعدہ محفل نہ جم سکی تھی' اسی سناٹے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رومیلہ' بریرہ کی تلاش میں لگ گئی۔ خوش قسمتی سے وہ اسے نانی اماں کے کمرے میں اکیلی بیٹھی مل گئی۔

نانی اماں کے سر میں درد ہو رہا تھا۔ انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا اور سکینہ کی دی دوا کھا کر لیٹی ہوئی تھیں۔ بریرہ ان کے پاس بیٹھی ایسے اخبار دیکھ رہی تھی جیسے اب تک ان سے باتیں کر رہی ہو' مگر اب ان پر غنودگی طاری ہوتی دیکھ کر اخبار کی سرخیوں پر نظر ڈالنے لگی۔ رومیلہ کے کمرے میں آنے کو اس نے محسوس ہی نہیں کیا تو رومیلہ کو گلا کھنکار کر اسے متوجہ کرنا پڑا۔ اس نے بری طرح چونک کر رومیلہ کو دیکھا اور اس پر نظر پڑتے ہی شدید حیرانی اس کی آنکھوں میں اتر آئی۔ آخر اتنا اندازہ تو اسے ہو ہی گیا تھا کہ رومیلہ اس سے بات کرنے آئی ہے' لیکن اس نے یہ جرات کیسے کی' یہ بریرہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"آج تم دلہن بن کر بہت اچھی لگ رہی تھیں۔" رومیلہ نے بات شروع کرنے کے لیے کہا' ورنہ اسے پتا تھا بریرہ کو اس کی تعریف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جس عذاب سے وہ گزر کر آئی تھی اس کے بعد زندگی کی یہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں اپنا حسن کھو کر ثانوی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔

بریرہ کا چہرہ بھی اپنی تعریف سن کر سپاٹ رہا تھا' بلکہ وہ استفہامیہ انداز میں رومیلہ کو دیکھ رہی تھی' جیسے یہ جاننا چاہتی ہو کہ وہ اس وقت یہاں کیوں آئی ہے۔ رومیلہ اس کا سوال سمجھ رہی تھی' خود اسے بھی ادھر ادھر کی بات کرنا مشکل لگ رہا تھا' کہیں غیر ضروری باتوں میں وقت ضائع کرنے میں کوئی آ جائے اور اصل بات درمیان میں ہی رہ جائے یا پھر بریرہ ہی بے زار ہو کر اٹھ جائے' جس کے قوی امکان تھے۔ مگر وہ نانی اماں کی موجودگی میں وہ ذکر کیسے چھیڑ سکتی تھی۔ خدانخواستہ ان کے کان میں کوئی ایک جملہ بھی پڑ جاتا تو؟ رومیلہ ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔ اسی لیے نانی اماں پر ایک نظر ڈالتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

"میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں' کیا تم تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ باہر آ سکتی ہو۔"

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔" بریرہ ایکدم سختی انداز میں بولی۔

"صرف دو منٹ سن لو۔ میں جانتی ہوں تم مجھ سے نفرت کرتی ہو' میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔" رومیلہ التجائیہ انداز میں بولی۔

"میں نے کہا نا مجھے کوئی بات نہیں کرنی' دو منٹ تو کیا' دو سیکنڈ بھی نہیں۔" بریرہ نے چبا چبا کر کہا' اسی وقت نانی اماں نیند میں ہلکا سا کسمسائیں تو بریرہ کچھ خوف زدہ انداز میں انہیں دیکھنے لگی۔ اگر انہوں نے اس کا یہ لب و لہجہ سن لیا تو وہ جب تک اس رویے کی وجہ نہیں جان لیں گی چین سے نہیں بیٹھیں گی۔

"صبح ہم لوگ چلے جائیں گے' میں صرف ایک بار..."

"چپ ہو جاؤ۔ نانی اماں اٹھ جائیں گی۔" بریرہ زچ ہو کر بولی' پھر بڑے جھنجلائے ہوئے انداز میں بستر سے اتر آئی اور ان کے کمرے سے ملحق ٹیرس کی طرف بڑھ گئی۔

رومیلہ اس کا بے زار انداز دیکھ کر شرمندہ سی اس کے پیچھے چلی آئی' اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی میں اسے کبھی ایسے حالات اور رویوں کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ جہاں غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی وہ مجرموں کی طرح کھڑی ہو گی۔

"بولو۔" ٹیرس میں آ کر بریرہ بڑی بدتمیزی سے دبی ہوئی آواز میں بولی۔

"تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس کا مجھے بہت افسوس ہے' مگر میرا یقین کرو مجھے اپنے بھائی کی سازش کے بارے میں پتا نہیں تھا۔ مجھے تو یہاں آ کر..."

"ٹھیک ہے' میں نے مان لیا' اب تم جاؤ۔" بریرہ کا جارحانہ انداز رومیلہ کو ہونٹ کاٹنے پر مجبور کر گیا' اس کی آنکھیں جھلکنے لگی تھیں' مگر وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ بریرہ جو بھی کر رہی تھی اپنی جگہ بالکل ٹھیک تھی اور اس کے پاس یہ آخری موقع تھا معافی مانگنے کا۔ بھلے ہی معافی ملے نہ ملے' اسے تو اپنا بوجھ ہلکا کرنا تھا۔

"بریرہ میں جانتی ہوں تم اس وقت کس تکلیف سے گزر رہی ہو' لیکن..."

"تم کچھ نہیں جانتیں۔ کوئی بھی نہیں جانتا۔ کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا۔ میں جس تکلیف سے گزری اور اب گزر رہی ہوں اس کی شدتوں کا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔" بریرہ زہر خند لہجے میں بول رہی تھی۔ رومیلہ کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔ وہ رومیلہ کو کوئی بات پوری کرنے ہی نہیں دے رہی تھی تو رومیلہ بھلا وضاحت کیسے دیتی۔

ایک پل کو تو اس کا دل چاہا ابھی اور اسی وقت کمرے سے چلی جائے' مگر وہ کوئی فرض پورا کرنے نہیں آئی تھی'

بلکہ وہ حقیقتاً" شرمندہ تھی اور اس سے واقعی معذرت کرنا چاہتی تھی۔ تب ہی اتنے تلخ لہجے پر بھی بڑی رسانیت سے کہنے لگی۔

"ہاں۔ شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو ہم میں سے کوئی تمہاری تکلیف نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ تکلیف سے تم اکیلی نہیں گزر رہیں، اس طرح زبردستی کسی کے گھر کی بہو بننا اور کسی کے سر پر مسلط ہونا بھی کم تکلیف دہ نہیں ہے۔ جب سے مجھے پتا چلا ہے کہ ابرار بھائی نے تمہاری فیملی کو بلیک میل کرکے مجھ سے شادی پر مجبور کیا ہے میں کس کرب سے گزر رہی ہوں' وہ میں ہی جانتی ہوں۔ انہوں نے جو کیا بہت غلط کیا ان کا گناہ معافی کے قابل نہیں' لیکن پھر بھی میں ان کی طرف سے معافی مانگ رہی ہوں۔" رومیلہ نے محاورتاً" نہیں بلکہ حقیقتاً" اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

اس کا گلوگیر لہجہ اور جڑے ہوئے ہاتھ بریرہ پر کچھ بھی اثر نہیں کرسکے تھے۔ البتہ اس کی آنکھوں میں تیرتا پانی دیکھ کر اسے عجیب سا سکون ملا تھا۔ ہرچند وہ رومیلہ کی معذرت کو ایک ڈرامہ سمجھ رہی تھی۔ اسے تو یہی لگ رہا تھا کہ رومیلہ اب اس گھر میں اپنے قدم جمانے کے لیے بے گناہ اور شرمندہ ہونے کا ڈھونگ کررہی ہے۔

لیکن اس کے باوجود وہ اس کی بات بڑے آرام سے سنتی رہی' اسے اپنے آگے گڑگڑاتا دیکھ کر اسے بڑی تسکین مل رہی تھی۔ ورنہ کون سا اسے رومیلہ کے آنسو دیکھ کر اسے معاف کردینا تھا۔ جبکہ رومیلہ کو اس کی خاموشی سے بڑی ہمت ملی' وہ جلدی جلدی اپنی ساری بات کہتی گئی۔

"مجھے اندازہ ہے تمہارے لیے ہم میں سے کسی کو بھی معاف کرنا آسان نہیں' لیکن میرا یقین کرو مجھے کچھ بھی نہیں پتا تھا۔ کاش یہ سب میرے علم میں ہوتا تو میں نکاح کے وقت ہی اس شادی سے انکار کردیتی۔ ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا ہے' تمہارے بھائی کو اس شادی کا طوق ساری زندگی اپنے گلے میں لٹکا کر پھرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں واپس اپنے گھر چلی جاؤں گی اور اس کا تمہاری زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ ٹرسٹ می (میرا یقین کرو) میں سب ٹھیک کردوں گی۔" رومیلہ صرف کہہ نہیں رہی تھی' بلکہ اس کا مصمم ارادہ تھا ایسا کچھ کرنے کا جس سے الیان کو اس زبردستی کے رشتے سے نجات مل جائے اور بریرہ کو بھی کوئی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

مگر اس کے لیے کرنا کیا ہوگا' ایسا کوئی لائحہ عمل رومیلہ نے ابھی تک ترتیب نہیں دیا تھا۔ نہ ہی اس کی کچھ سمجھ میں آرہا تھا۔ وہ تو بس کسی طرح بریرہ کے چہرے پر پھیلی نفرت کو کم کرنا چاہتی تھی۔ مگر اسے کامیابی ہوتی نہیں لگ رہی تھی۔ بریرہ اس کی بات سن ضرور رہی تھی' لیکن اس کے چہرے کے تاثرات ہنوز تھے' تب ہی رومیلہ مزید کہنے لگی۔

"میں اپنے بھائی کو سمجھاؤں گی' انہوں نے غصے اور ضد میں یہ سب کرڈالا' لیکن میں انہیں بتاؤں گی کہ اس طرح نہیں بنتے اور نہ ہی تمہارے گھر کو اجاڑنے سے ان کا کوئی مقصد انہیں حاصل ہوجائے گا۔ یہ زبردستی کا بندھن کسی کو بھی خوشی نہیں دے گا۔" رومیلہ کہتی چلی گئی کہ تب ہی کسی آہٹ پر وہ دونوں چونک اٹھیں۔ ان دونوں نے بے اختیار کمرے کی جانب دیکھا۔

ٹیرس کے دروازے پر پڑے باریک سے پردے کے پیچھے کسی کا سایہ لہراتے پردے کے ساتھ واضح طور پر نظر آرہا تھا۔

"کک۔ کون۔" بریرہ نے بری طرح خوف زدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

رومیلہ بھی کسی کو کھڑا دیکھ کر کچھ ڈر تو گئی تھی کہ کہیں اس نے رومیلہ کی کہی باتیں نہ سن لی ہوں' مگر جو خوف و ہراس بریرہ کے چہرے پر تھا وہ رومیلہ کو ٹھٹک کر اسے دیکھنے پر مجبور کرگیا تھا۔ اس کا چہرہ اور ہونٹ بالکل سفید پڑ گئے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا وہ ابھی لہرا کر گر پڑے گی۔ مگر ایسی نوبت آنے سے پہلے نوارد پردہ ہٹاتا ان کے سامنے کھڑا ہوا۔ الیان پر نظر پڑتے ہی بریرہ کی جان میں جان آئی۔ خود رومیلہ کی بھی حالت بحال ہوگئی۔ کیونکہ اس کے چہرے سے صاف لگ رہا تھا وہ رومیلہ کی ساری بات سن چکا ہے اور اب انہیں پریشان ہوتا دیکھ کر سنجیدہ انداز میں کہنے لگا۔

"یہ وقت اور جگہ ان باتوں کے لیے بالکل بھی مناسب نہیں ہیں' اگر میری جگہ اس وقت کوئی اور ہوتا تو بھائی کی ہی آنکھ کھل جائے تو۔" الیان ان دونوں کو ہی ٹوک رہا تھا۔

بریرہ کا دل چاہا تنک کر کہہ دے' یہی بول رہی تھی۔ مگر وہ ابھی ابھی جس خوف سے گزری تھی اس کے فوراً بعد اس سے بولا ہی نہیں گیا وہ صرف دو تین گہری گہری سانسیں کھینچ کر اپنے اعصاب بحال کرتی رہی۔ البتہ رومیلہ خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں جانے سے پہلے بریرہ کو ساری بات بتا کر اس سے معافی مانگنا چاہتی تھی اور ساتھ ہی اسے یقین دلانا چاہتی تھی کہ وہ اپنی نئی زندگی کو اچھی طرح انجوائے کرے۔ اس کا گھر ہمیشہ آباد رہے گا۔ اسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔" رومیلہ چاہتے ہوئے بھی یہ نہ کہہ سکی کہ بریرہ کسی اور طرح کی بات کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوئی۔

"جو تم کہہ رہی ہو وہ سب کرنا اتنا آسان نہیں ہے' بولنے میں اور کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے' جب تمہاری بات سچ نکل آئے گی تب میں یقین کروں گی۔" بریرہ عجیب ہتک آمیز لہجے میں بول رہی تھی۔ رومیلہ کے چہرے پر ایک سایہ آکر گزر گیا۔ ہر بار وہ خود کو یہ سوچ کر تسلی دے رہی کہ وہ اپنی جگہ حق بجانب ہے۔

اس کا لہجہ خود الیان کو بھی بہت عجیب لگا تھا۔ مگر وہ اسے ٹوکنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ بھی رومیلہ کے سامنے تو بالکل بھی نہیں۔ البتہ رومیلہ کی بات کی یقین دہانی وہ بھی کرانا چاہتا تھا۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس میں کتنا سچ ہے۔ وہ بس یہ چاہتا تھا کہ بریرہ اپنے خوف سے باہر آکر بالکل پہلے جیسی ہوجائے۔ شوخ اور کھلنڈری' اپنی یہ خواہش اسے خود بھی بے جا لگ رہی تھی' پھر بھی اس نے آس کا دامن نہیں چھوڑا' تب ہی کہنے لگا۔

"یہ آسان کام نہیں ہے' لیکن ناممکن بھی نہیں ہے۔ رومیلہ کیا کرسکتی ہے۔ ابرار کیا کرسکتا ہے۔ تمہیں وہ سب سوچنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں صرف اتنا پتا ہونا چاہیے کہ تمہارا بھائی کیا کرسکتا ہے۔ کسی دوسرے پر نہیں' مجھ پر یقین رکھو۔ اس خوف سے باہر آجاؤ کہ یہ راز بھی کھلے گا۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" الیان کے لہجے میں اتنا یقین تھا کہ بریرہ تو کیا رومیلہ بھی اسے دیکھتی رہ گئی۔ بریرہ کو الیان کی بات سے کتنی تسلی ہوئی' اس کا تو رومیلہ کو کوئی علم نہیں تھا' لیکن خود اسے ضرور یقین ہوگیا تھا کہ الیان اس مسئلے کو حل ضرور کرے گا۔

رات کو جب وہ اپنے کمرے میں سونے آئی تو خلاف توقع الیان جاگ رہا تھا۔ بلکہ جس طرح اسے دیکھتے ہی الیان نے لیپ ٹاپ بند کیا تھا اس سے رومیلہ کو لگا جیسے وہ اس کا انتظار ہی کررہا تھا۔ اس لیے اپنی حیرت ظاہر کیے بغیر معمول کے مطابق سوٹ کیس میں سے اپنے کپڑے نکالنے لگی۔ اسی لیے الیان کو اسے مخاطب کرنا پڑا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے' اگر سونا تھوڑی دیر کے لیے ملتوی کردو تو زیادہ بہتر ہوگا۔" رومیلہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے بریرہ سے کہا ہے' تم سب ٹھیک کردو گی۔ مجھے "سب ٹھیک" کی وضاحت چاہیے۔" رومیلہ کچھ کنفیوز سی ہوگئی۔ اس نے کچھ زیادہ سوچا نہیں تھا' مگر اب الیان کے پوچھنے پر اسے باقاعدہ اپنے ارادوں سے اسے آگاہ کرنا سخت ضروری تھا۔ ورنہ وہ یہی سوچتا رہتا کہ رومیلہ خالی خولی ڈائیلاگ مار کر آگئی ہے۔

"سب ٹھیک کردینے سے میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ سب کچھ آج ابھی اور اسی وقت ٹھیک ہوجائے گا۔" رومیلہ نے سوچنے کے لیے تھوڑا وقت لینے کے لیے بات بنائی۔

"یہ تو مجھے بھی پتا ہے تمہارے پاس جادو کی کوئی چھڑی نہیں ہے کہ تم پلک جھپکتے میں سب ٹھیک کردو۔ لیکن تم

نے کچھ سوچا تو ہو گا کہ اپنے بھائی کو اس کے انجام تک کیسے پہنچاؤ گی۔" رومیلہ کچھ ٹھٹک کر الیان کو دیکھنے لگی' جس پر الیان پوچھنے لگا۔

"میں نے کوئی غلط سوال پوچھ لیا ہے کیا؟"

"نہیں' غلط تو نہیں پوچھا۔ اصل میں' میں نے تو یہ سوچا ہی نہیں کہ ابرار بھائی کو انجام تک کیسے پہنچانا ہے۔ میں تو صرف یہی سوچ رہی تھی کہ آپ لوگوں کو اس پرابلم سے کیسے نکالا جائے۔" رومیلہ بڑی صاف گوئی سے بولی۔

الیان صرف اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ بھلے ہی یہ نہیں جانتی تھی کہ الیان اس کی بے گناہی جان چکا ہے' لیکن الیان کو تو پتا تھا کہ آج وہ اپنے بھائی کی وجہ سے کس مصیبت سے گزر رہی ہے' پھر اسے اپنے بھائی کو سزا دینے یا سبق سکھانے کا خیال کیوں نہیں آیا۔ رومیلہ "الیان کے اس طرح دیکھنے پر یہ سمجھی کہ شاید وہ سمجھا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہے تب ہی وضاحت کرنے لگی۔

"اصل میں میرے بھائی غصے میں یہ سب کر گزرے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ وہ بہت اچھے انسان ہیں' میرے کہنے کا مطلب ہے کہ وہ کوئی بہت برے آدمی نہیں ہیں۔ ان کی حرکت ناقابل معافی ہے' لیکن اس میں تھوڑی سی غلطی آپ لوگوں کی بھی ہے۔ اگر اسی وقت شادی کے لیے راضی ہونے کی بجائے آپ تھوڑا سا خود غرض بن کر انکار کر دیتے تو ابرار بھائی' بریرہ کو ایسے ہی چھوڑ دیتے۔ ان کی آپ سے کوئی دشمنی نہیں تھی' وہ آپ پر وقت برباد کرنے کی بجائے کسی اور شخص کی تلاش شروع کرتے جسے وہ دن کے اندر اندر شادی کے لیے راضی کیا جا سکتا۔" رومیلہ ابرار کی طرف داری نہیں کر رہی تھی۔ بلکہ وہ اس کی ذہنیت کو سمجھتی تھی۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ جو وہ کہہ رہی ہے اس پر عمل کرنا آسان نہیں تھا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جب بہن کی شادی سر پر ہو اسی لیے الیان کو خاموش دیکھ کر اس نے مزید اس بات سے اسے قائل کرنے کی کوشش کیے بغیر واپس موضوع پر آتے ہوئے کہا۔

"لیکن خیر' اس دھمکی سے بالکل پریشان نہ ہوں کہ اگر اپنی بہن کا گھر بسا دیکھنا چاہتے ہو تو میری بہن کو ساری زندگی برداشت کرو۔ میرا گھر بسے یا اجڑ جائے' اس سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔" رومیلہ بڑے سپاٹ سے لہجے میں بول رہی تھی۔ اپنی دوست کے سامنے جس طرح وہ بکھر گئی تھی اب اس کا شائبہ تک اس کے لہجے میں نہیں تھا۔ اس نے بڑی عمدگی سے خود کو کمپوز کر رکھا تھا۔ الیان اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔

"انہوں نے جس مقصد کے لیے یہ شادی کی تھی وہ پورا ہو چکا ہے۔ اب اگر میں لوٹ کر گھر چلی جاتی ہوں تو انہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ انہوں نے میری شادی جس بنیاد پر کرائی تھی وہ اس قدر کھوکھلی تھی کہ اس پر یہ گھر بس ہی نہیں سکتا تھا۔ مگر اس سب کے لیے آپ لوگوں کو تھوڑا سا انتظار کرنا ہو گا۔ ذرا سا ماحول ٹھنڈا ہو جائے۔ ابرار بھائی کا انتقام لینے کا جذبہ سرد ہو جائے' پھر میں خود اپنے گھر واپس لوٹ جاؤں گی اور ان سے کہہ دوں گی کہ مجھے آپ لوگ اور آپ کا ماحول پسند نہیں آیا۔ حالانکہ آپ لوگوں نے مجھے ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کی وغیرہ۔ میرے بھائی اور بابا مجھ پر غصہ کریں گے۔ ناراض ہوں گے' بات چیت بند کر دیں گے اور آخر میرے فیصلے پر صبر کر لیں گے۔ اس بیچ آپ لوگوں کو صرف اپنے رویے پر قابو رکھنا ہو گا۔ آپ لوگ اپنا سارا غصہ اور نفرت ایک طرف رکھ کر ابرار بھائی پر یہی ظاہر کریں گے کہ آپ سب دل و جان سے اس رشتے کو نبھانا چاہتے ہیں۔ بس میں ہی ضدی اور خود سر ہوں۔ جو مان کر نہیں دے رہی۔ یہ سب کرنے میں آپ کو زیادہ محنت نہیں کرنی ہوگی ابرار بھائی زیادہ سے زیادہ آپ کو ایک فون کریں گے اور بس یقین کر لیں گے کہ واقعی رومیلہ ایسی ہی لڑکی ہے جس پر کسی کے سمجھانے بجھانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ آپ سے کوئی انتقام بھی نہیں لیں گے اور آپ کی بچی

سے جان بھی چھوٹ جائے گی۔" رومیلہ نے بڑے پر سکون انداز میں کندھے اچکائے تو الیان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا' پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"مگر یہ سب اتنا ہی سمپل تھا تو ابرار کو اتنا بڑا قدم اٹھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"کیونکہ ان کی انا پر ضرب پڑی تھی نا۔" رومیلہ بے ساختہ بولی اور پھر اپنا رشتہ طے ہونے سے لے کر رشتہ ٹوٹنے تک ساری بات تفصیل سے الیان کو بتا دی۔

الیان بالکل خاموشی سے اسے سنتا رہا۔ اس کے خاموش ہونے پر بھی وہ کچھ دیر تک کچھ نہ بولا تو رومیلہ کو خود ہی کہنا پڑا۔

"اب آپ خود بتائیں' جس شخص کو اپنا فیصلہ غلط نہ لگ رہا ہو اور چاروں طرف سے یہ سننے کو مل رہا ہو کہ یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے' پھر بھی وہ شرمندہ ہونے کی بجائے کسی کی بہن کو اغوا کرنے چل پڑے تو آپ اس کے عمل کو کیا کہیں گے۔ ایک بھائی کی بہن کے لیے محبت یا ایک ضدی شخص کی ہٹ دھرمی' اس لیے میں کہہ رہی ہوں' انہیں بریرہ کا گھر اجاڑنے سے کوئی مطلب نہیں' انہیں صرف گلفام کو نیچا دکھانا تھا اور یہ وہ کر چکے ہیں۔ مگر میں صرف یہ چاہتی ہوں کچھ دن انہیں اپنی کامیابی کے نشے میں چور رہنے دیں' اگر میں فوراً گھر واپس چلی گئی تو وہ بپھرے سے اکھڑ جائیں گے۔ ایسی صورت حال میں وہ بریرہ کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ وہ تین مہینے مجھے برداشت کر لیں' تاکہ وہ جی بھر کر اپنی کامیابی کا جشن منا لیں' پھر اگر میں لوٹ کر جاؤں گی تو وہ آپ لوگوں کو ذمہ دار نہیں سمجھیں گے' بلکہ مجھے بھی نمل کی طرح خود سر' باغی اور بے غیرت کے خطاب سے نواز دیں گے۔ جس کی مجھے قطعی پروا نہیں۔" رومیلہ کہتی چلی گئی۔

وہ اتنی کمزور اور ناتواں نہیں تھی جتنی الیان کو اب تک لگ رہی تھی' وہ تو کافی بہادر یا شاید بہت زیادہ خوددار تھی۔ جب ہی وہ اپنے باپ اور بھائی کی نظر میں بے غیرت اور خود سر بننے کے لیے تیار تھی۔ مگر یہاں ان لوگوں کے سر پر زبردستی مسلط رہنے پر بالکل آمادہ نہیں تھی۔ الیان کی اتنی طویل خاموشی رومیلہ کی سمجھ سے باہر تھی۔ تب ہی وہ وضاحت پر وضاحت دیے جا رہی تھی۔

"آپ شاید مجھ پر بھروسہ نہیں کر پا رہے' میں جو آپ سے دو' تین مہینے کی مہلت مانگ رہی ہوں' آپ اسے کوئی سازش سمجھ رہے ہیں۔ لیکن میں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" الیان غیر ارادی طور پر کہہ گیا۔ وہ رومیلہ پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس کی اور اس کی کزن کی گفتگو سن چکا ہے۔ اس لیے اسے معلوم ہے وہ کسی سازش میں شامل نہیں۔

البتہ وہ یہ ضرور سوچ رہا تھا کہ رومیلہ جو اپنے بھائی کے بارے میں کہہ رہی ہے کہ وہ دو' تین مہینے میں وہ اپنی فتح کا جشن منا چکا ہو گا۔ لہٰذا کسی ردعمل کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ اس بات پر کتنا یقین کیا جا سکتا ہے۔ اس کا اسے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ مگر ابھی وہ یہ سب رومیلہ سے نہیں کہنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس موضوع کو بدلنے کے لیے کہنے لگا۔

"میں تمہاری کزن نمل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ بہت بولڈ لڑکی ہے وہ۔ اتنا بڑا اسٹیپ اٹھانا آسان کام نہیں ہے۔" رومیلہ بے اختیار مسکرا دی۔

نمل کے ذکر پر وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنی ساری الجھنوں سے باہر آ گئی۔ نمل جیسی دوست واقعی ایسی نعمت ہوتے ہیں جن کا ذکر بھی انسان کے ڈپریشن اور ٹینشن کو کم کر دیتا ہے۔ کس طرح وہ اس کی ہر تکلیف پر ایسے پریشان ہو جاتی جیسے وہ خود اس مشکل سے گزر رہی ہے۔

"بالکل۔ وہ تو ہے۔" رومیلہ ایسے بولی جیسے تصور کی آنکھ سے نمل کے پریشان چہرے کو دیکھ رہی ہو' جو رومیلہ

کی تکلیف دیکھ کر ایسا ہو جاتا تھا۔

"مگر وہ کینیڈا جا کر اس شخص سے نہ ملتی تو جانے میرے ساتھ کیا ہوتا۔ پتا نہیں وہ شخص کینیڈا لے جا کر میرے ساتھ کیا سلوک کرتا۔ جانے اس کے کیا ارادے تھے۔ جانے اس کا وہاں کیا کاروبار ہوگا۔ پتا نہیں مجھ جیسی اور کتنی لڑکیوں کو اس نے دھوکا دے کر اپنی غرض کے لیے استعمال کیا ہوگا۔" ردمیلہ کا لہجہ بات شروع کرتے وقت بہت نرم تھا۔ کلمات کے اختتام تک وہ بری طرح تلخ ہو گئی تھی۔

اس کے خدشات غلط نہیں تھے۔ ایسے دھوکے باز لوگوں کے ہتھے چڑھنے سے مر جانا بہتر ہوتا ہے۔ الیان بھی کچھ دیر کے لیے اس کی باتوں کے زیر اثر خاموش سا ہو گیا تھا۔ اس کی بہن تو چند دنوں کے لیے اغوا ہوئی تھی تو اس کی جان پر بن آئی تھی تو ان گھر والوں کا کیا حال ہوتا ہوگا جن کی بہن اور بیٹیوں کو شادی کا جھانسہ دے کر غلط اور ناجائز کاموں کے لیے دوسرے ملک اسمگل کر دیا جاتا ہے۔

الیان کے احساسات صرف یہ سوچ کر ہی عجیب ہو گئے تھے اور نہ جانے کتنی دیر وہ اسی احساس کے زیر اثر رہتا کہ ردمیلہ کے اچانک صوفے کی طرف بڑھ جانے پر چونک اٹھا۔ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر صوفے کی بیک کی جانب منہ کر کے لیٹ گئی جبکہ الیان کتنی ہی دیر اپنی جگہ بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔

☆ ☆ ☆

ندبیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ عائشہ اختر کا ہاتھ چھوڑ کر بھاگتی ہوئی اس مجمع میں سے نکل جائے مگر عائشہ اختر کو شاید اس کے احساسات کا علم تھا۔ تب ہی انہوں نے مضبوطی سے اس کے ہاتھ کو پکڑ رکھا تھا اور ہنستی مسکراتی آگے اور آگے بڑھتی جا رہی تھیں۔ ندبیہ کو بچپن سے ایسے بڑے بڑے فنکشنز اور پارٹیز سے گھبراہٹ ہوتی تھی۔ اسی لیے وہ تقریبات میں جانے سے کتراتی تھی مگر آج عائشہ اختر زبردستی اسے لے آئی تھیں۔ وہ بھی خوب تیار کر کے "اپنی پسند" سے انہوں نے اس کے لیے کپڑے نکالے تھے۔ بقول عائشہ اختر کے کہ تمہارے پاپا کے دوست کی سلور جوبلی اینی ورسری ہے۔ لہٰذا تمہیں وائٹ پر سلور کام کا جوڑا ہی پہننا چاہیے اور اس پر بڑے بڑے سلور ٹوپز۔ ہلکے سے میک اپ کے ساتھ (جو کہ عائشہ اختر نے ہی کیا تھا۔) ندبیہ کسی اور دنیا کی مخلوق لگ رہی تھی۔

محفل میں اٹھنے والی ہر نظر اسی پر ٹھہر رہی تھی اور یہی بات عائشہ اختر کا سیروں خون بڑھا رہی تھی۔ اپنی بیٹی کو دیکھ کر ان کی گردن فخر سے تنی جا رہی تھی۔ وہ جس مقصد سے اسے یہاں زبردستی لائی تھیں وہ پورا ہوتا لگ رہا تھا۔ عالم صاحب کے گھرانے سے ان کے کوئی بہت گہرے مراسم نہیں تھے۔ بہت ہی پر تکلف قسم کا ملنا جلنا تھا۔ کبھی سال دو سال میں ایک بار ایک دوسرے کے گھر چلے جاتے یا کوئی بہت بڑا فنکشن کرتے تو ایک دوسرے کو بلا لیتے "ایسے کاروباری دوستوں سے ایسے ہی ملنا جلنا ہوتا ہے۔ جب ہی ندبیہ انہیں جانتی بھی نہیں تھی اور نہ ہی ان کے گھر کبھی آئی تھی۔

خود عالم صاحب بھی بلال اختر کے گھر اکثر و بیشتر اکیلے ہی آئے تھے۔ وہ بھی کسی ضروری کام سے، لیکن عائشہ اختر ان کے فنکشن میں ایسے شرکت کرنے آئی تھیں جیسے وہی ان کے لیے سب سے اہم ہوں۔ کیونکہ بلال اختر نے انہیں بتایا تھا کہ فرقان حسن بھی اس تقریب میں شامل ہوں گے 'وہ بھی اپنے بیٹے کے ساتھ اور وہ خرم سے ملنے کے لیے بری طرح بے چین تھیں۔ اس کی تعریفیں اتنی سنی تھیں کہ تجسس جاگ اٹھنا ایک قدرتی بات تھی۔ دوسرے وہ یہ بھی دیکھنا چاہتی تھیں کہ ندبیہ کی اگر کسی سے دوستی ہوئی ہے۔ (جو کہ نہایت حیران کن بات ہے۔) تو وہ کون ہے اور کیسا ہے۔

وہ تو دل ہی دل میں ندبیہ کی شادی تک کا پلان بنائے بیٹھی تھیں۔ ان کی بیٹی کی شادی کسی بہت اچھے لڑکے سے ہو یہ صرف ایک ارمان نہیں بلکہ ان کی زندگی کا مقصد سا بن گیا تھا۔ حالانکہ ندبیہ کی ذہنی حالت کی وجہ سے وہ ایسی امید کب کی چھوڑ چکی تھیں۔ مگر جب سے انہوں نے خرم کا ذکر سنا تھا ان کے ٹوٹے خوابوں کو ایک نئی تعبیر مل گئی تھی۔

دوسری طرف ندبیہ ان کا جوش و جذبہ دیکھ کر بالکل انکار ہی نہ کر سکی۔ ورنہ ایسی محفلوں میں جانے کا اسے شوق تھا نہ ہی عادت' بلکہ اسے تو وحشت ہوتی تھی اور عائشہ اختر نے جس طرح اسے اہتمام سے تیار کیا تھا اس پر تو اسے اختلاج ہو رہا تھا۔

وہ تو شکر تھا کہ عائشہ اختر کی ملاقات اپنی ایک خاص دوست سے ہو گئی اور وہ ان سے باتوں میں مشغول ہو کر ندبیہ کو فراموش کر بیٹھیں۔ ورنہ وہ محفل میں اسے کیسے لیے پھرتی رہتیں اور ہر ایک سے اس کا تعارف کرائے جاتیں۔

ندبیہ' عائشہ اختر کو اپنی ساڑھی کی تفصیلات سنانے میں مصروف دیکھ کر چپ چاپ وہاں سے کھسک لی اور ایک نسبتاً "خاموش اور الگ تھلگ کونے میں رکھی میز کے پاس چلی آئی۔ کرسی گھسیٹ کر بیٹھنے پر ندبیہ نے ایک پرسکون سانس لیا اور ارد گرد کا جائزہ لینے لگی۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی اسے ان ہنستے مسکراتے لوگوں میں اپنا آپ بالکل بے تکا اور بے محل لگا۔ ایک دوسرے سے خوش گپیوں میں مصروف تمام مہمانوں کو دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے انہیں زندگی میں کوئی تکلیف ہے ہی نہیں۔ سب کے سب اپنے آپ سے مطمئن اور آسودہ لگ رہے تھے۔ کسی کو زندگی سے کوئی شکوہ اور حالات سے کوئی شکایت ہی نہ ہو۔ کیا واقعی ایسا تھا یا یہ صرف نظر کا دھوکا تھا۔

ندبیہ ان سب کے چہرے کھوجتے ہوئے اپنے سوال کا جواب تلاشنے لگی۔ جواب تو اسے کیا ملتا البتہ بلیک ونر شرٹ پر کریم کلر کی واسکٹ اور کریم ہی کلر کی ٹائی لگائے نہایت ڈیشنگ نظر آتا خرم اسے نظر آ گیا۔ ایک پل کے لیے تو ندبیہ چونک اٹھی۔ خرم کی نظر بھی اس پر پڑ چکی تھی۔ حیران تو وہ بھی اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ مگر اسے فوراً" ہی اپنی حیرت پر قابو پانا پڑا تھا۔ کیونکہ اس کے سارے دوست اس کے ساتھ موجود تھے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ ندبیہ اسے حمید کے ساتھ دیکھے۔ لہٰذا وہ تیزی سے ندبیہ کی طرف بڑھ گیا۔ ظاہر اس نے یہی کیا تھا کہ وہ کولڈ ڈرنک لینے جا رہا تھا۔ چنانچہ ہارون وغیرہ میں سے کسی نے دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ کس سمت میں بڑھ رہا ہے۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

خرم کو حقیقتاً" اسے یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ وکی کے والد کی سلور جوبلی تھی اور اس سے پہلے وکی کے گھر کسی بھی فنکشن میں اس نے ندبیہ کو نہیں دیکھا تھا۔ ایک طرح سے وہ یہاں آیا ہی ندبیہ کی وجہ سے تھا۔ جب سے فرقان حسن نے ندبیہ کی بابت باز پرس کی تھی خرم بہت محتاط ہو گیا تھا۔ ورنہ وکی کے انوائیٹ کرنے پر اس کا آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن وہ فرقان حسن پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اس کے مزاج یا معمول میں ذرا سی بھی کوئی تبدیلی آئی ہے۔

البتہ یہاں ندبیہ کو دیکھ کر وہ چند ثانیے کے لیے یہ ضرور بھول گیا کہ اگر فرقان حسن نے اسے ندبیہ سے باتیں کرتا دیکھ لیا تو بھی ان کا شک یقین میں بدل سکتا ہے۔ اس کے ذہن میں تو بس ایک بات آئی تھی کہ کہیں حمید کو دیکھ کر اسے پھر دورہ نہ پڑ جائے اور حمید کے ساتھ اسے کھڑا دیکھ کر وہ کہیں آپے سے باہر نہ ہو جائے۔

وہ ندبیہ پر بالکل ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ حمید کو جانتا ہے یا اس کی حمید سے دوستی ہے۔

"میں۔۔ بیٹھی ہوں یہاں۔۔ کرتو کچھ بھی نہیں رہی۔" نوبیہ کی سمجھ میں نہ آیا کیا جواب دے اس عجیب و غریب سوال کا۔ خرم کو خود بھی اپنے سوال کے نامناسب ہونے کا احساس ہوا تو وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"دراصل میں میرا مطلب تھا تم عالم انکل کی فیملی کے کسی فنکشن میں کبھی نظر نہیں آئیں اس لیے۔"

"ہاں۔۔ میں پارٹیز میں جانا پسند نہیں کرتی۔۔ آج تو مما زبردستی مجھے لے آئی ہیں۔ ورنہ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ میں ان کے کسی فنکشن میں پہلے کبھی آئی ہوں یا نہیں۔" نوبیہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو خرم بے اختیار نظریں گھما کر اپنے والدین کو ڈھونڈنے لگا۔ اتنے رش میں وہ اسے نظر نہیں آئے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ نوبیہ کو یہاں سے چلے جانے کے لیے کیسے کہے۔ اگر وہ نوبیہ کے والدین سے بات کرتا ہے تو وہ بھی سب سے پہلے اس کے اس مطالبے کی وجہ پوچھیں گے۔ اب وہ انہیں یہ تو نہیں بتا سکتا تھا کہ یہاں ایک ایسا لڑکا موجود ہے جسے دیکھ کر نوبیہ کو دورہ پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ کہنے کی صورت میں سوالوں کی ایک فہرست اس کے سامنے آجاتی جن میں سے ایک کا بھی جواب دینا ممکن نہیں تھا۔ وہ بھی بھرے مجمع میں۔

"خرم آپ نے اس لڑکے کے بارے میں کچھ پتا کیا جو مجھے یونیورسٹی میں نظر آیا تھا۔" نوبیہ نے ایک' دو بار خرم کو فون کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ مگر اس وقت خرم کا فون بزی تھا۔ خود نوبیہ بھی کچھ دن گھر میں سکون سے بیٹھنا چاہ رہی تھی۔ اس لیے خرم کا نمبر زیادہ ٹرائی بھی نہیں کیا۔

مگر اب اسے اچانک سامنے دیکھ کر وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ خرم اس کے سوال پر اسے دیکھ کر رہ گیا۔ جس کا نوبیہ کچھ اور ہی مطلب سمجھی اور شرمندہ ہوتے ہوئے کہنے لگی۔

"آئی ایم سوری' آپ بھلا اس کے بارے میں کیسے پتا کر سکتے ہیں۔ آپ نے اسے دیکھا تھوڑی ہے اور نہ ہی میں آپ کو اس کا حلیہ وغیرہ کچھ بتا سکتی ہوں جو آپ اسے پہچان لیتے۔ ویسے تو میرے پاس شائستہ خالہ کے بنائے اس کے اسکیچز ہیں۔ وہ میں آپ کو دے سکتی ہوں۔ لیکن انہیں دیکھ کر آپ اس لڑکے کو پہچان نہیں سکتے۔ ان اسکیچز میں وہ شکلیں اتنی واضح نہیں ہیں۔

مجھے لگتا ہے میرے پاس یونیورسٹی آنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ لیکن میں یونیورسٹی آنا نہیں چاہتی۔

خرم بالکل بے دھیانی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کا ذہن تو اسے یہاں سے بھیجنے کا کوئی طریقہ سوچنے میں الجھا ہوا تھا۔

مگر نوبیہ کی آخری بات پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"آنا نہیں چاہتیں؟ مگر کیوں؟" خرم نے حیرانی سے اس کا جملہ دہراتے ہوئے پوچھا۔ اسے تو لگ رہا تھا نوبیہ یونیورسٹی آنے کے لیے اصرار کرے گی اور خرم کو اسے ٹالنا مشکل ہو جائے گا' لیکن یہاں تو وہ خود ہی آنے سے کترا رہی تھی۔

"وہ۔ وہاں یونیورسٹی میں۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے جھجک گئی۔

"یونیورسٹی میں کیا؟"

"آپ۔ آپ کی منگیتر کو۔۔ میں فیس نہیں کرنا چاہ رہی۔ وہ جانے مجھے کیا سمجھ رہی ہیں۔" نوبیہ نے بلا آخر کہہ ہی دیا۔

خرم اس کی بات سن کر گہرا سانس کھینچ کر رہ گیا۔ اب وہ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اسے تو کچھ نہیں سمجھ رہی بھی اسے سمجھتا ہے وہ خرم کو ہی سمجھ رہی ہے۔

اسے خاموش دیکھ کر نوبیہ کچھ شرمندہ سے انداز میں کہنے لگی۔

"آپ کی منگیتر نے آپ پر بعد میں بہت غصہ کیا ہو گا نا۔"

"نہیں تو! بلکہ وہ تو میرے ساتھ گاڑی میں تمہیں اسپتال لے کر گئی تھی۔" خرم نے اطمینان سے کہا۔

"واقعی۔" ندیہ بڑی حیران لگ رہی تھی۔ خرم اس کی حیرت پر بے اختیار مسکرا دیا اور نجانے کیوں اپنی فطرت کے برخلاف اسے صفائی دینے لگا۔

"اس میں بچپنا ہے اس لیے ایسی حرکتیں کرتی ہے ورنہ تو ہم دونوں کے بیچ سب ٹھیک ہے۔"

ندیہ جس طرح خرم کو دیکھ رہی تھی' خرم کو اپنی بات خود بھی بہت بودی لگی' لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب وہ اپنی بات سے پھر نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا اسے نبھانے کے لیے مزید کہنے لگا۔ حالانکہ وہ یہاں لمبی نشست کے ارادے سے نہیں آیا تھا بلکہ وہ تو فوراً" یہاں سے ہٹ جانا چاہتا تھا۔ مبادا فرقان حسن یا بلال اختر ان دونوں کو ساتھ نہ دیکھ لیں۔

"اصل میں ہماری ایک معمولی سی بات پر لڑائی ہو گئی تھی اس پر اس نے تمہیں بھی میرے ساتھ دیکھ لیا۔ بس اسی لیے بھڑک اٹھی تھی۔" خرم نے کہا۔ مگر ابھی بھی وہ خرم سے متفق نہیں لگ رہی تھی۔ تب ہی کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"مجھے کسی کے ذاتی معاملے میں دخل اندازی کی عادت نہیں ہے' لیکن کیونکہ آپ میری اتنی مدد کر رہے ہیں۔ اس لیے آپ کو ایک مشورہ ضرور دوں گی۔

اپنی منگیتر سے ایک بار مکمل کر بات ضرور کر لیں۔ آیا وہ اس شادی پر رضامند بھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ آپ کے بارے میں جس طرح بات کر رہی تھیں۔ اسے دیکھتے ہوئے مجھے نہیں لگتا کہ وہ کسی جھگڑے کا ردعمل تھا۔ بلکہ وہ آپ سے خاصی بدگمان لگ رہی تھیں۔ میں نے آپ کی پوزیشن تھوڑی سی کلیئر کرنے کی کوشش کی' لیکن وہ مجھے بولنے ہی نہیں دے رہی تھیں۔

مجھے تو لگتا ہے وہ آپ سے منگنی پر بالکل خوش نہیں ہیں۔" ندیہ کا تجزیہ خرم کو اپنی انا کی دھلائی پر اترنے پر مجبور کر رہا تھا۔ یعنی اگر اسے اندازہ ہو ہی گیا ہے تو کیا ضرورت ہے اسے اتنی صفائیاں دے کر قائل کرنے کی تب ہی بڑی بے نیازی سے پوچھنے لگا۔

"تم نے میری پوزیشن کلیئر کرنے کی کوشش کیسے کی۔"

"میں نے انہیں بتایا کہ ہوٹل میں ملنے سے پہلے بھی میں نے آپ کو دیکھا تھا۔ ایک لڑکے کو گولی لگی تھی اور آپ اسے کندھے پر اٹھا کر لے گئے تھے۔ حالانکہ وہاں کتنے لوگ تھے' مگر کوئی اس کی مدد کے لیے آگے نہیں بڑھا" سوائے آپ کے' مگر آپ کی منگیتر میری بات ہی نہیں سن رہی تھیں۔" ندیہ جیسی لڑکی کے لیے بولنا ویسے بھی کوئی آسان کام نہیں تھا اور بس اسٹاپ بھڑکتی نمل کے سامنے وہ کتنا کہہ پائی ہو گی یہ اندازہ لگانا خرم کے لیے قطعاً" مشکل نہیں تھا۔ وہ تو خرم کے لیے ندیہ کے منہ سے ایک بھی اچھا لفظ سن کر جیسے اکھڑ گئی ہو گی' جب خرم ان کی ٹیبل پر پہنچا تھا تب اس نے اپنی آنکھوں سے یہی منظر دیکھا تھا۔

نمل مسلسل بول رہی تھی اور ندیہ حیران پریشان بیٹھی تھی۔ البتہ ندیہ نے اس وقت جو واقعہ سنایا تھا وہ خرم کے لیے بھی حیران کن تھا۔ اسے تو یاد کرنے سے بھی اپنی کوئی ایسی نیکی یاد نہیں آ رہی تھی' جانے ندیہ نے کسے دیکھ لیا تھا۔ جس کے عمل کو خرم کے کھاتے میں ڈال رہی تھی۔ مگر خرم کو بھلا کیا ضرورت تھی وضاحت دینے کی۔

خرم نے اسے کریدنے کی بجائے' بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

"اسے سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کام تمہارے بس کا ہے بھی نہیں' وہ بہت اڑیل لڑکی ہے۔ اسے میرے سوا اور کوئی قابو نہیں کر سکتا۔" خرم لاپروائی سے بولا۔

ندیہ کچھ دیر خرم کو دیکھتی رہی' پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگی۔ "مجھے تو لگتا ہے آپ کو اس بات کی پروا ہی نہیں ہے کہ آپ کی منگیتر اس رشتے پر خوش ہے یا نہیں۔" خرم کچھ لمحوں کے لیے بالکل لاجواب ہو کر رہ گیا۔

اتنے دنوں سے ندیہ اس لڑکے کے بارے میں سوچ رہی تھی جسے اس نے یونیورسٹی میں دیکھا تھا۔ لیکن ایک بار کے سوا اس نے دوبارہ کبھی یونیورسٹی جانے کے بارے میں سوچا تک نہیں۔

پہلی بار جب اس نے کہا تھا کہ میں اسے یونیورسٹی آ کر تلاش کرنا چاہتی ہوں' تب خرم نے اسے صاف انکار کر دیا تھا اور تب سے اب تک وہ یہی سوچ رہی تھی کہ خرم نے اسے اپنی منگیتر کی وجہ سے آنے سے منع کیا ہو گا۔ مگر اب خرم کی باتوں سے اسے لگ رہا تھا کہ وہ تو ایسا کچھ کرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتا جس سے اس کی منگیتر کی غلط فہمی دور ہو جائے۔

ندیہ سوچ میں پڑ گئی تھی۔ وہ اس سے پوچھنا چاہ رہی تھی کہ پھر اس کا آگے کیا ارادہ ہے۔ وہ تو بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ جب سے وہ فارم ہاؤس سے واپس آئے ہیں خرم نے اس سے بات تک نہیں کی ہے۔ شاید وہ بھی دوسروں کی طرح اسے نفسیاتی مریضہ سمجھنے لگا ہے یا پھر بلال اختر کے فون نے اسے محتاط کر دیا ہے۔ جو بھی تھا ندیہ کے لیے خرم کی خاموشی بڑی مایوس کن تھی۔ وہ تو امید لگائے بیٹھی تھی کہ خرم اس کا مسئلہ حل کر دے گا۔ بلکہ اسے یقین تھا کہ صرف خرم ہی یہ سب کر سکتا ہے۔

"اچھا میں کولڈ ڈرنک لینے جا رہا تھا کہ تم نظر آ گئیں۔" خرم نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے جانے کے لیے پر تولنے شروع کر دیے۔ ندیہ کی شکل سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس سے کچھ بات کرنا چاہ رہی ہے۔ مگر خرم اسے موقع دیے بغیر پلٹ گیا۔ وہ جانتا تھا اسے شائستہ خالہ کے متعلق ہی بات کرنی ہے' جبکہ وہ اب اس موضوع پر کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا اور ندیہ میں اتنی تیزی نہیں تھی کہ وہ خرم کو جاتا دیکھ کر فوراً" کچھ کہہ دیتی۔ اسے تو سوچنے میں اتنی دیر لگنے والی تھی کہ تب تک خرم کہیں سے کہیں جا چکا ہوتا۔

یہ اچھی بات تھی کہ خرم اس کے پاس سے ہٹ کر جیسے ہی ٹیبل پر سجی کولڈ ڈرنکس کے نزدیک آیا اسے فرقان حسن بھی وہیں کھڑے نظر آ گئے۔ ان کے ساتھ کوئی اور بھی کھڑا ان سے باتیں کر رہا تھا۔ مگر فرقان حسن کی توجہ پوری طرح خرم کی جانب مبذول تھی۔ وہ بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

خرم غیر ارادی طور پر اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔ فرقان حسن کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اسے ندیہ سے گفتگو کرتا دیکھ چکے ہیں اور اس وقت وہ کیا سوچ رہے ہیں یہ سمجھنا خرم کے لیے مشکل نہیں تھا۔

وہ کولڈ ڈرنک لیے بغیر ہی وہاں سے بھی پلٹ گیا۔ مگر احتیاطاً" وہ ہارون وغیرہ کے پاس نہیں گیا' کیونکہ عین ممکن تھا ندیہ اسے دیکھ رہی ہو یا اس سے بات کرنے اس کے پاس چلی آئے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی نظر حمید پر پڑے اور وہ بھرے مجمع میں کوئی تماشا بنائے۔

حمید کو اس سے پوشیدہ رکھنے کی یہ ایک بے کار سی کوشش تھی' مگر خرم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ ندیہ یا حمید میں سے کسی ایک کو بھی جانے کے لیے تو نہیں کہہ سکتا تھا۔ چنانچہ جو وہ کر سکتا تھا اس پر عمل کر کے ہارون وغیرہ سے دور جا بیٹھا اور اس طرح فارغ بیٹھ کر جب اس نے حالات اور لوگوں کا جائزہ لینا شروع کیا تو پانچ منٹ بعد ہی ٹھٹک گیا۔

اس کے والد فرقان حسن اب اپنے دوست ڈی آئی جی صاحب کے ساتھ گفت و شنید میں مصروف تھے۔ مسز فرقان بھی وہیں کھڑی تھیں اور بلال اختر اور عائشہ اختر بھی ان کے ساتھ موجود تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ڈی آئی جی صاحب نے ابھی ابھی ان کا تعارف کرایا ہو اور اب ان سب کے بیچ ہلکی پھلکی گفتگو ہو رہی ہو۔

تب ہی عائشہ اختر ان سے ایکسکیوز کرتی ایک طرف کو مڑ گئیں اور تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آئیں تو ان کے ساتھ ندیہ بھی موجود تھی۔

وہ جس طرح خوشی خوشی اس کا تعارف کرا رہی تھیں وہ اتنی ہی نروس لگ رہی تھی' اس نے صرف سلام کیا تھا اور سر جھکا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ مسز فرقان نے اس سے کوئی بات بھی نہیں کی جس کا اسے جواب دینا پڑتا۔ البتہ عائشہ اختر کے تسلسل سے ہلتے ہونٹ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ خود ہی اپنی بیٹی کی تعریف میں رطب اللسان ہو رہی ہیں۔

فرقان حسن شکل سے بہت زیادہ سنجیدہ لگ رہے تھے۔ البتہ مسز فرقان نارمل تھیں جس کی وجہ خرم کی سمجھ میں بخوبی آ رہی تھی۔

فرقان حسن' ندویہ کے بارے میں جانتے تھے اور اس وقت لڑکے کے روایتی ماں' باپ کی طرح یہی سوچ رہے تھے کہ یہ ساری ان کے بیٹے کا التفات حاصل کرنے کی کوششیں ہیں۔

جبکہ مسز فرقان کو سرے سے ندویہ کے متعلق کچھ پتا ہی نہیں تھا۔ وہ عائشہ اختر کی خوش مزاجی اور اپنی بیٹی سے خاص طور پر ملوانا ایک عام سی بات سمجھ رہی تھیں۔

خرم کو اچانک شدید قسم کی کوفت ہونے لگی۔ اس کا ہر چیز سے دل اچاٹ ہو گیا۔ اسے ان سب کی سوچ سے بے زاری ہو رہی تھی' اس کا دل چاہا اسی وقت اپنے گھر واپس چلا جائے۔ لیکن وہ اس طرح بغیر بولے نہیں جا سکتا تھا اور وہاں جا کر فرقان حسن کو بتانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ورنہ وہ گاڑی کی چابی انہیں دے کر خود ٹیکسی سے بھی چلا جاتا' مگر اب وہ صرف اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑے سے ہال سے باہر نکل کر سوئمنگ پول والے پورشن میں آ گیا۔

یہاں مہمانوں کی تعداد کافی کم تھی۔ خرم کو یہاں آ کر قدرے سکون محسوس ہوا تو وہ ایک طرف بچھی ٹیبل پر بوٹ سمیت دونوں پاؤں رکھ کر آرام دہ حالت میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

☼ ☼ ☼

خرم کے جانے کے بعد ندویہ کا دل چاہا وہ اٹھ کر اس کے پیچھے جائے اور جا کر اس کے آئندہ کے ارادے کے متعلق پوچھے' لیکن وہ اتنی ہمت نہ دکھا پائی اور اپنی جگہ بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔

جانے وہ اور کتنی دیر ایسے ہی بیٹھی رہتی کہ عائشہ اختر بڑے جوش و خروش سے اس کے پاس آ کر خوشی سے کانپتی آواز میں بولیں۔

"ندویہ۔ ندویہ جلدی سے اٹھو' تمہیں کسی سے ملوانا ہے۔ لیکن ایک منٹ رکو' لو یہ کومب لو اور بال ٹھیک کرو۔" ندویہ اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی افتاد پر ٹھیک طرح سے حیران بھی نہیں ہو پا رہی تھی کہ عائشہ اختر نے پرس سے کنگھا نکال کر خود ہی اس کے بال ٹھیک کرنے شروع کر دیے۔

بھری محفل میں ان کی یہ حرکت نہایت ہی نازیبا لگ رہی تھی۔ مگر وہ اتنی جوشیلی ہو رہی تھیں کہ ندویہ انہیں روک ہی نہ سکی' وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی۔

"مما کیا ہوا۔ آخر بات کیا ہے۔" لیکن عائشہ اختر کے پاس ان سوالوں کا جواب دینے کا وقت ہی نہیں تھا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے تقریباً" کھینچتی ہوئی ایک طرف بڑھنے لگیں۔ عائشہ اختر اس وقت کچھ بتانا تو در کنار کچھ سننے کے بھی موڈ میں نہیں تھیں۔ خود ندویہ اتنی ہونق ہو گئی تھی کہ وہ چپ چاپ ان کے ساتھ کھنچتی گئی۔

اصل میں کافی دیر پہلے ہی بلال اختر نے ایک لڑکے کی طرف اشارہ کر کے انہیں دکھایا تھا کہ "وہ خرم ہے۔"

عائشہ اختر پوری طرح سے اس کی جانب متوجہ ہو گئیں۔ پہلی ہی نظر میں وہ انہیں بہت اسمارٹ اور وجیہہ لگا۔

حالانکہ اتنی تعریف سننے کے بعد عموماً" توقعات اتنی بڑھ جاتی ہیں کہ اچھی چیز بھی متاثر نہیں کرتی' مگر خرم نے اس فلسفے کو بالکل غلط ثابت کر دیا تھا۔

عائشہ اختر تو اسے دیکھ کر حیرت و خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ سارے وقت ان کی نظریں خرم پر ہی جمی رہیں اور دل ہی دل میں وہ دعا گو رہیں کہ ندویہ کی قسمت اس لڑکے کے ساتھ جڑ جائے۔

تب ہی خرم ندویہ کے پاس بات کرنے چلا گیا' پھر تو جیسے ان کا خود پر سے ضبط ختم ہو گیا۔ وہ بلال اختر کو لے کر ڈی آئی جی صاحب کے پاس گئیں اور خرم کے والدین سے تعارف کرانے پر اصرار کرنے لگیں۔

اتفاق سے مسز فرقان فوراً" نظر آ گئیں' مگر فرقان حسن کو ڈھونڈنا پڑا۔ بہرحال جو بھی تھا خرم کے والدین سے ملنے میں کامیاب ہو گئیں۔ فرقان حسن کا انداز انہیں کچھ لیا دیا سا لگا' مگر پھر بھی عائشہ اختر گفتگو کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی رہیں اور جب انہوں نے دیکھا کہ ندویہ اب اکیلی بیٹھی ہے اور خرم اس کے پاس سے ہٹ گیا ہے' تب وہ اسے بھی لے کر پہنچ گئیں۔

اپنی بیٹی کے بے تحاشا حسن کا انہیں بخوبی علم تھا۔ لہٰذا وہ بڑی خود اعتمادی سے ندویہ کو ملوانے لگیں جو اچھی خاصی نروس لگ رہی تھی۔

فرقان حسن' ندویہ کو دیکھ کر چونک سے گئے۔ وہ لڑکی بلاشبہ چونکا دینے والا حسن رکھتی تھی۔ خرم' نمل سے منگنی کے باوجود اگر اس کی طرف راغب ہو رہا تھا تو یہ اتنا حیران کن نہیں تھا۔

اپنے خدشات کو تقویت پہنچتا دیکھ کر فرقان حسن مزید خائف ہو گئے۔

نمل انہیں خرم کے لیے پہلی دفعہ میں ہی بہت مناسب لگی تھی۔ ایک اتنی اچھی لڑکی کو محض اس لیے چھوڑ دینا کہ اس سے زیادہ حسین لڑکی سے ٹکراؤ ہو گیا ہے۔ فرقان حسن کی نظر میں یہ سراسر کردار کی کمزوری تھی' ان کے نزدیک ایسا شخص کبھی بھی اپنے کسی فیصلے پر قائم نہیں رہ سکتا۔ کل کو وہ ندویہ سے زیادہ حسین لڑکی دیکھے گا تو اس پر فدا ہو جائے گا۔

چنانچہ ان کا مزاج ندویہ کو دیکھ کر سخت برہم ہو گیا تھا۔ وہ تمام اخلاق بالائے طاق رکھ کر جیب سے موبائل نکال کر اس میں مصروف ہو گئے۔

بلال اختر ان کا نظر انداز کرنا محسوس کر کے فوراً" ہی ایکسکیوز کرتے وہاں سے ہٹ گئے تو ڈی آئی جی صاحب نے بھی وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔

البتہ عائشہ اختر مسز فرقان کے ساتھ باتوں میں مشغول رہیں' لیکن مسز فرقان کا سرکل اتنا وسیع تھا کہ وہ یکسوئی سے کسی ایک سے بات کر ہی نہیں سکتی تھیں۔ پانچ منٹ میں ہی چند بیگمات کی مداخلت نے عائشہ اختر کو کترا کر نکل جانے پر مجبور کر دیا۔

اصل میں وہ بہت زیادہ گریز کر بھی ملنا نہیں چاہتی تھیں کہ فوراً" ہی مسز فرقان کا نمبر وغیرہ مانگنا شروع کر دیتیں' کچھ تو بھرم دکھانے تھے' مگر جو بھی ہو یہ ملاقات اتنی مایوس کن نہیں تھی۔ تعارف ایک دفعہ ہو گیا تھا۔ اب دوبارہ کہیں ملاقات پر وہ اسی رسمی سی بات چیت کو دوستی کا رنگ بھی دے سکتی تھیں۔ یہی سب سوچ کر وہ خاصی پرامید تھیں۔ البتہ ندویہ کی خاموش طبع فطرت انہیں اس وقت سخت گراں گزری تھی۔

ندویہ مسز فرقان کو سلام کر کے ایسے کھڑی ہو گئی تھی جیسے وہاں موجود ہی نہ ہو اور تھوڑی دیر بعد وہ عائشہ اختر کے اشارہ کرنے پر بھی رکی نہیں اور ایکسکیوز کر کے وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

ان کے خیال میں ندویہ کو مسز فرقان سے بڑی خوش مزاجی سے ملنا چاہیے تھا اور اتنی باتیں کرنی چاہیے تھیں کہ وہ ان کے اعصاب پر سوار ہو جاتی۔

ان کا ارادہ تھا گھر جا کر ندویہ کی کلاس لینے کا، مگر ابھی تو سوائے صبر کرنے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

دوسری طرف ندویہ نے سوچ رکھا تھا گھر جا کر عائشہ اختر سے بات ضرور کرے گی کہ اسے ایسی محفلوں میں جانا بالکل پسند نہیں اور اگر وہ اسے زبردستی لے ہی جاتی ہیں تو کم از کم ہر ایک سے ملوانے مت کھڑی ہو جایا کریں۔ اپنے بارے میں اس کے پاس بتانے کے لیے کچھ تھا ہی نہیں اور لوگوں کا سب سے پہلا سوال یہی ہوتا "اور تم کیا کر رہی ہو۔" یہ سوال اسے اچانک بے تحاشا احساس کمتری میں مبتلا کر دیتا۔ چنانچہ اس سے پہلے عائشہ اختر اسے کسی اور سے متعارف کراتیں وہ پارٹی ہال سے باہر آ گئی۔

سوئمنگ پول کے نسبتاً سنسان حصے میں آ کر اسے کافی تفاقہ ہوا۔ وہ سست روی سے چلتی جھلملاتے پانی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

نیلے سمندر جیسے سوئمنگ پول پر نظریں جمائے وہ کچھ لمحوں کے لیے سب بھول بھال گئی، مگر ایسا بس کچھ لمحوں کے لیے ہوا تھا کیونکہ اچانک اس کے اندر کا خوف اس کے پورے وجود پر حاوی ہو گیا۔

سوئمنگ پول کی دوسری جانب شائستہ خالہ اپنے مخصوص سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑی تھیں، مگر ندویہ کو لرزا دینے والا منظر کچھ اور تھا۔ شائستہ خالہ سے ذرا ہی فاصلے پر وہی یونیورسٹی والا لڑکا کھڑا تھا جسے دیکھ کر ندویہ چیخ پڑی تھی۔ وہ کسی سے موبائل پر بات کر رہا تھا اور شاید اسی لیے پارٹی ہال سے نکل کر اس پرسکون اور خاموش گوشے میں آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ اپنی گفتگو میں اتنا مگن تھا کہ اسے احساس ہی نہیں تھا کوئی اس کے قریب آ کھڑا ہوا ہے اور اس کی پشت کو گھور رہا ہے۔

ندویہ حواس باختہ سی دوڑتی ہوئی سوئمنگ پول کے دوسرے جانب پہنچ گئی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اس لڑکے کو خبردار کرتی، شائستہ خالہ نے دونوں ہاتھ اس لڑکے کی پشت کی جانب اٹھائے اور اسے سوئمنگ پول میں دھکا دے دیا۔

ایک دل دوز چیخ ندویہ کے منہ سے نکلی اور وہ یہ بھول کر کہ اسے خود تیرنا نہیں آتا۔ اس لڑکے کو بچانے کے لیے سوئمنگ پول میں کود گئی۔

سوئمنگ پول میں ایک زوردار چھپاکا ہوا اور وہ پانی کے اندر اور اندر جانے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اندھا دھند ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے بھی اسے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ سوئمنگ پول میں گرنے والا وہ لڑکا یقیناً سوئمنگ جانتا تھا۔ تب ہی وہ تیر کر اوپر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ نگرانی کی نیت میں شائستہ خالہ آرام سے بیٹھی تھیں۔ انہوں نے مضبوطی سے اس لڑکے کا پاؤں پکڑ رکھا تھا اور اسے اتنا موقع بھی نہیں دے رہی تھیں کہ وہ ایک بار اوپر آ کر پانی سے نکل سکے اور صرف ایک سانس کھینچ سکے۔

ندویہ نے آگے بڑھ کر اس کا پاؤں شائستہ خالہ کی گرفت سے آزاد کرنا چاہا۔ مگر اس کا خود اپنے ہاتھ پاؤں پر ہی اختیار نہ رہا۔ وہ آگے بڑھنے کی بجائے پانی میں نیچے اور نیچے دھنستی چلی گئی۔ یہاں تک کہ سارا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے دھندلانے لگا اور اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

☼ ☼ ☼

ندویہ نے آنکھیں کھول کر اپنے چاروں طرف دیکھا تو خود کو اسپتال کے ایک کمرے میں پایا۔ کھڑکی پر پڑے باریک نیلے پردوں سے چھن کر آتی روشنی صبح ہو جانے کا پتا دے رہی تھی۔

ندویہ نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس کے سر میں ایک زوردار ٹیس اٹھی۔ شاید اس کے سر میں چوٹ لگی تھی۔

اچانک اسے یاد آیا کہ وہ تو پارٹی میں گئی تھی۔ مما اور پاپا کے ساتھ۔ وہاں شائستہ خالہ نے اس لڑکے کو سوئمنگ پول میں دھکا دے دیا تھا۔

کیا ہوا اس لڑکے کو۔ کیا وہ مر گیا یا بچ گیا؟

ندویہ فکرمندی سی بستر پر اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی کہ تب ہی ایک نرس دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی اور اسے ہوش میں دیکھ کر روایتی پیشہ ورانہ سوالات پوچھنے لگی جنہیں نظرانداز کر کے ندویہ نے پست آواز میں پوچھا۔

"وہ لڑکا کیسا ہے جو سوئمنگ پول میں گر گیا تھا؟" مگر اس نے جیسے سنا ہی نہیں، بلکہ وہ یہ کہتی پلٹ گئی۔

"آپ بات کرنے کے قابل ہو گئی ہیں، میں پولیس انسپکٹر کو اندر بھیجتی ہوں۔" پولیس کا نام سن کر ندویہ کچھ خوف زدہ سی ہو گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچ پاتی ایک انسپکٹر ایک کانسٹیبل کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ؟ مجھے آپ کا بیان لینا ہے۔ جب تک آپ اپنا بیان نہیں دیں گی آپ کسی سے نہیں مل سکتیں۔"

"اگر آپ باہر بیٹھے اپنے والدین سے جلد سے جلد ملنا چاہتی ہیں تو جلدی سے بتا دیں کل رات کیا ہوا تھا۔" پولیس انسپکٹر کا لب و لہجہ ڈاکوؤں اور غنڈوں، بدمعاشوں سے الجھتے الجھتے اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ ان کے چہرے پر بھی مستقل طور پر کرختگی چھا جاتی ہے۔ ندویہ جیسی کمزور دل لڑکی تو ان کی شکل دیکھ کر ہی ڈر گئی۔ اس پر ان کا تفتیش کرنا جارحانہ انداز۔ ندویہ سے تو گویا جواب دینا مشکل ہو گیا۔

"میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے۔" انہوں نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔ ندویہ ایک لمحے کے لیے سہم گئی۔ پھر ہمت کر کے پوچھنے لگی۔

"کیف وہ لڑکا جو سوئمنگ پول میں گرا تھا، کیا وہ ٹھیک ہے۔" ندویہ کے سوال پر انسپکٹر کچھ دیر اس کی شکل دیکھتا رہا پھر اپنے مخصوص کرخت لہجے میں بولا۔

"وہ لڑکا گرا نہیں تھا، بلکہ اسے دھکا دیا گیا تھا۔ یعنی اسے مارنے کی کوشش کی گئی تھی۔" ایک پل میں ندویہ کی ساری حسیات جاگ اٹھیں۔ وہ سمجھ گئی تھی وہ لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔ اس نے پوری بات انہیں تفصیل سے بتانے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی بات پر یقین نہیں کیا جائے گا۔ پھر بھی وہ شائستہ خالہ کے متعلق بتانے لگی۔

"آپ کا مطلب ہے ایک روح نے اس لڑکے کو مارنے کی کوشش کی اور آپ اسے بچانے کود گئیں، حالانکہ آپ کو تیرنا بھی نہیں آتا۔" انسپکٹر طنزیہ بولا۔

"جی۔" ندویہ نے آہستگی سے کہا۔

"تو پھر آپ کے سر میں یہ چوٹ کیسے لگی۔" ندویہ نے چونک کر اپنے سر کے پچھلے حصے میں ہاتھ رکھا، جہاں پٹی بندھی تھی۔

"پتا نہیں پانی میں گرنے کے کچھ دیر بعد ہی میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ دراصل وہ سب اتنا اچانک ہوا کہ میں کچھ سوچ نہ سکی اور مجھے یہ خیال بھی نہیں آیا کہ میں تیرنا نہیں جانتی، لیکن آپ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ وہ زندہ ہے یا نہیں۔"

(باقی آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

نزہیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر نزہیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، بسمل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

نزہیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔ اب آگے پڑھیں۔

۳۳
تینتیسویں قسط

زوبیہ کے اضطرابی انداز میں جھنجلاہٹ شامل ہو گئی۔
"آپ کی بدقسمتی سے وہ لڑکا زندہ ہے اور اس نے اپنا بیان بھی دے دیا ہے۔" انسپکٹر نے طنزیہ انداز میں کہا اور زوبیہ کو سوالیہ انداز میں خود کو دیکھتا دیکھ کر وضاحت کرنے لگا۔
"اس کا کہنا ہے کہ آپ نے اسے سوئمنگ پول میں دھکا دیا تھا اور جب وہ تیر کر اوپر آنے لگا تو آپ خود بھی سوئمنگ پول میں کود گئیں آپ کو تیرنا نہیں آتا تھا اس لیے آپ ڈوبتی چلی گئیں مگر آپ نے ڈوبتے وقت بھی اس لڑکے کا پاؤں پکڑ لیا تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ پانی کی تہ میں دم توڑ دے۔ اس نے جب اپنا پیر چھڑوانے کی کوشش کی تب آپ کا سر دیوار سے ٹکرایا اور آپ چوٹ لگنے کی وجہ سے اور سانس رکنے کی وجہ سے بے دم ہو گئیں۔ اس کے پاؤں پر آپ کی گرفت ڈھیلی پڑی تو وہ فوراً باہر آ گیا۔" زوبیہ ششدر سی انسپکٹر کو دیکھتی رہی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے کیا کہنا چاہیے آخر کافی دیر بعد وہ بلال اختر اور عائشہ اختر سے ملنے میں کامیاب ہوئی تو اس کے رہے سہے حوصلے بھی جواب دے گئے۔
بلال اختر تو اس قدر غصے میں تھے کہ زوبیہ ان کے سامنے کچھ بول ہی نہ سکی جبکہ عائشہ اختر خاموشی سے آنسوؤں سے آنکھوں کے بار بار نم ہوتے کنارے پونچھے جا رہی تھیں۔
"تمہیں اندازہ ہے تم کتنی بری طرح پھنس گئی ہو۔ اتنی مشکلوں سے میں نے تمہیں رخسار والے کیس سے بچایا تھا اور اب پھر تم نے ایک شخص کو جان سے مارنے کی کوشش کی ہے اور اس بار جس لڑکے کو تم نے اپنے دماغی فتور کا نشانہ بنایا ہے وہ کسی معمولی آدمی کا بیٹا نہیں ہے' وہ تمہیں اتنی آسانی سے معاف نہیں کرے گا تم پر اب قتل کا مقدمہ بنے گا۔ تمہارے سر کی چوٹ ٹھیک ہونے تک تمہیں اسپتال میں رکھا جائے گا اس کے بعد تمہیں جیل بھیج دیا جائے گا۔" بلال اختر بولتے بولتے ہانپنے لگے زوبیہ نے پہلی بار ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے وہ کم سم سی انہیں دیکھے گئی۔
عائشہ اختر کی اپنی حالت غیر ہو رہی تھی مگر زوبیہ کا زرد ہوتا چہرہ دیکھ کر وہ اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے اسے دلاسا دینے لگیں۔
"دیکھو بیٹا! ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ تم جھوٹ بول رہی ہو مگر تمہاری بات ناقابل یقین ہے وہاں تمہارے علاوہ بھی لوگ موجود تھے انہوں نے خود تمہیں اس لڑکے کو دھکا دیتے دیکھا ہے یہاں تک کہ۔" عائشہ اختر کہتے کہتے رک گئیں۔ زوبیہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔
ان کے چہرے سے ایسا لگ رہا تھا جیسے اگلی بات کہنے کے لیے خود انہیں بھی بہت ہمت کرنی پڑ رہی ہو۔
"وہ جو لڑکا ہے خرم' اس نے بھی تمہارے خلاف بیان دیا ہے۔" زوبیہ کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلتی چلی گئیں وہ منہ کھولے انہیں دیکھ رہی تھی جو کہہ رہی تھیں۔
"سوئمنگ پول میں تمہیں بچانے کے لیے وہی کودا تھا تم اس لڑکے کا پاؤں مضبوطی سے پکڑ کے بیٹھی تھیں جیسے اسے مارنا چاہتی ہو بھلے خود تمہیں کیوں نہ مرنا پڑے۔"
زوبیہ کو حیرت سے گنگ دیکھ کر بلال اختر بھی چبا کر کہنے لگے۔
"اس کا کہنا ہے تمہاری باڈی لینگویج سے ایسا بالکل نہیں لگ رہا تھا کہ تم سوئمنگ نہیں جانتیں اور اس گھبراہٹ یا وحشت میں تم نے اس کے پاؤں کو پکڑ لیا ہے بلکہ تمہارا انداز ایسا تھا جیسے تم اس کے مرنے کے انتظار میں بیٹھی ہو کہ جب اس کا سانس رک جائے تب اوپر آ جاؤ۔" بلال اختر کی حالت عجیب ہو رہی تھی کبھی انہیں سخت غصہ آ رہا تھا تو کبھی ان کا لہجہ غم سے چور ہو رہا تھا زوبیہ کو ششدر دیکھ کر وہ بایت بھرے لہجے میں کہنے لگے۔
"کتنا میں نے چاہا کہ تمہارا یہ پاگل پن دنیا سے مخفی رہے لیکن تمہاری حرکتیں بڑھتی ہی چلی گئیں پہلے اپنے

بن میں علم تم نے اپنے پاگل پن کو بھی بھر کر اچھالا اور اب میرے پورے سرکل میں تمہاری نفسیاتی بیماری ڈسکس کی جائے گی۔ جب تمہیں کورٹ میں پیش کیا جائے گا تب تم وہاں بھی ایسا ہی مریضانہ بیان دو گی' جیسا ابھی پولیس کو دیا ہے جس سے تم با آسانی کورٹ میں پاگل ثابت ہو جاؤ گی اور تمہیں پاگل خانے بھیج دیا جائے گا۔"
زوبیہ کو اپنا پورا وجود سن ہوتا محسوس ہوا پاگل خانے کے نام پر اس کے کان ایسے سائیں سائیں کرنے لگے' جیسے اس کی رگوں میں دوڑتے خون کی آواز اسے خود سنائی دے رہی ہو۔
پاگل خانے جانے کے خیال سے ہی اس کا دل بند ہونے لگا تھا اس پر بلال اختر کی باتیں بھی کسی ہتھوڑے کی طرح اس کے اعصاب پر برس رہی تھیں جو مزید کہہ رہے تھے۔
"ایک بار پاگل خانے جانے کے بعد تمہارے رہے سہے حواس بھی چھن جائیں گے اور تم مکمل طور پر پاگل ہو جاؤ گی۔"
"خدا نہ کرے۔" عائشہ اختر جو بغور ان کی باتیں سن رہی تھیں ایک دم دہل کر بولیں اور بلال اختر پر بگڑنے لگیں۔
"آپ تو بالکل ہی مایوس ہو گئے ہیں بلال' آخر ایسا بھی کیا ہو گیا ہے وہ لڑکا مر تو نہیں گیا نا۔ اتنے بڑے بڑے وکیل آپ کے دوست ہیں وہ اس واقع کو ایک حادثہ ثابت کر دیں گے۔ کچھ نہیں ہو گا ہماری بیٹی کو کوئی اسے پاگل خانے نہیں بھیج سکتا۔ ہم کورٹ میں ثابت کر دیں گے کہ زوبیہ غلطی سے اس لڑکے سے ٹکرائی تھی اور اس کے ساتھ پانی میں گر گئی تھی۔ اسے تیرنا نہیں آتا اس لیے اس نے گھبراہٹ میں اس لڑکے کا پاؤں پکڑ لیا۔
اچھا اور بڑا وکیل کورٹ میں خرم کو ایسے گھیرے گا کہ وہ کنفیوز ہو کر اپنے بیان سے پیچھے ہٹ جائے گا۔" عائشہ اختر نے بے اختیار زوبیہ کو بھینچ لیا تھا اور ہیجانی انداز میں بلال اختر سے زیادہ وہ خود کو تسلی دے رہی تھیں۔
زوبیہ کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں اپنی ماں کی یہ حالت دیکھ کر وہ ان سے لپٹ کر بے آواز رونے لگی۔
بلال اختر کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں وہ خاموشی سے عائشہ اختر کو دیکھتے رہے ان کی یہ تسلیاں اور دلاسے خود عائشہ اختر کو بھی مطمئن نہیں کر رہے تھے تو بلال اختر کو بھلا کیا کرتے۔

☼ ☼ ☼

کہتے ہیں سنی سنائی بات پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن خرم کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ آنکھوں دیکھی حقیقت پر یقین نہ کرنے کے لیے خود کو کون سی تاویل دی جائے۔
اتنا وقت گزر جانے اور اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود اس کا ذہن ابھی تک اس پارٹی میں سوئمنگ پول کے پاس ہونے والے حادثے میں اٹکا تھا۔
اپنے ڈیڈی اور ممی کے ساتھ زوبیہ کے والدین کو کھڑا دیکھ کر وہ اتنا بے زار ہوا تھا کہ پارٹی ہال سے باہر نکل کر سوئمنگ پول والے ایریے میں آ بیٹھا تھا۔
بنچ پر دونوں پاؤں رکھے وہ اپنا ذہن ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا جب زوبیہ کو وہاں آتا دیکھ کر وہ کچھ ٹھٹک گیا۔ پہلے تو وہ یہی سمجھا کہ وہ اسے تلاش کرتی ہوئی یہاں آئی ہے مگر اس کے ایک ہی جگہ آ کر کھڑے رہنے پر خرم کو اندازہ ہوا کہ وہ بھی پارٹی سے فرار حاصل کر کے یہاں آئی ہے۔
وہ سوئمنگ پول کے پانی کو بڑے پرسکون انداز میں دیکھ رہی تھی جیسے جو بھی جنگ اس کے دماغ میں چل رہی تھی پانی کو دیکھ کر وہ ختم ہو گئی ہو۔

گویا حالانکہ اسے اچھی طرح علم تھا اس کی یہ گواہی ندبیہ کے خلاف جائے گی اسے جیل ہو سکتی ہے۔

مگر وہ جھوٹ بول کر ایک ایسی مریضہ کو نہیں بچا سکتا تھا جس کا آزادانہ گھومنا لوگوں کے لیے خطرناک ہو اور جو اپنے خیالی تراشے پیکر کے باعث کبھی بھی کسی پر حملہ کر سکتی ہو۔

اس کی باتوں پر بھروسہ کر کے جتنی بے وقوفی کا وہ ثبوت دے چکا تھا اس کے بعد اب مزید کسی احمقانہ فعل کی کوئی گنجائش نہیں تھی اسی لیے اسے اس بات کی بھی فکر نہیں ہوئی کہ حمید پر ہوئے حملے کی خبر اخبار کی سرخیوں میں بھی شامل ہوئی اور وکی کے گھر کی پارٹی میں یونیورسٹی کے جو دوسرے لوگ موجود تھے انہوں نے پورا واقعہ فوراً ہی یونیورسٹی میں بھی نشر کر دیا۔

یونیورسٹی میں یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی یعنی کہ خرم کی گرل فرینڈ (ان سب کو نظر میں وہ خرم کی گرل فرینڈ ہی تھی) نے خرم کے ہی دوست پر جان لیوا حملہ کیا جس پر خرم نے اسے بچایا۔ ڈی آئی جی صاحب نے تو اسی وقت موقع کی نزاکت کو بھانپ لیا تھا وہ جلد از جلد ندبیہ کو منظر سے ہٹا دینا چاہتے تھے بلال اختر نے بھی ایمبولینس کا انتظار کرنے کے بجائے اسے گاڑی میں ہسپتال لے جانا بہتر سمجھا۔

مگر حمید کے والدین نے وہاں ایک واویلا مچا دیا تھا حالانکہ حمید دو چار گہرے سانس کھینچ کر بہتر بھی ہو گیا تھا مگر جو ہوا تھا وہ اتنا معمولی واقعہ نہیں تھا کہ حالات بھی فوراً قابو میں آ جاتے۔

سب ہی اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئے تھے اور اسی بوکھلاہٹ میں ہارون نے بین کرتی حمید کی والدہ کے سامنے غلطی سے کہہ دیا کہ ندبیہ نے جان بوجھ کر یہ سب نہیں کیا وہ ایک ذہنی مریضہ ہے۔

بس پھر کیا تھا حمید کے والد تو اس کے پیچھے لگ گئے کہ وہ یہ کیسے جانتا ہے تب ہارون کو مجبوراً "خرم کا نام لینا پڑا خرم نے کوشش تو بہت کی یہ چھپانے کی کہ ندبیہ حمید کو اپنی شائستہ خالہ کی موت کا ذمہ دار سمجھتی ہے مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

خرم کو ٹال مٹول کرتا دیکھ کر انہوں نے نادر سے مدد طلب کی اور نادر نے انہیں سب سچ سچ بتا دیا۔

ندبیہ کا پاگل پن۔

ندبیہ کا حمید کو دیکھ کر یونیورسٹی میں بے ہوش ہو جانا۔

اس نے سب ایک ہی سانس میں کہہ دیا پھر تو جیسے حمید کے والدین کو پتنگے لگ گئے۔

عائشہ اختر اور بلال اختر تب تک وہاں سے جا چکے تھے انہیں اس ساری گفتگو کا کوئی علم نہیں تھا۔

لیکن حمید کے والدین کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی اور اسی وقت ان دونوں کا گریبان پکڑ کر ان سے پوچھیں کہ جب ان کی بیٹی اتنی خطرناک پاگل ہے تو وہ اسے لے کر اس طرح محفلوں میں کیوں آتے ہیں کیوں دوسروں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالتے ہیں وغیرہ۔

یہ سارا ہنگامہ وکی اور حمید کے سامنے ہوا تھا وہ دونوں ہی کافی تھے یہ سب یونیورسٹی میں نشر کرنے کے لیے اس پر وکی کے کچھ کزنز جو یونیورسٹی میں ہی پڑھتے تھے پوری کہانی مرچ مسالے کے ساتھ یونیورسٹی میں پھیلانے کی مہم میں لگ گئے۔

خرم سے متعلق کوئی خبر کتنی تیزی سے مشہور ہوتی ہے یہ کسی کے لیے بھی نئی بات نہیں تھی اور یہاں تو خبر بھی ایسی تھی جو سب کو متجسس کر دے۔

کمل اور سنبل تک جب یہ بات پہنچی تو وہ دونوں بس ایک دوسرے کو دیکھتی رہ گئیں مجمع کے سامنے ان دونوں نے اپنی رائے دینے سے گریز کیا کیونکہ کمل کے تبصرے بھی اسی تیزی سے یونیورسٹی میں گردش کرتے جتنا تہلکہ یہ خبر مچا رہی تھی البتہ تنہائی ملنے پر کمل کہے بغیر نہ رہ سکی۔

لیکن اس کے چہرے پر پھیلا اطمینان بہت جلد اضطراب میں تبدیل ہو گیا وہ سوئمنگ پول کے دوسری جانب دیکھتے ہوئے بری طرح ہراساں ہو گئی تھی۔

خرم نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو سامنے حمید کو کسی سے موبائل پر ہم کلام دیکھ کر خرم ایکدم سیدھا ہو بیٹھا۔

ندبیہ حمید کو ہی دیکھ رہی تھی اور اسے ہی دیکھ کر خوف زدہ ہوئی تھی مگر پھر ایک عجیب بات ہوئی بجائے اس کے کہ ندبیہ اسے دیکھ کر خوف زدہ انداز میں چیختی وہ اس کی طرف دوڑ پڑی۔

خرم بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا ندبیہ حمید کے پیچھے آکر ایک دم رک گئی اس کے چہرے پر بڑے عجیب سے تاثرات تھے وہ حمید کی پشت کو ایسے گھور رہی تھی جیسے وہ اپنے سامنے کے منظر کو نہیں بلکہ ذہن کے پردے پر چلتی کسی اور فلم کو دیکھ رہی ہو۔

خرم سانس روکے ندبیہ کے سپاٹ چہرے کو دیکھ رہا تھا کہ اگلا پل اس کا طل دہلا گیا۔

ندبیہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر حمید کو پانی میں دھکا دے دیا۔ حمید اس افتاد پر بالکل بھی سنبھل نہیں سکا وہ فون پر بات کرتے میں ہی پانی میں جا گرا۔

خرم بے اختیار حمید کی طرف دوڑا تب تک ندبیہ بھی اس کے پیچھے پانی میں کود چکی تھی۔

خرم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ وہ خود بھی سوئمنگ پول میں کود گیا لیکن ہر اگلا منظر پچھلے منظر کے مقابلے میں اسے مزید حیران کر رہا تھا۔

اندر سوئمنگ پول کی جھلملاتی روشنی میں ندبیہ حمید کا پاؤں پکڑے زمین پر بیٹھی تھی اور حمید جان توڑ کوشش کر کے پانی سے باہر آنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ اوپر آکر سانس لے سکے مگر ندبیہ اسے اتنی مہلت دینے کے لیے بھی تیار نہیں تھی۔

وہ پرسکون چہرے کے ساتھ حمید کو تڑپتا دیکھ رہی تھی کہ اس کا سانس رک جائے اور وہ مر جائے مگر تب ہی مزاحمت کرتے حمید نے اپنا پاؤں چھڑوا لیا اور وہ جھٹکا لگنے کی وجہ سے دیوار سے جا ٹکرائی۔

خرم اس وقت تو اسے پکڑ کر جیسے تیسے اوپر لے آیا مگر تب سے اب تک اس کا ذہن بالکل ماؤف ہو رہا تھا۔

اسے خود پر حیرانی ہو رہی تھی وہ ندبیہ سے ملنے سے پہلے اس کی ذہنی بیماری کے متعلق جانتا تھا پھر بھی اس نے ندبیہ کی بکواس پر توجہ دی اور اتنی دی کہ جا کے اس کے ساتھ حمید کے فارم ہاؤس پر ایک گڑھا بھی کھود آیا وہ کیوں ایک پاگل لڑکی کی بڑبڑ کو اتنی اہمیت دیتا رہا۔ جو کچھ پارٹی میں ہوا اگر وہ سب خرم نہ دیکھتا تو وہ شائستہ خالہ کی روح اور حمید کے متعلق کہی ندبیہ کی باتوں کا پس منظر تلاش کرنے میں آج بھی سرگرداں ہوتا۔

بے شک ان سب باتوں کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ تھا ندبیہ کو اپنے ساتھ یونیورسٹی لے جانے پر اسے شدید پچھتاوا تھا مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ وہ حمید کے فارم ہاؤس پر جا کر کسی کی قبر تلاش کرنا شروع کر دے۔

وکی کے گھر پارٹی میں آنے کے باوجود اسے یہ نہیں پتا تھا کہ پہلے ان کے گھر منعقد ہونے والی کسی تقریب میں وہ شامل ہوئی ہے یا نہیں بالکل ایسے ہی وہ حمید کے فارم ہاؤس پر بھی کبھی گئی ہوگی مگر اسے یاد ہی نہیں ہوگا کہ اس نے یہ جگہ کبھی دیکھی ہے یا نہیں بس ایک نقشہ اس کے ذہن میں تھا جو اس نے خرم کے سامنے کھینچ دیا اور خرم اس ایک بات کے پیچھے اتنی دور چلا گیا جتنا وہ سوچ رہا تھا اتنا ہی اسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔

اس نے حماقت کی حد کر دی تھی۔

تب ہی جب پولیس نے اس کا بیان لیا تو اس نے ایک لفظ بھی جھوٹ بولنا گوارا نہیں کیا اور من و عن سچ بیان

"پتا نہیں یہ سب خرم کا کیا دھرا ہے یا واقعی یہ سب ندبیہ نے اپنی نفسیاتی بیماری کے سبب کیا ہے۔"

"خرم کا اس معاملے میں کیا ہاتھ ہو سکتا ہے۔" سنبل نے حیرانی سے نمل کو دیکھا تو نمل کہنے لگی۔

"یاد رکھو نا جب ندبیہ اسکول میں ہوا کرتی تھی تب تو وہ اتنی خطرناک پاگل نہیں تھی کہ کسی پر جان لیوا حملہ کر دے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ اس کی بیماری بڑھ گئی ہو ایسی اسپلٹ پرسنالٹی کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ جب ان پر دوسری شخصیت حاوی ہونے لگتی ہے تب وہ اپنا آپ بھول جاتے ہیں پھر ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہ دوسری شخصیت ان پر ہر وقت سوار رہنے لگتی ہے۔

اسکول کے زمانے میں اس پر دورے زیادہ وقفے سے پڑتے ہوں گے اب وقت گزرنے کے ساتھ دوروں کا دورانیہ بڑھتا جا رہا ہو گا۔ ہر بات کے پیچھے خرم کو ذمہ دار سمجھنا تو کچھ مناسب نہیں۔" سنبل بڑے سلجھے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی تب ہی نمل بھی صفائی دینے لگی۔

"میں ہر بات کے پیچھے اسے کوئی زبردستی ذمہ دار نہیں سمجھتی بلکہ حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ہر جگہ اسی کا قصور نظر آنے لگتا ہے۔

اب دیکھو نا ندبیہ کو اس نے مجھے جلانے کے لیے گرل فرینڈ ظاہر کیا تھا میں تو جلی نہیں، ہو سکتا ہے ندبیہ اس کے گلے پڑنے لگی ہو تو خرم نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے یہ ایک نیا ڈرامہ رچایا ہو حمید خود ہی سوئمنگ پول میں گر گیا ہو اور ان دونوں نے الزام ندبیہ پر رکھ۔۔۔" نمل ایک تواتر سے بول رہی تھی کہ ایکدم اس کی زبان کو بریک لگ گئے۔ خرم جو ان کی گفتگو کے چند الفاظ کان میں پڑ جانے پر ان کے پیچھے سے گزرتے وقت رک گیا تھا ایکدم اس کے سامنے آکھڑا ہوا دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے وہ اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو۔

"اب کہو جو کہنا ہے۔"

نمل کچھ سٹپٹا سی گئی اس کے اس انداز پر۔

کتنے دنوں سے اس نے نمل سے بات کرنی یہاں تک کہ اس کی طرف دیکھنا تک چھوڑ دیا تھا اور اب آج اچانک وہ اس کے روبرو آکھڑا ہوا تھا وہ بھی ایسے تیور لیے جیسے بہت سنجیدہ گفتگو کرنے کا ارادہ رکھتا ہو ورنہ وہ ہمیشہ شوخ انداز میں بات کرتا تھا۔

"سوئمنگ پول میں گرنے کے بعد ندبیہ کے سر میں چوٹ لگی تھی جس کے باعث وہ پچھلے تین دنوں سے ہسپتال میں ہے یہ چوٹ ٹھیک ہونے کے بعد وہ گھر جائے گی پاگل خانے جائے گی یا جیل جائے گی کسی کو کچھ نہیں پتا ہے۔ کیا کسی لڑکی سے پیچھا چھڑانے کے لیے میں اتنی بڑی سازش کروں گا؟" خرم ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے سرد سے لہجے میں پوچھنے لگا۔

پہلی بار نمل کو احساس ہوا اس کی شوخی کا دو بدو جواب دینا زیادہ آسان تھا بہ نسبت اس کے اس سپاٹ رویے کے۔

لیکن وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا تب ہی نمل کو جواب نہ معلوم ہونے پر بھی اس کے سامنے اعتراف کرنا پڑا کیونکہ انکار کرنے کا مطلب تو یہ تھا کہ وہ اس پر اپنا بھروسہ ظاہر کر رہی ہے جبکہ سچ یہ تھا کہ وہ کچھ تامل کا شکار ہو گئی تھی لیکن اپنی کشمکش پوشیدہ رکھتے ہوئے وہ خود اعتماد نظر آنا چاہتی تھی اس لیے بڑے یقین سے بولی۔

"ہاں کر سکتے ہو بلکہ اتنی بڑی سازش ہی نہیں تم اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہو۔ اس سے بڑی کوئی سازش بھی۔" سنبل نے اپنی مسکراہٹ کو روکنے کے لیے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔

وہ جانتی تھی نمل یہ صرف خرم کو تپانے کے لیے کہہ رہی ہے ورنہ وہ اتنی جارحانہ سوچ کی مالک ہرگز نہیں ہے

بلکہ جس معاملے کا پتا نہ ہو اس میں اپنی رائے ظاہر کرنا نمل کی عادت نہیں تھی کسی حادثے پر ممکنات کا اندازہ لگانا ایک الگ بات ہے اور ان اندازوں پر ڈٹے رہنا اور ان کے سو فیصد درست ہونے پر بضد رہنا ایک الگ بات۔

مگر خرم کو اس کی سوچ کے متعلق بھلا کیا علم وہ تو نمل کے جواب پر سنگ کر رہ گیا مجال ہے جو کبھی اس لڑکی نے کوئی سیدھی بات کی ہو۔ جب سے وہ نمل سے ملا تھا پہلے دن سے ان کا یہی اختلاف چل رہا تھا۔

جب پیلس ہوٹل میں وہ اس کی نیپکن پر اس کی مدد کرنے اور اس کا بل پے کرنے آیا تھا تب بھی اگر وہ اس پر شک ہونے کے باوجود خاموشی سے اس کے پیسے لے لیتی اور معاملے کو رفع دفع کر دیتی تو آج وہ اسے نیچا دکھانے کی کوشش میں ایک نفسیاتی مریضہ کو یوں اسکینڈلائز نہ کرتا اور نہ ہی ضمیر کی ملامت کا سامنا کرنا پڑتا۔

مگر تب سے آج تک نمل نے کبھی بات ختم کرنے کے لیے مصلحتاً بھی جھوٹ نہیں بولا تھا اور اس کا کہا سچ خرم کو تپا کر رکھ دیتا تھا۔

ابھی بھی وہ دانت پر دانت جمائے اسے دیکھ رہا تھا کہ لاپروائی سے کہتے ہوئے وہ کترا کر نکل گئی۔

"اگر تم خود کو بہتر طریقے سے جانتے ہو تو تمہیں دوسروں سے اپنے بارے میں رائے لینے کی ضرورت نہیں۔"

☆ ☆ ☆

جب سے رومیلہ نے الیان سے بات کی تھی اسے الیان کے رویے میں واضح طور پر فرق محسوس ہوا تھا حالانکہ بظاہر سب کچھ پہلے جیسا ہی تھا بلکہ گاؤں سے واپس آنے کے بعد وہ دونوں ایک کمرے میں نہیں رہ رہے تھے لہٰذا ان دونوں کے بیچ وہ مختصر سی گفتگو بھی نہیں ہوتی تھی جو گاؤں میں ایک ہی کمرہ ہونے کے باعث ہو جاتی تھی پھر بھی الیان کے رویے میں وہ محسوس کی جانے والی نفرت نہیں تھی اور یہ بات رومیلہ کے لیے بڑی حوصلہ مند تھی۔

اسے یہ تو نہیں معلوم تھا کہ الیان اس کی گفتگو سن چکا ہے اس لیے وہ تو یہی سمجھ رہی تھی کہ الیان نے اس کے کہنے پر یقین کر لیا ہے کہ وہ اس مسئلے کو حل کر دے گی اسے ساری زندگی رومیلہ کو برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ہے صرف کچھ مہینے ماحول سازگار ہونے تک وہ اسے اپنے گھر میں رہنے دے پھر وہ خود ہی چلی جائے گی۔

الیان نے اس کی بات نہ صرف مان لی تھی بلکہ شاید اپنے گھر والوں کو بھی کچھ سمجھایا تھا ریاض غفار کا رویہ اچھا تھا نہ برا وہ سارے معاملے سے بالکل لاتعلق بنے ہوئے تھے اور کیونکہ رومیلہ ان سے نفرت کی امید لگائے بیٹھی تھی لہٰذا اسے تو ان کی یہ بے گانگی ہی غنیمت لگتی تھی۔

البتہ شگفتہ غفار کا رویہ ہنوز تھا ان کے چہرے پر اسے دیکھتے ہی برہمی جھلکنے لگتی ان کی آنکھوں سے ایسے کراہیت جھلکتی تھی کہ رومیلہ ان کی جانب دیکھنے سے بلکہ ان کے سامنے آنے سے ہی گریز کرتی تھی جو کہ اتنا مشکل امر بھی نہیں تھا۔

شگفتہ غفار کا سرکل کچھ ایسا تھا کہ صبح ناشتے کے بعد عموماً" وہ بازار یا کسی گیٹ ٹو گیدر میں چلی جاتیں دوپہر میں گھر آتیں تو کھانا وغیرہ کھا کر اپنے کمرے میں سونے چلی جاتیں صرف شام چھ بجے سے رات کے کھانے تک وہ گھر میں نظر آتی تھیں جس وقت الیان اور ریاض غفار بھی آ جاتے تھے چنانچہ اس وقت میں رومیلہ اپنے کمرے میں ہی رہنے کو ترجیح دیتی تھی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ شگفتہ غفار کی موجودگی میں الیان کے سامنے بھی جائے اس نے واضح طور پر محسوس کیا تھا کہ وہ الیان کو اس کے سائے سے بھی دور رکھنا چاہتی ہیں۔

ایک دن الیان کو آفس جانے میں ذرا دیر ہو گئی وہ جب تک تیار ہو کر کمرے سے نکلا ناشتا کرنے کا وقت نہیں

بجا تھا رومیلہ اپنی چائے بنا کر کچن میں کچھ دیکھنے گئی تھی الیان ہاتھ میں بریف کیس لیے میز کے قریب آگیا اور گرم گرم چائے ٹیبل پر رکھی دیکھ کر اسے اٹھا کر کھڑے کھڑے ہی دو سپ لے لیے شگفتہ غفار نے جب دیکھا کہ وہ رومیلہ کی چائے پی رہا ہے تو بھنا اٹھیں۔

"الیان یہ کیا کررہے ہو یہ تمہاری چائے نہیں ہے ٹھہرو میں تمہاری چائے بنواتی ہوں۔"

"نہیں نہیں میرے پاس ٹائم نہیں ہے میں جارہا ہوں۔" الیان نے پورا کپ پیا بھی نہیں اور پیالی پرچ میں واپس رکھ دی مگر شگفتہ غفار کو تو آگ لگ گئی تھی۔

"ٹائم نہیں ہے تو یہ چائے پینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کیوں کیا اس چائے میں زہر ملا تھا۔" الیان نے لاپروائی سے کہا۔

"اللہ نہ کرے کیا بکواس کررہے ہو مگر یہ تمہاری چائے نہیں تھی۔"

"سو واٹ جس کی بھی تھی وہ دوسرا کپ بنالے میں آفس جا کر باقاعدہ ناشتا کرلوں گا یہ دو گھونٹ تو بس نیند بھگانے کے لیے ہیں او کے اللہ حافظ۔" الیان تیزی سے بولتا یہ جا وہ جا۔

مگر شگفتہ غفار کے سینے پر سانپ لوٹتے رہے انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے رومیلہ کو اس کپ میں سے چائے پیتے دیکھا تھا حالانکہ اس نے بھی ایک گھونٹ بھرا تھا وہ ٹوسٹر میں توسٹ ڈال کر آئی تھی جنہیں اخبار اٹھا کر سرخیاں دیکھنے کے چکر میں وہ بالکل فراموش کر بیٹھی تھی لہٰذا یاد آنے پر وہ چائے ایسے ہی چھوڑ کر کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

کچن ڈائننگ روم سے بالکل ملا ہوا تھا ان دونوں کے مابین ہوئی گفتگو رومیلہ آرام سے سن رہی تھی اور اس کا پس منظر بھی سمجھ رہی تھی پھر بھی اگر کوئی کسر باقی تھی تو کچن سے واپس آنے پر شگفتہ غفار نے پوری کردی۔

"پتا نہیں کیسے کیسے بے غیرت لوگ ہوتے ہیں دنیا میں کسی کے گھر بیٹھ کر مفت کا کھاتے پیتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی ہر چیز اس استحقاق سے استعمال کرتے ہیں جیسے گھر میں ہر چیز ان ہی کی تو لائی ہوئی ہو۔" شگفتہ غفار ڈائننگ ٹیبل کے پاس کھڑی ایسے چلا رہی تھیں جیسے فون پر کسی سے مخاطب ہوں اور کمرے میں ان کے علاوہ کوئی موجود نہ ہو۔

رومیلہ جہاں تھی وہیں ٹھٹک گئی وہ سانس روکے ان کے زہر میں بجھے الفاظ سنتی رہی جو مزید کہہ رہی تھیں۔

"اصل میں حرام کا کھاتے ہیں نا بچپن سے حلال کبھی پیٹ میں گیا ہی نہیں تو شرم اور غیرت کہاں سے آئے دوسرے کے گھر میں ان ہی کے برتنوں میں مفت کی روٹیاں ان ہی کے ڈائننگ ٹیبل پر توڑتے ہوئے مجال ہے جو ذرا بھی شرمندگی ہو۔" شگفتہ غفار یہ کہہ کر رکی نہیں بلکہ پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے چلی گئیں۔

رومیلہ کو لگ رہا تھا وہ ابھی چکرا کر گر جائے گی۔

اتنی بے عزتی۔

اتنی ذلت

کیا اب اس پر یہ وقت آگیا ہے کہ وہ دو وقت کی روٹی بھی کسی کی احسان مند ہو کر کھا رہی ہے۔

توسٹ کی پلیٹ اس کے ہاتھ میں لرزنے لگی تو اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے جلدی سے اسے ٹیبل پر رکھ دیا مبادا پلیٹ ہاتھ سے چھوٹ کر ٹوٹ نہ جائے۔

کسی کے اتنے مہنگے برتنوں کے سیٹ کی پلیٹ اگر اس سے ٹوٹ گئی تو اس نقصان کی تلافی وہ کیسے کرے گی؟

وہ کوئی حرام کھا کر بڑی نہیں ہوئی تھی مگر ابرار بھائی نے اپنے مجرمانہ فعل سے اس کے پورے گھر کو جرائم پیشہ افراد ثابت کردیا تھا جو حرام کماتے ہیں اور حرام ہی کھاتے ہیں۔

رومیلہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا بننے لگا تو وہ سب چیزیں ٹیبل پر ایسے ہی چھوڑ کر سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

ان سب کا نظر انداز کرنا ہی اسے سخت توہین آمیز لگتا تھا اور آج اس کے کھانے پینے پر شگفتہ غفار نے جس طرح باتیں سنائی تھیں انہیں سننے کے بعد اس کا ڈوب مرنے کو دل چاہ رہا تھا۔

رات تک وہ اپنے کمرے میں بند رہی کسی نے بھی آکر اس سے نہیں پوچھا کہ وہ ٹھیک بھی ہے یا نہیں۔ اس نے دوپہر کا کھانا کھایا نہ رات کا اس کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ اس گھر کا پانی بھی پیے۔

مگر بھوکے پیاسے رہنا کوئی مسئلے کا حل نہیں تھا وہ اگر فاقہ کرکے مر بھی جاتی تب بھی ڈھیٹ اور بے غیرت ہی کہلاتی اسے اپنے دامن پر لگے مجرم پیشہ ہونے کا داغ دھونا تھا نہ کہ کمرے میں بند ہو کر اور کھانا پینا چھوڑ کر اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرنا تھا یا دوسروں کی ہمدردیاں سمیٹنی تھیں۔

آخر رات کے گیارہ بجے جب اسے یقین ہوگیا کہ شگفتہ غفار اپنے کمرے میں سونے چلی گئی ہوں گی اور اب باہر نہیں آئیں گی وہ اپنے کمرے سے باہر نکل آئی۔

اتنی رات گئے اس طرح الیان کے کمرے میں جانا اسے عجیب تو لگ رہا تھا مگر یہ کوئی معیوب بات نہیں تھی وہ خود کو برحق سمجھتے ہوئے اپنے حوصلے جمع کرتی اس کے دروازے پر جا کھڑی ہوئی دستک دینے پر الیان کی بڑی فریش آواز سنائی دی گویا وہ ابھی تک سویا نہیں تھا۔

"دروازہ کھلا ہے آجاؤ۔" رومیلہ نے ہینڈل پر دباؤ ڈالا تو واقعی دروازہ کھلتا چلا گیا الیان کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا پورے انہماک سے کام میں مشغول تھا۔

کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے اس نے دروازے کی سمت دیکھا بھی نہیں اور مصروف سے انداز میں کہنے لگا۔

"نہیں سردارں کو چائے کے لیے منع کرکے اوپر آیا تھا لیکن خیر اب تم نے بنا ہی دی ہے تو رکھ دو۔" الیان اسے ہمیشہ گھر کی ملازمہ ہی سمجھتا تھا۔

رومیلہ کی سمجھ میں نہ آیا وہ اسے کیا کہے وہ خاموشی سے دروازے میں ہی ایستادہ رہی۔

"ارے میں نے کہا ہے نا چائے رکھ۔" الیان نے غیر ارادی طور پر دروازے کی طرف دیکھا تو حیرت سے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟" رومیلہ نے خود اعتماد نظر آنے کی کوشش کی۔ (ناکام)

الیان نے ایک نظر وال کلاک پر ڈالی اور دوسری سوالیہ نظر رومیلہ پر مرکوز کردی۔

"مجھے کچھ بات کرنی ہے۔" رومیلہ اس کے چہرے پر پھیلی رضامندی دیکھتے ہوئے اندر آکر کھڑی ہوگئی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا بات کہاں سے شروع کرے اور اسے کشمکش میں مبتلا دیکھ کر الیان نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ اور آرام سے بتاؤ کیا بات ہے۔" الیان کا لہجہ بہت نرم اور پرسکون تھا وہ ایک تشکر بھری نظر اس پر ڈال کر صوفے پر بیٹھ گئی تھوڑا سا اس کا اعتماد بڑھا تھا لہٰذا وہ سب کچھ جلدی سے کہہ دینا چاہتی تھی کہیں الیان کی پیشانی پر بل پڑ گئے تو اس سے بات کرنا دوبھر ہو جائے گا۔

"میں جاب کرنا چاہتی ہوں۔" رومیلہ کہہ کر خاموش ہوگئی جبکہ الیان اسے ایسے دیکھتا رہا جیسے آگے اس کی بات سننا چاہتا ہو مگر جب وہ بولی ہی نہیں تب الیان کو خود ہی کہنا پڑا۔

"بس اور کچھ نہیں کہنا۔" رومیلہ نے گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

"اچھا۔" الیان نے اپنی روکنگ چیئر کو جھلاتے ہوئے پرسوچ انداز میں اچھا کو کھینچا پھر مزید گویا ہوا۔

"اس سے پہلے کہ میں یہ پوچھوں کہ تم جاب کیوں کرنا چاہتی ہو یہ بتاؤ کہ تم اجازت لے رہی ہو یا فیصلہ سنا رہی ہو۔" رومیلہ کچھ ٹھٹک سی گئی۔
ویسے تو وہ صرف اسے آگاہ کرنے آئی تھی مگر اس کے منہ پر یہ کہنا کچھ مناسب نہ لگا تو وہ مفاہمت کی راہ اپناتے ہوئے بولی۔
"اپنی خواہش ظاہر کر رہی ہوں اور مجھے یقین ہے آپ اس کا احترام کریں گے۔" الیان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر سنجیدگی سے بولا۔
"اس خواہش کی وجہ۔"
"میں پورا دن گھر میں بیٹھے بیٹھے بور ہو جاتی ہوں مجھے کوئی مصروفیت چاہیے۔"
"تو اس کے لیے پڑھائی کر لو جاب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"
"پڑھائی میں جاب کے ساتھ کر لوں گی ویسے بھی میری تعلیم درمیان میں رہ گئی ہے میں اسے بھی دوبارہ شروع کرنا چاہتی ہوں لیکن اس سے پہلے مجھے جاب کرنی ہوگی۔" رومیلہ نے جلدی جلدی کہا۔
"پڑھائی کے ساتھ جاب کرنا آسان کام نہیں ہے اتنی پرابلم فیس کرنے کی کیا ضرورت ہے پہلے پڑھائی ختم کرلو پھر جاب کرلینا جاب بھی اچھی مل جائے گی۔" رومیلہ سر اٹھا کر الیان کی طرف دیکھنے لگی جو پوری طرح سے اس کی جانب متوجہ تھا۔ رومیلہ نے ایک گہرا سانس کھینچ کر ساری ہمتیں مجتمع کیں اور سب کچھ دو ٹوک کہتے ہوئے بولی۔
"یونیورسٹی میں پڑھنے کے لیے ہزار طرح کے خرچے کرنے پڑتے ہیں کم سے کم کرتے کرتے بھی آنے جانے کا کرایہ تو لگ ہی جائے گا۔ کہیں سے کوئی ٹیوشن کا انتظام ہو تو یہ سارے ایکسپنسز پورے ہو سکتے ہیں۔"
الیان کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا اس کے جاب کرنے کی خواہش ظاہر کرنے پر ہی الیان کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنا پیسہ کمانا چاہتی ہے مگر وہ اتنا بے دھڑک یہ کہہ دے گی یہ الیان کو امید نہیں تھی اسے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا۔
اتنے دن ہو گئے تھے ان کی شادی کو۔ وہ اپنے گھر سے اپنا کچھ سامان لے آئی تھی اور اس کے بعد الیان یا اس کے گھر والوں نے پلٹ کر پوچھا تک نہیں تھا کہ اسے کسی چیز کی ضرورت ہے یا نہیں۔
اتنے ہفتوں سے وہ یہاں تھی چھوٹی موٹی چیز کی ضرورت تو اسے پڑ سکتی ہے کیا صرف دو وقت کی روٹی مہیا کر دینے سے انسان کی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں ایسے حالات میں انسان کب تک گزارا کر سکتا ہے آخر رومیلہ کو وہی قدم اٹھانا تھا جو وہ اٹھانے جا رہی تھی۔
الیان کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہوا پھر ہنکارا بھرتے ہوئے کہنے لگا۔
"میں تمہارا جیب خرچ مقرر کر دیتا ہوں صرف کرایہ ہی نہیں تمہیں اور بھی دوسری چیزوں کی ضرورت......"
"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے میں ہر چیز کے بغیر گزارا کر سکتی ہوں مجھے صرف تھوڑی سی عزت چاہیے جو آپ سے جیب خرچ لینے کی صورت میں بالکل بھی نہیں بچے گی۔ ویسے بھی میرا آپ کے پیسوں پر کوئی حق نہیں۔ جب کوئی رشتہ نہیں کوئی تعلق نہیں تو جیب خرچ کیسا؟
میں اپنا کمانا چاہتی ہوں تاکہ مجھے کسی کے زیر احسان ہونے کا احساس نہ ہو ورنہ اگر مجھے پیسے مانگنے ہی ہوتے تو کیا میں اپنے بابا سے نہیں مانگ سکتی۔" رومیلہ نے الیان کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔
"تم اپنے بابا سے نہیں مانگ سکتیں کیونکہ ان پر تمہیں ظاہر کرنا ہے کہ تمہیں یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔" الیان برجستہ بولا تو چند لمحوں کے لیے اس بار رومیلہ خاموش رہ گئی تب ہی الیان کو کہنا پڑا۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں تمہیں جتنے بھی پیسے چاہئیں، میں تمہیں دے دوں گا جاب کر کے کیوں اپنے گھر والوں کو مشکوک کر رہی ہو۔" الیان نے اسے محض اپنے ارادوں سے باز رکھنے کے لیے کہا ورنہ اس کے گھر والوں کے مشکوک ہونے سے زیادہ خود الیان کو اس کا جاب کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔
"میرے گھر والے مشکوک نہیں ہوں گے بلکہ صرف ناراض ہوں گے کیونکہ میں انہیں بتاؤں گی کہ میں نے جاب شوقیہ کی ہے وہ بھی آپ کے منع کرنے کے باوجود تو وہ مجھے خود سر اور باغی سمجھیں گے اور ان کی یہ رائے آگے حالات کو سازگار بنانے میں معاون ثابت ہوگی۔" رومیلہ کے لہجے میں حد درجہ لاپرواہی تھی۔
اگر الیان نے اسے فون پر نمل سے بات کرتے وقت روتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو وہ اسے بہت بہادر یا شاید بہت ڈھیٹ سمجھ لیتا۔
لیکن اس کی وہ گفتگو اور تاثرات دیکھنے کے بعد الیان کو شدت سے احساس ہوتا تھا کہ وہ خود کو نارمل ظاہر کرنے کے لیے کتنے جتن کر رہی ہے۔
"جب فیصلہ کر چکی ہو تو جاؤ جا کر اخبار میں ویکنسی دیکھو۔" الیان نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے کھردرے لہجے میں کہا تو رومیلہ کچھ شرمندہ سی ہو گئی۔
"میں اس طرح جاب نہیں کر سکتی میں چاہتی ہوں آپ خوشی سے مجھے جاب کرنے دیں۔"
"جب کوئی رشتہ کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر میری اجازت کی کیا ضرورت ہے۔" الیان نے تھوڑی دیر پہلے کہی اس کی بات لوٹا دی تو وہ تذبذب کے عالم میں ایک بار پھر اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی آخر الیان کو ہی کہنا پڑا۔
"دیکھو صاف بات ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ تم جاب کرو اگر تم جاب پیسوں کے لیے کرنا چاہتی ہو تو پیسے تم جتنے چاہو مجھ سے لے سکتی ہو اور اگر تم جاب وقت گزاری کے لیے کرنا چاہتی ہو تو ــــ تم اپنی پڑھائی شروع کر سکتی ہو اس کی طرف اگر ذہن راغب نہیں ہو رہا تو گھر کے کام کاج کر لو تمہیں اگر کوکنگ میں دلچسپی ــــ"
"آپ کی والدہ کو میرا کچن میں قدم رکھنا بھی پسند نہیں۔" رومیلہ درمیان میں بول پڑی الیان کچھ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔
"میرے ہاتھ کا پکا کھانا کھانا تو بہت دور کی بات ہے انہیں تو میرا مفت کی روٹیاں توڑنا بھی برا لگتا ہے اب میں فی الحال تو یہ گھر چھوڑ کر نہیں جا سکتی نا اسی لیے میں جاب کرنا چاہتی ہوں میں اپنے پیسوں سے باہر سے ہی کچھ کھا کر آجاؤں گی تو مجھے یہاں کسی کی حقارت بھری نظریں برداشت نہیں کرنی پڑیں گی۔" بلا آخر رومیلہ کا لہجہ بھیگ سا گیا۔
"کیا کہا ہے ممی نے تم سے۔" الیان نے اپنی بے تحاشا حیرت پر قابو پاتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔
"وہ سب رہنے دیں میں تو آپ کو یہ بھی نہ بتاتی لیکن آپ کو لگ رہا ہے میرا پڑھائی میں دل نہیں لگتا اور میں وقت گزاری کے لیے جاب کرنا چاہتی ہوں اس لیے یہ سب کہنا پڑا۔" رومیلہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں مسلتے ہوئے دھیرے سے بولی تو الیان رسانیت سے کہنے لگا۔
"میں ایسا کچھ نہیں سمجھ رہا میں تو صرف تمہیں بہتر آپشن دے رہا تھا لیکن اب جو بات تم نے بتائی ہے وہ اس مسئلے کا حل نہیں ہے تم اگر اپنا کما کر اپنا خرچ بھی اٹھاؤ گی تب بھی ممی کو تم سے شکایت ہی رہے گی۔
اس پرابلم کو میں سولو کر دوں گا تم بس یہ جاب والی بات دل سے نکال دو ہاں البتہ اگر پڑھائی شروع کرنا چاہتی ہو تو بے شک کر سکتی ہو بلکہ میرے خیال سے تمہیں شروع کر دینی چاہیے لیکن اس میں بھی تمہیں ایک بات کا دھیان رکھنا ہوگا تم کوئی کرایہ خرچ کر کے بس یا رکشا میں نہیں جاؤ گی تم گھر کی گاڑی میں ڈرائیور کے ساتھ جاؤ گی۔

ممی کے رویے کی میں پوری طرح سے ضمانت تو نہیں لے رہا لیکن اتنا یقین رکھو کہ وہ تمہیں مزید کچھ نہیں کہیں گی۔" رومیلہ بے اختیار سر اٹھا کر الیان کی جانب دیکھنے لگی۔

اس کی آنکھوں میں اتنا یقین تھا کہ رومیلہ چند ثانیوں کے لیے اسے دیکھتی رہ گئی پھر خود ہی اس کی نظریں جھک گئیں جیسے اس نے ہار مان لی ہو۔

اصل میں تو وہ الیان سے بحث نہیں کر سکی ورنہ شگفتہ غفار سے بہتر رویے کی اسے امید نہیں تھی۔

مگر اس وقت اسے واقعی حیرانی کا سامنا کرنا پڑا جب اگلے دن رات کے کھانے پر ملازم نے اس کا دروازہ کھٹکھٹا کر اسے بلایا اور ریاض غفار کے طلب کرنے کا پیغام دیا۔

"بڑے صاحب نے مجھے بلایا ہے یعنی ریاض صاحب نے۔" رومیلہ بلا کی حیرت سے پوچھ رہی تھی اس نے پرسوں رات سے کچھ نہیں کھایا تھا بھوک بھلے ہی مر گئی تھی مگر نقاہت بہت محسوس ہو رہی تھی بلکہ اسے لگ رہا تھا اب اگر مزید کچھ گھنٹے وہ بھوکی رہی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔

بھوک بہت بری چیز ہے انا اور خودداری کی جنگ میں پیٹ کا دوزخ اگر درمیان میں آجائے تو تو جھا میدان انسان پہلے ہی ہار چکا ہوتا ہے۔

لہٰذا اس وقت یہ سن کر کہ ریاض غفار خود اسے کھانے پر بلا رہے ہیں وہ فوراً" ڈائننگ ٹیبل پر آگئی اور جب وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ رہی تھی تب اس نے ریاض غفار کو کہتے سنا۔

"کب سے کھانا نہیں کھایا ہے تم نے؟" رومیلہ بے اختیار گردن گھما کر انہیں دیکھنے لگی۔

"جی ی ی۔" اس کی سمجھ میں نہ آیا کیا کہے جبکہ ریاض غفار بغور اسے دیکھ رہے تھے اس کے چہرے کی گلابی رنگت میں ہلدی گھلی ہوئی تھی چہرہ بالکل مرجھا کر رہ گیا تھا ریاض غفار نظروں کا زاویہ بدلنے پر مجبور ہو گئے۔

شگفتہ غفار اور الیان تو پہلے ہی لاتعلق بنے اپنی اپنی پلیٹوں پر جھکے ہوئے تھے۔ رومیلہ کو بت بنا دیکھ کر ریاض غفار ہی کھسیانی سی آواز میں کہنے لگے۔

"چلو کھانا شروع کرو اور آئندہ کھانے کا وقت ہوتے ہی ڈائننگ ٹیبل پر سب کے ساتھ آجانا گھر کے لوگوں کو مہمانوں کی طرح کھانے کے لیے بلایا نہیں جاتا۔" رومیلہ ابھی بھی بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی جو اس سے نظریں چرا ئے بات کر رہے تھے جبکہ رومیلہ باقاعدہ منہ کھولے انہیں دیکھے گئی جب انہوں نے مزید کہا۔

"اگر یہ کھانے پسند نہیں ہیں تو خود اپنے آپ کچھ اپنی پسند کا بنا لو ہم بھی وہی ایک سے کھانے کھا کھا کر بور ہو گئے ہیں ہمیں بھی کچھ چینج مل جائے گا۔" کتنی ہی دیر رومیلہ حیرت سے گنگ بیٹھی رہی آخر بڑی مشکل سے اس نے ذہن کو حاضر کرتے ہوئے کھانا پلیٹ میں نکالا اور چھوٹے چھوٹے نوالے لینے لگی۔

اسے کھاتے ہوئے زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ شگفتہ غفار کھانا ختم کر کے اٹھ بھی گئیں ان کے تھوڑی دیر بعد ریاض غفار بھی اٹھ گئے تب الیان نے پہلی بار سر اٹھا کر رومیلہ کی جانب دیکھا۔

"اب ٹھیک ہے؟" اس کے اچانک پوچھنے پر حیرت کی زیادتی سے گن ہوتی رومیلہ اچھل پڑی۔

"آپ نے کیا کیا ہے؟" رومیلہ نے تعجب سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو الیان جو پہلے ہی زیر لب مسکرا رہا تھا ایکدم کھل کر مسکرا دیا۔

"وہ سب چھوڑو اور یہ بتاؤ اب تو تمہیں نہیں لگ رہا نا کہ تمہیں کسی کی حقارت بھری نظریں برداشت کرنا پڑ رہی ہیں۔"

"مگر یہ سب ہوا کیسے؟" رومیلہ ابھی بھی کنفیوز تھی اور اس کی حیرانی الیان کی مسکراہٹ کو اور گہرا کر رہی تھی۔

ہوتا یا بس۔ تھوڑا سا جھوٹ بولنا پڑا یوں سمجھ لو تمہارے بھائی پر ایک الزام اور لگا دیا۔

میں نے ممی ڈیڈی سے کہا آج ابرار کا فون آیا تھا حامد کا نمبر مانگ رہا تھا وہ حامد کے پورے گھر کو اپنے گھر کھانے پر بلانا چاہ رہا ہے کیونکہ اس کا کہنا ہے پتا نہیں سسرال میں ہماری بیٹیوں کو ٹھیک طرح سے کھانے کو بھی مل رہا ہے یا نہیں ہم بھی دعوت کر کے کچھ کھلا پلا دیں۔" رومیلہ ششدر سی الیان کو دیکھے گئی جو اپنی بات پوری کر کے ہلکے سے ہنس دیا تھا پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے مسکرا کر کہنے لگا۔

"بے فکر رہو تم پر کوئی بات نہیں آئی ہے ممی ڈیڈی یہی سمجھ رہے ہیں کہ ابرار انہیں انڈر پریشر رکھنے کے لیے ایسی باتیں کر رہا ہے اور محض بے پر کی اڑا رہا ہے ورنہ تم پر کھانے پینے پر کوئی پابندی تو ہے نہیں۔" الیان ایسے ٹہل رہا تھا جیسے اپنی بات سے خود ہی بہت محظوظ ہو رہا ہو پھر وہ رکا نہیں اور اسے حیران چھوڑ کر چلتا بنا۔

بنیادی طور پر تو رومیلہ کو اس کی حرکت پسند نہیں آئی تھی بھلے ہی اس طرح کسی کو بلیک میل کر کے اگر عزت کرائی تو کیا کرائی مگر ابھی جس الیان کو اس نے دیکھا تھا وہ اس الیان سے کس قدر مختلف تھا جسے رومیلہ جانتی تھی اور یہ حیرت اسے اور کسی موضوع پر سوچنے نہیں دے رہی تھی۔

الیان نے یہ سب اس لیے کیا تھا کہ اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور یہ سب کر کے اسے کوئی پچھتاوا نہیں تھا بلکہ اپنے فعل پر وہ بہت مطمئن اور خوش تھا۔

جیسے جیسے وہ شاک سے باہر آتی گئی اسے اپنا آپ ہلکا ہلکا محسوس ہوتا گیا بے اختیار اس کا دل چاہا وہ ابھی الیان کے پیچھے جا کر اس کا شکریہ ادا کرے مگر الیان کا سرشار انداز بتا رہا تھا اس نے یہ سب رومیلہ سے کوئی توصیفی کلمات سننے کے لیے نہیں کیا وہ جو چاہتا تھا وہ ہو چکا تھا تبھی وہ اتنا خوش تھا۔

اس کی بھرپور مسکراہٹ یاد کر کے رومیلہ بھی غیر ارادی طور پر مسکرانے لگی دل کی دھڑکنوں کا نئی تال پر دھڑکنے کا تجربہ بڑا ہی انوکھا اور منفرد تھا اس کے لیے۔

☆ ☆ ☆

بلال اختر کا یقین بالکل صحیح ثابت ہوا تھا حمید کے والد خضر کے گھر والوں کی طرح نہیں تھے جو پیسے لے کر خاموش ہو جاتے انہوں نے تو اپنا سارا اثر و رسوخ استعمال کر کے ندیہ کے خلاف اچھے خاصے چارجز لگا دیے تھے۔

بلال اختر نے ان سے بات کرنی چاہی مگر وہ تو کچھ سننے کے لیے ہی تیار نہیں تھے۔ بلال اختر ندیہ کو کیس کی کارروائی ہونے تک ضمانت پر گھر لے آنا چاہتے تھے۔

مگر حمید کے والد نے اسے خطرناک پاگل بتاتے ہوئے اسے پولیس کسٹڈی میں رکھنے پر زور دیا تب بلال اختر مجبور ہو گئے جیل جانے سے تو بہتر تھا کہ وہ پاگل خانے چلی جائے حالانکہ ان کا دل کسی طور اسے ذہنی امراض کے مریضوں کے ساتھ بھیجنے پر آمادہ نہیں تھا مگر صورت حال ان کے قابو سے باہر ہو گئی تھی پھر بھی انہیں امید تھی کہ جیسے عدالتی کارروائی شروع ہو گی تب وہ ندیہ کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

پھر بھی یہ سب ایک دن میں ممکن نہیں تھا چنانچہ تب تک ندیہ کو میڈیکل ہیلپ کے نام پر پاگل خانے میں ہی رہنا تھا بلال اختر نے اس کے آرام کے لیے ہر سہولت فراہم کر دی پھر بھی ندیہ کو ایک بہت بڑا دھچکا لگا تھا پاگل خانے میں قدم رکھتے ہی "تو گویا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاگل ثابت ہو گئی ہے جب ایک بار اس کے ماتھے پر پاگل خانے کا ٹھپا لگ گیا تو اب بھلا اسے کون نارمل مانے گا۔

لوگ تو پہلے ہی اس کی ذہنی حالت کی طرف سے مشکوک رہتے تھے اب یہاں سے نکلنے کے بعد اسے سب

خطرناک پاگل ہی سمجھیں گے اور پھر پتا نہیں یہاں سے نکلنا ہو تا بھی ہے یا نہیں۔

زندگی میں پہلی بار وہ گھر سے دور ہوئی تھی اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا دروازہ گرا کر ایک جست میں اپنے گھر پہنچ جائے اور اپنے بستر میں دبک کر سر تک اپنا کمفرٹر اوڑھ لے تاکہ پھر اسے کچھ پتا نہ چلے کہ اس کے کمرے سے باہر دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور کون اس کے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے پاگل خانے صرف فلموں میں دیکھے تھے لیکن جب وہ خود یہاں آئی تو یہاں کا ماحول اسے فلموں سے یکسر مختلف لگا ایک تو اس کی وجہ یہ تھی کہ بلال اختر نے اس کا انتظام بہت بہترین اسپتال میں کرایا تھا جہاں ہر مریض کا ایک الگ کمرہ تھا اس کے باوجود ایک دوبار اس کے کمرے کے سامنے لگی گرل سے جب اس نے کسی ذہنی مریضہ کو نرس کے ساتھ جاتے یا آتے دیکھا تو وہ بری طرح خوف زدہ ہو گئی ایک چالیس پینتالیس سال کی عورت تو پیڑیوں میں جکڑی ہوئی تھی اس کی چال اور حلیے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ پچھلے کئی سالوں سے یہاں مقیم ہے اور اس کی ذہنی حالت بہت زیادہ خراب ہے۔

جب وہ یہاں آئی تو ایک دو نرسز نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے اندرونی خوف کے باعث کچھ بولی ہی نہیں مگر یہاں رہتے ہوئے جب اسے کچھ دن گزر گئے تو مسلسل خاموش رہتے رہتے اسے شدید قسم کی گھٹن ہونے لگی تب اس نے ایک نرس سے ہلکی پھلکی باتیں کیں۔

یہاں کا عملہ اس کے بارے میں کافی کچھ جانتا تھا اور پھر اس نرس کا مزاج ندیہ کو کافی بہتر لگا تبھی ندیہ نے اس سے اس کا نام ہو چھو پوچھا جواباً" ندیہ کی توقع کے مطابق اس نے ندیہ کا انٹرویو نہیں لیا بلکہ ایک دو ادھر ادھر کی باتیں کرکے کہنے لگی۔

"جب میں نے تمہیں پہلی دفعہ دیکھا تھا میں تبھی سمجھ گئی تھی تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو بس شاک میں ہو اس لیے اتنی خوف زدہ ہو جیسے جیسے تم یہاں کی عادی ہو جاؤ گی تمہارا رویہ سارے اسٹاف کے ساتھ نارمل ہو جائے گا۔"

"مجھے یہاں کا عادی نہیں ہونا میں کوئی یہاں ہمیشہ کے لیے تھوڑی آئی ہوں بس ایک بار کیس ختم ہو جائے پھر میں یہاں سے نکل جاؤں گی۔" ندیہ فورا" بولی تو وہ کچھ دیر بغور ندیہ کو دیکھتے رہنے کے بعد عجیب سے لہجے میں بولی۔

"پرامید رہنا اچھی بات ہے لیکن یہاں تم آس لگا کر غلطی کر رہی ہو۔ کیونکہ جتنی جلدی تم حقیقت کو قبول کرلوگی اتنی ہی تمہیں آسانی ہوگی۔"

"میں سمجھی نہیں۔" ندیہ الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایک بار یہاں آنے کے بعد کوئی واپس گھر نہیں جاتا اب تمہیں یہیں رہنا ہے۔" ندیہ سن ہوتے وجود کے ساتھ اسے دیکھے گئی پھر لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔

"م۔۔۔ میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں جو پاگل خانے میں رہوں گی۔۔۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ کیا۔۔۔ کیا تمہیں میں پاگل۔۔۔ لگ رہی ہوں؟"

"نہیں پاگل نہیں۔" وہ فورا" بولی پھر رسانیت سے کہنے لگی۔

"لیکن ایسی جگہ پر گھر اور گھر والوں سے دور رہتے رہتے انسان گھبرا جاتا ہے جو ڈپریشن میں الٹی سیدھی حرکتیں شروع کر دیتا ہے پھر اسے یہاں سے شفٹ کرنا پڑتا ہے۔
مینٹل لیول کی بھی اسٹیجز ہوتی ہیں۔
یہاں جو لوگ رہتے ہیں وہ بہت بہتر ہوتے ہیں جن کی حالت بہت خراب ہو جاتی ہے انہیں یہاں سے دوسری جگہ شفٹ کر دیتے ہیں۔

ابھی تو میں کہہ رہی ہوں یہاں دل لگانے کی کوشش کرو اگر تم یہاں سے نکلنے کا سوچو گی تو مزید بیمار ہوگی۔"

"دل لگانے کی کوشش۔" ندیہ کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے وہ تو یہاں آکر ہی پریشان ہو گئی تھی اکثر دوسری مریضہ عورتوں کے چیخنے اور رونے کی آوازیں اسے خوف زدہ کر دیتیں اگر اسے اور خطرناک پاگلوں کے ساتھ بھیج دیا تو وہ واقعی پاگل ہو جائے گی۔

"ہاں دل لگانے کی کوشش سے میرا مطلب ہے خوش رہنے کی کوشش کرو سب سے باتیں کرو اچھی اچھی کتابیں پڑھو نماز کی پابندی کرو اور اپنے لیے دعا ضرور مانگو۔

اگر تمہاری حالت میں بہتری نظر آئی تو تمہارے ساتھ بہت رعایت ہو جائے گی تمہیں اٹینڈنٹ کے ساتھ باہر گارڈن میں جانے اور بیٹھنے کی اجازت مل جائے گی اور بھی دوسری تفریحات میسر آسکتی ہیں۔" وہ تسلی دے رہی تھی اور ندیہ کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔

گویا اسے کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی ابھی تک تو لوہے کی سلاخوں والے دروازے سے باہر جانے کا اسے خیال نہیں آیا تھا مگر اب یہ جان کر کہ وہ اس ایک کمرے میں قید ہے اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔

"سسٹر۔۔۔ کیا۔۔۔ کیا میں اپنی ماں سے فون پر بات کر سکتی ہوں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں تمہارا فون پر بات کرنے کا دن اور ٹائم مقرر ہو گا بلکہ تمہارے والد نے تو تمہیں موبائل تک دیا ہے۔ مگر تم پر پولیس کیس چل رہا ہے نا لہٰذا ابھی تمہیں موبائل دینے کی پرمیشن نہیں ہے۔" نرس اسے ریلیکس کر رہی تھی وہ اتنی ہی ہراساں ہو رہی تھی۔

وہ ماما سے فون پر بات صرف مقررہ دن اور وقت پر ہی کر سکتی ہے اور کیس چلنے تک اسے موبائل نہیں مل سکتا یہ کیس کب ختم ہو گا؟ اگر یہ کبھی ختم نہ ہوا تو؟ یا یہ چار پانچ سال تک چلتا رہا تو۔۔۔؟

"سسٹر۔۔۔ مجھے۔۔۔ مجھے ایک بات سچ سچ بتائیں یہاں کے ڈاکٹرز کی میرے بارے میں کیا رائے ہے کیا میں سب کو واقعی پاگل لگ رہی ہوں؟"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے کہا ہے نا تم بالکل ٹھیک ہو اب تم بالکل ریلیکس ہو جاؤ بلکہ کچھ دیر سو جاؤ تمہیں دوائی کھائے کافی دیر ہو گئی ہے اب تک تمہیں سو جانا چاہیے ورنہ تمہارا سر درد کرنے لگے گا۔" سسٹر اسے بیڈ پر لٹانے کی کوشش کرنے لگی مگر وہ اپنا کندھا چھڑواتی اٹھ بیٹھی۔

"مجھے سلا میں نہیں اور پلیز مجھے ٹالیں بھی نہیں میں جانتی ہوں آپ سب مجھے پاگل سمجھتے ہیں آپ کا خیال ہے مجھے دورے پڑتے ہیں اسی لیے اب آپ مجھے سلانے پر بضد ہیں کہ میں ہائپر ہو رہی ہوں کسی بھی وقت میں اپنا ذہنی توازن کھو سکتی ہوں اور کسی پر بھی حملہ کر سکتی ہوں حالانکہ میں ایسی نہیں ہوں پتا نہیں خرم نے میرے خلاف ایسی جھوٹی گواہی کیوں دی میں۔۔۔ میں۔۔۔ خرم سے ملنا چاہتی ہوں مجھے اس سے بات کرنی ہے۔

وہ۔۔۔ وہ تو شائستہ خالہ کے بارے میں سب جانتا تھا پھر اس نے ایسا بیان کیوں دیا۔ اس نے تو خود شائستہ کو دیکھا ہے۔" ندیہ زارو قطار روتے ہوئے چیخ رہی تھی اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا وہ ابھی خرم سے بات کرنا چاہتی تھی۔

مگر سسٹر نے اس کی بات ہی کب سنی تھی اس کی آواز کا والیم جیسے ہی بڑھنا شروع ہوا اس نے ایک بٹن دبا کر گھنٹی کی دوسری عورتوں کو بلا لیا ان تینوں عورتوں نے مل کر اسے زبردستی ایک انجکشن لگایا اور وہ صرف دو پل میں بستر پر بے سدھ گر گئی۔

☆ ☆ ☆

عدیلہ دو ایک دن تو بہت خوش رہی کہ [illegible] نے اسے اپنے گھر کی ڈائننگ ٹیبل پر سب کے برابر بیٹھنے اور

کھانے کا درجہ دے دیا۔

مگر تیسرے دن اس کی خوشی پر اوس پڑنے لگی بھلے ہی وہ زبان سے طنز کے نشتر نہیں چلا رہی تھیں مگر ان کے دل میں تو ابھی بھی یہی ہوگا ناکہ وہ ان کے گھر مفت کی روٹیاں توڑ رہی ہے۔

الیان کے منع کردینے کے بعد وہ دوبارہ جاب کی بات نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن آخر اس کا حل کیا تھا آج صبح جب وہ باتھ روم سے منہ دھو کر نکلی تو اس کے بیڈ پر بیس ہزار روپے رکھے تھے۔

یہ رقم یقیناً" الیان نے رکھی ہوگی اس طرح الیان سے پیسے لینا بالکل مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

اس نے نوٹ اٹھا کر الماری میں تو رکھ لیے مگر سارا دن اس پر بےزاری چھائی رہی کوئی مصروفیت بھی تو نہیں تھی اس کے پاس کہ اس کا ذہن بٹ جاتا وہ بےدلی سے کبھی اخبار اٹھا کر پڑھنے لگتی کبھی لان میں جا کر پودوں وغیرہ کو دیکھنے لگتی یا ٹی وی لگا کر چینلز چینج کرتی رہتی۔

البتہ شگفتہ غفار کے گھر آتے ہی وہ اپنا کمرہ بند کرکے بیٹھ جاتی۔ اخبار پڑھتے پڑھتے اس کی آنکھ لگ گئی تو وہ سوتی پڑی رہی کوئی جگانے والا نہیں تھا نہ ہی خالی پڑے لق و دق گھر میں کوئی آہٹ ۔۔۔ ہوتی تھی کہ اس کی آنکھ کھل جاتی۔

چنانچہ اپنے آپ جب وہ اٹھی تو رات کے دس بج رہے تھے وہ ایکدم گھبرا کر کھڑی ہوگئی ہاتھوں سے بال ٹھیک کرتی وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل آئی منہ ہاتھ دھونے کی بھی زحمت نہ کی دس بجے تک تو وہ سب کھانے سے بھی فارغ ہوگئے ہوں گے اور وہ کمرے میں بند پڑی رہی۔

ابھی تین دن پہلے ہی تو ریاض غفار نے کہا تھا کھانے کے وقت خود ہی آجایا کرو مہمانوں کی طرح بلانا اچھا نہیں لگتا اور تین دن بعد ہی وہ ان کی بات نظر انداز کیے کمرے میں پڑی رہی یقیناً" ان لوگوں کو اس کی یہ بےحسی ناگوار گزری ہوگی اس سے پہلے کہ ریاض غفار کمرے میں چلے جاتے وہ انہیں اپنے بےوقت سو جانے کے متعلق بتا کر معذرت کرلینا چاہتی تھی۔

مگر وہ جب ڈائننگ روم میں پہنچی تو ٹیبل بالکل خالی تھی ایسا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ کوئی یہاں سے اٹھ کر گیا ہے۔ رومیلہ کچن کی طرف بڑھ گئی تو راستے میں ہی سرداراں مل گئی تب اس نے بتایا کہ ریاض غفار اور شگفتہ غفار تو کسی فنکشن میں گئے ہیں رات کے ڈیڑھ دو بجے سے پہلے واپسی نہیں ہوگی اور الیان صاحب ابھی آفس سے نہیں آئے۔

"اچھا ٹھیک ہے تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ مجھے کھانا کھانا ہوگا تو میں خود لے لوں گی۔" رومیلہ کو تھوڑا سا اطمینان ہوا تھا کہ وہ انہیں فیس کرنے سے بچ گئی۔

لیکن سرداراں کے جاتے ہی اسے بری طرح وحشت ہونے لگی۔

خالی پڑا بڑا سا گھر اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا شام میں اتنی دیر اس نے چینلز چینج کیے تھے کہ اب ٹی وی کھولنے کے خیال سے اسے اختلاج ہو رہا تھا۔

وہ لاشعوری طور پر الیان کے آنے کا انتظار کرنے لگی کہ وہ آئے تو وہ الیان کے دیے پیسے بھی اسے واپس کردے اور اس سے دو ٹوک بات کرے کہ اسے جاب کرنے کی اجازت دے دیں وہ اس کے پیسوں سے پڑھائی نہیں کرنا چاہتی۔

وہ ادھر سے ادھر پھرتے ہوئے باقاعدہ جملے ترتیب دینے لگی کہ اسے الیان کو کس طرح قائل کرنا ہے اور جب اس نے ساری تیاری کرلی تب اس کی نظر ٹی وی لاؤنج میں رکھے بڑے سے وال یونٹ پر جم گئی۔

اس میں طرح طرح کے بیش قیمت ڈیکوریشن پیسز رکھے تھے ان ہی کے ساتھ ایک خانے میں شطرنج بھی

تھی۔

کانچ کے خوبصورت سیاہ اور سفید مہروں کو دیکھتی وہ بےاختیار اس کی طرف کھنچی چلی آئی بلا آخر اسے وقت کاٹنے کے لیے مصروفیت مل ہی گئی تھوڑی دیر بعد وہ لاؤنج میں بیٹھی دونوں طرف کی بازی اکیلے کھیلنے میں اتنی منہمک ہوگئی کہ اسے الیان کے آنے کی خبر ہی نہ ہوئی۔

"ہارنے سے ڈرتی ہو کیا جو اکیلے کھیل رہی ہو۔" اس کی آواز پر رومیلہ چونک اٹھی وہ ایک ہاتھ میں بریف کیس پکڑے دوسرے ہاتھ سے کوٹ کندھے پر ڈالے ایسے کھڑا تھا جیسے کمرے میں جاتے جاتے رک گیا ہو۔

رومیلہ کا دل چاہا کہہ دے اکیلا انسان ہر کام اکیلے ہی کرتا ہے مگر اس جملے میں بڑی مسکینیت بھری تھی اسے کہنے کا مطلب تھا وہ اس کی ہمدردیاں سمیٹنا چاہتی ہے جبکہ اسے ایسی کوئی خواہش نہیں تھی تبھی اپنی فطرت کے برعکس محض ڈائیلاگ بولتے ہوئے کہنے لگی۔

"نہیں۔ مغرور ہونے سے ڈرتی ہوں اس لیے اکیلی کھیل رہی ہوں۔" اس کی بات پر الیان کے چہرے پر مخصوص دلفریب مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

"کچھ آتا بھی ہے یا بس مہرے آگے کررہی ہو۔" وہ قریب آکر بساط پر بچھے مہروں کو دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

"میدان سے باہر بیٹھ کر کھلاڑیوں کی صلاحیتوں کا اندازہ مت لگائیں یہ سراسر حماقت ہے۔" رومیلہ کی جھنجلاہٹ کہیں تو نکلنی تھی۔

"یعنی گویا میدان میں کودنے کی دعوت دے رہی ہو۔" الیان نے ہاتھ میں پکڑا بریف کیس اور کندھے پر ڈالا کوٹ ایک طرف رکھ دیا اور اس کے عین سامنے آبیٹھا۔

رومیلہ کچھ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی اسے نہیں پتا تھا الیان کو شطرنج کا اتنا شوق ہے کہ معمول سے اتنا لیٹ آنے کے باوجود چلتی ہوئی بازی کھیلنے بیٹھ جائے گا درمیان میں۔

"کھانا کھائیں گے آپ؟" رومیلہ نے پوچھا۔

"میں تو کھا کر آرہا ہوں ہاں اگر میرے ساتھ کھیلنا نہیں چاہتیں تو الگ بات ہے ویسے بھی شطرنج میں مجھے ہرانا آسان کام نہیں ہے۔" الیان کا لہجہ صاف چیلنج کرنے والا تھا۔

"کوئی کام آسان ہوتا ہی کب ہے۔" رومیلہ چڑانے والے انداز میں بولی اور مہرے سیٹ کرنے ہی لگی تھی کہ الیان بول پڑا۔

"چلو یہ ادھوری بازی ہی پوری کرلیتے ہیں۔" الیان نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"نہیں۔ اگر آپ ہار گئے تو کہیں گے جس طرف سے میں کھیلنے بیٹھا تھا اس کی پوزیشن کمزور تھی۔" رومیلہ نے اعتراض کیا۔

"میں ایسا نہیں کہوں گا کیونکہ میں ہاروں گا ہی نہیں۔" الیان نے اگلا جملہ تھوڑا رک کر کہا پھر اپنی بات پر خود ہی ہنس دیا۔

"باری کس کی ہے؟" الیان نے بغور چیس بورڈ پر پھیلے مہروں کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا تو رومیلہ نے اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"آپ کی۔" اس کا دل چاہ رہا تھا وہ الیان سے پوچھے کہ کیا اس کے رویے میں واقعی تبدیلی آگئی ہے یا یہ اس کا وہم ہے۔

شادی کے شروع کے چند دنوں میں الیان اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا کبھی مصلحتاً" بات کرنی پڑتی بھی تو اس کے چہرے پر اتنی بےزاری ہوتی تھی کہ رومیلہ کو شرمندگی ہونے لگتی تھی۔

مگر اب وہ نا صرف اس سے بات کر رہا ہوتا ہے بلکہ اس کا مزاج بھی بہت دوستانہ ہوتا ہے، بہت خوش مزاجی سے وہ اس کے ساتھ پیش آ رہا ہوتا ہے۔ تو آخر اس بدلاؤ کی وجہ کیا ہے؟

وہ تو اسے ابرار بھائی کی طرح دھوکے باز اور فراڈی سمجھتا تھا پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے والدین اور بہن کا رویہ ہنوز ہونے کے باوجود اس کا رویہ اس قدر تغیر کا شکار ہو گیا ہے وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہتی تھی وہ جانتی تھی زندگی کوئی رومینٹک افسانہ نہیں تھی جہاں زبردستی کی گئی شادی بھی وقت گزرنے کے ساتھ محبت میں بدل جائے۔

الیان اس کی زلف کا اسیر ہوا تھا نہ اس کی خاموش احتجاج پر شرمندہ، پھر کیوں وہ باقی گھر والوں کی طرح اس سے نفرت نہیں کر رہا۔

"کیا بات ہے؟" الیان نے شطرنج پر خوب غور و خوض کرنے کے بعد اپنی طرف سے چال چلی اور جیسے ہی نظر اٹھا کر دیکھا رومیلہ کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر پوچھ بیٹھا۔

"آج صبح میرے بیڈ پر پیسے۔"

"ہاں میں نے رکھے تھے۔" الیان نے اس کی بات کاٹ دی اور مزید کہنے لگا۔

"میں تمہارے ہاتھ میں دینا چاہتا تھا مگر ٹائم ہی نہیں مل رہا تھا آج بھی مجھے یقین تھا کہ میں لیٹ آؤں گا تب تک تم اپنے کمرے میں چلی گئی ہو گی صبح پھر میں جلدی میں نکل جاتا ہوں اس لیے صبح تمہارے کمرے میں رکھ کر چلا گیا تھا۔ تمہیں اگر وہ پیسے کم لگیں تو اور بھی لے سکتی ہو بلکہ۔"

"وہ پیسے کم نہیں ہیں بہت زیادہ ہیں مگر وہ میرے مسئلے کا حل نہیں ہیں میں آپ کی والدہ کو اپنے یہاں رہنے اور کھانے پینے کا خرچ تو نہیں دے سکتی نا بات تو پھر وہی رہی نا کہ میں مفت کی روٹیاں توڑ رہی ہوں۔" رومیلہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم چاہو تو ممی سے کہہ دو کہ تمہیں تمہارے خرچ کے پیسے تمہارے والد دیتے ہیں تم اس میں سے اپنا کھانا پینا کر لو گی لیکن ایک بات یاد رکھنا یہ بات ممی کو بہت بری لگے گی ہاں تمہیں چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اس لیے تم ان پیسوں کو رکھو اور آرام سے خرچ کرو اگر ممی تم سے کچھ پوچھیں تو کہہ دینا تمہارے والد نے دیے ہیں۔

بلکہ اس صورت حال میں تم اپنی پڑھائی بھی آسانی سے اسٹارٹ کر سکتی ہو جو بھی اخراجات ہوں گے میں دے دوں گا اور یہ بات صرف ہم دونوں کے بیچ رہے گی تم پر ممی کا کوئی احسان نہیں ہو گا۔" الیان سمجھانے والے انداز میں بولا تو رومیلہ برجستہ بولی۔

"لیکن آپ کا تو ہو گا نا۔" الیان چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا تو رومیلہ بھی شطرنج کی طرف متوجہ ہو گئی کچھ دیر سوچنے کے بعد جب اس نے اپنا مہرہ آگے بڑھا دیا تب اس نے الیان کو کہتے سنا۔

"شادی چاہے جن حالات میں بھی ہوئی ہو جب تک تم میرے نکاح میں ہو میری ذمہ داری ہو۔" رومیلہ چونک کر اسے دیکھنے لگی جو رومیلہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری ساری جائز ضرورتیں پوری کرنا میرا فرض ہے اس لیے احسان کے متعلق سوچنا بھی نہیں بلکہ سنجیدگی سے یونیورسٹی جانا شروع کرو سارا دن گھر میں بے کار بیٹھے رہنے سے بہتر ہے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچو۔ اب دیکھو نا ایک دو مہینے بعد جب تم یہاں سے چلی جاؤ گی تو بقول تمہارے، تمہارے بابا اور بھائی تمہیں خود سر اور ضدی سمجھ کر تم سے ناراض ہو جائیں گے تب تم کیا کرو گی۔" الیان بڑی روانی سے بول رہا تھا۔

رومیلہ گم سم سی اسے دیکھتی رہی ابھی کچھ دیر پہلے الیان نے اسے جو کہا تھا وہ ابھی اس احساس سے باہر بھی

نہیں نکلی تھی کہ الیان نے نکاح ختم ہونے اور یہاں سے چلے جانے کا تذکرہ کر دیا۔

وہ تو جیسے لمحہ بھر میں عرش پر پہنچ کر واپس فرش پر آگری تھی۔

"تم نہیں کل کو بھائی بھابھی کا رویہ کیسا ہو؟ اپنی پڑھائی ختم کر کے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرو تاکہ ایک بار جب تمہارا گھر بسانے کا وقت آئے تو ابرار نہیں بلکہ تم خود فیصلہ کرو۔" اس پل بیک وقت رومیلہ کو کئی چیزوں کا ادراک ہوا۔

اس نے یہ تو سوچا تھا کہ وہ یہاں سے چلی جائے گی لیکن یہاں سے جانے کے بعد زندگی ختم نہیں ہو گی یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

اس نے یہ تو سوچا تھا کہ الیان اسے کبھی بیوی نہیں مانے گا لیکن وہ تو اسے دل و جان سے شوہر مان چکی ہے یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

اس نے یہ تو سوچا تھا کہ الیان نے اس کے یہاں سے چلے جانے والی بات پر یقین کر لیا ہے لیکن اگر وہ ایسا نہ کر سکی یا پھر وہ گھر نہ بچا سکی تب وہ الیان سے آنکھ کیسے ملائے گی یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

اسے خاموش دیکھ کر الیان کو لگا وہ کسی سوچ میں گم ہے تب ہی چونکاتے ہوئے بولا۔

"چلو تمہاری باری ہے۔" رومیلہ خالی خالی نظروں سے شطرنج کے مہروں کو دیکھنے لگی جو اپنی مرضی سے کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے رومیلہ نے خاموشی سے ایک مہرہ آگے کر دیا تو الیان بے ساختہ بولا۔

"یہ کیا کر رہی ہو تمہارا "رخ" پٹ جائے گا۔" رومیلہ گہرا سانس کھینچتے ہوئے گیم پر دھیان دینے لگی۔

"پٹتا ہے تو پٹ جائے آپ نے بتایا کیوں۔"

"ایسی غلطیاں کر کے بچوں والا کھیل کھیلنا مجھے پسند نہیں میں تو سمجھ رہا تھا تمہیں اچھی شطرنج آتی ہو گی تب ہی بیٹھ گیا تھا۔" رومیلہ نے ساری سوچوں کو جھٹکتے ہوئے پوری توجہ شطرنج پر مرکوز کر دی۔

"میں اچھا کھیلوں یا برا لیکن میں کھیل میں کسی کی مدد نہیں لیتی لہٰذا اس "رخ" کو پٹنے دیں۔" الیان نے اس کی بات پر لاپروائی سے کندھے اچکائے اور اس کا ایک مہرہ پیٹ کر سائیڈ میں رکھ دیا۔ رومیلہ اب مزید کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے پورے دھیان سے کھیلنے لگی جب ہی تھوڑی دیر بعد اس نے الیان کی غلطی کو پکڑ لیا۔

"اب آپ غلط چال چل رہے ہیں آپ نے گھوڑے کو یہاں رکھ دیا ہے اس سے آپ کا وزیر خطرے میں آگیا ہے۔" رومیلہ نے بڑے جوش سے بتایا تو الیان چونکے بغیر بولا۔

"ارے ہاں یہ تو میں نے دیکھا ہی نہیں خیر میں بھی تمہاری طرح مدد نہیں لوں گا لہٰذا اس "وزیر" کو پٹنے دو۔"

"آپ وزیر کو پٹنے کے لیے چھوڑ رہے ہیں حالانکہ کہا جاتا ہے وزیر کے پٹنے سے آدھی مات ہو جاتی ہے۔" رومیلہ حیرانی سے بولی۔

"اب جو ہونا تھا سو ہو چکا۔" الیان نے لاپروائی سے کہا تو رومیلہ مشکوک انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"کہیں آپ اس وزیر کو جان بوجھ کر تو نہیں پٹوا رہے۔" رومیلہ کبھی اسے اور کبھی شطرنج پر بچھے مہروں کو دیکھنے لگی۔

"اس کے پٹنے سے آپ کو کیا فائدہ ہے آپ نے اسے کیوں چلا ہے۔"

"ارے یار تمہیں جو چال چلنی ہے چلو یہ کیوں سوچ رہی ہو کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔" الیان نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"اگر یہ پتا چل جائے کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں تو میرا کھیل آسان ہو جائے گا نا۔" رومیلہ نے ایک نظر الیان

پر ڈالتے ہوئے بڑے گہرے لہجے میں کہا مگر الیان شاید سمجھا نہیں تب ہی خاموش رہا اور آخر کچھ دیر بعد رومیلہ نے اس کا وزیر پیٹتے ہوئے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ نے اسے کیوں پٹنے دیا بہرحال میں اتنا گولڈن چانس مس نہیں کر سکتی۔" رومیلہ نے مہرہ چیس بورڈ سے اٹھا کر سائیڈ میں رکھ لیا۔

الیان کچھ دیر صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے آرام دہ حالت میں بیٹھا بورڈ کو دیکھتا رہا پھر سیدھا ہوتے ہوئے اس نے بڑے سکون سے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور بڑے اعتماد سے بولا۔

"چیک اینڈ میٹ (شہ اور مات)۔" رومیلہ چونک اٹھی اس کا بادشاہ واقعی خطرے میں آگیا تھا ابھی وہ غور بھی نہیں کر پائی تھی کہ الیان اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

"ارے ارے آپ کہاں جا رہے ہیں ایک منٹ مجھے سوچنے تو دیں۔"

"تمہیں جتنی دیر سوچنا ہے سوچو میں ذرا چینج وغیرہ کر لوں مجھے نیٹ پر تھوڑا کام کرنا ہے۔"

"ارے واہ آپ یہاں سے ہٹ گئے تب اگر میں نے کوئی چال سوچی تو آپ یہی کہیں گے نا کہ میں نے بے ایمانی کی ہے۔" رومیلہ چیس بورڈ کو دیکھتے ہوئے جلدی جلدی بولی تو الیان بے اختیار ہنس دیا۔

"تم کوئی بے ایمانی کر ہی نہیں سکتیں۔" رومیلہ چال سوچنے میں اتنی مصروف تھی کہ اس کے جملے پر دھیان ہی نہ دے سکی جبکہ الیان اپنی جگہ سے ہٹ کر زمین پر رکھا بریف کیس اٹھانے لگا۔

"ارے میں کہہ رہی ہوں نا آپ رکیں تو سہی۔ مجھے سوچنے تو دیں کیا پتا ابھی بھی کوئی راستہ باقی ہو۔" رومیلہ تیزی سے بولی۔

"تمہارے راستے بند ہو چکے ہیں دیکھو۔" الیان نے کوٹ اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور کھڑے کھڑے ہی ذرا سا جھک کر انگلی مختلف خانوں میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ دیکھو یہ میرے گھوڑے کا گھر ہے یہاں تمہارا بادشاہ نہیں آسکتا یہ فیلے کا گھر ہے اور یہ رخ کا۔ تمہارے پاس اب کوئی گھر نہیں ہے تم ہار چکی ہو ایکسیپٹ دا فیکٹ (accept the fact)۔" الیان کہتا واپس مڑ گیا۔

رومیلہ اس کی بات پر غور کرتی رہی اس کے پاس واقعی اب کوئی گھر نہیں تھا اور جب اس نے واقعی قبول کر لیا کہ وہ ہار گئی ہے تب وہ نظریں اٹھا کر خود سے دور جاتے الیان کو دیکھنے لگی۔

وہ دوسری منزل پر جاتی سیڑھیاں چڑھنا شروع ہو گیا تھا رومیلہ نے اس کی پشت پر نظریں جمائے جمائے صرف ایک مہرے کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسرے خانے میں رکھ دیا اور بڑی سنجیدگی سے بولی۔

"ایک منٹ الیان کھیل ابھی ختم نہیں ہوا ایک گھر ابھی بھی باقی ہے۔" الیان سیڑھیوں پر رک کر تھوڑا سا مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"مذاق مت کرو مجھے ابھی بہت کام کرنا ہے۔"

"صرف ایک نظر آکر دیکھ لیں۔" الیان نے ایک گہرا سانس کھینچا اور سست روی سے چلتا ایک بار پھر اس کے سامنے آکھڑا ہوا انداز ایسا تھا جیسے بیٹھنے کا ارادہ نہ ہو مگر کچھ دیر شطرنج کے مہروں پر غور کرنے کے بعد وہ رومیلہ کو دیکھنے لگا جس نے اپنے بادشاہ کو ایک محفوظ خانے میں رکھ لیا تھا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا یہاں سے مت جائیں ورنہ آپ کہیں گے کہ میں نے بے ایمانی کی ہے۔" رومیلہ نے کندھے اچکائے۔

"نہیں خیر یہ تو میں نہیں کہہ رہا لیکن ــــ میں سوچ رہا ہوں یہ گھر کیسے رہ گیا۔" الیان ایک بار پھر کوٹ ایک

طرف ڈال کر اس کے روبرو بیٹھ گیا۔
مگر اب بازی پلٹ چکی تھی تھوڑی دیر بعد رومیلہ نے ایک مہرہ اس کے بادشاہ کے سامنے رکھتے ہوئے اسے پلٹ دی تو الیان کچھ دیر بورڈ کو دیکھتے رہنے کے بعد ایک دم مسکرا دیا۔

"بہت اچھا کھیلتی ہو تم ٹائم ہوتا تو ایک بازی اور کھیلتے خیر پھر کبھی سہی۔" الیان اٹھنے لگا تو رومیلہ بول پڑی۔

"اتنی آسانی سے ہار مان لی آپ نے یہ سوچا بھی نہیں کہ ایک جیتی ہوئی بازی میں کیسے ہار گیا۔" الیان ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ ہارے نہیں ہیں میں نے واقعی بے ایمانی کی تھی۔" رومیلہ نے دھیرے سے کہا تو الیان کچھ نہ سمجھ ہونے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا اسے اپنا وقت ضائع ہونے پر کوفت ہو رہی تھی۔

"جیت ہی گئی تھیں تو بتایا کیوں۔"

"کیونکہ اس طرح جیتنے کا کوئی فائدہ نہیں جب میں یہ جانتی ہوں کہ یہ جیت نہیں ایک جھوٹ ہے تو میں اس جیت پر خوش کیسے ہو سکتی ہوں ایسی خود فریبی پر جشن کوئی اندر سے خالی اور کھوکھلا انسان ہی منا سکتا ہے۔" رومیلہ کہتی چلی گئی۔

"جب تم اندر سے خالی اور کھوکھلی نہیں ہو تو پھر بے ایمانی کی کیوں؟" الیان منہ بناتے ہوئے اٹھ گیا۔

رومیلہ صرف اس کی پشت کو دیکھ کر رہ گئی۔

اس نے بے ایمانی نہیں کی تھی صرف الیان کو آزمایا تھا کہ کیا وہ اس جھوٹ پر اس حد تک یقین کر سکتا ہے کہ اپنی شکست قبول کرلے اور اس آزمائش کے نتیجے کو دیکھ کر جہاں رومیلہ کو حیرانی ہوئی تھی وہیں ایک عجیب سی خوشی بھی ہوئی تھی۔

☼ ☼ ☼

اپنے موبائل پر ایک نامانوس نمبر دیکھ کر خرم نے سوچا پہلے تو لائن کاٹ دے مگر پھر جانے کیا سوچتے ہوئے اس نے کال ریسیو کرلی مگر دوسری طرف ایک انجانی نسوانی آواز سن کر الجھ گیا۔

"کیا آپ خرم حسن ہیں؟"

"جی ہاں آپ کون؟"

"دیکھیں میں آپ کو اپنا نام نہیں بتانا چاہتی میں صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ میں اس اسپتال سے بول رہی ہوں جہاں ندویہ ایڈمٹ ہے۔" وہ یہ کہہ کر لمحہ بھر کے لیے خاموش ہو گئی جبکہ خرم پوری طرح سے اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"ندویہ کی حالت کافی بگڑ گئی ہے وہ آپ سے ایک بار ملنا چاہتی ہے۔
لیکن یہ کیونکہ ایک پولیس کیس ہے لہٰذا کوئی بھی اس معاملے میں پڑنا نہیں چاہتا مگر مجھے لگتا ہے آپ سے بات کرکے اور مل کر اسے تھوڑا سکون ملے گا اگر ہو سکے تو اسپتال آجائیے گا اور یہ مت بتائیے گا کہ کسی نے آپ کو یہاں سے فون کرکے بلایا ہے۔" یہ کہتے ہی اس نے لائن ڈسکنیکٹ کر دی۔

تو خرم کتنی ہی دیر موبائل کان سے لگائے کھڑا رہا اور پھر بغیر یہ سوچے کہ یہ ایک پولیس کیس ہے اور اس معاملے سے دور رہنا ہی اچھا ہے۔ خرم ویزیٹنگ آورز میں ندویہ سے ملنے مینٹل اسپتال چلا گیا۔

اس کی توقع کے برعکس اسے ندویہ سے ملنے میں زیادہ مشکل پیش نہیں آئی جب اس نے ریسپشن پر جا کر کہا

کہ وہ ندیہ اختر سے ملنا چاہتا ہے تب فوری طور پر تو اسے منع کر دیا گیا لیکن پھر جب اس نے اپنا نام وغیرہ بتایا تو اس نے انٹرکام کر کے پوچھا اور ایک وارڈ بوائے کی رہنمائی میں اسے اندر بھیج دیا۔

خرم ایک ایسے کمرے میں آ گیا جہاں ایک کھڑکی میں گرل لگی ہوئی تھی اور اس کے دوسری جانب کرسی اور میز رکھی تھی خرم کو ایسا لگا وہ کسی جیل میں قید قیدی سے ملنے آیا ہے اور واقعی تھوڑی دیر بعد ندیہ سفید پاجامہ اور شرٹ میں ملبوس کسی قیدی کی طرح اس کرسی پر آ بیٹھی جو گرل کے دوسری جانب لگی تھی۔

"تم واقعی یہاں ہو یا باقی چیزوں کی طرح یہ بھی میرا وہم ہے۔" ندیہ بالکل خالی اور ویران نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سپاٹ انداز میں بولی۔ وہ شکل سے اتنی کمزور اور مضمحل لگ رہی تھی کہ خرم کو اسے دیکھ کر گھبراہٹ ہونے لگی۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو خرم کیا تمہیں نہیں پتا کہ میں خطرناک پاگل ہوں میں کسی پر بھی جان لیوا حملہ کر سکتی ہوں میرا آزادانہ گھومنا لوگوں کے لیے خطرناک ہے

میں اسی قابل ہوں کہ مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا جائے اگر وہ کمرہ جیل نہیں ہو سکتا تو کوئی بات نہیں یہاں کے پاگل خانوں میں بہت جگہ ہے مقصد صرف مجھے قید کرنا ہے وہ نہیں تو یہ سہی۔"

ندیہ خود کلامی کے انداز میں بول رہی تھی پھر ایک دم آنکھوں کو تھوڑا سا چندھیاتے ہوئے خرم کو دیکھ کر کہنے لگی۔

"کیا تم نے واقعی مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں شائستہ خالہ کی روح نظر آتی ہے یا یہ محض وہم ہے کہ میں نے تمہیں ایسا کہتے ہوئے سنا۔" پھر وہ ایک دم چونک کر خرم کو دیکھنے لگی جیسے ابھی ابھی اسے کوئی خیال آیا ہو۔

"تم نے میرے خلاف گواہی اس لیے دی ہے کہ واقعی میں نے حمید نامی شخص پر حملہ کیا تھا یا تمہیں بھی سوئمنگ پول کی تہ میں شائستہ خالہ کی روح نظر آئی تھی مگر تم نے سوچا کہیں لوگ تمہیں بھی ندیہ کی طرح پاگل نہ سمجھ لیں اس لیے شائستہ خالہ کا نام لینے کی بجائے ندیہ کا نام لے لوں۔" خرم خاموشی سے اسے دیکھے گیا تو وہ ایک بار پھر سپاٹ سے لہجے میں کہنے لگی۔

"میں صرف سچ سننا چاہتی ہوں خرم مجھے صرف سچ جاننا ہے چاہے وہ کتنا ہی کڑوا کیوں نہ ہو۔ کیا تم نے بھی شائستہ خالہ کی روح کو دیکھا ہے یا تم بھی اوروں کی طرح مجھے بےوقوف بنا رہے تھے۔"

خرم کو پچھتاوا ہونے لگا۔ وہ یہاں آیا ہی کیوں تھا ایک بار پھر اس کا ضمیر اسے بری طرح ملامت کرنے لگا۔

اتنے دنوں سے پاگل خانے کے گھٹے ہوئے ماحول میں رہتے رہتے اس کی ذہنی حالت اور بھی ابتر ہو گئی تھی۔

وہ بیک وقت کئی شاک سے گزر رہی تھی۔

خود پر پولیس کیس بننے کا شاک۔

اپنے قاتل ہونے کے الزام کا شاک۔

اپنے پاگل خانے میں بھرتی ہونے کا شاک۔

اور سب سے بڑھ کر خرم کا اپنے خلاف گواہی دینے کا شاک۔

اتنی ساری باتوں کو وہ کیسے جھٹلاتی لہٰذا وہ شدید قسم کی بےیقینی کا شکار تھی اور اسے ان تمام شاک سے نکالنا اشد ضروری تھا۔ چنانچہ خرم شرمندہ ہونے کے باوجود حمید پر کیے حملے کی تفصیل سے اسے آگاہ کرنے لگا اور ساری بات تفصیل سے بتانے کے بعد کہنے لگا۔

"میں نے تم سے واقعی جھوٹ بولا تھا مجھے شائستہ خالہ کی روح کبھی نظر نہیں آئی۔ یہاں تک کہ تمہیں بھی شائستہ خالہ کی روح کبھی نظر نہیں آئی کیونکہ ایسی کوئی روح ہے ہی نہیں۔

تمہاری شائستہ خالہ کے ساتھ جو بھی ہوا ہو اس کا تعلق حمید وغیرہ سے نہیں ہے حمید پر اور اپنی دوست رخسار پر بھی شائستہ خالہ کی روح نے حملہ نہیں کیا بلکہ یہ سب تم نے خود کیا ہے مگر تم جو کرتی ہو وہ تم خود بھی بھول جاتی ہو۔ تمہیں پتا ہی نہیں ہوتا کہ تم کیا کر۔۔۔"

"تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا تھا۔" ندیہ کا لہجہ پہلے سے دس گنا زیادہ سپاٹ ہو گیا تھا۔

خرم کتنے ہی لمحوں تک کچھ بولنے کے قابل نہ ہو سکا تو ندیہ خود کلامی کے انداز میں کہنے لگی۔

"کیا تم بھی مجھے اپنے کسی مقصد کے تحت استعمال کر رہے تھے اگر ایسی بات ہے تو شائستہ خالہ نے کبھی تم پر حملہ کیوں نہیں کیا وہ تو رخسار کا سر پھاڑ چکی ہیں مجھے بےوقوف بنانے کے جرم میں۔" خرم صرف اسے دیکھتا رہا۔

تب ہی وارڈ بوائے نے آ کر ٹائم ختم ہونے کی اطلاع دی تو اپنی جگہ سے بغیر کچھ کہے اٹھ گیا۔

اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ تھا ہی کب اتنا تو وہ سمجھا چکا تھا ندیہ کو کہ شائستہ خالہ کی روح کچھ نہیں کرتی جو بھی کرتی ہے وہ ندیہ خود کرتی ہے اب تک ندیہ کو پتا ہی نہیں تھا کہ خرم اسے بےوقوف بنا رہا ہے تو پھر بھلا کیسے کرتی۔

وہ کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے باہر نکل آیا۔

یہاں آتے وقت اس کا ذہن جتنا الجھا ہوا تھا یہاں سے نکلتے وقت اس کا ذہن اس سے بھی زیادہ منتشر ہو گیا تھا۔

اسپتال سے باہر نکل کر جب وہ اپنی گاڑی تک گیا تو پارکنگ میں اپنی گاڑی کو نہ پا کر دنگ رہ گیا۔

اس نے بےاختیار ادھر ادھر دیکھا مگر اس کی گاڑی کہیں بھی نہیں تھی تب ہی ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔

"آپ اپنی ریڈ کلر کی اسپورٹ کار کو ڈھونڈ رہے ہیں؟" خرم نے پلٹ کر آواز کی سمت دیکھا۔ اس کے سامنے جو شخص کھڑا تھا وہ اسے جانتا تھا مگر کہاں دیکھا تھا یہ یاد نہیں آ رہا تھا۔

"آپ نے اپنی گاڑی غلط جگہ پر کھڑی کی تھی اسے ٹریفک پولیس اٹھا کر لے گئی ہے۔" خرم بےاختیار نو پارکنگ کے بورڈ کو دیکھنے لگا جس کے عین سامنے خرم نے اپنی گاڑی کھڑی کی تھی۔ اپنی لاپروائی اور ذہن کے غیر حاضر ہونے پر وہ دل ہی دل میں خود کو ملامت کرنے لگا۔

"فکر مت کریں پولیس اسٹیشن سے آپ کو آپ کی گاڑی مل جائے گی۔" اسی شخص نے تسلی دی تو خرم جھنجھلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"مل تو جائے گی مگر میں اس وقت کسی دردسری میں نہیں پڑنا چاہ رہا۔" ذہن پہلے ہی شل ہو رہا تھا اب پولیس سے مغزماری کرنے کے خیال سے وہ بالوں میں انگلیاں پھنسا کر کھڑا ہو گیا۔

"دردسری میں تو آپ پڑ ہی چکے ہیں اب جتنی تاخیر کریں گے اتنی ہی گاڑی مشکل سے ملے گی۔" وہ شخص اپنی گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے بولا تو خرم پلٹ کر بغور اسے دیکھنے لگا۔

اچانک اسے یاد آ گیا تھا کہ اس نے اس شخص کو کہاں دیکھا ہے تب ہی بےاختیار بولا۔

"آپ رومیلہ کے ہزبینڈ ہیں نا۔" الیان گاڑی کا دروازہ کھولتے کھولتے رک گیا۔

"کیا ہم مل چکے ہیں۔" الیان نے پوچھا۔

"باقاعدہ ملاقات نہیں ہوئی لیکن میں آپ کی شادی میں آیا تھا۔" خرم نے کہا۔

"آپ رومیلہ کے رشتہ دار ہیں؟"

"نہیں رشتے داری تو کوئی نہیں ہم ایک ہی ڈیپارٹمنٹ میں پڑھتے ہیں۔" خرم کو کہتے ہی خیال آیا جانے رومیلہ کا شوہر کس ذہنیت کا ہو وہ خرم اور رومیلہ کے بیچ کوئی گہری دوستی سمجھ کر اس سے بدگمان ہو جائے۔ خرم وضاحت دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"اصل میں اس کی کزن نمل میری منگیتر ہے اسی حوالے سے رومیلہ نے مجھے بھی شادی میں انوائیٹ کرلیا تھا۔"

"آپ نمل کے منگیتر ہیں؟" الیان کی آنکھوں میں واضح طور پر حیرانی تھی تو خرم نے صرف سر اثبات میں ہلا دیا۔ جب سے الیان نے نمل کے متعلق سنا تھا وہ اس سے ملنے کا سوچ رہا تھا۔ تاکہ نمل سے ابرار کے بینڈ اور قیم دوست جعفر اور گلفام کے فرضی نام والے شخص کے متعلق معلومات حاصل کر سکے مگر اس کی مصروفیات اسے رومیلہ سے بات کرنے کا موقع نہیں دے رہی تھیں۔

اب اچانک نمل کے منگیتر کو سامنے دیکھ کر وہ چونک اٹھا تھا۔

الیان کو سوچوں میں گم دیکھ کر خرم بغیر کچھ کہے آگے بڑھنے لگا تو الیان نے پکار لیا۔

"آپ کہیں تو میں آپ کو پولیس اسٹیشن لے چلوں۔"

"نہیں اس وقت میرا کوئی ارادہ نہیں پولیس کے منہ لگنے کا ابھی تو میں سیدھا گھر جاؤں گا۔" خرم نے بے دلی سے کہا۔

"تو میں آپ کو گھر چھوڑ دیتا ہوں۔" الیان کی آفر پر خرم نے کچھ لمحے سوچا پھر کندھے اچکاتا اس کی گاڑی کے قریب آگیا۔

سارے راستے ان کے بیچ ہلکی پھلکی گفتگو ہوتی رہی خرم کے بتائے ایڈریس پر پہنچنے کے بعد جب خرم نے گاڑی ایک بڑے سے براؤن گیٹ کے اندر لے جانے کو کہا تب الیان چونک اٹھا۔

"تم اس گھر میں رہتے ہو؟"

"ہاں۔۔۔ کیوں کیا ہوا؟"

"نہیں۔۔۔ کچھ نہیں اچانک اس گھر کو اتنے قریب سے دیکھ کر تھوڑا چونک گیا تھا۔" الیان مسکرایا مگر خرم کی سمجھ میں اس کی مسکراہٹ بالکل بھی نہ آئی وہ حیرانی سے الیان کو دیکھنے لگا جو بڑی دلچسپی سے گھر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی حیرت کو دیکھتے ہوئے الیان کہنے لگا۔

"کسی زمانے میں ہم اسی گھر میں رہتے تھے۔ ان فیکٹ میں اس گھر میں پیدا ہوا تھا۔" الیان اب بھی بڑے خوش گوار تاثرات لیے گھر کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس گھر سے وابستہ چھوٹی چھوٹی یادیں اسے ابھی بھی یاد ہوں۔

"لیکن یہ تو بلال اختر کا آبائی گھر ہے وہ باپ دادا کے زمانے سے یہیں رہتے تھے۔" خرم بے یقینی سے بولا۔

"بلال اختر میری دادی کے پڑوسی تھے بلال اختر کے والد نے میری دادی سے ان کا گھر خرید کر اپنے گھر سے ملالیا اور اتنی اچھی رینوویشن کرائی کہ اب لگتا ہی نہیں کہ یہ دو گھر ہیں۔" الیان نے بتایا پھر ایک دم چونکتے ہوئے بولا۔

"اگر تم اس گھر میں رہتے ہو تو پھر تو تم وہی ہو گے جس کی گواہی پر ندیہ مینٹل اسپتال میں ایڈمٹ ہوئی ہے۔" جتنی حیرانی سے الیان، خرم کو دیکھ رہا تھا خرم کی آنکھوں میں بھی الیان کے لیے اتنی ہی حیرت تھی۔

"تم ندیہ کو کیسے جانتے ہو۔"

"زیادہ جانتا تو نہیں لیکن وہ میری پھوپھی کی بیٹی ہے۔" خرم بری طرح چونک اٹھا۔

"پھر تو تم شائستہ خالہ کو بھی جانتے ہو گے۔"

(باقی آئندہ)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

نوریہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر نوریہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو یلہ بسمل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو ہیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں ہیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

نوریہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔

...واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں ...کرتا ہے۔ اب آگے پڑھیں۔

۳۴

چونتیسویں قسط

اب کی بار چونکنے کی باری الیان کی تھی وہ کچھ دیر حیرانی سے خرم کو دیکھتا رہا پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"اس کا مطلب ہے نیوز پیپر میں جو کچھ بھی چھپا ہے وہ سب سچ ہے ندیہ نے شائستہ خالہ کی روح کی وجہ سے اس لڑکے پر حملہ کیا اور اسی لیے اسے ذہنی مریضوں کے اسپتال میں رکھا ہوا ہے۔"

الیان بڑبڑانے کے انداز میں بولتے ہوئے ایکدم پوچھنے لگا۔

"تمہاری گاڑی اسپتال کے سامنے سے ہی اٹھائی گئی ہے نا کیا تم بھی اس سے ملنے گئے تھے۔"

"تم بھی سے تمہارا کیا مطلب ہے کیا تم بھی ندیہ سے ملنے گئے تھے؟" خرم نے جواب دینے کی بجائے الٹا سوال پوچھا تو الیان سر کو ہلکے ہلکے اثبات میں ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہوں گیا تھا مگر اجازت نہیں ملی پولیس کیس ہے ڈاکٹرز تک نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔"

"تو کیا رشتہ داروں کو بھی ملنے نہیں دے رہے۔" خرم نے حیرانی سے کہا پھر کچھ مشکوک ہوتے ہوئے بولا۔

"تمہیں یہ ساری معلومات پیپرز سے ملی ہیں جبکہ وہ تمہاری سگی پھوپھی زاد ہے۔" خرم کے سوال پر الیان فوری طور پر کچھ نہ بولا تو خرم مزید کہنے لگا۔

"ندیہ اور اس کی فیملی تمہاری شادی میں بھی نہیں آئی حالانکہ وہ یہیں ڈائننگ میں بیٹھے ڈنر کر رہے تھے۔"

"میری شادی میں تو کوئی بھی نہیں آیا تھا سوائے میرے والدین کے۔" الیان نے کچھ تلخی سے کہا تو خرم کچھ دیر تو اسے دیکھتا رہا پھر ہاتھ اٹھاتے ہوئے ایسے بولا جیسے ساری باتیں ایک طرف کرتے ہوئے اصل اور اہم بات کرنا چاہتا ہو۔

"تم پہلے یہ بتاؤ کہ شائستہ خالہ کون تھیں اور ان کے ساتھ کیا ہوا تھا؟" الیان ورزیدہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں کیا پتا ہے ان کے بارے میں۔"

"کچھ بھی نہیں پتا ہے صرف ندیہ نے تھوڑی بہت باتیں بتائی ہیں لیکن وہ خود کچھ نہیں جانتی تو مجھے کیا بتاتی۔" خرم چڑ کر بولا۔

"وہ تھوڑی بہت باتیں کیا ہیں۔"

"بس یہی کہ وہ اغوا ہو گئی تھیں اور کچھ لڑکوں نے انہیں مار دیا تھا یا شاید انہوں نے خود کشی کر لی تھی تب سے ان کی روح اس گھر میں پھر رہی ہے مگر صرف ندیہ کو نظر آتی ہے اور کسی کو نہیں۔ لیکن وہ ندیہ سے بات نہیں کرتیں جو تھوڑی بہت باتیں ندیہ کو پتا ہیں وہ بھی انہوں نے اسے اسکیچز وغیرہ بنا کر سمجھائی ہیں اسی لیے ندیہ کو خود یقین نہیں ہے کہ جو وہ سمجھی ہے وہی صحیح ہے یا اس سے سمجھنے میں بھی غلطی ہو رہی ہے۔" خرم بے زاری سے بول رہا تھا جبکہ الیان اس کی بات پوری توجہ سے سن رہا تھا۔ خرم کے خاموش ہونے پر وہ قدرے تاسف سے کہنے لگا۔

"اس سے سمجھنے میں غلطی ہی ہوئی ہے وہ کچھ بھی صحیح نہیں سمجھی ہے یہ سب کچھ اس گھر کی وجہ سے ہو رہا ہے۔" الیان سر اٹھا کر اس شاندار کوٹھی کو دیکھنے لگا جس پر کسی محل کا گمان ہوتا تھا۔

"گھر کی وجہ سے؟ ہمیں تو اتنے مہینے ہو گئے یہاں رہتے ہوئے مجھے اور میرے پیرنٹس کو تو کبھی کوئی روح یا بلا نظر نہیں آیا۔" خرم نے بھی ایک نظر اپنی بے مثال کوٹھی پر ڈالی اور تعجب سے کہنے لگا الیان کوٹھی پر سے نظر ہٹا کر ایسے خرم کو دیکھنے لگا جیسے تذبذب میں ہو کہ خرم کو بتائے یا نہیں پھر گہرا سانس کھینچتے ہوئے اس نے سیٹ کی بیک سے سر ٹکا لیا اور بہت دھیمی آواز میں کہنے لگا اس نے آنکھیں ایسے موند لیں جیسے کچھ دیکھنا نہ چاہتا ہو۔

"آج سے بہت سال پہلے اس گھر میں ہم سب بہت سکون سے رہ رہے تھے مگر اکیس سال پہلے اس گھر میں عجیب عجیب واقعات رونما ہونے لگے جن میں سرفہرست عائشہ پھوپھو جنہیں تم عائشہ اختر کے نام سے جانتے ہو

[illegible] تھی پتا نہیں کیوں ان کی طبیعت عجیب سی رہنے لگی تھی۔ شام ہوتے ہی ان پر گھبراہٹ سوار [illegible] میری والدہ جن کا نام ساجدہ خاتون تھا ان پر مختلف دعائیں دم کرتی رہتیں مگر انہیں کوئی افاقہ نہ ہوتا۔" [illegible] کھول کر ایسے ونڈ اسکرین کی جانب دیکھنے لگا جیسے وہ سارے منظر اس کی آنکھوں کے سامنے ابھر [illegible]

☆ ☆ ☆

رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے سبھی اپنے اپنے کمروں میں سونے جا چکے تھے البتہ ریاض غفار کچھ فائلز [illegible] میں مصروف تھے برابر میں ان کی شریک حیات شگفتہ غفار اپنی چھ ماہ کی بچی بریرہ کو سلاتے سلاتے خود [illegible] کے عالم میں اسے گود میں لیے بیٹھی تھیں وہ انتظار کرتے کرتے جھومنے لگی تھیں کہ کب اس کی نیند [illegible] ہو اور وہ اسے کاٹ میں لٹا کر خود بھی بستر پر دراز ہو سکیں کیونکہ فجر کے بعد سے پھر ان کی بھاگ دوڑ شروع [illegible] تھی اپنے پانچ سال کے شریر سے الیان کو اسکول کے لیے جگانا تیار کرنا اور پھر اسکول بھیجنا ایک مشقت [illegible] کام تھا اسی لیے ان کاموں کی فہرست رات سے ہی ان کے ذہن میں گردش کرنا شروع کر دیتی۔

[illegible] وہ بریرہ کی نیند گہری ہو جانے کا اطمینان کرنے کے لیے اسے خود سے الگ کر کے دیکھنے کا سوچ ہی رہی [illegible] ایک دلدوز چیخ نے نا صرف انہیں دہلا دیا بلکہ ریاض غفار کے ہاتھ سے بھی پین چھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔

"الله خیر یہ آواز تو عائشہ کی تھی۔" ریاض غفار ہڑبڑا کر اٹھے تو شگفتہ غفار بھی [illegible] سی بریرہ کو لیے بستر سے اتر [illegible] کی آواز پر بریرہ اٹھ گئی تھی اور اب نیند سے ڈر کر اٹھ جانے پر چلا چلا کر رونے لگی تھی جس کے باعث گھر [illegible] ایکدم ہی کہرام سا مچ گیا تھا۔

[illegible] اور کوریڈور کی لائٹیں تیزی سے اندھیرے کو چیرتی آن ہونے لگیں۔

ساجدہ خاتون اپنے کمرے سے اس بری طرح حواس باختہ ہو کر نکلیں کہ دوپٹہ تک اوڑھنے کا ہوش نہ رہا۔

"کیا ہوا۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ عائشہ کیوں چلائی ہے کیا ہو گیا میری بچی کو۔" بریرہ کے چیخ چیخ کر رونے کے ساتھ ساتھ اب ساجدہ خاتون بھی ہولتے ہوئے زور زور سے بول رہی تھیں۔ جس کے باعث الیان کے کمرے سے اس کے رونے کی آواز آنے لگی تھی۔

"شگفتہ۔۔۔ شگفتہ الیان اٹھ گیا ہے تم اس کے پاس جاؤ۔ میں۔۔۔ میں چھت پر جا رہا ہوں عائشہ کی آواز چھت پر سے آ رہی ہے۔" ریاض غفار کے کہنے پر ساجدہ خاتون نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

واقعی ریاض غفار ٹھیک کہہ رہے تھے عائشہ کے رونے کی آواز ابھی بھی چھت سے آ رہی تھی۔

ریاض غفار کے منع کرنے کے باوجود ان کے ساتھ زینے کی طرف بڑھ گئیں البتہ شگفتہ غفار الیان کے کمرے کی طرف دوڑ گئی تھیں۔

ریاض غفار تقریباً دوڑتے ہوئے سیڑھیاں طے کر رہے تھے ساجدہ خاتون ان کی رفتار کا ساتھ تو نہیں دے [illegible] مگر اپنی عمر اور صحت سے دس گنا زیادہ ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ بھی تیزی سے ان کے پیچھے آنے [illegible]

[illegible] پہنچ کر چھت کا دروازہ کھلنے تک عائشہ کے رونے کی آواز بند ہو گئی تھی اس لیے چھت کی بتی جلانے [illegible] بھی انہیں فوری طور پر عائشہ کہیں نظر نہ آئی حواس باختہ سے ہو کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ان کی نظر [illegible] وہ سرے سرے پر اوندھے منہ پڑی عائشہ پر پڑی تھی۔

[illegible] تیزی سے دوڑتے ہوئے اس کے قریب آئے ریاض غفار نے شانوں سے پکڑ کر عائشہ کو سیدھا کیا تو

دھک سے رہ گئے۔

وہ تو عائشہ کو زمین پر پڑا دیکھ کر بے ہوش سمجھے تھے مگر وہ تو نہ صرف ہوش میں تھی بلکہ اس کی آنکھیں خوفناک حد تک پھٹی ہوئی تھیں۔

اس کی لمبی سیاہ زلفیں جو اس وقت الجھ کر اس کے شانوں پر بکھری ہوئی تھیں اسے بہت بھیانک بنا رہی تھیں ساجدہ خاتون کی قریب آنے پر جب عائشہ پر نظر پڑی تو وہ خود بھی زور کر چیخ پڑیں۔

رات کی خاموشی اور چھت کا سنسان ماحول اس پر اپنی جوان اور حسین بیٹی کا یہ حلیہ انہیں بری طرح خوفزدہ کر گیا تھا وہ عائشہ کو پکارنا چاہتی تھیں مگر حلق سے آواز ہی نہ نکلی بلکہ وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹ گئیں۔

ریاض غفار نے ساجدہ خاتون کا کتراتا محسوس کیا تو عائشہ کو دونوں بازوؤں پر اٹھا کر تیزی سے اٹھ گئے۔

اسے اس کے کمرے میں لا کر لٹانے تک ساجدہ خاتون ڈرے ڈرے انداز میں اس کے پیچھے آتے ہوئے مسلسل آیت الکرسی پڑھتی رہیں۔

"عائشہ۔ عائشہ" ریاض غفار نے اس کے گالوں پر چپت مارتے ہوئے اسے چونکانا چاہا مگر اس نے پلک تک نہ جھپکائی۔

ریاض غفار پلٹ کر فکرمندی سے ماں کو دیکھنے لگے پھر ان کی طرف سے مایوس ہوتے ہوئے خود ہی فیصلہ کرتے ہوئے بولے۔

"عائشہ کو فوراً" ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا چاہیے" انہوں نے کہنے کے ساتھ ہی عائشہ کو ایک بار پھر بازوؤں پر اٹھا لیا اور تیزی سے کمرے سے نکل گئے۔

ساجدہ خاتون کچھ دیر تو اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑی رہیں آخر پھر وہ الیان کے کمرے کی طرف چلی گئیں جہاں اب بریرہ کے ساتھ ساتھ الیان بھی جاگ چکا تھا اس طرح گہری نیند میں سے اٹھنے کے باعث وہ ماں کے کندھے سے چپکا ہوا تھا جبکہ بریرہ ابھی تک حلق پھاڑ کر رو رہی تھی۔

ایک کندھے پر بریرہ کو تھپکتے ہوئے اور دوسرے کندھے پر الیان کو سنبھالتے ہوئے شگفتہ غفار بالکل نڈھال لگ رہی تھیں۔

"شگفتہ عائشہ چھت پر بے ہوش پڑی تھی ریاض اسے اسپتال لے جا رہا ہے میں اس کے ساتھ جا رہی ہوں تم اکیلی گھبراؤ گی تو نہیں نا؟" ساجدہ خاتون پوچھتے پوچھتے خود بھی شرمندہ ہو گئیں کیونکہ ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شگفتہ کے چہرے پر لاچاری کے تاثرات ابھر آئے تھے پھر بھی وہ گہرا سانس کھینچ کر ہمت سے کہنے لگیں۔

"جی جی اماں جان آپ جائیں۔ ریاض اسے اکیلے کیسے لے کر جائیں گے میں تب تک ان دونوں کو سلانے کی کوشش کرتی ہوں" شگفتہ غفار کے کہنے پر ساجدہ خاتون تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئیں مبادا شگفتہ کہیں یہ کہہ کر انہیں روک نہ لے کہ۔

"آپ مت جائیں مجھے ڈر لگ رہا ہے" کیونکہ خود انہیں بہت خوف آ رہا تھا یہاں گھر میں رکنے سے بھی اور عائشہ کے ساتھ اسپتال جانے سے بھی۔

☆ ☆ ☆

شام کی چائے پر وہ سب لان میں اکٹھے بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے عائشہ اپنے مزاج کے برعکس کافی کم بول رہی تھی البتہ اس کی طبیعت رات کے مقابلے میں بہت بہتر تھی جب اچانک گھاس میں بیٹھے ڈرائنگ کرتے الیان نے سر اٹھا کر وہی ذکر چھیڑ دیا جس پر بات کرنے سے ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا تھا اور منع کرنے کی وجہ

بظاہر ظاہر بھی ہو گئی۔

"کل رات آپ کو کیا ہو گیا تھا پھوپھو" ہلکے پھلکے انداز میں مسکراتی عائشہ کے چہرے پر ایک دم خوف پھیل گیا وہ سہمی نظروں سے الیان کو دیکھنے لگی۔

اس موضوع پر بات کرنے سے ہی عائشہ کی طبیعت خراب ہونے لگتی تھی وہ سب کھل کر عائشہ سے اس بارے میں بات ہی نہیں کر پاتے۔

"بیٹا پھوپھو کی طبیعت خراب ہو گئی تھی بس" شگفتہ غفار نے الیان کو بہلاتے ہوئے جلدی سے کہا۔

"مگر چوکیدار بابا تو کہہ رہے تھے پھوپھو چھت پر پڑی تھیں رات میں تو چھت پر نہیں جاتے" عائشہ کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا جبکہ باقی تینوں لوگ چوکیدار اور گھر کے دیگر ملازمین کے منہ پیچھے کے جملوں پر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئے۔

شگفتہ غفار عائشہ کی حالت بگڑتی دیکھ کر تیزی سے اٹھتے ہوئے بولیں۔

"چلیں الیان آپ فوراً" اندر آ جائیں ٹھنڈ بڑھ رہی ہے آپ یہاں بیٹھیں گے تو آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی اور صبح آپ کو اسکول بھی جانا ہے" شگفتہ غفار تو جیسے تیسے اسے وہاں سے ہٹانے میں کامیاب ہو گئیں پر ساجدہ خاتون کے لیے عائشہ کی توجہ اس موضوع سے ہٹانا خاصا مشکل تھا وہ پھر بھی ناکام سی کوشش کرتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں۔

ان کی حسین و جمیل بیٹی کو اس کی عمر کی لڑکیوں کی طرح نت نئے کپڑوں اور جیولری کا بے پناہ شوق تھا اور انہوں نے بھی اس کے شوق پر اعتراض بھی نہیں کیا تھا اپنی بیٹی پہن اوڑھ کر انہیں خود بھی اتنی پیاری لگتی کہ وہ چاہتی تھیں وہ ہر وقت ایسے ہی رہا کرے پھر خود عائشہ نے بھی کبھی بے ہودہ فیشن نہیں اپنائے اور نہ ہی زیور اور کپڑوں میں بھی حد سے تجاوز کیا جو انہیں پابندی لگانی پڑتی لہٰذا اس وقت بھی اس کا دھیان ہٹانے کے لیے وہ اسے کپڑوں کی سیل کے متعلق بتانے لگیں جس کا ذکر شگفتہ نے ہی ان سے کیا تھا ورنہ انہیں خود تو خبر بھی نہیں ہوتی تھی۔

لیکن حیرت انگیز طور پر عائشہ کو اس میں ذرا دلچسپی نہیں ہو رہی تھی بلکہ اس کے چہرے پر بدستور خوف کے سائے پھیلے ہوئے تھے ریاض غفار بڑی گہرائی سے اس کا مشاہدہ کر رہے تھے ان کی بہن خاصی شوخ واقع ہوئی تھی لیکن پچھلے کچھ ہفتوں سے اس کی ساری شرارتیں جانے کہاں کھو گئی تھیں۔

سب سے زیادہ پریشانی کی بات یہ تھی کہ ڈاکٹرز کی سمجھ میں اس کی بیماری نہیں آ رہی تھی کل رات جب وہ اسے ایمرجنسی میں لے کر گئے تو ڈاکٹر نے اس کا پورا چیک اپ کر کے یہی کہا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔

اس لیے ریاض غفار کو اب سوائے عائشہ سے بات کرنے کے اور اس مسئلے کا کوئی حل نظر نہیں آ رہا تھا لیکن جب بھی وہ بات کرنا شروع کرتے عائشہ کی حالت غیر ہونے لگتی پھر آخر اس مسئلے کو حل کیسے کیا جائے وہ تو کسی ماہر نفسیات کو بھی نہیں جانتے تھے جس کے بارے میں پتا تھا وہاں لے جا چکے تھے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا وہ عائشہ سے کچھ بھی اگلوا نہیں سکا تھا بلکہ عائشہ کے دورے میں شدت آ گئی تو اس نے اس موضوع پر بات کرنے سے ہی منع کر دیا اور عائشہ کو زیادہ سے زیادہ خوش اور مصروف رکھنے کا مشورہ دے دیا۔

لیکن وہ عائشہ کو مصروف رکھنے سے قاصر تھے وہ بی اے کر چکی تھی اور ایم اے کرنے کے لیے تیار نہیں تھی گھر کے بھی جو چھوٹے موٹے کام وہ کرتی تھی وہ آج کل اس نے ترک کر دیے تھے اگر کبھی شگفتہ غفار کا ہاتھ بٹانے کے لیے سبزی وغیرہ کاٹنے بیٹھ بھی جاتی تو بھی اس کی طبیعت پر ایسی سستی چھائی تھی کہ شگفتہ اپنے دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر آ جاتیں مگر عائشہ سے آدھا کلو سبزی نہ کٹ پاتی مجبوراً" شگفتہ کو اسے اٹھا کر خود ہی کرنا پڑتا۔

ریاض غفار اس صورت حال سے بالکل مطمئن نہیں تھے وہ اسے خوش کیسے رکھتے اس کے ذہن پر تو کون سا انجانا خوف چھایا رہتا تھا وہ بیٹھے بیٹھے ادھر ادھر ایسے دیکھنے لگتی جیسے کسی کو تلاش کر رہی ہو اور ایک حد ہی ہو گئی۔

ریاض غفار آفس سے آکر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ انہیں کچن میں عائشہ کے آہستہ آواز میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دی تو وہ چونک اٹھے۔ پورچ میں گاڑی کھڑی کرتے وقت ہی انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ شگفتہ الیان کو اوپر ٹیرس پر سائیکل چلوا رہی ہیں اور ساجدہ غفار پاس ہی بریرہ کو گود میں لیے بیٹھی ہیں۔

پھر عائشہ کچن میں کس سے باتیں کر رہی ہے جبکہ آج کل اس پر خاموشی کا عجیب دورہ پڑا ہوا تھا ایسے میں کسی ملازمہ سے ہم کلام ہونے کے امکان بھی نہ ہونے کے برابر تھے دوسرے عائشہ کی غیر معمولی حرکتیں انہیں غیر ارادی طور پر شکوک میں مبتلا کر گئی تھیں۔

وہ دبے قدموں سے چلتے کچن تک پہنچے تو عائشہ کی پشت ان کی جانب تھی وہ کچن کی کھڑکی میں کھڑی تھی اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اشاروں کے بیچ سرگوشیانہ انداز میں کوئی جملہ اس کے منہ سے پھسل جاتا۔

"میں ایسا نہیں کر سکتی" وہ گردن کو زور زور سے نفی میں ہلاتے ہوئے ساتھ میں ہاتھ کے اشارے سے بولی رہی سے بولی۔

ریاض غفار بغیر آہٹ کیے چلتے اس کے پیچھے آنے لگے ان کی نظریں کھڑکی کے دوسری جانب لگی تھیں ان کا خیال تھا برابر والے گھر کی چھت پر کوئی عائشہ سے محو گفتگو ہے مگر چھت پر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

کہ تبھی اچانک عائشہ ان کی طرف پلٹ گئی ریاض غفار اس پر نظر پڑتے ہی اپنی جگہ جم گئے عائشہ غفار کے چہرے پر تاثرات ایسے تھے کہ ریاض غفار کچھ خوفزدہ سے ہو گئے۔

اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا اور آنکھیں غیر معمولی حد تک پھیلی ہوئی تھیں اتنے دنوں سے جیسی طبیعت اس کی چل رہی تھی اسے دیکھتے ہوئے ریاض غفار کبھی بھی یہ نہیں سوچ سکتے تھے کہ وہ مذاق کر رہی ہے۔

وہ خطرناک تیور لیے قدرے غصے سے ریاض غفار کو دیکھ رہی تھی۔

"کک۔۔۔ کیا ہوا عائشہ تم ٹھیک تو ہو نا۔" ریاض غفار نے اپنی خوبصورت ترین بہن کو گھبرا کر دیکھا جو اس وقت بہت پر اسرار اور بھیانک لگ رہی تھی۔

"کک۔۔۔ کس۔۔۔ سے باتیں کر رہی تھیں" ریاض غفار کو وہ کسی ٹرانس کے زیر اثر لگ رہی تھی ان کے سوال پر اس نے ایک نظر کھڑکی کے باہر ایسے دیکھا جیسے وہاں موجود ہستی سے مشورہ کر رہی ہو کہ اس کے بارے میں بتائے یا نہیں مگر اس نے شاید بتانے سے منع کر دیا تھا تبھی عائشہ اس پر سے نظریں ہٹا کر ریاض غفار کو سپاٹ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"میں نے پوچھا ہے کس سے بات کر رہی تھیں کون ہے وہاں" ریاض غفار نے اپنا اعتماد بحال کرتے ہوئے سختی سے پوچھا۔

مگر عائشہ کے انداز میں ذرا بھی فرق نہ آیا وہ انہیں پہلے کی طرح گھورتی رہی تبھی اچانک ریاض غفار کے نتھنوں سے ایک تیز سی بو ٹکرائی۔ انہوں نے چونک کر چولہے کی طرف دیکھا جہاں ایک پتیلی بڑی تیز آنچ پر رکھی تھی اور اب اس میں سے چھن چھن کی آواز بھی آ رہی تھی ریاض غفار تیزی سے اس کی طرف بڑھے بے دھیانی میں انہوں نے گرم گرم ڈھکنا ہاتھ سے پکڑ کر کھول دیا نتیجتاً انگلیوں پر اتنی شدید جلن ہوئی کہ ہڑبڑا کر ڈھکنا زوردار آواز میں زمین پر جا گرا۔

"شگفتہ، شگفتہ" وہ ہاتھ کو ہوا میں تیز تیز ہلاتے ہوئے چلائے تو شگفتہ غفار اور ساجدہ خاتون بچوں کو لیے ہوئے

چلی آئیں اس بیچ عائشہ بے نیازی سے چلتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

ریاض غفار بے یقینی سے اسے دیکھتے رہ گئے اس واقعے نے ان سب کو ہی پریشان کر دیا تھا شگفتہ غفار نے ڈھائی تین گھنٹوں کی محنت سے نرگسی کوفتے پکائے تھے اور صرف سالن کا پانی خشک کرنے کے لیے عائشہ کو کچن میں کھڑا کر کے گئی تھیں کہ دو منٹ بعد چولہا بند کر دینا لیکن اس نے دس منٹ بعد بھی بند نہیں کیا تو سالن اس بری طرح جلا تھا کہ کھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔

اتنی محنت پر پانی پھرنے کے ساتھ ساتھ ریاض غفار کی بتائی تفصیل نے ساجدہ خاتون کو تو اچھا خاصا فکرمند کر دیا تھا انہیں تو پہلے بھی وسوسے آرہے تھے کہ ان کی بیٹی پر کسی نے جادو کر دیا ہے اب تو انہیں ہول ہی اٹھنے لگے۔ نہیں وہ کس سے باتیں کرتی ہے جو صرف اسے ہی نظر آتا ہے۔ عائشہ نہا کر دھوپ میں بال سکھانے لگی تو ساجدہ خاتون نے بھناتے ہوئے اسے ڈانٹ دیا۔

"ہزار بار منع کیا ہے بال کھول کر کھلے آسمان کے نیچے نہیں آتے سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کیوں نہیں آتے؟ کیا ہوتا ہے بال کھول کر کھلے آسمان تلے آنے سے" عائشہ ایکدم ہنس پڑی۔

"ضروری نہیں ہے کہ ہر بات کی تفصیل تمہیں بتائی جائے بس جو بات بڑے کہیں اسے مان لینا چاہیے" ساجدہ خاتون کو آگ سی لگ گئی اس کے سوال پر۔

"کیا کسی جن کا اثر ہو جاتا ہے" عائشہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"عائشہ" ساجدہ خاتون نے ڈپٹ کر اسے قہر برساتی نظروں سے دیکھا تو شگفتہ محض ماحول کے تناؤ کو کم کرنے کے لیے بولیں۔

"اثر بھی ہو سکتا ہے نظر بھی لگ سکتی ہے اور تمہارے تو بال ہیں بھی بالکل ساون کی گھٹاؤں جیسے تم تو دھوپ میں بھی بال کھولتی ہو تو رات ہو جاتی ہے اور شام کے وقت بال نہیں کھولتے" اپنی تعریف پر عائشہ کھلکھلا کر ہنس دی شگفتہ غفار کھلے دل سے اسے سراہتے ہوئے بولیں۔

"تمہارے بال کیا تمہاری تو ہنسی' تمہاری آواز' تمہاری آنکھیں' ہونٹ گال سب اتنے خوبصورت ہیں کہ مجھے تو افسوس ہوتا ہے پری وہ تم پر کیوں نہیں گئی"

"خبردار جو میری بھتیجی کو کچھ کہا بہت پیاری ہے وہ اور پری وہ نہیں گئی تو کیا ہوا الیان ہے ناں بالکل میرے جیسا بس وہ لڑکا ہے اس لیے احساس نہیں ہوتا" عائشہ فوراً بولی تو شگفتہ غفار بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگیں۔

"ہاں خیر یہ تو ہے میں نے تو ابھی سے سوچ لیا ہے اگر تمہاری کوئی بیٹی ہوئی تو میری بہو تو وہی بنے گی" ان کی بات پر ساجدہ خاتون بھی مسکرانے پر مجبور ہو گئیں۔

"کیا پتا میری بیٹی میرے جیسی نہ ہو تو"

"وہ تمہارے جیسی کیسے نہیں ہوگی تم سے بھی زیادہ حسین ہوگی اور اتنی حسین لڑکی کے ساتھ بس الیان ہی جچے گا۔" ماحول واقعی خوشگوار ہو گیا تھا آج صبح سے عائشہ کی طبیعت بہتر لگ رہی تھی ایک اس کی بیماری نے پورے گھر پہ سوگواری طاری کر دی تھی۔

ساجدہ خاتون کا دل بے اختیار اس گھر کی دائمی خوشیوں کی دعائیں مانگنے لگا مگر انہیں نہیں پتا تھا یہ تھوڑی سی دیر کی خوشی ایک بہت بڑے صدمے کو جھیلنے کی ہمت عطا کرنے کے لیے ملی تھی۔

شام کو ان کی ماسی نے عائشہ کی بابت پوچھا تو وہ تیوریوں پہ بل ڈال کر قدرے سختی سے بولیں۔

"عائشہ کو کیا ہوا وہ تو بالکل ٹھیک ہے"

"باجی برابر والے اختر صاحب کی ماسی پوچھ رہی تھی تمہاری عائشہ بی بی چھت پر اکیلی کھڑی ہوا سے باتیں کرتی

ہوتی ہے اس پر سایہ ہو گیا ہے اس کا علاج کراؤ۔ مجھے تو بڑا ڈر لگا اس کی بات سن کر عائشہ بی بی کی بیماری تو میں بھی دیکھ رہی ہوں مگر وہ ہوا سے باتیں کرتی ہیں یہ تو مجھے بھی نہیں پتا تھا" ساجدہ خاتون دھک سے رہ گئی تھیں۔

گویا اب نوبت یہاں تک آگئی تھی کہ محلے والے عائشہ کی حالت کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ ماسی تو بس ہی خوفزدہ لگ رہی تھی چہ میگوئیاں کرتے نوکر بھی اب تو کھل کر بات کرنے لگے تھے۔ ساجدہ خاتون کے ہاتھ پاؤں پھولنا شروع ہو گئے تو انہوں نے اسے بری طرح جھڑک دیا۔

"بکواس بند کرو کچھ نہیں ہوا ہے عائشہ کو نہ ہی وہ ہواؤں سے باتیں کرتی ہے اور خبردار جو آئندہ اختر صاحب کی ماسی سے ہمارے گھر کے افراد کے متعلق کوئی بات کی تو کام سے نکال دوں گی"

"باجی مجھ پر کیوں بگڑتی ہیں جوان لڑکی پر سایہ ہو جائے تو اس کا علاج کرانا چاہیے لوگوں کی زبان بند تھوڑی ہوگی۔

ایسے علاج ڈاکٹر کے پاس نہیں ہوتے اختر صاحب کی ماسی بتا رہی تھی وہ ایک بزرگ کو جانتی ہے وہ عائشہ بی بی کی اس سائے سے جان چھڑا سکتے ہیں" وہ آنکھیں گھماتے ہوئے رازداری سے بولی تو ساجدہ خاتون جھلا گئیں۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا کوئی سایہ نہیں ہے میری بچی پر آئندہ اگر یہ ذکر بھی تمہاری زبان پر آیا تو زبان کھینچ لوں گی" ماسی منہ بناتی ان کے پاس سے اٹھ گئی۔

اس کے سامنے تو ساجدہ خاتون نے خود کو کمزور پڑنے نہیں دیا اور اسے بری طرح جھڑک دیا مگر اس کے جاتے ہی ان کا پورا وجود پسینوں میں نہا گیا انہوں نے باقاعدہ عائشہ کی چوکیداری شروع کر دی وہ چھپ چھپ کر اس کی حرکتوں کا مشاہدہ کرنے لگیں۔

جیسے جیسے وہ اس پر نظر رکھنے لگی تھیں ویسے ویسے ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا جا رہا تھا۔

وہ نہ صرف تنہائی میں کسی سے باتیں کرتی تھی بلکہ سب کی موجودگی میں بھی کسی ایک کونے کو ایسے دیکھتی رہتی جیسے وہاں کوئی بیٹھا ہو اور اسے ہی دیکھ رہا ہو۔

اور سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ عائشہ گھر کے حصے میں بنے سرونٹ کوارٹر میں چوری چھپے دو تین بار گئی تھی۔

ان کے سارے سرونٹ کوارٹر بھرے ہوئے تھے بس ایک خالی پڑا تھا اور عائشہ رات کے ایک بجے یا شام کے چار پانچ بجے جس وقت گھر میں سب کے سونے کا وقت ہوتا تھا ان اوقات کار میں وہاں جاتی تھی اور آدھا پون گھنٹہ وہیں رہتی تھی۔

ساجدہ خاتون انگاروں پر لوٹ رہی تھیں ان کا دل چاہتا وہ بھی عائشہ کے پیچھے سرونٹ کوارٹر میں گھس جائیں مگر ان کا اندرونی خوف انہیں ایک قدم بھی اٹھانے نہ دیتا۔

بیٹا بہو سے بھی اس بارے میں بات کرنے کا ان کا منہ نہیں پڑتا تھا وہ چاہتی تھیں کسی کے علم میں آئے بغیر ہی یہ سارا معاملہ ختم ہو جائے مگر ایسا ہوتا لگ نہیں رہا تھا۔

وہ راتوں کو دیر تک اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی اس سرونٹ کوارٹر کو دیکھتی رہتیں عام طور پر ڈیڑھ بجے کے بعد انہیں عائشہ وہاں جاتی دکھائی دیتی لیکن ایک رات وہ ساڑھے بارہ بجے ہی اس سرونٹ کوارٹر کی طرف بڑھتی نظر آئی تو ساجدہ خاتون بھی آیتہ الکرسی کا ورد کرتی اپنے کمرے سے نکل آئیں۔

گھر سے باہر آتے ہی ٹھنڈ اور خنکی نے ان کے قدم اکھاڑنے چاہے مگر وہ سناٹے اور تاریکی کو نظرانداز کیے دل کڑا کرتی گھر کے پچھلے حصے کی طرف آگئیں۔

سرونٹ کوارٹر کے دروازے کے سامنے پہنچ کر ایک بار پھر ان پر خوف طاری ہونے لگا مگر انہوں نے دعا پڑھتے ہوئے دروازے کا ہینڈل گھمایا تو دروازہ اندر سے بند تھا۔

تب انہوں نے پیچھے کی طرف بنی کھڑکی کی جانب قدم بڑھا دیے اتنی خاموشی میں انہیں اپنے قدموں کی آہٹ سے بھی خوف آرہا تھا مگر یہ وہ سوال جو پچھلے پانچ دنوں سے ان کا خون خشک کیے ہوئے تھے اس کا جواب انہیں لینا ہی چاہیے تھا کہ

وہ اندر کس کے ساتھ ہے اور

کیا کررہی ہے؟

کھڑکی کے قریب پہنچ کر انہوں نے پٹ کو ہلکے سے دھکا دیا تو وہ چرر کی آواز کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔

اندر سرونٹ کوارٹر میں بالکل اندھیرا پڑا تھا۔ سرونٹ کوارٹر میں دو ہی تو کمرے تھے ایک یہ جس میں کھڑکی تھی اور دوسرا وہ جس میں دروازہ کھلتا تھا اس کے علاوہ ایک باتھ روم اور ایک کچن تھا جو کے ایک طرف بنے ہوئے تھے۔

ساجدہ خاتون تذبذب کے عالم میں اندر دیکھنے لگیں جہاں انہیں کچھ نظر نہیں آرہا تھا ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا انہیں عائشہ کو آواز دینی چاہیے یا الٹے قدموں یہاں سے لوٹ جانا چاہیے۔

تبھی انہیں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی مگر یہ آہٹ زمین کی بجائے گھاس پر چلنے کی تھی۔

ساجدہ خاتون چونک کر اپنے اطراف دیکھنے لگیں شاید سرونٹ کوارٹر کے دروازے کی طرف کوئی تھا وہ تیزی سے کھڑکی کے سامنے سے ہٹتے ہوئے دروازے کی سمت بڑھ گئیں۔

"کون؟ کون ہے یہاں؟" ساجدہ خاتون نے کڑک دار آواز میں کہنے کی کوشش کی ورنہ حقیقتاً" تو ان کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا جب تک وہ دروازے تک پہنچیں کوئی ان کے پیچھے دوڑتا ہوا آتا محسوس ہوا انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو بے اختیار ان کی چیخ نکل گئی۔

ان کے سامنے ایک لمبا چوڑا وجود کھڑا تھا نیم تاریکی میں وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکیں انہیں لگ رہا تھا وہ بے ہوش ہو جائیں گی تبھی سامنے کھڑا شخص بڑی مانوس سی آواز میں بولا۔

"بڑی میم صاحب آپ یہاں" مالی کی آواز پر ان کے اوسان کچھ بحال ہوئے تو وہ چہرے پر آئے پسینے کو دوپٹے سے پونچھتے ہوئے بولیں۔

"رحیم یہاں سرونٹ کوارٹر میں کوئی ہے تم ذرا پیچھے والی کھڑکی سے کود کر دیکھو"

"جی میم صاحب" وہ تیزی سے پیچھے کی جانب بڑھ گیا کسی کی موجودگی نے ساجدہ خاتون کے ڈر کو قدرے کم کر دیا تھا چنانچہ وہ ایک بار پھر دروازے کی طرف بڑھ گئیں اور دروازے پر پہنچتے ہی وہ بری طرح چونک اٹھیں۔

دروازہ نا صرف کھلا ہوا تھا بلکہ اندر کی لائٹ بھی جل رہی تھی ساجدہ خاتون دروازہ دھکیلتی فوراً" اندر داخل ہو گئیں اندر جاتے ہی ایک بار پھر ان کا دل دھک سے رہ گیا۔

کمرے میں معمولی سا سامان پڑا ہوا تھا جیسے ایک چارپائی ایک موڑھا وغیرہ وہیں اس خستہ حال موڑھے کے اوپر عائشہ گم سم سی بیٹھی ہوئی تھی۔

"عائشہ" ساجدہ خاتون سے آگے کچھ بولا ہی نہیں گیا تبھی پچھلی کھڑکی سے مالی کود کر اندر آگیا اور جیسے ہی اس کمرے میں داخل ہوا عائشہ کو سامنے دیکھ کر ہونق بن گیا۔

"عائشہ!" ساجدہ خاتون نے دوبارہ اسے پکارا تو وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"بی بی جی۔ آپ یہاں کیا کررہی ہو؟" مالی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا آدھی رات کو ساجدہ خاتون اور عائشہ یہاں آئی تھیں اور دونوں کے رویے ظاہر کررہے تھے کہ وہ یہاں ایک دوسرے کی موجودگی سے بے خبر تھیں۔

عائشہ مالی کے سوال پر بھی کچھ نہ بولی بلکہ ساجدہ خاتون کی پشت کی جانب بنے باتھ روم کے دروازے کو عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی۔

ساجدہ خاتون کی ریڑھ کی ہڈی تک میں خوف سرائیت کر گیا جیسے انہیں پتا چل گیا ہو کہ عائشہ کو باتھ روم میں کسی کی موجودگی کا علم ہے۔

انہوں نے ذرا سا مڑ کر کن انکھیوں سے دروازے کی جانب دیکھا جو کے بند تھا۔

"کیا بات کیا ہے؟" مالی پریشانی سے ان دونوں کی خاموشی کو دیکھنے لگا۔

"کچھ۔ کوئی بات نہیں ہے" ساجدہ خاتون مالی کی موجودگی میں مزید کوئی تماشا نہیں کرنا چاہتی تھیں تبھی عائشہ کے نزدیک آکر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانے لگیں۔

"چلو عائشہ اپنے کمرے میں چلو" عائشہ مشینی انداز میں ان کے ساتھ چل پڑی۔

"رحیم کھڑکی اور دروازے کو اچھی طرح بند کر دو" ساجدہ خاتون نے حیران پریشان کھڑے مالی سے کہا اور سرونٹ کوارٹر کے دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔

☼ ☼ ☼

"کیا بتاؤں۔ میں خود کچھ سمجھ نہیں پاتی تو آپ سب کو کیا بتاؤں؟

میں آپ لوگوں کو خوفزدہ بھی کرنا نہیں چاہتی تھی اور پھر مجھے ڈر بہت لگتا تھا ہر وقت ایک خوف سوار رہتا ہے آپ لوگوں کو بتاؤں گی تو کہیں وہ آپ سب کو بھی تنگ نہ کرے۔" عائشہ ساجدہ خاتون کے برابر میں لیٹی بڑی دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔

ساجدہ خاتون عائشہ کو کمرے میں لانے کے بعد اس سے کوئی بھی بات کیے بغیر چپ چاپ اس کے برابر میں لیٹ گئی تھیں عمران کی طرح رات بھر عائشہ بھی سو نہ سکی صبح کی سپیدی پھیلنے سے پہلے ساجدہ خاتون نے اس سے بات کرنی شروع کی اور بغیر گھمائے پھرائے سیدھا کہہ دیا۔

"کل رات جو بھی ہوا اس کا علم مالی کو ہے یعنی کل صبح ہونے تک سارے ملازموں کو پتا چل جائے گا۔ ریاض اور شگفتہ کو سب کچھ میں خود ہی بتادوں گی ورنہ ملازموں سے سن کر انہیں بہت برا لگے گا۔

ریاض کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہو گا اس کا اندازہ تم خود بھی لگا سکتی ہو اس لیے اگر تم چاہتی ہو کہ ریاض تمہارے ساتھ نرمی سے پیش آئے تو اس کے سدباب کے لیے ابھی مجھے بتادو تم وہاں کیوں گئی تھیں" ساجدہ خاتون کے سوال پر پہلی بار عائشہ کو دورہ نہیں پڑا تھا بلکہ وہ بھیگی پلکوں کے ساتھ بڑے درد سے بول رہی تھی۔

ساجدہ خاتون بستر پر اٹھ بیٹھیں اور بغور اسے دیکھنے لگیں جس بات کا انہیں ڈر تھا عائشہ وہی کہنے والی تھی پھر بھی وہ دل کڑا کر کے پوچھنے لگیں۔

"کیا تمہیں کوئی نظر آتا ہے جو اوروں کو دکھائی نہیں دیتا؟" عائشہ کچھ دیر آنسو بھری آنکھوں سے انہیں دیکھتی رہی پھر لب بھینچتے ہوئے اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"کون ہے وہ؟" ساجدہ خاتون کو خود اپنی آواز اجنبی لگ رہی تھی۔

ان کے سوال پر عائشہ کے چہرے پر بے بسی کے آثار ابھر آئے۔

"پ۔ پتا نہیں۔ کون ہے؟"

"کب سے نظر آرہا ہے کیا وہ کسی انسان کی شکل میں ہوتا ہے" ساجدہ خاتون سرگوشیانہ انداز میں پوچھ رہی تھیں کیونکہ عائشہ کی آنکھوں میں خوف بڑھتا جارہا تھا پھر بھی وہ اس موضوع پر بات کررہی تھی ابھی بھی ان کے سوال پر وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"کبھی کبھی انسان کی شکل میں ۔۔۔ اور کبھی کبھی ۔۔۔" عائشہ کی آواز حلق میں گھٹنے لگی خود ساجدہ خاتون کا وجود کانپنے لگا پھر بھی وہ اس کی ہمت بندھانے کے لیے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"کیا وہ ۔۔۔ ہروقت تمہارے ساتھ ہوتا ہے؟" عائشہ ایکدم ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"رو نہیں بتاؤ مجھے ۔۔۔ کیا وہ ہروقت تمہارے ساتھ ہوتا ہے؟" ساجدہ خاتون نے اس کے بال سہلاتے ہوئے پچکارا تو عائشہ نے سر اثبات میں ہلادیا البتہ اس کا رونا جاری رہا۔

اب تو ساجدہ خاتون کی حالت کاٹو تو بدن میں لہو نہیں جیسی ہوگئی۔

"کک ۔۔۔ کیا وہ یہاں اس کمرے میں بھی ہے؟"

عائشہ کے ایکبار پھر سر اثبات میں ہلانے پر ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

"کک ۔۔۔ کہاں؟" انہوں نے بمشکل پوچھا۔

"آپ ۔۔۔ آپ کے برابر میں بیٹھا ہے" عائشہ نے روتے ہوئے ساجدہ خاتون کی گود میں منہ چھپالیا۔

ساجدہ خاتون پر سکتہ طاری ہوگیا ان میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ گردن گھما کر اپنے برابر میں دیکھ سکتیں ویسے بھی دیکھنے سے انہیں کون سا کچھ نظر آجانا تھا وہ تو صرف عائشہ کے کہنے پر اتنا ایمان لے آئی تھیں کہ انہیں اپنے برابر میں کسی کی موجودگی کا احساس ہونے لگا۔

☆ ☆ ☆

ساجدہ خاتون کسی مولوی وغیرہ کو نہیں جانتی تھیں نہ ہی وہ اس قسم کی عورت تھیں جو تعویذ گنڈے کرتے ہیں لیکن مجبوری انسان سے بہت کچھ کرالیتی ہے۔

ماسی کی بدولت عائشہ کے رات گئے سرونٹ کوارٹر کی کہانی تو پورے گھر میں نشر ہو ہی گئی تھی لہٰذا وہ مزید اس بات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرکے اپنی بیٹی کی تکلیف کو بڑھانے کی حماقت کرنے کے لیے ہرگز رضامند نہ ہوئیں۔

ریاض غفار کے استفسار پر انہوں نے انہیں بھی سب سچ بتادیا وہ پریشان تو ہوئے مگر انہوں نے بھی اسے نفسیاتی بیماری کہا چنانچہ ساجدہ خاتون نے ریاض غفار کو اس معاملے سے دور رکھتے ہوئے اپنی ماسی سے مدد طلب کی۔

"تم نے بتایا تھا برابر والے اختر صاحب کی ماسی نے کسی بزرگ کا ذکر کیا تھا"

"ہاں مگر آپ تو ان باتوں پر یقین نہیں کرتیں اس وقت تو آپ مجھ پر بڑا بگڑی تھیں" ماسی بھی چوٹ کرنے سے باز نہ آئی ساجدہ خاتون سے کوئی جواب نہ بن سکا۔

انہیں خجل ہوتا دیکھ کر ماسی احسان جتانے والے انداز میں کہنے لگی۔

"خیر دیر آئے درست آئے' شکر کریں کہ آپ کو عقل آگئی ورنہ بی بی جی کی تو زندگی رل جاتی میں آج ہی اس سے بات کروں گی" ساجدہ خاتون خود بھی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھیں مگر اس وقت انہیں بڑی حیرت ہوئی جب ماسی کے پیر سائیں نے ان کے گھر آکر لڑکی کو دیکھنے کی بات کی۔

ان کا خیال تھا ایسے لوگ بڑے مصروف ہوتے ہیں اور چاہے کسی بھی علاقے میں رہائش پذیر ہوں لوگوں کو اپنے آستانے پر ہی بلاتے ہیں مگر اختر صاحب کی ماسی نے خود ہی جاکر عائشہ کا حال انہیں بتادیا تو انہوں نے اسی

بات پریشان ہوکر ان کے گھر آجانے کی خواہش کا اظہار کردیا۔

وہ اس گھر میں بیٹھ کر وظائف پڑھنا چاہتے تھا تاکہ صحیح صورت حال کا اندازہ لگا سکیں۔

ساجدہ خاتون نے ریاض غفار سے ذکر کیے بغیر انہیں آنے کی اجازت دے دی انہوں نے یہی سوچا کہ ماسی نے بتایا تھا وہ ان کاموں کو صرف فی سبیل اللہ کرتے ہیں اور ان کا کوئی معاوضہ نہیں لیتے ایسا شخص فراڈ نہیں ہوسکتا ورنہ دھوکے باز اور جعلی فقیر تو پیسے بٹورنے کے لیے یہ سب کرتے ہیں اب اگر کوئی شخص پیسے ہی نہیں لے رہا اور اتنی محنت بھی کررہا ہے تو لازمی بات ہے کہ وہ کوئی مخلص شخص ہے جو لوگوں کو دھوکا نہیں دیتا مگر ریاض کو یہ بات سمجھانا ان کے بس کی بات نہیں تھی لہٰذا بہتر یہی تھا کہ ان بزرگ صاحب کو دن کے وقت بلالیا جائے جب ریاض گھر پر ہی نہ ہو۔

شگفتہ غفار کو جب کسی بزرگ کی آمد اور آمد کا مقصد پتا چلا تو وہ کشمکش میں گھر گئیں۔

خود ان کا بھی یہی خیال تھا کہ عائشہ کا علاج ڈاکٹر کے پاس نہیں مگر اس طرح ماسی کے بتائے پیر فقیر کو گھر کے اندر بلا کر بٹھالینا اور عائشہ جیسی حسین لڑکی کو اس کے سامنے لانا انہیں کچھ مناسب نہیں لگ رہا تھا مگر انہوں نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

پیر سائیں بالکل ہی روایتی سے حلیے میں تھے بڑا سا کالا چولا گلے میں رنگ برنگی مالائیں لمبے بال اور ہاتھ میں موٹے موٹے لوہے کے کڑے ۔۔۔ شگفتہ غفار صرف ناک بھنویں چڑھا کر رہ گئیں البتہ تجسس کے ہاتھوں مجبور وہیں کھڑی رہیں لیکن ماسی کو انہوں نے سختی سے ہدایت کردی تھی کہ الیان اور بریرہ کو پیر سائیں کے سامنے نہیں آنے دیا جائے۔

انہیں عزت سے گھر کے ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا تھا لیکن وہ وقت ضائع کیے بغیر وہیں سینٹرل ٹیبل کے پاس اپنی چادر بچھا کر اور کچھ ضروری سامان نکال کر زمین پر بیٹھ گئے۔

انہوں نے کسی سے کوئی بات کی نہ سوال کیا ساجدہ خاتون نے کمرے میں داخل ہوتے ہی انہیں سلام کرکے بات کرنی چاہی تو انہوں نے بڑے درویشانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔

شگفتہ غفار اس بے نیازی پر منہ بنا کر رہ گئیں۔

پیر سائیں کچھ دیر بڑے بڑے دانوں والی موٹی سی تسبیح کے دانے گراتے رہے پھر آنکھیں بند کرکے بیٹھ گئے پانچ منٹ بعد جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو ساجدہ خاتون کو دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔

"عائشہ کو بلائیں" ساجدہ خاتون ایسے حیرانی سے پیر سائیں کو دیکھنے لگیں جیسے بغیر بتائے عائشہ کا نام لے لینے پر پیر سائیں کی قابلیت اور بزرگی سے بری طرح متاثر ہوگئی ہوں۔

شگفتہ غفار ان کے تاثرات دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئیں انہیں اپنی ساس کی کم عقلی پر شدید تاؤ آیا تھا۔ جب ماسی نے پیر سائیں کو ساری بات بتا ہی دی تھی تو عائشہ کا نام بھی اس نے بتادیا ہوگا اس میں بھلا ان پیر سائیں کا کیا کمال ہے۔

مگر ایک بار پھر وہ خاموش ہی رہیں اور ساجدہ خاتون نے آواز دے کر عائشہ کو بلالیا تو عائشہ جو پہلے ہی ڈرائنگ روم کے باہر منتظر کھڑی تھی فوراً" اندر داخل ہوگئی۔

"سامنے آکر بیٹھ جاؤ" پیر سائیں نے عائشہ کی طرف دیکھے بغیر آنکھیں موندتے ہوئے کہا تو عائشہ کچھ ہچکچاتی ہوئی ان سے تین فٹ کے فاصلے پر ان کی چادر پر آبیٹھی۔

"تو وہ ہے وہ جو تمہیں تنگ کررہا ہے اور تم نے کسی کو بتایا تک نہیں" پیر سائیں نے بند آنکھوں کے ساتھ اپنی گرجدار آواز میں کہا تو عائشہ منہ کھول کر ایسے انہیں دیکھنے لگی جیسے ان کی بات کے سچ ہونے پر اسے شدید حیرانی

ہو رہی ہو۔

"کیوں ذکر نہیں کیا کسی سے کیا اس نے منع کیا ہے یا تمہیں خود ڈر لگتا ہے" پیر سائیں نے پھر اسی لہجے میں پوچھا مگر عائشہ کے خاموش رہنے پر ڈپٹتے ہوئے بولے۔

"بولو جو بھی میں پوچھوں اس کا فوراً جواب دو"

"ج۔۔۔ جی۔۔۔" عائشہ گھبرا کر بولی۔

"جی جی کیا بول رہی ہو میں نے پوچھا ہے کسی کو بتایا کیوں نہیں"

"وہ۔۔۔ مجھے ڈر لگتا تھا" عائشہ تھوک نگلتے ہوئے بولی

"تو کیا اب ڈر نکل گیا جو بول پڑیں" وہ جلال بھرے لہجے میں بولے تو عائشہ ہکلاتے ہوئے کہنے لگی۔

"نہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ لیکن اب وہ۔۔۔ گھر کے بچوں کو تنگ کرنے لگا ہے اس لیے مجھے بتانا پڑا" شگفتہ غفار جو تک انھیں وہ ڈرائنگ روم کے ایک کونے میں کھڑی تھیں بے اختیار وہ کئی قدم آگے کو چلی آئیں۔

"کیا کرتا ہے وہ بچوں کے ساتھ؟" پیر سائیں نے درشتگی سے پوچھتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

"وہ۔۔۔ وہ بھی بھی۔۔۔ بچوں کے ساتھ کھیلتا ہے" عائشہ کے جواب پر شگفتہ غفار کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

بریرہ کو اکثر کاٹ میں لٹا کر وہ کام میں معروف ہو جاتیں تب وہ اکیلی لیٹی چھت کو دیکھتے ہوئے ہنستی رہتی شگفتہ غفار اسے ایک عام بات سمجھ کر مطمئن رہیں مگر آج عائشہ کے انکشاف پر ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے گویا ان کی بچی کو کوئی نظر آ رہا ہوتا ہے اس لیے وہ ہنس رہی ہوتی ہے ان کا تو سانس رکنے لگا۔

"ہوں۔۔۔" پیر سائیں نے ہنکارا بھرا پھر سوچتے ہوئے بولے۔

"کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی اس نے بچوں کو۔" عائشہ نے خاموشی سے سر نفی میں ہلا دیا۔

"اور تمہیں؟" پیر سائیں نے عائشہ کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

ساجدہ خاتون اور شگفتہ غفار ـــــــــ ہمہ تن گوش تھیں عائشہ کی خاموشی انہیں بھی ہراساں کر رہی تھی آخر پیر سائیں نے ہی ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

"ہوں، جس جگہ سے گھر کے تمام افراد پانی پیتے ہیں وہاں سے ایک جگ پانی لا کر مجھے دے دیں" پیر سائیں کی بات پر شگفتہ غفار نے فوراً فریج سے پانی کی بوتل نکالی اور ایک جگ میں پلٹ کر لا کر انہیں دے دی۔

پیر سائیں تب تک ورد بند کر کے بٹوے میں سے پان نکال کر کھانے لگے تھے۔ جگ آنے پر انہوں نے جگ اپنے اور عائشہ کی بیچ میں رکھ لیا۔

"اس میں ہاتھ ڈال کر باہر نکال لو" عائشہ نے آگے بڑھ کر ان کی ہدایت پر عمل کیا اور ہاتھ پانی کے جگ میں ڈال کر باہر نکال لیا پیر سائیں کے اشارے پر وہ واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تو پیر سائیں نے جگ اپنی طرف کھینچ لیا اور اپنا بایاں ہاتھ پانی میں ڈال کر آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھنے لگے۔

ساجدہ خاتون اور شگفتہ غفار دھڑکتے دل کے ساتھ سارا منظر دیکھ رہی تھیں کچھ دیر گزرنے پر اچانک پانی کی شکل تبدیل ہونا شروع ہو گئی پیر سائیں نے آنکھیں کھول کر پانی کو بغور دیکھنا شروع کر دیا پھر ایک دم اپنا ہاتھ جگ سے باہر کھینچ لیا۔

ساجدہ خاتون اور شگفتہ غفار بے اختیار کچھ اور آگے بڑھ آئیں تو ان کی آنکھیں ششدر رہ جانے کے باعث پھٹ گئیں۔

جگ میں موجود ٹھنڈا پانی جم کر برف بن گیا تھا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیسے۔۔۔" ساجدہ خاتون کے حواس معطل ہو گئے تھے ان سے بولا بھی نہیں گیا۔

خود پیر سائیں کے چہرے پر اتنی سنجیدگی تھی کہ شگفتہ غفار سے کچھ پوچھا ہی نہیں گیا وہ بس پیر سائیں کو دیکھے گئیں کہ وہ کیا کہتے ہیں جبکہ وہ پانی پر سے نظریں ہٹا کر کچھ پریشانی سے عائشہ کو دیکھنے لگے۔

"بیٹا ہر وقت باوضو رہو نماز کی پابندی کرو اور کثرت سے استغفار اور درود شریف پڑھو اللہ نے چاہا تو تمہاری ساری مشکلیں دور ہو جائیں گی" یہ کہتے ہوئے پیر سائیں نے اپنا سامان سمیٹ کر تھیلے میں بھرنا شروع کر دیا۔

"پیر سائیں۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ کیا آپ جا رہے ہیں" ساجدہ خاتون بوکھلا کر بولیں مگر پیر سائیں تیزی سے کپڑے کا سلا تھیلا کندھے پر ڈال کر کھڑے ہو گئے۔

"پیر سائیں کچھ تو بولیں آخر ہوا کیا ہے" ساجدہ خاتون ان کی گھبراہٹ دیکھ کر حواس باختہ ہوئی جا رہی تھیں مگر پیر سائیں جواب دیے بغیر چپل پاؤں میں اڑس کر دروازے کی طرف بڑھ گئے تو ساجدہ خاتون ان کے پیچھے پیچھے دوڑی آئیں۔

"پیر سائیں آپ بتاتے کیوں نہیں آخر ہوا کیا ہے آپ اتنے پریشان کیوں ہو گئے ہیں" ساجدہ خاتون بس رو دینے والی تھیں۔

پیر سائیں رک کر دھیمی آواز میں کہنے لگے۔

"اپنی بچی کے لیے دعا کریں اللہ اسے ہر بلا سے محفوظ رکھے"

"یہ۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا"

"جگ میں پانی جمنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ عائشہ پر پوری طرح حاوی ہو گیا ہے ایسے آسیب مرتے دم تک لڑکی کا پیچھا نہیں چھوڑتے" ساجدہ خاتون کو لگ رہا تھا ان کا دل بند ہو جائے گا وہ دم بخود انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"کک۔۔۔ کیا آپ کوئی مدد نہیں کر سکتے؟"

"ہو سکے تو آپ اپنی بچی کی جلد از جلد شادی کر دیں، میں کیا اب کوئی کچھ نہیں کر سکتا" پیر سائیں خود بہت خوفزدہ لگ رہے تھے ساجدہ خاتون کا حوصلہ کیسے جواب نہ دیتا انہوں نے دونوں ہاتھوں میں ایسے سر تھام لیا جیسے ان کا سر پھٹ رہا ہو۔

ان کی یہ حالت دیکھ کر جانے کے لیے پر تولتے پیر سائیں کسی سوچ میں ڈوب گئے پھر اپنے تھیلے میں سے کچھ تلاش کرنے لگے آخر کچھ دیر بعد انہوں نے ایک چھوٹا سا ڈبا نکالا اور اسے کھولا تو اس میں ایک انڈا رکھا تھا۔

انہوں نے انڈا ڈبے میں سے نکالا اور اس پر کچھ پڑھ کر دم کر دیا۔

"اسے پانی میں اچھی طرح ابال لیں اور پھر اس کا چھلکا نہایت احتیاط سے اتاریں اس پر جو تحریر لکھی ہوگی اس پر فوراً عمل کیجیے گا وہی آپ کے مسئلے کا حل ہو گا۔"

ساجدہ خاتون ویران نظروں سے پیر سائیں کو دیکھنے لگیں تو وہ مزید کہنے لگے

"اس انڈے کو ابالتے وقت دل میں یہ خیال رکھیے گا جیسے آپ اس آسیب سے سوال کر رہی ہوں کہ تم چاہتے کیا ہو۔

وہ جو بھی کہے جہاں تک ممکن ہو اس کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کیجیے گا اس سے بیر آپ کے پورے گھر کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے" پیر سائیں اپنی بات پوری کر کے رکے نہیں۔

ان کے جانے کے بعد ساجدہ خاتون کتنی دیر پتھرائے ہوئے انداز میں وہاں کھڑی رہیں پھر کچن کی جانب مشینی انداز میں بڑھنے لگیں انہیں لگ رہا تھا ان کا ذہن سن ہو گیا ہے پھر بھی سوچوں کا لامتناہی سلسلہ ختم ہونے کو نہیں آیا تھا۔

کتنی دفعہ اخبار و رسائل میں انہوں نے خبریں پڑھی تھیں پاگل عورتوں کے گھر سے فرار ہونے کی یا اپنے کپڑے پھاڑ کر گلی میں نکل جانے کی تب انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ ایک دن ان کی اپنی بیٹی ایسے دوراہے پر آکھڑی ہوگی جہاں یہ فیصلہ مشکل ہو جائے گا کہ وہ بیمار ہے یا اس پر کسی آسیب کا سایہ ہے۔ اگر واقعی اس پر سایہ ہے تو کل کو اس کی حالت بھی ان ذہنی مریضوں جیسی ہوگی جنہیں اپنا ہوش نہیں ہوتا جن کے لیے دنیا کی ساری نعمتیں اور ساری آسائشیں سب بے کار ہو جاتی ہیں۔

ساجدہ خاتون سوچتی رہیں اور ساتھ ہی انڈا ابالنے کے لیے پتیلی نکال کر اس میں پانی بھرتی رہیں۔ چولہے پر پتیلی رکھ کر اس میں انڈا ڈال کر اس کے ابلنے تک وہ نہ جانے کہاں تک کا سفر طے کر کے آگئی تھیں۔ ان کے تصور میں عائشہ بال بکھرائے کپڑے پھاڑتی اور چیختی چلاتی پھر رہی تھی اور اس تصور سے ہی ان کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔

اگر یہ سب سوچنا اتنا مشکل تھا تو کیا یہ سب برداشت کرنا ممکن ہوگا؟ وہ پیر سائیں کی ہدایت پر دل میں "تم کیا چاہتے ہو" کا تصور کرنے لگیں کیونکہ اس ایک سوال نے ان کے اندر کی ساری طاقت نچوڑلی تھی وہ ایک دم ہی بہت نڈھال ہو گئی تھیں۔

انڈے کے ابلنے پر اسے چھیلتے ہوئے ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے پتا نہیں وہ آسیب ان کے سوال کا جواب دینے والا تھا یا نہیں اور پتا نہیں وہ جواب میں کیا کہنے والا تھا۔

لیکن چھلکا اتارنے پر وہ بالکل ششدر رہ گئیں اندر ابلے ہوئے انڈے پر واقعی ایک تحریر ابھری ہوئی تھی جو بڑی واضح تھی۔

ساجدہ خاتون بے یقینی سے اس تحریر کو دیکھتی رہیں جہاں صاف صاف لکھا تھا۔

"یہاں سے دور چلے جاؤ"

☆ ☆ ☆

وہ گھر ساجدہ خاتون کے لیے بہت اہم تھا ان کے شوہر مرحوم کی ان گنت یادیں اس گھر سے وابستہ تھیں لیکن اولاد کے سامنے ہر چیز ہیچ ہو جاتی ہے ساجدہ خاتون نے فوراً "وہ گھر چھوڑ کر کہیں دور چلے جانے کا قصد کر لیا۔ مگر ریاض غفار تیار نہ ہوئے وہ برف جما پانی اور ابلا ہوا انڈا انہیں ذرا متاثر نہ کر سکا بلکہ ایک پیر سائیں کو گھر بلانے پر ریاض غفار نے پورا گھر سر پر اٹھا لیا۔

"آپ کیا جانتی نہیں یہ کیسے فراڈ لوگ ہوتے ہیں ایک جوان بیٹی اور جوان بہو گھر میں موجود ہے اور آپ نے ایسے فقیر کو بلا کر ڈرائنگ روم میں بٹھا لیا" ریاض غفار کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کر ڈالیں۔

سب سے زیادہ غصہ تو انہیں یہ جان کر آیا تھا کہ ان کی بیوی نے بھی اس پیر فقیر کے "پہنچے ہوئے" ہونے کا یقین کر لیا ہے۔

"تم تو یقین کرو گی ہی' اتنا میں نے تمہارا ماحول تبدیل کروایا مگر سوچ تو تمہاری وہی رہے گی نا گاؤں والی دقیانوسی" شگفتہ غفار خاموشی سے ریاض غفار کے طعنے سنتی رہیں انہیں تو اس گھر میں بہت ہی ڈر لگ رہا تھا خاص طور پر الیان اور بریرہ کے لیے وہ بہت فکرمند تھیں۔

"اس فقیر نے یہ نہیں بتایا کہ آسیب اچانک اس گھر میں کہاں سے آگیا ہم تو پیدا ہی اس گھر میں ہوئے ہیں" ریاض غفار کئی دنوں تک غصہ کرتے رہے لیکن عائشہ کی روز بہ روز بگڑتی حالت نے ان کے غصے کو سرد کر دیا۔ اس نے کھانا پینا ہنسنا بولنا سب چھوڑ دیا تھا وہ خاموش بیٹھی خلاؤں کو گھورتی رہتی یا چیخنے چلانے لگتی۔

آخر پیر سائیں کے جانے کے تین ہفتے بعد ریاض غفار نے بھی ہتھیار ڈالتے ہوئے اس گھر کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

"کرائے دار تو اس گھر کو خراب کر دیں گے" ساجدہ خاتون نے حسرت بھری نظروں سے در و دیوار کو دیکھا۔

"جب اس گھر میں کبھی لوٹ کر آنا ہی نہیں ہے تو کرائے پر دینے کی کیا ضرورت ہے بیچ دیتے ہیں" ریاض غفار نے تلخی سے کہا ساجدہ خاتون صرف انہیں دیکھتی رہ گئیں۔

برابر والے اختر صاحب نے کتنی دفعہ اس گھر کو خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا مگر وہ کبھی مانی نہیں یہ صرف ایک مکان نہیں تھا ان کی زندگی کا حصہ تھا وہ اسے کسی قیمت پر بیچنے پر تیار نہیں ہو سکتی تھیں لیکن بس ایک اولاد ایک چیز ہوتی ہے جس پر والدین ہر چیز لٹا سکتے ہیں۔

اختر صاحب نے ان کی توقع کے مطابق منہ مانگی قیمت پر گھر خرید لیا حالانکہ ریاض غفار انہیں گھر بیچنے کے حق میں نہیں تھے وہ ان کے برابر میں رہتے تھے اور اس گھر کو بھی اپنے گھر میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے جس کے لیے وہ گھر کو تقریباً "گرا کر اس کا نقشہ ہی بدل دینے والے تھے۔

لیکن ساجدہ خاتون ان کے علاوہ کسی اور کو دینے کے لیے تیار نہ ہوئیں کیونکہ اختر صاحب اس گھر کو بڑی خوشی سے خرید رہے تھے لہٰذا وہ اس گھر کے صحیح قدر دان ثابت ہوں گے۔

اس گھر کو چھوڑ کر جاتے ہوئے ان سب کو ہی تکلیف ہو رہی تھی جس میں کمی کرنے کے لیے ریاض غفار نے اس سے دس گنا بہتر اور خوبصورت گھر خرید لیا تھا مگر جس چیز سے جذباتی وابستگی ہو اس کے مقابلے میں حسین سے حسین چیز بھی متاثر نہیں کر سکتی یہی حال ساجدہ خاتون کا تھا۔

دوسرے گھر میں شفٹ ہونے کے بعد تمام آسائشوں کی موجودگی میں بھی ان کا دل وہیں اس گھر میں رہ گیا تھا زندگی بظاہر نارمل روٹین پر آگئی تھی مگر انہیں ہر وقت کسی خالی پن کا احساس ہوتا رہتا بس ایک ہی سکون تھا کہ نئے گھر میں آنے کے بعد عائشہ کی حالت بڑی تیزی سے ٹھیک ہو گئی تھی جس پر شگفتہ غفار کبھی کبھی حیرت سے کہنے لگتیں۔

"میں نے تو سنا تھا کہ آسیب وغیرہ ایک بار چمٹ جائیں تو جان نہیں چھوڑتے چاہے کتنے ہی گھر بدل لو جگہ کی تبدیلی مریض میں کوئی تبدیلی نہیں لاتی"

"اللہ کا شکر ہے شگفتہ جو عائشہ گھر بدلنے پر ٹھیک ہو گئی حیران ہونے کی بجائے بس اس کا شکر ادا کرو" ساجدہ خاتون پرسکون نظروں سے لان میں الیان اور بریرہ کے ساتھ کھیلتی اور ہنستی عائشہ کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

انہیں اس گھر کو چھوڑے ابھی تین مہینے ہی ہوئے تھے کہ اختر صاحب اور ان کی بیوی اپنے بیٹے بلال اختر کا رشتہ عائشہ کے لیے لے کر آ گئے۔

ساجدہ خاتون ہکا بکا رہ گئیں ایک بار پھر اسی گھر میں اپنی بیٹی کو بھیجنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں اور ان لوگوں سے کسی دوسرے گھر میں منتقل ہو کر شادی کرنے کی خواہش کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ اگر وہ کسی آسیب کا ذکر کرتیں تو اختر صاحب ان کی بیٹی کی ذہنی حالت کی طرف سے مشکوک ہو جاتے۔

مگر ایسے رشتے کے لیے انکار کرنا بڑا مشکل امر تھا بلال اختر' اختر صاحب کے اکلوتے فرزند تھے نہایت وجیہ اور جاذب نظر ہونے کے ساتھ ساتھ پوری دولت اور جائیداد کے تنہا وارث ایسے پڑھے لکھے اور خاندانی لڑکے کے لیے انکار کرنا بڑا مشکل کام تھا۔

ریاض غفار اور شگفتہ غفار بھی تذبذب کا شکار ہو گئے تھے شگفتہ غفار نے تو ان سب کو قائل کرنے کی بھی کوشش کی کہ اختر صاحب کے گھر والوں کو بتا دیں وہاں کوئی آسیب ہے وہ گھر تبدیل کر لیں تو ہم عائشہ کی شادی

کردیں گے۔
مگر ریاض غفار کسی طور تیار نہیں تھے
"مگر انہیں بھنک بھی پڑ گئی کہ عائشہ کے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ ہے تو وہ خود پیچھے ہٹ جائیں گے اس سے تو بہتر ہے ہم خود ہی انکار کردیں کیا ضرورت ہے عائشہ کی حالت کا اشتہار لگانے کی۔"
"ہوسکتا ہے وہ بھی ان باتوں کو نہ مانتے ہوں اور...."
"وہ مانتے ہوں یا نہ ہوں ہمیں عائشہ کو اس گھر میں دوبارہ نہیں بھیجنا ورنہ عائشہ کی پھر وہی حالت ہوجائے گی۔ اور دوسری بات یہ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے ایک بار شک دل میں آجائے تو انسان ہر حادثہ اور عام بات بھی اسی سے مشروط کردیتا ہے۔
گھر میں کوئی بھی غیر معمولی بات ہوئی یا چھوٹا موٹا نقصان بھی ہوا تو بھی اختر صاحب اور ان کی بیوی اسے عائشہ پر کسی سائے کا نتیجہ قرار دیں گے یہ بات تو اس گھر سے باہر کبھی نکلنی ہی نہیں چاہیے کہ عائشہ پر کوئی سایہ رہا ہے۔"
ساجدہ خاتون نہایت سنجیدہ اور گمبھیر لہجے میں بولیں تو شگفتہ غفار خاموش ہوگئیں۔
لیکن عائشہ خاموش نہ رہ سکی رات کو وہ ان کے کمرے میں چلی آئی اور بغیر کسی تمہید کے کہنے لگی۔
"امی۔ اختر صاحب اور ان کی بیوی ہمارے گھر آئے تھے؟" ساجدہ خاتون کچھ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔
"ہاں تو تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"
"کیونکہ مجھے پتا ہے وہ کسی مقصد سے آئے تھے اور میں نے آپ سب کی گفتگو سنی تو مجھے پتا چلا آپ انہیں انکار کرنے والی ہیں" عائشہ کا اس موضوع پر ان سے گفتگو کرنا انہیں حیران کررہا تھا۔
"ہاں تو" وہ اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔
"آپ۔ انہیں انکار مت کریں۔" عائشہ کچھ جھجکتے ہوئے بولی اب کی بار ساجدہ خاتون لیٹے سے اٹھ کر بیٹھ گئیں اور بغور اس کی شکل دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔
"کیوں۔ کیوں نہ کروں انکار؟" عائشہ جواب دینے کی بجائے سر جھکائے بیٹھی رہی۔
"عائشہ" ان کے انداز میں عجیب سا خوف گھر آیا تھا۔ "عائشہ بیٹی کیا بات ہے تم کیوں اس گھر میں واپس جانا چاہتی ہو۔ کیا۔ کیا تمہیں کوئی بلا رہا ہے؟"
عائشہ نے کچھ چونک کر انہیں دیکھا جیسے اچانک وہ ان کے اندر چھپے سارے اندیشوں کو بھانپ گئی ہو۔
"نہ۔ نہیں امی۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے۔ مجھے کون بلائے گا" عائشہ کچھ گھبرا کر بولی مگر ساجدہ خاتون بدستور اسے پریشانی سے دیکھتی رہیں۔
"امی جو آپ سمجھ رہی ہیں ایسا کچھ نہیں ہے مجھے کوئی نہیں بلا رہا میں بالکل ٹھیک ہوچکی ہوں اب مجھ پر کوئی سایہ نہیں ہے وہ سب ختم ہوچکا ہے" عائشہ نے رسانیت سے کہتے ہوئے انہیں سمجھانا چاہا۔
"عائشہ ہم نے وہ گھر چھوڑا ہے اس نے وہ گھر نہیں چھوڑا اور تم سب کچھ جانتے ہوئے اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود وہاں جانا چاہتی ہو پھر بھی تم کہہ رہی ہو وہ سب ختم ہوگیا ہے" ساجدہ خاتون نے بے اختیار آنکھیں موندتے ہوئے سر بیڈ کے کراؤن سے ٹکا لیا جیسے ان سے یہ شاک برداشت کرنا مشکل ہو رہا ہو جیسے اتنی بڑی قربانی سب رائیگاں چلی گئی ہو۔
"امی۔ امی۔ آپ غلط سوچ رہی ہیں مجھ پر اب کوئی سایہ نہیں ہے میں تو یہ شادی اس لیے کرنا چاہتی ہوں کیونکہ۔" عائشہ کچھ کہتے کہتے جھجک گئی۔
"کیونکہ تم ابھی تک اس کے تابع ہو اس نے ہمیں گھر سے نکال دیا لیکن وہ اختر صاحب کے بیٹے کے ذریعے

تمہیں واپس بلانا چاہ رہا ہے" ساجدہ خاتون کے لہجے میں دکھ ہی دکھ بول رہا تھا عائشہ کچھ زچ ہو کر بولی۔
"ایسی کوئی بات نہیں ہے مجھے۔ مجھے بلال پسند ہے اور مجھے اس سے شادی کرنی ہے" عائشہ صرف ایک پل کے لیے لڑکھڑائی پھر دوبارہ۔ اور ٹھوس لہجے میں کہنے لگی۔
مگر ساجدہ خاتون تو جیسے اسے سن ہی نہیں رہی تھیں۔
"یہ سب تم سے وہی کہلوا رہا ہے" پھر ایک دم اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولیں۔
"تیری شادی کرنا تو اس لڑکے پر بھی ظلم ہوگا وہ تجھے بلال کے ساتھ کبھی رہنے ہی نہیں دے گا ہائے میرے مولا میں اپنی بچی کو کیسے بچاؤں" عائشہ نے جیسے تلملا کر ان کے ہاتھ اپنے چہرے پر سے جھٹک دیے۔
"مجھ پر کوئی اثر نہیں ہے امی میں بلال سے محبت کرتی ہوں اور وہ بھی مجھ پر جان چھڑکتا ہے آپ بس کل ہی اس کے والدین کو فون کرکے ہاں کردیں" اب کی بار ساجدہ خاتون ٹھٹک کر عائشہ کو دیکھنے لگیں۔
مگر عائشہ انہیں کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر کمرے سے نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

ساجدہ خاتون بالکل نہیں چاہتی تھیں کہ یہ سب ریاض غفار کے علم میں آئے وہ ابھی اختر صاحب کو منع بھی نہیں کرنا چاہ رہی تھیں ان کی بیوی کے بھی فون پر فون آئے جارہے تھے ان کے اصرار سے ایسا لگتا جیسے وہ انکار کر ہی نہیں سکتیں ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ اس مسئلے کو کیسے حل کریں وہ کسی کو کچھ بتانا بھی نہیں چاہتی تھیں لیکن اپنے طور پر وہ کسی مولوی کو تلاش بھی نہیں کرسکتی تھیں وہ جیسے صبح شام انگاروں پر لوٹ رہی تھیں۔
انہیں خاموش دیکھ کر عائشہ نے شگفتہ غفار سے بات کرڈالی اور شگفتہ غفار تو سنتے ہی انگشت بدنداں رہ گئیں۔
عائشہ اور بلال اختر کے بیچ یہ لو اسٹوری کب شروع ہوئی انہیں کچھ پتا نہیں تھا اور اپنی بے خبری پر وہ بری طرح حیران تھیں۔
انہوں نے ساجدہ خاتون کو سمجھانے کی بجائے ریاض غفار سے بات کی اور ریاض غفار سنتے ہی پتے سے اکھڑ گئے وہ سیدھا ساجدہ خاتون کے پاس پہنچ گئے۔
"کیا یہ سچ ہے کہ عائشہ بلال سے شادی کرنا چاہتی ہے اور اس کے بتا دینے کے باوجود آپ انہیں انکار کرنا چاہ رہی ہیں۔" ریاض غفار کے تنے ہوئے تاثرات پر ساجدہ خاتون بوکھلا کر رہ گئیں۔
"ہاں۔ وہ"
"بتائیں کیا یہ سچ ہے یا نہیں"
"وہ۔ تمہیں پتا تو ہے اس گھر میں عائشہ کی کیا حالت ہوگئی تھی وہ بلال سے شادی نہیں کرنا چاہتی بلکہ اسے وہ آسیب بلا رہا ہے" ساجدہ خاتون بے ساختہ کہہ گئیں۔
انہیں یقین تھا اب ریاض غفار ان پر چلائیں گے کہ وہ اتنا اچھا رشتہ اس وہم کی وجہ سے ٹھکرا رہی ہیں مگر ریاض غفار نے دھاڑ کر جو کہا وہ تو ان کے گمان میں بھی کہیں نہیں تھا۔
"کیسی بچوں جیسی باتیں کررہی ہیں آپ کیا اب بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس گھر میں نہ کوئی آسیب تھا اور نہ ہی عائشہ کی حالت خراب تھی۔
وہ کھڑکی میں لٹک کر اشارے کرنا۔
وہ آدھی رات کو اٹھ کر سرونٹ کوارٹر میں جانا۔
وہ سب کوئی آسیب نہیں کررہا تھا بلکہ یہ اس بے غیرت کا عشق چل رہا تھا اور جب وہ پکڑی گئی تو اس نے یہ فتور

آپ کے دماغ میں بھر دیا۔"

"کیا بات کر رہے ہو ریاض وہ اس کا چیخیں مارنا وہ اس کا خوفزدہ رہنا وہ اس کا بیٹھے بیٹھے رونا کیا وہ سب اس کا عشق تھا۔

اسے سرونٹ کوارٹر میں تو میں نے بہت بعد میں دیکھا ہے اس کی علامات تو بہت پہلے سے ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔" ساجدہ خاتون برہمی سے بولیں۔

"اور اگر اس کا عشق چل رہا تھا تو اسے گھر بکوا کر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی پڑوس میں رہ کر تو وہ اور آسانی سے بلال سے مل سکتی تھی" ریاض غفار ساجدہ خاتون سے بگڑتے ہوئے موڈ کو دیکھ کر کچھ خائف سے ہو گئے اس لیے بغیر بحث کیے بھناتے ہوئے انداز میں کمرے سے نکل گئے۔

"مجھے تو یہ سب اس کا ڈرامہ لگ رہا ہے" ساجدہ خاتون ان کے پیچھے دروازے کو دیکھتی رہ گئیں وہ اس موضوع پر ریاض کا غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد ان سے بات کرنا چاہ رہی تھیں مگر رات میں ایک بار پھر عائشہ ان کے کمرے میں آکر ایسے کھڑی ہو گئی جیسے کوئی اہم بات کرنا چاہ رہی ہو۔

ساجدہ خاتون ذکر میں مشغول تھیں اسے دیکھ کر تسبیح روک کر دھیمی آواز میں بولیں۔

"میں جانتی ہوں تم ریاض کی باتوں سے پریشان ہو فکر مت کرو میں اسے سمجھا لوں گی"

"آپ کو انہیں نہیں صرف خود کو سمجھانے کی ضرورت ہے" عائشہ کا لب و لہجہ آج کل انہیں بہت عجیب لگنے لگا تھا وہ سوالیہ انداز میں اسے ایسے دیکھنے لگیں جیسے اس کی بات کی وضاحت چاہ رہی ہوں۔

"شگفتہ بھابھی کا کہنا ہے ریاض بھائی غصے میں ضرور ہیں مگر وہ بھی بلال کے ساتھ میری شادی ہو جانے کے حق میں ہیں اب بس اگر صرف آپ مان جائیں تو سارا مسئلہ ہی حل ہو جائے"

"میں کیسے مان جاؤں؟ اپنی حالت یاد ہے تمہیں وہ لوگ تمہیں چار دن بھی برداشت نہیں کریں گے اور تم واپس میکے آکر بیٹھ جاؤ گی" ساجدہ خاتون کو ایک دم شدید غصہ آگیا۔

انہیں عائشہ کا اس طرح بے حیائی سے اپنی شادی کے معاملے میں بولنا ہی برا لگ رہا تھا اوپر سے یہ بے جا مطالبہ۔

ان کے غصہ ہونے پر عائشہ بھی تلملا کر بولی۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا میں بالکل ٹھیک ہوں وہاں جا کر بھی میں ٹھیک ہی رہوں گی"

"کہاں ٹھیک ہو تم؟ تمہاری حرکتوں سے لگ رہا ہے کہ تم ٹھیک ہو ایک بھوت سوار ہے تم پر اس شادی کا اور ـــ"

"میں بلال سے محبت کرتی ہوں آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں" عائشہ نے جھنجلا کر ان کی بات کاٹ دی۔

"شرم کرو عائشہ ایسی باتیں شریف لڑکیوں کو زیب نہیں دیتیں" ساجدہ خاتون کی برداشت جواب دینے لگی۔

"امی میں ـــ"

"میں اختر صاحب کو فون کر کے منع کر چکی ہوں" ساجدہ خاتون مزید اس کی بے شرمی پر مبنی گفتگو سننے کی تاب نہیں لا سکیں وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بڑی روانی سے جھوٹ بول گئیں۔

"کیا!" عائشہ ـــ دھک سے رہ گئی۔

"آپ ـــ آپ نے منع کر دیا ـــ لیکن بلال نے تو مجھے کچھ نہیں بتایا" وہ شاک میں گھری خود کلامی کے انداز میں بولی۔

"کیا تمہاری بات ہوتی ہے بلال سے" ساجدہ خاتون نے خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اپنے

سابقہ شاک میں گھرے لہجے میں بولی۔

"ہاں روز رات کو دو بجے کے بعد وہ مجھے فون کرتا ہے لیکن اس نے کل تو نہیں بتایا۔ کیا آپ نے آج ہی انکار کیا ہے؟"

"عائشہ عائشہ کچھ تو شرم کرو" ساجدہ خاتون تپ کر کچھ کہنے ہی والی تھیں کہ عائشہ پھٹ پڑی۔

"یہ کیا کیا آپ نے۔ جب میں نے بتا دیا تھا کہ میں بلال سے محبت کرتی ہوں تو آپ نے انہیں منع کیوں کر دیا۔

آپ کو پتا ہے بلال نے انہیں کتنی مشکلوں سے اس شادی کے لیے راضی کیا تھا ان کے ہاں خاندان سے باہر شادی نہیں ہوتی کتنے جتن کیے ہیں بلال نے انہیں خاندان سے باہر کی لڑکی لانے پر رضامند کرنے کے لیے" عائشہ پر ایک ہیجان طاری ہو گیا تھا۔

اس کے تواتر سے گرتے آنسو دیکھ کر ساجدہ خاتون کو لگا اسے پھر دورہ پڑنے والا ہے وہ اسے سنبھالنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

"میری بچی ـــ" انہوں نے اسے کندھوں سے تھامنا چاہا مگر عائشہ نے بے دردی سے ان کے ہاتھ جھٹک دیے۔

"مر گئی آپ کی بچی بند کریں یہ محبت اور ممتا کا ڈرامہ اگر آپ کو میری فکر ہوتی تو آپ کبھی انکار نہ کرتیں آپ نہیں جانتیں آپ کے انکار نے سب ختم کر دیا۔

بلال کے والدین بہت انا پرست ہیں اب آپ خود بھی رشتہ کرنا چاہیں گی تو وہ کبھی نہیں مانیں گے اور اگر بلال نے ان کی مرضی کے بغیر مجھ سے شادی کی تو وہ اسے گھر اور جائیداد ہر چیز سے بے دخل کر دیں گے بڑے کٹھور ہیں اس کے ماں باپ" عائشہ بری طرح روئے جا رہی تھی ساجدہ خاتون اس کی حالت غیر ہوتی دیکھ کر بوکھلا گئی تھیں۔

"عائشہ عائشہ ہوش کرو ـــ میں نے یہ سب تمہارے بھلے کے لیے کیا ہے اس گھر میں تمہیں ـــ"

"کچھ نہیں ہے اس گھر میں وہ سب صرف ایک ڈرامہ تھا" عائشہ بری طرح چیخ کر بولی ساجدہ خاتون بالکل سناٹے میں چلی گئیں پہلے تو انہیں لگا وہ غصے میں کہہ گئی ہے مگر جب ـــ بین کرتے ہوئے مزید کہنے لگی تب وہ دم بخود کھڑی اسے سنے گئیں۔

"وہ سب میں نے جان بوجھ کر کیا تھا نہ ہی مجھے کچھ نظر آتا تھا اور نہ میں کسی کے زیر سایہ تھی بلال نے کہا تھا اس کے والد ہمارا گھر خریدنا چاہتے ہیں مگر تمہاری والدہ ہر بار منع کر دیتی ہیں اختر انکل نے ذہن میں پورا نقشہ تیار کر رکھا تھا کہ انہیں ہمارے گھر کو گرا کر اپنے گھر میں کس طرح شامل کرنا ہے پورا ڈیزائن بنا کر اسکیم کب سے سوچ رکھی تھی مگر آپ تیار ہی نہیں ہوتی تھیں اور وہ اتنے انا پرست تھے کہ وہ چاہتے تھے اب آپ خود گھر بیچنے کی آفر کریں۔ تب بلال نے مجھ سے پوچھا کیا میں آپ کو گھر بیچنے پر رضامند کر سکتی ہوں اگر میں نے ایسا کر دیا تو اختر انکل مجھ سے بہت متاثر ہو جائیں گے اور بلال کے لیے غیر خاندان کی لڑکی کے لیے انہیں رضامند کرنا آسان ہو جائے گا۔

پھر میں نے وہ تمام حرکتیں شروع کیں جس سے آپ کو لگے کہ مجھ پر کوئی سایہ ہو گیا ہے اور میرے لیے کسی دوسرے گھر منتقل ہو جانا ہی بہتر ہے۔

ریاض بھائی ٹھیک کہہ رہے تھے اس دن جب کھڑکی میں انہوں نے مجھے بات کرتے دیکھا تھا تب میں واقعی بلال سے بات کر رہی تھی بلال انہیں میرے پیچھے موجود دیکھ کر فوراً" چھت سے ہٹ گیا اس کے ہٹنے پر میں بھی سمجھ گئی کوئی پیچھے آکھڑا ہوا ہے میں نے اس چویشن کو بھی کیش کرا لیا اور ریاض بھائی تک کو خوفزدہ کر کے رکھ دیا۔

سرونٹ کوارٹر میں، میں واقعی بلال سے ملنے جاتی تھی مگر اس رات آپ وہاں آگئیں آپ نے دروازہ کھولنے کے لیے جیسے ہی ہینڈل گھمایا ہم سمجھ گئے کوئی آگیا ہے بلال پیچھے والی کھڑکی سے باہر نکل جانا چاہتے تھے مگر آپ تب تک وہاں پہنچ گئیں تو بلال دروازے سے نکل گئے۔

آپ نے ان کے قدموں کی آہٹ بھی سنی مگر نسیم کے آجانے پر آپ سمجھ نہ سکیں کہ کوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گیا ہے ویسے بھی آپ کا عقیدہ صوت ریت پر اتنا زیادہ تھا کہ آپ انسانوں پر شک کر ہی نہ سکیں۔

اور اسی لیے آپ کو یقین ہوگیا کہ مجھ پر کچھ ہے بلال نے ہی اپنی ماسی کو اس پر اکسایا تھا کہ وہ ہماری ماسی سے پوچھے میں کیوں چھت پر کھڑی اپنے آپ سے باتیں کرتی ہوں کیوں ایک دم بے ہوش ہوجاتی ہوں وغیرہ۔

اسے تو خود ایسی باتوں کی بہت کھوج تھی بلال کے ذرا سا ذکر کرنے پر وہ تو خود ہی ٹوہ میں لگ گئی اور اس کی اسی عادت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بلال نے اس سے ایک پیر سائیں کا ذکر کیا کہ وہ بڑی بڑی کرامات کرسکتے ہیں مگر تم انہیں اپنے طور پر ساجدہ خاتون کے پاس بھیجنا اور میرا نام بھی بیچ میں مت آنے دینا ورنہ خواہ مخواہ وہ شرمندہ ہوں گے کہ ہمیں ان کی بیٹی کی حالت کے بارے میں پتا چل گیا ہے۔ اس ماسی کو بھلا کیا اعتراض ہوتا وہ تو خوشی خوشی ایسے کام کرنے کے لیے راضی ہوجاتی تھی تب اس جعلی پیر نے آکر وہی سب کیا جو بلال نے اس سے کہلوایا۔"

"جعلی پیر" ساجدہ خاتون بے یقینی سے اپنی اولاد کو دیکھ رہی تھیں جسے انہوں نے خود پیدا کرکے پال پوس کے بڑا کیا تھا لیکن آج انہیں لگ رہا تھا یہ تو کوئی اجنبی ہے اور وہ تو اسے جانتی تک نہیں ہیں۔

"جی ہاں! جعلی پیر! اس نے آپ کے سامنے منٹوں میں پانی کو برف بنادیا اور آپ حیران رہ گئیں حالانکہ "جعلی جبی" نام کی ایک بوٹی ہوتی ہے۔ جس کا رس نچوڑ کر اگر پانی میں ڈالا جائے تو پانی کچھ ہی منٹس میں برف میں تبدیل ہوجاتا ہے۔"

وہ بوٹی صرف پہاڑی اور سرسبز علاقوں میں ملتی ہے پتا نہیں کتنی مشکل سے بلال نے منگوائی تھی اور کتنی محنت سے اس ملعون کو پریکٹس کرائی تھی کہ وہ اس کا رس ہاتھ پر ایسے لگائے کہ آپ لوگوں کو ذرا بھی شک نہ گزرے اس نے خاص طور پر پان نکال کر اس وقت اسی لیے کھایا تھا۔

اس پیر نے تو جو محنت کی سو کی بلال نے اس انڈے پر تحریر لانے کے لیے جانتی ہیں کیا کیا تھا اس نے ایک اونس پھٹکری میں ایک پوائنٹ سرکہ ملا کر ایک محلول تیار کیا پھر اس کی تیلی سے "یہاں سے دور چلے جاؤ۔"

اس انڈے کے چھلکے پر لکھا اس طرح کے محلول کے سوکھنے کے بعد جب انڈے کو ابالو تو چھلکے پر لکھی تحریر انڈے کی سفیدی پر ظاہر ہوتی ہے۔ جبکہ چھلکے کو دیکھ کر کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا اس پر کچھ لکھا گیا ہے۔

کتنی محنت کی تھی بلال نے یہ ساری باتیں پتا کرنے کے لیے اس پیر سائیں کی کرامات دیکھتے ہی آپ اس گھر کو بیچنے کا فیصلہ کرلیں اور اختر انکل کی خواہش کے مطابق خود ان سے گھر خریدنے کی گزارش کریں۔

اختر انکل کو جب بلال نے یہ بتایا کہ عائشہ نے آپ کی خواہش کی خاطر اپنی والدہ کو گھر بیچنے کے لیے راضی کرلیا تو وہ مجھ سے کس قدر متاثر ہوگئے تھے انہوں نے ایک بار بھی ۔۔۔ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ آپ کی بیٹی کی وجہ سے ان کا یہ خواب پورا ہوا ہے بلکہ وہ مکمل طور پر انجان بنے رہے۔

لیکن۔۔۔ لیکن آپ نے سب کی محنت پر پانی پھیر دیا اتنے دنوں کی کوششوں اور جستجو کو ایک پل میں ختم کردیا اختر انکل کو یہ نہیں پتا کہ میں نے کیا کچھ کیا ہے ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے وہ تو سمجھ رہے ہیں کہ میں نے صرف آپ کو سمجھایا ہے اب آپ کے انکار کرنے پر وہ کبھی بھی دوبارہ دست سوال نہیں پھیلائیں گے ان کے خاندان میں لڑکیوں کی کوئی کمی تھوڑی ہے وہ تو۔۔۔" عائشہ پر نفسیاتی دورہ پڑ گیا تھا وہ نان اسٹاپ بولے جارہی تھی وہ سانس لینے کے لیے بھی نہیں رک رہی تھی۔

ساجدہ خاتون بت بنی اسے دیکھ رہی تھیں بار بار وہ انہیں جتا رہی تھی کہ اس نے کتنی محنت کی کتنی تکلیف اٹھائی۔

ایک بار بھی اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اس نے انہیں کتنی تکلیف دی! انہیں ذہنی' جذباتی اور جسمانی ہر طرح سے اذیت میں مبتلا رکھا ان کی راتوں کی نیند ان کی بھوک پیاس سب اڑ گئی تھی وہ ہروقت عبادت میں مشغول رہتیں اس پر دم کیے جاتیں۔

اور سب سے بڑھ کر اس گھر کو بیچنے کا فیصلہ انہوں نے کس دل سے کیا تھا یہ صرف وہی جانتی تھیں گھر چھوڑنے سے ایک رات پہلے اپنے کمرے کی دیوار سے لپٹ کر باقاعدہ روئی تھیں ان کے شوہر مرحوم نے کتنے شوق اور چاؤ سے اس گھر کو خریدا تھا انہوں نے اپنا زیور تک بیچ دیا تھا اس گھر کو بنانے میں اس گھر کی بنیادیں ان کے ارمان اور چاؤ پر ٹکی تھیں یہ صرف وہ جانتی تھیں یا ان کا رب۔

اس لیے اس وقت ان کے دکھ کی انتہا بھی صرف وہی سمجھ سکتی تھیں یا ان کا رب۔

عائشہ تو انجان بنی اپنے دل کا غبار ہلکا کر رہی تھی اور نہ جانے کب تک کرتی رہتی کہ ساجدہ خاتون لہرا کر زمین پر گر پڑیں تو وہ چونک کر ان کی طرف لپکی مگر وہ تب تک ہوش و خرد سے بے گانہ ہو چکی تھیں۔

☆ ☆ ☆

چھوٹا سا کوئی کھلونا یا کانچ ایک گلاس بھی اگر ٹوٹتا ہے تو آواز ہوتی ہے چار لوگ سنتے ہیں۔ لیکن ایک پورے کا پورا انسان ٹوٹ جائے اس کی ہستی کا سارا غرور کرچی کرچی ہو جائے مگر کسی کو پتا تک نہیں چلتا۔ ساجدہ خاتون بھی بالکل ایسے ہی ڈھے گئی تھیں جیسے سب ختم ہو گیا ہو۔

انہیں کسی طور یقین نہیں آرہا تھا ان کی اپنی بیٹی' ان کی اپنی اولاد' ان کے اپنے خون نے ان کے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کیا تھا۔

بلال کے والد کو خوش کر کے ان کی نظروں میں عظیم بننے کے لیے اس نے اپنی ماں کو اتنے دنوں تک سولی پر لٹکائے رکھا اور ان کی اس گھر سے دلی وابستگی جانتے ہوئے بھی اسے بکوا دیا۔

اگر بلال اس سے محبت کرتا تھا تو اسے چاہیے تھا وہ اپنے والدین کو آہستہ آہستہ عائشہ کے لیے راضی کرتا ساجدہ خاتون کو بے وقوف بنا کر ان کے جذبات سے کھیل کر ان کے شوہر کی یادوں کو چھین کر اپنی محبت کے لیے راہ ہموار کی تو یہ تو سراسر خود غرضی پر مبنی ایک سازش ہوئی۔

مگر وہ بلال کو کیا الزام دیتیں جب اپنا ہی سکہ کھوٹا ہو۔

انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور دو دن وہ آئی سی یو میں رہی تھیں پھر کہیں جا کر وہ نارمل روم میں شفٹ ہوئی تھیں۔

آنکھ کھلنے پر جب انہوں نے کچھ کہنا چاہا تو ریاض غفار ان کے قریب چلے آئے اور انہیں روک دیا۔

"کچھ مت کہیں میں سب جانتا ہوں شگفتہ نے آپ کے اور عائشہ کے مابین ہوئی ساری گفتگو سن لی تھی دل تو چاہتا ہے عائشہ کا گلا گھونٹ۔" ساجدہ خاتون کے چہرے پر کرب پھیلتے دیکھ کر ریاض غفار نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"عائشہ آپ سے ملنا چاہ رہی تھی مگر میں نے صاف منع کر دیا' اسے بلال سے پتا چل گیا ہے کہ آپ نے رشتے سے انکار نہیں کیا ہے شاید اسی لیے تھوڑی سی شرمندہ ہے یا پھر شرمندگی کی ایکٹنگ کر رہی ہے مجھے تو اب اس پر بھروسہ ہی نہیں ہے" ریاض غفار سخت برہم تھے۔

"...ڈاکٹر صاحب اور ان کی بیوی کو میرے پاس بلاؤ" ساجدہ خاتون نے نحیف سی آواز میں کہا۔

"وہ آپ کو دیکھنے آئے تھے آپ ہوش میں نہیں تھیں" ریاض غفار بولے۔

"نہیں ملنے نہیں' انہیں بلاؤ میں عائشہ کا نکاح کر کے اسے ابھی رخصت کر دینا چاہتی ہوں۔" ساجدہ خاتون کی بات پر ریاض غفار چونک اٹھے۔

"آپ اتنا کچھ ہونے کے باوجود اس کی شادی بلال سے کرنے پر رضامند ہیں"

"بلال کی کیا غلطی ہے' جو کیا ہے عائشہ نے کیا ہے اور مجھے اب اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔" ساجدہ خاتون کے لہجے میں برسوں کی تھکن تھی۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا اس کی فوراً شادی کر دینی چاہیے جو کچھ اس نے کیا ہے اس کے بعد اس سے کسی بھی چیز کی امید کی جا سکتی ہے وہ عزت سے اپنے گھر کی ہو جائے تاکہ ہماری جان چھوٹے۔ مگر میں بلال سے اس کی شادی نہیں ہونے دوں گا ایسے تو اسے کوئی دکھ ہی نہیں ہو گا وہ جو چاہ رہی ہے اسے مل جائے گا" ریاض غفار سخت نالاں تھے۔

"یہی فرق ہوتا ہے اولاد میں اور ماں باپ میں۔ اس نے میرے ساتھ جو بھی کیا میں تب بھی یہ نہیں چاہوں گی کہ اسے کوئی تکلیف پہنچے وہ جو چاہتی ہے اسے مل جائے۔

ویسے بھی وہ ایسی لڑکی نہیں ہے۔ جو کسی کے ساتھ بھی رخصت ہو کر چل پڑے اس کی شادی بلال سے ہو یہی ہم سب کے حق میں بہتر ہے اور جتنی جلدی ہو جائے یہی بہترین ہے" ساجدہ خاتون بہت دل برداشتہ لگ رہی تھیں۔

ریاض غفار ان کی بات پر خاموش ہو گئے وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں کیا فائدہ تھا خود کا تماشا بنانے کا۔ ابھی بلال ہی سے نکاح کر کے اسے بلال کے ساتھ رخصت کر دینے میں کسی کو احساس بھی نہیں ہو گا کہ ان کی بیٹی نے انہیں کس طرح ایذاء پہنچائی ہے سب یہی سمجھیں گے کہ ساجدہ خاتون نے اپنی بیماری سے گھبرا کر بن باپ کی بچی کو فوراً" رخصت کر دیا اپنا بھرم بھی رہ جاتا اب ایک ایک کو پکڑ کر تو عائشہ کی حرکتیں نہیں بتائی جا سکتی تھیں۔

☆ ☆ ☆

عائشہ نے جو چاہا وہ اسے مل گیا بلال کو پا کر وہ بہت خوش تھی بس ایک افسوس تھا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہو گئی تھی مگر اسے پتا تھا والدین زیادہ دیر اولاد سے روٹھ نہیں سکتے وقت گزرنے کے ساتھ وہ خود ہی مان جائیں

گے
لیکن اسے امید نہیں تھی وقت اسے اس طرح دغا دے جائے گا
ساجدہ خاتون نے اگلے ہی دن ہاسپٹل میں ہی اس کا نکاح کر کے اسے بلال کے ساتھ رخصت کر دیا۔ ... صاحب اور ان کی بیوی کی شدید خواہش تھی کہ ان کے اکلوتے بیٹے کی شادی روایتی دھوم دھام سے ہو ... نازک حالت کے پیش نظر خاموش رہے' انہوں نے یہی سوچا ساجدہ خاتون اس وقت بیماری کے باعث ... ہو رہی ہیں ان کے ٹھیک ہونے کے بعد وہ شاندار ولیمہ کرلیں گے۔
مگر ایک پلاننگ انسان کر رہا ہوتا ہے اور ایک پلاننگ اللہ تعالیٰ کر رہا ہوتا ہے نکاح کے تیسرے دن ان کی طبیعت پھر خراب ہو گئی اور پھر وہ تین دن تک آئی سی یو میں رہ کر ہمیشہ کے لیے اس دار فانی سے چلی گئیں۔
عائشہ جو کہ اب عائشہ اختر ہو چکی تھی' ان کی موت پر ششدر رہ گئی اسے پتا تھا اس کی حرکت سے امی کو دکھ ہوگا لیکن وہ یہ دکھ برداشت ہی نہیں کر پائیں گی یہ تو اسے امید ہی نہیں تھی وہ تو ان سے ڈھنگ سے معافی بھی نہیں مانگ سکی تھی' ریاض غفار نے اسے اکیلے میں ان سے بات ہی نہیں کرنے دی تھی بس نکاح کے بعد ... صاحب ان کی بیوی اور ان کے بڑے بھائی بھابھی کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے ریاض غفار باتوں میں مصروف ہو گئے تھے شگفتہ غفار بھی باہر کوریڈور میں ان کے ساتھ کھڑی تھیں تب عائشہ ساجدہ خاتون کو اکیلا پا کر ان کے پاس چلی آئی تھی۔
"امی مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کا بہت دل دکھایا ہے" ساجدہ خاتون نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں سامنے دیوار کو دیکھتی رہیں۔
"امی پلیز مجھ سے ناراض مت ہوں میں" عائشہ کچھ کہہ ہی رہی تھی کہ شگفتہ غفار کمرے میں آگئیں۔
"تم پھر امی کو پریشان کرنے آگئیں تمہیں منع کیا ہے نا انہیں ڈسٹرب مت کرو۔"
"بھابھی آپ ہم دونوں کے بیچ مت آئیں میں اپنی ماں سے بات کر رہی ہوں آپ کمرے سے باہر چلی جائیں" عائشہ بڑی بدتمیزی سے بولی اس سے پہلے کہ شگفتہ غفار کچھ بولتیں' ساجدہ خاتون بیماری کے باوجود بولے غصے میں بولیں۔
"زبان سنبھال کر بات کرو عائشہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے جس کے ساتھ تم کچھ بھی کرلوگی اور وہ پلٹ کر کچھ نہیں کہے۔ اگر شگفتہ بولنے پر آگئی تو نئی نئی سسرال میں دو منٹ میں عزت اتر جائے گی" شگفتہ غفار کے سامنے ساجدہ خاتون کا اس طرح ٹوکنا عائشہ کو سلگا گیا وہ ایکدم تنک کر بولی۔
"میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے میری عزت اتر جائے ہاں آپ کا دل ضرور دکھایا ہے تو اس کی معافی مانگنے آئی ہوں۔"
"معافی تم اس حرکت کی مانگ رہی ہو جس پر تم ذرا بھی شرمندہ نہیں ہو۔ خالی خولی الفاظ ادا کرنے سے معافی کبھی نہیں ملتی اور پھر جس نقصان کا تم ازالہ نہیں کرسکتیں اس پر معافی مانگنے سے کیا ہوگا۔
جب میرا دل تمہاری طرف سے صاف نہیں ہے تو صرف "معاف کیا" کہہ دینے سے کیا تمہیں معافی مل جائے گی؟" ساجدہ خاتون کہتی چلی گئیں عائشہ' شگفتہ غفار کے سامنے اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی وہ خاموشی سے لب کاٹنے لگی وہ نہیں چاہتی تھی ساجدہ خاتون اسے شگفتہ غفار کے سامنے ذلیل کریں ساجدہ خاتون کا ایسا کوئی ارادہ بھی نہیں تھا لیکن اسے سر جھکائے کھڑا دیکھ کر انہیں اپنے کہے پر پچھتاوا ہونے لگا۔
آخر ماں تھیں نا فوراً بیٹی کے لیے دل پسیج گیا ناراضی اپنی جگہ مگر وہ اس کا اترا ہوا چہرہ برداشت نہیں کر سکی تھیں تب ہی اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگیں۔

"غلطی پر معافی مل جاتی ہے عائشہ' لیکن سوچے سمجھے منصوبے پر بھلا کیا معافی ملے گی اور پھر جو انسان سزا نہیں دے سکتا اس کی معافی بھی کوئی معنی نہیں رکھتی۔
تم نے ایک مکان کو حاصل کرنے کے لیے ایک انسان کا اور خاص طور پر ایک ماں کا دل دکھایا ہے' تمہیں اس مکان میں بھی سکون نہیں ملے گا۔" عائشہ چونک کر ساجدہ خاتون کو دیکھنے لگی۔
"میں تمہیں بددعا نہیں دے رہی لیکن میرا دل کہہ رہا ہے' تمہیں ایک دن اس تکلیف کا احساس ضرور ہوگا جو تم نے مجھے پہنچائی ہے حالانکہ میری دعا ہے' تمہیں کبھی اس عذاب سے نہ گزرنا پڑے' جس سے میں گزری ہوں۔
جوان بیٹی کے اوپر آسیب کا سایہ ہونا یا اس کا ذہنی مریضہ ہونا ایک ماں کے لیے کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے یہ صرف وہی سمجھ سکتا ہے جس نے یہ سب جھیلا ہو" ساجدہ خاتون بولتے بولتے تھک گئیں تو انہوں نے ہانپنا شروع کر دیا شگفتہ غفار نے فوراً آگے بڑھ کر پانی کا گلاس ان کے منہ سے لگا دیا اختر صاحب کی بیوی کے کمرے میں آجانے پر یہ سلسلہ کلام ختم ہو گیا ویسے بھی عائشہ کے پاس بولنے کے لیے بچا ہی کیا تھا وہ خاموشی سے کمرے سے نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

ساجدہ خاتون کے انتقال کا عائشہ کو بہت دکھ ہوا تھا وہ تو یہ سوچے بیٹھی تھی کہ کچھ مہینوں کی بات ہے پھر وہ ساجدہ خاتون کو منا لے گی مگر اب تو اس کا میکا ہی ختم ہو گیا تھا۔
ریاض غفار اس کی شکل تک دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور پھر شگفتہ غفار بھی ایسی مزاج نہیں تھیں جو دو روٹھے ہوئے افراد کے بیچ صلح صفائی کراتیں وہ تو بالکل ہی بے نیاز ہو کر بیٹھ گئی تھیں۔
بلال اختر بہت اچھے ثابت ہوئے تھے لیکن جیسا کہ بلال نے بتایا تھا کہ اس کے والدین بڑے انا پرست اور قدرے ضدی ہیں تو وہ دونوں واقعی اس کے لیے بڑی ٹیڑھی کھیر ثابت ہوئے تھے۔
انہیں ہر بات پر سوال اور ہر بات پر اعتراض کرنے کی عادت تھی اس کے برعکس عائشہ کسی قسم کی وضاحت اور صفائی دینے کے بالکل عادی نہیں تھی وہ جلد ہی اس ماحول میں گھبرانے لگی اور ایک دن تو وہ گویا سن ہو کر رہ گئی جب اس کی ساس نے کھانا کھاتے وقت اچانک اس سے پوچھا۔
"عائشہ میں نے سنا ہے تم پر شادی سے پہلے کسی آسیب کا سایہ تھا۔ کیا یہ سچ ہے؟"
(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے گی۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، شکیل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسکی خوشی میں نمل ان دونوں کو ہلٹن میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم زکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں ہلٹن میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔ اب آگے پڑھیں۔

بتیسویں قسط

www.paksociety.com

"ج ــــ جی۔" عائشہ اختر کی سمجھ میں نہ آیا اس عجیب و غریب سوال کا کیا جواب دے۔ وہ ہونق بنی اپنی ساس کو دیکھتی رہی جن کی نظریں اسے اپنے جسم کے آرپار ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"کچھ بولتی کیوں نہیں تم پر کوئی سایہ تھا اور تمہارے گھر والوں نے ہمیں بتایا تک نہیں۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے یہ سب آپ سے کس نے کہا۔" عائشہ اختر نے ایک دم تنک کر کہا تو وہ بھی جلال میں آگئیں۔

"جھوٹ مت بولو تم پر کوئی اثر تھا اور تمہارا روحانی علاج بھی ہوتا تھا بلکہ مجھے تو لگتا ہے تمہاری والدہ اسی لیے اچانک وہ گھر بھیجنے پر راضی ہو گئیں ورنہ ہم نے کتنی بار آفر کی تھی وہ ہر بار مسترد کر دیتیں پھر ایک دم انہیں گھر بھیجنے کا خیال کیوں آگیا وہ بھی اتنی جلدی میں۔" ان کا لب و لہجہ دیکھ کر عائشہ بھی غصے میں آگئی۔

"میں کوئی جھوٹ نہیں بول رہی مجھ پر کوئی اثر نہیں تھا۔" وہ ان کے گھر بھیجنے والی بات گول کر گئی تو انہیں بھی پتنگے لگ گئے۔

"اثر نہیں تھا ہونہہ مجھے تو لگتا ہے ابھی بھی تم پر کسی کا سایہ ہے جب ہی تو بات کرنے کی تمیز نہیں ہے۔"

"میں نے کون سی بدتمیزی کی ہے اور آپ بتاتی کیوں نہیں یہ ساری بکواس آپ سے کس نے کی ہے۔"

"بلال نے خود مجھے بتایا ہے کہ تم پر کوئی اثر تھا" وہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولیں تو عائشہ اختر ششدر رہ گئی وہ بالکل خاموش ہو گئی اور اس کی ساس اس کی خاموشی کو اس کی رضامندی سمجھتے ہوئے بڑبڑانے لگیں۔

"حد ہوتی ہے دھوکے بازی کی اتنی بڑی بات بھی کوئی چھپاتا ہے بھلا" وہ تو کھانا کھا کر اٹھ کر چلی گئیں جبکہ عائشہ اختر کے لیے نوالہ حلق سے اتارنا مشکل ہو گیا۔

وہ بے چینی سے شام کا انتظار کرنے لگی کہ کب بلال اختر آئیں اور وہ ان سے پوچھے کہ انہوں نے اپنی ماں سے یہ سب کیوں کہا۔

شام کو جب بلال اختر گھر آئے تو خلاف معمول عائشہ اختر بڑے سادہ سے حلیے میں تھی ورنہ عموماً وہ شام کو بڑے اہتمام سے تیار ہو کر بلال اختر کا انتظار کرتی تھی کہ وہ آتے ہی اس کی تعریف میں قصیدہ گو ہو جائیں مگر اس وقت تو اس کے چہرے پر پھیلی خفگی دیکھ کر بلال اختر چونک گئے۔

"کیا بات ہے یہ آج ہمارا چاند ماند کیوں پڑ گیا ہے" بلال اختر نے خواہ مخواہ کی شاعری کرنے کی کوشش کی۔

"آپ نے اپنی ماں سے یہ کیوں کہا کہ مجھ پر کوئی سایہ تھا۔" عائشہ اختر میں اتنا صبر نہیں تھا کہ وہ بات کو گھما کر پوچھتی اس نے سیدھا ہی پوچھ لیا تو بلال اختر حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔

"میں نے آپ کی خاطر کیا نہیں کیا۔ اتنی اداکاری کرتا وہ بھی اپنے گھر والوں کے سامنے کہ گھر گھر نہ رہے اسٹیج ڈرامہ بن جائے کس قدر کٹھن ہے آپ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

میری ماں کو کتنا بڑا شاک پہنچا ہے میری وجہ سے کہ وہ اس دنیا سے چلی گئیں میرے بھائی بھابھی نے مجھ سے ملنا چھوڑ دیا اور آپ نے یہ صلہ دیا مجھے میری اتنی قربانیوں کا" عائشہ اختر کی آواز میں آنسو بول رہے تھے۔

"میں نے ایسا کیا کر دیا جو تم مجھے یہ سب گنوانے بیٹھ گئیں" بلال اختر بالکل ہونق بنے ہوئے تھے۔

"آپ نے اپنی والدہ کو بتایا ہے کہ مجھ پر کوئی سایہ تھا اور میرا روحانی علاج ہوتا تھا یہ سب میں نے آپ کے لیے کیا اور آپ نے ہی مجھے سسرال میں سب کی نظروں میں دو کوڑی کا کر دیا۔" عائشہ اختر شاکی نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو مجھے کیا ضرورت ہے یہ سب اماں کو بتانے کی۔ کیا مجھے نہیں پتا ان کا مزاج کیسا ہے۔ انہیں تو اگر بھنک بھی پڑ گئی کہ تم پر کوئی سایہ تھا چاہے وہ حقیقت تھی یا مذاق وہ تمہیں اپنے بیٹے سے چمٹی کوئی چڑیل سمجھنے لگیں گی۔ جب تک تم خود ہو تمہیں ان کی نظر میں ساس ایک چڑیل تھی اور جب سے وہ ساس بنی ہیں ان کی نظر میں ہر بہو ایک چڑیل ہوتی ہے۔" بلال اختر اپنی بات پر خود ہی ہنس دیے۔

عائشہ اختر کو ان کا اپنی ماں کے متعلق اس طرح بہو کہنا بڑا اچھا لگا اس کا موڈ قدرے خوشگوار ہو گیا مگر ناراضی بدستور باقی تھی چنانچہ نخرے بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"تو پھر اماں کو یہ سب کس نے بتایا یہ بات آپ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا۔" بلال اختر کسی سوچ میں ڈوب گئے۔

"ہماری ماسی جانتی تھی جس کے ذریعے میں نے پیر بابا کو تمہارے گھر بھیجا تھا۔" عائشہ اختر ایک دم چونک اٹھی۔

"مگر وہ تو کام چھوڑ کر جا چکی ہے بلکہ آپ نے تو اس کا انتخاب ہی اسی لیے کیا تھا کہ وہ جانے والی ہے۔"

"ہاں میں نے اس معاملے میں بڑی احتیاط برتی تھی اسے اپنے مقصد میں استعمال کرتے وقت بھی میں نے اسے راز میں شامل نہیں کیا بلکہ اس کے سامنے تمہارا ذکر اس طرح کیا کہ وہ خود ہی مشکوک ہو کر تمہاری کھوج میں لگ جائے اور اس پیر سائیں کے متعلق بھی اسے ہی بتایا تھا کہ وہ فوراً" تمہاری ماسی کو بتا دے ایسا کرنے سے اس کی اپنی مرادیں پوری ہو جائیں گی بشرطیکہ وہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے اور اس نے کیا بھی نہیں۔ تم لوگوں کے گھر بھیجنے سے پہلے ہی وہ اپنی بیٹی کی شادی کرنے اپنے گاؤں لوٹ گئی۔ لیکن کچھ دن پہلے ہی تو اماں نے بتایا تھا کہ وہ واپس لوٹ آئی ہے اس کی بیٹی کسی آشنا کے ساتھ فرار ہو گئی اور پوری برادری میں اس کی ناک کٹ گئی۔ لہٰذا وہ واپس شہر آگئی ہے گاؤں میں رہ کر لوگوں کے طعنے سننے سے بہتر ہے شہر آکر کام کروں" بلال اختر کی بات پر عائشہ اختر پریشان ہو کر بولی۔

"تو کیا اماں نے اسے واپس کام پر رکھ لیا۔"

"نہیں ـــ یہی تو اماں بتا رہی تھیں کہ اس کی جگہ جو دوسری ماسی رکھی ہے جب وہ اچھا کام کر رہی ہے تو اسے ہٹا کر کسی اور کو رکھنا ٹھیک نہیں۔ میں خود نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ واپس آئے میں نے بھی ان کی بات کی حمایت کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ پہلے تو بڑے شوق سے گاؤں واپس جا رہی تھی کہ غیروں میں رہتے رہتے تھک گئی اپنوں میں رہوں گی۔

اپنوں کے پاس سے دو دن میں بھاگ آئی ہے اب کل کو اس کی بیٹی واپس آگئی تو وہ پھر لوٹ جائے گی۔ لیکن مجھے لگتا ہے وہ اماں کے پاس دوبارہ بات کرنے آئی ہوگی اماں کی بھی تو عادت ہے ہر ایک سے گھنٹوں گپ ہانکنے کی انہوں نے میری شادی کا ذکر کیا ہوگا اور اس نے آگے سے ساری روداد سنا دی ہوگی۔" بلال اختر اندازے نہیں لگا رہے تھے بلکہ حقیقت بیان کر رہے تھے اس کے علاوہ اور کوئی بات ممکن ہی نہیں تھی۔ عائشہ اختر فکر سے انہیں دیکھنے لگی۔

"اب کیا ہوگا وہ تو اماں کو سب کچھ بتا دے گی۔"

"بتا دے گی نہیں 'بتا چکی ہوگی۔ یہ تو میں آفس سے سیدھا تمہارے پاس آگیا ہوں ورنہ اماں کے پاس جاتا تو وہ یہی ساری تفصیل سناتیں۔" بلال اختر بستر پر دراز ہوتے ہوئے بولے۔

"تو ـــ تو آپ ابھی اور اسی وقت ان کے پاس جائیں اور بتا کریں اس مصیبت ماری ماسی نے انہیں کیا کیا بتایا ہے۔" عائشہ اختر ان کے سر پر آکھڑی ہوئی۔

"اس ماسی نے تو اپنی طرف سے بھی جانے کیا کچھ کہہ دیا ہوگا ابھی تو بالکل موڈ نہیں ہے کوئی بے سرپیر کی کہانی سننے کا۔" بلال اختر نے جمائی لیتے ہوئے کاہلی سے کہا۔

"بلال میں یہاں اتنی پریشان ہوں اور آپ کو موڈ کی پڑی ہے فوراً" تھمیں اور جائیں اماں کے پاس" عائشہ اختر نے بری طرح ان کا کندھا جھنجوڑ ڈالا تو انہیں اٹھتے ہی بنی۔

اور پھر واقعی ان کی توقع کے مطابق ماسی نے بہت کچھ اپنے پاس سے جمع کر کے اماں کو ایک فرضی کہانی سنائی تھی جس پر اماں آنکھ بند کر کے ایمان لے آئی تھیں۔ بلال اختر نے جب انہیں سمجھانا چاہا تو وہ ان ہی پر بگڑ گئیں۔

"تمہیں پتا تھا اس کی حالت کے بارے میں پھر بھی تم نے اس سے شادی کر لی ارے تمہیں نہیں پتا ایسے آسیب زندگی بھر عورت پر سوار رہتے ہیں ابھی شادی کو زیادہ دن نہیں ہوئے ہیں اس لیے تمہیں اندازہ نہیں لیکن دیکھنا آہستہ آہستہ تمہیں اس کی حالت کا پتا چلے گا پھر تمہیں پچھتاوا ہو گا اس آسیب زدہ کو گھر میں لانے پر ایسی عورتوں کے ساتھ بڑی تباہیاں لگی ہوتی ہیں اب دیکھو ہمارے گھر میں کون کون سی مشکلیں آئی ہیں۔" اماں بری طرح پریشان تھیں۔

بلال اختر بھی فکر مند ہو گئے وہ اپنے دام میں خود ہی پھنس گئے تھے۔ انہوں نے ہی تو کہا تھا عائشہ اختر سے بھوت پریت' آسیب' روحیں نہ جانیں یہ سارے وہم ایسے ہوتے ہیں کہ ایک بار کسی کے ذہن سے چمٹ جائیں تو پھر وہ معمولی سی تکلیف کو بھی اسی سے وابستہ کر دیتے ہیں۔

اور آج ان کی اپنی اماں ان کی بیوی کی جانب سے ایسے ہی وہم میں مبتلا ہو گئی تھیں کہ بلال اختر کو انہیں مطمئن کرنا ناممکن لگ رہا تھا وہ تو اگر سچ بھی بتا دیتے تب بھی وہ یہی کہتیں کہ واقعی عائشہ اختر پر کوئی آسیب تھا اس نے کوئی ڈرامہ نہیں کیا بلکہ ڈبل گیم کھیلا ہے۔

ایک طرف وہ بلال کو بے وقوف بناتی رہی کہ میں اپنی ماں کو بے وقوف بنا رہی ہوں اور دوسری طرف ساس کو بے وقوف بناتی رہی کہ گھر بک جائے تو سب سننے کے بعد یہی کہیں گی۔

یہ بہو تو بہت ہی مکار اور چالاک عورت ہے۔ جس پر آسیب کا سایہ بھی ہے تب ہی تو بھائی بھابھی نے شادی کے بعد سے کبھی پلٹ کر پوچھا تک نہیں۔ وہ خوفزدہ ہو کر اس سے جان چھڑائے بیٹھے ہیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے ایک ایسی لڑکی کو گھر میں رکھنے کی۔ تم بھی اس سے چھٹکارا پالو اس سے پہلے کہ اس کی نحوست ہمارے گھر کے سکون و چین کو تباہ کر دے وغیرہ وغیرہ۔

اور واقعی آنے والے دنوں میں ان کے تمام خدشات بالکل درست ثابت ہوئے اماں اٹھتے بیٹھتے ہر وقت عائشہ اختر کے طور طریقوں پر غور کیے جاتیں عائشہ اختر کو ذرا سی چھینک بھی آجاتی یا دن بھر کی مصروفیت میں ذرا بھی کسی کام کو تاخیر ہو جاتی وہ فوراً "بین" شروع کر دیتیں۔

"ضرور اس آسیب کا ہاتھ ہو گا عائشہ کا اپنے اوپر کوئی اختیار تھوڑی ہے جو وہ آسیب چاہے گا عائشہ وہی کرے گی اللہ بچائے ایسے لوگوں سے" کھانے میں نمک ذرا بھی کم یا زیادہ ہو جاتا انہیں فوراً" فکر لاحق ہو جاتی۔

"ضرور اس آسیب کو ایسے کھانے پسند ہوں گے تب ہی وہ عائشہ سے ایسے کھانے پکواتا ہے۔" ایک ہفتے میں ہی عائشہ اختر اس صورت حال پر بری طرح روہانسی ہو گئی۔

"بلال میں پاگل ہو جاؤں گی آپ کچھ کہتے کیوں نہیں اپنی ماں سے۔"

"کتنی بار تو کہہ چکا ہوں اس ماسی نے جھوٹ بولا تھا ایسی کوئی بات نہیں ہے مگر وہ تو مان چکی ہیں کہ تم پر سایہ ہے۔ تم ان کی باتوں پر دھیان دینا چھوڑ دو۔"

"کیسے چھوڑ دوں چوبیس گھنٹے وہ یہی گفتگو کرتی ہیں" عائشہ اختر جھنجلا کر بولی تو بلال اختر بھی موضوع بدلتے ہوئے کہنے لگے۔

"ارے دفع کرو یہ دیکھو میں نے ایک بہت اچھا آرکیٹیکٹ ہائر کیا ہے وہ اس گھر کا پورا نقشہ ہی چینج کر دے گا"

بلال اختر نے بڑے جوش کے عالم میں ایک رول کیا ہوا بڑا سا کاغذ کھول کر عائشہ اختر کے سامنے بچھا دیا۔ وہ نقشے کی لائنوں پر انگلی رکھ کر اسے گھر کی ساری تبدیلیاں سمجھانے لگے جسے سننے کے بعد عائشہ اختر سہم سے انداز میں بولی۔

"اس طرح میرے ابا کا بنایا گھر تو پورے کا پورا گر جائے گا۔"

"ارے کہاں بھئی سارا گھر ویسے کا ویسا ہی رہے گا ہاں کچھ کمرے توڑنے پڑیں گے۔ اب اس گھر کو اس گھر سے ملانا ہے تو اتنا تو کرنا پڑے گا نا ورنہ یہ دو الگ گھر لگیں گے اور دونوں ہی گھروں کی خوب صورتی ختم ہو جائے گی۔" بلال اختر نے رسانیت سے کہا تو عائشہ اختر بولی کچھ نہیں مگر اس کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ اس سے متفق نہیں تب بلال اختر اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور عائشہ اختر کا ہاتھ پکڑ کر بولے۔

"ادھر آؤ۔" وہ عائشہ اختر کو اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے بولے مگر عائشہ اختر کسل مندی سے بستر پر بیٹھی رہی۔

"کیا بات ہے یہیں بیٹھے بیٹھے بتا دیں نا۔"

"تم آؤ تو سہی۔" بلال اختر نے اسے اٹھا کر ہی دم لیا اور سست روی سے چلتی عائشہ اختر کو کھڑکی میں لے آئے جو گھر کے پچھلے حصے کی جانب کھلتی تھی۔

"میں نے آرکیٹیکٹ کو صاف بتا دیا ہے کہ لائن سے بنے ان سرونٹ کوارٹرز کو ہرگز ہاتھ مت لگانا پورے گھر کی از سر نو تعمیر ہو گی مگر یہ ایسے کے ایسے ہی رہیں گے جانتی ہو کیوں؟" عائشہ اختر سوالیہ انداز میں انہیں دیکھنے لگی۔

"کیونکہ ان سرونٹ کوارٹرز سے ہی ہماری محبت شروع ہوئی تھی۔ یاد ہے تمہیں جب تم پہلی دفعہ مجھ سے ملنے آئی تھیں تو تم کتنی ڈری ہوئی تھیں جیسے میں کوئی لفنگا بدمعاش ہوں پھر آہستہ آہستہ تمہارا ڈر نکل گیا پھر تو تم کتنے آرام سے مجھ سے یہاں بیٹھ کر باتیں کیا کرتی تھیں۔" بلال اختر عائشہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں کہتے گئے۔

جبکہ عائشہ اختر کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھومنے لگا جب ساجدہ خاتون اس کے پیچھے اس سرونٹ کوارٹر میں آئی تھیں۔ کس قدر پریشان ہو گئی تھیں وہ آدھی رات کو عائشہ کو اس طرح سرونٹ کوارٹر میں دیکھ کر۔

"میری محبت کی سچائی کو مانتی ہو نا میں نے اتنی رات گئے تمہیں وہاں بلایا مگر کبھی تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔" بلال اختر خوشی خوشی بولے لیکن عائشہ اختر کا ذہن کہیں اور اٹکا ہوا تھا۔

بلال اختر نے اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی مگر اس نے تو ساجدہ خاتون کے اعتماد کو مٹی میں ملا دیا۔ کیا فائدہ تھا اس نام نہاد پاکیزگی کا جب وہ اپنی ماں اور بھائی بھابھی کی نظروں میں ہی محترم نہیں رہی۔

"میں ان سرونٹ کوارٹرز کو ختم کر کے اپنی حسین یادوں کو نہیں مٹا سکتا۔" بلال اختر عائشہ اختر کا ہاتھ دباتے ہوئے بڑے جذب سے بولے تو عائشہ اختر نے بے اختیار اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

اس کے لیے اس سرونٹ کوارٹر سے وابستہ ایک واقعہ ان ساری یادوں کا حسن چھین چکا تھا۔ مگر اسے ضمیر کی یہ ملامت کچھ خاص اچھی نہیں لگی تبھی اپنا دھیان بٹاتے ہوئے کہنے لگی۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے بلال لیکن میرے لیے اس وقت سب سے اہم آپ کی والدہ کا رویہ ہے میں بہت بڑے ذہنی کرب سے گزر رہی ہوں ان کی باتیں مجھے ہر وقت ٹارچر کرتی ہیں۔ آپ کی محبت یہ ساری یادیں میرے لیے ثانوی حیثیت اختیار کرتے جا رہے ہیں بس مجھ پر ایک ہی دھن سوار ہے کسی طرح آپ کی والدہ مجھے آسیب زدہ سمجھنا چھوڑ دیں۔" بلال اختر خاموشی سے عائشہ کو دیکھے گئے جو شکل سے بالکل نڈھال لگ رہی تھی۔

عائشہ اختر کی خواہش کا پورا ہونا بلال اختر کو نہایت مشکل لگ رہا تھا اپنی ماں کو وہ جانتے تھے ان کے دماغ سے.

کسی وہم کو نکالنا آسان نہیں تھا لہٰذا وہ اس معاملے میں خاموش رہنے کو ہی ترجیح دے رہے تھے۔
مگر کچھ دن بعد جو ہوا اسے دیکھنے کے بعد بلال اختر کے لیے خاموش رہنا ناممکن ہو گیا اماں نے بالکل حد کر دی۔
عائشہ اختر کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اور طبیعت کی خرابی کی وجہ جب سامنے آئی تو پورے گھر میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی مگر اماں تب بھی طنز کا نشتر چلانے سے باز نہ آئیں۔
"اتنی خوشی منانے سے پہلے یہ تو پتا کر لو کہ بچہ تمہارا ہی ہے کہیں یہ اس آسیب کا تو نہیں۔" خوشی سے پھولے نہ سماتے بلال اختر بالکل ٹھٹک گئے۔
اس موقع پر تو ابا کو بھی سانپ سونگھ گیا عائشہ اختر جو ایک کونے میں کھڑی تھی ہونق رہ گئی۔
اتنی بڑی بات
اتنا بڑا الزام
اتنی بدگمانی
عائشہ اختر کی حالت تو ایسے ہو گئی تھی جیسے کاٹو بدن میں لہو نہیں۔
"کیا۔ کیا کہا آپ نے؟" بلال اختر نے شدید حیرانی کے ساتھ پوچھا تو اماں کچھ چونک گئیں بیٹے کے تیور دیکھ کر وہ بھی ایک دم ضد میں آ گئیں اور تنک کر بولیں۔
"جب سن لیا ہے تو دوبارہ کیوں سننا چاہتے ہو سو پر اثر ہے اور جن لوگوں پر اثر ہوتا ہے ان کے کہاں اولادیں بھی ان ہی سے ہوتی ہیں۔"
"عائشہ پر کوئی اثر نہیں ہے۔" بلال اختر غصے کی شدت سے چیخ کر بولے۔
"چلاؤ نہیں تمہارے "نہ" کہہ دینے سے سو پر سے اثرات ختم نہیں ہو جائیں گے کچھ تو تھا جو سو کو نظر آتا تھا جسے دیکھ کر وہ چلاتی تھی' بے ہوش ہو جاتی تھی' اس سے باتیں کرتی تھی۔ کبری (ماسی) نے مجھے خود بتایا ہے اس نے خود چھت پر عائشہ کو ہوا سے باتیں کرتے دیکھا ہے اور کبری نے ہی ایک پیر سائیں کا ذکر کیا تھا جس سے مرحومہ ساجدہ خاتون نے علاج کرایا اور جب یہ ٹھیک نہ ہوئی تو وہ گھر بیچ گئیں۔" اماں کسی سانپ کی طرح پھنکار رہی تھیں۔
عائشہ اختر بت بنی ایک جانب کھڑی تھی ابا اس قسم کی گفتگو جوان بچوں کے سامنے سننے کی تاب نہ لا سکے وہ ہاتھ میں بلال اختر کا تھوڑی دیر پہلے کا پکڑایا مٹھائی کا ڈبا ایک طرف رکھ کر کمرے کی جانب چل پڑے کہ بلال اختر کی بات نے ان کے قدم جکڑ لیے۔
"ہاں عائشہ کسی کو دیکھ کر چلاتی تھی' بے ہوش ہو جاتی تھی یہاں تک کہ اس سے باتیں بھی کرتی تھی۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اس پر کسی آسیب کا سایہ تھا جو عائشہ پر عاشق تھا اور جو ابھی تک عائشہ کے ساتھ ہے۔" بلال اختر ایک دم سپاٹ لہجے میں بول رہے تھے۔
عائشہ اختر کچھ فکرمندی سے انہیں دیکھنے لگی کہیں وہ اماں کو سچائی تو نہیں بتانے والے اگر اماں یہ جان گئیں کہ وہ سب ایک ڈرامہ تھا تب بھی وہ عائشہ کو کسی آسیب کے زیر سایہ ہی سمجھیں گی اور اس کے ساتھ ہی انہیں عائشہ کی ایک اور خامی مل جائے گی طعنے دینے کے لیے۔
یعنی جس عورت نے اتنا جھوٹ اور ڈرامہ رچایا ہو کہ اس کی ماں صدمے سے مر گئی وہ ساس کے ساتھ تو جو نہ کرے وہ کم ہے۔
اسے خود احساس تھا اس نے جو کیا تھا وہ غلط تھا پھر وہ اپنے غلط فعل کا ڈھنڈورا کیسے پٹنے دیتی۔ لیکن جب بلال اختر بولے تو وہ خود اماں کی طرح حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی۔

"عائشہ کو جو نظر آتا تھا وہ کوئی آسیب نہیں تھا جو اس پر عاشق ہوتا بلکہ وہ ایک لڑکی تھی۔ ایک لڑکی کی روح
تھی" بلال اختر کہہ کر ایک دم خاموش ہو گئے اماں اور ابا دونوں کبھی بلال اختر کو اور کبھی عائشہ اختر کو حیرانی سے دیکھنے
لگے۔

"لڑکی کی روح" ابا نے زیر لب دہرایا۔

"کس لڑکی کی روح تھی اور عائشہ ہی کو کیوں نظر آتی تھی" اماں کے لہجے میں اب بھی برہمی تھی مگر ان کی
آنکھوں میں بلا کا تجسس چھپا تھا۔

بلال اختر نے ایک نظر خود کو حیرانی سے دیکھتی عائشہ اختر پر ڈالی اور گہرا سانس کھینچتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"عائشہ کی ایک جڑواں بہن تھی جسے بچپن میں ہی عائشہ کے والد کے تایا زاد بھائی جو کینیڈا میں رہتے تھے
انہوں نے گود لے لیا تھا ان کی کوئی اولاد نہیں تھی تو عائشہ کے والدین نے اپنی ایک بیٹی انہیں دے دی تھی۔ بچی
سے انہوں نے ہی اسے پالا تھا وہ ہمیشہ کینیڈا میں ہی رہی اس لیے آپ میں سے بھی کسی نے اسے نہیں دیکھا اور
ہی عائشہ کے والدین نے کبھی اپنی اس اولاد کا ذکر کسی سے کیا انہوں نے دل و جان سے اسے اپنے تایا زاد بھائی کی
بیٹی مان لیا تھا۔ مگر کچھ عرصے پہلے اس کا انتقال ہو گیا اس کے مرنے کے بعد سے عائشہ کو اس کی روح نظر آنے لگی
ہے ورنہ عائشہ آپ کے سامنے پلی بڑھی ہے کیا آپ کو اس کے کسی انداز سے ایسا لگا کہ یہ اکیلے میں باتیں کرتی
ہوگی اور چیخیں مار کر بے ہوش ہو جاتی ہوگی۔" بلال اختر بڑی سنجیدگی سے بول رہے تھے اماں ہکا بکا انہیں سن رہی
تھیں ان کے خاموش ہونے پر وہ سوالیہ انداز میں عائشہ کو دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

"کیا یہ سچ ہے عائشہ؟ تمہیں اپنی بہن کی روح نظر آتی ہے۔" عائشہ صرف انہیں دیکھ کر رہ گئی تو بلال اختر
کہنے لگے۔

"بھلے یہ دونوں کبھی بہنوں کی طرح ساتھ نہیں رہی مگر جڑواں بہن بھائیوں کا آپس میں ایک دوسرے کے
ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لیے مرنے کے بعد کسی کو نہیں وہ صرف عائشہ کو دکھائی دیتی ہے۔"

"لیکن یہ روح وغیرہ کا بھٹکنا اور انسانوں کو نظر آنا یا ان سے باتیں کرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے۔
انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمالوں کا حساب شروع ہو جاتا ہے وہ دنیا میں رہنے والے انسانوں سے باتیں
نہیں کر سکتا۔" ابا جو اتنی دیر سے خاموش کھڑے تھے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے تو بلال اختر فوری طور پر کچھ نہ
کہہ سکے پھر اپنے لہجے کو ہلکا پھلکا بناتے ہوئے کہنے لگے۔

"لیکن قرآن و حدیث سے یہ ضرور ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے ایک
عام انسان سے کوئی عام روح بات نہیں کر سکتی لیکن کسی خاص شخص سے کوئی خاص روح بات بھی کر سکتی ہے اور
اسے نظر بھی آسکتی ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے عائشہ کوئی خاص شخصیت ہے" اماں ایک دم تنک کر بولیں۔

"نہیں یہ میرا مطلب نہیں ہے۔" بلال اختر فوراً بولے مبادا اماں کی انا پر ضرب پڑ جائے اور وہ جو کچھ قائل
نظر آرہی ہیں پھر سے بدک جائیں۔

"لیکن عائشہ کی بہن ایک خاص شخصیت تھی اس کے ساتھ کوئی انہونی ہوئی تھی اس کی موت بھی اچانک
بڑے پراسرار انداز میں ہوئی لہٰذا وہ عائشہ کے پاس آسکتی ہے اور اس سے بات کر سکتی ہے۔" بلال اختر بڑے اعتماد
سے بول رہے تھے عائشہ اختر ہونق بنی انہیں سن رہی تھی جن کی ایک بات میں بھی سچائی نہیں تھی۔

"کیا ہوا تھا اس کی بہن کے ساتھ" اماں نے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں کچھ لڑکوں نے اسے اغوا کر لیا تھا جس کے بعد اس کا کچھ پتا نہیں چلا کینیڈا کی پولیس کا اندازہ ہے کہ

وہ مر چکی ہے اب پتا نہیں اس نے خودکشی کی یا اس کا قتل ہوا کسی کو نہیں معلوم۔ وہ تو جب سے عائشہ اس کا سایہ
دیکھنے کے قابل ہوئی ہے تب سے یہ اندازہ ہوا ہے کہ وہ مر چکی ہے ورنہ اس کے گود لینے والے والدین تو ابھی تک
اسے تلاش ہی کر رہے تھے۔" "ہاں" ابا بڑی حیرانی اور دلچسپی سے بلال اختر کی گھڑی ہوئی کہانی سن رہے تھے اماں کی
آنکھوں میں پھیلی حیرانی بتا رہی تھی کہ وہ اس کہانی پر پوری طرح ایمان لے آئی ہیں پھر بھی بلال اختر نے تصدیق
کے لیے ایک آخری سوال کیا جس کے لیے انہوں نے اتنا جھوٹ بولا تھا۔

"اب تو آپ کی سمجھ میں آگیا ناکہ عائشہ پر کسی آسیب کا سایہ نہیں ہے آئندہ میں کسی کے منہ سے یہ نہ سنوں
کہ یہ بچہ میرا نہیں بلکہ کسی آسیب۔"

"بے فکر رہو بلال ایسی بات کسی کے بھی دل میں نہیں ہے تم اپنی ماں کو جانتے نہیں ہو کیا انہیں تو عادت ہے
رائی کا پہاڑ بنانے کی۔" ابا نے بلال اختر کی بات کاٹ دی اس قسم کی گفتگو سننا ان کی برداشت سے باہر تھا تب ہی
شاکی نظروں سے بیوی کو دیکھتے ہوئے بولے۔

اماں کو ان کی بات سخت ناگوار گزری مگر انہوں نے بھی اس وقت خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا ابا کسی معاملے
میں بولتے نہیں تھے لیکن جب ایک بار بول دیتے تو انہیں اپنے آگے بحث کرنے والے کی عزت اتارنا خوب آتا
تھا بیٹا بہو کے سامنے ان کے منہ لگنا بڑی حماقت تھی اور ان کے چہرے پر پھیلے غصے کے تاثرات صاف بتا رہے
تھے کہ گھر کے بچے کے لیے جو بات انہوں نے کہی ہے وہ انہوں نے ایک دفعہ تو سن لی لیکن دوبارہ نہیں سنیں گے
مگر وہ تھیں بڑی ڈھیٹ مجال ہے جو ذرا شرمندہ ہو جاتیں اس وقت بھی بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگیں۔

"ہاں میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا اب واقعی میرا یہ مطلب تھوڑی تھا لیکن عائشہ نے بھی تو کمال کر دیا کبھی بتایا
ہی نہیں بس یہی کہتی رہی مجھ پر کوئی اثر نہیں اثر نہیں تو یہ بھی تو بولنا چاہیے تھا کہ وہ میری بہن کی روح ہے جو مجھے
نظر آتی ہے۔"

"آتی ہے نہیں آتی تھی اس پیر سائیں کے آنے کے بعد سے یہ سلسلہ بند ہو گیا ہے" بلال اختر حتمی لہجے میں
بولے مگر عائشہ اختر کو یقین تھا یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہوگا بلکہ اب تو اماں کے سوال جواب کا ایک لامتناہی سلسلہ
شروع ہو جائے گا جس کی پہلی کڑی کے طور پر اماں نے اسی وقت پوچھا۔

"تمہاری بہن کیا تمہاری ہم شکل تھی؟" عائشہ اختر سوالیہ نظروں سے بلال اختر کو دیکھنے لگی جواب مطمئن
ہو کر ڈبے میں سے مٹھائی نکال کر کھا رہے تھے۔

"ہاں ہاں بالکل ہم شکل ایک تل کا بھی فرق نہیں تھا۔" بلال اختر شوخی سے بولے۔

"تمہیں کیا پتا کیا تم نے دیکھا تھا۔" اماں بگڑیں۔

"عائشہ نے بتایا تھا۔" وہ لاپروائی سے بولے

"نام کیا تھا تمہاری بہن کا۔" عائشہ اختر اس سوال نامہ پر زچ ہو کر ایسے بلال اختر کو دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو یہ
مجھے کہاں پھنسا دیا۔ بلال اختر نے ایک نظر عائشہ اختر کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں۔

"ریلیکس یار پریشانی کی کیا بات ہے" پھر اماں سے بولے

"اس کا نام تھا شائستہ!"

☆ ☆ ☆

"تمہیں میری کوئی بات صحیح بھی لگتی ہے یا سب غلط ہی غلط ہوتی ہیں۔" بلال اختر زچ ہو کر بولے وہ جب سے
آفس سے آئے تھے عائشہ اختر اپنا گھسا پٹا شکایت نامہ لیے بیٹھی تھی۔

آج اماں نے شائستہ کے بارے میں یہ پوچھا۔
آج اماں نے وہ پوچھا۔
پھر اماں نے یہ کہا۔
پھر اماں نے وہ کہا۔
بلال اختر کا سر دکھ گیا تھا یہ گفتگو سنتے سنتے ان کے رد عمل پر عائشہ اختر بھنا اٹھی۔
"کمال ہے بجائے میرے احساسات سمجھنے کے آپ مجھ ہی پر بگڑ رہے ہیں۔ کیا ضرورت تھی آپ کو شائستہ کا نام لے کر اتنا بڑا افسانہ بنانے کی۔ آپ کی اماں نے تو میرا ناک میں دم کر دیا ہے وہ پوچھ رہی تھیں شائستہ اغوا کیوں ہوئی تھی کیا اس کی غلط قسم کے لڑکوں سے دوستی تھی اتنی آزاد ماحول میں اس کی پرورش وہاں کی لڑکیاں جیسی ہی ہوئی ہوگی وہی الٹی سیدھی حرکتیں ہوں گی تبھی غنڈے پیچھے لگ گئے۔ تمہاری ماں کو بھی اسی کا صدمہ لے ڈوبا۔ اگر کہانی ہی بنانی تھی تو کوئی ڈھنگ کی شریفانہ ہی بنا لیتے آپ نے تو میرے خاندان کے لوگوں کو ان کی تربیت کو سبھی چیزوں کو مشکوک کر دیا۔"
"میں نے کون سا سوچ سمجھ کر بولا تھا جو ذہن میں آیا کہہ دیا لیکن خدا کے لیے اب خاموش ہو جاؤ میرے سر میں پہلے ہی درد ہو رہا ہے۔" بلال اختر چڑ گئے۔
"میرے تو جسم کے ہر حصے میں درد ہو رہا ہے اس حالت میں ذہن پر اتنا دباؤ ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔" عائشہ اختر بڑبڑاتے ہوئے بولی تو بلال اختر بحث ختم کرتے ہوئے کہنے لگے۔
"میں اماں کو منع کر دوں گا تم سے زیادہ سوال جواب نہ کریں تمہاری طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔"
"ہاں انہیں تو جیسے میری بڑی فکر ہے نا۔ آپ کے منع کرتے ہی مان جائیں گی۔" عائشہ اختر نے سر جھٹکا۔
"تو پھر اور کیا کروں روز میرے گھر آنے پر اس راگ کو الاپنے کا فائدہ کیا ہے۔" بلال اختر تلملا گئے۔
"آپ سے تھوڑی دیر بھی سنا نہیں جا رہا اور میں سارا دن یہ گفتگو سنتی ہوں آپ کے اس ایک جھوٹ کو نبھانے کے لیے مجھے مسلسل جھوٹ بولنے پڑ رہے ہیں اور ہر بار بات کرتے وقت سوچنا پڑتا ہے کہ پہلے کیا کہا تھا۔ مجھے تو اس کے بارے میں بات کرتے کرتے سچ مچ میں ایسا لگنے لگا ہے کہ میری شائستہ نام کی کوئی واقعی بہن تھی۔" عائشہ اختر کہہ کر رکی نہیں بلکہ کمرے سے نکل گئی تو بلال اختر نے اس کے جانے پر شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے ٹی وی آن کر لیا۔ وہ اس بارے میں سوچنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا ان سب مسئلوں کا کوئی حل نہیں ہے۔
اماں نا صرف روحوں اور بھوتوں پر اندھا یقین رکھنے والوں میں سے تھیں بلکہ ایسی پر اسرار باتوں کی کرید میں رہنے میں بھی انہیں بڑا مزا آتا تھا لہٰذا ان کے ہاتھ ایک دلچسپ موضوع لگ گیا تھا وہ بھلے ہی عائشہ اختر کو ذہنی طور پر اذیت دے رہی تھیں مگر بلال اختر مطمئن تھے کہ ان کے دل سے آسیب والی بات نکل گئی ہے ورنہ عائشہ اختر کے ساتھ کسی اور کا وابستہ ہونا ان کی غیرت کو سخت گراں گزرتا تھا وہ مسئلہ حل ہو گیا تھا باقی جو بھی کھڑے ہوئے تھے ان کی انہیں قطعاً" پروا نہیں تھی انہیں یقین تھا آہستہ آہستہ یہ موضوع ٹھنڈا پڑ جائے گا آخر اماں کب تک کریدیں گی ایک وقت آئے گا جب وہ خود بے زار ہو جائیں گی مگر اس وقت تک عائشہ کو بڑے صبر کا مظاہرہ کرنا تھا کیونکہ اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔
لیکن اماں کے پاس بھی باتوں کا کوئی زیادہ ___ ذخیرہ نہیں تھا وہ بے زار آبھی جاتیں تب بھی گھوم پھر کر اس موضوع پر آجاتیں۔
اس طرح وقت گزرتا رہا اور ان کے ہاں ایک بہت ہی پیاری سی بچی پیدا ہوئی جس کا نام اماں نے بڑے شوق

سے نوریہ رکھا اسپتال میں ہی اس کے گال پر نظر کا ٹیکہ لگاتے ہوئے انہوں نے بڑے دلار سے کہا۔
"خبردار جو اپنی خالہ پر گئیں تو اچھی شریف لڑکی نکلنا۔" عائشہ اختر نے فوراً" بلال اختر کو دیکھا مگر وہ نظریں چرا گئے ان کی نظر میں یہ کوئی ایسا طعنہ نہیں تھا جس پر دل دکھایا جائے وہ بھی اس خوشی کے موقع پر۔
البتہ انہوں نے موقع ملنے پر اماں کو سمجھایا ضرور تھا کہ نوریہ کے سامنے شائستہ کا ذکر نہیں کیجیے گا بچپن سے ہی وہ ایسی باتیں سنے گی تو اس کے ذہن پر برا اثر پڑے گا۔
اب پتا نہیں ان کی سمجھ میں آیا یا انہوں نے نوریہ کی مصروفیت پا کر غیر ضروری باتوں پر دھیان دینا کم کر دیا بہر حال وجہ جو بھی ہو نوریہ کے پیدا ہونے کے بعد یہ موضوع کم ہوتے ہوتے بالآخر ختم ہو گیا۔
بلکہ عائشہ اختر تو اس جھوٹ کو ایک ایسا وقت آیا کہ بھول بھی گئی بلکہ لیکن شاید قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔ نوریہ جب دو سال کی ہوئی تو ایک بار پھر شائستہ کا خیالی پیکر زندہ ہو گیا۔
نوریہ بہت زیادہ ڈرپوک اور کم گو سی بچی تھی' خاموش طبع ہونا اور ہر وقت چھوئی موئی بن کر ماں کی قمیص کا دامن پکڑے رہنا تو بہت بچوں کی عادت ہوتی ہے۔
لیکن نوریہ اندھیرے میں تو کیا روشنی میں بھی اکثر ڈری ہوئی ہوتی تھی۔
تنہائی میں تو کیا' محفل میں بھی بعض اوقات اس کا رنگ فق ہو جاتا۔
کسی زوردار آواز پر تو کیا' خاموشی میں بھی وہ اکثر سہم کر رونے لگتی۔
"ایسا لگتا ہے اسے کچھ نظر آتا ہے' جسے دیکھ کر یہ ڈر جاتی ہے۔" اماں نے ایک دن بڑے غور سے عائشہ اختر کی گود میں دبکی بیٹھی نوریہ کو دیکھتے ہوئے کہا جو ابھی کچھ دیر پہلے بڑے مزے سے بال سے کھیل رہی تھی کہ اچانک اپنی جگہ رک کر کسی غیر مرئی نکتہ کو دیکھنے لگی' پھر چیخ مار کر عائشہ اختر کی گود میں چڑھ بیٹھی' عائشہ اختر اماں کی بات پر انہیں چونک کر دیکھنے لگی۔
"کہیں اسے بھی تو شائستہ نظر نہیں آتی تمہاری طرح۔" اماں نے بڑے عجیب سے انداز میں کہا تو عائشہ اختر کو ایکدم غصہ آگیا۔
"کیسی باتیں کر رہی ہیں اماں' یہ بچی ہے' کبھی ایکدم ہنسنے لگتی ہے' کبھی ایکدم رونے لگتی ہے اس کے پیچھے کوئی وجہ کوئی راز ہونا ضروری تھوڑی ہے۔"
"بچی ہے پاگل نہیں ہے کہ ایکدم ہنسنے لگے ایکدم رونے لگے' یہ جس طرح خوف زدہ ہوتی ہے اسے دیکھ کر صاف لگتا ہے اسے کچھ دکھائی دیتا ہے۔" اماں نے اٹل لہجے میں کہا۔
"تو اسے ہی کیوں دکھائی دے گا گھر میں اتنے لوگ ہیں اور۔"
"گھر کے اتنے لوگوں کا شائستہ سے کوئی تعلق نہیں ہے' وہ صرف تم سے تھا یا اس سے ہے' اس کی سگی خالہ ہے' ورنہ ننھیال کا تو اس کا کوئی رشتے دار ہے ہی نہیں۔ نہ' نانا' نہ' نانی' نہ خالہ' بس ایک ماموں ہیں وہ بھی کبھی نہیں پوچھتے۔ حد ہو گئی' بچی دو سال کی ہو گئی' آج تک شکل بھی دیکھنے نہیں آئے۔ ورنہ ننھیال کی طرف سے بچے کے لیے کتنی چیزیں آتی ہیں' یہاں تو کسی نے پانچ روپے بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رکھے۔" اماں ایکدم اپنے پسندیدہ موضوع پر آگئیں۔
"اتنی بار تو آپ کو بتایا ہے شگفتہ بھابی سسرال میں کسی سے ملنا پسند نہیں کرتیں' یہ تو بس میں ہی ہوں جو ابھی تک آپ لوگوں کی اتنی عزت کرتی ہوں' مگر آپ لوگوں کو تو کوئی قدر ہی نہیں' ہر وقت ننھیال سے کچھ نہ ملنے کا دکھ ہی کھائے جاتا ہے۔" عائشہ اختر بھی کرنڈی صاف گوئی سے بولی تو اماں کو پتنگے لگ گئے۔
وہ دونوں اصل موضوع بھول کر ساس بہو کے روایتی جھگڑے میں مصروف ہو گئیں۔ بات اس وقت تو ٹل گئی

ہو گئی' لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ بات زور پکڑتی چلی گئی' اس صورت حال سے تو بلال اختر بھی پریشان تھے۔

ندیہ کے چار سال کے ہونے تک یہ چیز پوری طرح سے منکشف ہو گئی تھی کہ ندیہ کو کچھ نظر آتا ہے جو اسے بری طرح خوف زدہ کر دیتا ہے۔

بلال اختر نے اسے شہر کے تمام اچھے چائلڈ اسپیشلسٹ کو دکھا ڈالا' مگر ندیہ میں انیس بیس کا بھی فرق نہیں پڑا۔

"اس کا علاج ڈاکٹروں کے پاس نہیں ہے' کسی اچھے مولوی کو دکھاؤ' وہی اس کو شائستہ کی روح کے چنگل سے آزاد کر سکتا ہے۔" اماں بار بار ایک ہی بات کہتیں۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے اماں۔" اب اتنے سال بعد بلال اختر کے لیے اس جھوٹ پر سے پردہ ہٹانا ممکن نہیں رہا تھا' نہیں تو لگتا تھا اگر انہوں نے اماں کو سچ بتا دیا تو وہ بھی عائشہ کی والدہ کی طرح یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکیں گی۔ (عائشہ اختر کی رائے ان سے یکسر مختلف تھی' اس کے برعکس اس کا کہنا تھا اب وہ سچ بولیں گے تو بھی وہ اسے جھوٹ ہی سمجھیں گی۔) بہرحال اماں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا' دوسرے ندیہ کی بھی کوئی عادت اس کی ہم عمر بچیوں جیسی نہیں تھی' بلال اختر اور عائشہ اختر دونوں اپنے اپنے زمانے کے خود اعتماد اور معاملہ فہم بچے تھے۔ ایسے میں اس کم سم' خاموش' ڈرپوک اور کسی حد تک سست بچی کو دیکھ کر ان دونوں کو ہی دکھ کے ساتھ ساتھ کوفت ہوتی تھی' ایسے میں اماں کے مشورے انہیں تپا کر رکھ دیتے۔

"آخر عائشہ کا بھی تو کسی پیر سائیں سے علاج کرایا تھا' پھر ندیہ کا کرانے میں کیا آڑ ہے۔"

"وہ پیر سائیں بہت اچھے تھے' مگر ان کا انتقال ہو گیا ہے' اب ان جیسا کوئی ملے گا نہیں' الٹا کسی جعلی فقیر کے چکر میں پڑ جائیں گے۔"

"پھر سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ عائشہ کا مسئلہ روحانی تھا۔ اس لیے روحانی علاج کرانا پڑا۔ ندیہ کو ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کچھ بچے ہوتے ہیں فطرتاً" شرمیلے اور الگ تھلک رہنے والے۔" بلال اختر نے ہٹ دھرمی سے کہا' مگر ان کی اماں کہاں ماں جانے والی تھیں' وہ بھی تنک کر بولیں۔

"اور راتوں کو ڈر کر چیخنے والے۔" اماں کی بات پر بلال اختر پہلو بدل کر رہ گئے۔ انہوں نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا' اماں سے بحث کرنا بے کار تھا۔

پھر ان ہی دنوں ابا کافی بیمار رہ کر اس دار فانی سے رخصت ہو گئے تو کچھ عرصے کے لیے سارے موضوعات ہی پس پشت چلے گئے۔

مگر آخر کب تک زندگی نارمل ڈگر پر آ ہی جاتی ہے' ندیہ جب اتنی سمجھ دار ہو گئی کہ اپنا مسئلہ بیان کر سکے تب انہیں بھی اس کی بیماری ذہنی کم اور روحانی زیادہ لگنے لگی۔

"وہ ایک خوف ناک سی لڑکی ہے جو مجھے نظر آتی ہے۔" چھ سالہ ندیہ نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بڑی آہستگی سے بتایا' جیسے کہیں وہ ان دیکھی مخلوق اس کی بات سن نہ لے۔

"کس سے ملتی ہے وہ لڑکی۔" عائشہ اختر نے اس کے ماتھے پر پڑے بالوں کو کان کے پیچھے کرتے ہوئے نہایت محبت سے پوچھا۔

"پتا نہیں اس کے چہرے پر خون ہی خون لگا ہوتا ہے' میں شکل نہیں دیکھ پاتی' لیکن دادی کہہ رہی تھیں کہ آپ کی ہم شکل ہے۔"

"میری ہم شکل۔" عائشہ اختر بری طرح چونکی۔

"بھی دادی کہہ رہی تھیں وہ آپ کی بہن ہیں اور میری خالہ ہیں' شائستہ خالہ اور دادی نے یہ بھی کہا کہ میں ان سے پوچھوں' وہ مجھے کیوں تنگ کرتی ہیں۔" عائشہ اختر کا تو دماغ گھوم گیا' وہ لب بھینچ کر بمشکل اپنا غصہ ضبط کر سکی کہ ندیہ مزید کہنے لگی۔

"دادی نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ان سے پوچھوں' انہیں کن لڑکوں نے اغوا کیا تھا' مما یہ اغوا کیا ہوتا ہے؟"

عائشہ اختر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ندیہ کے ذہن سے یہ ساری باتیں کھرچ کر نکال پھینکے۔ بڑی مشکل سے اس نے ضبط کا دامن تھامتے ہوئے اسے رسانیت سے سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ بچی تھی' اس کی باتوں پر صرف سر ہلاتی رہی' عائشہ اختر کو خود بھی احساس تھا' اس کی ساری نصیحتیں سب بے کار جا رہی ہیں' پھر بھی وہ کہتی رہی۔

"دیکھو ندیہ' میری کوئی بہن نہیں ہے' شائستہ نام کی کوئی لڑکی ہے ہی نہیں۔ آپ کو کچھ نظر نہیں آتا' آپ نے رات کو کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہوتا ہے' وہی منظر آپ کو دن میں نظر آنے لگتا ہے بس اور ایسا کچھ نہیں ہے۔ جب بھی آپ کو کوئی بری شکل کی لڑکی نظر آئے' آپ آنکھیں بند کر لیں اور زور زور سے بولیں ایسا کچھ نہیں ہے' ایسا کچھ نہیں ہے بس پھر جب آپ آنکھیں کھولیں گی تو سامنے کچھ نہیں ہو گا۔"

عائشہ اختر نے ندیہ کو تو سمجھایا اور موقع ملتے ہی اماں کو بھی سمجھانے کھڑی ہو گئی اور یہ بات تھی کہ ان سے بات کرتے وقت عائشہ اختر کے لہجے میں شدید قسم کا غصہ اور تلخی تھی۔ "بھلا یہ باتیں اتنی چھوٹی سی بچی سے کرنے والی ہیں۔" اماں عائشہ اختر کا یہ لب و لہجہ بھلا کیسے برداشت کرتیں' وہ بھی چڑھ دوڑیں۔

"اتنی سی بچی کو اگر ماں کی بیماری لگ جائے اور اس عمر میں بھیانک شکلیں نظر آنے لگیں' وہ ہر وقت ڈری سہمی رہے' بات بات پر رو پڑے' راتوں کو چیخ کر اٹھ بیٹھے اور ماڈرن زمانے کے دلدادہ والدین بچی کو کسی مولوی کے پاس لے جانے کی فکر کرنے کی بجائے چائلڈ اسپیشلسٹ کے پاس ٹہلتے رہیں تو اس بچی سے اس کی عمر سے بڑی باتیں کرنی پڑتی ہیں۔"

جس طرح ندیہ کو سمجھانا بے کار تھا' ٹھیک اسی طرح اماں کو بھی سمجھانا بے کار تھا اور پھر عائشہ اختر اتنے غصے میں تھی کہ وہ سمجھا بھی نہیں سکتی تھی' وہ چیخ چیخ کر محض اپنی جھنجلاہٹ نکالنے لگی' دوسری طرف اماں بھی ہائے ہائے کر کے اپنی بدنصیبی پر شاکی ہوتی رہیں جو کہ اب ایک عام بات ہو گئی تھی۔

گھر میں ہر دوسرے دن کسی نہ کسی بات کو لے کر لڑائی ہوتی رہتی' بلال اختر تو اتنے عاجز آ گئے تھے کہ ان کی کوشش ہوتی رات کو گھر اتنی تاخیر سے جائیں کہ یا تو سب سو چکے ہوں یا سونے والے ہوں۔ یہ صورت حال عائشہ اختر کو مزید پریشان کر دیتی' اکثر اسے ساجدہ خاتون کی آواز ایسے سنائی دیتی جیسے وہ آس پاس کھڑی کہہ رہی ہوں۔

"تم نے ایک مکان کو حاصل کرنے کے لیے ایک انسان کا اور خاص طور پر ایک ماں کا دل دکھایا ہے' تمہیں اس مکان میں کبھی سکون نہیں ملے گا۔" عائشہ اختر خود کو فوراً" اتنا مصروف کر لیتی کہ کہیں یہ آواز اس پر حاوی نہ ہو جائے اور وہ ضمیر کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہونے پر مجبور ہو جائے۔

ندیہ کی حالت کے ساتھ ساتھ اماں کا رویہ اور بلال اختر کا ماحول سے فرار اسے بری طرح تھکا گیا تھا اور اسی ذہنی اضطراب کے بیچ ایک دن ریاض غفار کا اچانک فون اسے بری طرح چونکا گیا۔

"بھ۔۔۔ بھیا۔۔۔ آپ۔" اتنے عرصے بعد ان کی آواز سن کر عائشہ اختر کا دل بھر آیا تھا' سب ہی کچھ تو چھوٹ گیا تھا' بلال اختر سے شادی کر کے وہ تو اپنی پچھلی زندگی سے مکمل طور پر ناتا توڑ بیٹھی تھی۔ شادی کے شروع میں بھلے ہی اسے احساس نہیں ہوا تھا' مگر اب اسے تنہائی شدت سے محسوس ہونے لگی

تھی۔ حالانکہ بلال اختر کے دوستوں کی بیویوں سے اس کی اچھی دوستی ہو گئی تھی' خود اپنی کچھ سہیلیوں سے اس کی اب تک بات چیت تھی جو صرف فون پر محدود تھی' مگر ظاہری بات ہے یہ سب چیزیں میکے کی کمی کو پورا نہیں کر سکتیں۔

"بھیا کیسے ہیں آپ؟" عائشہ اختر کی آواز بھرا گئی' دوسری طرف ریاض غفار جو صرف ہیلو کہہ کر خاموش ہو گئے تھے' کچھ چونکتے ہوئے گلا کھنکار کر کہنے لگے۔

"ہاں۔ ٹھیک ہوں' تم کیسی ہو؟" ان کا انداز بڑا نپا تلا تھا۔ مگر عائشہ اختر کے لیے یہی بہت تھا کہ انہوں نے اتنے سالوں بعد۔۔۔ فون تو کیا تھا' وہ ان کی سرد مہری نظر انداز کر کے بڑی بے چینی سے بولی۔

"اور۔ اور الیان اور بریرہ کیسے ہیں؟ بچے تو اب بڑے ہو گئے ہوں گے اور بھابھی کیسی ہیں؟"

"سب ٹھیک ہیں عائشہ۔ سنا ہے تمہاری بھی ایک بیٹی ہو گئی ہے۔" عائشہ اختر کی اتنی بے قراری دیکھ کر ریاض غفار نا چاہتے ہوئے بھی خول سے تھوڑا سا باہر آ گئے۔

"ہاں۔ ہاں۔ زویہ نام ہے اس کا' بہت پیاری ہے' بالکل گڑیا لگتی ہے۔" عائشہ اختر کے ایک ایک لفظ سے خوشی ٹپک رہی تھی۔

ریاض غفار کسی لمبی گفتگو کے موڈ میں نہیں تھے' انہوں نے جس مقصد سے فون کیا تھا' اس کے علاوہ کچھ کہنا بھی نہیں چاہتے تھے' لیکن عائشہ اختر کی خوشی ان کی توقع کے بالکل برعکس تھی۔

انہیں امید نہیں تھی عائشہ اختر انہیں اتنا یاد کرتی ہو گی کہ ان کا فون سنتے ہی وہ خود پر سے اختیار کھونے لگے گی۔ جبکہ وہ عائشہ اختر سے ابھی تک ناراض تھے۔ ماں کی موت کے بعد تو ان کی ناراضی دگنی ہو گئی تھی' بھر وہ اپنی زندگی میں اتنے خوش اور مگن تھے کہ اگر عائشہ کی شادی انہوں نے عام حالات میں بھی کی ہوتی' تب بھی اس سے عید' بقر عید پر ہی ملا کرتے' مگر عائشہ اختر کے دیے دھوکے کے باعث اس زحمت کی ضرورت تھی نہ گنجائش اسی لیے وہ ساری رسمی اور غیر رسمی گفتگو سمیٹتے ہوئے اصل موضوع پر آ گئے۔

"آج صبح تمہاری ساس کا فون آیا تھا۔" ریاض غفار کہہ کر رک گئے۔ عائشہ اختر ایک دم ٹھٹک گئی' اس کے اندر فوراً" ہی خطرے کی گھنٹی بجنا شروع ہو گئی۔ ساری خوشی ایک پل میں کہیں دبک کر جا سوئی' وہ بالکل ہی ساکت رہ گئی' جب اس نے ریاض غفار کو کہتے سنا۔

"انہوں نے بتایا ہے شائستہ نامی ہماری بہن' جو کہ تمہاری جڑواں تھی اور بچپن میں ہمارے کسی رشتے کے تایا نے اسے گود لے لیا تھا اور پھر بعد میں وہ مر بھی گئی تھی' اس کی روح جو پہلے تمہیں بھی نظر آیا کرتی تھی' اب وہ تمہاری بیٹی زویہ کو نظر آتی ہے۔ پھر انہوں نے یہ بھی بتایا کہ تمہارا علاج کرنے والے پیر صاحب تو انتقال کر گئے ہیں' لیکن اگر میں کسی اور پیر کو جانتا ہوں تو خدارا انہیں بتا دوں' تاکہ وہ اپنی پوتی کو اس عذاب سے نکال سکیں۔" ریاض غفار کہہ کر ایک دم خاموش ہو گئے۔

عائشہ اختر ششدر رہ گئی' اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کی ساس یہ جانتے ہوئے بھی کہ عائشہ اختر کا بھائی' بھابھی سے بالکل ملنا جلنا نہیں ہے' اس طرح انہیں فون کر کے اس کی بیٹی کی بیماری کے بارے میں سب بتا دیں گی عائشہ اختر کو بالکل خاموش دیکھ کر آخر ریاض غفار کو خود ہی کہنا پڑا۔

"یہ فون انہوں نے شگفتہ کو کیا تھا' اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ انہیں کیا کہے' تو اس نے مجھے پکڑا دیا' انہوں نے پھر دوبارہ میرے سامنے پوری تفصیل دہرائی' تب میری بھی سمجھ میں نہ آیا کہ میں کیا کہوں تو میں نے بھی یہ کہہ کر انہیں ٹال دیا کہ ابھی میں بہت بزی ہوں بعد میں بات کرتا ہوں۔ میری بات سن کر وہ بری طرح غصے میں آ گئیں اور کافی چیخ چیخ کر انہوں نے یوں سمجھ لو سارے ہی طعنے دے دیے۔

تین کپڑوں میں ہم نے بہن کو رخصت کردیا۔
جہیز تو چھوڑو ایک چھلہ تک نہیں دیا۔
بیٹی پیدا ہوئی تو وہ بھی میکے سے کچھ نہیں آیا۔
ہم لوگ کون سا جائیداد میں سے عائشہ کا حصہ مانگ رہے ہیں' جو تم لوگ منہ چھپائے بیٹھے ہو۔
ویسے تو ماں' باپ کے انتقال کے بعد بہن بھائیوں کو جائیداد کا بٹوارا کرہی لینا چاہیے' ضروری نہیں کہ بہن خود ہی ڈھیٹ بن کر مطالبہ کرے' وغیرہ وغیرہ۔" ریاض غفار ایک ہی سانس میں سب کہہ گئے' پھر جب سانس لینے کو رکے تو تھوڑی دیر عائشہ اختر کے بولنے کا انتظار کرنے کے بعد خود ہی کہنے لگے۔
"میں نہیں چاہتا کہ ان کی طرف سے ایسا کوئی فون دوبارہ آئے' یہ بات تم بلال کو اچھی طرح سمجھا دینا۔ ابھی تو میں نے شائستہ کے ذکر کو گول کردیا ہے' لیکن اگر آئندہ اس بابت مجھ سے یا شگفتہ سے کوئی سوال کیا گیا تو ہم سب سچ بتادیں گے۔ تم پر کون سا اثر تھا اور اس کے کیا کیا نتائج نکلے' ایک ایک بات میں کھول کر رکھ دوں گا۔ میں ابھی بھی سب کہہ سکتا تھا' مگر امی کی بات یاد آگئی۔ وہ ہمیشہ کہا کرتی تھیں' آج تم کسی کے عیب پر پردہ ڈالو گے تو کل کو اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عیب پر پردہ ڈال دے گا۔
تمہاری بیٹی کے بارے میں سن کر بہت دکھ ہوا' بس اسی ڈر نے مجھے خاموش رکھا کہ میرے آگے میری اولاد موجود ہے' شاید تمہارے راز پر پردہ رکھنے سے میرے بچوں کے کسی راز پر پردہ رہ جائے اور رہا سوال تمہاری جائیداد کا' اسے لینے کا کبھی خیال نہیں آیا' اللہ کا دیا اتنا ہے کہ تمہارا حصہ دینے کے بعد بھی ہمارے پاس کوئی کمی نہیں ہو جائے گی۔
لیکن اپنے حصے کے لیے تمہیں تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا' میں سب کچھ قانونی طور پر کروں گا' پورے کاغذات کے ساتھ' تاکہ کل کو تمہارا کلاس فون کرکے کوئی اور طعنہ نہ مار سکیں کہ میں نے بٹوارے میں بے ایمانی کی۔" اب کی بار ریاض غفار نے عائشہ اختر کے بولنے کا انتظار نہیں کیا اور سیدھا فون کاٹ دیا۔
عائشہ اختر چکرائے ہوئے انداز میں ریسیور سے آتی ٹوں ٹوں کی آواز سنتی رہی' اتنی ساری کیفیتوں نے بیک وقت اس پر حملہ کیا تھا کہ وہ سن ہو گئی۔
اتنے عرصے بعد بھائی کا فون آیا بھی تو اس نے کیا بات کی۔ اسے اس کی حرکت کی یاددہانی کرائی' اس کی غلطیوں پر شرمندہ کیا' اس کے تو سارے زخم ہی ہرے ہوگئے تھے۔
وہ اپنے کیے پر خود اتنی شرمندہ تھی' مگر خود سے نظریں چرائے یہ اعتراف کرنے سے انکاری تھی کہ اس نے کچھ غلط کیا تھا۔ وہ صرف اس بات پر بضد تھی کہ ساجدہ خاتون کا وقت آگیا تھا۔ جو وہ ذرا سا بھی جھوٹ برداشت نہ کرسکیں اور چل بسیں۔
لیکن اب ریاض غفار کو یہ بھی پتا چل گیا کہ وہ سسرال میں بھی ایسی ہی جھوٹی کہانیاں سنارہی ہے' گویا وہ سوائے جھوٹ بولنے اور دوسروں کے احساس کی دھجیاں اڑانے کے اور کچھ کرہی نہیں سکتی۔
پھر اس پر جائیداد میں حصے کا مطالبہ۔ ہر چند کہ یہ سب بلال کی والدہ نے کہا تھا' مگر ان کی گفتگو نے یہ تو ظاہر کردیا تھا کہ عائشہ اختر کو سسرال میں بنا جہیز کے آنے پر اکثر طعنے ملتے رہتے ہوں گے۔
حالانکہ بلال کے گھر میں پیسے کی بہتات تھی' انہیں جہیز کی "عادتاً" نہیں' بلکہ "حقیقتاً" کوئی ضرورت نہیں تھی' مگر اماں کی فطرت میں خود خوش رہنا تھا' نہ دوسروں کو خوش دیکھنا تھا۔
اور پھر سب سے بڑھ کر زوبیہ کی بیماری ان پر آشکار ہوگئی تھی۔ یہ بات ابھی تک گھر کے لوگوں کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا اور اب یہ بات شگفتہ غفار کے علم میں آئی تھی۔ عائشہ اختر تو اب خاندان سے نہیں ملتی تھی' مگر

شگفتہ غفار کا آنا جانا تو ہر جگہ تھا۔ وہ سب کو بتادیں گی ان کی بیٹی کی حالت' ہر جگہ ہر خاص و عام میں ذکر کیا جائے گا۔
ایک بار پھر ان کے اندر لاوا ابلنے لگا' ایک بار پھر ان کے اور اماں کے درمیان ایک زوردار جھگڑا ہوا' اس بار تو بلال اختر بھی اماں پر خوب چیخے۔
جہیز کا مطالبہ اور زوبیہ کے بارے میں بتا کر انہوں نے بلال اختر کو بری طرح تپا دیا تھا۔ بلال اختر کا رد عمل دیکھ کر اماں کی زبان اور بھی زہر اگلنے لگی۔
"ہائے میرے بیٹے پر پتا نہیں کون سا کالا جادو کردیا کہ وہ تو بس بیوی کی ہی زبان بولنے لگا ہے' ماں تو اسے نظر ہی نہیں آتی۔" اماں نوکروں کے سامنے تو کیا ہر آئے گئے کے سامنے عائشہ اختر کی برائیاں کرنے نہ تھکتیں۔
عائشہ اختر کو لگ رہا تھا وہ پاگل ہو جائے گی کہ تب ہی وہ ہو گیا' جس کی عائشہ اختر کو شدید خواہش تو تھی' لیکن جس کا کبھی اس نے اظہار نہیں کیا تھا۔
اماں کو سردیوں کا بخار ہوا' جو ایک ہفتہ رہنے کے بعد جان لیوا ثابت ہوا۔ عائشہ اختر پر تو شادی مرگ طاری ہو گیا' زندگی ایکدم سے بہت ہلکی پھلکی اور پرسکون لگنے لگی۔
مگر اس بار انہوں نے اپنے احساسات پر مکمل قابو رکھا اور بلال اختر پر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا' جبکہ بلال اختر نے کچھ دن کا روایتی سا سوگ منانے کے بعد بڑے خوش گوار انداز میں آفس سے آتے ہی کہا۔
"آج زوبیہ کو جلدی کھانا کھلا کر سلا دینا' سے آیا کے پاس چھوڑ کر ہم دونوں شاپنگ پر چلیں گے اور باہر سے ہی کھا کر آئیں گے۔" عائشہ اختر ان کا یہ بدلا ہوا انداز دیکھ کر کھل اٹھی اور ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس نے واقعی زوبیہ کو جلدی سلا دیا۔
اس دن وہ دونوں بہت گھومے اور ایک دوسرے سے بہت ساری باتیں کیں' بلال اختر نے خود یہ اعتراف کیا کہ اماں اور ان کے جھگڑے کی وجہ سے بلال اختر کا گھر آنے کا دل ہی نہیں چاہتا تھا۔
"کوئی بات نہیں' اب وہ وقت گزر گیا ہے' اب ہم اپنی زندگی کو بھرپور طور پر انجوائے کریں گے۔" عائشہ اختر کی آنکھوں میں ستارے بھرے ہوئے تھے اور واقعی اگلا پورا ہفتہ ان دونوں نے ہنی مون پیریڈ کے طور پر گزارا' وہ بھول ہی گئے تھے کہ ان کی ایک بیٹی ہے' زوبیہ۔ جو دادی کی موت کے بعد سے بالکل تنہا ہوگئی ہے' یہ خیال تو انہیں تب آیا جب زوبیہ کے اسکول سے انہیں بلایا گیا۔
عائشہ اختر اکیلی ہی پرنسپل صاحبہ کے آفس پہنچ گئی اور وہاں جا کر اس پر آسمان ٹوٹ پڑا۔
زوبیہ کی کلاس میں ایک لڑکی تھی کنزی۔ اس کے والدین نے اپنی بچی کو اسکول سے اٹھا لیا تھا' کیونکہ کنزی نے گھر جا کر ان سے پوچھا تھا کہ۔
"یہ خودکشی کیا چیز ہوتی ہے۔" بیٹی کے منہ سے یہ سوال سن کر وہ حیران رہ گئے' جب انہوں نے اس سوال کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا' اس کی دوست زوبیہ کی خالہ کو کچھ لڑکوں نے اغوا کیا تھا' اس لیے انہوں نے خودکشی کرلی۔" عائشہ اختر پھٹی پھٹی آنکھوں سے پرنسپل صاحبہ کو دیکھتی رہی' جو کہہ رہی تھیں۔
"ایسی باتیں اتنی سی بچی کے سامنے کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اسے اغوا اور خودکشی کا مطلب بھی پتا نہیں ہے اور وہ دوسروں کو بتاتی پھر رہی ہے۔ اگر زوبیہ کی وجہ سے کسی اور بچے کے پیرنٹس نے اسے اسکول سے اٹھایا تو میں زوبیہ کا نام اسکول سے کٹ کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی۔" پرنسپل صاحبہ کے حتمی جملے پر عائشہ اختر گھبرا کر بولی۔
"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ آئندہ کسی کو کچھ نہیں بتائے گی' میری تو کوئی بہن ہی نہیں ہے' جس نے خودکشی کی ہو۔ یہ تو ایک کہانی تھی' جو اس کی دادی نے اسے سنائی تھی اور اس نے اپنے حواسوں پر سوار کرلی۔" پرنسپل صاحبہ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"مسز اختر کون سی دادی ایسی کہانی اپنی چھ سالہ پوتی کو سنائے گی۔ دیکھیں' یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے' کسی کا اغوا ہونا' خودکشی کرنا' یہ سب تو تقدیر کے کھیل ہیں' اس میں گھر والوں کا کیا قصور۔ میں تو صرف یہ سمجھا رہی ہوں کہ ایسی باتیں ندیہ کے سامنے نہ کریں اور ندیہ کو سمجھائیں' وہ بھی ایسی باتیں کسی سے نہ کہے۔" عائشہ اختر کے اوپر گھڑوں پانی گر گیا۔

بلال اختر کا یہ جھوٹ تو انہیں بہت ہی منگا پڑ گیا تھا' گھر آ کر اس نے بلال اختر کو ساری گفتگو سنائی تو وہ بھی فکر مند ہو گئے۔ انہوں نے خود ندیہ کو بٹھا کر سب سمجھانے کی کوشش کی' البتہ وہ اپنا جھوٹ نہ کھول سکے۔

بھلا اولاد کے سامنے کوئی بھی ماں' باپ یہ کیسے بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والدین سے کیسے کیسے جھوٹ بولے تھے۔ ندیہ کی سمجھ میں ان کی بس ایک ہی بات آئی تھی کہ کسی سے کوئی بات مت کرنا' چنانچہ وہ اسکول میں لڑکیوں سے دور دور رہنے لگی۔

وہ شہر کے سب سے بڑے اور مہنگے اسکول میں پڑھتی تھی۔ جہاں ساری اچھے کھاتے پیتے گھر کی لڑکیاں ہی تھیں۔ وہ دور بیٹھی خاموشی سے انہیں ہنستا اور کھیلتا دیکھتی رہتی' کبھی دل بھی چاہتا تب بھی ان کے پاس نہ جاتی' ایک کنزی سے دوستی کی تھی تو اس نے اسکول چھوڑ دیا' آخری دن جب وہ اسکول آئی تھی تب اس نے بتایا تھا۔

"ممی' پاپا کہتے ہیں تم سے بات نہ کیا کروں' تم گندی لڑکی ہو۔" اگلے دن اس کے پیرنٹس کو اسکول بلا لیا گیا تھا' پھر بلال اختر بھی اسے بہت دیر سمجھاتے رہے۔

ان سب چیزوں سے بچنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ کسی سے بات ہی نہ کرو۔ ندیہ نے یہی سوچا تھا کہ جب کچھ کہوں گی ہی نہیں تو شکایت کیسے ہو گی۔

اسے احساس بھی نہیں ہوا اور وہ دنیا سے کٹتی چلی گئی۔ اس نے سوال کرنا چھوڑ دیا' مگر سوالیہ نشان اس کے اردگرد گھومتے رہتے' اس کٹے پھٹے چہرے والی لڑکی کو دیکھ کر وہ چیخ پڑتی' نتیجتاً بلال اختر اسے ایک اور نئے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے۔

یہ سلسلہ چلتا رہا' وقت گزرتا رہا اور آخر کار وہ ڈاکٹر شکیلہ کی مستقل پیشنٹ بن کر رہ گئی۔ عائشہ اختر یہ سوچتی رہی کہ اماں نہیں رہیں تو اب زندگی میں سکون ہو گا' اس کا یہ خیال' خام خیال ہی رہا۔

☼ ☼ ☼

ریاض غفار نے ان کے حصے کی ساری جائیداد لوٹا دی اور ساتھ میں کچھ ایسی کڑوی کسیلی سنا دی کہ ان کی اور بلال اختر کے بیچ شدید تلخ کلامی ہو گئی اور عائشہ اختر جو یہ سوچتی تھیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھائی کے ساتھ کشیدگی ٹھیک ہو جائے گی' وہ صرف یہ سوچتی ہی رہ گئیں اور ایسا کچھ نہ ہوا۔

ندیہ کی بیماری ایک معمول بن گئی۔ مگر وہ اس کی عادی نہ ہو سکیں' وہ جب اپنی اکلوتی بیٹی کو دیکھتیں' ان کے دل سے ہوک اٹھتی تھی' خدا نے اس کے بعد انہیں کوئی اولاد بھی نہیں دی' بلال اختر کو شوق بھی نہیں تھا' اس وقت عائشہ اختر بھی مزید کوئی ذمہ داری اٹھانا نہیں چاہتی تھیں۔

مگر ندیہ کے جوان ہونے کے بعد انہیں لگتا تھا ایک اور اولاد ہونی چاہیے تھی' ایک نارمل اولاد۔ لیکن پھر انہیں لگتا دوسری اولاد ہوتی تو وہ بھی آزمائش ہوتی' کیونکہ ان کی زندگی میں تو سکون ممکن ہی نہیں۔

ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد بلال اختر نے اس گھر کو بیچ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ عائشہ اختر نے جب سنا تو وہ بالکل تیار نہ ہوئیں۔ جس گھر کی وجہ سے انہوں نے اپنی ماں سے اتنا جھوٹ بولا' انہیں اتنی اذیت دی' اسے بیچ دیں' وہ کسی طور نہ مانیں۔

مگر بلال اختر بھی اڑ گئے۔ عائشہ اختر نے ایک بار ڈپریشن میں کہہ دیا تھا کہ ساجدہ خاتون نے کہا تھا۔

"تمہیں اس گھر میں کبھی سکون نہیں ملے گا۔" تبھی بلال اختر کو لگا کہ اس گھر کو بیچ دینے میں ہی بہتری ہے۔

ان کے اخبار میں اشتہار دیتے ہی ایک زمانے بعد ریاض غفار نے ان سے رابطہ کیا' وہ اس گھر کو منہ مانگے داموں میں خریدنے کے لیے تیار تھے۔

مگر بلال اختر کی اپنی ضد ایک بار پھر حائل ہو گئی۔ حالانکہ فرقان حسن اس وقت صرف گھر دیکھنے آئے تھے۔ انہوں نے گھر خریدا نہیں تھا' پھر بھی بلال اختر نے یہی کہا کہ میں ڈیل کر چکا ہوں' ریاض غفار کی آواز سن کر انہوں نے گھر جلد سے جلد بیچ دینے کا فیصلہ کیا اور فرقان حسن کے پاس آ کر ڈیل منظور کر لی۔

لیکن گھر بیچنے کے بعد بھی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی' وقتی طور پر عائشہ اختر اور بلال اختر کو ایسا لگا کہ ندیہ کی حالت سنبھل گئی' لیکن آگے چل کر تو نوبت پولیس کیس بن جانے کی آ گئی' جس کے نتیجے میں ندیہ کو مینٹل اسپتال میں ایڈمٹ ہونا پڑا جو ہوا تھا اس کے بعد عائشہ اختر پر پہاڑ بھی ٹوٹتا تو کم تھا۔

بچی کی بیماری کا ساری دنیا کے سامنے تماشا۔

اس کا ذہنی مریضوں کے اسپتال میں داخل ہونا۔

اور ایک بہت بڑے آدمی کے بیٹے کے قتل کی کوشش کا الزام سر پر ہونا جو کسی طور انہیں بخشنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

انہیں لگ رہا تھا خود ان کا ذہنی توازن بگڑ جائے گا۔ اسی حالت میں انہوں نے اتنے سالوں میں پہلی بار ریاض غفار کو فون کیا تو دوسری طرف وہ عائشہ اختر کی آواز بھی نہیں پہچانے' عائشہ اختر کو ایک اور دھچکا لگا' وہ بے ربط انداز میں بولنے لگیں۔

"کیا ہو گیا بھیا' میری آواز ابھی اتنی بوڑھی تو نہیں ہوئی کہ بالکل بدل جائے۔"

"عائشہ!" ریاض غفار چونک اٹھے۔

"ہاں وہی عائشہ جسے آپ جیتے جی مار چکے۔ بیٹے کی شادی کر دی' بیٹی کی شادی کر دی' کسی ایک موقع پر بھی خیال نہیں آیا۔ بریرہ کی شادی کا تو لوگوں کے ذریعے علم ہوا تھا' الیان کی شادی کی تو خبر ہی نہیں ہوئی۔ میں اس رات پیلس ہوٹل میں پینٹنگ کی نمائش دیکھنے گئی' جب وہاں سے باہر نکلنے لگی تو ایک بورڈ پر نظر پڑی' جس پر الیان کی شادی کسی رومیلہ کے ساتھ ہونے کی تفصیل لکھی تھی۔ پڑھتے ہی دل میں خیال آیا یہ اپنا الیان نہیں ہو سکتا' لیکن پھر بھی تصدیق کرنے اندر آ گئی' بیٹی بھی ساتھ تھی' اسے ڈائننگ ہال میں چھوڑ کر ہال روم میں آئی تو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا' الیان اتنا بڑا ہو گیا ہے' اتنے سالوں بعد سب کو دیکھ کر کتنی تکلیف ہوئی' پھر اس کے ساتھ جو دلہن بنی لڑکی بیٹھی تھی وہ تو اس کے قابل ہی نہیں تھی' اس کی جگہ میری بیٹی کو ہونا چاہیے تھا' الیان کے پیدا ہوتے ہی میں نے کہہ دیا تھا اس کی شادی میری بیٹی سے ہو گی' مگر آپ۔"

"تم نے اتنے سالوں بعد یہ ساری باتیں کرنے کے لیے فون کیا ہے۔" ریاض غفار بگڑ کر بولے تو آفس میں ان کے سامنے والی چیئر پر فائل پر جھکا الیان چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"ہاں کیونکہ اتنے سال گزرنے کے بعد بھی میں وہیں کھڑی ہوں جہاں پہلے دن کھڑی تھی۔ امی نے مرنے سے پہلے کہا تھا' تمہیں اس گھر میں کبھی سکون نہیں ملے گا' لیکن اب تو میں اس گھر میں نہیں ہوں' پھر بھی سکون نہیں ہے' الیان کی شادی کے ہال سے باہر نکلی تو دماغ کام ہی نہیں کر رہا تھا۔ کیا اتنا بڑا جرم کیا تھا میں نے کہ سارے تعلق ہی ختم کر لیے آپ نے۔ دل چاہا بیٹی کو بتاؤں' برابر والے ہال میں تمہارے سگے ماموں زاد کی شادی ہو رہی ہے' دل چاہا آپ سب سے ملاؤں اپنی بیٹی کو لیکن پھر سوچا اگر آپ نے پہچاننے سے ہی انکار کر دیا تو بیٹی کو کیا جواب

دوں گی۔" عائشہ اختر بغیر رکے ہیجانی انداز میں بول رہی تھیں۔ ریاض غفار کو ان کے اچانک فون اور اس گفتگو پر حیرت ہونے کے ساتھ ساتھ غصہ آرہا تھا‘ وہ ایک بار پھر ان کی بات کاٹ کر چبا کر بولے۔

"ہاں جواب میں سچ اس قابل تو ہے نہیں کہ تم اپنی بیٹی کو بتا سکو۔ اتنے سالوں بعد بھی شرمندہ ہونے کی بجائے تم یہی کہہ رہی ہو کیا اتنا بڑا جرم کیا تھا میں نے "آفرین ہے تم پر عائشہ۔" ریاض غفار کو اتنے غصے میں دیکھ کر الیان اٹھ کر ان کے قریب آگیا۔

"ہاں بیٹی کو بتانے کے قابل تو کچھ بھی نہیں ہے‘ مگر اسے تو سب پتا ہے‘ وہ تو وہی سب کر رہی ہے جو میں نے کیا تھا ای کے ساتھ‘ ای نے جوان بیٹی کے پاگل پن کو چھپانے اور روکنے کے لیے گھر بیچ دیا تھا۔ ہم نے بھی بیچ دیا گھر اس کا پاگل پن تو پھر بھی سب کے سامنے آگیا‘ وہ تو پاگل خانے میں ایڈمٹ ہو گئی ہے۔"

"کیا؟" ریاض غفار جو سخت برہمی سے خود کلامی کے انداز میں بولتی عائشہ اختر کو سن رہے تھے‘ ایک دم ٹھٹک گئے۔

"کیوں؟ آپ کو نہیں پتا؟ اخبار میں چھپ چکا ہے‘ سب نے پڑھ لیا ہے‘ بلال اختر نے تو اپنا فون کل سے بند کر رکھا ہے‘ ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل تھوڑی رہے ہیں۔" ریاض غفار شاک کے عالم میں عائشہ اختر کو سن رہے تھے‘ جن کی گفتگو سے صاف ظاہر تھا وہ کسی ٹرانس میں بول رہی ہیں کہ تب ہی انہیں پیچھے سے بلال اختر کی آواز سنائی دی۔

"کس سے بات کر رہی ہو۔"

"ہاں۔۔۔ کس۔۔۔ سے۔" عائشہ اختر بری طرح چونکیں اور پھر ایک دم فون کٹ گیا۔

ریاض غفار سکتے کے عالم میں کھڑے رہ گئے۔

"ڈیڈی۔۔۔ آپ ٹھیک تو ہیں‘ کیا ہوا؟" الیان نے ان کا کندھا ہلایا۔

"تم نے اخبار میں عائشہ کے بارے میں کوئی خبر پڑھی ہے کیا؟" ریاض غفار ابھی تک صدمے کے زیر اثر تھے۔

"کب کے اخبار میں؟ آج تو میں نے اخبار ہی نہیں دیکھا۔"

"آج کی نہیں ایک‘ دو دن پہلے کی بات ہو گی۔ عائشہ کی بیٹی پاگل خانے میں داخل ہو گئی ہے اور یہ خبر اخبار میں آئی ہے۔"

"کیوں؟" الیان خود حیران رہ گیا‘ پھر اس نے اسی وقت کئی دنوں کے اخبار منگوا لیے۔

تین دن پہلے کے اخبار میں پوری تفصیل درج تھی‘ وہ دونوں ہی دنگ رہ گئے۔ ریاض غفار جب کافی دیر تک کچھ نہ بولے تو الیان نے ہی خاموشی کو توڑا۔

"ڈیڈی۔۔۔ میرے خیال ہے اب آپ پچھلی باتیں بھول کر پھپھو سے ملنے چلیں‘ وہ اس وقت بہت ڈپریس ہیں۔" ریاض غفار خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتے رہے‘ پھر ہلکے سے سر کو نفی میں ہلاتے ہوئے کہنے لگے

" This in not the perfect time for this

ہم اگر اس سے ملنے گئے تو وہ ہمارے ساتھ بہت برے طریقے سے پیش آئے گی‘ ابھی بھی تمہاری شادی کو لے کر اس نے جس قسم کی گفتگو کی ہے تمہاری مما تو خیر کیا برداشت کریں گی‘ خود میرے لیے سننا مشکل ہو گیا تھا۔" الیان خاموش رہا تو وہ حیرانی اور تاسف سے کہنے لگے۔

"ابھی بھی اسے اپنے کیے پر پچھتاوا نہیں ہے۔ شرمندگی نہیں ہے‘ اسے اپنی زندگی میں سکون نہ ہونے پر تو سخت افسوس ہے‘ لیکن دوسروں کے سکون کو غارت کرنے کا کوئی ملال نہیں۔ جب اس کا رویہ یہ ہے تو بلال کا کیا

ہو گا‘ ہم جائیں گے تو وہ اپنے ڈپریشن کو ہم پر ہی نکال دیں گے۔" ریاض غفار بات ختم کرتے ہوئے اٹھ گئے۔

الیان نے بھی زیادہ بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا اور خاموش ہو گیا‘ وقت گزرنے کے ساتھ وہ اس خبر کو بھول بھی گیا کہ اچانک ایک دن بریرہ نے فون پر بات کرتے ہوئے کہا۔

"بھیا کیا عائشہ پھپھو کی بیٹی پاگل خانے میں ہے۔"

"ہاں‘ تمہیں کیسے پتا؟" الیان نے پوچھا۔

"کل رات ممی سے بات ہو رہی تھی تو انہوں نے بتایا کہ ڈیڈی ان سے ذکر کر رہے تھے‘ کچھ لوگوں کے منہ سے پہلے ہی سن چکی تھیں‘ مگر انہوں نے گھر میں کسی کو بتایا ہی نہیں‘ لیکن انہیں نہیں معلوم تھا کہ ڈیڈی کو بھی معلوم ہے۔"

"مجھے بہت دکھ ہوا بھیا۔ آپ سب یہ سوچ کر بیٹھ گئے کہ یہ عائشہ پھپھو کا مسئلہ ہے‘ کسی نے نہ سچ جاننے کی کوشش کی نہ یہ پتا کرنے کی کہ کیا واقعی عائشہ پھپھو کی بیٹی کے ساتھ کوئی ذہنی مسئلہ ہے یا وہ بھی میری طرح کسی سازش کا شکار ہو گئی ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو بریرہ۔" الیان نے ٹوکتے ہوئے کہا تو بریرہ دکھی لہجے میں کہنے لگی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں‘ یہاں حامد کی کزنز کبھی کبھی مذاق میں کہتی ہیں کہ آپ کے اور رومیلہ کے بیچ دھواں دھار عشق چل رہا ہو گا‘ مگر ان کے گھر والے راضی نہیں ہوں گے فلمی اسٹوری کی طرح گھر والوں نے رومیلہ کی شادی طے کر دی مگر عین وقت پر دولہا چینج ہو گیا اور شادی الیان بھائی سے ہو گئی۔"

ان کے یہ مذاق مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں‘ مگر میں خاموش رہتی ہوں‘ سچ کیا ہے‘ وہ صرف ہم جانتے ہیں۔ ایسے ہی ہو سکتا ہے نوبیہ کی ذہنی بیماری کی آڑ میں وہ لڑکا جس پر نوبیہ نے حملہ کیا تھا جانے کیا سازش کھیل رہا ہو‘ بظاہر یہی لگ رہا ہے کہ نوبیہ پاگل ہے‘ اس لیے اس نے حملہ کر دیا۔

میں پھپھو سے دوبارہ صلح کرنے کو نہیں کہہ رہی‘ اس معاملے میں تو آپ بھی بہت اگوایسٹک ہیں۔ جب آپ نے اپنے دوست کو اس کی غلطی پر معاف نہیں کیا جو شرمندہ ہے تو ایسے شخص کو معاف کرنے کی بات کیوں کریں گے جسے کوئی گلٹ ہی نہیں لیکن نوبیہ کے بارے میں تو پتا کریں کہ اس کے ساتھ ہوا کیا‘ سچ صرف وہی تو نہیں ہوتا جو نظر آتا ہے‘ سچ وہ بھی ہوتا ہے جو نظر نہیں آتا۔"

☼ ☼ ☼

ڈرائنگ روم میں بالکل جامد خاموشی تھی‘ جیسے کسی کے سانس لینے کی آواز بھی نہ آرہی ہو‘ خرم اس لیے خاموش تھا کہ جو اس نے سنا تھا وہ ناقابل یقین تھا اور الیان اس لیے چپ تھا کہ کہنے کے لیے کچھ بچا نہیں تھا۔

حالانکہ خرم نوبیہ کی ذہنی حالت کے بارے میں سب جان چکا تھا‘ وہ خود دیکھ چکا تھا کہ نوبیہ کی نظر میں جو کچھ اس کی شائستہ خالہ کرتی ہیں درحقیقت وہ سب وہ خود ہی کر رہی ہوتی ہے۔ شائستہ خالہ جیسا کوئی بھوت یا روح ہے ہی نہیں۔

مگر تب بھی اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ شائستہ خالہ کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں وہ مری نہیں‘ بلکہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوئیں۔

نوبیہ نے جب اسے بتایا تھا کہ اس نے اپنی ماں سے جب بھی شائستہ خالہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے ہمیشہ یہی کہا ان کی ایسی کوئی بہن نہیں ہے۔

تب بھی خرم نے نوبیہ کی طرح یہی سوچا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہیں‘ ان کی شائستہ نام کی بہن ہے‘ مگر اس نے

کچھ ایسا کیا ہے جو عائشہ اختر بتانا نہیں چاہتیں۔ لہٰذا اس موضوع سے بچنے کے لیے وہ شائستہ کے وجود سے ہی انکاری ہو جاتی ہیں۔

ندوسیہ کی باتیں سن کر خرم کو بھی شوق ہوا تھا اس مسٹری کو حل کرنے کا' وہ تو کھوج لگاتا فارم ہاؤس پر جا کر قبر تک کھود آیا تھا۔

لیکن جو سچ سامنے آیا تھا اس کی تو خرم کو امید بھی نہیں تھی' جب ندوسیہ یہ سب سنے گی تو اسے کیسا لگے گا۔ کیا وہ یقین کرے گی؟ عائشہ اختر اور بلال اختر نے کبھی اسے سچ نہیں بتایا' وہ صرف یہ سوچتے رہے کہ بس ان کے جھوٹ پر پردہ پڑا رہے' باقی ندوسیہ شائستہ خالہ کو لے کر کس قدر پریشان ہے اس سے انہیں کوئی غرض نہیں تھی۔

کیونکہ وہ تو ندوسیہ کو شروع سے ذہنی مریضہ سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے جب شائستہ نامی کوئی ہستی ہے ہی نہیں تو بھلا اس کی روح کیسے نظر آ سکتی ہے' لہٰذا انہوں نے اس کے سوالوں کا جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا' جب بھی ندوسیہ نے یہ ذکر چھیڑا عائشہ اختر نے بری طرح اسے جھڑک دیا جیسے ندوسیہ نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو' انہیں یاد دلا دیا ہو اپنی ماں کے ساتھ کیے ان کے ڈرامے کو' اپنے گھر والوں کے ساتھ کیے دھوکے کو اور اپنے پیاروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو دینے کو۔ آخر الیان نے ہی اس جامد خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے اپنی بہن کی بات ٹھیک لگی تھی۔ ہو سکتا ہے واقعی اسے کسی سازش میں پھنسا کر جان بوجھ کر پاگل خانے میں ڈال دیا ہو۔ میں پھپھو اور بلال اختر سے تو ملنا نہیں چاہتا تھا' اس لیے اسپتال گیا تھا کہ شاید ندوسیہ سے بات کر کے کچھ پتا چل جائے' مگر وہاں' انہوں نے ملنے ہی نہیں دیا اور ٹھیک ہی کیا۔ میں نے بتایا تھا کہ میں کزن ہوں۔ کزن وغیرہ کو پیشنٹ سے ملنے کی اجازت نہیں ہوتی' خاص طور پر ایسی صورت میں جب پولیس کیس بھی ہو۔ کیا تم مل سکے تھے؟ اور تم کیسے جانتے ہو ندوسیہ کو؟" الیان اپنی گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے خرم کے ساتھ اس کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا' خرم نے اسے چائے وغیرہ بھی پلوادی تھی' مگر ابھی تک الیان اس سے باقاعدہ تعارف حاصل نہیں کر سکا تھا۔

"مجھے تو ندوسیہ نے ہی بلوایا تھا ملنے کے لیے' اس لیے اجازت مل گئی۔" خرم کی سمجھ میں نہ آیا' وہ کیسے بتائے کہ وہ ندوسیہ کو کیسے جانتا ہے' جبکہ الیان اب بھی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا' چنانچہ اسے کہنا پڑا۔

"یوں سمجھ لو کہ وہ میری دوست ہے' حالانکہ وہ کوئی بہت فرینڈلی لڑکی نہیں ہے۔ لیکن جب مجھے شائستہ خالہ کی روح کے بارے میں پتا چلا تو میں نے اس کی مدد کرنی چاہی۔" یہ کہہ کر خرم نے مختصر الفاظ میں اسے فارم ہاؤس پر جانے اور قبر تک کھود ڈالنے کے متعلق بتا دیا۔

"لیکن جب میں نے خود اپنی آنکھوں سے اسے اپنے دوست پر حملہ کرتے دیکھا تو۔" خرم نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی' الیان کچھ خاموش سا ہو گیا۔

اسے ندوسیہ کے ساتھ کسی سازش کا کوئی نشان نہیں مل رہا تھا' جو کچھ پیپرز میں چھپا تھا شاید وہی سچ تھا' اب جاننے اور معلوم کرنے کے لیے کچھ بچا نہیں تھا تو وہ ایک دم گہرا سانس کھینچتا کھڑا ہو گیا۔

"اوکے خرم' پھر میں چلتا ہوں' ندوسیہ سے تو ملاقات نہیں ہوئی' مگر تمہارے ذریعے وہ سب پتا چل گیا جو میں جاننا چاہتا تھا' ندوسیہ سے اگر میں مل بھی لیتا تو بھی شاید وہ کچھ نہ بتاتی' وہ تو مجھے جانتی بھی نہیں۔" الیان نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو خرم بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

جیسے ہی وہ باہر نکلے فرقان حسن آفس سے واپس آتے ہوئے اسی وقت گھر میں داخل ہوئے' الیان نے اخلاقاً رک کر انہیں سلام کیا تو فرقان حسن سوالیہ نظروں سے خرم کو دیکھنے لگے۔

"ڈیڈ یہ الیان ہے' ابھی نیا نیا دوست بنا ہے۔"

"وعلیکم السلام' تم بھی خرم کی یونیورسٹی میں پڑھتے ہو؟" انہوں نے محض کچھ بات کرنے کے لیے پوچھا تو الیان مسکرا دیا۔

"نہیں انکل' میری پڑھائی تو ختم ہو چکی ہے' میں تو بزنس کرتا ہوں۔" پھر خرم سے مخاطب ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

"خرم اپنی گاڑی آج ہی لے لینا' زیادہ دیر پولیس کے پاس چھوڑنا ٹھیک نہیں اس گاڑی میں کوئی واردات بھی ہو سکتی ہے۔" الیان کی بات پر خرم نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"کیا ہوا تمہاری گاڑی کو؟" فرقان حسن چونکے۔

"میں نے تو پارکنگ میں کھڑی کروی تھی' پولیس لے گئی ہے۔" خرم نے سرسری انداز میں کہا تو فرقان حسن نے جیب سے موبائل نکالتے ہوئے فوراً پوچھا۔

"کہاں کھڑی کی تھی' میں ابھی نکلواتا ہوں۔" انہوں نے موبائل میں سے نمبر تک نکال لیا' لیکن جب خرم نے اسپتال کا نام بتایا تو فرقان حسن ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگے اور جب وہ الیان کو رخصت کر کے فارغ ہو گیا تب سرد سے لہجے میں بولے۔

"تمہاری گاڑی اس اسپتال کے گیٹ کے سامنے کیوں کھڑی تھی؟"

"جی۔" خرم نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"ندوسیہ بھی اسی اسپتال میں ایڈمٹ ہے نا' کیا تم اس سے ملنے گئے تھے؟" خرم ان کے لہجے میں چھپے شک اور غصے کو بخوبی محسوس کر گیا' پھر بھی اس نے جھوٹ بولنا نہیں چاہا اور سچ کہہ دیا۔

"جی ندوسیہ سے ملنے گیا تھا۔"

"جب تم نے اس کے خلاف گواہی دی تو میں سمجھا کہ۔" انہوں نے جس طرح ہونٹوں کو بھینچا تھا' اس سے محسوس ہوا تھا انہوں نے خود کو کوئی سخت بات کہنے سے بڑی مشکل سے روکا ہو۔

"کیا سمجھے تھے آپ اور اب کیا سمجھ رہے ہیں' میں سب سمجھتا ہوں۔ لیکن آپ سب غلط سمجھ رہے ہیں' مجھے اس سے ملنے جانا چاہیے تھا' لہٰذا میں چلا گیا' باقی اس کا پاگل پن اور جرم اپنی جگہ ہے اور وہ رہے گا۔" خرم یہ کہہ کر رکا نہیں اور جانے کے لیے پلٹ گیا۔

فرقان حسن بھی ایسے خاموش رہے جیسے بحث نہ کرنا چاہتے ہوں' البتہ اسے اطلاع دینے والے انداز میں آواز لگا کر بولے۔

"کومل کے والد عظمت خلیل نے ہم سب کو آج کھانے پر بلایا ہے' اگر انہوں نے شادی کی تاریخ مانگی تو میں تمہارے امتحان کے بعد کی دے دوں گا۔" خرم ٹھٹک کر رک گیا۔

(باقی آئندہ)

ناگزیر وجوہات کی بنا پر ناولٹ "وہ اک پری سی" کی بارہویں قسط شامل اشاعت نہیں۔ قارئین یہ قسط ان شاء اللہ اگلے ماہ پڑھ سکیں گے۔

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی.... مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے.... رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے.... اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے.... اور ایسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے.... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے.... رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے.... وہ دونوں واپس جانے کے لیے سڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے.... اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے.... اب آگے پڑھیں۔

۳۶

چھتیسویں قسط

اس نے بڑی حیرت اور جھنجلاہٹ کے ساتھ پلٹ کر فرقان حسن کو دیکھا جو ہنوز اسے ہی دیکھ رہے تھے۔
"ابھی تو میرے امتحان کی ڈیٹ ہی نہیں آئی ہے آپ میرے امتحان کے بعد کی کون سی تاریخ دیں گے۔"
"تو کیا امتحان سے پہلے کی تاریخ دے دوں؟" فرقان حسن کا غصیلا لہجہ صاف بتانے والا تھا خرم تنک کر بولا۔
"ایگزام سے پہلے کی تاریخ کہاں پوسیبل ہے ڈیڈ۔ پہلے تو آپ کہتے تھے اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ پھر شادی ہو گی۔"

"کیونکہ پہلے کی بات اور تھی۔ پہلے تمہیں شادی کی بڑی جلدی تھی اور اب تو لگتا ہے تم سرے سے شادی میں انٹرسٹڈ ہی نہیں ہو۔" فرقان حسن چبا کر بولے۔
فوری طور پر خرم کچھ بول نہ سکا تبھی فرقان حسن کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگے۔
"بے فکر رہو، میں تمہاری طرح جلد بازی میں فیصلے نہیں کرتا ابھی سے تاریخ طے کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں نہ ہی انہوں نے ایسی کوئی خواہش ظاہر کی ہے۔ میں تو صرف تمہارا رد عمل دیکھنا چاہتا تھا جو کہ عین میری توقع کے مطابق ہے۔" فرقان حسن گہرا سانس کھینچتے ہوئے آگے بڑھ گئے پھر آواز لگا کر کہنے لگے۔
"ٹائم پر تیار ہو جانا میں لیٹ نہیں ہونا چاہتا پہلی بار ان لوگوں نے اس طرح بلایا ہے دیر سے پہنچنا اچھا نہیں لگے گا۔" خرم صرف ان کی پشت پر ایک نظر ڈال کر رہ گیا۔
اسے کون سی خاص تیاری کرنی تھی اور کون سا اسے تیار ہونے میں ٹائم لگتا تھا جو وہ فکر مند ہوتا البتہ وہ فرقان حسن کو مزید کچھ کہنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا لہٰذا اس نے تیاری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔
بلیک پینٹ پر بلیک ہی شرٹ پہن کر اس نے خود پر بہت سارا پرفیوم بھی اسپرے کر لیا جس کے بعد اس پر اٹھنے والی ہر نظر کچھ لمحوں کے لیے اس پر ٹھہرنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔
مسز فرقان اسے دیکھ کر نثار ہونے لگیں فرقان حسن بولے کچھ نہیں' البتہ ان کا موڈ خاصا خوشگوار ہو گیا تھا جو ان کے ہر انداز سے ظاہر تھا۔
فرقان حسن کی خواہش کے مطابق وہ لوگ ٹھیک آٹھ بجے عظمت خلیل کے گھر پہنچ گئے۔ عظمت خلیل کا چوکیدار انہیں پہچانتا تھا لہٰذا اس نے انہیں دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا البتہ انٹر کام پر اس نے اندر اطلاع دے دی تھی جو کہ شاید رشیدہ کو دی گئی ہو گی کیونکہ نمل تو لان کی ہی کرسی پر بیٹھی رومیلہ سے فون پر بات کر رہی تھی۔
رومیلہ اسے الیان کے مشورے کے متعلق بتا رہی تھی کہ وہ دوبارہ پڑھائی شروع کر دے جس پر نمل الیان کی تائید کرنے لگی تھی کہ پورچ میں رکتی گاڑی دیکھ کر وہ کچھ ٹھٹک کر اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر اس میں سے فرقان حسن' مسز فرقان اور خود خرم حسن کو پوری شان کے ساتھ اترتا دیکھ کر گنگ رہ گئی۔
"اوہ..... رومیلہ میں تمہیں بعد میں فون کرتی ہوں۔" نمل نے دوسری طرف تیز تیز بولتی رومیلہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور بغیر اس کا جواب سنے فون بند کر دیا۔
لان کی ساری بتیاں جل رہی تھیں چنانچہ اس کی موجودگی سب کو نظر آ گئی تھی مسز فرقان تو اسے دیکھ کر باقاعدہ مسکرانے لگیں تو نمل کو مجبوراً اپنی جگہ سے آگے بڑھنا پڑا۔
"السلام علیکم۔" اس نے نزدیک پہنچ کر دھیرے سے کہا تو مسز فرقان نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا اور بڑی محبت سے اس کا ماتھا چوم کر اس کی خیر خیریت پوچھنے لگیں۔
پیچ کلر کے سادہ سے سوٹ میں بالوں کی ایک سیدھی پونی بنائے وہ بالکل گھر کے عام سے حلیے میں تھی خرم نے بڑی ڈھٹائی سے اس کا تفصیلی جائزہ لیا اور اپنے حد سے زیادہ اہتمام سے تیار ہونے پر دل ہی دل میں خود کو کوس کر رہ گیا۔

خرم کی نظر میں اس کا یہ سادہ سا حلیہ اسے یہ باور کرانے کے لیے تھا کہ مجھے تمہارے آنے پر اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس سے زیادہ تو وہ یونیورسٹی میں کلف لگے کپڑوں میں ملبوس ہوتی ہے جبکہ یہ ہلکا ہلکا شکن آلود حلیہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہ جوڑا وہ دوپہر سے پہنی ہوئی ہے۔
لیکن کچھ دیر گزرنے پر خرم کو اپنی رائے بدلنی پڑی جب وہ تینوں نمل کے ساتھ ہی گھر میں داخل ہوئے اور رشیدہ کچھ حواس باختہ سی اپنی ویل چیئر گھسیٹتی ان کے نزدیک آ گئیں اور رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد کہنے لگیں۔
"بہت اچھا کیا جو آج آپ لوگ آ گئے' میں کتنے دنوں سے سوچ رہی تھی کہ ذرا عظمت کو فرصت ہو تو آپ لوگوں کو گھر بلانے کی بات کروں۔ کتنے دن ہو گئے ہیں ڈھنگ سے بات بھی نہیں ہوئی کوئی ملاقات کا بہانہ تو ہو۔" بظاہر انہوں نے بڑی خوش مزاجی سے کہنے کی کوشش کی تھی مگر ان کے چہرے اور تیز تیز بولنے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بیٹی کی سسرال کو "اچانک" سامنے دیکھ کر کچھ گھبرا سی گئی ہیں۔
ان کے جملے اور تاثرات پر وہ تینوں ٹھٹک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے آخر مسز فرقان ہی بولیں۔
"ہم لوگ عظمت بھائی کے بلانے پر ہی تو آئے ہیں۔ کیا انہوں نے آپ کو نہیں بتایا۔" نمل اور رشیدہ جس طرح چونکی تھیں اس سے بغیر کچھ کہے بھی مسز فرقان کے سوال کا جواب مل گیا تھا۔
صورت حال کچھ عجیب سی ہو گئی تھی فرقان حسن اور مسز فرقان کچھ شرمندہ سے ہو گئے تھے۔ جیسے بغیر اطلاع کے ان کے گھر آ کر انہوں نے کوئی نازیبا حرکت کر دی۔
جبکہ رشیدہ اس لیے شرمندہ ہو رہی تھیں کہ ایک تو بیٹی کے سسرالیوں کو بلا کر عظمت خلیل خود موجود نہیں تھے پتا نہیں وہ کتنے بجے گھر آنے والے تھے۔ دوسرے نمل سمیت خود ان کا حلیہ بھی بیٹی کی سسرال کو خوش آمدید کہنے کے لیے کوئی بہت اچھا نہیں تھا نہ ہی انہوں نے اور کوئی اہتمام کیا تھا جبکہ گھڑی کی سوئیاں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں عظمت خلیل کے اس وقت بلانے کا مطلب تو کھانا ساتھ کھانا ہی ہو گا۔
ان کے گھر میں تو آلو گوشت اور بھنڈی پکی ہوئی تھی وہ بھی صرف زیادہ سے زیادہ چار لوگ کھا سکتے تھے۔ کیونکہ عظمت خلیل تو عام طور پر باہر سے کھا کر آتے تھے دونوں وقت کے کھانے پر عموماً رشیدہ اور نمل ۔۔ ہی ہوتی تھیں لہٰذا نمل نے ہی اصرار کر کے زیادہ اہتمام کرنے اور زیادہ مقدار میں پکوانے سے منع کر دیا تھا بس اتنا ہو کہ ملازموں کے ساتھ وہ دونوں اور اگر عظمت خلیل آ جائیں تو کھا لیں۔
بیٹی کی سسرال کو پہلی بار کھانے پر بلایا اور کھانا بھی ڈھنگ کا نہیں پکایا ہے۔ اگر رشیدہ اس وقت کچھ چڑھانا شروع بھی کرتیں تو وقت بہت صرف ہونے والا تھا اور پھر بھی کوئی ایسی چیز نہیں بن سکتی تھی جو ان کے حضور پیش کی جاتی۔
پھر عظمت خلیل تو موجود نہیں تھے رشیدہ اگر کچن میں لگ جاتیں تو مہمانوں کے پاس کون بیٹھتا نمل کو اکیلا ان لوگوں کے پاس بٹھا دینا تو نہایت بد تمیزی کی بات تھی نمل کو کچن میں وہ کھڑا نہیں کر سکتی تھیں اتنا انہیں نمل پر بھروسہ نہیں تھا وہ گھر کا کھانا پکانا جانتی تھی مگر اس وقت دعوت کے لحاظ سے کچھ خاص چیزیں ہونی چاہیے تھیں جو نہایت سکون اور پوری یکسوئی سے پکتی ہیں جن کے لیے گھر میں تمام اشیاء اور اشیاء کا صحیح تناسب ہونا نہایت ضروری ہے یہ سب نمل نہیں کر سکتی تھی۔ گھر میں کوئی عام مہمان بھی آئے تو رشیدہ خود پکانے کو ترجیح دیتیں پھر اس وقت تو بیٹی کی ہونے والی سسرال کا معاملہ تھا جو ایک طرح سے پہلی بار گھر آئے تھے۔
رشیدہ اتنی پریشان ہو گئیں کہ انہیں یہ خیال بھی نہیں آیا کہ وہ سب لوگ ابھی تک گھر کے لاؤنج میں ہی کھڑے ہیں آخر نمل کو ہی ہوش آیا اور وہ چونکتے ہوئے بولی۔

"امی آپ ان سب کو ڈرائنگ روم میں لے کر چلیں، میں ابو کو فون کر کے پوچھتی ہوں انہیں آنے میں کتنا ٹائم ہے۔"

"کیا عظمت گھر پر نہیں ہیں۔" فرقان حسن کے لہجے میں حیرت واضح تھی رشیدہ بے اختیار نمل کو دیکھنے لگیں جو انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

دونوں کے ذہن میں ایک ہی بات چل رہی تھی عظمت خلیل تو کبھی بھی اس وقت گھر پر نہیں ہوتے تھے دس بجے سے پہلے تو وہ گھر میں گھستے ہی نہیں تھے اگر آج بھی وہ دس بجے تشریف لائے تو کتنی سبکی ہوگی وہ تو انہیں مدعو کر کے بھول گئے تھے اب اپنی مصروفیت ترک کر کے وہ بھلا کیا آئیں گے۔

"لگتا ہے عظمت بھائی آپ لوگوں کو بتانا بھول گئے کہ انہوں نے ہم سب کو بلایا ہے۔" مسز فرقان نے اپنی بات دہرائی تو رشیدہ کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگیں۔

"جی، دراصل وہ بہت بزی رہتے ہیں تو اکثر باتیں بتانا بھول جاتے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں آپ لوگ آئیں نا اندر۔" رشیدہ نے ویل چیئر ڈرائنگ روم کی طرف گھمائی تو وہ تینوں ان کی تقلید میں آگے بڑھ گئے جبکہ نمل ہاتھ میں پکڑا موبائل لیے لان میں آگئی۔

عظمت خلیل کا نمبر ہمیشہ کی طرح بزی جا رہا تھا نمل نے عاجز آکر ان کے سیکریٹری کو فون کیا تو اس نے بتایا عظمت خلیل تو ایک جھونپڑ پٹی میں آئے ہوئے ہیں جہاں افلاس سے تنگ آکر ایک ماں نے اپنے چھ بچوں کو زہر دے کر مار دیا ہے۔

یہاں پولیس اور پریس کا اتنا ہجوم ہے کہ کان پڑی آواز نہیں آرہی۔

عظمت خلیل کسی نیوز چینل کے رپورٹر کو انٹرویو دینے میں مصروف ہیں۔ وہ جب فارغ ہوں گے تب ان سے بات ہو سکتی ہے۔

نمل دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔

عظمت خلیل ٹی وی پر آنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے ان کا ایک ڈیڑھ گھنٹے سے پہلے گھر آنا قطعی ممکن نہیں تھا پھر بھی نمل نے اسے تاکید کر دی کہ نا صرف وہ فارغ ہونے پر گھر فون کریں بلکہ جتنی جلدی ممکن ہو گھر آجائیں ان کے انوائٹ کرنے پر فرقان حسن اپنی فیملی کے ساتھ کھانے پر آگئے ہیں۔

سیکریٹری نے بڑی تابعداری سے جی اچھا میڈم کہہ کر فون بند کر دیا مگر نمل وہیں کھڑی ہونٹ کاٹتی رہی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اب کیا کرنا چاہیے وہ رشیدہ سے مشورہ کرنا چاہتی تھی تاکہ کھانے کے لیے بازار سے کچھ منگوا سکے لہٰذا وہ ڈرائنگ روم کے دروازے پر آکھڑی ہوئی اور اشارے سے رشیدہ کو باہر بلا لیا وہ اس کا اشارہ پاتے ہی بہانہ بنا کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئیں۔

"تمہارے پاپا نے تو آج حد کر دی۔" رشیدہ نے قریب آتے ہی دبی زبان سے کہا۔

"وہ تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ اب کیا کرنا ہے۔" نمل نے وقت ضائع کیے بغیر فوراً پوچھا تو انہوں نے بھی ہوٹل سے کچھ منگوا لینے کا مشورہ دیا۔

سارا مینو بتا کر وہ مسز فرقان حسن کے پاس جا بیٹھیں اور ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں آخر وقت تو گزارنا ہی تھا مگر آج لگ رہا تھا جیسے وقت تھم گیا ہو فرقان حسن کچھ دیر تو ان کی گفتگو میں شامل رہے پھر عورتوں کے ساتھ کتنی باتیں کرتے لہٰذا انہوں نے اخبار اٹھا کر اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔

خرم کو اس طرح منہ اٹھا کر بیٹھنا عجیب لگ رہا تھا چنانچہ اس نے اپنے موبائل پر نیٹ آن کر لیا خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لیے۔ مگر ان دونوں کی یہ زبردستی کی مصروفیت رشیدہ کو بری طرح شرمندہ کر رہی تھی۔

ایک گھنٹہ تو جیسے تیسے انہوں نے گزارا آخر نو بجے فرقان حسن نے جانے کی اجازت مانگ لی۔ رشیدہ نے حالات کے پیش نظر انہیں چائے اور دیگر لوازمات پہلے ہی پیش کر دیے تھے مگر ان سب کا عظمت خلیل کے آنے سے پہلے اس طرح بغیر کھانا کھائے جانا بالکل مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

"نہیں نہیں آپ لوگ ایسے کیسے جا سکتے ہیں۔ عظمت بس آتے ہی ہوں گے۔" خود ان لوگوں کو بھی عظمت خلیل سے ملے بغیر جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا رشیدہ کے اصرار پر فرقان حسن خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو نمل کو بھی یہیں بلا لیں۔" مسز فرقان نے جھجکتے ہوئے کہا خرم نے موبائل پر سے نظریں ہٹا کر ایک نظر ماں کو دیکھا اور دوبارہ بے نیاز بن گیا۔

"نہیں، نہیں بھلا برا ماننے کی کیا بات ہے۔" رشیدہ اس وقت اتنی شرمندہ تھیں کہ کسی بات کا برا نہیں مان سکتی تھیں اور پھر کون سا نمل، خرم سے پردہ کرتی تھی روز ہی تو یونیورسٹی میں سامنا ہوتا تھا انہوں نے تو اس لیے نمل کو نہیں بلایا تھا کہ پتا نہیں مسز فرقان نمل کے آکر بیٹھنے پر کیا سوچیں۔ اب جبکہ خود انہوں نے گزارش کر دی تھی تو انہیں بلانے میں کیا قباحت تھی۔

نمل رشیدہ کے بلانے پر ڈرائنگ روم میں آکر ایک ایسے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی جو فرقان حسن اور مسز فرقان دونوں کے ہی قریب تھا جبکہ خرم ان کی محفل سے دور الگ ڈیڑھ انچ کی مسجد بنائے بیٹھا تھا اس نے صرف نمل پر ایک نظر ڈالی تھی اور اس کی توقع کے عین مطابق نمل ابھی تک اسی حلیے میں تھی جس میں پہلے موجود تھی اس نے کپڑے بدلنے یا بال بنانے کی زحمت بالکل نہیں کی تھی البتہ شاید منہ دھو کر ذرا سا پاؤڈر لگا لیا تھا وہ بھی یقیناً اسی لیے کہ وہ باہر لان میں بیٹھی ہوئی تھی ورنہ یہ اتنی سی تبدیلی بھی ان لوگوں اور خاص طور پر خرم کے لیے نہیں تھی۔

نمل کے آکر بیٹھنے پر فرقان حسن نے اخبار ایک طرف رکھ کر اس سے ہلکی پھلکی گفتگو شروع کر دی۔ نمل نے باتوں کا آغاز تو اخلاقی تقاضے کے تحت ہی کیا تھا مگر کچھ دیر بعد اسے اندازہ ہوا فرقان حسن تو خاصے دلچسپ انسان ہیں۔

اتنے بڑے بزنس مین ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے بارے میں، اپنی کامیابیوں کے بارے میں یا اپنی دولت کے ڈھیر کے متعلق ایک لفظ نہیں کہا۔

بلکہ اس کے برعکس وہ ادب اور شاعری پر بات کر رہے تھے اس معاملے میں نا صرف ان کی معلومات بڑی وسیع تھیں بلکہ ان کا انداز بڑا عاجزانہ تھا جیسے مجھے کہاں کچھ آتا ہے۔

ہر وقت "میں" کی گردان کرتے شخص کے ساتھ رہنے کے بعد نمل کو فرقان حسن کے سادہ سے انداز نے بڑا متاثر کیا وہ خاصی گرمجوشی کے ساتھ ان سے گفتگو میں مصروف ہو گئی۔

خرم نے ایک دو بار سر اٹھا کر بات بات پر کھلکھلاتی نمل کو دیکھا اور دوبارہ اپنے موبائل میں مصروف نظر آنے لگا ہر چند کہ اس کی پوری توجہ وہیں تھی مگر وہ نمل پر یہ بات ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

البتہ اس کی یہ لاتعلقی مسز فرقان کے لیے خاصی حیران کن تھی وہ دونوں ساتھ پڑھتے تھے ان کا خیال تھا ان دونوں کے بیچ اچھی خاصی بے تکلفی ہوگی جو ان کے سرکل میں کوئی معیوب بات بھی نہیں تھی تو کیا خرم، رشیدہ کی وجہ سے اتنا ریزرو ہو کر بیٹھا ہے کیا وہ اتنے پرانے خیالات کی ہیں۔

مسز فرقان نے کئی بار خرم کو مخاطب کرنا چاہا کہ وہ بھی ان سب کی گفتگو میں حصہ لے مگر ہر بار وہ بیٹے کو دیکھتیں اور منہ کھول کر دوبارہ خاموش ہو جاتیں۔

ان کی یہ حرکت خرم نے کئی بار نوٹ کی وہ ان کی حیرت کو بخوبی سمجھ رہا تھا فرقان حسن کے کیا تاثرات تھے ان

کے چہرے اور انداز سے کچھ ظاہر نہیں ہو رہا تھا مگر اسے یقین تھا یہاں سے گھر جانے کے بعد اس سے باز پرس
ضرور ہوگی۔
فرقان حسن تو یقینی طور پر شادی کی تاریخ طے کرنے کی بات کریں گے جس کا جواب خرم نے پہلے ہی تیار کر لیا
تھا اس نے سوچا تھا شادی کی تاریخ اس کے ایگزامز کے بعد کی نہیں بلکہ پہلے کی ہوگی۔
"ڈیڈ گھر چلیں" خرم نے ایک دم پوچھا تو سبھی چونک گئے فرقان حسن نے رسٹ واچ کی طرف دیکھا۔
ساڑے دس بج رہے تھے وہ ڈھائی گھنٹے سے بیٹھے انتظار کر رہے تھے عظمت خلیل اگر نہیں آسکتے تھے تب بھی
انہیں کم از کم فرقان حسن کو ایک فون ضرور کرنا چاہیے تھا کچھ تو بات کرتے کہ انہیں کتنی دیر لگے گی وغیرہ لیکن
انہوں نے تو کوئی بھی اخلاقی تقاضا پورا نہیں کیا تھا۔
"میں ایک دفعہ عظمت سے پوچھ لوں وہ کب تک آرہے ہیں ورنہ پھر ہم کھانا لگوا لیتے ہیں اب تو بہت دیر ہوگئی
ہے اس سے زیادہ انتظار تو نہیں ہو سکتا۔" رشیدہ نے شرمندگی سے کہا ہوٹل سے کھانا تو کب کا گھر آچکا تھا
ملازموں نے اسے پتیلیوں میں پلٹ کر ڈبے پھینک بھی دیے تھے لہٰذا کھانا کھالینا ہی بہتر تھا۔
مگر اس سے پہلے کہ رشیدہ فون کرتیں ملازم نے عظمت خلیل کے آنے کی اطلاع دے دی رشیدہ نے شکر کا کلمہ
پڑھتے ہوئے فوراً" کچن کا رخ کیا۔
عظمت خلیل سیدھا ڈرائنگ روم میں ہی چلے آئے اور بڑی انکساری سے معذرت کرنے لگے جس پر فرقان
حسن "کوئی بات نہیں" کہ علاوہ بھلا کہہ بھی کیا سکتے تھے پھر جب تک عظمت خلیل چینج کرکے آئے وہ سب
کھانے کے لیے بیٹھ چکے تھے۔
رشیدہ ان کی پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہنے لگیں۔
"آج آپ نے فرقان بھائی اور بھابھی کو فاقہ کرا دیا۔" انہوں نے اخلاقاً" کہا تھا مگر عظمت خلیل کو لگا وہ طعنہ مار
رہی ہیں وہ بھی مہمانوں کے سامنے۔ وہ ایک دم ہی بگڑ گئے۔
"مصروف تھا میں' کوئی جان بوجھ کر باہر نہیں بیٹھا تھا اور اتنا ٹائم ملنے پر بھی کون سا تم نے کھانا گھر میں پکا لیا
سب کچھ ہوٹل سے منگایا ہوا لگ رہا ہے۔" نمل کچن سے مزید سالن نکال کر لا رہی تھی کہ باپ کے جواب پر وہ
جہاں تھیں وہیں رک گئی۔
خود رشیدہ کے چاول پلیٹ میں ڈالتے ہاتھ اپنی جگہ ساکت ہوگئے۔ ان کا لب و لہجہ اور بات خود فرقان حسن اور
مسز فرقان کو حیران کر گیا تھا خرم البتہ رشیدہ کو دیکھنے لگا کہ وہ کیا کہتی ہیں مگر اسے ان کی خاموشی نے حیران کیا تو اپنے
سامنے کھڑی نمل کو دیکھنے لگا جو جلدی سے سالن ٹیبل پر رکھ کر کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔
"بریانی میں اتنا مسالا! کون سے ہوٹل سے آرڈر کیا ہے کھانا۔" عظمت خلیل کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ رشیدہ
دل ہی دل میں پچھتانے لگیں کہ انہوں نے کیوں کہا کہ وہ دیر سے آئے ہیں۔ اب چاہے وہ اور نمل خاموش بھی
رہیں عظمت خلیل کو ایک بات بری لگ ہو جائے تو وہ بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں۔
چاولوں کی یہ برائی انہوں نے اسی لیے کی تھی کہ اگر رشیدہ اور نمل یہ جھوٹ بولنے کا سوچ رہی ہیں کہ کھانا
انہوں نے خود پکایا ہے تو اپنا ارادہ ملتوی کر دیں۔
"ہمیں تو بریانی میں مسالا تیز ہی پسند ہے۔" فرقان حسن نے خوش مزاجی سے کہتے ہوئے فوراً" چاول کی طرف
ہاتھ بڑھا دیے بلکہ ماحول کی گمبھیرتا کو کم کرنے کے لیے مزید کہنے لگے۔
"عظمت صاحب آپ نے ہمیں تو کھانے پر بلا لیا لیکن بھابھی اور نمل کو بتایا تک نہیں۔ وہ بے چاری تو اتنے
شارٹ ٹائم میں بھی کھانا پکا لیتیں لیکن پھر ہمارے پاس کون بیٹھتا یہ تو نمل اور بھابھی نے ہمیں بور نہیں ہونے دیا

ورنہ آپ نے تو سڑا ہی دیا تھا۔" فرقان حسن نے مذاق ہی مذاق میں سبھی کچھ سنا دیا۔
عظمت خلیل انہیں کچھ نہیں کہنا چاہتے تھے اس لیے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے کے باوجود بظاہر مسکرا
دیے۔ نمل حیرانی سے فرقان حسن کو دیکھنے لگی کتنی سبھاؤ اور سمجھ داری سے انہوں نے عظمت خلیل کو جتایا تھا
جبکہ کھانا پکانا مسئلہ نہیں تھا۔ مسئلہ وقت کی تنگی کا تھا اور وہ بھی عظمت خلیل کی غلطی کی وجہ سے کہ انہوں نے
مہمانوں کو مدعو کر لیا اور گھر میں ذکر تک نہیں کیا پھر اس پر ہوٹل سے کھانا منگوانے پر اعتراض بھی کر رہے ہیں۔
رشیدہ کو فرقان حسن کا یوں سب کے بیچ عظمت خلیل کو جتانا خجل کر گیا وہ انکساری سے کہنے لگیں۔
"اصل میں عظمت اتنے مصروف رہتے ہیں کہ بہت ساری باتیں بتانا بھول جاتے ہیں" نمل کو رشیدہ کی یہ
عادت سخت زہر لگتی تھی مجال ہے جو وہ کبھی عظمت خلیل پر کوئی برائی آنے دیتیں لیکن عظمت خلیل کو لگا کہ
رشیدہ ان پر طنز کر رہی ہیں ایک بات ان کے ذہن سے کیا نکل گئی وہ مہمانوں کے سامنے یہ کہہ رہی ہیں کہ وہ ساری
باتیں بتانا بھول جاتے ہیں۔
گویا وہ گھر میں تو ٹائم ہی نہیں دیتے اور ہر وقت باہر ہی مصروف رہتے ہیں۔ فرقان حسن پہلے ہی ان کی کھنچائی کر
چکے تھے اس کی بھڑاس بھی نہیں نکلی تھی اس پر رشیدہ کی بکواس۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کرسی گھسیٹ کر کھانا
چھوڑ کر اٹھ جائیں۔
"نمل منہ اٹھائے کیا بیٹھی ہو اپنی ساس کو کھانا نکال کر دو" کرسی پر بیٹھی نمل اپنی جگہ اچھل پڑی اور مسز فرقان
کو دیکھنے لگی جو عظمت خلیل کی بات پر ایک دم ہنس پڑی تھیں۔
"ارے بھائی صاحب میری پلیٹ میں تو پہلے ہی جگہ نہیں ہے رشیدہ بھابھی اتنا کچھ ڈال چکی ہیں" نمل پر یہ
اعتراض ان کو بالکل بے جا لگا تھا صاف ظاہر تھا عظمت خلیل صرف اپنی جھنجلاہٹ نکال رہے ہیں جو مزید کہہ
رہے تھے۔
"اصل میں آپ سب کی بھوک مر گئی ہے۔ بھئی میرا انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی مہمانوں کو بھوکا تھوڑی
بٹھایا جاتا ہے کھانا کھالینا چاہیے تھا۔ میرا تو تمہیں پتا ہے کوئی ٹائم نہیں ہے آنے جانے کا۔" عظمت خلیل کے ہر
لفظ سے بیزاری ٹپک رہی تھی۔
رشیدہ اور نمل دونوں دانستہ خاموش رہیں اس وقت کچھ بھی بولنا خود اپنی بے عزتی کرانا تھا عظمت خلیل کو وہ
اچھی طرح جانتی تھیں وہ اگر ایک لفظ بھی بولیں گی تو عظمت خلیل دس باتیں سنا دیں گے۔ وہ دونوں پہلے ہی
مہمانوں کے سامنے اتنی شرمندہ ہو چکی تھیں کہ اب مزید نہیں ہو سکتی تھیں۔
"کم اون عظمت' میں نے ہی منع کیا تھا بھابھی کو کہ عظمت کے آنے پر کھانا نکالیے گا۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم
کہاں رہ گئے تھے۔"
"ان لوگوں نے یہ بھی نہیں بتایا۔" عظمت خلیل نے ایک قہر برساتی نظر نمل پر ڈالی وہ اس سارے ماحول سے
لاتعلق بنی بیٹھی تھی۔
"نمل کو میرے سیکریٹری نے ساری بات بتا دی تھی تم لوگ ٹی وی آن کرتے تو مجھے دیکھ سکتے تھے سارے نیوز
چینلز میرے بارے میں ہی بات کر رہے تھے۔" جانے انجانے ہی سہی عظمت خلیل کا پسندیدہ موضوع "میں"
چھڑ چکا تھا جس پر وہ بغیر رکے بغیر تھکے بغیر اکتائے گھنٹوں بول سکتے تھے لہٰذا اب وہ رشیدہ اور نمل کو یکسر فراموش
کیے درد میں ڈوبی آواز میں کہہ رہے تھے۔
"ذرا سوچیں' اس ماں کی کیا ذہنی حالت رہی ہوگی جس نے اپنے چھ بچوں کو زہر دے کر مار دیا۔ یہ ہمارے

معاشرے کا المیہ ہے کہ جب تک کوئی مر نہیں جاتا ہمیں نہ کسی کی بھوک نظر آتی ہے نہ کسی کی غربت دکھائی دیتی ہے۔

مجھے جیسے ہی اطلاع ملی میں اپنے سارے کام چھوڑ کر اس ماں کی جھونپڑی میں پہنچ گیا اس عورت کے پاس اپنے بچوں کی تدفین کے لیے بھی کچھ نہیں تھا اور ہمارے ہاں کی پولیس اسے گرفتار کرنے آئی تھی۔

میں نے وہاں کھڑے ہو کر سو لوگوں کو فون کیے ہیں اس عورت کو سزا کی نہیں اس عورت کو علاج کی ضرورت ہے میں نے وہاں ٹی وی پر بتایا کہ محلے والوں نے اسے روکا ہے ورنہ یہ بچوں کے بعد خود کو بھی مارنے والی تھی۔

میں کہتا ہوں اس عورت کو جیل میں ڈالنے سے کیا ہوگا آپ اس مسئلے کی جڑ کو کاٹ پھینکیں جس کے باعث لوگ اپنے بچوں کو قتل کر رہے ہیں۔

میں نے ٹی وی پر اپیل کی زکوٰۃ کا نظام صحیح طریقے سے رائج کیا جائے۔ یہ سب پیسے کی غیر منصفانہ تقسیم کا نتیجہ ہے میں نے کہا۔“

”آپ نے صرف کہا یا آپ نے کچھ کیا بھی۔“ عظمت خلیل پورے جوش و خروش سے تقریر کر رہے تھے جب خرم نے نہایت سپاٹ لہجے میں پوچھا سب چونک کر خرم کو دیکھنے لگے۔

کچھ لمحوں کے لیے ایک دم سناٹا چھا گیا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو آخر عظمت خلیل نے ہی کچھ دیر خرم کو سنجیدگی سے دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

”میں تو بہت کچھ کر رہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے میرے کتنے ٹرسٹ ہیں اور وہ روز کتنے لوگوں کو کھانا، کپڑے، دوائیں اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرتے ہیں۔ کتنے لوگوں کا پورا پورا علاج کتنی لڑکیوں کی شادیاں اور کتنے بے روزگاروں کو ملازمت دلانا۔ تمہیں پتا ہے میں کتنے کام کر رہا ہوں۔“ عظمت خلیل اب بالکل غصے میں نہیں تھے وہ نہایت فخر کے ساتھ اپنا ایک ایک کام گنوا رہے تھے۔

ٹیبل پر اب سب لوگ بالکل خاموش بیٹھے تھے خرم نے جس لہجے اور تاثرات کے ساتھ وہ ایک بات کہی تھی اس پر فرقان حسن کے تنبیہی انداز میں دیکھنے پر وہ بھی مصلحتاً ”چپ ہو گیا تھا مگر عظمت خلیل کے ایک ایک لفظ سے تکبر ٹپک رہا تھا جو کہ خرم جیسے دو ٹوک بات کرنے والے شخص کے لیے برداشت کرنا بڑا مشکل تھا۔

لیکن فرقان حسن کی ایک نظر نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ انہیں اس کا اس طرح بولنا قطعاً ”اچھا نہیں لگا وہ پہلے ہی اس سے اکھڑے اکھڑے تھے وہ انہیں مزید خفا نہیں کرنا چاہتا تھا البتہ اسے حیرت ہو رہی تھی وہ عظمت خلیل کے بارے میں جو کچھ سنتا آیا تھا اور ان کے متعلق جو بھی رائے رکھتا تھا وہ اس سے خاصے مختلف تھے۔ نمل بھی اس ماحول سے یکسر بیگانہ بنی بیٹھی تھی بلکہ اب اس نے پلیٹ میں چاول نکال کر کھانا شروع کر دیے تھے خرم کو تو ایسا لگ رہا تھا یہ سب وہ مصروف نظر آنے کے لیے کر رہی ہے کیونکہ عظمت خلیل کا ”میں نامہ“ کافی طول پکڑ چکا تھا۔

وہ اب یتیم بچیوں کی شادی کے بعد اپنے کھولے ڈس ایبلیٹی سینٹر کے متعلق بتا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ایسی بات کہی کہ سب اپنی جگہ ٹھٹک گئے۔

”ہمارے معاشرے میں معذور لوگوں کو بالکل سپورٹ نہیں کیا جاتا انہیں کوئی فن سکھا کر انہیں خود مختار بنانے کی بجائے انہیں طعنے مار کر دوسروں پر بوجھ ہونے کا احساس دلایا جاتا ہے۔ میں نے جب ڈس ایبلیٹی سینٹر کھولا تو سب سے پہلا اصول اس میں یہ رائج کیا کہ وہاں آنے والے معذور لوگوں کا اعتماد بحال کیا جائے۔ جب رشیدہ کی شادی کے تین سال بعد بیماری کی وجہ سے ٹانگوں نے حرکت کرنی چھوڑ دی تب سب نے مجھ سے کہا کہ تم ایک معذور کے ساتھ ساری زندگی کیسے گزارو گے۔“ عظمت خلیل تواتر کے ساتھ بول رہے تھے

رشیدہ کا چہرہ ایک دم پھیکا پڑ گیا حالانکہ ان تینوں میں سے کسی کی بھی ہمت نہیں ہوئی رشیدہ کی طرف دیکھنے کی بلکہ جس طرح وہ کھانا کھاتے ہوئے اپنی جگہ ساکت ہو گئی تھیں وہ ان کی جانب دیکھے بغیر بھی سب ظاہر کر گیا تھا۔

”لوگ مجھے دوسری شادی کے مشورے دینے لگے۔ کیا کچھ نہیں کہا لوگوں نے مجھے۔ ایک معذور عورت نہیں دوسری اولاد بھی نہیں دے سکتی کم از کم ایک بیٹا تو ہونا ہی چاہیے۔“ فرقان حسن، مسز فرقان اور یہاں تک کہ خرم بھی ایک شاک میں گھرا انہیں دیکھ رہا تھا۔

کیا انہیں ذرا احساس نہیں خود کو عظیم ظاہر کرنے کے لیے وہ رشیدہ کو کس بری طرح ذلیل کر رہے ہیں کہ ان تینوں کو شرمندگی ہونے لگی مگر وہ بڑے خوشگوار انداز میں کہتے رہے۔

”لیکن میں اپنی جگہ ثابت قدم رہا۔ میں نے صاف کہہ دیا مجھے ایک معذور عورت کے ساتھ ساری زندگی گزارنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا پتا اللہ تعالیٰ کو میری یہ نیکی پسند آجائے کیا پتا اس معذور عورت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آگے مجھے کسی معذوری اور بیماری سے محفوظ رکھے۔

مگر لوگ میری طرح نہیں سوچتے وہ اپنے آس پاس ایسے اپاج لوگوں کی دل آزاری کرتے رہتے ہیں انہیں طعنے دیتے رہتے ہیں جبکہ میں نے کبھی رشیدہ کو یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ میں مکمل طور پر صحت یاب ہونے کے باوجود، اتنی دولت اور جائیداد ہونے کے باوجود اس کے ادھورے وجود کے ساتھ زندگی گزار رہا ہوں۔“ فرقان حسن اور مسز فرقان تو حیران رہ گئے تھے۔

اس وقت تو فرقان حسن کی بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بولیں ان کا کھانے سے بھی دل اچاٹ ہو گیا تھا بڑی مشکل سے انہوں نے گلا کھنکارتے ہوئے موضوع بدلنے کے لیے کہا۔

”آپ کے کتنے ٹرسٹ ہیں اور پاکستان کے کون کون سے شہروں میں ہیں۔“ عظمت خلیل بڑی شان بے نیازی سے اپنے ٹرسٹ کی تفصیل بتانے لگے تو بت بنی رشیدہ بہت مدھم آواز میں بولیں۔

”لگتا ہے سب کھانا کھا چکے ہیں میں میٹھا لے کر آتی ہوں۔“ وہ آہستگی سے اپنی وہیل چیئر موڑتی کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

خرم انہیں تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئیں۔ ان گزرے پانچ منٹوں میں چار بار عظمت خلیل نے انہیں معذور عورت اور ایک بار ان کے وجود کو ادھورا وجود کہا تھا تو پچھلے انیس بیس سالوں میں تو وہ جانے کتنی بار انہیں طعنہ مار چکے ہوں گے۔

خرم کو جس شخص کی موجودگی میں پانچ منٹ گزارنے اتنے مشکل لگ رہے تھے اس کے ساتھ پوری زندگی رشیدہ نے کیسے گزاری ہوگی۔

خرم کچن کے دروازے پر سے نظریں ہٹا کر اپنے سامنے رکھے لذیذ کھانوں کی بے تحاشا ڈشز کو دیکھنے لگا کہ جنہیں کھانے کے لیے اس نے تو کیا سبھی لوگوں کی بھوک بالکل مر چکی تھی تبھی خرم کی نظریں خود بخود نمل کی پلیٹ کی طرف اٹھ گئیں۔

اس نے جتنے چاول نکالے تھے وہ جوں کے توں پلیٹ میں موجود تھے اس کا سر پلیٹ پر آگے کو جھکا ہوا تھا مگر وہ کھانا نہیں کھا رہی تھی بس کبھی چاولوں کو ایک جانب کر دیتی تو کبھی دوسری جانب کر دیتی ایک طرح سے وہ صرف چمچہ ہلا رہی تھی خرم غیر ارادی طور پر اس کا شغل دیکھتا رہا کہ تبھی میز پر رکھے نمل کے بائیں ہاتھ پر کوئی چیز آگری۔ خرم سمجھ نہیں سکا کہ اس کی ہتھیلی کی پشت پر کیا گرا ہے کہ تبھی دوبارہ کوئی چیز آگری اور اب خرم کو اندازہ ہوا کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ چھوٹی چھوٹی بوندیں ہیں جو گری نہیں ہیں بلکہ نمل کی آنکھ سے ٹپکی ہیں۔

تو کیا وہ رو رہی ہے؟

خرم ششدر رہ گیا وہ نمل کے ہاتھوں پر سے نظریں اٹھا کر اس کے جھکے سر کو دیکھنے لگا اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ نمل رو سکتی ہے۔

تبھی نمل نے نہایت آہستگی سے ٹیبل پر رکھا ہاتھ اٹھایا اور اپنے چہرے کی طرف لے گئی۔

بڑی احتیاط اور مہارت سے اس نے اپنی دونوں آنکھ کے کنارے باری باری صاف کیے اور سر اٹھائے بغیر پلیٹ میں سے چھوٹے چھوٹے لقمے لینے لگی۔

بھلے ہی اس کا سر جھکا تھا مگر خرم کو یقین تھا اس کی آنکھیں ابھی بھی نم ہو رہی ہوں گی۔

خرم کو اپنے سینے میں دھواں سا بھرتا محسوس ہوا اسے لگا ایک عجیب سی بے کلی نے اس کے پورے وجود کا احاطہ کر لیا ہو۔ اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ اپنے اور اس کے درمیان رکھی ڈائننگ ٹیبل پر ایک لات مار کر اسے سائیڈ میں کر دے اور نمل کے نزدیک جا کر اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے پونچھ دے' دنیا میں آخری چیز جس کی وہ توقع نہیں کر سکتا تھا وہ تھا نمل کا رونا۔

وہ جو ہمیشہ اسے ہرانے اور اسے اپنے سامنے سرنگوں دیکھنے میں سرگرداں رہتا تھا آج نمل کی آنکھ سے ٹپکے دو آنسوؤں نے اس کے دل میں بھرے سارے غبار کو دھو دیا تھا۔

پہلی بار اسے احساس ہوا وہ تو نمل کو کبھی بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا بس اپنے ان جذبات سے وہ خود بھی آگاہ نہیں تھا۔

اس کی اور نمل کی لڑائی کی ابتدا بھی تبھی ہوئی تھی جب وہ نمل کی مدد کرنے آگے بڑھا تھا۔ جب اس کے پاس بل چکانے کے پیسے نہیں تھے اور اس کی پریشانی اس کے چہرے اور ایک ایک انداز سے چھلک رہی تھی۔

وہ تو تبھی اپنی شرط پوری کر دینے کے باوجود اس کا بل ادا کرنے کھڑا ہو گیا تھا تبھی تو نمل کو اندازہ ہوا تھا کہ اس کا پرس خرم نے ہی چرایا ہے ورنہ اگر وہ دور بیٹھا اسے فکر مند ہوتا دیکھتا رہتا تو نمل اس کے پاس آ کر کبھی بھی اس پر یہ الزام نہ لگاتی۔

مگر پہلے دن سے جب وہ اس کا نام بھی نہیں جانتا تھا وہ اسے تکلیف میں دیکھ کر انجام کی پروا کیے بغیر اس کی مدد کرنے کھڑا ہو گیا تھا۔

لیکن اس وقت وہ اپنے احساسات کو نہیں سمجھ سکا تھا وہ یہی سمجھا تھا کہ اس کی وجہ سے ایک لڑکی پریشان ہے لہٰذا اس کی مدد کرنی چاہیے مگر آج صورت حال مختلف تھی آج وہ اس کی مدد کرنے سے قاصر تھا۔

وہ اس کے والد کی سوچ اور گفتگو کو نہیں بدل سکتا تھا آج اپنی بے بسی محسوس کر کے اسے علم ہوا تھا کہ وہ نمل کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے اسے روتا دیکھ کر خود اسے بھی اتنا ہی درد ہو رہا تھا جتنا نمل اس وقت محسوس کر رہی تھی۔

نمل کے صرف چند آنسو ٹپکے تھے اور خرم کی دنیا بدل گئی تھی نمل نے تو اب خود پر قابو بھی پا لیا تھا اس نے جگ میں سے پانی نکال کر بڑے سکون سے پانی پیا مگر اس کی آنکھ میں تیرتے سرخ ڈورے خرم کا سکون تباہ و برباد کر رہے تھے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ ایسا کیا کرے کہ وہ ان روتی آنکھوں سے ہی مسکرا دے۔ وہ گم صم سا بیٹھا جانے کب تک اسی طرح سوچتا رہتا کہ رشیدہ کی آواز اسے سوچوں کے سمندر سے کھینچ لائی۔

"خرم تم نے میٹھا نہیں لیا۔" خرم نے چونک کر اپنے اردگرد دیکھا رشیدہ نے میٹھے کا پیالہ نوکر کے ہاتھ بھجوا دیا تھا وہ خود کچھ دیر کے لیے منظر سے ہٹنا چاہ رہی تھیں چنانچہ اب جبکہ وہ خود کو نارمل کر چکی تھیں تو دوبارہ ڈائننگ ٹیبل کے پاس آ گئیں۔

مسٹر اینڈ مسز فرقان کے علاوہ عظمت خلیل بھی میٹھا کھا کر تقریباً" اٹھنے والے تھے صرف نمل اور خرم تھے جن کے آگے ابھی تک کھانے کی پلیٹ رکھی ہوئی تھی۔

رشیدہ کی آواز پر نمل نے بھی خرم کی جانب دیکھا تو اس کی پلیٹ جوں کی توں رکھی دیکھ کر اس کی آنکھوں میں واضح طور پر حیرانی ابھری جبکہ خرم نے ایک نظر رشیدہ کو دیکھا اور پھر نمل کو دیکھنے لگا اچانک اس پر انکشاف ہوا تھا کہ وہ اتنی بہادر کیوں ہے۔

وہ بالکل اپنی ماں کی طرح ہے جو زندگی بھر معذور رہنے کے باوجود لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹنا نہیں چاہتیں بلکہ ذرا" خود کو کمپوز کر کے ایسے آ کھڑی ہوئی ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

نمل یقیناً" ان سے بھی زیادہ بہادر تھی اسے خود کو نارمل ظاہر کرنے کے لیے میدان سے بھاگنے کی ضرورت تک نہیں تھی اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے خود کو اتنا سمجھا لیا تھا کہ خرم کے علاوہ کسی کو احساس تک نہیں ہوا کہ وہ ابھی ابھی روئی ہے۔

خرم غیر ارادی طور پر نمل کو دیکھے گیا جو اسے ہی منتظر نظروں سے دیکھ رہی تھی کہ شاید اب وہ اپنے کھانا نہ کھانے کی وضاحت دے گا۔

مگر اس کی آنکھوں میں تو جانے کون سے طوفان مچل رہے تھے کہ زندگی میں پہلی بار نمل اسے زیادہ دیر دیکھ نہ سکی وہ سمجھ نہ سکی کہ خرم کو اچانک ہوا کیا ہے البتہ جانے کیوں پھر اس سے وہاں رکا نہیں گیا تو وہ "ایکسکیوزمی" کہتی اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"خرم بیٹا کیا بات ہے تم نے کھانا بھی نہیں کھایا اور اب میٹھا بھی نہیں لے رہے۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔"

رشیدہ نہایت فکر مندی اور شفقت بھرے لہجے میں پوچھنے لگیں تو خرم بڑے دھیمے مگر بڑے گمبھیر لہجے میں بولا۔

"اس شخص کو برداشت کر کے آپ نے ساری دنیا کے سامنے اس کا بھرم کیوں رکھا اور کیوں خود پر اتنا ظلم کیا؟"

رشیدہ شدید حیرانی سے خرم کو دیکھنے لگیں انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ بات واقعی خرم نے کہی ہے۔ انہوں نے ایک نظر باتوں میں مصروف مسٹر اینڈ مسز فرقان اور عظمت خلیل پر ڈالی اور کچھ مطمئن ہو کر بالکل انجان بن کر ہنس دیں۔

"میں سمجھی نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"اگر یہ سب آپ نے نمل کی خاطر کیا تو آپ نے نمل پر بھی ظلم کیا ہے۔" خرم نے جیسے ان کی بات سنی ہی نہیں لیکن پھر وہ رکا بھی نہیں اور رشیدہ کو حیران پریشان چھوڑ کر اٹھا اور باہر لان میں جا کھڑا ہوا۔

وہیں سے اس نے فرقان حسن کو کال کر کے گھر چلنے کو کہا خود فرقان حسن بھی اٹھنا چاہ رہے تھے۔ سوا گیارہ ہو رہے تھے گھر پہنچتے پہنچتے انہیں ساڑھے بارہ بج جانے تھے مگر موضوع ایسا چھڑ گیا تھا کہ مسز فرقان اور عظمت خلیل زور و شور سے بول رہے تھے۔

مسز فرقان نے محض اتنا پوچھا تھا کہ کیا وہ نمل کی پڑھائی ختم ہونے پر اس کی شادی کریں گے؟

اس پر عظمت خلیل نے ایک زوردار' قہقہہ لگایا تھا اور بڑا فخریہ بتایا تھا کہ جب ان کی شادی رشیدہ سے طے ہوئی تھی تب رشیدہ میڈیکل کالج میں تھیں اور انہیں ڈاکٹر بننے کا جنون تھا مگر عظمت خلیل نے اپنے والدین پر زور دے کر جلدی شادی کا شور مچایا تھا حالانکہ رشتہ کرتے وقت ان کے والدین نے کہا تھا کہ اس کا بس ایک سال باقی ہے وہ پڑھائی مکمل کر لے پھر ہاؤس جاب وہ شادی کے بعد کر لے گی۔

مگر میں نے کہا جب مجھے اسے ڈاکٹر بنانا ہی نہیں ہے تو پھر پڑھائی کرانے کا کیا فائدہ' بس سب مجبور ہو گئے اور رشیدہ کو پڑھائی چھوڑ کر شادی کرنی پڑی۔

لٰہذا یہ فیصلہ تو خرم کرے کہ نمل کو ایم اے کرنا ہے یا شادی کے بعد کرنا ہے یا سرے سے کرنا ہی نہیں ہے۔
یہ بات مسز فرقان کو سخت ناگوار گزری تھی وہ سارا لحاظ بالائے طاق رکھ کر انہیں احساس دلانے کی کوشش کر رہی تھیں کہ انہوں نے رشیدہ کے ساتھ ظلم کیا۔

عظمت خلیل کیونکہ اپنے ٹرسٹ اور کارناموں کی تفصیل بتا چکے تھے لٰہذا ان کا موڈ اب خوشگوار ہو چکا تھا وہ بغیر چڑے اور بغیر جھنجلائے مسز فرقان کی تنقید مسکرا مسکرا کر سن رہے تھے اور بیچ بیچ میں لقمے بھی دے رہے تھے جو مسز فرقان کا جوش اور بڑھا رہے تھے کہ ان کی نصیحتیں بڑھتی جا رہی تھیں۔

فرقان حسن کے کھڑے ہونے کا اشارہ پا کر بھی انہیں اٹھنے میں بڑا وقت لگا یہاں تک کہ عظمت خلیل کھڑے ہو گئے رشیدہ نے نمل کو اندر سے بلوا لیا انہیں سلام کرنے کے لیے مگر مسز فرقان اپنے موضوع سے نہیں ہٹیں۔

آخر عظمت خلیل کا فون بج اٹھا تو وہ فرقان حسن سے الوداعی مصافحہ کر کے بات کرتے اندر چلے گئے رشیدہ لاؤنج کی سیڑھیوں تک ان کے ساتھ آئیں لیکن نیچے پورچ تک صرف نمل انہیں رخصت کرنے آئی۔

خرم انہیں آتا دیکھ کر گاڑی کی چابی لیے پہلے ہی گاڑی تک پہنچ گیا مگر گاڑی کھول کر اندر نہیں بیٹھا اسے پتا تھا' اس کے والدین کو یہ چند قدم چلنے میں بھی دس منٹ تو لگیں گے کہیں جا کر وہاں سے اٹھتے اٹھتے اور الوداعی کلمات کہتے کہتے اس کے والدین کو اچھا خاصا ٹائم لگ جاتا تھا دونوں ہی باتوں کے شوقین تھے اور یہاں تو گفتگو بھی مسز فرقان کے سخت ناپسندیدہ موضوع پر ہو رہی تھی وہ عظمت خلیل کے ہٹ جانے کے باوجود بے تکان بول رہی تھی۔

"نمل تمہیں اچھا لگے یا برا مگر میں تو صاف کہوں گی مجھے تو تمہارے والد کا فعل ایک آنکھ نہیں بھایا۔ تمہاری ماں کا میڈیکل کا صرف ایک سال رہ گیا تھا اور انہوں نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے پڑھائی ختم کرائے بغیر شادی کر لی۔" نمل ان کی بات پر زبردستی مسکراتی رہی۔

یہ سب وہ بچپن سے جانتی تھی اب تو ان باتوں پر اس کا دل بھی نہیں کڑھتا تھا وہ خاصی ڈھیٹ ہو چکی تھی۔

"اب بس بھی کرو وہ کیا کرے اگر اس کے والد نے ایسا کر دیا تو۔" فرقان حسن چڑ گئے۔

"میں یہ سب اس لیے کہہ رہی ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ ایسا کچھ ہو تو مجھے صاف صاف بتا دینا' تمہیں پڑھائی کے دوران شادی کرنی ہے یا پڑھائی ختم کرنے کے بعد' جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔" نمل اور خرم نے بے اختیار ایک دوسرے کی طرف دیکھا جبکہ فرقان حسن زور سے ہنسے۔

"ابھی بہو گھر نہیں لائی ہو نا اس لیے اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہی ہو ورنہ کوئی بھی ساس یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جیسا بہو چاہے ویسا ہی ہو۔"

"اچھا تو آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں۔" مسز فرقان نے مصنوعی غصے سے کہا پھر بڑے شاہانہ انداز میں کہنے لگیں۔

"میں کوئی پرانے زمانے کی ساس نہیں ہوں جو نیرو مائنڈڈ ہوتی تھیں۔ میرے گھر میں نمل کو پوری آزادی ہو گی وہ جیسے چاہے رہے اور جو چاہے کرے۔" نمل خاموشی سے انہیں سنتی رہی وہ بڑے بڑے دعووں پر یقین نہیں کرتی تھی باتیں تو عظمت خلیل بھی بہت اچھی بناتے تھے سچائی تو وقت آنے پر پتا چلتی ہے۔

لیکن ان کی گفتگو سے اسے یہ اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ وہ دونوں ماحول کو خوشگوار بنانے کی کوشش کر رہے ہیں عظمت خلیل کی باتوں سے ڈائننگ ٹیبل پر جو کشیدگی والا ماحول چھا گیا تھا وہ دونوں شاید اس کا اثر زائل کر رہے تھے کیونکہ فرقان حسن بھی ہنستے ہوئے کہنے لگے۔

"ہاں ہاں بالکل اپنے گھر آ کر تم پورے گھر کو اپنی مرضی کے مطابق رکھنا' جو دل چاہے خریدنا اور جو چیز پسند نہ آئے اٹھا کر پھینک دینا۔" نمل جانتی تھی وہ دونوں مذاق کر رہے ہیں وہ بھی بظاہر مذاق کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی

ے بولی کہ خرم بھی اس کی جانب دیکھنے پر مجبور ہو گیا کیونکہ وہ بھی خرم کو ہی دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اور اگر مجھے آپ کا بیٹا پسند نہ ہو تو۔" نمل سے اس قسم کے مذاق کی ان دونوں کو قطعی امید نہیں تھی اتنی دیر ے وہ اس کے گھر کے سنجیدہ اور بے کیف ماحول میں بیٹھے تھے ان کا اندازہ تھا نمل بھی صرف سنجیدہ اور سوبر گفتگو ہی کر سکتی ہو گی لٰہذا اس کے برجستہ کہنے پر ان دونوں نے ہی انجوائے کیا تھا۔

مسز فرقان تو صرف مسکرائی تھیں جبکہ فرقان حسن تو قہقہہ مار کر ہنسے اور پھر اسے سراہتے ہوئے بولے۔

"یہ ہوئی نا بات۔

"That's realy like my doughter in law

فرقان حسن نے غور ہی نہیں کیا کہ نمل ان سے نہیں بلکہ ان کے بیٹے سے مخاطب ہے البتہ مسز فرقان یہی سمجھی تھیں کہ نمل خرم کو چھیڑ رہی ہے اور اسی لیے وہ اس کے مذاق سے لطف اندوز ہوئی تھیں اتنی دیر کی لاتعلقی کے بعد ان دونوں کی یہ چھیڑ چھاڑ انہیں مطمئن کر گئی تھی تبھی فرقان حسن' خرم کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"لیکن تم خرم کو اٹھا کر پھینک نہیں سکتیں اس کام کے لیے چوکیدار کی مدد لینی پڑے گی۔" فرقان حسن اپنی بات پر خود ہی محظوظ ہوتے ہوئے ہنس دیے جبکہ خرم چپ چاپ گاڑی سے ٹیک لگائے نمل کو دیکھتا رہا۔

نمل اس کی طرف سے کسی جواب کی منتظر تھی مگر اس کی خاموشی نے نمل کو حیران کیا تھا خرم کا رویہ اسے بدلا بدلا لگ رہا تھا جو کہ اس کے لیے باعث فکر تو نہیں تھا مگر باعث حیرت ضرور تھا اسی حیرانی کے ساتھ نمل ان سب کو وداع کر کے اندر آ گئی تو رشیدہ کو وہیں موجود دیکھ کر ان کے پاس آ گئی۔

"اب آپ کچھ بھی سوچے بغیر کپڑے بدلیں اور جا کر سو جائیں۔" نمل انہیں سوچوں میں ڈوبا دیکھ کر ان کی وہیل چیئر کے پاس بیٹھ گئی اور ان کے گھٹنوں پر سر رکھ دیا۔

مگر رشیدہ کچھ بھی نہ بولیں تو نمل سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"آج بھی وہی سب ہوا ہے جو ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے ایسا کچھ نیا نہیں ہوا ہے جس پر بیٹھ کر دل جلایا جائے۔" رشیدہ نے دو تین بار پلکیں ایسے جھپکائیں جیسے کسی گہری نیند سے جاگی ہوں پھر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"ہاں تمہارے والد کی جانب سے تو کچھ بھی نیا نہیں ہوا' انہوں نے وہی کیا جو ہمیشہ کرتے آئے ہیں لیکن خرم نے ایسی بات کہی ہے جو کبھی کسی نے نہیں کہی۔" نمل کچھ چونک سی گئی۔

"خرم نے؟"

"ہاں ہر ایک شخص مجھ سے ملنے کے بعد مجھ پر رشک کرتا ہے کہ مجھے تمہارے والد جیسے شوہر ملے ہیں مجھے ان کی قدر کرنی چاہیے ورنہ مرد بھی بھلا کبھی معذور بیوی کو برداشت کرتا ہے میں تو بہت خوش قسمت ہوں وغیرہ۔ لیکن خرم پہلا انسان ہے جس نے مجھ سے کہا کہ اس شخص کو برداشت کر کے آپ نے اس کا بھرم کیوں رکھا۔ ایسا کر کے میں نے خود پر اور تم پر ظلم کیا ہے۔" رشیدہ بڑبڑانے والے انداز میں بولیں نمل کا حیرت کے مارے منہ کھلتا چلا گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ خرم نے آپ سے کہا۔" نمل شدید بے یقینی کے ساتھ بولی تو رشیدہ سر اثبات میں ہلا کر رہ گئیں۔

کتنی ہی دیر ان دونوں میں سے کوئی کچھ نہ بولا آخر رشیدہ نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"تم جو خرم کے بارے میں بتاتی ہو اسے سن کر وہ کچھ اور ہی لگتا ہے لیکن میں اس سے جتنی بار بھی ملی ہوں وہ مجھے ہمیشہ پہلے سے زیادہ اچھا لگا ہے۔" نمل کتنی ہی دیر رشیدہ کو خاموش نظروں سے دیکھتی رہی۔

☆ ☆ ☆

"تمہیں کیا ہو گیا تھا خرم تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" خرم نے جیسے ہی گاڑی نمل کے گھر کے گیٹ سے نکال کر سڑک پر ڈالی مسز فرقان کے اندر مچلتا سوال فوراً لبوں پر آ گیا۔

"میری طبیعت کو کیا ہونا ہے۔" خرم نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"تم وہاں اس قدر خاموش کیوں بیٹھے تھے اور کیا نمل سے تمہاری کوئی بات چیت نہیں ہے یا آج کل کوئی ناراضی ہو گئی ہے۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے تو پھر کیسی بات ہے۔ تم دونوں نے تو ایسے اجنبیوں کی طرح بی ہیو کیا ہے کہ میں تو حیران رہ گئی آخر بات کیا ہے۔" مسز فرقان اتنی آسانی سے جان کہاں چھوڑنے والی تھیں مگر فرقان حسن کو اس وقت اس موضوع پر بات کرنا کچھ مناسب نہیں لگا تبھی ان سے سو فیصد متفق ہونے کے باوجود محض بات ختم کرنے کے لیے کہنے لگے۔

"وہ روز یونیورسٹی میں ملتے ہیں اس کے علاوہ دونوں کے پاس موبائل ہیں انہیں جو بات بھی کرنی ہو گی آرام سے کر سکتے ہیں۔ بزرگوں کی موجودگی میں ہی ساری گپیں لڑانا تو کوئی اچھی بات نہیں پھر نمل کا ماحول تھوڑا سا مختلف ہے ان کے گھر میں یہ سب طریقے پسند نہیں کیے جاتے۔" فرقان حسن کے سبھاؤ سے کہنے پر مسز فرقان نہ صرف قائل ہو گئیں بلکہ ان کا دھیان بھی دوسری طرف چلا گیا۔

"ان کا ماحول تو خیر واقعی بہت مختلف ہے۔ عظمت بھائی سے کتنی بار ملاقات ہوئی ملاقات سے پہلے ان کے بارے میں کس قدر سنا ہوا تھا مگر قریب سے دیکھنے کے بعد تو پتا چلا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور اور دکھانے کے اور۔

ایک تو بیٹی کی سسرال کو اس طرح بغیر کسی اہتمام کے بلا کر بٹھا لیا اور اپنے انتظار میں سڑاتے رہے اور پھر آنے کے بعد بیوی پر ایسے بگڑ رہے تھے۔

جیسے ساری غلطی ان ہی کی ہو This is too much" مسز فرقان نے دانت پیسے۔

"اسی لیے کہتے ہیں کسی کو جانے بغیر اس کے بارے میں رائے قائم نہیں کرنی چاہیے جیسے آج پہلی بار نمل کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا تو اندازہ ہوا کہ نمل بڑی اچھی لڑکی ہے کافی سلجھی ہوئی نیچر ہے اس کی۔" فرقان حسن کی بات پر مسز فرقان بھی تائید کرتے ہوئے بولیں۔

"ہاں خرم نے تو کبھی اس کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں۔ پڑھائی میں کیسی ہے۔ کیسی دوستیں ہیں اس کی یونیورسٹی میں سب کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہے۔" مسز فرقان نے ایک بار پھر توپوں کا رخ خرم کی طرف کر دیا۔

"اس میں بتانے والی کیا بات ہے۔" خرم نے قدرے بےزاری سے کہا۔

"تمہیں ہوا کیا ہے تمہارا موڈ اتنا آف کیوں ہے۔" مسز فرقان ایک بار پھر اسے کھوجتی نظروں سے دیکھنے لگیں۔

"کمال ہے وہاں اتنی دیر میں بور ہوا ہوں اور آپ پوچھ رہی ہیں موڈ کیوں آف ہے۔" خرم نے مزید سوالوں سے بچنے کے لیے ایف ایم آن کر لیا۔

اس نے دیکھا نہیں اس کے ریموٹ اٹھانے سے پہلے ہی فرقان حسن نے گردن گھما کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی مسز فرقان کو خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا تھا جس پر وہ خفگی کے طور پر گاڑی سے باہر دیکھنے لگی تھیں۔

ورنہ ان کا تو دل چاہ رہا تھا یہ کہنے کا کہ منگیتر کے گھر سے آ رہے ہو اور شادی سے پہلے سسرال میں جا کر بیٹھنے سے کوئی بور ریت نہیں ہوتی۔

پھر گاڑی میں سبھی خاموش رہے یہاں تک کہ گھر آ گیا گھر کے سامنے ہی خرم کی گاڑی کھڑی تھی تو خرم گاڑی بیچ میں کھڑی کر کے اپنی گاڑی کے پاس آ گیا۔

فرقان حسن نے گھر سے نکلنے سے پہلے ہی سارے معاملات طے کر کے گاڑی اپنے ملازم کے ہاتھ منگوالی تھی ان کے پیچھے جا کر گاڑی لے آیا تھا۔

گاڑی کی طرف سے مطمئن ہو کر جب وہ اپنے کمرے میں آیا تو شدید تکان کے باوجود اسے ذرا نیند نہیں آ رہی تو وہ بغیر کپڑے بدلے ہی بیڈ پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھا اور پھر ایسے ہی لیٹ کر چھت کو تکنے لگا۔

زندگی میں وہ کبھی اتنا اداس نہیں ہوا تھا کیونکہ ضرورت ہی نہیں پڑی تھی زندگی میں جب جو چاہا وہ اسے مل گیا کسی چیز کو کھونے اور کسی محرومی کو برداشت کرنے کا کوئی تجربہ ہی نہیں ہوا تھا۔

مگر آج اسے اپنا آپ بالکل خالی لگ رہا تھا بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے نمل کا چہرہ آ جاتا۔ سرخ ڈورے والی وہ نم آنکھیں خرم سے بھلائے نہیں بھول رہی تھیں۔

ماں باپ کے بیچ اگر محبت اور ذہنی ہم آہنگی نہ ہو تو اولاد کی زندگی کس بری طرح متاثر ہوتی ہے یہ اس نے سنا تو ضرور تھا لیکن اس کا مشاہدہ آج ہوا تھا۔

گھر والوں کے بیچ اگر ناچاقی ہو اور وہ ایک دوسرے کی عزت نہ کرتے ہوں تو یہ بات باہر والوں سے زیادہ دیر چھپ نہیں سکتی۔ نمل کو یقیناً خرم کے سامنے اپنے ماں باپ کا بھرم ٹوٹ جانے پر شدید دکھ ہو رہا ہو گا۔ تبھی اس کے والدین نے نمل کو یقین دہانی کرانی چاہی تھی کہ یہ سارا ماحول صرف اس کے گھر کا ہے ایک بار جب وہ شادی ہو کر ان کے گھر آ جائے گی تو ایسا نہیں رہے گا۔

لیکن یہ تو صرف اس کے والدین کی سوچ تھی شادی کے بعد ان دونوں کا گھر عظمت خلیل اور رشیدہ کا دوسرا روپ ہو گا۔

بھلا ایک زبردستی کے رشتے کا اور کیا انجام ہو سکتا ہے نمل جب اس شادی پر خوش ہی نہیں ہے تو وہ دوسروں کو اور خاص طور پر خرم کو خوش رکھنے کی کوشش کیوں کرے گی جس نے اس کے صاف انکار کر دینے کے باوجود محض اس کی کمزور پوزیشن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے شادی کر لی۔

شادی کے بعد وہ ایسی ہی رہے گی جیسے رشیدہ رہتی ہیں زندگی سے اور خود سے بےگانہ بس ہر کام ایک فرض کی طرح کیے جاؤ یہاں تک کہ مسکرانا بھی ایک ذمہ داری ہو تاکہ دوسروں کو اندر کا حال پتا نہ چل جائے۔

کیا وہ ایسی نمل کے ساتھ رہ سکتا ہے؟

کیا ایسی نمل کو دیکھ کر اسے خوشی ہو گی؟

کیا وہ زندگی میں کبھی کسی لمحہ خوش ہو سکے گا؟

تو کیا اسے یہ شادی کرنی چاہیے؟

وہ یہ شادی کیوں کر رہا ہے؟

کیا نمل سے تھپڑ کا بدلہ لینے کے لیے؟

یونیورسٹی میں اس کا آخری سال ہے سب پڑھائی ختم کر کے اپنی اپنی زندگی میں مصروف ہو جائیں گے اس کا بیج چلا جائے گا دوسرے بیج کے اسٹوڈنٹ کچھ عرصے اس کا ذکر کریں گے پھر انہیں بات کرنے کے لیے نئے لوگ نئے موضوع مل جائیں گے یہاں تک کہ کچھ سالوں بعد لیکچرار اور پروفیسرز کے ذہنوں سے بھی مخفی ہو جائے گا کہ خرم حسن نام کا کوئی طالب علم یہاں پڑھتا تھا نئے آنے والے اسٹوڈنٹس کا تو ذکر ہی بےکار تھا انہیں تو سرے سے علم ہی نہیں ہو گا کہ کون کون پڑھ کر جا چکا ہے اور اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

پھر وہ کسے دکھانے کے لیے یہ سب کر رہا ہے اس کے ساتھ پڑھنے والے چند فضول دوست۔ یا عمیر اور اس کے گروپ کے چند فضول دشمن، جو اس کے بارے میں کچھ بھی سوچتے ہیں یا کوئی بھی رائے رکھتے ہیں اس سے خرم کو فرق نہیں پڑتا۔

خرم حسن جو زندگی بھر لاپرواہی سے کہتا آیا ہے۔

"WhoCarers"

اور وہ اپنی زندگی کا فیصلہ۔ سب سے اہم فیصلہ ان لوگوں کے لیے کر رہا ہے جن کی اسے پروا نہیں۔

اور اس ہستی کے مقابلے میں کر رہا ہے، جس کے چند آنسو دیکھ کر اس کا دل خون ہو گیا ہے۔

نمل کو ساری زندگی ایک ناپسندیدہ انسان کے ساتھ گزارنی پڑے اس سے تو لاکھ گنا بہتر تھا وہ اس منگنی کو توڑ دے۔

یونیورسٹی میں کچھ دن اس کے متعلق باتیں ہوں گی اس کی اور نمل کی ذات کو مذاق اور تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا اور پھر سب ویسے کا ویسا ہو جائے گا جیسے ہمیشہ ہوتا ہے یعنی کچھ دن بات کر کے لوگ بھول جائیں گے اور اگر نہیں بھی بھولیں گے تو نمل تو خوش رہے گی نا۔

کیا اس سے بڑی اور اہم بات کوئی ہو سکتی ہے کہ نمل خوش اور پرسکون ہے۔

آج عظمت خلیل اتنی دیر سے آئے کہ فرقان حسن ان سے کسی اہم موضوع پر بات نہ کر سکے لیکن وہ دن دور نہیں جب ان کی شادی کی تاریخ آہی جائے گی۔

اس وقت کے آنے سے پہلے اسے فیصلہ کرنا تھا۔ بلکہ فیصلہ تو ہو گیا تھا اب تو صرف عمل کرنا باقی تھا اور یہ اعلان اسے جلد سے جلد کرنا تھا کیونکہ ہر پہلو پر سوچ لینے اور مطمئن ہو جانے کے بعد دل کا کوئی ایک کونا اسے ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔

اور دل یہ احتجاج اس لیے نہیں کر رہا تھا کہ لوگ کیا سوچیں گے بلکہ اس لیے کر رہا تھا کہ اس طرح وہ نمل کو کھو دے گا۔

نمل اگر اسے ناپسند کرتی ہے تو اس کے لیے منگنی توڑنے کی کیا ضرورت ہے وہ خود کو اس کی پسند کے مطابق ڈھال بھی تو سکتا ہے۔

لیکن دماغ دل کے اس مشورے پر عمل کرنے کے لیے بالکل راضی نہیں تھا شادی سے پہلے اگر وہ محبت کا اظہار کرے گا تو نمل کبھی یقین نہیں کرے گی وہ اسے کوئی سازش سمجھے گی بلکہ کوئی بعید نہیں کہ وہ اس کا امتحان لینے کے لیے منگنی توڑ دینے کی شرط رکھے۔

اور شادی کے بعد ایسا کوئی بھی اظہار بے معنی ہو جائے گا ایک لڑکی کی ساری کشتیاں جلا دینے کے بعد اسے ہر طرف سے لاچار کر کے اپنے گھر لے آنے کے بعد جب اس کے پاس فیصلے کا کوئی اختیار ہی نہیں بچا تب اس کے سامنے اظہار محبت کرنا اسے کبھی خوش نہیں کر سکتا۔

ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکی اس اظہار پر خوش نظر آنے کی کوشش کرے یہ سوچ کر کہ اب جبکہ شادی ہو چکی ہے اور اسی کے ساتھ رہنا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے بگاڑ کر رہا جائے کیوں نہ بنا کر رکھی جائے۔

لیکن پھر یہ محبت نہیں سمجھوتہ ہوا۔

اور خرم حسن سمجھوتے پر مبنی محبت پر قناعت نہیں کر سکتا نمل اگر اس کی ہو تو اپنی پوری مرضی اور رضامندی کے ساتھ ورنہ یہ گزارا کرنے والی زندگی اور مجبوری کو سنبھالنے والی شادی خرم کو ہرگز منظور نہیں تھی۔

ساری رات خرم نے جاگتے ہوئے گزار دی صبح ہونے پر وہ تھکا ہوا ضرور تھا لیکن شکست خوردہ نہیں تھا کیونکہ

اسے پتا تھا کہ وہ جو کر رہا ہے صحیح کر رہا ہے لہٰذا اس نے تاخیر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا اور ناشتے کی میز پر اپنے فیصلے کا اعلان کر دیا۔

"ڈیڈ میں نمل سے شادی نہیں کرنا چاہتا آپ یہ منگنی توڑ دیں" خرم نے بغیر تمہید باندھے دوٹوک اور نہایت ٹھوس لہجے میں کہا تو سینے کے اندر ایک بار پھر کمزور سا احتجاج شروع ہو گیا مگر جب فیصلہ کی بنیاد نمل کی خوشی ہے تو پھر کوئی بھی احتجاج کوئی بھی تاویل کوئی بھی دلیل خرم حسن کا فیصلہ نہیں بدل سکتی۔

"یہ کیا بے ہودہ مذاق ہے خرم۔

"You Know I Dont'tLike These Kinds of Jokes"

مسز فرقان کی پیشانی پر ان گنت بل پڑ گئے جبکہ فرقان حسن نہایت سنجیدگی کے ساتھ اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگے۔

"I Am Not Joking I am Serious" خرم کا چہرہ اور لہجہ ایسا نہیں تھا جسے مسز فرقان نظرانداز کر سکتیں وہ ایک اچنبھے کے عالم میں خرم کو دیکھنے لگیں۔

"لیکن خرم یہ منگنی تمہاری مرضی سے ہوئی تھی تمہارے ڈیڈ تو اتنی جلد بازی کے لیے تیار بھی نہیں تھے کل رات اگر عظمت خلیل کے رویے کی وجہ سے تم نے یہ فیصلہ کیا ہے تو یہ نہایت غلط فیصلہ ہے۔ وہ جیسے بھی ہیں جو بھی کر رہے ہیں تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں ان کی وجہ سے منگنی نہیں توڑ رہا۔" خرم نے سکون سے کہا۔

"تو پھر کس کی وجہ سے توڑ رہے ہو۔" مسز فرقان جھنجلائیں۔

"بس مجھے نمل سے شادی نہیں کرنی۔" خرم اصل بات نہیں بتا سکتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا جب اس کے والدین عظمت خلیل کو انکار کریں گے تب عظمت خلیل کافی لعن طعن کریں گے اگر خرم نے یہ کہہ دیا کہ میں نمل کی وجہ سے منگنی توڑ رہا ہوں تو خرم کے لاکھ منع کرنے کے باوجود فرقان حسن اور خاص طور پر مسز فرقان عظمت خلیل کو اصل وجہ بتا سکتے تھے کہ یہ سب ہمیں آپ کی بیٹی کی وجہ سے ہی کرنا پڑ رہا ہے وہ ہی تیار نہیں ہے۔ عظمت خلیل کا مزاج وہ سمجھ چکا تھا یہ منگنی اگر نمل کی وجہ سے ٹوٹی تو عظمت خلیل، رشیدہ اور نمل کا جینا دوبھر کر دیں گے اور خرم ایسا بالکل نہیں چاہتا تھا۔

"تو پھر منگنی کیوں کی تھی؟ تم نے یہ سب مذاق سمجھ رکھا ہے کیا۔" مسز فرقان آئندہ کی صورت حال کے متعلق سوچ کر تلملا گئیں۔

"آئی ایم سوری لیکن پلیز اس منگنی کو ختم کر دیں ورنہ میں خود عظمت خلیل سے بات کر کے رشتہ توڑ دوں گا جس میں زیادہ برائی آئے گی بہتر ہے کہ آپ لوگ طریقے سے منع کر دیں" خرم نے شرمندگی سے کہا اسے اندازہ تھا اس نے اپنے والدین کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔

"ہم تو منع نہیں کریں گے۔" فرقان حسن اتنی دیر میں پہلی بار بولے ان کا لہجہ نہایت سپاٹ اور سرد تھا خرم چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"یہ کام تم خود کرو گے تاکہ آگے سے وہ جتنی گالیاں دیں وہ تم سنو کیونکہ وہ تم ہی ڈیزرو کرتے ہو ہم نہیں۔"

خرم جانتا تھا وہ غصے میں نہیں بول رہے بلکہ غصے میں بھی بہت سوچ سمجھ کر کہہ رہے ہیں۔

"یہ منگنی تمہیں واقعی توڑ دینی چاہیے کیونکہ نمل کو جب تم کچھ دے نہیں سکتے تو اس پر شادی کر کے نارسائی کا ظلم کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔" فرقان حسن چبا کر بولے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" مسز فرقان چڑ گئیں۔

”خرم کی شادی نمل سے ہی ہوگی اور اب یہ فوراً ہوگی۔“ وہ حتمی انداز میں بولیں۔

”جب تم کچھ جانتی نہیں ہو تو پھر فیصلہ بھی مت کرو۔“ فرقان حسن، مسز فرقان سے بھی اسی لہجے میں بولے جس میں وہ خرم سے بات کر رہے تھے۔

”میں کیا نہیں جانتی Will You Please Tell Me“ مسز فرقان زچ ہوگئیں مگر فرقان حسن نے ایسے ہاتھ اٹھایا جیسے ابھی وہ صرف خرم سے بات کر رہے ہوں وہ دخل نہ دیں۔

”دیکھو خرم تمہاری شادی اس پاگل کے ساتھ تو ہو نہیں سکتی۔ اول تو وہ جیل سے نہیں نکلے گی اور فرض کرلو اگر نکل بھی آئی تو بھی ہم اس اسکینڈلائز اور مینٹل کیس لڑکی کو کبھی بہو نہیں بنائیں گے۔

”لہٰذا تم اچھی طرح سوچ لو کہ تمہیں نمل سے منگنی توڑنی ہے یا تھوڑا ٹائم لینا ہے نمل کے لیے خود کو تیار کرنے کے لیے۔“

خرم لب بھینچے فرقان حسن کو دیکھتا رہا جبکہ مسز فرقان حیرت سے کبھی فرقان حسن کو دیکھ رہی تھیں تو کبھی خرم کو۔

”یہ آپ کس کی بات کر رہے ہیں“ مسز فرقان نے پوچھا مگر ان دونوں نے سنا ہی نہیں کیونکہ خرم نے کہنا شروع کیا تھا۔

”جو آپ سمجھ رہے ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے میں بس نمل سے شادی نہیں کر سکتا اور یہ سب میں اچھی طرح سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں مجھے مزید سوچنے کی ضرورت نہیں۔“ خرم نہایت رسانیت سے کہہ رہا تھا۔ مگر فرقان حسن شدید غصے میں زوردار آواز کے ساتھ کرسی گھسیٹتے کھڑے ہوگئے۔

”تو پھر ٹھیک ہے جب سب طے کر چکے ہو تو ہم سے بات کرنے کی کیا ضرورت ہے جاؤ عظمت خلیل کو اپنے فیصلے سے آگاہ کردو۔“

فرقان حسن جلالی انداز میں کہتے پاؤں پٹختے وہاں سے چلے گئے تو خرم بھی خاموشی سے اٹھ گیا حالانکہ مسز فرقان اسے پکارتی رہ گئیں مگر وہ رکا نہیں اور گھر سے نکل گیا۔

☼ ☼ ☼
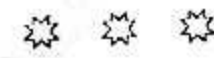
اتنے دنوں بعد اچانک رومیلہ کو اپنے سامنے اور وہ بھی یونیورسٹی میں دیکھ کر نمل اور سنبل دونوں خوشی سے چیخ پڑیں اور دوڑ کر اس کے گلے جا لگیں۔

کتنی ہی دیر وہ تینوں ایک دوسرے سے لگی جانے کیا کیا بولتی رہیں آخر کافی دیر بعد جب ان کے جذبات قابو میں آئے تب وہ تینوں ایک جگہ بیٹھ کر سکون سے بات کرنے لگیں زیادہ تر رومیلہ ہی بول رہی تھی وہ دونوں بڑے انہماک سے سن رہی تھیں جو کہہ رہی تھی۔

”بس کل رات تم سے بات کرنے کے بعد میں نے آج صبح الیان سے یونیورسٹی کا ذکر کیا تو انہوں نے ڈرائیور کے ساتھ مجھے یونیورسٹی چلے جانے کو کہہ دیا۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ کل سے جاؤں گی مگر جب انہوں نے کہا کہ آج کا دن کیوں ضائع کر رہی ہو تو میں آج سے ہی آگئی۔“

”تو کیا تمہاری ساس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تمہارے جانے پر۔“ سنبل نے پوچھا تو نمل بھی بے ساختہ بولی۔

”وہ بھی گھر کی گاڑی اور ڈرائیور کے ساتھ۔“

”نہیں میرے سامنے تو نہیں کیا۔ اصل میں الیان نے انہیں ضرور کچھ سمجھایا ہوگا انہوں نے پہلے سے

گراؤنڈ بنا رکھا ہوگا تبھی یہ سب ہوا ہے اب کیا بات ہوئی ہے یہ پوچھنے کا موقع ملے گا تو بتاؤں گی صبح میں تو الیان بہت جلدی میں ہوتے ہیں۔“ رومیلہ نے کہا۔

”تو یہ الیان بھائی تمہیں اتنا سپورٹ کیوں کرتے ہیں کیا ابرار بھائی کے ڈر سے۔“ نمل نے تعجب سے کہا۔

”سچ پوچھو تو یہ بات خود مجھے حیران کر رہی ہے۔ الیان کا رویہ تو بہت اچھا ہے میرے ساتھ۔ وہ یہ سب کسی بلیک میلنگ کے ڈر سے نہیں کرتے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے یہ سب کر رہے ہیں۔“ رومیلہ نے پرسوچ انداز میں کہا۔

”کہیں انہیں تم سے محبت تو نہیں ہوگئی۔“ سنبل نے شوخی سے کہا تو رومیلہ بے ساختہ ہنس دی۔

”پلیز سنبل مذاق میں بھی ایسی بات مت کرو۔“ نمل نے فوراً ٹوکا تو رومیلہ کچھ ٹھٹک کر نمل کو دیکھنے لگی جو بڑی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

”زیادہ خوش فہمیوں کو دل میں جگہ دینے کی ضرورت نہیں۔ ایسی دھوکے بازی سے کی گئی شادیوں میں محبت بھی نہیں ہوتی صرف سمجھوتہ ہوتا ہے یا تو الیان بھائی میں انسانیت ہے اس لیے وہ یہ سب کر رہے ہیں یا پھر انہیں ڈر ہے کہ کہیں تم اپنے بھائی سے ان لوگوں کے رویے کی شکایت نہ کردو اور وہ اشتعال میں آکر کوئی انتہائی قدم نہ اٹھائیں۔“ نمل نے صاف گوئی سے کہا تو رومیلہ تو کچھ نہیں بولی البتہ سنبل ضرور کہنے لگی۔

”تم ہر بات کی اتنا منفی کیوں لیتی ہو اچھی امید رکھنا خوش فہمی نہیں ہے اور اس شادی میں دھوکے بازی ابرار بھائی نے کی ہے رومیلہ نے نہیں۔ ہو سکتا ہے الیان بھائی کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہو اس لیے وہ رومیلہ کے ساتھ اتنے اچھے طریقے سے بی ہیو کر رہے ہیں۔“

”اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ میں تو صرف اس لیے کہہ رہی تھی کہ میں نہیں چاہتی کہ خدانخواستہ اگر اس شادی کا کوئی برا انجام ہو تو رومیلہ اتنی بری طرح نہ بکھرے کہ سنبھل نہ سکے۔“ نمل نے رومیلہ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

صرف نمل کی بات سن کر ہی رومیلہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اگر واقعی نمل کی بات کل کو سچ ہوگئی تو رومیلہ کی کیا حالت ہوگی سنبل تک یہ سوچنے پر مجبور ہوگئی۔

تھوڑی دیر کے لیے ان تینوں کے درمیان خاموشی چھا گئی جسے نمل نے ہی توڑا۔

”ویسے ایک بات کی مجھے بڑی خوشی ہے فائنلی ہم تینوں میں سے کسی کو تو محبت ہوئی۔“ نمل کی بات پر سنبل بڑے زور سے ہنسی جبکہ رومیلہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بظاہر سنجیدگی سے بولی۔

”کس نے کہا تم سے کہ مجھے الیان سے محبت ہوگئی ہے۔“ اب کی بار تو نمل بھی اپنی ہنسی نہ روک سکی۔

”میں نے تمہارا نام کب لیا ہو سکتا ہے میں اپنی یا سنبل کی بات کر رہی ہوں۔“ رومیلہ اپنی جلد بازی پر کچھ خجل سی ہو کر کہنے لگی۔

”تم لوگوں کے چہرے پر لکھا ہے نام لینے کی ضرورت کیا ہے۔“

”اسی طرح تمہارے بھی چہرے پر لکھا ہے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔“ سنبل برجستہ بولی تو رومیلہ نہ چاہتے ہوئے بھی جھینپ گئی نمل کو اس کا یہ روپ بہت پیارا لگا وہ بے اختیار اس کی دائمی خوشیوں کے لیے دعاگو ہوگئی۔

”یار ہمیں بھی ذرا الیان بھائی سے شرف ملاقات بخش دو اب تک ہماری ان سے ڈھنگ سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔“ سنبل نے مسکین سی شکل بنائی۔

”کوشش کروں گی وعدہ تو نہیں کر سکتی کیونکہ میں اپنے گھر تم لوگوں کو انوائٹ نہیں کر سکتی تم دونوں ابھی جاؤ تو

الیان گھروالوں کے سامنے ریزرو ہی رہیں گے لہٰذا فی الحال صرف صبر کرو۔"
رومیلہ بڑی صاف گوئی سے بولی تو سنبل بھی سرہلا کر رہ گئی مگر کچھ دیر بعد ان تینوں کو ہی بڑی حیرانی کا سامنا کرنا پڑا جب رومیلہ کے موبائل پر الیان کا فون آیا کہ وہ اس کی یونیورسٹی آرہا ہے وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کے گیٹ پر آجائے۔
"ارے تم پوچھتیں تو کیوں آرہا ہے۔" سنبل نے رومیلہ کے حیرانی سے بتانے پر اس سے بھی زیادہ حیرانی سے کہا۔
"اب یہ پوچھنا تو کچھ اچھا نہیں لگتا نا کہ آپ کیوں آرہے ہیں۔" رومیلہ نے بے چارگی سے کہا۔
"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے آنے پر پتا چل جائے گا۔" نمل نے اطمینان سے کہا اور پھر الیان کی مسڈ کال پاتے ہی وہ ان دونوں کے ساتھ ڈیپارٹمنٹ کے باہر آگئی الیان تب تک گاڑی پارک کر کے ان کے انتظار میں کھڑا تھا۔
وہ آفس سے اٹھ کر آرہا تھا اس لحاظ سے اس کی ڈریسنگ بھی ویسی ہی تھی سرمئی رنگ کی پینٹ اور کوٹ پر لائٹ آسمانی شرٹ اور سرمئی ٹائی لگائے آنکھوں پر بیش قیمت سن گلاسز چڑھائے وہ دور سے ہی نمایاں ہو رہا تھا۔
"واؤ! مجھے لگتا ہے وہ یہاں کی لڑکیوں کو اپنی ڈیشنگ پرسنالٹی سے متاثر کرنے آئے ہیں۔" سنبل نے ستائش انداز میں کہتے ہوئے ہونٹوں کو سیٹی بجانے والے انداز میں گول کر لیا تو رومیلہ صرف اسے دیکھ کر رہ گئی بولی اس لیے نہیں کہ ان پر نظر پڑتے ہی الیان نے ان کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔
قریب آنے پر الیان نے چشمہ اتارتے ہوئے ان سب کو سلام کیا تو رومیلہ نے جواب دینے کے ساتھ ہی ان دونوں کا بھی تعارف کرا دیا اور پوچھنے لگی۔
"سب خیریت تو ہے نا آپ اس وقت یہاں" رومیلہ خاصی حیران تھی تبھی خود پر ضبط نہ کر سکی اور فوراً ہی پوچھ لیا۔
خود الیان کے پاس بھی زیادہ وقت نہیں تھا جو اِدھر اُدھر کی باتوں میں ضائع کرتا وہ بھی فوراً کہنے لگا۔
"دراصل میں تو میں یہاں نمل سے ملنے آیا ہوں بشرطیکہ نمل کے پاس ٹائم ہو سکون سے بیٹھ کر بات کرنے کا۔" الیان نے براہ راست نمل کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"ہاں ٹائم تو ہے لیکن بات کیا ہے۔" نمل نے یہ نہیں کہا کہ جب سے رومیلہ آئی ہے ہم صرف باتیں ہی تو کر رہے ہیں۔
"کہیں بیٹھ کر بات نہ کر لیں۔" الیان نے مسکراتے ہوئے کہا تو نمل بری طرح شرمندہ ہو گئی۔
"ہاں ہاں...... کیوں نہیں۔"
پھر کچھ دیر بعد وہ چاروں کینٹین میں موجود تھے الیان نمل سے گلفام کے بارے میں بات کرنے آیا تھا۔
نمل نے کچھ ہچکچاتے ہوئے رومیلہ کو دیکھا پھر اس کا اشارہ پا کر سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔
الیان' ابرار بھائی اور گلفام کے گھر اور آفس کا پتا لینا چاہتا تھا مگر وہ نمل کو زبانی یاد نہیں تھے چنانچہ وہ اس نے ٹیکسٹ کر دینے کا وعدہ کرتے ہوئے پوچھا۔
"آپ ان سب کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں۔"
"کیوں؟ کیا تمہیں نہیں لگتا کہ ان لوگوں کو سزا ملنی چاہیے" الیان نے چائے کا سپ لیتے ہوئے الٹا اسی سے پوچھا۔
"مگر آپ ان لوگوں کے خلاف کیا قانونی کارروائی کریں گے ایسے لوگوں کے خلاف کوئی قانون ہے ہی نہیں

کورٹ میں یہ ثابت ہی نہیں کرسکتے کہ کینیڈا میں ہمیں دوسرا لڑکا دکھایا گیا تھا اور یہاں پاکستان میں ایک دوسرا شخص سامنے آگیا۔" نمل نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کورٹ میں یہ سب ثابت کرنا بھی نہیں ہے اس طرح تو رومیلہ کا تماشا بن جائے گا شادی ٹوٹ گئی بس بات ختم اب اس کو ایشو نہیں بنانا ہے۔"

"لیکن اس قسم کے جو فراڈ لوگ ہوتے ہیں جرم کرنا ان کا معمول ہوتا ہے یہ کوئی پہلی غیر قانونی اور غیر اخلاقی حرکت نہیں ہے جو انہوں نے کی ہے۔"

"یقیناً" ان کے اور بھی کارنامے موجود ہوں گے اور میں وہی پتا کر کے ان ہی جرائم کی سزا انہیں دلاؤں گا۔" الیان یہ کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"کیا یہ ممکن ہے" نمل بھی اس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بالکل ممکن ہے بس کوشش شرط ہے۔" الیان نے پورے وثوق سے کہا پھر الوداعی کلمات کہتے ہوئے بولا۔

"تھینکس نمل آپ کا بہت وقت لے لیا۔"

"نہیں شکریہ کی ضرورت نہیں اگر رومیلہ کے گناہ گاروں کو سزا ملتی ہے تو میں تو آپ کی شکر گزار رہوں گی۔" نمل شکر آمیز لہجے میں بولی۔

"سزا تو انہیں ان شا اللہ تعالیٰ ضرور ملے گی بس دیکھنا یہ ہے کہ ان سب میں وقت کتنا لگتا ہے" الیان بہت پُراعتماد تھا۔

"آپ کا یقین دیکھ کر مجھے لگتا ہے کہ ایسا ضرور ہوگا ورنہ میں "برائی کا بُرا انجام ہی ہوگا" اس نظریے پر زیادہ یقین نہیں رکھتی۔"

"یہ نظریہ نہیں اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے اس نے اگر ڈھیل دے رکھی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ابھی ان لوگوں سے ان کے اعمال کو لے کر باز پرس نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی مصلحت کو سمجھنے کی بجائے اس کے فیصلوں پر شکوہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے جو کہ آپ جیسی بہادر لڑکی کو بالکل زیب نہیں دے رہی جو اتنے بڑے اور خطرناک فیصلے تن تنہا کر سکتی ہو۔" الیان بڑے دھیمے لہجے میں سمجھا رہا تھا اس کا نصیحت کرنا بالکل ناگوار نہیں لگ رہا تھا وہ اتنی نرمی سے بات کر رہا تھا مگر نمل جواب میں کچھ بولی نہیں بلکہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

الیان اس کی خاموشی پر یہ سمجھا کہ شاید وہ اس کے سمجھانے پر برا مان گئی ہے تبھی موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"تمہارے منگیتر سے ملاقات ہوئی تھی بہت اچھا لڑکا ہے۔ خرم نام ہے نا اس کا" نمل چونک اٹھی۔

"آپ جانتے ہیں خرم کو۔"

"نہیں جانتا تو نہیں تھا بس یوں سمجھ لو راہ چلتے ملاقات ہو گئی تھی۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔" الیان کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔

اسے آفس میں کافی کام تھا مگر وہ یہ سوچ کر سارے کام چھوڑ کر آگیا تھا کہ ایسا نہ ہو شگفتہ غفار، رومیلہ کے یونیورسٹی جانے پر اعتراض کریں اور رومیلہ ایک دن جا کر دوبارہ نہ جائے تو پھر گھر سے نکل کر نمل سے ملنے آنا خاصا مشکل ہو جائے گا کیونکہ وہ رومیلہ کی موجودگی میں نمل سے ملنا چاہتا تھا اور رومیلہ کو لے کر گھر سے نکلنا آسان نہیں تھا۔

اس وقت بھی رومیلہ اس گاڑی میں آئی تھی جو بریرہ کے استعمال میں تھی۔ الیان نے ریاض غفار کو تو بتا دیا تھا رومیلہ کی پڑھائی شروع کرنے کی خواہش کے متعلق لیکن شگفتہ غفار کو کچھ نہیں پتا تھا حالانکہ اس نے سوچ رکھا

...اسے کیا کہنا ہے مگر شگفتہ غفار کا کوئی بھروسا نہیں تھا۔

ہر پہلو پر غور کرنے کے باوجود بھی ان سے کسی موضوع پر بات کی جائے تو بھی ان کا ردعمل توقع کے برعکس ...سکتا ہے۔

الیان کے جانے کے بعد کتنی ہی دیر وہ تینوں اسی کے متعلق بات کرتی رہیں۔ وہ دونوں ایک طرح سے پہلی بار ...یان سے آج ہی ملی تھیں اس سے پہلے تو بس رسمی سی بات چیت ہوئی تھی اور ان دونوں کو ہی الیان بہت پسند آیا ...صرف ظاہری شکل اور رکھ رکھاؤ کے علاوہ اس کی سوچ نے بھی انہیں بہت متاثر کیا تھا۔

...جو رومیلہ سے کوئی وابستگی نہ ہونے کے باوجود اس کے مجرموں کو سزا دلانے کی کوششوں میں سرگرداں تھا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ الیان بھائی کی رومیلہ سے کوئی وابستگی نہیں ہے۔" نمل کے تبصرے پر سنبل ٹوکتے ...ہوئے بولی۔

"...بھی دیکھو ... دیکھنے کی ضرورت مجھے نہیں، تمہیں ہے۔ مجھے تو دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔" سنبل نے نمل کی بات کاٹتے ...ہوئے رومیلہ کو معنی خیز نظروں سے دیکھا تو نمل اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بظاہر تو واقعی دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے لیکن میں صرف ظاہر پر یقین نہیں کرتی کچھ حقیقتیں پس پردہ بھی ...ہوتی ہیں" نمل نے سنجیدگی سے کہا وہ رومیلہ کو ذرا بھی خواب نہیں دکھانا چاہتی تھی کہ جن کے ٹوٹنے پر رومیلہ ...بھی ٹوٹ پھوٹ جائے کیونکہ نمل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ الیان اتنی آسانی سے ایک زبردستی کے طوق کو قبول ...کرلے گا بھلے ہی رومیلہ میں بے تحاشا خوبیاں تھیں وہ کسی بھی انسان کا آئیڈیل ہو سکتی تھی۔

مگر سنبل نہیں چاہتی تھی کہ رومیلہ اتنی پریشانیوں سے گزرنے کے بعد اب کہیں جا کر تھوڑی مطمئن ہوئی ...ہے تو اسے بلاوجہ کے خدشات میں مبتلا کیا جائے تبھی اس نے بھی موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"رومیلہ اگر تمہیں موقع ملے تو الیان بھائی سے پوچھنا ضرور ان کی خرم سے کہاں ملاقات ہو گئی۔" سنبل چونکتے ہوئے بولی۔
"ہاں اور یہ بھی کہ ایسی کیا خوبی دیکھ لی جو اس کی تعریف کر رہے تھے۔"
"خیر یہ تو کوئی پوچھنے والی بات نہیں ہے کوئی بھی ذی ہوش انسان خرم سے ملے گا تو اس کی تعریف ہی کرے گا۔" رومیلہ نے اطلاع دینے والے انداز میں کہا تو سنبل بھی تائیدی انداز میں سرہلانے لگی۔
"کل تو میری امی نے بھی اس کی تعریف کر دی۔" نمل نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے کہا تو وہ دونوں اچھل پڑیں۔
"کیا بات کر رہی ہو؟" سنبل تقریباً" چیخ پڑی تو نمل نے کل رات ان لوگوں کے آنے کے متعلق سب بتا دیا۔ وہ دونوں اس صورت حال کے متعلق سوچ کر ایک دم سنجیدہ ہو گئیں۔
عظمت خلیل ایسی حرکتوں کے باعث ہی اپنا احترام کھو چکے تھے۔
"کچھ پڑھائی وغیرہ کرنی ہے یا صرف باتیں ہی ہوں گی آج؟" اچانک آسیہ کی آواز نے ان تینوں کو چونکا دیا۔ رومیلہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے محض اخلاقیات نبھانے کے لیے آسیہ اور اس کے ساتھ کھڑی دوسری لڑکیوں سے گلے ملنے لگی ورنہ وہ سنبل کی زبانی ان کی ساری بدتمیزیاں سن چکی تھی خرم اور زوبیہ کو لے کر۔
لیکن اگر انسان ساری دنیا سے اسی طرح بیر رکھنے لگے تو خود اس کا اپنا جینا مشکل ہو جائے لہٰذا وہ باتوں اور رویوں کو نظر انداز کر دینے پر یقین رکھتی تھی اور اسی کے پیش نظر ان سب سے مسکرا کر بات کرنے لگی کہ تبھی نمل کا موبائل بجنے لگا۔
نمل نے پرس سے موبائل نکالا تو عظمت خلیل کا نمبر دیکھ کر اسے شدید حیرانی ہوئی وہ سنبل کو آنکھ سے اشارہ کرتی کینٹین سے باہر نکل گئی۔
"السلام علیکم۔"
"کہاں ہو تم۔" انہوں نے نمل کے سوال کا جواب دیے بغیر قدرے بگڑ کر پوچھا۔
"یونیورسٹی میں! کیوں کیا ہوا؟" نمل نے حیرت سے کہا۔
"تم فوراً" ابھی اور اسی وقت گھر آجاؤ۔"
"کیا امی ٹھیک ہیں۔" نمل کا دل ایک دم بند ہونے لگا۔
"ہاں ہاں ٹھیک ہیں انہیں کیا ہوتا ہے بس تم فوراً" گھر آجاؤ۔" عظمت خلیل ہمیشہ کی طرح حاکمانہ لہجے میں بول رہے تھے یہ سوچے بغیر کہ ان کے اس اچانک فرمان نے نمل کو کتنا پریشان کر دیا ہے۔
"لیکن ابو بات کیا ہے سب خیریت تو ہے نا۔" نمل زچ ہو گئی اتنے برے برے وہم دل میں آنے لگے تھے۔
"کوئی خیریت نہیں ہے خرم کا فون آیا تھا اس نے منگنی توڑ دی ہے۔" عظمت خلیل دھاڑے۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔۔۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔۔۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔۔۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔۔۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔۔۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔۔۔ اب آگے پڑھیں۔

—۳۷—

سینتیسویں قسط

نمل کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سے سننے میں غلطی ہوئی ہے یا عظمت خلیل سے بولنے میں۔

"کیا۔۔۔ کیا کہا آپ نے؟"

"ایک دفعہ میں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی! میں نے کہا ہے خرم نے منگنی توڑ دی ہے۔" عظمت خلیل کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ نمل حیرت کی زیادتی سے سن ہوگئی۔ یہ اطلاع اگر عظمت خلیل کے علاوہ کسی اور نے دی ہوتی تو شاید وہ یہ سوچ بھی سکتی تھی کہ یہ کوئی مذاق ہے۔ لیکن عظمت خلیل سے تو ایسی توقع کی ہی نہیں جا سکتی پھر وہ اس خبر پر یقین نہ کرے تو اور کیا کرے۔

"تم نے سنا نہیں تم فوراً" گھر آرہی ہو ابھی اور اسی وقت"۔ عظمت خلیل دھاڑ کر بولے تو نمل کچھ کہہ ہی نہ سکی اور دوسری طرف انہوں نے فون بند کر دیا۔ نمل کتنی دیر بے یقینی کے عالم میں کھڑی رہی کہ سنبل کو اپنے قریب آتا دیکھ کر وہ اپنے حواس جمع کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیا ہوا سب خیریت تو ہے۔" سنبل نے اس کے چہرے سے کچھ اخذ کر لیا تھا تب ہی پریشانی سے بولی۔

"اں۔۔۔ پتا نہیں خیریت ہے یا نہیں" نمل تذبذب کا شکار تھی۔

"کیا مطلب" سنبل الجھی۔

"ابو کا فون تھا خرم نے منگنی توڑ دی ہے۔" نمل نے سنبل کو بغور دیکھتے ہوئے کہا اس کی توقع کے مطابق سنبل اس کی بات سنتے ہی ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگی۔

"ابو نے مجھے گھر بلایا ہے مجھے فوراً" جانا ہوگا۔"

"لیک۔۔۔ لیکن نمل۔۔۔" سنبل کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔

"خبر تو واقعی بہت شاکنگ ہے لیکن اس پر تبصرہ بعد میں کریں گے۔ مجھے امی کی فکر ہو رہی ہے پتا نہیں ابو ان کے ساتھ کیسے پیش آرہے ہوں گے مجھے فوراً" گھر جانا ہوگا۔" نمل نے موبائل بیگ میں ڈالتے ہوئے جلدی جلدی کہا۔

"تم اور رومیلہ اکھٹے نہیں پڑھ سکتے۔" سنبل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" نمل ٹھٹک گئی۔

"آج سے رومیلہ نے آنا شروع کیا ہے تو تم آنا چھوڑ دوگی۔" سنبل گہرا سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

"میں کیوں چھوڑ دوں گی؟ میں صرف ابھی گھر جا رہی ہوں امی کی وجہ سے۔" نمل نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"کسے بے وقوف بنا رہی ہو نمل! کیا تم اپنے فادر کو نہیں جانتیں۔ خرم نے منگنی چاہے جس وجہ سے بھی توڑی ہو الزام سارا تم پر ہی آئے گا اور تمہارے والد کا غصہ بھی ہمیشہ صرف تم لوگوں پر نکلتا ہے چاہے غلطی کسی کی بھی ہو۔ لہٰذا ان سے یہ توقع بے کار ہے کہ وہ تمہیں دوبارہ اس یونیورسٹی میں بھیجیں گے جہاں خرم پڑھتا ہے۔" سنبل کے مایوسی سے کہنے پر نمل چند لمحوں کے لیے بالکل لاجواب ہوئی۔

سنبل ٹھیک کہہ رہی تھی اب بہت مشکل ہی تھا کہ عظمت خلیل اسے یونیورسٹی آنے دیتے ایک بار وہ رشیدہ کو سختی سے منع کر دیں گے تو رشیدہ کسی نہ کسی طرح جذباتی دباؤ ڈال کر نمل کو یونیورسٹی جانے سے روک لیں گی۔

"چلو خیر ابھی تو تم آنٹی کے پاس جاؤ بعد کی بعد میں دیکھیں گے۔" سنبل نے اسے سوچ میں ڈوبتا دیکھ کر تسلی دی۔

"بعد میں کیا دیکھیں گے ابو رومیلہ کے ابرار بھائی سے زیادہ مختلف نہیں ہیں وہ بھی اپنے غصے کاری ایکشن دکھانے کے لیے میری شادی جلد بازی میں کسی اور شخص کے ساتھ طے بھی کر سکتے ہیں۔ گھر جانے سے پہلے مجھے خرم سے بات کرنی چاہیے ذرا پتا تو چلے کہ اس نے منگنی کیوں توڑی ہے اور اس کی وجہ کیا بتائی ہے۔" نمل نے بیگ کی زپ کھولتے ہوئے کہا۔

"منگنی خرم کے پیرنٹس نے توڑی ہوگی کل جو کچھ وہ دیکھ کر گئے ہیں اس کے بعد وہ اس گھر سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے ہوں گے بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے ایسے گھر سے لڑکی لینا پسند نہیں کرتے جہاں کا ماحول انہیں پسند نہ آئے۔" سنبل نے تنفر سے کہا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ یہ فیصلہ اس کے والدین کا ہے میرے گھر سے جاتے وقت وہ لوگ اتنے بے زار نہیں تھے کہ گھر جا کر منگنی توڑنے کا فیصلہ کر لیتے اور نہ ہی خرم اتنا فرماں بردار ہے کہ ان کے کہنے پر کوئی قدم اٹھائے۔ ابو نے کہا تھا خرم کا فون آیا ہے اس نے منگنی توڑ دی ہے۔ گویا ان کی براہ راست خرم سے بات ہوئی ہے۔ اتنی اہم بات خرم نے کیوں کی۔ یہ ڈسکشن تو فرقان انکل کو کرنا چاہیے تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ منگنی خرم نے اپنے پیرنٹس کے خلاف جا کر توڑی ہے اسی لیے انہوں نے خود بات کرنے سے بھی انکار کر دیا۔" نمل موبائل ہاتھ میں پکڑے تانے بانے بنتی رہی۔

"تو پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے خرم کے منگنی توڑنے کی؟ اس طرح منگنی توڑ کر تو اس نے اپنی شکست قبول کر لی ہے اور اس کا شکست قبول کر لینا بلاوجہ کا نہیں ہو سکتا" سنبل سوچتے ہوئے بولی۔

"کل گھر پر بھی اس کا رویہ بہت عجیب تھا۔ ک۔۔۔ کہیں اس نے امی کی وجہ سے۔۔۔" نمل نے چونکتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"رشیدہ آنٹی!" سنبل نے اچنبھے کے ساتھ دہرایا۔

"ہاں۔۔۔ او مائی گاڈ کہیں اس نے ابو کے سامنے امی سے کسی قسم کا ہمدردی کا اظہار وغیرہ نہ کر دیا ہو کل جس طرح ابو امی کے ساتھ پیش آرہے تھے وہ خرم کو پسند نہیں آیا تھا اگر اس نے اس بارے میں ابو سے کوئی بات کی ہوگی تو ابو کا موڈ امی سے بہت بری طرح خراب ہوگا پتا نہیں وہ ان کو کتنی باتیں سنا چکے ہوں گے۔" نمل اس خیال کے آتے ہی بری طرح مضطرب ہوگئی اور اپنے موبائل میں خرم کا نمبر تلاش کرنے لگی اور تب ہی اس پر انکشاف ہوا کہ اس کے پاس تو خرم کا موبائل نمبر ہے ہی نہیں۔

"تمہارے پاس خرم کا نمبر ہوگا؟" اس نے سنبل سے پوچھا تو وہ بھی چونک اٹھی۔

"نہیں۔۔۔ کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی اس کا نمبر لینے کی۔ تم کہو تو میں آسیہ وغیرہ سے پوچھ لوں ان کے پاس ہوگا۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ خواہ مخواہ میں انہیں سوال جواب کرنے کا موقع مل جائے گا۔ پتا کرتے ہیں اگر وہ یونیورسٹی آیا ہے تو اس سے براہ راست بات کر لیتے ہیں۔ اگر اس نے یہ منگنی والدین کے خلاف جا کر توڑی ہے تب تو گھر سے فرار حاصل کرنے کے لیے ضرور آئے گا۔" نمل نے نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے پر سوچ انداز میں کہا تو سنبل نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے خرم کی تلاش میں اس کے ساتھ قدم آگے بڑھا دیے۔

رومیلہ، باقی لڑکیوں کے ساتھ کینٹین میں ہی مصروف گفتگو تھی اور اگر فارغ بھی ہوتی تب بھی نمل، رشیدہ کا خیال آتے ہی اتنی پریشان ہوگئی تھی کہ وہ خرم کو جلد سے جلد تلاش کرنے میں لگ گئی تاکہ سچائی کا پتا چلتے ہی وہ گھر پہنچ کر چیختے اور غراتے عظمت خلیل کے سامنے رشیدہ کی ڈھال بن کر کھڑی ہوسکے۔ کچھ ہی دیر میں اسے دوسرے اسٹوڈنٹس کے ذریعے یہ تو پتا چل گیا کہ خرم یونیورسٹی آیا ہے مگر وہ ہے کہاں یہ جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔

آخر جب نمل نے تھک کر اس سے ملنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تب پارکنگ کی طرف جاتے ہوئے اچانک وہ سامنے آگیا نمل اس پر نظر پڑتے ہی تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھنے لگی۔ خرم بھی اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر

رک گیا نمل نے اس کے سامنے آتے ہی بغیر کسی تمہید کے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"یہ سب کیا ہے؟" ایک تو وہ رشیدہ کا سوچ کر پہلے ہی پریشان تھی اس پر خرم کو تلاش کرنے میں جو وقت اور محنت صرف ہوئی تھی اس نے نمل کو شدید قسم کی جھنجلاہٹ میں مبتلا کردیا تھا۔ تبھی اس کا لہجہ خود بخود نہایت تیکھا ہو گیا۔

"کیا؟" خرم سمجھ نہیں سکا اسے امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی نمل کو اس کے منگنی توڑ دینے کی اطلاع مل سکتی ہے اس نے یہیں یونیورسٹی آکر تو عظمت خلیل کو فون کیا تھا۔

اس کے بعد سے اس کا دل اتنا بے زار ہوا تھا کہ وہ گھر جانے کے ارادے سے پارکنگ میں آگیا تھا مگر یہاں آنے کے بعد اس کا گھر جانے کا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا وہ سوچ رہا تھا اس وقت تو کوئی مال بھی نہیں کھلا ہو گا کہ وہ اسی میں جا کر بیٹھ جائے ایک طرح سے وہ خالی الذہنی کے عالم میں پارکنگ میں ٹہل رہا تھا چنانچہ نمل کی بات اس کے سر سے گزر گئی۔

نمل کو اس کا انجان بننا مزید سلگا گیا تو وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولی۔

"تمہیں اگر منگنی توڑنی تھی تو اتنے عرصے انتظار کیوں کیا؟۔ بلکہ تم نے منگنی کی کیوں تھی جب تمہیں شادی نہیں کرنی تھی۔" خرم کی سمجھ میں نہ آیا اسے کیا جواب دے۔

یہ بات ابھی اس نے صرف عظمت خلیل سے کی تھی لہٰذا یہ اطلاع اسے عظمت خلیل سے ہی ملی تھی اور اس کا انداز بتلا رہا تھا کہ انہوں نے خاصے سخت طریقے سے اس سے گفتگو کی ہے تبھی وہ اتنی بپھری ہوئی ہے خرم نے اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے رسانیت سے کہا۔

"تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں نے منگنی کیوں کی تھی اور اب کیوں توڑ دی کیا تمہارے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ تم جو چاہتی تھیں وہ ہو گیا ہے۔" "میں اگر صرف اپنے بارے میں سوچنے والوں میں سے ہوتی تو یہ منگنی ہو ہی نہیں سکتی تھی مجھے خود سے زیادہ اپنی ماں کی فکر ہے اس لیے پوچھ رہی ہوں تم نے ابو سے کیا کہا ہے؟"

"میں نے ان سے کچھ نہیں کہا صرف معذرت کی ہے کہ میں یہ شادی نہیں کر سکتا۔" خرم نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے سکون سے کہا۔ "اور تمہیں لگتا ہے کہ انہوں نے تمہاری معذرت قبول کرلی۔

کل رات تم ہمارے گھر آئے اور آج صبح تم نے شادی سے انکار کردیا اس کا صاف مطلب تو یہی ہے نا کہ کل تم اس قدر تنگ آکر وہاں سے اٹھے تھے کہ گھر جاتے ہی تم نے فیصلہ کرلیا۔ حالانکہ میں جانتی ہوں تمہارے انکار کی وجہ کل ہمارے گھر آنا نہیں ہے لیکن میرے ابو کو یہ بات کون سمجھائے گا۔ تم نے یہ منگنی کوئی اپنی خوشی سے تو کی نہیں تھی مجھے امید تھی تم شادی کے بعد مجھے چھوڑو گے تم نے سمجھداری دکھاتے ہوئے پہلے ہی گلے کا طوق اتار کر پھینک دیا۔ لیکن مجھے اس کی فکر نہیں کہ تم نے کیا کیا اور کیوں کیا۔ مجھے صرف اس بات سے غرض ہے کہ تم نے کیسے کیا؟۔ "تمہیں ابو کو فون کر کے پوری بات تفصیل سے بتانی ہو گی کہ تم اس شادی کے لیے کبھی سیریس تھے ہی نہیں۔ تم نے ایسے ہی بس وقتی جوش کے زیر اثر منگنی کرلی تھی اور اب وہ جوش ٹھنڈا ہو گیا ہے تو منگنی توڑ دی۔

ان تمام باتوں کے پیچھے میری امی کی کوئی غلطی نہیں ہے انہوں نے کل ایسا کچھ بھی کہا یا کیا نہیں تھا جس کے باعث تم نے یہ قدم اٹھایا۔" نمل رکے بغیر ایک سانس میں بول رہی تھی۔

وہ تو خرم کو دیکھتے ہی تیز تیز چلتی اس تک آگئی تھی جبکہ سنبل کے قدم خرم پر نظر پڑتے ہی سست پڑ گئے تھے لہٰذا وہ اب ان دونوں کے نزدیک پہنچی تھی یہ اور بات تھی کہ نمل کی آواز اسے پہلے سے سنائی دے رہی تھی اس کا غصہ دیکھتے ہوئے سنبل کچھ قدم کے فاصلے پر ہی خاموشی سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"کیا انہوں نے تمہاری والدہ کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے؟" خرم جو بڑے غور سے اس کی بات سن رہا تھا اس کے خاموش ہونے پر سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"ہاں"۔ نمل یقین سے بولی کیونکہ وہ اپنے والد کو اچھی طرح جانتی تھی ان کے فوراً اسے گھر بلانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ رشیدہ اور نمل پر اپنا غصہ نکال سکیں آخر کو انہوں نے نمل کی مرضی کے بغیر یہ منگنی کردی تھی انہیں کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچنے کے لیے ان دونوں کو ہی کچوکے لگانے تھے۔

"اگر یہ بات ہے تو میں ان سے فون پر دوبارہ بات کر کے اس منگنی کو توڑنے کی ساری ذمہ داری خود پر لے لیتا ہوں حالانکہ جتنا میں انہیں سمجھ سکا ہوں اس کی روشنی میں، میں چاہے ان سے جو بھی کہہ لوں انہیں مجھ پر یقین نہیں آئے گا اور وہ تمہیں اور آنٹی کو ہی کسی نہ کسی طرح اذیت دیں گے۔ لیکن اگر تمہیں لگتا ہے کہ میرے بات کرنے سے سچویشن پر کوئی فرق پڑ سکتا ہے تو میں ابھی بات کر لیتا ہوں" خرم بڑی بردباری سے بات کر رہا تھا۔ اس کے لہجے یا گفتگو میں اس کے والد کی فطرت کو لے کر ہلکا سا بھی طنز یا تمسخر نہیں تھا بلکہ اس کے رویے سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ واقعی اس مسئلے کو حل کرنا چاہتا ہو۔

نمل کے غصے میں جیسے ایک ٹھہراؤ آگیا وہ کسی سوچ میں گھری اسے دیکھے گئی۔

وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا جب وہ عظمت خلیل کو جاننے کا دعوا کرتی ہے تو پھر یہ کیسے فراموش کر گئی کہ خرم چاہے جو بھی کہہ لے انہیں نمل اور رشیدہ سے ہی خائف ہونا ہے پھر بھلا کیا ضرورت تھی اتنے شدید ردعمل کا مظاہرہ کرنے کی۔

عظمت خلیل نے گھر آنے کو کہا تھا اسے چپ چاپ گھر چلے جانا چاہیے تھا وہ اگر کل سے اسے یونیورسٹی نہیں آنے دیتے تب بھی یہ نمل کا مسئلہ تھا خرم کا نہیں، جو اس کی جان کھائی جائے۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ تم کہو تو ابھی فون کر لوں۔" خرم نے اسے چپ دیکھ کر کہا۔

"نہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔" نمل بے ساختہ بولی پھر اپنی خجالت مٹانے کے لیے وضاحت دینے لگی۔

"دراصل میں کل جو کچھ ہوا مجھے لگا تم نے ابو سے امی کی شکایت کرتے ہوئے شادی سے انکار کیا ہو گا۔ اگر تم نے ایسا کچھ کہا ہوتا تو ابو واقعی امی کے لیے ایک قیامت کھڑی کر دیتے۔"

"میں نے جب منگنی کی تھی تب یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ تمہارے گھر کا ماحول کیسا ہے اور اب جبکہ توڑی ہے تو بھی مجھے اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ کل کیا ہوا۔ پھر مجھے کیا ضرورت ہے تمہارے ابو کے سامنے جھوٹی تاویلیں پیش کرنے کی۔" خرم نے نہایت ٹھوس لہجے میں کہا۔

"تو سچ کیا ہے؟" نمل خود کو ایک دم ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی تھی۔

وہ خرم کی طرف سے کسی غلط بات کی توقع کر رہی تھی کہ اس نے رشیدہ یا نمل پر کوئی الزام رکھ کر اپنی جان چھڑائی ہو گی مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اب عظمت خلیل اپنی عادت کے مطابق ایک بلاوجہ کا ہنگامہ کھڑا کریں گے اور کچھ دنوں بعد پھر سب کچھ معمول کے مطابق ہو جائے گا ان سب کی تو وہ بچپن سے عادی تھی۔

اس وقت سب سے اہم بات یہ تھی کہ خرم نے اسے اس زبردستی کے بندھن سے آزاد کردیا تھا اور اچانک ایک خوشگوار احساس نے اس کا سارا غصہ ختم کردیا تھا۔ رشیدہ کی طرف سے اسے ابھی بھی فکر تھی اس لیے اسے ابھی بھی گھر پہنچنے کی جلدی تھی مگر اتنی بھی نہیں کہ خرم کی اس کایا پلٹ کا سبب ہی نہ پوچھتی۔

"کیا مطلب؟" خرم سمجھا ہی نہیں۔

"مطلب یہ کہ اگر تم نے کل امی ابو کے بیچ کشیدگی دیکھ کر اس منگنی کو ختم نہیں کیا، تو پھر کیوں کیا ہے، تم تو زبردستی مجھ سے شادی کرنے کا عہد کیے بیٹھے تھے۔" نمل کا انداز چڑانے والا نہیں تھا بلکہ زندگی میں پہلی بار وہ بڑے

مسکراتے لہجے میں اس سے سوال کر رہی تھی۔

خرم بے اختیار اسے دیکھے گیا ایک بار اس نے جھوٹ موٹ میں نمل سے کہا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے اس لیے اس نے یہ منگنی کی ہے تب نمل چند ثانیوں کے لیے پتھرا گئی تھی۔

آج اس کا شدت سے دل چاہا کہ وہ اسے بتادے کہ وہ واقعی اس سے محبت کرتا ہے اس لیے محض اس کی خوشی کی خاطر اس نے اپنے دل کی ایک نہ سنی اور اس کے حصول کا پورا اختیار رکھتے ہوئے بھی خاموشی سے اپنے اختیار سے دست بردار ہو گیا۔ مگر وہ یہ سب کہہ نہیں سکا کوئی چیز اسے یہ کہنے سے روک رہی تھی اس کی انا یا شاید کچھ اور، وہ سمجھ نہیں سکا۔

خرم کو خاموش دیکھ کر نمل آنکھوں کو ذرا سا چندھیاتے ہوئے بولی۔

"تم نے سوچا تو ہر پہلو پر ہو گا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ تم نے جذبات میں آکر منگنی توڑ دی کہ کون اس نام نہاد رشتے کو نبھائے گا۔ آرام سے دس بارہ سال بعد شادی کروں گا مگر یہ لوگ اتنی لمبی منگنی رکھنے نہیں دیں گے لہٰذا جتنی جلدی اس بات کو ختم کر دیا جائے اتنا ہی اچھا ہے اس رشتے کو جتنا طول دیا جائے گا آگے اتنے ہی مسائل ہوں گے۔

لیکن اس منگنی کے ٹوٹنے پر یونیورسٹی کا ری ایکشن معمولی نہیں ہو گا یہاں سب ۔ بہت کچھ کہیں گے تمہیں منگنی توڑنی ہی تھی تو اپنا فائنل کلیئر کرنے کے بعد توڑتے ایک بار یہاں سے چلے جاتے تو کوئی فرق نہیں پڑتا یہاں لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔" نمل اب باقاعدہ اسے مشورہ دے رہی تھی۔

اس نے آج تک اتنے سکون سے کبھی خرم سے بات نہیں کی تھی ان کے بیچ ہمیشہ یا تو بحث ہوئی تھی یا محض دوسروں کو سنانے کے لیے طنزیہ گفتگو۔ آج پہلی بار وہ اتنے خوشگوار انداز میں بات کر رہی تھی کہ خرم کا دل چاہنے لگا وہ بس بولتی رہے۔

پہلی بار اسے لگ رہا تھا کہ نمل سے پرسکون ماحول میں بات کرنا کتنا خوبصورت احساس ہے، جو ایک زبردستی کے رشتے میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

دوسرے کو اذیت دے کر بظاہر شاید انسان کو یہ لگتا ہو کہ اس کی انا کو تسکین مل رہی ہے لیکن درحقیقت انسان کا ضمیر مر رہا ہوتا ہے اور جب ضمیر مرنے لگے تو ذہنی سکون اور قلبی آرام سب ختم ہو جاتا ہے۔

یہ اذیت چاہے انسان جان بوجھ کر دے یا انجانے میں اس کا اثر دونوں فریقین پر پڑ رہا ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے فیصلے پر دکھی ہونے کے باوجود وہ مطمئن تھا اسے کوئی پچھتاوا نہیں تھا چنانچہ نمل کے سوال پر وہ اپنی ازلی لاپروائی کے ساتھ بولا۔

"فرق تو مجھے اب بھی نہیں پڑتا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔

YouKnowMeWhoCares۔"

"لیکن پھر بھی اس اچانک فیصلے کے پیچھے کوئی وجہ تو ہو گی۔" نمل بضد تھی جاننے پر۔

"ہاں ہے وجہ مگر وہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔" خرم نے نہایت صاف گوئی سے کہا تو نمل کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"کہیں یہ وجہ وہی تو نہیں جس کے بارے میں یونیورسٹی میں سب بات کر رہے ہیں۔" خرم کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا تو نمل وضاحت کرتے ہوئے بولی۔

"دیکھو مجھے تمہارے پرسنل معاملے میں بولنے کا حق تو نہیں ہے لیکن تمہارے پیرنٹس بہت اچھے ہیں صرف ان کی خاطر میں ایک مشورہ دوں گی۔۔۔ کوئی بھی ایسا فیصلہ مت کرنا جس سے انہیں تکلیف پہنچے۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" خرم نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھا تو نمل کچھ جھجکتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا یہ سب تم زوبیہ کے لیے کررہے ہو؟" خرم کو قطعی امید نہیں تھی کہ نمل یہ سوچ سکتی ہے۔

اس کا تو جیسے ایک دم دماغ ہی گھوم گیا اس کے چہرے پر سختی کے تاثرات ابھرتے دیکھ کر نمل جلدی سے کہنے لگی۔

"میں نے صرف ایک اندازے کے مطابق کہا ہے اس کی تائید یا تردید کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں اور میں یہ سب صرف فرقان انکل اور آنٹی کی وجہ سے کہہ رہی ہوں۔ وہ دونوں بہت کیئرنگ ہیں تمہیں اندازہ نہیں ہے تم کتنے لکی ہو۔ والدین کو تو کبھی دکھ نہیں دینا چاہیے اور ایسے پیرنٹس کو تو بالکل بھی نہیں۔ کسی بھی والدین کی یہ خواہش نہیں ہوسکتی کہ اس کی اولاد کی شادی کسی ذہنی بیمار شخص سے ہو خاص طور پر ایسی صورت میں جب ان کی ایک ہی اولاد ہو۔" نمل بڑی رسانیت سے بول رہی تھی۔

خرم کو یقین تھا وہ یہ سب بلاوجہ نصیحت کرنے کے لیے نہیں کہہ رہی اسے واقعی اس کے والدین کی فکر ہے لیکن خرم زوبیہ اور اپنے بارے میں فرقان حسن کے منہ سے سن کر اتنا تپا ہوا تھا کہ نمل کے منہ سے زوبیہ کا نام سنتے ہی اس کا تنفس بڑھنے لگا۔

"میں یہ سب زوبیہ کے لیے نہیں کررہا نہ ہی میرے اور زوبیہ کے بیچ ایسا کچھ ہے کہ مجھے اس کی خاطر منگنی توڑ کر اپنے والدین کو دکھ دینا پڑے میں تو یہ سب......" خرم نے کچھ کہتے کہتے سختی سے لب بھینچ لیے۔

نمل اس کے ردعمل پر کچھ سٹپٹا سی گئی تھی اسے عادت نہیں تھی ذاتی معاملے میں دخل دینے کی اور یہ تو تھا بھی اتنا حساس موضوع کہ اس پر بات کرنے سے پہلے تو دس بار سوچنا چاہیے خاص طور پر تب جب سامنے والے سے آپ کی کوئی گہری دوستی یا وابستگی بھی نہ ہو۔

خرم کے چبا کر کہنے پر سنبل بھی بے اختیار ان کے قریب آگئی۔

"نمل کا مقصد آپ کو طعنے مارنا نہیں تھا وہ تو یہ سب آپ کے والدین کی خاطر کہہ رہی تھی ورنہ تو یہ آپ لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ نے چاہے جس وجہ سے بھی یہ منگنی توڑی ہے ہم پر بہت احسان کیا ہے شادی کوئی مذاق نہیں ہے جو کسی بھی وقت کرلی اور کہیں بھی جاکر توڑ دی۔ اگر آپ پورے خلوص سے نمل کی طرف بڑھے ہوتے تب تو بات الگ تھی لیکن نہ آپ مخلص تھے نہ نمل مطمئن اپنے رشتے کو بروقت ختم کردینا ہی بہتر تھا اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ یونیورسٹی میں کون کیا سوچ رہا ہے۔" سنبل جلدی جلدی بولی تو خرم ہنوز خشک لہجے میں بولا۔

"میرے بارے میں کوئی کچھ بھی سوچے مجھے واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن کسی لڑکی کے بارے میں غلط رائے رکھنا اور بغیر تصدیق کے اس کا دوسروں کے سامنے اظہار کردینا نہایت غلط بات ہے۔

زوبیہ پاگل خانے میں ہے۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں ہوسکتا اس کی اذیت اور تکلیف کا۔

نہ جانے اسے وہاں کب تک رہنا پڑے۔

پتا نہیں وہ کبھی وہاں سے نکلے گی بھی یا نہیں۔

اس کی خاطر میرا تم سے منگنی توڑنا نہایت حماقت کی بات ہے۔"

"آئی ایم سوری۔" نمل بری طرح شرمندہ ہوگئی تھی اس کے چہرے پر پھیلی خجالت دیکھ کر خرم نے مزید کچھ کہنے کا ارادہ ملتوی کردیا۔ کچھ دیر نمل کو دیکھتے رہنے کے بعد بہت دھیمے لہجے میں "It'sOk" کہتا اپنا گاڑی کی طرف مڑ گیا۔

نمل اور سنبل خاموشی سے اسے جاتا دیکھتی رہیں کہ اچانک سنبل نے اسے پکار لیا تو وہ اپنی جگہ

رک گیا مگر پلٹا تب بھی نہیں' بس ذرا سی گردن موڑ کر سنبل کو دیکھنے لگا جس کا سوال خرم تو کیا نمل تک کو حیران کر گیا تھا۔

"کیا یہ منگنی آپ نے اس لیے توڑی ہے کہ نمل خوش نہیں ہے؟" نمل منہ کھولے سنبل کو دیکھنے لگی۔ مگر سنبل کی نظریں خرم پر جمی تھیں جو ایک حیران نظر اس پر ڈال کر نمل کو دیکھنے لگا تھا مگر نمل اس کی طرف متوجہ ہی نہیں تھی۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔" نمل دانت پیستے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں بولی مگر سنبل پر جیسے کوئی اثر نہ ہوا وہ بڑی گہری نظروں سے خرم کا مشاہدہ کررہی تھی جو بالکل خاموش کھڑا تھا۔

اور اس کی اسی خاموشی نے نمل کو چونکنے پر مجبور کیا تھا وہ اس کی طرف سے کسی استہزائیہ ہنسی یا تمسخرانہ فقرے کی منتظر تھی تبھی اسے سنبل کا یہ سوال کرنا سخت گراں گزرا تھا جس نے یہ پوچھ کر ایسا تاثر دیا تھا جیسے وہ دونوں بڑے خوش فہم ہوں اور جانے کون سی تصوراتی دنیا میں رہ رہے ہوں۔

لیکن حیرت انگیز طور پر اس نے سنبل کا مذاق اڑایا نہ ہی کوئی چھچھورا سا قہقہہ مارا بلکہ اس نے تو سنبل کے سوال کی نفی بھی نہیں کی حالانکہ اسے فوراً" انکار کردینا چاہیے تھا۔ نمل نے بے ساختہ خرم کی جانب دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا نظریں ملنے پر وہ بغیر کچھ کہے فوراً" اپنی گاڑی کی طرف گھوم گیا پھر گاڑی میں بیٹھنے سے لے کر گاڑی نکال کر لے جانے تک اس نے ان دونوں کی جانب نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ جبکہ وہ دونوں کتنی ہی دیر اس دھول کو دیکھتی رہیں جو خرم کی گاڑی اڑا کر گئی تھی۔

نمل دانستہ سنبل کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی وہ اس وقت اس موضوع پر کچھ بولنا تو در کنار کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی اس کے برعکس سنبل سوچوں میں اتنی غرق تھی کہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔

"سنبل میں گھر جارہی ہوں پہلے ہی بہت دیر ہوگئی ہے۔" نمل نے کہا اور سنبل کا جواب سنے بغیر آگے بڑھ گئی۔ سارے راستے اس کا ذہن بری طرح منتشر رہا' کسی بھی ایک نکتہ پر وہ یکسو ہوکر سوچ نہیں پارہی تھی۔

کبھی ذہن رشیدہ کی طرف چلا جاتا کبھی عظمت خلیل کے غصے کے بارے میں سوچنے لگتی اچانک اسے فرقان حسن اور مسز فرقان سے کل رات والی ملاقات کا خیال آنے لگتا تو کبھی خرم کی رویے کی یہ تبدیلی اسے الجھانے لگتی۔

ان ہی ساری الجھنوں کے ساتھ جب وہ گھر پہنچی تو عظمت خلیل' رشیدہ پر چیخ چلا کر تھک چکے تھے البتہ نمل کو دیکھتے ہی انہیں ایک نئی قوت مل گئی تو وہ ایک بار پھر شروع ہوگئے۔ نمل کی توقع کے مطابق ان کی گفتگو کا لب لباب یہی تھا کہ کل وہ دونوں ماں بیٹی اس قدر بداخلاقی سے پیش آئیں کہ خرم کی عزت نفس مجروح ہوگئی۔

فرقان صاحب کو عظمت خلیل نے فون کیا تھا اور وہ بیٹے کی حرکت پر سخت شرمندہ تھے گو کہ عظمت خلیل ان کے ساتھ بھی نرمی سے پیش نہیں آئے تھے لیکن ان کا معذرت خواہانہ انداز سن کر وہ اپنی بھڑاس نہ نکال سکے اور پھر اس کی ضرورت بھی نہیں تھی ان کے پاس رشیدہ اور نمل موجود تھیں جن پر اپنی جھنجلاہٹ نکالنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔

نمل خاموشی سے رشیدہ کی وہیل چیئر کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ رشیدہ بے آواز رو رہی تھیں نمل اس وقت کچھ کہہ کر ہنگامے کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی ویسے بھی اس کے پاس کہنے کے لیے ایسا کچھ خاص تھا بھی نہیں۔

خرم میں بظاہر ایسی کوئی برائی نہیں تھی جسے بنیاد بنا کر وہ عظمت خلیل کے فیصلے کو غلط قرار دیتی۔ البتہ ان کی جلد بازی اور رشیدہ اور نمل سے مشورہ کیے بغیر سب طے کردینا اخلاقی اور شرعی لحاظ سے غلط تھا مگر اس وقت اس پر بات کرنا بے سود تھا اور یہ تو انہیں پتا نہیں تھا کہ خرم کا اس سے منگنی کرنے کا مقصد کیا تھا۔ لہٰذا یہ شکایت کرنے کا

تو سرے سے حق ہی نہیں بنتا تھا۔

"کل ہی مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ تمہارا رویہ فرقان حسن اور بھابھی کے ساتھ کس قدر خشک اور روکھا پھیکا ہے خرم سے بھی تم نے ڈھنگ سے کوئی بات نہیں کی۔ بھلا ایسی لڑکی سے اسے شادی کرنے کی ضرورت کیا ہے یونیورسٹی میں بھی تم اس کے ساتھ ایسے ہی پیش آتی ہوگی۔ بے زار آگیا ہوگا وہ۔" عظمت خلیل صرف جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہے تھے ورنہ انہیں کیا پتا نمل ان کے آنے سے پہلے فرقان حسن اور مسز فرقان کے ساتھ بڑے خوشگوار ماحول میں باتیں کررہی تھی۔

"تم اب کل سے یونیورسٹی نہیں جاؤگی۔" جب رشیدہ اور نمل ان کی کسی بھی بات پر کچھ نہ بولیں تو آخر تھک کرانہوں نے صرف نمل کو بتانے کے لیے وہی کہا جس کی نمل کو امید تھی۔

نمل نے ایک نظر رشیدہ کے چہرے پر ڈالی جہاں دکھ اور ملال کا ایک پورا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اشک تھے کہ بہے جارہے تھے۔

نمل نے دوبارہ سر جھکالیا اس وقت رشیدہ کے لیے بس وہ یہی کرسکتی تھی کہ بپھرے ہوئے عظمت خلیل سے کوئی بحث نہ کرتی اگر وہ کچھ کہتی تو عظمت خلیل جواباً "اتنا زہر اگلتے کہ رشیدہ کی رگ و پے میں خون کی جگہ دکھ اور تلخیاں گردش کرنے لگتیں۔

عظمت خلیل حکم صادر کرکے پاؤں پٹختے گھر سے باہر نکل گئے تو رشیدہ جو بے آواز آنسو بہا رہی تھیں پھوٹ پھوٹ کررونے لگیں۔

نمل اٹھ کران کے لیے پانی لے آئی جسے پینے کے بھی کافی دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوئیں۔

"کیا تمہیں پتا ہے کہ یہ سب کیوں ہوا؟" نمل جیسے کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہی۔ جو اسے پتا تھا پتا نہیں وہ کتنا صحیح تھا کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے نفی میں سرہلا دیا تو رشیدہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہنے لگیں۔

"چلو جو بھی وجہ ہو۔ تم جو چاہتی تھیں وہ ہوگیا اللہ کرے اسی میں تمہاری بہتری ہو اور ہم سب کی بھی۔" نمل کچھ بھی نہ بولی بس سر جھکائے بیٹھی رہی تو رشیدہ وہیل چیئر کچن کی جانب گھماتے ہوئے کہنے لگیں۔

"ابھی کچھ دن یونیورسٹی نہ جاؤ۔ تھوڑا ان کا غصہ ٹھنڈا ہونے دو اور پھر خرم بھی وہیں ہوتا ہے کچھ دن ہر زبان پر یہی چرچہ ہوگا لوگوں کی باتیں تمہیں خوامخواہ پریشان کریں گی۔" رشیدہ یہ کہہ کر چلی گئیں۔

جبکہ نمل صرف سوچتی رہ گئی کہ وہ جب بھی جائے گی نئے سرے سے لوگ اس موضوع پر بات کرنے لگیں گے اس کا گھر میں بیٹھنا کوئی حل نہیں البتہ یہ واقعی سچ تھا کہ عظمت خلیل کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے یہ کرنا بہت ضروری تھا کیونکہ جو کچھ ہوا تھا وہ انہیں شدید پیچ و تاب میں مبتلا کرگیا تھا اور ان کی یہ چڑچڑاہٹ پتا نہیں کتنے طویل عرصے تک نمل اور رشیدہ پر نکلنی تھی۔

اگر یہ سب صرف زبان تک محدود رہتا۔ تب تو ٹھیک تھا لیکن اگر وہ ردعمل کے طور پر مزید کوئی فیصلہ کرنے والے تھے تب تو جانے کیا ہوگا۔

☼ ☼ ☼

زندگی جو بالکل بے کیف اور بے مقصد ہوگئی تھی وہ ایک بار پھر رومیلہ کو معمول پر آتی لگنے لگی حالانکہ ابھی بھی حالات کے پیچ و خم جوں کے توں تھے مگر رومیلہ کو ایک ــــ بہترین مصروفیت مل گئی تھی۔

اپنی تعلیم دوبارہ شروع کرکے اسے ذہنی طور پر بہت سکون ملا تھا پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اس ماحول سے تھوڑی دیر کے لیے باہر بھی جاتی تھی بس اس بات کا دکھ تھا کہ اس کے آتے ہی نمل نے آنا چھوڑ دیا تھا۔

خرم کی حرکتوں سے وہ واقف تھی اور زبردستی کے رشتے کے نتائج کو عملاً" بھگت بھی رہی تھی للذا جو ہوا تھا وہ اسے سب کے لیے بہتر سمجھ رہی تھی بس ایک خرم کا رویہ اسے اور سنبل کو الجھن میں مبتلا کررہا تھا۔

خرم نے منگنی ٹوٹنے کا ذکر یونیورسٹی میں نہیں کیا لیکن عظمت خلیل نے اپنے سرکل میں سب کو بتادیا جو کہ قدرتی طور پر یونیورسٹی تک پہنچ گیا۔ پھر جب خرم سے تصدیق کی گئی تو اس نے قبول کرلیا۔

پھر تو جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ ہر جگہ' ہر کلاس' ہر ڈیسک اور ہر ٹیبل پر یہی ذکر ہوتا رہا۔ سنبل اور رومیلہ ہر سوال کے جواب میں پتا نہیں کہہ کر تھک گئیں۔ رومیلہ تو سیدھی خرم کے پاس بات کرنے پہنچ گئی اور اسے اچھا خاصا سنانے لگی۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں منگنی کرنے کی۔ تم نے اسے چھوٹی بات سمجھ رکھا تھا نا بھلے ہی اس کی شرعی حیثیت کوئی نہ ہو لیکن یہ ایک کمٹ منٹ ہے اور جب کمٹ منٹ ٹوٹتی ہے تو دونوں کی ذات پر انگلیاں اٹھتی ہیں۔"

"تو کیا کرتا لوگوں کو خاموش رکھنے کے لیے' یہ جانتے ہوئے بھی نمل سے شادی کرلیتا کہ نمل اس رشتے سے خوش نہیں ہے۔" خرم نے نہایت سنجیدگی سے پوچھا۔

"تو یہ بات اس وقت کیوں نہیں سوچی جب منگنی کررہے تھے۔" رومیلہ زچ ہوکر بولی۔

خرم کچھ دیر تو بڑی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"تمہیں اس بات پر اعتراض ہے کہ میں نے غلطی کیوں کی۔ اس بات پر خوشی نہیں کہ میں اپنی غلطی سدھار رہا ہوں۔"

"تمہیں سدھارنے کا خیال بہت دیر سے آیا ہے۔" رومیلہ چبا کر بولی۔

"نہیں مجھے بالکل بروقت آیا ہے ورنہ میرا ارادہ اسے شادی کے بعد چھوڑنے کا تھا جو کہ مجھے یقین ہے کہ بدل جاتا لیکن اس وقت فیصلہ بدلنے میں اور ابھی بدلنے میں بہت فرق ہے۔ ہے نا۔" خرم نے براہ راست رومیلہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا تو رومیلہ بھی کچھ دیر بس اسے دیکھتی رہ گئی۔ پھر بغیر کچھ بولے خاموشی سے پلٹ گئی۔

یونیورسٹی سے گھر جاکر اس نے اپنی اور خرم کی گفتگو کے بارے میں نمل کو سب بتادیا تو نمل اس پر چڑھ دوڑی۔

"تمہیں ضرورت کیا تھی خرم سے بات کرنے کی۔ منگنیاں ٹوٹتی ہیں تو باتیں تو بنتی ہیں لیکن پھر آہستہ آہستہ سب خاموش ہوجاتے ہیں۔ تمہارے اس طرح پوچھنے سے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے ہمیں منگنی ٹوٹنے کا بڑا دکھ ہے۔"

"دکھ تو مجھے واقعی ہے نمل۔" رومیلہ بڑے ٹھہراؤ کے ساتھ بولی۔

"خرم کی تمہارے ساتھ شادی پر مجھے محض اس لیے اعتراض تھا کہ وہ تمہارے ساتھ مخلص نہیں ہے لیکن اب مجھے لگتا ہے وہ واحد اعتراض بھی دور ہوگیا ہے۔ اسے منگنی توڑنے کے بجائے ایک بار اپنے دل کی بات کھل کر تم سے کہنی چاہیے تھی۔ مگر شاید اس نے تمہارے رویے کی سختی دیکھتے ہوئے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا جو کہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی حماقت ہے۔" نمل اس کی بات پر خاموش ہی رہی۔

خرم کے رویے کو صحیح کروہ خود الجھی ہوئی تھی۔ بے شک اسے کبھی خرم کی طرف سے کسی خوب صورت اظہار اور نازک احساسات کی خواہش نہیں رہی مگر رشیدہ کو اس رشتے کے ٹوٹنے سے بہت دکھ ہوا تھا۔

گھر کے ماحول میں پھیلی کشیدگی دیکھ کر اسے واقعی ــــ خیال آرہا تھا کہ اگر بیچ کی کوئی راہ نکل آتی تو کتنا اچھا

ہوتا۔

اسے خاموش دیکھ کر رومیلہ نے موضوع بدل دیا۔

"اچھا تم سناؤ تمہارے یونیورسٹی آنے کے کچھ امکان پیدا ہوئے کیا۔"

"فی الحال تو ابو بہت غصے میں ہیں۔ ابھی ایک ڈیڑھ ہفتے تک تو کوئی امکان نہیں۔" نمل کی بات پر رومیلہ نے ایک دو ادھر ادھر کی باتیں کر کے فون بند کر دیا۔

نمل سے اس موضوع پر اب بات کرنا بے کار تھا۔ وہ اب کچھ نہیں کر سکتی تھی مگر رومیلہ کا دل چاہتا تھا کہ خرم ایک بار کھل کر اپنے احساسات کا اظہار کر دے۔ آیا اسے نمل سے محبت ہوئی ہے یا یہ سب صرف انانیت پر مبنی ایک عقل مندانہ فیصلہ ہے جس کے پیش نظر اپنی انا سے ہٹ کر سب کی بہتری ملحوظ ہوتی ہے۔

جیسے کہ الیان کر رہا تھا۔ اس نے رومیلہ سے ساری کدورت بالائے طاق رکھ کر بالکل دوستانہ ماحول بنا لیا تھا۔ اگرچہ اس سے بات وہ ہمیشہ شگفتہ غفار اور ریاض غفار کی غیر موجودگی میں کرتا تھا مگر ایک اس کے رویے کی نرمی شگفتہ غفار کے خاموش نظروں کے کوڑوں پر مرہم رکھ دیتی تھی۔

رومیلہ نے یونیورسٹی جانا شروع کیا تھا تو ایک دن جب شگفتہ غفار اور ریاض غفار گھر پر نہیں تھے۔ الیان آفس سے جلدی اٹھ آیا اور اسے زبردستی بازار لے گیا۔

"جو کپڑے تم شادی سے پہلے پہن کر جاتی تھیں وہی تم اب بھی پہن کر جاؤ گی تو لوگ کیا سوچیں گے تمہیں ایک ٹھیک ٹھاک کلیکشن کی ضرورت ہے یونیورسٹی جانے کے لیے۔" الیان دوٹوک لہجے میں بولا۔

رومیلہ نے بحث کے لیے منہ کھولا تو وہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر ممی کچھ پوچھیں تو کہہ دینا میرے جہیز کے کپڑے ہیں۔"

"میرے جہیز کے کپڑے میرے پاس واقعی موجود ہیں۔" رومیلہ نے بحث سے پہلے ہی تھک کر بتایا۔

"گھر میں تم ہر وقت ان چار کپڑوں میں گھومتی ہو اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمہارے جہیز کے کپڑے صرف فنکشنز اور پارٹیز میں پہننے کے قابل ہیں۔ ان میں تم یونیورسٹی تو نہیں جا سکتیں نا۔" الیان کی بات میں اتنا وثوق اور وزن تھا کہ رومیلہ کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا اس کے جہیز کے کپڑے یونیورسٹی میں پہننے کے قابل نہیں تھے اور پھر الیان کے ساتھ وقت گزارنے کا تجربہ رومیلہ کے لیے بہت انوکھا اور خوب صورت ہوتا تھا کیونکہ ایسے موقع بہت کم میسر آتے تھے۔

رومیلہ بازار میں کپڑوں اور دیگر اشیا سے زیادہ الیان کی سنگت کو محسوس کرنے میں مصروف رہی۔ الیان نے خود ہی اس کے لیے کافی سارے ریڈی میڈ کپڑے اٹھا لیے۔ وہ تو اتنے پیسے خرچ ہونے پر شرمندہ ہی ہو رہی تھی۔ مگر ایک چیز اسے پتا چل گئی تھی کہ نا صرف الیان کی پسند بہت اچھی ہے بلکہ دوسروں پر خرچ کرنے کے معاملے میں وہ بالکل بھی بخیل نہیں ہے۔

اس نے رومیلہ کے لیے ہر چیز بہت عمدہ اور پرائز ٹیگ دیکھے بغیر خریدی تھی۔ اسی لیے جب گھر پہنچنے پر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا تو رومیلہ نے خاص طور پر اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اسے پکار لیا۔

"الیان۔۔۔" الیان چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس نے کبھی اس طرح الیان کا نام نہیں لیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ۔" رومیلہ کا لہجہ بھاری ہو گیا تھا۔ الیان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر بغیر کچھ بولے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ رومیلہ بھی اپنے کمرے میں آ کر سارے شاپرز بستر پر ڈال کر بستر پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئی۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے الیان کی سنگت میں وہ جتنی خوش تھی گھر آتے ہی اچانک اس پر اتنی ہی اداسی طاری ہو گئی تھی۔ یہ سب کچھ دائمی نہیں تھا۔ بلکہ ایک خواب کی طرح تھا جو نیند ٹوٹتے ہی نیند کے ساتھ غائب ہو جاتا تھا۔ بس دکھنے والی بات یہ تھی کہ نیند کا دورانیہ کتنا طویل ہوتا ہے اور پھر جب یہ طے ہو کہ اس خواب کو بکھر ہی جانا ہے تو وہ جتنا طویل ہو گا اتنی تکلیف دے گا ٹوٹنے پر۔

وہ خالی الذہنی کے عالم میں جانے کتنی دیر ایسے ہی بیٹھی رہی کہ تب ہی سرداراں نے آ کر ریاض غفار کے بلانے کا بتایا تو وہ ایک دم چونک اٹھی۔

وہ گھر بھی آ گئے اور اسے پتا بھی نہیں چلا۔ وہ نوکرانی کو "تم چلو میں آتی ہوں" کہہ کر تیزی سے باتھ روم میں گھس گئی۔

ہاتھ، منہ دھو کر بال ہاتھوں سے ٹھیک کرتی جب وہ نیچے کامن میں پہنچی تو سب کو وہیں ٹی وی کے سامنے براجمان پایا۔ اسے دیکھتے ہی شگفتہ غفار کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات مزید گہرے ہو گئے۔ رومیلہ کچھ پریشان ہو کر سب کو دیکھنے لگی۔ سب سے پہلا خیال یہی آیا جانے اس سے کیا غلطی ہو گئی یا پھر ابرار بھائی نے ان سے کچھ کہہ دیا۔

وہ سلام کر کے منتظر نظروں سے ریاض غفار کو دیکھنے لگی۔ جن کی سمجھ میں شاید یہ نہیں آ رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کریں۔ آخر وہ سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے ہوئے رک رک کر کہنے لگے۔

"کل بریرہ اپنے شوہر کے ساتھ آ رہی ہے۔ حامد تو دو دن رہ کر چلا جائے گا مگر نانی اماں ساتھ آ رہی ہیں اور وہ کافی دن رکیں گی" وہ کہہ کر ایک دم خاموش ہو گئے۔ رومیلہ سمجھ ہی گئی تھی وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ تب ہی تو شگفتہ غفار کے چہرے پر اتنی ناگواری پھیلی ہے کیونکہ الیان اور رومیلہ کو ان کے سامنے خوش حال میاں، بیوی کے طور پر رہنا ہو گا جو کہ شگفتہ غفار کے لیے نہایت مشکل صورت حال ہو گی۔

"ان لوگوں کے سامنے ایسی کوئی بات نہ ہو جس سے بریرہ کی سسرال پر کوئی برا تاثر پڑے۔" ریاض غفار اپنی بات کہہ کر الیان کو دیکھنے لگے تو الیان ان کی مشکل آسان کرتے ہوئے فوراً بولا۔

"رومیلہ سمجھ گئی ہے ڈیڈی آپ فکر مت کریں۔" الیان تو اس کے آنے سے پہلے ہی یہ بات کہہ سکتا تھا۔ مگر شگفتہ غفار کے مزاج سے بخوبی واقف تھا۔ انہیں اگر بھنک بھی پڑ جاتی کہ الیان اور رومیلہ کے بیچ کوئی بات چیت ہے تو وہ ابرار کی ساری دھمکیوں کو بھول بھال کر رومیلہ کو لتاڑ کر رکھ دیتیں۔

اس لیے جب اس نے ان سب کی آمد کے متعلق سنا تو اس نے خود ہی ریاض غفار کو مشورہ دیا کہ آپ رومیلہ کو بلا کر سمجھا دیں کہ اسے ان سب کے سامنے کس طرح رہنا ہے اس کا یہ اجنبیوں والا انداز نانی اماں تو کیا خود حامد کو بھی مشکوک کر دے گا ان لوگوں پر کچھ ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔

شگفتہ غفار، الیان کی بات پر بھڑک گئیں مگر خود انہیں بھی پتا تھا کہ الیان ٹھیک کہہ رہا ہے۔ لہٰذا وہ اعتراض نہ کر سکیں اور محض بڑبڑا کر رہ گئیں۔

ریاض غفار، الیان کی یقین دہانی پر فوراً وہاں سے اٹھ گئے تو الیان بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا رومیلہ بھی جانے کے لیے پلٹ گئی مگر شگفتہ غفار کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

"سنو لڑکی۔۔۔ نانی اماں اور حامد کا بہانہ کر کے الیان کے سر پر منڈلانے کی ضرورت نہیں ہے۔" انہوں نے اسے اس کے نام سے مخاطب کرنا تک ضروری نہیں سمجھا۔

رومیلہ پلٹ کر کچھ حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی جو ایک ایک لفظ چبا کر بول رہی تھیں۔

"ہو سکتا ہے الیان تمہیں اپنے کمرے میں رہنے کے لیے کہے لیکن اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نانی اماں اور حامد سب جلدی سو جانے والے لوگ ہیں۔ ان کے اپنے اپنے کمروں میں چلے جانے کے بعد تم الیان کے کمرے میں جاتی ہو یا کسی دوسرے روم میں اس کی انہیں کانوں کان خبر نہیں ہو گی۔ ہاں بہ شرط یہ کہ تم اس بات کو

ظاہر نہ کرنا چاہو تو۔" رومیلہ زخمی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

اسے تو خیال بھی نہیں آیا تھا الیان کے کمرے میں جا کر سونے کا۔ اسے خود بھی علم تھا اتنے بڑے گھر میں حامد اور نانی اماں کو بھلا کیا اندازہ ہوگا کہ وہ کون سے کمرے میں موجود ہے اور اسے کون سے کمرے میں موجود ہونا چاہیے۔ مگر شگفتہ غفار کے ذہن میں یہ بات گھر کر چکی تھی کہ رومیلہ ان کے بیٹے کو پھنسانے کی کوششوں میں سرگرداں ہے۔ لہٰذا وہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گی۔

رومیلہ تاسف بھری نظروں سے انہیں دیکھتی رہ گئی مگر وہ اپنی بات کہہ کر اس کے احساسات محسوس کر لینے کے باوجود گردن اکڑا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

اگلے دن رومیلہ تو تیار ہو کر یونیورسٹی چلی گئی۔ ان لوگوں کو دوپہر تک آنا تھا۔ اسے گھر میں بیٹھنے کی قطعی ضرورت نہیں تھی۔ شگفتہ غفار اپنی بیٹی کے لیے خود اپنے ہاتھوں سے اس کی پسند کے کھانے بنانا چاہتی تھیں۔ چنانچہ رومیلہ کو چھٹی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ویسے بھی اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس کی پڑھائی شروع ہونے پر شگفتہ غفار خوش ہیں۔

شاید اس لیے الیان نے اتنی آسانی سے اس کے لیے ڈرائیور اور گاڑی تک ارینج کر دی کہ وہ خود چاہتی تھیں کہ رومیلہ ہر وقت گھر میں رہنے کہ بجائے گھر سے نکل جائے۔ اسے گھر میں اکیلا چھوڑ کر اپنی پارٹیز میں جانا انہیں کچھ بے چین سا رکھتا تھا۔ وہ خود چار ساڑھے چار بجے تک گھر سے باہر رہنے لگی تو انہیں ایک عجیب سا سکون محسوس ہوا۔ تب ہی انہوں نے کبھی اس کے آنے جانے پر کوئی طنز کا تیر نہیں چلایا۔

لہٰذا رومیلہ گھر پر رک کر ان کی خوشی غارت نہیں کرنا چاہتی تھی جو صبح سے ملازموں کو ہدایتیں دیتی پھر رہی تھیں کہ......

بریرہ کا کمرہ ٹھیک کر دو۔

بریرہ کا باتھ روم اچھی طرح دھو دو۔

بریرہ کو گاجر کا حلوہ پسند ہے سرداراں گاجریں کش کر کے مجھے دے دو۔ میں چڑھا دوں پھر تم بھون دینا۔

ان کے ہر ہر انداز سے بے پایاں خوشی جھلک رہی تھی۔ ان کے چہرے کو دیکھ کر لگ نہیں رہا تھا کہ وہ کبھی نفرت سے کسی کو دیکھ بھی سکتی ہیں۔ اس وقت وہ صرف ممتا کے جذبات سے چور ہو رہی تھیں۔ رومیلہ کی پلکیں بھیگنے لگیں تو وہ وقت سے پہلے یونیورسٹی کے لیے نکل گئی۔ اس پل اسے صحیح معنوں میں بریرہ پر رشک آ رہا تھا۔ وہ قسمت سے نالاں نہیں ہونا چاہتی تھی لیکن سینے میں بھرتا دھواں بار بار اس کی آنکھیں جلانے لگتا۔

سارا دن یونیورسٹی میں بھی وہ ان دونوں ماں بیٹی کے بارے میں ہی سوچتی رہی۔ یقیناً" ادھر بریرہ بھی ماں کے گھر آنے کی خوشی میں ایسے ہی بولائے بولائے پھر رہی ہوگی۔ سنبل بخار کی وجہ سے یونیورسٹی نہیں آئی تھی۔ ورنہ شاید وہی اس کا دھیان بٹا دیتی۔ اس نے خود کو لیکچرز میں محو کرنا چاہا مگر کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ اس دن وہ جان بوجھ کر دیر سے گھر پہنچی۔ کیونکہ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا شگفتہ غفار کے ساتھ ساتھ بریرہ کی بھی چبھتی ہوئی نظریں برداشت کرنے کا۔

لیکن آخر کب تک فرار حاصل کر سکتی تھی۔ سوا پانچ بجے جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو وہ سب لان میں کرسیوں پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

الیان اور ریاض غفار دونوں بریرہ کی وجہ سے آج جلدی آ گئے تھے۔ اس نے نزدیک آ کر بغیر کسی کی جانب دیکھے اپنا بیگ ایک خالی کرسی پر رکھتے ہوئے سلام کر دیا۔ اتنے لوگوں کی بیٹھک میں ویسے بھی اجتماعی سلام کیا جاتا ہے اور اس نے جان بوجھ کر کیا تھا تاکہ شگفتہ غفار اور بریرہ کے تاثرات نہ دیکھنے پڑیں۔

نانی اماں ریاض غفار اور حامد نے آگے پیچھے اس کے سلام کا جواب دے دیا تو اس کا بھرم رہ گیا۔ جب وہ بیگ کرسی پر رکھ کر پلٹی تو نانی اماں نے اس کی جانب بانہیں پھیلا دیں۔ وہ ایک دم شرمندہ ہوتی ان کی جانب بڑھ گئی۔ انہوں نے بڑے والہانہ انداز میں اسے خود سے لگایا اور اس کا ماتھا چوم کر اس کی خیر خیریت پوچھنے لگیں۔

رومیلہ کا موڈ خود بخود خوش گوار ہو گیا۔ طبیعت پر چھایا بوجھل پن قدرے کم ہوا تو وہ کچھ دیر سب کے ساتھ وہیں بیٹھی رہی۔ پھر مغرب کی اذان ہونے پر سب ہی وہاں سے اٹھ گئے۔ نانی اماں جلدی کھانا کھا کر سونے کی عادی تھیں۔ لہٰذا انہیں مغرب کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد کھانا دے دیا گیا تھا تاکہ وہ عشا کے بعد سو جائیں۔ البتہ حامد بریرہ اور شگفتہ غفار بازار کے لیے نکل گئے۔ حامد کو بہنوں کے لیے کچھ چیزیں لینی تھیں اور حامد کے پاس بس کل کا دن تھا۔ پرسوں صبح صبح اسے چلے جانا تھا اور یہ بات تو رومیلہ کو پہلے سے پتا تھی کہ شگفتہ غفار اور بریرہ میں سے کوئی بھی اسے چلنے کے لیے ہرگز نہیں کہے گا۔ لہٰذا ان کے بغیر پوچھے چلے جانے پر اسے کوئی صدمہ نہیں ہوا۔

ریاض غفار اپنے کمرے میں چلے گئے تھے تو وہ اپنی کتابیں لیے لان میں آ بیٹھی۔

اسے پڑھائی پر توجہ دینے کی سخت ضرورت تھی۔ پچھلے کئی ہفتوں سے اس کی بالکل پڑھائی نہیں ہوئی تھی اور پچھلے کچھ دنوں سے وہ خاصی محنت بھی کر رہی تھی۔ لیکن آج تو وہ صرف کتاب کھول کر اس پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ جبکہ ذہن کہیں اور پرواز کر رہا تھا اور کسی ایک نقطہ پر ٹک بھی نہیں رہا تھا۔ اب لا متناہی سوچوں کا سیلاب جو امڈا چلا آ رہا تھا۔ مگر ایک دم کسی نے اس پر بند باندھ دیا۔

رومیلہ نے بری طرح چونک کر اپنے سامنے آئی چیز کی طرف دیکھا۔ وہ ایک رول کیا ہوا اخبار تھا۔ اس اخبار کو دیکھتے ہوئے رومیلہ کی نظریں خود بخود اخبار کو تھامے ہاتھ اور ہاتھ سے ہوتیں الیان کے چہرے پر جا ٹھہریں۔

" دکھانا تو تمہیں صبح میں ہی چاہتا تھا مگر موقع نہیں ملا۔" الیان نے خود ہی رول کیا اخبار کھول کر ایک صفحہ اس کے سامنے کر دیا۔

رومیلہ الجھن بھری نظروں سے اخبار کی سرخی کو دیکھنے لگی۔ جہاں چند ملزمان کی گرفتاری کی خبر لگی تھی۔

"یہ کیا ہے؟" رومیلہ نے صرف سرخی پڑھنے کے بعد اخبار ہاتھ میں لیے بغیر بوریت سے بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہ گلفام اور مرزا صاحب ہیں۔ ساتھ میں وہ گلفام بھی جو کینیڈا میں مقیم ہے۔" رومیلہ ایک بار پھر بری طرح چونک اٹھی۔

اب کی بار وہ بے اختیار اخبار ہاتھ میں لے کر تصویر پر غور کرنے لگی۔

اس نے مرزا صاحب اور ان کے بیٹے گلفام کو اتنی بار دیکھا ہی نہیں تھا کہ ایک نظر میں پہچان پاتی۔ ہاں البتہ اب غور کرنے پر وہ دونوں شکلیں اسے یاد آ گئیں ان کے ساتھ دو لوگ اور بھی کھڑے تھے۔ ایک تھوڑا بوڑھا سا آدمی تھا جبکہ ایک نا صرف نوجوان تھا بلکہ خاصی اچھی شکل و صورت کا مالک تھا۔

"یہ وہ گلفام ہے جس سے کینیڈا میں نمل آفس جا کر ملی تھی اور یہ بڈھا جو تم لوگوں کے سامنے کبھی نہیں آیا ان کے گینگ کا لیڈر ہے۔ کسے لوٹنا ہے کب لوٹنا ہے کیسے لوٹنا ہے؟۔ یہ سب یہی پلان کرتا ہے۔" الیان نے ایک کرسی کھینچ کر اس کے قریب رکھی اور اس پر بیٹھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم لوگ پہلے لوگ نہیں ہو جو ان کے دھوکے کا شکار بنے۔ انہوں نے بہت لڑکیوں کی زندگیاں برباد کی ہیں۔ پاکستان میں مقیم گلفام جس کا اصل نام کامران ہے۔ شادی کر کے لڑکیوں کو کینیڈا لے جاتا ہے اور وہاں ان دونوں کے پاس چھوڑ کر کچھ دنوں کے لیے روپوش ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ اس لڑکی کو کچھ مہینے حبس بے جا میں رکھ کر اس

سے غلط کام کراتے ہیں اور جب وہ پوری طرح سے برباد ہو جاتی ہے اور واپس اپنے گھر جانے کے قابل نہیں رہتی کیونکہ اسے پتا ہوتا ہے اب گھر والے بھی اسے قبول نہیں کریں گے۔ الٹا گھر والوں کو اس کی وجہ سے بدنامی کا سامنا کرنا پڑے گا تب یہ دونوں ان لڑکیوں کو آگے بیچ دیتے ہیں۔

یوں سمجھ لو یہ لوگ بہت چھوٹے پیمانے پر کام کرتے ہیں۔ آگے جو گینگ ہے جنہیں یہ لڑکیاں سپلائی کرتے ہیں۔ ان تک تو کینیڈا کی حکومت بھی نہیں پہنچ پاتی کیونکہ ان کی جڑیں بہت اندر تک پھیلی ہیں۔ انہیں لڑکیوں کے سر پر بندوق رکھ کر کچھ نہیں کرانا ہوتا۔ ان کے پاس لڑکی ٹرینڈ ہو کر آتی ہے۔ وہ پس پردہ رہ کر صرف ہدایتیں دیتے ہیں کہ اسے کب اور کہاں جانا ہے۔ اس کام کا حصہ علاقے کی پولیس کو بھی جاتا ہے۔ تاکہ وہ خاموشی سے انہیں اپنا کام کرنے دے۔ اللہ نے چاہا تو کبھی نہ کبھی وہ لوگ بھی پکڑے جائیں گے۔ لیکن فی الحال ان چاروں کے چھوٹنے کی کوئی امید نہیں۔" رومیلہ سن بیٹھی الیان کو سن رہی تھی۔

وہ خبر پڑھنا چاہتی تھی لیکن آنکھوں میں اتنی دھند جمع ہو گئی تھی کہ سارے الفاظ گڈمڈ ہو گئے تھے۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اخبار پر گرفت اتنی مضبوط ہو گئی تھی کہ کناروں سے اخبار بالکل چرمرا ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ جو کچھ اس نے سنا تھا وہ معمولی بات نہیں تھی۔ یہ سب اس کے ساتھ ہو سکتا تھا ہونے والا تھا۔ لیکن اس پاک ذات نے جب عرش بنایا تھا تو اس پر لکھ دیا تھا کہ وہ اپنے بندوں پر ہمیشہ رحیم رہے گا۔

اور یہ صرف اور صرف اسی کا رحم تھا کہ وہ اس عذاب میں مبتلا ہونے سے بچ گئی تھی۔ ظاہری اسباب میں بھلے ہی سب نمل نے کیا تھا۔ مگر نمل کو اللہ تعالیٰ نے چنا تھا اس سعادت کے لیے ورنہ بشر کی کیا بساط کہ وہ ارادہ کرے اور عمل کر سکے۔

اس کے دل میں اگر خیال بھی آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ڈالتا ہے ورنہ اگر رومیلہ کے نصیب میں یہ تباہی لکھی ہوتی تو نمل کینیڈا جا کر اس شخص سے ملنے کا ارادہ بھی نہیں کرتی۔ کیسے بال بال بچایا تھا اس رحیم و کریم ذات نے اسے ورنہ آج پتا نہیں وہ کہاں ہوتی۔ خوف اور احساس تشکر سے رومیلہ کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔

"بے فکر رہو یہ لوگ اب باہر نہیں آئیں گے اور جو لوگ ان کے پیچھے ہیں وہ بھی یہ نہیں جانتے کہ یہ سب کس نے کیا ہے۔ میں نے خود منظر پر آئے بغیر بہت ہی خفیہ طریقے سے اپنے ذرائع استعمال کیے ہیں۔ تاکہ میرے ذریعے تم اور تمہارے ذریعے نمل تک کوئی تانے بانے بنتا پہنچ نہ سکے۔" الیان سمجھا وہ خوف زدہ ہو رہی ہے تب ہی اسے تسلی دینے لگا۔

وہ اس کی غلط فہمی دور کرنا چاہتی تھی مگر اس قابل ہی نہیں تھی کہ کچھ بول پاتی۔ کچھ کہنے کی کوشش میں وہ ایک دم ہی رو پڑی تو الیان نے اس کے ہاتھ سے اخبار لیتے ہوئے غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ریلیکس یار۔۔۔ تم اب بالکل محفوظ ہو۔ پتا نہیں ابرار نے کیا دیکھ کر شادی طے کی تھی۔ یہ لوگ عام طور پر ایسے گھروں کو ٹارگٹ کرتے ہیں جہاں لڑکیوں کی لائن لگی ہوتی ہے۔ گھر میں باپ' بھائی نہیں ہوتے جو ڈھنگ سے معلومات کر سکیں۔ بس باہر کا رشتہ سن کر بیوی' ماں جلد سے جلد لڑکی کو اپنے گھر کا کرنے کے چکر میں اس کے سر سے چادر ہی کھینچ لیتی ہے۔

یہ باپ' بیٹا کچھ عرصے کسی نئی جگہ پر بزنس یا جاب کرنے تھوڑا پیسہ کمانے کے ساتھ ساتھ تھوڑے تعلقات پیدا کرتے ہیں اور پھر کسی شکار کو ڈھونڈ کر پورا جال بچھاتے ہیں۔ اسی کارروائی کے درمیان ان کی ابرار سے ملاقات ہو گئی اور ان ـــــ لوگوں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ شخص بغیر کسی معلومات کے رشتہ دے دے گا۔" الیان ہاتھ میں اخبار پکڑے ان لوگوں کی تصویریں دیکھنے لگا جن کے چہرے بالکل صاف ستھرے تھے۔ کوئی خباثت اور کسی

قسم کی مکاری ان کے چہروں سے نہیں چھلک رہی تھی۔ لیکن اندر سے وہ لوگ کتنے سیاہ اور کتنے غلیظ تھے یہ اب بہت لوگ جانتے تھے۔

رومیلہ روتے روتے آنسو بھری آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہوا۔؟ یقین نہیں آ رہا کہ یہ لوگ باہر آ کر تم سے بدلہ نہیں لیں گے۔" الیان اس کے دیکھنے کو کچھ اور ہی سمجھا۔

"اول تو ایسا ممکن نہیں لیکن خدانا خواستہ ایسا ہوتا بھی ہے تو کیا ہر شخص یہ سوچ کر خاموش ہو جائے کہ ان سے بدلہ لے کر ان سے دشمنی ہو جائے گی تو انہیں ان کے انجام تک کون پہنچائے گا۔ کسی کو تو آگے بڑھنا ہو گا نا ان جرائم کی روک تھام کے لیے۔ جو لوگ ان کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ وہ انہیں ڈھونڈ نہیں پاتے اور جو بچ جاتے ہیں۔ وہ اپنی آئندہ زندگی کو محفوظ رکھنے کے لیے ان سے الجھنا نہیں چاہتے۔ تو پھر آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے۔ خیر تم بے فکر رہو۔ میں نے کہا نا تم پر یا نمل پر شک تک نہیں کر سکتا کوئی۔ میں خود نہیں چاہتا کہ یہ لوگ اگر جیل سے نکل آئیں یا ان کے گینگ کا کوئی دوسرا آدمی تم لوگوں کو تکلیف پہنچائے۔" الیان بڑے سکون سے رسانیت بھرے لہجے میں اسے سمجھا رہا تھا۔

رومیلہ کو یہ فکر تو تھی ہی نہیں کہ یہ لوگ اس سے بدلہ لے سکیں گے یا نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے حضور تشکرانہ آنسو بہا رہی تھی۔ جس نے کسی طرح اس کے ناموس کی حفاظت کی تھی اور اسے ان شیطان صفت لوگوں سے بچا کر الیان جیسے شخص کی پناہ میں دے دیا۔ جس کی اپنی بہن ایک ناکردہ گناہ کی پاداش میں اپنا ذہنی سکون گنوا بیٹھی تھی۔ شاید اسی لیے اس کے دل میں ان عورتوں کے لیے اتنا درد تھا جو ان لوگوں کے ہتھے چڑھ چکی تھیں اور اسی لیے وہ ان لوگوں کو سلاخوں کے پیچھے کرنے کے لیے اس قدر سرگرم عمل رہا کہ اتنی جلدی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔

رومیلہ بے اختیار عقیدت بھری نظروں سے الیان کو دیکھے گئی جو اس کے جذبات سے بے خبر مزید کہہ رہا تھا۔

"اچھا ایک بات کا خیال رکھنا۔ ان کی گرفتاری کی خبر تو سارے شہر کو ہو چکی ہو گی لیکن کسی کو یہ مت بتانا کہ یہ سب میں نے کیا ہے۔ نمل کو چھوڑ کر' کیونکہ وہ کافی سمجھ دار ہے لیکن ابرار سے کچھ مت کہنا اور نہ ہی ایسے کسی شخص سے' جس کے ذریعے ابرار تک یہ بات پہنچنے کا خطرہ ہو۔"

"کیوں؟" رومیلہ بے ساختہ بولی۔ اس کے خیال میں تو سب سے پہلے ابرار کو ہی بتانا چاہیے تھا کہ اس کا فیصلہ کس قدر غلط تھا۔ اس نے تو اپنی بہن کو کھائی میں دھکیل دیا تھا۔

"کیوں' کیا کرے گا وہ جان کر؟" الیان نے الٹا اسی سے پوچھا۔

"آپ نے اتنی محنت۔۔۔"

"میں نے یہ ساری محنت اسے دکھانے کے لیے نہیں کی۔ جس مقصد سے کی تھی وہ پورا ہو گیا یعنی کہ ایسے لوگوں کو معاشرے میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔" الیان نے رومیلہ کی بات کاٹ دی پھر اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابرار بالکل بھی سمجھ دار انسان نہیں ہے وہ صرف ایک انا پرست اور ضدی شخص ہے۔ وہ کوئی کام کسی کی بھلائی کے لیے نہیں کرتا۔ جب اسے پتا چلا تھا کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ اسے اسی وقت ان لوگوں کے خلاف ایکشن لینا تھا۔ جبکہ وہ یہ سب کرنے کی بجائے انہیں نیچا دکھانے کی کوشش میں جت گیا اور پھر اس کوشش میں اس نے ان ہی لوگوں کا راستہ اپنا لیا۔ یعنی ایک لڑکی کا اغوا۔

اور اس کے بدلے میں اس نے مانگا کیا اپنی بہن کی سیفٹی یا اس کا کیریئر؟

نہیں‘ اسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ وہ جو کرنا چاہتا تھا کر چکا ہے۔ اسے ان لوگوں پر ثابت کرنا تھا کہ وہ دو دن میں اپنی بہن کی شادی کر سکتا ہے سو اس نے کر دی۔

اسی لیے میں اسے بتانے سے منع کر رہا ہوں۔ یہ جاننے کے بعد کہ یہ سب میں نے کیا ہے۔ وہ شرمندہ ہرگز نہیں ہو گا کہ یہ تو بھائی ہونے کی حیثیت سے اسے کرنا چاہیے تھا۔ بلکہ وہ جیل میں گلفام سے ملنے جائے گا اور اسے چڑائے گا کہ یہ سب اس نے کیا ہے بلاوجہ کے ڈائیلاگ بول کر اترائے گا اور گلفام اس سے بدلہ لینے کے لیے بھڑک اٹھے گا۔

وہ اگر خود باہر نہیں بھی آسکا تو بھی اپنے کسی آدمی کے ذریعے ابرار کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور وہ تو ہے ہی ایک کمینہ انسان لہٰذا وہ بھی ابرار کی طرح اس کی بہن پر ہی وار کرے گا۔" رومیلہ اس کی باتوں کی قائل ہونے کے ساتھ ساتھ بری طرح شرمندہ بھی ہو گئی اور صفائی دینے والے انداز میں کہنے لگی۔

"ابرار بھائی ایک انا پرست انسان ضرور ہیں۔ مگر وہ کوئی مجرم پیشہ نہیں ہیں۔ بریرہ کو اغوا۔۔۔"

"میں جانتا ہوں۔" الیان نے ایک بار پھر اس کی بات کاٹ دی۔

"جب میں گلفام کے بارے میں اتنا کچھ پتا کر سکتا ہوں تو کیا ابرار کی معلومات نہیں کرا سکتا۔" الیان نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

"دیکھو رومیلہ کچھ لوگ مجبوری میں جرائم کرتے ہیں اور کچھ لوگ فطرتاً" مجرم ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے اس نے بریرہ کو کوئی تکلیف نہیں دی۔ بلکہ بڑی عزت سے رکھا۔ لیکن اس کی فطرت میں سرکشی موجود ہے اگر اس کا کام ٹھیک طریقے سے نہیں ہو رہا ہو گا تو وہ اسے فوراً" غلط طریقے سے کرلے گا۔ ایسے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں اور انہیں مجرم ہی کہا جاتا ہے‘ الیان کے گمبھیر لہجے پر رومیلہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی۔ پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر پوچھنے لگی۔

"تو کیا۔۔۔ آپ ابرار بھائی۔۔۔ سے بھی بدلہ لیں گے۔" رومیلہ کے سوال پر الیان خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

وہ اس کا جواب جاننے کے لیے جتنی بے چین تھی الیان کی خاموشی اتنی ہی طویل ہو رہی تھی۔ کتنی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے کہ اچانک گیٹ کے باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی تو ان دونوں کی توجہ گیٹ کی جانب ہو گئی۔

چوکیدار کے گیٹ کھولنے پر فور وہیل اندر داخل ہو گئی۔ شگفتہ غفار‘ حامد اور بریرہ کے ساتھ شاپنگ سے لوٹ آئی تھیں۔

رومیلہ فور وہیل کو پورچ میں داخل ہوتا دیکھ کر اپنی جگہ سے فوراً" اٹھ گئی۔ اس سے پہلے کہ شگفتہ غفار کی نظر اس پر پڑتی وہ جلد سے جلد اندر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر وہ اپنی جگہ سے ایک قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ جھٹکے سے رک گئی۔ اس کا ہاتھ الیان کے ہاتھ میں تھا جسے شگفتہ غفار کے آجانے پر بھی الیان نے چھوڑا نہیں تھا۔

رومیلہ شدید حیرانی سے اسے دیکھنے لگی جو یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ الیان نے اس کا ہاتھ کیوں پکڑ رکھا تھا اور اگر پکڑا بھی تھا تو اب شگفتہ غفار کے آجانے پر چھوڑ کیوں نہیں دیتا۔ مگر وہ اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ اس سے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔ وہ الیان پر سے نظریں ہٹا کر گاڑی کی طرف دیکھنے لگی جو پورچ سے گزر کر گھر کے دروازے کے سامنے رک گئی تھی۔ سب سے پہلے اس میں سے حامد اترا تھا۔ اس کے بعد شاپرز سے لدی پھندی بریرہ اور پھر شگفتہ غفار کی باری تھی۔

رومیلہ کی گھبراہٹ سوا ہو گئی تھی۔ مگر الیان تھا کہ اس کی حالت سمجھنے کے باوجود اس کا ہاتھ نہیں چھوڑ رہا تھا۔

(باقی آئندہ)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روح سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے... رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے... اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے... اور ایسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے... رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔

دونوں واپس جانے کے لیے سڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے... اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے... اب آگے پڑھیں۔

اٹھتیسویں قسط

"الیان آپ کی امی دیکھ لیں گی۔" رومیلہ نے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بری طرح گھبرا کر کہا۔

"کیا دیکھ لیں گی۔" الیان کے لہجے میں کوئی شوخی نہیں تھی بلکہ وہ بڑی سنجیدگی سے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"اوہ۔ الیان کیا ہوگیا ہے آپ کو۔" رومیلہ جب اس کی گرفت سے ہاتھ نہیں چھڑا سکی تو بری طرح غصے میں آگئی۔

"نہیں پہلے تم میرے سوال کا جواب دو۔ ممی کیا دیکھ لیں گی ایسا کون سا غلط کام کیا ہے تم نے، جو تمہیں پکڑے جانے کا ڈر ہے۔" الیان کے لہجے میں عجیب سی سرد مہری تھی مگر رومیلہ اس کے لہجے اور چہرے پر غور ہی کب کررہی تھی اس کی نظریں تو شگفتہ غفار پر جمی تھیں۔

جو اس سے کوئی بیس پچیس فٹ کے فاصلے پر کھڑی تھیں مگر اپنی بیٹی کے ساتھ شاپنگ کرکے وہ اتنی خوش تھیں کہ ان کا دھیان کسی اور طرف گیا ہی نہیں تھا بلکہ وہ باتوں میں ہی مشغول تھیں۔

حامد ان دونوں ماں بیٹی کے اتنی تفصیل سے ہر چیز دیکھنے پر ان کا ریکارڈ لگا رہا تھا اور وہ دونوں چڑنے کی بجائے خوشی خوشی اپنی اس عادت پر نازاں تھیں۔ بس صرف ایک نظر اٹھنے کی دیر تھی اور شگفتہ غفار کے چہرے پر پھیلی شگفتگی کرختگی میں بدل سکتی تھی اور رومیلہ اسی لمحے کے بارے میں سوچ کر اتنی ہراساں ہوگئی تھی کہ یک ٹک شگفتہ غفار کو دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ چھڑانے کی جدوجہد کرتی رہی کہ اچانک الیان نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

رومیلہ کچھ چونک کر اسے دیکھنے لگی جو سنجیدگی سے اسے دیکھتا اپنی جگہ سے اٹھ رہا تھا۔ پہلی بار رومیلہ نے الیان کے تاثرات پر غور کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس کے چہرے پر پھیلا تناؤ دیکھ کر سمجھ نہ سکی کہ اس کا موڈ کیوں خراب ہوگیا ہے مگر ایسا صرف چند لمحوں کے لیے ہوا تھا الیان کو جانے کے لیے پلٹتا دیکھ کر رومیلہ ایک دم ہوش میں آگئی اس نے بھی منظر سے ہٹنے کے لیے اندر جانا چاہا مگر بالکل غیر ارادی طور پر اس کی نظر شگفتہ غفار کی جانب اٹھ گئی اور پھر تو جیسے اس کا دل ہی دہل گیا۔

شگفتہ غفار نا صرف انہیں دیکھ چکی تھیں بلکہ ان کے چہرے پر حیرت اور غصے کے تاثرات بھی بڑے واضح طور پر ابھرنے لگے تھے ان کی حیرانی سے پھیلی آنکھیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں کہ انہیں رومیلہ کو اس طرح الیان کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر شدید شاک لگا ہے اور ان کے بھینچے ہوئے لب صاف بتا رہے تھے کہ وہ صرف حامد کی موجودگی کی وجہ سے خاموش ہیں ورنہ ان کا بس نہیں چل رہا کہ رومیلہ کو کیا کچھ نہ کہہ ڈالیں۔

رومیلہ ان کے خطرناک تاثرات دیکھ کر دل ہی دل میں خاصی خوفزدہ ہوگئی اور تیزی سے اندر کی جانب مڑ گئی اس میں اپنی کتابیں ٹیبل سے اٹھانے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

اپنے کمرے میں آکر بھی اس پر گھبراہٹ سوار رہی، شگفتہ غفار کے آئندہ رویے کے متعلق سوچ سوچ کر اس کا خون خشک ہوتا رہا۔ وہ تو اس کا جینا دوبھر کردیں گی یہ ایک ہی خیال اسے چین سے بیٹھنے نہیں دے رہا تھا وہ بے چینی سے اپنے کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلنے لگی۔

کچھ دیر بعد سرداراں نے آکر اسے کھانا لگنے کی اطلاع دی تو اس نے مجھے بھوک نہیں ہے کہہ کر اسے واپس بھیج دینا چاہا تو سرداراں لجاجت سے کہنے لگی۔

"آجائیں، بڑی بی بی پہلے ہی بڑے غصے میں ہیں، میں آپ کو بڑے صاحب کے کہنے پر بلانے آرہی تھی تو وہ بگڑ کر بولیں

وہ کہیں کی مہارانی ہے کیا، جو اسے کھانے پر بلایا جائے جب ایک بار آپ نے کہہ دیا اسے خود آنا چاہیے تو پھر کیوں کمرے میں جاکر بیٹھ جاتی ہے کھانے کے وقت۔ اسے تو باہر آکر کھانا لگانا چاہیے، بس مفت کی روٹیاں توڑتی

رہتی ہے کوئی کام نہیں کرسکتی گھر میں۔" سرداراں بڑے مزے سے شگفتہ غفار کی نقل اتار رہی تھی۔

کوئی اور وقت ہوتا تو رومیلہ کم از کم اس کے انداز پر مسکرا ضرور دیتی مگر اس وقت تو اس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ وہ روز اس طرح کمرے میں نہیں بیٹھتی تھی جو شگفتہ غفار مفت کی روٹیاں توڑنے کی بات کررہی تھیں وہ کچن میں چھوٹے موٹے کام کرلیا کرتی تھی۔

ہاں البتہ کھانا پکانے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکی تھی کیونکہ اس کے لیے شگفتہ غفار نے صاف منع کردیا تھا۔

"ہمیں خانساماں کے ہاتھ کے کھانے کی عادت ہے، بریرہ بھی کبھی کبھی کوئی نئی چیز ٹرائی کرتی تھی تو کوئی نہیں کھاتا تھا۔"

رومیلہ بخوبی سمجھ گئی تھی کہ انہیں ڈر ہے کہیں وہ زیادہ اچھی چیزیں بنا کر ریاض غفار اور الیان کو متاثر نہ کردے انہیں بھی اس مقولے پر یقین ہوگا کہ مرد کے دل کا راستہ معدے سے ہوکر جاتا ہے۔ لہٰذا اس وقت ان کا اس طرح بگڑنا صاف ظاہر کررہا تھا کہ وہ کہیں کا غصہ کہیں نکال رہی ہیں۔

"اچھا تم چلو میں آتی ہوں۔" رومیلہ گھر کے نوکروں کے سامنے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ ایسی نہیں تھی کہ موقع ملنے پر فوراً "سسرال والوں کی برائیاں شروع کردیتی۔

اسے گھر کی باتیں غیروں سے کرنا ویسے بھی پسند نہیں تھا چنانچہ وہ اسے چلتا کرنے کے لیے بولی اور اس کے جانے کے بعد دو تین گہرے سانس کھینچ کر کمرے سے باہر نکل آئی جب وہ ڈائننگ روم پہنچی تو نہ صرف سب موجود تھے بلکہ کھانا بھی شروع کرچکے تھے۔

رومیلہ، شگفتہ غفار کی جانب دیکھے بغیر چپ چاپ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی اور کھانے کی جو ڈش اس کے سب سے نزدیک رکھی تھی جسے اسے کسی سے مانگنا نہیں تھا وہی اٹھا کر پلیٹ میں نکالنے لگی۔

"رومیلہ بھابھی آپ کیوں نہیں گئیں ہمارے ساتھ، کیا آپ کو شاپنگ کا شوق نہیں۔" حامد نے اچانک رومیلہ کو مخاطب کیا تو وہ بری طرح چونک اٹھی۔

وہ لوگ کس موضوع پر گفتگو کررہے تھے اسے کچھ معلوم نہیں تھا اس سوال کے —— سیاق و سباق پر غور کرتے ہوئے وہ ابھی جواب سوچ ہی رہی تھی کہ شگفتہ غفار چبا کر کہنے لگیں۔

"اسے گھر میں اتنے اہم کام تھے وہ بازار جاکر وہ نادر موقع مس کیوں کرتی۔" رومیلہ کا وجود سن ہونے لگا۔ اسے امید نہیں تھی وہ اس طرح حامد کے سامنے بھی اس پر طنز کردیں گی مگر حامد تو ان کا طنز سمجھا ہی نہیں، بریرہ نے بھی ان دونوں کو دیکھا نہیں تھا اس لیے وہ بھی کچھ نہ جان پائی صرف ایک الیان تھا جس کا نوالہ منہ کو لے جاتا ہاتھ لمحہ بھر کو تھم گیا تھا مگر اس نے فوراً "ہی خود پر قابو پالیا۔

"یعنی ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جنہیں شاپنگ سے اہم دوسرے کام لگتے ہیں۔" حامد شوخی سے بریرہ کو دیکھتے ہوئے بولا رومیلہ کو اندازہ ہوگیا کہ وہ لوگ صرف ہنسی مذاق کررہے ہیں کوئی سنجیدہ گفتگو ان کے درمیان نہیں ہورہی۔

لیکن بریرہ کو مذاق میں بھی حامد کا رومیلہ کے ساتھ اس کا موازنہ کرنا برداشت نہ ہوا وہ ایک دم تپ کر بولی۔

"دنیا میں تو ہر طرح کی عورتیں ہوتی ہیں، سب ایک سی تو نہیں ہوسکتیں سوال تو یہ ہے کہ کون صحیح ہے۔" حامد کی سمجھ میں خاک بھی نہیں آتا تھا لہٰذا وہ اسی شوخ انداز میں بولا۔

"گویا تمہارے کہنے کا مطلب ہے شاپنگ کے لیے نہ جانے والی خواتین شاپنگ کے لیے مرنے والی خواتین کے مقابلے میں صحیح ہیں۔"

"ظاہری بات ہے۔" بریرہ اتنی چڑ گئی تھی کہ وہ حامد کے جملے پر غور کیے بغیر تنک کر بولی مگر جواب میں حامد کا جاندار قہقہہ اسے ٹھٹک کر سب کو دیکھنے پر مجبور کر دیا گیا۔ الیان نے مسکراتے ہوئے پانی کا گلاس ہونٹوں سے لگایا تھا جبکہ ریاض غفار بھی زیرلب مسکراتے ہوئے حامد کو ستائشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

انہیں اس بحث میں کوئی دلچسپی نہیں تھی انہیں تو بیٹی داماد کی یہ نوک جھوک پسند آرہی تھی حامد کا دوستانہ رویہ بریرہ کے ساتھ دیکھ کر وہ یہ مان گئے تھے کہ وہ روایتی جاگیرداروں کی طرح بیوی کو رعب میں رکھنے والوں میں سے نہیں ہے لہٰذا اپنے فیصلے پر طمانیت محسوس کرتے ہوئے وہ اس ماحول سے جی بھر کر لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"کیا کہا تھا تم نے۔" بریرہ ترچھی نظروں سے حامد کو دیکھنے لگی۔

"کمال ہے پہلے میری بات پر ہامی بھرلی اور اب پوچھ رہی ہو میں نے کہا کیا تھا۔" حامد نے تائیدی انداز میں شگفتہ غفار کو دیکھا تو وہ محض داماد کا دل رکھنے کے لیے مسکرا دیں۔

ورنہ سچ تو یہ ہے کہ رومیلہ کے آتے ہی ان کا موڈ سخت آف ہو گیا تھا ان کے خیال سے تو رومیلہ کو اس وقت کھانے پر بلانا ہی نہیں چاہیے تھا بلاوجہ ماحول میں کشیدگی پھیل گئی تھی۔ (ان کی نظر میں)

بریرہ کی یہ تو سمجھ میں نہیں آیا کہ حامد نے کیا کہا تھا' لیکن اس نے بھی اپنی بات پر قائم رہنے کے لیے مصنوعی مظلومیت سے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے

"اب کیا کروں ایک بار قبول ہے کہہ دیا تو تمہاری ہر بات پر ہامی بھرنی ہی پڑے گی۔" بریرہ کا جواب سب کو محظوظ کر گیا۔

ریاض غفار اور الیان نے تو صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا جبکہ شگفتہ غفار زور سے ہنسنے لگیں بیٹی کی یہ حاضر جوابی انہیں بڑی بھائی تھی تبھی سراہتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اور کیا بھئی اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ شوہر نے کیا کہا نیک اور صالح بیوی کو تو اس کے جواب میں اس کی حمایت ہی کرنی ہے لہٰذا شوہر کا جملہ سنا یا نہیں سنا کیا فرق پڑتا ہے۔"

شگفتہ غفار کے خوشی خوشی بولنے پر ریاض غفار بھی تھوڑے مطمئن ہو گئے ورنہ بیوی کے تاثرات نے انہیں بتا دیا تھا کہ انہوں نے رومیلہ کو کھانے کے لیے بلا کر انہیں ناراض کر دیا ہے اور رات کو کمرے میں وہ اس بات کو لے کر اچھی خاصی برہم ہونے والی ہیں۔ ریاض غفار چاہتے تھے کہ ان کا یہ موڈ برقرار رہے تبھی انہیں چھیڑتے ہوئے کہنے لگے۔

"دنیا میں سب سے زیادہ چالاک عورت ہے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مظلوم نظر آنے کی کوشش کرتی ہے۔" حامد سسر جی کے ریمارکس پر بری طرح ہنستے ہوئے ان کی تائید کرنے لگا۔

داماد کا اس قدر گھل مل کر ان کے درمیان بیٹھنا اور ان کے شوہر کے ساتھ مل کر ان کی ہی بیٹی کو چھیڑنا شگفتہ غفار کو بہت اچھا لگ رہا تھا وہ بھی ریاض غفار کا مذاق سمجھتے ہوئے اس بحث کو طول دینے کے لیے شوخی سے بولیں۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی کہ عورت بے وقوف ہے۔ وہ ہے تو واقعی چالاک۔ لیکن اس کی چالاکی ہمیشہ دوسروں کے فائدے کے لیے ہوتی ہے جسے عام زبان میں بے وقوفی کہا جاتا ہے کیونکہ دوسروں کے فائدے کے لیے وہ اپنا نقصان کر لیتی ہے۔" شگفتہ غفار کی بات میں وزن تھا بریرہ تو سو جان سے فدا ہو گئی ان پر۔

جبکہ ریاض غفار کو بھی اب اس بحث میں مزا آنے لگا تھا۔ انہوں نے شگفتہ غفار کو چھیڑنے کے لیے ان سے متفق ہونے کے باوجود بحث کا ایک اور نکتہ اٹھا لیا۔

"عورت کبھی اپنا نقصان نہیں کرتی' اسے پتا ہے جب وہ دوسروں کے لیے قربانی دینے کا ڈراما کرے گی تو حالات

آٹومیٹکلی اس کے حق میں ہو جائیں گے وہ اپنا مطلب بھی نکال لے گی اور عظیم بھی بن جائے گی۔" حامد نے باقاعدہ تالیاں بجا کر ریاض غفار کو داد دی تو بریرہ بھی آستین چڑھاتے ہوئے باقاعدہ لڑنے پر اتر آئی۔

"مگر اتنا آسان ہے قربانی کا ڈراما کرنا تو مرد کیوں نہیں کر لیتا۔"

"کیونکہ وہ عورت کی طرح چالاک نہیں ہے نا وہ ٹھہرا سیدھا سادا۔ جو دل میں ہے وہی زبان پر ہے۔" حامد نے اتنی مسکینیت سے کہا کہ الیان تک اپنی ہنسی نہ روک سکا۔

"اف اللہ اتنا جھوٹ مرد اور سیدھا سادا۔" بریرہ کی تو جیسے جان جل گئی۔

"تم سے تو کم ہی جھوٹ بولا ہے نا۔ عورت اور عظیم۔" حامد برجستہ بولا۔

"عورت واقعی عظیم ہے کیا عورت معاف کرنے کا ظرف رکھتی ہے۔ عورت سے اگر معمولی سی بھی غلطی ہو جائے تو مرد درگزر نہیں کر سکتا لیکن مرد انتہائی قسم کے گناہ بھی کر لے تو بھی عورت سے معافی کی امید رکھتا ہے اور عورت معاف کر بھی دیتی ہے۔" بریرہ نے ٹیبل پر مکا مارتے ہوئے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا تو ریاض غفار حامد کو دیکھتے ہوئے تائیدی انداز میں کہنے لگے۔

"دم ہے اس کی بات میں۔" ریاض غفار کی حمایت پر بریرہ نے بالکل حامد کی طرح تالیاں بجا کر خود کو خراج تحسین پیش کیا تو حامد بور سی شکل بنا کر احتجاج کرنے لگا۔

"پھوپھا جان دیٹس نوٹ فیئر آپ ایک باپ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سمجھدار انسان ہیں آپ کو اولاد کی محبت کو ایک طرف رکھ کر ایمانداری سے بات کرنی چاہیے۔"

"ہاں جب تک وہ مردوں کے حق میں بول رہے تھے وہ غیر جانبدار ہو کر بات کر رہے تھے اور جب انہوں نے عورت کی حمایت کر لی تو وہ ایک باپ بن گئے اور جذباتی ہو گئے۔" بریرہ بری طرح چیخی۔

ایک سوائے بریرہ کے باقی سب بڑے خوشگوار انداز میں بات کر رہے تھے بس ایک بریرہ تھی جو اتنے جوش سے بول رہی تھی کہ اب اس پر غصے کا گمان ہو رہا تھا۔

الیان کو اس کا یہ روپ دیکھ کر بڑا سکون مل رہا تھا وہ اس وقت بالکل پہلے والی بریرہ لگ رہی تھی۔ اپنی بات پر اڑی ہوئی ضدی اور تھوڑی بے وقوف سی۔ ورنہ ابرار کے اغوا کرنے کے بعد سے وہ بالکل سنجیدہ اور خاموش ہو گئی تھی اور اس کی اس تبدیلی کا سہرا تھوڑا بہت حالات کو جاتا تھا کہ وہ اس ماحول اور جگہ سے دور تھی جہاں ہر وقت رومیلہ نظر آ رہی تھی اور زیادہ ہاتھ اس میں حامد کا تھا جس کی سنگت میں وہ اس سانحہ کو بھول گئی تھی۔

الیان حامد کو دیکھتے ہوئے پہلی بار گفتگو میں شامل ہوا۔

"عورت مرد کو ہمیشہ ظالم اور بے حس کہتی ہے اور پھر بھی چاہتی ہے کہ مرد اسے عظیم مان لے حالانکہ اگر اسے عظیم بننا ہے تو پہلے اس میں اتنا ظرف ہونا چاہیے کہ وہ مرد کو سیدھا سادا مان لے۔" الیان کے جملے کا حامد نے جی بھر کر مزا لیا۔

"یہ ہوئی نا بات اب آیا نا میرا اسی سپورٹ پھوپھا جان پر تو سچائی سے زیادہ بیٹی کی محبت سوار ہے۔"

"نہیں بھئی جو بات ہے سو ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت میں مرد سے زیادہ ظرف ہے۔ عورت جتنی چیزیں ان دیکھی کر سکتی ہے مرد نہیں کر سکتا۔" ریاض غفار نے بردباری سے کہا تو بریرہ کی باچھیں کھل گئیں وہ باقاعدہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ریاض غفار کے گلے میں بانہیں ڈال کر فاتحانہ نظروں سے حامد اور الیان کو دیکھنے لگی۔

"ہمارا پلڑا کافی بھاری ہو چکا ہے دو عورتوں کے ساتھ ساتھ اب ایک عدد مرد بھی عورت کی وکالت کر رہا ہے

لہٰذا یہ بحث اس نتیجے پر پہنچی کہ عورت زیادہ عظیم ہے۔" بریرہ کسی عدالت کے جج کی طرح فیصلہ سناتے ہوئے بولی تو شگفتہ غفار نے بھی کسی اسمبلی میں بیٹھی خاتون کی طرح ایک ہاتھ سے ٹیبل بجا کر اس فیصلہ کے حمایت میں ہونے کا ثبوت دیا۔

ریاض غفار نے عورت کے حق میں بول کر ان کا موڈ خاصا خوشگوار کر دیا تھا۔

"جی نہیں ابھی ایک شخص کی گواہی باقی ہے۔" حامد نے کہنے کے ساتھ ہی رومیلہ کو مخاطب کر لیا۔

"آپ بتائیں بھابھی آپ کا ووٹ کس کے حق میں ہے۔" حامد کے اچانک سوال پر رومیلہ بری طرح چونک اٹھی۔

وہ کچھ سٹپٹا کر اس کو دیکھنے لگی وہ ان کی باتیں سن ضرور رہی تھی مگر اس کا اس بحث میں شامل ہونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

شگفتہ غفار کے چہرے پر ایک بار پھر کر ختگی پھیل گئی تھی وہ داماد کو کچھ کہہ تو نہیں سکتی تھیں، لیکن انہیں اس طرح گھر کی بات چیت میں رومیلہ کو شامل کرنا سخت ناگوار گزرا تھا۔

"آں۔۔ مجھے نہیں پتا۔" رومیلہ پہلو تہی کرتے ہوئے بولی۔

"ارے پتا تو کسی کو بھی کچھ نہیں ہے سب اپنی اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں آپ کی بھی کوئی رائے تو ہوگی نا کہ عورت زیادہ عظیم ہے یا مرد۔" حامد نے رسانیت سے کہا۔

"چھوڑو یار۔" الیان نے بیچ بچاؤ کرانے والے انداز میں کہا۔ "ایک عورت سے یہ سوال کر کے کیوں ان کا ایک ووٹ اور بڑھا رہے ہو۔" الیان نے کہا تو ریاض غفار بھی ٹالتے ہوئے کہنے لگے۔

"اور کیا بھئی رومیلہ بھی ہماری سائیڈ پر ہے۔"

"میں کسی کی سائیڈ پر نہیں ہوں۔" رومیلہ بے ساختہ بولی تو حامد بریرہ کو چڑانے کے لیے بولا۔

"دیکھا بریرہ اسے کہتے ہیں مجازی خدا کا لحاظ کہ اگر اسے ہرا نہیں سکتیں تو خود جیتنا بھی گوارا نہیں۔" بریرہ حامد کے مذاق میں بھی رومیلہ سے موازنہ کرنے پر تپ گئی جبھی تنک کر بولی۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں عورت ہی عظیم ہے جو ایسا کر سکتی ہے کہ شوہر کو نہ ہرا سکے تو خود بھی نہ جیتے مرد تو اتنی بڑی قربانی نہیں دے سکتا۔"

"میں نے کوئی قربانی نہیں دی ہے۔" رومیلہ ایک بار پھر بول پڑی، لیکن اس بار اس نے اپنی بات کی وضاحت کرنی بھی ضروری سمجھی اور کہنے لگی۔

"میں تو اس لیے کسی کی بھی سائیڈ نہیں لے رہی ہوں کہ آپ دونوں کے ہی موقف غلط ہیں کسی ایک پوری قوم کو غلط کہنا یا کسی ایک پوری قوم کو صحیح کہنا بالکل جائز نہیں۔

جب عورت مرد کو ظالم اور جابر کہتی ہے تو وہ یہ بھول جاتی ہے کہ سارے انبیاء، رسول، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، ولی اور امام۔ سب مرد ہی تھے

اور جب عورت کو عظیم اور کھلے ظرف کا گردانے پر بضد ہوتی ہے تب بھی وہ یہ بھول جاتی ہے کہ دنیا میں عورت کے مظالم کی داستانیں بھی بھری پڑی ہیں۔

کیا آپ لوگوں نے کبھی اخبار میں نہیں پڑھا۔

پانچ بچوں کی ماں آشنا کے ساتھ فرار

سگی بہن نے بہن کو طلاق دلوا کر بہنوئی سے شادی کر لی۔

بہو نے بوڑھی ساس سسر کو گھر سے نکال دیا۔

ساس نے بہو کو زندہ جلا دیا یا بیٹی پیدا کرنے پر شوہر سے طلاق دلوا دی۔

لیڈی ٹیچر نے بچے کو اتنا مارا کہ وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو گیا۔

اور سب سے بڑھ کر سوتیلی ماں کے ظلم سے تنگ آ کر آٹھ سالہ اور چھ سالہ بچی گھر سے فرار ہو گئی۔

ایسی کتنی داستانیں ہیں جو ہمارے ارد گرد بکھری ہیں یہ سب عورت کے ہی ظلم ہیں۔

میں یہ نہیں کہہ رہی کہ مرد ظالم نہیں ہے، لیکن عورت بھی کوئی عظیم نہیں ہے بات ساری پاور کی ہے۔ جہاں مرد کے پاس طاقت ہوتی ہے وہاں اس کی مرضی چلتی ہے اس کا حکم چلتا ہے اس کے پاس اختیارات زیادہ ہیں اس لیے اس کا ظلم زیادہ نظر آتا ہے، لیکن جب عورت کے پاس مواقع ہوتے ہیں وہاں وہ بھی من مانی کرتی ہے بغیر دوسروں کے جذبات کا احساس کیے۔

اور رہا سوال معاف کرنے کا؟

تو یہ واقعی سچ ہے کہ مرد کے مقابلے میں عورت زیادہ درگزر سے کام لیتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ساری ہی عورتیں عظیم ہیں جنہوں نے معاف کر دیا۔

ایسی غفور و رحیم تو صرف وہ پاک ذات ہے جو اپنے گناہ گار سے گناہ گار بندے کو بھی بخش دیتی ہے حالانکہ وہ بدلہ لینے اور سزا دینے پر قادر ہے پھر بھی معاف کر دیتا ہے اور یہ صرف اسی کی صفت ہے۔

انسان میں یہ خوبی بہت کم لوگوں میں ہے کہ اپنے مجرم کو بدلہ لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود معاف کر دیں۔

عورت بھی بہت دفعہ مصلحتاً" معاف کرتی ہے۔

مرد اگر عورت کی معمولی سے معمولی غلطی بھی نہیں بخشتا تو اس لیے کہ اسے پتا ہے کہ میں اسے چھوڑ دوں گا تو مجھے اور مل جائیں گی مطلب یہ کہ اس کے پاس اختیار ہے چھوڑنے کا۔

جبکہ عورت کے پاس یہ سہولت ہر طبقے میں موجود نہیں۔ مڈل کلاس اور لوئر کلاس عورتوں کو پتا ہے کہ اگر وہ شوہر کی ان غلطیوں کو نظر انداز نہیں کریں گی تو نقصان انہیں ہی اٹھانا ہوگا۔

اس سے علیحدگی اختیار کر کے وہ کہاں جائیں گی دربدر کی ٹھوکریں کھانے سے بہتر ہے اسی کو معاف کر کے برداشت کر لو۔ یہ عظمت نہیں سمجھوتہ ہے اور مردوں کی سراسر غلط فہمی ہے کہ عورت نے انہیں معاف کر دیا۔

ورنہ سچ تو یہ ہے کہ اس عورت کے دل میں مرد کے لیے کوئی عزت ہوتی ہے اور نہ ہی محبت

جو لوگ عزت اور محبت کے بغیر رہ سکتے ہیں وہ ایسی معافی پر بھی خوش رہتے ہیں، لیکن جن میں عزت نفس موجود ہوتی ہے وہ جانتے ہیں وہ زندگی بھر کڑھتے رہتے ہیں کیونکہ انہیں پتا ہوتا ہے کہ انہیں مصلحتاً" قبول کیا گیا ہے، لیکن انہیں کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔"

رومیلہ کا ارادہ کوئی تقریر جھاڑنے کا نہیں تھا، لیکن جب اس نے بولنا شروع کیا تو وہ کہتی ہی چلی گئی پھر سامنے بیٹھے سب لوگوں کا ریسپونس بھی ایسا ہی تھا جیسے اس کی بات بڑے دھیان سے سن رہے ہوں۔

حالانکہ ان کے بیچ کوئی سنجیدہ بحث نہیں ہو رہی تھی، مگر رومیلہ کے بولنے کے بعد سب لوگ بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

ایک سوائے شگفتہ غفار کے جو اس سارے ماحول سے لاتعلق نظر آنے کی کوشش کے طور پر گلاس میں پانی نکال کر پیے جا رہی تھیں۔

رومیلہ کے خاموش ہونے پر تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی ماحول پر عجیب سا بوجھل پن طاری ہو گیا تھا شاید اس لیے کہ رومیلہ کی کہی سچائی میں تلخی کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی تجربے کی ترشی بھی شامل تھی جو کہ حامد تک نے محسوس کر لی تھی حالانکہ وہ بہت ساری باتوں سے بے خبر تھا، مگر بات یہ تھی کہ اسے اتنا ضرور پتا تھا کہ

رومیلہ کے تعلقات گھر میں کسی کے ساتھ بھی بہت اچھے نہیں ہیں‘ اب اس کے پیچھے وجہ کیا تھی اس معاملے میں وہ صرف قیاس آرائیاں کرسکتا تھا جس میں سرفہرست دو وجوہات تھیں۔
ایک تو جن حالات میں رومیلہ اور الیان کی شادی ہوئی تھی وہ کوئی ڈھکے چھپے نہیں تھے۔
دوسرے یہ رشتہ ہی ایسا تھا کہ شگفتہ غفار کا رومیلہ کے ساتھ کھنچاؤ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ اسی لیے ماحول میں رچی کشیدگی کو کم کرنے کے لیے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہنے لگا۔
”چلیں یہ ووٹ تو ہم اپنی طرف ہی سمجھیں گے۔“
”کیوں؟ کس خوشی میں۔“ بریرہ ایک دم بگڑ کر بولی تو حامد واپس اپنی جون میں آتے ہوئے بولا۔
”کیونکہ وہ مان رہی ہیں کہ عورت کوئی عظیم وظیم نہیں ہے اور......“
”لیکن وہ یہ بھی کہہ رہی ہیں کہ مرد بھی کوئی انسانیت کے اعلا درجہ پر فائز نہیں ہے لہٰذا وہ نیوٹرل ہیں جس کے ووٹ دینے یا نہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ بریرہ نے حامد کی بات کاٹ دی‘ لیکن حامد کو ایک بار پھر بحث کرنے کا جوش چڑھ چکا تھا وہ باقاعدہ جرح کرتے ہوئے بولا۔
”عورت ہونے کے باوجود اگر وہ عورت کو عظیم نہیں مان رہیں تو یہ عورتوں کے خلاف گواہی ہوئی اور رہا سوال کہ وہ مردوں کو بھی ایسا ہی کہہ رہی ہیں تو یہ ایک عورت ہونے کی وجہ سے تعصب زدہ سوچ ہے جو وہ کھل کر مرد کی حمایت نہیں کرپا رہیں‘ مگر میں ان کی گفتگو کا پس منظر سمجھ چکا ہوں۔“ حامد کی بات پر ایک بار پھر بحث شروع ہونے لگی‘ مگر اس بار صرف بریرہ اور حامد بول رہے تھے باقی سب بالکل چپ تھے البتہ شگفتہ غفار کھانے سے فارغ ہوگئی تھیں لہٰذا انہوں نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے صرف ایک جملہ کہا اور سب کو ساکت کردیا۔
”اس لڑکی کی بات میں کوئی وزن ہے نہ کوئی دلیل۔ کچھ لوگ ایسے انوکھے کام کرنا چاہتے ہیں کہ سب چونک اٹھیں۔ عورت ہوتے ہوئے عورت کے خلاف بول کر سارے مردوں کو حیران اور متاثر کردو۔ یہ سب ہتھکنڈے ہوتے ہیں۔ مردوں کو متوجہ کرنے کے‘ اور کچھ نہیں۔“ رومیلہ کا چہرہ ضبط کی شدت سے سرخ ہوگیا۔ اتنی بے عزتی پر اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اٹھ کر شگفتہ غفار کا منہ نوچ لے۔
بریرہ بھی حامد کے سامنے ماں کے منہ سے اس قسم کے الفاظ سن کر متذبذب ہوگئی کیونکہ حامد کے چہرے پر شدید حیرانی پھیل گئی تھی۔
ریاض غفار تنبیہی انداز میں شگفتہ غفار کو دیکھ رہے تھے‘ مگر وہ متوجہ ہی نہیں تھیں اپنی بات کہہ کر وہ حاضرین پر نظر ڈالے بغیر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں تو حامد سے بھی مزید وہاں رکا نہیں گیا وہ بغیر کچھ کہے اٹھ کر چلا گیا۔
بریرہ نے حواس باختہ انداز میں باپ اور بھائی کو دیکھا اور اٹھ کر تیزی سے شوہر کے پیچھے بھاگی اسے یقین تھا حامد کو یہ گفتگو سخت ناگوار گزری ہے وہ اسے منانے اور ٹھنڈا کرنے کے خیال سے فوراً ہی اس کے پیچھے لپکی تھی۔
ان سب کے چلے جانے کے بعد وہ تینوں میز پر رہ گئے رومیلہ کا دل تو چاہ رہا تھا فوراً اٹھ کر چلی جائے‘ مگر جسم میں جیسے ہلنے کی بھی طاقت نہیں رہی تھی وہ اپنے منتشر ہوتے اعصاب کو قابو کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی جب اس نے ریاض غفار کو کہتے سنا۔
”میں نے کہا تھا حامد کے سامنے کوئی بدمزگی نہ ہو‘ اتنے کم وقت کے لیے وہ آیا ہے کل صبح جانے والا ہے‘ لیکن اس کے سامنے ہی سارا تماشا ہونا ضروری تھا۔“ ریاض غفار کے برہم لہجے پر رومیلہ کا دل چاہا وہ پلٹ کر بولے کہ یہ تماشا آپ کی بیوی نے کیا ہے اس نے نہیں۔ اگر اسے تماشا کرنا ہوتا یا تماشا کرنا اسے آتا تو وہ شگفتہ غفار کو ان کے داماد کے سامنے ایسا منہ توڑ جواب دیتی کہ وہ شرمندہ ہو کر رہ جاتیں‘ مگر اس کا وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا کہ اس میں بولنے کی سکت ہی نہیں رہی تھی تبھی الیان کی آواز ابھری اس کا لہجہ اتنا پرسکون تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو بھی رومیلہ بری طرح چونک کر اسے دیکھنے لگی جو کہہ رہا تھا۔
”جب تک رومیلہ یہاں ہے ایسے تماشے ہوتے ہی رہیں گے حامد تو پھر بھی گھر کا ہے ابھی تو باہر والوں کے سامنے اس سے زیادہ سین کری ایٹ ہوں گے کہ سب کو بات کرنے کے لیے ایک گرما گرم ٹاپک مل جائے گا۔“
الیان کے چہرے پر بلا کا اطمینان تھا رومیلہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔
جانے کیوں اسے یقین تھا الیان کو اپنی ماں کا اس طرح اسے ذلیل کرنا سخت ناگوار گزرا ہوگا وہ ماں کے سامنے مصلحتاً ”خاموش رہا تاکہ وہ حامد کے سامنے زیادہ نہ بولیں‘ لیکن ان کے جانے کے بعد وہ ریاض غفار کے سامنے اپنی ماں کے رویے پر ناپسندیدگی کا اظہار ضرور کرے گا‘ مگر وہ تو اسے ہی موردالزام ٹھہرا رہا تھا۔
کہ جب تک وہ یہاں ہے ایسا ہوتا ہی رہے گا۔
ریاض غفار بھی اس کی بات پر چڑ کر پوچھنے لگے۔
”تو پھر آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے؟“ الیان بے اختیار رومیلہ کو دیکھنے لگا جو پہلے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ رومیلہ کو لگا جیسے اس کے پاس اس مسئلے کا حل ہے‘ مگر وہ بول نہیں رہا رومیلہ کے چہرے پر بے چینی پھیلنے لگی جیسے وہ اس کا جواب سننے کے لیے سراپا منتظر ہو‘ مگر وہ کچھ دیر رومیلہ کو دیکھتے رہنے کے بعد ”چلیں چھوڑیں۔“ کہتا اپنی جگہ سے اٹھ گیا تو ریاض غفار بھی بے زار سے کھڑے ہوگئے۔ بس ایک رومیلہ تھی جو کتنی ہی دیر بے حس وحرکت وہیں بیٹھی رہی۔

☼ ☼ ☼

خرم جب سے الیان سے ملا تھا اسے ایک ہی خیال آرہا تھا کہ اسے ایک بار زوبیہ سے مل کر شائستہ خالہ کے متعلق بتانا چاہیے۔
زوبیہ حقیقت جاننے کے لیے کس قدر بے چین تھی‘ مگر سچائی اس کی توقع کے بالکل برعکس نکلی تو اس کا حق بنتا ہے کہ اسے پتا چلے اس کے والدین نے اس کے ساتھ کتنا بڑا دھوکا کیا ہے۔
کبھی اس کے سوالوں کا تسلی بخش جواب نہیں دیا کبھی اس کی الجھن کو سلجھانے کی کوشش نہیں کی۔ کیا تھا جو وہ اس خیالی پیکر پر سے پردہ اٹھا دیتے۔
لیکن اپنی ہٹ دھرمی کے باعث انہوں نے ایسا کبھی سوچا بھی نہیں لہٰذا اب خرم کو اس راز کو فاش کردینا چاہیے‘ مگر وہ جیسے فیصلہ نہیں کرپا رہا تھا اسے بار بار زوبیہ سے ملنے جانا مناسب نہیں لگ رہا تھا۔
جس طرح سب اس کی زوبیہ کے لیے ہمدردی کو کوئی اور ہی معنی پہنا رہے تھے اسے دیکھتے ہوئے وہ وہاں جانے سے گریزاں تھا‘ مگر فوراً ہی اس پر دوسری سوچ حاوی ہونے لگتی۔
زوبیہ پاگل خانے میں تھی وہ اگر ایک دفعہ اور اس سے ملنے وہاں جاتا بھی ہے تو بھلا کسی کو کیا پتا چلے گا اور پتا چل بھی جائے گا تو کوئی کیا کرلے گا۔
نمل سے منگنی توڑنے پر یونیورسٹی میں کتنی باتیں بنیں یہاں تک کہ اس کے اپنے دوستوں وکی اور حمید نے اس کا خوب مذاق اڑایا۔
”آخر ہار گیا نا تو اس لڑکی سے۔“
”اتنے شور سے منگنی کی اور خود ہی توڑ دی۔“
”زوبیہ کے ذریعے جلانے کی بھی کوشش کی‘ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔“

"ایک پاگل لڑکی بھلا تیری کمزور پوزیشن کو کیا سہارا دیتی۔"
"تو مان لے تو ایک لڑکی سے شکست کھا گیا۔"
ان دونوں نے اسے تپانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی' لیکن وہ ان دونوں کو مکمل طور پر نظرانداز کیے رہا۔ اس وقت وہ بالکل کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا اسے علم تھا اس کے اس اقدام سے لوگوں کو اس پر ہنسنے کا موقع مل جائے گا' مگر وہ پچھتانے یا پیچھے ہٹنے کو بالکل تیار نہیں تھا اور پھر ہارون اور نادر نے اس کے فیصلے کو سراہا تھا مگر بہت مذاق میں انہوں نے چھیڑا ضرور۔
"تم نے واقعی منگنی توڑ دی۔ مطلب مان لیا کہ یہ لڑکی جھکنے والی نہیں۔" لیکن پھر خرم کو سنجیدہ دیکھ کر فوراً ہی وہ دونوں سنجیدہ بھی ہو گئے۔
"خیر! جو ہوا بہت اچھا ہوا تمہیں تو یہ فیصلہ بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔" خرم نے کوئی تبصرہ نہیں کیا ویسے بھی وہ پہلے کے مقابلے میں بہت خاموش ہو گیا تھا اس بار چاہتے ہوئے بھی وہ خود پر کوئی خول نہ چڑھا سکا حالانکہ اس کی پوری کوشش تھی کہ مکمل کے واپس یونیورسٹی آنے سے بالکل پہلے جیسا ہو جائے' مگر اندر سے اسے لگتا تھا اب وہ کبھی پہلے جیسا نہیں ہو سکے گا اس کے اندر کہیں کچھ ختم ہو گیا تھا جو اس کی پوری شخصیت کو تبدیل کر گیا تھا۔
ان ہی احساسات میں گھر کر اسے زوبیہ کا خیال آجاتا اس لڑکی کو جانے کیوں یہ لگتا تھا کہ خرم اس کی مدد کر سکتا ہے حالانکہ وہ اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔
تبھی وہ سوچتا کم از کم ایک دفعہ جا کر زوبیہ کو ساری سچائی ہی بتا دے اس شش و پنج میں وہ ایک دن آخر زوبیہ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔
اس بار زوبیہ سے ملنے کے لیے اسے خاصی مشکل کا سامنا کرنا پڑا بلکہ درپردہ اسے اسٹاف کو کچھ پیسے کھلانے پڑے تب کہیں زوبیہ سے ملاقات ممکن ہوئی۔
وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا وہ بہت دبلی اور کمزور ہو گئی تھی اس کی شاداب رنگت مرجھا گئی تھی آنکھوں کے نیچے پڑے حلقے اس کے رات رات بھر جاگنے کی ترجمانی کر رہے تھے اس کے بالوں کی بندھی سیدھی چوٹی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ ابھی بھی اپنے حواسوں میں ہے مریضوں کا مخصوص سفید پاجامہ اور شرٹ پر قرینے سے دوپٹا اوڑھے وہ ابھی بھی ذہنی طور پر ٹھیک لگنے کے باوجود جسمانی طور پر بہت نحیف اور بیمار لگ رہی تھی۔
"یہ کیا حالت بنائی ہے کیا کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔" خرم کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ خرم کو اس کی آنکھوں میں پھیلی ویرانی سے وحشت ہونے لگی۔
"زوبیہ۔۔۔ زوبیہ میں جانتا ہوں یہاں ایسی جگہ پر رہنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اگر تم اس طرح خود پر توجہ دینا چھوڑ دو گی' خود اپنا خیال نہیں رکھو گی تو اتنی بیمار ہو جاؤ گی کہ کبھی یہاں سے نکل ہی نہیں سکو گی۔" خرم کا لہجہ التجائیہ ہو گیا تو زوبیہ ایسے بولنے لگی جیسے خود سے ہم کلام ہو۔
"میں تو یہاں سے کبھی نکل ہی نہیں سکتی۔ مجھے اب ساری زندگی یہیں رہنا ہے۔"
"نہیں۔۔۔ نہیں اتنی مایوس مت ہو زوبیہ۔ میں حمید کے والد سے بات کروں گا۔ میں انہیں سمجھاؤں گا۔ وہ کیس واپس لے لیں گے۔" خرم کو قطعی امید نہیں تھی کہ ایسا ہو گا۔ لیکن وہ زوبیہ کے اندر امید جگانا چاہتا تھا۔ ایک جھوٹی آس پر اگر اس کے اندر جینے کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے تو خرم اس جھوٹ کو ساری زندگی بولنے کے لیے تیار تھا۔ بلکہ اسے سچ کر دینے کے لیے اس کا ذہن ابھی سے تانے بانے بننے لگا۔
وہ کسی طرح حمید کے والد کی کوئی ایسی کمزوری جان جائے جس کے بدلے میں وہ زوبیہ پر دائر کیا کیس واپس لینے کے لیے رضامند ہو جائیں' جو کہ بظاہر بالکل ناممکن تھا۔ مگر خرم اسے ممکن بنانے کے لیے کوششیں ضرور کر سکتا

مگر اس کی اس تسلی سے زوبیہ کی کوئی تسلی نہ ہوئی۔ وہ بدستور خود کلامی کے انداز میں بولتی رہی۔
"وہ کیس واپس نہیں لیں گے۔ لے بھی لیں تو کیا فرق پڑ جائے گا۔ میں اس کمرے سے نکل کر اپنے گھر کے کمرے میں بند ہو جاؤں گی۔ یہاں مجھے بیمار سمجھا جاتا ہے۔ لیکن میرا کام وہ لوگ اپنی ڈیوٹی سمجھ کر چار و ناچار کرتے ہیں۔ لیکن میرے گھر میں تو مجھے بیمار کے ساتھ ساتھ بوجھ بھی سمجھا جاتا ہے۔ وہاں نوکر بھی میرے جانے سے خوش ہوں گے کہ اب کسی کا پاگل پن نہیں جھیلنا پڑ رہا۔ ورنہ مما' پاپا کے پیچھے بلاوجہ انہیں میری چوکیداری کرنی پڑتی تھی میری وجہ سے وہ لوگ آرام سے بیٹھ کر ٹی وی نہیں دیکھ سکتے تھے۔"
"تم نوکروں کے بارے میں سوچ رہی ہوتی ہو اپنی فکر نہیں ہے۔" خرم اس کی بے سروپا باتوں پر زچ ہو کر بولا کہ وہ کچھ چونک کر خرم کو دیکھنے لگی۔
"اپنے بارے میں کیا سوچوں اپنے لیے سوچنے کو کچھ ہے ہی نہیں۔"
"تم شائستہ خالہ کے بارے میں جاننا چاہتی تھیں نا۔" خرم نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا لیکن اسے شدید حیرت ہوئی جب اس نام پر بھی اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا وہ ایسے ہی سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔
"شائستہ خالہ کے بارے میں' میں کبھی کچھ نہیں جان سکوں گی اور اگر کچھ جان بھی گئی تو ان کی کوئی مدد نہیں کر سکوں گی۔"
"کیوں کیا اب وہ تمہیں نظر آنا بند ہو گئیں۔" خرم نے تلخی سے پوچھا۔
"وہ تو اب مجھے پہلے سے بھی زیادہ نظر آنے لگی ہیں حالانکہ اب تو میں دوائیں بھی پابندی سے کھا رہی ہوں لیکن اب وہ مستقل میرے کمرے میں بیٹھی رہتی ہیں رات کو آنکھ کھلتی ہے تو میں انہیں دیکھ کر ایک دو بار چیخ پڑی اس پر ڈاکٹرز نے میری ڈوز (خوراک) اور بڑھا دی۔
اتنی دوائیں کھا کر بھی میں ٹھیک نہیں ہو رہی بلکہ مجھے لگتا ہے میرا دماغ ماؤف رہنے لگا ہے زندگی میں ایسی کوئی خوشگوار یادیں تو تھی ہی نہیں لیکن جو تھیں لگتا ہے وہ بھی بھولتی جا رہی ہوں۔ لیکن۔۔۔ یہ سب میں تمہیں کیوں بتا رہی ہوں۔ تم کون سا میری باتوں پر یقین کرتے ہو!" زوبیہ بولتے بولتے ایک دم چونک اٹھی اور شکایتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
"میں تمہاری باتوں پر واقعی یقین نہیں کرتا لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ تم پریشان ہو اور اس وقت جو میں تمہیں بتانے آیا ہوں وہ بہت حد تک تمہاری پریشانی کو دور کر دے گا۔" خرم بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا اور پھر الیان سے ملنے سے لے کر ریاض غفار کا دوبارہ اس گھر کو خریدنے کی کوشش کرنے تک سب بتا دیا۔
البتہ عائشہ اختر نے ریاض غفار کو فون کر کے اپنی بیٹی کے پاگل خانے میں داخل ہونے کے متعلق جو بھی بات کی وہ خرم نے ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔
زوبیہ بے یقینی سے خرم کو دیکھتی رہی اس نے بہت دفعہ جرح بھی کی مگر خرم نے اسے خاموش کرا کر پہلے اپنی بات مکمل کی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت ختم ہو جائے اور اس کی بات درمیان میں رہ جائے۔
زوبیہ اس کی بات ختم ہونے پر سر زور زور سے نفی میں ہلانے لگی۔
"میں۔۔۔ میں نہیں مانتی مما پاپا نے چاہے جو بھی کیا ہو لیکن جو سایہ مجھے نظر آتا ہے وہ وہم نہیں ہے وہ حقیقت ہے۔ میں بیمار نہیں ہوں میں واقعی کسی کو دیکھتی ہوں جو اور کسی کو نظر نہیں آتا۔
یہ دوائیں کسی بیمار کو ٹھیک کر سکتی ہیں لیکن مجھے یہ دوائیں فائدے کی بجائے نقصان پہنچا رہی ہیں۔ مجھے یہاں سے نکال لو خرم پلیز مجھے یہاں سے نکال لو ورنہ میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گی میں پاگل نہیں ہونا چاہتی فار گاڈ سیک'

ہیلپ ی۔" زوبیہ ایک دم ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
خرم بے بسی سے اسے دیکھنے لگا پھر ایک بار پھر اس نے جھوٹی تسلی دینے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا۔
"میں کوشش کروں گا تمہیں نکالنے کی۔ تم پاگل نہیں ہو اور نا ہی تم پاگل ہوگی لیکن اس بات کو مان لو شائستہ خالہ کا عکس کوئی سایہ نہیں بلکہ تمہارا وہم ہے۔" خرم کی بات پر وہ ایک دم بھڑکتے ہوئے بولی۔
"اگر یہ وہم ہے تو مجھے کیسے پتا چلا کہ میرے کالج کی لڑکی کی پاؤں مڑ جانے سے موت واقع ہوگئی ہے جبکہ اس موت کی خبر کسی کو بھی نہیں تھی۔" فوری طور پر خرم کچھ نہیں بولا مگر زوبیہ کو منتظر دیکھ کر ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگا۔
"تم اپنی بے خبری میں جو کرتی ہو وہ تمہیں پتا نہیں چلتا نتاشا کو یا تو تم نے دھکا دیا ہو گا یا تمہارے سامنے وہ گری ہوگی لیکن تمہیں خود نہیں پتا چلتا کہ تم گھر سے کب نکلیں اور کب واپس آئیں۔" زوبیہ عجیب سی نظروں سے خرم کو دیکھتی رہی پھر تلخی سے کہنے لگی۔
"تمہارے دوست حمید کے فادر کے ساتھ میں نے یہی کیا ہے نا۔ اس لیے تم ایسا کہہ رہے ہو پتا نہیں حمید کو اس وقت کیا غلط فہمی ہوئی ورنہ اسے میں نے نہیں شائستہ خالہ نے دھکا دیا تھا اور میری سمجھ میں آگیا ہے انہوں نے ایسا کیوں کیا تھا۔"
"کیوں؟" خرم نے ٹھٹک کر پوچھا۔
"وہ لڑکا بہت ینگ ہے شائستہ خالہ بہت سال پہلے مری تھیں وہ ان کی موت کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا یہ کام اس کے والد نے کیا ہوگا اور شائستہ خالہ کی روح تمہارے دوست کو مار کر اس کے باپ سے بدلہ لے رہی تھی۔" خرم لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا۔
ایک پاگل شخص سے بحث کرنا بے کار تھا وہ تو صرف اسے سچائی سے آگاہ کرنے آیا تھا اور یہ کام وہ کر چکا تھا لہٰذا اب یہاں رک کر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔
"میں اب چلتا ہوں کافی دیر ہوگئی ہے۔" خرم کو جانے کے لیے تیار دیکھ کر زوبیہ کچھ بے چین سی ہوگئی۔
سارا دن ایک کمرے میں بند رہتے رہتے وہ بری طرح گھبرا گئی تھی اس لیے یہ جانتے ہوئے بھی کہ خرم کی گواہی پر وہ آج یہاں قید ہے وہ اس سے ملنے اور بات کرنے لیے تیار ہوگئی۔
لہٰذا اب اسے جاتا دیکھ کر اس پر پھر سے بے چینی سوار ہونے لگی ایک نرس آکر اسے دوبارہ اسی کمرے میں لے جائے گی جہاں کوئی بات کرنے والا بھی نہیں ہوگا۔
"خ۔۔۔ خرم ایک ایک منٹ رکو۔ میں۔۔۔ میں بکواس نہیں کر رہی سچ کہہ رہی ہوں شائستہ خالہ کا قتل ہوا ہے اور مجھے یہ بھی پتا ہے اس کا نام کیا ہے۔" اس کی توقع کے عین مطابق خرم اس کی بات پر رک گیا۔
"کیا نام ہے اس کا؟" خرم اسے بغور دیکھنے لگا اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار نمایاں ہوگئے تھے۔
"اس کا نام۔۔۔ واجد ہے۔" جس طرح وہ سوچ کر بولی تھی اس پر خرم کی پیشانی پر بل پڑ گئے مگر وہ ایک ذہنی بیمار لڑکی کو بھلا کیا کہتا وہ سچ بولے یا جھوٹ یہ اس کے اختیار سے باہر کی چیزیں تھیں پھر وہ بھی کچھ کہے بغیر نہ رہ سکا۔
"سوری زوبیہ تمہارا تکا ٹھیک نہیں لگا۔ حمید کے والد کا نام واجد نہیں ہے۔" خرم یہ کہہ کر رکا نہیں اور فوراً وہاں سے باہر نکل آیا مبادا زوبیہ پھر کوئی بات کہہ کر اسے روک لے۔
اسے صرف زوبیہ کو سچائی سے روشناس کرانا تھا اب یقین کرنا نہ کرنا اس کا مسئلہ تھا ویسے اسے امید تھی زوبیہ سچ جان بھی لے گی تب بھی اس کی ذہنی حالت پر کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا وہ شائستہ خالہ کے خاکے کو دیکھنے کی اتنی عادی ہوگئی ہے کہ اب وہ اس الوژن (Illusion) سے باہر نہیں نکل سکتی۔

☆ ☆ ☆

خرم سے منگنی ٹوٹنے کے بعد نمل کو ایسا لگتا جیسے وہ بالکل قید ہو کر رہ گئی ہو عظمت خلیل کے بہت سارے ملنے والوں نے فون کر کے باقاعدہ اظہار افسوس کیا تھا جس پر عظمت خلیل ان کے سامنے تو مظلوم بنے رہے مگر بعد میں رشیدہ اور نمل پر برستے رہے جن کی وجہ سے انہیں آج دنیا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑ رہا تھا۔
نمل نے ان کی باتوں سے عاجز آکر دوبارہ یونیورسٹی جانے کا ارادہ کیا تھا رشیدہ اس کے فیصلے پر بہت پریشان تھیں کہ اس طرح عظمت خلیل اور بھڑک اٹھیں گے مگر نمل اس ماحول سے تنگ آگئی تھی اسے معلوم تھا عظمت خلیل کا غصہ آسانی سے ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا پھر وہ کیوں وقت ضائع کر رہی ہے مگر رشیدہ کی پریشانی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وہ عظمت خلیل کے صبح جانے کے بعد اپنی یونیورسٹی کے لیے نکل گئی تاکہ انہیں بتانہ چلے۔
حالانکہ یہ کوئی حل نہیں تھا آج نہیں تو کل وہ جان ہی جاتے مگر عظمت خلیل سے وابستہ کسی بھی مسئلے کا کوئی حل تو کبھی ہوتا ہی نہیں تھا اس میں صرف آنکھیں بند کر لینا ہی نمل کو آتا تھا۔
مگر یہاں وہ آنکھیں بند کر کے بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی اس کے سمسٹر قریب تھے اور وہ کوئی چھٹی نہیں کرنا چاہتی تھی پھر بھی یونیورسٹی جاتے وقت وہ خود بھی نروس تھی سب کے ساتھ ساتھ خرم کا سامنا کرنے کے خیال سے وہ عجیب سی ہچکچاہٹ کا شکار تھی مگر اپنے ڈیپارٹمنٹ میں قدم رکھتے ہی اس کی ساری گھبراہٹ ایک دم غائب ہوگئی۔
سمیر اپنے دوستوں کے ساتھ ہی سیڑھیوں پر براجمان تھا نمل پر نظر پڑتے ہی اس نے بڑے بھرپور انداز میں اس کا استقبال کرتے ہوئے نعرہ لگایا۔
"Welcome Back Welcome Back" اس کی دیکھا دیکھی اس کے سارے دوست اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے جو لوگ نمل کی طرف متوجہ نہیں بھی تھے وہ بھی اس پر جوش انداز پر رک کر نمل کو دیکھنے لگے۔
نمل کو سمیر کا یہ انداز بہت زیادہ بھایا تو نہیں تھا البتہ وہ جو سب کی طرف سے ہمدردی بھرے اظہار افسوس کی توقع کر رہی تھی اور یہ سوچ کر اس کی کوفت میں اضافہ ہوئے جا رہا تھا وہ اس استقبال پر ایک دم ہلکی ہوگئی اور زبردستی مسکرا کر یہ ظاہر کرنے لگی کہ وہ ان کے خوش آمدید کہنے کے طریقے پر بہت خوش ہے۔
"اس کارٹون سے جان چھوٹنا بہت بہت مبارک ہو۔" سمیر نے اس کے قریب آکر بڑے تپاک سے مبارکباد دی تو نمل ایک بار پھر صرف مسکرا کر رہ گئی۔
"کیا خیال ہے اس بات پر سیلیبریشن نہ کیا جائے۔" سمیر نے تائیدی انداز میں اپنے دوستوں کی جانب دیکھا تو انہوں نے فوراً ہی تالیوں اور سیٹیوں کے ساتھ سمیر کو رضامندی دے دی مگر اب کی بار نمل خاموشی سے مسکراتی نہیں رہی بلکہ فوراً ہی انکار کرتے ہوئے بولی۔
"نہیں سمیر میں اتنے دنوں بعد آئی ہوں مجھے ابھی صرف پڑھائی پر دھیان دینا ہے۔"
"ارے ہم سیلیبریشن کینٹین میں ہی کریں گے کہیں باہر تھوڑی جائیں گے۔" سمیر نے ماتھے پر آئے بالوں کو جھٹکا دیتے ہوئے خواہ مخواہ اسٹائل جھاڑنے کی کوشش کی۔
"نہیں سمیر پلیز۔" نمل کسی طور پر راضی نہیں تھی۔ کینٹین میں سیلیبریٹ کرنے کا مطلب پوری یونیورسٹی میں خوشی منانا تھا بھلے ہی وہ لوگوں کی ہمدردیوں سے بچنا چاہتی تھی مگر اس طرح تماشا کرنا اسے ہرگز منظور نہیں تھا۔
"ارے بل میں پے کروں گا بلکہ باہر سے کچھ آرڈر کرتے ہیں اور تمہاری اور میری کلاس کے تمام اسٹوڈنٹس انوائیٹڈ ہوں گے۔" سمیر کے باآواز بلند کہنے پر سمیر کے دوست تو کیا آس پاس کھڑے تمام لڑکے لڑکیاں زور زور سے آوازیں نکالتے ہوئے تالیاں پیٹنے لگے۔

نمل اس صورت حال پر زچ ہو کر رہ گئی مگر وہ اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی کہیں کوئی یہ نہ کہہ دے کہ وہ دکھی ہے اس لیے اس کا موڈ خراب ہے البتہ اس نے اپنی سی کوشش ضرور کر ڈالی سمیر کو منع کرنے کی۔

اتنے تماشے کے علاوہ اسے یہ بات بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی کہ سمیر اتنا بڑا بل پے کرے' ان کے بیچ اگر کوئی دوستی نہیں تھی' نہ ہی سمیر اس کی گڈ بک میں تھا خرم کو جلانے کے لیے اس سے بات چیت کر لینا الگ بات تھی مگر سمیر کو وہ اپنے قریب آنے کا موقع اور اجازت ہرگز نہیں دینا چاہتی تھی اور نہ ہی وہ لوگوں پر ایسا کوئی تاثر دینا چاہتی تھی کہ ان کے کوئی گہرے مراسم ہیں جبکہ اگر سمیر نے اس کے لیے سیلیبریشن رکھا تو یہ تو سیدھا سیدھا اسکینڈل بن جائے گا۔

مگر وہاں اتنے لوگ موجود تھے کہ سمیر کے پیزا منگوانے کا شوشا چھوڑتے ہی وہاں ایک شور بلند ہو گیا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی نمل متلاشی نظروں سے سنبل اور رومیلہ کو ڈھونڈنے لگی۔

شاید انہیں بھی اس کے آنے کی اطلاع مل گئی ہو مگر وہ تو نظر نہ آئیں تو نمل خود ہی بھیڑ کو چیرتی اس ہجوم سے نکل آئی۔

سمیر نے پیچھے سے اسے دو تین آوازیں بھی دیں مگر وہ برہم سی بغیر مڑے آگے بڑھتی رہی۔

سنبل اور رومیلہ کلاس میں ہی موجود تھیں اور اسے دیکھ کر بہت خوش ہو گئی تھیں مگر پیریڈ آف ہونے پر اس نے انہیں سمیر کے متعلق بتانا چاہا تو کلاس کی لڑکیوں نے اسے گھیر لیا اور ہمدردی کی آڑ میں جانے کیا کیا سنانے اور جتانے لگیں کہ تبھی ایک لڑکے نے کلاس کے دروازے سے جھانکتے ہوئے چلا کر کہا۔

”لیڈیز اینڈ جینٹل مین' نمل کی منگنی ٹوٹنے کی خوشی میں سمیر نے نمل کی پوری کلاس کو کینٹین میں پیزا کی دعوت دی ہے۔ پیزا کی ڈیلیوری ہو چکی ہے اور بہت مقدار میں ہونے کے باوجود دیر سے آنے والوں کو نہ ملنے کی شکایت ہو سکتی ہے کیونکہ جب مفت کا بٹتا ہے تو سب اگلے چار دن کے کھانے کی کسر ایک ہی وقت میں نکال لیتے ہیں۔ لہٰذا پہلے آئیں اور پہلے پائیں۔“ وہ بالکل اشتہاری انداز میں اعلان کر کے پلٹ گیا اور کلاس میں کھلبلی مچ گئی سب اپنی اپنی بولی بول رہے تھے مگر ایک تبصرہ بڑا واضح تھا۔

”سمیر نے منگنی ٹوٹنے کی خوشی میں اتنے لوگوں کو پیزا کی دعوت دی ہے آخر یہ کیا چکر ہے۔“

سنبل اور رومیلہ ہونق بنی اس ساری صورت حال کو دیکھ رہی تھیں۔

”چلو اٹھو نمل تمہیں تو ضرور چلنا چاہیے تمہارے اعزاز میں اتنی بڑی پارٹی ہے۔“ آسیہ نے اس کے قریب آکر پرجوش انداز میں کہا ان سب کو فی الحال مفت کا پیزا کھانے میں دلچسپی تھی باقی ساری باتیں تو بعد میں بھی ہو سکتی تھیں ایسا نہ ہو کہ کہیں پیزا ختم ہو جائے اور وہ لوگ ہونٹوں پر زبان پھیرتے رہ جائیں کچھ لوگ تو سالوں کے بھوکوں کی طرح کلاس سے باقاعدہ بھاگے تھے۔

”اٹھو نا“ آسیہ نے گھرکا تو نمل تپ گئی۔

”مجھے نہیں جانا تم ہی کھاؤ۔“

”میں تو کھانے جا رہی ہوں مگر تم ساتھ چلو گی تو زیادہ اچھا لگے گا۔“ وہ صاف گوئی سے بولی۔

”مجھے نہیں جانا سمجھ میں نہیں آرہا کیا“ نمل چیخ پڑی۔

”یہ ڈراما کس خوشی میں کر رہی ہو کیا مجھے نہیں پتا کہ تم خرم سے منگنی پر بالکل خوش نہیں تھیں اور کیوں نہیں تھیں یہ اندازہ بھی کافی پہلے ہو گیا تھا جب فیس بک پر رومیلہ کے ولیمے کی Pics سمیر نے ڈالی تھیں۔ گویا تم نے سمیر کو بلایا تھا حالانکہ خرم کا شادی میں آنا تمہیں بہت برا لگا تھا۔“ آسیہ سفاکی سے بولی نمل کا بس نہیں چل رہا تھا اس کے منہ پر تھپڑ مار دے اسے بے تحاشا غصے میں دیکھ کر سنبل نے اس کا ہاتھ ہلکے سے دباتے ہوئے گویا اسے

خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود بڑی سنجیدگی سے کہنے لگی۔

”آسیہ کسی بھی لڑکی کے لیے منگنی ٹوٹنا کوئی خوشگوار واقعہ نہیں ہو سکتا' چاہے وہ منگنی اس کی مرضی سے ہوئی ہو یا بغیر مرضی کے۔ لہٰذا ایسے المیہ کو سیلیبریٹ کرنا اور اس پر خوشی منانا نہایت غیر مہذب اور نامناسب بات ہے۔ سمیر یہ سب اس لیے کر رہا ہے کہ وہ خرم کا مخالف ہے اور اسے خرم کو ذلیل کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ یہ خرم اور سمیر کی لڑائی ہے اس میں نمل کو بیچ میں مت گھسیٹو۔

جس طرح خرم بغیر انویٹیشن کے رومیلہ کی شادی میں آگیا تھا اسی طرح اگلے دن سمیر بھی بن بلائے آگیا خرم کو تپانے کے لیے۔ ابھی بھی وہ یہ سب خرم کو تپانے کے لیے کر رہا ہے تمہیں پیزا کھانے جانا ہے تم جاؤ اور کھاؤ۔ لیکن ہم لوگ گھر جا رہے ہیں ہم اتنا تماشا بننا برداشت نہیں کر سکتے۔!“ سنبل نے کہنے کے ساتھ ہی ~~ان دونوں کو~~ ان دونوں کو چلنے کا اشارہ کیا۔

نمل ایک سلگتی ہوئی نظر آسیہ پر ڈال کر کلاس سے باہر نکل گئی اس کے ساتھ سنبل اور رومیلہ بھی تھیں نمل کے کانوں میں آسیہ کے جملوں کی بازگشت ہو رہی تھی سمیر جیسے گھٹیا شخص کے ساتھ اس کا نام لیا جا رہا تھا اس کا خون کھول کر ابلنے لگا تھا۔

مگر یہ سب اس کا اپنا کیا دھرا تھا بھلے ہی سنبل نے آسیہ کے سامنے سمیر کی رومیلہ کے ولیمے میں موجودگی کو اس کا خود ساختہ عمل قرار دے دیا تھا مگر وہ تو سچائی سے واقف تھی۔ اس نے خود ہی سمیر کو بڑھاوا دیا تھا جو آج وہ اس طرح اسے اپنی دشمنی میں مہرے کی طرح استعمال کر رہا تھا۔

خرم کو نیچا دکھانے کا کیا بہترین طریقہ نکالا تھا سمیر نے۔

نمل سلگتے ذہن کے ساتھ تیز تیز چلتی جا رہی تھی کہ اپنے ساتھ چلتی سنبل اور رومیلہ کو ٹھٹکتا دیکھ کر وہ بھی رک کر انہیں دیکھنے لگی ان دونوں کی نظریں ایک ہی نکتہ پر مرکوز تھیں۔

نمل نے غیر ارادی طور پر ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو خود بھی ٹھٹک گئی ان سے کافی فاصلے پر خرم سینے پر ہاتھ باندھے اپنی تمام تر وجاہتوں کے ساتھ نا صرف موجود تھا بلکہ اسی کی جانب متوجہ بھی تھا۔

نمل کو رکتا دیکھ کر وہ ایک ایک قدم اٹھاتا عین اس کے سامنے آکھڑا ہوا اور ایک ایک لفظ چبا کر پوچھنے لگا۔

”کیا یہ سیلیبریشن تمہاری مرضی سے ہو رہا ہے۔“ نمل اس کے انداز پر جانے کیوں کچھ نروس سی ہو گئی شاید اس لیے کہ اس کے تیور بڑے جارحانہ تھے۔

وہ کچھ بول نہ سکی تو رومیلہ جھنجھلا کر کہنے لگی۔

”کیا ہو گیا ہے خرم آپ کو۔ بھلا نمل ایسی گھٹیا حرکت کیوں کرے گی۔“ ”سمیر کا کہنا ہے کہ اسے پتا تھا آج نمل آنے والی ہے لہٰذا اس نے پیزا کا آرڈر پہلے سے دے رکھا تھا تبھی تو ایک گھنٹے میں اتنے پیزا آگئے ہیں کہ جو اسٹوڈنٹس انوائیٹڈ نہیں تھے وہ بھی گھس گئے ہیں۔“ خرم کو بغیر وہاں جائے ساری اطلاعات مل گئی تھیں۔

اس کا تو دل چاہ رہا تھا ابھی جا کر سمیر سے دو دو ہاتھ کر لے مگر اس وقت اسے سمیر سے زیادہ غصہ نمل پر آرہا تھا۔

اس کے سوال پر نمل بھی ہونٹ بھینچ کر رہ گئی جبکہ رومیلہ پہلے زیادہ چڑے ہوئے انداز میں بولی۔

”خرم کراچی میں اتنے پیزا پوائنٹس ہیں کہ ایک گھنٹے میں اس سے ڈبل بھی آجائیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ یہ سب اس نے ایک ہی جگہ سے نہیں منگوایا ہو گا کئی جگہ سے ایک ساتھ آرڈر کیا ہو گا۔ بجائے ان ساری باتوں کو سمجھنے کے آپ نمل پر چڑھائی کرنے آئے ہیں حالانکہ آپ دونوں کی دشمنی کی وجہ سے آج نمل کا اس طرح تماشا بن رہا ہے۔“ رومیلہ کو اس صورت حال نے سخت اذیت میں مبتلا کیا تھا تبھی وہ بھنا کر بولی تو خرم بھی تپ کر کہنے لگا۔

"میری اور سمیر کی دشمنی کی وجہ سے یہ نہیں بھگت رہی بلکہ اس نے تو بہت فائدہ اٹھایا ہے اس دشمنی کا سارا… نے خود اس گھٹیا انسان کو اپنے قریب آنے کا موقع دیا ہے اب اگر وہ اپنی اصلیت پر اتر آیا ہے تو نمل کو لگ رہا ہے کہ اس کا تماشا بن رہا ہے۔" خرم کی بات پر رومیلہ ایک دم لاجواب ہوگئی۔

خود نمل بھی تھوڑی دیر پہلے یہی سوچ کر کڑھ رہی تھی مگر اب یہی بات خرم کے منہ سے سن کر نمل تڑپ اٹھی اس لیے جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں سمیر' آسیہ' یہاں تک کہ عظمت خلیل کے لیے بھی جو غصہ تھا ان سب کی کھولن نے زہر بھر دیا تھا۔

"ہاں یہ سب میری مرضی سے ہو رہا ہے میں نے خود سمیر کو اپنے قریب آنے کا موقع دیا ہے اس لیے نہیں کہ وہ تمہارا دشمن ہے اور میں تمہیں جلانا چاہتی تھی۔ بلکہ اس لیے کہ وہ مجھے بہت پسند ہے کیونکہ وہ تم سے لاکھ گنا بہتر ہے تم تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہو" رومیلہ اور سنبل ہکابکا کھڑی نمل کو سن رہی تھیں۔

انہیں علم تھا نمل یہ سب صرف غصے میں بول رہی ہے ایک تو وہ پہلے ہی پی ہوئی تھی اس پر خرم اس سے صفائی مانگنے آگیا نمل کے لیے گویا خود پر قابو رکھنا مشکل ہوگیا۔

اس کا کہا ایک ایک لفظ تیر کی طرح جا کر خرم کو لگا تھا اس کا غصہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا اپنے لیے اس کے دل میں اتنی نفرت دیکھ کر خرم سناٹے میں چلا گیا۔

اسے معلوم تھا وہ اسے پسند نہیں کرتی۔

اسے معلوم تھا وہ اس سے سخت خائف ہے۔

اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ سمیر کے لیے بھی کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتی۔

لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ اس سے اتنی نفرت کرتی ہے کہ اس کے مقابلے میں سمیر کو ترجیح دے سکتی ہے۔ جو یونیورسٹی میں اسے اپنے حریف کو نیچا دکھانے کے لیے استعمال کر رہا ہے اس کی تعریف کر سکتی ہے۔

آج جبکہ خرم اس کی خوشی کی خاطر اس کی راہ سے خود ہی دور چلا گیا ہے تو آج بھی وہ اس کا موازنہ سمیر جیسے چھچھورے بندے کے ساتھ کر سکتی ہے۔

کتنی ہی دیر وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر اسی خاموشی سے پلٹ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

نمل جیسے کسی نیند سے جاگ اٹھی جب وہ یہ سب بول رہی تھی تب بھی اس کے دماغ کا کوئی کونا اسے یہ سب کہنے سے روک رہا تھا مگر خرم کے خاموشی سے چلے جانے پر وہ ششدر رہ گئی۔ اس نے تو کچھ کہا ہی نہیں کوئی بحث کوئی جھگڑا کوئی تا دلیل کچھ بھی نہیں۔

وہ گم سم سی اپنی جگہ کھڑی رہی کہ تبھی سنبل نے دونوں بت بنی نمل اور رومیلہ کا ہاتھ پکڑا اور بغیر کچھ کہے آگے بڑھنے لگی تو وہ بھی چپ چاپ اس کے ساتھ گھسٹنے لگیں۔

☼ ☼ ☼

نمل پر عجیب سی کیفیت چھائی تھی خرم تو خاموشی سے چلا ہی گیا مگر سنبل اور رومیلہ تک نے اسے ایک لفظ نہیں کہا حالانکہ وہ چاہ رہی تھی کہ سنبل اس پر غصہ کرے رومیلہ اسے باتیں سنائے مگر ان دونوں نے چپ سادھ لی تھی۔

ان سب کا رویہ مل کر اسے شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل رہا تھا اپنی خجالت کم کرنے کے لیے وہ تھک کر بس یہ سوچنے پر مجبور ہوگئی تھی کہ خرم کو آخر ضرورت کیا تھا اس وقت اس کے سامنے آنے کی جب اس کا غصے سے برا حال تھا اور اس کا اپنی زبان پر قابو نہیں تھا۔ لہٰذا ساری غلطی خرم کی تھی کہ اس نے نمل کو نہایت غلط وقت پر چھیڑا تھا۔

رات کے گیارہ بجے وہ اپنے کمرے میں لیٹی چھت کو گھورتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ ایک ان نون ـــــــ نمبر دیکھ کر پہلے تو نمل نے سوچا کہ کال اٹینڈ نہ کرے لیکن پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے فون کان سے لگا لیا مگر دوسری طرف خرم کی آواز سن کر وہ ایک دم اٹھ بیٹھی۔

"ہیلو نمل میں خرم بات کر رہا ہوں تمہارے پاپا کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے تم فوراً" نیچے آجاؤ میں گیٹ کے باہر ہی موجود ہوں۔"

"کیا!" نمل کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"آہستہ بولو آنٹی کو پتا نہیں چلنا چاہیے وہ پریشان ہوجائیں گی وہ ہسپتال میں ہیں تمہیں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہوگا۔" نمل حواس باختہ سی بستر سے اتر آئی اور دوپٹہ اوڑھتے اور چپل پاؤں میں اڑستے ہوئے وہ ایک سانس میں پوچھے جا رہی تھی۔

"کون سے ہسپتال میں ہیں پاپا؟ کیا ہوا ہے انہیں؟ تمہیں کیسے خبر ہوئی؟" وہ اتنی ہراساں تھی کہ خرم کو جواب دینے کا موقع دیے بغیر گیٹ تک آگئی خرم نے اس کے دو تین سوالوں کا جواب دیا بھی تھا مگر وہ سننے کے ہوش میں ہی نہیں تھی۔

چوکیدار اسے اتنی رات گئے گھر سے نکلتا دیکھ کر پریشان ہوتا اس کے قریب چلا آیا مگر وہ اسے تفصیل بتانے کے حق میں نہیں تھی خرم کی گاڑی گھر کے گیٹ کے پاس ہی کھڑی تھی خرم بھی اسے چوکیدار سے بات کرتا دیکھ کر گاڑی سے اتر آیا جو کہہ رہی تھی۔

"خاندان میں کچھ ایمرجنسی ہوگئی ہے میں تھوڑی دیر میں گھر آجاؤں گی۔" خرم کو دیکھ کر چوکیدار نے مزید کوئی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

اسے ابھی تک یہی پتا تھا کہ خرم اس کا منگیتر ہے منگنی ٹوٹ چکی ہے اس بات کا اسے کوئی علم نہیں تھا اور اتنی رات گئے زندگی میں پہلی بار وہ اتنی پریشان شکل لیے ایمرجنسی کا بول کر گھر سے جا رہی تھی تو اس کے یقین نہ کرنے کی بھی کوئی تک نہیں تھی۔

نمل تیزی سے خرم کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی خرم نے بھی سنسان سڑکوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گاڑی فل اسپیڈ پر دوڑانی شروع کردی۔

"کیسے ہوا ہے ایکسیڈنٹ؟ کیا وہ گاڑی میں تھے؟"

"ہوں۔" خرم نے پوری توجہ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

"تو کیا تم نے انہیں دیکھا ہے وہ کون سے ہسپتال میں ہیں؟" نمل کے پوچھنے پر خرم ایک بار پھر مختصراً" بولا۔

"نہیں۔"

"تمہیں کس نے اطلاع دی؟ تم نے اس سے پاپا کی حالت نہیں پوچھی؟" نمل کچھ زچ ہو کر بولی۔

"آں ـــ تھوڑی دیر میں تمہیں سب پتا چل جائے گا۔ تھوڑی دیر خاموشی سے بیٹھ کر دعا کرلو۔" خرم کا انداز کچھ ٹالنے جیسا تھا نمل ٹھٹک کر اسے بغور دیکھنے لگی جسے خرم نے فوراً" ہی محسوس کرلیا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔" خرم نے ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈالی۔

"کیا وہ بہت سیریس ہیں؟" نمل کے لہجے میں خوف نمایاں تھا خرم کچھ متذبذب سا ہوگیا۔

"وہ زندہ تو ہیں نا۔" نمل کو اپنی آواز خود عجیب لگی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔" خرم چڑ گیا۔

"تو تم کچھ بتا کیوں نہیں رہے۔" نمل خاصی اونچی آواز میں بولی تو خرم بڑبڑانے والے انداز میں بولا۔

"میں تو سمجھتا تھا تمہیں اپنے باپ سے کوئی محبت نہیں ہوگی مگر تمہارا ری ایکشن تو میری توقع کے برعکس

ہے۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔" نمل جھنجلائی مگر اس بار خرم خاموش ہی رہا تو نمل جیسے خائف ہو کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک بار پھر خرم کی طرف الجھن بھری نظروں سے دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں وہ کون سے ہسپتال میں ہیں کچھ تو بتاؤ۔" خرم اب کی بار بالکل خاموش رہا تو نمل ایک ایک لفظ چبا کر کہنے لگی۔

"تم نے مجھے جھوٹ بول کر بلایا ہے ان کا کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا ہے۔" خرم اب بھی خاموش رہا تو نمل نے بے اختیار اسٹیرنگ اپنی طرف موڑتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"مجھے ابھی اور اسی وقت میرے گھر چھوڑ کر آؤ خرم ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گی۔" نمل کی اس اچانک حرکت سے گاڑی بری طرح بے قابو ہو گئی تھی مگر سڑک سنسان ہونے کے باعث کسی ہولناک حادثے سے محفوظ رہی۔

"نمل کیا ہو گیا ہے تمہیں پاگل تو نہیں ہو گئیں۔" ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ کو سنبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے نمل کو قابو کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"تم نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے یہ تو سی ویو آگیا ہے تم مجھے کوئی اسپتال لے کر نہیں جا رہے مگر میں تمہیں بتا دوں میں تمہیں تمہارے ناپاک ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گی میں اسی سمندر میں کود کر جان دے دوں گی۔"

"شٹ اپ۔" نمل کی بات پر خرم دھاڑ کر بولا تو وہ ایک دم سہم گئی۔

اس وقت خرم نے بھی گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی اور اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر گیا دروازے کو پوری قوت سے اپنے پیچھے بند کر کے وہ گھوم کر نمل کی طرف آیا اور اس کا دروازہ کھول کر بڑے جارحانہ انداز میں بولا۔

"اترو۔" نمل سن ذہن کے ساتھ سیٹ میں دبکی رہی تو خرم نے خود ہی اس کا بازو پکڑ کر اسے اتنی زور سے کھینچا کہ وہ اس کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔

گاڑی سے باہر آتے ہی ماحول کی ہیبت پوری طرح اس پر طاری ہو گئی سی ویو کا یہ ایریا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا خاموشی اتنی گہری کہ ہواؤں کی سرسراہٹ پر کسی آندھی کی آواز کا گمان ہو رہا تھا۔ ارد گرد اتنا سناٹا تھا کہ کوئی بلی کا بچہ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

نمل نے شور مچانا چاہا مگر آواز کہیں گم ہو گئی تھی اس نے اپنا بازو چھڑوانا چاہا مگر ہاتھ میں اتنی سکت ہی نہیں تھی کہ وہ خرم کی فولادی گرفت کا مقابلہ کر سکتی۔

وہ بے بسی سے اس کے ساتھ کھنچتی پتھروں تک آگئی جہاں سے اندھیرے میں ڈوبا سیاہ سمندر صاف دکھائی دے رہا تھا مگر نمل کی نظریں سمندر کے قریب جمی محفل پر جا کر ٹک گئیں۔

ساحل کے بالکل قریب گیلی ریت پر لکڑیوں کے ذریعے آگ روشن کر کے چار پانچ لڑکے لڑکیوں کے جوڑے نہایت واہیات حلیے میں بے ہودہ ناچ میں مست تھے۔

ہواؤں کا رخ کچھ ایسا تھا کہ موسیقی کی آواز نمل تک نہیں پہنچ رہی تھی مگر ڈیک کی موجودگی اور لڑکے لڑکیوں کے ہاتھ میں موجود بڑے بڑے چھلکتے جام چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ ایسی حرام افعال اور اشیاء پر مبنی محفل موسیقی کے بغیر ہرگز مکمل نہیں ہو سکتی۔

"ان لڑکوں کو پہچانتی ہو۔" خرم نے اسے بغور ان لوگوں کو دیکھتا دیکھ کر پوچھا تو نمل جیسے ایک دم ہوش میں آگئی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے پہچاننے کی چھوڑو مجھے۔"

"یہ سمیر اور ان کے دوست ہیں۔" خرم ایسے بولا جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔

خرم کی بات پر نمل لمحہ بھر کے لیے چونکی پھر تنک کر بولی "تو میں کیا کروں۔" نمل کا خون کھولنے لگا تھا سمیر کا نام سن کر۔

اس کے سمجھ میں آگیا تھا خرم اسے یہاں سمیر کی اصلیت دکھانے کے لیے لایا ہے کہ وہ اسے اس حال میں دیکھے اور جان لے کہ وہ کتنا گرا ہوا شخص ہے۔

لیکن وہ تو اس سے متاثر تھی ہی نہیں جو سمیر کی حقیقت کھولنا ضروری ہوتا وہ تو جل بھن گئی تھی اس کے اس فعل پر۔

"تم صرف اتنا کرو کہ اپنا غصہ ایک طرف رکھ کر غور سے اس پیلے ٹراؤزر والے کی شکل دیکھ لو تو شاید تمہیں یاد آجائے کہ تم اسے بہت اچھی طرح جانتی ہو۔" خرم سپاٹ لہجے میں بولا۔

نمل نے اس لڑکے کو دیکھنا چاہا مگر روشنی اتنی نہیں تھی کہ پہچان پاتی مگر اسی وقت وہ لڑکا رقص چھوڑ کر چادر پر رکھی ایک اور ڈرنک اٹھانے آیا اب وہ آگ کے اتنے قریب تھا کہ اس کا پورا وجود روشن ہو گیا۔

نمل کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا وہ اس شخص کو کبھی نہیں بھول سکتی تھی چاہے اس بات کو کتنا ہی وقت گزر جائے۔

بہت پہلے کی بات تھی جب ایک لڑکا اس سے ٹکرایا تھا اور اس نے اپنی پوری کولڈ ڈرنک نمل پر الٹ دی تھی خرم نے آکر اس شخص کی پٹائی بھی کی تھی مگر نمل خرم پر ہی پل پڑی تھی۔

کیونکہ اس کا خیال تھا خرم نے اس کے سامنے ہیرو بننے کے لیے یہ سارا ڈراما رچایا تھا بات اگر صرف یہیں ختم ہو جاتی تو بھی قابل فراموش تھی مگر کسی نے اس سارے تماشے کی ویڈیو بنا کر فیس بک میں ڈال دی تھی۔

اس لڑکے کا نمل سے ٹکرانا اور نمل کا پورا بھیگ جانا جانے کتنے لوگوں نے دیکھا تھا نمل کا یہ سوچ کر کئی ہفتوں تک دل خون ہوتا رہا تھا۔

اور آج وہی لڑکا یہاں سمیر کے ساتھ تھا سمیر اس سے کچھ بات کرنے اس کے نزدیک آگیا تھا سمیر کا چہرہ بھی روشنی میں ہونے کے باعث با آسانی پہچانا جا سکتا تھا دونوں کسی بات پر تالی مار کر خباثت سے ہنس رہے تھے۔

نمل دم بخود انہیں دیکھ رہی تھی جبکہ خرم اس کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے رسانیت سے کہنے لگا۔

"یہ سمیر کا کزن ہے جو لاہور میں رہتا ہے فطرت اور عادت میں یہ سمیر جیسا ہی ہے لہٰذا سمیر کے کہنے پر اس نے وہ سارا ڈراما کیا تھا اور پہلے سے کیمرہ تیار رکھ کر وہ مووی سمیر نے ہی بنا کر فیس بک میں ڈالی تھی۔

اس لڑکے کو یونیورسٹی میں اتنا ڈھونڈا گیا تھا لیکن وہ یہاں ہوتا تو ملتا نا۔ آج کل یہ لاہور سے آیا ہوا ہے ان کے گروپ میں ایک لڑکی ہے۔ شیلی جو خواہ مخواہ مجھ سے دوستی کرنے کی کوششیں کرتی رہتی ہے۔ اسی نے فون کر کے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے بتایا تھا کہ وہ لڑکا جسے ایک زمانے میں بہت تلاشا گیا تھا۔ سمیر کا کزن ہے اور یہاں سی ویو کے اس پوائنٹ پر سمیر کے ساتھ موجود ہے۔

میں اسی وقت گھر سے نکل گیا اور تمہیں لیتا ہوا سیدھا یہاں پہنچا ہوں۔ اس کے لیے ایک جھوٹ بھی بولنا پڑا کیونکہ عام حالات میں تم میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار نہیں ہوتیں۔" خرم رک کر نمل کی شکل دیکھنے لگا جس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

خرم با آسانی محسوس کر سکتا تھا کہ اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھوم رہا ہو گا جب یہ ذلیل شخص نہایت گھٹیا انداز میں نمل سے ٹکرایا تھا۔ خرم کچھ دیر اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر خود ہی کہنے لگا۔

"تم سوچ رہی ہوگی ضروری نہیں یہ سمیر کا کزن یا دوست ہو۔ ہو سکتا ہے تم اسے بھی میری کوئی سازش سمجھ رہی ہو۔ تو خود سوچو کہ وہ مووی اتنی مشہور ہوئی تھی کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ سمیر نے نہ دیکھی ہو پھر اس نے اس شخص کو اپنی محفل میں کیوں شامل کیا۔

کیا سمیر کی نظر میں وہ حادثہ اتنا معمولی تھا کہ سمیر نے اسے فراموش کرتے ہوئے اس گھٹیا شخص کو اپنی پارٹی میں انوائٹ کرلیا یا پھر سمیر کو اس کا چہرہ سرے سے یاد ہی نہیں رہا تب ہی اس سے دوستی کرلی۔

اگر تمہارے ذہن میں یہ سارے شک و شبہات ابھر رہے ہیں تو بتادو' میں انہیں بھی دور کردیتا ہوں۔" خرم بڑے پرسکون انداز میں پوچھ رہا تھا۔

کیونکہ یہ کام اس کے لیے بالکل مشکل نہیں تھا۔ خرم نے شیلی کا تذکرہ بڑے سرسری انداز میں کیا تھا۔ ورنہ سچ تو یہ تھا کہ شیلی ایک زمانے سے خرم کی دوستی کی خواستگار تھی۔

مگر ایک تو خرم کو لڑکیوں سے دوستی کرنے کا شوق نہیں تھا۔ دوسرے وہ خرم کے ٹائپ کی بھی نہیں تھی۔ سمیر کے گروپ کی ایک نہایت آزاد خیال جسے خرم اپنی زبان میں دو نمبری لڑکی کہتا تھا۔ ایسی لڑکیوں کو وہ اپنے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتا تھا۔ اب جب سے خرم کی منگنی ٹوٹنے کے متعلق شیلی نے سنا تھا وہ اس سے خوامخواہ کی ہمدردیاں جھاڑنے لگی تھی۔ آج کی سمیر کی پارٹی پر وہ باقاعدہ اظہار افسوس کرنے آئی تھی اور کیونکہ تب تک اس کے اور نمل کے بیچ وہ بحث ہوچکی تھی۔ لہٰذا خرم نے غصے میں اسے بری طرح جھڑک دیا تھا۔

اسی لیے اس وقت رات میں جب سمیر کی پارٹی میں شیلی نے سمیر کے ساتھ اسی لڑکے کو دیکھا جس کی وجہ سے نمل نے خرم کو تھپڑ مارا تھا تو وہ اس کا تعارف حاصل کرنے کو بے چین ہوگئی اور یہ جان کر کہ وہ سمیر کا کزن ہے اور لاہور میں رہتا ہے۔ اس نے فوراً" چپکے سے خرم کو فون کردیا اور یہاں تک دعوا کردیا کہ وہ اسے یقین دلانے کے لیے سمیر اور اس کے کزن کی بچپن کی تصویریں تک نکلوا سکتی ہے۔

جو کہ واقعی شیلی کے لیے مشکل نہیں تھا۔ وہ ذرا سا اس کے کزن کے سامنے مسکرا دیتی اور وہ یہ جانے بغیر کہ وہ ایسا کیوں کررہی ہے اپنا پورا بائیو ڈیٹا اسے پکڑا دیتا۔

اسی لیے خرم نے بھی اتنے یقین سے کہہ دیا مگر نمل نے تو جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ وہ ایک سکتے کے عالم میں سمیر اور اس کے کزن کو دیکھ رہی تھی جو ایک بار پھر لڑکیوں کے سامنے رقص میں مشغول ہوگئے تھے۔

ان کی حرکتیں اور انداز دیکھ کر نمل کو اپنے آپ سے کراہیت آرہی تھی کہ اس شخص نے اسے چھوا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اس شخص کو قتل کردے۔

مگر اچانک اس خواہش پر ایک دوسری کیفیت طاری ہوگئی۔ خرم اس وقت اس شخص کو سبق سکھانے کے لیے آگے بڑھا تھا اور اس کی اچھی خاصی درگت بھی بنادی تھی۔ مگر نمل نے مداخلت کرکے نا صرف اسے بچالیا تھا بلکہ خرم کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا تھا کیونکہ وہ اس ساری صورت حال کا ذمہ دار اسے ہی سمجھ رہی تھی۔

چنانچہ اس وقت اس لڑکے سے زیادہ اسے خرم پر غصہ آیا تھا اور اب اس لڑکے لیے نفرت محسوس کرنے سے زیادہ وہ خرم کے لیے شرمندگی محسوس کررہی تھی۔

کتنا ذلیل کیا تھا اس نے خرم کو' حالانکہ یہ سب سمیر کا کیا دھرا تھا اور سمیر نے وہ مووی فیس بک پر ڈال دی۔ پوری یونیورسٹی میں اس نے خرم کو خوار کرکے رکھ دیا مگر بدلے میں خرم نے کیا کیا اس کے ساتھ؟

ایک زبردستی کی منگنی جسے خود ہی اس نے توڑ بھی دیا۔ حالانکہ یہ فیصلہ خرم کے لیے آسان نہیں ہوگا پھر بھی اس نے نمل کو اس طوق سے آزاد کردیا۔

(باقی آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔۔۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔۔۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔۔۔ اور ایسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔۔۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔۔۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔۔۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔۔۔ اب آگے پڑھیں۔

— ۳۹ —

انتالیسویں قسط

نمل! تم ٹھیک تو ہو نا۔" خرم نے اسے چونکاتے ہوئے کہا تو نمل آنکھوں میں آئی نمی کو تیزی سے پلکیں جھپک کر پینے کی کوشش کرنے لگی۔

خرم کچھ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ اسے امید نہیں تھی کہ سمیر کو اس سارے کھیل کا ذمہ دار دیکھ کر نمل کو اتنا صدمہ ہوگا۔ وہ جانتا تھا وہ سمیر کو صرف اسے جلانے کے لیے اہمیت دیتی ہے۔ پھر اسے ایسی تکلیف کیوں ہورہی ہے اس کی اصلیت کھلنے پر۔

"کیا تمہیں سمیر کی فطرت کا ذرا بھی اندازا نہیں تھا جو تم اتنی حیران ہو رہی ہو وہ تو ایسا ہی ہے گھٹیا اور کم ظرف اور یہ بات ساری یونیورسٹی جانتی ہے۔" خرم کچھ حیران حیران سا گویا ہوا۔

تو نمل جو ایک ٹرانس کے عالم میں ساکت کھڑی تھی ایک دم چونک اٹھی اپنی دھندلائی ہوئی آنکھوں سے اس نے خرم کو دیکھا تو اس کے چہرے پر تعجب پھیلا دیکھ کر وہ زچ ہو کر بولی۔

"یہ بات میں بھی بہت اچھی طرح جانتی ہوں اور مجھے اس کی اصلیت جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے تو پھر اس کی حقیقت کھلنے پر میرے دکھی یا حیران ہونے کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا۔" نمل کو یہ سوچ کر ہی کوفت ہو رہی تھی کہ خرم یہ سمجھ رہا ہے کہ اسے سمیر کے متعلق یہ انکشاف ہونے پر دکھ ہو رہا ہے وہ کیا اتنی ہی فالتو ہے جو ایسے لوگوں کے لیے اپنا دل دکھانے لگے، ہاں البتہ اسے خرم کے ساتھ کی گئی زیادتی پر شرمندگی ضرور محسوس ہو رہی تھی مگر اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس سے معذرت کس طرح کرے۔

"اچھا یونیورسٹی میں تو اس کی بڑی تعریفیں کر رہی تھیں۔" نمل کا رکھائی سے بولنا خرم کو تپا گیا تھا وہ بھی قدرے تلخی سے بولا تو نمل کو اپنے الفاظ ایک دم یاد آگئے۔

وہ ایک بار پھر جیسے شرمندگی کی گہری کھائی میں گر گئی جو کچھ اس نے آج صبح کہا تھا اس کے غلط ہونے کا احساس اسے اس وقت بھی تھا بلکہ ایک طرح سے آج کا سارا دن وہ اپنی کہی بات پر ماتم کرتے ہی گزارتی رہی تھی۔

لیکن اب سمیر کی ایک اور خامی جاننے کے بعد اس کی خجالت سوگنا بڑھ گئی تھی۔ کتنا گھٹیا انسان تھا وہ جو نمل کو تماشا بنا تا رہا اپنے دشمن کو ذلیل کرنے کے لیے۔

پہلے اس نے نمل کے پاس اپنے اس خبیث کزن کو بھیج دیا کہ وہ جا کر اس کے ساتھ نازیبا حرکت کرے پھر خود ہی اس کی مووی بنائی تاکہ تمام لوگ اس بے ہودگی کو دیکھ کر لطف اندوز ہوں۔

اور آج نمل کی منگنی ٹوٹنے کی خوشی میں اتنا پیسہ خرچ کر سب کو پیزا کھلانے بیٹھ گیا تاکہ یونیورسٹی میں پورے جوش و خروش کے ساتھ اس کا نام سمیر کے ساتھ لیا جانے لگے۔

واقعی کسی بھی دشمن کے لیے اس سے بڑی شکست اور کیا ہوگی کہ اس کی منگیتر منگنی ٹوٹتے ہی اس کے حریف کے ساتھ مل کر خوشی کے طور پر پارٹی منا رہی ہے۔

اس نے خرم کو تو ذلیل کر دیا تھا مگر اس نے نمل کو بھی بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی آج کی اس کی اس حرکت کے بعد تو یونیورسٹی میں سمیر اور نمل کے متعلق جو نہ کہا جائے وہ کم تھا۔

ایک بار پھر نمل کا خون کھولنے لگا اس کا دل چاہا وہ ابھی جا کر ایسا ہی ایک کرارا سا تھپڑ سمیر کے منہ پر مار دے جیسا اس نے خرم کو مارا تھا اور واقعی انجام کی پروا کیے بغیر اس نے قدم آگے بڑھا دیے کہ بروقت خرم نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے ڈپٹ کر کہا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" وہ اس کے ارادے بھانپ گیا تھا۔

"چھوڑو مجھے میں......"

"ان لوگوں کو سبق سکھاؤ گی جیسا مجھے سکھایا تھا۔" خرم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے درشتگی سے جملہ مکمل کیا تو نمل جو شاید یہ بات کبھی نہ کہہ پاتی ایک دم روانی میں بول گئی۔

"میں نے بہت بڑی غلطی کی جو میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا! اور تمہیں اس شخص کو مارنے سے روک لیا تم جو اس کے ساتھ کر رہے تھے بالکل ٹھیک کر رہے تھے کاش کہ میں تمہیں نہ روکتی۔" نمل کے منہ سے الفاظ نہیں نکلے تھے بلکہ جاروں اور ٹھنڈی پھوار برسنے لگی تھی۔

خرم کو لگا جیسے اس کے اندر ایک آگ دہک رہی تھی جانے کب سے وہ انجانے میں اس آگ میں جلے جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس میں جلنے کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ اسے احساس ہی نہیں رہا تھا اور وہ جلن اس کے وجود کا حصہ بن گئی تھی۔ مگر ایک طویل عرصے بعد اس کھولن پر کسی نے ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار برسا دی کہ نا صرف وہ جلن ختم ہو گئی بلکہ ایک تپتے صحرا میں اچانک موسم بہار آگئی۔ وہ بے خود سا اسے دیکھے گیا تھا کیا تھی یہ لڑکی جس کے منہ سے نکلی ایک بات نے اس کے اندر کا سارا ماحول تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔

اسی لیے جب وہ بولا تو اس کا لہجہ بالکل دھیما اور پرسکون تھا۔

"نہیں تم نے کوئی غلطی نہیں کی۔ تم نے جو کیا بالکل ٹھیک کیا اگر تم اس وقت مجھے نہ روکتیں تو میں اس وقت اتنے غصے میں تھا کہ میں اسے قتل کر دیتا۔"

"اچھا ہی ہوتا کہ وہ قتل ہو جاتا ایسے لوگوں کے پاس جینے کا کوئی حق نہیں۔" نمل بدستور سمیر اور اس کے کزن کو دیکھتے ہوئے پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

"کسے جینے کا حق ہے اور کسے نہیں' یہ طے کرنے کا حق کسی انسان کے پاس نہیں ہے جب تم مجھے اس سارے عمل کا ذمہ دار سمجھ رہی تھیں تب تمہارا میرے بارے میں بھی یہی خیال ہو گا کہ مجھے جینے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن سچ سامنے آنے کی صورت میں تم مجھے زندہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں تو پھر کسی کے مرجانے کا فیصلہ کرنے کا اختیار تمہارے پاس کیسے ہو سکتا ہے۔" خرم بڑے پرسکون انداز میں بول رہا تھا نمل اپنا سارا غصہ بھول کر ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی مگر خرم سے اختلاف کرنے کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا۔

ویسے بھی وہ سمیر یا اس کے اس کزن کو جا کر کچھ برا بھلا کہہ بھی دیتی تو انہیں کون سا شرمندہ ہو جانا تھا۔ ایسے معاملوں میں خاموشی ہی بہتر تھی دوستی ہو یا دشمنی دونوں صورتوں میں سمیر جیسے لڑکوں سے تعلق بن سکتا ہے لہٰذا ان لوگوں سے بچ کر رہنے کا سب سے آسان حربہ یہی تھا کہ ان سے لاتعلقی اختیار کر لی جائے۔

وہ سوچ ہی رہی تھی کہ خرم اسے خاموش دیکھ کر کہنے لگا۔

"اس لڑکے کی اس وقت اچھی خاصی پٹائی ہو گئی تھی جو کہ اس کی سزا کے لیے بہت ہے اب فار گاڈ سیک تم بدلہ لینے کا کوئی پلان مت بنانے لگنا۔"

"نہیں میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہی۔" نمل کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"تو پھر اتنے سکون سے کیوں کھڑی ہو یہ کوئی یونیورسٹی کا کیمپس نہیں ہے آدھی رات کو اس ساحل سمندر پر کسی نے تمہیں میرے ساتھ دیکھ لیا یا سمیر نے ہی ہماری کوئی پکچر لے کر فیس بک میں ڈال دی تو تم ایک بار پھر مجھ سے خائف ہو جاؤ گی کہ میں نے خود ہم دونوں کا اسکینڈل مشہور کرنے کے لیے یہ ساری حرکت کی ہے۔" بہت کوشش کے باوجود نمل اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو روک نہ سکی۔

"ایک بار پھر' سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ میں تو ابھی بھی تم سے خائف ہوں۔ چلو مان لیا تم نے اس لڑکے کو نہیں بھیجا تھا اور یہ تو میں جانتی تھی کہ وہ ویڈیو تم نے نہیں بنوائی کیونکہ اگر تم نے بنوائی ہوتی تو تم اپنے تھپڑ کا سین فیس بک میں نہیں شو کرتے۔ لیکن پیلس ہوٹل میں میرے پیسے تو تم نے ہی چرائے تھے نا۔" نمل نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے خاصے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"تو تمہیں کون سا ہوٹل کے برتن دھونے پڑ گئے جو آج تک اس بات کو دل سے لگائے بیٹھی ہو میں نے اسی وقت تمہاری مدد کر دی تھی اور بعد میں تمہارے سارے پیسے بھی لوٹا دیے تھے۔" اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر خرم کو بہت اچھا لگا تھا تبھی اسے یاد دلانے کے لیے نہیں بلکہ اس گفتگو کو تھوڑا طول دینے کے لیے یاد دہانی کرانے والے انداز میں کہنے لگا۔

"اگر سنبل اور رومیلہ ساتھ نہ ہوتیں تو میں برتن دھو لیتی مگر تمہاری مدد نہ لیتی۔" کتنی بھلی لگ رہی تھی نمل

کے چہرے پر وہ مسکراہٹ مگر کتنی جلدی غائب ہوگئی تھی وہ ابھی تو خرم نے یقین بھی نہیں کیا تھا کہ نمل اس سے مسکرا کر مخاطب ہے کہ وہ منظر واقعی کسی حسین خواب کی طرح دھندلا گیا۔

اس کے سنجیدہ ہوجانے پر خرم کچھ تپ گیا تبھی چبا کر بولا۔

"بس ایک یہی عادت ہے تمہاری جو مجھے غصہ دلاتی ہے کیا ضرورت ہے اتنی ضد اور انا دکھانے کی۔" پھر اس کی نقل اتارتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر سنبل اور رومیلہ ساتھ نہ ہوتیں تو میں برتن دھولیتی...... اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سنبل اور رومیلہ موجود تھیں ورنہ تم تو واقعی برتن دھونے کھڑی ہوجاتیں۔" خرم کے تپے ہوئے انداز پر نمل کو بڑا مزا آیا تھا تبھی ایک بار پھر مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کرلیا اور وہ قدرے چڑانے والے انداز میں کہنے لگی۔ "تو تمہیں کیا فرق پڑتا میں ہی دھوتی نا تمہیں تو نہیں دھونے پڑتے۔"

"اگر مجھے دھونے پڑتے تو واقعی مجھے کوئی فرق نہ پڑتا لیکن اگر تم دھوتیں تو میں پورے ہوٹل کو آگ لگا دیتا۔"

خرم برجستہ بولا۔

نمل اس سے ایسے کسی جملے کی توقع نہیں کررہی تھی اسی لیے اتنے اچانک اس کے اتنے ٹھوس لہجے میں کہنے پر نمل کے دل کی کوئی دھڑکن جیسے کہیں مس ہوگئی۔

وہ غیرارادی طور پر خرم پر سے نظریں ہٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی مگر ایسی کوئی مصروفیت سمجھ میں نہیں آئی جس میں لگ کر وہ کچھ دیر کے لیے خرم کو نظرانداز کرسکتی آخر بروقت اسے خیال آگیا۔

"اف...... تم ٹھیک کہہ رہے تھے رات بہت ہورہی ہے یہ کوئی یونیورسٹی کا کیمپس نہیں ہے یہاں سے فوراً چلنا چاہیے۔" نمل کو بہانہ تو سوجھ گیا تھا مگر آواز کی لڑکھڑاہٹ پر وہ اتنی جلدی قابو نہیں پاسکی تھی۔

خرم کے لیے اس کا یہ انداز بہت ـــ اچنبھے کا باعث تھا۔ نمل کا کترانا اتنا واضح تھا کہ وہ اسے اپنی خوش فہمی نہیں کہہ سکتا تھا۔

حالانکہ وہ خود بھی ایسا کچھ کہنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا مگر نمل کے ردعمل نے اسے احساس دلایا تھا کہ وہ جو کچھ اس کے لیے محسوس کرتا ہے اگر اسے ہی نہیں بتاسکا تو یہ سارے جذبے بے مول ہوجائیں گے تبھی نمل کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے بھی اس نے نظرانداز کردیا۔

"چلتے ہیں چلتے ہیں پہلے تمہارے سوال کا جواب تو دے دوں جو تمہارے اندر جانے کب سے مچل رہا ہے۔"

"کون سا سوال؟" نمل واقعی نہیں سمجھی۔

"یہی کہ میں نے منگنی کیوں توڑدی۔" خرم نے اس کے صبیح چہرے کو دیکھتے ہوئے بڑے وثوق سے کہا تو نمل ایک بار پھر کتراتے ہوئے تیز تیز بولنے لگی۔

"نہیں میرے اندر ایسا کوئی سوال نہیں مچل رہا مجھے تو اس وقت صرف گھر جانے کی جلدی ہے اگر امی کو پتا چل گیا کہ میں گھر پر نہیں ہوں تو وہ قیامت مچادیں گی۔"

"دل تو امی کو پتا نہیں چلے گا اور دوسرا تم اگر آج کا وقت گزر گیا تو شاید میں یہ سب کبھی کہہ نہ سکوں۔ کیونکہ مجھے تم سے یہ سب کبھی کہنا ہی نہیں تھا' جانے میں کیوں نہیں چاہتا تھا شاید اس لیے کہ میں بھی تمہاری طرح ضدی ہوں۔ میرے لاشعور میں یہ ڈر تھا کہ اگر میں نے تمہیں بتادیا کہ میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں تو تمہیں مجھ پر ہنسنے کا موقع مل جائے گا تم میرا مذاق اڑاؤ گی میرے جذبوں کی تذلیل کروگی۔

لیکن آج پہلی بار مجھے احساس ہوا ہے کہ اگر ہم دونوں اپنی اپنی انا کو ایک طرف رکھ دیں تو ہمارے بیچ بہت اچھی ذہنی ہم آہنگی ہوسکتی ہے۔" نمل سانس روکے خرم کو سن رہی تھی جو ایک جذب کے عالم میں بول رہا تھا۔

اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ خرم کبھی اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے اظہار محبت کرے گا لہٰذا اس کے احساسات بہت ہی عجیب ہوگئے تھے وہ شرما تو نہیں رہی تھی لیکن پزل ضرور ہوگئی تھی۔

ایک بار بہت پہلے خرم نے اس کے سامنے جھوٹا اظہار محبت کیا تھا نمل تب خاصے غصے میں تھی اس کے باوجود چند لمحوں کے لیے ساکت ہوگئی تھی۔

پھر آج تو جانے کیوں اسے یقین تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا تو بھلا وہ کس طرح خوداعتمادی کا مظاہرہ کرتی لہٰذا وہ بس پتھرائے ہوئے انداز میں کھڑی تھی جبکہ خرم کے لیے یہ موقع بہت غنیمت تھا کہ نمل بغیر مداخلت کے اسے بولنے دے رہی ہے تبھی وہ کہتا چلا گیا۔

"سچ پوچھو تو مجھے خود نہیں پتا کہ میں تمہیں کب سے چاہتا ہوں تب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا مجھے تب ہی تم بہت اچھی لگی تھیں۔

اگر پہلی ملاقات میں تمہارا رویہ ذرا بھی نرم ہوتا یا یوں سمجھ لو کہ تمہیں اندازہ نہ ہوا ہوتا کہ تمہارے پیسے میں نے چرائے ہیں اور تم میرے مدد کرنے پر انکساری سے میرا شکریہ ادا کردیتیں تو یونیورسٹی میں میں اپنی فطرت کے برعکس ایک لڑکی ہوتے ہوئے بھی تمہیں اپنے دوستوں کی فہرست میں شامل کرلیتا۔ لیکن تمہارے رویّے نے مجھے خاصا تپا دیا تھا اور پھر یونیورسٹی میں پہلے ہی دن تم نے سمیر کے کیے مذاق کو میرے کھاتے میں ڈال کر میری کھلی کردی۔ اس پر تو مجھے تم سے شاید چڑ ہوگئی تھی پھر جب جب ہمارا سامنا ہوا تم نے کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور کی جس پر میرا غصہ بڑھتا رہا اور تمہارے لیے پسندیدگی کا احساس کہیں دبتا چلا گیا مگر یہ احساس میرے اندر ہمیشہ موجود رہا یہی وجہ ہے جب تم سمیر کو میرے مقابل لے کر آئیں تو میرا ایک ایک پل انگاروں پر گزرنے لگا۔

میں نے کبھی کسی مقام پر بھی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش یا خواہش نہیں کی میں صرف تمہیں زیر کرنا چاہتا تھا بس کچھ ایسا ہو کہ تم ہار مان کر میرے مقابلے سے ہٹ جاؤ اور شاید اسی دھن میں میں تم سے شادی بھی کرلیتا کہ اچانک وہ ہوگیا جو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ جب میں تمہارے گھر آیا تھا تب ـــ" خرم بڑے ٹھہراؤ کے ساتھ بڑے گمبھیر لہجے میں بول رہا تھا۔ نمل غیرارادی طور پر اسے بڑی توجہ سے سن رہی تھی کہ کبھی وہ اچانک خاموش ہوگیا تو نمل کچھ چونک کر اسے دیکھنے لگی جو نمل پر سے نظریں ہٹائے اندھیرے میں ڈوبے سمندر کو دیکھنے لگا تھا وہ اس کے آگے کی بات سننا چاہتی تھی مگر اس طرح اپنی بے قراری ظاہر کرنا اسے بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا کچھ دیر تو وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھتی رہی مگر خرم تو خاموش ہی ہوگیا تھا تب نمل سرسراتے لہجے میں بڑی آہستگی سے پوچھنے لگی۔

"ایسا کیا ہوگیا تھا؟" خرم کچھ چونک سا گیا وہ سمجھا نہیں وہ کیا پوچھ رہی ہے۔

"کیا؟"

"ہم بھی ابھی تم نے کہا نا پھر وہ ہوگیا جو تم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔" نمل نے آہستگی سے دہرایا خرم کو اس کا اس طرح پوچھنا خاصا حیران کرگیا تھا اسے امید نہیں تھی کہ نمل کو یہ سب سننے میں دلچسپی ہوگی۔

لیکن وہ تو جاننا چاہتی تھی بلکہ ایک ایک لفظ اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔ مگر خرم جو روانی میں بولنے جارہا تھا عین وقت اس نے خود کو وہ کہنے سے روک لیا اگر وہ نمل کو بتادیتا کہ اس کے گھر پر ڈائننگ ٹیبل پر اسے روتا دیکھ کر خرم کے اندر کی دنیا بدل گئی تو نمل اس کی محبت کو ہمدردی اور ترس کا جامہ پہنادیتی جبکہ اس نے نمل پر کوئی ترس نہیں کھایا تھا بلکہ اس پر اپنے اندر چھپی محبت کا انکشاف ہوا تھا۔ لیکن یہ بات نمل کو سمجھانا مشکل تھا۔ پھر نمل فطرتاً بہت انا پرست تھی اسے یہ احساس سخت شرمندہ کرتا کہ خرم نے اسے روتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

وہ نمل کو شرمندہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور وہ بھی اس وقت جب نمل ہمیشہ سے بالکل مختلف انداز میں

اس سے ہم کلام تھی عجیب چھوئی موئی سے انداز میں وہ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی تھی چہرے پر پھیلی ہلکی ہلکی سی گھبراہٹ اور آنکھوں میں استفہامیہ تاثر لیے وہ منتظر کھڑی تھی کہ خرم اپنی بات پوری کرے۔

وہ اس کے اس انداز کو دل میں اتارتے ہوئے قدرے شوخی سے بولا۔

"کیا بات ہے، بہت دل چاہ رہا ہے اپنی تعریفیں سننے کا۔" نمل ایک دم خجل ہو گئی اسے تو لگا تھا خرم کوئی اہم بات بتانے جا رہا ہے اور واقعی اس کی شدید خواہش تھی کہ خرم اپنی بات پوری کرے۔ مگر اس کے اچانک پینترا بدلنے پر نمل جھینپ سی تو گئی اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا تو خرم مزید کہنے لگا۔

"بھئی جب تمہارے گھر آیا تو تم اچانک اتنی اچھی لگنے لگیں کہ دل ہی نہیں مانا اس کومل سی لڑکی کو ذرا سی بھی ٹھیس پہنچائی جائے۔ بس پھر میں نے دل پر پتھر رکھ کر منگنی توڑ دی لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ منگنی توڑ کر میں تمہارے دل میں جگہ بنا لوں گا۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" نمل ایک دم تنک کر بولی وہ جو خرم کے انداز پر بالکل سمٹ گئی تھی ایک دم اپنی جون میں واپس آ گئی۔

"ایسی ہی بات ہے تمہارے چہرے پر صاف لکھا ہے۔" خرم پورے وثوق سے بولا نمل کو اپنے آپ پر غصہ آنے لگا کہ وہ اتنی آسانی سے آشکار کیوں ہو گئی۔ ابھی تو اس بات کا ادراک اسے خود بھی ٹھیک طرح سے نہیں ہوا تھا کہ اس نے خرم کو بھی ہم راز بنا لیا۔ اپنی کھسیاہٹ چھپانے کے لیے وہ برہم سے انداز میں کہتی ہوئی جانے کے لیے پلٹ گئی۔

"خواہ مخواہ کی خوش فہمی ہے تمہاری ورنہ میرا دماغ خراب نہیں ہوا ــــــ" نمل تیزی سے بول رہی تھی کہ خرم اچانک اس کے عین سامنے آ گیا۔

"یار پلیز اب بس کر دو کم از کم اس وقت مجھے مت جھٹلاؤ اگر یہ واقعی خوش فہمی ہے تو تھوڑی دیر مجھے خوش فہم رہنے دو۔" خرم کے لہجے میں اتنی انکساری تھی کہ نمل ایک دم خاموش ہو گئی اس پل وہ اسے واقعی نہیں جھٹلا سکی تو ایک بار پھر دھیمی آواز میں پوچھنے لگی۔

"تو پھر اپنی بات پوری کرو تم اس وقت کیا کہہ رہے تھے، جب تم میرے گھر آئے ـــــ پھر اس کے بعد تم نے ایک دم بات بدل دی۔"

"اس لڑکی کو ٹالنا اتنا آسان نہیں ہے۔" خرم نے دل ہی دل میں سوچا مگر اپنے فیصلے پر ڈٹا رہا۔

"بتا تو دیا ہے اور کیا سننا چاہ رہی ہو کیا کسی فلمی ہیرو کی طرح اظہار کروں۔"

"چلو خیر تمہاری خاطر یہ بھی کر لیتا ہوں آئی لو یو نمل" نمل بری طرح بلش ہو گئی وہ اسے ایک طرف دھکیلتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

"تم اگر مجھے گھر ڈراپ نہیں کر رہے تو میں خود ہی پیدل جا رہی ہوں۔" خرم اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا اب وہ دوبارہ یہ سوال نہیں پوچھنے والی تھی لہٰذا وہ خود بھی تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

رات واقعی بہت بیت گئی تھی عظمت خلیل اگر ان کی غیر موجودگی میں گھر لوٹ آئے تو نمل کے ساتھ ساتھ رشیدہ کو بھی بڑی مشکل صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا۔

"چلو بیٹھو گاڑی میں دس منٹ میں تم ان شاء اللہ اپنے گھر میں ہو گی" خرم نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے شان بے نیازی سے کہا۔

"مجھے اپنے گھر جانا ہے اپنی آخری آرام گاہ میں نہیں، اتنی رش ڈرائیونگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" نمل نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اطلاع دی۔

"تم نے میری ڈرائیونگ دیکھی نہیں ہے اس لیے ایسا کہہ رہی ہو۔"

"ابھی جو تم گاڑی چلا کر لائے تھے کیا وہ تمہاری ڈرائیونگ نہیں تھی۔" نمل نے طنزیہ کہا۔

"میں اس سے بھی تیز کر سکتا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ آپ اس سے کم رفتار میں ہی چلا لیں تو بہتر ہو گا۔" نمل نے کہنے کے ساتھ ہی اپنے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو چیک کرنے لگی۔ رشیدہ یا عظمت خلیل کی کوئی مسڈ کال نہیں تھی گویا ابھی تک وہ گھر میں اس کی غیر موجودگی سے بے خبر تھے۔

نمل دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگی کہ عظمت خلیل کے گھر پہنچنے سے پہلے وہ پہنچ جائے اس لیے خرم نے جیسے ہی گھر کے گیٹ کے قریب گاڑی روکی نمل نے اشارے سے چوکیدار سے عظمت خلیل کے متعلق پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلا کر گویا نمل کو زندگی کی نوید دے دی۔

"نمل" نمل کو گاڑی کا دروازہ کھولتا دیکھ کر خرم بے اختیار اسے پکار بیٹھا تو وہ بھی رک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہارے پاپا منگنی توڑنے کی وجہ سے مجھ سے بہت ناراض ہیں اب اگر میں دوبارہ اپنے پیرنٹس کو بھیجوں گا تو کیا وہ مان جائیں گے؟" خرم بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

نمل کچھ خاموش سی ہو گئی عظمت خلیل کو منانے کا بہترین حل اس کے پاس تھا مگر وہ اتنی جلدی اسے بتا کر اپنی رضامندی نہیں دینا چاہتی تھی۔

ابھی تو اسے خود بھی علم نہیں تھا کہ خرم کے لیے اس کے دل کی دھڑکنیں کب بدل گئیں پھر اتنی جلدی وہ اس کے سامنے یہ اقرار کیسے کر لیتی۔

لیکن شاید اقرار یا انکار کا وقت اب گزر گیا تھا سب کچھ جیسے خود بخود ظاہر ہو گیا تھا تبھی خرم اتنے یقین سے پوچھ رہا تھا اور اس کے اس یقین کو توڑنے کے لیے خود نمل کا دل بھی نہیں مانا تب ہی اسے مایوس نہ کر سکی مگر اپنی فطرت سے مجبور تھی۔ لہٰذا اسے پوری طرح بتایا بھی نہیں اور آس و نراش کے بیچ میں لٹکا دیا۔

"ابھی کچھ دن ٹھہر جاؤ، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" خرم کے لیے شاید یہ سوال معنی نہیں رکھتا تھا کہ سب کچھ کیسے ٹھیک ہو گا۔ وہ تو نمل کے منہ سے یہ سن کر ہی سرشار ہو گیا تھا۔ ایک دلفریب مسکراہٹ اس کے چہرے پر ابھر آئی تو نمل جلدی سے دروازہ کھول کر اتر گئی۔

☼ ☼ ☼

شگفتہ غفار نے کھانے کی میز پر جو کچھ کہا تھا بعد میں ریاض غفار نے اس کا سختی سے نوٹس لیا تھا۔ جس پر شگفتہ غفار حقیقتاً "اپنے کیے پر شرمندہ ہو گئی تھیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ رومیلہ کے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔ بلکہ اس لیے کہ حامد کا ردعمل بڑا شدید تھا۔ وہ نا صرف کھانے کی میز پر سے اٹھ کر چلا گیا تھا بلکہ بریرہ سے بھی ناراض ہو گیا تھا۔

بریرہ کے کافی اصرار اور منت سماجت پر اس نے اتنا ہی کہا تھا اسے پھپھو کی بات بالکل پسند نہیں آئی۔ گھر کی بہو کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا وہ بھی گھر کے مردوں کے سامنے نہایت گھٹیا حرکت ہے۔

بریرہ بھلا اس پر کیا بولتی۔ وہ اسے اس غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرنے لگی کہ ممی کا یہ مطلب نہیں تھا وہ تو عام عورتوں کے بارے میں کہہ رہی تھیں۔

مگر حامد کوئی بے وقوف تو تھا نہیں۔ اس نے اس موضوع پر بحث نہیں کی مگر اس کے انداز میں سرد مہری آ گئی

تھی۔ جس پر بریرہ بھی زچ ہو کر شگفتہ غفار پر چڑھ دوڑی۔

"آپ کو ضرورت کیا تھی حامد کے سامنے اس طرح کی گفتگو کرنے کی۔ آپ کو ذرا بھی احساس نہیں ہے حامد کو آپ کا انداز کتنا برا لگا ہے۔" داماد کی نظروں میں برا بننے کے ساتھ ساتھ زندگی میں پہلی بار بریرہ کا اس لب و لہجے میں ان سے کلام کرنا انہیں بہت دکھی کر گیا تھا۔

وہ واقعی اپنے کیے پر شرمندہ ہو گئیں۔ جس کا اظہار انہوں نے شوہر اور بچوں کے سامنے بھی کر دیا تو ریاض غفار انہیں مزید شرمندہ کرنے کی بجائے معاملہ رفع دفع کرتے ہوئے بولے۔

"حامد کے سامنے جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ کوشش کرو کہ اب امی کے سامنے کوئی تماشا نہ ہو۔" شگفتہ غفار نے فوراً" سر اثبات میں ہلا دیا تو الیان کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی۔ جس پر اور کسی نے تو دھیان نہیں دیا۔ مگر وہ ریاض غفار سے مخفی نہ رہ سکی۔

انہوں نے بھنویں اچکا کر گویا اس کی مسکراہٹ کی وجہ پوچھی تو الیان نے ایک نظر شگفتہ غفار پر ڈالی اور مسکراتے ہوئے سر ہلکے سے نفی میں ہلا دیا۔ جیسے کہہ رہا ہو۔

"ممی یہ کر نہیں سکتیں۔" ریاض غفار اس سے متفق تھے۔ تب ہی متفکر بھی ہو گئے۔ واقعی شگفتہ غفار کے لیے رومیلہ کے لیے اپنی نفرت چھپانا بڑا مشکل امر تھا اور جب جب ان کی نفرت دوسروں کے سامنے ظاہر ہوتی تھی۔ تب تب تماشا ہونا تو لازمی تھا اور واقعی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک اور ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔

ہوا بس اتنا تھا کہ شگفتہ غفار کی کچھ دوستیں ان کی والدہ سے ملنے گھر آ گئیں۔ ایک دوست نے باتوں باتوں میں یہ کہا کہ اس نے کافی دن پہلے انہیں فون کیا تھا۔ ان کا موبائل نہیں مل رہا تھا تو ان خاتون نے شگفتہ غفار کے گھر پر کر لیا اور ملازمین کو خاص تاکید کر دی کہ جیسے ہی شگفتہ گھر آئے انہیں فون کر لے مگر ان کی ملازمہ تو بڑی نکمی نکلی۔

اتفاق سے سرداراں وہیں چائے دے رہی تھی۔ شگفتہ غفار نے اسی وقت اس سے بھی پوچھ لیا۔

"کیوں بھئی جنہ کا فون آیا تھا۔ تم نے بتایا نہیں۔ اگر میں گھر پر نہیں تھی تو الیان یا ریاض کو بتا دیتیں' اپنی یادداشت پر بھروسا کر کے کیوں بیٹھ گئیں۔" انہوں نے ہنستے ہوئے اسے ڈانٹا تو وہ فوراً" صفائی دیتے ہوئے بولی۔

"جی میں تو کبھی اپنی یادداشت پر بھروسا نہیں کرتی۔ میں نے ہمیشہ الیان صاحب یا بڑے صاحب کو اسی لیے بتا دیا کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں۔ مگر اس وقت وہ دونوں بھی گھر پر نہیں تھے۔"

"ارے تو شگفتہ کی بہو تو ہو گی' اسے بتا دیتیں۔" ان کی دوست حسنہ نے بھی سرداراں کی معصومیت پر ہنس کر کہا۔

"وہ بھی گھر پر نہیں تھیں بلکہ الیان صاحب کے ساتھ ہی شاپنگ کر کے لوٹی تھیں۔ اگر اس وقت تک آپ کا فون یاد رہتا تو میں الیان صاحب کو ہی بتا دیتی۔" سرداراں اپنے طور پر تو صفائی ہی دے رہی تھی۔ مگر شگفتہ غفار کا تو رنگ فق ہو گیا۔

"الیان کے ساتھ شاپنگ؟ کب کی بات ہے یہ؟"

"جی۔۔۔ آپ کی والدہ کے آنے سے ایک یا دو دن پہلے کی ہی بات ہے۔" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"تمہیں یقین ہے رومیلہ' الیان کے ساتھ شاپنگ پر گئی تھی۔" ان کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ جسے اس نے تو محسوس نہ کر سکی۔ البتہ نانی اماں نے بڑی باریک بینی سے اس کا مشاہدہ کیا۔

"ہاں بہت سارے تھیلے لے کر گاڑی سے اترے تھے۔ پھر دونوں اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔" اماں نے کہا تو ایک خاتون جھٹ بولیں۔

"اپنے اپنے کمروں؟ شگفتہ' کیا الیان اور رومیلہ الگ الگ کمرے میں رہتے ہیں۔" یہ سوال تو نانی اماں کے ذہن میں بھی ابھرا تھا۔ مگر ظاہری بات ہے۔ وہ بھری محفل میں بازپرس نہیں کر سکتی تھیں۔ لیکن شگفتہ غفار کی دوستوں کو تو محفل میں ہی ایسا سوال کرنا تھا۔ آخر کو وہ سب الیان اور رومیلہ کی اچانک شادی پر ابھی تک حیران تھیں اور پھر جب بھی انہوں نے رومیلہ کے بارے میں شگفتہ سے کچھ بھی دریافت کیا۔ انہوں نے بڑی بے زاری سے نہایت نپا تلا جواب دے کر ان پر اچھی طرح واضح کر دیا کہ انہیں رومیلہ کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ایسے میں ان ساری خواتین کا متجسس ہونا تو فطری تھا۔

"بہت سارے تھیلے لے کر آئے تھے۔" شگفتہ غفار کے سینے پر گویا سانپ لوٹنے لگے۔ انہیں اپنی دوست کا پوچھا سوال سنائی ہی نہیں دیا۔

مگر ان خواتین کو بھی صبر کہاں تھا۔ وہ بھی کریدے بغیر جان چھوڑنے والی نہیں تھیں۔ تب ہی ایک اور دوست نے اپنے شولڈر کٹ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی ادا سے پوچھا۔ "کیا الیان اور رومیلہ کے بیچ کوئی ناراضی چل رہی ہے۔ جو ان کے کمرے الگ الگ ہیں یا رومیلہ اپنی پڑھائی ختم ہونے سے پہلے بچوں کا کوئی جھنجھٹ نہیں پالنا چاہتی۔ اس لیے اس نے خود ہی الیان کو کمرے سے باہر کر دیا ہے۔" ان کی بات ساری خواتین کو بڑی مزے دار لگی۔ سب ہی زوردار قہقہہ مار کر ہنس دیں۔

نانی اماں کو ان کا انداز ذرا نہیں بھایا۔ انہیں تو شگفتہ پر غصہ آنے لگا۔ کیسی واہیات دوستیں بنا رکھی تھیں ان کی بیٹی نے۔

شگفتہ غفار کو بھی اپنی دوست کا مذاق ذرا اچھا نہ لگا۔ اس دو کوڑی کی لڑکی کی بھلا کیا مجال کہ ان کے بیٹے کو کمرے سے باہر کر دے۔ ان کے بیٹے نے ہی کبھی اسے اس قابل نہیں سمجھا۔ تب ہی وہ بڑے تنک کر بولیں۔

"وہ کوئی ایسی پڑھاکو نہیں ہے۔ جو پڑھائی کی خاطر اتنی قربانیاں دے۔ الیان کو خود ہی اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" ان کے جواب نے تمام عورتوں میں کھلبلی مچا دی۔ حسنہ نے بظاہر بڑی ہمدردی سے' لیکن حقیقتاً" بڑی بے قراری سے پوچھا۔

"کیوں بھئی خیریت۔۔۔ بہو تو تمہاری اچھی شکل و صورت کی ہے۔ پھر۔۔۔"

"تمہاری آنکھیں خراب ہو گئی ہیں کیا۔ کون سی اچھی شکل ہے۔ میرے الیان کے سامنے پانی بھرتی ہے۔" شگفتہ غفار سے رومیلہ کی تعریف ذرا برداشت نہیں ہوئی۔ انہوں نے تلملا کر حسنہ کی بات کاٹ دی۔

نانی اماں لب بھینچے بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ مگر شگفتہ غفار اتنے غصے میں تھیں کہ انہیں احساس ہی نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

اس وقت بھی انہوں نے رومیلہ کی برائی کرنے کے چکر میں جھوٹ کی حد کر دی تھی۔ ورنہ رومیلہ کا شمار بہت حسین نہ سہی مگر دلکش اور پیاری لڑکیوں میں ہوتا تھا۔ لیکن یہاں کچھ خواتین ایسی تھیں جو الیان کے لیے خود اپنی بیٹیوں کی امید لگائے بیٹھی تھیں۔ لہٰذا انہیں شگفتہ کی بات سے بھرپور اتفاق تھا۔ بلکہ ان میں سے ایک جلتی پر تیل کا کام کرتے ہوئے کہا۔

"پھر یہ تو ہے تم نے الیان کی شادی اس کے ساتھ کر کے الیان کے ساتھ زیادتی کی ہے۔"

"مجھے تو لگتا ہے الیان نے خود ہی اس سے شادی کر لی ہے' شگفتہ کی مرضی کے بغیر۔" حسنہ نے ہنس کر کہا تو شگفتہ غفار بری طرح تپ گئیں۔

"میرا بیٹا ان لڑکوں میں سے نہیں ہے جو کسی لڑکی کو دیکھ کر اس پر مرمٹتے ہیں۔ الیان میری مرضی کے بغیر سانس بھی نہیں لے سکتا' شادی کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔"

"شگفتہ بس کرو، اتنا غصہ بھی اچھا نہیں کہ انسان کفر بکنے لگے۔" نانی اماں سے رہا نہ گیا تو وہ سختی سے بول پڑیں۔ مگر شگفتہ غفار کا اس وقت خود پر سے کنٹرول ختم ہو گیا تھا۔ ان کے اندر آگ لگی ہوئی تھی۔ وہ سب کے سامنے ماں سے ترخ کر بولیں۔

"غصہ نہ کروں تو کیا کروں۔ پتا نہیں کون سی منحوس گھڑی تھی جو یہ لڑکی میرے بیٹے کی زندگی میں آگئی۔"

"کیوں، کیا برائی ہے رومیلہ میں۔" نانی اماں کو بھی غصہ آگیا۔

"کوئی تو برائی ہوگی جو بارات گھر تک آکر لوٹ گئی۔" شگفتہ غفار چیخیں۔

"کیا۔۔۔؟" حسنہ نے تعجب سے کہا۔

"رومیلہ کی بارات لوٹ گئی تھی۔"

"تو تم نے وجہ جاننے کی کوشش نہیں کی۔"

"ایسے آنکھ بند کر کے اپنے ایک ہی بیٹے کی شادی کیوں کر دی۔" ملی جلی آوازیں ابھرنے لگیں۔ نانی اماں بڑھتے تنفس کے ساتھ بیٹی کو دیکھے گئیں۔ جس نے خود ہی اپنے گھر کا تماشا بنا لیا تھا۔

"بس یہی تو غلطی ہو گئی۔ ریاض کی پہچان کے لوگ تھے۔ میں نے بیٹے کو مجبور کر کے نیکی کرنی چاہی مگر وہ اس قابل ہی نہیں تھی۔ ورنہ میرا بیٹا ایسی لڑکی سے شادی کرتا وہ بھی میرے خلاف جا کر۔" شگفتہ غفار نے ایک دم بات بنالی۔ ان سے برداشت نہیں ہوا تھا کہ کوئی یہ سوچ بھی لے کہ ان کے بیٹے نے انہیں اہمیت نہ دی اور اپنی مرضی سے شادی رچالی۔ لہٰذا اس بات کی صفائی دینا تو سخت ضروری تھا۔ بھلے ہی اس کے لیے رومیلہ کو ذلیل کرنا پڑے اور یہ بتانا پڑے کہ وہ ٹھکرائی ہوئی لڑکی ہے۔ جس کی بارات لوٹ چکی ہے۔

"مگر تم نے یہ پتا کرنے کی کوشش نہیں کی، اس کی شادی کیوں ٹوٹ گئی۔" ایک خاتون نے آنکھیں گھماتے ہوئے پوچھا تو نانی اماں خود کو روک نہ سکیں اور بڑی سختی سے بولیں۔

"شرم کرو، بیٹی تم بھی کسی کی بیٹی ہو، تمہاری بھی کوئی بیٹی ہوگی، کسی لڑکی کے ساتھ ہوئی انہونی کو یوں چٹخارے لے کر سننا، تمہیں بالکل زیب نہیں دیتا۔" نانی اماں کی بات انہیں طمانچہ کی طرح لگی۔ وہ پھر کر کچھ کہنا چاہتی تھیں کہ حسنہ نے ان کی طرف داری کرتے ہوئے خود کو بہت نیک پروین ظاہر کرنا چاہا۔

"ہاں، ہاں خالہ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ یہ کریدنے کی بجائے ہمیں شگفتہ کو سمجھانا چاہیے کہ جو ہو گیا ہے اسے نصیب کا لکھا سمجھ کر قبول کر لے۔ اب وہ اس کی بہو ہے لہٰذا اسے وہی درجہ دے بلکہ الیان کو سمجھائے کہ اسے اپنے کمرے میں رکھے۔" ان کا چینترا بدلا دوسری خواتین بھی سمجھ گئیں۔ وہ بھی حسنہ کی ہاں میں ہاں ملانے لگیں۔ نانی اماں کو کون سا یہاں مستقل رہنا تھا۔ ان کے سامنے اچھا بننے کے لیے ابھی یہ باتیں کر لو بعد میں شگفتہ کو اکسا کر ساری تفصیل پتا چل ہی جائے گی۔

شگفتہ غفار کو ان سب کا اماں کی حمایت کرنا کھلا تو بہت، مگر وہ ضبط کر گئیں۔ کیونکہ نانی اماں کے چہرے پر بھی واضح طور پر ناگواری پھیلی ہوئی تھی۔ ماحول میں تناؤ دیکھ کر ان کی دوستیں بھی جلدی اٹھ گئیں اور ان سب کے جاتے ہی جب اماں نے شگفتہ غفار سے بات کرنی چاہی تو وہ ان ہی پر چڑھ دوڑیں۔

"کوئی ضرورت نہیں مجھے لیکچر دینے کی۔ میں نے جو کیا، ٹھیک کیا۔"

"تمہیں پتا بھی ہے تم نے کیا کیا ہے۔ اپنی بہو کی سب کے سامنے برائی کر کے تم نے خود ان لوگوں کو اپنے اوپر ہنسنے اور تمہارے متعلق باتیں بنانے کا موقع دیا ہے۔"

"ہاں تو بناتے رہیں باتیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے اندر آگ لگی ہوئی ہے۔" شگفتہ غفار جلے پیر کی بلی کی طرح ڈرائنگ روم میں پھر رہی تھیں۔

"کیوں آگ لگی ہے میری سمجھ میں تو یہی نہیں آرہا۔" نانی اماں زچ ہو گئیں مگر شگفتہ غفار نے دھیان ہی نہیں دیا۔ ان کا ذہن تو مشین کی طرح چل رہا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے انہوں نے سرداراں کو آوازیں دیں۔

ان کا جلال دیکھ کر سرداراں بھی خوف زدہ سی دوڑی چلی آئی۔

"اس دن بازار کے علاوہ بھی کیا وہ دونوں کبھی ساتھ گئے ہیں۔"

"ج۔۔۔ جی پتا نہیں۔" اب اسے احساس ہو رہا تھا۔ اس نے یہ بات کہہ کر شاید بہت بڑی غلطی کر دی۔

"شگفتہ بند کرو یہ بکواس۔۔۔ سرداراں تم جاؤ یہاں سے۔" نانی اماں نے دانت پیس کر کہا۔ سرداراں فوراً پلٹنے لگی تو شگفتہ غفار دھاڑ کر بولیں۔

"کہاں جا رہی ہو تمہیں اماں تنخواہ دیتی ہیں یا میں۔۔۔ جب تک میں اجازت نہ دوں تم یہاں سے ہلو گی بھی نہیں۔ اب بتاؤ اگر تم نے انہیں کبھی ساتھ جاتے ہوئے نہیں تو کبھی ساتھ ساتھ بیٹھ کر باتیں وغیرہ کرتے ہوئے تو دیکھا ہوگا۔"

"بیگم صاحبہ مجھے کچھ یاد نہیں آرہا۔" وہ ہراساں ہوئی۔ "یاد نہیں آرہا تو یاد کرنے کی کوشش کرو۔" شگفتہ غفار چلائیں۔ وہ اس وقت بالکل بھی اپنے آپے میں نہیں تھیں اور یہ رومیلہ کی سراسر بدقسمتی تھی کہ اس نے اسی وقت گھر میں قدم رکھ دیا۔

عام دنوں میں تو وہ خاصی تاخیر سے آتی تھی۔ مگر آج نمل یونیورسٹی آئی تھی۔ بہت دنوں کے بعد، جس پر سمیر نے نمل کی منگنی ٹوٹنے کی خوشی میں سب کو ٹریٹ دے ڈالی۔ لہٰذا نمل، سنبل اور رومیلہ سب ہی خجالت محسوس کرتیں وقت سے پہلے وہاں سے نکل گئیں۔

رومیلہ نے گھر میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی محسوس کر لیا کہ کوئی ہنگامہ چل رہا ہے۔ شگفتہ غفار، نانی اماں اور سرداراں سب ڈرائنگ روم میں تھیں مگر ان کے چیخنے کی آوازیں باہر ٹی وی لاؤنج تک آرہی تھیں۔

رومیلہ الفاظ سنائی نہ دینے کی وجہ سے یہ تو نہ جان سکی کہ بات کیا ہو رہی ہے۔ البتہ شگفتہ کا شدید غصہ محسوس کرتی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ مگر تب ہی زینے کی طرف جاتی رومیلہ پر شگفتہ غفار کی نظر پڑ گئی اور انہوں نے پہلی بار اسے اس کے نام سے پکارا۔

"رومیلہ!" ان کی آواز اور لہجہ میں کچھ ایسا تھا کہ رومیلہ کا دل ہی بند ہونے لگا۔ اس نے بڑی ہمت کر کے پلٹ کر دیکھا تو وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکل کر اب لاؤنج میں آکھڑی ہوئی تھیں۔

"جی۔۔۔" رومیلہ کی آواز ہی نہ نکل سکی۔

"اتنی جلدی واپس آگئیں۔ تمہارے نہ آنے کا کوئی ٹائم ہے، نہ جانے کا کوئی ٹائم ہے، یونیورسٹی ہی جاتی ہو یا۔۔۔" شگفتہ غفار کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ رومیلہ کا خون رگوں میں منجمد ہونے لگا۔

"کچھ پوچھ رہی ہوں میں۔" وہ ایک دم چلائیں تو رومیلہ خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے جلدی سے کہنے لگی۔

"یونیورسٹی سے ہی آرہی ہوں۔ آ۔۔۔ آں۔۔۔ آج کوئی خاص کلاس نہیں تھی۔۔۔ اور۔۔۔ ایک اسائنمنٹ جمع کرانی تھی لہٰذا میں۔۔۔ جلدی گھر آگئی۔" رومیلہ نے اپنے طور پر بڑے اعتماد سے کہنے کی کوشش کی۔ اتنے میں نانی اماں بھی ڈرائنگ روم سے اٹھ کر یہیں آگئی تھیں۔ ان کے چہرے پر بھی بلا کی سنجیدگی پھیلی تھیں۔ وہ اسی گمبھیر لہجے میں بولیں۔

"ٹھیک ہے۔ تم کمرے میں جاکر آرام کرو۔"

"یہ کہیں نہیں جارہی ہے۔" شگفتہ غفار ترش کہاں سے بولیں۔

"رومیلہ سے بعد میں بات کرلینا' پہلے تم ذرا میرے ساتھ کمرے میں آؤ۔" نانی اماں انہیں رومیلہ کے ساتھ خاموش رہنے کی تنبیہہ کرتے ہوئے بردباری سے بولیں مگر شگفتہ غفار بالکل جنونی بنی ہوئی تھیں۔ وہ ایک بار پھر بدتمیزی سے گویا ہوئیں۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ آپ مجھے رومیلہ سے بات کرنے دیں۔ اسے یونیورسٹی جانے کی اجازت دے کر مجھے لگتا ہے میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ یونیورسٹی کے بہانے یہ تو گلچھرے اڑاتی پھر رہی ہے۔" رومیلہ کو اپنے پیروں سے زمین سرکتی محسوس ہوئی۔ جبکہ نانی اماں کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ خاصی تیز آواز میں بولیں۔

"زبان سنبھال کربات کرو شگفتہ' تمہیں ہوش بھی ہے تم کیا بول رہی ہو۔"

"نہیں مجھے بالکل ہوش نہیں رہا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے یہ میرے بیٹے پر ڈورے ڈالتی رہے اور میں ہوش میں رہوں' کیا یہ ممکن ہے۔"

"شگفتہ۔۔۔ شگفتہ بس کرو وہ اس کا شوہر ہے۔ تمہیں شرم نہیں آرہی اپنی بہو کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے۔" نانی اماں کا شرمندگی سے برا حال ہونا شروع ہو گیا تھا۔

اپنی بیٹی پر انہیں آج شدید تعجب ہو رہا تھا۔ مگر شگفتہ غفار کو نانی اماں کے احساسات کی پرواہ کہاں تھی ان پر تو جیسے خون سوار تھا۔ وہ رومیلہ کے عین سامنے آکھڑی ہوئیں اور نہایت کرختگی سے بولیں۔

"کتنی بار شاپنگ پر جاچکی ہو تم الیان کے ساتھ۔" رومیلہ تو پہلے ہی اس ساری صورت حال کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ وہ تو اب ایک دم سکتہ میں چلی گئی۔

"بت بنی کیا کھڑی ہو' جواب دو مجھے۔ کتنا لوٹا ہے میرے بیٹے کو بولو۔ جواب دو۔" شگفتہ غفار دھاڑیں۔

رومیلہ کو اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اتنا تو اس کی سمجھ میں آگیا تھا کہ شگفتہ غفار کو پتا چل گیا ہے کہ وہ الیان کے ساتھ شاپنگ پر گئی تھی۔ لیکن اس صورت حال کو کیسے سنبھالنا ہے۔ یہ اس کی سمجھ میں بالکل نہیں آرہا تھا۔ وہ تو خود کو نہیں سنبھال پا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب جمع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جسے چھلکنے کے لیے بے تاب دیکھ کر شگفتہ غفار خونخوار انداز میں بولیں۔

"خبردار جو میرے سامنے ٹسوے بہائے' جو میں نے پوچھا ہے شرافت سے اس کا جواب دو۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی الیان کے ساتھ شاپنگ پر جانے کی۔"

"کیا ہوا امی۔" بریرہ کی صبح اں کے گھر میں خاصی دیر سے ہوتی تھی۔ اس وقت بھی اس کی آنکھ چیخ وپکار سے ہی کھلی تھی' تو وہ اٹھ کر فوراً" اپنے کمرے سے باہر آگئی۔ ریلنگ سے نیچے جھانکنے پر اسے زینے کے پاس ہی سب کھڑے نظر آئے تو اس نے وہیں سے آواز لگا کر پوچھ لیا۔

اس پر نظر پڑتے ہی نانی اماں کے سوالوں کو جیسے سمت مل گئی۔

"بریرہ! نیچے آؤ' فوراً" نیچے آؤ۔" بریرہ نے نانی اماں کو اتنے غصے میں پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی ان کے پاس آگئی اور گھبرا کر پوچھنے لگی۔

"کیا ہوا نانی اماں۔۔۔ سب خیریت تو ہے نا۔"

"مجھے صرف ایک سوال کا جواب چاہیے۔ اگر تمہارے دل میں میرے لیے ذرا بھی عزت ہے تو تم مجھ سے اتنا سا بھی جھوٹ نہیں بولوگی۔" نانی اماں کے لہجے میں غم و غصے دونوں کی آمیزش تھی۔ بریرہ تڑپ اٹھی۔

"کیسی باتیں کررہی ہیں نانی اماں۔ آخر ہوا کیا ہے؟؟"

"یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آرہا کہ ہوا کیا ہے۔ تم صرف مجھے یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے رومیلہ کے ساتھ الیان کی شادی کیوں کی؟" لاؤنج میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔

بریرہ تو کچھ جانتی نہیں تھی وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ نانی اماں یہ سوال کرڈالیں گی۔ رومیلہ اور شگفتہ غفار تک اس سوال پر ہکا بکا رہ گئے۔

"ج۔۔۔ جی۔۔۔ نانی اماں میں سمجھی نہیں۔"

"مجھے سچ بتاؤ۔۔۔ رومیلہ کے ساتھ الیان کی شادی کیوں کی تھی؟

جو رومیلہ نے کہا تھا کہ اس کی بارات لوٹ گئی اور الیان اس کے بھائی کا دوست تھا۔ اس کہانی پر تو کوئی بچہ بھی یقین نہیں کرسکتا۔ الیان اتنا خود سر نہیں ہے کہ دوست کی خاطر ماں کے خلاف جائے اور تمہاری ماں کو مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ یہ وہ عورت ہی نہیں جسے نیکیاں کمانے کا شوق ہوتا ہے۔ پھر آخر یہ شادی کیسے ہوگئی۔ شگفتہ کی نفرت اور اس کی جلن دیکھ کر میں یقین سے کہہ سکتی ہوں۔ تم لوگوں نے کسی مجبوری کے تحت یہ فیصلہ لیا ہے۔ مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا' تم لوگوں کی ایسی کیا مجبوری تھی جو تم لوگوں نے اتنا بڑا فیصلہ لیا۔ لیکن یہ تو طے ہے کہ یہ سب مجبوری کا سودا ہے۔ بس مجھے وہ مجبوری جاننی ہے۔" نانی اماں کا لہجہ گلوگیر ہو گیا تھا۔

بریرہ اور رومیلہ تو کیا خود شگفتہ غفار سانس روکے کھڑی تھیں۔

اب انہیں احساس ہو رہا تھا کہ انہوں نے کیا کردیا ہے۔ نانی اماں کو ایک بار اگر شک ہو گیا تھا تو اب اس شک کو دور کرنا آسان نہیں تھا۔

شگفتہ غفار نے ان کے سامنے اتنا ہنگامہ کرکے انہیں مشکوک کردیا تھا اور وہ بریرہ سے مخاطب تھیں جو خود روہانسی ہونے لگی تھی۔ اس کے اوپر تو اس راز کے فاش ہونے کا خطرہ کسی تلوار کی طرح لٹکتا رہتا تھا۔

اس کی بھنک پڑتا دیکھ کر ہی اس کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے۔ وہ تو جیسے بالکل ہی ہمت ہار گئی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

☆ ☆

فوزیہ یاسمین

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے.... رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے... اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے.... اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے.... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، وکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے.... رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے.... وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے.... اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔ اب آگے پڑھیں۔

۴۰ چالیسویں قسط

"تمہاری شادی سے دو دن پہلے تم صرف تین لوگ بارات لے کر گئے اور رومیلہ کو رخصت کرالائے حالانکہ ہم سب وہیں تھے۔ اچانک جلد بازی میں بھی اگر شادی کرنی پڑ گئی تھی تو بھی ہمیں اطلاع دی جاسکتی تھی۔ رومیلہ کا تو پورا خاندان شریک ہوا تھا باقاعدہ اخبار میں تصویریں آئی تھیں۔

تم لوگ چاہتے تو ہمیں بھی چلنے کے لیے بلاسکتے تھے اس قدر رازداری سے یہ قدم ایسے ہی نہیں اٹھایا گیا ہے۔ رومیلہ اگر شگفتہ کو پسند نہیں ہے یا یہ روایتی انداز میں اپنے ارمان نہیں نکال سکی تب بھی —— رومیلہ سے اتنی نفرت کرنے کا جواز نہیں بنتا۔

برا و مہربانی مجھے مزید جھوٹ بول کر بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کی جائے لہٰذا صاف صاف بتادو تم لوگوں نے یہ زبردستی کا طوق گلے میں کیوں ڈالا ہے۔" نانی اماں کے لہجے سے غم و غصہ بری طرح چھلک رہا تھا۔

شگفتہ غفار دم بخود کھڑی تھیں۔ نانی اماں کو مطمئن کرنے کے لیے اب کوئی بہترین اور معقول بہانہ ڈھونڈنا تھا جو ان کی سمجھ میں بالکل نہیں آرہا تھا کیونکہ بریرہ مستقل انہیں شاکی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو۔ "آپ کچھ دن بھی اپنی زبان پر قابو نہیں رکھ سکتیں۔ آپ کے اتنا تماشا کرنے کی وجہ سے نانی اماں کو شک ہوا ہے۔ اب انہیں کون مطمئن کرے گا۔ آپ اپنی بے وقوفیوں کی وجہ سے میرا گھر برباد کردیں گی۔"

شگفتہ غفار خود شرمندہ تھیں اس لیے بریرہ سے نظریں چرائے کھڑی تھیں۔

رومیلہ اس سارے ماحول میں سب سے بری حالت میں تھی دکھ، بے عزتی، شرمندگی، تاسف اور جانے کون کون سے احساسات سے وہ گزر رہی تھی۔ اس وقت وہ اتنی ذلت محسوس کررہی تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ مگر نانی اماں کے سوالوں نے اس کا سوچوں کی سمت بدل دی۔ اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا وہ جلد سے جلد اس موضوع کو ختم کرنے کے متعلق سوچنے لگی۔

کیونکہ بریرہ جس طرح جذباتی ہو کر رو رہی تھی اسے دیکھتے ہوئے رومیلہ کا وجدان کہہ رہا تھا بریرہ کوئی بھی حماقت سے بھرا جملہ بول کر اس راز کو فاش کردے گی اور واقعی وہ غلط نہیں سوچ رہی تھی بریرہ بھرائی ہوئی آواز میں شگفتہ غفار سے کہنے لگی۔

"لوگ کہتے ہیں اولاد کی خاطر ماں ہر قربانی دے سکتی ہے، مگر آپ صرف کچھ دنوں کے لیے اپنی زبان اور نفرت پر قابو نہیں رکھ سکیں۔ آپ کو مجھ سے اتنی محبت نہیں جتنی رومیلہ سے نفرت ہے آپ میرا گھر برباد کرسکتی ہیں لیکن رومیلہ کو آباد نہیں ہونے دے سکتیں۔" شگفتہ غفار کو لگا کسی نے ان کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا ہو وہ تڑپ کر بریرہ کے قریب گئیں اسے سینے سے لگانے کے لیے، مگر بریرہ نے ان کے ہاتھوں کو بری طرح جھٹک دیا اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے سیڑھیاں پھلانگتی اوپر چڑھ گئی۔

شگفتہ غفار نے ایک نظر نانی اماں اور رومیلہ پر ڈالی اور خود بھی اس کے پیچھے لپکیں۔ نانی اماں بریرہ کا یہ رد عمل دیکھ کر مزید فکر مند ہوگئی تھیں ان کے چہرے پر سوچوں کا ایک جال بچھا تھا۔

وہ نم ناک آنکھوں سے خالی زینے کو دیکھتی رہیں جہاں سے ان کی بیٹی اور نواسی نے جاکر ان کے لیے سوچوں کے ان گنت در کھول دیے تھے۔

رومیلہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہی پھر خود پر قابو پاتی ان کے نزدیک چلی آئی۔

"نا۔۔ نانی اماں۔" رومیلہ کانپتے لہجے میں بولی تو وہ ڈبڈباتی نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"میں آپ سے کوئی جھوٹ نہیں بولنا چاہتی نہ ہی آپ کو بے وقوف بنانے کی کوشش کروں گی۔ الیان اور ان کی فیملی نے یہ شادی واقعی بڑی مجبوری کے عالم میں کی ہے یوں سمجھ لیں بہت بڑا قرض تھا الیان پر جسے ہر حال میں چکانا تھا اور جس کے بدلے میں، میرے بھائی نے الیان کو مانگ لیا بس اس سے زیادہ میں آپ کو کچھ

نہیں بتاسکتی اس سے زیادہ کچھ نہ ہی جاننا آپ کے اور سب کے حق میں بہتر ہے۔ آپ کو اللہ رسول کا واسطہ آپ یہ سوال آئندہ کبھی نہیں کریں گی۔" رومیلہ نے ان کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

نانی اماں کتنی ہی دیر بے بسی سے رومیلہ کی بھیگی آنکھوں کو دیکھتی رہیں پھر بغیر کچھ کہے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ ان کے ایک ایک انداز سے ان کے شدید دکھ کی عکاسی ہورہی تھی۔

اتنے سارے لوگوں کو اپنی وجہ سے تکلیف میں دیکھ کر رومیلہ کا دل بری طرح بھر آیا تو وہ بھی اپنے اندر کا غبار نکالنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

سارا دن وہ اپنے کمرے میں بند رہی کسی کا سامنا کرنے کی ہمت تھی اور نہ ہی خواہش اور پھر کمرے کے باہر پھیلے سناٹے سے اس نے یہی اندازا لگایا تھا کہ گھر کے باقی مکینوں نے بھی خود کو کمروں میں مقید کرلیا ہے کھانا کھانے یا کسی بھی کام کے لیے کوئی باہر نہیں نکلا ہے۔

شام کے چھ بجے کے قریب اسے گھر میں کچھ چہل پہل محسوس ہوئی جیسے باہر لاؤنج میں سب باتیں کررہے ہوں، لیکن وہ کون لوگ تھے اور کیا باتیں کررہے تھے یہ جاننے کا رومیلہ کو بالکل کوئی تجسس نہیں ہوا وہ ویسے ہی بستر کے ایک کونے میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی رہی، مگر تب ہی دروازے پر کوئی ہلکی سی دستک دے کر اندر داخل ہوگیا۔ اپنے سامنے بریرہ کو کھڑا دیکھ کر رومیلہ حیرت کے مارے اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔

بریرہ کا حلیہ خاصا بہتر تھا اس نے کپڑے وغیرہ بدلے ہوئے تھے بال قرینے سے بنا کر وہ کہیں جانے کے لیے تیار لگ رہی تھی البتہ اس کی آنکھوں کو دیکھ کر صاف ظاہر ہورہا تھا کہ وہ پورا دن روتی رہی ہے۔

رومیلہ اسے اچانک سامنے دیکھ کر کچھ پریشان سی ہوگئی جانے اب وہ کیا کہنے والی تھی۔ اب رومیلہ میں مزید کچھ سننے کا یارا نہیں تھا۔ رومیلہ خاموشی سے اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی اس کے بھی شاید سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے، لیکن اس کے پاس یہاں کھڑے رہنے کا وقت نہیں تھا لہٰذا گلا کھنکھارتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے۔۔ نہیں پتا تھا کہ۔۔ ممی کا رویہ آپ کے ساتھ۔۔۔ اس قسم کا ہے مجھے معلوم تھا وہ آپ کو کبھی قبول نہیں کریں گی۔۔ لیکن۔۔ لیکن وہ آپ کے ساتھ اس طرح پیش آتی ہوں گی۔۔ اس کا علم مجھے بھی یہاں آکر ہوا ہے۔"

بریرہ بڑے شکستہ لہجے میں بول رہی تھی وہ رومیلہ کو دیکھ بھی نہیں رہی تھی اس کی نظریں اپنی انگلیوں پر مرکوز تھیں جن پر وہ اپنے دوپٹے کا پلو کھول اور لپیٹ رہی تھی پھر وہ ایسے خاموش ہوگئی جیسے جو وہ کہنا چاہ رہی ہو اسے کہنے کی ہمت نہ ہورہی ہو۔ آخر وہ بہت ہکلاتے ہوئے بولی۔

"لگتا ہے۔۔ آپ ممی کے رویے کے متعلق۔۔ اپنے گھر والوں کو کچھ نہیں بتاتیں۔" وہ کہہ کر ایک بار پھر چپ ہوگئی رومیلہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد آخر اس نے وہ کہہ ہی دیا جسے کہنے وہ یہاں آئی تھی۔

"ممی کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتی ہوں۔ آپ پلیز یہ سب اپنے بھائی کو مت بتایئے گا۔" پہلی بار وہ رومیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی انکساری سے بولی تو رومیلہ پر گھڑوں پانی گر گیا۔

تو گویا وہ اس لیے پریشان تھی کہ رومیلہ اپنے بھائی کو سب بتادے گی اور وہ انتقاماً اس کے سسرال والوں کو اس کے اغوا ہونے کے متعلق بتادے گا۔ اس کے لہجے میں اپنی ماں کے رویے پر شرمندگی نہیں تھی۔ بس ایک ڈر تھا اپنے گھر کے اجڑ جانے کا رومیلہ بے اختیار اس کے قریب آگئی۔

"تمہیں معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ معافی تو مجھے مانگنی چاہیے کہ میری وجہ سے تم سب لوگوں کو اتنی تکلیف ہورہی ہے۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں، میں یا میرا بھائی تمہارا گھر کبھی برباد نہیں کریں گے۔ میرے

بھائی نے جو تمہارے ساتھ کیا وہ بالکل غلط تھا نا قابل معافی جرم سرزد ہوا ہے اس سے مگر اسے جو کرنا تھا وہ کر چکا ہے اب مزید تم لوگوں کو دکھ دینے یا پریشان کرنے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں۔" بریرہ بڑے غور سے رومیلہ کو سن رہی تھی۔

"اپنی زندگی کو سکون کے ساتھ جیو بغیر کسی ڈر یا خوف کے اس یقین کے ساتھ کہ میں تم پر کبھی آنچ نہیں آنے دوں گی۔" رومیلہ بڑی خود اعتمادی کے ساتھ بولی۔

وہ واقعی دل سے چاہتی تھی کہ بریرہ کا ہر وہم دور ہو جائے۔ اس کے لیے اس نے وہ باتیں بھی کہہ دی تھیں۔ جس کے بارے میں اسے پتا ہی نہیں تھا کہ وہ ایسا کر بھی سکے گی یا نہیں۔

بریرہ بڑے غور سے اسے دیکھتی رہی جیسے اس کے چہرے سے کچھ اخذ کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ رومیلہ کو لگا وہ اس سے کچھ پوچھے گی مگر وہ کچھ کہے بغیر ہی واپسی کے لیے مڑ گئی۔ رومیلہ کتنی ہی دیر اپنی جگہ کھڑی رہی کہ تب ہی سرداراں نے آکر اطلاع دی کہ نانی اماں اسے بلا رہی ہیں۔

وہ جس حلیے میں کھڑی تھی ویسے ہی باہر آگئی۔ مگر لاؤنج میں نانی اماں اور بریرہ کا سامان رکھا دیکھ کر اور ایک صوفے پر حامد کو شگفتہ غفار سے محو گفتگو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔

"آپ لوگ جا رہے ہیں۔" رومیلہ بے اختیار نانی اماں کے قریب آگئی۔

"ہاں بیٹا! اب اس عمر میں اپنے گھر کے علاوہ کہیں دل نہیں لگتا۔" نانی اماں حامد کے سامنے ایسے بولیں جیسے کچھ ہوا ہی نا ہو۔ بلکہ خوامخواہ ہی ہنس کر کہنے لگیں۔

"میں نے تو اکیلے جانے کا ارادہ کیا تھا مگر جب بریرہ کو حامد کے آنے کا پتا چلا تو اس نے بھی سامان باندھ لیا۔ میں تو کہہ بھی رہی ہوں کہ تم رک جاؤ۔ مگر اسے بھی اپنے گھر کی عادت ہو گئی ہے اور اچھی ہی بات ہے۔ کچھ دن بعد پھر چکر لگالے گی۔ میں ریاض اور الیان کا انتظار نہیں کر سکتی۔ ان لوگوں سے بعد میں فون پر بات کر لوں گی شام ہو گئی ہے بس ہم فوراً نکل رہے ہیں۔" نانی اماں کہتی چلی گئیں۔

"لیکن آپ لوگ رات میں کیوں جا رہے ہیں صبح نکل جائیے گا۔" رومیلہ حیرانی سے بولی۔

"حامد میرے فون کرنے پر اپنے کام چھوڑ کر دن میں ہی نکل کھڑا ہوا تھا۔ اب اگر رات کو رکیں گے تو اس کا ایک دن اور ضائع ہو جائے گا۔ کوئی بات نہیں۔ رات کا سفر ایسا کوئی خطرناک نہیں، صبح تک پہنچ جائیں گے۔" نانی اماں لاپروائی سے بولیں۔

رومیلہ خوب جانتی تھی۔ نانی اماں ریاض غفار اور الیان کے آنے سے پہلے پہلے نکل جانا چاہتی ہیں۔ انہوں نے اسی لیے انہیں فون بھی نہیں کیا تھا کہ پھر وہ انہیں رکنے پر اصرار کریں گے اور ان کے اچانک جانے کا فیصلہ کرنے پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دیں گے۔ رومیلہ حیران پریشان سی کھڑی رہی۔ ایک بار پھر اسے شرمندہ ہونے لگی کہ اس کی وجہ سے کتنے لوگوں کو تکلیف ہو رہی تھی۔ نانی اماں نے اسے ساکت کھڑا دیکھ کر خود سے لگا لیا اور بڑے دھیمے لہجے میں بولیں۔

"پریشان مت ہو۔ وقت ایک سا نہیں رہتا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ شگفتہ ضدی ہے اس سے میں نے ابھی اس موضوع پر بات نہیں کی۔ لیکن بریرہ کو میں نے سمجھایا ہے۔ آہستہ آہستہ سب کے رویے تمہارے ساتھ بہتر ہو جائیں گے۔ بس تم ثابت قدم رہنا۔" رومیلہ کا دل چاہا وہ ان سے پوچھے کہ انہوں نے بریرہ کو کیا سمجھایا۔ کہیں انہوں نے یہ تو نہیں بتا دیا کہ رومیلہ نے ہاتھ جوڑ کر ان سے التجا کی ہے کہ ــــ کسی سے کچھ نہیں پوچھیں گی۔ مگر رومیلہ خاموش ہی کھڑی رہی۔ البتہ اس کی سمجھ میں یہ ضرور آگیا تھا کہ بریرہ صرف اس کے بھائی کے ڈر سے کمرے تک نہیں آئی تھی۔ ضرور نانی اماں نے اس کے ذہن سے غلط فہمی کی دھند صاف کی تھی۔

انہوں نے یقیناً اس کی بہت تعریف کر دی ہو گی۔ نانی اماں تھیں ہی اتنی محبت کرنے والی کہ انہیں لوگوں میں خوبیاں ہی نظر آتی تھیں۔ نانی اماں اس کا ماتھا چوم کر حامد کی طرف بڑھ گئیں جو جانے کے لیے کھڑا ہو گیا تھا۔ حامد نے رومیلہ سے رسمی سلام دعا کی۔ تب تک ملازم نے بیگ گاڑی میں رکھ دیے تو وہ سب بھی باہر آگئے۔

ایک چیز جو رومیلہ نے بڑی شدت سے محسوس کی۔ مگر خوش قسمتی سے حامد وہ دیکھنے سے محروم رہ گیا۔ شگفتہ غفار بریرہ کو الوداعی پیار کرنے آگے بڑھیں۔ مگر بریرہ بڑی بے رخی سے گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔ نانی اماں نے بھی منظر دیکھ کر صرف گہرا سانس کھینچا۔ آگے بڑھ کر انہوں نے بھی اپنی بیٹی کو کوئی تسلی نہیں دی۔ بلکہ خود بھی دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

شگفتہ غفار کے چہرے پر اس وقت اس قدر شدید دکھ تھا کہ رومیلہ نظریں چرا گئی۔ گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تو وہ اندر کی طرف بھاگ گئیں۔ جبکہ رومیلہ وہیں پورچ میں کھڑی اس عالی شان گھر کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ اب اس کی زندگی اس گھر میں اور بھی مشکل ہو جائے گی۔

☼ ☼ ☼

رات کو الیان اور ریاض غفار معمول سے خاصی تاخیر سے گھر لوٹے۔ ایک جاپانی کمپنی کے ساتھ طویل تھکا دینے والی میٹنگ نے ان دونوں کو ہی الجھائے رکھا تھا۔ وہ دونوں بغیر کپڑے بدلے سیدھا ہاتھ دھو کر کھانے کی میز پر آگئے۔ نانی اماں تو مغرب کے بعد ہی رات کا کھانا کھا لیا کرتی تھیں لہٰذا ریاض غفار نے صرف بریرہ کے متعلق پوچھا۔ انہیں یقین تھا ان کی بیٹی ان کا کھانے پر انتظار کر رہی ہو گی مگر سرداراں کے منہ سے یہ سن کر کہ بریرہ اور نانی اماں کو حامد واپس گاؤں لے گئے۔ وہ دونوں ہی ٹھٹک گئے۔

"اور شگفتہ؟ کیا اس نے کھانا کھا لیا؟" ریاض غفار نے پوچھا۔

"نہیں انہوں نے منع کر دیا ہے انہیں بھوک نہیں ہے۔" ریاض غفار اور الیان ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر دونوں ہی ایک ساتھ ٹیبل پر سے اٹھے اور سیدھا شگفتہ غفار کے سر پر پہنچ گئے۔ پہلے تو وہ بات کرنے کے لیے ہی تیار نہیں تھیں اور سر منہ لپیٹے پڑی رہیں، آخر ریاض غفار کے جھنجلانے پر بستر سے اٹھ بیٹھیں اور باقاعدہ آنسوؤں سے رونے لگیں۔

"ہاں آپ بھی مجھ پر غصہ کر لیں۔ ساری غلطی میری ہے، سارا قصور میرا ہے۔ اماں بھی مجھ سے ناراض ہیں، بریرہ بھی ابرار سے زیادہ مجھ سے خوف زدہ ہے کہ میں ہی اس کا گھر برباد کروں گی۔ ابرار کو تو ضرورت ہی نہیں ہے کچھ کرنے کی۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟" ریاض غفار تپ گئے۔

"ہوا یہ ہے کہ مجھے اپنی اوقات پتا چل گئی ہے۔ گھر کے نوکروں سے مجھے پتا چلتا ہے کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔" شگفتہ غفار بھی تڑخ کر بولیں۔

"کیا مطلب؟" ریاض غفار ٹھٹک کر بولے۔

"مجھے اپنی دوستوں کے سامنے ماسی سے یہ پتا چلا ہے کہ الیان، رومیلہ کو شاپنگ پر لے کر گیا تھا۔" ریاض غفار اور الیان دونوں چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ریاض غفار کا انداز تصدیق کرنے والا تھا جبکہ الیان کی نظروں میں شدید حیرت تھی۔

"آپ نے اس بات کو لے کر کہیں اپنی دوستوں کے سامنے تو کوئی ہنگامہ نہیں کر دیا۔" الیان نے بے یقینی سے پوچھا۔

"تمہیں صرف ہنگامے کی پڑی ہے۔ یہ احساس نہیں کہ میرے دل پر کیا بیتی۔" شگفتہ غفار جذباتی انداز میں بولیں۔ الیان نے ایسے لب بھینچے جیسے خود کو بمشکل کچھ کہنے سے روکا ہو' جبکہ ریاض غفار بھنائے ہوئے انداز میں ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولے۔

"ان سب باتوں کا اماں اور بریرہ کے گاؤں جانے سے کیا تعلق ہے۔"

"کوئی تعلق نہیں وہ دونوں بس ایسے ہی ناراض ہو کر چلی گئیں۔ مجھے رومیلہ پر غصہ تھا اور اسی وقت وہ منحوس یونیورسٹی سے گھر بھی آگئی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ اس نے ہمت کیسے کی میرے بیٹے کے ساتھ بازار جانے کی۔ بس اماں اور بریرہ دونوں کو یہ بات بری لگ گئی۔" شگفتہ غفار غم و غصے سے بے حال ہو رہی تھیں۔

ریاض غفار اور الیان کتنی دیر حیرانی سے انہیں دیکھتے رہے۔ پھر آخر ریاض غفار کی حیرت غصے میں بدلنی شروع ہوئی اور وہ چبا کر بولے۔

"تم نے اماں اور اپنی دوستوں کے سامنے یہ بات کہی کہ رومیلہ نے الیان کے ساتھ بازار جانے کی ہمت کیسے کی۔"

"دوستوں کا مجھے یاد نہیں کہ وہ موجود تھیں یا نہیں البتہ غصہ میں نے ان کے سامنے ہی کرنا شروع کر دیا تھا۔" شگفتہ غفار عجیب نروٹھے پن سے بولیں۔

"تو تمہارے غصے کو دیکھ کر کسی نے پوچھا نہیں کہ اگر تمہاری بہو تمہارے بیٹے کے ساتھ چلی گئی تو ایسا کون سا گناہ ہو گیا جو تمہیں آگ لگ گئی۔" ریاض غفار اس قدر تپے ہوئے تھے کہ شگفتہ غفار شاکی نظروں سے انہیں دیکھنے لگیں ان کے اس لب و لہجے پر۔

"بریرہ نے ٹھیک ہی کہا تھا ابرار کو کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ رویہ سب کو مشکوک کر دے گا اور یہ راز خود بخود فاش ہو جائے گا۔" ریاض غفار انہیں خاموش دیکھ کر غرا کر بولے تو الیان سرد سے لہجے میں ان کے جملے کی تصحیح کرنے لگا۔

"یہ راز فاش ہو چکا ہے۔ نانی اماں بہت کچھ سمجھ گئی ہیں تب ہی وہ گاؤں سے حامد کو بلا کر ہم سے ملے بغیر واپس چلی گئیں۔" ریاض غفار کچھ تفکر سے الیان کو دیکھنے لگے جیسے انہیں بھی الیان کی بات سچ لگ رہی ہو۔ البتہ شگفتہ غفار نے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کچھ نہیں سمجھی ہیں۔ صرف پوچھ رہی تھیں کہ میں رومیلہ کو اتنا ناپسند کیوں کرتی ہوں۔ ظاہری سی بات ہے۔ میں سچ تو بتا نہیں سکتی تھی۔ لہٰذا میں خاموش رہی۔ مگر بریرہ نے خاصا اوور ری ایکٹ کیا۔ اس کی باتوں سے اگر اماں کو کچھ اندازہ ہو گیا ہو تو میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔" شگفتہ غفار نے بڑی ڈھٹائی سے اپنا دامن بچا لیا تو ریاض غفار کو شدید غصہ آگیا۔

"بریرہ نے کوئی اوور ری ایکٹ نہیں کیا ہے۔ جو کیا ہے تم نے کیا ہے اور مستقل تم ہی سب کر رہی ہو۔"

"مجھ پر چلانے کی بجائے ایک بار الیان سے یہ تو پوچھ لیں کہ وہ اسے شاپنگ پر لے کر کیوں گیا؟" شگفتہ غفار نے ڈھٹائی کی حد کر دی تھی۔ ابھی بھی انہوں نے روہانسی ہوتے ہوئے مظلوم بن کر کہا تو ریاض غفار چیخ پڑے۔

"شگفتہ مجھے ہاتھ اٹھانے پر مجبور مت کرو وہ بھی جوان بیٹے کے سامنے۔" شگفتہ غفار کے چہرے کا رنگ ہی بدل گیا۔

وہ ریاض غفار کے منہ سے ایسی کسی بات کی توقع بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ جب خود کو غلط ہی نہیں مان رہی تھیں۔ تو ریاض غفار کا خود پر چلانا اور غصہ کرنا کیسے صحیح مان لیتیں۔ جبکہ ریاض غفار کا بس نہیں چل رہا تھا کہ شگفتہ غفار کو اٹھا کر چھت سے نیچے پھینک دیں۔

ان کی بیٹی آج شگفتہ غفار کی وجہ سے ان سے ملے بغیر چلی گئی۔ پتا نہیں وہ نانی اماں کے سامنے کتنی شرمندہ ہوئی ہو گی۔ جانے اس کے دل پر اس وقت کیا بیت رہی ہو گی۔

"ڈیڈی۔۔۔ ڈیڈی آپ پلیز ریلیکس ہو جائیں۔" الیان نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"کیسے ریلیکس ہو جاؤں۔ باتیں سنی ہیں تم نے اپنی ماں کی۔" ریاض غفار بھنا کر بولے۔

"ممی سے میں بات کرتا ہوں۔ آپ جائیں یہاں سے۔" الیان نے ایک نظر ماں کے چہرے پر ڈالی' جو ریاض غفار کی بات سن کر صدمے سے سفید پڑ گیا تھا۔ ریاض غفار' الیان کی بات پر فوراً" کچھ نہیں بولے۔ کچھ دیر وہ کھڑے غصے سے انجان بنی بیٹھی۔ شگفتہ غفار کو گھورتے رہے۔ پھر پاؤں پٹختے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔

الیان کو بھی غصہ تو بہت آ رہا تھا۔ مگر اسے پتا تھا اس معاملے کو غصے سے نہیں بلکہ سمجھ داری سے سلجھانا تھا۔ لہٰذا وہ خود پر ضبط کرتا ان کے نزدیک چلا آیا اور عین ان کے سامنے بستر پر بیٹھ گیا۔

"ہم سب جانتے ہیں آپ رومیلہ سے نفرت کرتی ہیں۔ میں آپ کی نفرت کو غلط نہیں کہوں گا۔ لیکن اس کا اظہار جب آپ دوسروں کے سامنے کرتی ہیں تو لوگ حیران ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ ہم سب کا تماشا بنتا ہے۔ لوگ جتنا مشکوک ہوں گے اتنا ہی کریدیں گے۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ بریرہ کے اغوا کی بات سب کو پتا چل جائے۔" بیٹے کے نرمی سے بات کرنے پر شگفتہ غفار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور ایک بار پھر مظلوم بنتے ہوئے نروٹھے پن سے بولیں۔

"تو تم کیوں ایسی حرکتیں کرتے ہو کہ میں بھڑکنے پر مجبور ہو جاؤں۔ تمہیں نہیں پتا وہ بہت چالاک ہے۔ تم پر ڈورے ڈال رہی ہے اور تم اس کے جال میں پھنستے جا رہے ہو۔"

"وہ مجھے نہیں پھنسا رہی' میں خود اسے شاپنگ پر لے کر گیا تھا۔ اس نے یونیورسٹی جوائن کی تھی اور اس کے پاس کپڑے تک نہیں تھے۔ لوگ نہیں جانتے کہ ہماری شادی کن حالات میں ہوئی ہے۔ دنیا کی نظر میں وہ میری بیوی ہے۔ اس کے اسٹینڈرڈ سے رہنے یا نہ رہنے سے میری عزت پر حرف آتا ہے۔" الیان دل ہی دل میں زچ ہو جانے کے باوجود رسانیت سے بولا۔

"اسی بات کا تو وہ فائدہ اٹھا رہی ہے کہ دنیا کی نظر میں وہ تمہاری بیوی ہے اور دیکھ لینا ایک دن وہ سچ مچ تمہاری بیوی بن جائے گی۔" شگفتہ غفار نے دانت پیسے۔

"وہ فائدہ نہیں اٹھا رہی آپ ان سیکیور فیل کر رہی ہیں اور آپ ساری زندگی ایسے ہی ہنگامے کرتی رہیں گی۔ کبھی کسی کے سامنے' تو کبھی کسی کے سامنے۔ ہم نے بریرہ کا گھر تو بسا لیا۔ لیکن اپنے گھر کا سکون ختم کر لیا۔ میں رومیلہ کو اپنا نہیں سکتا۔ کیونکہ اسے اس گھر میں کبھی بہو کا درجہ نہیں ملے گا۔ میں دوسری شادی بھی نہیں کر سکتا کہ جس لڑکی کو آپ برداشت نہیں کر پا رہیں اس کی سوتن کیسے سہیں گی۔ میری زندگی تو اور اجیرن ہو جائے گی۔ آخر میں کروں تو کیا کروں؟" الیان کی بات پر وہ تڑپ اٹھیں۔

"اسی لیے تو مجھے اس لڑکی سے نفرت ہے۔ جس نے میرے دونوں بچوں کی زندگی جہنم بنا دی ہے۔"

"اس نے نہیں' ہم نے خود اپنی زندگی جہنم بنائی ہے۔ ہم نے صرف بدنامی کے ڈر سے اس کے بھائی کی شرط مان لی۔ اگر اس وقت میں نے ذرا سا خود غرض بن کر رومیلہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہوتا تو آج میں اس ذہنی کرب سے نہ گزر رہا ہوتا۔ میں نے ابرار کے بارے میں سب پتا کرایا ہے۔ وہ کوئی جرائم پیشہ آدمی نہیں ہے۔ نہ ہی اس کا کوئی مجرمانہ ریکارڈ ہے۔ اگر ہم لوگ اس وقت بارات لانے سے انکار کر دیتے تو وہ بریرہ کو ایسے ہی چھوڑ دیتا۔ میں نے بہن کا گھر بچانے کے لیے اپنی زندگی تباہ کر لی۔" الیان بڑی سنجیدگی سے بول رہا تھا۔ شگفتہ غفار کچھ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

”وہ اگر بریرہ کو نہ چھوڑتا تو بھی ہم لوگوں کی زندگی جہنم بنی ہوتی تم نے اس وقت جو فیصلہ کیا۔ بالکل صحیح کیا۔ تم بہن کی زندگی اور عزت بچا کر پچھتا رہے ہو۔“ شگفتہ غفار حیرانی سے بولیں۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا ان کا بیٹا یہ سب کہہ رہا ہے۔ وہ بغور اسے دیکھنے لگیں۔ جس کا چہرہ پر سوز نہیں۔ البتہ پر سوچ ضرور تھا۔

”بریرہ کی عزت اور زندگی ابرار کے پاس محفوظ تھیں۔ بس ہم لوگ کچھ زیادہ ہی گھبرا گئے تھے یا شاید ہمارے پاس سوچنے کا وقت نہیں تھا۔“

”میں تمہاری بات سے بالکل متفق نہیں ہوں۔“ شگفتہ غفار ایک دم سختی سے بولیں۔

”تم شاید اس وقت کی شدتوں کو بھول گئے۔ مگر مجھے سب یاد ہے۔ جو لوگ ایک لڑکی کو اغوا کر سکتے ہیں وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ ان سے کسی قسم کی انسانیت کی توقع رکھنا بے وقوفی ہے۔ ہم لوگ اس وقت گھبرائے نہیں تھے۔ بلکہ ہم لوگوں نے وہی کیا جو ان حالات میں کوئی بھی کرتا۔ بریرہ ساتھ خیریت کے گھر آگئی۔ ہمارے لیے اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔“ شگفتہ غفار کی بات پر الیان بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

”اگر آپ کے لیے بریرہ کے ساتھ خیریت سے گھر آجانے سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہے تو آج آپ ہر وقت شکوہ کناں کیوں رہتی ہیں۔ رومیلہ کو دیکھتے ہی آپ کے اندر نفرت کا ایک سیلاب کیوں امڈنے لگتا ہے۔ آپ یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ اس کے بھائی نے آپ کی بیٹی کو عزت سے گھر پہنچا دیا۔ آپ کیوں ہر وقت یہ سوچ کر انگاروں پر لوٹتی ہیں کہ اس کے بھائی نے آپ کی بیٹی کو اغوا کیا تھا اور آپ کے ایک ہی بیٹے کو ایک زبردستی کی شادی پر مجبور کر دیا۔

ممی جس طرح حادثوں سے زندگی رک نہیں جاتی‘ ٹھیک اسی طرح کسی ایک کامیابی پر زندگی بھر خوش بھی نہیں ہوا جا سکتا۔ اس وقت بریرہ کو بچانے کے لیے ہمیں جو صحیح لگا وہ ہم نے کیا۔ لیکن اب وہ وقت گزر گیا ہے۔ اب ہمارے سامنے دوسرے مسائل ہیں۔ اب ہمیں ان سے نبٹنا ہے۔ جس میں سرفہرست گھر کا سکون ہے جو بالکل ختم ہو چکا ہے۔“ الیان کے عجیب و غریب لہجے پر شگفتہ غفار الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

”تم کیا سوچ رہے ہو‘ الیان تمہارے ارادے کیا ہیں؟“ الیان جیسے کسی سوچ سے چونک کر انہیں دیکھنے لگا اور دیکھتا چلا گیا۔ مگر شگفتہ غفار کو بدستور اپنی جانب سوالیہ انداز میں دیکھتا پا کر اسے کہنا پڑا۔

”میں رومیلہ کو طلاق دے رہا ہوں۔“ شگفتہ غفار کو لگا جیسے ان کے سر پر کوئی بم پھٹ گیا ہو۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے الیان کو دیکھنے لگیں۔

”الیان۔۔۔ تم جانتے ہو۔۔۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔“ وہ کانپتی آواز میں بولیں۔

”میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔“ الیان ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

”فیصلہ!“ شگفتہ غفار نے بے یقینی سے دہرایا۔

”جی ممی! میں مشورہ نہیں کر رہا۔ میں فیصلہ سنا رہا ہوں۔ میں نے تو ڈائیورس پیپرز تک بنوا لیے ہیں۔ میں اس روز‘ روز کی چخ چخ سے تنگ آگیا ہوں۔“ الیان کے چہرے پر مذاق کا شائبہ تک نہیں تھا۔ وہ پوری سنجیدگی سے بول رہا تھا۔ پھر یہ وقت کوئی مذاق کا تھا بھی نہیں۔۔۔ نہ ہی ایسی باتیں مذاق میں کی جاتی ہیں۔

”الیان۔۔۔“ شگفتہ غفار سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ پھر بھی وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگیں۔

”ابرار! حامد کو سب بتا دے گا۔۔۔ بہ۔۔۔ بریرہ کا گھر اجڑ جائے گا۔“

”اس طرح خوف پر مبنی رشتہ ویسے بھی زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ حامد اگر بریرہ سے محبت کرتا ہے تو یہ سب جاننے کے بعد بھی اسے نہیں چھوڑے گا۔“

”یہ تم کون سی فلمی باتیں کر رہے ہو۔ مرد خود چاہے جو بھی کر لے‘ عورت کے کردار پر شک کی پرچھائیں تک برداشت نہیں کر سکتا اور یہاں تو صرف شک نہیں‘ ایک دھوکے والی بات ہے کہ اتنا کچھ ہوا اور ہم سب چھپا گئے۔ بریرہ تو برباد ہو گی۔ میرا میکا بھی چھٹ جائے گا۔“ شگفتہ غفار کی آنکھوں میں خوف سا تیر رہا تھا۔

”تو آپ کیا چاہتی ہیں‘ میں ساری زندگی اس لڑکی کو برداشت کرتا رہوں۔ مجھے ایک نارمل بیوی چاہیے‘ جسے گھر میں گھر کے فرد کی حیثیت حاصل ہو۔ آپ کے اور اس کے بیچ کبھی کبھی ساس‘ بہو والی روایتی جھڑپ ہو جاتی ہے تو وہ ایک نارمل بات ہے۔ لیکن جس لڑکی سے آپ اتنی نفرت کرتی ہیں کہ اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتیں۔ اس کے ساتھ میں اپنی پوری زندگی کیسے گزار سکتا ہوں۔

ہر آئے گئے کے سامنے روز تماشے ہو رہے ہوں گے۔ میری بیوی اگر ذلیل ہوتی ہے تو بے عزتی میری بھی ہوتی ہے۔ میں اسے نارمل بیوی کی طرح کہیں لے جا نہیں سکتا۔ یعنی اپنی زندگی انجوائے ہی نہیں کر سکتا۔ آپ اپنے آپ کو ذرا سا بدلنے کے لیے تیار نہیں تو آخر ساری قربانی میں ہی کیوں دوں۔ آج نانی اماں کو شک ہو گیا ہے۔ کل کو دوسروں کو بھی ہو جائے گا۔ نانی اماں مستقل بریرہ کو اتنا کریدیں گی کہ ایک دن کسی کمزور لمحہ کی زد میں آکر بریرہ انہیں سب سچ بتا دے گی۔

اور وہ جو کہتے ہیں ناکہ جس راز کی حفاظت تم خود نہیں کر سکتے۔ اس کی حفاظت کوئی دوسرا بھی نہیں کر سکتا۔ نانی اماں کے ذریعے یہ بات دوسروں کو پتا چل ہی جائے گی۔ ہم بلاوجہ ایک ایسی بات کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔ جسے ہم خود اچھال رہے ہیں۔“ الیان کہتا چلا گیا۔

اس کے منہ سے نکلے ہر لفظ کے ساتھ شگفتہ غفار کی بے چینی میں اضافہ ہوتا گیا۔ انہیں کسی کل چین نہیں آرہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کسی بھی طرح طلاق کا خیال الیان کے ذہن سے کھرچ کر پھینک دیں۔ مگر وہ جس طرح بات کر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا وہ ہر پہلو پر سوچے بیٹھا ہے۔

”الیان۔۔۔ الیان تم جذباتی ہو رہے ہو۔ تم یقین کرو آئندہ میں کسی کے سامنے کچھ نہیں کہوں گی۔ میں رومیلہ کو بہو کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتی۔ لیکن میں اس کی طرف سے لاتعلق بن جاؤں گی۔ میں اس کے کسی معاملے میں دخل نہیں دوں گی۔“ شگفتہ غفار جلدی جلدی لجاجت سے کہنے لگیں۔

”وہ بات مت کہیں‘ جس کے بارے میں آپ خود بھی جانتی ہیں کہ آپ اسے نہیں نبھا سکتیں اور پھر میں نے شادی سے پہلے ہی کہہ دیا تھا میں اسے ہمیشہ کے لیے نہیں اپنا رہا۔ ایک دن میں اس سے جان چھڑا لوں گا۔

آپ جانتی ہیں میں جو کہتا ہوں اس پر قائم رہتا ہوں۔ ابرار نے یہی سوچ کر یہ شادی کی تھی کہ شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔ میں اسے بتانا چاہتا ہوں وہ اور لوگ ہوتے ہیں جو سمجھوتے کرتے ہیں۔ میرے ایک دوست نے یہی سوچ کر میرا نام استعمال کر کے لڑکی سے دوستی کی تھی کہ میں کچھ دن ناراض رہ کر ٹھیک ہو جاؤں گا۔ لیکن میں نے آج تک اس سے دوبارہ بات نہیں کی۔“ الیان اپنی جگہ سے اٹھ کر کمرے کی کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ اس کے لہجے سے اس کے اندر کے غصے اور اپنی بات پر اڑے رہنے کی ضد صاف محسوس ہو رہی تھی۔ شگفتہ غفار بھی گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

”لیکن الیان۔۔۔ بریرہ۔۔۔“

”میں کہہ رہا ہوں نا آج نہیں تو کل حامد سب جان ہی جائے گا۔ پھر کیا فائدہ ہے اتنی تکلیف اور ذہنی اذیت سہنے کا۔“ الیان نے چڑے ہوئے انداز میں ان کی بات کاٹ دی۔ وہ تو کچھ سننے کے لیے ہی تیار نہیں تھا۔ تو وہ الجھ کر کہنے لگیں۔

”یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا الیان۔۔۔ میں نے تو تمہاری آنکھوں میں رومیلہ کے لیے پسندیدگی دیکھی تھی۔ میری نظریں اتنا بڑا دھوکا تو نہیں کھا سکتیں۔“

"یہی تو خوف ہے آپ کا جو ہم سب کے لیے مصیبت بن گیا ہے۔" الیان تلخی سے بولا۔

"خوف نہیں میرا مشاہدہ ہے اور ایک ماں اپنی اولاد کے متعلق اتنا غلط اندازا نہیں لگا سکتی۔" شگفتہ غفار پورے وثوق سے بولیں تو الیان فوری طور پر کچھ نہ بولا اور خاموشی سے کھڑکی میں کھڑا رہا۔ پھر اچانک گہرا سانس کھینچتے ہوئے ان کی طرف پلٹ گیا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے اس نے پشت کھڑکی کے شیشے سے ٹکالی۔

"رومیلہ اچھی لڑکی ہے مجھے واقعی پسند ہے۔ اگر عام حالات میں میری اس سے شادی ہوئی ہوتی تو میں اس کی رفاقت میں بہت خوش ہوتا۔

لیکن جن حالات میں' میں نے اسے اپنایا ہے آپ نے کیسے سوچ لیا کہ میں اسے اتنی آسانی سے قبول کرلوں گا۔ اس طرح تو ابرار جیت جائے گا۔" الیان اب بڑے سکون سے بات کر رہا تھا۔

"لیکن بہن کی زندگی تباہ کرکے اگر تم نے ابرار کو ہرا بھی دیا تو کیا فائدہ۔" اسے اپنے فیصلے پر اٹل دیکھ کر شگفتہ غفار شکست خوردہ لہجے میں بولیں۔

"ٹھیک ہے اگر آپ اسے ویسے ہی اپنالیں جیسے آپ اپنے چاؤ اور ارمانوں سے بیاہی بہو کو رکھتیں تو میں اپنا فیصلہ بدل دیتا ہوں۔" الیان کی بات پر وہ کچھ روہانسی سی ہو گئیں۔

"الیان..... یہ میرے اختیار سے باہر کی چیز ہے۔ میں اس کے ساتھ اپنا رویہ بہتر تو کر سکتی ہوں۔ لیکن اسے خلوص اور محبت نہیں۔"

"آپ اس کے ساتھ رویہ بہتر بھی نہیں کر سکتیں۔ میں جب اس سے باتیں کروں گا۔ اس کے ساتھ کہیں باہر جاؤں گا۔ اسے گھمانے لے جاؤں گا۔ آپ ایسے ہی گھر میں شو ڈاؤن کیا کریں گی۔ جیسے آپ اب تک کرتی آئی ہیں۔ جب آپ کو اس سے اتنی نفرت ہے تو میں اس سے کیسے محبت کر سکتا ہوں۔" الیان بڑی صاف گوئی سے بول رہا تھا۔

شگفتہ غفار نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ لیکن وہ محض دو' تین گہری سانسیں کھینچ کر رہ گئیں۔ جیسے کہنے کے لیے ان کے پاس کچھ ہو ہی نہیں۔ وہ الیان سے متفق تھیں' بس بریرہ کا خیال انہیں بے چین کیے دے رہا تھا۔ الیان کچھ دیر ان کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر بغیر کچھ کہے کمرے سے نکل گیا۔

✡ ✡ ✡

اس نے سنا تھا۔ دنیا میں لوگوں کے ساتھ بہت بڑے بڑے دھوکے ہوتے ہیں۔ لیکن اس نے کبھی یہ نہیں سنا تھا کہ والدین نے اپنی اولاد کے ساتھ کوئی دھوکے بازی کی ہو۔

اب یہ زوبیہ کی کم علمی تھی یا اس کا نصیب' یہ تو وہ نہیں جانتی تھی۔ البتہ جب سے خرم اس سے مل کر گیا تھا اور شائستہ خالہ کی کہانی کے متعلق اسے بتایا تھا۔ تب سے وہ بالکل سن ہو گئی تھی۔

اسے لگتا جیسے خرم نے اسے جھوٹ بول کر مطمئن کر دیا کہ شائستہ نامی کوئی لڑکی ہے ہی نہیں۔ لیکن پھر اسے وہ وقت یاد آتا۔ جب بلال اختر نے وہ گھر بیچنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس وقت عائشہ اختر کتنی دکھی تھیں۔ یہاں تک کہ زوبیہ نے ان سے پوچھ لیا تھا کہ یہ کوئی ان کا آبائی گھر نہیں ہے۔ بلال اختر تو اس گھر میں بچپن سے رہے ہیں۔ جب انہیں اتنا دکھ نہیں تو آپ کو اس قدر تکلیف کیوں ہو رہی ہے۔

عائشہ اختر نے ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی زوبیہ کی باتوں کو نظرانداز کر دیا۔ مگر ان کے چہرے کے تاثرات یاد کرنے پر اسے لگتا خرم ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ بات تو اس نے خود اپنے کانوں سے عائشہ اختر کو کہتے سنی تھی کہ اس

گھر کی خاطر انہوں نے بڑی قربانیاں دیں۔ جس گھر کی خاطر انہوں نے سب کچھ کھو دیا۔ بلال اختر اسے ایسے نہیں بیچ سکتے۔

اگر وہ سیدھے سادے طریقے سے شادی ہو کر اس گھر میں آئی تھیں تو بھلا وہ قربانیاں کون سی تھیں جو انہوں نے اس گھر کی خاطر دیں اور پھر سب سے بڑھ کر عائشہ اختر کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ والدین حیات نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان بالکل تنہا ہو جائے۔ بھائی' بہن نہ سہی' لیکن کوئی کزن' کوئی دور پرے کا رشتے دار تو ہونا چاہیے۔

اگر خرم کی کہانی سچ نہیں بھی تھی تب بھی یہ تو ضرور سچ تھا کہ انہوں نے ایسا کچھ ضرور کیا تھا کہ سارا خاندان چھوٹ گیا یا انہیں چھوڑنا پڑا۔

ورنہ بلال اختر اور عائشہ اختر دونوں اس قدر سوشل تھے کہ ان کا روز نہ سہی' کم از کم عید بقر عید پر تو کسی رشتے دار کے گھر آنا جانا ہونا چاہیے تھا۔ جیسے بلال اختر کے کزنز وغیرہ سے عید وغیرہ پر سال کے سال ملاقات ہو جاتی تھی۔

مگر ان تمام باتوں سے ہٹ کر جب وہ شائستہ خالہ کے بارے میں سوچتی اسے ساری باتیں بکواس لگنے لگتیں۔ حالانکہ اس نے بہت یاد کرنے کی کوشش کی کہ شائستہ خالہ کا نام' ان کے ساتھ ہوا حادثہ' ان کا قتل یا خودکشی اور ان کی لاش کا آج تک نہ ملنا۔ یہ سب باتیں اسے کس نے بتائیں۔ مگر بہت یاد کرنے پر بھی اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔ بس اسے یہ پتا تھا کہ وہ یہ سب جانتی ہے۔ اگر یہ سب اسے اس کی دادی نے بتایا تھا تو دادی کی تو وہ شکل تک بھول گئی تھی۔ بس ایک ہیولا سا یاد تھا۔ سر پر سفید دوپٹا اوڑھے خاصی بھاری جسم کی عورت تھیں۔ باقی ناک نقش تو تصور کرنے پر بھی یاد نہیں آتے تھے۔ پھر ان کی بتائی باتیں اسے اب تک کیوں یاد تھیں۔ کیا اس لیے کہ یہ کہانی اس کے ذہن پر سوار ہو چکی تھی اور وہ ہر دوسرے دن ان کے متعلق سوچتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ یہ سب بھی بھول نہیں سکی۔

لیکن وہ یہ سب کیوں سوچتی ہے۔ بچپن سے کیا اس کے پاس سوچنے کے لیے اور کچھ نہیں تھا جو وہ ان خرافات پر غور کرتی رہی۔ نہیں بلکہ بچپن سے وہ بھیانک چہرہ جو اس کے سامنے موجود رہتا تھا۔ اسے کسی اور چیز پر توجہ دینے کا موقع ہی نہیں دیتا تھا اور یہ چہرہ تو اس کا وہم نہیں تھا۔

حالانکہ کتنے سائیکاٹرسٹ نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ یہ "اس کا وہم ہے" لیکن اپنے سامنے کھڑے خون میں چھپے چہرے کو وہ "وہم" کہہ کر بھی نظرانداز نہ کر سکی۔ پھر اس پر وہ بھیانک اسکیچز.....

جس کے لیے ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ زوبیہ خود اپنی بے خبری میں اپنے ہاتھوں سے بناتی ہے اور پھر بھول جاتی ہے کہ یہ اس نے بنائے ہیں۔ ہوش میں آنے یا ایک طرف سے نیند سے جاگنے پر اسے لگتا ہے یہ شائستہ خالہ کی روح بنا کر گئی ہے۔

اگر یہ تصویریں شائستہ خالہ کی روح کے بجائے وہ خود بناتی ہے تو وہ ہمیشہ ایک مخصوص قسم کی کیوں بناتی ہے۔ کبھی کچھ منفرد یا معمول سے مختلف کیوں نہیں ہوتیں۔ کیا اس کا لاشعور بس ایک ہی نکتہ پر مرکوز رہتا ہے۔ یہ وہ سوال تھے جن کا جواب سوچ سوچ کر اس کا دماغ شل ہو گیا تھا۔

ڈاکٹرز کو اس نے باتیں کرتے سنا تھا کہ اس کی حالت میں کوئی بہتری نہیں ہو رہی ہے۔ بلکہ اس کا دورہ پڑنے کا دورانیہ بڑھتا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس کی دوائیوں کی خوراک بڑھا دی جائے۔

جبکہ اسے لگتا تھا وہ یہاں شائستہ خالہ کی وجہ سے آئی ہے اور یہاں آکر شائستہ خالہ اس کے اور قریب آگئی ہیں۔ اس کے پاس کمرے میں کہیں کوئی آئینہ نہیں تھا نہ ہی اس کے باتھ روم میں ہی یہ سہولت میسر تھی۔

البتہ ایک دن جب ایک ڈاکٹر کے پاس لے جانے کے لیے اسے کمرے سے باہر لے کر گئے' تب ایک کھڑکی کے شیشے میں اس نے اپنا عکس دیکھا اور ٹھٹک گئی۔ وہ سفید سیدھا پاجامہ اور ڈھیلی سی سفید قمیص اور دوپٹا میں ملبوس تھی۔ بالوں کی سیدھی سے چوٹی بنائے وہ ہمیشہ سے قطعاً "مختلف کوئی اور ہی لڑکی لگ رہی تھی۔ وہ جیسے خود کو پہچانی ہی نہیں۔ پھر اس کے ذہن میں ایک دم جھما کا ہوا اور وہ ششدر سی کھڑی خود کو دیکھتی رہ گئی۔ اپنا یہ روپ اس نے ایک بار پہلے بھی دیکھا تھا۔ مگر آئینے میں نہیں۔ اپنے کمرے میں اپنے روبرو ٹھیک اسی طرح کا لباس پہنے ایسے ہی بال بنائے۔ ایسا ہی ایک روپ اس کے کمرے میں اس کے بستر پر بیٹھا تھا۔

تب اس لڑکی کی ایک جھلک دیکھ کر وہ یہی سمجھی تھی کہ اس نے خود کو دیکھا تھا۔ لیکن نہیں' اس دن اس نے پہلی بار شائستہ خالہ کا نارمل چہرہ دیکھا تھا۔ زخموں اور خون کے بغیر بالوں کی چلمن سے عاری وہ صاف شفاف چہرہ شائستہ خالہ کا ہوگا۔ تو کیا شائستہ خالہ اور اس میں اتنی مشابہت تھی۔ لیکن شائستہ خالہ نے یہ بیماروں والا لباس کیوں پہن رکھا تھا؟ کیا وہ بھی اس کی طرح کسی اسپتال میں ایڈمٹ ہوئی تھیں۔ یہ وہ سوال تھے جو اسے ہر وقت بے چین رکھتے۔

ایک دن اس سے ملنے ڈاکٹر شکیلہ آئیں تو وہ ان کے سامنے بری طرح رو دی۔

"مجھے یہاں سے نکال لیں۔ پلیز میں پاگل نہیں ہوں۔ مگر یہاں رہتے رہتے پاگل ہو جاؤں گی۔" ڈاکٹر شکیلہ کے چہرے پر تاسف پھیلا تھا۔ ان کی اتنی پرانی پیشنٹ اس حال کو پہنچ گئی تھی۔ انہیں خود بھی دکھ تھا۔ مگر وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

بلال اختر نے حمید کے والد سے بات کی تھی۔ ان کی منت سماجت تک کی تھی۔ منہ مانگی رقم کی پیش کش کی تھی۔ مگر وہ کسی طور نہیں مانے کیس واپس لینے کے لیے تو پھر بھلا ڈاکٹر شکیلہ کیا کر سکتی تھیں۔ وہ اس کا کندھا تھپکتے ہوئے اسے جھوٹی تسلیاں دینے لگیں۔

وہ ماہر نفسیات تھیں۔ حالات بھلے ہی بدل نہ سکیں۔ مگر وقتی طور پر اپنے مریض کی سوچوں کا زاویہ ضرور بدل سکتی تھیں۔ بھلے ہی کچھ دیر بعد مریض واپس اپنے نکتہ نظر پر لوٹ آئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے لیے وہ ضرور لوگوں کو بہلا لیا کرتی تھیں۔ اس وقت بھی وہ اس کا ذہن بٹانے میں کامیاب ہو گئیں تو زوبیہ نے انہیں شائستہ خالہ کے اس حلیے میں ایک بار دیکھے جانے والی بات انہیں بتا دی۔ انہوں نے اسے بغور سننے کے بعد ایک بار پھر سمجھانا شروع کر دیا۔

"تمہیں جو بھی چہرہ نظر آتا ہے تم اسے شائستہ خالہ سے منسلک کر دیتی ہو۔ تم نے ٹی وی پر کسی مریضہ کو دیکھا ہوگا۔ اسپتال کا یونیفارم ایسا ہی ہوتا ہے۔ اب تم نے خود کو ان کپڑوں میں دیکھا تو تمہیں کسی فلم یا ڈرامے کا کوئی سین یاد آگیا اور بس۔۔۔ جب تک تم یہ نہیں مانو گی کہ شائستہ خالہ جیسی کوئی عورت یا لڑکی ہے ہی نہیں۔ تب تک تم یہاں سے نہیں نکل سکتیں۔" ڈاکٹر شکیلہ نے نہایت رسانیت سے ایک بار پھر جھوٹ بولا۔

کیونکہ اب اگر وہ یہ مان بھی لیتی کہ شائستہ خالہ تو ہے ہی نہیں۔ تب بھی وہ یہاں سے نہیں نکل سکتی تھی۔

زوبیہ ان کی بات پر کچھ خاموش ہو گئی۔ پھر بڑبڑانے والے انداز میں کہنے لگی۔

"ہاں خرم نے تو بہت کوشش کی مجھے یقین دلانے کی کہ۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"خرم؟ کون خرم؟" ڈاکٹر شکیلہ چونکیں تو زوبیہ بھی چونک اٹھی اور بات بدلتے ہوئے بولی۔

"میرا ایک میسج مما کو دے دیجیے گا۔ ان سے کہیے گا زوبیہ نے پوچھا ہے۔ کیا میرے کسی کزن کا نام الیان ہے۔"

"کیوں تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو۔" ڈاکٹر شکیلہ نے پوچھا تو زوبیہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"یہ مت پوچھیں آپ بس میرا یہ میسج مما کو دے دیں۔" ڈاکٹر شکیلہ صرف اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

زوبیہ' عائشہ اختر کا ردعمل دیکھنا چاہتی تھی۔ جس سے خرم کی بات کے سچ جھوٹ ہونے کا خود ہی پتا چل جانا تھا اور واقعی اگلے دن عائشہ اختر کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ سن کھڑی رہ گئی۔

"تو کیا واقعی خرم سچ کہہ رہا ہے۔" زوبیہ سکتے کے عالم میں انہیں دیکھے گئی۔ جن کے چہرے پر الجھن ہی الجھن نمایاں تھی۔

"تم نے یہ کیوں پوچھا کہ تمہارے کسی کزن کا نام الیان ہے؟" ان کے لہجہ میں بے چینی تھی۔ زوبیہ سپاٹ نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔

"بولو نا ڈاکٹر شکیلہ سے' تم نے پوچھا ہے کہ کیا میرے کسی کزن کا نام الیان ہے۔۔۔ اس۔۔۔ اس سوال کا کیا مطلب ہے۔" عائشہ اختر کا چہرہ ہر وقت میک اپ کی دبیز تہ میں چھپا رہتا تھا۔ مگر اس وقت ان کے چہرے کی ساری جھریاں۔۔۔ صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

زوبیہ کے پاگل خانے جانے کے بعد سے ان کے چہرے پر وہ شادابی نہیں رہی تھی جو ان کا خاصہ تھی۔ ان کی گردن جو ہر وقت خوب صورتی سے تنی رہتی تھی۔ وہ بھی ان کے کندھے جھک جانے کے باعث ان کی نڈھال شخصیت کی ہی عکاسی کر رہی تھی اور آج تو جیسے وہ ایسے ہی اٹھ کر آگئی تھیں بالکل سادہ۔

"بولو نا زوبیہ میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔" وہ زچ ہو کر بولیں۔

"آپ تو کہتی ہیں صرف ہفتہ میں ایک دفعہ مجھ سے ملنے آسکتی ہیں۔ کورٹ کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔ پھر آج چار دن پہلے اسپتال کے عملے نے آپ کو اندر کیسے آنے دیا۔" زوبیہ بڑبڑانے والے انداز میں بولی۔

"بے کار کی باتیں مت کرو میرے سوال کا جواب دو۔" وہ تپ گئیں۔

"آپ نے وارڈ بوائے کو پیسے کھلائے ہوں گے اندر آنے کے لیے۔ مجھے پتا ہے یہاں پیسے کھلا کر اندر ہی اندر بہت کام ہو جاتے ہیں۔ لیکن مجھے تو آپ کی بے چینی پر حیرت ہے کہ کل میں نے میسج دیا اور آج آپ میرے سامنے ہیں۔" زوبیہ کے اطمینان سے کہنے پر وہ جھنجلا کر بولیں۔

"ظاہری بات ہے اس چار دیواری میں بیٹھ کر بھی اگر تم ایسے سوال پوچھو گی تو میں تو پریشان ہوں گی تاکہ آخر تمہاری کس سے ملاقات ہوئی ہے جو تم اس طرح کی باتیں پوچھ رہی ہو۔"

"یہ سب چھوڑیں' آپ یہ بتائیں جو گھر ہم نے بیچ دیا وہ آپ کا آبائی گھر تھا۔ آپ اپنی والدہ اور بھائی بھابھی کے ساتھ اس میں رہتی تھیں۔" عائشہ اختر کی رنگت خطرناک حد تک زرد ہو گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے زوبیہ کو دیکھے گئیں۔ ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ خرم کی کہی باتیں سچ ہیں۔ جب یہ سب سچ تھا تو وہ سب بھی سچ ہوگا جو اس نے شائستہ خالہ کے متعلق بتایا تھا۔

"تم۔۔۔ تم کس سے ملی تھیں۔" عائشہ اختر کی آواز لرز رہی تھی۔ زوبیہ کو مزید کسی سوال کے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے دیوار کو دیکھنے لگی۔ ایک عجیب سے ملال نے اس کے پورے وجود کا احاطہ کر لیا تھا۔

اس کی ماں نے اپنی ماں سے اتنا بڑا دھوکا کیا۔ اس کے باپ نے اپنے والدین سے اتنے جھوٹ بولے اور اس کے ماں باپ نے اسے ہمیشہ جھڑک کے خاموش کر دیا۔ کبھی سچائی سے آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

عائشہ اختر اسے چپ دیکھ کر اس کے نزدیک چلی آئیں اور اس کے بال سہلانے لگیں۔ انہیں اجازت تھی وہ اس کے کمرے میں آسکتی تھیں اور اس وقت تو وہ اتنی موٹی رقم کھلا کر آئی تھیں کہ انہیں کہیں بھی جانا منع نہ ہوتا۔

"کیا یہاں کوئی تم سے ملنے آیا تھا۔" وہ اب محبت سے پوچھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ زوبیہ گردن گھما کر خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ جب انہوں نے کبھی اسے کچھ نہیں بتایا تو وہ انہیں کیوں بتاتی' اس نے بڑے اعتماد سے سر نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں مجھ سے بھلا کون ملنے آئے گا۔ کسی کو اجازت بھی نہیں ہے۔ یہ سب تو مجھے شائستہ خالہ نے بتایا تھا کہ آپ نے اور پاپا نے کس طرح دادا' دادی سے جھوٹ بول کر ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی۔" عائشہ اختر بے یقینی سے زوبیہ کو دیکھے گئیں۔ جیسے ان کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا بولیں۔ آخر کافی دیر بعد انہوں نے کہنا شروع کیا۔

"تمہاری شائستہ خالہ نے کوئی بکواس کی ہے۔ ہم نے تو کوئی جھوٹ نہیں بولا اگر ہم نے جھوٹ بولا ہوتا تو سب سے پہلے تو ان کے وجود کا ہی انکار ہوتا ہے نا۔ جب وہ کبھی تھیں ہی نہیں تو ان کی روح کہاں سے آ گئی۔" اپنے طور پر انہوں نے بڑے پتے کی بات کی تھی۔ مگر زوبیہ کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"میں نے یہ کب بتایا تھا کہ آپ دونوں نے دادا' دادی سے کیا جھوٹ بولا۔ میں نے تو یہ کہا ہی نہیں کہ وہ کبھی تھیں ہی نہیں۔" عائشہ اختر جیسے سٹپٹا گئیں۔ ان سے کوئی بات نہیں بن رہی تھی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں ذرا تمہارا واش روم یوز کر رہی ہوں۔" وہ یہ کہتی تیزی سے واش روم چلی گئیں۔

زوبیہ اپنی جگہ بیٹھی رہی تب ہی پرس میں رکھا ان کا موبائل بجنا شروع ہو گیا۔ زوبیہ نے اٹھ کر ان کا پرس کھولا۔ ان کی دوست فرح کا فون آ رہا تھا۔

زوبیہ نے سوچا تھا اگر پاپا کا فون ہو گا تو وہ بات کر لے گی۔ ان کی دوست کا نام دیکھ کر وہ موبائل واپس پرس میں رکھنے لگی کہ تب ہی اس کی نظر ان کے پرس میں پڑے والٹ پر پڑی۔

ہر وقت کڑک نوٹوں سے بھرا ان کا والٹ پھولا ہی رہتا تھا۔ زوبیہ نے ایک نظر باتھ روم کے بند دروازے پر ڈالی اور پھر والٹ کھول کر اس میں سے ہزار' ہزار کے کئی نوٹ نکال کر پرس ویسے ہی بند کر کے رکھ دیا جیسے عائشہ اختر چھوڑ کر گئی تھیں۔

کچھ دیر بعد عائشہ اختر واش روم سے باہر آئیں تو ان کے چہرے کے تاثرات کافی بہتر ہو چکے تھے۔ انہیں یہ سوچ کر اطمینان ہو گیا تھا کہ زوبیہ کو یہ سب کسی مستند ذرائع سے پتا نہیں چلا ہے۔ لہٰذا وہ اسے آرام سے جھٹلا سکتی ہیں۔

وہ اسے بہت سارا پیار کر کے سمجھانے لگیں کہ فضول باتوں میں خود کو نہ الجھایا کرے۔ اس کے والدین اس سے بہت محبت کرتے ہیں اور اسے یہاں سے نکالنے کی کوششوں میں سرگرداں ہیں۔ وہ ان پر بھروسہ رکھے' وغیرہ وغیرہ۔

اسے پتا تھا کہ وہ اسے نکالنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ مگر وہ اسے کبھی نکال نہیں سکیں گے۔ اسے اب ساری زندگی یہیں رہنا تھا۔ اس بار ان کا واسطہ کوئی رخسار کے والدین سے نہیں پڑا تھا جو پیسہ دیکھ کر بیٹی کا سر پھٹ جانے کے باوجود خاموش ہو گئے۔ حمید کے والدین اسے ساری زندگی اس پاگل خانے میں سڑائیں گے۔ مگر وہ یہاں رہ کر حقیقتاً "پاگل نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ اتنی بڑی رقم اس نے نکالی ہی اس لیے تھی کہ اسے پل پل کر وہ یہاں سے آرام سے باہر جا سکتی تھی۔

اتنے دنوں سے وہ یہاں تھی۔ یہاں کے ماحول کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ یہاں وارڈ بوائے اور سسٹرز کو پیسہ کھلا کر بہت کام ہوتے تھے۔ نہ صرف لڑکیاں باہر جاتی تھیں بلکہ باہر سے بھی لوگ آتے تھے۔ اس کے ساتھ کسی نے ایسی کوئی کوشش کرنے کا سوچا ہی نہیں تھا کیونکہ وہ بہت بڑے باپ کی بیٹی تھی اور نئی آئی تھی۔ ورنہ وہ لڑکیاں

جو یہاں کئی سالوں سے تھیں اور کوئی ان سے ملنے تک نہیں آتا تھا۔ یہاں سے باہر کئی لوگوں کے پاس بھیجی جاتی تھیں۔

زوبیہ نے یہ سب عائشہ اختر کو بتانا چاہا تھا۔ مگر پھر یہ سوچ کر خاموش رہی کہ وہ لوگ اسے یہاں سے نکال تو نہیں سکتے۔ مگر یہ سب سن کر ان کا رہا سہا سکون ضرور ختم ہو جائے گا۔ اگر انہوں نے عملے کے خلاف کوئی ایکشن لینے کی کوشش کی تو بھی ایک دن میں وہ سب کچھ ٹھیک نہیں کر سکیں گے۔ جب تک وہ کوئی سدھار لانے کے قابل ہوں گے۔ تب تک یہاں کا عملہ زوبیہ کا دشمن بن جائے گا اور وہ سمندر میں رہ کر مگرمچھ سے بیر نہیں رکھ سکتی تھی۔

خاص طور پر ایسی صورت میں جب اس کے والدین اس کی طرف سے اتنے پریشان تھے۔ عائشہ اختر کے چہرے پر تو سالوں کی بیمار عورت جیسی نقاہت پھیل گئی تھی۔ اپنی ماں کی یہ حالت دیکھ کر اسے بہت دکھ ہوا تھا۔ بلال اختر کی حالت عائشہ اختر سے بہت بہتر تھی۔ مگر ان کے ہر انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اندر سے بالکل ٹوٹ گئے ہیں۔ زوبیہ نے سوچ لیا تھا کہ وہ ایک بار یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی تو پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روپوش ہو جائے گی۔

بلال اختر اسے کسی دوسرے شہر تو کیا دوسرے ملک میں بھی آرام سے بھیج سکتے تھے۔ ان دونوں کی زندگی بھی آسان ہو جائے گی۔ ان کا جب دل چاہے گا وہ آ کر اس سے مل لیں گے اور دنیا کے سامنے اسے غائب ہی ظاہر کرتے رہیں گے۔

ویسے بھی اس کی موجودگی ان لوگوں کے لیے شرمندگی کا ہی سبب بنی ہے اور اب اس قاتلانہ حملہ کے بعد تو ان کے پاس صفائی میں کچھ کہنے کے لیے بچا ہی نہیں تھا۔ لہٰذا نہ وہ کبھی لوگوں کے سامنے آئے گی اور نہ کبھی انہیں اس کے متعلق جھوٹ بول کر لوگوں کو مطمئن کرنا پڑے گا۔

لیکن وہ یہ سب انہیں بتا کر یا انہیں ساتھ ملا کر نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اس کے پاگل خانے سے فرار ہو کر زندگی بھر کے لیے روپوش ہونے پر کبھی رضامند نہیں ہوں گے۔ ان کی یہی کوشش ہو گی کہ کورٹ میں اسے بے گناہ ثابت کروئیں۔ تاکہ پھر لوگ اس کی ذہنی حالت کی طرف سے مطمئن ہو جائیں اور وہ اس کی کسی اچھی جگہ شادی کروئیں۔

لیکن زوبیہ ان دونوں کی طرح خوش فہم نہیں تھی۔ حقیقت یہی تھی کہ وہ یہاں سے کبھی نہیں نکل سکتی' وہ کبھی نارمل ثابت ہو گی اور نہ ہی نارمل لڑکیوں کی طرح زندگی گزارے گی۔ بلکہ اگر وہ یہاں رہتی رہی تو اس کی ذہنی حالت مزید ابتر ہو جائے گی۔

چنانچہ ان دونوں کو سمجھانے اور قائل کرنے کی بجائے مناسب یہی تھا کہ یہاں سے نکل کر ان سے رابطہ کیا جائے۔ تب وہ اس پر تھوڑا سا غصہ کرنے کے بعد اسے شہر یا ملک سے باہر نکالنے کی ہی کوشش کریں گے۔

عائشہ اختر کے چلے جانے کے بعد اسے گویا ایک مقصد مل گیا۔ وہ ہر وقت اس نرس کے انتظار میں رہنے لگی جس کے بارے میں اسے شک تھا کہ یہ لڑکیوں کو باہر بھیجتی ہے اور تیسرے دن زوبیہ کو اس سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔

"مجھے صرف ایک رات کے لیے کسی سے ملنے جانا ہے۔ صبح میں واپس آ جاؤں گی۔" زوبیہ نے بغیر کسی تمہید کے اس کے ہاتھ میں پانچ ہزار روپے رکھ کر یہ کہا تھا اور وہ بری طرح گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"اگر تم مجھے آج رات ہی نکال دو تو میں اتنی ہی رقم اور دے سکتی ہوں۔" زوبیہ بڑی دھیمی آواز میں بول رہی تھی۔ وہ حیرانی سے زوبیہ کو دیکھنے لگی۔ دس ہزار ایک ہی رات میں کمانے کے خیال سے اس کی آنکھیں چندھیانے لگی تھیں۔

"مگر۔۔۔ میں ایسے کام نہیں کرتی۔" اس نے اپنی صفائی دینا ضروری سمجھا۔ زوبیہ نے فوراً اپنی تلخ مسکراہٹ کو روکا اور سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"تمہیں دس ہزار چاہئیں یا نہیں۔" وہ اس پر کوئی طنز نہیں کرنا چاہتی تھی' نہ ہی اس کا کوئی فائدہ تھا۔ وہ تو جلد از جلد اپنی بات منوانا چاہتی تھی۔ کیونکہ زوبیہ کو تو لوٹ کر آنا نہیں تھا۔ بعد میں اس لڑکی کی نوکری خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

مگر زوبیہ کو اس سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ ذہنی طور پر بیمار لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ جو وہ کر رہی تھی اس کے بعد تو اسے دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ کجا کہ اس اسپتال میں۔

"لیکن۔۔۔ تم کبھی باہر نہیں گئیں۔۔۔ اگر تم واپس نہ آئیں تو۔۔۔" وہ بہت زیادہ پریشان ہو گئی تھی۔ زوبیہ مالی طور پر بہت مستحکم تھی۔ اس کا بیک گراؤنڈ بہت مضبوط تھا۔ وہ کوئی ایسی لڑکی نہیں تھی جسے پانچ' چھ سال سے کوئی دیکھنے نہ آیا ہو۔ اس لڑکی کو باہر بھیج کر کہیں وہ مصیبت میں نہ آجائے۔ لہٰذا پہلا خیال اسے یہی آیا تھا کہ اگر وہ باہر نکل کر واپس نہیں آئی تو کیا ہو گا۔

"واپس نہیں آؤں گی تو کہاں جاؤں گی۔ میں صرف پاگل نہیں ہوں' مجرم بھی ہوں۔ میرے پیچھے پولیس لگی ہے۔ میں تو اپنے گھر بھی نہیں جا سکتی۔ مجھے تو ہر حال میں واپس آنا ہی پڑے گا۔ ہاں اگر تمہیں رقم کم لگ رہی ہے تو وہ بات اور ہے۔ میں واپس آکر بھی تمہیں پانچ ہزار دے سکتی ہوں۔" زوبیہ نے تلے انداز میں بولی۔ اس کا تو منہ ہی کھل گیا تھا اتنی بڑی پیش کش پر۔

"بولو کیا کہتی ہو۔" زوبیہ نے اسے ہونق بنا دیکھ کر ٹوکا۔

"اصل میں آج کل حالات تھوڑے خراب ہیں۔ کچھ لوگ میری جاسوسی کرتے ہیں۔ تاکہ ذرا سی مجھ سے چوک ہو اور وہ مجھے نوکری سے ہٹا دیں۔ میں نے آج کل یہ سارے کام بند کر دیے ہیں۔" وہ پریشانی سے کہتی انجانے میں سب قبول کر گئی۔ اس بار زوبیہ نے اپنی تلخ مسکراہٹ کو ابھرنے سے نہیں روکا۔ پھر جب وہ بولی تو اس کا لہجہ خود بخود طنزیہ ہو گیا۔

"تم کون سا صرف نوکری پر جی رہی ہو' پھر بھی اگر ایسا ہوتا ہے تو ہر مہینے تمہاری تنخواہ تمہیں گھر پر مل جائے گی۔" اب تو اس کی حالت غش کھا کر گرنے والی ہو گئی۔

ہرچند کہ وہ نوکری سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتی تھی اور نہ اسے اس وعدہ پر یقین آیا تھا کہ وہ ہر مہینے گھر بیٹھے اسے پیسے دیتی رہے گی۔ مگر وہ یہ ضرور سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی کہ جو لڑکی اتنے پیسے دینے کی بات کر سکتی ہے اس سے بنا کر رکھی جائے تاکہ آگے فائدہ حاصل ہو سکے۔

"کیا تم آج رات ہی جانا چاہتی ہو۔ اگر کل کا انتظام کروں تو۔۔۔"

"نہیں کل نہیں آج ہی۔" زوبیہ ایک دم جوش میں آگئی۔ اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا آج کیا ابھی اور اسی وقت نکل جائے۔ وہ نرس کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر جیسے کوئی لائحہ عمل ترتیب دینے کے بعد سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے آج رات ساڑھے بارہ بجے تم تیار رہنا لیکن تمہیں صبح چار بجے سے پہلے پہلے واپس آنا ہو گا۔ اگر تمہیں چار کے بجائے پانچ بھی بجے تو میں آئندہ تمہاری مدد نہیں کروں گی اور دیر ہونے کی صورت میں ایک ہزار تمہیں اوپر سے دینے ہوں گے۔"

"ہاں ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔" زوبیہ کو لگ رہا تھا کسی نے اسے نئی زندگی دے دی ہو' کتنی مدت کے بعد اس نے خوشی کے احساس کو محسوس کیا تھا۔

ایک پل کے لیے اس کے دل میں خیال بھی آیا کہ کل عائشہ اختر اور بلال اختر کے ملنے آنے کا دن ہے۔ مگر

اگلے ہی پل اس نے اس خیال کو جھٹک دیا۔ جب وہ ہمیشہ کے لیے یہاں سے نکل ہی رہی ہے تو پھر اس ایک گھنٹے کی ملاقات کی بھلا کیا ضرورت ہے۔

زوبیہ کے لیے شام سے رات کرنا مشکل ہو گیا۔ بار بار اس کی نظریں گھڑی کی جانب اٹھ جاتیں' اسے لگ رہا تھا وقت کی سوئیاں جیسے اپنی جگہ منجمد ہو گئی ہوں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کسی طرح اڑ کر یہاں سے باہر نکل جائے۔ حالانکہ اسے بار بار یہ بھی خیال آرہا تھا کہ رات کے ایک بجے وہ تن تنہا یہاں سے نکل بھی جائے گی تو باہر جا کر کیا کرے گی۔

کسی رکشہ یا ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ آدھی رات کو اپنے گھر تو نہیں جا سکتی اور پھر پتا نہیں وہاں سے کوئی سواری ملے یا نہ ملے وہ اس سنسان سڑک پر کھڑی ہو کر کیا کرے گی۔

وہ جب یہاں آئی تھی تو اس نے دیکھا تھا یہ اسپتال شہر کی رونقوں سے دور آفسز کی عمارتوں کے قریب تھا رات کے وقت جب سارے دفاتر بند ہوں گے تب تو سڑک بھی بالکل ویران پڑی ہو گی۔

مگر وہ ان باتوں پر غور کر کے اپنے حوصلے پست نہیں کرنا چاہتی تھی اسے بس یہاں سے نکلنا تھا اور یہاں سے وہ آدھی رات کو بھی نکل سکتی تھی لہٰذا کسی قسم کے ڈر کو دل میں جگہ دے کر وہ اس جہنم سے نکلنے کا نادر موقع نہیں گنوا سکتی تھی۔

آخر خدا خدا کر کے وہ وقت آگیا جب وہ نرس' جس کا نام شاہین تھا اسے لینے آگئی زوبیہ کو تو خوشی کے مارے نیند ہی نہیں آئی تھی اسے کوئی تیاری بھی نہیں کرنی تھی جیسے بیٹھی تھی ویسے ہی اٹھ کر چلے جانا تھا شاہین کو دیکھتے ہی وہ بستر سے اتر کر زمین پر کھڑی ہو گئی۔

شاہین اسے آنکھ سے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی بغیر کچھ کہے مڑ گئی اپنے کمرے سے اس نے شاہین کے ساتھ عورتوں کو جاتے ہوئے اکثر آدھی رات کو دیکھا تھا مگر تب اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی وہ خود بھی اس طرح باہر نکلے گی اور وہ بھی۔۔۔ خوشی خوشی۔

حالانکہ اسپتال کا لق و دق کوریڈور بالکل سنسان پڑا تھا نیم تاریکی میں اسپتال کا پر سوز ماحول نہایت ہیبت ناک لگنا چاہیے تھا مگر زندگی میں پہلی بار زوبیہ کو کسی چیز سے خوف نہیں آرہا تھا وہ خوشی خوشی بغیر آواز کیے شاہین کے پیچھے پیچھے چلتی رہی جو چابیوں کا بڑا سا گچھا لے کر آئی تھی۔

دو جگہ موٹی سلاخوں کے گیٹ اس نے آواز پیدا کیے بغیر بڑی آہستگی سے کھولے تھے مگر ایک جگہ پر ایک چوکیدار نے چھوٹی سی کھڑکی کھول کر اسے دیکھا اور گیٹ کھول دیا۔

وہ اسپتال کی بلڈنگ سے باہر نکلنے کا راستہ تھا مگر صدر دروازہ نہیں تھا باہر اسپتال کا ہی احاطہ تھا اور اسپتال کا جو سامان وغیرہ ور کھا تھا اسے دیکھ کر لگ رہا تھا یہ کچرا وغیرہ پھینکنے کی جگہ ہے۔

شاہین نے گیٹ کھلتے ہی اسے ایک بڑی سی چادر دے دی۔

"اسے اوڑھ کر باہر نکلنا تاکہ کسی کو پتا نہ چلے کہ تم مریض ہو۔" زوبیہ نے چادر جلدی سے اپنے اردگرد لپیٹ لی۔ اسپتال کی عمارت سے باہر قدم رکھتے ہی زوبیہ نے ایک سکون بھرا سانس کھینچا۔

"باقی کے پانچ ہزار" شاہین نے بھی چوکیدار سے کافی فاصلے پر دور پہنچ جانے کے بعد اس کے آگے ہتھیلی پھیلاتے ہوئے کہا تو زوبیہ نے بغیر کچھ کہے مٹھی اس کی طرف بڑھانی چاہی تھی کہ وہ ٹھٹک گئی۔

غیر ارادی طور پر اس کی نظر لان کے ایک جانب لگی کیاری پر پڑی اور اس کا پورا جسم سن ہو گیا وہی منظر تھا جو وہ بچپن سے دیکھتی آرہی تھی وہی شائستہ خالہ کا پانی پر لہراتا ہوا عکس تھا جو بچپن سے اس کے سامنے تھا۔

مگر آج بھی وہ اتنا ہی وحشت زدہ تھا جتنا روز اول سے تھا۔ وہی ان کے بکھرے بال جو ہوا سے ادھر ادھر اڑ رہے

تھے۔ وہی ان کا ناخنوں سے نوچا ہوا کٹا پٹا چہرہ جسے دیکھ کر بہادر سے بہادر انسان کی چیخیں نکل جائیں۔ مگر زوبیہ کی تو خوف سے گھگھی بندھ گئی تھی۔ وہ سکتہ کے عالم میں کھڑی شائستہ خالہ کو دیکھے گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ تم نے خود کہا تھا تم پیسے دو گی۔ اب اگر مکرنے کی کوشش کی تو میں یہیں سے واپس لے جاؤں گی۔ تم نے دیکھا تھا نا جس چوکیدار نے گیٹ کھولا ہے مجھے اسے بھی حصہ دینا ہے اور آگے مین گیٹ سے تمہیں نکالنے والے گارڈ کو بھی پیسے دوں گی۔ خبردار جو ایک روپیہ بھی کم کرنے کا سوچا۔" شاہین خاصا بگڑ کر بولی تو زوبیہ نے بمشکل اپنی توجہ شاہین پر مرکوز کر دی۔

ہاتھ میں پکڑے نوٹ اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہی شائستہ خالہ ایک جست میں اس کے برابر میں آکھڑی ہوئیں۔ اس کے اتنے نزدیک کہ زوبیہ بے اختیار چند قدم پیچھے سرک گئی۔

"واپس کہاں جا رہی ہو چلو آگے چلو۔" شاہین نے کہنے کے ساتھ ہی پلٹ کر چلنا شروع کر دیا۔

جبکہ زوبیہ خوف زدہ نظروں سے شائستہ خالہ کے خون آلود چہرے کو دیکھنے لگی۔ اچانک اسے احساس ہوا وہ اس کے راستے میں حائل ہیں۔ وہ نظروں کا زاویہ بدل کر شاہین کو دیکھنے لگی جو گیٹ تک پہنچ کر اب گیٹ کھلوا رہی تھی۔

یہ وہ مین گیٹ نہیں تھا جہاں سے تمام لوگ آتے جاتے تھے یہ صرف اسپتال کا سامان لانے لے جانے والی گاڑیوں کا گیٹ تھا جہاں ایک ہی گارڈ بیٹھا تھا۔

شاہین کے کہنے پر اس نے گیٹ کھول دیا تھا اور اب گیٹ کے باہر بڑی سی ویران شاہراہ صاف نظر آ رہی تھی۔

صرف چند قدم اٹھانے کی دیر تھی اور اس کی دنیا بدل جانی تھی۔

مگر اس کے قدم من من بھر کے ہو گئے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کوئی انجانی طاقت اسے آگے بڑھنے سے روک رہی ہو۔ وہ ایک بار پھر شائستہ خالہ کی جانب دیکھنے لگی۔ اس کا دل چاہا وہ ان سے بات کرے' ان سے پوچھے کہ وہ اسے باہر نکلنے سے کیوں روکنا چاہتی ہیں۔

مگر اس کے حلق سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔ تب ہی شاہین اسے بڑی غصیلی آواز میں بلانے لگی تو وہ شائستہ خالہ سے کترا کر تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

"کیا کھڑی ہو منہ اٹھائے' جلد جاؤ' کوئی گاڑی تو ابھی نہیں آئی ہے۔ ٹائم وغیرہ صحیح طرح سے طے تو کیا تھا نا۔" شاہین ڈپٹ کر بولی تو زوبیہ نے محض اس کے سوالوں سے بچنے کے لیے سر جلدی سے اثبات میں ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے' جاؤ اور یاد سے چار بجے آجانا۔" وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں کہہ کر اندر کی طرف پلٹ گئی' تو وہ گارڈ جو گیٹ پر کھڑا تھا زوبیہ کو طائرانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے گیٹ بند کرنے لگا۔

البتہ زوبیہ کی نظریں اپنی جگہ پر بدستور کھڑی شائستہ خالہ پر ٹکی تھیں۔ جیسے جیسے گیٹ بند ہوتا گیا ان کا وجود زوبیہ کی نظروں سے اوجھل ہوتا گیا مگر زندگی میں پہلی بار ان کے منظر سے ہٹ جانے پر زوبیہ نے سکون محسوس نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ کچھ بے چین ہو گئی تھی۔

اس سنسان سڑک کے کنارے اس بڑے سے گیٹ کے سامنے کھڑے ہو کر اسے شدت سے محسوس ہو رہا تھا کہ شائستہ خالہ اسے یہاں سے باہر نکلنے سے روک رہی تھیں جیسے اسے باہر نہیں آنا چاہیے تھا۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔۔۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔۔۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔۔۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔۔۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔۔۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔۔۔ اب آگے پڑھیں۔

اکتالیسویں قسط

سیٹی پر ایک نہایت شوخ سی دھن گنگناتے ہوئے جب خرم گاڑی سے اترا تو عین اسی وقت وکی نے بھی اپنی گاڑی پارکنگ میں کھڑی کردی۔

خرم کو اتنے دنوں بعد اتنا خوش دیکھ کر وکی حیران سا گاڑی سے اترا اور اس کے قریب آئے بغیر وہیں سے چلا کر بولا۔

"یہ آج اتنے دنوں بعد پرانے والے خرم سے کیوں ٹکراؤ ہوگیا سب خیریت تو ہے نا۔" خرم اس کے سوال پر اپنی جگہ رک کر مسکراتے ہوئے اس کے نزدیک آنے کا انتظار کرنے لگا۔

اس کے قریب آکر وکی نے بغیر اسے بولنے کا موقع دیے گاڑی کی چابی کو گھماتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے کسی لڑکی کا چکر ہے تب ہی آج وہ خرم ہمارے سامنے کھڑا ہے جسے مدتوں پہلے ہم نے دیکھا تھا۔" اس کی بات پر بے ساختہ خرم کی مسکراہٹ گہری ہوگئی مگر وہ کچھ بولا نہیں بلکہ یونیورسٹی کی طرف قدم بڑھا دیے۔

اس کا فی الحال کسی کو کچھ بتانے کا ارادہ نہیں تھا اور وکی تو ویسے بھی اس کی گڈبک میں نہیں تھا جس سے وہ دل کی بات کہتا کیونکہ وہ اس قابل ہی نہیں تھا ساری دنیا میں اشتہار لگانے والا نہایت چھچھورا اور ناقابل بھروسہ شخص تھا وہ۔

مگر وہ بھی قیاس آرائیاں کرنے سے باز نہیں آیا اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے بڑے جوش سے بولا۔

"کیا بات ہے بھئی۔ یہ مسکراہٹ تو چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ میرا اندازہ بالکل درست ہے۔

کون ہے وہ

کب

کہاں

اور کیسے مل گئی وہ تمہیں۔" وکی نے بڑی ادا سے جملے کو پاز دے دے کر پوچھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔" خرم جانتا تھا وہ اتنی آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑے گا پھر بھی بڑے سرسری انداز میں خرم نے اسے ٹال دیا۔

"بات تو کچھ ایسی ہی ہے، ہم تو وہ ہیں جو اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں ہمیں ٹالنے کی کوشش مت کر یار۔" خرم نے اس کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا اسے ضرورت بھی نہیں تھی۔ خرم کے بولنے کی، وہ خود اکیلا ہی بولنے کے لیے کافی تھا تب ہی اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اندازے لگانے لگا۔

"زوبیہ تو کافی خوب صورت لڑکی تھی بلکہ حسن کی ملکہ جسے کہتے وہ کہنا غلط نہ ہوگا، لیکن وہ تو مینٹل کیس نکلی۔ نمل بھی اچھی ہے مگر وہ تو تمہیں گھانس ڈالتی نہیں، پھر یہ تیسری کون آگئی ہے تمہاری لائف میں۔" خرم کو وکی کا انداز نہایت گھٹیا لگا تھا اس کی پیشانی پر ان گنت بل پڑ گئے تھے جسے محسوس کرلینے کے باوجود وہ کمینہ پن دکھانے سے باز نہ آیا۔

"کہیں تم نے اپنی مارکیٹ ویلیو بڑھانے کے لیے کسی کو پیسے دے کر اپنی گرل فرینڈ ہونے کا ڈرامہ کرنے کے لیے راضی تو نہیں کرلیا۔" وکی نے خباثت سے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ وکی۔ کبھی تو اپنی گھٹیا ذہنیت سے ہٹ کر بھی کچھ سوچ لیا کرو۔" خرم تپ کر چیختے ہوئے بولا اور پھر وکی کو بولنے کا موقع دیے بغیر لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھ گیا۔

وکی کی باتوں نے اس کا موڈ اچھا خاصا خراب کردیا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد جب اسے یہ پتا چلا کہ نمل یونیورسٹی نہیں آئی ہے تو وہ بالکل ہی بور ہوگیا۔

کل رات کے نمل کے اقرار کے بعد سے وہ اتنا مسرور تھا کہ نمل کے سوا اس کا کچھ دیکھنے کو دل چاہ رہا تھا نہ سننے

کو۔ لیکن جب اسے پتا چلا کہ نمل آج غیر حاضر ہے تو اس کا بھی دل چاہا واپس گھر چلا جائے۔

نمل کو اس کے گھر پر اتارنے کے بعد سے وہ صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا تھا جیسے پتا نہیں کتنے سالوں کی جدائی ان دونوں کے بیچ آگئی ہو۔

خرم بے اختیار جیب سے موبائل نکال کر نمل کو فون کرنے لگا اس نے دوسری ہی گھنٹی پر کال اٹینڈ کرلی۔

"کہاں ہو تم آج آئیں کیوں نہیں؟" خرم نے چھوٹتے ہی کہا اس کے بے صبرے پن پر نمل بے اختیار مسکرا دی۔

"رات کو اتنی دیر سے سوئی تھی ابھی تک۔ بستر سے اٹھی ہی کب ہوں جو یونیورسٹی آتی۔"

"یار حد کرتی ہو تم بھی۔ ایسا کون سا صبح کے چار بج گئے تھے تمہیں سوتے جو ابھی تک اٹھا ہی نہیں جارہا۔" خرم خفا ہوتے ہوئے بولا۔

"مجھے تو سوتے سوتے..." نمل کچھ کہتے کہتے بروقت رک گئی، لیکن دوسری طرف خرم اس کی آدھی بات سے ہی اس کا پورا مطلب سمجھ گیا تھا فوری طور پر اس کا لب ولہجہ بڑا خوشگوار ہوگیا۔

"کیا تم بھی میری طرح رات بھر جاگی ہو۔" خرم نے بڑی شوخی سے پوچھا تو نمل نا چاہتے ہوئے بھی جھینپ گئی پھر بھی اسے جھٹلاتے ہوئے بولی۔

"جی نہیں میں تو اتنی تھک گئی تھی کہ گھر آتے ہی سوگئی۔" خرم اس کے انداز پر محظوظ ہوتے ہوئے مصنوعی حیرانی سے بولا۔

"ہاں ظاہری بات ہے تھکن تو ہونی تھی آخر پیدل گھر سے سی ویو اور سی ویو سے گھر گئی تھیں۔" اس کا طنز سمجھتے ہوئے نمل نے فوراً" نروٹھے پن سے کہا۔

"ذہنی تھکن جسمانی تھکن سے زیادہ ہلکان کردیتی ہے۔ مجھے اغوا کرنے والے انداز میں سی ویو لے جاکر تم نے مجھے مینٹل ٹارچر کیا ہے کہ میں ابھی تک ایک شاک کے عالم میں ہوں۔" نمل نے آواز میں درد پیدا کرنے کی پوری کوشش کی تھی مگر جواباً" خرم کا جاندار قہقہہ اسے بتا گیا تھا وہ اس کوشش میں بری طرح ناکام ہوگئی ہے۔

"میرے منہ سے اظہار محبت سن کر تم اس بری طرح تو شرما گئی تھیں پھر یہ مینٹلی طور پر ٹارچر کب ہوگئیں ذرا مجھے بھی تو پتا چلے۔" نمل اس کے برجستہ بولنے پر ایک بار پھر بلش ہوگئی مگر اس بار اس نے بروقت خود پر قابو پالیا اور اپنے لہجے کو نارمل رکھتے ہوئے بولی۔

"میں کوئی شرما نہیں رہی تھی میں تو گھبراہٹ میں لال پیلی ہوگئی تھی۔"

"یہ گھبراہٹ میں کون لال پیلا ہوتا ہے ویسے بھی تم پیلی نہیں گلابی ہورہی تھیں۔" خرم نے شوخی سے کہا تو نمل اپنے ازلی لاپروا انداز میں بولی۔

"ہاں ساون کے اندھے کو بس ہرا ہرا ہی سوجھتا ہے تمہیں تو میں وہی لگ رہی تھی جو تم مجھے دیکھنا چاہ رہے تھے۔"

"خیر یہ تو تم نے واقعی سچ کہا میں تمہیں ہر پل، ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتا ہوں اور وہ بھی اسی روپ میں جس میں میں نے کل رات تمہیں دیکھا تھا۔" خرم نے سرشار ہوتے ہوئے آنکھیں موندلیں۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میں ساری زندگی تمہارے سامنے شرماتی رہوں۔" نمل بگڑ کر بولی تو خرم ہنس دیا اور ہنستا ہی چلا گیا۔

"مطلب تم نے مان ہی لیا کہ تم شرما رہی تھیں۔" اس بار نمل فوری طور پر کچھ نہ بول سکی اپنی جلد بازی پر وہ خود کو دل ہی دل میں خوب صلواتیں سنانے کے بعد بظاہر لاپرواہی سے بولی۔

"اچھا میں فون بند کر رہی ہوں پہلے ہی بہت لیٹ ہو گئی ہوں ابھی اٹھوں گی تیار ہوں گی تو اور ٹائم لگ جائے گا۔"

"یعنی تم آرہی ہو میں تو سمجھا تھا ٹلا مارنے کا ارادہ کیے بیٹھی ہو۔"

"جی نہیں مجھے کوئی شوق نہیں چھٹی کرنے کا اور میری تو پہلے ہی بہت چھٹیاں ہو گئی ہیں۔"

"تو کیا صرف پڑھائی کرنے آرہی ہو۔" خرم نے بظاہر بڑی بے چارگی سے کہا مگر نمل تنگ کر بولی۔

"جی ہاں' صرف پڑھائی کرنے اور کچھ سوچنے کی بھی غلطی مت کرنا۔" نمل دھمکانے والے انداز میں بولی تو خرم ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہاں نمل۔ اب میں مزید کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتا پہلے ہی ہم دونوں کا نام ہر وقت ہر عام و خاص کی زبان پر رہا ہے اب ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے کہ ہم دونوں پھر سے ڈسکس کیے جائیں اور وہ بھی کسی افیئر کے نام پر تو بالکل بھی نہیں۔

مجھے نہیں پتا مجھے تمہارے فادر کو کیسے منانا ہے' لیکن اب ہم سیدھا شادی کریں گے بغیر کسی منگنی اور شور شرابے کے۔" اس کی بات پر نمل بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہنے لگی۔

"ہاں خرم ہم دونوں کی ذات ہر دوسرے دن کینٹین' لائبریری اور کیمپس میں بحث و تنقید کا نشانہ بن رہی ہوتی ہے اب ایسا کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" نمل نے کوئی التجا نہیں کی تھی بس مشورہ دے رہی تھی جس سے خرم پوری طرح متفق تھا تب ہی ٹھوس لہجے میں بولا۔

"مجھ پر بھروسہ رکھو ایسا کچھ نہیں ہوگا پچھلے کچھ عرصے سے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے جس طرح اجنبی بنے ہوئے تھے آگے بھی ہم ایسے ہی رہیں گے تاکہ ہمارے بیچ محبت کو کوئی غلط رنگ نہ دے سکے۔" خرم کا یقین دہانی کرتا لہجہ نمل کو اندر تک پرسکون کر گیا اس نے بغیر کچھ کہے مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا۔

☼ ☼ ☼

کہتے ہیں خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ رومیلہ گھر میں پھیلی جامد خاموشی کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے بھی یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ یہ کون سی تباہیاں لانے والے طوفان کی آمد ہے۔

نانی اماں اور بریرہ کے جانے کے بعد سے اس کا الیان سے سامنا نہیں ہوا تھا اسے یہ اندازا تو ہو گیا تھا کہ رات کو وہ دونوں کافی دیر سے گھر آئے تھے اور آنے کے بعد ان دونوں کی شگفتہ غفار کے ساتھ کافی دیر تک کمرے میں بحث ہوتی رہی تھی۔

وہ ان کی گفتگو تو نہیں سن سکی تھی البتہ ریاض غفار کی آواز اور انداز ظاہر کر رہے تھے کہ وہ شگفتہ غفار پر برہم ہو رہے ہیں تب ہی یہ آوازیں نیچے اس کے کمرے تک آرہی تھیں۔ پھر بھی اس نے کان لگا کر سننے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

اگلے دن وہ مقررہ وقت سے پہلے ہی یونیورسٹی کے لیے نکل گئی تاکہ کسی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یونیورسٹی پہنچ کر وہ کچھ دیر کے لیے اپنے سارے مسائل بھول گئی۔

نمل نے اپنے اور خرم کے متعلق جو بتایا اس نے رومیلہ کو اتنی خوشی دی کہ اس نے دانستہ اپنے گھر میں ہوئے ہنگامے کا ذکر سنبل اور نمل سے نہیں کیا۔

سنبل بھی اس کی طرح بہت خوش تھی اور وہ اپنے گھر کا تذکرہ کر کے اپنے ساتھ ساتھ ان دونوں کی بھی خوشی غارت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس دن بہت دنوں بعد ان تینوں نے مل کر بہت انجوائے کیا پھر یونیورسٹی سے سنبل اور رومیلہ دونوں نمل کے گھر آگئیں۔

نمل یہ سب رشیدہ کو بتانا چاہتی تھی' مگر کہہ نہیں پا رہی تھی وہ رشیدہ سے اتنی بے تکلف تھی کہ شرمانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا البتہ اسے یہ ضرور علم تھا کہ رشیدہ' عظمت خلیل کے رد عمل کے متعلق سوچ کر بری طرح پریشان ہو جائیں گی اور بس یہی فکر اسے رشیدہ کو کچھ بھی بتانے سے روک رہی تھی۔

ورنہ وہ تو جب سے بیوٹی سے واپس آئی تھی تب ہی رشیدہ کے کمرے میں جا کر سب بتا دینا چاہتی تھی۔

سنبل اور رومیلہ نے جب اس کی پریشانی کا سنا تو ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی نمل کے ساتھ اس کے گھر چلتی ہیں تاکہ انہیں جھوٹی سچی تسلی دے کر کسی طرح قائل کر لیں کہ

عظمت خلیل کوئی اعتراض نہیں کریں گے' نمل موقع دیکھ کر بات کرے گی اور سب ٹھیک ہو جائے گا۔

حالانکہ انہیں خود بھی پتا تھا سب ٹھیک ہونا اتنا آسان نہیں' لیکن ابھی وہ نمل کی طرف سے اتنا خوش تھیں کہ کوئی پریشان کن سوچ اپنے قریب بھی نہیں آنے دینا چاہتی تھیں۔

نمل کے گھر جاتے وقت رومیلہ نے صرف الیان کو میسج کر دیا تھا کہ وہ اپنے ماموں کے گھر جا رہی ہے اسے واپسی میں دیر ہو جائے گی جس کے جواب میں الیان نے بھی محض "او کے" لکھ دیا تھا۔

وہ الیان کو فون نہیں کرنا چاہتی تھی جس طرح اس نے الیان کے ساتھ شاپنگ پر جانے پر باتیں سنی تھیں اس کے بعد فطری طور پر وہ الیان سے تھوڑا سا کھنچ گئی تھی۔

الیان سب کچھ جان تو گیا ہو گا شگفتہ غفار کا تماشا کرنا بریرہ اور نانی اماں کا اچانک چلے جانا یہ سب دیکھ کر پتا نہیں اس کا کیا رد عمل رہا ہو گا۔

پتا نہیں شگفتہ غفار نے الیان کے سامنے رومیلہ کو کن کن الفاظ اور القابات سے نوازا ہو گا اور وہ سب سننے کے بعد نہ جانے الیان اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا۔

بس یہی سب سوچتے ہوئے اسے الیان کا سامنا کرتے ہوئے جھجک ہو رہی تھی ورنہ اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ الیان سے پوچھے نانی اماں اور بریرہ کے گاؤں پہنچنے کے بعد کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔ اماں نے وہاں جا کر بریرہ سے اس بابت کوئی باز پرس تو نہیں کی۔

لیکن فی الحال وہ الیان سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی' مگر اس سے گریزاں ہونے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اتنی غیر ذمہ دار ہو جاتی کہ یونیورسٹی سے اٹھ کر کہیں بھی چلی جاتی اور کسی کو اطلاع بھی نہ دیتی۔

نمل کے گھر پر توقع کے عین مطابق رشیدہ سب جان کر بہت پریشان ہو گئیں' مگر سنبل اور رومیلہ نے بہت جلد باتوں سے انہیں بہلا لیا کم از کم وقتی طور پر ان دونوں نے ماحول کچھ ایسا بنا دیا تھا کہ وہ صرف نمل اور خرم کے متعلق سوچ کر خوش ہو گئی تھیں آگے کیا ہو گا یہ تو وہ دونوں بھی نہیں جانتی تھیں۔

نمل کے گھر سے اسے آتے آتے مغرب ہو گئی تھی۔ وہ گھر میں داخل ہوئی تو اسے کوئی بھی نظر نہیں آیا تو وہ سیدھی اپنے کمرے میں گھس گئی ایک بار پھر اس نے الیان کو محض میسج کر کے اپنے گھر لوٹ آنے کی اطلاع دی تھی اور ایک بار پھر الیان کا محض "او کے" لکھا آگیا تھا۔

اگلے دن بھی وہ صبح صبح جلدی گھر سے نکل گئی حالانکہ آج اسے امید تھی کہ شگفتہ غفار اس کی کل سارا دن کی غیر حاضری پر ایک جھاڑ پلانے اس کے سامنے ضرور آئیں گی' لیکن وہ بھی شاید خود کو کمرے تک محدود کر چکی تھیں جب ہی اپنے مقررہ وقت پر گھر آنے پر بھی وہ اسے نظر نہ آئیں اور پھر جب تیسرا دن بھی ایسے ہی گزر گیا تب رومیلہ کو عجیب گھبراہٹ سی ہونے لگی۔

وہ یونیورسٹی سے کچھ نہ کچھ کھا کر آتی تھی تاکہ رات کو کھانا کھانے کی ضرورت نہ پڑے، لیکن پچھلے تین دنوں سے ریاض غفار نے اسے کھانے پر بلایا بھی نہیں تھا۔ پہلے دو دن تو اسے خوشی ہوئی تھی کہ اسے انکار نہیں کرنا پڑا، لیکن تیسرے دن اسے کمرہ بند کیے بیٹھے رہنا معیوب لگنے لگا۔ اسے خود باہر نکل کر گھر کے چھوٹے موٹے کام کرنے چاہئیں جیسے۔ کھانا گرم کرکے لگانے اور سمیٹنے کا کام وغیرہ۔

مگر تین دن سے کسی کا سامنا نہ ہونے کے باعث اس کی جھجک اور بڑھ گئی تھی پھر بھی اس نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کل صبح یونیورسٹی جلدی نہیں جائے گی بلکہ ناشتے کے وقت باہر آکر ناشتا وغیرہ لگانے میں سرداراں کی مدد کرے گی۔

ورنہ ہوسکتا تھا اس کے کمرہ بند کرکے بیٹھنے پر ریاض غفار اور الیان یہ سوچ رہے ہوں کہ اسے شگفتہ غفار کا انداز برا لگا ہے اور وہ اس لیے روٹھی ہے کہ وہ آکر اس سے معذرت کریں۔

حالانکہ اسے بلاشبہ شگفتہ غفار کا اس طرح بے عزت کرنا بہت برا لگا تھا، مگر وہ ان سے کسی معذرت کی خواہش مند نہیں تھی کیونکہ اسے معلوم تھا وہ کبھی بھی معافی نہیں مانگ سکتیں اور پھر جس طرح نانی اماں اور بریرہ اچانک چلے گئے تھے اس کے بعد تو وہ خود کو مظلوم ہی تصور کررہی ہوں گی۔ کیا پتا وہ یہ امید لگائے بیٹھی ہوں کہ رومیلہ کو ان کے پاس جاکر الیان کے ساتھ باہر جانے پر شرمندگی کا اظہار کرنا چاہیے اور ان سے معذرت کرنی چاہیے۔

مگر وہ چاہے جو بھی چاہتی ہوں رومیلہ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ الیان کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں تھا جسے رومیلہ اپنے ساتھ لے جائے وہ خود اپنی مرضی سے گیا تھا اور چاہے شگفتہ غفار یقین کریں یا نہ کریں الیان ہی زبردستی اسے اپنے ساتھ لے کر گیا تھا اور پھر ان کے بیچ رشتہ بھلے ہی صرف کاغذی تھا، مگر شرعی اور اخلاقی لحاظ سے اس نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا جس پر اسے کسی کے سامنے صفائی دینی پڑتی۔

اگلی صبح وہ کسی نہ کسی طرح ہمت کرکے اس وقت کمرے سے باہر نکل آئی جب الیان اور ریاض غفار آفس کے لیے نکل رہے ہوتے ہیں سرداراں ٹیبل پر برتن لگا رہی تھی رومیلہ نے بھی اس کے نزدیک آکر اس کی مدد کرانی شروع کردی۔

جب رومیلہ چائے دم کرکے ٹیبل پر لے کر آئی عین اسی وقت الیان بھی وہاں آگیا اس پر نظر پڑتے ہی وہ کچھ ٹھٹک سا گیا۔ رومیلہ ایک نظر اس پر غیر ارادی طور پر ڈال کر خود کو بہت زیادہ مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگی تو الیان بھی چپ چاپ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

ابھی ریاض غفار اور شگفتہ غفار اپنے کمرے سے باہر نہیں آئے تھے اور رومیلہ نہیں چاہتی تھی کہ باہر آتے ہی ان دونوں پر یہ تاثر پڑے کہ وہ ان کی غیر موجودگی میں الیان کے ساتھ بیٹھی ناشتا کررہی تھی لہٰذا وہ کوئی کام نہ ہونے کے باوجود فوراً" کچن کی طرف پلٹ گئی اور پھر تب ہی باہر نکلی جب اسے ریاض غفار کی آواز سنائی دی۔

وہ الیان سے کچھ بات کررہے تھے رومیلہ پر نظر پڑتے ہی وہ بھی چونک اٹھے۔ رومیلہ نے عادت کے مطابق بڑی دھیمی آواز میں انہیں سلام کیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر سلائس اٹھا کر کترنے لگی۔

یہ اور بات تھی کہ اس کا ناشتا کرنے کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا، مگر وہ کم از کم دس منٹ ٹیبل پر رہنا چاہتی تھی اور اس کے لیے ایک کپ چائے کے ساتھ ایک سلائس لینا تو ضروری تھا۔

ریاض غفار نے بھی اسی کی طرح دھیمی آواز میں جواب دے کر اخبار اٹھالیا۔ کاش اخبار رومیلہ کے قریب ہوتا تو وہ بھی اس عجیب صورت حال سے آسانی سے چھٹکارا حاصل کرلیتی، مگر اب اس کے پاس سوائے سلائس اور کپ پر غور کرنے کے اور کوئی مصروفیت نہیں تھی۔

اس نے الیان کی جانب دیکھا نہیں تھا، مگر اسے اندازا ہوگیا تھا کہ الیان کی ناشتا کرنے رفتار بڑھ گئی تھی جیسے جلدی سے اٹھ جانا چاہتا ہو حالانکہ آج تو وہ وقت سے پہلے اتر آیا تھا ورنہ عموماً" تو وہ دیر ہونے کے ڈر سے جلدی جلدی ہی ناشتا کررہا ہوتا تھا اور ابھی اس کی چائے ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ شگفتہ غفار بھی وہاں آگئیں۔

رومیلہ کا سلائس اس وقت ختم ہوا تھا، مگر اب وہ فوراً" نہیں اٹھ سکتی تھی وہ چاہ رہی تھی کہ وہ بیٹھ کر ناشتا شروع کردیں پھر کچھ دیر بعد وہ اٹھ کر چلی جائے، مگر رومیلہ پر نظر پڑتے ہی وہ اپنی جگہ ساکت ہوگئی تھیں۔

اتنے دنوں سے اس کی شکل نظر نہیں آرہی تھی وہ کافی سکون محسوس کررہی تھیں اب اچانک اسے سامنے دیکھتے ہی ان کا حلق تک کڑوا ہوگیا تھا۔

اس لڑکی کی وجہ سے ان کی والدہ اور بیٹی دونوں ان سے ایسا ناراض ہوکر گئیں کہ پلٹ کر فون تک نہیں کیا۔ نانی اماں سے بات کرنے کی تو ان میں بھی ہمت نہیں تھی البتہ بریرہ سے انہوں نے گفتگو کرنی چاہی، مگر وہ بھی ان کی کال ریسیو نہیں کررہی تھی تب ریاض غفار نے انہیں بتایا کہ ان کی بات بریرہ سے ہوگئی ہے اور وہ تم پر شدید خفا ہے ابھی فی الحال اس سے بات مت کرو اس کا غصہ ٹھنڈا ہوجانے دو۔

نانی اماں سے بھی ریاض غفار نے بات کی تھی وہ تو ایسے تپاک سے پیش آئیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو لہٰذا ریاض غفار کا خیال تھا اب اس موضوع کو نہ چھیڑنا ہی بہتر ہے۔

شگفتہ غفار کچھ دیر اپنی جگہ بے حس و حرکت ایستادہ رہیں۔ پھر ایسے گہرا سانس کھینچ کر کرسی پر آبیٹھیں جیسے خود پر جبر کرکے آئی ہوں، مگر جیسے ہی ان کی نظر الیان پر پڑی ان کے چہرے کے تاثرات ایک دم مناسب ہوگئے کیونکہ وہ بڑے غور سے ان کا مشاہدہ کررہا تھا۔

شگفتہ غفار کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر الیان کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھر آئی جیسے کہہ رہا ہو۔

"آپ چاہے کتنے بھی دعوے کرلیں آپ خود کو اس سے نفرت کرنے سے روک نہیں سکتیں۔" شگفتہ غفار اس کی آنکھوں میں لکھی تحریر بخوبی پڑھ چکی تھیں۔

وہ اسے غلط ظاہر کرنے کے لیے رومیلہ کو مخاطب کرنے کا سوچنے لگیں، مگر ان کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اس سے کیا بات کریں۔ انہوں نے سوائے طنز کے نشتر چلانے کے اور اس سے کبھی کوئی گفتگو کی ہی نہیں تھی، پھر اچانک اس سے کیسے بات کرتیں اور کیا کہتیں۔

وہ سوچتی ہی رہیں اور رومیلہ خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں بھی چلی گئی وہ ایسے دل مسوس کر رہ گئیں جیسے کوئی نادر موقع گنوا بیٹھی ہوں۔ انہوں نے چور نظروں سے الیان کی جانب دیکھا، مگر اب وہ متوجہ نہیں تھا بلکہ چائے کے سپ لینے میں مصروف تھا۔

انہوں نے الیان کو مخاطب کرنا چاہا، مگر جیسے دماغ ہی ماؤف ہوگیا تھا یا شاید کہنے کے لیے ان کے پاس کچھ بچا نہیں تھا اس لیے وہ صرف الیان کو دیکھ کر رہ گئیں۔ الیان اپنا ناشتا ختم کرکے اٹھ کر چلا گیا تو وہ ریاض غفار کو دیکھ کر کہنے لگیں۔

"میرا بہت دل چاہ رہا ہے گاؤں جاکر اماں اور بریرہ سے ملنے کا۔ کل اتوار ہے، میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔"

ریاض غفار نے ایک قہر برساتی نظر شگفتہ غفار پر ڈالی اور دوبارہ اخبار پڑھنے میں مصروف ہوگئے۔

شگفتہ غفار ان کے اس انداز پر سلگ کر رہ گئیں تب ہی تنک کر بولیں۔

"اگر آپ نہیں جانا چاہتے تو میں ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤں۔"

"ہاں تاکہ جو یہاں نہیں ہوسکا وہ وہاں گاؤں میں ہوجائے۔" ریاض غفار نے تپ کر اخبار ایک طرف پٹخ دیا۔

"کیا مطلب۔" وہ سمجھ نہ سکیں۔

"جب اپنی زبان پر قابو نہیں ہے تو کیا ضرورت ہے اماں سے ملنے جانے کی تاکہ وہاں کوئی بات ہو اور تم ایک بار

پھر پھٹ پڑو۔
اب جبکہ اماں کو شک ہوچکا ہے تو تمہارا ان سے ملنا کسی صورت میں بھی ٹھیک نہیں' بہتر یہی ہے کہ خاموشی سے اپنے گھر میں پڑی رہو۔" شگفتہ غفار' ریاض غفار کے اس قدر خائف ہو کر کہنے پر بری طرح تپ گئیں۔
انہوں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ ریاض غفار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے شگفتہ غفار کی جانب دیکھے بغیر وہ جس طرح آگے بڑھے تھے وہ شگفتہ کے لیے خاموش رہنے کی بڑی کھلی تنبیہہ تھی۔
وہ محض پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

رومیلہ یونیورسٹی سے گھر لوٹی تو ایک دم جیسے اس پر بری طرح تھکن طاری ہوگئی کچھ دیر کے لیے اس ماحول اور جمود سے نکل کر اسے واقعی بڑا سکون ملتا تھا پھر جب سے خرم اور نمل کے بیچ خاموش دوستی ہوگئی تھی تب سے وہ تینوں اپنی پڑھائی کو پہلے سے بھی زیادہ دلچسپی اور سنجیدگی سے آگے بڑھا رہی تھیں۔
لیکن گھر لوٹتے ہی جیسے جسم سے جان نکلنے لگی تھی۔ شگفتہ غفار کا سامنا کرنے کے خیال سے اسے گھبراہٹ ہونے لگی تھی اسی لیے وہ گھر میں داخل ہوتے ہی بڑی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی مبادا شگفتہ غفار سے ٹکراؤ نہ ہوجائے۔
اور ایسا کرتے ہوئے اس کے دل سے شدت سے خواہش ابھرتی کہ کسی طرح اس ذلت اور بے عزتی سے اس کی جان چھوٹ جائے حالانکہ اس خواہش کے پیچھے کوئی لائحہ عمل نہیں تھا یعنی اسے یہ علم نہیں تھا کہ وہ ایسا کیا کرے کہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے بلکہ وہ کسی معجزے کا انتظار کررہی تھی۔
اور پھر واقعی ایک معجزہ ہوگیا اس کی خواہش تو پوری ہوگئی' مگر اسے یہ علم نہیں تھا کہ اس کے لیے اسے بہت بڑی قیمت چکانی پڑے گی۔
وہ اپنی کتابوں میں ہی غرق تھی جب کوئی چھ بجے کے قریب اس کے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک کی آواز ابھری۔
رومیلہ سمجھی سرداراں ہوگی اس نے فوراً" آنے کی اجازت دے دی۔ دروازہ کھول کر الیان کو اندر آتا دیکھ کر رومیلہ حیران رہ گئی۔
وہ شاید آج آفس سے جلدی گھر آگیا تھا بلکہ اسے کریم کلر کے شلوار قمیص میں ملبوس دیکھ کر صاف ظاہر ہورہا تھا کہ اسے گھر آئے کافی دیر ہوگئی ہے۔
رومیلہ کچھ دیر حیرانی سے اسے دیکھتی رہی پھر اچانک گھبرا کر کھڑی ہوگئی۔
"آ۔ آپ یہاں کیوں آئے ہیں اگر آپ کی والدہ کو پتا چل گیا تو قیامت آجائے گی۔" رومیلہ کا لہجہ اتنا گھبرایا ہوا اور بے ساختہ تھا کہ الیان محض اسے دیکھتا رہ گیا۔
"آپ پلیز یہاں سے چلے جائیں اب میں مزید کوئی الزام برداشت نہیں کرسکتی۔" رومیلہ کا انداز بے انتہا تلخ ہوگیا تھا۔
الیان کو اپنے کمرے میں دیکھ کر پہلا خیال اسے یہی آیا تھا کہ وہ اس سے معذرت کرنے آیا ہے اس دن وہ الیان کے ساتھ شاپنگ پر جانے کے لیے بالکل تیار نہیں تھی وہ اسے زبردستی لے گیا تھا۔
جب اسے پتا چلا ہوگا کہ اس شاپنگ کو لے کر گھر میں اتنا ہنگامہ ہوا ہے تو وہ شرمندہ ہو کر صفائی دینے چلا آیا۔ اسی لیے رومیلہ اتنی تلخ ہوگئی کہ بھلا الیان کے شرمندہ ہونے یا معذرت کرنے سے کیا اس کی جو بے عزتی ہوئی

ہے یا جو کچھ اس نے اپنے متعلق سنا ہے اس کی تلافی ہو جائے گی۔

تو پھر وہ کیوں آیا ہے اور وہ بھی اتنی تاخیر سے اگر اسے اپنی ماں کی طرف سے معافی مانگنی تھی تو اسے اسی رات رومیلہ کے پاس آنا چاہیے تھا۔

وہ کھولتے ذہن کے ساتھ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ الیان نے گلا کھنکھارتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ممی اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہیں وہ عموماً" اس وقت اپنے کمرے سے باہر نہیں آتیں ان کے ٹی وی سیریل شروع ہوتے ہیں جنہیں وہ کمرے میں ہی بیٹھ کر دیکھتی ہیں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔ وہ چاہے جہاں بھی ہوں گھر میں جہاں جو بھی ہوتا ہے انہیں ہر چیز کی خبر مل جاتی ہے۔" رومیلہ نے چبا کر کہا تو فوری طور پر الیان کچھ نہ بولا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے گہرا سانس کھینچ کر ایسے بولا جیسے بڑی لمبی گفتگو کا ارادہ رکھتا ہو۔

"جو کچھ ہوا بہت برا ہوا۔ مجھے ممی کے رویے پر شدید افسوس ہے۔ میں چاہتا تھا کہ میں ان کی طرف سے تم سے معذرت کر لوں۔

مگر مجھے پتا ہے میرے معافی مانگنے سے تمہیں کوئی تسلی نہیں ہوگی۔ جو کچھ تم نے سنا ہے اس کی تلافی میں نہیں کر سکتا۔ بلکہ ممی بھی اگر آکر تم سے معافی مانگ لیں تو بھی تمہاری تکلیف کا مداوا نہیں ہو سکتا۔" الیان کے انکساری سے کہنے پر رومیلہ سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

ابھی کچھ دیر پہلے وہ خود بھی یہی سوچ رہی تھی۔ اب ہو بہو الیان کے منہ سے وہی جملے سن کر اسے لگا الیان پر بگڑنے کا بھلا کیا فائدہ۔ اسے احساس تو ہے۔ مگر وہ بھلا کر ہی کیا سکتا ہے۔

جبکہ رومیلہ کو خاموش دیکھ کر الیان اس کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے کلینڈر کو اٹھا کر اس کے صفحے الٹ پلٹ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ممی کی طرف سے معافی مانگنا اس لیے بھی بے کار ہے کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ نہیں ہیں۔ انہوں نے جو کچھ اس دن کیا ہے وہ وہی سب دوبارہ کر سکتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ بار بار ایسا کرتی رہیں گی۔

تم خاموشی سے ایک بار ان کی ساری زہر سے بھری باتیں پی گئیں۔ لیکن آخر کب تک؟ ایک دن تم بھی پھٹ پڑو گی اور بالفرض ایسا نہیں بھی ہوتا تو بھی یہ کوئی حل نہیں کہ تم جھگڑا نہ ہو یا سوچ کر ان کا ہر جائز و ناجائز الزام تنہا اور سہتی رہو۔

میں چاہتا ہوں تمہارے صبر کو آزمانے اور اس گھر کے سکون کو ختم کرنے کے بجائے اس مسئلے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حل کر دوں۔" رومیلہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

کیا الیان کے پاس مسئلے کا کوئی حل ہے۔ اگر ہے تو کیا حل ہو سکتا ہے۔

ایک بار پہلے بھی اس کی گفتگو سے رومیلہ کو لگا تھا۔ جیسے وہ ان روز روز کے ہنگاموں کو ختم کر دینا چاہتا ہے اور آج پھر اس کے چہرے پر ایک عزم لہرا رہا تھا۔ جیسے وہ سب سوچ کر مطمئن ہو چکا ہو۔

رومیلہ قدرے بے چینی سے اسے دیکھنے لگی کہ وہ آگے کیا کہنے والا ہے۔ مگر وہ تو جیسے بول کر خاموش ہو گیا تھا اور مختلف ممالک کے تاریخی مقامات پر مبنی تصویروں والا کلینڈر بغور دیکھنے لگا تھا۔

آخر رومیلہ سے ضبط نہ ہوا تو اسے خود ہی پوچھنا پڑا۔

"تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟" الیان کچھ چونک سا گیا۔ وہ کلینڈر پر سے نظریں ہٹا کر رومیلہ کو دیکھنے لگا جو منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اور تب رومیلہ کو احساس ہوا کہ وہ محض کلینڈر کو نہیں دیکھ رہا۔ بلکہ جو بات کہنی ہے اسے کہنے کے لیے الفاظ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہے۔

رومیلہ کا دل جیسے کسی خطرے کے پیش نظر زور زور سے دھڑکنے لگا۔

الیان اتنا بے وقوف نہیں تھا جو یہ امید لگا کر بیٹھتا کہ ماں کو وہ سمجھائے گا یا رومیلہ اپنے صبر اور استقامت سے ان کے اندر اپنی جگہ بنا لے گی۔ شگفتہ غفار وہ عورت ہی نہیں تھیں جنہیں بدلا جا سکے تو پھر الیان کیا سوچ بیٹھا تھا۔

یہ سوال "کیا" رومیلہ کے ذہن میں اتنی بری طرح چکر کھانے لگا کہ رومیلہ کو خود چکر آنے لگے۔ وہ غیر ارادی طور پر تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی جیسے بغیر سہارے کے اس کے لیے کھڑا ہونا مشکل ہو گیا ہو۔

"میں نے سوچا نہیں ہے بلکہ فیصلہ کر لیا ہے۔ تمہارے بھائی نے تمہیں اس زبردستی کے بندھن میں باندھ کر بہت بڑا ظلم کیا تھا اور میں نے تمہیں یہاں لا کر اپنے گھر والوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر اس سے بھی بڑا ظلم کیا ہے۔" الیان آگے بھی کچھ کہنے والا تھا کہ رومیلہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"آپ نے مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ آپ نے وہی کیا جو ان حالات میں کوئی بھی کرتا آپ کو اس شادی پر مجبور کیا گیا تھا۔ آپ نے یہ فیصلہ کوئی اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا۔"

"نکاح چاہے مجبوری میں کیا جائے یا مرضی سے وہ ایک ذمہ داری ہے جسے خوش اسلوبی سے نبھانا چاہیے اور اگر کوئی شخص ایسا نہیں کر سکتا تو اسے اس رشتے کو ختم کر دینا چاہیے۔ تاکہ دوسرے کی زندگی کو ناسور بنا کر رکھ دے۔" الیان نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا تو رومیلہ کا دل کسی انجانے خدشے کے تحت سوکھے پتے کی طرح کانپنے لگا۔

اس کا وجدان کہہ رہا تھا الیان آگے کوئی بہت بری خبر سنانے والا ہے۔ اس کا لاشعور اسے ابھی سے آگاہ کرنے لگا تھا کہ اس کا فیصلہ کیا ہو گا۔

مگر اس کا دل کسی طور ماننے ' بلکہ کچھ سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہو رہا تھا اور ایک ہی تکرار کر رہا تھا۔

الیان ایسا کچھ نہیں کرے گا۔

وہ اس رشتے کو ختم نہیں کر سکتا۔

وہ ضرور کوئی مناسب حل ڈھونڈ کر لایا ہے۔

جس کے بعد ان سب کی زندگیوں میں سکون آجائے گا۔

اس کا دل اسے تاویلیں دیتا رہا اور الیان نے قمیص کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک خاکی رنگ کا لفافہ نکال لیا۔

رومیلہ کی سانس تک تھم گئی تھی۔ وہ پلک جھپکائے بغیر ساکت نظروں سے الیان کو دیکھے گئی جو خود بھی لفافہ ہاتھ میں پکڑے ایسے کھڑا تھا جیسے آگے بولنے کی ہمت نہ ہو رہی ہو۔ پھر بھی آخر اسے کچھ کہنا تو تھا۔ وہ بڑی گمبھیر مگر دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

"تم ابرار کے ڈر سے اس رشتے کو اب مزید نہیں گھسیٹ سکتا اس طرح تمہیں ٹارچر کر کے اور سارے گھر کو ذہنی کرب میں مبتلا کر کے ہم بریرہ کے فیوچر کو سیکیور نہیں کر سکتے۔

اگر اس راز کو کھلنا ہے تو ابرار کیا۔ خود بریرہ ہی ایک دن سب کچھ حامد کو بتا دے گی۔ اس طرح خوف پر مبنی زندگی نہیں گزاری جا سکتی نہ ہم۔ یہی سب سوچتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ لیا ہے۔" الیان نے لفافہ اس کی جانب بڑھا دیا جو بت بنی الیان کو دیکھ رہی تھی۔

"شاید تم سمجھ گئی ہو۔" جب اس نے کافی دیر تک لفافہ پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تو الیان نے پاس پڑی سائیڈ ٹیبل پر لفافہ رکھتے ہوئے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم بہت سمجھ دار ہو تمہیں باقاعدہ بٹھا کر کوئی بات سمجھانے کی ضرورت نہیں ہوتی تم خود ہی صورت حال پر رکھ کر نتائج اخذ کرلیتی ہو۔ یہ طلاق کے کاغذات ہیں۔" رومیلہ واقعی سمجھ گئی تھی۔ پھر بھی الیان کے کہنے پر اسے لگا کمرے کی چھت اس کے سر پر گر گئی ہو۔

اتنا شور چاروں طرف برپا تھا کہ الیان کی آواز ہی نہیں آسکی تھی جو کہہ رہا تھا۔

"اس میں تمہارے حق مہر کا چیک بھی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اگر تم اس گھر سے کوئی چیز لے جانا چاہو تو بخوشی لے جاسکتی ہو اب تو ممی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور اگر ہو بھی تو تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے بیچ ایک کاغذی رشتہ تھا جو آج ختم ہوگیا۔ لیکن انسانیت کا جو رشتہ ہمارے بیچ روز اول سے موجود ہے وہ جوں کا توں برقرار رہے گا۔

تمہیں میری جب اور جیسی بھی مدد کی ضرورت ہو تم بلا جھجک۔ مجھ سے رابطہ کرسکتی ہو۔ مجھے اندازہ ہے تمہارے گھر پر ابرار اور تمہارے والد کا رد عمل بھی خاصا دشوار ہوگا تمہارے لیے۔

اس معاملے میں اگر میں تمہاری کوئی ہیلپ کرسکا تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ میں تمہیں چھوڑنے تمہارے گھر نہیں جاؤں گا۔ فی الحال میرا ان لوگوں سے ملنا مناسب نہیں۔

ہاں تمہارے والد سے بات کرنے کے لیے میں تیار ہوں۔ انہیں جو بھی کہنا سننا ہو وہ مجھ سے فون پر بات کرسکتے ہیں۔ بلکہ تم کہو تو میں خود انہیں فون کرلوں گا۔" رومیلہ پتھرائے ہوئے انداز میں کھڑی تھی۔

الیان کو اندازا تو ہوگیا تھا کہ اسے شدید قسم کا شاک لگا ہے۔ اسی لیے اس کی پریشانی کو کم کرنے کے لیے وہ ایک کے بعد ایک بات کیے جارہا تھا۔

مگر اس کی کسی تسلی سے رومیلہ کے انداز میں کوئی فرق نہیں آرہا تھا۔ وہ ہنوز فق چہرے کے ساتھ بے جان آنکھیں الیان پر مرکوز کیے دیوار سے لگی کھڑی رہی۔

آخر بولتے بولتے الیان کو لگا جیسے اس کے پاس کہنے کے لیے الفاظ ختم ہوگئے ہوں پھر بھی وہ کچھ دیر منتظر رہا کہ شاید رومیلہ اس سے کچھ کہنا چاہے کچھ پوچھنا چاہے۔

مگر رومیلہ کو تو کچھ پوچھنا ہی نہیں تھا۔ اب رہا ہی کیا تھا جسے بچانے کے لیے بات کی جاتی۔

سب تو ختم ہوگیا تھا۔

الیان کون سا اس سے مشورہ مانگنے یا رائے لینے آیا تھا۔

وہ تو اپنا فیصلہ سنانے آیا تھا۔

ایک ایسا فیصلہ جس پر وہ عمل کرچکا تھا۔

اب تو صرف اس فیصلے کے نتائج بھگتنے تھے۔

الیان اور اس کے گھر والے تو شاید پرسکون ہونے والے تھے۔ لیکن اس کی زندگی اور اس کے گھر والوں کا رد عمل اب کن طوفانوں سے گزرے گا۔ اس کا وہ کچھ اندازا نہیں لگا سکتی تھی۔

ابرار بھائی کہنے کو تو بہت ضدی تھے۔ اگر رومیلہ ان کے سامنے جاکر بین کرنے والے انداز میں رونا دھونا مچاتی اور الیان کے اس فعل کو ان کے لیے بے عزتی گردانتی تو وہ یقیناً" اشتعال میں آکر بریرہ کے اغوا کی کہانی کھول دیتے۔

لیکن رومیلہ کا تو ایسا کوئی ارادہ ہی نہیں تھا۔ ایک تو بریرہ کو برباد کرنے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ دوسرا الیان کو کسی قسم کی شرمندگی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ بھی اسے منظور نہیں تھا۔ بلکہ کبھی کبھی تو اسے لگتا الیان کی خوشی کی خاطر اسے اگر جان بھی دینی پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہ کرے۔

پھر ابرار بھائی چاہے جتنے بھی ضدی ہوں وہ انتہائی درجے کے خودغرض انسان تھے۔ انہوں نے اس وقت کلثوم کو نیچا دکھانے کے لیے بریرہ کو بھلے ہی اغوا کرلیا تھا۔ مگر اب جبکہ وہ سب جیل کی سلاخوں کے پیچھے تھے۔ وہ الیان سے بدلہ لینے کے لیے اغوا جیسے گھناؤنے جرم کا اعلان ہرگز نہیں کریں گے۔

انہیں بھی علم تھا۔ الیان اور اس کے گھر والے اگر خاموش ہیں تو محض اس لیے کہ وہ اس راز کے کھل جانے سے خوف زدہ ہیں۔ اگر ایک بار یہ راز کھل گیا اور بریرہ کی سسرال والوں کو سب پتا چل گیا۔ پھر وہ بھی نڈر ہو کر ابرار سے بدلہ لے سکتے ہیں۔

ممکن ہے الیان ابرار کے خلاف قانونی چارہ جوئی بھی کرلے۔ ابھی تو بدنامی کا ڈر اسے کچھ کرنے نہیں دیتا ایک بار اگر بدنامی ہوگئی۔ پھر کوئی چیز اس کے جلال کو روک نہیں سکے گی۔

"رومیلہ۔" اسے بالکل ساکت کھڑا دیکھ کر الیان نے بڑے دھیمے سے اسے پکارا۔ اس نے محض ایک بار پلک جھپکائی۔ مگر اس کے وجود میں تب بھی کوئی جنبش نہیں ہوئی۔

"رومیلہ یہ سب تمہارے لیے یقیناً" بہت مشکل ہوگا۔ مگر اس ایک مشکل مرحلے سے گزرنے کے بعد آگے تمہاری زندگی میں بہت سکون ہوجائے گا۔

تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ ممی کے اس جاہلانہ رویے کی تم بالکل مستحق نہیں ہو۔ لیکن جب تک تم یہاں رہو گی تمہاری زندگی ایسے ہی کانٹوں پر گزرتی رہے گی۔

ابرار کے کسی بھی فعل کی وجہ سے تمہارے ساتھ ناروا سلوک رکھنا۔ کسی طور جائز نہیں۔ تم پوری عزت اور احترام کے قابل ہو۔

کچھ عرصہ لوگوں کی باتیں اور سوال برداشت کرنا تمہیں بہت کٹھن لگے گا۔ لیکن پھر تم اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرسکو گی اور تب تمہیں احساس ہوگا کہ یہ فیصلہ کس قدر برحق اور بروقت تھا۔

میں یہ فیصلہ لینے میں جتنی تاخیر کرتا تمہیں آگے اتنی مشکل ہوتی۔ ابھی تمہارے پاس وقت ہے۔ تم نئی زندگی کا آغاز کرسکتی ہو۔" الیان بہت میٹھے انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔ رومیلہ کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ بننا شروع ہوگیا۔ الیان وہ کہہ رہا تھا جو اسے بظاہر نظر آرہا تھا۔

ایک زبردستی کے رشتے کو طول دینے کے بجائے اس کی ڈور توڑ دینا ہی سمجھ داری تھی۔ تھوڑے سے مسائل کے بعد آگے واقعی سب ٹھیک ہوجاتا تھا۔

لیکن یہ رشتہ اس کے لیے زبردستی کا تھا ہی کب۔ وہ تو اپنی پوری ایمان داری سے اس رشتے کو نبھانا چاہتی تھی اور نبھا رہی تھی۔ سانسوں کی ڈور توڑنا اس کے نزدیک اس رشتے کو توڑنے سے زیادہ آسان تھا۔

اس کے ساتھ صرف الیان کا نام لگا ہوا تھا۔ لیکن اس نام کے چھوٹنے سے اسے تو زندگی ختم ہوتی لگ رہی تھی۔

الیان اسے نئی زندگی شروع کرنے کے مشورے دے رہا تھا۔ کچھ دنوں کی تکلیف کے بعد آگے کی زندگی میں آسانی اور راحت کی یقین دہانی کرا رہا تھا۔

اسے کیا خبر رومیلہ کی زندگی اور اس کی راحتیں سب تو الیان سے وابستہ تھیں۔ اس نے رومیلہ کو خود سے الگ کرکے اس کے اندر سے جینے کی خواہش ہی چھین لی تھی تو پھر کیسی آسانی اور کہاں کی راحتیں۔

رومیلہ بدستور اپنی جگہ ساکت کھڑی رہی تو الیان ایک نظر اس پر ڈال کر واپسی کے لیے مڑ گیا۔

رومیلہ چپ چاپ اسے اپنے کمرے سے جاتا دیکھتی رہی اور جب وہ کمرے سے نکل گیا تو جیسے سارا منظر ہی دھندلا گیا۔ وہ جو اس کے اندر جمع تھا۔ وہ آنکھوں کے راستے باہر نکلنا شروع ہوگیا۔ وہ کتنی دیر اپنی جگہ کھڑی بے

آواز روتی رہی۔

اب اس کا دل چاہ رہا تھا وہ الیان کو روک کر اسے بتاتی تو سہی کہ وہ کون سے نئے آغاز کی بات کر رہا ہے۔ اس زندگی کا تو الیان نے خود اپنے ہاتھوں سے اختتام کر دیا تھا۔

جس طرح ابرار بھائی نے فیصلہ کرتے وقت اس سے مشورہ کرنا تو در کنار اسے مطلع کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ٹھیک اسی طرح الیان نے بھی ساری قانونی کارروائی کر لینے کے بعد لفافہ لا کر اسے تھما دیا۔

ایک بار بھی جو اسے بلا کر اپنے ارادوں کے متعلق بتایا ہوتا۔ اس سے مشورہ کیا ہوتا۔ اس کی رائے لی ہوتی۔ شاید وہ پاؤں پکڑ لیتی اس کے آگے ہاتھ تک جوڑ دیتی مگر اسے اس فیصلے سے باز رکھتی۔

وہ اسے یقین دلاتی کہ وہ گھر کے سکون کو کبھی تباہ نہیں ہونے دے گی۔ وہ یہاں سے چلی جائے گی — شگفتہ غفار کو اس کی شکل نظر آئے گی نہ وہ اسے برا بھلا کہیں گی۔ مگر الیان اپنے نام کو اس کے نام سے الگ نہ کرے۔ مگر اب تو کہنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ اب تو الیان کے اپنے ہاتھ میں بھی کچھ نہیں تھا۔ وہ چاہتا بھی تو کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ پھر بھلا رومیلہ کے گڑگڑانے سے کیا ہوگا۔

جانے کب تک رومیلہ ایسے ہی روتی رہتی کہ دروازے پر ابھرنے والی دستک نے اسے خود پر قابو پانے پر مجبور کر دیا۔ اس نے جلدی دوپٹے سے چہرہ صاف کیا اور تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو سامنے سرداراں ہاتھ میں ٹرے لیے کھڑی تھی۔

وہ اس طرح کبھی اس کے کمرے میں ٹرے لے کر نہیں آئی تھی۔ رومیلہ کو قدرے حیرانی ہوئی۔ رونے کی شدت سے اس کی آنکھیں اور ناک سب بالکل سرخ ہو گئے تھے۔ سرداراں بھی اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ رومیلہ کو گلا کھنکھارتے ہوئے اسے ٹوکنا پڑا۔

”یہ۔۔۔ یہ کیا ہے؟“

”الیان صاحب نے کہا کہ آپ کو چائے اور سینڈوچ دے دوں۔ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔“

”ہاں۔۔۔ ہاں میں ٹھیک ہوں یہ سب لے جاؤ۔ مجھے چائے نہیں پینی۔“ پتا نہیں کیوں اسے الیان کا یہ فعل پسند نہیں آیا تھا۔ اسے بالکل ایسے لگا تھا جیسے کوئی سو کوڑے مارنے کے بعد مرہم بھیج دے کہ اپنے زخموں پر رکھ لو۔

رومیلہ یہ کہہ کر دروازہ بند کرنے لگی تو سرداراں تیزی سے بولی۔

”انہوں نے آپ کے لیے دوا بھی بھیجی ہے۔ کہا ہے کھانے کے بعد دوا لے کر سو جائیں۔ آپ کی طبیعت کافی خراب لگ رہی ہے۔ آپ اتنی جلدی تو نہیں سوتیں۔“ سرداراں کچھ فکر مندی سے کہہ رہی تھی۔

رومیلہ غیر ارادی طور پر اسے دیکھے گئی۔

اب ان چیزوں پر اس کا کیا حق تھا جو وہ یہ سب کھا کر آرام کرنے لیٹ جاتی۔ اب اس گھر میں مزید ایک رات بھی گزارنا اسے قطعی گوارا نہیں تھا۔ اسی لیے اس نے بحث ختم کرنے کے لیے سرداراں کو کمرے میں آنے کی جگہ دے دی۔

اس نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی اور ایک بار پھر اس کی خیریت دریافت کرنے لگی۔

”کچھ نہیں ہوا ہے تھوڑی تھکن ہو گئی ہے۔ اس لیے انہوں نے دوا بھیج دی ہے۔“ رومیلہ نے روکھے لہجے میں کہا تو اس کی ہمت نہ ہوئی مزید سوال کرنے کی۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہہ دے آپ تھکی ہوئی تو نہیں لگ رہیں بلکہ برسوں کی بیمار لگ رہی ہیں۔ مگر وہ بغیر کچھ کہے خاموشی سے چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد رومیلہ کچھ دیر بھاپ اڑاتی گرم گرم چائے کو دیکھتی رہی۔ ایک بار پھر اس کی آنکھیں بہنے کے لیے بے قرار ہو گئی تھیں۔ مگر وہ بمشکل خود پر ضبط کر گئی۔

رونے کا وقت نہیں تھا۔ پوری زندگی پڑی تھی۔ اس سانحہ پر ماتم کرنے کے لیے ابھی تو اسے فوراً یہاں سے جانے کی تیاری کرنی تھی۔

جب اس گھر میں رہنے کا کاغذی ہی سہی حق وہ گنوا چکی تھی تو وہ کیوں بے غیرتوں کی طرح یہاں پڑی رہتی اور مفت کے لوازمات نوش فرمانے لگتی۔

الیان نے اسے اجازت دی تھی۔ وہ یہاں سے جو چاہے لے جا سکتی ہے۔ مگر اسے چیزوں کی ہوس کبھی بھی نہیں رہی تھی۔ البتہ اسے یہ پتا تھا کہ یہاں سے لوٹ کر اسے جہاں جانا ہے وہ کوئی اس کی ماں کا گھر نہیں ہے۔ بلکہ بھابھی کی جائے حکومت ہے۔

جب انہیں پتا چلے گا کہ وہ ہمیشہ کے لیے لوٹ آئی ہے تو وہ بھی دوسری شگفتہ غفار بن جائیں گی۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے ان کے آگے ہاتھ پھیلانے سے کہیں بہتر تھا کہ وہ یہاں سے وہ تمام چیزیں لے جائے جو وہ خود ہی لے کر آئی تھی۔

الماری کھولتے ہی اسے وہ کپڑے بھی نظر آئے جو الیان نے اسے یونیورسٹی جانے کے لیے دلائے تھے۔ اس کی زندگی کے چند یادگار دنوں میں سے وہ ایک دن تھا جب اس نے الیان کی سنگت میں چند گھنٹے گزارے تھے۔ مگر کتنے مہنگے پڑے تھے وہ چند گھنٹے اسے۔ ان چیزوں کے عوض شگفتہ غفار نے کس بری طرح اس کی عزت نفس کو مجروح کیا تھا۔

ایک بار پھر اس کی آنکھیں جل تھل ہونے لگیں۔ ایک سیلاب اس کے اندر امڈ رہا تھا۔ جس پر وہ بڑی مشکلوں سے بند باندھے ہوئے تھی۔

اس نے بے دردی سے اپنی آنکھوں کو رگڑ کر الماری کا وہ پٹ بند کر دیا۔

حالانکہ دل مچل اٹھا تھا۔ الیان کی یاد کے طور پر ہی ان کپڑوں کو رکھ لینے پر۔ مگر اس نے دل کی اس معصوم خواہش کو بھی سختی سے کچل دیا۔

یہ کپڑے اس نے اپنی بیوی کو دلائے تھے۔ تاکہ اس کی بیوی چار لوگوں میں جائے تو اس کی عزت خراب نہ ہو۔ پھر ان کپڑوں کو وہ اب کیوں پہنتی، کچھ چیزوں پر شرعی اور قانونی طور پر حق ہوتا ہے۔ پھر بھی انسانی انا ان سے دستبردار ہونا ہی باعث تسکین سمجھتی ہے۔

رومیلہ کے اندر بھی جو طوفان اٹھ رہا تھا اس کے تحت وہ صرف وہ کر رہی تھی جو اس کی عزت نفس کے لیے اہم تھا۔ محض آدھے گھنٹے میں اپنی تمام چیزیں رکھ لینے کے بعد اس نے باتھ روم میں جا کر اچھی طرح منہ دھویا، ہاتھ سے بال ٹھیک کیے اور دوپٹہ قاعدے سے اوڑھتی وہ کمرے سے باہر آگئی۔

اس کا ارادہ الیان کے پاس جانے کا تھا۔ تاکہ الیان ڈرائیور سے کہہ کر اسے گھر چھڑوا دے۔ مگر لاؤنج میں ہی خلاف معمول شگفتہ غفار اور ریاض غفار صوفوں پر براجمان تھے۔ وہ ٹھٹک کر اپنی جگہ رک گئی۔

آج بھی اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ ان کے سامنے سے گزر کر الیان کے کمرے تک چلی جاتی۔ حالانکہ اس کے دل میں آیا آج اگر شگفتہ غفار کچھ کہیں گی تو بھی کیا فرق پڑ جائے گا۔ آج کے بعد دوبارہ کون سا ان کا سامنا کرنا ہوگا جو ان کا لحاظ کیا جائے یا ان کی ناراضی کی پروا کی جائے۔

مگر شاید اسے ہی فطرت کہتے ہیں جسے انسان چاہے بھی تو نہیں بدل سکتا۔ وہ شش و پنج کے عالم میں کھڑی تھی کہ شگفتہ غفار کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اس طرح اسے لاؤنج کے احاطے کے پاس ایستادہ دیکھ کر وہ بے اختیار بول اٹھیں۔

”کیا بات ہے بیٹا۔ آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں۔“ شگفتہ غفار نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی

معمول کے مطابق ان کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ فوراً" ان کے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی تھی۔ جیسے وہ ان دونوں کی باتیں سننے کے لیے یہاں کھڑی ہے۔ حالانکہ وہ دونوں ایسی کوئی خاص بات بھی نہیں کر رہے تھے۔

ریاض غفار آج کچھ جلدی گھر آ گئے تھے۔ شگفتہ غفار بھی اتفاقاً" کمرے سے باہر نکلی تھیں اور ان کے جلدی آجانے کی وجہ پوچھ رہی تھیں کہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے وہ دونوں وہیں بیٹھ گئے۔

"سب خیریت تو ہے رومیلہ۔" ریاض غفار اسے خاموش دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ رومیلہ نے بھلے ہی بہت دیر تک اپنی آنکھوں پر پانی ڈالا تھا۔ مگر پھر بھی اس کی آنکھیں اور چہرہ اس کے رونے کی چغلی کھا رہے تھے اور ریاض غفار اتنے بے حس نہیں تھے کہ یہ محسوس کر لینے کے بعد بھی اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے۔ وہ بے اختیار اس کے قریب چلے آئے تو رومیلہ نے جلدی جلدی پلکیں جھپک کر خود کو نارمل ظاہر کرنے کے لیے کہا۔

"ج۔۔۔ جی۔۔۔ سب خیریت ہے۔۔۔ وہ۔۔۔ میں۔۔۔ اصل میں۔۔۔ میں۔۔۔ یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ۔۔۔ اگر ڈرائیور موجود ہے تو مجھے میرے گھر چھوڑ آئے۔" رومیلہ نے سوچا اب ریاض غفار سے ہی بات کر لینا زیادہ مناسب ہے۔

"کیوں کیا ہوا تمہارے گھر پر؟" ریاض غفار اس اچانک مطالبے پر اچنبھے کے ساتھ بولے۔

"نہیں میرے گھر پر تو کچھ بھی نہیں ہوا۔" رومیلہ فوراً" بولی۔

"تو پھر یہ اچانک تمہیں اپنے گھر جانے کا خیال کیوں آگیا؟" جتنی حیرانی سے ریاض غفار نے پوچھا اتنی ہی حیرانی سے رومیلہ انہیں دیکھنے لگی۔

وہ سمجھ نہیں سکی کہ وہ انجان بن رہے ہیں یا واقعی کچھ نہیں جانتے' جبکہ رومیلہ کا اس طرح بغیر شگفتہ غفار سے اجازت لیے اپنے آپ فیصلہ کر لینے پر شگفتہ غفار بری طرح سلگ گئیں۔ اس پر سونے پر سہاگہ ریاض غفار کا اس کے لیے اتنا پریشان ہونا جلتی پر تیل کا کام کر گیا تھا۔

ریاض غفار' بریرہ کے جانے کی وجہ سے شگفتہ غفار سے کتنے ناراض رہے تھے اور جس لڑکی کی وجہ سے یہ ساری بدمزگی ہوئی اس کے ساتھ ریاض غفار اتنی نرمی سے پیش آ رہے ہیں۔ بلکہ اس کے لیے اتنے پریشان ہو رہے ہیں۔

وہ رومیلہ کے جواب کا انتظار کیے بغیر حاکمانہ لہجے میں بولیں۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اتنی رات میں اپنے گھر جانے کی۔ کل دن میں چلی جانا۔ بلکہ یونیورسٹی سے واپسی میں اپنے گھر اتر جانا۔" ریاض غفار کو ان کی مداخلت اور لب و لہجہ سخت ناگوار گزرا۔ پھر بھی وہ صرف انہیں پلٹ کر دیکھ کر رہ گئے۔ رومیلہ کے سامنے وہ انہیں کچھ کہنا نہیں چاہتے تھے۔ تب ہی اپنے غصے کو قابو میں رکھتے ہوئے بولے۔

"کل چھٹی ہے۔ ڈرائیور بھی نہیں آئے گا اور یہ یونیورسٹی بھی نہیں جائے گی۔ رومیلہ تم۔۔۔"

"تو اپنے گھر سے کسی کو بلالے۔ اگر اتنی بے چینی ہے جانے کی۔" شگفتہ غفار نے تنک کر ریاض غفار کی بات کاٹ دی اور اس سے پہلے کہ ریاض غفار کچھ بولتے رومیلہ سرد لہجے میں گویا ہوئی۔

"میرے گھر پر ابرار بھائی کے علاوہ کوئی ڈرائیونگ نہیں کرتا اور انہیں میں یہاں بلانا نہیں چاہتی۔"

ابرار کے نام پر وہ دونوں کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہو گئے اور ان کی اسی خاموشی کا فائدہ اٹھاتی رومیلہ واپس اپنے کمرے کی طرف پلٹ گئی۔

اس کے جاتے ہی شگفتہ غفار بھرے ہوئے انداز میں ریاض غفار کے پاس آ کر بولیں۔

"یہ بھلا کوئی طریقہ ہے ماں کے گھر جانے کا کہ جب اس کا دل چاہے گا منہ اٹھا کر چل پڑے گی۔ نہ مجھ سے پوچھا' نہ مجھے بتایا اور۔۔۔ وہ جاتی ہی کب ہے ماں کے گھر جو تم اتنا بگڑ رہی ہو۔ ویسے بھی مجھے لگ رہا ہے بات کچھ اور ہے۔" ریاض غفار نے اگلا جملہ بڑی دھیمی آواز میں کہا۔ کیونکہ رومیلہ اپنے کمرے سے واپس آ رہی تھی۔

ریاض غفار کے نزدیک آ کر اس نے ایک خاکی رنگ کا لفافہ ان کی جانب بڑھا دیا۔ ریاض غفار حیران پریشان سے کبھی رومیلہ کو اور کبھی لفافے کو دیکھنے لگے۔ آخر انہوں نے کوئی سوال پوچھنے سے بہتر سمجھا کہ لفافہ کھول کر دیکھ لیا جائے۔

جتنی تیزی سے انہوں نے کاغذ نکال کر پڑھنا شروع کیا تھا۔ اتنی ہی تیزی سے ان کے چہرے کا رنگ فق ہوتا چلا گیا۔ وہ سطور پر سے نظریں ہٹا کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے رومیلہ کو دیکھنے لگے۔ جس کی صرف آنکھوں کی سرخی کے علاوہ اس کے کسی انداز سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اتنے بڑے کرب سے گزر رہی ہے۔ اس کی برداشت نے ریاض غفار کو گنگ کر دیا تھا۔

رومیلہ تو سر جھکائے کھڑی تھی۔ جبکہ شگفتہ غفار' ریاض غفار کے ایک ایک انداز کا بڑی گہرائی سے مشاہدہ کر رہی تھیں۔

ریاض غفار کی طویل ہوتی خاموشی انہیں زچ کر گئی۔ وہ جھنجلا کر بولیں۔

"کیا ہے یہ؟ کوئی مجھے بھی کچھ بتائے گا۔" ریاض غفار کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ انہیں کن الفاظ میں اطلاع دیں۔ جبکہ شگفتہ غفار کو یہ اپنی سراسر بے عزتی لگی کہ وہ رومیلہ کے سامنے انہیں اس طرح نظر انداز کر رہے ہیں کہ ان کی بات کا جواب نہیں دے رہے۔ تب ہی وہ رومیلہ کو منظر سے ہٹانے کے لیے ڈپٹ کر بولیں۔

"میں نے کہہ دیا نا تمہیں ماں کے گھر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پرسوں چلی جانا۔ اب جاؤ اپنے کمرے میں۔"

"مجھے اب کہیں بھی جانے کے لیے تمہاری اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔" رومیلہ کو اب بھی شگفتہ غفار کے سامنے خاموش کھڑا دیکھ کر ریاض غفار کو بڑا عجیب سا لگا۔ کس مٹی کی بنی ہوئی تھی یہ لڑکی جو اب بھی اتنے ضبط سے شگفتہ غفار کی لعن طعن سن رہی تھی۔ لہٰذا جب وہ بولے تو ان کا لہجہ خود انہیں اجنبی لگا۔

"کیا مطلب؟" شگفتہ غفار سمجھ نہ سکیں۔

"علیان نے اسے۔۔۔ طا۔۔۔ طلاق دے دی ہے۔" ریاض غفار کو زندگی میں کبھی کوئی بات کہنا اتنا مشکل نہیں لگا۔ الفاظ جیسے ان کے حلق میں پھنس گئے تھے۔

"کیا؟" شگفتہ غفار چیخ پڑیں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا جو انہوں نے سنا ہے وہ سچ ہے۔

تو علیان نے آخر جو کہا وہ کر دکھایا۔

اس نے کسی کی پروا نہیں کی۔ بہن تک کی نہیں۔

اب یہ لڑکی اپنے گھر جا کر ابرار کو بتائے گی تو ابرار کا کیا رد عمل ہو گا۔

وہ اگر کل ہی بریرہ کے گھر پہنچ گیا تو؟

شگفتہ غفار کو اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا محسوس ہونے لگا۔ انہوں نے کسی چیز کو پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ریاض غفار اپنی کیفیت فراموش کرتے تیزی سے ان کی جانب لپکے۔

ان کے پکڑتے پکڑتے بھی شگفتہ غفار زمین پر گر چکی تھیں۔

☼ ☼ ☼

آج بڑی مشکلوں سے خرم کو نمل سے یونیورسٹی میں تنہائی میں بات کرنے کا اتفاقاً" موقع مل گیا تو اس نے

فورا" نمل کو گھیر لیا۔
"یار تم سے یونیورسٹی والوں کے سامنے اجنبی بننے کو کہا تھا۔ اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ تم مجھے بالکل اجنبیوں کی طرح ٹریٹ کرو اور پہچانو ہی نہیں۔" نمل اس کے انداز پر بے اختیار ہنس دی۔
"تو پھر کیا کروں ہم پر نظر پڑتے ہی ہائے خرم اور ہیلو خرم کا نعرہ لگایا کروں کیا۔"
"یار اس وقت میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں' سیریسلی بتاؤ تم نے سوچا کیا ہے۔ تمہارے والد سے کب بات کی جائے۔
جب سے میں نے منگنی توڑی ہے گھر میں ایک کولڈ وار (سرد جنگ) چل رہی ہے۔ میرے اور ڈیڈ کے بیچ ہم انہوں نے میری طرف دیکھنا تک چھوڑ دیا ہے۔ بات کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔" خرم نے بڑی بے چارگی سے کہنے کی کوشش کی۔
"تو تم انہیں بتا دو ناکہ تم نے یہ سب میری وجہ سے کیا تھا۔" نمل نے فورا" کہا۔
"ڈیڈ کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ تمہارے والد نے اگر انہیں کچھ الٹا سیدھا کہہ دیا تو وہ کہیں غصے میں انہیں یہ جتا نہ دیں کہ یہ سب ان کی بیٹی کی وجہ سے ہوا ہے۔ پھر تو سمجھ لو تمہارے والد کبھی بھی نہیں مانیں گے۔"
"ابو نے تو پہلے ہی گھر میں طوفان اٹھا رکھا ہے۔ انہیں پتا چل گیا ہے میں نے دوبارہ یونیورسٹی جانا شروع کر دیا ہے۔ بس تب سے ہر بات پر کاٹ کھانے کو دوڑ رہے ہیں۔ اس وقت اگر تمہارے والدین نے آکر کوئی بات کی تو بات اور بگڑ سکتی ہے۔" نمل فورا" سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔
"تو پھر کیا کریں۔" خرم چڑ گیا۔
"انتظار! تھوڑے حالات بہتر ہونے کا۔" نمل برجستہ بولی۔
"تمہارے ابو کہیں تمہاری شادی نہ طے کر دیں۔ اس انتظار کے چکر میں۔" خرم نے ڈراتے ہوئے کہا۔
یہ خطرہ تو نمل کو بھی تھا۔ مگر خرم کی موجودگی ایک عجیب سا سکون عطا کرتی تھی۔ لہٰذا اس وقت وہ پریشان ہوئے بغیر قدرے شوخی سے بولی۔
"تو کر دیں Who cares" اس نے بالکل خرم کے انداز میں کہا تو خرم کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔
نمل سے بھلے ہی ایک منٹ بات کرنے کا موقع کیوں نہ ملے۔ خرم کو لگتا جیسے وہ صدیوں کے لیے تروتازہ ہو گیا ہو۔
ان مختصر سے جملوں نے اسے شام تک خاصا خوش رکھا۔ یہاں تک کہ مسز فرقان نے اسے گنگناتا دیکھ کر خاصی حیرانی کا اظہار بھی کر دیا۔ خرم انہیں جھٹلانے کی بجائے دل کھول کر محفوظ ہوا اور اسی شوخ سے انداز میں ان کے نزدیک چلا آیا۔
وہ اس وقت رات کے کھانے کے لیے برتن میز پر لگا رہی تھیں۔
"میں تو ہمیشہ خوش رہتا ہوں۔ پھر آج مجھے خوش دیکھ کر آپ کو حیرانی کیوں ہو رہی ہے۔" خرم نے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بڑے لاڈ سے کہا تو وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔
"جب سے تم نے منگنی توڑی ہے۔ تم بہت ڈپریس رہنے لگے تھے۔ مگر اب کچھ دنوں سے تم ہمیشہ سے بھی زیادہ خوش نظر آنے لگے ہو۔
کچھ تو دال میں کالا ہے۔ کیا معاملہ ہے' مجھے بھی تو بتاؤ۔" اس سے پہلے کہ مسز فرقان کچھ کہتیں۔ فرقان حسن بھی ہاتھ دھوتے کھانے کی میز پر چلے آئے۔

ان کی موجودگی میں مسز فرقان کچھ پوچھنا نہیں چاہتی تھیں۔ خرم جان بچ جانے پر شکر کا کلمہ پڑھتا۔ جیسے ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھا گھر کا ملازم اپنے مخصوص مودب بڑے انداز میں آکر کہنے لگا۔
"خرم صاحب آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔"
"میرے دوستوں سے کہہ دو ابھی میں کھانا کھا رہا ہوں۔ آدھا گھنٹہ انتظار کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ ورنہ چلے جائیں واپس۔" خرم نے بڑی بے نیازی سے کہا۔
"وہ آپ کے دوست نہیں ہیں۔ ایک خاتون ہیں۔ اپنا نام عائشہ اختر بتا رہی ہیں۔" وہ تینوں بری طرح چونک اٹھے۔
فرقان حسین اور مسز فرقان حیرانی سے خرم کو دیکھنے لگے۔ جبکہ وہ ہونق بنا ملازم کو ہی دیکھتا رہ گیا۔
"عائشہ اختر۔" خرم نے زیر لب دہرایا۔
"یہ عائشہ اختر کون ہیں؟" مسز فرقان نے ایسے سوچتے ہوئے کہا جیسے نام سنا ہوا لگ رہا ہو۔ مگر یاد نہ آ رہا ہو۔
"بلال اختر کی وائف ہیں اور زوبیہ کی مدر۔" فرقان حسن نے رنجیدہ نظروں سے خرم کو دیکھتے ہوئے زوبیہ کے نام کو نہایت کھینچ کر ادا کیا۔
"زوبیہ۔" مسز فرقان نے بھی ایسے چونک کر خرم کو دیکھا جیسے یقین نہ آ رہا ہو اور وہ تصدیق کرنا چاہ رہی ہوں۔
مگر خرم نے خود پر جمی ان دونوں کی نظروں کو بڑی ڈھٹائی سے نظر انداز کر دیا اور اٹھتے ہوئے ملازم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"انہیں بٹھاؤ میں آ رہا ہوں۔"

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔۔۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔۔۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔۔۔ اور ایسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، وکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔۔۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔۔۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔۔۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔۔۔ اب آگے پڑھیں۔

بیالیسویں قسط

"یہ مسز بلال تم سے ملنے کیوں آئی ہیں؟" فرقان حسن نے خاصے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا ملازم خرم کا حکم سنتے ہی ڈرائنگ روم کی طرف پلٹ گیا تھا، فرقان حسن جیسے اس کے ہٹنے کے منتظر تھے اس کے جاتے ہی ان کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگی تھیں۔

"میں ان سے جا کر ملوں گا تو پتا چلے گا نا یہاں کھڑے کھڑے میں کیسے بتا سکتا ہوں کہ وہ مجھ سے ملنے کیوں آئی ہیں۔" خرم ان کے سوال کا پس منظر سمجھتے ہوئے اچھا خاصا چڑ کر بولا۔

"چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" فرقان حسن تنے ہوئے چہرے کے ساتھ بولے تو خرم جھنجلا گیا۔

"یہ آپ کس طرح بی ہیو کر رہے ہیں؟"

"کیوں؟ میں اگر تمہارے ساتھ چلوں گا تو تمہیں کوئی مسئلہ ہے کیا۔ کوئی بہت اہم سیکریٹ ڈسکس کرنا ہے کیا جو میرے سامنے نہیں ہو سکتا۔" وہ بڑے طنزیہ انداز میں کہتے اس کے پاس آ کھڑے ہوئے۔

خرم کچھ دیر تو لب بھینچے انہیں دیکھتا رہا پھر بڑے تپے ہوئے انداز میں بولا۔

"آیئے سن لیں اپنے کانوں سے جو بھی بات ہوتی ہے ہمارے درمیان۔" خرم کہہ کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

فرقان حسن نے اس کی پیروی کرنے میں ذرا دیر نہیں کی انہیں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ خرم کو ان کا آنا کتنا برا لگ رہا ہے جب خرم نے منگنی توڑتے وقت اس بات کی پروا نہیں کی کہ انہیں کتنا برا لگا ہے تو وہ بھی اپنے بیٹے کے متعلق سب کچھ جاننے کا حق رکھتے تھے بھلا وہ کیوں پروا کرتے۔

خرم کچھ برہم سے انداز میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوا، مگر عائشہ اختر پر نظر پڑتے ہی ٹھٹک کر رک گیا فرقان حسن کا ردعمل بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

عائشہ اختر کہیں سے وہ عورت نہیں لگ رہی تھیں جنہیں وہ دونوں جانتے تھے ہر وقت نک سک سے تیار رہنے والی عائشہ اختر اس وقت گھر کے لان کے مسلے ہوئے کپڑوں میں بغیر میک اپ اور بغیر کسی زیور کے بالکل پہچانے میں نہیں آ رہی تھیں۔ اس کے علاوہ ان کے چہرے پر آنسوؤں کی جھڑی اور سرخ ہوتی آنکھیں ان کے شدید غم میں ہونے کی مکمل عکاسی کر رہی تھیں۔

وہ ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر بیٹھی بڑی حسرت بھری نظروں سے ڈرائنگ روم کے در و دیوار کو دیکھ رہی تھیں۔

خرم کو بے اختیار وہ منظر یاد آ گیا جب وہ پہلی بار اس گھر کو دیکھنے آیا تھا اور زوبیہ کے کمرے میں کھڑے ہو کر اس نے فرقان حسن سے کہا تھا کہ یہ کمرہ اس کا ہو گا تب زوبیہ نے بھی اسے ایسی ہی زخمی نظروں سے دیکھا تھا کہ اس کی تیز تیز چلتی زبان کو ایک دم بریک لگ گئے تھے۔

اس وقت اسے صرف یہ اندازہ ہوا تھا کہ اس لڑکی کو اپنا گھر اور کمرہ چھوڑنے کا دکھ ہو رہا ہے، مگر آج عائشہ اختر کے لیے وہ اس گھر کی اہمیت کو بہت اچھی طرح جانتا تھا ان کی نظروں میں صرف دکھ نہیں تھا بلکہ کئی احساسات کی آمیزش تھی جیسے تشنگی، پچھتاوا، محرومی اور ساری کوششیں رائیگاں جانے پر شکست کا احساس سب سے نمایاں تھا۔

ظاہری بات ہے، جس عورت کی اکلوتی بیٹی پاگل خانے میں بند ہو اس کے دکھ کا تو کوئی حساب ہی نہیں لگ سکتا کوئی فائدہ ہی نہیں ہوا اس گھر کو بیچ کر دوسرے گھر میں شفٹ ہونے کا۔ زوبیہ کے پاگل پن میں کوئی بہتری نہیں آئی بلکہ اس کی حالت اور بری ہو گئی کہ وہ پاگل خانے تک پہنچ گئی۔

خرم سوچوں میں گھرا اپنی جگہ کھڑا رہا کہ فرقان حسن نے گلا کھنکھارتے ہوئے عائشہ اختر کو سلام کر دیا خرم

کے ساتھ ساتھ عائشہ اختر بھی چونک کر جیسے ہوش میں آ گئیں۔ انہوں نے دوپٹے سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے اپنی شکل سے سلام کا جواب دیا جیسے ان سے بولا ہی نہ جا رہا ہو۔

"سب خیریت تو ہے نا آپ یہاں اچانک۔" عائشہ اختر سلام کا جواب دے کر ایسے زمین کو گھورنے لگیں جیسے ان کے علاوہ کمرے میں کوئی موجود ہی نہ ہو اور دوسری طرف خرم بھی ایک صوفے کے پاس آ کر اس کی بیک پر ہاتھ رکھے ایسے کھڑا ہو گیا جیسے اسے کوئی زبردستی یہاں پکڑ کر لے آیا ہو۔

صورت حال دیکھتے ہوئے فرقان حسن نے عائشہ اختر کے سامنے بیٹھتے ہوئے بات شروع کی تو وہ ایک نظر انہیں دیکھ کر خرم کو دیکھنے لگیں۔

"وہ... میں ذرا خرم سے بات کرنا... چاہ رہی تھی۔"

"ہاں ہاں بالکل، آپ کہیں تو میں چلا جاتا ہوں۔" فرقان حسن نے اٹھتے ہوئے کہا۔ عائشہ اختر کی حالت ایسی تھی کہ ان کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

ان دونوں کے اکیلے میں گفتگو کرنے پر انہیں کوئی اعتراض نہیں تھا، مگر عائشہ اختر نے ان کے اٹھنے سے پہلے ہی انہیں روک دیا۔

"نہیں... نہیں نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ کہہ کر ایک بار پھر خاموش ہو گئیں بڑی بے چینی سے وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مسل رہی تھیں جیسے بات شروع کرنے کے لیے انہیں کوئی سرا نہ مل رہا ہو۔

آخر خرم ہی آگے بڑھ کر ان کے نزدیک چلا آیا اور کہنے لگا۔

"آنٹی میں جانتا ہوں آپ کیا بات کرنے آئی ہیں۔ یقیناً" زوبیہ کی طرح آپ کو بھی یہی لگتا ہے کہ بس میں ہی ہوں جو زوبیہ کی مدد کر سکتا ہوں۔ حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے، میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا اگر میرے اختیار میں کچھ ہوتا تو میں اب تک کر چکا ہوتا۔ حمید میرا دوست ضرور ہے، مگر ہم کوئی فلمی ٹائپ جگری یار نہیں ہیں جو ایک دوسرے کی ہر بات مان لیں۔ حمید خود زوبیہ کے پاگل خانے سے باہر آنے کے متعلق ایک لفظ سننے کو تیار نہیں تو اس کے والد جو کہ خاصے خود غرض اور بے حس مشہور ہیں وہ کیا تیار ہوں گے اس کے باوجود میں نے ان سے بات کی تھی، مگر انہوں نے میری بات مکمل سنی بھی نہیں اب دوبارہ ان سے بات کرنا...."

"ہیں... میں جانتی ہوں انہیں۔ میں اور بلال ان کے گھر جا چکے ہیں وہ ہمارے ساتھ بڑی بدتمیزی سے پیش آئے تھے۔" عائشہ اختر نے خرم کو شرمندہ انداز میں بولتے دیکھ کر اس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا پھر کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہنے لگیں۔

"وہ کبھی بھی زوبیہ کو پاگل خانے سے نکلنے نہیں دیں گے۔ انہوں نے مجھے بہت پہلے ہی مایوس کر دیا تھا، لیکن مجھے نہیں پتا تھا زوبیہ مجھ سے بھی زیادہ مایوس ہو گئی ہے۔"

"جی۔" خرم سمجھ نہ سکا تو وہ گہری سانس کھینچتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"مجھے اسپتال کے عملے سے پتا چلا ہے کہ تم دو بار زوبیہ سے ملنے گئے تھے۔" فرقان حسن کی نظریں خرم کے چہرے پر ٹک گئیں خرم کو اچھی طرح علم تھا وہ کیا سوچ رہے ہیں پھر بھی اس نے بغیر ہچکچائے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو تم دونوں کے درمیان کیا بات ہوئی تھی۔" عائشہ اختر کے لہجے میں عجیب سی بے بسی تھی۔ خرم جیسے شش و پنج میں پڑ گیا کہ ان سے کیا کہے اور کیا نہ کہے جبکہ فرقان حسن بدستور اسے ہی دیکھ رہے تھے جیسے وہ خود اس کا جواب سننے کے لیے نہایت بے چین ہوں۔

"وہ... آنٹی... میری گواہی پر اس کے خلاف کیس بنا ہے پہلی دفعہ میں اس سے معذرت کرنے گیا تھا کہ میں پولیس کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکا اور جو دیکھا سب سچ سچ بتا دیا۔" خرم کچھ جھجکتے ہوئے بول رہا تھا وہ انہیں

یہ جتانا نہیں چاہتا تھا کہ دوسری بار وہ الیان سے ملنے کے بعد اس سے ملنے گیا تھا اور آپ کے سارے راز فاش کرکے آگیا تھا۔"

مگر عائشہ اختر اس کی پوری بات سنے بغیر اس کے رکتے ہی بے چینی سے کہنے لگیں۔

"نہیں میں وہ نہیں پوچھ رہی۔ میرا مطلب ہے کیا اس نے تمہارے سامنے پاگل خانے سے بھاگنے کے متعلق کوئی بات کی تھی۔"

"بھاگنے کے متعلق؟" خرم نے اچنبھے سے پوچھا۔ اس کے ردعمل پر عائشہ اختر خجالت بھرے انداز میں ہونٹ کاٹنے لگیں۔

"آنٹی بات کیا ہے؟" خرم کو احساس ہو گیا تھا کہ معاملہ ضرور مزید بگڑ گیا ہے اس کے مشکوک سے انداز پر عائشہ اختر کی ایک بار پھر آنکھیں برس پڑیں۔

"زوبیہ پاگل خانے سے بھاگ گئی ہے۔" عائشہ اختر گھٹے گھٹے انداز میں بولیں۔

"واٹ!" خرم تو صرف انہیں حیرانی سے دیکھتا رہ گیا جبکہ فرقان حسن تو اپنی جگہ سے اچھل پڑے۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ وہاں تو سیکورٹی بڑی ٹائٹ ہوتی ہے اور زوبیہ پر تو پولیس کیس بنا ہوا تھا اس کی نگرانی تو بڑی سخت ہو گی۔" فرقان حسن کو کسی طور پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"زوبیہ نے وہاں کی سیکورٹی کو ہی خرید لیا تھا پرسوں رات وہ وہاں سے بھاگی ہے کل اور آج کا پورا دن ہم سب پاگلوں کی طرح زوبیہ کو ڈھونڈ رہے ہیں۔" عائشہ اختر کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔

"لیکن اس کے پاس پیسے کہاں سے آئے اور کیا وہاں کی سیکورٹی نے یہ بات قبول کی ہے کہ انہوں نے زوبیہ کو اس کی مرضی سے وہاں سے نکالا ہے۔ کہیں وہ اغوا..." فرقان حسن نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"بلال سب پتا کر چکے ہیں۔ زوبیہ کے پاس پیسے کہاں سے آئے اس معاملے میں ہم صرف اندازے لگا سکتے ہیں۔ میں ایک دن اس سے ملنے گئی تھی اور واپسی پر میرے پرس میں سے پیسے غائب تھے میں سمجھی شاید میں گھر میں ہی کہیں رکھ کر بھول گئی۔ اب مجھے لگتا ہے کہ وہ پیسے زوبیہ نے نکال لیے تھے۔ اس نے اپنے ساتھ ایک نرس کو ملا لیا تھا جو اسے گیٹ تک لے جانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اسٹاف نے اس نرس کے خلاف گواہی دی ہے اور اس نے بھی گھبرا کر سب اگل دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے اس نے گیٹ تک زوبیہ کو چھوڑ دیا تھا کوئی رات کے بارہ ساڑھے بارہ بجے کے قریب اب گیٹ سے نکلنے کے بعد زوبیہ کہاں گئی اور کس کے ساتھ گئی اسے کچھ نہیں معلوم۔" عائشہ اختر کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

فرقان حسن اور خرم دم بخود بیٹھے انہیں سن رہے تھے۔ زوبیہ چاہے اغوا ہوئی تھی یا فرار اس وقت اہم سوال یہ تھا کہ وہ پچھلے دو دن سے کہاں ہے۔

پاگل خانے کے آس پاس کا علاقہ بالکل سنسان تھا وہاں دفاتر وغیرہ کی بڑی بڑی عمارتیں تو تھیں مگر رات کے وقت وہاں ایک چوہا بھی نظر نہیں آتا تھا اگر واقعی زوبیہ بارہ بجے کے قریب وہاں سے باہر نکلی تھی تو اس سنسان علاقے میں تن تنہا وہ کہاں گئی ہو گی۔

کتنی ہی دیر گزر گئی مگر خرم اور فرقان حسن میں سے کوئی بھی کچھ بولنے کے قابل نہ ہوا تو عائشہ اختر خود ہی اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہنے لگیں۔

"زوبیہ کی کوئی دوست کوئی سہیلی نہیں تھی اگر اس کی کسی سے تھوڑی بہت بات چیت تھی تو وہ تم ہی ہو۔ کیا اس نے تمہیں اپنے ارادوں سے آگاہ کیا تھا یا وہاں سے بھاگنے کے بعد اس نے تم سے رابطہ کیا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آنٹی آپ" خرم بے ساختہ بولا۔

"اگر مجھے ذرا بھی علم ہوتا کہ وہ وہاں سے بھاگنے کا پلان بنا رہی ہے تو میں اسے ہرگز ایسا کرنے نہ دیتا یا اگر وہ وہاں سے نکل کر مجھ سے رابطہ کرتی تب بھی میں آپ کو تو ضرور مطلع کر دیتا۔ زوبیہ کو روپوش کر دینے سے وہ پولیس سے تھوڑی بچ جائے گی بلکہ اب تو اس نے اپنے لیے زیادہ مسائل کھڑے کر لیے ہیں۔" خرم فکر مندی سے بولا۔

"میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں اگر زوبیہ تم سے رابطہ کرے تو اسے سمجھانا کہ اس طرح بھاگ کر وہ کہیں نہیں جا سکتی یا اگر وہ کورٹ کچہری کا سامنا کرنے سے ڈر رہی ہے تب بھی اپنے ماں باپ سے چھپنے کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ ایک بار باہر نکل ہی آئی ہے تو ہم سے مل لے ہم اسے ملک سے باہر نکال دیں گے لیکن خدارا ہم لوگوں کے ساتھ کوئی آنکھ مچولی نہ کھیلے۔" عائشہ اختر کے لہجے میں زمانے بھر کی لجاجت تھی۔

فرقان حسن دزدیدہ نظروں سے خرم کو دیکھنے لگے۔ خرم کو بھی عائشہ اختر کی بات بہت عجیب لگی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے انہیں یقین ہو کہ خرم نے ہی اسے کہیں چھپایا ہوا ہے تب ہی وہ زوبیہ کا پیغام اسے دے رہی ہیں کہ وہ لفظ بہ لفظ اسے پہنچا دے۔

لیکن عائشہ اختر کی حالت اس وقت اتنی بری تھی کہ خرم صرف سرہلا کر رہ گیا جس عورت کی جوان بیٹی دو دن اور دو راتوں سے گھر سے باہر ہو اسے بھلا انسان کیسے اور کیا سمجھائے۔

کچھ دیر ان سب کے درمیان خاموشی رہی پھر عائشہ اختر جانے کے لیے اٹھتے ہوئے بولیں۔

"زوبیہ کی کوئی بھی اطلاع ملے تو مجھے فوراً خبر کرنا۔"

"شیور آنٹی یہ بھی بھلا کوئی کہنے کی بات ہے۔" خرم بھی ان کے ساتھ باہر کی طرف بڑھتے ہوئے فوراً بولا تو عائشہ اختر جیسے کچھ یاد آنے پر ٹھٹک کر رک گئیں۔

"تم اس گھر کے بارے میں کچھ جانتے ہو کیا؟"

"کیا مطلب؟" خرم سمجھ نہ سکا۔

"مطلب یہ کہ کیا تم نے زوبیہ کو اس گھر کے متعلق کچھ بتایا تھا کہ یہ دو گھر تھے اور یہ کہ میری والدہ نے یہ گھر بلال کے والد کو بیچ دیا تھا۔" عائشہ اختر خرم کے تاثرات بغور دیکھتے ہوئے بولیں۔

ان کی توقع کے عین مطابق خرم کے چہرے پر ان کی بات کو سن کر حیرت کے کوئی آثار نہیں ابھرے اس کے برعکس فرقان حسن تعجب سے عائشہ اختر کو دیکھنے لگے تھے۔

یہ عائشہ اختر کا بھی آبائی گھر تھا یہ بات وہ بھی نہیں جانتے تھے۔ مگر عائشہ اختر کی بات سے زیادہ شاک انہیں اس وقت لگا جب انہوں نے خرم کو کہتے ہوئے سنا۔

"ہاں میں نے ہی اسے بتایا تھا۔" خرم نے صاف گوئی سے کہا تو وہ الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"تت... تمہیں یہ بات کیسے معلوم؟" خرم جانتا تھا۔ وہ کیا پوچھنا چاہ رہی ہیں۔

"جو کچھ اس نے زوبیہ کو بتایا تھا۔ زوبیہ نے اس کی تصدیق عائشہ اختر سے کی ہو گی۔ ہو سکتا ہے اس نے یہ بھی بتا دیا ہو کہ یہ سب اسے خرم نے بتایا ہے اور اگر نہیں بھی بتایا تھا۔ تب بھی اسے بھلا ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر وہ سچ جاننا چاہتی تھیں تو اسے سچ بتانے میں کوئی عار نہیں تھی۔ تب ہی دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے سکون سے بولا۔

"میرا دوست ہے الیان... اسی نے بتایا تھا۔" عائشہ اختر کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ الیان کے ذریعے وہ سب کچھ جان گیا ہو گا۔ یہ سوچ کر ہی ان کے پسینے چھوٹ گئے۔

اسی لیے زوبیہ بھی الیان کے بارے میں جان گئی تھی اور عائشہ اختر کا سارا کچا چٹھا بھی اسے پتا چل گیا ہو گا

کیسا لگا ہوگا اسے اپنے ماں' باپ کے بارے میں یہ سب سن کر' اس کے بعد ہی اس نے وہاں سے بھاگنے کا انتہائی قدم اٹھایا تھا عائشہ اختر کے چہرے پر بیک وقت کئی تاثرات ابھر آئے۔

پہلے وہ چونکیں' پھر پریشان ہوئیں اور پھر جیسے ایک دم خجل ہو کر تیزی سے ڈرائنگ روم سے نکل گئیں۔ ایسے شخص کے سامنے کھڑے ہونے کے لیے بڑی ہمت چاہیے جس کے بارے میں آپ کو پتا ہو کہ وہ آپ کے سارے جھوٹ اور بے ایمانیوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ لہٰذا عائشہ اختر بھی خرم کے سامنے سے فوراً ہٹ گئیں۔ ان کے کمرے سے نکل جانے کے بعد بھی خرم کتنی دیر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ آخر فرقان حسن نے ہی ڈرائنگ روم کی طرف پلٹتے ہوئے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

"دو دن سے جو لڑکی غائب ہو وہ بھلا اب کیا ملے گی' اللہ رحم کرے۔"

☼ ☼ ☼

شگفتہ غفار کی آنکھ کھلی تو انہوں نے خود کو اپنے کمرے کے بستر پر پایا۔ پہلے تو ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اگر وہ سو رہی تھیں تو ان کے کمرے کی ساری بتیاں کیوں جل رہی ہیں اور انہوں نے اپنا رات والا لباس کیوں نہیں پہن رکھا۔ لیکن پھر بالکل اچانک ان کے ذہن میں ایک کوندا لپکا اور وہ گھبرا کر بستر پر اٹھ بیٹھیں۔

وہ سونے نہیں لیٹی تھیں' بلکہ وہ تو اپنے کمرے میں آئی بھی نہیں تھیں۔ وہ تو نیچے لاؤنج میں تھیں۔ جب رومیلہ نے وہ کاغذ لا کر ریاض غفار کو دیا تھا اور ان کے پیروں سے زمین نکل گئی تھی۔

وہ گھڑی کی طرف دیکھتی بستر سے اتر آئیں۔ صبح ہونے میں بس کچھ ہی گھنٹے رہ گئے تھے۔ شگفتہ غفار ہڑبڑائے ہوئے انداز میں کمرے سے باہر نکلیں تو باہر کمرے کے آگے جو ریلنگ لگی تھی۔ اس سے نیچے لاؤنج کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔

ریاض غفار نیچے لاؤنج میں بچھے ایک صوفے پر بالکل بے دم سے پڑے کسی غیر مرئی نقطہ کو دیکھ رہے تھے۔ چہرے پر شدید قسم کے تاسف اور غم کی دبیز تہیں اتنے فاصلے سے بھی صاف دیکھی جا سکتی تھیں۔

شگفتہ غفار تیزی سے زینہ اترتی ان کے پاس چلی آئیں۔ قدموں کی چاپ پر ریاض غفار کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ بس صرف نظروں کا زاویہ بدل کر انہوں نے شگفتہ غفار کو دیکھا اور بڑے روکھے پھیکے سے انداز میں بولے۔

"تم اٹھ گئیں' اب کیسی طبیعت ہے؟"

"آپ کو کیا ہوا؟ آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" شگفتہ غفار ان کے نزدیک آکر فکرمندی سے کہنے لگیں۔

"مجھے کیا ہونا ہے۔" ریاض غفار تلخی سے بولے۔ پھر صوفے پر سیدھا ہوتے ہوئے غالباً" خود کو نارمل ظاہر کرنے کے لیے خوامخواہ کی تفصیل بتانے لگے۔

"تمہارا بی پی لو ہو گیا تھا۔ اس لیے تمہیں چکر آ گئے۔ ڈاکٹر نے آکر تمہیں انجکشن لگا دیا تھا اور کہا تھا کہ سکون سے سونے دیا جائے۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں ہوگا۔ تم کتنی دیر سوئی رہی ہو۔" ریاض غفار خود کو چاہے جتنا بھی کمپوز کر لیتے۔ شگفتہ غفار نے ایک پوری زندگی ان کے ساتھ گزاری تھی۔ لہٰذا ان کے رویے سے چھلکتی شکستگی وہ بخوبی محسوس کر گئی تھیں۔

"رومیلہ کہاں ہے؟" انہوں نے اس کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ جیسے انہیں اس ساری تفصیل سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔

"اپنے گھر چلی گئی ہے۔" ریاض غفار نے ان کی جانب دیکھے بغیر کہا تو وہ چونک اٹھیں۔

"اور آپ نے اسے جانے دیا۔" ریاض غفار نے ایک سلگتی ہوئی نظر ان پر ڈالی تو وہ فوراً" بولیں۔

"ٹھیک ہے الیان نے اسے طلاق دے دی ہے۔ لیکن آپ کچھ دیر تو اسے روکتے۔ اس طرح ڈرائیور کے ساتھ اچانک وہ اپنے گھر پہنچے گی تو اس کا بھائی تو ایک دم بھڑک اٹھے گا وہ تو۔"

"بے کار کی باتیں مت کرو۔" ریاض غفار بھناتے ہوئے کھڑے ہوئے۔

"چار دن بعد بھی اگر تم اسے بھیجتیں یا خود بھی چھوڑنے جاتیں۔ تب بھی اس کے گھر والوں کا رد عمل یہی ہونا تھا جو ابھی ہوگا۔"

"مگر۔ ابھی تو رومیلہ بھی صدمے میں تھی۔ کچھ دنوں میں اس کا شاک تھوڑا کم ہو جاتا تو پھر۔" شگفتہ غفار جو کہنا چاہ رہی تھیں۔ وہ کہہ نہیں پا رہی تھیں۔ تب ہی انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ریاض غفار ان کی ادھوری بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ وہ کچھ دیر قہر برساتی نظروں سے انہیں دیکھتے رہے۔ پھر ایک ایک لفظ چبا کر بولے۔

"رک کیوں گئیں بولو۔ تم یہی کہنا چاہتی ہو نا کہ رومیلہ کا شاک تھوڑا کم ہو جاتا تو وہ گھر والوں کو طیش میں آنے سے روک لیتی۔ اب تو وہ خود اتنا بین کر رہی ہوگی کہ گھر والے بالکل ہی آپے سے باہر ہو جائیں گے۔" شگفتہ غفار صرف ہونٹ کاٹ کر رہ گئیں۔ انہیں خاموش دیکھ کر ریاض غفار تپے ہوئے لہجے میں بولے۔

"عام حالات میں جو شادیاں ہوتی ہیں۔ جب وہ ٹوٹتی ہیں تب بھی لڑکی اپنے ماں' باپ کے پاس جا کر سسرال والوں پر سارا الزام رکھ دیتی ہے۔

جبکہ یہ شادی تو بالکل غیر معمولی انداز میں ہوئی تھی۔ رومیلہ کو علم تھا۔ اس گھر میں ذرا بھی اسے تکلیف دی گئی تو اس کا بھائی آرام سے انہیں سبق سکھا سکتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود تم نے ذرا کوشش نہیں کی۔ اپنے رویے میں بہتری لانے کی' پھر بھی ابرار کی خاموشی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے کبھی اپنے گھر میں تذکرہ تک نہیں کیا۔

اب تم انو یا نہ مانو' لیکن اس حقیقت کو تمہارا ضمیر بھی نہیں جھٹلا سکتا کہ اس لڑکی میں بہت ظرف تھا۔ اس کے بھائی نے بھلے جو بھی کیا ہو لیکن خود اس نے کبھی بریرہ کا نام لے کر ہمیں بلیک میل نہیں کیا۔

تم نے اسے گھر کے داماد کے سامنے تک ذلیل کیا۔ تب بھی اس نے ہلکا سا بھی طنز نہیں کیا کہ وہ اگر چاہے تو تمہاری بیٹی کا کتنا بڑا راز فاش کر سکتی ہے۔ لیکن تم کبھی اپنی زبان کا زہر اگلنے سے باز نہیں آئیں۔

اتنا سب کچھ برداشت کرنے کے بعد بھی اگر اس گھر سے اسے طلاق کے کاغذات پکڑائے جاتے ہیں تو اس کا حق بنتا ہے کہ وہ جا کر اپنے گھر والوں کو بتائے کہ اس نے کیا کچھ سہا ہے؟" ریاض غفار بری طرح طیش میں آ چکے تھے۔ وہ اتنی زور' زور سے چیخ رہے تھے کہ الیان سوتے میں سے اٹھ کر باہر آ گیا۔

شگفتہ غفار پر نظر پڑتے ہی الیان کو سکون کا احساس ہوا۔ ورنہ ان کی بے ہوشی کے باعث آنکھ کھلتے ہی وہ تیزی سے کمرے سے نکلا تھا اتنا برا وسوسہ آیا تھا اس کے دل میں' انہیں صحیح سلامت کھڑا دیکھ کر الیان ان کے نزدیک چلا گیا اور رسانیت سے پوچھنے لگا۔

"آپ کچھ کھائیں گی؟ آپ نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔" شگفتہ غفار اس کی آواز پر چونک کر اس کی جانب پلٹیں۔ ان کے دل کی حالت تو پہلے ہی بڑی عجیب ہو رہی تھی اس پر ریاض غفار کی باتیں سن کر وہ بالکل ہی روہانسی ہو گئی تھیں۔ اب الیان پر نظر پڑتے ہی جیسے ایک گلیشیر پگھل گیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔

"یہ تم نے کیا کیا الیان؟" الیان نے ان کے قریب آکر انہیں کندھوں سے تھام لیا اور زبردستی انہیں صوفے پر بٹھا کر خود بھی ان کے برابر میں بیٹھ گیا۔

وہ اس ساری صورت حال کے لیے پہلے سے تیار تھا۔ اسے یقین تھا یہ سب ہوگا۔ بلکہ شگفتہ غفار' الیان کو سامنے دیکھ کر روتے روتے جس طرح بریرہ کے مستقبل کی طرف سے فکر مندی کا اظہار کر رہی تھیں۔ ان کے الفاظ تک الیان کی توقع کے عین مطابق تھے۔ لہٰذا الیان خاموشی سے انہیں سنتا رہا۔ ان کے سارے شکوک و شبہات کے جواب وہ پہلے ہی دے چکا تھا۔ جب اس نے انہیں اپنے ارادوں سے آگاہ کیا تھا۔ اس لیے اس وقت کچھ بھی کہنا بے کار تھا۔ اب تو جو ہونے والا تھا اس کا سامنا کرنا تھا۔ تب ہی الیان رسانیت سے بولا۔

"جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب ابرار جو بھی کرتا ہے اسے کرنے دیں۔ اس طرح خوف کے سائے میں تو زندگیاں نہیں گزر سکتیں۔ آپ ایسا کریں کچھ دنوں کے لیے نانی اماں کے پاس گاؤں چلی جائیں۔ اگر ابرار وہاں پہنچتا ہے اور کچھ کہتا ہے تو آپ اسے صاف جھٹلا دیجیے گا کہ اس کی بہن کا گھر نہیں بس سکا تو وہ الیان کی بہن پر تہمت لگا رہا ہے۔ آپ وہاں موجود ہوں گی تو بات کو سنبھال لیں گی۔"

"تمہاری ماں میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ بات کو سنبھال سکے۔ یہ اگر وہاں چلی گئی تو صورت حال اور بگڑ جائے گی۔" ریاض غفار تلخی سے بولے۔ وہ اس وقت سب سے ناراض تھے۔ شگفتہ غفار نے کچھ خائف ہو کر ان کی جانب دیکھا۔ مگر اس وقت وہ ایسی کسی بحث کی متحمل نہیں تھیں۔ لہٰذا خاموش رہیں' البتہ الیان کہنے لگا۔

"یہاں بیٹھ کر یہ زیادہ پریشان رہیں گی۔ وہاں بریرہ کے پاس جا کر ان کا دل بھی بہل جائے گا اور سارے خدشات بھی ختم ہو جائیں گے۔" شگفتہ غفار' الیان کی بات سے کچھ کچھ متفق تھیں۔ چنانچہ الجھن بھری نظروں سے ریاض غفار کو دیکھنے لگیں جیسے ان سے فیصلہ نہ ہو رہا ہو۔ ریاض غفار ان کا مطلب سمجھتے ہوئے بیزاری سے بولے۔

"جس کا جو جی میں آتا ہے کرے۔ میری اجازت اور رائے کی بھلا کیا اہمیت ہے۔" ریاض غفار یہ کہہ کر رکے نہیں' بلکہ اٹھ کر چلے گئے۔ الیان ان کی بات پر صرف انہیں دیکھ کر رہ گیا۔ پھر وہ بھی اٹھتے ہوئے کہنے لگا۔

"صبح ہونے میں کچھ ہی دیر رہ گئی ہے۔ آپ اپنی تیاری کر لیں میں آپ کو خود چھوڑ آؤں گا۔"

☆ ☆ ☆
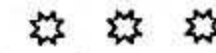
"بی بی جی آپ کا گھر آ گیا ہے۔" ڈرائیور کی آواز پر رومیلہ کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ صرف ذرا سی نظریں اٹھا کر وہ اپنے اس گھر کو دیکھنے لگی جہاں اس نے اپنی پوری زندگی گزاری تھی۔ لیکن جو پچھلے کچھ ماہ میں اتنا اجنبی ہو گیا تھا کہ لگتا تھا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

ڈرائیور نے گاڑی سے اتر کر اس کی جانب کا دروازہ کھولا اور ڈگی میں رکھا اس کا سامان نکالنے لگا۔ جب اس نے سامان گیٹ کے سامنے رکھ کر بیل بجا دی۔ تب جیسے رومیلہ کے پاس گاڑی سے اترنے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا۔ وہ اتنے مرے ہوئے قدموں سے چل کر گیٹ تک آئی تھی جیسے کوئی اسے گھسیٹ کر لا رہا ہو۔

بیل کے جواب میں گیٹ کھولنے ابرار بھائی خود آئے تھے۔ ویسے بھی رات کے کھانے کا وقت بھی گزر چکا تھا۔ اس وقت تو گھر میں سب سونے کی تیاری کر رہے ہوتے تھے۔ حسب توقع ابرار بھائی اسے اتنے بڑے بیگ کے ساتھ اس وقت گھر کی دہلیز پر کھڑا دیکھ کر بری طرح چونک اٹھے۔

"السلام علیکم صاحب سامان اندر رکھ دوں۔" ڈرائیور نے مودب انداز میں پوچھا۔

"آں۔۔۔ ہاں۔" ابرار بھائی کچھ حواس باختہ سے انداز میں ایک جانب ہٹ گئے تو ڈرائیور سامان اٹھا کر اندر لے گیا رومیلہ نے بھی اس کے پیچھے قدم بڑھا دیے۔

ابرار بھائی نے جانے کیسے اس کے اندر داخل ہونے تک خود پر ضبط کیا۔ پھر ڈرائیور کی موجودگی کا لحاظ کیے بغیر

اونچے سے بولے۔

"تم۔ اس وقت؟ اچانک؟ سب خیریت تو ہے۔" اس سے پہلے کہ رومیلہ کچھ بولتی ڈرائیور اجازت لیتا باہر کی جانب بڑھ گیا تو ابرار بھائی نے خاصی سختی سے اپنے سوال کو دہرایا۔ رومیلہ نے کامن روم میں موجود ایک آرام دہ صوفے پر اپنے وجود کو ایسے گرا لیا جیسے مزید کھڑے ہونے کی سکت نہ ہو۔ اس کے چہرے کی رنگت بالکل پیلی ہو رہی تھی۔ ہونٹ سوکھ کر ایسے پپڑی زدہ ہو رہے تھے۔ جیسے جانے کتنے برسوں سے پیاسی ہو۔

"تم کچھ بول کیوں نہیں رہیں۔ آخر ہوا کیا ہے؟" وہ چیخ کر بولے تو رومیلہ نے ان کی جانب دیکھے بغیر ست لہجے میں کہا۔

"وہی۔۔۔ جو ہونا چاہیے تھا۔"

"کیا بک رہی ہو۔۔۔ جلدی سے بتاؤ۔۔۔ تم اس طرح اتنی رات گئے کیوں آئی ہو۔ الیان کہاں ہے۔ اتنی رات گئے تمہیں ڈرائیور کے ساتھ بھیجتے ہوئے اسے شرم نہیں آئی۔" ابرار بھائی دھاڑ کر بولے۔ مگر رومیلہ کے انداز میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ البتہ اس نے ایسے آنکھیں موند لیں۔ جیسے بڑی گہری نیند آ رہی ہو۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں رومیلہ۔" وہ غرائے تو رومیلہ بند آنکھوں کے ساتھ بولی۔

"مجھے ایک گلاس پانی تک کے لیے آپ نہیں پوچھ سکتے۔ بھی آپ کو اپنے اوپر شرم آئی ہے۔ جو آپ دوسروں سے نالاں ہیں۔"

"تم۔۔۔ تم۔۔۔ یہ تم کس طرح بات کر رہی ہو۔" ابرار بھائی چیخ کر بولے تو رومیلہ آنکھیں کھول کر انہیں دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

واقعی اس نے اس لہجے میں ان سے کبھی بات نہیں کی تھی۔ بلکہ اگلا جملہ جو اس نے خود کو کہتے سنا تھا وہ خود کبھی تصور نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ایسی بات کبھی ان سے کہہ سکے گی۔

"کسی کی بیٹی کو اغوا کرتے وقت جب آپ کو شرم نہیں آئی تو آپ دوسروں سے۔۔۔"

"زبان کو لگام دو رومیلہ۔" ابرار بھائی دانت پیستے ہوئے، بہت دھیمی آواز میں بولے۔ ساتھ ہی پلٹ کر ایک نظر اپنے کمرے کے دروازے پر ڈالی۔ انہیں یقیناً" ڈر تھا کہ کہیں بھابھی رومیلہ کی بات نہ سن لیں۔ تب ہی ضبط کر گئے تھے۔ ورنہ انداز بتا رہے تھے جیسے ان کا دل چاہ رہا ہو رومیلہ کو کچا کھا جائیں۔

رومیلہ خود نہیں چاہتی تھی کہ اس راز کے مزید شراکت دار وجود میں آئیں۔ وہ بھی بھابھی جیسے ہلکے کردار اور زبان کی حفاظت کرنے سے قاصر لوگ اس حقیقت کو جان کر اس کا ڈھنڈورا پیٹ دیں۔ لہٰذا وہ اس موضوع پر مزید کچھ کہنے کا ارادہ ملتوی کرتی بڑے نپے تلے انداز میں بولی۔

"ان لوگوں نے مجھے نہیں بھیجا ہے۔ میں وہ گھر چھوڑ کر آ گئی ہوں۔ میری ہی ضد تھی کہ مجھے ابھی اور اسی وقت ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیا جائے۔" رومیلہ کے دوسرے جملے میں ایک فیصد جھوٹ نہیں تھا۔

شگفتہ غفار کے بے ہوش ہو جانے کے باعث گھر میں ایک دم کہرام مچ گیا۔ الیان بھی اپنے کمرے سے نکل کر باہر آ گیا۔ ڈاکٹر کے آنے اور چیک کرنے تک اچھا خاصا وقت صرف ہو گیا تھا۔ شگفتہ غفار کی حالت کی جانب سے اطمینان ہونے کے بعد جب اس نے ڈرائیور کے ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو الیان نے صاف منع کر دیا۔

"اتنی رات گئے جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' صبح جانا۔"

"صبح تک ان شاء اللہ آپ کی والدہ کو ہوش آ جائے گا اور میں ان کے جاگنے سے پہلے پہلے یہاں سے چلی جانا چاہتی ہوں۔"

"لیکن ڈرائیور کے ساتھ۔۔۔" الیان نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ اس نے نہایت دو ٹوک انداز میں بات کاٹ دی۔

"ہاں ڈرائیور کے ساتھ‘ ابھی اور اسی وقت‘ اگر میں لوگوں کے اتنے بڑے فیصلے مان سکتی ہوں تو کم از کم میری اتنی سی بات تو مانی جائے۔" رومیلہ کے خود سر لہجے پر الیان یک دم خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے مزید کچھ نہیں کہا اور ڈرائیور کے ساتھ اسے بھیج دیا۔

رومیلہ کا اب اس گھر میں دم گھٹ رہا تھا۔ وہ لوگ واقعی بہت شریف لوگ تھے۔ طلاق کا لفظ سنتے ہی شگفتہ غفار ہوش و خرد سے بے گانہ ہو گئیں۔ جب ان کی بیٹی اغوا ہوئی ہو گی تب تو جانے ان پر کیا قیامت ٹوٹی ہو گی۔ اس میں اب مزید ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

سارے راستے وہ ابرار بھائی کے جذباتی اور غصے میں کیے گئے فیصلے پر سوچتی رہی تھی۔ لہٰذا وہ اب جو بھی بول رہی تھی اس میں غصہ تھا‘ نہ جذبات‘ بلکہ ہر پہلو پر غور کرنے اور سارے نتائج کی طرف سے اطمینان کر لینے کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچی تھی کہ اسے سارا الزام اپنے سر رکھنا ہے۔ تاکہ ابرار بھائی غصے میں مزید کوئی جذباتی قدم نہ اٹھالیں۔

وہ اس کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ بس تھوڑا سا غصہ کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ بات چیت بند کر سکتے تھے تو طلاق کا داغ لے کر گھر آجانے کی صورت میں ابرار بھائی کو اس کے ساتھ ویسے بھی یہی رویہ روا رکھنا تھا۔

کون سا وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہو کر اپنے آپ کو اس کی بربادی کا ذمہ دار مان لیتے انہیں تو الزام اس کے سر ہی رکھنا تھا کہ وہ ان لوگوں کے دلوں میں جگہ کیوں نہیں بنا سکی تو کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ وہ خود ہی سارا قصور اپنے سر لے لے۔ کم از کم بریرہ کی زندگی برباد ہونے سے تو بچ سکتی تھی۔ کم از کم ابرار بھائی کا غصہ ان لوگوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے تو نہ نکلتا کم از کم وہ اس گھر کے مکینوں کے لیے اتنا تو کر سکتی تھی۔

ابرار بھائی اس کے جملے پر بری طرح تپ گئے اور اچھا خاصا چیخ کر بولے کہ بھابھی اور بابا جانی اپنے کمروں سے بھاگے چلے آئے۔

"بے غیرت‘ بے شرم۔۔۔ کس قدر ڈھٹائی سے اپنے بڑے بھائی کے سامنے اپنی خود سری کا اعتراف کر رہی ہو۔ کیا یہی تربیت دی تھی بابا جانی نے تمہیں۔"

"جو تربیت آپ کو دی تھی بابا جانی نے وہی مجھے بھی دی تھی۔ میں پھر بھی آپ سے تو بہتر ہوں۔" قریب تھا کہ ابرار بھائی آگے بڑھ کر اس کو ایک تھپڑ رسید کر دیتے کہ بابا جانی گھبرائے ہوئے ان کے قریب چلے آئے۔

"کیا ہو گیا ابرار۔۔۔ رومیلہ تم اس وقت؟؟"

"بابا جانی۔۔۔ میں وہ۔۔۔ گھر چھوڑ کر آگئی ہوں۔" رومیلہ نے پوری کوشش کی اپنے جملے میں لاپروائی کا عنصر شامل کرنے کی پھر بھی اپنی زبان کو لڑکھڑانے سے نہ روک سکی۔

"کیا۔۔۔" بھابھی اور بابا جانی کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ بابا جانی تو پھٹی پھٹی آنکھوں اسے اسے دیکھتے رہے جبکہ بھابھی جلے پیر کی بلی کی طرح تیز تیز چلتی اس کے سر پر آکھڑی ہوئیں۔

"توبہ۔۔۔ توبہ۔۔۔ کیا زمانہ آگیا ہے۔ شادی کو چند مہینے نہیں ہوئے اور محترمہ فخریہ بتا رہی ہیں کہ وہ گھر چھوڑ کر آگئی ہیں۔ کیوں بھئی ایسی کیا تکلیف لاحق ہو گئی تھی تمہیں وہاں۔ جس لڑکی کی بارات چوکھٹ سے لوٹ گئی ہو اسے تو اور انکساری کے ساتھ رہنا چاہیے۔ وہ بھی ایسی سسرال میں جس نے بروقت اپنا کر تماشا بننے سے روک لیا اور یہاں یہ محترمہ جن کا شوہر ہر لحاظ سے اس سے دس گنا بہتر ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ رومیلہ کہیں سے اس کے قابل ہی نہیں ہے۔ پھر بھی یہ اسے چھوڑ کر آگئی۔ میں تو کہتی ہوں فون کر کے پتا کریں ان لوگوں نے خود ہی نکال دیا ہو گا۔" بھابھی تو سانس لیے بغیر شروع ہو چکی تھیں۔ آخر ابرار بھائی کو زچ ہو کر ٹوکنا پڑا۔

"تم ذرا چپ تو ہو جاؤ‘ مجھے بات کرنے دو۔ کیا واقعی تم خود آئی ہو یا ان لوگوں نے نکال دیا۔"

"مجھے کیسے نکال سکتے ہیں۔ الیان کی والدہ تو بے ہوش ہو گئی تھیں میرے فیصلے کا سن کر اور والد میرے آگے جھک رہے تھے کہ کسی طرح میں اپنا فیصلہ بدل دوں لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟ جب سب ٹھیک ہے تو تم نے گھر کیوں چھوڑ دیا۔" ابرار بھائی ابھی بھی اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"کیونکہ وہ گھر نہیں تھا۔ وہاں سب ڈر کر میرا خیال کرتے تھے۔"

"لیکن کرتے تو تھے نا اور کس چیز کی کمی تھی تمہیں وہاں۔" ابرار بھائی ترخ کر بولے۔ رومیلہ نے ایک بار پھر صوفے کی بیک پر سر ٹکاتے ہوئے آنکھیں موند لیں جو وہ کہنے کا سوچ رہی تھی۔ اس کے لیے بڑی ہمت کی ضرورت تھی اور وہ اپنی ہمتیں مجتمع کر رہی تھی۔ اسے سننے کے بعد ابرار بھائی‘ الیان اور اس کے گھر والوں سے بدلہ لینے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ہاں البتہ وہ رومیلہ کے ساتھ بہت بری طرح پیش آتے۔ مگر اس کی رومیلہ کو قطعی پروا نہیں تھی۔ اسی لیے جب وہ بولی تو اس کا لہجہ بڑا ٹھوس تھا۔

"جب انسان کو اپنا شریک حیات ہی پسند نہ ہو تو گھر میں چاہے کسی چیز کی کمی نہ ہو‘ وہاں سکون کبھی میسر نہیں آسکتا۔"

"تم۔۔۔ تم کیا کہہ رہی ہو۔" بابا جانی کے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔ جبکہ بھابھی تنک کر بولیں۔

"ماشاء اللہ۔۔۔ ساری زندگی گزر گئی‘ قبر میں پاؤں لٹک رہے ہیں۔ لیکن بیٹی کیا کہہ رہی ہے۔ وہ سمجھ میں نہیں آرہا۔ اسے الیان پسند نہیں‘ اتنا ہینڈسم‘ پڑھا لکھا اور رئیس بندہ اگر اسے پسند نہیں تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ان کے نین کہیں اور لڑ گئے ہیں۔"

"شٹ اپ!" ابرار بھائی اتنی بری طرح دھاڑے کہ بھابھی سچ مچ سہم گئیں۔ پھر وہ اسی ٹون میں رومیلہ سے مخاطب ہوئے۔

"تم کیا کہنا چاہتی ہو‘ کھل کر کہو۔"

"بھابھی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے رومیلہ کی آنکھوں کے سامنے صرف بریرہ کا چہرہ گھوم رہا تھا۔ جس کے دل میں اپنے اجڑنے کا خوف اس قدر تھا کہ اس کے چہرے پر پڑھا جا سکتا تھا۔

"رو۔۔۔ می۔۔۔ لہ۔" بابا جانی سکتے میں چلے گئے۔

رومیلہ ان کی جانب نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ اس وقت کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی اور صرف ایک بابا جانی کا وجود تھا جو اسے کمزور بنا سکتا تھا۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔ الیان نے تمہیں گھر سے نکال دیا ہے اور تم اسے بچانے کی کوشش کر رہی ہو۔" ابرار بھائی چبا کر بولے تو رومیلہ نے ایکدم آنکھیں کھول دیں۔

"میں اسے بچانے کی کوشش کیوں کروں گی۔ میں نے تو زبردستی اس سے طلاق لی ہے۔ وہی دھمکی دے کر جس کے بل پر آپ نے اسے مجھ سے شادی پر مجبور کیا تھا۔" رومیلہ کی بات پر ابرار بھائی نے سٹپٹا کر بھابھی کی جانب دیکھا جو لفظ طلاق پر اچھل پڑی تھیں۔ وہ دھمکی والے جملے پر غور ہی نہ کر سکیں۔ جبکہ بابا جانی کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔

رومیلہ کو لگا شگفتہ غفار کی طرح وہ بھی چکرا کر گر پڑیں گے۔ مگر وہ دم بخود کھڑے رہے تو رومیلہ ان سب کو حیران پریشان چھوڑ کر صوفے سے اٹھ گئی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ آنکھوں میں اتنا پانی اتر آیا تھا کہ اگر وہ ذرا بھی رکتی تو اپنی ساری پلاننگ پر خود ہی پانی پھیر دیتی۔ لہٰذا اس کا ان سب کے سامنے سے فوراً ہٹ جانا ضروری تھا۔

☆ ☆ ☆

نمل یونیورسٹی سے گھر آئی تو اس کے کانوں میں خرم کی گفتگو کی بازگشت ہو رہی تھی۔ خرم کے سامنے تو اس نے بڑے سکون سے کہہ دیا تھا۔ Who cares جب خرم نے کہا تھا کہیں عظمت خلیل نمل کی شادی کسی اور سے طے نہ کردیں۔

لیکن خرم کے جاتے ہی یہ خوف کسی اژدھے کی طرح اس کی سوچ سے لپٹ گیا تھا۔ کھانے کی میز پر اس کی خاموشی رشیدہ نے بھی محسوس کرلی۔ مگر ان کے پوچھنے پر وہ انہیں ٹال گئی۔

وہ اس کی کوئی مدد نہیں کرسکتی تھیں۔ ان سے اس موضوع پر پہلے ہی بات ہو چکی تھی۔ وہ تو سنتے ہی پریشان ہو گئی تھیں۔ اب بار بار ان کے سامنے یہ ذکر چھیڑنا انہیں بلاوجہ فکرمند کرنے کے برابر تھا۔

شام تک وہ اسی ادھیڑبن میں لگی رہی کہ سنبل کے فون نے اس کی ساری سوچیں منجمد کردیں۔ نمل کے فون اٹھاتے ہی اس نے فوراً "نیوز چینل لگانے کو کہا تھا۔ جس پر نمل نے فوراً" عمل کیا اور جو خبر چینل والے کور کر رہے تھے۔ نمل سن ہوتے دماغ کے ساتھ اسے سن رہی تھی۔

کافی عرصہ پہلے کی بات تھی جب اس کی چوکھٹ پر ایک شائلہ نامی لڑکی دست فریاد لے کر آئی تھی۔ اس کے بھائی حشام کو پولیس انسپکٹر قادر نے بغیر کسی قصور کے گرفتار کرلیا تھا اور اس پر تھرڈ ڈگری ٹارچر کرکے اس سے اقبال جرم کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

عظمت خلیل نے ایسے مظالم برداشت کرنے والے بہت سارے دکھی لوگوں کی مدد کی تھی اور وہ بھی اسی لیے نمل کے پاس آئی تھی کہ اس کے والد ضرور کچھ کرسکتے تھے اور انہوں نے واقعی کیا۔ عظمت خلیل نے نا صرف حشام کو پولیس کی حراست سے باہر نکالا' بلکہ اس انسپکٹر قادر کے خلاف ایکشن لینے پر ڈیپارٹمنٹ کو مجبور کردیا۔

یہ اور بات تھی کہ اس کے پس پردہ بھی ایک حقیقت تھی۔ جس سے نمل اور دو' تین عظمت خلیل کے قریب کے لوگوں کے علاوہ کوئی واقف نہیں تھا۔

عظمت خلیل نے پریس اور میڈیا کی توجہ حاصل کرنے کے لیے جان بوجھ کر اس معاملے کو اتنا طول دیا کہ جس بے جا میں قید وہ بے گناہ کم عمر لڑکا حشام' انسپکٹر قادر کے ظلم سہتے سہتے معذور ہو گیا۔

عظمت خلیل کے ٹرسٹ نے اس کے گھرانے کو کافی سارے پیسے وغیرہ دلوا دیے تھے۔ اس کے بعد اس کی زندگی میں کیا ہوا یہ جاننے کی کوشش میڈیا اور عظمت خلیل نے تو کیا نمل نے بھی کبھی نہیں کی۔

پیسہ جسم کے اعضاء کی جگہ کبھی نہیں لے سکتا۔ بستر پر پڑے ایک بے کس وجود کو بینک میں روپوں کے ڈھیر سے اپنا علاج کرانے میں آسانی ہو سکتی ہے۔ لیکن جب علاج ہی ممکن نہ ہو تو وہ روپیہ بھی اسے اپنا منہ چڑاتا ہوا لگتا ہے۔ ایسے ہی کسی ذہنی کرب سے گزرتے گزرتے حشام نے آج صبح خودکشی کرکے خود کو ختم کرلیا۔

حشام کے بستر کے قریب ایک ٹیبل لیمپ تھا۔ تاکہ وہ رات کے وقت آرام سے پڑھ سکے۔ حشام نے اپنے منہ اور ایک ہاتھ کی چند انگلیوں کے ذریعے (جو تھوڑی بہت حرکت کرسکتی تھیں) ان سے کسی طرح لیمپ میں سے بلب نکال کر خود کو کرنٹ لگا کر بھسم کردیا۔

یہ کام اس نے تب کیا جب والدہ اور شائلہ گھر پر نہیں تھیں۔ محلے والوں کا بیان تھا کہ چیخوں اور جلنے کی بدبو نے انہیں دروازہ توڑ کر گھر میں گھسنے پر مجبور کردیا۔ مگر تب تک بہت دیر ہو گئی تھی۔

وہ لڑکا جو شائلہ اور اس کی بیوہ ماں کے لیے کبھی امیدوں اور کامرانیوں کا مرکز تھا۔ وہ صرف بوجھ اور آنسوؤں کا سبب بن کر رہ گیا تھا۔ لہٰذا اس کے مایوسیوں میں گھرے وجود نے اس تکلیف کا ایک ہی حل سوچا کہ انہیں ایک بار رلا کر ہمیشہ کے لیے ہر درد سے آزاد کردوں۔

مگر اسے نہیں پتا تھا کہ اس کی ماں کے لیے بھی یہ صدمہ برداشت کرنا مشکل تھا۔ صدمے کے باعث ان کی

بلڈ پریشر بہت بڑھ گیا تھا اور وہ آئی سی یو میں تھیں۔ جبکہ شائلہ نے پریس سے بات کرنے سے صاف انکار کردیا تھا۔

نمل سانس روکے اس المناک خبر کو سنتی چلی گئی۔ اس نے اپنے گھر میں معذوری دیکھی تھی۔ لہٰذا اسے حشام کی ذہنی اور جذباتی حالت کا بخوبی اندازہ تھا۔ وہ کئی مہینوں سے شدید قسم کے ڈپریشن کا شکار رہا ہوگا۔ مرنے کا خیال اچانک دل میں نہیں آتا۔ یہ خواہش کئی بار ابھر کر سرد پڑ جاتی ہے اور پھر کسی وقت انسان پر حاوی ہو جاتی ہے' تو وہ اپنے گھر والوں کی یہاں تک کہ اپنی آخرت کی بھی پروا کیے بغیر کسی بھی طریقے سے خود کو ختم کرلیتا ہے۔

اس طرح ایک نوجوان کا معذور ہو کر خودکشی کرلینا کوئی کم تکلیف دہ بات نہیں تھی۔ مگر نمل کی آنکھیں تو اس احساس کے تحت بہہ رہی تھیں کہ حشام کی اس موت کے ذمہ دار انسپکٹر قادر سے زیادہ عظمت خلیل تھے۔

کسی کو مرنے پر مجبور کردینا بھی ایک طرح کا قتل ہے اور وہ ایک قاتل کی بیٹی ہے۔ یہ احساس اسے پھوٹ پھوٹ کر رونے پر مجبور کر گیا۔ مگر پھر رشیدہ کی وہیل چیئر کی آواز سن کر جلدی سے ٹی وی آف کرکے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ دل خراش حقیقت رشیدہ کے علم میں آئے' انہیں پتا تو چل ہی جانا تھا' مگر جتنی دیر وہ چھپا سکتی تھی' وہ چھپانا چاہتی تھی۔ البتہ آنکھوں پر ٹھنڈا پانی ڈالتے وقت اس کا دماغ بھٹی کی طرح تپ رہا تھا۔

عظمت خلیل بہت ساری زندگیوں سے کھیلے تھے۔ اپنی شہرت اور نام کے لیے انہوں نے لوگوں کے دکھوں کا اشتہار لگایا تھا۔ بلکہ لوگوں کی زندگی میں مسائل بڑھائے تھے۔ تاکہ جب وہ انہیں حل کریں تو چاروں طرف ان کی واہ واہ ہو۔ ایسے انسان سے حساب لینا سخت ضروری تھا۔ ورنہ وہ آگے بھی اپنی واہ واہ کے لیے دکھی لوگوں کو سیڑھی بناتا رہے گا۔

☼ ☼ ☼

الیان اور شگفتہ غفار کو اچانک سامنے دیکھ کر بریرہ چند لمحوں کے لیے حیران رہ گئی۔ شگفتہ غفار کے چہرے پر ایسی تھکن اور افسردگی تھی کہ بریرہ ایک پل میں ساری ناراضی بھول کر دوڑ کر ان سے لپٹ گئی۔ شگفتہ غفار کا دل تو ویسے ہی بھرا ہوا تھا۔ بریرہ کو روتا دیکھ کر وہ باقاعدہ ہچکیوں سے رونے لگیں۔ اس منظر کو کچھ دیر تو شاہ جہاں ماموں نے خاموشی سے دیکھا۔ لیکن جب دورانیہ طویل ہونے لگا تب انہیں آگے بڑھ کر دونوں کو ہلکا سا جھڑکتے ہوئے ایک دوسرے سے الگ کرنا پڑا۔

تب شگفتہ غفار آنکھیں پونچھتی نانی اماں کی جانب بڑھ گئیں۔ وہ بھی آب دیدہ ہو گئی تھیں۔ بغیر کچھ کہے انہوں نے شگفتہ غفار کو سینے سے لگایا تو واقعی شگفتہ غفار کی حالت میں ایک دم بہتری آگئی۔ تب ہی کچھ دیر بعد سارے گلے شکوے بھول کر وہ تینوں ممانیوں اور ان کی بیٹیوں سکینہ' حاجرہ اور فریدہ کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہو گئیں۔

ایک چیز جو شگفتہ غفار نے شدت سے محسوس کی کہ نانی اماں کا رویہ بالکل پہلے جیسا ہو گیا تھا۔ اگر بریرہ انہیں اپنے اغوا ہونے کی بات بتا چکی تھی تو سب کچھ جاننے کے بعد بیٹی کے اندھیرے میں رکھنے والا کوئی شکایتی انداز ان کی کسی بات سے ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔

الیان تو کچھ دیر بیٹھ کر واپس شہر لوٹ گیا' جبکہ شگفتہ غفار کا ارادہ کچھ دن قیام کرنے کا تھا۔ اسی لیے تنہائی ملنے پر انہوں نے جب بریرہ سے اپنے تجزیے کا ذکر کیا تو بریرہ انہیں دیکھتی رہ گئی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو' اماں کو شک ہو گیا تھا۔ انہوں نے واپس آکر تمہیں کریدا تو ہوگا۔" شگفتہ غفار یقین سے بولیں۔

"یہ ڈر مجھے بھی تھا لیکن انہوں نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یہاں تک کہ مجھے الجھن ہونے لگی کہ وہ خاموش کیوں ہیں تو میں خود ان سے بات کرنے گئی اور جب میں نے ان سے پوچھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہتی کیوں نہیں تو آپ جانتی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کیا کہا؟" بریرہ بڑے سپاٹ لہجے میں بول رہی تھی۔ شگفتہ غفار بے چینی سے اسے دیکھتی رہیں تو وہ خود ہی کہنے لگی۔

"جب ہم آپ کے گھر سے جانے کا ارادہ کر کے سامان باندھ رہے تھے۔ انہوں نے تب بھی رومیلہ کی بہت تعریفیں کی تھیں اور اس کی قدر کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن یہ بات انہوں نے میرے پوچھنے پر اب بتائی کہ رومیلہ نے ہاتھ جوڑ کر انہیں خدا' رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واسطہ دیا تھا کہ آپ اس بارے میں کبھی کسی سے کچھ نہیں پوچھیں گی اور نانی اماں کو رومیلہ کا مان رکھنے کے لیے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔" شگفتہ غفار بے یقینی سے بریرہ کو دیکھتی رہیں۔

"میں جانتی ہوں' یہ کہنا جتنا آسان ہے اس پر عمل کرنا اتنا مشکل۔ لیکن کوشش کریں کہ اب آپ بھی سب کچھ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر اس ڈر سے باہر آجائیں کہ یہ راز کبھی کھلے گا۔

ویسے بھی اگر ابرار نے یہ راز کبھی کھول دیا تو پھر وہ ہمیں بلیک میل کیسے کر سکے گا۔ جب تک یہ حقیقت چھپی ہوئی ہے۔ تب ہی تک وہ ہمارے گھر میں ہے۔ جس دن سچ سامنے آگیا وہ دن اس کی بہن کا ہمارے گھر میں آخری دن ہو گا۔" شگفتہ غفار اتنی کمزور اور نڈھال لگ رہی تھیں کہ بریرہ تک انہیں تسلی دینے پر مجبور ہو گئی تھی۔ حالانکہ یہ ڈر تو خود اس کے اندر چھپا ہوا تھا۔

لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کی تسلی نے شگفتہ غفار کو اور پریشان کر دیا تھا۔ ان کا چہرہ بالکل زرد پڑنے لگا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ اپنی اتنی بہادری کی باتیں کرتی بیٹی کو یہ کیسے بتائیں کہ اس کے بھائی نے تو رومیلہ کو طلاق دے کر گھر سے نکال دیا ہے۔

"میں جانتی ہوں یہ مشکل ہے۔ لیکن میرا یقین کریں' میں ٹھیک کہہ رہی ہوں اور اگر ہو سکے تو رومیلہ کے ساتھ اپنا رویہ تھوڑا بہتر کرلیں۔ رومیلہ اتنی بری نہیں ہے۔ کافی سلجھی ہوئی لڑکی ہے بلکہ اگر غیر جانبدار ہو کر دیکھا جائے تو بھائی کے لیے ہر لحاظ سے بالکل موزوں ہے۔ آپ اپنی نفرت کے پیش نظر زبردستی اس میں چاہے جتنے کیڑے نکال لیں۔ مگر سچ یہی ہے کہ وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔

شکل و صورت' عادت و اخلاق' تعلیم و تربیت اور یہاں تک کہ معاشی اعتبار سے وہ کسی بھی چیز میں بھائی سے کم نہیں ہے۔ اسے اس کے فیملی بیک گراؤنڈ سے الگ کر کے یا اس کے بھائی کی گھٹیا حرکت کو چھوڑ کر اگر صرف رومیلہ کا تجزیہ کیا جائے تو ہمیں حقیقتاً" بھائی کے لیے بہت اچھی لڑکی مل گئی ہے۔

اور پھر ایک یہ بات بھی دھیان میں رکھیں کہ ابرار نے صرف مجھے اغوا کیا' میں مانتی ہوں کہ یہ بھی بہت غلط تھا۔ لیکن ہمیں بھی تو یہ ماننا چاہیے کہ اس نے میرے ساتھ کچھ کیا نہیں۔ اگر وہ کچھ کر لیتا تو بھی ہم اس کا کیا بگاڑ لیتے۔

ورنہ مرد کی ہوس کے آئے دن جو واقعے سننے اور پڑھنے کو ملتے ہیں اس کے بعد تو سگے محرم رشتوں پر سے اعتبار ختم ہونے لگتا ہے۔ پھر میں تو اس کی قید میں ایک بے بس لڑکی تھی۔ لیکن اس کے تو آدمی تک نے مجھے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا اور صرف میرے کمرے میں کھانا رکھ کر چلا جاتا تھا۔" بریرہ اپنے طور پر انہیں تسلی دے رہی تھی۔ مگر ان کا تو خون خشک ہو رہا تھا۔

اس کی ایک ایک بات انہیں بالکل ٹھیک لگ رہی تھی۔ ظاہری بات ہے اب ان کا غصہ جو اتر گیا تھا۔ آج تک وہ بھلے ہی غیر جانبدار ہو کر نہیں سوچ سکی تھیں۔ لیکن آج خود ان کا دل اس کی ایک ایک بات کی گواہی دے

رہا تھا۔ آج وہ بریرہ کو ڈانٹ سکیں نہ اسے جھٹلا سکیں۔ بلکہ مزید فکرمند ہو گئیں کہ ابرار کے پاس بھی بس ایک ہی ڈر تھا کہ اس کی بہن برباد نہ ہو جائے۔ اب جبکہ وہ واقعی ایک بدنما داغ ماتھے پر لے کر اس کی دہلیز پر آگئی ہے تو کیوں نہیں وہ الیان کی بہن کا بھی یہی حال کر دے۔

شگفتہ غفار کو اتنی گھبراہٹ ہوئی کہ وہ بریرہ سے یہ بھی نہ کہہ سکیں کہ اس کی ساری تسلیاں اب بے کار ہو گئی ہیں۔ مگر بریرہ انہیں پہلے سے بہت مطمئن اور بہادر لگ رہی تھی۔ وہ اس کا یہ سکون چھیننے کی ہمت نہ کر سکیں۔ البتہ ان کا رہا سہا اطمینان بھی ختم ہو گیا۔

انہوں نے رات کا کھانا بھی کھانے سے انکار کر دیا اور نانی اماں کے پاس ان کے کمرے میں ہی چلی آئیں۔ وہ عشاء سے فارغ ہو کر سونے کے لیے بستر پر لیٹ چکی تھیں۔ البتہ سوئی نہیں تھیں۔ سونے سے پہلے کی دعائیں وغیرہ پڑھنے میں مشغول تھیں۔

شگفتہ غفار کو دیکھ کر ان کے چہرے پر ممتا بھری مسکراہٹ دوڑ گئی تو وہ نانی اماں کے برابر میں ہی آکر لیٹ گئیں۔ نانی اماں دعاؤں سے فارغ ہو کر اٹھ کر بیٹھ گئیں اور اچھی طرح شگفتہ غفار پر دم کرنے لگیں تو شگفتہ غفار بھی مسکرا دیں۔ ایسا لگا جیسے اچانک وہ اپنے بچپن میں لوٹ آئی ہوں۔

"کتنی کمزور ہو گئی ہو شگفتہ' کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ چہرہ بالکل مرجھا کر رہ گیا ہے۔" نانی اماں ٹوکتے ہوئے بولیں۔ شگفتہ غفار نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تو وہ ان کے کندھے پر ہاتھ کا لگاتے ہوئے بڑبڑانے والے انداز میں بولیں۔

"ساری دنیا کی فضول فکریں پال رکھی ہیں تو چہرے پر رونق کہاں سے آئے گی۔ صبر شکر سے رہنا سیکھو' خود بھی سکون سے رہو گی اور دوسرے بھی خوش رہیں گے۔" شگفتہ غفار ان کا مطلب بخوبی سمجھ رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر انہیں دیکھتی رہیں' پھر بہت ٹھہر ٹھہر کر بولیں۔

"اماں آپ کی رومیلہ سے کیا بات ہوئی ہے؟" اماں کچھ چونک کر انہیں دیکھنے لگیں۔ پھر اپنی نظریں چرا گئیں جیسے اس موضوع پر بات نہ کرنا چاہ رہی ہوں۔

"کس بارے میں۔" وہ ٹالتے ہوئے بولیں۔

"اماں آپ جانتی ہیں' میں کیا پوچھ رہی ہوں۔" شگفتہ غفار اٹھ کر بیٹھ گئیں تو نانی اماں کچھ دیر انہیں دیکھتے رہنے کے بعد ناصحانہ انداز میں بولیں۔

"شگفتہ تم رومیلہ کے ساتھ بالکل ٹھیک نہیں کر رہیں۔ اتنا تو مجھے یقین ہے کہ یہ شادی تم نے سخت مجبوری کے عالم میں کی ہے۔ یہ کوئی دوستی والا معاملہ نہیں ہے۔ رومیلہ نے مجھے بتایا ہے کہ الیان پر کوئی قرض تھا اس کے بھائی کا۔ بس وہی چکانے کے لیے الیان نے یہ شادی کر لی۔

چلو وجہ چاہے جو بھی ہو' مگر یہ تو سچ ہے کہ اب وہ تمہاری بہو ہے اور بہت اچھی لڑکی ہے۔ اس کی قدر کرو۔ آج کل تو ملازم بھی کسی کی اتنی کڑوی کسیلی نہیں سنتے اور آگے سے پلٹ کر دو بدو جواب دیتے ہیں۔ تمہیں بہو اتنی بے زبان مل گئی ہے کہ تم کچھ بھی کہتی رہتی ہو' وہ کبھی بدتمیزی کرنا تو در کنار پلٹ کر بولتی بھی نہیں۔

حالانکہ تمہاری بھابھیاں بھی کوئی بری بہوئیں نہیں ہیں۔ بہت اچھی اور عزت کرنے والی ہیں۔ لیکن وہ ایسی اس لیے ہیں کہ میرا مزاج بہت ٹھنڈا ہے' ایک انسان خود نظرانداز کر رہا ہو تو دوسرے کے لیے بھی لحاظ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

لیکن تمہارا مزاج بہت سخت ہے۔ تمہارے ساتھ ہر لڑکی ایڈجسٹ نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود رومیلہ خود کو بہت طریقے سے لے کر تمہارے ساتھ چل رہی ہے۔ اس میں بہت ضبط ہے اور تمہارے ساتھ ایسی ہی لڑکی ٹک سکتی ہے۔ ورنہ اگر الیان کی شادی خدانخواستہ آج کی لڑکیوں جیسی کسی لڑکی سے ہو گئی ہوتی خاص طور پر جیسی

تمہارے سرکل میں ہیں تو کب کا تمہارا جینا حرام کردیتی۔

پھر تم الیان کے بارے میں کیوں نہیں سوچتیں، تمہیں تو اسے سمجھانا چاہیے کہ شادی چاہے جس مجبوری کے تحت بھی کی ہو اب اسے قبول کرنے کی کوشش کرے۔ اسے دوسرے کمرے میں رکھ کر تو وہ اپنی اور اس کی ٹینشن بڑھا رہا ہے۔

بیٹے پر چاہے جتنا بھی مان ہو، لیکن اس حقیقت سے بھی منکر مت ہونا کہ جتنا ان دونوں کے درمیان تناؤ بڑھے گا، اتنا وہ تم سے بھی دور ہوتا جائے گا۔ جب اس کا گھر آنے کا دل ہی نہیں چاہے گا تو وہ تمہارا خیال کرنا بھی چھوڑ دے گا۔ ہو سکتا ہے تب بے زار ہو کر یا تو وہ رومیلہ کو فارغ کردے گا یا کسی اوٹ پٹانگ لڑکی کو اٹھا لائے گا۔ دونوں صورتوں میں تم الیان کو بھی کھو دوگی۔" شگفتہ غفار ایک دم ہی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں تو نانی اماں کو خاموش ہونا پڑا، ورنہ وہ ابھی اور بہت کچھ کہنا چاہتی تھیں۔

خود شگفتہ غفار کا دل چاہ رہا تھا کہ نانی اماں کو بتا دیں۔ ان کے اندازے بالکل درست ہیں۔ الیان نے طلاق جیسا فیصلہ اکیلے اپنے آپ کرلیا اور شگفتہ غفار منع کرتی رہ گئیں۔ مگر وہ اس پر عمل کرنے سے باز نہیں آیا۔

حالانکہ الیان پر انہیں بہت مان تھا کہ وہ ان کی مرضی کے خلاف کبھی نہیں جائے گا اور پھر جب وہ بہن کی پروا کیے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھا سکتا ہے تو پھر کل کو واقعی ایسی لڑکی بھی گھر لا سکتا ہے جیسی نانی اماں کہہ رہی تھیں اور اگر وہ ایسا کچھ نہیں بھی کرتا تب بھی اس حقیقت کو تو وہ نہیں جھٹلا سکتی تھیں کہ ان کے مزاج کے ساتھ چلنا واقعی ایک مشکل کام ہے اور ہر لڑکی رومیلہ نہیں ہو سکتی جو ان کی کمزوری سے۔ واقف ہونے کے باوجود انہیں بلیک میل کرنے کی بجائے ہمیشہ خاموش رہی یہاں تک کہ نانی اماں تک کو خاموش رہنے پر تیار کرلیا۔

نانی اماں کی باتیں انہیں احساس جرم میں مبتلا کرنے لگیں، تو وہ جیسے ضمیر کو چپ کرانے کے لیے گلا کھنکھارتے ہوئے کہنے لگیں۔

"اب وہ اتنی بھی اچھی نہیں ہے، جتنا آپ سمجھ رہی ہیں، اس کی شادی عین مہندی والے دن ٹوٹی ہے، کوئی تو عیب دیکھا ہوگا کہ لڑکے نے۔۔۔"

"یہ ساری بات رومیلہ مجھے خود بتا چکی ہے۔ ہو جاتا ہے بعض اوقات دھوکا۔ انسان غلط فیصلہ کرلیتا ہے اگر میں رومیلہ سے ملی نہ ہوتی تو میں بھی یہی سوچتی کہ ضرور لڑکی میں کوئی عیب ہے، لیکن رومیلہ کو جاننے کے بعد۔"

"ٹھیک ہے، میں بھی مان لیتی ہوں۔ رومیلہ اچھی لڑکی ہے لیکن اس کے بھائی نے جو کیا ہے اس کے بعد میں اسے کیسے بہو مان لوں۔" آخر شگفتہ کی برداشت جواب دے گئی۔

اتنی دیر سے وہ رومیلہ کی تعریف سن رہی تھیں اور انہیں جھٹلا نہیں پا رہی تھیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ وہ اپنی برائی مان لیتیں۔ خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے آخر انہیں یہ بتانا ہی تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اس وقت ان کے ذہن کا کوئی کونا مستقل چلا رہا تھا کہ بریرہ اور الیان ہمیشہ کہتے تھے ابرار کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، اگر یہ راز فاش ہوا تو آپ خود کریں گی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی... مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے... رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے... اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے... اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے... رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے... وہ

دونوں واپس جانے کے لیے سڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے... اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے... اب آگے پڑھیں۔

۴۳
تینتالیسویں قسط

نانی اماں کچھ ٹھٹک کر شگفتہ غفار کو دیکھنے لگیں انہوں نے جس طرح رومیلہ کے بھائی کا ذکر نفرت سے کیا تھا اسے سن کر نانی اماں کو پہلے ہی کسی بہت بری اطلاع ملنے کا یقین ہو گیا وہ پوری توجہ سے شگفتہ غفار کے ایک ایک انداز کا مشاہدہ کرنے لگیں جو ایسے بول رہی تھیں جیسے لوہے کے چنے چبا رہی ہوں۔

"ابرار نے ہم سب کو جیتے جی مار دیا اس نے بریرہ کو شادی سے دو دن پہلے پارلر سے اغوا کر لیا تھا۔۔۔"

"کیا؟" نانی اماں جو بڑے غور سے انہیں سن رہی تھیں ایک دم اچھل پڑیں شگفتہ غفار ان کا ردعمل دیکھ کر ذرا سا ہچکچائیں پھر تنک کر کہنے لگیں۔

"جی ہاں۔۔۔ سب مجھے سمجھاتے رہتے ہیں رومیلہ کے ساتھ بہتر طریقے سے پیش آؤ کوئی مجھے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ میرے اوپر کیا بیت رہی ہے۔

میری بیٹی دو دن بعد دلہن بننے والی تھی اور کسی اجنبی انجان شخص نے اسے کڈنیپ کر لیا اور فون کر کے تعاون کے طور پر میرے بیٹے کو پیلس ہوٹل میں بارات لے کر آنے پر مجبور کیا تو بھلا میں وہ شادی خوشی خوشی کیسے کر سکتی ہوں اور اس لڑکی کو بطور بہو کیسے قبول کر سکتی ہوں۔" شگفتہ غفار ٹھنک کر بولیں۔

نانی اماں پھٹی پھٹی آنکھوں سے شگفتہ غفار کو دیکھتی چلی گئیں۔

"یقین نہیں آ رہا نا۔ بریرہ تو آج آپ کے سامنے ہے اور صحیح سلامت ہے ذرا اس وقت کا سوچیں جب وہ پارلر کے لیے نکلی اور گھر نہیں آئی بلکہ کافی دیر بعد ایک فون آیا کہ آپ کی بیٹی اغوا ہو گئی ہے۔

مجھے جب یہ پتا چلا کہ بریرہ کہیں نہیں مل رہی میں تو تب ہی بے ہوش ہو کر ہسپتال میں داخل ہو گئی تھی مجھے تو بہت بعد میں پتا چلا ہے کہ بریرہ کو باقاعدہ پلان بنا کر اغوا کیا گیا ہے۔" شگفتہ غفار کی آنکھوں کے سامنے وہ تمام تکلیفیں کسی فلم کی طرح چلنے لگیں تو ان کی آواز رندھ گئی وہ تھوڑا توقف کرنے رکیں تو نانی اماں کانپتے لہجے میں کہنے لگیں۔

"ات۔۔۔ اتنا کچھ ہو۔۔۔ ہو گیا اور تم نے ہمیں بتایا تک نہیں۔"

"کیسے بتاتی بریرہ کی شادی سر پر تھی۔ بھائی جان کو معلوم ہو جاتا تو وہ لوگ تو رشتہ ہی ختم کر دیتے اتنی بدنامی میں کیسے برداشت کرتی اس وقت ابرار نے بریرہ کو آزاد کرنے کی یہی شرط رکھی تھی کہ اس کی بہن سے الیان دو دن کے اندر اندر شادی کر لے اور کسی کو اپنے ساتھ لائے بھی نہیں بس میں اور ریاض اس کے ساتھ بارات میں آئیں۔" شگفتہ غفار بے بسی سے بولیں۔

نانی اماں ششدر سی انہیں دیکھے جا رہی تھیں ان کے لیے یہ صدمہ برداشت کرنا آسان نہیں تھا شگفتہ غفار نے انہیں سکتے میں دیکھ کر تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود بریرہ کا دامن داغ دار نہیں ہوا ابرار نے اسے عزت کے ساتھ واپس بھیج دیا مگر ظاہری بات ہے بریرہ کا اغوا ہونا کوئی چھوٹی بات نہیں کہ میں اسے بھول کر رومیلہ کو ہنسی خوشی قبول کر لوں۔" شگفتہ غفار نے اپنی صفائی دی تو نانی اماں بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں شگفتہ غفار بے اختیار ان کے سینے سے لگ کر خود بھی ان کے ساتھ رونے لگیں۔

کتنی دیر وہ دونوں ماں بیٹی آنسو بہاتے رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ایک دوسرے کو تسلی بھی دیتے رہے۔

کافی دیر بعد جب دونوں کا غبار نکل گیا۔ شگفتہ غفار نے اٹھ کر نانی اماں کے لیے پانی نکالا جسے پی کر نانی اماں ہنکارہ بھرتے ہوئے بولیں۔

"سچ بہت کڑوا ہوتا ہے شگفتہ۔ میں تو ماں ہوں میں نے تو تمہارے کہے پر یقین کر لیا کہ بریرہ جیسی گئی تھی ویسی ہی آ گئی لیکن حامد اور یہاں تک کہ تمہارا اپنا سگا بھائی بھی تمہاری اس بات پر کبھی یقین نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اس راز کو ہمیشہ راز ہی رکھے ورنہ اول تو حامد اسے کبھی بھی اپنے ساتھ نہیں رکھے گا اور بالفرض اگر وہ رکھ بھی لیتا ہے تب بھی تمہاری بھابھی اسے طعنے مار مار کر اس کا جینا حرام کر دے گی۔" شگفتہ غفار اس حقیقت سے واقف تھیں پھر بھی یہ بات اماں کے منہ سے سن کر وہ نئے سرے سے فکر مند ہو گئیں۔

ان کے چہرے پر تفکرات کا جال پھیلا دیکھ کر نانی اماں ناصحانہ انداز میں کہنے لگیں۔

"میں تمہیں ڈرا نہیں رہی صرف احساس دلا رہی ہوں کہ اس راز پر پردہ پڑا رہنا کتنا ضروری ہے۔ کیونکہ تم تو بڑی نا سمجھی کا مظاہرہ کرتی رہی ہو اگر رومیلہ کا بھائی اتنا خطرناک ہے وہ ایک دفعہ بریرہ کو اغوا کر کے اپنا مطالبہ منوا سکتا ہے تو اس حقیقت سے پردہ ہٹا کر وہ تم لوگوں کے رومیلہ کے ساتھ ناروا سلوک کا بدلہ بھی لے سکتا ہے۔

کیونکہ ایک بات تو طے ہے کہ وہ ایک خود غرض انسان ہے اس نے الیان کے ساتھ رومیلہ کی شادی بہن کا گھر بسانے کے لیے نہیں کی بلکہ اس کی شادی ٹوٹ گئی تھی لہٰذا محض اپنی انا کی تسکین کے لیے اسی وقت اس کی شادی کر دی جس دن اس کی شادی ہونا طے ہوئی تھی۔

اس لیے اسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس زبردستی کی شادی کے نتیجے میں اس کی بہن تو رل کر رہ جائے گی اسے اپنے گھر میں نا عزت ملے گی نہ محبت ملے گی اور نہ ہی تحفظ کا احساس ملے گا۔

پھر بھی اس نے اپنی جان چھڑانے کے لیے یہ شادی کر ڈالی اب اگر تم لوگ اس کے ساتھ برا سلوک کرتے ہو یا جو بھی کرتے ہو وہ یقیناً" اپنے گھر میں نہیں بتاتی تب ہی اس کا بھائی خاموشی سے بیٹھا ہوا ہے۔

ورنہ وہ اس بات کی پروا کیے بغیر کہ اس کی بہن کا گھر بھی بریرہ کے گھر کے ساتھ اجڑ جائے گا وہ بریرہ کو برباد کرنے کے لیے اس راز کو اب تک کھول چکا ہوتا۔" نانی اماں کہتی چلی گئیں شگفتہ غفار نہ چاہتے ہوئے بھی بڑے غور سے انہیں سنتی رہیں اسی لیے جب وہ خاموش ہوئیں تو شگفتہ غفار ایسے بولیں جیسے نیند میں بول رہی ہوں۔

"ہاں یہ یقین تو مجھے بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں کچھ نہیں بتاتی تھی ورنہ اس کا بھائی بلیک میل کرنے کے لیے کم از کم فون کر کے تو ضرور ڈراتا۔

اب پتا نہیں وہ کیا کرے گا۔" شگفتہ غفار گہری سانس کھینچتے ہوئے بولیں۔

"اگر تم سمجھداری سے کام لو تو اسے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، جس طرح تم نے رومیلہ کے متعلق اپنی دوستوں سے باتیں کی تھیں وہ بہت ہی نازیبا حرکت تھی اور اب یہ جاننے کے بعد کہ یہ شادی کن حالات میں ہوئی ہے میں تو صاف کہوں گی تم نے حماقت کی حد کر دی تھی۔

اللہ کا شکر ادا کرو کہ رومیلہ میں اتنا ضبط ہے جو وہ اتنی بے عزتی برداشت کر گئی ورنہ لڑکیاں تو ذرا سی سسرال میں تکلیف پہنچتی ہے تو ایسے بڑھا چڑھا کر بتاتی ہیں میکے میں جیسے دنیا میں ان سے زیادہ مظلوم کوئی نہیں۔

لیکن تم اس کی خاموشی کو اس کی کمزوری نہیں سمجھو ویسے بھی کسی کے صبر کو آزمانا اچھی بات نہیں۔ اگر تم بار بار اس طرح کرو گی تو ہو سکتا ہے وہ بھی کسی دن اپنے گھر میں سب بتا دے بھلے ہی بعد میں اسے بھی افسوس ہو اپنی جلد بازی پر۔ لیکن اس وقت اس کا اور تمہارا دونوں کا پچھتانا بے کار ہو جائے گا۔

ابرار سے مجھے تو کسی بھلائی کی امید نہیں اگر تمہیں بریرہ کی خوشیاں عزیز ہیں تو تمہیں رومیلہ کو ساری زندگی برداشت کرنا ہو گا۔ ویسے بھی اس کے بھائی نے جو بھی کیا ہو رومیلہ میں تو کوئی برائی نہیں ہے نا۔

مجھے تو وہ بچی بہت پسند ہے تم اپنے دل میں اس کے لیے تھوڑی گنجائش نکالو تو تمہیں احساس ہو گا اس کے بھائی کے کیے کی سزا اسے دے کر تم سکون میں ہو اور نہ وہ۔ تمہارا واسطہ تو رومیلہ سے ہے کیوں اس کے بھائی کی وجہ سے اپنے گھر کا سکون غارت کر رہی ہو۔ الیان کے بارے میں سوچو گھر کے اس ماحول کی وجہ سے اسے کتنی ذہنی اذیت ہوتی ہو گی۔

وہ تو دوہرے عذاب سے گزر رہا ہے۔ جس شخص نے اس کی بہن کو اغوا کیا وہ اسی کی بہن کو اپنی عزت بنا لایا ہے اور اس پر تمہارا بار بار گھر میں کسی نہ کسی بات کو لے کر فضیحتہ کرنا۔ اگر اس نے غصے میں کسی دن کوئی انتہائی قدم اٹھا لیا تو سب سے زیادہ نقصان تمہیں ہی برداشت کرنا پڑے گا۔" نانی اماں اپنے مخصوص ٹھنڈے محبت بھرے میٹھے لہجے میں بول رہی تھیں۔

ان کی بات ختم ہونے تک شگفتہ غفار کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"وہ انتہائی قدم الیان اٹھا چکا ہے۔" شگفتہ غفار کا لہجہ خود بخود تلخ ہو گیا۔

"کیا مطلب؟" نانی اماں سمجھ نہ سکیں۔

"الیان نے رومیلہ کو طلاق دے دی ہے۔"

"کیا؟" نانی اماں چیخ پڑیں۔

"یہ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو شگفتہ۔" ان کی آواز پھٹ گئی تھی انہوں نے بے اختیار شگفتہ غفار کا کندھا پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"میں نے اسے سمجھایا تھا۔ اسے بہت منع کیا تھا بریرہ کی عزت کی دہائیاں دی تھیں لیکن اس نے میری ایک نہ سنی۔" شگفتہ غفار ایک بار پھر رونے لگیں۔

مگر اس بار نانی اماں کو ان سے کوئی ہمدردی نہیں ہوئی وہ ان کے کندھے پر دو ہتڑ مارتے ہوئے ماتم کرنے والے انداز میں بولیں۔

"یہ سب تمہارا ہی کیا دھرا ہے تم نے کیا خاک سمجھایا ہوگا اسے۔ یہ نوبت تمہاری قینچی جیسی زبان کی وجہ سے ہی آئی ہے کہ الیان نے تمہاری سنی نہیں۔

بڑا غرور تھا نا تمہیں کہ تمہاری مرضی کے بغیر وہ سانس بھی نہیں لے سکتا۔

ہائے اللہ یہ سب دیکھنے سے پہلے میں مر کیوں نہیں گئی۔ کب ہوا ہے یہ سب کتنے دن ہو گئے؟"

"کل رات ہی رومیلہ اپنے گھر واپس چلی گئی ہے اب تک تو اس نے اپنے گھر میں بھی بتا دیا ہوگا۔" شگفتہ غفار کی بات پر نانی اماں رونا دھونا بھول کر خوفزدہ انداز میں شگفتہ غفار کو دیکھنے لگیں۔

شگفتہ غفار کا اپنا دل تب سے سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا اب نانی اماں کی آنکھوں میں بھی وہی خوف دیکھ کر وہ بری طرح ہراساں ہو گئیں۔

"تب سے میری جان سولی پر لٹکی ہوئی ہے میں مانتی ہوں الیان نے یہ سب میرے رویے سے تنگ آکر کیا ہے لیکن مجھ سے غلطی ہوئی تھی سو ہو گئی اب بھلا میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"کیا کر سکتی ہو۔" نانی اماں بگڑ کر بولیں۔

"اگر تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو تا یا تمہیں بریرہ کی زندگی کی پروا ہوتی تو کل رومیلہ کے اپنے گھر چلے جانے کے بعد تم منہ اٹھا کر یہاں نہیں آجاتیں بلکہ اس کے گھر جاتیں اس کے والد اور بھائی سے بات کرنے۔ ان سے معافی مانگنے اور انہیں سمجھانے کی کوشش کرتیں کہ ان کا غصہ بھڑکنے کی بجائے ٹھنڈا ہو جائے۔

ہو سکتا ہے تمہارے منت سماجت کرنے سے اس کے بھائی کا دل پسیج جاتا لیکن تم۔۔۔ تم وہ عورت ہی نہیں ہو جو گھر بسانے اور اپنے اردگرد سب کو خوش رکھنے کے لیے اپنی انا کو مار سکے۔

تم یہاں بیٹھو اور دیکھو کہ ابرار کیا قدم اٹھاتا ہے اور بریرہ پر کیا گزرتی ہے میں ابھی اور اسی وقت شہر کے لیے نکل رہی ہوں۔" نانی اماں ایک دم بستر سے اتر آئیں۔

"اس وقت۔" شگفتہ غفار حیرانی سے بولیں۔

"جب انسان کے دل و دماغ میں آگ لگی ہو تو وہ وقت نہیں دیکھتا اور تمہارے شہر میں تو اس وقت سویرا مانا جاتا ہے۔ ابھی نکلوں گی تو صبح تک پہنچ سکوں گی۔

مجھے فوراً" رومیلہ سے ملنا ہے پتا نہیں اس بچی کی قسمت میں کیا لکھا ہے پہلے شادی ہوتے ہوتے رک گئی اور اب شادی ہو کر اتنی کم مدت میں ٹوٹ گئی۔

اپنے طور پر تو اس نے تم لوگوں کا بھرم رکھنے کی پوری کوشش کی تھی لیکن کچھ لوگوں کے نصیب میں آزمائشیں زیادہ ہوتی ہیں۔" پاؤں میں چپل اڑستے ہوئے نانی اماں ایک سانس میں بولے گئیں کبھی ان کا لہجہ گلوگیر ہو جاتا تو کبھی انہیں طیش آنے لگتا۔

"لیکن اماں آپ اس وقت کیسے نکلیں گی؟" شگفتہ غفار حیران پریشان سی بولیں۔

"کہہ دوں گی رومیلہ کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اسے دیکھنے جا رہی ہوں ویسے بھی جو ہو چکا ہے اسے کتنے دن چھپاؤ گی۔ ایک دن تو گھر میں سب کو پتا چلنا ہی ہے۔" اور واقعی جب باہر نکل کر انہوں نے رومیلہ کی طبیعت خرابی کا ذکر کیا تو کسی نے بھی ان کے جانے پر اعتراض یا حیرانی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ممانی جان نے انہیں فوراً" جانے کا مشورہ دیتے اپنے چلنے کی خواہش کا بھی اظہار کر دیا۔

لیکن نانی اماں اس وقت انہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتی تھیں انہوں نے بڑی خوب صورتی سے انہیں فی الحال یہیں رکنے کا کہہ کر ٹال دیا اس کا عذر انہوں نے یہ دیا کہ اب وہ بریرہ کی ساس ہیں ان کے جانے سے شگفتہ خوامخواہ کی مہمانداری میں لگ جائے گی جس پر رومیلہ کو بھی طبیعت خراب ہونے کے باوجود اٹھنا پڑے گا۔

یہ ایک نہایت معقول بہانہ تھا جس پر وہ فوراً" خاموش ہو گئیں اور نانی اماں اور شگفتہ غفار ڈرائیور کے ساتھ اسی وقت نکل گئیں جب وہ دونوں گھر پہنچی تھیں تو صبح ہو چکی تھی ریاض غفار اور الیان دونوں آفس جا چکے تھے۔

شگفتہ غفار چاہ رہی تھیں کہ نانی اماں نے ابھی اتنا لمبا سفر کیا ہے وہ کچھ دیر ستالیں پھر ظہر کے وقت رومیلہ کے گھر جانے کے لیے نکلیں گے مگر نانی اماں اس کے لیے تیار نہ ہوئیں۔

انہوں نے ہاتھ منہ دھو کر صرف کپڑے بدلے اور ایک کپ چائے تک پیے بغیر رومیلہ کے گھر پہنچ گئیں۔

ان کے گھر کے دروازے کی گھنٹی بجاتے وقت شگفتہ غفار کا دل حلق میں دھڑک رہا تھا۔

انہیں اپنا یہاں آنا قطعی مناسب نہیں لگ رہا تھا وہ بھی الیان اور ریاض غفار کے علم میں لائے بغیر۔ مگر نانی اماں نے انہیں مطلع کرنے سے سختی سے منع کر دیا تھا اور اس وقت وہ ان کے سامنے کچھ مجرمانہ احساسات کا شکار ہونے کے باعث بالکل بحث اور تکرار نہ کر سکیں۔

مگر رومیلہ کے گھر میں داخل ہوتے وقت ان کے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے حالانکہ نانی اماں نے انہیں تسلی دی تھی کہ اس وقت ابرار گھر پر نہیں ہوگا ہم رومیلہ کے والد سے مل لیں گے ایک دفعہ ان سے بات کر چکے ہوں گے تو پھر ابرار سے دوبدو بات کرنے کی بجائے فون پر معافی تلافی کر لینا زیادہ آسان ہوگا۔

شگفتہ غفار خود ابرار کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھیں لہٰذا انہیں یہ تجویز بڑی تسلی بخش محسوس ہوئی ملازم انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا تو شگفتہ غفار گھبرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

"آپ نے تو سیدھا رومیلہ کے والد کو بلا لیا پہلے اس کی بھابھی کو بلا کر ان سے بات کر لینی چاہیے تھی عورتوں سے بات کرنا پھر بھی آسان ہوتا ہے۔"

"بزرگوں کے ہوتے ہوئے بچوں سے بات کرنا آسان چاہے جتنا بھی ہو مناسب قطعاً" نہیں ہے۔" نانی اماں کچھ پڑھ رہی تھیں مگر شگفتہ کے ہوائیاں اڑتے چہرے کو دیکھ کر رک کر دھیمی آواز میں بولیں اور پھر دعائیں پڑھنے میں مشغول ہو گئیں شگفتہ غفار صرف انہیں دیکھ کر رہ گئیں۔

مزید کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں ملا کہ رومیلہ کے بابا ملازم کے اطلاع دینے پر حواس باختہ سے ڈرائنگ روم میں چلے آئے تھے ان پر نظر پڑتے ہی وہ دونوں کھڑی ہو گئیں شگفتہ غفار نے فوراً" سلام کیا تو انہوں نے گھبرائے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ۔۔۔ بیٹھیں نا۔۔۔ آپ اس وقت اچانک؟" ان سے جیسے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"میں الیان کی نانی ہوں۔" نانی اماں نے کہنا شروع کیا۔

"جی۔۔۔ جی میں نے پہچان لیا ہے آپ تو گاؤں میں ہوتی ہیں نا۔" بابا جانی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں کل شگفتہ میرے پاس آئی تھی تو ہم رات میں ہی شہر جانے کے لیے نکل گئے تھے بس سامان شگفتہ کے گھر پر رکھ کر میں سیدھا آپ کے پاس ہی آ رہی ہوں۔" نانی اماں نے تمہید باندھنے والے انداز میں کہا جبکہ آگے کی بات کہنے کے لیے انہیں تھوڑا توقف کرنا پڑا تھا۔ جبکہ فیاض صاحب ایسے منتظر کھڑے تھے جیسے آگے کی بات جاننے کے لیے بہت بے چین ہوں۔

ان کی منتظر نظروں کو دیکھتے ہوئے نانی اماں نے کہنا شروع کیا۔
"اصل میں میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں بات کہاں سے شروع کروں۔ مجھے وہ الفاظ نہیں مل رہے، جو اس سانحہ پر میری دکھ کو بیان کرسکیں۔"
"آپ کو دکھ ہے اس سانحہ پر۔" اچانک ایک عورت کی آواز پر نانی اماں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا وہاں رومیلہ کی بھابھی کو ایستادہ دیکھ کر وہ شگفتہ غفار کو دیکھنے لگیں۔
بھابھی کے صرف ایک جملے نے یہ ظاہر کردیا تھا کہ ان سے بات کرنے سے زیادہ آسان اور مناسب تھا رومیلہ کے والد فیاض صاحب سے بات کرنا۔
نانی اماں کو خاموش دیکھ کر بھابھی ان دونوں کے قریب چلی آئیں۔
"ایسی لڑکی سے جان چھوٹ جانے پر شکر کرنے کی بجائے آپ یہاں اس سانحہ پر دکھ کا اظہار کرنے آئی ہیں۔ کمال ہے آپ لوگوں کی شرافت پر۔" بھابھی کا لہجہ نہایت طنزیہ تھا۔
فیاض صاحب گہری سانس کھینچتے ہوئے ایسے ادھر ادھر دیکھنے لگے جیسے بہو کے آجانے پر انہیں شدید کوفت ہو رہی ہو۔
"دکھ تو ہمیں ہونا چاہیے ایک تو پہلے ہی اس لڑکی سے جان نہیں چھوٹ رہی تھی خدا خدا کرکے بڑی مشکل سے اس کے لیے ایک رشتہ ملا مگر وہ لڑکا بھی شادی سے دو دن پہلے اس منحوس کو دھتکار کر چلا گیا۔" بھابھی زہر خند لہجے میں بول رہی تھیں۔
جب سے انہیں پتا چلا تھا رومیلہ پھر سے ان کے سینے پر مونگ دھرنے آگئی ہے ان کا خون کھول رہا تھا وہ بات بات پر کاٹنے کو دوڑ رہی تھیں اور اس وقت تو جیسے انہیں جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کا بڑا نادر موقع مل گیا تھا۔
"جس لڑکی کی شادی دو دن پہلے ٹوٹ جائے اسے بھلا کون قبول کرتا ہے لیکن اس کے باوجود میرے شوہر نے دو دن کے اندر اندر نہ صرف اس کی شادی کرادی بلکہ اتنا بہترین لڑکا اس کے لیے ڈھونڈ لیا جس کے وہ قابل ہی نہیں تھی۔
مگر لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ کچھ لوگ اتنے منحوس ہوتے ہیں کہ وہ صرف دوسروں کو تکلیف دینے کے لیے ہی دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔"
"بہو بس کردو۔" بابا جانی سے برداشت نہیں ہوا جس طرح وہ رومیلہ کو موضوع گفتگو بنا کر چبا چبا کر بول رہی تھیں۔
لیکن سسر کے ٹوکنے پر انہیں پتنگے لگ گئے وہ ایک دم تنک کر بولیں۔
"ارے میں کیا بس کردوں۔ ذرا ان لوگوں کی شرافت دیکھیں ایک تو اتنے برے وقت میں ان لوگوں نے شادی کی ہامی بھری اسے عزت کے ساتھ بیاہ کرلے گئے اور اب جبکہ طلاق ہوگئی ہے تب بھی شاکی ہونے کی بجائے شرمندہ ہوکر افسوس کرنے آئے ہیں۔
بھلا آپ نے کبھی سنا ہے کہ بہو کو طلاق دے کر ساس اور دادی ساس بہو کو کوسنے اور اس کے گھر والوں کو گالیاں دینے کی بجائے ان کا دکھ بانٹنے چلے آرہے ہوں، یہ ان لوگوں کی شرافت کی انتہا ہے۔
اور ایک آپ کی بیٹی ہے، جو طلاق جیسا بدنما داغ لے کر بھی ایسے دندناتی ہوئی آئی ہے جیسے ہماری چوکھٹ پر آکر ہم پر کوئی احسان کیا ہو۔
یہ اس کی بے غیرتی کی انتہا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔" نانی اماں اور شگفتہ غفار مجبور کھڑی ان کی گفتگو اور توہین آمیز انداز کو ملاحظہ فرما رہی تھیں۔
بھلے ہی ان کی ملاقات رومیلہ کی بھابھی سے بہت کم ہوئی تھی۔ وہ ان کے مزاج اور عادت کو سمجھنے کے دعوے دار نہیں تھے لیکن وہ اتنی بدزبان اور بدتمیز ہوں گی یہ انہیں قطعی امید نہیں تھی۔
نانی اماں کو پہلے ہی رومیلہ کے ساتھ ہوئی زیادتی پر افسوس تھا اب اس کی بھابھی کا اتنا برا رویہ دیکھ کر تو جیسے

انہیں دلی صدمہ ہوا تھا وہ خود کو روک نہ سکیں اور رومیلہ کی حمایت میں بے ساختہ بول اٹھیں۔

"ایسے مت کہو بیٹی۔ ایک لڑکی جو پہلے ہی اتنے بڑے صدمے سے گزر رہی ہو اس کے دکھ کو بانٹنے کی بجائے ــــ"

"یہ آپ کون سے زمانے کی باتیں کر رہی ہیں اگر آپ کی کوئی بیٹی آپ کی عزت کو مٹی میں ملا کر آپ کی دہلیز پر واپس آ بیٹھے تو کیا آپ اسے پچکاریں گی یا اس پر تھو تھو کریں گی۔" بھابھی نے جلے ہوئے لہجے میں نانی اماں کی بات کاٹ دی۔

شگفتہ غفار ویسے ہی بریرہ کی وجہ سے ذہنی عذاب سے گزر رہی تھیں بھابھی کا ایسی مثال دینے پر تو ان کا دل ہی دہلا وہ بے ساختہ بولیں۔

"اللہ نہ کرے جو ہم میں سے کبھی کسی پر یہ وقت آئے سب کی بیٹیاں اپنے گھروں میں آباد رہیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کی عزت کا خیال نہیں کرتے مگر چاہتے ہیں کہ ہماری عزت بنی رہے ابرار نے جب ــــ" شگفتہ غفار کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ رومیلہ تیزی سے ڈرائننگ روم میں داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"ارے آپ لوگ! اتنی صبح صبح یہاں؟"

رومیلہ پر نظر پڑتے ہی نانی اماں اور شگفتہ غفار دونوں چونک اٹھیں شگفتہ غفار چور نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگیں وہ گھر کے عام سے حلیے میں تھی البتہ اس کی آنکھیں صاف چغلی کھا رہی تھیں اس کے تسلسل سے جاگنے اور رونے کی۔

جبکہ نانی اماں کو رومیلہ کی مداخلت پر صاف محسوس ہوا جیسے وہ ڈرائنگ روم کے دروازے پر کھڑی ساری گفتگو سن رہی تھی اور شگفتہ غفار کی بات پوری نہ ہو محض اس لیے وہ کمرے میں بولتی ہوئی آئی تھی ورنہ قدرتی سی بات ہے اس وقت نانی اماں اور شگفتہ غفار کا سامنا کرنا اس کے لیے بھی آسان نہیں تھا۔

"نانی اماں آپ گاؤں سے کب آئیں سب خیریت تو ہے نا؟" رومیلہ کچھ متفکر لگ رہی تھی خود بخود نانی اماں کو لمحے کے ہزاروں حصے میں احساس ہو گیا کہ وہ بریرہ کے لیے فکر مند ہو رہی ہے۔

نانی اماں کا دل بھر آیا انہوں نے بے اختیار آگے بڑھ کر رومیلہ کو گلے لگا لیا۔

ڈرائنگ روم میں جیسے ایک دم سناٹا چھا گیا بھابھی، رومیلہ کے آنے پر ابھی اعتراض کرنا ہی چاہتی تھیں کہ نانی اماں کے اس محبت بھرے مظاہرے نے انہیں انگلی دانتوں تلے دبانے پر مجبور کر دیا۔

پوتے نے جس بہو کو طلاق دے دی تھی دادی ساس کے دل میں اس کے لیے ایسی والہانہ محبت انہیں کسی چینل کے ٹی وی ڈرامے کا کوئی سین لگ رہا تھا وہ اس خلوص کے پیچھے کوئی مقصد تلاشنے اور اس کا پس منظر سمجھنے کے لیے ان کے چہروں کو ٹٹولنے لگیں۔

نانی اماں کے چہرے پر گہرے دکھ کے سوا اور کچھ نہیں تھا رومیلہ ان کی محبت پر آبدیدہ ہونے کے باوجود کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی وہ بڑی بہادری سے ان کی کمر تھپک رہی تھی جبکہ شگفتہ غفار کے چہرے پر شرمندگی زیادہ نمایاں تھی ایسا لگ رہا تھا وہ دکھ سے زیادہ احساس جرم میں مبتلا ہیں۔ بابا جانی تک اس منظر پر حیران حیران سے انہیں دیکھ رہے تھے آخر نانی اماں کی گلوگیر آواز نے خاموشی کو توڑا۔

"مجھے شگفتہ نے سب بتا دیا ہے۔" رومیلہ ایک جھٹکے سے ان سے الگ ہو گئی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے پہلے تو انہیں دیکھتی رہی جیسے ان کے چہرے سے اخذ کرنا چاہ رہی ہو کہ وہ کیا بات کر رہی ہیں اور کس کے متعلق کر رہی ہیں اور جب اسے یقین ہو گیا کہ جو وہ سمجھ رہی ہے وہ صحیح ہے تب وہ بے بسی سے شگفتہ غفار کو دیکھنے لگی جو اس

سے نظریں چرائے کھڑی تھیں۔

تو گویا وہ اس راز کی حفاظت نہیں کر سکیں۔ رومیلہ کی آنکھوں سے شدید قسم کا پچھتاوا چھلکنے لگا تو نانی اماں فوراً گویا ہوئیں۔

"شگفتہ نے بالکل ٹھیک کیا۔ یہ کام تو اسے بہت پہلے کر دینا چاہیے تھا، لیکن الیان نے بہت بڑی حماقت ــــ" رومیلہ نے بے اختیار ان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اتنی زور سے دبایا کہ وہ کچھ نا سمجھتے ہوئے بھی خاموش ہو کر حیرانی سے اسے دیکھنے لگیں جو آنکھ کے ذریعے انہیں چپ رہنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

"ایسا کیا بتا دیا ہے شگفتہ آنٹی نے ذرا میں بھی تو سنوں۔" بھابھی چبھتی ہوئی نظروں سے رومیلہ کو دیکھتے ہوئے بولیں تب ہی رومیلہ آواز دبا کر کہنے لگی۔

"بھابھی کو کچھ نہیں پتا اور انہیں پتا چلنا بھی نہیں چاہیے۔" رومیلہ کا تنبیہہ کرتا انداز نانی اماں کو حیران کر گیا اس کا جملہ تو نانی اماں کے علاوہ کوئی نہیں سن سکا مگر شگفتہ غفار کے بھی بھابھی کی طرح کان کھڑے ہو گئے۔

وہ ٹوہ لینے کے لیے نہیں البتہ فکر مند ہو کر غیر ارادی طور پر ان کے نزدیک چلی آئی تھیں وہ جس طرح بریرہ کے مستقبل کو لے کر خوف زدہ تھیں انہیں ہر غیر معمولی چیز اور رویہ ہولنے پر مجبور کر رہا تھا اور اس وقت تو رومیلہ اور نانی اماں کا اس طرح رازدارانہ انداز میں ایک دوسرے سے گفت و شنید کرنا بابا جانی تک کو پریشان کر گیا تھا تو شگفتہ غفار کا مضطرب ہونا تو عین جائز تھا۔

"تو کیا ابرار نے ــــ" نانی اماں اچنبھے کے ساتھ کچھ کہنے والی تھیں کہ رومیلہ نے ان کی بات کاٹتے ہوئے پہلے سے بھی زیادہ دبی آواز میں کہا۔

"اپنے جرم کے رازدار وہ کیوں بنائیں گے اور بھابھی کو تو آپ دیکھ ہی رہی ہیں کیا وہ بھروسے کے قابل ہیں۔" شگفتہ غفار اتنے قریب آ چکی تھیں کہ رومیلہ کی آواز سن سکتی تھیں۔

یہ جان کر کہ بھابھی کو کچھ نہیں پتا انہیں بھی گونا گوں سکون ملا تھا کیونکہ وہ واقعی بڑے ہلکے کردار کی عورت لگ رہی تھیں۔

ابھی بھی وہ یہ سوچے بغیر کہ رومیلہ کے علاوہ یہاں موجود سارے لوگ ان سے عمر میں بڑے ہیں وہ بڑے ڈپٹنے والے انداز میں چیخیں۔

"ارے میں پوچھتی ہوں یہ کھسر پھسر کیا ہو رہی ہے میرے ہی گھر میں کھڑے ہو کر کیا میرے ہی خلاف سازشیں بن رہے ہو۔" ان کا محدود ذہن اس سے آگے سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

مگر رومیلہ کو ان کی ذرا پروا نہیں تھی اسے فکر تھی تو صرف اس بات کی کہ بھابھی، نانی اماں کے ساتھ کوئی بدتمیزی نہ کر دیں اسی لیے وہ بغیر شرمندہ ہوئے بے دھڑک بولی۔

"نانی اماں آپ یہاں سے چلی جائیں اور جا کر آرام کریں۔ میری طرف سے بلکہ کسی بھی طرف سے پریشان نہ ہوں۔ اللہ نے چاہا تو سب اپنے گھروں میں خیریت سے رہیں گے۔" نانی اماں اور شگفتہ غفار اتنے نادان نہیں تھے کہ رومیلہ کا مطلب نہ سمجھ سکتے۔

وہ یقیناً "بریرہ کی بات کر رہی تھی نانی اماں کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"اور تم؟" رومیلہ کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا بہت کوشش کے باوجود وہ فوری طور پر خود کو بولنے پر آمادہ نہ کر سکی۔

نانی اماں کو سامنے دیکھ کر وہ ویسے ہی کمزور پڑنے لگی تھی جب کوئی غم گسار سامنے ہو تو دل چاہتا ہے اپنے اندر

چھپائے سارے آنسو اس کے کندھے پر بہادو اور رومیلہ کا دکھ تو اتنا معمولی بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی جلدی اس سے باہر آپاتی اگر صرف جگ ہنسائی کا ڈر ہوتا تو رومیلہ خود کو آئندہ آنے والے حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کر لیتی لیکن یہاں تو لگ رہا تھا جیسے زندگی ہی ختم ہو گئی ہو۔

حالانکہ اس نے الیان کے حوالے سے کوئی خواب نہیں دیکھے تھے مگر جو جذبہ اس کے اندر جڑ پکڑ چکا تھا وہ اب الیان کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچنے کے لیے بھی تیار نہیں تھا اور یہ احساس بہت اذیت ناک تھا کہ وہ اسے سوچنے تک کا حق کھو چکی ہے۔

"تمہارا کیا ہو گا تم نے اپنے بارے میں کچھ سوچا ہے" نانی اماں نے اسے خاموش دیکھ کر اپنا سوال دہرایا۔

شگفتہ غفار بغور اسے دیکھ رہی تھیں، جو نانی اماں کے دو اپنائیت بھرے جملوں پر بالکل روہانسی ہو گئی تھی، لیکن بالآخر وہ خود کو کمپوز کرنے میں کامیاب ہو گئی اپنے رندھے ہوئے گلے کو کھنکھارتے ہوئے وہ بظاہر بہادری سے بولی۔

"آپ بھی میری فکر کرنے کی بجائے اس پر شکر کریں کہ وہ ہر خطرے سے آزاد ہو گئی ہے۔"

"کیسے؟" شگفتہ غفار نے پہلی بار زبان کھولی تو رومیلہ انہیں دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

وہ ان پر کوئی احسان نہیں جتانا چاہتی تھی، لیکن ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی دیکھ کر محض انہیں مطمئن کرنے کے لیے رومیلہ صرف اتنا بولی۔

"میں نے سارا الزام اپنے سر لے لیا ہے۔" بھابھی سے آخر برداشت نہ ہوا اور وہ ان کے سر پر آکھڑی ہوئیں۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ حق مہر کی رقم میں کچھ کمی بیشی کرانی ہے کیا جو یہ ڈسکشن ختم ہی نہیں ہو رہا۔" بھابھی کے تپے ہوئے لہجے پر نانی اماں نے ایک تاسف بھری نظر ان پر ڈالی۔

کس قدر کم ظرف عورت تھی کہ اتنے دکھ بھرے موقع پر بھی اتنی گری ہوئی باتیں کر رہی تھی۔

البتہ شگفتہ غفار ان کے جملے پر دھیان نہ دے سکیں وہ الجھی نظروں سے رومیلہ کو دیکھے گئیں۔ جس کی بات ان کے سر پر سے گزر گئی تھی اور جو ان کے چہرے سے بخوبی ظاہر ہو رہا تھا، مگر رومیلہ اب مزید وضاحت نہیں کر سکتی تھی اب اگر وہ ان سے کچھ بھی کہتی تو بھابھی بھی آرام سے سن لیتیں۔

مگر رومیلہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ مزید ایک لمحہ بھی خوف کے سائے کے زیر اثر گزاریں اس لیے بھابھی کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے بات کو گھما کر کہنے لگی۔

"اب آپ لوگوں کے یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مجھے سمجھانے کا وقت گزر چکا ہے میں الیان سے طلاق لے چکی ہوں اور اب اسی سے شادی کروں گی جو مجھے پسند ہے لہٰذا آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں تو بہتر ہو گا۔"

نانی اماں تو کیا شگفتہ غفار تک رومیلہ کی بات پر ششدر رہ گئیں۔

شگفتہ غفار اتنی بے یقینی سے رومیلہ کو دیکھ رہی تھیں کہ ایک پل کو تو رومیلہ کو لگا جیسے بھابھی کے ساتھ ساتھ خود انہوں نے بھی یقین کر لیا ہو کہ رومیلہ نے خود طلاق لی ہے وہ بھی کسی آشنا کے لیے۔

مگر رومیلہ کے پاس ابھی شگفتہ غفار پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا کہ بھابھی نے اس کے بے باکی سے کہنے پر گال پیٹنے شروع کر دیئے تھے۔

"توبہ توبہ کس قدر بے غیرت لڑکی ہے دیدوں کا پانی ہی مر گیا ہے اور آفرین ہے آپ لوگوں پر کہ اتنی بے شرمی کی گفتگو سننے کے بعد بھی کھڑے ہیں۔

ارے اب طلاق ہونے کے بعد اسے کیا سمجھانے آئے ہیں جو سمجھانا تھا پہلے سمجھانا تھا اب کیوں خود کو ذلیل کرانے آ گئے ہیں۔" بھابھی کا ٹیپ ریکارڈ فل والیم میں بجنا شروع ہو گیا تھا۔

نانی اماں اور شگفتہ غفار نے فوراً" وہاں سے چلے جانا مناسب سمجھا اور بغیر کچھ کہے دروازے کی طرف بڑھ گئے ان کی شرافت اس قسم کی گفتگو سننے کی تاب نہیں لاسکتی تھی اور کچھ کہنے کے لیے بچا نہیں تھا جو وہ مزید وہاں ٹھہرتے۔

البتہ ڈرائننگ روم سے نکلتے وقت شگفتہ غفار نے پلٹ کر رومیلہ کو دیکھا تھا جو انہیں ہی دیکھ رہی تھی کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ بغیر کچھ کہے پلٹ کر نکل گئیں رومیلہ کی نظریں تب بھی وہیں ساکت رہ گئیں جہاں سے وہ دونوں گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

سارے راستے شگفتہ غفار اور نانی اماں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی شگفتہ غفار ایک طرف سوچوں میں گم تھیں جبکہ نانی اماں چپکے چپکے آنسو بہانے میں۔

دونوں اپنی اپنی کیفیت سے تب چونکیں جب گھر پہنچنے پر الیان اور ریاض غفار کو گھر پر ان کا منتظر پایا۔

"ممی خیریت تو ہے نا آپ اتنی جلدی گاؤں سے واپس آ گئیں وہ بھی نانی اماں کے ساتھ اور اتنا لمبا سفر کر کے گھر آتے ہی کہاں نکل گئیں آپ دونوں۔" الیان ان پر نظر پڑتے ہی دھڑا دھڑ سوال پوچھنے لگا۔

نانی اماں نے ایک قہر برساتی نظر اس پر ڈال کے منہ پھیر لیا جبکہ شگفتہ غفار اس کے سوال نظر انداز کر کے تھکے تھکے لہجے میں پوچھنے لگیں۔

"آپ دونوں اتنی جلدی کیسے آ گئے کیا نوکروں نے ہمارے آنے کی اطلاع دے دی تھی۔"

"نہیں کیا ضرورت ہے اطلاع دینے کی۔ ہمارے گھر آنے کی وجہ تو کچھ اور ہے، لیکن تم اچانک کیوں آ گئیں سب خیریت تو ہے بریرہ تو ٹھیک ہے نا۔" ریاض غفار کا دل خدشات کے تحت زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

"ہاں سب خیریت ہے۔" شگفتہ غفار نے انہیں مطمئن کرنے کے لیے جلدی سے کہا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولیں۔

"اصل میں.... میں نے اماں کو سب بتا دیا ہے...."

"کیا؟" شگفتہ غفار کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ریاض غفار چیخ پڑے جبکہ الیان انہیں ایسے دیکھنے لگا جیسے اپنا سر پیٹ لینے کے سوا اس کے پاس کوئی راستہ نہ ہو۔

ان دونوں کا یہ رد عمل دیکھ کر وہ کچھ لمحوں کا توقف کرتے ہوئے خجالت بھرے لہجے میں بولیں۔

"اماں رومیلہ کے گھر جا کر اس سے اور اس کے گھر والوں سے ملنا چاہ رہی تھیں اسی لیے...."

"آپ لوگ رومیلہ کے گھر سے آ رہے ہیں۔" الیان نے شدید حیرت کے ساتھ پوچھا۔

شگفتہ غفار نے ایک چور نظر اس پر ڈالتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"لیکن کیوں؟ کیا ضرورت تھی آپ دونوں کو اس طرح صبح سویرے اس کے گھر پہنچنے کی وہ بھی ان حالات میں جب اس کے گھر والے غصے سے بھرے ہوئے ہوں گے آپ نانی اماں کو لے کر ان کی کڑوی کسیلی سننے چلی گئیں۔" الیان سخت جھنجلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

شگفتہ غفار کو پتا تھا الیان کو ان کا وہاں جانا اچھا نہیں لگے گا لہٰذا وہ اس کے سوال پر خاموش ہی رہیں ویسے بھی یہ

ان کا نہیں نانی اماں کا فیصلہ تھا البتہ نانی اماں بڑے ضبط کے ساتھ بولیں۔

"بہت بد قسمت ہو الیان تم، تمہیں علم نہیں تم نے کیا گنوا دیا ہے۔" الیان کچھ چونک کر انہیں دیکھنے لگا جو روہانسی آواز میں بول رہی تھیں۔

"اس کی بھابھی کو دیکھ کر تو واقعی عبرت ہوتی ہے کہ لوگوں کے گھروں میں ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جن کی زبان کے نشتر گھر والوں کی عزت نفس کو تار تار کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ارے شگفتہ بھی کیا ہو گی ان کے سامنے جو وہ رومیلہ کو سنا رہی تھی۔

ہمیں اس کے گھر والوں کی کوئی کڑوی کسیلی نہیں سنی پڑی یہ کام یہاں کی طرح وہاں بھی رومیلہ ہی کر رہی ہے۔ دو دو بزرگ مہمان خواتین کے سامنے اس کی بھابھی جو اسے سنا رہی تھی اس کے والد کی موجودگی کا بھی اسے ذرا لحاظ نہیں تھا۔

اور وہ لڑکی!

کیا کہوں میں اس کے ضبط کو کہ اتنا کچھ سن کر سہہ کر بھی وہ کسی کو سچ نہیں بتا رہی۔ بہت خوش نصیب تھے تم جو تمہیں ایسی بیوی ملی تھی لیکن بہت ناشکرے تھے تم جو تم اس کی قدر نہ کر سکے۔" نانی اماں کے لہجے میں تاسف ہی تاسف تھا۔

الیان اور ریاض غفار الجھن بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگے تو وہ غم و غصے کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہنے لگیں۔

"رومیلہ نے وہاں جا کر کچھ نہیں بتایا اس کی بھابھی کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ ابرار نے الیان کو شادی پر کیسے راضی کیا تھا اور اب بھی طلاق کے فیصلے کو وہ اپنا مطالبہ ظاہر کر رہی ہے۔ جس کے پیچھے اس نے وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔" ریاض غفار نانی اماں کی بات پر بری طرح چونک اٹھے جبکہ الیان چپ چاپ انہیں دیکھے گیا۔

نانی اماں کو اس کا بے تاثر چہرہ دیکھ کر شدید غصہ آگیا وہ بگڑ کر بولیں۔

"ابرار نے اگر کچھ کیا تھا تو اس کا انتقام رومیلہ سے لینے کی کیا ضرورت تھی کیا فرق رہ گیا تم میں اور ابرار میں۔ اس نے اپنی ضد اور انا کے لیے اپنی بہن کی زندگی داؤ پر لگادی۔ ٹھیک یہی حرکت تم نے بھی کی۔ تم نے بھی اپنی ضد اور انا کے لیے نہ صرف اپنی بہن کا گھر داؤ پر لگایا ہے بلکہ ایک بے گناہ معصوم لڑکی کی زندگی خراب کر دی ہے۔ اس کے گھر والے اس کے ساتھ ہوئے حادثے پر شرمندہ ہیں اور نہ افسردہ انہیں صرف یہ فکر کھا رہی ہے کہ اس کا ذمہ داری پھر ان پر مسلط ہو گئی ہے۔

پہلے بھی انہوں نے اسے بوجھ کی طرح اٹھا کر پھینکا تھا اب تو مطلقہ ہونے کے بعد بالکل ہی جو گیا گزرا رشتہ اس کے لیے آئے گا وہ اپنی جان چھڑانے کے لیے اس کے ساتھ رومیلہ کو رخصت کر دیں گے۔

اور اس بار اس کی بربادی کے ذمہ دار تم سب بھی اتنے ہی ہو گے جتنا کہ ابرار ہے۔" نانی اماں کہتی چلی گئیں اور شاید مزید بولتی رہتیں کہ شگفتہ غفار کے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑنے پر انہیں چپ ہونا پڑا۔

کمرے میں صرف شگفتہ غفار کی سسکیوں کی آواز گونج رہی تھی باقی سب اپنی اپنی جگہ خاموش سوچوں میں گم کھڑے تھے جب شگفتہ غفار کے رونے کی شدت میں تھوڑی کمی آئی تھی ریاض غفار ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہنے لگے۔

"جو ہوا بہت برا ہوا۔ الیان نے بہت جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے لیکن میں پھر بھی الیان کو قصور وار نہیں ٹھہراؤں گا اگر ہم سب رومیلہ کو کچھ بہتر طریقے سے قبول کر لیتے تو وہ یہ قدم بھی نہ اٹھاتا۔

اماں آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اس بار اس کی بربادی کے ذمہ دار ہم سب ہوں گے۔" ریاض غفار کی بات نانی اماں کو مزید تپا گئی وہ طنزیہ انداز میں کہنے لگیں۔

"اس کی بربادی کا چھوڑو بلکہ یہ سوچ کر خوشی مناؤ کہ بریرہ کا مستقبل محفوظ ہو گیا ہے وہ اب اس خطرے سے باہر ہے کہ ابرار کبھی اس راز کو فاش کر دے گا۔

تمہاری بیٹی خوش بس اور تم دونوں کو کیا چاہیے خاص طور پر شگفتہ کے تو کلیجے میں ٹھنڈ پڑ گئی ہو گی۔"

شگفتہ غفار آنسو بھری آنکھوں سے ماں کو دیکھ کر رہ گئیں جبکہ ریاض غفار آنکھوں کو ہتھیلیوں سے مسلتے ہوئے نڈھال سے انداز میں کہنے لگے۔

"تمہاری بیٹی نے اتنی تکلیف اٹھائی ہے تب ہی ہم دوسرے کی بیٹیوں کے درد کو سمجھ سکتے ہیں آج ہم دونوں کے جلدی گھر آجانے کی وجہ بھی یہی تھی کہ آج میں نے اپنی قسم توڑتے ہوئے عائشہ کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔" شگفتہ غفار چونک کر انہیں دیکھنے لگیں۔

"میں تمہیں ہی لینے آیا تھا کہ اگر تم میرے ساتھ چلو گی تو ہو سکتا ہے بلال تمہارے لحاظ میں تھوڑا بہتر طریقے سے پیش آئے۔

ورنہ اس بدتمیز سے تو کوئی بعید نہیں وہ اپنی ساری پریشانیوں کی وجہ ہمیں گردانتے ہوئے گھر سے باہر نکال دے۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟" شگفتہ غفار فکر مندی سے بولیں۔

"زوبیہ پاگل خانے سے بھاگ گئی ہے آج تیسرا دن ہے اسے اور اس کا کچھ پتا نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے۔" پہلی بار الیان نے زبان کھولی تو تھوڑی دیر کے لیے نانی اماں بھی رومیلہ کو بھول کر زوبیہ کی بابت دریافت کرنے لگیں تو الیان نے وہ سب بتا دیا جو اسے پتا تھا۔

صبح آفس میں اس کے پاس خرم کا فون آیا تھا خرم نے اسے بتایا تھا کہ کل رات عائشہ اختر اس کے گھر آئی تھیں اور انہوں نے اسے یہ دلخراش خبر سنائی ہے۔

اس نے یہ جاننے کے لیے فون کیا تھا کہ کیا الیان اسے کوئی مشورہ دے سکتا ہے کہ اسے زوبیہ کو کہاں تلاش کرنا چاہیے۔

شائستہ خالہ کے حوالے سے یا ان کی گزشتہ زندگی کے حالات کی روشنی میں کوئی ایسی جگہ یا کوئی ایسا مقام جہاں زوبیہ کا جانا ممکن ہو۔

الیان ایسا کوئی اندازہ لگانے سے قاصر تھا اور پھر زوبیہ کو غائب ہوئے دو دن سے اوپر ہو گئے ایسی کون سی جگہ یا مقام ہو سکتا ہے جہاں ایک جوان لڑکی دو دن بخیر و عافیت گزار سکتی ہو۔

خرم کے فون نے اس کا دل کام سے بالکل اچاٹ کر دیا تو وہ فوراً" ریاض غفار کے پاس پہنچ گیا اس اطلاع کو پاتے ہی ان کے بھی ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تو وہ دونوں اسی وقت گھر کے لیے نکل گئے۔

"چلیں، ابھی عائشہ کے گھر چلتے ہیں میں ذرا ہاتھ منہ دھو کر آتی ہوں۔" شگفتہ غفار نے اٹھتے ہوئے اتنی آسانی سے رضامندی دے دی کہ الیان تک نانی اماں اور ریاض غفار کی طرح چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

بلال اختر جس طرح کے انسان تھے ان سے امید کم تھی کہ وہ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں گے اسی لیے ریاض غفار اور شگفتہ غفار نے ان دونوں گھرانوں کے بیچ کھڑی اجنبیت کی دیوار کو کبھی پاٹنے کی کوشش نہیں کی۔

جب بھی مجبوری میں بلال اختر سے بات کرنی بھی پڑی تو ریاض غفار اور شگفتہ غفار کو بے جا بکواس سننی پڑی جس کے بعد وہ پکا ارادہ کرلیتے کہ آئندہ اس خردماغ آدمی کے منہ نہیں لگیں گے اور آج بھی وہ اپنے اس فیصلے پر قائم رہتے اگر جویریہ کے ساتھ وہ سب نہ ہوا ہوتا۔

بریرہ کے اغوا ہونے سے لے کر گھر آجانے تک ان لوگوں نے ایک ایک لمحہ انگاروں پر گزارا تھا اس وقت بلال اور عائشہ کیسا محسوس کررہے ہوں گے یہ وہ بہت اچھی طرح سمجھ سکتے تھے۔

☼ ☼ ☼

عائشہ اختر نے خرم کا ذہن بری طرح منتشر کردیا تھا لہٰذا ان کے جانے کے بعد وہ کھانا کھائے بغیر ہی اپنے کمرے میں چلا آیا کوئی ایک گھنٹے کے بعد مسز فرقان اس کے کمرے میں گرم دودھ لیے چلی آئیں تو خرم نے صرف ان کے اصرار سے بچنے کے لیے زہر مار کردودھ کا گلاس پانچ سیکنڈز میں خالی کردیا۔

لیکن وہ طویل نشست کے ارادے سے آئی تھیں تب ہی اس کے دودھ پی لینے کے باوجود کمرے سے جانے کی بجائے اس کے سامنے ہی بستر پر بیٹھ گئیں۔

"کھانے کی میز پر فرقان نے مجھے عائشہ اختر کے آنے کی وجہ بتائی تو میں تو پریشان ہی ہوگئی۔ اصل میں میں کچن میں چلی گئی تھی ان کے لیے چائے وغیرہ بنوانے۔ پہلی دفعہ گھر آئی تھیں کچھ تو خاطر کرنی چاہیے تھی لیکن جب تک چائے اور پکوڑے تیار ہوئے پتا چلا وہ چلی بھی گئیں۔

اس پر فرقان نے بتایا کہ وہ تو بڑی پریشانی میں آئی تھیں۔

تمہیں کچھ اندازہ ہے زوبیہ کہاں ہوگی؟" انہوں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو خرم دل ہی دل میں زچ ہوجانے کے باوجود رسانیت سے کہنے لگا۔

"مجھے کیسے اندازہ ہوسکتا ہے۔ میں اسے جانتا ہی کتنا ہوں مجھے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ وہ پاگل خانے سے بھاگ گئی ہے۔" مسز فرقان کچھ دیر تو اسے دیکھتی رہیں پھر بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولیں۔

" I think we have to talk about it " انہوں نے ایک لمحے کا توقف کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم زوبیہ میں کس حد تک انٹرسٹڈ ہو؟" خرم کو امید تھی وہ ایسا ہی کوئی سوال کریں گی وہ خود بھی اس موضوع پر کھل کر بات کرنا چاہتا تھا تب ہی ان ہی کی طرح پرسکون انداز میں بولا۔

"میں زوبیہ میں ایک فیصد بھی انٹرسٹڈ نہیں ہوں اور اس سے شادی کرنے کا تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں۔"

"پھر تم نے نمل سے منگنی کیوں توڑدی اور ابھی اس کے غائب ہونے کا سن کر تم اتنے ڈپریس کیوں ہوگئے کہ کھانا تک نہیں کھایا۔" خرم کا دل چاہا وہ اپنا سر پیٹ لے مگر اس وقت غصہ کرکے وہ ان کے شک کو ہوا نہیں دینا چاہتا تب ہی ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"وہ ایک شریف گھرانے کی لڑکی ہے جو ذہنی طور پر بیمار ہے اس کا پاگل خانے میں ہونا اس لڑکی اور اس کے گھر والوں کے لیے نہایت اذیت اور شرمندگی کا مقام ہے اور ان حالات کا — کسی حد تک ذمہ دار میں ہوں۔ پھر میں اس لڑکی کو جانتا ہوں وہ ایک اچھی لڑکی ہے جو اس کے ساتھ ہورہا ہے وہ افسوسناک ہے ایسے میں اس کا پچھلے دو دن سے غائب ہونا میرے یا کسی بھی ہوش مند انسان کے لیے خوشی کی خبر تو نہیں ہوسکتی۔

خود آپ نیوز میں بھی اگر کسی لڑکی کے ساتھ کسی حادثے کا سن لیتی ہیں تو ڈپریس ہوجاتی ہیں اور یہاں وہ لڑکی

جسے میں جانتا ہوں لاپتا ہے تو کیا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہونا چاہیے۔" خرم نے انہیں سمجھانے کے لیے خاصی تفصیل سے جواب دیا۔

"میں تمہاری بات سے ایگری کرتی ہوں میں نے فرقان کو بھی یہی سمجھانے کی کوشش کی مگر ان کا موڈ بہت خراب ہے۔ اصل میں تم کھانے پر نہیں آئے تو..." انہوں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"اوہ... کم آن مام... ڈیڈ کو تو جانے کیا ہوگیا ہے۔" خرم بالآخر چڑ گیا۔

"اصل میں تم نے منگنی توڑ..."

"میں نے منگنی غصے میں توڑدی تھی۔ مجھے خود بھی احساس ہے۔ میں نے غلط کیا ہے۔ لیکن اب کیا ہوسکتا ہے۔" خرم نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو مسز فرقان چونک اٹھیں۔

"غصے میں..."

"ہاں... ایسی ہی معمولی سی بات پر میری اور نمل کی لڑائی ہوئی تھی۔ میں نے نمل سے کہہ دیا میں منگنی توڑ رہا ہوں۔ اس نے میری بات کو مذاق سمجھا تو مجھے غصہ آگیا اور میں نے واقعی منگنی توڑدی۔" مسز فرقان ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھیں۔

خرم یہ بات آج نہیں تو کل کرنے کا سوچ ہی رہا تھا۔ اب اس وقت ذکر نکل آیا تھا تو اس نے سوچا موقع اچھا ہے۔ ان کے دل سے زوبیہ کا شک بھی نکل جائے گا اور اس کی بات بھی ان تک پہنچ جائے گی۔ تب ہی مزید کہنے لگا۔

"اپنی بات سچ کرنے کے لیے میں نے منگنی تو توڑدی مگر بعد میں احساس ہوا کہ یہ میں نے کیا کردیا۔ نمل سے معافی بھی مانگ لی۔

وہ تو معاف کرنے کے لیے تیار ہے۔ لیکن وہ کہتی ہے۔ اب عظمت خلیل دوبارہ اس شادی کے لیے نہیں مانیں گے۔ لیکن اس کے یہ کہہ دینے سے میری تسلی نہیں ہورہی میں کچھ وقت گزرنے کا انتظار کررہا ہوں عظمت خلیل کا غصہ تھوڑا ٹھنڈا ہوجائے تو آپ لوگوں سے بھی معافی مانگوں گا اور عظمت خلیل کو بھی منانے کی کوشش کروں گا۔" مسز فرقان حیرانی سے اسے دیکھتی رہیں۔ اس کی بات ختم ہونے پر انہوں نے واقعی دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

"تم لوگوں کی ان بچکانہ لڑائیوں کا کیا حل نکالا جائے؟ ارے منگنی کوئی مذاق ہے کہ آج کرلی کل توڑدی اور پرسوں پھر جوڑلی۔" مسز فرقان برہمی سے اسے دیکھنے لگیں تو خرم نے ایسے سر جھکا لیا جیسے بڑا شرمندہ ہو تو مسز فرقان ترچھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

"کیا تم نمل کے لیے واقعی سیریس ہو۔"

"آف کورس مام۔" خرم بے ساختہ بولا۔

"تو میں تمہارے ڈیڈ کو بتادوں زوبیہ کے لیے تم صرف انسانیت کے ناتے فکرمند تھے۔"

"آف کورس مام۔" خرم دوبارہ اسی ٹون میں بولا تو انہوں نے تشکرانہ انداز میں ایک گہرا سانس باہر خارج کیا اور شکایتی انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

"عظمت خلیل کو منانا کوئی آسان کام نہیں ہوگا لیکن بہرحال اس سے تو بہتر ہی ہے جو ہم سمجھ رہے تھے۔"

"آپ کیا سمجھ رہی تھیں؟" خرم ان کے منہ سے یہ بات سن کر اتنا مطمئن ہوگیا کہ قدرے شوخی سے پوچھنے لگا۔

"اب تم سے کیا کہوں۔" وہ کچھ جھجکتے ہوئے کہنے لگیں۔

"میں نے تو ابھی تمہارے ڈیڈ سے بھی کہہ دیا تھا کہ پچھلے کچھ دنوں سے تم بہت خوش نظر آرہے ہو' کہیں ایسا تو نہیں کہ زوبیہ تمہارے پاس ہو۔ تم نے ہی اسے پاگل خانے سے نکلوایا ہو اور کہیں روپوش کرکے رکھا ہوا ہو۔"

خرم کچھ دیر تو آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھتا رہا۔ قریب تھا کہ وہ اس حد تک بدگمانی اور کردار کشی پر بگڑ جاتا کہ مسز فرقان نے دعا والے انداز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے چھت کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ میرے ڈاؤٹس غلط نکلے۔ اب فرقان سب سنبھال لیں گے' نمل تو ہم دونوں کو پسند ہے۔"

"مام یو آر لمٹ" خرم کو غصے کے باوجود ہنسی آگئی۔ اسے اپنا آپ ایک دم ہلکا پھلکا لگنے لگا تھا۔ پھر بھی شکایت سے باز نہ آیا۔

"اتنا برا سمجھتی ہیں آپ مجھے اور یہ سب ڈیڈ سے بھی کہہ دیا۔ enough its enough" مسز فرقان اس کی بات پر شرمندہ ہونے کی بجائے مسکرانے لگیں تو خرم بھی مسکرا دیا۔

اسے یقین تھا اب اسے فرقان حسن کے سامنے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مسز فرقان سنبھال لیں گی۔ فرقان حسن کو اس کا بلاوجہ کے منگنی توڑنے پر غصہ تو ضرور آئے گا۔ مگر وہ بھی مسز فرقان کی طرح یہ جان کر خوش زیادہ ہوں گے کہ وہ زوبیہ میں دلچسپی نہیں لے رہا۔

لہٰذا اگلے دن ناشتے کی میز پر اس نے بڑے سکون سے زوبیہ کے حوالے سے ان کی رائے مانگی تھی کہ اسے اس معاملے میں کیا کرنا چاہیے۔

اس کی توقع کے عین مطابق انہوں نے کوئی طنز کرنے کی بجائے ایسے بولنا شروع کیا۔ جیسے وہ خود بھی اس مسئلے پر دیر تک غور کرتے رہے ہوں۔

"دیکھو خرم تم تو اس معاملے میں کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ بلکہ تمہارا تو بیچ میں بولنا بھی مناسب نہیں۔ خوامخواہ میں اسکینڈل ہی بنے گا۔ تم اسے اپنی دوست ظاہر نہیں کرسکتے' نہ وہ تمہارے ساتھ پڑھتی تھی اور نہ ہی وہ کوئی سوشل قسم کی لڑکی تھی جو ذرا دیر کی ملاقات میں دوستیاں کرلیتی ہیں۔

پھر سب سے بڑی بات یہ کہ بلال اختر کوئی بے وقوف آدمی نہیں ہے۔ تمام ممکنات پر وہ پہلے ہی پتا کرچکا ہوگا۔ مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ یہ خبر ابھی تک اخبار میں کیوں نہیں آئی۔

میرے خیال سے تو بلال کو اسپتال پر کیس کردینا چاہیے تھا کہ عملے کی لاپروائی کی وجہ سے اس کی بیٹی لاپتہ ہے۔ کیا پتا وہ فرار نہ ہوئی ہو' بلکہ کڈنیپ ہوگئی ہو۔

لیکن لگتا ہے بلال نے ایسا کچھ کیا نہیں ہے۔ اگر اسپتال پر کیس بنا ہوتا تو اخبار میں ضرور آتا۔ گویا زوبیہ کے غائب ہونے کی خبر ابھی تک خفیہ رکھی گئی ہے۔"

"ہوسکتا ہے وہ اس لیے چھپا رہے ہوں کہ اس طرح زیادہ بدنامی ہوگی اور پھر اس کا جرم بھی ثابت ہوجائے گا کہ وہ سزا سے بچنے کے لیے بھاگ گئی۔" مسز فرقان نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"ایک لڑکی جس کا ذہنی علاج چل رہا ہو' اس پر کیا جرم ثابت ہوگا اور اسے کیا سزا ہوگی۔ وہ ساری زندگی ٹریٹمنٹ کے نام پر وہیں پڑی رہے گی۔

ہاں یہ بات تمہاری ضروری صحیح ہے کہ لڑکی ذات کا غائب ہونا بدنامی کا باعث ہوتا ہے۔

پہلے قتل کا الزام ہونا پھر پاگل خانے میں داخل ہونا اور پھر آخر وہاں سے بھی بھاگ جانا یا کڈنیپ ہوجانا گھر والوں کے لیے تو چاروں طرف سے بدنامی ہی بدنامی ہے۔ لیکن اس طرح بدنامی سے بچنے کے چکر میں وہ زوبیہ کا

نقصان نہ کردیں۔

جتنا وقت گزرتا جائے گا زوبیہ تو تلاش کرنا مشکل ہوتا جائے گا۔" فرقان حسن کا لہجہ سوچتا ہوا تھا۔

"خیر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھے ہوں گے وہ لوگ۔۔۔ ان آفیشلی ساری کارروائی ہورہی ہوگی۔ جب ہمیں سن کر اتنی فکر ہورہی ہے تو ان کی تو اولاد ہے ان کا جو حال ہو وہ کم ہے۔" مسز فرقان نے کہا۔

خرم البتہ خاموش ہی رہا۔

فرقان حسن کا کہنا صحیح تھا۔ وہ اس معاملے میں کچھ خاص کر نہیں سکتا تھا۔ مگر وہ ایسے خاموش بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ وہ چاہتا تھا منظر عام پر آئے بغیر زوبیہ کو اپنے طور پر تلاش کرنے کی کوشش کرے۔ مگر اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ شروعات کہاں سے کرے۔

اسی ادھیڑبن میں وہ یونیورسٹی پہنچ گیا۔ پہلا پیریڈ اٹینڈ کرنے کے بعد دوسرا پیریڈ فری تھا۔ لہٰذا وہ کلاس روم سے باہر نکل آیا۔

نادر صبح ناشتا کیے بغیر گھر سے نکل آیا تھا۔ اس نے بھوک لگی' بھوک لگی کا شور مچایا ہوا تھا۔ خرم کا کچھ کھانے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ لیکن ہارون کو بھی نادر کی طرح کینٹین جانے کے لیے تیار دیکھ کر وہ بھی محض وقت گزاری کے لیے ان کے ساتھ چل پڑا۔

آج کل اس کی وکی اور حمید سے زیادہ بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ وہ دونوں خود بھی اپنی حرکتوں میں اس قدر مگن رہتے تھے کہ خرم' ہارون اور نادر کے پاس کم ہی بھٹکتے تھے جبکہ خرم خود سے ان کے پاس جاکر انہیں مخاطب کرنے کا بھی سوچتا بھی نہیں تھا۔

ابھی بھی ہارون اور نادر کے ساتھ آگے بڑھتے بڑھتے اچانک اس کی نظر نمل اور سنبل پر پڑگئی جو لائبریری میں داخل ہورہی تھیں۔

"یار ایسا کرو تم دونوں کچھ کھالو' مجھے تو بالکل بھوک نہیں ہے۔ بلکہ مجھے ایک کتاب ڈھونڈنی تھی' میں ذرا تب تک لائبریری کا چکر لگالوں۔"

"لائبریری میں سر کھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ نیٹ پر دیکھ لو۔" ہارون نے چھوٹتے ہی کہا۔

"کون سی کتاب چاہیے تمہیں۔" نادر کے پوچھنے پر خرم کوئی فرضی نام سوچنے کے بجائے اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔

"ارے یار جاؤں گا تو ڈھونڈوں گا نا' مجھے پتا تھوڑی ہے کہ مجھے کون سی کتاب چاہیے۔" خرم یہ کہہ کر تیزی سے لائبریری کی جانب بڑھ گیا۔ تاکہ وہ دونوں مزید کچھ کہہ نہ سکیں۔

لائبریری میں داخل ہوتے ہی وہ متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا بالآخر نمل اور سنبل تک پہنچ ہی گیا اس کی توقع کے عین مطابق وہ دونوں لائبریری کے بالکل آخری کونے میں سر جوڑے بیٹھی تھیں۔

کتابیں ان کے سامنے کھلی ضرور تھیں۔ مگر ان کی توجہ ہرگز بھی کتابوں کی جانب نہیں تھی۔ ایسا لگ رہا تھا وہ دونوں کسی اہم مسئلے پر بات کررہی تھیں۔

بلکہ قریب آنے پر تو خرم باقاعدہ چونک اٹھا نمل کی آنکھیں ایسے سرخ ہورہی تھیں جیسے وہ کافی دیر روتی رہی ہو۔

خرم تیزی سے ان کی ٹیبل پر دونوں ہتھیلیاں رکھتے ہوئے بولا۔

"کیا ہوا نمل تم ٹھیک تو ہونا۔" اس کے لہجے میں اتنی بے چینی تھی کہ وہ دونوں چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

نمل اس پر نظر پڑتے ہی جلدی جلدی آنکھیں رگڑنے لگی مگر خرم سب دیکھ چکا تھا اب اسے ٹالا نہیں جاسکتا تھا وہ اس کے سامنے والی کرسی گھسیٹ کر وہیں بیٹھ گیا تو نمل گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

ان کے ارد گرد کی کرسیاں خالی پڑی تھیں، مگر کوئی بھی کسی بھی وقت آسکتا تھا نمل کے چہرے پر صاف تحریر لکھا دیکھ کر خرم دوٹوک انداز میں بولا۔

"تم مجھے جلدی سے یہ بتادو کہ تم کیوں رو رہی تھیں میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں گا۔"

"خرم کوئی خاص بات نہیں ہے بس ذرا..." نمل نے جملہ ادھورا چھوڑ کر دوپٹے سے چہرہ صاف کرنا شروع کردیا۔

"تمہاری جیسی لڑکی بغیر کسی خاص بات کے تو نہیں رو سکتی ضرور کچھ سیریس ہوا ہے کہیں عظمت انکل نے تمہاری شادی تو نہیں طے کردی۔" خرم اتنی سنجیدگی اور اتنی بے ساختگی سے بولا کہ نمل روتے چہرے کے ساتھ مسکرادی۔

اس کی اس مسکراہٹ نے خرم کو اندر تک مطمئن کردیا گویا کم از کم یہ بات نہیں تھی جو اس نے سوچی تھی اب چاہے جو بھی وجہ ہو نمل کے رونے کی اس کی پریشان آدھی رہ گئی تھی پھر بھی پوچھنے سے باز نہ آیا۔

"بتاؤ نا آخر بات کیا ہے؟"

"بات کافی لمبی ہے یہاں نہیں ہوسکتی اور پھر جو ہوچکا ہے اس میں تم کچھ کر بھی نہیں سکتے۔" نمل کے چہرے پر بس لمحہ بھر کے لیے وہ مسکراہٹ ابھری تھی اس کے بعد وہ ایک بار پھر سنجیدہ ہوگئی تھی۔

"لیکن کچھ تو پتا چلا۔ رشیدہ آنٹی تو ٹھیک ہیں نا۔" خرم کے انداز میں اتنی بے قراری تھی کہ نمل اسے ٹال نہ سکی اور دھیمی آواز میں کہنے لگی۔

"سب ٹھیک ہیں۔ ایک لڑکا ہے حشام اس نے خودکشی کرلی ہے باقی اور کچھ نہیں ہوا ہے۔"

نمل یہ کہتے ہوئے خود بہ خود تلخ ہوگئی پھر اس نے مختصر الفاظ میں اسے حشام کے گرفتار ہونے سے لے کر خودکشی کرنے تک کے سارے حالات بتادیے۔

کچھ لمحوں کے لیے خرم بھی چپ سا ہوگیا بات واقعی دکھ کی تھی البتہ ماحول کو گمبھیر ہوتا دیکھ کر سنبل نے قدرے شوخی سے کہنے کی کوشش کی وہ نہیں چاہتی تھی کہ نمل اب مزید اس حادثے پر اپنا دل جلائے۔

"ویسے یہ آج آپ نے نمل کو یونیورسٹی میں مخاطب کرنے کا رسک کیسے لے لیا۔ کیا اس لیے کہ بہت دن سے آپ دونوں کے متعلق فیس بک پر کوئی خبر نہیں آئی۔" اس کی بات پر خرم ہلکے سے مسکرادیا اور کہنے لگا۔

"خبر تو میرے پاس تھی وہ سنانے کے جوش میں چلا آیا۔"

"کیسی خبر؟" نمل بھی اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"میں نے مام اور ڈیڈ سے بات کرلی ہے وہ لوگ دوبارہ تمہارے گھر آنے کے لیے تیار ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔" نمل کے منہ سے بے اختیار نکلا تو سنبل نے مصنوعی کھانسی کے ساتھ اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"آرام سے ڈیئر" آرام سے ابھی وہ صرف تیار ہوئے ہیں گئے نہیں۔" نمل بے ساختہ بولے اپنے جملے پر واقعی خجل ہوگئی تب بھی خواہ مخواہ کی ناراضی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

"ان کا تیار ہوجانا ویسے بھی ایسی کوئی بڑی خبر نہیں۔ اصل مسئلہ تو پاپا کا ہے وہ کیسے مانیں گے۔"

"وہ بھی مان جائیں گے ڈیڈ انہیں راضی کرہی لیں گے۔" خرم نے محض نمل کو پرسکون کرنے کے لیے

لاپرواہی سے کہا۔

"لیکن تم نے اپنے پیرنٹس سے کیا بات کی۔" نمل ایک بار پھر سوال دہرانے پر مجبور ہوگئی۔

اگر سنبل موجود نہ ہوتی تو وہ نمل کو سچ بتادیتا کہ اس کے والدین زوبیہ کو لے کر اتنے فکرمند تھے کہ نمل کا نام سنتے ہی راضی ہوگئے۔

لیکن سنبل کے سامنے وہ یہ بات نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے آدھی بات ہی سنادی۔

"بھئی کہنا کیا ہے۔ وہ مجھے جانتے ہیں۔ مجھے چھوٹی سی بات پر بھی غصہ آجاتا ہے۔ میں نے ان سے کہہ دیا نمل نے مذاق میں مجھ سے کہا تھا تم یہ منگنی نہیں توڑ سکتے۔ مجھے غصہ آگیا میں نے سچ مچ توڑ دی۔ لیکن اب غصہ ٹھنڈا ہوگیا ہے اور مجھے تو صرف اسی سے شادی کرنا ہے اگر یہ مجھے نہ ملی تو میں پہاڑی سے کود کر جان دے دوں گا۔" نمل اتنے انہماک سے اس کی بات سن رہی تھی کہ خرم کے اچانک شوخ ہونے پر جھینپ سی گئی۔

"خیر یہ تو کچھ زیادہ ہوگیا۔ اپنے پیرنٹس سے اس طرح تو بات نہیں کی ہوگی تم نے..."

"کوئی بعید نہیں یہ کر بھی سکتے ہیں۔" سنبل نے ہنستے ہوئے کہا نمل کا دھیان بٹ گیا تھا لہٰذا وہ بھی ہلکی پھلکی ہوگئی تھی۔

خرم نے سنبل کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا البتہ اچانک اسے رومیلہ کا خیال آیا تھا ان لوگوں کو زوبیہ کے متعلق کچھ بتانے کی بجائے اسے الیان سے بات کرنی چاہیے تھی۔

وہ سکتا ہے وہ زوبیہ کے غائب ہونے کے متعلق کچھ جانتا ہو۔ اپنے آپ جو بھی اس سے ممکن تھا اسے وہ کوشش کرنی تھی تب ہی فوراً" بولا۔

"آج رومیلہ نہیں آئی۔"

"ہاں پتا نہیں کیا بات ہے۔ وہ فون بھی اٹینڈ نہیں کررہی۔" نمل نے اپنے موبائل کو اٹھاتے ہوئے کہا جہاں اس کے میسجز کے جواب میں بھی رومیلہ نے کوئی میسج نہیں کیا تھا۔

"اچھا چلو میں چلتا ہوں کہیں واقعی فیس بک پر کوئی خبر آہی نہ جائے۔" خرم نے اٹھتے ہوئے کہا اور لائبریری سے باہر آتے ہی اس نے الیان کا فون ملایا تھا۔ جو اس نے فوراً" ہی اٹینڈ کرلیا۔

توقع کے عین مطابق زوبیہ کے غائب ہونے کی خبر سے وہ بے خبر تھا اور یہ جان کر خاصا پریشان بھی ہوگیا تھا کہ وہ تین دن سے لاپتہ ہے۔

"میں کیا مدد کروں گا میرا تو اپنا دماغ کام نہیں کررہا خیر" اگر کچھ پتا چلا تو میں تمہیں اطلاع کردوں گا۔" الیان نے فکرمندی سے کہا تو خرم نے فون بند کردیا۔

تب ہی حمید تیز تیز دوڑتا ہوا خرم کے پاس چلا آیا۔

"ارے یار تم یہاں ہو اور وہاں اتنا بڑا پھڈا ہورہا ہے۔"

"کیا ہوا؟" حمید کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی دیکھ کر خرم نے بے اختیار پوچھا۔

(باقی آئندہ ان شاءاللہ)

☼ ☼

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی... مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے... رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے... اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے... اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے... رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے... وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے... اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے... اب آگے پڑھیں۔

۴۴ — چوالیسویں قسط

"سمیر کی انگلش ڈیپارٹمنٹ میں پڑھنے والے لڑکوں سے جھڑپ ہوگئی وہ سارے لڑکے ڈنڈے وغیرہ لے کر سمیر اور اس کے دوستوں پر حملہ آور ہوگئے ہیں۔" خرم حیرانی سے حمید کو دیکھنے لگا۔

انگلش ڈیپارٹمنٹ میں خاصے سیاسی قسم کے لڑکے موجود تھے وہ عموماً" دوسروں کے معاملے میں کم ہی دخل دیتے تھے لیکن جب کوئی ان کے معاملوں میں دخل اندازی کرتا تو وہ اسے بخشتے بھی نہیں تھے۔

خاصے خطرناک قسم کے ان لڑکوں سے خرم وغیرہ ہمیشہ الگ ہی رہے تھے۔ سمیر کی ان لوگوں سے لڑائی ہونے کا مطلب یہی تھا کہ سمیر کا پورا گینگ صفحہ ہستی سے غائب ہو جائے گا۔

"کس بات پر لڑائی ہوئی ہے؟" خرم نے پوچھا۔

"یہ تو ابھی پتا نہیں۔ وکی کا میسج آیا ہے وہاں کینٹین کے پاس زبردست جھگڑا ہو رہا ہے۔ میں وہیں جا رہا تھا کہ تم نظر آگئے تو تمہیں بتانے آگیا۔ چلو چل کر دیکھتے ہیں۔" حمید خاصا جوشیلا ہو رہا تھا اپنی بات ختم کرنے کے ساتھ ہی تیزی سے اس طرف چل پڑا جہاں ہاتھ سے اشارہ کر رہا تھا۔

خرم نے بھی فوراً" اس کی پیروی کی دور سے ہی ان دونوں کو ایک جگہ پر ہجوم نظر آگیا تو وہ دونوں بھی اس کے نزدیک چلے آئے۔ ابھی وہ دونوں ہجوم میں داخل بھی نہیں ہو سکے تھے کہ گولی چلنے کی دل خراش آواز نے سب کو دہلا دیا اور اس کے بعد ایسا شور بلند ہوا کہ کان پڑی آواز بھی سنائی نہ دے سکے۔

ہجوم میں جمع لوگ ادھر سے ادھر بھاگنے لگے ابھی تک صرف ہاتھوں سے مار پیٹ ہو رہی تھی اور لوگ اس منظر کو کسی فلم کے فائیٹ سین کی طرح مزے لے کر دیکھ رہے تھے مگر انگلش ڈیپارٹمنٹ کے ایک لڑکے نے ریوالور نکال کر فائر کیا تو سب کو اپنی اپنی جانوں کی فکر لاحق ہوگئی اور جس کی جہاں سمجھ میں آیا منہ اٹھا کر سرپٹ دوڑنے لگا۔

ہجوم کچھ منتشر ہوا تو سامنے کا منظر کھل کر واضح ہوگیا۔ گولی کس لڑنے نے چلائی تھی یہ تو خرم نہیں جان سکا البتہ گولی لگی سمیر کو تھی وہ بیچ میدان میں چاروں خانے چت پڑا تھا۔

اس کے کندھے سے خون نکل رہا تھا جو اس کی سفید قمیص کو تیزی سے سرخ رنگ میں تبدیل کر رہا تھا جبکہ سمیر تکلیف کی شدت کے باعث بالکل بے حرکت پڑا تھا۔

انگلش ڈیپارٹمنٹ کے لڑکے تو فوراً" ہی فرار ہوگئے تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ سمیر کے دوست بھی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

ایک طرح سے وہاں اتنا بڑا ہجوم تھا لیکن کوئی بھی سمیر کی مدد کرنے آگے نہیں بڑھا تھا جبکہ اس کے کندھے سے اس تیزی سے خون بہہ رہا تھا کہ اگر اسے فوراً" اسپتال نہ پہنچایا گیا تو اس کی موت بھی واقع ہو سکتی تھی۔ خرم کچھ ثانیے کے لیے یہ منظر دیکھ کر سن ہوگیا مگر بہت جلد اس کے حواس بحال ہوگئے اور وہ تیزی سے سمیر کے سر پر پہنچ گیا۔

اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہی خرم نے اس کی نبض چیک کی تھی اور یہ جانتے ہی کہ وہ زندہ ہے خرم نے اس کے بے سدھ پڑے وجود کو پوری جان لگا کر اٹھایا اور اپنے کندھے پر لٹکا کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا۔

خرم کو سمیر کی مدد کرتا دیکھ کر ہجوم میں مچی افراتفری ایک دم ساکت ہوگئی۔ جس کی خرم نے پروا نہیں کی وہ تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا کہ تب ہی وکی اس کے راستے میں آگیا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو خرم؟ سمیر کی جان بچا رہے ہو ارے مرنے دو اسے۔" خرم کے پاس اس کی فضول بات کا جواب دینے کا وقت تھا نہ ہمت۔ سمیر کو اس طرح کندھے پر ڈال کر پارکنگ تک جانا ایک خاصا محنت طلب کام تھا لہٰذا وہ بے کار گفتگو میں اپنی جان ہلکان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جبکہ اسے بدستور گاڑی کی طرف جاتا دیکھ کر وکی تیز تیز اس کے ساتھ ہی چلنے لگا یہ اور بات تھی کہ اس کی زبان اس کے بالکل مخالف چل رہی تھی۔

"ابے کیا ضرورت ہے اس کی مدد کرنے کی۔ نمل کے ساتھ مل کر اس نے تمہیں کتنا تنگ کیا ہے اور پھر نا جانے اس کی انگلش ڈیپارٹمنٹ کے طلحہ وغیرہ سے کس بات پر لڑائی ہو رہی تھی۔ کیوں سمیر کی وجہ سے ان خطرناک لوگوں سے دشمنی مول لے رہے ہو اور پھر سمیر کو گولی لگی ہے بھلے ہی ساری یونیورسٹی اس بات کی گواہ ہے کہ یہ کام تم نے نہیں کیا مگر کورٹ میں آکر گواہی کون دیتا ہے اگر سمیر بیان دینے سے پہلے مر گیا تو کہیں پولیس تمہیں ہی اس کے قتل کے الزام میں نہ دھر لے۔ سمیر کے دوست بھی اس خطرے کے پیش نظر فوراً" بھاگ گئے ایک بس تمہیں ہی شوق ہے ہیرو بننے کا۔" وکی رکے بغیر ایک سانس میں بولے گیا۔

جب تک خرم پارکنگ میں اپنی گاڑی تک پہنچا اس کی سانس بری طرح پھول چکی تھی کندھا اور گردن ایسے شل ہوگئے تھے کہ ایک پل کو اس کا واقعی دل چاہا وہ سمیر کو یہیں زمین پر گرا کر خود بھی بیٹھ جائے۔

مگر اپنی گاڑی کے قریب پہنچنے تک جیسے اسے ایک نئی قوت مل گئی۔ پارکنگ میں داخل ہوتے ہی ہارون اپنی گاڑی تیزی سے لیے اس کے عین سامنے آرکا تھا جبکہ برابر والا دروازہ کھول کر نادر برق رفتاری سے گاڑی سے اترا اور پیچھے کا دروازہ کھول کر خرم کی طرف بڑھا کہ سمیر کو اس میں ڈال سکے۔

"ارے پاگل ہوگئے ہو تم دونوں۔ بجائے خرم کو سمجھانے کے تم اس کی مدد کرنے آگئے۔ ارے یہ زویہ نہیں ہے کوئی خوب صورت حسین لڑکی۔ جسے بچا کر یا اسپتال پہنچا کر اس کی نظروں میں ہیرو بنا جا سکے یہ سمیر ہے سمیر۔ ساری یونیورسٹی کو لگتا ہے کہ نمل نے سمیر کی خاطر بھی خرم کو گھاس نہیں ڈالی اور بالآخر اسی کی وجہ سے ان کی منگنی بھی ٹوٹ گئی اور تم اس کی جان بچانے کے لیے پولیس وغیرہ کے جھمیلے میں پڑنا چاہ رہے ہو تم تینوں کا دماغ چل گیا ہے۔" وکی کی زبان کسی طور رکنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

مگر خرم کی طرح نادر بھی خاموشی سے اسے گاڑی میں ڈالنے میں مصروف رہا اور وکی کو جواب تک دینا ضروری نہیں سمجھا۔ جب وہ کسی نہ کسی طرح اسے پچھلی سیٹ پر لٹانے میں کامیاب ہوگئے تب انہوں نے خود بھی گاڑی میں بیٹھ کر تیزی سے گاڑی کے دروازے بند کیے اور وکی کو وہیں اکیلا چھوڑ کر اس پر دھول اڑاتے اسپتال کی طرف جانے کے لیے گاڑی تیزی سے آگے بڑھا دی۔

سیٹ کی بیک سے ٹیک لگا کر خرم نے کئی گہرے گہرے سانس لیے اور جب اس کی حالت کچھ بحال ہوئی تو اس نے جیب سے موبائل نکالا اور فرقان حسن کے دوست جو محکمہ پولیس میں ڈی آئی جی تھے انہیں کال کرنے لگا۔

وہ فرقان حسن کے کافی اچھے دوست تھے۔ بلال اختر کا یہ گھر جواب فرقان حسن کا تھا فرقان حسن نے ان سے مشورے کے بعد ہی خریدا تھا۔ انہوں نے ہی گھر کے متعلق فرقان کو ساری معلومات دی تھی کہ اس گھر کے مکینوں کا خیال ہے کہ یہاں کسی روح کا بسیرا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خرم کو یقین تھا اسپتال کا عملہ سمیر کے کندھے میں لگی گولی کو دیکھ کر اسے لینے میں ٹال مٹول کرے گا جبکہ سمیر کو فوری طبی امداد کی سخت ضرورت تھی۔

ڈی آئی جی صاحب کو فون کر کے وہ اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی ساری کارروائی عمل میں لا سکتا تھا۔ انہوں نے اس کا فون سنتے ہی سب سے پہلے یہی کہا۔

"یہ تم نے کس پرابلم میں ہاتھ ڈال دیا ہے اب دعا کرو کہ وہ لڑکا پولیس کو اسٹیٹ مینٹ دینے سے پہلے مر نہ جائے ورنہ تم مشکل میں آسکتے ہو۔ خیر تم اسپتال پہنچو میں سب انتظام کرتا ہوں۔" خرم کو ان سے اسی جواب کی توقع تھی۔ فون بند کر کے اس نے سکون سے آنکھیں بند کرلیں اور سر سیٹ کی بیک پر گرا لیا۔

ڈی آئی جی صاحب نے واقعی ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے سب سنبھال لیا لہٰذا ان کے پہنچتے ہی سمیر کو ہاتھوں

ہاتھ لیا گیا۔

خون بہت بہہ جانے کی وجہ سے وہ مکمل طور پر بے ہوش تھا یہ بے ہوشی ابدی بھی ہو سکتی تھی مگر بہر حال اس وقت کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔

خرم' نادر اور ہارون اسے ایڈمٹ کرا کر اس کے گھر والوں کے آنے سے پہلے اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے کیونکہ اب کسی میں بھی یونیورسٹی واپس جانے کی ہمت نہیں تھی اعصاب جیسے بالکل شل ہو کر رہ گئے تھے۔

اوپر سے خرم کے تو سارے کپڑے خون سے گندے ہو گئے تھے اس نے گھر جاتے ہی گرما گرم پانی سے شاور لیا تو اس کثافت کے ساتھ جیسے تھکن بھی نالی میں بہہ گئی وہ اتنا پر سکون ہو کر باہر آیا تھا کہ بستر پر لیٹتے ہی سو گیا۔

اپنا موبائل اسی مقصد سے آف کر رکھا تھا کہ کوئی اسے پریشان نہ کرے ورنہ وکی جیسی گفتگو کرنے والے اور "اب آگے کیا ہوا" جاننے کے تجسس میں ہلکان یونیورسٹی کے بے حساب اسٹوڈنٹس حتیٰ کہ پروفیسرز تک فون کر کرکے اس کا دماغ کھا گئے ہوتے جبکہ وہ اس قدر اعصاب شکن ماحول کے بعد کسی گاسپ کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

وہ اتنا تھکا ہوا تھا کہ بستر پر لیٹتے ہی جو سویا ہے تو مسز فرقان کے بری طرح دروازہ پیٹنے پر اس کی بمشکل آنکھ کھلی۔ اس نے مندی مندی آنکھوں سے وال کلاک کی طرف دیکھا تو گھڑی کو چھ کے ہندسے اوپر دیکھ کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ وہ کئی گھنٹے سو گیا تھا حالانکہ وہ دوپہر میں سونے کا عادی نہیں تھا اور اتنے گھنٹے تو وہ دن میں کبھی بھی نہیں سویا تھا اسی لیے مسز فرقان پریشان ہو کر اسے جگانے آگئی تھیں۔ خرم نے اٹھ کر جلدی سے دروازہ کھولا تو انہوں نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"آر یو او کے خرم؟ کب سے سو رہے ہو اور موبائل کیوں آف کر رکھا ہے کتنی بار تمہارے دوستوں کا فون گھر پر آیا ہے اور یہ سمیر کون ہے؟" ایک ہی سانس میں انہوں نے سب پوچھ ڈالا۔

"سمیر کے بارے میں کوئی اطلاع آئی ہے کیا؟" خرم نے ان کے سارے سوال نظر انداز کر کے ٹھٹک کر پوچھا۔

"نادر نے فون کیا تھا پندرہ منٹ پہلے۔ اس نے کہا تھا سمیر ٹھیک ہے اور۔۔۔۔"

"اللہ تیرا شکر ہے۔" خرم کے منہ سے بے اختیار نکلا تو مسز فرقان جو آگے بھی کچھ کہہ رہی تھیں حیران ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

"کون ہے سمیر اور کیا ہوا ہے؟"

"میری یونیورسٹی میں پڑھتا ہے اسے کچھ چوٹیں آگئی تھیں بٹ تھینک گاڈ کہ وہ اب ٹھیک ہے۔" خرم نے انگلیوں سے بال بناتے ہوئے پر سکون انداز میں کہا۔

ایک انسانی جان کا بچ جانا بڑا تقویت بخش ہوتا ہے۔ خرم اتنی محنت سے اسے اسی لیے اسپتال لے کر گیا تھا کہ وہ اتنا بے حس نہیں تھا کہ کسی انسان کو اپنی آنکھوں کے سامنے دم توڑتے دیکھ سکتا۔

لیکن ایک پولیس کیس میں ہاتھ ڈال کر قدرتی طور پر وہ تھوڑا سا پریشان بھی تھا پہلے ہی زوبیہ کو لے کر اس کی ذات کئی سوال اور شکوک کے دائرے میں رہی اب وہ مزید کسی اسکینڈل میں انوالو نہیں ہونا چاہتا تھا اور یہاں تو سمیر کے مر جانے کی صورت میں اس کے والدین بھی مشکل میں آجاتے لہٰذا سمیر کی جان بچ جانے کا سن کر وہ خود کو ایک دم ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا۔

"صرف چوٹیں آئی ہیں اسے؟ وکی تو کچھ اور کہہ رہا تھا۔" مسز فرقان کچھ مشکوک انداز میں اسے دیکھ رہی تھیں۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ؟" خرم نے ذرا بھی پریشان ہوئے بغیر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس کی زبان سمجھ میں آگئی ہوتی تو تم سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی پتا نہیں کیسی لینگویج ہے اس کی۔

آنٹی بڑا پھڈا ہو گیا ہے

خرم کی تو واٹ لگ جائے گی

بس دعا کریں کہ سمیر اوڑ پھو ہونے سے پہلے پولیس کو بیان دے دے۔" مسز فرقان برے برے منہ بناتے ہوئے بولیں تو خرم کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"اسی لیے آپ نے گھبرا کر مجھے اٹھا دیا۔ پہلے آپ ایک کپ چائے پلائیں مزے دار قسم کی پھر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا ہوا تھا۔"

"چائے تو میں پلا دوں گی۔ مگر میں نے اس لیے تمہیں گھبرا کر نہیں اٹھایا ہے کہ تمہارے دوست کی لینگویج اتنی خراب ہے بلکہ کچھ دیر پہلے نمل کا فون آیا ہے اس لیے تمہیں جگانا پڑا۔" خرم جو باتھ روم جانے کے لیے پلٹ رہا تھا چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

مسز فرقان کو اس کے ٹھٹکنے پر بڑا مزا آیا تھا تب ہی وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھے گئیں جیسے اس کی حالت سے لطف اٹھا رہی ہوں۔

"اب آگے بھی بول دیں کیوں میرا صبر آزما رہی ہیں۔"

"میں کیا بولوں جیسے تمہیں خود پتا نہیں ہے۔" مسز فرقان انجان بنتے ہوئے بولیں۔

"کیا پتا نہیں ہے؟" خرم ان پر اپنی بے چینی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا' لیکن وہ جانے بغیر چین سے بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا چنانچہ پوچھنے پر مجبور تھا۔

"بڑی پریشان لگ رہی تھی تمہارے لیے۔" انہوں نے لفظ "تمہارے لیے" کو بڑا کھینچ کر ادا کیا۔

خرم سمجھ تو گیا تھا لہٰذا اب اس نے خود پر ضبط کر لیا اور ان سے کوئی بھی سوال نہیں کیا بلکہ وہ انہیں یہاں سے بھیجنے کے متعلق سوچنے لگا تاکہ جلدی سے نمل کو فون کر کے اس سے بات کر سکے۔

مگر مسز فرقان اتنی آسانی سے ٹلنے والی نہیں تھیں وہ تو مسکرا مسکرا کر اور رک رک کر بول رہی تھیں جیسے خرم کو چھیڑ کر محظوظ ہو رہی ہوں۔

"کہہ رہی تھی آنٹی خرم کا فون مستقل بند جا رہا ہے اس کے کسی دوست کا نمبر بھی میرے پاس نہیں۔ سب ٹھیک تو ہے نا' خرم کہاں ہے؟" آخری جملہ کہتے ہوئے مسز فرقان نے ستر کی دہائی کی فلمی ہیروئنوں کی طرح ماتھے پر ہتھیلی کی پشت رکھ کر بڑے دکھی انداز میں کہا۔

خرم نے بمشکل اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو روکا اور بات بدلنے کے لیے سرسری لہجے میں کہنے لگا۔

"اچھا اسی لیے آپ نے گھبرا کر مجھے اتنی مزے دار نیند سے جگا دیا۔" خرم کا اندازہ غلط نہیں تھا یہ اور بات تھی کہ خرم کو مطمئن دیکھ کر مسز فرقان کی ساری پریشانی ختم ہو گئی۔

بلکہ نمل کا فون سن کر انہیں اتنی فکر ہوئی تھی کہ انہوں نے نمل سے کوئی اور بات بھی نہیں کی وہ تو انہیں اب خیال آ رہا تھا کہ اس کے لہجے کی بے قراری سن کر انہیں تھوڑا بہت نمل کو بھی چھیڑنا چاہیے تھا اس وقت پریشانی میں وہ یہ تو نہیں کر سکیں البتہ اب خرم کو وہ اتنی آسانی سے معاف نہیں کرنے والی تھیں۔

"ظاہری بات ہے' جس لڑکی سے تم نے مذاق میں منگنی ختم کرلی۔ وہ تمہارے لیے آج بھی اتنی پریشان ہے یہ جان کر مجھے فکر نہیں ہو گی کیا۔"

"اچھا۔۔۔ اچھا۔ آپ جا کر چائے بنوائیں میرے لیے۔" خرم نے انہیں آنکھیں گھماتا دیکھ کر تیزی سے کہا تو وہ جان چھوڑتے ہوئے بھی ایک جملہ اس کی طرف اچھال گئیں۔

"جب تم میرے ساتھ کھانے پر اس کے گھر گئے تھے تب تم دونوں کا رویہ دیکھ کر مجھے ایسا لگا تھا جیسے تم لوگوں کا آپس میں کوئی تعلق ہی نہیں ہے 'مگر آج....'" انہوں نے ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ خرم کو سر سے پیر تک دیکھا اور اور سیڑھیاں اتر گئیں۔

خرم کچھ دیر تو کھڑا مسکراتا رہا پھر اپنا کمرہ بند کر کے اس نے موبائل اٹھالیا۔

موبائل آن کرنے پر ان گنت میسجز سامنے آگئے اس میں نمل کے بھی ایس ایم ایس موجود تھے 'مگر وہ فی الحال پڑھنے کی بجائے اسے سننا چاہتا تھا لہٰذا وہ اسے کال ملانے لگا۔ نمل نے بھی دوسری گھنٹی پوری ہونے سے پہلے ہی فون ریسیو کرلیا۔

"ہیلو خرم کہاں ہو تم میں کب سے تمہیں فون کر رہی ہوں۔" نمل کی آواز میں اتنی بے چینی تھی کہ کچھ لمحوں کے لیے خرم کچھ بول ہی نہیں سکا اور ان کچھ لمحوں میں ہی نمل نے جانے کیا کچھ سوچ لیا تب ہی جھنجلا ہوئے انداز میں بولی۔

"ہیلو خرم تم کچھ بول کیوں نہیں رہے کیا تمہیں پولیس نے اریسٹ کرلیا ہے۔" خرم کی بے اختیار ہنسی نکل گئی۔

"مجھے پولیس کیوں اریسٹ کرے گی 'میں نے کیا کیا ہے؟"

"لیکن یونیورسٹی میں تو سب یہی کہہ رہے تھے کہ پولیس تمہیں ہی گرفتار کرے گی ہمارے ملک میں تو جو جان بچانے پہنچتا ہے سب سے پہلے اسی کو دھرلیا جاتا ہے۔" نمل بولتے ہوئے روہانسی ہوگئی تو خرم ایک دم سنجیدہ ہوگیا۔

اچانک اس کی ساری پریشانی خرم کو بخوبی سمجھ میں آگئی تھی آج صبح ہی تو اس نے بتایا تھا حشام نامی ایک لڑکے کے بارے میں جسے پولیس نے بغیر کسی قصور کے حراست میں لے لیا تھا اور پھر تھرڈ ڈگری ٹارچر کر کے اسے ہمیشہ کے لیے معذور کردیا جس کے بعد چند دن پہلے اس کی زندگی کا اختتام خودکشی پر ہوا تھا۔

نمل نے جب سے یہ سنا ہوگا کہ وہ سمیر کو اسپتال لے کر گیا ہے اور اب خود اسی کے خلاف پولیس کیس بن سکتا ہے اس کی جان سولی پر اٹکی ہوگی تمام ذرائع سے خرم کی خیریت معلوم کرنے میں جب وہ ناکام ہوگئی تب ہی اس نے سخت مجبوری کے عالم میں خرم کے گھر فون کیا ورنہ اس کے گھر والوں سے بات کرنا وہ بھی ان حالات میں کہ ان کے مابین رشتہ بظاہر ٹوٹ چکا ہو نمل کے لیے ہرگز آسان نہ ہوگا۔

"نہیں نمل وہ بے چارے اور ہوتے ہیں جو پولیس کے مظالم کا شکار ہوجاتے ہیں مجھ پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہیں ہے۔ میں سمیر کو اسپتال میں داخل کر کے سیدھا اپنے گھر آگیا تھا اور تب سے اب تک موبائل آف کر کے سو رہا تھا مجھے ذرا بھی خیال نہیں آیا کہ تمہیں فون کر کے اپنی خیریت کی اطلاع دے دیتا اصل میں مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ تمہیں اتنے وہم ستا رہے ہوں گے۔" خرم رسانیت سے اسے سمجھانے لگا۔

دوسری طرف نمل جو اتنے گھنٹوں سے ایک عذاب میں مبتلا تھی خرم کی خیریت سے ہونے کا سن کر ایک دم ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"کیا ہوگیا ہے نمل میں تو تمہیں بہت بہادر سمجھتا تھا تم اتنی بزدل نکلیں۔" خرم صرف اس کا دھیان بٹانے کے لیے اپنے لہجے کو شوخ بناتے ہوئے بولا ورنہ حقیقتاً "تو اسے دکھ ہوا تھا کہ نمل اس کی وجہ سے اتنی پریشان رہی وہ مزے سے موبائل بند کیے سوتا رہا تب ہی نمل روتے ہوئے بولی۔

"میں بہادر نہیں ہوں خرم اور کچھ لوگوں کے معاملے میں تو بالکل بھی نہیں۔ امی 'سنبل' رومیلہ اور تمہارے لیے میرا دل بہت کمزور ہے۔ پہلے ہی حشام والے واقعہ کو لے کر میں اتنی ڈسٹرب تھی اور پھر اس پر تمہارا سمیر کو

بچانے کے لیے خود کو خطرے میں ڈالنا.... اگر تھوڑی دیر اور تمہاری خیریت پتا نہ چلتی تو میں تو شاید مر ہی جاتی۔" وہ اتنی بے ساختگی سے بولی کہ خرم کتنی ہی دیر اس کی بات کے سحر میں گرفتار خاموش کھڑا رہا۔

دوسری طرف نمل کو بھی اتنی دیر اپنی گھٹن نکالنے کا موقع مل گیا 'مگر جب روتے ہوئے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں تب خرم کو بولنا پڑا۔

"بس کرو یار۔ تمہارے آنسو مجھے شرمندہ کر رہے ہیں کہ میں سوتا رہا اور تم...."

"ہاں تو تمہیں شرمندہ ہونا بھی چاہیے ذرا شرم نہیں ہے تمہیں کہ کم از کم یونیورسٹی کے اور کسی شخص کو نہ سہی مجھے ایک فون ہی کردیتے۔" نمل نے بگڑ کر اس کی بات کاٹ دی۔

"او کے ساری غلطی میری ہے آئی ایم سوری۔ اصل میں نادر اور ہارون میرے ساتھ تھے۔ سمیر کو اسپتال پہنچا کر ہم تینوں نے آپس میں طے کیا تھا کہ لوگوں کے سوالوں اور انکوائری سے بچنے کے لیے فی الحال کسی سے بات کریں گے نہ ملیں گے کچھ گھنٹوں میں سمیر کی حالت کا اندازہ ہوجائے گا پھر پولیس اور طلحہ وغیرہ کے گروپ سے سمیر اور اس کے گھر والے خود ہی نبٹ لیں گے۔ میں اتنا تھک گیا تھا کہ میں آتے ہی سو گیا ورنہ تمہارا میسج دیکھ کر تم سے تو بات کر ہی لیتا لیکن خیر وہ جو کہتے ہیں نا کہ ہر کام اچھے کے لیے ہوتا ہے تو واقعی ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اگر اتنی دیر میں لاپتا نہ رہتا تو تمہارا یہ روپ بھی سامنے نہ آتا بلکہ اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ تم میرے لیے اتنا رو سکتی ہو تو میں یہ منظر دیکھنے کے لیے بہت پہلے ہی سمیر کو خود ہی گولی مار دیتا۔" اپنی بات پر خرم خود ہی زور سے ہنسا جبکہ نمل واقعی چڑ گئی۔

"تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے خرم۔ تم اتنی بری سچویشن کو انجوائے کر رہے ہو تمہیں پتا ہے تم کتنی بڑی مشکل میں پھنس سکتے تھے۔"

"ہاں پھنس سکتا تھا 'مگر تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ سمیر اب خطرے سے باہر ہے لہٰذا وہ بیان دے دے گا اور اب مجھ پر کوئی بات نہیں آسکتی۔" خرم بولا تو نمل جرح کرنے والے انداز میں کہنے لگی۔

"ہاں مجھے پتا ہے سمیر کو ہوش آگیا ہے۔ تم سے تو کانٹیکٹ ہو نہیں رہا تھا میں تب سے فیس بک آن کیے بیٹھی ہوں۔ حالانکہ یونیورسٹی کی یہ تھرڈ کلاس فیس بک میں نے کبھی سرچ نہیں کی۔ اتنے گھٹیا کمنٹس ہوتے ہیں لوگوں کے کہ دل چاہتا ہے کہ ان کے گھر میں گھس کر ان کی اتنی پٹائی کروں کہ دماغ ٹھیک ہوجائے سب کا۔" نمل کے چبا کر کہنے پر خرم ہنس پڑا اور اپنا کمپیوٹر آن کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"ایسا کیا لکھ دیا بے چاروں نے۔"

"کم از کم ان لوگوں کو بے چارہ تو مت کہو ہم دونوں کو تو سب سے زیادہ اس فیس بک کو بھگتنا پڑا ہے ابھی بھی سمیر کو گولی لگی ہے معلوم نہیں وہ زندہ بچے گا یا نہیں۔ ایک انسان مر رہا ہے اور یہ بے حس لوگ اسے بھی ٹرائی اینگل لو اسٹوری کہہ رہے ہیں۔" نمل شدید غصے میں بول رہی تھی۔

خرم کا کمپیوٹر آن ہوچکا تھا اس کے سامنے بھی اس حادثے کو لے کر اتنے تبصرے تھے کہ سب کو پڑھنا ایک وقت طلب کام تھا۔

خرم سرسری سی نظر ڈالتا آگے بڑھتا گیا 'لیکن سمیر اور اسے لگنے والی گولی کی بجائے اسٹوڈنٹس نے خرم کا اس کی جان بچانے کی کوشش پر زیادہ تعجب اور دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

نمل کا کہنا واقعی سچ تھا کچھ لوگوں نے تو انتہا کردی تھی ان کا خیال تھا کہ نمل نے خرم سے منگنی سمیر کی خاطر توڑی تھی لہٰذا جب سمیر کی طلحہ وغیرہ سے لڑائی ہو رہی تھی تب خرم نے کہیں سے چھپ کر سمیر پر گولی چلائی اور پھر خود ہی اس کی جان بچانے آگیا۔

لیکن جن لوگوں کا یہ خیال تھا کہ خرم نے انسانیت کے ناتے یہ سب کیا ہے انہوں نے نمل کو مشورہ دیا تھا کہ اسے سمیر کی بجائے خرم کا انتخاب کرنا چاہیے۔

کچھ تبصروں سے لگ رہا تھا کہ یہ یقیناً "لڑکیوں نے لکھے ہیں جنہوں نے یہاں تک لکھا تھا سمیر جیسے چھچھورے لڑکے کے لیے نمل نے خرم جیسے ڈیشنگ بندے کو چھوڑ کر زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے خرم اور سمیر کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے لہٰذا کم از کم آج خرم کی اس حرکت کے بعد نمل کو خرم کی طرف پلٹ جانا چاہیے یعنی عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔

خرم باآواز بلند یہ کمنٹس پڑھ رہا تھا جب نمل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے آگے لکھے ایک اور تبصرے کی جانب اس کی توجہ مبذول کرائی۔

"یہ بھی لگتا ہے کسی لڑکی نے ہی لکھا ہے۔ کہ اب خرم کو چاہیے کہ نمل کے پلٹ کر آنے پر اسے بالکل گھاس نہ ڈالے بلکہ یونیورسٹی کی ہی کسی اور لڑکی سے افیر چلائے نمل اسی قابل ہے۔" نمل نے جس طرح جل بھن کر کہا خرم قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"یہ کہاں لکھا ہے۔ یہ تو بالکل سچ ہے تمہارے ساتھ یہی ہونا چاہیے۔" خرم تیزی سے ماؤس چلاتے ہوئے خوش دلی سے بولا۔

"بہت نیچے آنا ہوگا" نمل چڑ کر بولی۔

مگر خرم کی تیزی سے حرکت کرتی انگلی ایک دم رک گئی کسی نے طلحہ وغیرہ کے گروپ کے ساتھ سمیر کی لڑائی کی تصویریں ڈالی تھیں۔

جن میں دو تین تصویریں خرم کی بھی تھیں۔ خرم سمیر کے پاس آیا تھا اور اسے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا اور بالآخر ایک تصویر میں وہ اسے کندھے پر ڈال کر اٹھا کر لے جاتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ خرم بغیر پلک جھپکائے اس منظر کو دیکھتا رہا جبکہ نمل اس کی خاموشی کا کچھ اور مطلب سمجھتے ہوئے حیرانی سے بولی۔

"کیا ہوا ملا نہیں اب تک۔ یا تم رک گئے ہو اپنی تعریفیں پڑھنے کے لیے۔ ویسے ایک بات ہے اس حادثے نے تمہیں تو یونیورسٹی میں ہیرو بنا دیا ہے۔

دشمن گروپ کے لڑکے کو تم نے بچایا ہے جبکہ اتنے سیکڑوں لوگ موجود تھے مگر کوئی آگے نہیں بڑھا۔ مجھے پورا یقین ہے یہ سارے تبصرے لڑکیوں نے لکھے ہیں اور یہ لڑکی تو تم پر بہت ہی فدا ہے۔ جس نے لکھا ہے کہ تمہاری صرف لکس ہی ہیرو جیسی نہیں ہیں بلکہ تم واقعی ہیرو ہو۔" نمل نہ جانے کون سا تبصرہ پڑھ رہی تھی اپنی بات پر وہ خود ہی ہنس پڑی۔

اتنی دیر سے وہ خرم کے لیے پریشان تھی مگر اب خرم کی خیریت کی جانب سے مطمئن ہونے کے بعد وہ جیسے ایک دم ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔

یہ سارے تبصرے اس نے سرسری انداز میں پڑھے تھے صرف اس جلدی میں کہ کہیں سے خرم کی کوئی اطلاع مل جائے اب انہیں سکون سے پڑھنے میں اسے واقعی لطف آ رہا تھا کیونکہ جب انسان اندر سے خوش ہوتا ہے تو اسے اردگرد ہر چیز خوبصورت لگتی ہے اور خرم کی تعریف پڑھنا تو اسے اس وقت زندگی کا سب سے انوکھا اور اچھوتا احساس لگ رہا تھا۔

خرم کے لیے اپنے جذبات سے وہ خود بھی اس حد تک آگاہ نہیں تھی اسے بالکل علم نہیں تھا کہ خرم پر کوئی آنچ آنے کا محض خطرہ اسے اس حد تک کمزور بنا سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگیں اس کی بھوک پیاس اڑ جائے اور ہر پل اس کا دل اور زبان صرف اس کی خیریت کے لیے دعا گو ہوں۔

اپنے یہ احساسات خود اس کے اپنے لیے حیران کن تھے اسے خود سے ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ وہ کبھی کسی کے لیے اس طرح اور اس حد تک سوچ سکتی ہے۔

وہ محبت کو حماقت نہیں سمجھتی تھی لیکن اس کا یہ ضرور سوچنا تھا کہ شدید محبت انتہا پسند کرتے ہیں، جو زندگی میں اعتدال نہیں رکھ سکتے۔

مگر آج اس پر اور اک ہوا تھا کہ محبت وہی ہوتی ہے، جو شدید ہو ورنہ بصورت دیگر وہ صرف ایک پسندیدگی ہوتی ہے، جو وقتی اُبال بھی ہو سکتا ہے۔

اس لیے اپنے احساسات سے آگاہی نے اسے ایک انوکھی طمانیت بخشی تھی کیونکہ اسے پہلی بار پتا چلا تھا کہ کسی کے آگے ہار کر بھی انسان اتنا خوش ہو سکتا ہے۔

اور یہ اس کی خوشی کی انتہا ہی تھی کہ وہ خرم کی تعریفیں پڑھ کر اتنی مگن ہو گئی تھی کہ خرم کے اچانک خاموش ہو جانے کو محسوس نہ کر سکی۔

اسے محسوس ہی نہیں ہوا کہ وہ خود ہی بولے جا رہی ہے اور دوسری طرف سوچوں میں غرق خرم اسے سن ہی نہیں رہا۔

تبھی خرم کے موبائل کی دوسری لائن پر گھنٹی بجنے لگی تو خرم موبائل کان سے ہٹانے پر مجبور ہو گیا اسکرین پر ہارون کا نام دیکھ کر خرم کا اس سے بات کرنے کا ارادہ تو نہیں تھا مگر فی الوقت وہ نمل کی بات سن نہیں پا رہا تھا لہٰذا نمل کو فون بند کرنے کے لیے کہنے لگا۔

"نمل، ہارون کا فون آ رہا ہے میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ آگے کے تبصرے ضرور پڑھ لینا جب سمیر کی جان بچ جانے کی اطلاع ملی ہے تب لوگوں نے باقاعدہ افسوس کا اظہار کیا ہے کہ اب بے چاری نمل کنفیوژ رہے گی کہ خرم اور سمیر میں سے کس کا انتخاب کرے سمیر اگر مر جاتا تو نمل کے لیے فیصلہ آسان ہو جاتا۔" جب یہ تبصرہ نمل نے پڑھا تھا تو اس کا خون کھول اٹھا تھا لیکن اب خرم کو بتاتے ہوئے وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

خرم نے اس کی بات پر کوئی بھی تبصرہ کیے بغیر فون بند کر دیا اس کی نظریں بدستور اسکرین پر تھیں اس نے ہارون کا فون اٹینڈ کیے بغیر موبائل سوئچ آف کر دیا تھا۔ کیونکہ اس کا ذہن اس وقت جو سوچ رہا تھا اسے مکمل یکسوئی کی ضرورت تھی وہ ذرا سی بھی مداخلت نہیں چاہتا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج زوبیہ کو غائب ہوئے تیسرا دن تھا اور آج تیسرے دن بھی بلال اختر آفس نہیں گئے تھے حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ کسی پریشانی کی وجہ سے کام چھوڑ کر گھر میں بیٹھ گئے ہوں۔

مگر پہلی بار انہیں سارا بزنس، ساری ڈیلز، ساری میٹنگز اور سارا پروفٹ سب بے کار کی باتیں اور بے جا بھاگ دوڑ لگ رہی تھیں۔

ایسا لگ رہا تھا جیسے زندگی بھر جو کچھ بھی کیا ہو سب بے مصرف رہا ہو ان کا کام سے کیا دل اچاٹ ہوا تھا لگ رہا تھا زندگی میں کچھ باقی ہی نہیں بچا کیونکہ کام کے علاوہ ان کی زندگی میں کچھ تھا ہی نہیں۔

ٹھیک یہی حال عائشہ اختر کا تھا اپنی پارٹیز، اپنی شاپنگ اور پارلر کے ریگولر وزٹ ہی ان کی زندگی کا محور تھے یہ سب چیزیں چھوڑ تو انہوں نے تب ہی دی تھیں جب زوبیہ پاگل خانے میں بھرتی ہوئی تھی۔

مگر تب انہیں لگتا تھا یہ ایک وقتی پریشانی ہے، جس سے وہ جلدی نکل آئیں گی مگر اب ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے

زندگی ہمیشہ کے لیے رک گئی ہو اور اس سے آگے کبھی نہیں بڑھے گی۔

زوبیہ کو لاپتا ہوئے تیسرا دن ہو گیا تھا وہ عجیب طرح کے نفسیاتی دباؤ کے تحت بلال اختر کے پاس بھی بیٹھنا نہیں چاہتی تھیں مگر بلال اختر خود ہی زبردستی انہیں کمرے سے کھینچ کر لاؤنج میں لے آئے تھے کہ وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر ناشتے کے طور پر کم از کم ایک سلائس ہی کھا لیں حالانکہ اب تو کچھ دیر میں کھانے کا وقت ہونے والا تھا۔

مگر ان دونوں کی ہی بھوک بالکل ختم ہو گئی تھی، صبح کا ناشتا تک تو ان دونوں نے کیا نہیں تھا تو دوپہر میں کھانا بھلا کون کھاتا ہے۔

بلال اختر کے اصرار پر وہ کمرے سے باہر آ کر بیٹھ تو گئیں مگر چائے کا ایک سپ تک نہیں لیا۔

"خود کو سنبھالو عائشہ اگر تمہاری صحت گر گئی تو زوبیہ کے ملنے کے بعد تم اس کا خیال کیسے رکھو گی۔" بلال اختر نے رسانیت سے کہا تو عائشہ اختر خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگیں۔

"اسے بھی ہمارے بارے میں سب پتا ہے۔" عائشہ اختر کھوئے کھوئے انداز میں بولیں۔

"کسے؟ کیا پتا ہے؟" بلال اختر کی سمجھ میں خاک نہیں آیا۔

"خرم! فرقان حسن کا بیٹا۔ جسے ہم نے اپنا وہ گھر بیچا تھا جو گھر تو کبھی تھا ہی نہیں بس ایک بدنما تھی۔" عائشہ اختر کسی ٹرانس کے عالم میں بول رہی تھیں۔

"اسے کیا پتا ہے؟" بلال اختر حیرانی سے بولے۔

"یہی کہ میں نے اپنی ماں کے ساتھ کیا کیا تھا۔"

"اسے کیسے پتا؟ اور تمہیں کیسے پتا کہ وہ سب جانتا ہے؟" بلال اختر چونکے۔

"میں کل ان کے گھر گئی تھی۔"

"کیا؟ کب؟"

"کل رات کو اچانک خیال آیا۔ زوبیہ گھر کے پیچھے بنے سرونٹ کوارٹر میں جا کر بیٹھ جاتی تھی کہیں ایسا تو نہیں کہ پاگل خانے سے بھاگ کر آنے کے بعد وہ اس گھر میں سرونٹ کوارٹر میں جا چھپی ہو جہاں ہم آدھی رات کو اپنے والدین سے چھپ کر ملتے تھے۔"

بس یہ خیال آتے ہی میں نکل گئی۔ مگر وہاں جا کر یہ بتانے کی ہمت نہیں ہوئی کہ زوبیہ کو سرونٹ کوارٹر میں تلاش کرنے آئی ہوں۔

وہ تو یہی سوچتے کہ زوبیہ کے ساتھ ساتھ اس کی ماں کی دماغی حالت بھی خراب ہو گئی ہے لہٰذا صرف خرم سے بات کر کے آ گئی کہ شاید اسے کچھ علم ہو زوبیہ کے متعلق۔

لیکن وہاں جا کر پتا چلا اسے زوبیہ کے بھاگ جانے کی کوئی خبر نہیں لیکن اسے ہمارے بارے میں سب پتا ہے بالکل چلتے وقت مجھے پتا چلا تھا ورنہ میں اس کی آنکھیں پڑھنے کی کوشش کرتی کہ وہ میرے متعلق کیا سوچ رہا ہے۔

مجھے گھٹیا سمجھ رہا ہے۔ یا ایک زبردست اداکارہ جو ماں کو بے وقوف بنا لے وہ معمولی لڑکی تو نہیں ہو سکتی۔"

عائشہ اختر خود کلامی کے انداز میں بول رہی تھیں۔

"وہ ایسا کچھ نہیں سوچ رہا ہو گا لیکن اسے پتا کیسے چلا؟" بلال اختر کچھ چڑ کر بولے۔

"جب اللہ تعالیٰ کو ذلیل کرنا ہوتا ہے تو وہ کسی نہ کسی طرح راز فاش کر ہی دیتا ہے۔ جب زوبیہ کو ہی سب پتا چل گیا تو خرم تو غیر ہے وہ کچھ بھی جان لے کیا فرق پڑتا ہے۔

پتا نہیں زوبیہ نے میرے متعلق کیا سوچا ہو گا جب اسے خبر ہوئی ہو گی کہ اس کی ماں اتنی بڑی ڈرامہ ہے اپنی ماں

اور بھائی بھابھی کے ساتھ اتنا بڑا فراڈ کیے بیٹھی ہے۔" عائشہ اختر بالکل کھوئے کھوئے انداز میں بول رہی تھیں۔
بلال اختر کو ان کی یہ پچھتاوے پر مبنی گفتگو سخت گراں گزر رہی تھی مگر وہ صرف ان کی حالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کیے بیٹھے انہیں سنتے رہے۔
"تکلیف تو ہوتی ہو گی زوبیہ کو۔ ہمیشہ سے شائستہ خالہ کے متعلق پوچھتی رہی اور ہم ہمیشہ اسے جھڑکتے رہے کہ تمہاری کوئی خالہ نہیں۔
لیکن اسے کبھی بتایا نہیں کہ جب تمہاری کوئی خالہ تھیں ہی نہیں تو یہ نام اور یہ کردار پیدا کیسے ہوا۔
جب حقیقت کا انکشاف اس پر ہوا تو وہ دلبرداشتہ ہو گئی اور صرف اس پاگل خانے سے ہی نہیں بلکہ ہم سب کو چھوڑ کر بھاگ گئی۔" بلال اختر خود پر ضبط کیے بیٹھے رہے۔
اس قسم کی گفتگو وہ تب سے کر رہی تھیں جب سے زوبیہ غائب ہوئی تھی البتہ خرم والی بات نئی تھی اور وہ اسی کا جواب سننے کے منتظر تھے۔ مگر وہ بار بار انہیں کریدنا بھی نہیں چاہتے تھے لہٰذا خاموشی سے انتظار کر رہے تھے کہ وہ خود کب اس موضوع پر لوٹ کر آتی ہیں اور اس سوال کا جواب دیتی ہیں کہ خرم یہ سب کیسے جانتا ہے۔
لیکن اس سے پہلے کہ ان کا یہ انتظار ختم ہوتا ملازم نے آکر ریاض غفار کے آنے کی اطلاع دے کر عائشہ اختر اور بلال اختر کو اپنی جگہ سے اچھلنے پر مجبور کر دیا۔
"ریاض غفار!" بلال اختر نے اچنبھے کے ساتھ دہرایا۔
"جی صاحب انہوں نے اپنا یہی نام بتایا ہے۔" ملازم بولا تو عائشہ اختر فوراً" اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں۔
"ارے تو... تو تم یہاں کیوں کھڑے ہو۔ جاؤ جا کر انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ کیا وہ اکیلے آئے ہیں یا ان کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟" عائشہ اختر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔
"ایک خاتون اور ایک نوجوان ہے۔" ملازم ان کی بے پایاں خوشی کو دیکھتے ہوئے کچھ حیرانی سے بتانے لگا۔
"شگفتہ بھابھی اور الیان ہوں گے۔ اوہ مائی گاڈ! کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی۔ ارے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو جاؤ جا کر بٹھاؤ انہیں۔" عائشہ اختر کے حواس معطل ہو گئے تھے۔
بلال اختر کو بھی ان کی آمد پر حیرت تھی مگر ساتھ ہی انہیں کوفت بھی ہو رہی تھی وہ ان سے ہرگز ملنا نہیں چاہتے تھے مگر عائشہ اختر اتنی خوش تھیں کہ وہ کچھ کہہ بھی نہیں پا رہے تھے۔ چار و ناچار انہیں بھی عائشہ اختر کے ساتھ ریاض غفار سے ملنے کے لیے ڈرائنگ روم میں آنا پڑا۔
عائشہ اختر ایک مدت بعد اپنے روبرو اپنے سگے بھائی کو دیکھ کر فرطِ مسرت سے سن ہو گئیں جبکہ ریاض غفار، عائشہ اختر کی اجڑی ہوئی حالت دیکھ کر دکھ اور صدمے سے گنگ رہ گئے۔
شگفتہ غفار بھی عائشہ اختر جیسی اپ ٹو ڈیٹ رہنے والی ہستی کو بالکل ٹوٹا ہوا دیکھ کر دل مسوس کر رہ گئیں۔
کتنی ہی دیر وہ سب اپنی جگہ کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے آخر الیان نے گلا کھنکھارتے ہوئے خاموشی کو توڑنے کے لیے سلام کیا تو جیسے سب ہوش میں آ گئے۔
"بھیا... آپ... آپ یہاں" عائشہ اختر سے بولا ہی نہیں گیا۔
"کیسی ہو عائشہ؟" ریاض غفار گلوگیر لہجے میں بولے تو عائشہ اختر ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔
ریاض غفار نے آگے بڑھ کو فوراً" ان کا سر اپنے سینے سے لگا لیا خود ان کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔
شگفتہ غفار، عائشہ اختر کے لیے کوئی بہت نرم گوشہ نہیں رکھتی تھیں مگر اس وقت ان کے اپنے دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی لہٰذا اس جذباتی منظر کو دیکھ کر وہ بھی آبدیدہ ہو گئیں۔

بس ایک بلال اختر تھے جن کے چہرے پر بے زاری پھیلی تھی جسے اور کسی نے تو نہیں البتہ الیان نے ایک نظر میں بھانپ لیا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو الیان کو اپنا اور اپنے والدین کا یہاں آنا ایک حماقت محسوس ہوتا مگر اس وقت بلال اختر چاہے جیسے بھی پیش آئیں ان کا عائشہ اختر کے پاس ہونا نہایت ضروری تھا۔
ان کے تعلقات تو پہلے ہی خراب تھے اگر بلال اختر کچھ کہہ بھی دیتے ہیں تو کون سا فرق آ جاتا تھا اس کے والدین کے رویے میں۔ جیسے پہلے چل رہا تھا آگے بھی ویسے ہی چلنے والا تھا۔
البتہ آج اگر وہ سب عائشہ اختر کے پاس نہ آتے تو وہ ساری زندگی اپنے آپ سے ضرور شرمندہ رہتے اور پھر جس قسم کے حالات سے وہ لوگ آج کل گزر رہے تھے اس کے باعث شگفتہ غفار کا دل بھی نرم ہو گیا تھا الیان کو یقین تھا عام حالات میں وہ بلال اختر کے رویے کے جواب میں ایک ہنگامہ کھڑا کر دیتیں جبکہ اس وقت بلال اختر نے کوئی نامناسب بات کی بھی تو۔ وہ غصہ پی جائیں گی اور بات بڑھنے نہیں دیں گی۔
بلال اختر کچھ دیر تو کھڑے بہن بھائی کا رونا دھونا دیکھتے رہے پھر بغیر کچھ کہے پلٹ کر کمرے سے نکل گئے انہوں نے گھر آئے مہمانوں سے بات کرنا تو درکنار سلام کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا بلکہ انہیں کمرے میں داخل ہونے کے بعد خیال آیا تھا کہ انہیں اپنی موجودگی ظاہر ہی نہیں کرنی چاہیے تھی عائشہ اختر اکیلی ہی ملنے آ جاتیں اور کہہ دیتیں کہ بلال گھر پر نہیں ہیں۔
الیان ان کے کمرے سے نکلنے پر تلخی سے مسکرا کر رہ گیا۔
کچھ لوگ کبھی نہیں بدل سکتے لیکن انہیں یہ نہیں پتا ہوتا کہ ان کے بدلنے یا نہ بدلنے سے دوسروں کی صحت پر کوئی اثر نہیں ہوتا البتہ ایک وقت آتا ہے جب وہ خود تنہائی محسوس کرنے لگتے ہیں۔
الیان کو یقین تھا بلال اختر پر وہ وقت آ چکا ہے مگر وہ اس کا اعتراف لوگوں سے تو کیا خود اپنے آپ سے بھی نہیں کر سکتے جبکہ عائشہ اختر اس وقت اپنے ہر جرم کا اعتراف ریاض غفار سے رو رو کر کر رہی تھیں جس پر ریاض غفار کی بھی آنکھیں برس رہی تھیں۔
اب اتنے سال گزرنے کے بعد وہ انہیں بھلا اس غلطی پر کیا شرمندہ کرتے جس پر وہ خود ہی پچھتا رہی تھیں لہٰذا وہ ان سارے حالات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش گرداننے کی کوشش کر رہے تھے اور انہیں تسلی دے رہے تھے کہ جو ہوا اسے بھول جاؤ لیکن بھولنا اتنا آسان کہاں ہوتا ہے بقول شاعر۔

یادِ ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

☼ ☼ ☼

یادداشت تو ان کی بڑی اچھی تھی مگر جس بات کو یاد نہ رکھنا ہو اسے وہ بڑی آسانی سے بھول جاتے تھے لہٰذا انہیں کبھی ماضی نے پریشان کیا تھا نہ ضمیر نے ملامت کی تھی چنانچہ وہ اس قسم کی نکتہ چینی کے عادی ہی نہیں رہے تھے انہیں اگر کوئی ذرا بھی کچھ کہہ دیتا تو ان کا موڈ سخت خراب ہو جاتا۔
عظمت خلیل اپنے ٹرسٹ کے آفس آئے ہوئے تھے اور ٹرسٹ کو ملنے والی بہت بڑی رقم کی تفصیلات پڑھ کر نہایت خوش ہو رہے تھے۔
ان کے ادارے کا نام اتنا مشہور تھا کہ انہیں گھر گھر جا کر زکوٰۃ خیرات کے لیے دستِ سوال نہیں پھیلانا پڑتا تھا لوگ اپنے عطیات دینے خود چل کر ان کے پاس آتے تھے۔
اس وقت بھی انٹر کام پر ایک لڑکی کے آنے کی اطلاع انہیں ملی تھی اور کیونکہ وہ اکاؤنٹ چیک کر کے فارغ

ہو چکے تھے لہٰذا انہوں نے بغیر کسی تردّد کے اسے اندر بلالیا۔

کالی چادر اچھی طرح اوڑھے وہ لڑکی جوان کے سامنے آکر کھڑی ہوئی تھی وہ انہیں ایک ہی نظر میں کہیں دیکھی ہوئی لگی تھی مگر انہیں دماغ پر زیادہ زور دینے کی ضرورت تھی نہ عادت چنانچہ وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنے مخصوص (صرف دنیا والوں کے لیے) نرم لہجے میں پوچھنے لگے۔

"ہاں بیٹی بولو کیا بات ہے؟" ان کے ملاوت سے پوچھنے پر وہ خاموشی سے ان کی شکل دیکھتی رہی۔

"کیا پریشانی ہے کھل کر بولو۔ بالکل جھجکنے اور شرمانے کی ضرورت نہیں ہے۔

میرے خیال سے تم رات میں بھی آفس آئی تھیں اس وقت میں یہاں تھا نہیں اور صبح سے بھی تم ہی باہر آئی بیٹھی ہو۔

مجھے بتایا تھا اسسٹنٹ نے۔ مگر میں مصروف تھا اس لیے اندر نہیں بلا سکا۔" وہ اس کی جھجک ختم کرنے کے لیے تفصیل سے کہنے لگے۔

وہ واقعی مصروف تھے اکاؤنٹ جو کہ ان کا پسندیدہ ــــ شعبہ تھا وہ اسے کھنگال رہے تھے لہٰذا کسی ضرورت مند سے ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"مجھے پتا ہے آپ بہت مصروف ہوتے ہیں جب میں پہلی دفعہ آپ سے ملنے آئی تھی کاش میں اس وقت آپ کی مصروفیت دیکھ کر آپ کے گھر جانے کی بجائے مایوس ہو کر اپنے ہی گھر لوٹ جاتی تو آج مجھے آپ کے پاس آنا ہی نہیں پڑتا۔" عظمت خلیل اس کی بات پر کچھ چونک سے گئے۔

"میرے گھر"

انہوں نے پرسوچ انداز میں دہرایا۔

"اتنی پرانی بات تو نہیں ہے کہ آپ مجھے پہچانتے ہی نہیں۔ میں شائلہ ہوں۔

حشام کی بہن" وہ بالکل سپاٹ لہجے میں بول رہی تھی۔

عظمت خلیل کو ایک دم سب یاد آگیا ابھی دو دن سے نیوز میں دوبارہ حشام کا ذکر آیا تھا لہٰذا پورا واقعہ ان کے ذہن میں تازہ ہو گیا۔ بلکہ وہ ایکدم کرسی پر سیدھا ہوتے ہوئے بڑے درد بھرے لہجے میں کہنے لگے۔

"ارے بیٹا میں۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ میں نے تمہیں نہیں پہچانا۔ اصل میں روز اتنے لوگوں سے ملتا ہوں کہ سب کے چہرے یاد نہیں رکھ سکتا۔ ہاں البتہ حشام کا چہرہ مجھے واقعی یاد ہے اس نوجوان کی تصویر تو جیسے آنکھوں کے سامنے چھپ گئی ہے۔

بہت شدید افسوس ہوا ہے مجھے اس کے خود کشی کرنے کے بارے میں سن کر۔ یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ اس جیسے بہادر لڑکے نے یہ قدم کیسے اٹھالیا۔ تمہاری والدہ اب کیسی ہیں میں نے سنا ہے ان کی حالت بھی کافی سیریس ہے۔" انہوں نے ایک کے بعد ایک کئی باتیں کردیں مگر شائلہ بدستور سپاٹ چہرہ لیے ان کے سامنے بیٹھی رہی۔

حشام کی موت کو ابھی اتنا وقت نہیں ہوا تھا کہ وہ افسوس کرنے والے کو اتنے سکون سے دیکھ سکتی بلکہ جوان بھائی کی موت پر تو صبر آنے میں بھی ٹائم لگتا ہے کافی عرصے بعد اگر کوئی شخص تعریف کرے تو گھر والوں کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ اسی لیے اس کا اتنا سنجیدہ اور بالکل بے تاثر چہرہ عظمت خلیل کو الجھن میں مبتلا کرنے لگا۔

"بیٹا تمہیں کوئی بات کرنی ہے تو جلدی بتا دو مجھے آگے بھی لوگوں سے ملنا ہے۔" عظمت خلیل نے اس بار اپنا لہجہ ہلکا سا سرد بنالیا تو وہ بھی ان کی طرح سرد سے لہجے میں کہنے لگی۔

"ہوں آپ کو تو بہت لوگوں سے ملنا ہوتا ہے تاکہ آپ کی شہرت میں بھی اسی شرح سے اضافہ ہو۔ جتنے زیادہ ضرورت مند۔ اتنی زیادہ شہرت۔ اتنا زیادہ نام۔ اتنی زیادہ ہی واہ واہ۔"

لیکن کیا آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ آپ کو دعائیں دینے کے ساتھ ساتھ آپ کو بددعائیں دینے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اور مظلوم کی بددعا تو عرش ہلا دیتی ہے اس سے بہت ڈرنا چاہیے کیونکہ ساری دعائیں ایک طرف اور ایک مظلوم کی بددعا ایک طرف۔ عظمت خلیل کو اس کا لیکچر سخت ناگوار گزرا۔ تبھی نخوت سے کہنے لگے۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ لیکن مجھے کوئی مظلوم بددعائیں دیتا کیونکہ میں ظالم نہیں ہوں جو کسی پر ظلم کرتا ہے اس کے خلاف بددعا پر عرش ہلتا ہے دوسروں کی خدمت میں سرگرداں اللہ کے بندوں کے لیے تو کائنات کی ہر چیز دعا گو ہوتی ہے۔"

شائلہ کے چہرے کے تاثرات واضح طور پر تبدیل ہو گئے۔ وہ ایسے ہونٹ اور آنکھیں سکیڑ کر عظمت خلیل کو دیکھنے لگی جیسے ان کے منہ سے یہ جملے سننا اس سے برداشت نہ ہوا ہو اسی لیے جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں دہکتے کوئلے جیسی تپش تھی۔

"انسپکٹر قادر کو آپ نے جاب سے برطرف کرادیا تھا وہ دوسرے ملک جاکر سیٹل ہو گیا ہے۔ جس نے میرے بھائی کی زندگی تباہ کی تھی وہ عیش سے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہ رہا ہے۔

لیکن اب جاکر مجھے پتا چلا ہے کہ وہ شخص تو صرف ایک مہرہ تھا اس ساری بازی کے پیچھے شاطر دماغ تو کسی اور کا تھا۔

اصل مجرم انسپکٹر قادر نہیں بلکہ وہ شخص ہے۔ جس نے کانسٹیبل کو خریدا اور ان کے ذریعے انسپکٹر قادر کو اتنا اکسایا کہ اس نے وحشیوں کی طرح میرے بھائی پر تشدد کیا اور اسے زندگی بھر کے لیے بستر پر ڈال دیا کہ وہ اپنی مرضی سے پانی کا ایک گلاس تک اٹھانے کے قابل نہیں رہا۔

میں نے سنا ہے آپ کی بیوی ٹانگوں سے معذور ہے آپ نے اپنے گھر میں ایک ایسے انسان کو دیکھا ہے۔ جو معمولی سی چیزوں کے لیے دوسروں کا محتاج ہے وہ کام جو ہمارے لیے ایک عام بات ہے ان کے لیے ایک حسرت اور ایک خواہش ناتمام ہے۔

اتنی بے بسی اور بے کسی آپ صبح شام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر بھی آپ کے دل میں خوف خدا پیدا نہیں ہوتا آپ کو یہ خیال نہیں آتا کہ جس تکلیف میں اس نے اس انسان کو مبتلا کیا ہے یہی محتاجی وہ آپ کو بھی دے سکتا ہے۔

آپ نے صرف اپنے کیس کو اسٹرونگ بنانے کے لیے ایک بے قصور نوجوان کو حبس بے جا میں پڑے رہنے دیا بلکہ اسی تھانے کے ایک حوالدار کے ذریعے انسپکٹر قادر سے اس پر اتنا ٹارچر کرایا کہ وہ جو ایک بیوہ ماں کا واحد سہارا تھا معذور ہو کر رہ گیا۔

صرف اس لیے کہ ایسا کر کے آپ اس انسپکٹر کی وردی اتروانا چاہتے تھے نقصان تو صرف اور صرف میرے بھائی کا ہوا وہ انسپکٹر تو بدنامی سے منہ چھپا کر ملک سے بھاگ گیا اور باہر جاکر کہیں نہ کہیں جاب پر بھی لگ گیا۔

مگر میرا بھائی اور میرا گھر تو زندہ در گور ہو گیا میرے بھائی نے آخر تنگ آکر خود کشی کرلی۔ میری ماں کی حالت بھی اتنی نازک ہے کہ اس کے بچنے کے امکان بھی بہت کم ہیں اور پھر صرف جسم کے زندہ رہ جانے کا کیا فائدہ ہے جب روح ہی مر چکی ہو۔ میرا تو پورا گھر تباہ ہو گیا۔ ہم نے آپ کا کیا بگاڑا تھا ہم نے تو کبھی کسی کو تکلیف نہیں دی تھی۔"

شائلہ نے بات تو بڑے غصے میں شروع کی تھی مگر بولتے بولتے وہ بالکل ہی روہانسی ہو گئی۔

عظمت خلیل ہکا بکا بیٹھے اسے سن رہے تھے کئی بار انہوں نے اس کی بات کاٹنے کی کوشش کی مگر وہ اتنے تسلسل سے بول رہی تھی کہ وہ کچھ کہہ ہی نہ پائے آخر جب وہ تھک کر ہانپنے لگی تب انہوں نے کہنا شروع کیا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹی لگتا ہے تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے یا پھر شاید یہ میرے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے تمہیں اس کانسٹیبل نے یہ سب کہا ہے نا۔

"میری شہرت کو دیکھ کر لوگ مجھ سے جل جاتے ہیں پھر مجھے لوگوں کی نظروں سے گرانے کے لیے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" عظمت خلیل لمحوں میں سارا معاملہ سمجھ گئے تھے۔

جس کانسٹیبل کے ذریعے انہوں نے انسپکٹر قادر کو برطرف کرایا تھا کچھ عرصے پہلے اس نے انہیں فون کر کے کچھ رقم کا مطالبہ کیا تھا اور ساتھ ہی انہیں دھمکایا بھی تھا کہ اگر انہوں نے پیسے نہ دیے تو وہ ساری بات پریس کو بتا دے گا۔

عظمت خلیل ایسی کوئی بدنامی مول نہیں لے سکتے تھے لیکن وہ ایک معمولی سے حوالدار کے ہاتھوں بلیک میل بھی نہیں ہو سکتے تھے انہوں نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے بڑی آسانی سے اس کی وردی بھی اتروادی اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئے کہ اب اگر اس نے پریس کو کچھ بتایا تو بھی وہ اسے بھی انسپکٹر قادر کے ساتھ ملوث ثابت کروں گے۔

لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی وہ حوالدار بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور وہ اس کی دھمکی بھول بھال بھی گئے کہ بہرحال اس کے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں تھا جس کے بل بوتے پر وہ انہیں کوئی نقصان پہنچا پاتا۔

شاید اسی لیے جب وہ پریس میں ان کے خلاف کچھ چھپوانے میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس نے شمائلہ کے گھر جا کر سب بتا دیا وہ اس راز کے فاش ہو جانے پر شرمندہ تو نہیں تھے البتہ فکر مند ضرور تھے کیونکہ حسام نے ابھی ابھی خودکشی کی تھی اور یہ معاملہ دوبارہ سے اخباروں کی زینت بن گیا تھا اور اس وقت یہ خبر محض افواہ کے طور پر بھی اگر اڑائی جاتی تو بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور رکھ سکتی تھی۔

اس کانسٹیبل نے بھی منظر پر آئے بغیر شمائلہ کو سب اس لیے بتا دیا تاکہ جو لڑائی بھی لڑنی ہوگی وہ خود لڑے گی اسے یہ تو پتا چل گیا تھا کہ وہ اس طرح ڈرا کر عظمت خلیل سے پیسے نہیں نکلوا سکتا چنانچہ اس نے یہی سوچا کہ اپنے ناکام ہونے اور ملازمت سے نکلوائے جانے کا بدلہ ہی لے لوں اگر ایسا کر کے وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی عظمت خلیل کو ذہنی اذیت میں مبتلا کر سکتا ہے تو بس اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

عظمت خلیل واقعی اخباروں کی سرخیوں کا سوچ کر فکر مند ہو گئے تھے اس لیے ایک گلاس میں پانی نکال کر شمائلہ کو دینے لگے ورنہ انہیں یہ تو بخوبی پتا تھا کہ وہ اس الزام کے ذریعے عظمت خلیل کے خلاف کوئی قانونی کارروائی ہرگز نہیں کر سکے گی مگر انہیں قانونی شکنجے میں آنے سے زیادہ فکر لوگوں کی نظروں میں اپنا تاثر خراب ہونے کی تھی اور ایسی منفی خبریں لوگوں کی سوچ کو کچھ نہ کچھ منفی کر ہی دیتی ہیں جو کہ وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

مگر شمائلہ نے ان کا پانی کا گلاس بڑھاتا ہاتھ اتنی زور سے جھٹکا کہ گلاس زمین پر جا گرا اور ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا۔ عظمت خلیل کو اس حرکت پر اتنا غصہ آیا کہ وہ پیون کو بلا کر اسے آفس سے نکلوا دیتے مگر تب ہی شمائلہ بپھرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"یہ آپ کے خلاف کوئی سازش نہیں ہے بلکہ آپ کے جرائم کا گڑھا بھر گیا ہے تب ہی اس حوالدار نے جو آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا مگر جسے میرے جوان بھائی کی موت کا دکھ ہے۔ اس لیے اس نے میرے پاس آ کر میرے پاؤں پکڑ کر معافی مانگی اور مجھے آپ کے بھیانک چہرے سے آگاہ کر دیا۔

مگر اس نے کہا تھا کہ ہم آپ کا بدصورت چہرہ معاشرے کو نہیں دکھا سکتے کیونکہ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہونہہ ثبوت کی ضرورت پولیس اور عدالت کو ہوتی ہے میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میرا مجرم میرے سامنے ہے اسے سزا میں خود دے سکتی ہوں اب آگے یہ سماج مجھے کیا سزا دے گا اس کی مجھے قطعی پروا نہیں۔

میرے پاس کچھ بچا ہی نہیں جسے بچانے کے لیے میں لڑوں مجھے تو صرف اپنے بھائی کے مجرم کو اس کے انجام تک پہنچانا ہے۔ جس نے نہ جانے میرے بھائی جیسے اور کتنے بے گناہوں کو تکلیف پہنچائی ہوگی۔

اس کے اس صاف ستھرے چہرے کے پیچھے جو مکروہ انسان ہے مجھے صرف اسے منظر پر لانا ہے بعد میں میرے ساتھ جو بھی ہو مجھے کوئی پروا نہیں۔" شمائلہ غصے کی شدت سے کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اس کا تنفس بڑھتا جا رہا تھا۔

عظمت خلیل کو کسی کی اتنی باتیں سننے کی عادت نہیں تھی وہ ساری مروت بالائے طاق رکھتے ہوئے انٹرکام کی طرف بڑھ گئے۔ اس وقت اس لڑکی سے بات کرنا خود اپنی بے عزتی کرانا تھا اس کی حالت ایسی تھی کہ اسے آسانی سے شیشے میں نہیں اتارا جا سکتا تھا لہٰذا بہتر یہی تھا کہ اسے اپنے آفس سے نکال باہر کیا جائے چنانچہ ریسیور اٹھاتے ہوئے انہوں نے نہایت شان بے نیازی سے کہا۔

"تم مجھے منظر پر کیا لاؤ گی یہ کام تو وہ انسپکٹر قادر اور کانسٹیبل تک نہیں کر سکے جو پولیس میں تھے اور مرد تھے جبکہ تم میرے ادارے سے لیے پیسوں سے اپنے بھائی کا علاج کرانے والی ایک کمزور اور معمولی لڑکی ہو۔ انسان اتنی بڑی بڑی باتیں کرنے سے پہلے اپنی اوقات بھی دیکھ لے تو شرمندہ ہونے سے بچ سکتا ہے۔"

"ٹھیک کہا تم نے عظمت خلیل۔ بڑی بڑی باتیں کرنے سے پہلے انسان اپنی اوقات دیکھ لے تو شرمندہ ہونے سے بچ سکتا ہے اگر وہ دو پولیس والے مرد ہو کر بھی کچھ نہیں کر سکے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارے خلاف کوئی بھی کچھ نہیں کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ کی لاٹھی کو ایسے ہی بے آواز نہیں کہتے اسے جب سزا دینی ہو تو وہ ایک کمزور لڑکی سے بھی بہت کچھ کرا سکتا ہے فرعون نے خدائی کا دعوا کیا تھا تو اسے مچھر جیسی معمولی مخلوق کے ہاتھوں اسی لیے اس کے انجام کو پہنچایا تھا تاکہ کوئی بھی شخص غرور کرنے سے پہلے اپنی اوقات دیکھ لے۔" شمائلہ بڑے اعتماد سے بول رہی تھی۔

عظمت خلیل ریسیور ہاتھ میں پکڑے کچھ مشکوک نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ اس کے جارحانہ انداز بتا رہے تھے جیسے وہ پوری تیاری کے ساتھ آئی ہو۔

مگر اس کے ارادے کیا تھے؟

عظمت خلیل جیسے اس کے چہرے سے کچھ اخذ کرنے کے لیے ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگے اور اگلا پل واقعی ان کے ہوش اڑا لے گیا تھا۔

شمائلہ جو بڑی سی کالی چادر اوڑھے آئی تھی اس نے چادر کا ایک حصہ ہٹاتے ہوئے اپنا بایاں ہاتھ جو اس نے اب تک چادر کے نیچے چھپا رکھا تھا اسے باہر نکال لیا۔

اس ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں پیلے رنگ کا محلول موجود تھا اس محلول کے اوپر تیرتے جھاگ نے ایک پل میں عظمت خلیل پر انکشاف کر دیا تھا کہ یہ کوئی عام محلول نہیں ہے بلکہ سیسے کی قسم کا کوئی تیزاب ہے۔ شمائلہ کا یہاں تک ایک تیزاب کی شیشی لے کر آنا صاف ظاہر کر رہا تھا کہ اس کا اب اگلا قدم کیا ہوگا۔

عظمت خلیل بری طرح ہراساں ہو کر کچھ کہنے ہی والے تھے مگر قدرت نے انہیں اب تک بہت مہلت دی تھی لیکن ایک ہی لمحے میں وہ مہلت ختم کرتے ہوئے گناہ کی رسی کو ایک جھٹکے سے کھینچ لیا۔

صرف پانچ سیکنڈ لگے تھے شمائلہ کو شیشی کھول کر تیزاب کو عظمت خلیل کے چہرے پر اچھالنے میں اور کمرے کا منظر ہی بدل گیا۔

عظمت خلیل کی فلک شگاف چیخوں نے در و دیوار ہلا دیے تھے انہیں لگ رہا تھا ان کے چہرے سے آگ نکل رہی ہے اور ان کا پورا وجود جھلستا جا رہا ہو۔

(باقی آئندہ ان شاءاللہ)

فوزیہ یاسمین

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔۔۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔۔۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگومیلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔۔۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔۔۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔۔۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔۔۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کردیتا ہے۔۔۔ اب آگے پڑھیں۔

۔۴۵۔ پینتالیسویں قسط

ریاض غفار اور شگفتہ غفار، عائشہ اختر کے گھر سے خاصے دلبرداشتہ ہو کر لوٹے تھے۔
ایک تو عائشہ اختر کی حالت ایسی تھی کہ ان دونوں کو ہی اندازہ ہونے کے باوجود اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ کر شدید افسوس ہوا۔
اس پر بلال اختر کے روّیے نے انہیں بڑا مایوس کیا اب اتنے سال بعد ان لوگوں نے پہل کرتے ہوئے ان کے گھر میں قدم رکھ ہی دیا تھا تو کم از کم اس وقت بلال اختر کو اپنی انا اور ضد کو ایک طرف رکھتے ہوئے تھوڑی بہت گفتگو تو کر ہی لینی چاہیے تھی۔
بہت زیادہ مہمان نوازی کی تو بلال اختر سے انہیں امید بھی نہیں تھی اور نہ ہی یہ کوئی موقع تھا خوش گپیوں کا۔
لیکن بلال اختر نے معافی تلافی تو بعد کی بات تھی سرے سے انہیں مخاطب ہی نہیں کیا۔
وہ تینوں کافی دیر عائشہ کے پاس رکے لیکن بلال اختر ایک بار کمرے سے جانے کے بعد دوبارہ پلٹ کر بھی نہیں آئے۔

انہوں نے بھی عائشہ اختر سے بلال اختر کی بابت کوئی استفسار نہیں کیا ان کی بہن بہت دکھی اور شرمندہ تھی بلال اختر کے سرد اور بدتمیزی سے بھرپور روّیے کو انہوں نے بھی یقینی طور پر محسوس کیا ہوگا پھر کیا ضرورت تھی انہیں کچھ جتلا کر عائشہ اختر کو مزید افسردہ کرنے کی۔ وہ اس معاملے میں کر ہی کیا سکتی تھیں اگر ان کے اختیار میں ہوتا تو شاید وہ کافی عرصے پہلے ہی بلال اختر کو سمجھا بجھا کر بھائی کے پاس لا کر اپنی غلطی کی معافی مانگ لیتیں۔
لیکن انہوں نے کبھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا لہٰذا اس سے صاف ظاہر تھا کہ بلال اختر ان کی جا بے جا جتنی بھی ناز برداریاں اٹھالیں چلاتے وہ اپنی ہی ہیں۔
ریاض غفار تو چاہ رہے تھے کہ عائشہ اختر کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائیں تاکہ ان کا ماحول تبدیل ہو جائے وہ کافی کمزور بھی ہو گئی تھیں وہ سوچ رہے تھے کہ اپنے گھر لے جا کر ان کے کھانے پینے کا بھی کچھ خیال کریں گے۔
مگر عائشہ اختر، بلال اختر کو تنہا چھوڑ کر جانے کے لیے رضامند نہ ہوئیں پھر بھی ریاض غفار نے اصرار کر کے انہیں ان ہی کے گھر میں کچھ نہ کچھ کھلا پلا ہی دیا۔
ان کا ارادہ تھا وہ اگلے دن پھر عائشہ کے پاس چلے جائیں گے اس طرح عائشہ اختر کو ذہنی اور جذباتی طور پر کافی سہارا مل جائے گا۔
شام تک جب وہ سب عائشہ اختر کے گھر سے واپس آئے تو وہ سب ہی بالکل نڈھال ہو گئے تھے گاڑی میں بھی وہ تینوں عائشہ اختر کے ساتھ ہوئے سانحہ پر تاسف کا اظہار کرتے رہے لہٰذا گھر آنے پر الیان نے فوراً شگفتہ غفار کو زبردستی ان کے کمرے میں بھیج دیا کہ وہ کچھ آرام کر لیں دکھ چاہے جتنا بھی بڑا ہو اس پر تسلسل سے ایک ساتھ بیٹھ کر دل جلانا کوئی حل نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے سے تو حالات سے لڑنے کی رہی سہی قوت بھی ختم ہو جائے گی چنانچہ کچھ دیر کی نیند اور آرام سخت ضروری تھا۔
الیان نے جب ریاض غفار کو بھی یہی مشورہ دیا تو وہ تھکے ہوئے لہجے میں کہنے لگے۔
”میں اگر بستر پر لیٹ بھی جاؤں گا تب بھی میری تھکن جوں کی توں رہے گی۔ زوسیہ یا عائشہ کے ساتھ جو ہو رہا ہے اس میں سراسر دخل قسمت اور حالات کا ہے۔ لیکن رومیلہ کے ساتھ جو ہوا ہے اس میں ہم سب مجرم کے کٹہرے میں کھڑے ہیں۔
تقدیر کی ستم ظریفی پر صبر کیا جا سکتا ہے لیکن خود ظالموں کی فہرست میں کھڑے ہونے کے بعد تو ضمیر ایک پل بھی سکون سے رہنے نہیں دیتا۔“ الیان خاموشی سے انہیں دیکھے گیا جن کے چہرے پر شدید ملال پھیلا تھا۔
”کاش رومیلہ بھی اپنے بھائی کی طرح ایک گری ہوئی لڑکی ہوتی تو آج میں اتنا مضطرب نہ ہوتا بلکہ تمہارے اقدام پر مجھے خوشی ہوتی۔
لیکن سارا مسئلہ یہی ہے کہ وہ بہت اچھی لڑکی تھی جس کا اس سارے معاملے میں کوئی قصور نہیں تھا ابھی بھی بلکہ اس گھر کے لوگوں نے اس کے ساتھ ذرا نرمی نہیں برتی وہ اس گھر کے مکینوں کو بچانے کے لیے سارا الزام اپنے سر لے رہی ہے۔
حالانکہ اسے پتا ہے اسے اس اچھائی کا کوئی صلہ نہیں ملنے والا جو نقصان اس کا ہونا تھا وہ ہو چکا پھر بھی اس کی کوشش ہے کہ اگر وہ برباد ہوئی ہے تو کم از کم کوئی اور اس تکلیف سے نہ گزرے۔ ایسے لوگ اور ایسی سوچ رکھنے والے بہت کم ہوتے ہیں اس کے ساتھ بہت برا ہوا ہے اور صدمے کی بات یہ ہے کہ یہ سب تم نے کیا ہے۔“ وہ تاسف بھری نظروں سے الیان کو دیکھنے لگے۔
”میں جانتا ہوں تم ہمیشہ سے ضدی ہو بزنس میں بھی تم نے اپنی ضد کی وجہ سے بڑے نقصان اٹھائے ہیں لیکن پھر بھی تم پر مجھے بھروسہ تھا کہ تم کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں کر سکتے۔
پیسے کے نقصان کو میں نے کبھی اہمیت نہیں دی مگر اس طرح کسی کی زندگی خراب ہو وہ بھی میرے بیٹے کی وجہ سے میں....“ ریاض غفار کو جیسے الفاظ نہیں مل رہے تھے اپنے دکھ کا اظہار کرنے کے لیے۔
”ڈیڈی آپ بیٹھ جائیں۔“ الیان نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے صوفے کی طرف اشارہ کیا تو انہیں ایک دم غصہ آگیا اور انہوں نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔
انہیں اتنا غم تھا اس سانحہ پر اور الیان کے روّیے سے ذرا بھی شرمندگی ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔
ان کی اتنی ساری باتوں کے جواب میں بھی وہ کتنے اطمینان سے انہیں بیٹھنے کا مشورہ دے رہا تھا وہ سلگ اٹھے تھے اس کے انداز پر۔
”میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم اپنے فیصلے پر چاہے جتنے بھی مطمئن ہو کم از کم اپنی نانی کے سامنے تھوڑے سے پچھتاوے کا اظہار کر دو۔
میری تو ہمت نہیں ہو رہی ان کا سامنا کرنے کی۔ کیا سوچتی ہوں گی وہ ہم سب لوگوں کے بارے میں۔ ان کا زیادہ دن یہاں رہنے کا ارادہ بھی نہیں ہے شاید وہ کل صبح ہی واپس چلی جائیں۔
اب اس معاملے میں کوئی کچھ کر تو نہیں سکتا لیکن اگر تم تھوڑے سے دکھ کا اظہار کر دو گے تو ہو سکتا ہے وہ اسے تمہاری نادانی سمجھ کر صبر کر لیں ورنہ خواہ مخواہ ان کا دل بھی میری طرح تمہاری ڈھٹائی پر دکھتا رہے گا۔“
ریاض غفار برہمی سے بولے تو بہت ضبط کے باوجود الیان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔
”آپ تو مجھ سے کچھ زیادہ ہی خائف ہو گئے ہیں ڈیڈی“ ریاض غفار اس کی مسکراہٹ دیکھ کر سیخ پا ہو گئے۔
”طلاق کس قدر ناپسندیدہ فعل ہے اور ہماری سوسائٹی میں کس بری نظر سے دیکھی جاتی ہے یہ تم آج کل کی نئی نسل اندازہ بھی نہیں لگا سکتی۔
تم لوگ جو خود کو بدل نہیں سکتے ذرا سا کمپرومائز نہیں کر سکتے شریک حیات میں ذرا سی کمی برداشت نہیں کر سکتے۔ آئیڈیل کے چکر میں رہتے ہو اور یہ نہیں سوچتے کہ ہم خود بھی کسی کا آئیڈیل بننے کے قابل ہیں یا نہیں۔
تم لوگوں کو تو شادی کرنی ہی نہیں چاہیے کیا تھا اگر وہ ابرار کی بہن تھی اس کی اس ایک خامی کو برداشت کر لیتے اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تھے تو اسی وقت خود غرض بن کر انکار کر دیتے۔ شادی جیسے مقدس رشتے کی بے حرمتی کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ جب چاہا کر لی اور جب چاہا چھوڑ دی۔“ ریاض غفار انگارے چبا رہے تھے۔
الیان بڑے سکون سے سینے پر ہاتھ باندھے انہیں دیکھتا رہا اور جب وہ خاموش ہوئے تبھی بھی بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تنقید...... تنقید اور بس تنقید......
میں رومیلہ کو گھر میں رکھ کر اس کے ساتھ کمپرومائز کرنے کی کوشش کرتا تو ممی کا موڈ ہر وقت خراب رہتا وہ اٹھتے بیٹھتے مجھے اور رومیلہ کو تنقید کا نشانہ بناتیں۔ تب آپ بھی میری طرف داری کرنے کی بجائے ممی کا ساتھ دیتے اور ان کی نفرت اور غصے کو ایک دم جائز قرار دیتے۔
اب جبکہ میں نے سرے سے اس مسئلے کو ہی حل کر دیا ہے تو بھی آپ کو میرے فعل پر اعتراض ہے اب بھی آپ مجھے تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔
ڈیڈی میں پوچھتا ہوں کیا شادی کے بعد صرف لڑکے اور لڑکی کو کمپرومائز کرنا ہوتا ہے۔
گھر کے دیگر افراد' جو جوائنٹ فیملی کی حمایت میں ایک لیکچر تو دے سکتے ہیں ساتھ مل جل کر رہنے کی برکات پر تقریر جھاڑ سکتے ہیں انہیں بھی تو خود میں تبدیلی لانی چاہیے۔
انہیں بھی تو اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ وہ بیٹا جو اب تک صرف ان کی اولاد تھا اب کسی کا شوہر کسی کا باپ بھی ہے اس کی اپنی زندگی کی ترجیحات ہیں انہیں بھی اس کی زندگی میں آنے والی تبدیلی پر کمپرومائز کرنا چاہیے۔
جس دن میں نے رومیلہ سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا اسی دن ممی نے کہہ دیا تھا کہ ایک دن میں سب کچھ بھول بھال کر اس کے ساتھ ایڈجسٹ ہو جاؤں گا۔ یعنی ایک طرف تو میں شادی جیسے مقدس رشتے کی بے حرمتی نہ کروں اور ساری زندگی اسے ساتھ رکھوں دوسری طرف میں اس کے ساتھ خوش بھی نہیں رہ سکتا۔
اگر میں اس کے ساتھ ایڈجسٹ ہونے یا اسے سمجھنے کی کوشش کروں تو بھی یہ طعنے سنوں کہ اس نے مجھے پٹا لیا اور میں سب بھول کر اس کی زلف کا اسیر ہو گیا۔
اب آپ خود بتائیں ان حالات میں 'میں وہی کر سکتا تھا جو میں نے کیا دیٹس اٹ'' الیان کہتا چلا گیا۔
ریاض غفار بڑے غور سے اس کی بات سنتے رہے وہ اسے جھٹلا نہیں سکتے تھے وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا ذہنی طور پر وہ اس سے پوری طرح متفق تھے۔
مگر جو ہوا تھا اس پر انہیں افسوس اتنا تھا کہ الیان کی تمام باتیں صحیح ہونے کے باوجود ان کے دل کو نہیں لگ رہی تھیں تبھی جب وہ بولے تو ان کا لہجہ بڑا گلوگیر تھا۔
"مجھے تمہاری بات سے اختلاف نہیں ہے شگفتہ نے واقعی رومیلہ کے ساتھ ساتھ تمہارا بھی جینا دوبھر کر دیا تھا اور میں اسے بھی غلط نہیں کہتا جو بریرہ کے ساتھ ہوا اسے بھلانا اتنا آسان نہیں۔
شگفتہ کے اندر واقعی یہ ڈر موجود تھا کہ رومیلہ تمہیں اپنا اسیر کر لے گی اور سچ پوچھو تو اس کا یہ ڈر بھی بالکل بجا تھا خود مجھے بھی یہی لگتا تھا کہ رومیلہ کو تم پسند کرنے لگے ہو اور میں بھی اسی لیے پریشان تھا کہ شگفتہ کو یہ بات سخت ناگوار گزرے گی۔ پہلے ہی گھر میں اتنی ٹینشن ہے اگر ایسا ہوا تو شگفتہ تو گھر کو بالکل جہنم بنا دے گی۔
لیکن تم نے تو ہم سب کی توقع کے بالکل برعکس قدم اٹھا لیا اور وہ بھی اتنے اچانک کہ مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا ہے ابھی بھی مجھے ایسا لگتا ہے جیسے یہ سب کوئی بھیانک خواب ہے جو آنکھ کھلنے پر ختم ہو جائے گا''
ریاض غفار بڑی کھوجتی نظروں سے الیان کے تاثرات دیکھ رہے تھے تبھی وہ بڑے وثوق سے کہہ سکتے تھے کہ ان کی بات پر الیان نے اپنی مسکراہٹ روکنے کی کوشش کی تھی۔
"کیا بات ہے الیان کیا تم کچھ چھپا رہے ہو۔'' انہوں نے جانچتی نظروں سے الیان کو دیکھا تو الیان کچھ دیر انہیں دیکھتے رہنے کے بعد بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا۔
"میں کیا چھپاؤں گا طلاق نامہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ کوئی جھوٹ نہیں تھا۔''
"ہاں وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور مجھے پتا ہے کہ وہ کوئی جھوٹ نہیں تھا مگر تمہارا یہ قابل رشک

اطمینان بتا رہا ہے کہ اسی سچ اور جھوٹ کے بیچ میں کچھ ہے جس سے ہم سب انجان ہیں" ریاض غفار اندازہ لگانے والے انداز میں بولے۔

"یہاں صرف سچ ہے جھوٹ کچھ بھی نہیں ہے ہاں اگر کچھ ہے تو آپ سب کی کم علمی ہے۔ دین کے معاملے میں یا تو آپ سب کی معلومات بہت کم ہے یا پھر ہمارے معاشرے میں دین کے طریقے سے ہٹ کر ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا رواج اتنا عام ہو گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک طلاق بھی دیتا ہے تب بھی سننے اور دیکھنے والوں کو یہی لگتا ہے کہ اب مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔" ریاض غفار بری طرح چونک اٹھے۔

ایک دم سے ان کی آنکھوں کے سامنے طلاق نامہ گھوم گیا جس میں الیان نے صرف ایک بار طلاق کا لفظ استعمال کیا تھا۔

"ت۔۔۔۔ تمہارا مطلب ہے۔۔۔۔" ریاض غفار حیرانی کے باعث کچھ بول نہ پائے مگر الیان ان کی بات بخوبی سمجھ گیا تبھی سر ہلکے ہلکے اثبات میں ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ سب میرے اس اچانک کے فیصلے پر حیران ہیں حالانکہ میں نے جب رومیلہ سے شادی کی تھی تبھی کہہ دیا تھا میں اس طرح کی دھونس پر بلیک میل ہوتے ہوئے کسی لڑکی کو زندگی بھر اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا ایک دن میں ضرور اس سے چھٹکارا حاصل کر لوں گا۔ یہ بات میں نے آپ لوگوں کو سنانے کے لیے نہیں کہی تھی بلکہ یہ سب مجھے ابرار پر ثابت کرنا تھا۔

اس نے مجھے مجبور کر کے شادی پر آمادہ تو کر لیا مگر وہ مجھے ساری عمر شادی نبھانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن رومیلہ سے شادی کرنے کے بعد جو حالات سامنے آئے ان میں بہت سارے انکشافات ہوئے۔

ایک کا تذکرہ تو میں نے آپ لوگوں سے کیا بھی تھا رومیلہ اس معاملے میں بے قصور ہے اسے کچھ پتا نہیں تھا کہ اس کے بھائی نے یہ شادی کیسے کی ہے مگر آپ لوگوں نے میری بات پر یقین نہیں کیا۔

خیر اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ایک حقیقت مجھ پر یہ کھلی کہ ابرار نے یہ شادی ہمیں ٹارگٹ بنا کر نہیں کی۔ اس کا مقصد صرف ایک آئیڈیل گھر میں اپنی بہن کو بیاہنا تھا وہ بھی محض اپنے دشمن کو نیچا دکھانے کے لیے۔

اس کے پیچھے اس کا مقصد اپنی بہن کی بھلائی نہیں تھا بہن کے مستقبل کے بارے میں تو اس نے سرے سے سوچا ہی نہیں تھا یہ تو صرف ایک انا کی جنگ تھی جو اسے وقتی طور پر جیتنی تھی آگے بہن کے ساتھ جو بھی ہوتا رہے اس کی بلا سے۔

جب مجھے یہ پتا چلا تو میں نے اس لڑکے کے بارے میں معلوم کیا جو رومیلہ سے شادی کر رہا تھا وہ ایک پورا فراڈ گینگ تھا میں نے اس کے بارے میں ساری انکوائری کرا کر اسے اریسٹ کرا دیا۔

یہ کام ابرار چاہتا تو کر سکتا تھا لیکن میں نے کہا نا اسے تو صرف اپنی انا کی تسکین کرنی تھی اور یہ کام وہ ہمارے خاندان میں اپنی بہن کی شادی کروا کے کر چکا تھا۔

اب جبکہ اس کا دشمن بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا تو اب اسے کوئی پروا نہیں رہی تھی کہ ہم رومیلہ کو رکھتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں۔

ممی کو لگتا ہے میں نے یہ قدم اٹھایا ہے اس کا مطلب ہے مجھے بریرہ کی کوئی پروا نہیں۔ میں اتنا خود غرض ہو گیا ہوں کہ بریرہ کا بسا بسایا گھر اجاڑتے ہوئے مجھے کوئی ڈر ہے نا دکھ۔

حالانکہ ایسی بات نہیں ہے جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اب ابرار میرے کسی اقدام کا بدلہ بریرہ سے نہیں لے گا تب ہی میں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنایا ہے۔

لیکن میں صرف اندازوں اور مفروضوں پر تو تکیہ کر کے نہیں بیٹھ سکتا تھا ایک بار تو ابرار کو آزمانا تھا نا آخر مجھے

بھی تو اس احساس کمتری سے باہر نکلنا تھا کہ میں کسی کے دباؤ میں آکر اس رشتے کو نباہ رہا ہوں۔" الیان کہتا چلا گیا۔

ریاض غفار دم بخود کھڑے اسے سنتے رہے جب وہ خاموش ہوا تب بھی وہ کچھ بول نہ سکے آخر الیان کو ہی کہنا پڑا۔

"کیا آپ کو لگ رہا ہے میں کچھ غلط کہہ رہا ہوں۔" وہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر عجیب سے لہجے میں بولے۔

"نہیں غلط تو نہیں کہہ رہے البتہ تمہیں ہمیں یہ سب پہلے بتا دینا چاہیے تھا کم از کم رومیلہ کو تو بتا دیتے۔"

"اگر میں کسی ایک کو بھی بتا دیتا تو ہم سب کی آزمائش ٹھیک طرح سے نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے صرف ابرار کو نہیں آزمانا تھا میں رومیلہ کو بھی پرکھنا چاہتا تھا۔ میں ممی کے سامنے اس کی بے جا حمایت نہیں کرنا چاہتا تھا میں واقعی یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وقت آنے پر وہ کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

اور آپ سب لوگوں کو یہ سب نہ بتانے کے پیچھے ایک بہت بڑی وجہ کارفرما تھی۔ یہ اندازہ تو ممی نے بھی لگا لیا کہ میں رومیلہ کو پسند کرتا ہوں لیکن اس بات کو خندہ پیشانی سے آپ سب قبول نہیں کر سکتے تھے یہاں تک کہ رومیلہ بھی ہر وقت اس خوف کے زیر اثر رہتی تھی کہ کہیں مجھے اس سے بات کرتے ہوئے ممی نہ دیکھ لیں اگر انہیں پتا چل گیا تو انہیں برا لگے گا۔

اپنی بیوی کے ساتھ اپنے ہی گھر میں میں چوروں کی طرح تو نہیں رہ سکتا مجھے آپ سب کو یہ احساس دلانا تھا کہ اگر اسے ساری زندگی اس گھر میں رکھنا ہے تو اسے اس کے سارے جائز حقوق بھی دینے ہوں گے۔

میں آپ لوگوں سے لڑ کر یہ سب نہیں منوانا چاہتا تھا بلکہ میں چاہتا تھا کہ آپ سب دل سے اس ساری حقیقت کو قبول کریں۔

رومیلہ کو گھر سے نکالے بغیر میں آپ لوگوں کو یہ احساس نہیں دلا سکتا تھا کہ اگر ہمارے ساتھ غلط ہوا ہے تو اس گھر میں رومیلہ کے ساتھ بھی ٹھیک نہیں ہو رہا وہ ایک اچھی لڑکی ہے اور اس قسم کے رویے اور مزاج کی مستحق نہیں ہے۔

اور مجھے خوشی ہے کہ میں جو کرنا چاہتا تھا اس میں کامیاب ہو گیا ممی تک کو اس بات کا احساس ہے کہ رومیلہ کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے وہ ایک اچھی لڑکی تھی" الیان کہتا چلا گیا اور اپنی آخری بات پر وہ خود ہی مسکرا دیا۔

ریاض غفار کو لگا جیسے وہ ایک دم ہلکے پھلکے ہو گئے ہوں جیسے کوئی بھاری پتھر کی سل ان کے سینے پر رکھی تھی جس سے ان کا دم گھٹ رہا تھا وہ اچانک ایک پل میں کسی نے سرکا کر انہیں ہر بوجھ سے آزاد کر دیا۔

جب وہ بولے تو ان کا لہجہ بہت پرسکون اور ہنستا ہوا تھا۔

"تو پھر کیا خیال ہے آج جا کر رومیلہ کو لے آئیں اب تو تمہاری ممی بھی انکار نہیں کریں گی۔"

"نہیں ڈیڈی اتنی جلدی نہیں" الیان ایک دم سنجیدہ ہو گیا ریاض غفار چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیوں کیا ابھی بھی تمہیں کسی کو آزمانا ہے۔"

"ذرا ابرار کو موقع تو دیں کہ آیا وہ کچھ کرتا ہے یا نہیں۔"

"زیادہ مت آزماؤ الیان کہیں وہ واقعی کسی کمینے پن پر نہ اتر آئے۔" ریاض غفار کچھ متفکر نظر آنے لگے۔

"زیادہ اور کم کی بات نہیں ہے مجھے خود کو کوئی دھوکا نہیں دینا کہ سب کچھ کر کے میں یہ کہہ سکوں کہ میرا ضمیر مطمئن ہو گیا ہے بلکہ واقعی مجھے حالات کو پرکھنا ہے اور آپ بے فکر رہیں ابرار کچھ نہیں کرے گا میں اس کے مزاج اور اس کی نفسیات کو بخوبی سمجھ گیا ہوں۔"

"کم از کم گھر والوں کو تو بتا دو۔ خاص طور پر اپنی نانی سے ذکر کر دو وہ خواہ مخواہ تم سے خائف ہیں اور پھر یہ ان کی عمر نہیں ہے ایسے دکھ برداشت کرنے کی" ریاض غفار بضد تھے مگر الیان سر ہلکے ہلکے نفی میں ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"نہیں ڈیڈی وہ رومیلہ سے کافی اٹیچ ہیں اگر انہیں بتایا تو ہو سکتا ہے وہ رومیلہ سے بھی ذکر کردیں اور میں نہیں چاہتا کہ یہ سب رومیلہ کو ابھی سے پتا چل جائے وہ بھی کسی اور کے ذریعے۔ کیونکہ اس طرح وہ یہ نہیں سمجھ سکے گی کہ یہ سب میں نے اسے یا کسی کو دکھ دینے کے لیے نہیں بلکہ سب کے حق میں بہتری کے لیے کیا ہے یہ بات اسے صرف میں سمجھا سکتا ہوں اور کوئی نہیں۔" الیان فیصلہ کن انداز میں بولا۔

ریاض غفار ایک گہرا سانس کھینچ کر رہ گئے وہ قائل تو نہیں ہوئے تھے مگر جو کچھ انہیں پتا چلا تھا اسے سن کر وہ اتنے پرسکون ہوگئے تھے کہ اس وقت الیان سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے تھے تبھی بات سمیٹتے ہوئے کہنے لگے۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی لیکن اس معاملے کو زیادہ طول مت دینا کہیں واقعی سب بظاہر ٹھیک ہوتے ہوتے کچھ غلط ہی نہ ہو جائے" ریاض غفار کی بات پر الیان محض سر ہلا کر رہ گیا۔

خود اسے بھی نانی اماں کے احساسات کا علم تھا شگفتہ غفار نے انہیں سب بتا کر بہت بڑی غلطی کی تھی لیکن اب الیان کے پاس سوائے خاموشی اختیار کرنے کے اور کوئی راستہ نہیں تھا ہو سکتا تھا نانی اماں صبح ہوتے ہی گاؤں کے لیے روانہ ہو جاتیں الیان نے سوچا انہیں منانے کی ایک کوشش ہی کرلے مگر رسٹ واچ پر نظر ڈال کر اس نے اپنا ارادہ ملتوی کردیا نانی اماں کے سونے کا وقت ہو رہا تھا اس وقت انہیں تنگ کرنا مناسب نہیں تھا لہٰذا وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

صبح خرم کے فون پر وہ اچانک آفس سے اٹھ کر عائشہ اختر کی طرف نکل گیا تھا اب اس کا ارادہ نیٹ کھول کر کچھ دیر کام کرنے کا تھا مگر ابھی وہ اپنے کمرے میں داخل ہی ہوا تھا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔

اسکرین پر ایک بار پھر خرم کا نمبر دیکھ کر اس نے فوراً" کال ریسیو کرلی۔

"خرم خیریت تو ہے۔" اس نے بغیر سلام دعا کے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"الیان کیا تم اس وقت میرے گھر آسکتے ہو۔"

"اس وقت!" الیان نے تعجب سے دوہرایا۔

☼ ☼ ☼

بعض اوقات انسان کو چاروں طرف سے پریشانیاں گھیرے رکھتی ہیں وہ ایک طرف سے مطمئن ہوتا ہے تو دوسری الجھن سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔

نمل کا سارا دن خرم کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتا گزر گیا۔

شام کے وقت کہیں جا کر خرم سے بات ہوئی تو اسے کچھ سکون محسوس ہوا اس نے فوراً" ہی سنبل کو بھی مطلع کردیا کہ سنبل بھی اس کی وجہ سے بہت پریشان تھی اور اس کا پورا دن بھی خرم کے متعلق پتا کرتے ہوئے گزر گیا تھا۔

مگر خرم کی خیریت کی اطلاع ملنے پر وہ کوئی خاص خوشی کا اظہار نہیں کرسکی کیونکہ اس کے پاس جو خبر تھی وہ تو نمل کے ہوش اڑا لے گئی تھی۔

"نمل، خرم کے بارے میں کچھ پتا نہیں چل رہا تھا میں نے سوچا رومیلہ کا موبائل بھی مستقل بند ہے کیوں نہ اس کے گھر پر فون کرلوں کیا پتا وہ میکے آئی ہوئی ہو۔

بس اچانک ہی مجھے یہ خیال آیا اور میں نے اس کے بابا کے گھر پر فون کرلیا۔ فون اس کی بھابھی نے اٹھایا تھا اور ـــــ اور ـــــ نمل انہوں نے بتایا کہ ـــــ"

"سنبل کیا بات ہے تم سے بولا کیوں نہیں جارہا۔" اس کی رندھی ہوئی آواز اور ٹوٹا ہوا لہجہ نمل کو دہلانے لگا تو

وہ ڈانٹنے والے انداز میں بول پڑی۔

"نمل ـــــ الیان بھائی نے رومیلہ کو طلاق دے دی ہے۔"

"کیا؟" نمل تقریباً" چیخ پڑی تھی۔

"یہ ـــــ یہ تم کیا کہہ رہی ہو سنبل ـــــ یہ سب کب ہوا کہیں بھابھی کوئی جھوٹ تو نہیں بول رہیں۔" نمل کو اپنے ہاتھ پاؤں سے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

دوسری طرف سنبل کی حالت بھی بہت بری تھی اس سے تو بات ہی نہیں ہو رہی تھی وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"سنبل ـــــ سنبل چپ ہو جاؤ میں تمہیں لینے آرہی ہوں ہم ابھی اور اسی وقت رومیلہ کے گھر جارہے ہیں۔"

"نہیں نمل ـــــ ابھی نہیں ـــــ اس کی بھابھی بالکل جلادنی ہوئی ہیں ـــــ اتنی بری زبان میں بات کررہی ہیں وہ کہ ـــــ" سنبل ان کی گفتگو یاد کرکے ایک بار پھر رودی۔

"بھاڑ میں جائیں اس کی بھابھی اور ان کی زبان۔" نمل کا خون کھول اٹھا یہ سن کر۔

"اگر تم میں چلنے کی ہمت نہیں ہے تو کوئی بات نہیں میں امی کے ساتھ جارہی ہوں۔ بلکہ مجھے امی کے ساتھ ہی جانا چاہیے میں رومیلہ کو اپنے گھر لے آؤں گی اسے وہاں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ابرار بھائی اور بھابھی پہلے کون سے اچھے تھے اب تو پتا نہیں ان کا رویہ کتنا برا ہوگا" نمل جیسے اچانک فیصلہ کرتے ہوئے بولی پھر اس نے سنبل کی بات سنے بغیر ہی فون بند کردیا۔

رشیدہ کے پاس آکر جب اس نے انہیں بتایا تو وقتی طور پر وہ بھی بری طرح ہراساں ہو گئیں۔ مگر نمل کی طرح انہوں نے بھی خود پر جلدی قابو پالیا اور بڑے مضبوط لہجے میں کہنے لگیں۔

"تمہارا فیصلہ بالکل صحیح ہے رومیلہ کو وہاں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس ماحول میں وہ اس صدمے سے باہر نکلنے کی بجائے اندر ہی اندر گھٹ کر رہ جائے گی چلو ہم ابھی چل کر اسے یہاں لے آتے ہیں۔

جانے اس بچی کی قسمت میں اور کتنی آزمائشیں لکھی ہیں۔" رشیدہ اور نمل رات ہو جانے کے باوجود اسی وقت رومیلہ کے گھر پہنچ گئیں۔

رومیلہ انہیں سامنے دیکھ کر جہاں حیران ہوئی تھی وہیں ایک دم ڈھے گئی۔

کب سے وہ اپنے اوپر مضبوطی کا خول چڑھائے ہوئی تھی مگر اب اچانک دو ہمدرد لوگوں کو سامنے دیکھ کر اس کی ساری ہمتیں جواب دے گئیں۔

وہ نمل کے گلے لگ کر پہلی بار کھل کر رودی بھابھی اسی وقت بھی اپنی زبان کے نشتر چلانے سے باز نہ آئیں مگر اس پل ابرار بھائی کے سنجیدہ سے لہجے نے ان سبھی کو حیران کردیا۔

"رومیلہ ممانی ٹھیک کہہ رہی ہیں تم کچھ دنوں کے لیے ان کے گھر چلی جاؤ تمہارے لیے ماحول بدلنا بہت ضروری ہے۔" ابرار بھائی کے لہجے میں بہن کے لیے کوئی محبت یا ہمدردی نہیں تھی جب سے رومیلہ نے جتایا تھا کہ یہ طلاق اس نے اپنی مرضی سے لی ہے وہ اس سے سخت نالاں تھے۔

لیکن ایک بات ان کی بھی سمجھ میں آگئی تھی کہ جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا لہٰذا اب وہ کسی پر بھی دباؤ ڈال کر اپنی منوا نہیں سکتے تھے مگر گھر میں پھیلی تناؤ کی چادر بھی ان سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

جب تک رومیلہ کا کوئی اور بندوبست نہیں ہوتا تھا ان کی نظر میں گھر کی پرسکون فضا کو برقرار رکھنے کے لیے اسے کہیں اور بھیج دینا سخت ضروری تھا۔

ابرار بھائی کی طرف سے اجازت ملتے ہی نمل نے سامان اٹھایا اور اسے اپنے گھر لے آئی۔

ان دونوں ماں بیٹی نے الیان کے اس فیصلے کے متعلق اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ اسے تھوڑا وقت دینا چاہتے تھے جب وہ ذہنی طور پر آمادہ ہوگی تو خود ہی بتا دے گی۔

جبکہ رومیلہ اس موضوع پر تو کیا کسی بھی موضوع پر کوئی بات نہیں کر رہی تھی اس نے تو کھانا تک کھانے سے انکار کر دیا تھا جس پر رشیدہ نے زیادہ اصرار بھی نہیں کیا۔

رومیلہ کے چہرے پر اتنی پژمردگی تھی کہ وہ اسے زیادہ سے زیادہ پر سکون رکھنا چاہتی تھیں کوئی بھی خلاف مزاج بات کہہ کر وہ اسے مضطرب نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

اسی لیے جب رومیلہ نے سونے کے لیے کمرے میں جاتے وقت رشیدہ سے التجائیہ انداز میں کہا کہ عظمت خلیل کو ابھی کچھ نہ بتائیے گا۔

تو رشیدہ نے فکر مند ہونے کے باوجود فوراً" سر اثبات میں ہلا دیا البتہ اس کے جانے کے بعد وہ کافی دیر سوچتی رہیں۔

عظمت خلیل ابھی تک گھر نہیں آئے تھے رات کو دیر سے آنے پر تو بات ٹل سکتی تھی لیکن صبح ہونے پر بھی اگر انہیں کچھ نہ بتایا تو جب انہیں پتا چلے گا تو وہ ہنگامہ ضرور کھڑا کریں گے۔

مگر قسمت کو ان کی آزمائش منظور نہیں تھی لہٰذا عظمت خلیل رات کو بھی بہت دیر سے گھر آئے اور صبح بھی بڑی عجلت میں نکل گئے کہ روزمرہ کی معمولی گفتگو بھی ان کے درمیان نہ ہو سکی کجا کے انہیں یہ پتا چلتا کہ رومیلہ ان کے گھر رہنے آئی ہے۔

البتہ رشیدہ نے سوچا تھا شام میں جب وہ گھر آئیں گے تب انہیں سب بتا دیں گی وہ نہیں چاہتی تھیں کہ عظمت خلیل کو رومیلہ کے سامنے کوئی تماشا کھڑا کرنے کا موقع ملے۔

مگر انسان کچھ سوچتا ہے اور ہوتا کچھ اور ہے قدرت اپنے ارادوں سے کسی کو آگاہ نہیں کرتی اس کے اٹل فیصلے وقت آنے پر سامنے آتے ہیں۔

صبح اٹھنے پر رومیلہ کی حالت کافی بہتر تھی رشیدہ کی پیار بھری ڈانٹ پر اس نے چائے کے ساتھ ایک عدد سلائس بھی لے لیا تھا۔

رات کو نمل کے کمرے میں سونے لیٹتے وقت اس نے نمل کو تو سب سچ سچ بتا دیا تھا مگر رشیدہ سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی اور نہ ہی کچھ کہنے کی ضرورت پڑی تھی رشیدہ نے دانستہ اس موضوع پر بات کرنے سے پرہیز کیا تھا۔

وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ بعد میں بات کرلیں گی مگر بعد میں تو کچھ کہنے سننے کی مہلت ہی نہیں ملی دوپہر کے قریب ایک اور اندوہناک خبر ان کی منتظر تھی صرف رشیدہ اور نمل کے لیے ہی نہیں بلکہ شہر بھر میں یہ بریکنگ نیوز کے طور پر نشر ہو رہی تھی۔ عظمت خلیل کے اوپر ایک لڑکی نے ان کے آفس میں گھس کر تیزاب پھینک دیا۔

رشیدہ اتنے مضبوط اعصاب کی مالک ہونے کے باوجود یہ خبر سنتے ہی بے ہوش ہو گئیں نمل بھی اپنی جگہ سن رہ گئی عظمت خلیل کے سیکریٹری نے گھر آکر انہیں بتایا تھا اور انہیں ہسپتال لے جانے آیا تھا۔

رشیدہ کے بے ہوش ہونے پر ان کے لیے گھر میں ہی ڈاکٹر بلوا لیا گیا جس نے بتایا کہ بی پی بے تحاشا لو ہو جانے کے باعث وہ غفلت میں چلی گئی تھیں لہٰذا اس نے ڈرپ لگا دی۔

نمل، رومیلہ کو رشیدہ کے پاس گھر پر چھوڑ کر خود سیکریٹری کے ساتھ ہسپتال نکل گئی۔

عظمت خلیل کا آدھا چہرہ اور گردن سب بری طرح متاثر ہوئے تھے انہیں فوری امداد تو فراہم کردی گئی تھی مگر ان کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی منہ اور زبان بھی اسی طرح جلے تھے کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ وہ مستقبل میں بولنے کے قابل بھی ہوں گے یا نہیں۔

نمل کا دل یہ سب سن کر خون ہو گیا تھا مگر جب اسے یہ پتا چلا کہ یہ سب حشام کی بہن شمائلہ نے کیا ہے تب وہ عجیب سے احساسات کا شکار ہو گئی۔

جو کچھ حشام کے ساتھ ہوا تھا اس پر جب نمل کو اتنا دکھ تھا تو اس کی بہن کے درد کا کیا عالم ہوگا ایسے میں اگر اس نے یہ قدم اٹھایا تھا تو نمل اگر اسے صحیح نہیں کہہ سکتی تھی تو غلط بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔

سب سے بڑھ کر اہم بات یہ تھی کہ شمائلہ نے یہ کارروائی کرنے کے بعد وہاں سے فرار ہونے کی کوئی کوشش نہیں کی بلکہ وہیں کھڑے رہ کر وہ عظمت خلیل کے تڑپنے کا منظر دیکھتی رہی تھی۔

ایک کم عمر لڑکی ہونے کے باوجود اس نے سب کچھ کسی ظالم حکمران کی طرح بڑے سکون کے ساتھ دیکھا تھا بلکہ جب اسے گرفتار کیا گیا تو اس کے چہرے پر ایک تسکین تھی جیسے اب اس کے ساتھ کچھ بھی ہو اسے فرق نہیں پڑتا ہو وہ جو چاہتی تھی وہ کر چکی تھی آگے اپنے انجام کی اسے کوئی فکر نہ ہو۔

یہ تو صرف ایک شمائلہ تھی جو منظر عام پر آگئی تھی اس جیسے اور نہ جانے کتنے لوگ ہوں گے جو عظمت خلیل کے لیے ایسے ہی جذبات رکھتے ہوں گے نہ جانے کتنے لوگوں کی بددعائیں تھیں جو آج عظمت خلیل اتنی تکلیف میں آپریشن تھیٹر میں پڑے تھے کہ سرجری ہونے کے باوجود ان کی ایک آنکھ کی بینائی واپس نہیں آسکتی تھی اور نہ ہی چہرے کے خدوخال پہلے کی طرح ہو سکتے تھے۔

انسان کس بات پر اکڑتا ہے اور کس بات پر اتراتا ہے جب اسے پیدا کرنے والے خداوند کریم نے خود فرما دیا کہ نہ تو آسمان کو چھو سکتا ہے نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے تو پھر انسان اپنی اوقات کیوں نہیں پہچان لیتا۔

وہ یہ کیوں نہیں سوچتا کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی مخلوق پر ظلم کرے گا اور اس کا حساب بھی نہیں دینا پڑے گا۔

جس نے پوری کائنات بنائی ذرے سے لے کر پہاڑ تک ہر چھوٹی بڑی شے کا جو مالک ہے۔ جو ہر جاندار کو رزق دے رہا ہے اور ہر ظاہر اور پوشیدہ سے واقف ہے وہ اگر کسی کو گناہ کرنے کا موقع دے رہا ہے تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ وہ کبھی اسے اپنی پکڑ میں نہیں لے گا۔

یہ مہلت اس کی معافی نہیں ہے بلکہ ایک موقع ہے کہ اب بھی سنبھل جاؤ مگر انسان سدا کا ناشکرا ہے وہ تب تک گناہ کیے جاتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ آجائے۔

عذاب آنے کے بعد وہ معافی مانگتا ہے اور تائب ہو کر رہنے کے وعدے کرتا ہے لیکن وہ یہاں بھی جھوٹ بول رہا ہوتا ہے کیونکہ اگر اسے دوبارہ موقع دیا جائے گا تو وہ دوبارہ اسی روش کو اختیار کرلے گا۔

اسی لیے دنیا کی سب سے بڑی نعمت راہ حق پر ہونا ہے جس کے پاس ہدایت موجود ہے وہ اگر بھٹک بھی جائے تو توبہ کرکے پھر ان بندوں میں شامل ہو سکتا ہے جن پر اس کا خاص کرم ہوتا ہے۔

لیکن جس کا دل ہی منور نہ ہو جس کے اندر ایمان کی طاقت ہی موجود نہ ہو اس کا بینک بیلنس چاہے کتنا بھی ہائی ہو، چاہے اس کے پاس دنیا کی ہر شے اور عیش و آرام موجود ہو حقیقت میں اس سے زیادہ غریب اور مفلس کوئی نہیں ہے۔

لیکن عظمت خلیل نے منافقت کا جو لبادہ اوڑھ رکھا تھا اس کے باعث کچھ لوگ ایسے تھے جو عظمت خلیل کی خاطر اپنی جان تک دے سکتے تھے۔

انہیں جب عظمت خلیل کے ساتھ ہوئے سانحہ کا علم ہوا تو وہ غم و غصے سے پاگل ہو گئے حالانکہ شمائلہ کو پولیس نے فوراً" اپنی حراست میں لے لیا تھا پھر بھی عظمت خلیل کے لیے جان دے دینے کا جذبہ رکھنے والے ان کے

رہنماؤں نے پولیس کی گاڑی پر حملہ کرتے شمائلہ کو بیچ سڑک پر کافی تشدد کا نشانہ بنایا کہ وہ خود جیل پہنچنے کی بجائے ہسپتال پہنچ گئی تھی۔

یہ سب جان کر نمل بس پتھرائے ہوئے انداز میں ہسپتال کے کوریڈور میں بیٹھی تھی۔
عظمت خلیل آئی سی یو میں تھے وہ ان سے مل نہیں سکتی تھی ہسپتال کے باہر بھی ان کے احسانوں تلے دبے لوگوں کا ایک بڑا ہجوم اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے کئی لوگ موجود تھے لہٰذا جس جگہ نمل بیٹھی تھی وہی سب سے مناسب جگہ تھی جہاں اسے مکمل تنہائی اور خاموشی میسر تھی۔
اس جگہ بیٹھی وہ عظمت خلیل کے صحت یاب ہونے کی دعائیں مانگ رہی تھی حالانکہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ان کے لیے پریشان ہو سکتی ہے ان کی زندگی کے لیے دعا گو ہو سکتی ہے ان کے لیے آنسو بہا سکتی ہے۔

مگر یہی زندگی ہے بعض اوقات وہ ہو جاتا ہے جو انسان نے بھی سوچا نہیں ہوتا۔
عظمت خلیل نے چاہے انہیں جتنی بھی اذیتیں دی ہوں' چاہے جتنے بھی دکھ دیے ہوں' ان دونوں ماں بیٹی کے دل میں کبھی یہ خواہش نہیں ابھری کہ ان کا کیا ان کے آگے آئے۔ انہوں نے تو ہمیشہ یہی چاہا کہ اللہ تعالیٰ انہیں تائب کردے' ان کا دل بدل دے۔
لہٰذا اس وقت ان کے لیے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ نمل' شمائلہ کے لیے بھی بہتری مانگ رہی تھی۔ کیونکہ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس کے لیے کیا مانگے۔ چنانچہ جو اس کے حق میں بہتر ہو اس کے ساتھ وہی ہو۔

☼ ☼ ☼

الیان پہلے جب خرم کو اس کے گھر چھوڑنے آیا تھا تب صرف ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر چلا گیا تھا۔ مگر آج وہ خرم کے کمرے تک آیا تھا۔ پھر بھی اسے اس گھر سے کسی قسم کی اپنائیت کا احساس نہیں ہوا۔
اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ بہت چھوٹا تھا۔ جب اس گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو گیا تھا اس کی اتنی یادیں وابستہ نہیں تھیں جو اسے ستاتیں۔
دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ گھر کا نقشہ مکمل طور پر تبدیل ہو چکا تھا۔ بلال اختر نے ان کے گھر کو اپنے گھر کے ساتھ اس طرح جوڑا تھا کہ اس کا اصل نقشہ مسخ ہو گیا تھا۔
اس کے بعد فرقان حسن نے بھی گھر میں نیا پینٹ اور کچن وغیرہ کے ٹائلز تبدیل کر کے گھر کو بالکل نئے طرز کا بنالیا تھا۔ چنانچہ اب اس گھر کو دیکھ کر لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ وہی گھر ہے۔
پھر سب سے بڑھ کر عائشہ اختر' زوبیہ کی وجہ سے جس ذہنی و جذباتی اذیت سے گزر رہی تھیں اس کے بعد ریاض غفار سمیت ان سب کے دل میں وہ ساری کدورتیں دھل گئی تھیں جو انہیں واپس اس گھر میں آنے پر اکساتی تھیں۔
بلکہ عائشہ اختر سے مل کر ان سب کو یہی احساس ہوا تھا کہ اچھا ہی ہوا جو وہ یہ گھر خرید کر دوبارہ اس میں شفٹ نہیں ہو سکے۔ اگر ایسا ہوتا تو خوامخواہ وہ خلیج جو ریاض غفار اور عائشہ اختر کے درمیان کچھ ماند پڑ گئی تھی دوبارہ پوری شدت سے ابھر آتی۔
الیان' خرم کے گھر آکر مسلسل یہی باتیں سوچ رہا تھا کہ خرم کے ملازم نے اسے خرم کے کمرے میں ہی بلالیا۔ لہٰذا جب وہ اس کے کمرے تک پہنچا تو اس کی توجہ اس گھر کی جانب سے مکمل طور پر ہٹ چکی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس لیے خرم پر نظر پڑتے ہی اس نے بڑے دوستانہ انداز میں اسے سلام کرکے اس طرح اچانک بلانے کی وجہ پوچھی تھی جس پر خرم پرسوچ نظروں سے ایسے الیان کو دیکھنے لگا جیسے سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ بات کہاں سے شروع کرے۔

"کیا بات ہے' زوسیہ کا کوئی سراغ مل گیا ہے؟" اس کے اتنے شارٹ نوٹس پر بلانے کا مطلب صاف تھا کہ ضرور کوئی اہم بات ہے اور فی الحال زوسیہ سے زیادہ اہم کچھ اور تھا نہیں۔

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔" خرم کی نظروں کی طرح اس کا لہجہ بھی سوچتا ہوا تھا۔

الیان تیزی سے اس کے قریب آ بیٹھا جو بیڈ پر مختلف کاغذات پھیلائے بیٹھا تھا۔

"کمال ہے زوسیہ؟" الیان نے بے چینی سے پوچھا۔ مگر خرم نے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اس کے بستر پر جو کاغذات پھیلے تھے ان میں سے دو' تین اس کے ہاتھ میں تھے اور وہ انہیں بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

الیان نے اس کا انہماک دیکھ کر کاغذات پر سرسری سی نظر ڈالی تو کچھ الجھ سا گیا۔ وہ مختلف اوراق پر بنائے گئے مختلف اسکیچز تھے۔

"کیا ہے یہ؟" خرم کی محویت دیکھتے ہوئے الیان نے تھوڑا سا چڑ کر پوچھا۔

"یہ زوسیہ کی بنائی ہوئی ڈرائنگز ہیں۔" خرم نے کہنے کے ساتھ ہی ہاتھ میں پکڑے کاغذات اس کی طرف بڑھا دیے۔

"جب ہم اس گھر میں شفٹ ہوئے تھے تب یہ کچھ کاغذات اس کمرے میں رہ گئے تھے۔ یہ زوسیہ کا کمرہ ہوا کرتا تھا۔"

اس وقت ان کاغذات کو میں نے یہ سوچ کر پھینکنے کی بجائے ملازموں سے گھر کے پچھلے کمروں میں ڈلوا دیے تھے کہ کہیں سامان پیک کرنے کی جلدی میں یہ ڈبا غلطی سے رہ نہ گیا ہو۔

اگر بلال اختر کی فیملی نے بعد میں ایسی کسی چیز کا تقاضا کیا تو ان کے دیگر سامان کے ساتھ یہ بھی پہنچا دیں گے مگر انہوں نے یہ سامان کباڑ سمجھ کر چھوڑا تھا۔ لہٰذا کبھی مطالبہ کیا ہی نہیں۔

اور ہم بھی روٹین لائف میں ایسا بزی ہوئے کہ پچھلے کمرے کی صفائی کا نمبر ہی نہیں آیا اور یہ سامان تب سے اب تک وہیں کا وہیں پڑا ہے جسے میں نے آج نکالا ہے۔" خرم بڑی تفصیل سے بول رہا تھا۔ مگر الیان کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا۔

اسے زوسیہ کے بارے میں جاننے کی اتنی جلدی تھی کہ اس نے پینٹنگز پر غور بھی نہیں کیا تھا اور مسلسل خرم کو سوالیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

اس کی بات ختم ہونے تک الیان کے چہرے پر بےزاری صاف پڑھی جاسکتی تھی۔ البتہ وہ کافی تحمل سے بیٹھا تھا۔ جیسے اب بھی اس کی اگلی بات سننے کا منتظر ہو۔ کیونکہ اسے امید تھی کہ اگر خرم نے اسے اس طرح اچانک بلایا تھا تو وہ یقیناً "کوئی اہم بات کرنے والا ہوگا۔ تب ہی خرم اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"تم زوسیہ کو کتنا جانتے تھے؟"

"بالکل نا جاننے کے برابر۔ ہم تو کبھی ملے بھی نہیں۔" الیان فوراً" بولا۔

"ہوں۔۔۔" خرم نے ہنکارا بھرا' پھر کہنا شروع کیا۔

"زوسیہ نے ذکر کیا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے سے پہلے سے مجھے جانتی ہے۔ اس نے مجھے دیکھا تھا ایک بار' ایک

شخص کی جان بچاتے ہوئے حالانکہ وہاں بہت سارے لوگ تھے۔ کوئی بھی اس کی مدد کے لیے آگے نہیں بڑھا۔

صرف ایک میں تھا جس نے اس کی جان بچانے کی کوشش کی حالانکہ مجھے اس کی موت سے فائدہ بھی تھا پھر بھی میں نے یہ عظیم کام کیا۔ اسی لیے وہ مجھے ایک اچھا انسان سمجھتی تھی۔

میں نے ایسا کوئی قدم کبھی نہیں اٹھایا تھا۔ میں نے کبھی کسی کی جان نہیں بچائی تھی اور وہ بھی بھرے مجمع میں' جہاں بے تحاشا لوگ موجود ہوں۔

میں نے اس کی بات سن کر یہی سوچا تھا کہ اسے کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔

لیکن آج صبح میری یونیورسٹی میں میرے ایک بات بڑے حریف کو گولی لگی۔ اس کے اپنے دوست تک اس کی مدد کرنے آگے نہیں بڑھے بلکہ سب اسے چھوڑ کر بھاگ نکلے تاکہ پولیس کے بیان وغیرہ سے بچ جائیں۔

تب میں اسے اپنے کندھے پر ڈال کر اپنی گاڑی تک لے کر گیا پھر میرے دوستوں نے بھی میرا ساتھ دیا اور ہم نے اسے اسپتال پہنچا دیا۔

اس کی حالت کافی سیریس تھی۔ اگر دیر ہو جاتی تو وہ مر سکتا تھا۔ لیکن وہ بچ گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میں بھی پولیس کے شک کے دائرے سے باہر ہو گیا ہوں ورنہ ایک عام رائے ہے کہ میری منگنی اس کی وجہ سے ٹوٹی ہے۔

وہ میرا حریف بھی تھا۔ میری منگیتر کو بھی مجھ سے چھین چکا تھا۔ مجھے اس کی جان بالکل بھی نہیں بچانی چاہیے تھی مگر اس بھرے مجمع میں سوائے میرے کسی نے یہ قدم نہیں اٹھایا۔ البتہ ہماری تصویر کھینچ کر فیس بک پر ضرور ڈال دی وہ دیکھو۔" خرم کہتا چلا گیا۔

اس کے آخری جملے پر الیان نے پلٹ کر اس کی کمپیوٹر ٹیبل کی جانب دیکھا تو مونیٹر پر واقعی ایک تصویر نظر آئی۔

خرم کا چہرہ اس میں واضح طور پر نظر آرہا تھا جبکہ جس شخص کو اس نے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اس کی پیٹھ تھی مگر وجود اور خون میں لت پت قمیص ظاہر کررہی تھی کہ وہ شدید زخمی ہے۔

الیان نے گردن موڑ کر واپس خرم کی جانب دیکھا تو خرم نے ایک کاغذ اس کی جانب بڑھا دیا۔ اب کی بار الیان کاغذ پر سرسری نظر نہ ڈال سکا بلکہ وہ ششدر سا کاغذ کو دیکھے گیا جہاں کمپیوٹر پر موجود تصویر کا ہو بہو منظر اسکیچ کی صورت میں مزین تھا۔ صرف خرم کی شکل واضح نہیں تھی یا یوں کہہ لیں کہ بنانے والے کی ڈرائنگ اتنی اچھی نہیں تھی کہ وہ شکل کی بخوبی تصویر کشی کر سکتا۔ البتہ اس نے منظر بالکل وہی دکھایا تھا۔ یعنی کندھے پر کسی زخمی کو ڈالے کوئی شخص دوڑ رہا تھا۔

"یہ تصویر زوسیہ نے بنائی تھی۔ یہ دوسرا' بلکہ یہ تمام تصویریں زوسیہ کی ہی بنائی ہوئی ہیں۔" خرم نے ایک اور صفحہ اس کے آگے کیا۔ جس پر ایک زخمی لڑکی موجود تھی اور اس کے سر سے خون نکل رہا تھا۔

"زوسیہ نے بتایا تھا اس کے کالج میں ایک لڑکی ہوتی تھی نتاشا جس نے زوسیہ کو ایک زمانے میں کافی پریشان کیا تھا۔ پھر وہ اچانک غائب ہوگئی اور بعد میں اس کی لاش ملی تھی۔

زوسیہ کے والدین کا خیال تھا اسے بھی زوسیہ نے مارا ہے کیونکہ جب وہ غائب تھی اور اس کی تلاش جاری تھی زوسیہ نے تب ہی بتا دیا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔

اس کی موت پاؤں مڑ کر گٹر میں گر جانے کے باعث ہوئی تھی اور اسی لیے اس کی ڈیتھ باڈی دو دن بعد ملی۔ مجھے

لگتا ہے یہ تصویر اسی تماشا کی ہے۔" الیان پریشان نظروں سے خرم کو دیکھنے لگا۔ جیسے سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ کیا کہے۔

"الیان، زوبیہ نے بہت بار مجھ سے کہا تھا کہ اسے لگتا ہے کہ صرف میں ہوں جو اس کی مدد کر سکتا ہوں۔"
آج میری سمجھ میں آیا ہے کہ وہ ایسا کیوں کہتی تھی۔ ساری دنیا اسے پاگل سمجھتی تھی حتیٰ کہ اس کے ماں، باپ بھی۔ لیکن وہ پاگل نہیں تھی، اس میں کمی تھی تو صرف اعتماد اور فہم کی۔
کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسی صلاحیت دیتا ہے کہ وہ لوگ وہ دیکھ لیتے ہیں جو مستقبل میں ہونے والا ہوتا ہے۔
لیکن ان کا یہ علم بڑا محدود ہوتا ہے۔ وہ مستقبل میں ہونے والے حادثے کو بدل سکتے ہیں نہ ہی اس کے وقوع پذیر ہونے کا صحیح وقت جانتے ہیں بلکہ بعض اوقات وہ سمجھ نہیں پاتے کہ انہوں نے کیا دیکھا تھا۔
زوبیہ بھی ان ہی لوگوں میں سے تھی، اس نے مجھے دیکھا تھا مگر اسے پتا تھا کہ میں نے ایک شخص کی جان بچائی تھی۔
وہ اتنی ذہین نہیں تھی کہ ماضی اور مستقبل میں فرق کرپاتی، زوبیہ سوچتی تھی کہ اس نے مجھے دیکھا ہے تو اس کا مطلب ہے ماضی میں کہیں دیکھا ہوگا۔

جبکہ اس نے مجھے یا تو خواب میں دیکھا تھا یا نیم غنودگی میں۔ اسی عالم میں وہ یہ ساری پینٹنگز بنایا کرتی تھی۔
ڈاکٹر شکیلہ کی تشخیص صحیح تھی۔ وہ اسپلٹ پرسنالٹی تھی یعنی دہری شخصیت۔
جب وہ زوبیہ ہوتی تھی تب بالکل نارمل ہوتی تھی۔ بلکہ کسی حد تک بودی اور کمزور سی لڑکی ہوا کرتی تھی۔
زوبیہ سے ہٹ کر جب وہ دوسری لڑکی بنتی تھی تب ہی وہ یہ سارے اسکیچز بناتی تھی۔ اسی عالم میں اس نے حمید پر حملہ بھی کیا تھا۔
اس ٹرانس میں وہ جو کچھ بھی کرتی تھی اسے لگتا تھا وہ شائستہ خالہ کر رہی ہیں۔ حالانکہ وہ سب وہ خود ہی کر رہی ہوتی تھی جیسے اپنی ایک دوست پر اس نے اسی گھر کی چھت پر حملہ کیا تھا۔ جس کے بعد بلال اختر نے اس گھر کو بیچنے کا فیصلہ کیا تھا۔
وہ حملہ کسی شائستہ خالہ کی روح نے نہیں خود اس نے کیا تھا مگر یہ نیم غنودگی یا دورہ پڑنے کی کیفیت سے جب وہ ہر آئی تو اس نے یہی کہا کہ اس نے شائستہ خالہ کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا۔" خرم کہتا چلا گیا۔
الیان ایک دم چپ بیٹھا بڑے غور سے اسے سن رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر بھی وہ کچھ نہیں بولا تو خرم کو ہی کہنا پڑا۔ "تمہیں یقین نہیں آرہا نا۔

اب ایک اور بات سنو میں جب زوبیہ سے پاگل خانے ملنے گیا تھا تب اس نے بتایا تھا کہ شائستہ خالہ بھی اپنی زندگی میں پاگل خانے آئی تھیں۔ کیونکہ اس نے شائستہ خالہ کو بھی ہو بہو اسی حلیے میں دیکھا تھا۔
جبکہ سچ یہ ہے کہ اس نے خود کو ہی دیکھا تھا لیکن وہ جو میں نے پہلے کہا نا کہ وہ اتنی سمجھ دار نہیں تھی یا شاید اللہ تعالیٰ غیب کا علم کسی کو دیتا نہیں، اگر کچھ دکھاتا بھی ہے تو انسان اپنی کم فہمی کی وجہ سے اسے سمجھ نہیں پاتا۔
یہی زوبیہ کے ساتھ ہوا، اسے پتا تھا کہ وہ ایک دن پاگل خانے آئے گی، اسی جگہ پر اسی یونیفارم میں مگر وہ یہ بات سمجھ نہیں سکی۔
کچھ اس کے ساتھ بچپن میں ایسے حادثے رونما ہوئے اور ایسی کہانیاں اسے سنائی گئیں کہ ایک ایسا کردار اس کی زندگی میں حاوی ہوگیا جو کبھی تھا ہی نہیں۔

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

اگر اس نے شائستہ خالہ کے بارے میں نہ سنا ہوتا تو ہو سکتا تھا وہ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوئی ہوتی کہ یہ سب اس کی مرحومہ خالہ کی روح کر رہی ہے۔
لیکن شائستہ خالہ سے وابستہ کہانیوں کو جب اس نے اپنی سوچ کے مطابق جوڑا اور پھر اس کے ساتھ زندگی میں جو کچھ ہوتا رہا اس کے بعد اس نے اپنی ایک الگ کہانی بنائی۔ ورنہ سچ تو یہ ہے کہ شائستہ خالہ کا کوئی سایہ کبھی تھا ہی نہیں اگر کچھ تھا تو صرف مستقبل کی وہ جھلکیاں جو زوبیہ کے ساتھ ہونے والی تھیں" خرم نے بستر پر پڑا ایک صفحہ اور اٹھالیا۔

جس میں دو لڑکے ایک لڑکی پر وحشیانہ طور پر حملہ آور تھے۔
"تمہارا مطلب ہے۔" الیان نے کتنی دیر بعد زبان کھولی مگر اب بھی وہ خود کو بولنے پر آمادہ نہ کرسکا۔
جو کچھ خرم کہہ رہا تھا وہ اس پر یقین نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ مگر دماغ کا کوئی ایک کونا اسے کچوکے لگا رہا تھا کہ خرم ٹھیک کہہ رہا ہے۔ لہٰذا وہ اسے جھٹلا نہیں پا رہا تھا۔
خرم صفحہ پر سے نظریں ہٹا کر عجیب سے انداز میں الیان کو دیکھنے لگا۔
"زوبیہ نے ایک بار میرے دوست حمید پر حملہ کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ یہ شائستہ خالہ کا قاتل ہے۔
بلکہ اس نے مجھے وہ جگہ تک بتائی تھی جہاں شائستہ خالہ کی لاش دفن ہے۔ وہ میرے دوست وکی کے فادر کا فارم ہاؤس تھا۔

میں نے زوبیہ کے ساتھ جاکر وہاں اس قبر کو کھود کر لاش تلاش کرنے کی کوشش بھی کی تھی مگر وہاں کچھ ہوتا تو ملتا نا۔

سب سے بڑھ کر جب میں آخری بار زوبیہ سے ملا تھا تب اس نے مجھے شائستہ خالہ کے قاتل کا نام تک بتایا تھا واجد۔

اس وقت میں اس کی بات کو اس کا پاگل پن سمجھ کر نظر انداز کر کے آگیا تھا۔
لیکن آج کمپیوٹر پر اس تصویر کو دیکھ کر جیسے سارے بند دروازے ایک دم کھل گئے۔
جیسے ساری گتھیاں سلجھ گئیں۔
اس وقت واجد کا نام سن کر کوئی خیال نہیں آیا۔
مگر آج اچانک یاد آیا ہے کہ جسے ہم سارے دوست بلکہ اس کے اردگرد موجود تمام لوگ وکی کہہ کر پکارتے ہیں اس کا اصل نام واجد ہے، جو شاید وہ خود بھی بھول گیا ہوگا۔" الیان سکتے کے عالم میں خرم کو دیکھ رہا تھا۔
خرم اب کیا کہنے والا تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔ مگر اس کا دل و دماغ اس بات کو قبول نہیں کر رہا تھا۔
کچھ ایسی ہی حالت خرم کی بھی تھی تب ہی وہ بالکل خاموش ہوگیا تھا اور آگے کچھ نہیں بول رہا تھا۔ آخر کافی دیر گزرنے پر الیان کو ہی کہنا پڑا۔
"تمہارے دوست وکی اور حمید، زوبیہ کو کیوں ماریں گے اور وہ انہیں مل کیسے گئی۔ وہ تو پاگل خانے میں تھی۔"
"وہ کیوں ماریں گے اس کا جواب تو ان صفحوں پر موجود ہے۔
مجھے زندگی میں کبھی یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ وہ دونوں اس حد تک گر سکتے ہیں لیکن میں انہیں کافی قریب سے جانتا ہوں، وہ خاصے گھٹیا اور آوارہ ہیں۔
زوبیہ انہیں کیسے مل گئی؟ یہ تو وہی بتا سکتے ہیں لیکن مجھے یہ یقین ضرور ہے کہ زوبیہ کی بنائی دوسری تمام ڈرائنگز کی طرح یہ سب بھی جھوٹی نہیں ہیں۔

اس قبر میں یہ دو لڑکے جس لاش کو دفنا رہے ہیں یہ زوبیہ کی ہے اور یہ دونوں لڑکے وکی اور حمید ہیں۔" الیان سارے صفحے بستر پر پھینکتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے سر کے بالوں کو مٹھیوں میں ایسے جکڑ لیا جیسے اس کا ذہن یہ سب سننے اور یقین کرنے کی تاب نہ لا رہا ہو۔

خرم کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر ہاتھ میں پکڑے کاغذات ایک طرف رکھتے ہوئے وہ بھی الیان کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

"الیان اب ہمیں زوبیہ۔۔۔"

"خرم پلیز چپ ہو جاؤ بھلے ہی ہمارے گھرانوں میں لڑائی رہی ہے‘ لیکن وہ ہے تو میری کزن‘ ہمارے خاندان کی عزت‘ ہماری عزت۔۔۔

میں اس کے بارے میں یہ سب۔۔۔" الیان کے لہجے اور انداز میں بے تحاشا بے چینی تھی۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔ میری تو وہ کزن تھی‘ نہ غیرت ایک مطلب کے تحت میں نے اس سے دوستی کی تھی۔ لہٰذا اسے کبھی دوست بھی نہیں سمجھا۔

لیکن کسی بھی لڑکی کے لیے یہ سب سننا آسان نہیں چاہیے اس سے کوئی تعلق ہو یا نہ ہو۔

لیکن اگر زوبیہ کے ساتھ یہ سب ہوا ہے تو اس کے مجرموں کو سزا تو ملنی چاہیے۔ ان کا جرم تو سامنے آنا چاہیے اور یہ کام ہمیں آج ہی کرنا ہے۔

میں ڈیڈ کے دوست کو فون کر رہا ہوں جو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ڈی آئی جی ہیں۔

وکی اور حمید جن گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں ان پر اتنی آسانی سے ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا‘ ہمیں پوری تیاری کے ساتھ جانا ہو گا۔ اگر وہ پہلے ہوشیار ہو گئے تو وہ شواہد مٹا بھی سکتے ہیں۔"

"تمہارے ارادے کیا ہیں؟" الیان ٹھٹک کر خرم کو دیکھنے لگا۔ جس کے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ وہ سب کچھ سوچ بچار کیے بیٹھا ہے۔

مگر خرم نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے کسی غیر مرئی نقطہ کو دیکھتے ہوئے یاسیت بھرے انداز میں کہا۔

"زندگی میں پہلی بار میں یہ چاہ رہا ہوں کہ میں غلط نکلوں۔

جو اندازے لگائے اور جو نتائج میں نے اخذ کیے ہیں اللہ کرے وہ سب غلط نکلیں‘ بھلے ہی مجھے سب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے‘ مگر زوبیہ وہاں سے برآمد نہ ہو جہاں سے مجھے یقین ہے کہ وہ مل جائے گی۔"

☼ ☼ ☼

وکی کے فارم ہاؤس پر پولیس لے کر پہنچنا اتنا آسان کام نہیں تھا‘ وہ بھی محض شک کی بنیاد پر مگر فرقان حسن کے دوست ڈی آئی جی صاحب نے فرقان حسن کے کہنے پر اپنا سارا اثر و رسوخ استعمال کر ڈالا اور کورٹ کے آرڈر لے کر وکی کے والد کے پاس پہنچے تاکہ وہ بالکل بے بس ہو جائیں۔

کیونکہ اگر انہیں پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو نہ صرف وہ آرڈر رکوا سکتے تھے بلکہ وکی کو بچانے کے لیے پہلے ہی فارم ہاؤس سے شواہد مٹا سکتے تھے۔

پولیس کے عملے کے ساتھ ڈی آئی جی صاحب‘ الیان‘ خرم اور وکی کے والد تک فارم ہاؤس آئے تھے۔

بلال اختر کو ابھی کسی قسم کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی۔ الیان نے تو اپنے گھر میں بھی ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ سب کو پہلے سے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ابھی بھی وہ دعا گو تھا کہ خرم کے سارے شکوک غلط ثابت ہوں۔

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

حالانکہ وکی کے والد نے پولیس کا لحاظ کیے بغیر خرم کو خوب کھری کھری سنائی تھی۔ جسے خرم نے بڑی خاموشی سے سنا تھا۔

اپنی جگہ وہ اسے صحیح لگ رہے تھے۔ بیٹے کے دوست نے ان کے بیٹے کے اوپر کیس فائل کر دیا تھا۔ وہ جو بھی کہتے کم تھا اور سب کچھ اتنے اچانک کیا تھا کہ وہ اپنا بچاؤ بھی نہیں کر پائے تھے۔ اس میں ان کا تلملانا غلط نہ تھا۔

جب وہ فارم ہاؤس کے پچھلے حصے میں پہنچے تو خرم کی بے چینی سکتہ میں تبدیل ہونے لگی۔

دیوار کے پاس لگے ایک درخت کے قریب جہاں زوبیہ نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ شائستہ خالہ کی قبر کی نشاندہی کی تھی اور جہاں خرم نے اپنی پوری جان مار کر اچھا خاصا گڑھا کھود لیا تھا۔ وہاں اب کوئی کھدائی کے آثار نہیں تھے بلکہ گڑھے کو بھر دیا گیا تھا۔ لیکن مٹی کی شکل دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ گڑھا ابھی کچھ دن پہلے ہی بھرا ہے۔ اسی لیے زمین ابھی تک پوری طرح ہموار نہیں ہوئی تھی اور کسی قبر کی طرح تھوڑی سی ابھری ہوئی تھی۔

پولیس کے ساتھ آئے مزدوروں کو جب خرم نے اس مخصوص جگہ کی کھدائی کرنے کو کہا تب اسے اچھی طرح احساس تھا کہ کئی ماہ پہلے زوبیہ نے جب اسے کھدائی کرنے کے لیے کہا تھا تو اس وقت زوبیہ کے کیا محسوسات ہوں گے۔

مزدوروں نے زمین کھودنی شروع کی تو خرم سن ذہن کے ساتھ ہاتھ باندھے انہیں دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے اتنا ہی گڑھا کھود لیا جتنا خرم نے ان سے چار گنا زیادہ وقت میں کھودا تھا۔ تب مزدور کی کدال کے ساتھ ایک کپڑا بھی کھنچتا ہوا باہر آ گیا۔

وہاں موجود تمام نفوس بری طرح چونک اٹھے۔ وکی کے والد جو سخت طیش کے عالم میں ساری کارروائی دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی گویا جھٹکا کھا کر اپنی جگہ سے چند قدم آگے آ گئے۔

مٹی میں اٹا وہ میلا کپڑا یقیناً "سفید رنگ کا رہا ہو گا۔ اس کپڑے کے نظر آنے کے بعد مزدور نے کدال ایک طرف رکھ دی اور بڑی احتیاط سے ہاتھ سے مٹی ہٹانے لگے۔

جیسے جیسے مٹی ہٹتی جا رہی تھی فضا میں ایک عجیب سی بدبو پھیلتی جا رہی تھی۔ سبھی بے چینی اور فکرمندی سے کبھی ایک دوسرے کو اور کبھی مزدور کی کارروائی کو دیکھ رہے تھے کہ آخر ایک مزدور نے آواز لگاتے ہوئے کہا۔

"صاحب یہ کسی لڑکی کی لاش ہے۔"

(آخری قسط ان شاء اللہ آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں)

WWW.PAKSOCIETY.COM

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی۔ مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے۔۔۔ رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے۔۔۔ اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔۔۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پیلس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے۔۔۔ اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، ذکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں پیلس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے۔۔۔ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔۔۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے۔۔۔ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔۔۔ اب آگے پڑھیں۔

-۴۶-
چھیالیسویں قسط

خرم کا دل جیسے بالکل سکڑ کر پھیلا تھا گویا اس کے بدترین اندازے درست تھے لاش کی شناخت اور پوسٹ مارٹم سے جو بھی ثابت ہوتا تھا وہ بعد کی بات تھی لیکن خرم کا وجدان اسے بتا چکا تھا کہ یہ زوسیہ ہی ہے ڈی آئی جی صاحب بھی آگے آ گئے تھے اور ہونق بنے وکی کے والد پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہنے لگے۔

"ہاں ہاں پتا ہے لاش لڑکی کی ہے باہر نکال لوا سے۔"

ایک بری سی بدبو جو پہلے ہی انہیں احساس دلانا شروع کر چکی تھی کہ وہ کسی ناگوار چیز کے بہت قریب موجود ہیں پوری فضا میں پھیل گئی تھی۔

خرم کے لیے وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا اس کا دل چاہ رہا تھا وہ ابھی اور اسی وقت یہاں سے دور چلا جائے مگر وکی کے والد نے جو شور مچانا شروع کر دیا اس کی وجہ سے وہ وہاں سے ہٹ بھی نہیں سکا۔

"یہ ۔۔۔ یہ سب کیا ہے ۔۔۔ یہ ۔۔۔ یہ میرے بیٹے کے خلاف کوئی سازش ہے۔ میں نے تو خرم کو اس کا دوست سمجھ کر اس کھدائی کی اجازت دے دی تھی۔

ورنہ پولیس اور کورٹ کے آرڈرز کو تو میں پھاڑ کر پھینک دیتا۔" وہ اس وقت شدید ذہنی صدمے کا شکار تھے لہٰذا بغیر سوچے سمجھے بول رہے تھے۔

ورنہ سچ تو یہی تھا کہ انہیں صرف کورٹ کے آرڈرز نے مجبور کر دیا تھا ورنہ وہ خرم تو کیا خود اپنے بیٹے کے کہنے پر بھی اپنے فارم ہاؤس میں اس کھدائی کی اجازت ہرگز نہ دیتے۔

مگر اس وقت کسی کو بھی ان کی اس فضول بکواس کا جواب دینے کا ہوش نہیں تھا۔

الیان اب بھی دل ہی دل میں دعا گو تھا کہ یہ سب جھوٹ ہو بھلے ہی یہاں لاش برآمد ہو گئی ہے لیکن وہ زوسیہ کی نہ ہو کچھ ایسے ہی احساسات خرم کے بھی تھے بلکہ اس کے قدم تو خود بخود قبر کی طرف اٹھنے شروع ہو گئے تھے۔

ڈی آئی جی صاحب نے جب اسے قبر کے نزدیک جاتے دیکھا تو اسے آواز دے کر روکنا بھی چاہا مگر تب تک وہ گڑھے کے بہت قریب پہنچ گیا تھا۔

دو آدمی جو بڑے انہماک اور مہارت سے مٹی ہٹا رہے تھے لاش کا چہرہ صاف کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

وہ زوسیہ تھی یہ کہنا کافی مشکل تھا کیونکہ اس کا چہرہ خاصا خراب ہو چکا تھا۔

لیکن یہ یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ جو چہرہ زوسیہ مختلف اوراق پر اسکیچز کی صورت میں بنا چکی تھی یہ وہی تھا۔

زمین کے اندر دفن ہو جانے کے باعث چہرے پر جا بجا مٹی چپکی ہوئی تھی پھر بھی اس چہرے پر لگے زخم صاف نظر آ رہے تھے۔

ناخن یا نوکیلی چیز سے کھرچا ہوا خون آلود چہرہ بالکل ہو بہو وہی تھا جسے زوسیہ 'شائستہ خالہ' کا چہرہ سمجھتی تھی۔

اسے دفنانے والے بے رحم لوگوں نے اس کی آنکھیں بند کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا چنانچہ وہ اب بھی خوف و دہشت کے ساتھ ساتھ دکھ اور تکلیف سے پھیلی ہوئی تھیں۔

مرتے وقت وہ کس اذیت اور درد سے گزری تھی یہ اب بھی ان آنکھوں میں صاف پڑھا جا سکتا تھا۔

"خرم چلو یہاں سے۔" ڈی آئی جی صاحب نے ایک دم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پیچھے کھینچ لیا۔

وہ کسی زندہ لاش کی طرح ان کے ساتھ کھنچتا چلا گیا جب اس قبر کو وہ کھود رہا تھا تب اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہاں سے شائستہ خالہ کی نہیں بلکہ اس لڑکی کی لاش نکلے گی جس نے اس قبر کی نشاندہی کی ہے۔

زوسیہ نے کسی اور کو نہیں خود اپنے آپ کو یہاں دفن ہوتے دیکھا تھا مگر وہ یہ بات کبھی سمجھ نہیں سکی۔

بچپن سے شائستہ خالہ کے خیالی پیکر کے بارے میں اس نے اتنا سنا کہ اس کے ذہن نے خود ہی ایک کہانی

ترتیب دے لی۔

اپنے اندازوں اور مفروضوں پر وہ اتنی آگے نکل گئی کہ ہر بات کو شائستہ خالہ سے وابستہ کرنے لگی۔

وہ ایک دوہری شخصیت کا شکار تھی جب اس پر دوسرا کردار حاوی ہوتا تو وہ خود کو شائستہ خالہ سمجھنے لگتی اور اس دوران جو کچھ بھی کرتی اسے لگتا وہ سب شائستہ خالہ کر رہی ہیں۔

اگر وہ کوئی مضبوط اعصاب کی لڑکی ہوتی تو سب کچھ نہ سہی البتہ بہت کچھ ضرور سمجھ جاتی کم از کم اتنا تو جان ہی لیتی کہ جو کچھ اسے پتا چلتا ہے وہ اسے کوئی روح نہیں بتاتی بلکہ اس کی مضبوط چھٹی حس کے باعث اسے خود بخود محسوس ہو جاتا ہے جو کسی دوسرے یا خود اس کے اپنے ساتھ ماضی یا مستقبل میں رونما ہونے والے حادثے ہوتے ہیں۔

"کانسٹیبل اسے اس کے گھر چھوڑ دو۔" ڈی آئی جی صاحب اسے پولیس موبائل کے قریب لے آئے اور کانسٹیبل کو ہدایت دے کر اس سے کہنے لگے۔

"تم گھر جا کر تھوڑی دیر لیٹ جاؤ کل کا سارا دن بھی تمہارا بڑے اسٹریس میں گزرا تھا اور آج بھی صبح سے یہ سب ۔۔۔ میں یہاں سے ساری کارروائی مکمل کیے بغیر نکلنا نہیں چاہتا ورنہ میں خود تمہیں گھر چھوڑ آتا۔" خرم مشینی انداز میں پولیس موبائل میں بیٹھ گیا مگر اچانک جیسے اسے ہوش آیا تو وہ چونکتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"انکل وکی کے والد کے فارم ہاؤس پر ریٹ ہوئی ہے یہ بات ابھی کون کون جانتا ہو گا۔"

"میرا نہیں خیال یہ بات ابھی کسی کے علم میں ہو گی کیونکہ وکی کے والد کو تو ہم بغیر کوئی موقع دیے اپنے ساتھ ہی لے آئے اور وہ اتنے خود اعتماد تھے کہ انہوں نے تو شاید اپنے وکیل تک کو فون کرنے کی زحمت نہیں کی۔

لیکن یہ بات تم کیوں پوچھ رہے ہو۔" انہوں نے پوچھا تو خرم کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

"کوشش کیجیے گا کہ وہ یہ سب کسی سے نہ ہی کہیں تو بہتر ہے۔"

"ارے اب تو لاش ان کے فارم ہاؤس سے برآمد ہوئی ہے اس بات سے قطع نظر کہ یہ لاش کس کی ہے۔

نہیں فوراً حراست میں لیا جائے گا اور کیونکہ تم نے ان کے بیٹے اور ایک دوسرے لڑکے پر بھی شک ظاہر کیا ہے لہٰذا یہ سب تو تفتیش کی گرفت میں آئیں گے۔" ڈی آئی جی صاحب نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بڑے سکون سے کہا خرم کچھ دیر پرسوچ نظروں سے انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے انہیں خدا حافظ کہتے ہوئے کانسٹیبل کو حرکت میں آنے کا اشارہ کر دیا۔

تقریباً پون گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد خرم نے پولیس موبائل کو ایک شاندار گھر کے سامنے روکنے کو کہہ دیا اور اسے بھیج کر خود گیٹ کی بیل بجانے لگا۔

وہ اپنے گھر نہیں آیا تھا بلکہ حمید کے گھر آ گیا تھا اس کا ایک اندازہ اس قدر صحیح نکلا تھا کہ اب اسے یہ تامل ہرگز نہیں تھا کہ حمید کا اس ساری کارروائی میں ہاتھ ہے یا نہیں بلکہ اسے یقین تھا کہ یہ ساری کارستانی حمید اور وکی دونوں کی ہے۔

وکی کے والد سب جان چکے تھے دوسرے یہ کہ وکی حمید کے مقابلے میں کافی سمجھ دار تھا۔

جبکہ حمید کو شیشے میں اتارنا خرم کے لیے وکی کی نسبت بہت آسان تھا اور یہی سوچتا ہوا وہ حمید کے پاس آیا تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ اس وقت گھر پر ہو گا۔

کل یونیورسٹی میں جو کچھ ہوا تھا اس کے بعد اسے یقین تھا حمید آج یونیورسٹی نہیں جائے گا کیونکہ دنیا کی نظر میں وہ خرم کا دوست تھا اور خرم نے طلحہ وغیرہ کے خلاف جا کر ان کے مرتے ہوئے دشمن کی جان بچائی تھی لہٰذا عین ممکن تھا کہ طلحہ وغیرہ آج اس مدعے پر ان سے کوئی بات کرتے۔

ہارون اور نادر نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ ایک دو دن یونیورسٹی نہ جانا ہی بہتر ہے۔

بیل بجانے کے کچھ دیر بعد ہی وہ حمید کے کمرے میں موجود تھا جو چھٹی کے باعث ابھی تک خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا اور خرم کی آمد کا سن کر بستر پر اٹھ کر بیٹھا تھا۔

"تم اتنی صبح صبح میرے گھر پر؟ خیریت تو ہے نا۔" اس نے منہ پھاڑ کر جمائی لیتے ہوئے پوچھا۔

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ صبح نہیں ہے دوپہر ہو رہی ہے لیکن اگر آدھی رات بھی ہوتی تو بھی مجھے تمہارے پاس اسی وقت آنا تھا۔

خیریت بالکل نہیں ہے بلکہ ایک بہت بری خبر ہے وکی کے والد کا جو فارم ہاؤس ہے اس پر پولیس کی ریڈ ہوئی ہے۔" خرم کہہ کر چند ثانیے کے لیے خاموش ہو گیا۔

وہ حمید کے چہرے کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا اور اس نے واضح طور پر اسے چونکتے ہوئے دیکھا تھا۔

"پولیس کی ریڈ۔" حمید نے اچنبھے کے ساتھ کہا تو خرم ہاتھ میں پکڑے اپنے موبائل میں ایسے لگ گیا جیسے کوئی اہم میسج پڑھ رہا ہو۔

آخر حمید سے صبر نہ ہوا اور وہ بستر سے اتر کر اس کے سر پر آ گیا۔

"کیا ہوا۔ آگے بھی تو کچھ بولو۔ ان کے فارم ہاؤس پر کیوں ریڈ ہوئی ہے۔"

"کیا بتاؤں سمجھ میں نہیں آ رہا کیسے کہوں۔ یار اتنا کچھ ہو گیا اور تم نے اور وکی نے ہمیں کچھ بتایا تک نہیں" خرم کی بات پر حمید فکر مندی سے اسے دیکھنے لگا۔

"ت۔۔۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو۔"

"یہی کہ فارم ہاؤس سے زوبیہ کی لاش برآمد ہو گئی ہے" حمید کی آنکھیں حیرت و خوف کے مارے اتنی پھیل گئی تھیں جیسے اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"اور وکی نے پولیس کو جو بیان دیا ہے اس میں تو سارا الزام تمہارے سر آ گیا ہے جیسے یہ سب صرف اور صرف تمہارا کیا دھرا ہو اور وہ بالکل بے قصور ہو۔" خرم کے لہجے میں تاسف بھرا تھا۔

حمید کا چہرہ ایسے سفید پڑ گیا تھا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

البتہ خرم کی آخری بات سن کر وہ ایک دم سے اکھڑتے ہوئے بولا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے یہ وکی کا بچہ۔۔۔ یہ سارا کیا دھرا اصل میں تھا ہی وکی کا۔

میں تو اسے منع ہی کرتا رہ گیا مگر تمہیں تو اس کی فطرت پتا ہے اس خبیث کے دماغ میں کچھ سما جائے تو بھلا کوئی روک سکتا ہے۔" اسے حمید کی ایک ایک حرکت سے اس کی شدید گھبراہٹ اور گھبراہٹ کے رد عمل میں جھنجلاہٹ صاف ظاہر ہو رہی تھی خرم چند ثانیے کے لیے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"کیا ہوا تھا جو تم لوگوں کو زوبیہ کو قتل کرنا پڑا۔" خرم کے لہجے کی سنجیدگی پر حمید نے غور ہی نہیں کیا بلکہ تنک کر کہنے لگا۔

"میں نے اسے قتل نہیں کیا وہ بے وقوف اپنی وجہ سے مری ہے۔

کیا ضرورت تھی اسے پاگل خانے سے بھاگنے کی۔ اچھی خاصی آرام سے وہاں بیٹھی تھی لیکن آخر تھی نا پاگل، آدھی رات کو سنسان سڑک پر نکل کھڑی ہوئی اگر میں اور وکی نہ بھی پہنچتے تو بھی کون سا وہ اپنے گھر پہنچ جاتی نہ کوئی ٹرانسپورٹ تھی نہ راستوں کا پتا تھا۔ بس منہ اٹھا کر چل پڑی۔" حمید بھناتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تو کیا وہ تمہیں سڑک پر مل گئی تھی۔" خرم اسے بغور دیکھتا رہا اس کا لہجہ بالکل مشینی ہو گیا تھا۔

"ابے نہیں یار میں اور وکی تو شیشہ پینے گھر سے نکلے تھے۔

اصل میں جس پاگل خانے میں زوبیہ تھی وہاں ڈیڈ نے اپنا ایک مخبر رکھا ہوا تھا۔ ان کا خیال تھا بلال اختر اپنی بیٹی کو وہاں سے نکلوا نہ لیں۔

اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور ڈیڈ اسے ہر حال میں پھانسی پر چڑھانا چاہتے تھے کئی بار بلال اختر اور ان کی وائف نے ڈیڈ کی منت سماجت کی کہ وہ کیس واپس لے لیں وہ انہیں منہ مانگی رقم دے دیں گے مگر تمہیں تو پتا ہے ڈیڈ کتنے ضدی ہیں۔ وہ بالکل نہیں مانے۔

اسی لیے انہیں ڈر تھا کہ کہیں بلال اختر پاگل خانے کے اسٹاف کو خرید کر اپنی بیٹی کو وہاں سے بھگا نہ دیں۔

ڈیڈ نے اسٹاف کے کچھ ممبرز کو مہینے کے پیسے دینے شروع کر دیے اور صاف تاکید کر دی کہ اگر زوبیہ ایک منٹ کے لیے بھی کہیں جاتی ہے چاہے وہ چیک اپ کے لیے ہی کیوں نہ جا رہی ہو۔ انہیں فوراً اطلاع دی جائے۔

لیکن کچھ دن پہلے آدھی رات کو میرے پاس وہاں کے وارڈ بوائے کا فون آیا وہ ڈیڈ کو فون کر رہا ہے مگر ان کا فون نہیں لگ رہا۔

ڈیڈ آسٹریلیا گئے ہوئے ہیں ان کا فون بھلا کیسے لگے' وارڈ بوائے مجھے بھی جانتا تھا اس نے بتایا کہ زوبیہ آج رات کو یہاں سے باہر جانے والی ہے۔

لیکن وہ کوئی فرار نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہ اس سسٹر کے ذریعہ باہر جائے گی جو پیسے لے کر محض کچھ گھنٹوں کے لیے لڑکیوں کو باہر بھیجتی ہے کچھ گھنٹے بعد وہ خود ہی لوٹ آتی ہیں۔

میں اور وکی گاڑی میں ہی تھے ہم لوگوں کو تفریح سوجھی اور ہم نے گاڑی پاگل خانے کی طرف موڑ لی۔ ہم نے سوچا ذرا دیکھیں تو سہی بظاہر اتنی سیدھی اور شریف نظر آنے والی لڑکی آدھی رات کو آخر کس کے ساتھ جا رہی ہے۔

بس ہماری قسمت پھوٹی تھی جو ہم عین ٹائم پر پہنچ گئے۔

تجھے وکی کا تو پتا ہی ہے اس نے جب سے زوبیہ کو تیرے ساتھ دیکھا تھا وہ تب سے اس کے حسن پر فدا تھا اس پر اس رات ہم نے شیشہ بھی خوب ٹائٹ والا چڑھا رکھا تھا۔

بس پھر کیا تھا سڑک پر جب وکی نے اسے تن تنہا گھبرائے ہوئے انداز میں آگے ہی آگے جاتے دیکھا تو اس نے آدھی رات اور سنسان علاقے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گاڑی اس کے پیچھے ہی لگا دی۔

میں بھی محض انجوائے منٹ کے لیے اسے چھیڑنے گاڑی سے اتر آیا۔

مگر وہ تو تھی ایب نارمل وہ ہم دونوں کو دیکھ کر ڈر کے مارے بے ہوش ہو گئی۔

تب میں نے وکی سے بہت کہا اسے یہیں چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں مگر وکی کا تو دماغ خراب ہو چکا تھا اس کا کہنا تھا ہم چھوڑ کر جائیں گے تو کوئی اور آ جائے گا اور یہ تو پیسے سسٹر کو دے کر نکلی اسی مقصد سے ہے اب اس کا بوائے فرینڈ ٹائم پر نہیں آیا تو اس کا مطلب ہے اسے اوپر والے نے اپنے لیے ہی بھیجا ہے۔

اس وکی خبیث نے میری ایک نہ سنی اور زوبیہ کو گاڑی میں ڈال کر اپنے فارم ہاؤس پر لے آیا اور اپنی قسمت اتنی خراب کہ جب تک ہم اسے کمرے میں لے کر گئے اسے ہوش بھی آ گیا۔

اس نے تو چیخنا چلانا اور شور مچانا شروع کر دیا میں نے کہا اسے ابھی واپس چھوڑ آتے ہیں مگر وکی کی کھوپڑی میں کسی کی بات کہاں گھستی ہے اس نے زوبیہ کو ڈرانے کے لیے اپنے فادر کا ریوالور نکال لیا۔

اور۔۔۔ اور پھر پتا نہیں کیا ہوا یار۔۔۔ میری تو کوئی غلطی ہی نہیں ہے میں تو اسے یہاں تک لانے کے حق میں ہی نہیں تھا مگر وکی کمینہ۔۔۔ بس پتا نہیں کیسے گولی چل گئی اور۔۔۔ اور وہ ایک سیکنڈ میں ختم ہو گئی۔

ہم دونوں بری طرح گھبرا گئے۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔

وکی نے کہا اس کے فارم ہاؤس کے پچھلے حصے میں ایک اسٹور نما کمرہ ہے وہیں اس کی لاش چھپا دیتے ہیں اب میرے پاس وکی کی بات ماننے کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں تھا چنانچہ مجھے بھی یہی مناسب لگا۔

مگر جب ہم پچھلے حصے میں پہنچے تو وہاں تو پہلے سے ایک گڑھا ایسے کھدا تھا جیسے کوئی قبر ہو تب میں نے اور وکی نے مل کر زوبیہ کو وہیں دفنا دیا۔

ہم دونوں نے طے کیا تھا اس بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہنا ہے مگر اس ذلیل وکی نے بیان بھی دے دیا اور پورا الزام بھی میرے سر رکھ دیا۔ یعنی کہ حد کر دی اس نے۔" حمید بوکھلائے ہوئے انداز میں بغیر رکے تواتر سے بولے گیا۔ جبکہ خرم دم بخود کھڑا اسے سنتا رہا۔

اسے پتا تھا اس کے یہ دونوں دوست اخلاقی سطح سے خاصے گرے ہوئے انسان ہیں۔

اسے یہ بھی پتا تھا کہ جو بھی اس نے زوبیہ کی باتوں کی روشنی میں اندازے لگائے ہیں وہ غلط نہیں ہو سکتے پھر بھی حمید کے منہ سے اپنے تمام اندازوں کو سچ ہوتا سن کر اسے خاصا دھچکا لگا تھا۔

حالانکہ حمید نے ہر بات کا الزام وکی پر رکھنے کی کوشش کی تھی پھر بھی اسے یقین تھا کہ اس گھناؤنے کھیل میں یہ دونوں برابر کے شریک ہیں۔

اگر وکی سے بات ہوئی تو وہ بھی سارا قصور حمید کا بتانے کی کوشش کرے گا اور حمید کی ہی طرح ایسے ظاہر کرے گا جیسے یہ سب اچانک بغیر کسی پلاننگ کے خود بخود ہو گیا۔

حالانکہ سچ تو یہ تھا کہ اتنے مختصر اور ہلکے انداز میں بیان کرنے کے باوجود اس پورے واقعے میں زوبیہ کی بے بسی اور مظلومیت پوری طرح عیاں تھی۔

سڑک پر ان دونوں کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے خوف اور دہشت کا کیا عالم رہا ہو گا جب اس کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

ہوش آنے پر خود کو ان دو بھیڑیوں کے ساتھ ایک بالکل انجانی جگہ پر دیکھ کر اس کے کیسے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہوں گے اس کے باوجود وہ ہمت ہارنے کی بجائے اکیلی ان دونوں کا مقابلہ کرتی رہی یہاں تک کہ اسے سرنگوں کرنے کے لیے وکی جیسے تیز طرار انسان کو پستول کا سہارا لینا پڑا۔

مگر یہاں بھی اس نے مزاحمت کی کوشش بند نہیں کی اور اپنا بچاؤ جاری رکھا۔ حتیٰ کہ گولی چل گئی مگر وکی اور حمید اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔

خرم کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا زوبیہ کی بے بسی کا یہ عالم دیکھ کر اور ان دونوں کی ذلالت کی یہ انتہا دیکھ کر کہ کیسے مزے سے وہ دونوں اس کی لاش چھپا کر معمول کے مطابق اپنی اپنی زندگی جی رہے تھے جیسے ان کے ہاتھوں کسی انسان کا قتل نہ ہوا ہو بلکہ مچھر یا مکھی مسل گئی ہو۔

انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں تھا کہ زوبیہ کے پیچھے اس کے والدین کا کیا حال ہو رہا ہو گا۔

موت پر تو جیسے تیسے صبر آ ہی جاتا ہے کہ موت کا مزا تو ہر ذی روح کو چکھنا ہے۔ لیکن جس کے بارے میں یہی علم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اس پر انسان کیسے صبر کرے کہ جانے وہ کس حال میں ہے جانے اس پر کیا بیت رہی ہے۔

ہر گزرتا دن اور ہر گزرتا لمحہ جہاں گمشدہ شخص کے گھر والوں کی امیدوں کو ختم کر رہا ہوتا ہے وہیں ان کی پریشانیوں میں اضافہ ہو رہا ہوتا ہے کہ پتا نہیں وہ کتنی بڑی مشکل میں پھنس گیا ہے کہ آج تک مل ہی نہیں سکا۔

مگر وکی اور حمید جیسے کم ظرف اور گھٹیا لوگ اتنی گہرائی میں جا کر بھلا کیا سوچیں گے حمید کو تو ابھی بھی اپنی حرکت پر شرمندگی یا پچھتاوا نہیں تھا بلکہ اس بات کی فکر تھی کہ وکی نے پولیس کے سامنے بیان دے کر اس کا راز فاش کر

دیا ہے۔

"لیکن خرم، پولیس نے وکی کے والد کے فارم ہاؤس پر چھاپہ کیوں مارا انہیں شک کیسے ہوا جو وہ وہاں لاش برآمد کرنے پہنچ گئے۔" حمید کیونکہ وکی کو خاصی گالیاں دے چکا تھا چنانچہ اب اس کا دماغ دوسرے نکات پر غور کرنے کے قابل ہو گیا تھا مگر خرم ابھی بھی اس قابل نہیں تھا کہ اس کی بات کا جواب دیتا وہ جیسے ششدر سا کھڑا تھا۔

اسے پتھرائے ہوئے انداز میں کھڑا دیکھ کر جیسے حمید کو کچھ خیال آیا اور وہ چونک کر اس کے موبائل کو دیکھنے لگا۔

"تم کیا میری مووی بنا رہے ہو۔ یہ۔۔۔ یہ ساری باتیں تم نے ریکارڈ کرلی ہیں۔۔۔ کیوں۔" حمید کے ساتھ ساتھ جیسے خرم کو بھی ہوش آگیا تبھی وہ موبائل آف کر کے اسے جیب میں رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا۔

"تاکہ تمہارے خلاف کیس فائل کرنے میں مشکل نہ ہو ویسے بھی تم دونوں نے اتنے ثبوت چھوڑ دیے ہیں کہ پھانسی نہیں بھی ہوئی تو بھی عمر قید تو یقینی ہے۔" آخری جملہ کہتے ہوئے خرم کا لہجہ زہرخند ہو گیا تھا۔

حمید بے یقینی سے کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر ہکلاتے ہوئے وضاحت دینے لگا۔

"یا۔۔۔ یار۔۔۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے یہ۔۔۔ یہ سب وکی کی وجہ سے ہوا ہے میں تو اسے منع کر رہا تھا۔۔۔ تم وکی کو جانتے ہو نا۔۔۔ یار تم میرے دوست ہو۔۔۔"

خرم کا ایک بھرپور ہاتھ حمید کے جبڑے پر پڑا اور اس کا جملہ ہوا میں ہی رہ گیا وہ لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گر پڑا۔

"تمہارے جیسا گرا ہوا انسان میرا دوست کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

یونیورسٹی میں ساتھ پڑھنے کے باعث ہماری اچھی بات چیت تھی اور بس اس سے زیادہ میں نے کبھی تمہیں کچھ نہیں سمجھا۔

ہاں البتہ تم مجھے اپنا دوست ضرور کہتے رہے کیونکہ میری دوستی سے تمہیں فائدے بہت تھے میں یونیورسٹی میں مشہور تھا تو میرے دوست ہونے کی حیثیت سے تم بھی مقبول ہو گئے ورنہ ہماری سوچ، پسند ناپسند، ترجیحات اور یہاں تک کہ اخلاقیات سب میں زمین آسمان کا فرق ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

بلکہ جو تم نے اور وکی نے کیا ہے اس کے بعد اگر تم جان بھی دے دو تب بھی میری نظروں میں کبھی معتبر نہیں ہو سکتے۔" خرم کا بس نہیں چل رہا تھا اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا گھونٹ دے مگر وہ خود پر بمشکل جبر کر کے خود کو کسی بھی غلطی سے باز رکھے ہوئے تھا۔

اسی لیے وہ زیادہ دیر وہاں ٹھہرا بھی نہیں اپنی بات ختم کر کے وہ تیزی سے جانے کے لیے مڑ گیا مگر جاتے جاتے بھی کھڑے ہوتے حمید کے پیٹ پر ایک زوردار لات رسید کر دی جس پر وہ بلبلاتا ہوا دوبارہ زمین پر گر پڑا۔

☼ ☼ ☼

ٹھنڈی ہوا کی خنک لہر زوسیہ کو اپنی ہڈیوں میں پیوست ہوتی محسوس ہوئی تھی وہ دونوں ہاتھوں کو سختی سے باندھتے ہوئے سمت کا اندازہ کیے بغیر تیز تیز چلنے لگی۔

اس کے قدم جتنی تیزی سے حرکت کر رہے تھے اس کی سانس اس سے بھی تیزی سے چل رہی تھی۔

جبکہ یہاں تو زوسیہ تھی جو ہر وقت انجانے خوف کے حصار میں گھری رہتی تھی اس کی تو اس سچویشن میں دل کی دھڑکن اس قدر تیز ہو گئی تھی کہ وہ باقاعدہ کانپ رہی تھی۔

پاگل خانے میں رہتے رہتے وہ اس قدر ہراساں ہو گئی تھی کہ بس وہ یہاں سے نکلنے کے متعلق ہی سوچتی رہی اس بات پر ایک بار بھی غور نہیں کیا کہ گیٹ سے باہر قدم رکھنے کے بعد وہ کہاں جائے گی اور کیسے جائے گی کوئی سواری اس کے پاس نہیں۔ کوئی باہر اسے لینے نہیں آرہا۔ وہ شہر کے کس کونے میں کھڑی ہے اور کس طرف اسے

جانا ہے کچھ بھی تو تعین نہیں کیا تھا اس نے بس منہ اٹھا کر نکل پڑی تھی۔

اس پر ستم یہ کہ گیٹ سے نکلتے وقت اسے ایک بار پھر شائستہ خالہ بھی نظر آگئی تھیں انہیں وہ بچپن سے دیکھتی آرہی تھی پھر بھی ہر بار ان پر نظر پڑتے ہی وہ نئے سرے سے خوفزدہ ہو جاتی تھی اور آج تو انہوں نے اسے ڈرانے کے ساتھ ساتھ حیران بھی کر دیا تھا۔

پہلی بار اسے احساس ہوا تھا کہ وہ اسے کچھ سمجھانا چاہ رہی ہیں جیسے وہ اسے اس چار دیواری سے نکلنے سے روک رہی ہیں جیسے آگے اس کے ساتھ کچھ برا بلکہ بہت برا ہونے والا ہو۔

زوسیہ کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپے جا رہا تھا اپنے گالوں پر جب اسے نمی کا احساس ہوا تب اسے پتا چلا کہ وہ رو رہی ہے۔

وہ وہیں فٹ پاتھ پر رک کر اپنے آنسو صاف کرنے لگی تو ان میں کمی آنے کی بجائے اور شدت آگئی تھی اس سناٹے اور ویرانے میں اسے کسی کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی وہ وحشت زدہ نظروں سے نیم تاریکی میں چاروں طرف دیکھنے لگی اس سے کوئی پچاس فٹ کے فاصلے پر لمبی سی سڑک کے کنارے پر ایک بالکل سیاہ کتا فٹ پاتھ پر بیٹھا تھا لیکن کیونکہ وہ عین اسٹریٹ لائٹ کے نیچے تھا لہٰذا پوری طرح روشنی میں نہایا ہوا تھا۔

زوسیہ اس سے خاصے فاصلے پر تھی مگر وہ ایسے دہل گئی جیسے وہ ابھی اسے کاٹ لے گا اور بس اس پل اس نے کہیں بھی جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور واپس اس طرف لوٹنے لگی جہاں اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔

جہاں رہتے ہوئے اسے لگنے لگا تھا کہ وہ سچ مچ پاگل ہو جائے گی۔

تیز تیز چلنے بلکہ تقریباً" دوڑتے ہوئے جب وہ سڑک کے نکڑ پر پہنچی تو اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ کس طرف سے آرہی تھی اور کہاں کہاں مڑی تھی۔

وہ روڈ کے کنارے پر کھڑی اپنے آنسو روکنے اور حواس مجتمع کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

اسے یہ تو علم تھا کہ وہ ابھی زیادہ دور نہیں آئی ہے لیکن وہ کہاں کہاں سے مڑی ہے یہ وہ مکمل طور پر فراموش کر چکی تھی اگر وہ سکون سے سوچتی تو تو یقیناً" آسانی سے اسے یاد آجاتا مگر اس پر تو گھبراہٹ اس قدر حاوی ہو گئی تھی کہ وہ ایک جگہ رک کر ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ صرف کھڑی رو رہی تھی۔

تبھی دور سے اسے ایک گاڑی آتی دکھائی دی زوسیہ رونا دھونا بھول کر سانس روکے اس گاڑی کو دیکھے گئی جو لمحہ بہ لمحہ اس کے قریب آرہی تھی اور آخر کار عین اس کے سامنے آکر رک گئی۔

زوسیہ جو دم بخود کھڑی تھی اس گاڑی میں دو لڑکوں کو بیٹھا دیکھ کر اس کی ریڑھ کی ہڈی تک میں خوف سرایت کر گیا وہ ایک دم پلٹی اور تیزی سے چلنے لگی تبھی اس نے اپنے پیچھے گاڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور ساتھ ہی ایک لڑکے کو بڑے جوش سے کہتے سنا۔

"ابے وہ ہی ہے وہی ہے میرے ڈیڈ کے جاسوس کبھی غلط انفارمیشن دے ہی نہیں سکتے۔" کہنے کے ساتھ ہی اس لڑکے کی خباثت سے بھری ہنسی کی آواز آئی تھی۔

زوسیہ بغیر رکے تیز تیز آگے بڑھتی رہی مگر وہ اس سے زیادہ تیزی سے چلتا عین اس کے سامنے آکھڑا ہوا "ایکسکیوز می مس کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں۔" بظاہر اس نے بڑے شائستہ انداز میں کہنے کی کوشش کی تھی مگر اس کے لہجے سے چھلکتی مکاری صاف عیاں تھی۔

زوسیہ اسے دیکھے بغیر کترا کر نکلنا چاہتی تھی کہ اس نے زوسیہ کا ارادہ بھانپتے ہوئے اس کی کلائی پکڑ لی تب گھبرا کر زوسیہ نے اس کی جانب دیکھا اور اس کا سارا خون خشک ہو گیا۔

اس کے سامنے کوئی اور نہیں وہی لڑکا کھڑا تھا جس نے شائستہ خالہ کو مارا تھا اور جسے شائستہ خالہ نے سونمک

پول میں دھکا دے دیا تھا۔

اس پر جان لیوا حملہ کرنے کے الزام میں زوبیہ یہاں پاگل خانے میں قید تھی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھے گئی جب اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے لڑکے کو کہتے سنا۔

"اتنی رات گئے اس سنسان سڑک پر اکیلی کیا کر رہی ہیں' آیئے ہم آپ کو ڈراپ کر دیتے ہیں۔" زوبیہ نے غیر ارادی طور پر پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

اس لڑکے کو تو وہ ہزار بار دیکھ چکی تھی یہ وہی تھا جو شائستہ خالہ کی قبر کھودرہا ہوتا تھا اسے گاڑی کا دروازہ کھول کر اپنی طرف آتا دیکھ کر زوبیہ کا دل بند ہونے لگا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا وہ لہرا کر زمین پر گرنے لگی تھی جب حمید کے ناپاک ہاتھوں نے اسے اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔

ہوش و خرد سے بے گانہ ہونے سے پہلے جو آخری جملہ اس کی سماعتوں سے ٹکرایا تھا وہ حمید کا ہی تھا۔

"ارے جلدی سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول وکی۔ یہ تو اب شور مچانے کے قابل بھی نہیں ہے جلدی سے تیرے فارم ہاوس پر چلتے ہیں۔"

زوبیہ خوف کے باعث اپنے حواس کھو بیٹھی تھی مگر یہ بے ہوشی کوئی ابدی نہیں تھی اسے یہ تو نہیں پتا تھا کہ اسے ہوش میں آنے میں کتنا وقت لگا تھا مگر جاگنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو ایک شاندار کمرے کے کنگ سائز بیڈ پر پایا تھا۔

وکی اور حمید اس کے سامنے ہی موجود تھے اور اپنے غلیظ ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہے تھے (اسی لیے اسے ہوش آگیا تھا)

مگر ہوش آنے کے بعد جیسے سارا منظر ہی بدل گیا تھا۔ کمرے میں ایک افراتفری مچی تھی اسے یہ دیکھ کر شدید حیرانی ہوئی کہ کمرے میں ان دونوں لڑکوں کے علاوہ شائستہ خالہ بھی موجود تھیں۔

وہ اپنے مخصوص حلیے میں تھیں یعنی زوبیہ کی ہی طرح پاگل خانے کے سفید لباس میں ملبوس تھیں ان کے بال کھلے اور بکھرے ہوئے تھے ان کے چہرے پر خون کی تازہ تازہ باریک لکیریں ابھری ہوئی تھیں۔

شائستہ خالہ نے کمرے کے دروازے کے اوپر نصب کنڈی کھولنے کی کوشش کی تھی جب حمید نے پیچھے سے آکر انہیں پکڑ لیا تھا انہوں نے حمید کے ہاتھ پر کاٹا تو حمید نے بلبلا کر اپنے دوسرے ہاتھ سے ان کے چہرے کو نوچ لیا خون کی مزید چار خراشیں ان کے چہرے پر ابھر آئیں۔

تکلیف کی شدت سے ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے ان کے چہرے کی طرح ان کی آنکھیں تک سرخ ہو گئی تھیں مگر حمید انہیں قابو کیے گھسیٹتا ہوا کھینچ کر بستر تک لے جا رہا تھا کہ ایک سینٹر ٹیبل پر رکھا خوب صورت بیش قیمت گلدان شائستہ خالہ کے ہاتھ لگ گیا۔

انہوں نے اسے اٹھا کر حمید کے مارنا چاہا مگر حمید آرام سے جھکائی دے گیا لیکن وکی اس کے پیچھے ہی آرہا تھا وہ گلدان وکی کے کندھے سے پوری قوت سے لگا تو وہ بھنا اٹھا۔

دو چار موٹی موٹی گالیاں دینے کے ساتھ اس نے ریک کا دراز کھول کر ایک ریوالور نکال لیا اور شائستہ خالہ کی طرف تانتے ہوئے غرا کر بولا۔

"بہت دیر سے تیرا ڈراما برداشت کر رہے ہیں اب اگر مزید ذرا بھی ہوشیاری دکھائی تو یہیں ڈھیر کر دوں گا۔" مگر شائستہ خالہ نے جیسے اس کا جملہ سنا ہی نہیں انہوں نے خود پر تنا ریوالور ہاتھ بڑھا کر چھین لینا چاہا جس پر وکی غصے اور گھبراہٹ سے پاگل ہی ہو گیا۔

ایک کمزور سی لڑکی جو ان کے خیال میں دماغی طور پر ٹھیک بھی نہیں تھی ان دو لڑکوں کی تمام تر کوشش کے باوجود

قابو میں ہی نہیں آرہی تھی یہاں تک کہ اتنا بھاری گلدان بھی وکی کے مار دیا تھا کہ پورا بازو درد کرنے لگا تھا۔

وکی نے جھنجھلا کر ہوائی فائرنگ کرنی چاہی تھی تاکہ وہ خوفزدہ ہو کر دبک کر بیٹھ جائے اور وہ اپنی من مانی کر سکے مگر وکی کے ریوالور کا لاک کھولتے ہی جانے کیسے شائستہ خالہ حمید کی گرفت سے باہر آگئیں۔

وہ انہیں زمین پر گھسیٹتا ہوا بستر تک لے جا رہا تھا مگر پتا نہیں کیسے ان کا بازو حمید کی گرفت سے نکل گیا حمید خود توازن برقرار نہ رہ سکنے کی وجہ سے زمین پر گر گیا اور شائستہ خالہ جو خود کو آگے کی طرف زور لگا کر زمین پر گھسیٹنے سے روک رہی تھیں سامنے کھڑے وکی کے اوپر جا گریں۔

گولی چلنے کی دلخراش آواز اور فضا میں پیدا ہونے والے زوردار ارتعاش نے سب کو اپنی اپنی جگہ ساکت کر دیا۔

زوبیہ تو پہلے ہی کمرے کے ایک کونے میں کھڑی سارا منظر پتھرائے ہوئے انداز میں دیکھ رہی تھی شائستہ خالہ کے پیٹ میں گولی لگتی دیکھ کر بالکل ہی ساکت رہ گئی۔

شائستہ خالہ کچھ دیر پھٹی پھٹی آنکھوں سے شاک میں گھرے وکی کو دیکھتی رہیں اور پھر لہرا کر زمین پر گر گئیں۔

زوبیہ کو خود اپنے پیٹ میں ایسے آگ اترتی محسوس ہوئی تھی جیسے گولی شائستہ خالہ کو نہیں خود اس کو لگی ہو چہرہ بھی ایسے جل رہا تھا جیسے حمید اور وکی کے غلیظ ناخن نے اسے ہی نوچ لیا ہو۔

اسے زندگی میں کبھی اتنی تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی اس لمحے ہو رہی تھی اسے یقین تھا اب وکی اور حمید شائستہ خالہ کو دفنا دیں گے وہ یہ سارا منظر دیکھنا چاہتی تھی مگر اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں اور اس کا ذہن مکمل طور پر تاریکی میں ڈوب گیا۔

ساری زندگی وہ شائستہ خالہ کے ساتھ ہوئے سانحہ کے بارے میں سوچ کر کڑھتی رہی ساری زندگی وہ ان کے ہیولے کو دیکھ کر ڈرتی رہی۔ ساری زندگی وہ یہ جاننا چاہتی رہی کہ وہ صرف اسے ہی کیوں نظر آتی ہیں ساری زندگی وہ اس سراب کے پیچھے بھاگتی رہی کہ وہ کبھی نہ کبھی اس گتھی کو سلجھانے اور ان کا کھوج لگانے میں کامیاب ہو جائے گی۔

لیکن اس کی زندگی ختم ہو گئی اور ان سوالوں کے جواب نہ جان سکی۔

البتہ خرم کے توسط سے دوسرے لوگ ان سوالوں کے جواب ضرور جان گئے ساری زندگی اسے پاگل سمجھنے والے لوگ اس کے مرنے کے بعد کم از کم یہ ضرور مان گئے کہ وہ پاگل نہیں تھی ہاں عام لوگوں سے مختلف تھی اور اس کی یہ انفرادیت اس کے لیے اذیت کا باعث بنی رہی۔

کیونکہ وہ اتنی سمجھ دار اور خود اعتماد نہیں تھی کہ اپنے ساتھ ہونے والے المیے کو سمجھ سکے کیونکہ وہ دوہری شخصیت کی مالک تھی۔

جب وہ دورے کی کیفیت میں ہوتی تھی تب وہ یہ سمجھتی تھی کہ وہ شائستہ خالہ کو دیکھ رہی ہے حالانکہ شائستہ خالہ کا تو کوئی وجود ہی نہیں تھا۔

وہ تو وہی دیکھ رہی ہوتی تھی جو وہ خود کر رہی ہوتی تھی یا جو اس کے اوپر بیت رہی ہوتی تھی۔

یہاں تک کہ موت کی آغوش میں جاتے وقت بھی وہ شائستہ خالہ یعنی کہ اپنے خیالی بنائے ایک کردار میں سمائی ہوئی تھی اور یہی سمجھتی رہی کہ موت اسے نہیں بلکہ شائستہ خالہ کو آئی ہے۔

گو کہ اب اس کے پاس کچھ جاننے اور سمجھنے کی مہلت ختم ہو گئی تھی پھر بھی مرتے وقت شائستہ خالہ کے مجرموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے باعث اسے یہ سکون ضرور مل گیا تھا کہ وہ ان کی شناخت کر چکی ہے۔

لہٰذا ایک نہ ایک دن وہ شائستہ خالہ کے مجرموں کو ان کے انجام تک ضرور پہنچائے گی اور اگر ایسا نہ کر سکی تب بھی ساری دنیا کو بتائے گی ضرور کہ یہی وہ دونوں گرے ہوئے انسان ہیں جنہوں نے شائستہ خالہ کو برباد کیا اور اس کی

خود کی زندگی بھی اجیرن بنائے رکھی۔
تاریکی میں جاتے وقت بھی اس کے دل میں بس یہ یقین موجود تھا کہ وہ انہیں بچا نہیں سکی تو کیا ہوا وہ انہیں انصاف ضرور دلائے گی۔

زندگی یوں تو تیری امانت تھی
بعد مرنے کے پاس تو آیا
کچھ تو کام میرا لہو آیا

☼ ☼ ☼

جو کچھ زوبیہ نے سوچا اور چاہا تھا اسے عملی جامہ خرم نے پہنایا۔
زوبیہ کی لاش کاوکی کے والد کے فارم ہاؤس سے برآمد ہونا ایک بہت ہی ٹھوس اور اہم ثبوت تھا وکی کے خلاف۔ اس پر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے کئی گتھیاں سلجھادیں۔
زوبیہ کے جسم سے نکلنے والی گولی اس کے والد کی ریوالور کی ثابت ہوئی جس پر اس کے والد بھی شک کے دائرے میں آسکتے تھے مگر وہ اس لیے بچ گئے کہ حمید نے بڑی بزدلی کا ثبوت دیتے ہوئے پولیس کے سامنے سب کچھ سچ سچ اگل دیا۔
خرم نے موبائل میں اس کی مووی بنا کر اس کی ساری باتیں ریکارڈ کرلی تھیں جو حمید کے خلاف سب سے بڑا ثبوت بن گئی تھیں جب پولیس اسے گرفتار کرنے گئی تو اس نے ڈر کر عورتوں کی طرح رونا شروع کردیا۔
اس کے والد اس کی یقین دہانی کراتے رہے کہ تم صرف اپنی زبان بند رکھنا میں تمہیں چھڑوالوں گا مگر وہ اتنا بوکھلا گیا تھا کہ ڈر کے مارے سبھی بول پڑا۔
مینٹل اسپتال میں کون سا وارڈ بوائے ان کے ساتھ ملا ہوا تھا کس نے اسے زوبیہ کے بھاگنے کی اطلاع دی تھی یہاں تک کہ کون سی نرس نے زوبیہ کو وہاں سے نکالا تھا حمید نے الف سے لے کر یے تک سب پولیس کے سامنے اگل دیا۔
چنانچہ کیس پورا کا پورا سامنے آچکا تھا جو کسر کوئی باقی بھی تھی تو وہ بلال اختر نے پوری کردی تھی جس طرح وہ حمید کے والد کی منت سماجت کرچکے تھے کہ وہ زوبیہ کو معاف کردیں اور کیس واپس لے لیں مگر حمید کے والد تیار نہیں ہوئے تھے۔ ٹھیک اسی طرح حمید اور وکی کے گھرانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا تھا اپنے بیٹوں کو بچانے کے لیے مگر اس بات پر بلال اختر کا دل کسی طور پسیجنے کو تیار نہ تھا۔
حتیٰ کہ وکی کے والد دھمکیوں پر اتر آئے مگر بلال اختر پیچھے نہ ہٹے اپنا تمام اثر و رسوخ استعمال کرکے انہوں نے وکی اور حمید کی ضمانت تک ضبط کرادی تھی اور امید تھی کہ ان دونوں کو خاصی سخت سزائیں ملیں گی۔
اگر بلال اختر کا گھر ویران ہوا تھا تو ان دونوں کو بھی تاحیات جیلوں میں سڑنا تھا۔
عائشہ اختر پر جب یہ سارے انکشاف ہوئے تو وہ بالکل ڈھے گئیں ان کی ایک ہی اولاد کے ساتھ جو ہوا تھا وہ ان کے لیے برداشت کرنا کسی بھی طرح ممکن نہیں تھا انہیں لگتا تھا ان کا دل پھٹ جائے گا یا دماغ کی رگیں سکڑ جائیں گی۔
مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا ایک قیامت آئی اور گزر گئی وہ اسپتال میں ایڈمٹ ہوئیں اور آخر ٹھیک ہو کر گھر آگئیں لیکن وہ کتنی ٹھیک تھیں یہ وہ خود ہی جانتی تھیں دنیا کی ہر شے سے ان کا دل اچاٹ ہوچکا تھا دل میں کوئی امید کوئی خوشی کوئی شوق باقی نہیں رہا تھا۔

ایسے میں ریاض غفار کے گھرانے نے انہیں بہت سہارا دیا ریاض غفار، بلال اختر کے آفس جانے کے بعد انہیں اپنے گھر لے جاتے اور سارا دن وہیں رکھتے۔
عائشہ اختر کا دل وہاں بھی نہیں لگتا البتہ توجہ ضرور بٹ جاتی شگفتہ غفار بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کا دھیان بٹانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں کرلیتیں شام ہونے پر بلال اختر کی واپسی سے پہلے وہ دونوں عائشہ اختر کو ان کے گھر چھوڑ دیتے۔
بلال اختر کا رویہ ابھی بھی ریاض غفار کے ساتھ جوں کا توں تھا حالانکہ بلال اختر کو اب ان سے بات چیت وغیرہ کرنے میں کوئی عار نہیں تھی مگر زوبیہ کی موت نے انہیں مزید سخت دل بنا دیا تھا ایسے میں ریاض غفار کی قرینے سے گزرتی سلجھی ہوئی زندگی دیکھ کر انہیں ایک کوفت اور بے زاری ہوتی تھی وہ بہت زیادہ حسد کا شکار تو نہیں ہوتے تھے مگر ان کے اندر ہوک ضرور اٹھتی تھی لہٰذا وہ دانستہ ان کے سامنے آنے اور ان سے بات کرنے سے گریزاں رہتے۔
جس کی ریاض غفار یا شگفتہ غفار کو قطعی پروا نہیں تھی ریاض غفار کے روبرو صرف اپنی بہن کی خوش حالی تھی جس کی انہیں خود بھی زیادہ امید نہیں تھی۔
انہیں یہ تو علم تھا کہ عائشہ اختر وقت کے ساتھ ساتھ سنبھل جائیں گی مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عائشہ اختر کی زندگی ہمیشہ ایک جمود کا شکار رہے گی۔ جس میں کوئی جوش کوئی خواہش کوئی ولولہ نہیں ہوگا بس صبح کو شام اور شام کو صبح کرنا ہی ان کی زندگی کا حاصل بن جائے گا۔
مگر وہ اپنی بہن کے لیے اس سے زیادہ اور کچھ کر نہیں سکتے تھے۔

☼ ☼ ☼

کئی دنوں تک آئی سی یو میں رہنے کے بعد عظمت خلیل کو پرائیویٹ وارڈ میں شفٹ کردیا گیا وہاں انہیں گھر والوں اور دیگر افراد سے نہایت مختصر وقت کے لیے باری باری ملنے کی اجازت تھی۔
نمل جب پہلی بار ان کے سامنے ان کے ہوش میں آنے کے بعد آئی تو ضبط کے باوجود اس کی آنکھیں چھلک پڑیں حالانکہ وہ ان کی بے ہوشی میں بہت بار انہیں دیکھ چکی تھی اور ان کے ہوش میں آنے پر ڈاکٹرز نے ان کے سامنے نہایت بہادری کے ساتھ جانے کی تاکید کی تھی بلکہ رشیداں کو تو منع کردیا تھا کہ آپ جب تک خود کو نہیں سنبھال لیتیں ان کے روبرو ہونے کی ضرورت نہیں۔
لیکن انسان چاہے کتنا بھی بہادر بن جائے کچھ لمحے اسے توڑ کر رکھ دیتے ہیں ان کی غفلت کے دوران نمل نے چھپ کر اپنے سارے آنسو بہادیے تھے تاکہ ان کے بے دار ہونے پر بہت مضبوط اور مطمئن نظر آئے۔
لیکن دو ہفتے بعد جب انہوں نے اپنی ایک آنکھ کو تھوڑا سا وا کرکے اس کی جانب دیکھا تو ہزار ضبط کے باوجود نہ صرف اس کے آنسو بہہ نکلے بلکہ ان میں شدت آگئی۔ جب اس نے انہیں روتے دیکھا۔
وہ بے ساختہ ان کے بستر کے کنارے جا ٹکی اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
"ابو آپ ٹھیک ہوجائیں گے ابھی آپ کے زخم تازہ ہیں اس لیے ان میں تکلیف بھی بہت ہے، جب زخم ماند پڑیں گے تب آپ کی تمام سرجریز ہم پاکستان سے باہر جا کر کرائیں گے اس سے آپ کا چہرہ ٹھیک ہوجائے گا اور آپ کی قوت گویائی بھی بحال ہوجائے گی۔
بس آپ ہمت سے کام لیں وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہوجائے گا۔" نمل روتی جارہی تھی اور بولتی بھی جارہی تھی۔

عظمت خلیل کے پورے وجود سے ان کے اندر اٹھتی بے کلی عیاں تھی جیسے وہ کچھ کہنا چاہ رہے ہوں مگر زبان جنبش کے قابل ہی نہیں تھی اپنی بے بسی محسوس کرتے ہوئے ان کی آنکھیں تواتر سے بہہ رہی تھیں۔

جس تکلیف اور اذیت سے وہ گزر رہے تھے وہ کسی بھی جاندار کے لیے برداشت کرنا مشکل بلکہ مشکل ترین تھا مگر عظمت خلیل تو وہ شخص تھے جن کی پوری زندگی صرف لفظوں کے ساتھ کھیلنے میں گزری تھی۔

جن کا پسندیدہ موضوع "میں" چھڑ جاتا تو وہ دنیا و مافیہا سب کو بھول کر بے تکان بول سکتے تھے۔

لیکن آج وہ بولنے کے ہی قابل نہیں رہے تھے چہرے پر جلن ایسی تھی جیسے انہیں آگ کے اندر بٹھا دیا ہو ایک آنکھ سے انہیں سیارا منظر تو نظر آرہا تھا مگر دونوں آنکھوں سے دیکھنے کی عادت ہونے کے باعث قدرتی طور پر شدید بے چینی ہو رہی تھی۔

نمل ان کی بے قراری بھانپتے ہوئے جلدی جلدی وہ باتیں بتانے لگی جس کی اسے امید تھی کہ وہ پوچھنا چاہ رہے ہوں گے۔

"ابو شمائلہ کو اس وقت آپ کے آفس کے لوگوں نے پولیس کی حراست میں دے دیا تھا مگر آپ سے عقیدت رکھنے والے لوگوں نے اسے پولیس اسٹیشن پہنچنے سے پہلے ہی اس قدر تشدد کا نشانہ بنایا کہ۔ کہ۔ وہ کچھ دن اسپتال میں رہ کر۔ انتقال کر گئی۔" نمل کی کوشش تھی کہ وہ یہ خبر خوشی خوشی انہیں دے مگر اپنی آواز کی لڑکھڑاہٹ پر وہ قابو نہ رکھ سکی۔

شمائلہ کے مرنے کی خبر سے اسے کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی بلکہ شدید دکھ ہوا تھا اور یہ دیکھ کر اسے شدید حیرت ہوئی کہ عظمت خلیل اس خبر پر اپنی ایک آنکھ کو سختی سے میچتے ہوئے سر کو زور زور سے تکیے پر پٹخنے لگے جیسے جو کچھ نمل کہہ رہی ہو وہ سننا نہ چاہتے ہوں۔

"ابو آپ اسے سزا دیتے یا لوگوں نے دے دی بات تو ایک ہی ہے وہ تو اپنے انجام کو پہنچ گئی نا۔" نمل نے صفائی دینے والے انداز میں کہا۔

اسے یہی لگا تھا کہ عظمت خلیل کو دکھ ہو رہا ہے کہ شمائلہ کیوں مر گئی اپنے مجرم کو وہ خود اپنے ہاتھوں سزا دیتے اسے تڑپاتے اسے اذیت پہنچاتے موت سے تو وہ ایک ہی دفعہ میں ہر تکلیف سے آزاد ہو گئی اور آخرت میں کسی کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا اس بارے میں تو یقین سے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جو لوگ عظمت خلیل سے محبت رکھتے تھے ان کے خیال میں وہ جہنمی تھی جبکہ نمل جیسے لوگ جو عظمت خلیل کو جانتے تھے ان کے خیال میں شمائلہ نے غیر قانونی حرکت ضرور کی تھی مگر اس پر؟؟؟ کی جان لے لینے کا حق کسی کے پاس نہیں تھا اس کا مرنا ایک مظلوم موت تھی جس پر وہ سیدھی جنت میں ہی جاتی۔

عظمت خلیل اس کی بات پر اب بھی سر نفی میں ہلانے لگے جیسے وہ ان سب باتوں سے ہٹ کر کچھ اور سننا اور جاننا چاہتے ہوں۔

نمل کچھ دیر پریشانی سے انہیں دیکھتے رہنے کے بعد ان کے ٹرسٹ کی تفصیلات انہیں بتانے لگی حالانکہ اس نے خود بھی زیادہ کچھ پتا نہیں کیا تھا جو عظمت خلیل کے سیکریٹری نے تذکرہ کیا تھا وہی دہرانے لگی کہ شاید وہ یہ جاننا چاہتے ہوں کہ اتنے دنوں سے ان کی غیر موجودگی میں عملہ ٹھیک طرح سے کام کر رہا ہے یا نہیں۔

لیکن ان کے چہرے کی بے چینی ایک بار پھر ظاہر کر گئی کہ انہیں اس موضوع سے کوئی دلچسپی نہیں۔

نمل ان کی اس بے بسی پر روہانسی ہو گئی جانے وہ کیا بات کرنا چاہتے تھے جو کہہ نہیں پا رہے تھے ایک شخص جو بڑی بڑی تقریریں کرنے کا عادی ہو ایک لفظ بھی نہ کہہ پائے تو اس کی کیا حالت ہو رہی ہو گی نمل اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتی تھی۔

تبھی سسٹر کمرے میں آگئی اور عظمت خلیل کو اتنا بے کل دیکھ کر نمل کو وہاں سے اٹھانے لگی۔

"یہ۔ یہ مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔" نمل روتے ہوئے بولی۔

"اسی لیے میں آپ کو یہاں سے جانے کے لیے کہہ رہی ہوں یہ ابھی بولنے کے قابل نہیں ان کا زخم کھل جائے گا آپ یہاں سے چلی جائیں۔" نرس نے کہنے کے ساتھ ہی سرنج بھرنی شروع کر دی وہ اب عظمت خلیل کو نیند کا انجکشن دے رہی تھی۔

نمل بے چینی سے تڑپتے عظمت خلیل کو آنسو بھری آنکھوں سے دیکھتی کمرے سے نکل گئی۔

حالانکہ کمرے کے اندر اس نے کوئی خاص بہادری کا ثبوت نہیں دیا تھا مگر کمرے سے باہر آتے ہی جیسے وہ بالکل ہمت ہار گئی اور بری طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

خرم کوریڈور میں ہی ٹہل رہا تھا نمل کو دیکھ کر وہ اس کے قریب چلا آیا مگر بولا کچھ نہیں۔

جب اسے عظمت خلیل کے ساتھ ہوئے حادثے کا پتا چلا وہ اسی وقت نمل کے پاس آگیا تھا حالانکہ اسی دن نوسیہ کی لاش برآمد ہونے کی وجہ سے وہ کافی مضطرب اور مضمحل تھا لیکن نمل پر ٹوٹنے والی قیامت کا علم ہوتے ہی وہ اپنی ساری فکریں پس پشت ڈال نمل کے پاس آگیا تھا۔

فرقان حسن اور مسز فرقان بھی دو ایک بار آچکے تھے وہ رشیدہ کے پاس ان کے گھر بھی گئے تھے لیکن خرم تو روز پابندی سے آتا تھا سنبل بھی اکثر آجاتی تھی صرف ایک رومیلہ تھی جو ایک بار بھی نہیں آئی تھی جس پر خرم نے ایک دن حیرت سے استفسار کیا تو اسے یہ المناک خبر سننے کو ملی کہ وہ عدت میں ہے اور اس کی طلاق ہو گئی ہے۔

خرم سوچتا ہی رہ گیا کہ آیا اسے الیان سے اس بابت بازپرس کرنی چاہیے یا نہیں لیکن ایک تو جو ہونا تھا سو ہو گیا تھا دوسرے حالات کچھ ایسے تھے کہ اسے الیان کے پاس جانے کا موقع ہی نہیں ملا تھا اور وہ اس کے روبرو بات کرنا چاہتا تھا فون پر یہ گفتگو نہیں ہو سکتی تھی۔

لیکن اتفاق سے آج دوپہر میں الیان کا خود ہی فون آگیا تھا خرم اس وقت اسپتال جانے کے لیے نکل چکا تھا اور گاڑی چلا رہا تھا یہی بات جب اس نے الیان سے کہی کہ وہ ابھی بات نہیں کر سکتا تب الیان کو پتا چلا کہ عظمت خلیل جن کے بارے میں کئی دنوں تک ٹی وی پر آتا رہا وہ نمل کے والد ہیں۔

اگر رومیلہ نے اس سے کبھی ذکر کیا بھی تھا تو یہ اسے یاد نہیں تھا اور قدرتی طور پر اسے نمل کے حوالے سے ایسی خبر سن کر دکھ ہوا تھا۔

عظمت خلیل سے تو اسے ملنے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی اور ایک طرح سے وہ انہیں جانتا بھی نہیں تھا لیکن وہ نمل سے ضرور ملنا چاہتا تھا چنانچہ وہ بھی آفس سے کام نبٹا کر اسپتال آگیا جب وہ پہنچا تو اسے پتا چلا کہ نمل اندر عظمت خلیل کے پاس ہے وہ خرم کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔

ان دونوں کے بیچ چند جملوں کے تبادلے کے علاوہ زیادہ بات نہیں ہوئی کہ اسپتال کوئی گپیں لڑانے کی جگہ نہیں تھی خرم نے بھی دانستہ رومیلہ کا ذکر چھیڑنے سے گریز کیا کہ یہ وقت بالکل بھی مناسب نہیں تھا اس موضوع پر بات کرنے کے لیے، جب نمل کافی سارے آنسو بہا کر کچھ بہتر ہو گئی تب دور کھڑا الیان سست روی سے چلتا اس کے قریب آگیا اور گلا کھنکارتے ہوئے اسے سلام کر دیا۔

نمل نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا تو الیان کو اپنے سامنے دیکھ کر دنگ رہ گئی۔

"مجھے آج ہی پتا چلا کہ عظمت صاحب تمہارے والد ہیں نیوز میں یہ خبر سن کر افسوس تو ہوا تھا مگر یہ جان کر کہ یہ سب تمہارے والد کے ساتھ ہوا ہے یقین ہی نہیں آیا۔" الیان کے لہجے میں واقعی ملال گھلا ہوا تھا۔

مگر نمل تو اس پر نظر پڑتے ہی رونا دھونا سب بھول گئی تھی۔

خرم نے سرسری سا ذکر کیا تھا کہ الیان زوبیہ کا کزن ہے نمل کو بھی زوبیہ کے بارے میں جان کر افسوس ہوا تھا مگر وہ اپنی پریشانیوں میں اتنی گھری ہوئی تھی کہ اس کے ذہن سے یہ بات فوراً" ہی نکل بھی گئی۔

چنانچہ ابھی اسے سامنے دیکھ کر وہ سرے سے بھول ہی گئی کہ الیان اس سے رومیلہ کی بجائے خرم کے حوالے سے ملنے آیا ہے جبھی وہ اسی وقت آیا ہے جب خرم بھی یہاں موجود ہے اسی لیے وہ اس کے اظہار افسوس پر بڑے سپاٹ لہجے میں پوچھنے لگی۔

"کیوں۔ اس میں یقین نہ کرنے والی کون سی بات ہے بلکہ آپ کو تو سرے سے افسوس ہی نہیں کرنا چاہیے تھا کسی کے ساتھ کچھ بھی اچھا یا برا ہو اس سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے جب آپ خود اپنوں کے ساتھ برا کرتے وقت دکھی نہیں ہوتے تو دوسروں اور غیروں کے ساتھ برا ہوتا دیکھ کر افسوس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" الیان تو کیا خود خرم نمل کے اس لب و لہجے پر حیرانی سے اسے دیکھے گیا اس کے خاموش ہونے پر خرم جیسے ہوش میں آتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے نمل تمہیں۔ میرے خیال سے الیان تم پھر کسی وقت آجانا نمل ابھی ابھی عظمت انکل سے مل کر آرہی ہے وہ کافی ڈسٹرب۔"

"میں کوئی ڈسٹرب نہیں ہوں اور آپ کو پھر کسی وقت آنے کی کوئی ضرورت نہیں آپ کو تو اس وقت بھی نہیں آنا چاہیے تھا۔

جو کچھ آپ نے رومیلہ کے ساتھ کیا ہے اس کے بعد آپ کی ہمت نہیں ہونی چاہیے تھی میرے سامنے آنے کی۔

آپ کو اچھی طرح پتا ہے کہ رومیلہ میرے لیے کتنی اہم ہے میں اگر اپنے والد کے خلاف جا کر رومیلہ کی خاطر کینیڈا پہنچ سکتی ہوں تو آپ کو خود ہی اندازہ لگا لینا چاہیے تھا کہ میں آپ کے ساتھ کس طرح پیش آسکتی ہوں۔"

نمل کا لہجہ انتہائی زہریلا ہو گیا تو خرم کو دانت پیستے ہوئے دبی آواز میں کہنا پڑا۔

"نمل be have Yourself یہ کوئی طریقہ ہوتا ہے بات کرنے کا۔" اس کی بات پر نمل اس سے بھی زیادہ بپھر کر بولی۔

"خرم انہوں نے بغیر کسی قصور کے رومیلہ کو طلاق جیسا بدنما داغ دے کر گھر سے نکال دیا ان سے بات کرنے کا اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے۔"

"وہ ان کا ذاتی معاملہ ہے" خرم اب بھی بہت دھیمے لہجے میں بول رہا تھا ورنہ سچ تو یہ تھا اسے نمل کے رویے پر شدید تاؤ آرہا تھا جبکہ الیان بالکل خاموش کھڑا تھا اور شاید اس کی یہی خاموشی خرم کو شرمندہ کر رہی تھی۔

"ذاتی معاملہ" نمل نے غصے سے دہرایا۔

"کسی لڑکی کی زندگی تباہ کر دینا کیا ذاتی معاملہ ہو سکتا ہے۔

چلو میں مانتی ہوں اس شادی کے پیچھے کچھ باتیں نہایت ناقابل قبول تھیں۔

لیکن میں یہ نہیں مان سکتی کہ اتنے دن رومیلہ کے ساتھ رہ کر بھی انہیں رومیلہ کی خوبیوں اور اچھائیوں کا اندازہ نہ ہوا ہو وہ واقعی وہی لڑکی ہے۔ جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈو تو نہ ملے۔

اور انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا ایک دن لا کر طلاق نامہ پکڑا دیا نہ کچھ پوچھا نہ کچھ بتایا۔

حق مہر کی رقم دے کر انہیں لگتا ہو گا انہوں نے بہت بڑے پن کا ثبوت دے دیا اگر انہیں بڑا پن دکھانا تھا تو یہ رومیلہ کو اس کے بھائی سے الگ کر کے پرکھتے۔

بلکہ پرکھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں یہ رومیلہ کی خوبیوں کے متعارف ہو گئے ہوں گے پھر بھی انہوں نے اس معصوم کو اس گناہ کی سزا دی ہے جو اس نے کیا ہی نہیں۔

چلیں ہو سکتا ہے آپ اس کی طرف سے بہت بدگمان ہوں آپ کو لگتا ہو وہ اپنے بھائی کے فعل میں برابر کی شریک تھی لیکن کیا آپ کو کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ آپ سے محبت کرنے لگی تھی۔

میرا نہیں خیال کہ محبت کا اظہار زبان سے کیا جائے تبھی اس کا علم ہو اس کی خوشبو تو خود بخود پھیل جاتی ہے۔

آپ نے صرف اسے طلاق نہیں دی آپ نے اس کے اندر سے جینے کی خواہش چھین لی ہے۔ وہ آپ سے الگ ہو کر اس قدر ٹوٹ گئی ہے کہ اس کی ہستی ہی ختم ہو گئی ہے وہ دوسروں کے سامنے خود کو چاہے جتنا بھی نارمل ظاہر کر لے اس کے دل کا حال میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔

آپ کو کم از کم میرے سامنے نہیں آنا چاہیے تھا اور اگر آئے تھے تو ذہنی طور پر تیار ہو کر آتے کہ میں آپ کے ساتھ اس طرح پیش آؤں گی۔

بلکہ مجھے تو لگتا ہے میں اس جگہ کا بہت لحاظ کر رہی ہوں اگر یہ اسپتال نہ ہوتا تو۔" نمل تپے ہوئے لہجے میں کہتی چلی گئی۔ اور پھر جیسے الفاظ نہ ملنے پر خاموش ہو گئی۔

خرم کا شرمندگی سے برا حال ہو گیا تھا الیان جیسے مہذب بندے کے ساتھ اس طرح کا رویہ خرم کے لیے ناقابل قبول تھا ایک تو وہ شخص نمل کو خرم کی منگیتر اور رومیلہ کی کزن سمجھ کر اس حیثیت سے اس کے دکھ میں شریک ہونے آیا اور نمل نے اسی کی عزت کی دھجیاں بکھیر دیں۔

ورنہ ایک طرح سے اس کا نمل کے پاس آنا ضروری نہیں تھا خرم کے ساتھ اس کی منگنی ٹوٹ چکی تھی اور رومیلہ سے الیان کا اپنا رشتہ ختم ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس کا یہاں آنا یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ واقعی کسی اخلاقی اقدار کا پاس رکھنے والے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

اب اس کی نجی زندگی میں جو بھی ہوا ہو وہ اس کے لیے کسی کے سامنے جوابدہ نہیں لیکن نمل نے تو انتہا کر دی تھی پھر بھی وہ خاموش کھڑا تھا بلکہ نمل کی اتنی باتوں کے جواب میں اس نے جو پوچھا وہ خرم کو تو کیا نمل کو بھی حیران کر گیا۔

"کیسی ہے رومیلہ؟" اس کے گمبھیر لہجے میں پوچھنے پر پہلے تو نمل چونکی پھر اسے نئے سرے سے غصہ آگیا۔

"آپ کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ کیسی ہے اس پر ایک قیامت گزر گئی ہے تو گزر جائے آپ کو اس سے کیا

غرض۔" نمل کی آنکھوں کے سامنے رومیلہ کا پژمردہ انداز اور بجھا بجھا چہرہ گھومنے لگا تو اس کی آنکھیں ایک بار پھر جلنے لگیں۔

وہ ویسے ہی عظمت خلیل کو دیکھ کر اتنی دکھی تھی کہ الیان کا اچانک سامنے آجانا اس کے اندر ایک آتش فشاں پھٹنے کے برابر ثابت ہوا تھا اسی لیے اس نے بہت تنک کر الیان کو جواب دیا تھا۔

مگر الیان کے چہرے پر واضح طور پر اضطراب پھیلا دیکھ کر وہ کچھ ٹھٹک سی گئی ایک پل کو اسے ایسا لگا جیسے رومیلہ کے متعلق سن کر اسے تکلیف پہنچی ہو اور اگر واقعی ایسا تھا تو یہ بات نمل کے لیے زیادہ اذیت کا باعث تھی وہ ان میں سے نہیں تھی جسے کسی کو بھی ٹھیس پہنچا کر خوشی ملے وہ کچھ دیر الیان کے گم سم انداز کو دیکھتے رہنے کے بعد تاسف سے پوچھنے لگی۔

"اتنے دن رومیلہ کے ساتھ رہنے کے باوجود کیا آپ کو کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ آپ کو کتنا چاہتی ہے۔"

الیان صرف ایک نظر نمل کو دیکھ کر رہ گیا لیکن پھر وہ وہاں رکا نہیں اور تیزی سے پلٹ گیا۔

اسے علم تھا کہ جو قدم اس نے اٹھایا ہے وہ رومیلہ کے لیے بہت تکلیف دہ ہو گا مگر یہ سب کرنا نہایت ضروری تھا یہ اور بات تھی کہ اس ڈرامے کا ڈراپ سین زوبیہ کی وجہ سے التواء کا شکار ہو گیا۔

زوبیہ کی موت نے وقتی طور پر ان سب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا وہ ہر چیز بھول بھال کر قانونی کارروائی اور عائشہ اختر کی دلجوئی میں لگ گئے۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ رومیلہ کی طرف سے غافل ہو گیا تھا لیکن اسے وقت نہیں مل رہا تھا کہ وہ شگفتہ غفار سے اس بارے میں بات کر پاتا۔

لیکن آج نمل نے اس کے ضمیر پر بھرپور طمانچہ مارا تھا وہ گویا اپنی زندگی میں اتنا مگن تھا کہ اسے پرواہ ہی نہیں تھی رومیلہ کے شب و روز کیسے گزر رہے ہیں۔

ایک عذاب مسلسل میں اسے مبتلا کر کے وہ اپنے کام دھندوں میں مصروف ہو گیا تھا کہ جب چاہوں گا تب جا کر اسے منا لوں گا۔

اپنی اس لاپرواہی پر اسے شدید دکھ ہو رہا تھا چنانچہ وہ اسپتال سے سیدھا گھر آگیا حالانکہ پہلے اس کا ارادہ واپس آفس جانے کا تھا لیکن اب اس کے لیے خود کو کسی کام کے لیے آمادہ کرنا ممکن نہیں تھا وہ اس وقت صرف اور صرف شگفتہ غفار سے بات کرنا چاہتا تھا۔

وہ باہر لان میں ہی موجود تھیں شام کی چائے پیتے ہوئے وہ کسی میگزین کا مطالعہ کر رہی تھیں جب الیان کو معمول سے مختلف ٹائم پر جلدی گھر آتا دیکھ کر مسکرا کر اسے دیکھنے لگیں۔

"خیریت ابھی رات کے نو تو نہیں بجے پھر تم اس وقت گھر پر کیسے نظر آرہے ہو۔"

"ممی آپ سے ایک بہت اہم بات کرنی ہے۔" الیان نے بغیر وقت ضائع کیے ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اس کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی دیکھ کر وہ چونک اٹھیں۔

(آخری قسط آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ناگزیر وجوہات کی بنا پر نبیلہ عزیز "دردل" کی قسط تحریر نہیں کر سکیں۔ قارئین "دردل" کی چالیسویں قسط آئندہ ماہ ملاحظہ فرمائیں۔

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ مگر وہ اس سے بات نہیں کرتی... مگر زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے حس ہے۔ میں اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو اس کے کالج میں ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے... رخسار اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے... اور روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رگو میلہ، سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے... اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو پلیس میں لنچ کی دعوت دیتی ہے... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم، وکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے۔ اور انہیں پلیس میں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے... رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے... وہ

دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے... اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے... اب آگے پڑھیں۔

سینتالیسویں اور آخری قسط

آج کل جس قسم کے حالات سے ان کا گھرانہ گزر رہا تھا اس کے باعث وہ یہی سمجھیں کہ الیان پھر کوئی ... سنانے جا رہا ہے انہوں نے فوراً" میگزین ایک طرف رکھ دیا تب الیان کہنے لگا۔

"رومیلہ کو اس گھر سے گئے ہوئے پندرہ دن ہو گئے ہیں آج تک ابرار نے ہم سب سے رابطہ کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ بریرہ کے گھر جانا یا حامد سے فون پر بات وغیرہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے اس نے تو کبھی پلٹ کر یہ تک نہیں پوچھا کہ ہم نے اتنا بڑا قدم کیوں اٹھا لیا۔

وہ عملی طور پر کچھ نہ بھی کرتا تب بھی ایک فون کر کے ہمیں صلواتیں تو سنا سکتا تھا مگر اس کے پاس شاید اتنا بھی ٹائم نہیں تھا یا پھر وہ خود بھی ذہنی طور پر تیار تھا کہ آج نہیں تو کل ہم رومیلہ کو واپس اس کے گھر بھیج دیں گے تبھی اس نے کسی حیرانی کا اظہار نہیں کیا۔"

الیان رک کر ان کی شکل دیکھنے لگا تو وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے پر سوچ انداز میں کہنے لگیں۔

"ہاں اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رومیلہ نے سارا الزام اپنے سر لے لیا۔ اس نے اپنے گھر والوں پر یہی ظاہر کیا کہ طلاق اس نے خود لی ہے وہ بھی اس لیے کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔"

"کیا آپ بھی یہی سمجھتی ہیں کہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔" الیان نے برجستہ پوچھا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو' سارے حالات میرے سامنے ہیں یہ سب اس نے بریرہ کو بچانے کے لیے کیا ہے' اس نے خود بریرہ سے کہا تھا چاہے کچھ بھی ہو جائے میں تمہارا گھر برباد نہیں ہونے دوں گی۔" شگفتہ غفار صاف گوئی سے بولیں۔

الیان کچھ دیر انہیں دیکھتے رہنے کے بعد بہت ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگا۔

"کیا یہ سب آپ اس لیے مان رہی ہیں کہ وہ میری زندگی سے نکل چکی ہے' اگر وہ آج اس گھر میں بہو کی حیثیت سے موجود ہوتی تو آپ کے احساسات اس کے لیے پہلے جیسے ہی ہوتے' مطلب وہی نفرت' وہی بے زاری۔"

"الیان مجھے اس سے کوئی خدا واسطے کا بیر نہیں تھا انہوں نے جویریہ اور ہمارے گھر کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد بھی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میں اسے سر آنکھوں پر بٹھاتی تو یہ تو ممکن نہیں تھا۔

لیکن بعد کے حالات سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔

اول تو یہ سب صرف اور صرف ابرار کا کیا دھرا ہے رومیلہ کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں تھا۔

دوسرے یہ کہ ابرار نے بھی یہ سب ہمارے خاندان کو ٹارگٹ بنا کر نہیں کیا اسے تو بس ایک چیلنج جیتنا تھا اب اس کے نتیجے میں چاہے کسی کی عزت داؤ پر لگے' چاہے اس کی خود کی بہن کی زندگی برباد ہو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"تب ہی تو رومیلہ کے چلے جانے کے بعد بھی وہ سکون سے بیٹھا ہے۔ ایک یہ ابرار اور ایک بلال اختر' ان دونوں جیسے ڈھیٹ لوگ میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھے۔" شگفتہ غفار دانت پیس کر بولیں۔

"اس کا مطلب ہے آپ کے دل میں رومیلہ کے لیے موجود نفرت ختم ہو گئی ہے۔"

"تم پوچھنا کیا چاہتے ہو؟"

"آپ پہلے میرے سوال کا جواب دیں پھر میں آپ کے سارے سوالوں کے جواب دوں گا۔" الیان ضدی سے لہجے میں بولا۔

"مجھے اس سے نفرت ایک جذباتی دھچکے اور نظریاتی اختلاف کے باعث تھی وہ دھچکا تو آج بھی اپنی جگہ ہے

الیان کچھ جھینپ کر مسکرا دیا اور اسے ٹالتے ہوئے بولا۔

"ہاں خود تو اس مرحلے سے گزر چکے ہو نا اسی لیے بڑے مزے سے بات کر رہے ہو' میں تو جب تک اس سے بات نہیں کر لیتا سوچ کی اس سولی پر لٹکا رہوں گا کہ جانے اس کا کیا رد عمل ہو گا۔" الیان نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے کہا اور فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

نمل ہسپتال سے گھر آئی تو خاصی بجھی ہوئی تھی وہ رات کو عظمت خلیل کے پاس ہی رکنا چاہ رہی تھی مگر ان کے ٹرسٹ کے لوگوں نے اسے زبردستی گھر بھیج دیا۔

وہ بھی یہ سوچ کر آ گئی کہ رشیدہ اس کے رات میں تنہا وہاں رکنے پر پریشان ہوں گی۔ ویسے تو خرم بھی تیار تھا ان کے پاس ٹھہرنے کو مگر ٹرسٹ کے لوگ جو عظمت خلیل کے لیے شدید عقیدت رکھتے تھے وہ خود ان کی خدمت کرنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے خرم کو بھی بھیج دیا ویسے بھی اب تک وہ آئی سی یو میں تھے تو کسی کو بھی رکنے کی اجازت نہیں تھی اور نہ ہی ضرورت تھی اب جبکہ وہ پرائیوٹ وارڈ میں شفٹ ہو گئے تھے تو اب لوگ ان کی خدمت کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتے تھے۔

رشیدہ کی طبیعت کافی گری ہوئی تھی پھر بھی جب انہیں پتا چلا کہ عظمت خلیل سے ملنے کی اجازت مل گئی ہے تو وہ بضد ہو گئیں کہ نمل کل ہی انہیں ملنے چلے۔

نمل کو یقین تھا عظمت خلیل کو دیکھ کر رشیدہ کی کچھ بہتر ہوتی حالت پھر بگڑ جائے گی مگر وہ انہیں ٹال بھی نہیں سکتی تھی' اس نے محض اوپری دل سے ہامی بھرلی۔

مگر اس وقت وہ واقعی چونک اٹھی جب اس نے رشیدہ کو بتایا کہ عظمت خلیل کچھ پوچھ رہے تھے مگر وہ سمجھی ہی نہیں تب رشیدہ بڑے یقین کے ساتھ فوراً" بولیں۔

"وہ میرا پوچھنا چاہ رہے ہوں گے کہ میں کہاں ہوں' بس تم مجھے کل صبح ہی لے چلنا۔" رشیدہ کو کسی پل قرار نہیں تھا نمل صرف انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

پتا نہیں رشیدہ کا اندازہ صحیح تھا یا یہ محض خوش فہمی تھی وہ فیصلہ نہیں کر سکی حادثے بعض اوقات انسان کو مکمل طور پر بدل دیتے ہیں اور اتنے بڑے نقصان کے بعد عین ممکن تھا کہ مستقل طور پر نہ سہی' وقتی طور پر عظمت خلیل کو بیوی کی اہمیت کا احساس ہو گیا ہو یا رشیدہ کی کمی محسوس ہو رہی ہو۔

رومیلہ نے اس کی غیر معمولی خاموشی محسوس تو کی تھی مگر اس نے کوئی تبصرہ یا سوال نہیں کیا وہ اس کی وجہ عظمت خلیل کے ناقابل تلافی نقصان کو ہی گردان رہی تھی جو کہ کسی حد تک صحیح بھی تھا لیکن صرف نمل جانتی تھی کہ الیان کی آمد نے بھی اس کے ذہن کو منتشر کر دیا تھا۔

وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ اسے رومیلہ کو الیان کے آنے کے متعلق بتانا چاہیے یا نہیں' اب جبکہ کوئی تعلق کوئی رشتہ باقی نہیں رہا تھا تو پھر کیا ضرورت تھی اس کے سامنے الیان کا ذکر کرنے کی۔

رومیلہ تو ابھی اس صدمے سے پوری طرح سے باہر نہیں آئی تھی سب کام وہ روز کے معمولات کے مطابق کر رہی تھی مگر اس کی ذات میں رچی بسی اداسی نمل کی آنکھوں سے ڈھکی چھپی نہیں تھی تبھی وہ خود بھی رومیلہ سے اس موضوع پر بات کرنے سے گریزاں تھی۔

شام تک وہ اسی ادھیڑبن میں لگی رہی کہ اس کے موبائل پر خرم کی کال نے کچھ دیر کے لیے اس کی سوچوں کا تسلسل توڑ دیا اسے یقین تھا خرم اسے الیان کے ساتھ روا رکھے رویے پر ضرور ٹوکے گا کبھی اس نے بڑے مرے

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہے ممی' بلکہ سب سے مشکل اسے ہی بتانا ہے۔" الیان نے آخری جملہ بڑبڑانے والے انداز میں کہا جو وہ سن نہ سکیں۔

"کیا کہا تم نے۔"

"کچھ نہیں میں اس سے بات کرکے آپ کو بتاتا ہوں۔" الیان کہتا تیزی سے وہاں سے اٹھ گیا۔

وہ اسے فون نہیں کرنا چاہتا تھا مگر وہ ابرار کے گھر جا کر اس سے ملنا بھی نہیں چاہتا تھا تب اسے نمل کا ہی خیال آیا کہ پہلے نمل سے بات کی جائے کہ وہ ان دونوں کی ملاقات کا کوئی انتظام کرادے' اس کے لیے اس نے اسی وقت خرم کو فون کر ڈالا۔

خرم اس کی آواز سنتے ہی نمل کے رویے کی صفائی دینے لگا تو الیان نے مختصر الفاظ سے اس کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے اپنا مدعا بھی بیان کردیا۔

"ارے یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ رومیلہ تو نمل کے ہی گھر پر ٹھہری ہوئی ہے تم کہو تو میں ابھی تمہیں نمل کے گھر لے چلتا ہوں۔" خرم کو خاصی خوشی ہوئی تھی الیان کی بات سن کر وہ بھی اک دم مطمئن ہوتے ہوئے بولا۔

دوسری طرف الیان بھی ایک دم جوش میں آگیا وہ تو چاہتا یہ ہی تھا کہ رومیلہ کے روبرو کھڑے ہو کر بات کرے کیونکہ اسے یقین تھا سچ جاننے کے بعد وقتی طور پر رومیلہ کو اس بات پر بہت غصہ آئے گا اس طرح اپنے بے وقوف بننے اور اپنے بھائی کے آزمائے جانے پر وہ یقیناً "اس سے شاکی ہوگی مگر اسے یہ بھی یقین تھا کہ رومیلہ کسی بات کو انا کا مسئلہ نہیں بنائے گی اور نہ ہی وہ فضول باتوں کو طول دینا پسند کرتی ہے اس لیے وہ اسے بہت جلد منالے گا۔

مگر اسے اپنا نکتہ نظر سمجھانے اور قائل کرنے کے لیے کسی سازگار ماحول کی ضرورت تھی جو کہ ابرار کے گھر پر تو ممکن نہیں تھا چنانچہ یہ جانتے ہی کہ وہ نمل کے گھر پر ہے' الیان رومیلہ سے اسی وقت ملنے کے لیے بے چین ہو گیا' پھر بھی اس نے اپنی بے قراری چھپاتے ہوئے بڑے تحمل سے کہا۔

"نمل کے گھر والے میرے اس طرح منہ اٹھا کر آنے پر برا نہیں مانیں گے نا۔"

"ارے اس کے گھر میں ہے ہی کون۔ عظمت انکل ہاسپٹل میں ہیں صرف اس کی والدہ ہوتی ہیں تو وہ آج کل صدمے کی وجہ سے کافی بیمار ہیں اور امید ہے کہ اس وقت سو رہی ہوں گی لیکن اگر وہ جاگ بھی رہی ہوئیں تو وہ بہت نائس ہیں' تمہاری آمد کی وجہ جان کر تو وہ الٹا ہی پوچھیں گی کہ تم نے آنے میں اتنی دیر کیوں کردی۔" خرم بڑے اعتماد سے بولا۔

"تو پھر ٹھیک ہے میں ابھی اور اسی وقت تمہاری طرف آرہا ہوں۔" الیان خاصے جوش کے ساتھ بولا جسے محسوس کرتے ہوئے خرم ہنس کر کہنے لگا۔

"ابھی اور اسی وقت آنے کی ضرورت نہیں ہے صبح سے جس حلیے میں پھر رہے ہو اسی میں اٹھ کر جاؤ گے تو کیا امپریشن پڑے گا رومیلہ پر۔

ذرا نہا دھو کر' تیار ہو کر ہیرو بن کر آؤ یوں سمجھ لو تم لڑکی پروپوز کرنے جارہے ہو بلکہ راستے سے کوئی پھولوں کا بکے بھی خرید لینا۔"

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے وہ پہلے ہی مجھ پر بگڑی ہوئی ہوگی مجھے اتنا خوش دیکھ کر تو اسے یہی لگے گا کہ میں اتنے دنوں تک اسے بے وقوف بنا کر انجوائے کرتا رہا۔" الیان برجستہ بولا۔

"اگر تم سچے دل سے اعتراف کرو گے تو وہ ضرور یقین کرے گی' میں نے اتنی بار نمل کو بے وقوف بنانا چاہا مگر اس نے کبھی اعتبار نہ کیا اس نے یقین تب کیا جب میں نے واقعی سچے دل سے اپنی چاہت کا اقرار کیا۔" خرم کی بات پر

دے رہا تھا کہ انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں اس کی بات کاٹ دی اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہنے لگیں۔

"تمہیں نہیں پتا تم نے میرا کتنا بڑا بوجھ کم کردیا ہے سچ تو یہ ہے الیان کہ اگر رومیلہ ابرار کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی تب بھی میں اسے قبول کرلیتی۔

تمہاری نانی اماں اور بریرہ مجھ سے اس قدر ناراض ہیں کہ میں صبح شام ان دونوں کو فون کرتی رہتی ہوں مگر دونوں میری کال تک اٹینڈ نہیں کررہیں۔

میں نے تمہیں اور ریاض کو بتایا نہیں' بریرہ کو جب زوبیہ کے بارے میں علم ہوا تو وہ حامد کے ساتھ عائشہ اختر کے گھر گئی تھی پر سے کے لیے' یہاں شہر تک آکر وہ گھر آنے کی بجائے صرف عائشہ اختر سے مل کر واپس لوٹ گئی میرے دل پر کیسی چھریاں چل گئیں میں تمہیں بتا نہیں سکتی۔

میری تو جنت اور آنکھوں کی ٹھنڈک دونوں مجھ سے روٹھ گئی ہیں۔ اب جب میں انہیں بتاؤں گی کہ یہ سب جھوٹ تھا اور رومیلہ ابھی بھی اس گھر کا حصہ ہے بلکہ میں خود تمہارے ساتھ اسے لینے جاؤں گی تب انہیں یقین آئے گا کہ میں کوئی بے حس پتھر نہیں ہوں بلکہ جو کچھ میں رومیلہ کے ساتھ کرتی تھی وہ ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہی کرتی تھی۔

اکلوتی بیٹی عین شادی کے وقت اغوا ہوگئی خوشی کا سارا ماحول آہ و بکا میں بدل گیا' عزت نیلام ہونے کا خوف ہر وقت تلوار کی طرح سر پر مسلط ہوگیا ایسے میں میں رومیلہ کی آؤ بھگت تو نہیں کرسکتی تھی۔

"تم نے ابرار کو آزما کر رومیلہ کو نہیں بلکہ مجھے سرخرو کیا ہے تمہاری نانی اور بہن کے سامنے میں بھی سر اٹھا کر کھڑی ہوسکتی ہوں اور ڈنکے کی چوٹ پر کہہ سکتی ہوں کہ میں نے اپنے بچوں کا گھر نہیں اجاڑا' میں کیا کوئی ماں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔" شگفتہ غفار ایک دم ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور پہلی بار انہیں روتا دیکھ کر بھی الیان غم زدہ ہونے کی بجائے مسکراتا رہا کیونکہ شگفتہ غفار کے آنسوؤں کے پیچھے ایک خوشی تھی ایک سکون تھا۔

انہوں نے ابھی تک اپنے سرکل میں الیان کی طلاق کا ذکر تک نہیں کیا تھا کہ کہیں کسی کے ذریعے یہ خبر گاؤں نہ پہنچ جائے اور ان کی بھابھیاں اس بارے میں کوئی بات کریں یا ان سے ملنے آئیں تو بریرہ یا نانی اماں غم و غصے کے عالم میں کچھ کہہ نہ دیں۔ خاص طور پر بریرہ کی جذباتیت سے تو انہیں بہت ہی ڈر لگ رہا تھا وہ تو بری طرح پریشان تھی کہ کہیں ابرار اب بدلہ لینے اس کے گھر تک نہ آجائے۔

حالانکہ انہوں نے اسے اطمینان دلانا چاہا تھا مگر اول تو وہ ان کی کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھی' دوسرے یہ کہ جب ڈر انسان کے اندر چھپا ہو تو اسے باتوں سے کوئی تسلی نہیں ہوتی۔

لہٰذا الیان نے ان کی ساری فکریں دور کردی تھیں اور وہ اس وقت ایک دم پرسکون ہو کر رو رہی تھیں الیان بھی انہیں چپ کرانے کی بجائے محض ان کی ہتھیلی کی پشت تھپکے جارہا تھا' جب انہوں نے ایک دم اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے چہرہ صاف کیا اور بڑے جوش سے کہنے لگیں۔

"مجھے ابھی اور اسی وقت رومیلہ کے پاس لے چلو' اسے گھر لا کر میں اس کے موبائل سے تمہاری نانی اماں کو فون کروں گی پھر دیکھنا کیسے جھپٹ کر فون اٹھائیں گی وہ۔" الیان ان کی بات پر قہقہہ مار کر ہنس دیا۔

"میں آپ کو اس کے گھر ضرور لے کر جاؤں گا بلکہ آپ کو خود ہی اسے لانا ہوگا لیکن اس سے پہلے مجھے ایک بار خود رومیلہ سے مل کر اسے ساری بات سمجھانی ہوگی۔" الیان نے رسانیت سے کہا۔

"ہاں تو ابھی فون کرکے اسے بتادو پھر ہم رات کو چلیں گے۔" شگفتہ غفار ہتھیلی پر سرسوں جماتے ہوئے بولیں۔

لیکن جب اس کا قصور ہی نہیں تو میں اس سے اختلاف کس بات پر کروں۔

جہاں تک اس کا اختیار تھا وہاں تک اس نے وہی کیا جو صحیح تھا اب جہاں وہ بے بس تھی وہاں اسے غلط کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے۔" شگفتہ غفار کچھ زچ ہو کر بولیں۔

"اگر میں یہ کہوں کہ میں اسے اپنی زندگی میں واپس لانا چاہتا ہوں تو کیا تب بھی آپ اپنی اس بات پر قائم رہیں گی" الیان نے بغور انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"کیا بات کررہے ہو الیان یہ بھلا کیسے ممکن ہے 'تمہیں کیا حلالہ کرانے کی شرائط پتا ہیں اور اس طرح ارادتاً حلالہ کرنے سے وہ تم پر حلال نہیں ہو جائے گی اس سے دوبارہ شادی کرنا گناہ ہی ہو گا۔" شگفتہ غفار جیسے بپھر گئیں۔

"وہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ ابھی بھی میرے لیے حلال ہے میں نے اسے تین نہیں 'صرف ایک طلاق دی تھی ہمارے بیچ مصالحت کی گنجائش ابھی باقی ہے۔" شگفتہ غفار آنکھیں پھاڑے الیان کو دیکھے گئیں۔

انہیں شاک میں گھرا دیکھ کر الیان سر جھکاتے ہوئے دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

"آپ میں سے کسی نے طلاق نامے پر غور نہیں کیا حتیٰ کہ رومیلہ اور اس کے گھر والوں تک نے نہیں 'اور مجھے یقین تھا کہ کوئی غور کرے گا بھی نہیں۔

ممی بخدا میرا مقصد آپ سب کو بے وقوف بنانا نہیں تھا میں صرف سب لوگوں اور چیزوں کو پرکھنا چاہتا تھا۔

سب سے پہلی اور اہم آزمائش ابرار کی تھی اس نے مجھے دھمکایا تھا اس نے میری بہن کو اٹھوایا تھا میں اتنی آسانی سے تو اس کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیک سکتا تھا 'مجھے اسے بتانا تھا کہ اس طرح اس کی دھونس میں آکر میں اگر کوئی فیصلہ کر بھی لوں تو اس پر ساری زندگی کاربند نہیں رہوں گا۔

پھر مجھے رومیلہ کو بھی دیکھنا تھا اس گھر میں رہنے اور یہاں ایڈجسٹ ہونے کے لیے تو وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار تھی لیکن اگر اس سے یہ چھت چھین لی جائے تو کیا تب بھی وہ اس گھر کے مکینوں کے لیے مخلص رہے گی یا پھر دنیا کے نوے فیصد لوگوں کی طرح وہ بھی اس فلسفے پر یقین رکھتی ہے کہ جب مجھے کچھ نہیں مل رہا تو میں دوسروں کو کچھ کیوں دوں۔

اور ان سب کے ساتھ ساتھ میں آپ کو بھی یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ کسی ایک کے کیے کی سزا ہم کسی دوسرے کو نہیں دے سکتے۔

"اگر ابرار نے کچھ برا کیا ہے تو اس کا بدلہ رومیلہ سے لینا کسی طور جائز نہیں۔" الیان نے بات ختم کرنے کے بعد کچھ جھجکتے ہوئے سر اٹھا کر شگفتہ غفار کی جانب دیکھا 'اسے یقین تھا وہ شدید غصے کے عالم میں اسے دیکھ رہی ہوں گی اور الیان کے چپ ہوتے ہی ان کی زبان زہر اگلنا شروع کردے گی کہ۔

"تو یہ سب ایک ڈراما تھا تم نے رومیلہ کو پہلے ہی سب بتا دیا تھا بلکہ یہ سب رومیلہ کی ہی سوچی سمجھی سازش تھی 'تم نے اس کے کہنے پر یہ سب کیا تھا تاکہ اسے میری نظروں میں عظیم بنا سکو لیکن میں اس ایکٹنگ سے ہرگز متاثر نہیں ہو سکتی مجھے اس سے کل بھی نفرت تھی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی وغیرہ وغیرہ۔"

مگر جب الیان نے ان کی جانب دیکھا تو بری طرح چونک اٹھا وہ یک ٹک اسے دیکھتے ہوئے بے آواز رو رہی تھیں۔

"ممی..... ممی 'میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا 'آئی سوئیر میں صرف یہ چاہتا تھا کہ گھر کے ماحول میں ہر وقت جو تناؤ رہنے لگا ہے وہ ختم ہو جائے کسی کو بھی کوئی فیصلہ زبردستی قبول نہ کرنا پڑے بلکہ....."

"میں ہرٹ نہیں ہوئی ہوں۔" الیان اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاس آگیا تھا اور ان کا ہاتھ تھامے صفائیاں

ہوئے انداز میں اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

"رشیدہ آنٹی کیسی ہیں؟" خرم نے پوچھا۔

"ٹھیک ہیں امی۔ ابو سے ملنا چاہ رہی ہیں سمجھ میں نہیں آرہا کل انہیں ہسپتال لے کر جاؤں یا نہیں۔" نمل نے انگلیوں سے پیشانی سہلاتے ہوئے تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"لے چلو۔ عظمت انکل کو بھی آنٹی کا انتظار ہو گا۔" خرم نے سنتے ہی کہا تو نمل کچھ چڑ کر بولی۔

"ابو نے کبھی امی کا انتظار نہیں کیا۔ بس امی کو ہی فکر کھائے جارہی ہے کہ ابو کو میری ضرورت ہے۔"

"ان کی فکر بالکل جائز ہے پہلے انہوں نے بھلے ہی کبھی آنٹی کو عزت نہ دی ہو لیکن اب حالات بدل گئے ہیں مجھے یقین ہے آنٹی کو دیکھ کر انہیں ذہنی طور پر کافی سکون ملے گا۔

میرے ممی ڈیڈی بھی ان سے ملنے آنا چاہ رہے تھے مگر میں نے فی الحال انہیں منع کردیا ہے اس وقت وہ انجان لوگوں کا سامنا کرتے ہوئے گھبراہٹ محسوس کریں گے انہیں ہر طرح کے احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے صرف تم اور آنٹی ہی بچا سکتے ہو۔" خرم بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا۔

نمل خاموشی سے اسے سنتی رہی یہاں تک کہ اس کے خاموش ہونے کے بعد بھی کچھ نہیں بولی تب خرم خود ہی کہنے لگا۔

"اچھا ان سب باتوں کو چھوڑو یہ بتاؤ رومیلہ کیسی ہے۔"

"ٹھیک ہے ایک بار اس کی عدت ختم ہو جائے تو وہ یونیورسٹی آنا شروع کردے گی جب تک اس کی روٹین سیٹ نہیں ہوتی 'تب تک اس کا ڈپریشن بھی کم نہیں ہو گا۔"

"اس کا ڈپریشن آج ابھی اور اسی وقت کم 'بلکہ ختم ہو سکتا ہے۔" خرم کی آواز سے صاف لگ رہا تھا جیسے وہ مسکرا رہا ہو نمل کچھ ٹھٹک گئی۔

"کیا مطلب....." دوسری طرف خرم نے جو کہا وہ سن کر نمل کتنی ہی دیر منہ اور آنکھیں پھاڑے سکتے کی کیفیت میں موبائل پکڑے کھڑی رہی اور جب اس کا سکتہ ٹوٹا تو پہلے تو وہ خرم پر برس پڑی۔

لیکن جب خرم نے اسے ٹھنڈا کرتے ہوئے یہ احساس دلایا کہ اس وقتی صدمے کے باعث وہ کتنی مشکلات اور آزمائشوں سے آزاد ہو گئی ہے تو نمل نہ صرف پرسکون ہو گئی بلکہ خاصی پرجوش بھی ہو گئی۔

"میں ابھی جا کر رومیلہ کو سب بتاتی ہوں۔"

"یہ غضب مت کرنا یار 'میں الیان کو لے کر تمہارے گھر آرہا ہوں الیان خود اس سے مل کر بات کرنا چاہتا ہے تم صرف اتنا کرو کہ رشیدہ آنٹی کو کہیں ادھر ادھر کردو۔

"الیان جب تک رومیلہ سے نہ مل لے وہ آنٹی کا سامنا کرنے سے گھبرا رہا ہے 'پہلے ہی تم نے اسے بے بھاؤ کی سنادی ہے اب وہ مزید کسی کے طعنے سننا نہیں چاہتا خاص طور پر جب تک یہ پتا نہ چل جائے کہ رومیلہ اسے معاف کرنے میں کتنا ٹائم لگاتی ہے۔" خرم نے بے چارگی سے کہا تو نمل کتنے دنوں بعد بے ساختہ ہنس دی۔

"رومیلہ اتنی بے ضرر لڑکی ہے اسے معاف کرنے میں کون سا ٹائم لگانا ہے 'جب تم نے مجھ سے یہ کہا کہ رومیلہ کو اس کے صحیح مقام کے ساتھ الیان کو اسے اس کے گھر میں جگہ دلانے کے لیے یہ سب کرنا پڑا تو میرا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔

پھر رومیلہ تو ویسے ہی ٹھنڈے مزاج کی ہے اس کا تو یہ سب سنتے ہی دل پگھل جائے گا اور اچھا ہی ہے یہ سب الیان ہی اسے بتائے۔

تم گیٹ پر پہنچنے کے بعد مجھے بیل مار دینا میں الیان کو سیدھا رومیلہ کے کمرے میں لے جاؤں گی امی کو اس کی

آمد کا پتا بھی نہیں چلے گا۔" نمل نے شان بے نیازی سے کہا۔
"کیا بات ہے بھئی' تمہارا دماغ ان کاموں میں کتنا چلتا ہے مجھے تو علم ہی نہیں تھا" خرم کے شوخی سے کہنے پر نمل کچھ جھینپ گئی۔

☼ ☼ ☼

عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر جب اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار اس کی آنکھیں بھر آئیں۔
جب وہ الیان کے گھر سے نکلی تھی تب اسے لگتا تھا کہ زندگی جیسے ختم ہو گئی ہو' اپنے بابا جانی کے گھر آ کر جب نماز کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اسے لگا جیسے مانگنے کے لیے اب کچھ بچا ہی نہیں۔
جیسے اب اسے زندگی سے کچھ چاہیے ہی نہیں۔
لیکن یہ احساس اسے اب جا کر ہوا تھا کہ زندگی کسی ایک شخص کے چلے جانے سے ختم نہیں ہو جاتی اسے اپنے لیے بھلے ہی کچھ نہیں چاہیے تھا لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ اس کے پاس مانگنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں۔ بندہ ہر پل اللہ کا محتاج ہے عظمت خلیل کی تکلیف اور رشیدہ اور نمل کی حالت دیکھ کر وہ مسلسل اللہ تعالیٰ سے اپنی اس سوچ پر معافی مانگتے ہوئے ان کے لیے صبر اور بہتری مانگتی آ رہی تھی۔
گو کہ عظمت خلیل کے کردار سے واقف ہونے کے باعث وہ ان کے لیے بہت حساس اور جذباتی تو نہیں ہوئی تھی البتہ رشیدہ اور نمل کو اذیت میں دیکھ کر وہ سکون سے بھی نہیں رہ پا رہی تھی چنانچہ وہ مسلسل عظمت خلیل کی صحت یابی کے ساتھ ساتھ ان کے راہ راست پر آنے کی بھی دعائیں مانگ رہی تھی۔
اس وقت بھی اس کی زبان پر یہی التجائیں مچل رہی تھیں اپنے لیے کچھ مانگتے وقت انسان کی دعاؤں میں شدت کا تناسب بھلے ہی زیادہ ہوتا ہو لیکن دوسروں کے لیے مانگتے وقت اس کی شدت کے درجات بہت بلند ہو جاتے ہیں جس سے انسان کی تسکین ہوتی ہے کچھ ایسے ہی احساسات لیے جب وہ جائے نماز لے کر کھڑی ہونے لگی تو اس کے کمرے میں تیزی سے نمل داخل ہو گئی۔
"کیا کر رہی ہو؟" اس کے سر پر نماز کا ڈوپٹا بندھا دیکھنے کے باوجود نمل نے بڑی عجلت میں پوچھا تو رومیلہ کچھ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔
"کیا ہوا خیریت تو ہے نا۔"
"ہاں ہاں بالکل خیریت ہے۔ میں بس دیکھنے آئی تھی تم کچھ زیادہ بزی تو نہیں ہو۔" نمل نے سر سے پیر تک اس کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔
"کیا ہوا۔" رومیلہ اس کے اس طرح غور سے دیکھنے پر مزید حیران ہوتے ہوئے بولی۔
"ہاں آں.... کچھ نہیں کچھ نہیں.... تم نے صبح سے بال نہیں بنائے کیا۔" نمل نے اسے ڈوپٹا کھولتا دیکھ کر بے اختیار پوچھا۔
نماز کا ڈوپٹا کھولنے کی وجہ سے اس کے آگے کے بال کچھ بکھر گئے تھے جنہیں اب وہ انگلیوں سے ٹھیک کر کے ڈوپٹا تہ کرنے لگی تھی کہ نمل کے سوال پر خشمگیں نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
"بات کیا ہے۔"
"بات.... کیا بات۔" نمل نے چونکنے کی اداکاری کی۔
"یہی تو میں پوچھ رہی ہوں بات کیا ہے" رومیلہ نے لفظ بات پر زور دیتے ہوئے کہا تو نمل خوامخواہ ہی ہنس دی۔

"نہیں نہیں بات کچھ بھی نہیں ہے۔ اچھا میں چلتی ہوں گڈ نائٹ۔" نمل یہ کہتی پلٹ گئی مگر دروازے کے پاس جا کر ایک بار پھر رک گئی۔
رومیلہ ایک بار پھر اسے حیرانی سے دیکھنے لگی جو پلٹ کر ایسے رومیلہ کو دیکھ رہی تھی جیسے شش و پنج میں ہو کہ کہے یا نہ کہے۔
"نمل تم ٹھیک تو ہو نا۔"
"پتا نہیں۔" نمل کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد بے چارگی سے کہتی باہر نکل گئی۔
رومیلہ حیرانی سے دروازے کو دیکھتی رہی پھر خود بھی کندھے اچکاتے ہوئے جائے نماز جگہ پر رکھنے کے لیے پلٹ گئی کہ تبھی اسے دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔
"تمہیں ناک کرنے کی ضرورت کب سے پیش آ گئی۔" رومیلہ نے کچھ چڑتے ہوئے کہا اور بستر کا تکیہ سیدھا کر کے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بستر پر بیٹھ گئی مگر دروازہ ہنوز بند رہا تو وہ کچھ غصے سے بولی۔
"نمل ڈرامے بند کرو اور سیدھا طرح سے اندر آ کر بتاؤ بات کیا ہے۔" وہ دروازے کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی جب اس کا جملہ ختم ہونے پر دروازے کے ہینڈل کو بڑی آہستگی سے گھما کر دروازہ کھولا گیا اور نووارد اندر داخل ہو گیا۔
رومیلہ پلک جھپکے بغیر اپنے سامنے بلیک پینٹ اور بلیک اینڈ وائیٹ چیک کی شرٹ میں ملبوس الیان کو دیکھے گئی اسے کسی طور اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔
اسے لگ رہا تھا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے مگر الیان کی آمد کے ساتھ ہی اس کے مسحور کر دینے والے پرفیوم کی خوشبو بھی پورے کمرے میں پھیل جانے کے ساتھ ساتھ رومیلہ کے حواسوں کو بھی جھنجھوڑ گئی تھی۔
وہ خود کو یہ یقین دلاتی کہ یہ کوئی غلط فہمی یا اس کی نظر کا دھوکا نہیں ہے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"آ.... آپ یہاں۔" رومیلہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا بولے دوسری طرف جس طرح وہ اسے دیکھ کر سر جھکا کر کھڑا ہو گیا تھا اس سے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بھی رومیلہ کی طرح اسی الجھن میں مبتلا ہے کہ کہے تو کیا کہے۔
"اتنی رات گئے اگر آپ نمل سے بھی ملنے آئے ہیں تو بھی آپ کو ڈرائنگ روم میں بیٹھنا چاہیے تھا اس طرح سیدھا کمرے میں آ جانا قطعی مناسب نہیں۔" اب کی بار رومیلہ خاصے اعتماد سے بولی۔
الیان بے اختیار سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھنے لگا اس کے ٹھوس لہجے میں بیگانگت کا عنصر خاصا نمایاں تھا الیان کو اس سے اس لب و لہجے کی توقع نہیں تھی وہ غیر ارادی طور پر اسے دیکھے گیا۔
اس کے اس طرح دیکھنے پر رومیلہ کی پیشانی پر ان گنت بل پڑ گئے تبھی وہ قدرے تیز لہجے میں بولی۔
"مسٹر الیان یہ میرا کمرہ ہے آپ یہاں سے تشریف لے جائیں تو بہتر ہو گا" الیان ایک دم چونک اٹھا۔
جو اس نے کیا تھا وہ رومیلہ کی توقع کے بالکل برعکس تھا تو پھر رومیلہ کا انداز الیان کی خواہش کے مطابق کیسے ہو سکتا تھا۔
ویسے بھی اس کی نظر میں الیان اب ایک غیر شخص تھا لہٰذا ایک اجنبی کے ساتھ وہ اسی طرح پیش آ سکتی تھی۔
الیان نے ایک گہرا سانس کھینچا اور بہت آہستہ آواز میں کہنے لگا۔
"میں تم سے ملنے آیا ہوں کیا تم دو منٹ بیٹھ کر میری بات سن سکتی ہو۔" رومیلہ ایک دم چونک اٹھی۔
وہ اگر یہاں نمل کے گھر تک' اس کے کمرے تک آ گیا تھا تو یہ بات یقیناً" نمل کے علم میں ہو گی اور ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ جس طرح کمرے میں آ کر بغیر کچھ کہے چلی گئی تھی اس کا وہ ناقابل فہم رویہ بھی ظاہر کر رہا تھا کہ وہ

رومیلہ کوالیان کی آمد کے متعلق ہی بتانے والی تھی مگر اس نے یہی سوچ کر کچھ کہا نہیں ہوگا کہ رومیلہ سنتے ہی منع کردے گی۔

جب اسے یقین تھا کہ رومیلہ اس سے ملنا نہیں چاہے گی تو اس نے کیوں الیان کو اس کی اجازت کے بغیر اس کے کمرے میں بھیج دیا۔

اسے پہلی بار ثمل کے کسی فعل سے تکلیف پہنچی تھی فوری طور پر وہ الیان سے یہ نہیں کہہ سکی کہ مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کمرے کی دیوار کو ایسے دیکھنے لگی جیسے سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ الیان کو کمرے سے جانے کے لیے کیسے کہے۔

الیان اس کے احساسات سمجھ رہا تھا پھر بھی ایک قدم آگے بڑھ آیا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھ سے بہت ناراض ہو لیکن میں۔۔۔"

"میرے اور آپ کے بیچ ایسا کوئی تعلق کبھی تھا ہی نہیں جس پر میں آپ سے ناراض ہوں اور آپ صفائیاں دیں لیکن پھر بھی ایک جو کاغذی رشتہ تھا اب وہ بھی ختم ہو چکا ہے لہٰذا اب کسی بھی موضوع پر بات کرنا یا کسی نکتے پر وضاحتیں دینا عبث ہے، بہتر یہی ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔" رومیلہ نے درشتگی سے اس کی بات کاٹ دی۔

اسے شدید غصہ آگیا تھا الیان کے منہ سے ناراض کا لفظ سن کر۔

وہ کوئی ناراض نہیں تھی بلکہ الیان کے اقدام پر شدید صدمے سے گزری تھی انتہائی قسم کے دکھ کے ساتھ ساتھ اسے بے پناہ شرمندگی کا سامنا بھی کرنا پڑا تھا۔

ابھی تو وہ ثمل کے گھر چلی آئی تھی لیکن واپس یونیورسٹی جانے پر اور خاندان کی کسی بھی تقریب میں لوگوں کا سامنا ہونے پر اسے مزید کئی سوالوں اور نظروں کو برداشت کرنا تھا۔

اتنی اذیتوں کے لیے صرف ایک ناراض کا لفظ قطعی مناسب نہیں تھا۔

جبکہ رومیلہ کے چہرے پر پہلی بار غصے کے تاثرات ابھرتے دیکھ کر الیان زیر لب مسکرا دیا وہ جو ابھی تک اس کا سامنا کرنے سے گھبرا رہا تھا اس کا تپا ہوا انداز دیکھ کر قدرے مطمئن ہو گیا کیونکہ ابھی تک اسے ڈر تھا کہ پتا نہیں وہ اس کے ساتھ کتنی نفرت سے پیش آئے گی لیکن اب اسے دیکھ کر الیان کو اپنی سوچ پر ہنسی آرہی تھی۔

نفرت کرنا اس لڑکی کے بس کی بات ہی نہیں تھی اس کے سرخ ہوتے چہرے سے بھی صاف ظاہر تھا کہ تھوڑی دیر اور غصہ کرے گی تو رو پڑے گی۔

"میرے غیبے ہوئے ڈیوارس پیپرز الماری میں لے جا کر ایسے رکھے کہ کبھی نکال کر بھی نہیں دیکھے۔

چلو تم نے نہیں دیکھے کم از کم ابرار تو چیک کر لیتا لیکن اس نے بھی ضرورت نہیں سمجھی ورنہ تم یہ کبھی نہ کہتیں کہ وہ کاغذی رشتہ اب ختم ہو گیا ہے۔" رومیلہ کی سمجھ میں خاک بھی نہیں آیا تھا۔

بلکہ سچ تو یہ تھا کہ وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھی الیان کو اچانک سامنے دیکھ کر اس کے زخم ادھڑ گئے تھے آنکھوں میں جلن ہونے لگی تھی مگر وہ اس کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی اسی لیے آنسوؤں پر بندھا بند ٹوٹنے سے پہلے وہ اسے یہاں سے چلتا کر دینا چاہتی تھی اسی لیے اس کی بات پر دھیان دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی البتہ اس نے ایک چیز ضرور نوٹ کی تھی۔

الیان کے کسی بھی انداز سے کوئی دکھ یا اداسی نہیں جھلک رہی تھی اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی بہترین ڈریسنگ رومیلہ کی نظروں میں آچکی تھی اور ابھی جس طرح وہ بولا تھا اس کی بات نے نہ سہی اس کے لہجے نے ضرور رومیلہ کو چونکایا تھا۔

اس کے جملے میں شوخی نمایاں نہیں تھی مگر شوخی کا عنصر ضرور شامل تھا وہ کچھ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگی جو آنکھوں میں ذرا بھی شرمندگی یا پچھتاوا لیے بغیر پرسکون انداز میں کھڑا تھا۔

اس نے یہ رشتہ کون سا اپنی خوشی سے قائم کیا تھا جو اس کے ٹوٹنے پر وہ دکھی ہوتا لیکن کم از کم اسے یہ احساس تو ہونا چاہیے تھا کہ رومیلہ کے لیے اس کا یہ اقدام برداشت کرنا آسان نہیں ہوگا۔

ہرچند اس نے الیان کے لیے چھپے احساسات کو کبھی الیان پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا مگر الیان کو اتنا تو علم ہوگا کہ ایک عورت کے لیے طلاق کے مرحلے سے گزرنا اور دنیا کے ساتھ ساتھ خود اپنے گھر والوں کو بھی اپنے حق پر ہونے پر قائل کرنا بہت کٹھن ہوتا ہے اسباب اور وجوہات چاہے جو بھی ہوں ملبہ سارا عورت پر ہی گرتا ہے گھر ٹوٹنے کی وجہ عورت کی نافہمی اور بے صبری کو ہی گردانا جاتا ہے۔

پھر اس نے تو نانی اماں اور شگفتہ غفار کے سامنے سارا الزام اپنے ہی سر لے لیا تھا اگر شگفتہ غفار نے الیان سے اس بارے میں کچھ نہیں بھی کہا تھا تب بھی اسے یقین تھا نانی اماں نے ضرور الیان بلکہ ریاض غفار تک ہر اس کے جھوٹ کا پول کھول دیا ہوگا۔

پھر بھی وہ اپنے فعل پر ذرا شرمندہ نہیں تھا۔

رومیلہ جیسے ایک شاک میں گھری اسے دیکھ رہی تھی تبھی ایک خیال نے اسے چونکنے پر مجبور کر دیا۔

کہیں شگفتہ غفار اور نانی اماں نے اس کے جھوٹ پر یقین تو نہیں کر لیا کہیں واقعی یہ سب لوگ یہی تو نہیں سوچ رہے کہ وہ کسی اور میں دلچسپی رکھتی ہے چنانچہ الیان کے آزاد کر دینے پر خوشی اور سکون محسوس کر رہی ہے۔

اس خیال کے آتے ہی وہ کچھ سراسیمہ سی ہو گئی وہ اس فطرت اور مزاج کی لڑکی نہیں تھی کوئی اسے ایسا سمجھتا ہے یہ بات اسے چند لمحوں کے لیے مضطرب کر گئی تھی۔

لیکن پھر یہ سوچ کر اس نے خود کو تسلی دینی چاہی کہ جب ان لوگوں سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا تو پھر وہ اس کے بارے میں کچھ بھی سوچ لیں کیا فرق پڑتا ہے بلکہ اچھا ہی ہے اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ الیان کے اس فیصلے سے خوش ہے کم از کم وہ اس پر ترس تو نہیں کھائیں گے۔

رومیلہ گہرے گہرے سانس کھینچ کر کوشش کرنے لگی کہ اپنے غصے کو قابو میں کر کے الیان سے قدرے بہتر انداز میں بات کر لے کیونکہ اگر وہ اس وقت اس کے پاس یہاں تک آیا تھا تو ضرور کوئی اہم بات کرنے آیا ہوگا۔

الیان اسے بدستور خاموش کھڑا دیکھ کر ایک قدم اور آگے بڑھ آیا خاصی سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"اگر ڈیوارس پیپرز اس وقت تمہارے پاس ہیں تو انہیں نکال کر دیکھو اور اگر نہیں ہیں تو اپنے بابا جانی کے گھر جاؤ اور جا کر پڑھو۔ ہمارے بیچ کاغذی رشتہ ابھی تک برقرار ہے میں نے تمہیں صرف ایک طلاق دی تھی جس کے بعد مصالحت کی گنجائش باقی رہتی ہے۔" الیان کے الفاظ تھے یا کوئی بم دھماکا ہوا تھا۔

رومیلہ کو لگا کمرے کی چھت اور دیواریں سب زوردار آواز کے ساتھ اس کے سر پر آگری ہوں وہ سن ہوتے ذہن و جسم کے ساتھ الیان کو دیکھے گئی جو اس کے ششدر رہ جانے کو محسوس کر کے بڑے دلفریب انداز میں مسکرانے لگا تھا۔

کچھ دیر تو وہ اس کے سکتے کے ٹوٹنے کا انتظار کرتا رہا پھر اس کے اور قریب آگیا۔

"تم اگر شاک سے باہر آگئی ہو تو میں کچھ کہوں یا تمہارے لیے پانی وغیرہ منگواؤں۔۔۔" الیان نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا تو وہ چونکنے کے ساتھ ساتھ بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹ گئی اور قدرے ترش ہو کر بولی۔

"صرف ایک طلاق کیوں دی ہے جب اس رشتے کو ختم ہی کرنا تھا تو ایک جھٹکے میں ہی ختم کر دیتے" یہ مصالحت

کی گنجائش رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس کے لہجے اور سوال پر الیان کی مسکراہٹ یک لخت غائب ہو گئی وہ کچھ دیر خاموش کھڑے رہنے کے بعد سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"کیا واقعی اس رشتے کو ختم کرنا چاہیے تھا؟ اسے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی؟" رومیلہ بغیر کسی تاثر کے ویسے ہی شاک میں کھڑی کھڑی تھی جیسے اس کی سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ کیا کہے تب الیان خود ہی کہنے لگا۔

"اگر تمہیں لگ رہا ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے یا تمہیں بے وقوف بنایا ہے تو تم غلط سوچ رہی ہو'یہ سب میں نے ہمارے رشتے کو مستحکم کرنے کے لیے کیا تھا۔

ویسے پہلے میں تمہارے اس سوال کا جواب دے دوں کہ ایک طلاق دینے کی کیا ضرورت تھی تو رومیلہ طلاق دینے کا شرعی طریقہ تو یہی ہے' ایک ساتھ تین طلاقیں دینا تو اللہ کے دین کو مذاق بنانا ہے۔

لیکن میں اس وقت کوئی شرعی بحث نہیں کرنا چاہتا میں نے تو جو کچھ بھی کیا وہ تمہیں چھوڑنے یا اپنی زندگی سے بے دخل کرنے کے لیے کیا ہی نہیں۔

مجھے بہت سارے لوگوں کو آزمانا اور یہ دکھانا تھا کہ وہ کتنے غلط ہیں سب سے پہلے مجھے ابرار کو پرکھنا تھا کہ آیا وہ اپنی دھمکی پر آج بھی برقرار ہے یا نہیں۔

یعنی اگر میں تمہیں چھوڑتا ہوں تو کیا واقعی وہ بریرہ کا گھر اجاڑ دے گا حالانکہ گلفام کو گرفتار کرانے کے بعد مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اب وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا پھر بھی اسے ایک بار تو آزمانا تھا۔

پھر مجھے ممی کو یہ احساس دلانا تھا کہ ان کا رویہ تمہارے ساتھ بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔ میں چاہتا تھا وہ دل سے اس بات کی قائل ہوں کہ ابرار کے اس فعل میں تمہارا کوئی ہاتھ نہیں۔ اگر تمہیں موقع ملے تب بھی تم ابرار کی طرح بریرہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔

شکر ہے کہ میری یہ دونوں خواہشیں پوری ہو گئیں۔ ہاں اب تم یہ ضرور پوچھ سکتی ہو کہ اگر مجھے تمہیں چھوڑنا نہیں تھا اور صرف سب کو احساس دلانا تھا تو میں نے تمہیں اعتماد میں لے کر سب کیوں بتا نہیں دیا۔

تو آئی ایم رئیلی سوری تو سے مجھے تمہیں بھی آزمانا تھا۔" الیان نے ذرا رک کر رومیلہ کے تاثرات جاننے کے لیے اسے دیکھا مگر وہ صرف حیرانی کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی تبھی الیان نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر تمہیں موقع ملے تو کیا تب بھی تم میری فیملی کا ساتھ دو گی یا اس کے خلاف جاؤ گی' ابھی تو تم مجبور ہو اس لیے ممی کی کڑوی کسیلی برداشت کر لیتی ہو لیکن اگر تمہاری کوئی مجبوری نہ رہے کیا تب بھی تم ممی سے بدلہ لینے یا ہمیں سبق سکھانے کا کوئی ارادہ کرو گی یا نہیں۔

حالانکہ مجھے تم سے یہی امید تھی جو تم نے کیا لیکن پھر بھی میں چاہتا تھا کہ یہ بات سب پر ثابت ہو خود مجھ پر بھی۔" الیان کہہ کر خاموشی سے اسے دیکھنے لگا جو ابھی تک بے یقینی کا شکار تھی۔

الیان کچھ دیر اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا مگر وہ اتنے شاک میں تھی کہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کہے' آخر الیان کو خود ہی اس کے مقابل کھڑے ہوتے بہت پژمردہ انداز میں کہنا پڑا۔

"ہماری شادی بہت غلط طریقے سے ہوئی ہے کاش ہم دونوں روایتی طریقے سے ایک دوسرے کے شریک حیات بنے ہوتے لیکن شاید ہماری قسمت میں یہی لکھا تھا بریرہ کے ساتھ جو کچھ ہوا اور ہم گھر والوں نے جو کچھ جھیلا وہ ناقابل فراموش ہے۔ وہ تکلیف 'وہ دکھ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس کا بدلہ کسی ایسے شخص سے لینا جس کا کوئی قصور نہ ہو یہ میری فطرت ہے نہ ڈیڈی کی۔

ہاں البتہ ممی کے لیے اپنے جذبات چھپانا اور ان پر قابو رکھنا بہت مشکل تھا' ممی کو یہ بات سمجھائی نہیں جا سکتی

تھی انہیں اس کا احساس دلانا تھا اور وہ صرف اسی ایک طریقے سے ممکن تھا جو میں نے کیا۔
ہاں اس سارے عمل میں تمہیں بہت اذیت کا سامنا کرنا پڑا۔ کیا اس کے لیے تم مجھے معاف کر سکتی ہو۔"
الیان نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا تو وہ جو اتنی دیر سے بت بنی کھڑی تھی ایک دم اس میں جان آگئی بے اختیار اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے وہ کئی قدم دور جا کھڑی ہوئی اور بڑے تیز لہجے میں بولی۔

"آپ... آپ جتنی بھی صفائیاں دے لیں' چاہے اپنے اقدام کو جتنا بھی جسٹی فائی کر لیں لیکن میں آپ کے فعل کو کبھی بھی صحیح قرار نہیں دوں گی۔" رومیلہ کا سانس ایسے پھولنے لگا جیسے وہ کئی گھنٹوں سے شدید جسمانی مشقت کر رہی ہو۔

الیان نے کچھ کہنا چاہا تو رومیلہ نے بپھرے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے اسے بولنے ہی نہیں دیا۔
"آپ کو لگتا ہے آپ کے فعل سے مجھے صرف اذیت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔
جی نہیں مسٹر الیان۔ آپ نے مجھے جیتے جی قبر میں اتار دیا تھا میں' جس تکلیف سے گزری ہوں' وہ موت سے بھی بدتر تھی آپ مجھے یا جس کسی کو بھی آزما رہے تھے یا جو بھی احساس دلا رہے تھے اس میں آپ کو کامیابی ہوئی اس پر آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔
لیکن اس آزمائش کے بعد آپ میری پرکھ کی کسوٹی پر پورے نہیں اترے۔ اپنے اس ڈرامے سے آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ سب تو صرف اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق چلانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے آپ کو جو بھی کرنا پڑے بغیر کسی کو ذہنی اور جذباتی طور پر جتنا بھی ٹارچر کرنا پڑے آپ کر گزریں گے۔
ابرار بھائی کو آزما کر آپ نے اپنے ممی ڈیڈی کو اور سب کو ان کی جانب سے یقین دہانی تو کرا دی لیکن میرا یقین پاش پاش کر دیا۔" رومیلہ شدید غصے کے عالم میں بول رہی تھی لیکن بولتے بولتے اب اس کی آواز رندھ گئی تھی۔ اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولا سا بننے لگا اسی لیے جب وہ بولی تو اس کی آنکھیں بھی چھلک پڑیں۔

"پورے گھر میں مجھے صرف آپ پر بھروسہ تھا یہاں تک کہ میں نے اپنے بھائی بھابھی اور بابا جانی پر بھی کبھی اتنا اعتماد نہیں کیا جتنا مجھے آپ پر یقین تھا کہ کم از کم آپ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے مجھے تکلیف پہنچیا جس سے مجھے دوسروں کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے۔
لیکن آپ نے تو وہی کیا جو ابرار بھائی نے میرے ساتھ کیا تھا' صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے انہوں نے گلفام کو نیچا دکھانے کے لیے میری شادی آپ کے ساتھ کر دی' اس بات سے قطع نظر کہ میرے اوپر کیا بیت رہی ہے' ٹھیک اسی طرح آپ نے ابرار بھائی کو ذلیل کرنے کے لیے مجھے سب کے سامنے تماشا بنا دیا اور یہ سوچا تک نہیں کہ میرے دل کی کیا حالت ہوگی۔" رومیلہ بولتے بولتے ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ اپنے بستر پر ہی بیٹھ گئی الیان خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا' وہ چاہتا تھا اس کے اندر کا غبار نکل جائے اور اس کی حالت کچھ بہتر ہو جائے پھر وہ اس سے کچھ کہے گا تبھی وہ اس کی بات سمجھ بھی سکے گی۔

جب وہ کافی سارے آنسو بہا چکی اور روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ کر دم توڑنے لگیں تب الیان اس کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔
"تم نے میری صرف ایک بات سن لی کہ میں ابرار کو آزمانا چاہتا تھا اور آگے میں نے جو کچھ بھی کہا وہ سب یا تم نے سنا نہیں یا اگر سنا بھی تو اس پر بالکل دھیان نہیں دیا۔
میں نے کہا مجھے ممی کو یہ احساس دلانا تھا کہ تم ابرار کی طرح نہیں ہو وہ جو تمہاری بے عزتی کرتی تھیں تمہیں باتیں سناتی تھیں وہ سب نہایت غلط اور محض ان کا غصہ تھا۔

مجھے تمہیں صرف اپنے گھر میں نہیں رکھنا تھا بلکہ تمہیں وہ مقام اور حیثیت دلانی تھی جو میری بیوی کی گھر میں ہونی چاہیے تھی۔
اتنے دنوں میں تمہیں یہ اندازہ تو ہو گیا ہوگا کہ میں یا ڈیڈی' ممی کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ تمہارے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں ان کا مزاج اور ان کی فطرت ایسی ہے کہ وہ خود بھی بعض اوقات چاہتی تھیں کہ تمہارے ساتھ تلخ کلامی نہ کریں لیکن وہ اپنے فیصلے پر قائم نہیں رہ پاتی تھیں۔
بریرہ کا گھر اجڑنے کا خطرہ تلوار کی طرح ان کے سر پر لٹکا رہتا تھا پھر بھی وہ تمہارے لیے موجود اپنی نفرت کو چھپا نہیں پاتی تھیں۔ تو پھر آخر اس کا حل کیا تھا کیا تم ساری زندگی ان کے سرکل اور خاندان کے لوگوں کے سامنے ان کے ہاتھوں ذلیل ہوتی رہتیں۔
میں تمہیں صرف اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہتا تھا یہ کام تو میں بہت پہلے بہت آسانی سے کر سکتا تھا لیکن مجھے تمہیں سب کی نظروں میں معتبر بنانا تھا یہاں تک کہ خود تمہاری نظروں میں بھی۔" الیان ایک دم خاموش ہو گیا کیونکہ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی ایک دم آنسو بھری آنکھیں اٹھا کر اسے سوالیہ انداز میں دیکھنے لگی جیسے اس کی بات نہ سمجھ سکی ہو۔
تب الیان اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہنے لگا۔
"تمہیں یاد ہے ایک بار میں نے تمہارا ہاتھ پکڑا تھا اور ممی ٹھیک اسی وقت کہیں باہر سے گھر واپس آگئی تھیں۔ اس وقت تمہارے چہرے پر ایسا ڈر تھا جیسے تم کوئی گناہ کبیرہ کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔ مجھے اس وقت تم پر بہت غصہ آیا تھا۔" رومیلہ سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی جو دانت پر دانت جمائے ایسے بول رہا تھا جیسے رومیلہ کے چہرے پر موجود وہ خوف اور گھبراہٹ اس کی آنکھوں کے سامنے ابھی بھی ناچ رہی ہو۔
"تم نے تو شاید میری ناراضی محسوس بھی نہ کی ہو لیکن اس کے بعد میں اگلے کئی دنوں تک تم سے بہت اکھڑا اکھڑا رہا تھا۔
چلو میں مانتا ہوں ممی کا رویہ تمہارے ساتھ بہت برا تھا وہ تمہیں میرے پاس بیٹھا دیکھتیں تو تم پر یہی الزام لگاتیں کہ تم مجھے پھنسانے کی کوشش کر رہی ہو۔
لیکن رومیلہ انسان کو اپنی عزت خود کرانی پڑتی ہے تم اپنے آپ پر خود یقین نہیں کرو گی تو کوئی دوسرا تمہیں کیوں سمجھے گا۔
شادی چاہے جن حالات میں بھی ہوئی ہو' نکاح تو ہمارا ہوا تھا نا تم اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھی تھیں اور پھر تمہارے دل میں کوئی چور نہیں تھا تم میرے پاس نہیں آئی تھیں' تم تو پڑھائی کر رہی تھیں میں تمہارے پاس آیا تھا تمہیں اخبار دکھانے۔
اگر میں یہ سب نہ کرتا تو تمہارا رویہ میرے ساتھ ساری زندگی ایسا ہی رہتا جبکہ اب صورت حال بالکل مختلف ہے۔
تمہارے جانے کے بعد ممی کو احساس ہوا ہے کہ انہوں نے تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں کیا۔ پھر ابرار نے بھی بریرہ کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی اس وجہ سے بھی ان کا دل تمہاری طرف سے صاف ہو گیا ہے۔
آج جب میں تمہارے پاس آ رہا تھا تو پہلے میں نے انہیں جا کر سب بتایا ہے اور تمہیں شاید یقین نہ آئے انہوں نے خوشی کا اظہار کیا ہے کہ میں نے اس رشتے کو ختم نہیں کیا۔
اب تم کل صبح ہوتے ہی اپنے بابا جانی کے گھر واپس چلی جانا ممی اور ڈیڈی خود تمہیں وہاں سے لینے آئیں گے'

تمہاری بھابھی کے سامنے جو تمہیں شرمندگی اٹھانی پڑی ہے اس کا مداوا اسی طرح ہو سکتا ہے۔" رومیلہ دم بخود بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی جو بڑی رسانیت سے بول رہا تھا۔

"ویسے تو مجھے بھی آنا چاہیے مگر میں نہیں آؤں گا کیونکہ میں ابرار کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔ جو کچھ اس نے بریرہ کے ساتھ کیا اس کے بعد اسے معاف کرنا تو ناممکن ہے لیکن جب وہ میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے تب میرے اندر اس سے بدلہ لینے کی خواہش شدید ہو جاتی ہے' میرا خون کھولنے لگتا ہے اسے دیکھ کر۔ اس وقت میرا غصہ میری عقل پر حاوی ہونے لگتا ہے اور میں خود کو کسی کمزور لمحے کی زد میں نہیں لانا چاہتا۔" الیان کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے بڑے گمبھیر لہجے میں کہتا ایک دم خاموش ہو گیا۔

رومیلہ خاموش بیٹھی اسے دیکھتی رہی جو نا جانے کس گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

شاید ابرار کا ذکر کرتے ہوئے اس کے ذہن میں وہ لمحے اجاگر ہو گئے تھے جب ابرار نے بریرہ کو اغوا کیا تھا اور ان کے گھر پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

رومیلہ کو ہمیشہ ہی اس بات کا دکھ رہا تھا کہ بریرہ کو ناحق اتنی تکلیف اٹھانی پڑی مگر اس لمحے یہ افسوس اور بھی بڑھ گیا۔

اسے ذرا سی شرمندگی کا سامنا کیا کرنا پڑ گیا وہ کیسے الیان کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہ رہی اور الیان اور اس کے پورے گھر کی تو عزت و ناموس داؤ پر لگ گئی تھی ان کے غصے اور نفرت کا پھر کیا عالم رہا ہو گا۔

ایسے میں جس سے نفرت محسوس ہو رہی تھی اسے گھر لا کر چوبیس گھنٹے اپنی آنکھوں کے سامنے بٹھانا بھی پڑ گیا اب ان حالات میں وہ رومیلہ کو سر آنکھوں پر تو نہیں بٹھا سکتے تھے۔

اسی لیے اس نے کبھی شگفتہ غفار کو غلط نہیں سمجھا بلکہ ہمیشہ ان کی زہر میں بجھی باتیں پینے کی کوشش کی کہ وہ اسے اپنی جگہ حق بجانب لگتی تھیں۔

اتنی نفرت اور اتنے غصے کو ختم کرنا آسان نہیں تھا وہ اگر ساری زندگی بھی ان کی خدمت کرتی تب بھی ان کے دل میں جگہ نہیں بنا سکتی تھی لہٰذا جو کچھ الیان نے کیا تھا وہ واقعی قابل ستائش تھا وہ ماں باپ کا دل دکھا کر اگر رومیلہ کو اپنی زندگی میں شامل کر لیتا تو بھی گھر میں ہر وقت بے سکونی کا عالم رہتا۔

اور الیان کا یہ کہنا بالکل صحیح تھا کہ رومیلہ اس کی شرعی بیوی ہونے کے باوجود ایسے شرمندہ رہی جیسے پتا نہیں اس سے کتنا بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہو۔

ان دونوں کے بیچ کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی جسے الیان نے ہی بالآخر توڑا۔ اپنا سر جھٹکتے ہوئے اس نے ایسے گہرا سانس کھینچا جیسے ساری سوچوں کو ذہن سے باہر نکال پھینکا ہو۔

"تو کیا تم صبح اپنے والد کے گھر جا رہی ہو یا ممی سے کہوں کہ تمہیں منانے میں ٹائم لگے گا ابھی کچھ مہینوں یا شاید سالوں انتظار کریں۔" اس نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ رومیلہ چونک اٹھی اور بے اختیار جرح کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ ایک طلاق دے چکے ہیں رجوع کرنے کی کوئی مدت ہوتی ہے مہینوں اور سالوں انتظار کرنے کا وقت ہے نہ مہلت۔ ایسا نہ ہو اتنے انتظار میں مصالحت کی گنجائش ہی ختم ہو جائے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم نہیں چاہتیں کہ یہ گنجائش ختم ہو" الیان نے بظاہر سرسری انداز میں کہا مگر جواباً" رومیلہ خلاف توقع بڑے اعتماد سے بولی۔

"ہاں۔ کیا آپ کو آج پتا چلا ہے۔" الیان کو ہرگز امید نہیں تھی کہ وہ اتنے دھڑلے سے اعتراف کرلے گی وہ کچھ دیر خوش گوار حیرت میں گھرا اسے دیکھتا رہا پھر بڑی جاندار مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگا۔

"نہیں مجھے بہت پہلے سے پتا تھا کہ تم اس رشتے کو نبھانے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہو' اس کی ایک وجہ تو تمہاری وہی مشرقی ذہنیت ہے کہ جہاں ڈولی گئی ہے وہاں سے اب جنازہ ہی نکلے گا۔

اور دوسری وجہ تمہارے دل میں میرے لیے چھپی وہ محبت تھی جو یہ نہ چاہتی کہ میں کبھی تم سے دور رہوں' ہے نا۔"

الیان نے پہلا جملہ تو خاصی شوخی سے کہا تھا مگر دوسرے جملے کو ادا کرتے ہوئے اس میں شوخی سے زیادہ عنصر اس مان کا تھا جس کی بنیاد پر وہ انداز سے نہیں بلکہ یقین سے کہہ رہا تھا۔

رومیلہ پل بھر کے لیے جھینپ گئی مگر کچھ ہی لمحوں میں اس کی آنکھیں پھر بھر آئیں اور جیسے ہی اس کی آنکھ سے آنسو چھلکا الیان نے اسے اپنی انگلی کی پور پر اٹھا لیا۔

"بس رومیلہ۔ بہت رو لیا تم نے اب اور نہیں۔" الیان کے لہجے میں جانے ایسا کیا تھا کہ وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

مگر اس بار الیان نے اسے رونے نہیں دیا اور اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کتنی بار میرے دل میں یہ خواہش ابھری تھی کہ آگے بڑھ کر تمہارے سارے آنسو اپنی ہتھیلیوں میں جذب کر لوں' آج پہلی بار قسمت نے اس خواہش پر عمل کرنے کا موقع دیا ہے' اب بھی اگر تمہارے آنسو نہیں تھمے تو مجھے یہی لگے گا کہ میری محبت میں اتنی شدت ہی نہیں کہ تمہارے ہونٹوں پر مسکراہٹ لا سکے۔" رومیلہ بیچ بیچ روتے میں مسکرا دی تو الیان ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ ہوئی نا بات' چلو اب جلدی سے چہرہ صاف کرو اور باہر چلو نیچے بے چارے وہ ہونق پریشان حال بیٹھے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" رومیلہ سمجھ نہ سکی۔

"حمل اس لیے پریشان ہے کہ پتا نہیں مجھے تمہارے کمرے میں بھیج کر اس نے صحیح کیا یا نہیں اور خرم اس لیے فکر مند ہے کہ پتا نہیں اسے مجھے یہاں لانا بھی چاہیے تھا یا نہیں۔"

"خرم نیچے موجود ہے۔" رومیلہ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"نا صرف موجود ہے بلکہ ایک کیک بھی لایا ہے اس کی خواہش تھی کہ میں وہ آتے ہی تمہیں پیش کر دوں۔ مگر میں نے منع کر دیا پتا نہیں تم کتنے غصے میں ہو گی میرے ہاتھ میں پھول دیکھ کر کہیں تم آپے سے باہر ہی نہ ہو جاؤ۔" الیان اپنی بات پر خود ہی ہنس دیا۔

"ہاں ہاں آپ کے گھر میں ہر وقت لوہے کے چنے ہی تو چباتی تھی نا تبھی تو میرے غصے سے اتنے خوفزدہ تھے۔" رومیلہ مسکرا کر کہنے لگی تو الیان کچھ دیر مسکراتے ہوئے اسے دیکھتا رہا پھر بہت شائستہ انداز میں کہنے لگا۔

"تمہاری سب سے بڑی خوبی یہی تھی کہ تم نے کبھی اپنا ضبط نہیں کھویا۔ ممی کے اتنے اوور ری ایکٹ کرنے کے باوجود تم نے کبھی کسی مقام پر اور کسی کے بھی سامنے کم ظرفی کا مظاہرہ نہیں کیا اور اس لیے ہر ہنگامے کے بعد میں اور ڈیڈی

صرف ممی کو سمجھانے اور روکنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ تمہاری طرف سے اطمینان تھا کہ تم کسی کے بھی سامنے بے وقوفی کا ثبوت نہیں دو گی۔" الیان کے لہجے میں اس کے لیے ستائش تھی اور آنکھوں میں اس کے لیے بے پناہ محبت۔

رومیلہ کو اپنا آپ ایک دم ہلکا پھلکا ہوتا محسوس ہوا۔ کتنی اذیتوں سے وہ گزری تھی سگے خونی رشتوں نے اسے محض اپنے مطلب کے لیے استعمال کیا تھا مگر وہ ساری تکلیفیں اس ایک مقام پر آکر ہیچ ہوگئی تھیں۔

اس کا شریک حیات صرف اس سے محبت نہیں کرتا تھا بلکہ اس کی قدر کرتا تھا اس کے دل میں رومیلہ کے لیے صرف عشق نہیں تھا بلکہ اس کی عزت تھی وہ اس کی خوبیوں کا قائل اور اسے سراہنے والا تھا باقی ہر چیز پس پردہ چلی گئی تھی۔

حالانکہ اب اسے یقین تھا کہ شگفتہ غفار اور ریاض غفار اس کے بابا جانی کے گھر آکر خود اسے اپنے ساتھ لے کر جائیں گے اور یہ اس کے لیے بہت اطمینان اور خوشی کی بات تھی لیکن اگر ایسا نہیں بھی ہوتا تب بھی اب وہ الیان کے ساتھ پورے اعتماد کے ساتھ چل سکتی تھی۔

"چلیں۔" الیان نے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے پوچھا تو رومیلہ نے بغیر جھجکے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

الیان کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے اسے لگ رہا تھا وہ زمین پر نہیں ہواؤں پر چل رہی ہو۔ کمرے میں موجود ٹیوب لائٹس کی روشنی ایک دم چاند کی چاندنی کی طرح روشن اور اجلی ہوگئی تھی کھلی کھڑکیوں سے آتی ٹھنڈی ہواؤں میں جیسے بارش کی بھینی بھینی خوشبو شامل ہوگئی تھی ایک دل کی حالت کیا بدلی تھی کہ ہر منظر ہر کیفیت بدل گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

بلال اختر ابھی ابھی آفس سے تھکے ہارے گھر آئے تھے ان کے گھر میں زوبیہ کی موجودگی میں بھی سناٹوں کا راج رہتا تھا لہٰذا زوبیہ کے جانے سے کوئی فرق تو نہیں پڑا تھا مگر قدرتی طور پر انہیں گھر میں پھیلی خاموشی اب حد سے تجاوز کرتی محسوس ہوتی تھی چنانچہ وہ جان بوجھ کر آفس سے دیر سے گھر آتے تھے۔

عائشہ اختر کی جانب سے انہیں یہ فکر نہیں تھی کہ وہ اکیلی ہیں یا انہیں اس وقت بلال اختر کی ضرورت ہے۔ ریاض غفار کی فیملی سے عائشہ اختر کو بہت سہارا مل گیا تھا بلکہ اب تو الیان کی بیوی بھی گھر پر ہی موجود ہوتی تھی جو انہیں پہلے کبھی نظر نہیں آئی تھی اس سے عائشہ اختر کی اچھی دوستی ہوگئی تھی۔

رومیلہ سے مل کر عائشہ اختر کی شخصیت پر کافی مثبت اثر پڑا تھا وہ بڑی باقاعدگی سے نماز پڑھنے لگی تھیں زوبیہ کی موت کے بعد سے ان کی گفتگو میں ہر وقت یاسیت گھلی رہتی تھی خاص طور پر رات کو بلال اختر جب کمرے میں سونے آتے عائشہ اختر کوئی نہ کوئی ایسا ذکر چھیڑ دیتیں کہ بلال اختر کا کوفت اور جھنجلاہٹ سے برا حال ہونے لگتا۔

مگر رومیلہ نے ان کا ذہن و دل کچھ اس طرح بدلا تھا کہ وہ قسمت سے شکوہ کناں رہنے کی بجائے اور اپنی غلطیوں پر کڑھنے کی بجائے عبادت میں مشغول رہنے لگی تھیں۔

بلال اختر یہ سوچ کر سکون محسوس کرنے لگے تھے کہ اب ان کی گفتگو میں مری ہوئی ماں کے ساتھ کیے سلوک پر پچھتانے کی بجائے آگے کی زندگی کا کیا لائحہ عمل ہونا چاہیے اس پر بات ہو رہی ہوتی تھی۔

پہلی بار جب انہوں نے ان کے منہ سے یہ سنا تو وہ خاصی خوشگوار حیرت کے ساتھ انہیں دیکھتے رہے تھے۔

"میں سوچتی ہوں زوبیہ کے زیور اور کپڑے کہیں ایسے کسی ادارے میں دے دوں جہاں لڑکیوں کی شادیاں وغیرہ کرائی جاتی ہیں وہ غریب لڑکیاں یہ چیزیں استعمال کر کے اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں گی۔ دنیا میں تو ہم زوبیہ کے لیے کچھ نہیں کر سکے لیکن وہ آخرت میں اٹھائی جائے گی تب وہ دیکھے گی کہ اس کی ماں نے اس کے لیے صدقہ جاریہ کے طور پر کتنے کام کروا ڈالے اور اس کے لیے نیکیوں کا ڈھیر جمع کر دیا تو وہ مجھ سے کتنی خوش ہوگی۔" حسرت اور ملال سے ہٹ کر ان کے منہ سے ایک خوش آئند بات سن کر بلال اختر بے اختیار اپنی حیرت ظاہر کر گئے۔

"یہ آج سورج کہاں سے نکلا تھا یہ تم اتنی سمجھداری کی باتیں کیسے کر رہی ہو۔" ان کے پوچھنے پر عائشہ اختر ایک دم جوش میں آگئیں۔

"ارے میں آج الیان کی بیوی سے ملی تھی وہ کافی دنوں سے اپنے والد کے گھر پر تھی اب آئی ہے تو مجھے پتا چلا وہ بہت پیاری اور سمجھدار لڑکی ہے۔

جب سے زوبیہ نے ہوش سنبھالا تھا میں ہمیشہ یہ سوچتی رہی تھی کہ میرا کیا میرے آگے آرہا ہے پہلی بار رومیلہ سے مل کر یہ احساس ہوا کہ اگر میں نے ماضی میں کچھ غلط کیا تھا تو اس پر کڑھنے کی بجائے اس کا مداوا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جو وقت غفلت میں گزر گیا سو گزر گیا لیکن جو وقت ہے اس کو ضائع نہ ہونے دوں۔

اپنی والدہ اور زوبیہ دونوں کی مغفرت کے لیے اتنے نیک کام کروں کہ قیامت والے دن وہ لوگ مجھے معاف کر دیں ان نیک کاموں کے ذریعے میری اپنی نیکیوں میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔"

"کمال ہے یہ اتنی عقل مند لڑکی الیان کو کیسے مل گئی۔" بلال اختر نے کوٹ اتارتے ہوئے طنزیہ کہا تو عائشہ اختر کچھ خائف ہو کر کہنے لگیں۔

"الیان اسی قابل ہے کہ اسے اتنی عقل مند لڑکی ملے۔ آپ تو میرے بھائی بھابھی سے آج تک نالاں ہیں حالانکہ آپ کو تو ان سے شرمندہ ہونا چاہیے۔"

"کس بات پر شرمندہ ہوں۔ ہم نے جو کیا تھا اس سے کئی زیادہ سزا ہماری بیٹی بھگت چکی ہے اب حساب برابر ہو چکا ہے۔" بلال اختر نے تلخی سے کہا تو عائشہ اختر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہنے لگیں۔

"نہیں بلال یہ سوچ غلط ہے کہ ہمارے کیے کی سزا ہماری بیٹی کو ملی ہے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا منصف ہے وہ ایک کے کیے کی سزا کبھی دوسرے کو نہیں دیتا۔

زوبیہ کے ساتھ جو ہوا وہ اس کا نصیب تھا۔

رومیلہ نے ہی مجھے سمجھایا ہے کہ یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیے کہ ماں باپ کا کیا اولاد کے آگے آتا ہے اس طرح تو ہر پریشان حال انسان یہ سوچنے بیٹھ جائے گا کہ اس کے ماں باپ نے ضرور کسی کا دل دکھایا ہے جو آج وہ تکلیف میں ہے جبکہ دوسری جانب کچھ والدین آپ کی طرح ہوتے ہیں جنہیں اولاد سے بھی ایسی کوئی خاص محبت نہیں ہوتی اگر انہیں یہ یقین ہو کہ ان کا کیا محض ان کی اولاد کے آگے آئے گا اور وہ اپنی زندگی آرام سے جیتے رہیں گے تو وہ گناہ کرتے وقت کبھی بھی خوف خدا میں مبتلا نہیں ہوں گے۔" عائشہ اختر بڑے سکون سے بول رہی تھیں بلال اختر ان کی بات سن کر چڑ گئے۔

"تمہیں لگتا ہے مجھے زوبیہ سے محبت نہیں تھی گویا میں ان سفاک لوگوں میں سے ہوں جنہیں اولاد سے بھی پیار نہیں ہوتا۔"

"ہاں بالکل۔ زوبیہ کے مرنے سے آپ کو کیا فرق پڑا جب تک وہ زندہ تھی آپ پھر بھی اس کی حرکتوں کی وجہ سے شرمندہ ہوتے تھے اس کے مرنے کے بعد ایک بار آپ کو بدنامی کی کیچڑ برداشت کرنی پڑی لیکن اب اس کے

مجرموں کے سلاخوں کے پیچھے چلے جانے کے بعد آپ اس بے عزتی سے بھی لاپرواہ ہوگئے ہیں اور آرام سے اپنی بزنس لائف میں مصروف ہیں۔

"جبکہ زوبیہ جب تک زندہ رہی تکلیف میں رہی یہاں تک کہ موت بھی اسے..." عائشہ اختر کی آواز رندھ گئی تو انہیں خاموش ہونا پڑا۔

بلال اختر کا دل تو بہت چاہ رہا تھا انہیں کھری کھری سنانے کا مگر وہ کوئی بحث نہیں چھیڑنا چاہتے تھے انہیں نیند آرہی تھی جبکہ عائشہ اختر کی نیندیں ختم ہوچکی تھیں وہ زیادہ جذباتی ہوجاتیں تو رات بھر بول سکتی تھیں اور واقعی بلال اختر کو خاموش دیکھ کر وہ ایک بار پھر کہنے لگیں۔

"سزا اور جزا کا عمل تھوڑا بہت دنیا میں ضرور ہوتا ہے لیکن آخرت کی سزائیں اپنی جگہ موجود رہتی ہیں اور وہاں جو سزا ملے گی پورے حساب کتاب سے ملے گی وہ دن ایسا ہوگا جہاں کسی پر ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا انصاف یہ ہی کہ کسی بھی شخص پر ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہ ہو۔

زوبیہ کے ساتھ جو ہوا وہ اس کی قسمت تھی ہاں البتہ اسے دیکھ کر ہمیں تائب ہونا چاہیے کہ ہم نے دوسروں کو کتنی تکلیف دی جس طرح ہماری بیٹی تڑپتی ہوئی چلی گئی ہماری وجہ سے کوئی دوسرا سسکتا ہوا نہ جائے۔

اولاد کو دیکھ کر انسان کا دل نرم ہوجانا چاہیے اور دوسرے کے درد کو سمجھنے کا احساس بڑھ جانا چاہیے۔"

"مجھے نیند آرہی ہے عائشہ لائٹ آف کردو۔" بلال اختر نے کپڑے بدلنے کا ارادہ ملتوی کردیا وہ بے زاری سے بستر پر دوسری جانب کروٹ کرکے لیٹ گئے۔

عائشہ اختر کچھ دیر خاموشی سے ان کی پشت کو دیکھتی رہیں پھر اٹھ کر نا صرف انہوں نے لائٹ آف کردی بلکہ وہ خود کمرے سے باہر نکل آئیں۔

ان کے قدم اب زوبیہ کے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے یہ ان کا وہ آبائی گھر تو نہیں تھا جہاں زوبیہ پیدا ہوئی تھی اور جہاں سے عائشہ اختر سمیت زوبیہ کے بچپن کی یادیں وابستہ تھیں۔

پھر بھی انہیں زوبیہ کے کمرے میں بیٹھ کر سکون ملتا تھا پہلے اس کے کمرے میں جاکر وہ گھنٹوں روتی تھیں تو بلال اختر نے اس کمرے کو لاک کرکے اس کی چابی اپنے پاس رکھ لی تھی۔

مگر اب جبکہ عائشہ اختر کا دنیا کو دیکھنے اور برتنے کا نظریہ بدل گیا تھا انہوں نے بلال اختر کی غیر موجودگی میں ایک چابی میکر کو بلا کر اس کی ڈپلیکیٹ چابی بنوالی تھی اور دن کے کسی نہ کسی وقت اس کمرے میں جاکر ضرور بیٹھ جاتی تھیں مگر آج وہ ریاض غفار کے گھر صبح سے چلی گئی تھیں انہیں زوبیہ کے کمرے میں جانے کا موقع ہی نہیں ملا تھا چنانچہ ایک بے چینی ان کے وجود پر چھائی ہوئی تھی اور پہلی بار وہ رات میں اس کے کمرے میں آگئیں۔

اس کمرے میں زوبیہ نے زیادہ وقت نہیں گزارا تھا پھر بھی اس کی خوشبو یہاں بسی ہوئی تھی کچھ دیر دروازے میں کھڑی رہ کر وہ جیسے اس کی خوشبو اپنے اندر جذب کرنے لگیں پھر دھیرے دھیرے چلتی اس کے بستر پر آبیٹھیں اس کے تکیے پر ہاتھ پھیرتے سے انہیں لگ رہا تھا جیسے وہ اس کا سر سہلا رہی ہوں۔

حالانکہ انہوں نے اس کی زندگی میں کبھی اس کے پاس بیٹھ کر اس کا سر اس طرح نہیں سہلایا تھا اس وقت انہیں یہ ساری باتیں مڈل کلاس عورتوں کے چونچلے لگتے تھے ان کا خیال تھا بچے کو خود سے تھوڑا دور رکھا جائے تبھی اس میں خود اعتمادی آتی ہے جبکہ اس کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے اور اس کے لاڈ اٹھانے سے بچہ ماں کے ساتھ رہنے کا عادی ہوجاتا ہے اس کا پلو پکڑ کر چلنے سے وہ بچہ کبھی بھی بڑا نہیں ہوتا اسے اپنے ہر کام کے لیے ماں کی جانب دیکھنا پڑتا ہے۔

پھر وہ اپنی سماجی زندگی میں اتنی مصروف اور خوش تھیں کہ زوبیہ کو خود سے زیادہ قریب کر بھی نہیں سکتی تھیں

ورنہ زوبیہ میں لگ کر انہیں اس زندگی کو مکمل طور پر نہ سہی لیکن کافی عرصے تک خیرباد کہنا پڑتا جو کہ ان کے لیے ممکن نہیں تھا مگر صرف اس وقت۔ آج انہیں اس طرز زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس کے کمرے میں بیٹھ کر وہ ان ہی گزری باتوں کے بارے میں سوچتی رہتی تھیں۔

جو کچھ زوبیہ کے ساتھ ہوا تھا وہ اس کا نصیب تھا ہونی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ روکنا تو دور کنا کچھ لمحوں کے لیے ٹال بھی نہیں سکتا لیکن اگر انہوں نے زوبیہ کی بات کبھی غور سے سنی ہوتی تو جس طرح خرم یہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہوگیا کہ وہ جو دیکھتی اور کہتی ہے وہ محض بکواس نہیں ہے بلکہ ایک ایسا علم ہے جو ہر ایک کے پاس نہیں ہوتا اور کاش زوبیہ کے پاس بھی نہ ہوتا اچھا ہے کہ مستقبل کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔

دیکھ لے تو سمجھ نہیں سکتا سمجھ لے تو بدل نہیں سکتا۔

لیکن اگر عائشہ اختر کبھی اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرتیں تو زوبیہ اس قدر بے اعتبار نہ ہوتی اپنی ذات اور اپنی صلاحیتوں کو لے کر وہ اتنی احساس کمتری کا شکار نہ ہوتی۔

جب اس نے بتایا تھا کہ کالج میں اس کا مذاق اڑانے والی نتاشا مرگئی ہے تب عائشہ اختر چونک اٹھی تھیں کیونکہ سب کو یہ پتا تھا کہ وہ غائب ہے کسی کو اس کے مرجانے کا علم نہیں تھا پھر یہ بات اس نے اتنے یقین سے کیسے کہہ دی۔

انہیں یہ ہی لگا تھا کہ اگر زوبیہ یہ جانتی ہے کہ وہ مرگئی ہے تو ضرور اس کے پیچھے زوبیہ کا ہی ہاتھ ہے انہوں نے کسی اور ممکنات پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔

اگر خرم کی طرح وہ بھی یہ اندازہ لگالیتیں تو بھلے ہی وہ زوبیہ کو بچانہ پاتیں لیکن زوبیہ کا کچھ وقت اس سکون اور اطمینان کے ساتھ گزرتا کہ دنیا بھلے ہی اسے جو بھی کہے اس کی ماں کم از کم اسے پاگل نہیں سمجھتی اس نے زوبیہ کے اندر الجھتی گتھی سلجھالی ہے وہ اس کی رازدان ہے اس پر بھروسا کرتی ہے۔

لیکن اس کی ماں تو اسے پاگل کے ساتھ ساتھ قاتل سمجھنے لگی تھی۔ اسے ڈاکٹر شکیلہ کے پاس ایسے خوفزدہ انداز میں لے کر گئی تھی کہ کہیں کسی کو پتا چل گیا تو زوبیہ کو جیل ہوجائے گی۔

کیا بیتی ہوگی زوبیہ کے دل پر جب اس نے اپنی ماں کی آنکھوں میں اس کے لیے شبہات ناچتے دیکھے ہوں گے۔

عائشہ اختر کی آنکھیں بھیگتی چلی گئیں اور وہ انہیں باتوں پر ایک بار پھر آنسو بہانے لگیں جن پر روز بہاتی تھیں۔

ایک پہیلی ہوں میں
جسے بوجھ نہ سکا کوئی عمر بھر
ایک سوال ہوں میں
الجھائے جو سب کو ہر موڑ پر
نہ ڈھونڈ مجھ کو
نہ مجھے تلاش کر
ایک کھوج ہوں میں
بھٹکائے گی تجھے ادھر ادھر
بے ہنگم سے سانچے میں ڈھلے تھے میرے روح و قلب
پھر کیونکر ہموار ہوتا میرا مقدر
اندازوں پر مبنی تھا میری شخصیت کا کوزہ
نصیب تھا میرا دست کوزہ گر

☆ ☆ ☆

"اوف خرم میں تو بالکل اوور لگ رہی ہوں سنبل اور رومیلہ تو مذاق اڑانے بیٹھ جائیں گی' اچھا خاصا میں شلوار قمیص پہن رہی تھی آپ کے کہنے پر خوامخواہ یہ ساڑھی باندھ لی" لائیٹ پنک کلر کی نفیس سے کام والی شیفون جارجٹ کی ساڑھی پر نازک سا پرس لیے خرم کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے وہ خاصی الجھ رہی تھی۔

"لگتا ہے تمہارا اپنی تعریفیں سن سن کر پیٹ نہیں بھرا ہے اسی لیے ایسی باتیں کررہی ہو تاکہ میں دوبارہ شروع ہوجاؤں۔" خرم اس کے ساتھ چلتے چلتے رک گیا اور باقاعدہ ہاتھ باندھ کر ایسے کھڑا ہوگیا جیسے کوئی لمبی تقریر کرنے والا ہو۔

"نہیں نہیں میرا یہ مطلب نہیں ہے' فار گاڈ سیک یہاں مت شروع ہوجانا۔" نمل بری طرح گڑبڑا گئی اس نے ہوٹل کے شاندار کوریڈور میں ایسے ادھر ادھر دیکھا کہ خرم کی ہنسی نکل گئی۔

"تم تو ایسے گھبرا رہی ہو جیسے ہم ابھی تک یونیورسٹی میں پڑھنے والے اسٹوڈنٹس ہوں۔ فار یور کائنڈ انفارمیشن اب ہم میاں بیوی ہیں تمہاری تعریف کرنے کا لیگل پرمٹ ہے میرے پاس۔" خرم نے اس کی طرف جھکتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"خرم کچھ تو موقع محل دیکھا کریں۔" نمل پیچھے ہٹتے ہوئے دانت پیس کر بولی تو خرم قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"چلیں جلدی۔ سنبل کے میسج پر میسج آرہے ہیں ہماری شادی کی خوشی میں اس نے لنچ رکھا ہے اور ہم ہی اب تک نہیں پہنچے ہیں' الیان بھائی اور رومیلہ تو کب کے آگئے ہیں۔" نمل نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو خرم بھی اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہنے لگا۔

"تمہاری وجہ سے ہی دیر ہورہی ہے تم نے ایک ساڑھی باندھنے میں دو گھنٹے لگادیے۔"

"اب میں کچھ کہوں گی تو آپ پھر یہی کہیں گے کہ میرا اپنی تعریف سننے کا دل چاہ رہا ہے۔" نمل نے ایک اچٹتی نظر خرم پر ڈالی تو وہ ایک بار شوخی سے کہنے لگا۔

"تو میں تو تیار ہوں' بتاؤ کہاں سے شروع کروں۔" نمل نے جس طرح زچ ہوکر خرم کو دیکھا اس پر خرم مجبور ہوکر زبردستی سنجیدہ نظر آنے کی کوشش کرنے لگا۔

ایک مہینہ ہوگیا تھا ان کی شادی کو مگر خرم کی شوخیاں کم ہونے کی بجائے بڑھتی جارہی تھیں اس کی سنگت میں نمل اتنی خوش تھی کہ کبھی کبھی اسے اپنے آپ پر حیرانی ہونے لگتی کیونکہ اسے نہیں لگتا تھا کہ وہ زندگی میں کبھی اتنی خوش بھی رہ سکے گی۔

جب عظمت خلیل کے چہرے پر تیزاب پھینکا گیا تھا تب نمل کو لگتا تھا اب وہ اور رشیدہ کبھی مسکرا نہیں سکیں گے جب تک عظمت خلیل اسپتال میں تھے تب تک تو حالات پھر بھی بہتر تھے مگر جب وہ گھر آگئے تب صورت حال اور مشکل ہوگئی۔

عظمت خلیل ہر وقت مصروف رہنے کے عادی تھے ان سے اتنی فراغت برداشت نہیں ہوتی تھی پھر انہوں نے زندگی میں معمولی سی تکلیف کبھی نہیں سہی تھی تو اتنی اذیت کیسے جھیلتے۔ پہلے اپنی ذرا ذرا سی بات پر وہ رشیدہ اور نمل کو ہزار باتیں سنا دیا کرتے تھے اور اب تو وہ بولنے کے ہی قابل نہیں رہے تھے اس بے بسی میں وہ صرف آنکھ سے آنسو بہانے کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتے تھے رشیدہ تو ان کے سامنے خود بھی رونے بیٹھ جاتیں البتہ نمل ضبط کرجاتی تھی۔

وہ دونوں ہر وقت ان کی دلجوئی اور خدمت میں لگے رہتے اس کے باوجود جب کبھی عظمت خلیل سے منہ میں

تکلیف کی وجہ سے کچھ کھایا نہ جاتا یا بولا نہ جاتا تو وہ جھنجلا کر کھانے کی پلیٹ اٹھا کر پھینک دیتے مگر رشیدہ اور نمل کبھی برا نہیں مانتیں ان دونوں نے جس طرح تحمل اور دلجمعی کے ساتھ عظمت خلیل کا خیال رکھا تھا اس کی نظیر نہیں مل سکتی تھی۔

اسی لیے جب عظمت خلیل صحت یاب ہونا شروع ہوئے تو انہوں نے بھلے ہی انہیں سراہا نہیں نہ ہی کبھی اپنے گزشتہ رویے کی معافی مانگی لیکن ان کے انداز میں تبدیلی ضرور آگئی تھی۔

رشیدہ کہتی تھیں ان کا دل بدل گیا ہے' تکلیف انسان کے اندر بہت کچھ بدل دیتی ہے۔

مگر نمل ان سے اتفاق نہیں کرتی تھی اس کا خیال تھا وہ سدا ایسے ہی رہیں گے یہ محض وقتی ابال ہے ایک بار وہ ٹھیک ہوکر اپنے معمول پر آئیں گے تو پھر ویسے ہی ہوجائیں گے بات بات پر ان ماں بیٹی کی عزت نفس کی دھجیاں اڑانے والے ہیں لیکن اس وقت نمل کو اپنی سوچ بدلنی پڑی جب انہوں نے خاص طور سے نمل کو بلا کر خرم کے بارے میں اس کی رائے مانگی نمل ششدر سی انہیں دیکھتی رہی جب انہوں نے جلے ہوئے چہرے کے ساتھ بمشکل دھیمی آواز میں کہا۔

"فرقان حسن مجھ سے ملنے اسپتال بھی آئے تھے گھر پر بھی آئے تھے اور اب بھی فون کرتے رہتے ہیں ان کا کہنا ہے خرم نے ایک غلط فہمی کا شکار ہوکر جذبات میں آکر منگنی توڑی تھی وہ اب اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہے اور میرے پاس آکر معافی مانگنا چاہتا ہے۔

مجھے نہیں پتا وہ غلط فہمی کس قسم کی تھی اسے معاف کرنا چاہیے یا نہیں یہ فیصلہ تم کرسکتی ہو مجھے پوچھنا اچھا نہیں لگا اگر تمہاری مرضی ہو تو میں خرم کو گھر آنے کی اجازت دوں' آخر زندگی تمہیں گزارنی ہے مجھے نہیں۔"

نمل آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ انہیں دیکھتی رہی اور ان کے سینے سے لگ کر ایک دم رونے لگی۔

عظمت خلیل کی قوت گویائی اتنی نہیں تھی کہ اس کی ہچکیوں کے بیچ وہ بولتے اور نمل سن لیتی وہ اس کا سر تھپک کر اسے چپ کرانے کی کوشش کرنے لگے مگر اس کے رونے میں اور شدت آگئی تب رشیدہ کو آگے بڑھنا پڑا۔

"آپ خرم کو بلالیں۔ بلکہ فرقان بھائی سے کہیں کوئی جلدی کی تاریخ رکھ دیں خرم کی پڑھائی بھی ختم ہوگئی ہے اب کیا انتظار کرنا ہے۔" عظمت خلیل بغور رشیدہ کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

اگر رشیدہ اتنی بڑی بات کہہ رہی تھیں تو یقیناً' وہ نمل کی مرضی سے واقف ہوں گی انہیں نمل کے منہ سے سننے کی ضرورت نہیں تھی۔

اور اس طرح وہ بظاہر ناممکن نظر آنے والا کام اتنی آسانی سے ممکن ہوگیا اور نمل خرم کی زندگی میں شامل ہوگئی۔

عظمت خلیل اب اتنے بہتر ہوگئے تھے کہ دوبارہ سے آفس وغیرہ جانے لگے تھے لیکن نمل کی شادی کے بعد ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ کچھ وقت اب گھر پر بھی گزاریں حالانکہ ابھی بھی زبان سے وہ یہ نہیں کہتے تھے لیکن ان کے رویے میں واضح فرق تھا۔

ایک وقت تھا جب وہ صرف بولا کرتے تھے اور عملی طور پر کچھ نہیں کرتے تھے اور اب وہ زبان سے کچھ نہیں کہتے تھے مگر ان کے ہر عمل سے صاف ظاہر تھا کہ وہ پوری کوشش کرتے ہیں ان دونوں کا خیال رکھنے کی۔

وہ اندر سے بدل ضرور گئے تھے مگر ان کی فطرت میں بسی "میں" ابھی بھی باقی تھی جو وہ اپنی بے حسی اور کوتاہیوں پر شرمندہ ضرور تھے مگر ان کی معافی مانگنے پر راضی نہیں تھے۔

رشیدہ اور نمل کے لیے اتنا ہی بہت تھا کہ ان کا رویہ بدل گیا ہے انہیں کوئی شوق نہیں تھا کہ وہ ان کے سامنے معذرت خواہ ہوکر کھڑے ہوجائیں بلکہ نمل تو بہت ہی خوش تھی ان میں رونما ہونے والی تبدیلی پر۔

وہ تو پہلے یہی سوچتی تھی کہ رشیدہ تیار ہوں یا نہ ہوں وہ تب ہی شادی کرے گی جب اسے ایسا کوئی شخص ملے گا جو رشیدہ کو اپنے گھر رکھنے پر رضامند ہو ورنہ وہ رشیدہ کو چھوڑ کر کبھی نہیں جائے گی۔

لیکن اب عظمت خلیل کی طرف سے اسے اطمینان تھا کہ وہ رشیدہ کے لیے اتنا وقت ضرور نکال لیں گے کہ رشیدہ بالکل تنہا نہیں رہ جائیں گی۔

اس لیے اس یقین کے ساتھ جب وہ خرم کے ساتھ اپنی نئی زندگی میں شامل ہوئی تو بہت پرسکون اور مطمئن تھی۔

دوسری طرف رومیلہ بھی الیان کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزار رہی تھی اسی خوشی میں سنبل نے ان دونوں کو ہوٹل میں لنچ پر بلایا تھا۔

جس پر خرم بخوشی آنے کے لیے تیار ہونے کے باوجود سنبل سے ملنے پر شکایتی انداز میں کہنے لگا۔

"تم نے یہاں ہوٹل میں کھانے پر بلا کر اپنا پھوہڑپن پوری طرح ظاہر کر دیا یار گھر میں کھانا پکا کر ڈنر پر بلاتیں تو ایک بات بھی تھی۔" خرم نے الیان سے مصافحہ اور ان سب سے سلام دعا کے بعد کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں بھی تم دونوں کے آنے سے پہلے یہی کہہ رہا تھا اول تو ہم دونوں کو بلانے کی ضرورت ہی نہیں تھی تم تینوں سہیلیاں مل کر کہیں بھی سیلیبریٹ کر لیتیں، لیکن اگر ہم دونوں کو بلانا اتنا ہی ضروری تھا تو گھر پر کھانا پکا لیتیں۔" الیان کے لہجے میں اعتراض نہیں تھا بلکہ شوخی کا پہلو چھپا تھا۔

سنبل نے مسکرا کر ان دونوں کے تبصرے سنے پھر گلا کھنکارتے ہوئے کہنے لگی۔

"دراصل میں آپ چاروں کو یہاں اس ہوٹل میں بلانے کا ایک خاص مقصد تھا یہ ہوٹل آپ چاروں کی زندگی میں خاصی اہمیت کا حامل ہے۔" سنبل کی بات پر وہ چاروں ایک ساتھ چونک اٹھے اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"ہماری شادی اس ہوٹل میں ہوئی تھی اور کیا خاص بات ہے یہاں۔" الیان نے حیرانی سے ان سب کی شکل دیکھی۔

"خرم اور نمل بھی پہلی بار یہیں ملے تھے نا۔" رومیلہ کے لہجے میں بڑی خوشگوار حیرت تھی۔

"یہ ٹیبل بھی وہی ہے، جس پر تم تینوں بیٹھی تھیں۔" خرم نے بھی حیرانی سے سنبل کو دیکھا جو بڑے بھرپور انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"تو کیا تم نے جان بوجھ کر یہی ٹیبل بک کی ہے۔" نمل بے تحاشا حیرت کے ساتھ بولی تو سنبل مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلانے لگی۔

ان سب کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھومنے لگا تھا تب ہی ان سب کے چہروں پر ایسی مسکراہٹ ابھر آئی تھی جو اچانک کوئی خوب صورت پرانی بات یاد آنے پر آجاتی ہے۔

"یہ تم سب کیا یاد کر کے مسکرا رہے ہو ذرا مجھے بھی تو بتاؤ۔" الیان نے خاصی دلچسپی سے پوچھا تو رومیلہ شوخی سے کہنے لگی۔

"بڑی لمبی کہانی ہے خاصے فلمی انداز میں ملے تھے یہ دونوں۔"

"خیر ملے تو ہم بھی فلمی انداز میں ہی تھے۔ بھلے ہی ہماری شادی کا دن تھا۔" الیان نے زیر لب کہا جو رومیلہ ہی سن سکی جو اس کے برابر میں بیٹھی تھی اس نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو روکتے ہوئے اس دن کی ساری تفصیل سنانی شروع کر دی کہ کس طرح وہ تینوں یہاں لنچ کرنے آئی تھیں اور خرم نے نمل کا پرس چرا لیا تھا پھر خود ہی اس لنچ کی مدد کرنے بھی آ گیا۔

اس وقت وہ تینوں کتنی پریشان ہو گئی تھیں جبکہ آج اس وقت کو یاد کرتے ہوئے وہ پانچوں محظوظ ہو رہے تھے البتہ خرم ایک اور یاد تازہ ہونے پر کچھ چپ سا ہو گیا تھا۔

اچانک ہی اسے خیال آیا تھا کہ یہیں اس ڈائننگ ہال میں الیان اور رومیلہ کی شادی والے دن وہ زوبیہ سے بھی ملا تھا بے شک اپنے گھر پر وہ اسے دیکھ چکا تھا، لیکن باقاعدہ ملاقات اس کی زوبیہ سے یہیں پہلی بار ہوئی تھی مگر اس نے دانستہ اس ذکر کو نہیں چھیڑا تھا۔

زوبیہ کے ساتھ اس کی کوئی جذباتی وابستگی نہیں تھی۔ جس سے دوستی کا اس نے دعوا کیا تھا، اس کے مرنے کے بعد وہ اس کا دوست بنا تھا اسے زوبیہ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس پر افسوس تھا، لیکن اس افسوس کا تذکرہ سب کے درمیان میں بیٹھ کر کرنا مناسب نہیں تھا خاص طور پر ایسی صورت میں جب اس کے مجرم عمر قید کی سزا بھگت رہے تھے۔

"کیا ہوا خرم تم کس سوچ میں ڈوب گئے۔" وہ صرف تھوڑی دیر کے لیے زوبیہ کا خیال آنے پر گم سم سا ہو گیا تھا مگر نمل نے وہ بھی بھانپ لیا۔

اس کے آہستہ آواز میں پوچھنے پر خرم چونک کر اسے دیکھنے لگا وہ ہستی جو اس کرہ ارض پر اس کے لیے سب سے اہم تھی الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی بس ایک لمحے میں خرم اپنی ساری سوچیں جھٹکتا ہوا حال میں واپس آ گیا اور ہاتھ اٹھاتے ہوئے رومیلہ کو خاموش کرنے لگا جو اب الیان کو بعد میں یونیورسٹی میں ہونے والے قصے سنا رہی تھی۔

"بس بس۔ ماضی سے باہر نکلو اور حال کی بات کرو، ہم چاروں کے لیے یہ جگہ واقعی یادگار ہے کہ ہمیں اپنے لائف پارٹنر پہلی بار یہاں ملے تھے اور لڑکیاں ایسی باتیں یاد رکھنے میں بہت ہی ایکسپرٹ ہوتی ہیں بلکہ خاصی خوش فہم بھی ہوتی ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے سنبل کا ہم چاروں کو یہاں بلانے کے پیچھے بھی مقصد کچھ ایسا ہی ہے۔" خرم نے ترچھی نظروں سے سنبل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔" سنبل نے آنکھوں کو چندھیاتے ہوئے پوچھا۔

"بھئی یہ جگہ تمہاری دونوں دوستوں کے لیے لکی ثابت ہوئی ہے تو کہیں تم یہ سوچ کر تو یہاں آکر نہیں بیٹھ گئی ہو کہ تمہارا ہیرو بھی تمہیں یہیں مل جائے گا۔" خرم نے بظاہر خاصی سنجیدگی سے یہ بات کہی تھی، مگر الیان، رومیلہ اور نمل کی ہنسی ایک ساتھ چھوٹی تھی جبکہ سنبل بری طرح بلش ہوتے ہوئے کھسیانی آواز میں بولی۔

"جی نہیں میں نے ایسا کچھ بھی نہیں سوچا۔"

"اب بنو مت۔ تم نے سوچا یہاں اکیلی آکر کیسے بیٹھو گی اس لیے ان دونوں کو بھی بلا لیا تاکہ تم اکیلی بیٹھی ہیرو کا انتظار کرتی ہوئی بے وقوف نہ لگو۔" نمل اور رومیلہ کا تو ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا جبکہ صرف الیان مسکرا رہا وہ سب یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتے تھے چنانچہ آپس میں بے تکلف تھے جبکہ الیان کو سنبل کے چہرے پر بیک وقت غصے اور شرم کے تاثرات دیکھتے ہوئے اس کا مذاق اڑانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"میں بے وقوف لگ ہی نہیں سکتی کیونکہ میں بے وقوف ہوں ہی نہیں کہ یہاں بیٹھ کر کسی ہیرو کا انتظار کروں۔" سنبل تپ کر بولی اسے رومیلہ اور نمل کو خرم کے ساتھ مل کر خود پر ہنستا دیکھ کر شدید تاؤ آ گیا تھا۔

"دیکھو برا ماننے کی بات نہیں ہے۔ قدرتی سی بات ہے تمہاری دوستوں کو اس جگہ پر اتنے ہینڈسم لڑکے مل گئے تو اگر تم یہ سوچو کہ تمہیں بھی۔۔۔"

"میرے پاس سوچنے کے لیے اور بہت کچھ ہے ان باتوں کے علاوہ۔ ویسے بھی میرے پیسے اگر کسی نے چوری کیے تو میں نمل کی طرح رونے نہیں بیٹھ جاؤں گی آپ دونوں مرد حضرات موجود ہیں بے مثل آپ میں سے کوئی

بھی کردے گا کسی ہیرو کو میری مدد کرنے آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" سنبل نے جل کر نمل اور رومیلہ کو دیکھا جو ہنس ہنس کر دوہری ہوگئی تھیں۔

"میں کب روئی تھی۔" نمل ہنسی کے دوران بھی احتجاج کرنے سے باز نہ آئی۔

"اگر خرم نہیں آئے ہوتے تو تمہارے آنسو بس ٹپکنے ہی والے تھے۔" سنبل نے دانت پیسے اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا ایک خاصی دلکش آواز نے ان سب کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی۔

"ایکسکیوزمی۔" ان سب نے آواز کی سمت دیکھا تو سب کی ہنسی ایک دم غائب ہوگئی۔

ان کے سامنے بلو تھری پیس سوٹ میں ایک خاصا ڈیشنگ بندہ کھڑا تھا اگر خرم اس وقت یہ گفتگو نہ کررہا ہوتا تو وہ سب اسے اس طرح سکتے کی کیفیت میں کھڑے نہ دیکھ رہے ہوتے مگر ابھی جو کچھ خرم نے کہا اسے سننے کے بعد وہ سب ایسے دم بخود تھے جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"کیا یہ آپ میں سے کسی کی بالی ہے۔" اس نے ایک چھوٹی سی خوب صورت سی بالی اپنی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے ان کے آگے پھیلادی۔

ان چاروں نے ایک ساتھ سنبل کی جانب دیکھا جو ہونق بنی بیٹھی تھی اس کے اسٹیپ کٹ میں تراشے ہوئے بال اس کی شانوں پر کچھ اس طرح پڑے تھے کہ اس کے دونوں کان اس میں چھپ گئے تھے لہٰذا وہ چاروں کوئی نتیجہ اخذ نہ کرسکے اور سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگے۔

"یہ... یہ میری نہیں ہے تم سب لوگ مجھے کیوں دیکھ رہے ہو۔" سنبل ایک دم گڑبڑاتے ہوئے بولی تو الیان نے ایسے سر کو جھٹکا جیسے خود کو سرزنش کررہا ہو اور بڑے مودب انداز میں کہنے لگا۔

"تو مسٹر تھینک یو سوچ یہ ان میں سے کسی کی نہیں ہے۔" الیان کی بات پر وہ کچھ دیر تو کھڑا رہا پھر جانے کے لیے پلٹ گیا مگر ابھی دو قدم ہی چلا تھا کہ پھر واپس آگیا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ آپ کی بالی نہیں ہے ذرا چیک کرلیں۔" وہ سنبل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا باقی سب حیرانی سے اسے اور سنبل کو دیکھنے لگے جبکہ سنبل کچھ بگڑ کر کہنے لگی۔

"چیک کرنے کی کیا ضرورت ہے کیا میں اپنی جیولری نہیں پہچان سکتی۔" سنبل کے تیز لہجے میں کہنے کی دیر تھی کہ الیان بھی سختی سے بول پڑا۔

"مسٹر اب آپ چلتے پھرتے نظر آئیں تو بہتر ہوگا۔"

"ایک منٹ۔" رومیلہ نے الیان کو مزید بھڑکنے سے روکتے ہوئے سنبل کو بغور دیکھا۔ "مجھے بھی یہی لگ رہا ہے کہ یہ تمہاری بالی ہے اپنے بال ہٹا کر چیک تو کرلو۔"

"رومیلہ اٹس انف" خرم نے دبی زبان سے سختی کے ساتھ کہا وہ سمجھ رہا تھا کہ رومیلہ مذاق کررہی ہے مگر اس طرح ایک اجنبی کے سامنے سنبل کو چھیڑنا اسے بالکل مناسب نہیں لگا۔

"یہ تم سنبل کو سمجھاؤ کہ اٹس انف ایک معمولی سے مذاق کی وجہ سے یہ اپنی گولڈ کی بالی لینے سے انکار کررہی ہے۔" رومیلہ نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے بالکل اچانک سنبل کے بال ایک کان سے ہٹائے تو اس کا وہ کان خالی تھا اور اس سے پہلے کہ وہ دوسری طرف کے بال سمیٹتی سنبل نے اپنے کان پر ہاتھ رکھ لیا اور بوکھلا کر بولی۔

"نہیں نہیں۔ رومیلہ میں سچ کہہ رہی ہوں یہ میرا ہیرو نہیں ہے۔"

"واٹ..." اس نو وارد کے منہ سے حیرانی کے مارے خاصی زوردار آواز میں نکلا تو سنبل تو کیا وہ سب ہی سٹپٹا گئے۔

"میرا... میرا مطلب ہے... یہ... یہ میری بالی نہیں ہے۔" سنبل سختی سے کان پر ہاتھ رکھے ہوئے گھبرائے ہوئے انداز میں بولی۔

رومیلہ کچھ دیر اس کی شکل دیکھتی رہی پھر خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

"میرے خیال سے آپ کسی اور سے پوچھ لیں۔" ان سب ہی کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ آخر سنبل کو ہی کہنا پڑا وہ کچھ دیر سنبل کو دیکھتا رہا پھر کندھے اچکاتا واپس پلٹ گیا اس کے جانے کے بعد خرم نے بڑی سنجیدگی سے سنبل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا حماقت تھی تم اتنا انڈر پریشر کیوں آگئیں۔ میں مذاق کررہا تھا تم نے سچ مچ اپنی بالی لینے سے انکار کردیا۔" سنبل اس کے یقین سے کہنے پر اسے جھٹلانے کے لیے کچھ کہنے ہی والی تھی کہ نمل بول پڑی۔

"جتنے یقین سے اس نے سنبل کو بالی چیک کرنے کا مشورہ دیا تھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ سنبل کے کان میں اس کی دوسری بالی دیکھ چکا ہے۔ کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں وہ اس کی یہ دوسری بالی اسے واپس کردے گا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" سنبل تپ گئی۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ مت تنگ کرواسے 'پہلے وہ خرم بضد تھا کہ اسے ہیرو ملنے والا ہے۔ یہ بے چاری اتنا گھبرا گئی کہ اس کے سامنے ہی بول پڑی اب تم بضد ہو کہ وہ دوبارہ ملے گا اور اس کی بالی ضرور لوٹائے گا کیا تم دونوں بھی زوبیہ کی طرح خوبچڑ دیکھنے لگے ہو۔" سنبل کو جھنجلاتا دیکھ کر الیان نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

"ویسے ہو بھی سکتا ہے۔ یہ دونوں زوبیہ کے کمرے میں رہتے ہیں 'کہیں شائستہ خالہ انہیں بھی تو نظر نہیں آنے لگیں۔" رومیلہ نے پراسرار سے انداز میں کہا سنبل بے اختیار کان سے ہاتھ ہٹا کر اچنبھے سے بولی۔

"کیا واقعی؟" اس کے نہایت خوف زدہ انداز میں پوچھے گئے پوچھا سوال پر خرم اور نمل کے چہروں پر مسکراہٹ ابھر آئی تو وہ سوالیہ انداز میں الیان اور رومیلہ کو دیکھنے لگی مگر اسے بڑی حیرت ہوئی کہ وہ دونوں بھی چونکنے کی بجائے مسکرانے لگے تھے۔

"یہ آپ سب مسکرا کیوں رہے ہیں شائستہ خالہ کی روح تو تھی ہی نہیں پھر تم دونوں کو کیسے نظر آنے لگی۔" وہ واقعی الجھ گئی تھی مگر اس کی بات کے جواب میں وہ چاروں ہنس پڑے اور ہنستے چلے گئے۔

سنبل کچھ دیر تو ہونق بنی انہیں دیکھتی رہی پھر جیسے سارا ماجرا ایک دم اس کی سمجھ میں آگیا اس کے کان پر سے ہاتھ ہٹاتے ہی اس کے بال کندھے سے پیچھے چلے گئے تھے اور اس کی وہ بالی جس میں چھوٹے چھوٹے سفید نگ خوب صورتی سے لگے ہوئے تھے دور سے ہی چمک رہے تھے اور بالی کو نمایاں کررہے تھے۔

سنبل کھسیانے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگی تو بے اختیار اس کی نظر دور ایک ٹیبل پر اس شخص پر پڑ گئی جو اس کی دوسری بالی لے کر آیا تھا۔ وہ ٹیبل پر اکیلا بیٹھا تھا شاید آفس سے اٹھ کر یہاں لنچ کے لیے آیا تھا کم از کم حلیے سے تو ایسا ہی لگ رہا تھا اور وہ دور بیٹھا سنبل کو ایسے ہی دیکھ رہا تھا جیسے اس کے کان میں چمکتی بالی اسے وہاں سے بھی نظر آرہی ہو۔

سنبل کا دل چاہا ٹیبل پر رکھے سارے چمچے کانٹے اور چھریاں اس کے منہ پر یہیں سے کھینچ مارے مگر خود پر ضبط کیے وہ زبردستی ان لوگوں کے ساتھ مسکرانے لگی۔ الیان تو پھر بھی ہنس کر اب خاموش ہوگیا تھا۔ خرم بھی اب صرف مسکرانے پر اکتفا کررہا تھا بس نمل اور رومیلہ سے ہی ہنسی کسی طور پر نہیں رک رہی تھی وہ ایک دوسرے کو دیکھتیں اور ان کی قابو میں آتی ہنسی پھر پھسل پڑتی۔

زندگی کسی بوجھ اور تفکرات سے آزاد ہو محبت اور اپنوں کا ساتھ ہو تو خوشی ایسے ہی کھلکھلاتی ہے اور فضا ایسے ہی مسکراتی ہے۔